Presented by: Rana Jabir Abbas

تفسیر کبیر

مُصنّفہ

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد

خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود

رضی اللہ عنہ

جلد چہارم

مشتمل بر

نظارت نشر و اشاعت قادیان

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

الفہرست

سورۃ الحجر	۱
سورۃ النحل	۱۲۳
سورۃ بنی اسرائیل	۲۷۹
سورۃ الکہف	۴۰۳

نوٹ :۔ تفسیر کبیر کا یہ حصہ پہلی بار ۱۹۴۲ء میں قادیان سے سورۃ یونس کے ساتھ طبع ہوا تھا۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سُوْرَةُ الْحِجْرِ مَكِّيَّة

سورۃ الحجر ۱۵ یہ سورۃ مکی ہے

وَهِيَ مَعَ الْبَسْمَلَةِ مِائَةُ آيَةٍ وَسِتُّ رُكُوعَاتٍ

اور بسم اللہ سمیت اس کی ایک سو آیات ہیں۔ اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

(میں) اللہ (تعالےٰ) کا نام لے کر (شروع کرتا ہوں) جو بے حد کرم کرنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے

۱۵ بحر محیط میں ہے۔ هٰذِهِ السُّوْرَةُ مَكِّيَّةٌ بِلَا خِلَافٍ۔ خدا کی قدرت ہے۔ کہ اس سورۃ میں بہت سے مسائل ایسے ہیں۔ جن کی شان ہی اس سورۃ کے مکی ہونے سے بڑھتی ہے۔ اور اللہ تعالےٰ نے ایسا تصرف کیا کہ اسے مکیت بلا خلاف قرار دلوا دیا۔

اس سورۃ کا تعلق پہلی سورۃ سے یہ ہے۔ کہ اس میں بتایا گیا تھا کہ پہلے انبیاء بھی بغیر ظاہری سامانوں کے خدا تعالےٰ کے کلام کی مدد سے فتح پاتے رہے ہیں اب بھی اس طرح ہوگا۔

اب اس سورۃ میں بھی کلام الٰہی کی طاقت پر بحث کی گئی ہے۔ اور بتایا گیا ہے۔ کہ کلام الٰہی ایسی زبردست طاقت ہے۔ جس کے سامنے کوئی ٹھیر نہیں سکتا اور جھوٹا کلام بنانا آسان کام نہیں۔ خدا تعالیٰ پر افترا کرنے والا بچ نہیں سکتا۔ پس یہ کلام سچا ہے اور اپنا ثبوت اپنے ساتھ لایا ہے۔

اس سورۃ کے مضامین کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ یہ ایسا کلام ہے کہ اپنا مشابہ آپ ہے۔ یہاں تک کہ ایسے بہت سے مواقع پیش آتے ہیں اور آئیں گے۔ کہ اس کی خوبیوں کو دیکھ کر دشمن بھی دل میں حسرت کرتے ہیں۔ اور کریں گے کہ ایسا کلام ان کے پاس کیوں نہ ہوا۔ مگر اپنی خود غرضیوں کی وجہ سے اس کی طرف قدم نہیں اٹھا سکتے۔ اور سمجھتے نہیں کہ اس قسم کی سستی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ انسان صداقت سے محروم رہ جاتا ہے اور عذاب میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ آخر جب ہم نے ایک کلام اُتارا ہے تو یہ تو ہو نہیں سکتا کہ وہ مٹ جائے۔ وہ قائم رہے گا اور رکھا جائے گا۔ پس جو اسے قبول کرنے میں سستی کریں گے وہ اپنا نقصان خود کریں گے۔

پہلے نبیوں کے کلام سے بھی تمسخر ہوا۔ مگر لوگ یہ نہیں خیال کرتے کہ خدا تعالےٰ پر افترا کرنا معمولی بات نہیں۔ خدا خود اس امر کی حفاظت کرتا ہے کہ اس پر افترا نہ کیا جائے اور سچے کلام کو خاص امتیاز عطا فرماتا ہے۔ اس کی قبولیت کے سامان پیدا کر دیتا ہے اور جو اسے قبول کرتے ہیں۔ انہیں اونے حالت سے اُٹھا کر کمال تک پہنچا دیتا ہے۔

پس جس طرح پہلے انبیاء کے کلام ہی خزانے تھے۔ جن کے ذریعہ سے دُنیا فتح ہوئی۔ اسی طرح اب بھی ہوگا اگر مخالف پرواہ نہیں کرتے سُنا کریں۔ وہ اس کی سزا پائیں گے۔ تُو اس خزانہ کو مومنوں میں تقسیم کر۔ اور جو اسے نہیں قبول کرتے اُنہیں سمجھاتا رہ۔ اور خدا سے دعائیں کر۔ کہ اسی ذریعہ سے تبلیغ کا رستہ صاف ہوگا۔

سورۃ کا پہلی سورۃ سے تعلق

سورۃ کے مضامین کا خلاصہ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

الٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ ○

الرا۔ یہ (ایک) کامل کتاب اور (اپنے مطالب کو خود ہی) واضح کر دینے والے قرآن کی آیات ہیں ۲ھ

تِلْكَ

مُبِيْنٍ

۲ھ حل لغات ۔تِلْكَ۔ اٰيٰتُ۔ اَلْكِتٰب کی تشریح کے لئے دیکھیں سورۃ یونس ۲ھ

مُبِيْنٌ۔ اَبَانَ سے اسم فاعل ہے اور اَبَانَ لازم اور متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے یعنی کبھی اس کے معنے ظاہر کرنے کے ہوتے ہیں۔ اور کبھی ظاہر ہونے کے۔ چنانچہ اقرب الموارد میں ہے۔ اَبَانَ الشَّیْءُ۔ اِنْقَضٰی۔ کوئی چیز ظاہر ہوگئی۔ (لازم) وَفُلَانٌ الشَّیْءَ اَوْضَحَهٗ کسی چیز کو واضح اور ظاہر کیا۔ (متعدی) سورۃ یوسف میں اَلْمُبِیْن کے معنے ظاہر کرنے والی کتاب کے تھے۔ اور اس جگہ خود ظاہر ہونے کے ہیں یعنی یہ بتانا مقصود ہے کہ یہ کتاب اپنی آپ شاہد ہے۔ قرآن کی تنوین تفخیم (بڑائی کے اظہار) کے لئے ہے۔

کیا الکتاب اور قرآن مبین میں کوئی فرق ہے؟

تفسیر۔ اس جگہ لوگوں نے بحث کی ہے کہ کیا اَلْكِتٰب اور قُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ میں کوئی فرق ہے؟ کیونکہ یہاں پر درمیان میں واؤ عاطفہ لائی گئی ہے۔ اور عطف بالعموم مُغَایِرْ اشیاء میں ہوتا ہے۔ دراصل انہیں یہ غلطی اس بات سے پیدا ہوئی کہ انہوں نے اَلْكِتٰب سے کاغذوں میں لکھی ہوئی کتاب سمجھ لیا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اَلْكِتٰب اور قُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ کے الفاظ کو مقابل پر رکھ کر اس بات کو پیش کیا ہے۔ کہ قرآن مجید کی حفاظت تحریر اور یاد دونوں ذریعوں سے کی جائے گی۔ یہ لکھا بھی جائے گا اور بکثرت پڑھا بھی جائے گا۔ گویا۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ والے مضمون پر زور دیا گیا ہے اور اس جگہ معنوی طور پر قرآن مجید کی دو صفات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ کِتٰبٌ کے لفظ میں اس کے تحریر میں آنے کی طرف اشارہ ہے اور قُرْاٰنٌ کے لفظ میں اس کے بکثرت پڑھے جانے کی خبر دی گئی ہے۔ گویا یہ دو نام نہیں۔ بلکہ دو صفات ہیں۔ جیسا کہ کبھی محمدؐ کا لفظ بطور صفت کے یعنی بہت تعریف کیا گیا کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ یہ دونوں صفات بکمالی طور پر صرف قرآن کریم میں پائی جاتی ہیں۔ اس کے سوا اور دُنیا کی کسی الہامی کتاب میں یہ صفات جمع نہیں ہیں۔ انجیل اور تورات کثرت سے پڑھی جاتی ہیں لیکن ان کو یاد کرنے والا کوئی نہیں۔ وید کو یاد کرنے والا چھوڑ۔ ان کے معنے جاننے والے بھی شاذ ہیں۔ اس زمانہ میں سُنا ہے پچیس کروڑ ہندوؤں میں سے معارف تو الگ رہے۔ صرف چار آدمی سارے ہندوستان میں ویدوں کا ترجمہ سمجھ سکتے ہیں۔ یہی حال زند اوستا کا ہے صرف اور صرف قرآن کریم ہے جو کتابی صورت میں بھی پڑھا جاتا ہے اور حفظ بھی کیا جاتا ہے۔ اور دونوں صورتوں میں لاکھوں کروڑوں آدمی اس سے فائدہ اُٹھا رہے ہیں۔

اس جگہ ایک اور لطیفہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے اور وہ یہ کہ قرآن مجید کے متعلق دو جگہ پر کتاب اور قرآن کا لفظ اکٹھا آتا ہے۔ ایک جگہ قرآن کا لفظ پہلے ہے۔ اور کتاب کا بعد میں (نمل ع ۱) اور ایک جگہ کتاب کا لفظ پہلے اور قرآن کا لفظ بعد میں استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ اس آیت میں کتاب کا لفظ پہلے ہے اور قرآن کا بعد میں۔ میرے نزدیک یہ فرق درجہ کے تفاوت کو مدنظر رکھ کر کیا گیا ہے سورہ نحل میں کتاب کی صفت سے زیادہ قرآن کی صفت کے اظہار پر زور دیا گیا ہے۔ اس لئے کتاب کو پہلے اور قرآن کو بعد میں بیان کیا گیا ہے۔ کیونکہ جب درجہ بیان کرنا ہو تو بڑی شے کو چھوٹی کے بعد بیان کیا جاتا ہے۔ اور سورہ نمل میں چونکہ قرآن کریم کی زبانی تلاوت سے زیادہ اس کی تحریر کے اثر کو نمایاں کرنا تھا۔ اس لئے اس میں قرآن کا لفظ پہلے رکھا گیا ہے اور کتاب کا لفظ بعد میں

لفظ کتاب اور قرآن کو آگے پیچھے لانے کا وجہ

کتاب اور قرآن مبین کے الفاظ کو مقابل پر رکھنے کی وجہ

لفظ کتاب میں قرآن کے تحریر میں آنے کی طرف اشارہ ہے اور قرآن میں پڑھے جانے کی طرف

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

رکھا گیا۔

ایک اور امر بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اس آیت میں الکتاب کے ساتھ مُبِیْن کا لفظ نہیں ہے مگر قرآن کے ساتھ مبین کا لفظ آیا ہے۔ اس کے برخلاف سورہ نمل کے پہلے رکوع میں اس آیت کے مضمون کو اُلٹ کر بیان کیا ہے۔ اور کہا ہے۔ تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتٰبٍ مُّبِيْنٍ یعنے قرآن کا لفظ پہلے رکھ دیا گیا ہے۔ اور مبین کا لفظ کتاب کے ساتھ لگا دیا گیا ہے۔ ممکن ہے۔ بعض ناواقف لوگ جو اسرارِ قرآنیہ سے واقف نہیں یہ خیال کریں کہ سجع کی خاطر ایسا کر دیا گیا ہے۔ لیکن یہ درست نہیں کیونکہ اگر مبین سجع کی خاطر لگایا گیا تھا۔ تو قرآن کو کتاب سے پہلے کیوں کیا گیا۔ سورہ حجر والی ترتیب قائم رکھی جاتی اور کتاب کو پہلے اور قرآن کو بعد میں رکھا جاتا۔ پس ان الفاظ کی ترتیب کو بدل دینے سے صاف ظاہر ہے کہ مُبین کا لفظ سجع کی غرض سے کتاب کے ساتھ نہیں لگایا گیا۔ بلکہ کسی اور حکمت کے ماتحت لگایا گیا ہے۔ مُبین کا لفظ انہی دو سورتوں میں قرآن اور کتاب کے الفاظ کے ساتھ نہیں لگایا گیا۔ بلکہ اور سورتوں میں بھی ایسا کیا گیا ہے۔ قرآن کے ساتھ ایک تو اس سورۃ میں۔ دوسرے سورہ یٰسٓ میں مبین کی صفت استعمال کی گئی ہے اور کتاب کے ساتھ ایک تو سورۃ نمل کی مذکورہ بالا آیت میں اور دوسرے مندرجہ ذیل سورتوں میں یہ صفت بیان کی گئی ہے۔ مائدہ (ع۳) ہود (ع۱) انعام (ع۱۴) یونس (ع۱۰) سباء (ع۱) نمل (ع۱) غافر (ع۱) قصص (ع۱) یوسف (ع۱) زخرف (ع۱) دخان (ع۱) گویا بارہ جگہ کتاب کی صفت مبین آئی ہے اور دو جگہ قرآن کی۔ پس سجع وغیرہ کا کوئی سوال نہیں یہ تغیر یقیناً کسی حکمت کے ماتحت ہے۔

قرآن اور کتاب کے الفاظ اس قسم کے موقعہ پر دو ہی جگہ جمع ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک میں تو کتاب کو پہلے رکھا گیا ہے اور قرآن کو بعد میں اور قرآن کی صفت مبین بیان ہوئی ہے اور دوسری جگہ قرآن کو پہلے بیان کیا ہے اور کتاب کو بعد میں اور کتاب کے ساتھ مبین کا لفظ بیان ہوا ہے۔ اور اصل مواقع یہی ہیں۔ جو غور طلب ہیں۔ کہ کیوں ایک جگہ قرآن کے ساتھ اور دوسری جگہ کتاب کے ساتھ مبین کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ سورۂ حجر اور سورہ نمل کے مضامین میں ایک فرق ہے سورۂ حجر میں ان انبیاء کا ذکر ہے۔ اور ان کے حالات زندگی کو بطور تمثیل پیش کیا گیا ہے۔ جن میں کتابت کا رواج کم تھا۔ اور علوم کو زبانی یاد رکھا جاتا تھا یعنے حضرت آدمؑ حضرت ابراہیمؑ۔ ان کے رشتہ دار۔ حضرت لوطؑ اور اصحاب ایکہ یعنے بن والے لوگ اور قوم صالحؑ۔

حضرت آدمؑ کا زمانہ ابتدائی تھا۔ اور غالباً تحریر کا فن ابھی شروع بھی نہ ہوا تھا۔ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت لوطؑ عربی قبائل میں سے تھے۔ اور عراق ان کا مولد تھا۔ ان میں بھی تحریر کا رواج کم تھا۔ اصحاب الایکہ بھی عرب کا قبیلہ تھے۔ اور قوم صالحؑ بھی اور ان سب میں تحریر کا رواج کم تھا پس ان مثالوں سے ثابت ہے۔ کہ سورۂ حجر میں زیادہ تر خطاب ان اقوام سے ہے۔ جن میں تحریر کا رواج کم تھا۔ اور جنہوں نے حفظ کے ذریعہ سے قرآنی علوم سے زیادہ فائدہ اُٹھانا تھا۔ پس اس سورۃ میں قرآن کے ساتھ مبین کا لفظ رکھا یہ بتانے کے لئے کہ ان اقوام میں اس کلام کی صفت قرآن لوگوں کو زیادہ فائدہ پہنچائے گی۔ لیکن کتاب کی صفت بھی ساتھ بیان کی تا کہ مکمل حفاظت کا اظہار ہو۔ اس کے بالمقابل سورۂ نمل میں کتاب کے ساتھ مبین کا لفظ لگایا گیا ہے۔ کیونکہ اس سورۃ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت داؤدؑ کے واقعات پر زور دیا گیا ہے۔ جو بنی اسرائیل میں سے تھے جن میں لکھنے کا رواج بہت تھا اور زبانی یاد رکھنے کا رواج کم تھا اور ان انبیاء کے اتباع نے محمد رسول اللہ کے ساتھ مبین کی صلعم پر نازل ہونے والے کلام کی صفت کتاب سے زیادہ فائدہ اُٹھانا تھا بہ نسبت صفت قرآن کے۔ اس لئے اس کی مناسبت سے سورۂ نمل میں قرآن کے لفظ پر زور کم دیا اور کتاب پر زیادہ۔

کتاب اور قرآن کے لفظ کے ساتھ مختلف طور پر مبین کا لفظ لانے کی وجہ۔ سورۂ حجر اور نمل کے مضامین میں فرق۔

مبین کی صفت کا اکٹھے استعمال ہونا سجع کی غرض سے نہیں۔

قرآن مبین کہنے سے وہ قومیں مخاطب ہیں جن میں تحریر کا رواج کم تھا۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

الجزء ۱۴ رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ○

جن لوگوں نے (اس کا) انکار کیا ہے۔ وہ بسا اوقات آرزو کیا کرتے ہیں۔ کہ کاش وہ (بھی اسکی) فرمانبرداری اختیار کرنیوالے ہوتے ۳۵

غرض سورۂ حجر میں تو یہ بتایا ہے۔ کہ قرآن کریم کو لکھا بھی گیا ہے۔ مگر بعض اقوام جو حافظہ سے زیادہ کام لینے والی ہیں۔ اس کو یاد کر کے اور سُن کر زیادہ فائدہ اُٹھائیں گی۔ اور اس سورۃ میں وہی ہماری بڑی مخاطب ہیں اور سورۃ نمل میں یہ بتایا گیا ہے کہ قرآن کریم کو حفظ بھی کیا جائے گا لیکن لکھا بھی جائے گا اور بعض قومیں جو تحریر سے زیادہ فائدہ اُٹھانے والی ہیں۔ وہ اسے کتاب سے پڑھ کر زیادہ فائدہ اُٹھائینگی اور اس سورۃ میں وہی ہماری بڑی مخاطب ہیں۔

اس سورۃ میں تعلیم اسلام کی حفاظت کا ذکر ہے۔

تحریر اور حفظ دونوں کو پورہ حفاظت کرنے کیلئے۔

خلاصہ یہ کہ قرآن کریم قرآن ہونے کے لحاظ سے بھی مبین ہے۔ اور کتاب ہونے کے لحاظ سے بھی۔ اور چونکہ وہ سب دُنیا کی طرف ہے۔ اس سے وہ قومیں بھی فائدہ اُٹھائینگی جو حافظہ سے زیادہ کام لیتی ہیں۔ ان کے لئے وہ قرآن مبین ہوگا اور وہ قومیں بھی فائدہ اُٹھائینگی جو تحریر سے وابستہ ہیں اور ان کے لئے وہ کتاب مبین ہوگا۔

قرآن مجید سے تمام قومیں فائدہ اُٹھائینگی حافظہ سے کام لینے والی بھی اور تحریر سے بھی۔

رُبَمَا

جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے۔ قرآن مبین کا لفظ دو دفعہ استعمال ہوا ہے۔ اور کتاب مبین کا بارہ دفعہ۔ اس میں اس امر کی طرف بھی اشارہ ہے کہ قرآن کریم کا کتاب ہونے کے لحاظ سے حلقہ وسیع ہوگا اور اکثر لوگ اس کے کتاب ہونے کے لحاظ سے فائدہ اُٹھائینگے یعنی کثیر التعداد اقوام میں وہ پھیل جائے گا۔ جو کتابت سے علوم کو محفوظ کرتی ہیں۔ میرے نزدیک قرآن کریم میں دس جگہ کتاب کے ساتھ مبین کے لفظ کا استعمال کرنا اور دو جگہ قرآن کے ساتھ مبین کے لفظ کا استعمال اس امر کی طرف اشارہ کرنیکے لئے ہے کہ کتاب سے فائدہ اُٹھانے والے زیادہ ہوتے ہیں بہ نسبت حفظ سے فائدہ اُٹھانے والوں کے۔ اور مسلمانوں کو توجہ دلائی ہے کہ وہ مسلمانوں میں تعلیم کے رواج کو زیادہ کریں۔ تاکہ مسلمان قرآنی فوائد سے محروم نہ رہ جائیں۔

کتاب کے ساتھ مبین کی صفت کا کثرتِ استعمال

اس سورۃ میں تعلیم اسلام کی حفاظت کا ذکر ہے اس لئے اس کی دونوں صفات یعنے کتاب اور قرآن بیان کی گئی ہیں کسی مضمون کی حفاظت کبھی مکمل طور پر نہیں ہو سکتی جب تک وہ تحریر اور حفظ دونوں ذریعہ سے محفوظ نہ کیا جائے انسانی حافظہ بھی غلطی کر جاتا ہے اور کاتب بھی بھول چوک جاتا ہے لیکن یہ دونوں مل کر ایک دوسرے کی غلطی کو نکال دیتے ہیں اور ان دو سامانوں کے جمع ہونے کے بعد غلطی کا امکان باقی نہیں رہ سکتا۔ قرآن کریم کو یہ دونوں حفاظتیں حاصل ہیں۔ یعنے وہ کتاب بھی ہے۔ رسول کریم صلعم کی زندگی سے ہی اس کے الفاظ تحریر کر کے ضبط میں لائے جاتے رہے ہیں اور وہ قرآن بھی ہے۔ یعنے نزول کے وقت سے آج تک سینکڑوں ہزاروں لوگ اسے حفظ کرتے اور اس کی تلاوت کرتے چلے آئے ہیں۔

۳۵ حل لغات

۔ رُبَمَا۔ رُبَّ اور مَا کا مرکب ہے رُبَّ کبھی رُبَّ یعنی ب کی تشدید سے بھی استعمال ہوتا ہے اس کے متعلق یہ اختلاف ہے۔ کہ یہ حرف ہے یا اسم بصریوں کے نزدیک اور نیز اکثر ائمہ لغت و نحو کے نزدیک یہ حرف ہے لیکن کوفی نحوی اسے اسم بتاتے ہیں۔ بصری کہتے ہیں۔ کہ رُبَّ کے بعد مَا کا لفظ اس لئے لایا گیا ہے کہ یہ حرف تھا۔ کیونکہ حرف جر فعل پر نہیں آسکتا۔

رُبَّ کے معنوں کے متعلق بھی اختلاف ہے۔ اکثر لوگوں نے اسے تقلیل کے لئے قرار دیا ہے۔ یعنی جس واقعہ پر رُبَّمَا داخل ہوتا ہے۔ وہ کبھی کبھی اور شاذ و نادر کے طور پر ہوتا ہے۔ ابو عبداللہ رازی نے لکھا ہے کہ اس بات پر اجماع ہے کہ یہ تقلیل کے لئے آتا ہے۔ زمخشری کا بھی یہی خیال ہے

رُبَّ کے معنوں کے متعلق اختلاف

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مگر سیبویہ کی طرف ایک روایت منسوب ہے۔ کہ یہ تکثیر کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ زجاج کا بھی یہی قول ہے بعض علماء کا خیال ہے کہ رُبَمَا نہ تقلیل کے لئے آتا ہے نہ تکثیر کے لئے۔ بلکہ سیاق وسباق کے ماتحت تکثیر یا تقلیل کے معنی دیتا ہے جب تقلیل کا موقع ہو۔ تو تقلیل کے معنے دیتا ہے اور اگر تکثیر کا موقع ہو۔ تو تکثیر کے۔ اس کے ذاتی معنے کوئی نہیں۔ یہ صرف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مابعد کا واقعہ ضرور ہُوا ہے (محیط)

اس آیت میں رُبَما کے معنے تکثیر کے ہی لئے جاتے ہیں جن لوگوں نے رُبَما کو تقلیل کے لئے قرار دیا ہے انہوں نے بھی اس جگہ تاویل کرکے تکثیر ہی کے معنی لئے ہیں۔

اسی طرح رُبَ کے متعلق ایک اور بحث ہے۔ اکثر لوگوں کی رائے ہے کہ رُبَما ہمیشہ ماضی کے معنوں کے بیان کرنے کے لئے آتا ہے خواہ اسکے بعد فعل مضارع ہی کیوں نہ ہو۔ ان لوگوں نے رُبَمَا یَوَدُّ کے معنے رُبَما وَدَّ کئے ہیں۔ اور پھر کہا ہے۔ کہ رُبَمَا یَوَدُّ فعل جو قاعدہ کے رو سے ماضی کے معنے دیتا ہے۔ اس جگہ مستقبل کے لئے اس لئے استعمال کیا گیا ہے۔ تاکہ یقین کے معنوں پر دلالت کرے لیکن عربی زبان کا تفحص کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ رُبَ کا لفظ مستقبل کے معنے میں بھی آتا ہے۔ ہذلی زوجہ ابوالمحیان کہتی ہے ؎

یَا رُبَّ فَاتِلَةٍ غَدًا
یَا لَهْفَ اُمِّ مُعَاوِیَة۔ (محیط)

اس میں یقیناً مستقبل کے معنے ہیں۔ جیسا کہ غَدًا کا لفظ دلالت کرتا ہے۔ پھر اسی طرح ایک شاعر سلیم القشیری کا شعر ہے ؎

وَمُعْتَصِمٍ بِالْجُبْنِ مِنْ خَشْیَةِ الرَّدَی
سَیُرْدِی وَ غَازٍ مُشْفِقٍ سَیَؤُوْبُ

یعنی موت کے ڈر کی وجہ سے بزدلی کی پناہ لینے والا ہلاک ہو جائے گا۔ لیکن جو ڈر کو دُور پھینک دیتا ہے اور جنگ کے لئے نکل کھڑا ہوتا ہے۔ وہ زندہ سلامت واپس آئیگا۔

اس جگہ پر رُبَّ محذوف ہے۔ جیسا کہ مُعْتَصِمٍ کی جَرّ سے ظاہر ہے اور شعر کے معنے یقیناً مضارع پر دلالت کرتے ہیں۔ کیونکہ سَیُرْدِی اور سَیَؤُوْبُ مضارع کے صیغے ہیں۔ غرض رُبَ مستقبل کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ اور تکثیر کے لئے بھی۔ جیسا کہ سیبویہ اور زجاج کے قول سے اوپر ذکر ہو چکا ہے۔

أَسْلَمَ

أَسْلَمَ سے اسم فاعل مُسْلِمٌ آتا ہے۔ اور مُسْلِمُوْنَ اسکی جمع ہے اَسْلَمَ الرَّجُلُ کے معنے ہیں تَدَیَّنَ بِالْاِسْلَامِ مذہب اسلام قبول کرلیا۔ اور اَسْلَمَ اَمْرَهٗ اِلَی اللّٰہِ کے معنے ہیں سَلَّمَهٗ کہ اپنے معاملہ کو اللہ کے سپرد کردیا (اقرب) پس رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ کَانُوْا مُسْلِمِیْنَ کے معنے ہونگے۔ بسا اوقات منکر یہ آرزو کرتے ہیں یا کرینگے کہ وہ اسلام کو قبول کرلیتے (اور) وہ اپنے معاملات کو اللہ کے سپرد کردیتے۔

رُبَمَا کے متعلق ایک اور بحث۔

تفسیر کفار کی اس خواہش کے متعلق مفسرین نے بحث کی ہے کہ کب انہوں نے خواہش کی کہ وہ مسلمان ہوں؟ بعض نے مجبور ہوکر کہا کہ وہ اس وقت یہ خواہش کرینگے جب مسلمانوں کی فتح ہوگی۔ بعض نے قیامت پر حسبان کیا ہے کہ اس وقت کہیں گے کہ کاش ہم مسلمان ہوتے۔ اور بعض نے اس سے ترقیات اسلامی مُراد لی ہیں۔ یعنی جب بھی ترقی ہوگی وہ یہ خواہش کریں گے۔

تکثیر کی خواہش کے متعلق مفسرین کی بحث۔

رُبَمَا کا لفظ مستقبل کے معنے میں بھی آتا ہے۔

یہ معنے بھی درست ہیں۔ ان پر کوئی اعتراض نہیں۔ کیونکہ جب دشمنی بلا وجہ ہوتی ہے۔ جیسا کہ کفار عرب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تھی۔ تو دشمن کی ترقی پر انسان کو اکثر یہ خیال آجاتا ہے کہ میں اس کی دشمنی نہ کرتا۔ تو اچھا تھا۔ آج فائدہ ہی اُٹھا لیتا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دشمنی محض حسد کی وجہ سے تھی۔ اور آپ کی غیر معمولی ترقیات سے وہ حسد کے مواقع ہی جاتے رہے۔ اس لئے

آنحضرت کی غیر معمولی ترقی سے کفار مسلمان ہونے کی خواہش کرتے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ان کو بارہا خیال آتا ہوگا کہ کاش ہم مسلمان ہوتے۔ اسی طرح جب وہ بدر کے مقام پر قتل ہو رہے تھے تو ان کا دل یہی چاہتا ہوگا۔ کہ کاش ہم مسلمان ہوتے۔

۳۔ اس زمانہ میں اسلام کی تعلیم کے قابل رشک مسائل

غرض اسلام کی فتوحات دشمنوں کے دلوں میں یہ حسرت ضرور پیدا کرتی ہونگی۔ کہ کاش ہم بھی مسلمان ہوتے منافقوں کا قول تو قرآن مجید میں صریح طور پر بیان ہوا ہے۔ کافروں کی بھی یہی حالت ہوتی ہوگی۔ یہ ایک طبعی بات ہے۔ اس سے انکار نہیں ہو سکتا۔

۴۔ اس آیت کے ایک اور معنے

میرے نزدیک ان کے علاوہ آیت کے ایک اور معنے بھی ہیں۔ مفسرین عام طور پر ظاہری لطافت۔ فصاحت و بلاغت اور معجزات پر بحث کرتے ہیں۔ اور قرآن مجید کی تعلیمی خوبیوں پر بہت کم بحث کرتے ہیں۔ میرے خیال میں سب سے بڑی چیز جس کے لئے قرآن کریم آیا ہے۔ وہ اسکی کامل اور دلکش تعلیم ہے اور اسی کی طرف تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ میں اشارہ کیا ہے اور آیت رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا میں انہی تعلیمی خوبیوں پر رشک کا ذکر کیا ہے یعنی فرماتا ہے۔ کہ اسلام کی تعلیمات کی خوبیوں کو دیکھ کر بارہا کافر کہہ اٹھتے ہیں اور کہہ اٹھیں گے۔ کاش ہم بھی مسلمان ہوتے اور یہ ہمیشہ ہوتا رہا ہے۔ اور ہوتا رہے گا۔

۵۔ ایک ہندو کا اسلامی ازدواجی قانون پر رشک۔

۶۔ مُسْلِم کے معنے سپرد کر دینے والے

حضرت عمرؓ سے ایک یہودی نے کہا کہ قرآن مجید میں ایک آیت ہے۔ اگر وہ ہماری کتاب میں اُترتی۔ تو ہم اس دن عید مناتے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ وہ کونسی آیت ہے۔ اس نے جواب دیا۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ الآیہ۔ آپ نے فرمایا۔ وہ دن تو ہمارے لئے دو عیدوں کا دن تھا یعنی جمعہ کا دن اور عرفہ کے دن یہ آیت نازل ہوئی تھی۔ (بخاری کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ) ایسا ہی ایک اور یہودی نے کہا کہ آپ کی شریعت میں ایک بات دیکھ کر حیرت ہو جاتی ہے کہ انسانی زندگی کا کوئی حصہ نہیں جس پر اس شریعت نے روشنی نہ ڈالی ہو۔ یہ خواہشات ہیں جو ہزاروں کے دلوں میں پیدا ہوتی ہونگی۔ مگر اظہار ان کا

۷۔ ایک یہودی کا اسلامی شریعت کے اعلیٰ ہونے کا اعتراف۔

دو ایک کے مُنہ سے ہوا۔ اور قرآن مجید نے بھی فرمایا ہے يَوَدُّ (ان کے دل چاہتے ہیں) یقول نہیں فرمایا (کہ وہ مُنہ سے بھی اظہار کرتے ہیں) اس زمانہ میں بھی طلاق کا مسئلہ شراب کا مسئلہ ورثہ کا مسئلہ اور ایسے ہی اور بہت سے مسائل ہیں کہ جن پر دُنیا رشک کر رہی ہے۔ جب ایک یورپین کے دل میں خیال آتا ہے کہ ہمارے ہاں بھی طلاق کا قانون بننا چاہیئے۔ تو دوسرے معنوں میں وہ یہی کہتا ہے کہ کاش میں مسلمان ہوتا۔ ایسا ہی جب ایک امریکن کے دل میں یہ تحریک پیدا ہوتی ہے کہ شراب بند ہونی چاہیئے۔ تو وہ گویا رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ کی تصدیق کرتا ہے۔ ابھی کچھ عرصہ ہوا ہندوستان کی لیجسلیٹو اسمبلی کے ایک ہندو ممبر نے صغر سنی کی شادی کے متعلق مسودہ قانون پیش کیا تھا۔ اس نے دورانِ تقریر میں کہا۔ میں بڑی حسرت سے دیکھتا ہوں کہ جس طرح اسلام نے شادی کا قانون بنا کر مسلم قوم کو محفوظ کر دیا ہے۔ ویسا قانون ہمارے ہاں کوئی نہیں۔

آیت میں بھی رُبَمَا کا لفظ رکھا گیا ہے۔ جو کمی دھہ پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی ان لوگوں کو بحیثیت مجموعی اسلام لانے کا خیال پیدا نہ ہوگا۔ بلکہ الگ الگ مسائل پر انکے دل میں یہ خواہش پیدا ہوگی کہ کاش یہ مسئلہ بھی ہمارے پاس ہوتا۔ یہ بھی ہوتا

مُسْلِم کے معنے سپرد کر دینے والے کے بھی ہیں۔ جیسے فرمایا اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ (بقرہ ع ۱۵) میں نے اپنا سب کچھ اللہ کے سپرد کر دیا۔ پس اس آیت کے یہ معنے بھی ہو سکتے ہیں کہ جب کفار اپنی دنیوی تدابیر کو بیکار جاتے دیکھتے ہیں اور محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جو صرف اللہ تعالیٰ پر توکل کئے بیٹھے ہیں۔ کامیاب ہوتے دیکھتے ہیں۔ تو ان کا غرور ایک وقت کے لئے کمزور پڑ جاتا ہے اور ان کے دل میں خواہش پیدا ہوتی ہے۔ کہ کاش ہم بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق رکھتے اور اپنے معاملات اس کے سپرد کر دیتے۔ تو ان ذلتوں اور شکستوں کا مُنہ نہ دیکھتے۔

مُسْلِم کے معنے امن دینے والے کے بھی ہوتے ہیں۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ذَرْهُمْ يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ

تو ان کو (اپنے حال پر) چھوڑ دے کہ وہ (بیٹھے کھانے) کھاتے رہیں۔ اور وقتی سامانوں سے نفع اُٹھاتے رہیں اور (اکی

فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ○ وَمَا أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ إِلَّا

جھوٹی) امیدیں انہیں غافل کرتی رہیں۔ کیونکہ وہ جلد (ہی حقیقت) معلوم کرلینگے ۵۴ اور ہم نے کبھی کسی بستی کو بغیر

ان معنوں کو مدنظر رکھتے ہوئے آیت کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ مسلمانوں کی ترقیات کو دیکھ کر کبھی کبھی کافروں کے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ کاش ہم اس قوم سے لڑائی نہ چھیڑتے اور صلح رکھتے اور یہ روز بد نہ دیکھتے۔ جو اب دیکھنا نصیب ہوا ہے۔

۵۴ حل لغات۔ اَلْاَمَلُ وَالْاَمَلُ اسکی جمع اٰمال ہے۔ اور الامل کے معنے ہیں۔ اَلرَّجَاءُ۔ امید تَاَمَّلْتُ الشَّیْءَ اِی نَظَرْتُ اِلَیْہِ مُنْتَثِبًا لَہٗ تاملتُ الشَّیْءَ کے معنے ہیں۔ اسے غور سے دیکھا۔ ٹکٹکی لگا کر دیکھا (اقرب)

تفسیر۔ اس آیت میں یہ بتلایا ہے کہ یہ لوگ مختلف مسائل میں اسلام کی برتری تو تسلیم کرتے ہیں۔ اور کریں گے۔ مگر پھر بھی اسلام کی طرف قدم اُٹھانا نصیب نہ ہوگا۔ یورپ کے لوگ اسلامی مسائل کی برتری کو مانتے ہیں مگر اسلام لانے کے لئے طیار نہیں کیونکہ سوسائٹی کا سوال ہے۔

فرمایا وہ اپنے اکل و شرب کی وجہ سے اپنی تجارتوں اور صنعتوں کی وجہ سے اور اپنی بیجا آرزوؤں کی وجہ سے مسلمان نہیں ہوتے۔ اس میں گویا پہلی آیت کے مفہوم پر جو سوال پیدا ہوتا تھا۔ اس کا جواب دیا گیا ہے۔ یعنی جب وہ لوگ تخ ابش کرتے ہیں اور کریں گے۔ کاش وہ مسلمان ہوتے۔ تو وہ مسلمان ہوتے کیوں نہیں؟ فرمایا ان کی عیاشی دولت کی حرص۔ اور طولِ امل ان کے راستہ میں روک بن رہے ہیں۔

اس آیت سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے۔ کہ صداقت کو قبول کرنے کے لئے کھانے پینے میں سادگی۔ دُنیا کی حرص سے اجتناب اور طول امل سے بچنا ضروری امور ہیں۔ جو شخص صداقت کا جویا ہو۔ اس کے لئے ان سے بچنا ضروری ہے۔ اگر کوئی ان تین باتوں سے نہیں بچتا تو اس کا صداقت کی جستجو کرنا فضول امر ہے۔ اگر حق اس پر کھل بھی جائے گا۔ تب بھی وہ اس کے قبول کرنے سے محروم رہے گا۔ یہ اشارہ بھی اس آیت میں ہے۔ کہ کفار الامل لوگوں پر رُعب جمانے کے لئے اپنے دسترخوان کو خوب وسیع کرتے۔ دولت کماتے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر فتح پانے کے لئے دُور دُور کی تدابیر اختیار کرتے تھے جبکہ محمد رسول اللہ صلعم ان سب باتوں سے خالی تھے۔ مگر باوجود اس کے فرماتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی جیتیں گے اور کفار کے دلوں میں آپ کی کامیابی دیکھ کر حسرت پیدا ہوگی۔

مسلم کے معنی ان دینے والے کے ہیں۔

اس آیت سے اس طرف بھی اشارہ ہے کہ لَوْ کَانُوْا مُسْلِمِیْنَ کفار کا عارضی جذبہ ہے وہ اصل میں وہ کھانے پینے اور دولت کمانے میں لگے ہوئے ہیں اور عارضی جذبات انسان کو نفع نہیں دیتے۔ بلکہ مستقل جذبات فائدہ دیتے ہیں مسلمانوں کا مستقل جذبہ مسلم ہونے کا ہے۔ عارضی طور پر وہ کھاتے پیتے۔ دولت کماتے اور بعض تدابیر بھی آئندہ کے لئے کر لیتے ہیں۔ پس باوجود ان کاموں کے وہ ہدایت پا رہے ہیں۔ جبکہ کافر ہدایت نہیں پاتے۔

لَوْ کَانُوا مسلمین کفار کا عارضی جذبہ ہے۔

صداقت قبول کرنے کے لئے کھانے پینے میں سادگی ضروری ہے۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُومٌ ○ مَا تَسْبِقُ مِنْ أُمَّةٍ

اس کے کہ اس کے متعلق (پہلے سے) ایک معلوم فیصلہ ہو چکا ہو۔ ہلاک نہیں کیا ۵ کوئی قوم بھی اپنی (ہلاکت کی) میعاد سے بھاگ

اَلْقَرْيَة **۵ حل لغات۔** اَلْقَرْيَة۔ کے معنی بستی کے ہیں۔ نیز قریہ بول کر اہل قریہ بھی مراد لیتے ہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھو یوسف ۵۸ یونس ۹۵

وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ

وَلَهَا میں واؤ حالیہ ہے وَلَهَا میں واؤ حالیہ ہے۔ قاضی مندر نے لکھا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کے بعد کا مذکور اس کے قبل کے مذکور سے زمانہ میں پہلے واقعہ ہو چکا ہے۔ جیسا کہ آتا ہے حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا (زمر ع ۸) (محیط)

قریہ سے مراد بستی کے تمام لوگ ہوتے ہیں۔ تفسیر۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ قریہ سے مُراد گاؤں یا بستی نہیں۔ بلکہ وہ قوم مُراد ہے۔ جن کی طرف نبی آتا ہے۔ یہ قرآن مجید کا محاورہ ہے۔ کہ وہ قریہ کا لفظ بول کر مُراد نبی کے تمام مخاطب لیتا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے مخاطب نبی کے گاؤں یا شہر والے ہی ہوتے ہیں۔ دوسروں کو ان کے تابع کر دیا جاتا ہے۔

نبی کی بستی کو اُمّ القریٰ قرار دیا جاتا ہے۔ جب ماں مرجائے تو بچے آپ ہی بے غذا مرجاتے ہیں۔

اَهْلَكْنَا من قریہ سے مراد اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ میں مُراد وہی قریہ ہے جس میں نبی آتا ہے۔ دوسری بستیوں کا ذکر اس لئے چھوڑ دیا۔ کہ وہ اس بستی کے تابع ہیں۔ اس کا مزید ثبوت اگلی آیت میں مِنْ اُمَّةٍ کے لفظ سے مِل جاتا ہے۔

آنحضرتؐ کے زمانہ میں عرب پر خصوصاً عذاب آیا۔

ایک اعتراض کا جواب یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں۔ فلاں گاؤں ہلاک ہو گیا۔ فلاں شہر میں بیماری پڑی۔ مگر اس میں کوئی نبی نہ تھا۔ ان کا یہ اعتراض غلط ہے۔ اس آیت میں اس اعتراض کا جواب دیا گیا ہے۔ اور بتایا گیا ہے کہ جب نبی مبعوث ہو تو اس کے مخاطبین کی سب بستیاں اسکی بستی کے تابع سمجھی جاتی ہیں اور اس بستی میں نبی کی بعثت کے بعد سب بستیاں عذاب کی مستحق ہو جاتی ہیں۔ اگر وہ ایک قوم کی طرف مبعوث ہو۔ تو وہ ساری قوم انکار کے باعث مستحق عذاب ہوتی ہے خواہ ان کی بستیوں میں سے وہ نبی گزرا بھی نہ ہو۔ اور اگر وہ سب دُنیا کی طرف ہو تو سب دنیا مستحق عذاب ہو جاتی ہے نیز اس آیت سے یہ مطلب بھی نکلتا ہے۔ کہ کسی بستی پر عذاب آنا اس بات کی علامت نہیں کہ ضرور کوئی نبی آیا ہو۔ بلکہ اسی قدر وسیع عذاب جس قدر وسیع نبی کا حلقہ ہو۔ نبوت کی دلیل ہوتا ہے۔ اگر ایک قوم کی طرف نبی ہو تو قومی عذاب نبی کی علامت ہے۔ اور اگر ایسے نبی کا زمانہ ہو جو سب دنیا کی طرف مبعوث ہُوا ہو۔ تو پھر عالمگیر عذاب ہی اسکی علامت ہے۔ یہ کہنا حماقت ہے کہ اگر عذاب بغیر نبی کے نہیں ہوتا تو فلاں گاؤں کیوں ہلاک ہُوا تھا۔ اس وقت کون نبی آیا تھا۔ یہ عذاب جو نبوت کی علامت ہوتا ہے۔ اس وسیع حلقہ کا احاطہ کرتا ہے جو نبی کا مخاطب ہوتا ہے۔ بنی اسرائیل کے نبیوں کے لئے کسی ایک گاؤں کا عذاب نہیں۔ بنی اسرائیل کی قوم کا عذاب علامت تھا۔ اور محمد رسول اللہ صلعم کے لئے کسی قوم کا عذاب نہیں۔ بلکہ دُنیا بھر کی تباہیاں علامت تھیں۔ جیسا کہ تاریخ شاہد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عرب پر خصوصاً عذاب آیا۔ مگر ساری دنیا پر بھی اللہ تعالےٰ نے ایک قلیل عرصہ میں تباہی نازل کی۔

كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ سے مُراد وہ مدت ہے جو انبیاء کے ذریعہ سے بتا دی جاتی ہے۔ اور اس جگہ قریہ سے مُراد وہی لوگ ہیں۔ جن کو نبیوں کی مخالفت کی وجہ سے عذاب مِلتا ہے۔ ایسے لوگوں پر عذاب ہمیشہ کھُلی پیشگوئیوں کے بعد آتا ہے۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اَجَلُهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ۝ وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْ

(کر بچ) نہیں سکتی۔ اور نہ ہی پیچھے رہ (کر اس سے بچ) سکتی ہے ۵۶ اور انہوں نے (بڑے زور سے) کہا ہے (کہ) اے

نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ۝ لَوْ مَا

وہ شخص جس پر یہ ذکر اُتارا گیا ہے تو یقیناً دیوانہ ہے ۵۷

۵۶ حل لغات۔ الاجل کی تشریح کے لئے دیکھو سورۃ رعد ۳۱ الامۃ۔ الجماعۃ۔ امت کے معنے ہیں۔ جماعت۔ الجیل من کل شیٔ۔ ہر قبیلے کے ہمعصر لوگ (اقرب)

تفسیر۔ ماتسبق اور مایستاخرون کا مفہوم بالعموم لوگوں نے مبہم سا بیان کیا ہے۔ میرے نزدیک ماتسبق کا مطلب یہ ہے کہ یہ ممکن نہیں کہ عذاب سے کوئی قوم جس کے متعلق عذاب کی خبر ہو دامن چھڑا کر نکل جائے۔ یعنے عذاب تو وقت پر آجائے۔ لیکن نقصان نہ پہنچائے اور وہ ہلاکت سے بچ جائے۔ اور نہ یہ ہو سکتا ہے۔ کہ قوم عذاب سے پیچھے رہ جائے یعنے عذاب ٹلتا ہی چلا جائے۔ اور ملتوی ہوتا جائے گویا ڈھیل بیشک ایک ضروری شے ہے اور نبی کے مخالفوں کو ضرور ملتی ہے۔ تا جو ہدایت پانے کے قابل ہیں۔ ہدایت پا جائیں۔ مگر یہ نہیں ہوتا۔ کہ ڈھیل ہی ملتی جائے۔ اور عذاب نبی یا اس کے اتباع کے زمانہ میں ظاہر ہی نہ ہو۔ اس آیت میں کفار کو اس سے متنبہ کیا ہے کہ اپنے آپ کو محفوظ نہ سمجھیں۔ کیونکہ وہ دو ہی طرح محفوظ رہ سکتے ہیں (۱) یا تو عذاب آئے۔ مگر ان کو ہلاک نہ کرے (۲) یا پھر عذاب ٹلتا ہی جائے۔ فرمایا یہ دونوں باتیں نہ ہونگی۔ پس ڈھیل پر دلیر نہ ہوں۔

۵۷ حل لغات۔ الذکر۔ اَلتَّلَفُّظُ بِالشَّیْءِ وَاِحْضَارُہٗ فِی الذِّھْنِ بِحَیْثُ لَا یَغِیْبُ عَنْہُ۔ ذکر کے معنی ہیں کسی چیز کا منہ سے ذکر کرنا اور ایسے طور پر یاد اور مستحضر فی الذہن کرنا کہ وہ بھول نہ جائے۔ اَلصِّیْتُ شہرت وَمِنْہُ لَہٗ ذِکْرٌ فِی النَّاسِ۔ اور انہی معنوں میں لہٗ ذکرٌ فی الناس کا فقرہ بولتے ہیں۔ کہ فلاں شخص کو لوگوں میں شہرت حاصل ہے۔ الثناء۔ تعریف۔ الشرف۔ شرف۔ وفی القرآن اِنَّہٗ لَذِکْرٌ لَّکَ وَلِقَوْمِکَ۔ اور قرآن مجید میں اِنَّہٗ لَذِکْرٌ لَّکَ وَلِقَوْمِکَ انہی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ کہ قرآن مجید کا نزول تیرے اور تیری قوم کے لئے شرف کا موجب ہے۔ وَالصَّلٰوۃُ لِلّٰہِ تَعَالٰی وَالدُّعَاءُ اللہ تعالےٰ کے حضور دُعا۔ چنانچہ انہی معنوں میں یہ فقرہ استعمال ہوتا ہے۔ اِذَا حَزَبَہٗ اَمْرٌ فَزَعَ اِلَی الذِّکْرِ کہ جب مصیبت کا سامنا ہوا۔ تو اس نے دُعا کی طرف جلدی کی۔ اَلْکِتَابُ فِیْہِ تَفْصِیْلُ الدِّیْنِ وَوَضْعُ الْمِلَلِ ایسی کتاب جس میں دین کی تفصیل ہو۔ اور شریعت کے اُصول بیان کئے گئے ہوں۔ مِنَ الرِّجَالِ۔ اَلْقَوِیُّ الشُّجَاعُ الْاَبِیُّ۔ ایسا بہادر شخص جو کسی کا رعب برداشت نہ کرے۔ مِنَ الْمَطَرِ۔ اَلْوَابِلُ الشَّدِیْدُ سخت موسلا دھار بارش۔ مِنَ الْقَوْلِ۔ الصُّلْبُ الْمَتِیْنُ پکی بات (اقرب)

اس آیت میں کفار کو ایک تنبیہ۔

اَلْمَجْنُوْن۔ جُنَّ الرَّجُلُ۔ جَنًّا وَجُنُوْنًا ذَالَ عَقْلُہٗ وَقِیْلَ فَسَدَ عقل جاتی رہی یا عقل میں فتور آگیا۔ اَلْجُنُوْنُ مصدر جَنَّ۔ جنون۔ جَنَّ کا مصدر ہے جس کے معنے ہیں۔ چھپانا۔ زَوَالُ الْعَقْلِ عقل کا جاتے رہنا۔ وقیل فَسَادُہٗ۔ عقل میں خرابی کا پیدا ہونا۔ اَلْمَجْنُوْنُ من زَالَ عقلُہٗ اوفَسَدَ۔ اور مجنون ایسے شخص کو کہتے ہیں جس کی عقل جاتی رہے۔ یا عقل میں فتور پیدا ہو جائے (اقرب)

اَلذِّکْر

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

القاموس العصری میں (جو انگریزی اور عربی کی اچھی لغت ہے) مجنون کے معنے میں لکھا ہے:-

MAD, CRAZY INSANE FOOL, FOOLISH

دیوانہ۔ کم عقل۔ پاگل۔ احمق۔ بے وقوف۔

مفردات میں ہے۔ اَلْجِنَّةُ۔ جَمَاعَةُ الْجِنِّ. قال تعالیٰ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ۔ وقال تعالیٰ وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا۔ جِنَّةٌ کے دو معنے ہیں۔ ایک یہ کہ لفظ جِنّ کی جمع ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم کی مذکورہ بالا دو آیات سے ظاہر ہے۔ یعنی مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ۔ اور جَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا سے۔ اور دوسرے معنے اس کے جنون کے ہیں جیسا کہ لکھا ہے۔ اَلْجِنَّةُ الْجُنُوْنُ وقال تعالیٰ مَا بِصَاحِبِكُمْ مِنْ جِنَّةٍ۔ اے جُنُوْنٍ۔ یعنی جِنَّةٌ کے معنے جنون کے بھی ہیں۔ جیسا کہ قرآن کریم کی آیت مَا بِصَاحِبِكُمْ مِنْ جِنَّةٍ سے ظاہر ہے۔ وَالْجُنُوْنُ حَائِلٌ بَيْنَ النَّفْسِ وَالْعَقْلِ اور جنون ایک قسم کی روک کا نام ہے جو انسان کی طبیعت اور اس کی عقل کے درمیان پیدا ہو جاتی ہے۔ وَجُنَّ فُلَانٌ قِيْلَ اصابَهُ الْجِنُّ یعنی بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جب جُنَّ فُلَانٌ کہا جائے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اسے جن چمٹ گئے ہیں وَبُنِيَ فِعْلُهٗ عَلٰى فُعِلَ كَبِنَاءِ الْاَدْوَاءِ نَحْوُ زُكِمَ وَلُقِيَ وَحُمَّ۔ اور جُنَّ بصیغہ مجہول اس لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ کہ یہ بھی ایک بیماری ہے اور بیماریوں کے لئے یہ صیغہ بالعموم استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً زکام والے لقوہ والے اور تپ والے کے متعلق زُكِمَ۔ لُقِيَ اور حُمَّ استعمال ہوتا ہے۔ وَقِيْلَ اُصِيْبَ جَنَانُهٗ۔ اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ اس کے دل کو صدمہ پہنچ کر عقل ماری گئی ہے۔ وَقِيْلَ حِيْلَ بَيْنَ نَفْسِهٖ وَعَقْلِهٖ فَجُنَّ عَقْلُهٗ بِذٰلِكَ۔ اور بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ اس کے اور اس کی عقل کے درمیان کوئی روک پیدا ہو گئی ہے۔ اس وجہ سے وہ عقل سے کام نہیں لے سکتا یہ مفردات والے نے مختلف لوگوں کا خیال جنون کی ماہیت کے متعلق بتایا ہے اور اس سے ظاہر ہے کہ ضروری نہیں کہ جب کسی کے متعلق یہ کہا جائے کہ وہ مجنون ہے تو عربی زبان میں اس کے یہی معنے ہوں کہ اسے جن چمٹ گئے بلکہ اس کے اصل معنے تو یہی ہوں گے کہ اس کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ باقی بعض لوگ جو وہمی ہیں جنون کی تشریح یہ کریں گے کہ کسی جن نے ناراض ہو کر اس کا دماغ خراب کر دیا ہے۔ بعض لوگ جو احساسات کو بیماریوں کا منبع قرار دیتے ہیں۔ یہ کہیں گے کہ اس کے دل کو کوئی صدمہ پہنچا ہے اور بعض لوگ جو طبیعی ہیں یہ قرار دیں گے۔ کہ اس کے دماغ میں کوئی نقص ہو گیا ہے۔ غرضکہ جنون کے معنے جن چمٹ جانے کے نہیں۔ بلکہ جنون کا سبب بعض کے نزدیک جن کا چمٹ جانا ہے۔ وَقَوْلُهٗ مُعَلَّمٌ مَجْنُوْنٌ اَیْ ضَامَّةٌ مَنْ يُعَلِّمُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَكَذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى اَئِنَّا لَتَارِكُوْا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ قرآن مجید کی آیت مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ اور لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ میں مجنون کے معنے مَنْ يُعَلِّمُهُ الْجِنُّ کے ہیں۔ یعنی جسے جن سکھاتے ہیں۔ (مفردات کے یہ معنے تفسیری ہیں یعنی مختلف تفاسیر کے اثر کے نیچے انہوں نے یہ معنے لکھ دیئے ہیں۔ ورنہ محقق لغت میں یہ معنے نہیں۔ لغت میں مجنون کے معنے یہی ہیں۔ کہ جسے جنون کی بیماری ہو

تفسیر: پہلے فرمایا تھا رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ۔ کہ بارہا کفار مسلم ہونے کی خواہش کریں گے۔ اب فرمایا کہ کفار اس بات کو سُن کر کہ وہ ہلاک کر دیئے جائیں گے نہایت تعجب کریں گے اور کہیں گے کہ تُو ضرور پاگل ہے۔ جو ایسی باتیں کرتا ہے ہم تو جلد ہی تجھے اور تیرے متبعین کو کچل ڈالیں گے۔

رُبَمَا کے معنے مستقبل کے کیئے جائیں اور یہ مُراد ہو۔ کہ اسلام کی ترقیات کو دیکھ کر کفار کبھی کبھی یہ خواہش کریں گے۔ کہ کاش ہم مسلمان ہوتے۔ یا کاش ہم مسلمانوں کا مقابلہ نہ کرتے۔ یا کاش ہم اللہ تعالیٰ کے توکل پر عمل پیرا ہوتے تو اس صورت میں آیت کا یہ مطلب ہوگا۔ کہ جب کفار اس اعلان کو سنتے ہیں۔ کہ ایک دن ایسا آئے گا کہ اسلام کی ترقی کو دیکھ کر کفار کہیں گے۔ کہ کاش ہم مسلمان ہوتے۔ تو وہ اس دعویٰ کو مجنونانہ قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تو پاگل ہے جو ایسے دعوے کرتا ہے۔ ہم اسلام کے دشمن ایسی خواہش کس طرح کر سکتے ہیں اور ایسی ترقی تجھے اور تیرے اتباع کو کب مل سکتی ہے۔

اس آیت میں اَلذِّکْر کا لفظ آیا ہے۔ یہ قرآن مجید کا نام کفار میں بھی معروف معلوم ہوتا ہے۔ ذکر کے معنی شرف کے ہوتے ہیں۔ جیسا کہ دوسری جگہ آتا ہے۔ لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ (انبیاء ع) ہم نے تمہاری طرف وہ کتاب اُتاری ہے جس میں تمہاری عزت کے سامان ہیں چونکہ اس جگہ اسلام کی ترقی کا ذکر ہے اور کفار کی ذلت کا۔ اس لئے کفار طنزاً الذکر کے لفظ سے قرآن کا ذکر کرتے ہیں اور مطلب یہ ہے کہ "اے وہ شخص جس پر ایسا معزز اور ممتاز کلام اُترا ہے کہ ہم جیسے بھی خواہش کریں گے کہ ہم اسکے ماننے والے ہوتے۔ تو پکا پاگل ہے"۔ بظاہر اس کلام کا پہلا حصہ دوسرے کے خلاف ہے۔ ایک طرف تو وہ یہ کہتے ہیں۔ کہ اے وہ شخص جس پر یہ دُنیا کو عزت دینے والا کلام نازل کیا گیا ہے اور دوسری طرف کہتے ہیں۔ کہ تُو پاگل ہے۔ مگر طنزیہ کلام کی صورت میں یہ اختلاف باقی نہیں رہتا۔ یہ فقرہ ایسا ہی ہے جیسا کہ قرآن کریم میں دوزخیوں کے متعلق آتا ہے کہ ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ (دخان ع) لے معزز اور شریف انسان دوزخ کا عذاب چکھ یعنی تم اپنے آپ کو عزیز و کریم کہتے تھے۔ اب دیکھو کہ تمہاری عزت اور کرم نے تم کو کس حالت تک پہنچا دیا ہے۔

اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ۔ اس کے متعلق عیسائیوں نے اعتراض کیا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ضرور کوئی جنون کا مادہ تھا ورنہ عرب لوگ آپ کو کیوں مجنون کہتے۔ اچھے بھلے آدمی کو کون پاگل کہتا ہے۔

اس اعتراض کے بیان میں انہوں نے پہلے تو مجنون کے معنوں کی تعیین میں غلطی کی ہے۔

سیل اس آیت کا ترجمہ یوں کرتا ہے:۔

THOU ART CERTAINLY POSSESSED BY A DEVIL

ضرور تجھ پر کوئی شیطان قابض ہے

روڈویل اس کا ترجمہ یوں کرتا ہے:۔

THOU ART SURELY POSSESSED BY A JINN

تجھ پر یقیناً کسی جن کا سایہ ہے

پامر لکھتا ہے:۔

VERILY THOU ART POSSESSED

تو تو بُری رُوحوں کے قبضہ میں ہے۔

گویا مجنون ان کے نزدیک وہ شخص ہوتا ہے جس پر کوئی شیطان یا جن قابض ہو۔ حالانکہ اس جگہ یہ معنی مراد نہیں ہوسکتے۔ اور نہ ہیں۔ بلکہ جیسا کہ اوپر حل لغات میں بتایا گیا ہے مجنون کے معنے پاگل یا دیوانہ ہوتے ہیں۔

مجنون کے معنے اقرب الموارد میں لکھے ہیں مَنْ زَالَ عَقْلُهٗ اَوْ فَسَدَ جس کی عقل جاتی رہے یا عقل میں خرابی آجائے۔ (تفصیل کے لئے دیکھو حل لغات)

اصل میں یوروپین مصنفین نے اپنے عیب کو چھپانے

الذکر قرآن مجید کا نام ہے۔

انک لمجنون سے عیسائیوں کا استدلال

رُبَمَا کے مستقبل کے معنے لینے کی صورت میں اس آیت کے معنے

مجنون کے معنوں کی تعیین میں یورپین کی غلطی۔

کفار اللہ کا لفظ طنزاً کہتے ہیں۔

مجنون کے معنے دیوانہ پاگل کے ہوتے ہیں۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

آنحضرت پر مجنون کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذمے یہ الزام لگانے کی کوشش کی ہے۔ کیونکہ انجیل میں لکھا ہے کہ یہودی حضرت مسیح کو کہتے تھے کہ اس پر جن سوار ہے۔ مگر انہوں نے اتنا غور نہ کیا۔ کہ وہاں کہنے والے یہودی ہیں اور اس جگہ مشرکین یہودیوں کے نزدیک تو جن ایک ناپاک رُوح ہے جس پر وہ سوار ہو۔ اس کے معنے ہیں کہ وہ گندا ہے۔ مگر مشرکین کے ہاں تو جنوں کی پُوجا کی جاتی تھی۔ اگر کفار کا یہی مطلب ہوتا۔ تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت نہ کرتے۔ بلکہ آپ سے ڈرتے

الزام اپنے عیب کو چھپانے کے لئے ہے۔

یہ لوگ آسیب زدہ کہتے تھے۔

پھر عیسائی معترضین نے دوسرا ظلم یہ کیا ہے کہ وہ لکھتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اہلِ مکہ جو مجنون کہتے تھے۔ اس کا ضرور کوئی سبب چاہیئے اور وہ سبب یہ بتاتے ہیں۔ کہ آپ کو نعوذ باللہ من ذالک مرگی کے دورے پڑتے تھے۔ اسکی تائید میں انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ واقعہ نقل کیا ہے۔ جو آپ کو حلیمہ دائی کے ہاں بقول بعض مؤرخین پیش آیا تھا۔ وہ واقعہ اس طرح بیان ہوا ہے کہ آپ نے جنگل میں دیکھا (جہاں بعض بڑے بڑے جانور چرا رہے تھے) کہ دو آدمی براق لباس پہنے ہوئے آئے ہیں۔ انہوں نے آپ کو گرا لیا اور آپ کے سینہ کو چاک کیا۔ اور کوئی سیاہ سی چیز اندر سے نکال کر پھینک دی

عیسائی معترضین کا غلط استدلال

عیسائی اس واقعہ سے استدلال کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت بچے تھے۔ اس لئے جھوٹ تو نہیں بولتے تھے۔ لہذا مرگی کا دورہ ماننا پڑیگا

عیسائی معترضین کے اعتراض کا بطلان

میں اس وقت اس بحث میں نہیں پڑتا۔ کہ مرگی کے دورہ میں انسان اس قسم کے واقعات اور نظارے دیکھتا ہے سوچتا۔ اور انہیں یاد رکھ سکتا ہے۔ یا کہ نہیں پہنے ڈاکٹری کتابیں دیکھی ہیں۔ جن میں اس مرض کی اقسام اور انکی کیفیات بیان ہیں۔ ان میں یہ ہرگز نہیں لکھا کہ انسان اس دورے کی حالت میں کسی نظارہ کو دیکھ کر باترتیب یاد رکھ سکتا ہے اور پھر مرگی کے دورے والے کی آنکھیں شکل اور عقل اور دوسرے حالات سے ہی ظاہر ہو جاتا ہے کہ وہ مرگی کا مریض ہے۔ بلاوجہ معمولی سی تکالیف کو بار بار دُوہرانا۔ خالی الذہن نظر آنا۔ اور معمولی معمولی باتوں پر غصہ کرنا ایسے شخص کی عادت میں داخل ہو جاتا ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایسی کوئی بات پائی نہ جاتی تھی۔

عیسائی پوچھتے ہیں کہ اگر کوئی وجہ نہ تھی تو ساری قوم انہیں کیوں مجنون کہہ رہی تھی۔ میں کہتا ہوں کہ خدا تعالےٰ نے دُنیا میں یسُوع نامی ایک اور آدمی بھی پیدا کیا ہے جس کو لوگ آسیب زدہ قرار دیتے تھے اور مجنون کہتے تھے۔ چنانچہ یوحنا ۱۰ باب ۲۰ میں لکھا ہے۔ کہ "ان باتوں کے سبب یہودیوں میں پھر اختلاف ہُوا۔ ان میں بہتیرے تو کہنے لگے کہ اس میں بدرُوح ہے۔ اور وہ دیوانہ ہے۔ تم اسکی کیوں سنتے ہو" اس بزرگ کے ایک شاگرد پولوس نامی کی نسبت بھی لکھا ہے۔ "جب وہ اس طرح جوابدہی کر رہا تھا۔ تو فیستس نے بڑی آواز سے کہا۔ اے پولوس تُو دیوانہ ہے۔ بہت علم نے تجھے دیوانہ کر دیا ہے" (اعمال ۲۶/۲۴) اب عیسائیوں کو چاہیئے کہ وہ پہلے مسیح اور پولوس کو دیوانہ کہنے کا سبب مرگی کا دورہ ثابت کریں اس کے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کی طرف توجہ کریں۔ کیونکہ اپنے گھر کا کام مقدم ہوتا ہے۔

کاش یہ مسیحی معترضین انصاف سے کام لیتے اور غور کرتے۔ تو اگر حضرت مسیح کو بغیر مرگی کے دوروں کے صرف وعظ سُن کر پاگل کہا جا سکتا ہے۔ تو کیوں رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ کَانُوْا مُسْلِمِیْنَ کے عظیم الشان دعوٰے کرنے والے کو روحانی عالم سے ناواقف لوگ پاگل نہیں کہہ سکتے تھے۔

مسیحیوں کا یہ اعتراض اور بھی قابلِ تعجب ہو جاتا ہے جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اگلی آیات میں کفار کی پیش کردہ وجہ بھی بیان ہے جسکی بنا پر وہ آپ پر جنون کا الزام لگاتے تھے۔ وہ اس الزام کی وجہ مرگی کو بیان نہیں کرتے۔ بلکہ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

تَاْتِيْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝

اگر تُو سچا ہے تو کیوں ملائکہ کو ہمارے سامنے نہیں لاتا ۵۸

مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوْٓا اِذًا

(کیا انہیں معلوم نہیں کہ) ہم (جب بھی) فرشتوں کو (اتارتے ہیں تو) حق کے مطابق اُتارتے ہیں۔ اور (جب کافروں کے لئے اتارتے

مُّنْظَرِيْنَ ۝ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ

ہیں تو) اس وقت انہیں (ذرہ بھی) مہلت نہیں دی جاتی ۵۹ اس ذکر کو ہم نے ہی اُتارا ہے اور ہم یقیناً اسکی

آپؐ کے دعاوی کے بعد از عقل ہونے کو اسکی وجہ قرار دیتے ہیں اور یہ بات ہر نبی میں پائی جاتی ہے۔ کوئی نبی نہیں جس نے وہ باتیں نہ کی ہوں جن کو اس زمانہ کے لوگ ماننے کو تیار نہ تھے۔

۵۸ حل لغات۔ لَوْمَا اور لَوْلَا اور هَلَّا ایک ہی معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ یہ نحاس کا قول ہے معنی یہ ہوتے ہیں کہ کیوں ایسا نہیں کرتے۔ مطلب یہ کہ ایسا کرو۔

تفسیر۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دعوے گزشتہ سورتوں میں یہ پیش کیا گیا تھا اور اس سورۃ کا شروع بھی اسی تسلسل میں تھا کہ اسلام کی فتح اس کلام کے ذریعہ سے ہوگی۔ جو خدا تعالےٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کیا ہے وہ کلام اپنے اندر ایسی خوبیاں رکھتا ہے کہ اس کے مقابل پر کفار کا زور نہ چل سکے گا۔ کفار نے اس دعویٰ کے بالمقابل لاجواب ہوکر یہ دعویٰ پیش کر دیا کہ تم تو مجنون ہو اور مجنون ہونے کی یہ دلیل دی کہ تم کہتے ہو کہ یہ کلام تم پر فرشتے لے کر آتے ہیں۔ اگر تمہارا یہ قول درست ہوتا تو پھر وہ فرشتے دوسرے لوگوں کو بھی نظر آتے لیکن چونکہ وہ دوسرے لوگوں کو نظر نہیں آتے معلوم ہوا کہ یہ تمہارا وہم ہے۔ اور تمہارے جنون کی علامت ہے۔

۵۹ حل لغات۔ حق کی تشریح کے لئے دیکھیں

سورۃ رعد ۱۵

مُنْظَرِيْن۔ اَنْظَرَهُ الدَّيْنَ۔ اَخَّرَهٗ۔ قرض ادا کرنے کے لئے قرضدار کو مزید مہلت دی۔ يُقَالُ كُنْتُ انظر الْمُعْسِرَ اَیْ امهلهٗ یعنی کنت انظر المعسر کا فقرہ انہی معنوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ کہ میں تنگدست قرض دار کو مہلت دیا کرتا تھا۔ (اقرب)

مُنْظَرِيْن

لَوْمَا

تفسیر۔ حق کے معنے پہلے گزر چکے ہیں۔ اس جگہ بِالْحَقِّ کے دو معنے یا تو اس کے معنے سچے کلام کے ہیں۔ اور مطلب یہ ہے کہ فرشتے کلام الٰہی کے ساتھ اُترا کرتے ہیں۔ مگر تم نہ رسول ہو کہ تم پر فرشتے اُتریں۔ اور نہ ہی تم اس بات کے مستحق ہو کہ تمہیں کلام الٰہی سے مشرف کیا جائے۔ یا اس جگہ پر حق کے معنے استحقاق کے ہیں۔ یعنے جیسا جیسا کسی کا حق ہو اس کے مطابق فرشتے اُترتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کے نبیوں اور رسولوں پر ان کے حق کے مطابق۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو فرشتے اُترتے ہیں۔ وہ تو رحمت کے فرشتے ہیں۔ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہی نظر آسکتے ہیں وہ اور خدا تعالیٰ کا غضب سہیڑنے والوں کو کس طرح نظر آجائیں ان پر تو جب فرشتے اُتریں گے غضب ہی کے اُتریں گے اور اس وقت فرشتوں کا دیکھنا انہیں نفع نہ دے گا۔ کیونکہ وہ ان کے ہلاک کرنے کے لئے آئیں گے۔ اور ان کے آنے کے بعد آئمۃ الکفر کو ڈھیل نہ ملے گی۔ چنانچہ بدر کے موقعہ پر یہ

بِالْحَقِّ کے تین معنے

کفار کا وجہ ہوکر آنحضرت کو مجنون کہنا۔

حَقّ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

لَحٰفِظُوْنَ ۝ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ شِيَعِ

حفاظت کریں گے ۱۰ اور ہم نے اگلے (زمانہ کے) لوگوں کی جماعتوں میں (بھی) تجھ سے پہلے رسول بھیجے

سزا دینے والے فرشتے آئے اور بعض کفار کو کشفی حالت میں وہ نظر بھی آئے مگر وہ وقت ان کی ہلاکت کا تھا۔ اس سے وہ کیا فائدہ اُٹھا سکتے تھے۔

ہر ایک نبی کا کلام اسکی شان کے مطابق ہوتا ہے۔

اس جگہ ایک بہت بڑا نکتہ بیان فرمایا گیا ہے وہ یہ کہ ملائکہ کا کلام انسان کے قلب کے مطابق ہوتا ہے۔ جیسا انسان ہوگا۔ ویسے ہی اس کے الہام ہونگے۔ عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ الہام ہوگیا۔ تو ہم بڑے آدمی ہوگئے حالانکہ یہ کافی نہیں۔ کیونکہ الہام انسان کی اپنی فطرت کے مطابق ہی ہوا کرتا ہے۔ قادیان میں ایک پہاڑی شخص مزدوری وغیرہ کی غرض سے آیا کرتا تھا۔ وہ عموماً ہمارے ہاں ہی مزدوری وغیرہ کرتا تھا۔ بعض اوقات کسی کام کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کے پاس چلا جاتا۔ تو حضرت خلیفہ اوّلؓ اسے نماز کی تاکید فرمایا کرتے تھے جس پر وہ جواب دیا کرتا کہ "نماز سانوں بجدی نیں" (یعنی نماز ہمارے مناسب حال نہیں) اتفاقاً ایک روز آپ نے اسے مسجد میں نماز پڑھتے دیکھا۔ فراغت کے بعد پوچھا کیا بات ہے؟ تو اس نے جواب دیا۔ آج مجھے الہام ہوا ہے کہ "اُٹھ اوئے سورا نماز پڑھ" آپ سُور اُٹھ کر نماز پڑھ۔ اس لئے میں نماز شروع کر دی ہے۔ اب ظاہر ہے۔ کہ یہ الہام شیطان کی طرف سے تو ہو نہیں سکتا۔ یہ یقیناً خدائی الہام تھا۔ مگر اس کے درجہ کے مطابق تھا۔ پس خالی الہام کو نہیں دیکھا جائے گا۔ بلکہ یہ دیکھا جائے گا کہ اس الہام کے اندر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا محبت کا بھی اظہار ہے یا اس بندے کی شان کے اظہار کی بھی کوئی صورت ہے۔

چاڑی مزدور کا واقعہ۔

حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ

ترجمہ پہلی آیت سے نتیجہ۔

اس آیت سے ایک عام قانون کا پتہ چلتا ہے اور وہ یہ کہ فرشتے بالحق نازل ہوا کرتے ہیں۔ یہ امر ظاہر ہے کہ نبوت میں ادنیٰ۔ اعلیٰ۔ مامور وغیرہ مامور سب ہی شامل ہیں۔ اسی طرح نبیوں میں مرتبہ کا تفاوت پایا جاتا ہے۔ حضرت خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اسی طرح نبی کہلاتے ہیں جس طرح زکریا۔ الیاس اور یوسف علیہم السلام۔ پس جس طرح درجہ میں نام کی شرکت سب کو برابر نہیں بنا دیتی۔ اسی طرح سب کی وحی۔ وحی کہلا کر ایک سی نہیں ہو سکتی۔ ہر ایک نبی کا کلام اسکی شان کے مطابق ہوگا۔ اس اصل کو مدنظر رکھیں تو یہ سوال بھی حل ہو جاتا ہے۔ کہ تورات۔ انجیل زبور وغیرہ کیوں قرآن کریم کی طرح بے نظیر نہیں۔ جن انبیاء پر وہ کلام نازل ہوئے انہی کی شان کے مطابق ان میں خدا تعالیٰ نے برکت رکھی۔ یہ کس طرح ہو سکتا تھا کہ اللہ تعالیٰ مختلف درجوں کے کام مختلف نبیوں کو سپرد کرتا لیکن سامان سب کو ایک سا دیتا۔ بہرحال کام کے مطابق ہی اس نے سامان دینے تھے۔ اور کام کے مطابق ہی اس نے کارکن مقرر کرنے تھے۔

حل لغات۔ الذِّکْر کی تشریح کے لئے دیکھیں حل لغات سورۃ ہذا ۹ و سورہ یوسف ۱۰۵

تفسیر۔ ذکر کے معنے بتائے جا چکے ہیں کہ علاوہ اور معنوں کے اس لفظ کے معنے شرف اور تسبیح کے بھی ہیں۔ اس جگہ یہی معنے ہیں کفار نے طنزاً کہا تھا۔ کہ اے وہ شخص جس پر یہ عزت بخش کلام نازل ہوا ہے۔ تو یقیناً مجنون ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے جواب میں فرماتا ہے۔ یقیناً ہم نے ہاں ہم نے اس عزت بخش کلام کو نازل کیا ہے۔

یہ ایک نہایت ہی زبردست آیت ہے۔ اور ایسی عجیب ہے۔ کہ اکیلی ہی قرآن مجید کی صداقت کا بیّن ثبوت ہے۔ اس میں کتنی تاکیدیں کی گئی ہیں پہلے اِنَّ لایا گیا ہے۔ پھر نَا کی تاکید نَحْن سے کی گئی ہے۔ اور پھر آگے چل کر ایک اور اِنَّ اور لَام لایا گیا ہے۔ گویا تاکید پر تاکید کی گئی ہے۔ کفار نے اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ کے جملہ میں دوسری تاکید سے کام لیکر تمسخر کیا تھا۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے تاکید کے چار ذرائع استعمال کرتا ہے۔ اور فرماتا ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔ سنو ہم نے ہاں یقیناً ہم نے ہی اس شرف و عزت والے کلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اُتارا ہے۔ اور ہم اپنی ذات کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ یقیناً ہم اسکی خود حفاظت کریں گے۔ اللہ اللہ کتنا زور ہے۔ کس قدر حتمی وعدہ ہے۔

اس آیت کے متعلق یہ لطیفہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ کفار کے طنز میں ایک یہ معنے بھی پائے جاتے ہیں کہ ایسا بڑا زبردست کلام جس نے دُنیا کو شرف بخشنا ہے اس کے ساتھ تو فرشتے بھی آنے چاہیئے تھے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ اے نادانو! تم فرشتے کہتے ہو۔ اس کلام کی تو وہ عظمت ہے۔ کہ اسکی حفاظت کے لئے ہم خود آئیں گے اور دیکھیں گے۔ کہ کون اس کلام پر بدنیتی سے ہاتھ ڈالتا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ فرشتے قرآن کریم کی حفاظت نہیں کرتے۔ کیونکہ جب خدا جو آقا ہے۔ وہ حفاظت کرتا ہے۔ تو فرشتے تو بدرجہ اولیٰ حفاظت کریں گے۔ مگر اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ فرما کر ایک زائد بات بیان کی کہ اس میں بعض ایسی خصوصیات ہیں جنکی حفاظت فرشتے بھی نہیں کرسکتے بلکہ ان کی حفاظت اللہ تعالےٰ نے خود اپنے ذمے لی ہے۔ ہر چیز کی حفاظت فرشتے کرتے ہیں۔ مگر خدا تعالیٰ کے براہِ راست حفاظت کرنے میں ایک حکمت ہے۔ اور قرآن مجید کو عام چیزوں سے ممتاز کرنے والا فرق ہے جسے میں آگے چل کر بیان کروں گا۔

یہ آیت اسلام کی صداقت کا ایک زبردست ثبوت ہے۔ اور اگر کوئی بے تعصب انسان اس آیت پر غور کرے تو سمجھ سکتا ہے کہ یہ دعویٰ انسانی نہیں۔ تمام مفسر متفق ہیں کہ یہ سورۃ مکی ہے۔ ابن ہشام کا بیان ہے۔ کہ یہ آیت دعویٰ نبوت کے چوتھے سال میں نازل ہوئی۔ انگریز مصنف عام طور پر اس بات کے شائق ہوتے ہیں کہ وہ مسلمان مفسرین سے اختلاف کریں۔ اور اسکے لئے انہوں نے ایک انٹرنل شہادت (اندرونی شہادت) کا قاعدہ بنا رکھا ہے یعنی وہ کہتے ہیں کہ یہ بات قرآن کے اندر سے نکلتی ہے۔ مگر وہ اس طریق کو ایسا غلط اور بے جا استعمال کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ اندرونی شہادت قرآن کی نہیں ہوتی بلکہ ان کے نفس کی ہوتی ہے۔ مگر اس ضمن میں مجھے انگریزی حوالے دیکھتے ہوئے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ اس بارہ میں مستشرقین کو بھی اختلاف کی گنجائش نہیں ملی۔ چنانچہ سپرنجر نے کہا ہے۔ کہ یہ سورۃ دعویٰ نبوت کے چوتھے سال میں نازل ہوئی تھی۔ روڈویل جس نے ترتیب کی تحقیق کے متعلق بزعم خود ایک کمال حاصل کیا ہے۔ لکھتا ہے کہ یہ سورۃ ابتدائی سالوں کی سورتوں میں سے ہے۔ چنانچہ اس نے اپنی ترتیب میں اسے ابتدائی سالوں کی سورتوں میں ہی رکھا ہے۔ نولڈک نے کسی قدر اختلاف کیا ہے۔ اور اس کی بنیاد وہی غلط قاعدہ (انٹرنل شہادت کا) ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ:-

(۱) اس میں کفار کی سختیوں کا ذکر ہے۔ اس لئے یہ ابتدائی سالوں کی سورۃ نہیں ہوسکتی۔

(۲) اس میں لِنَبِيِّهٖ مُحَمَّدٍ آتا ہے۔ یہ باقی ابتدائی سورتوں میں نہیں آتا۔ لہٰذا یہ بھی ابتدائی زمانہ کی نہیں۔

(۳) اس میں مشرکین کا لفظ ہے۔ اس لئے یہ ابتدائی زمانہ کی نہیں ہوسکتی۔ ہاں مکی ضرور ہے۔ مکی زندگی کے آخری ایام میں اُتری ہے۔

مجھے اس سے بحث نہیں۔ کہ نولڈک کی بات درست ہے یا دوسروں کی۔ میں صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ نئی تحقیق والے عرب اور یورپین مصنف مفسرین کے ساتھ مل کر بالاتفاق کہتے ہیں کہ یہ سورۃ مکی ہے۔ مکی زندگی کے آخری سال بھی نہایت ہی خطرناک تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ساتھیوں سمیت شعب ابی طالب میں محبوس تھے۔ جبکہ مسلمانوں کو اپنی حفاظت کے لئے جگہ نہ ملتی تھی۔ ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ فرشتوں کی کیا ضرورت ہے۔ ہم خود اسکی حفاظت کرینگے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کتنا زور دار اور پُرشوکت دعویٰ ہے۔ اس فقرہ (اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ) کی طاقت کو وہی لوگ اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں جو عربی جانتے ہیں۔ کیا یہ عجیب بات نہیں کہ جب مسلمان خود گھر سے ہوئے تھے۔ اور ان کی جان کے لالے پڑے ہوئے تھے کہا جاتا ہے کہ تم سارا زور لگالو اور قرآن مجید کے مٹانے کے لئے پُوری طاقت خرچ کردو۔ ہم خود اسکی حفاظت کریں گے۔ اور ایک دن ایسا آتا ہے کہ ان مخالفتوں کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ساتھی آزاد ہوتے ہیں۔ آپؐ کو ترقی ملتی ہے۔ ایک عظیم الشان جماعت آپؐ کے ساتھ ہو جاتی ہے۔ اور قرآن مجید کی کما حقہٗ حفاظت ہوتی ہے۔ اور آج تک ہو رہی ہے۔ اور ہوتی رہے گی۔ کیا یہ بے نظیر حفاظت دنیا کی اور کسی مذہبی کتاب کو حاصل ہوئی ہے؟ سر ولیم میور اپنی کتاب لائف آف محمدؐ میں بحث کے بعد لکھتا ہے۔

"WHAT WE HAVE, THOUGH POSSIBLY CREATED AND MODIFIED BY HIMSELF, IS STILL HIS OWN."

ترجمہ۔ اب جو قرآن ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ گو یہ بالکل ممکن ہے کہ محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنے زمانہ میں اسے خود بنایا ہو۔ اور بعض دفعہ اس میں خود ہی بعض تبدیلیاں بھی کر دی ہوں۔ مگر اس میں شبہ نہیں کہ یہ وہی قرآن ہے۔ جو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ہمیں دیا تھا

(۲) پھر وہ لکھتا ہے۔

"WE MAY UPON THE STRONGEST PRESUMPTION AFFIRM THAT EVERY VERSE IN THE QUR'AN IS GENUINE AND UNALTERED COMPOSITION OF MUHAMMAD HIMSELF."

ترجمہ۔ ہم نہایت مضبوط قیاسات کی بنیاد پر کہہ سکتے ہیں۔ کہ ہر ایک آیت جو قرآن میں ہے وہ اصلی ہے۔ اور محمدؐ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی غیر محرّف تصنیف ہے

(۳) پھر یہ بحث کرنے کے بعد کہ قرآن کی ترتیب ہمیں سمجھ نہیں آتی۔ لکھتا ہے۔ کہ:۔

"THERE IS OTHERWISE EVERY SECURITY INTERNAL AND EXTERNAL THAT WE POSSESS THE TEXT WHICH MUHAMMAD HIMSELF GAVE FORTH AND USED"

ترجمہ۔ اس کے علاوہ ہمارے پاس ہر ایک قسم کی ضمانت موجود ہے۔ اندرونی شہادت کی بھی اور بیرونی کی بھی۔ کہ یہ کتاب جو ہمارے پاس ہے۔ وہی ہے جو خود محمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے دُنیا کے سامنے پیش کی تھی۔ اور اسے استعمال کیا کرتے تھے۔

(۴) پھر لکھتا ہے:۔

"AND CONCLUDE WITH ATLEAST A CLOSE APPROXIMATION TO THE VERDICT OF VAN HAMMER THAT WE HOLD THE QUR'AN TO BE AS SURELY MUHAMMAD'S WORDS AS THE MUHAMMADANS HELD IT TO BE THE WORD OF GOD."

ترجمہ۔ ہم وان ہیمر کے مندرجہ ذیل فیصلہ کے بالکل مطابق نہ سہی۔ کم سے کم اس کے خیال کے بہت موافق فیصلہ تک پہنچتے ہیں۔ وان ہیمر کا فیصلہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں جو قرآن موجود ہے۔ اس کے متعلق ہم ویسے ہی یقین سے کہہ سکتے ہیں۔ کہ وہ اصلی صورت میں محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کا بنایا ہُوا کلام ہے۔ جس یقین سے کہ مسلمان کہتے ہیں کہ وہ خدا کا غیر مبدّل کلام ہے۔

(۵) نولڈک کا قول ہے۔

"SLIGHT CLERICAL ERRORS THERE MAY HAVE BEEN, BUT THE QUR'AN OF OTHMAN CONTAINS NONE BUT GENNINE ELEMENTS, THOUGH SOMETIMES IN VERY STRANGE ORDER. EFFORTS OF EUROPEAN SCHOLARS TO PROVE THE EXISTENCE OF LATER INTERPOLATIONS IN THE QUR'AN HAVE FAILED."

ترجمہ۔ ممکن ہے۔ کہ تحریر کی کوئی معمولی غلطیاں (طرز تحریر) ہوں تو ہوں۔ لیکن جو قرآن عثمانؓ نے دُنیا کے سامنے پیش کیا تھا اس کا مضمون وہی ہے جو محمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے پیش کیا تھا۔ گو اسکی ترتیب عجیب ہے۔ یورپین علماء کی یہہ کوششیں کہ وہ ثابت کریں کہ قرآن میں بعد کے زمانہ میں بھی کوئی تبدیلی ہوئی ہے۔ بالکل ناکام ثابت ہوئی ہیں۔

(انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا زیر لفظ قرآن)

یہ وہ شہادتیں ہیں جو اسلام کے شدید ترین دشمنوں کی ہیں۔

اور اَلْفَضْلُ مَاشَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَاءُ۔

قرآن مجید کے منجانب اللہ ہونے پر کتنی بڑی شہادت ہے کہ قرآن کریم آمیزوں میں آتا ہے اور ہر طرح سے محفوظ رہتا ہے مگر تورات اور انجیل اپنے زمانہ کی علمی قوموں میں آئیں لیکن محفوظ نہ رہ سکیں۔ پیور اس کے متعلق کیا ہی پُر حسرت الفاظ لکھتا ہے۔

"TO COMPARE THEIR PURE TEXTS WITH THE VARIOUS READINGS OF OUR SCRIPTURES IS TO COMPARE THINGS BETWEEN WHICH THERE IS NO ANALOGY."

ترجمہ: مسلمانوں کی بالکل پاک اور غیر تبدیل شدہ کتاب اور ہماری کتب کے مختلف نسخوں کے باہمی اختلاف کا مقابلہ کرنا بالکل ایسا ہی ہے جیسے کہ دو ایسی چیزوں کا مقابلہ کیا جائے جن میں باہمی کوئی بھی مشابہت نہیں۔

قرآن مجید کے غیر محرف ہونے کے متعلق یورپ کا اعتراف

اب سوال یہ ہے کہ کیا یہ ایک اتفاق ہے کہ قرآن شریف آج تک محفوظ ہے؟ اسلامی تاریخ بتاتی ہے کہ یہ اتفاق نہیں بلکہ اسکی ظاہر حفاظت الکتاب اور قرآن مبین کے دو ذریعوں سے ہوتی ہے۔ جن کا ذکر اس سورۃ کے شروع ہی میں کیا گیا ہے۔ شروع نزول ہی سے اسکی آیات لکھی جانے لگیں اور اسکی حفاظت ہوتی گئی اور پھر اللہ تعالےٰ نے اسے ایسے عشاق عطا کئے۔ جو اس کے ایک ایک لفظ کو حفظ کرتے اور رات دن خود پڑھتے اور دوسروں کو سُناتے تھے۔ اس کے علاوہ اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم کے کسی نہ کسی حصّے کا نمازوں میں پڑھنا فرض مقرر کر دیا اور شرط لگا دی کہ کتاب میں سے دیکھ کر نہیں بلکہ یاد سے پڑھا جائے۔ اگر کوئی کہے۔ کہ یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک بات سوجھ گئی تھی تو ہم کہتے ہیں کہ یہی بات زرتشت۔ موسیٰ اور وید والوں کو کیوں نہ سوجھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا سوجھانے والا کوئی اور ہے۔ کولمبس جب امریکہ کو دریافت کر کے واپس آگیا تو لوگوں نے کہا کہ یہ کونسی بڑی بات ہے۔ ہم جاتے تو ہم بھی امریکہ کو دریافت کر لیتے۔ مگر کولمبس نے اس کے جواب میں ایک انڈا دے کر کہا کہ تم یہ انڈا میز پر کھڑا کر دو۔ سب نے کوشش کی۔ مگر وہ کھڑا نہ ہُوا۔ آخر میں کولمبس اُٹھا اور اُس نے

نولڈک کا اعتراف کہ قرآن مجید میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ایک سوئی سے اس میں چھید کیا اور اس سے جو لعاب نکلا اس کی مدد سے اسے میز پر کھڑا کر دیا۔ اس پر لوگوں نے کہا کہ ایسا تو ہم بھی کر سکتے تھے۔ کولمبس نے کہا کہ امریکہ کی دریافت کے بارہ میں تو تم نے کہہ دیا کہ ہمیں موقعہ نہیں ملا۔ مگر اس بارہ میں تو تم کو موقعہ مل گیا تھا۔ کیوں نہ تم نے اپنی عقل سے کام لیا

قرآن مجید کی حفاظت کے چار سامان

پس ایسا ہی ہم بھی کہتے ہیں کہ وہ ذرائع حفاظت کے جو قرآن کے بارہ میں استعمال کئے گئے۔ آخر کیوں قرآن کریم کے پیش کرنے والے کو ہی سوجھے کیوں دوسری جماعتوں نے اسے استعمال نہ کیا۔

قرآن کریم کو بچپنے پڑھنے پر بعض لوگوں کا اعتراض اور اس کا جواب

یہ بھی یاد رہے کہ ایسے آدمیوں کا میسر آنا جو اسے حفظ کرتے اور نمازوں میں پڑھتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طاقت میں نہ تھا۔ ان کا مہیا کرنا آپ کے اختیار سے باہر تھا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔ کہ ایسے لوگ ہم پیدا کرتے رہیں گے جو اسے حفظ کریں گے۔ آج اس اعلان پر تیرہ سو سال ہو چکے ہیں اور قرآن مجید کے کروڑوں حافظ گذر چکے ہیں بعض یورپین ناواقفیت کی وجہ سے کہہ دیا کرتے ہیں کہ اتنا بڑا قرآن کس کو یاد رہتا ہوگا۔ مگر قادیان ہی میں کئی حافظ مل سکتے ہیں جنہیں اچھی طرح سے قرآن یاد ہے۔ چنانچہ میرے بڑے لڑکے ناصر احمد سلمہ اللہ تعالیٰ نے بھی گیارہ سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کر لیا تھا۔ اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو اپنے خاص تصرف سے ایسے الفاظ اور ایسی ترکیب سے نازل فرمایا ہے کہ وہ سہولت سے حفظ ہو جاتا ہے

قرآن مجید ایسے لفظوں میں نازل ہوا ہے کہ وہ سہولت سے یاد ہو جاتا ہے۔

قرآن شعر نہیں مگر شعر سے بھی زیادہ جلد یاد ہو جاتا ہے اُردو یا انگریزی کی عبارتوں کی نسبت قرآن شریف کے حفظ کرنے پر نصف وقت بھی صرف نہیں ہوتا

ایک انگریز مترجم قرآن لکھتا ہے کہ قرآن ایسی عبارت میں ہے کہ اس کو بغیر ترتیل کے پڑھنے کے چارہ ہی نہیں۔ پس قرآن مجید کی زبان ان اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ سامانوں میں سے ہے جن کے ذریعہ سے قرآن مجید کی حفاظت کی جاتی ہے۔ سب سے اوّل اللہ تعالیٰ نے ایسے آدمیوں کو پیدا کیا جو اسے شروع سے لے کر آخر تک حفظ کرتے تھے۔ دوسرے اسکی زبان ایسی سہل اور دل نشین بنائی کہ سہولت سے یاد ہو جائے۔ سوم اسکی تلاوت نمازوں میں فرض کر دی چہارم لوگوں کے دلوں میں اس کے پڑھنے کی غیر معمولی محبت پیدا کر دی۔

عیسائی لوگ ہمیشہ اعتراض کیا کرتے ہیں کہ مسلمان قرآن کریم کو بے معنی ہی پڑھتے رہتے ہیں۔ اس کے معنی سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے لیکن اگر غور کیا جائے تو یہ بھی اس آیت میں مذکور وعدہ کی تصدیق ہے۔ مسلمانوں کے دل میں اللہ تعالیٰ نے کس طرح قرآن کریم کی محبت ڈال دی ہے کہ معنی آئیں یا نہ آئیں وہ اسے پڑھتے چلے جاتے ہیں یقیناً ہر مسلمان کا فرض ہے کہ قرآن کریم کو با معنی پڑھے اور اس طرف سے تغافل بڑی تباہی کا موجب ہوا ہے۔ مگر باوجود معنے نہ جاننے کے مسلمانوں کا قرآن کریم کو یاد کرتے چلے جانا یقیناً اس آیت میں مذکور وعدہ کے پورا ہونے کی دلیل ہے۔

آج اگر بائیبل کے سارے نسخے جلا دیئے جائیں تو بائبل کے پیرو اس کا بیسواں حصہ بھی دوبارہ جمع نہیں کر سکتے لیکن قرآن مجید کو یہ فخر حاصل ہے کہ اگر (بفرض محال) سارے نسخے قرآن مجید کے دنیا سے مفقود کر دیئے جائیں تب بھی دو تین دن کے اندر مکمل قرآن مجید موجود ہو سکتا ہے اور بڑے شہر تو الگ رہے ہم قادیان جیسی چھوٹی بستی میں اسے فوراً حرف بحرف لکھوا سکتے ہیں۔

دنیا کی کوئی مذہبی کتاب ایسی نہیں کہ جسے مٹا دیا جائے اور وہ پھر بھی محفوظ رہے۔ سوائے قرآن پاک کے۔

ایک ذریعہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی حفاظت کے لئے یہ مقرر فرمایا کہ ایسے سامان کر دیئے کہ قرآن مجید اپنے نزول کے بعد تمام دنیا میں پھیل گیا اور اب اس میں تغیر و تبدل کا امکان ہی نہیں۔ ہاں کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ روسی حکومت نے ارادہ کیا کہ جہاد کی آیات نکال کر قرآن چھپوائیں۔ مگر اسے بتایا گیا کہ قرآن مجید تو تمام دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ اور یہ آیات

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ہر جگہ موجود ہیں۔ پھر تم ان کو کیسے نکال سکو گے۔ اس سے وہ اپنے ارادوں سے باز رہی۔

ایک ذریعہ قرآن مجید کی حفاظت کا یہ تھا کہ اسلامی علوم کی بنیاد قرآن مجید پر قائم ہوئی۔ اس ذریعہ سے اسکی ہر حرکت و سکون محفوظ ہو گئے۔ مثلاً نحو پیدا ہوئی تو قرآن مجید کی خدمت کے لئے۔ چنانچہ نحو کے پیدا ہونے کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ ابوالاسود دؤلی حضرت علیؓ کے پاس آئے کہ ایک نیا مسلمان "اِنَّ اللّٰہَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَرَسُوْلُہٗ" کی بجائے "وَرَسُوْلِہٖ" پڑھ رہا تھا۔ جس سے ڈر ہے۔ کہ نومسلموں کو قرآن مجید کے مطالب سمجھنے میں مشکل پیش آئے حضرت علیؓ۔ اس وقت گھوڑے پر سوار جا رہے تھے۔ اسی حالت میں آپ انہیں بعض قواعد نحو بتاتے چلے گئے اور فرمایا کہ اس قسم کے قواعد کو ضبط میں لے آؤ۔ اس سے ان نومسلموں کو صحیح تلاوت کی توفیق ملے گی اور کچھ قواعد بنا کر فرمایا۔ اُنْحُ نَحْوَہٗ۔ یعنی اسی رنگ میں اور قواعد تیار کرلو اس فقرہ کی وجہ سے عربی گرامر کا نام نحو پڑ گیا۔ پھر مسلمانوں نے تاریخ ایجاد کی۔ تو قرآن مجید کی خدمت کی غرض سے۔ کیونکہ قرآن مجید میں مختلف اقوام کے حالات آئے تھے۔ ان کو جمع کرنے لگے۔ تو باقی دنیا کے حالات بھی ساتھ ہی جمع کر دیئے۔ پھر علم حدیث شروع ہوا۔ تو قرآن مجید کی خدمت کے لئے۔ تا معلوم ہو سکے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن کے کیا معنے کئے ہیں۔

پھر اہل فلسفہ کے قرآن مجید پر اعتراضات کے دفعیہ کے لئے مسلمانوں نے فلسفہ وغیرہ علوم کی تجدید کی اور علم منطق کے لئے نئی مگر زیادہ محقق راہ نکالی۔ پھر طب کی بنیاد بھی قرآن مجید کے توجہ دلانے پر ہی قائم ہوئی۔ نحو میں مثالیں دیتے تھے۔ تو قرآن مجید کی آیات کی۔ ادب میں بہترین مجموعہ قرآن مجید کی آیات کو قرار دیا گیا تھا۔ غرض ہر علم میں آیات قرآنی کو بطور حوالہ نقل کیا جاتا تھا اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر ان سب کتابوں سے آیات کو جمع کیا جائے۔ تو ان سے بھی سارا قرآن جمع ہو جائے گا۔ مسلمانوں میں قرآن کریم کی خدمت کے لئے دوسرے علوم کی طرف رجوع کا ایک ضمنی فائدہ یہ بھی ہوا کہ پہلی کتابوں سے تو دنیوی علماء کا طبقہ سخت بیزار تھا مگر مسلمانوں میں سے ان علوم کے ماہر ہمیشہ قرآن مجید کے خادم رہے ہیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ قرآن کریم سچے علوم کا دشمن نہیں۔ بلکہ مؤید ہے۔

قرآن مجید کی حفاظت کے لئے عربی زبان کی تبدیلی بند ہو گئی

ایک بہت بڑا ذریعہ قرآن مجید کی حفاظت کا یہ بھی ہوا کہ نزول قرآن کے بعد علمی عربی زبان کی تبدیلی بند ہو گئی۔ عربی کے سوا دنیا میں کوئی ایسی زبان نہیں پائی جاتی۔ جو آج بھی وہی ہو جس طرح تیرہ سو سال پہلے تھی۔ چار سو اور شیکسپیر کی تین سو سال قبل کی انگریزی کی تشریح کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ بہت بدل چکی ہے۔ مگر قرآن مجید کے سمجھنے کے لئے پرانی لغتوں کی ضرورت نہیں کیونکہ جو شخص علمی عربی آج پڑھتا ہے وہ قرآن کریم کو بھی بغیر کسی کی مدد کے سمجھ سکتا ہے۔

قرآن مجید کی حفاظت الہام کے ذریعہ

ان ظاہری سامانوں کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی حفاظت کا ایک ایسا ذریعہ بھی مقرر کیا جس میں ملائکہ کا بھی دخل نہیں اور وہ الہام ہے۔ الہام میں ملائکہ بعض اوقات صرف پہنچانے والے ہوتے ہیں۔ مگر وہ نہیں اس کا سبب نہیں قرار دیا جا سکتا۔

حق یہ ہے کہ خدا کا کلام بندے کے ساتھ براہ راست ہوتا ہے۔ ملائکہ صرف بطور واسطے کے ہوتے ہیں اور اسی وجہ سے "اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ" کہہ کر یہ بتایا ہے کہ ہم اس کلام کی آئندہ تازہ بتازہ الہام کے ذریعہ سے حفاظت کرتے رہیں گے یعنی مجدد اور مامور وغیرہ مبعوث کرتے رہیں گے۔

قرآن مجید کی حفاظت مامورین اور مجددین کے ذریعہ

یہ ظاہر ہے کہ جس کتاب کے لفظ لفظ محفوظ ہوں۔ مگر معنوی حفاظت کی حفاظت نہ ہو وہ محفوظ کتاب نہیں کہلا سکتی۔ مثلاً وید ہیں اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ وہ لفظاً محفوظ ہیں۔ تو بھی وہ کتاب کامل ہونے کے لحاظ سے محفوظ نہیں۔ کیونکہ جس زبان میں وہ نازل ہوئے ہیں وہ محفوظ نہیں رہی۔ اس لئے اسکے

قرآن مجید کی حفاظت کیلئے علوم کی بنیاد

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

معانی بالکل مشتبہ ہو گئے ہیں۔ اب اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام پا کر کوئی شخص اس کے صحیح معانی نہ بتائے۔ تو کون یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہے کہ وہ اس کا صحیح مطلب بیان کر رہا ہے۔ یا اس کے مطابق عمل کر رہا ہے۔ یہ نقص اسی صورت میں دُور ہو سکتا ہے کہ تھوڑے تھوڑے عرصہ کے بعد ایسے لوگ کھڑے ہوتے رہیں جو کتاب کے صحیح مفہوم کی طرف لوگوں کو لاتے رہیں اور یہ حفاظت دائمی طور پر قرآن کریم ہی کو حاصل ہے۔ بیشک دوسری کتب سماویہ کو بھی اُس عرصہ میں کہ وہ زندہ کتب تھیں یعنے دُنیا کے لئے قابلِ عمل تھیں۔ یہ حفاظت حاصل تھی۔ مگر اب نہیں۔ اب صرف قرآن کریم ہی کو یہ حفاظت حاصل ہے۔ صرف اس کے ماننے والے ہر زمانہ میں خدا تعالیٰ سے براہِ راست الہام پانے کے مدعی ہوتے چلے آئے ہیں اور اس زمانہ میں کہ دین سے غفلت انتہا کو پہنچ گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا مامور مبعوث فرمایا ہے۔ جس نے کلی طور پر قرآن کی تفسیروں کو زوائد اور حشو سے پاک کر کے اصلی صورت میں دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ حتّٰی کہ قرآن جو اسی زمانہ کے علوم کے سامنے ایک معذرت خواہ کی صورت میں کھڑا تھا۔ اب ایک حملہ آور کی صورت میں کھڑا ہے جس کے سامنے سب فلسفے اور مذاہب اس طرح بھاگ رہے ہیں جیسے شیر کے سامنے سے۔ فَسُبْحَانَ اللّٰہِ الْمَلِکِ الْعَزِیْزِ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے میرا دعویٰ ہے کہ اس مامور کی اتباع کی برکت سے کسی علم کا متبع خواہ قرآن کریم کے کسی مسئلہ پر حملہ کرے۔ میں اس کا معقول اور مدلل جواب دے سکتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر ذی علم کو ساکت کر سکتا ہوں۔ خواہ وقتی جوش کے ماتحت وہ علی الاعلان اقرار کرنے کے لئے تیار نہ ہو۔ اپنے اس کا ربع صدی سے زیادہ عرصہ میں تجربہ کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جب سے اس میدان میں داخل ہوا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ظاہر و باطن میں کبھی مجھے اس بارہ میں شرمندہ ہونے کا موقعہ نہیں ملا۔

۲ قرآن مجید کی معنوی حفاظت

۳ قرآن مجید کا نام ذکر رکھے جانے کی وجہ

۴ قرآن مجید کی حفاظت کے لئے حضرت مسیح موعود کی بعثت

غرض خدا تعالیٰ نے قرآن مجید کی معنوی حفاظت کا مدار صرف عقل پر ہی نہیں رکھا اور اسکی تشریح کا انحصار صرف انسانی دماغ پر ہی نہیں چھوڑا۔ بلکہ خود اپنے کلام سے اس کو ظاہر فرمانے کا ذمہ لیا ہے۔ جس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ جب اس طرح سے عملی پھل ظاہر ہوتے ہیں تو قرآن مجید کے محفوظ ہونے کا ایک بیّن ثبوت ملتا رہتا ہے۔ دوائی اگر فائدہ کرتی ہے۔ تو ہم اسے تازہ سمجھتے ہیں۔ ورنہ بوسیدہ سمجھتے ہیں۔ قرآن مجید کے تازہ پھل بھی ثابت کرتے رہتے ہیں کہ قرآن مجید محفوظ اور زندہ کتاب ہے اور یہ قرآن مجید کی حفاظت کا ایسا زبردست ذریعہ ہے۔ جو اور کسی کتاب کو میسّر نہیں اور نہ کبھی ہوگا۔

جیسا کہ بتایا جا چکا ہے۔ ذِکْر کے معنے شرف اور نصیحت کے بھی ہیں۔ قرآن کریم کا نام ذکر اس لئے رکھا گیا کہ اس کے ذریعہ سے اس کے ماننے والوں کو شرف اور تقویٰ حاصل ہوگا پس اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ میں اس طرف بھی اشارہ ہے۔ کہ یہ کلام جس کا یہ دعویٰ ہے کہ میرے ذریعہ سے ماننے والوں کو شرف اور عزت اور تقویٰ ملے گا ہمارا ہی اُتارا ہوا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں یعنی ان صفات کو عملاً پورا کرنا ہمارا ہی کام ہے۔ اگر یہ صفات اسکی ظاہر نہ ہوں تو گویا اسکی تعلیم ضائع گئی۔ مگر ہم ایسا نہ ہونے دینگے۔

اس آیت میں کفار کی تباہی اور مسلمانوں کے غلبہ کی بھی پیشگوئی ہے کیونکہ قرآن کریم ہر قسم کی سیاسی۔ اقتصادی اور نظامی تعلیمات کا مجموعہ ہے اور شرعی کلام جب تک اپنے ابتدائی ایام میں ایک حکومت کے ساتھ متعلق نہ ہو۔ اسکی تعلیم کے عملی حصّہ کی خوبیاں پوری طرح ظاہر نہیں ہو سکتیں۔ پس الذِّکر کی حفاظت کے لئے ایک حاکم قوم کی ضرورت تھی اور ایسی قوم کے قیام سے پہلے عرب کی موجودالوقت حکومت کی تباہی لازمی تھی۔

لوگ اسلامی حکومت کے قیام کو ایک اتفاق کہہ دیا کرتے ہیں۔ اوّل تو محض اسلامی حکومت کا قیام بھی ان حالات کو دیکھتے ہوئے جن میں وہ قائم ہوئی کسی صورت میں اتفاق نہیں کہلا سکتا۔ لیکن اس پیشگوئی کو دیکھتے ہوئے تو کوئی انسان جس میں

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ذرا بھر بھی عقل ہو۔ اسے اتفاق نہیں کہہ سکتا۔

قرآن یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ عربوں کی حکومت ٹوٹ کر انکی جگہ مسلمانوں کی حکومت ہو جائے گی۔ قرآن یہ کہتا ہے کہ یہ حکومت ایسے لوگوں کے ہاتھ میں آئے گی۔ (۱) جو خدا ترس ہوں گے۔ (۲) جو دُنیا کی نگاہ میں اعلیٰ شرف والے قرار پائینگے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہزاروں حکومتیں ٹوٹتی ہیں اور دوسری انکی جگہ لیتی ہیں۔ مگر کیا ہر حکومت کے ٹوٹنے کے بعد جو دوسری حکومت جگہ لیتی ہے وہ انہی صفات کی حامل ہوتی ہے۔ جن کا اوپر ذکر ہُوا ہے؟ مگر اس پیشگوئی کے نتیجہ میں عرب کی حکومت ٹوٹ کر کیسی حکومت قائم ہوئی؟ شدید سے شدید دشمن بھی جو اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے جب ابوبکرؓ اور عمرؓ تک پہنچتا ہے۔ تو عزت سے گردن جھکا لیتا ہے اور ان کے تقویٰ اور عقل اور فہم اور نیک انتظام اور ایثار اور قربانی کا اعتراف کرتا ہے۔ اس قسم کی حکومت کا قائم ہو جانا بھی کیا اتفاق کہلا سکتا ہے۔ خصوصاً جبکہ وہ پیشگوئی کے ماتحت تھی اور قرآن کریم میں صاف کہہ دیا گیا تھا کہ لَقَدْ اَنْزَلْنَا اِلَیْکُمْ کِتٰبًا فِیْهِ ذِکْرُکُمْ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ (انبیاء ع ۱) ہم نے یقیناً تمہاری طرف ایک ایسی کتاب اُتاری ہے۔ جس میں تمہارے شرف دینی اور دنیوی عزت کے سامان موجود ہیں۔ پھر تم کیوں مخالفت سے باز نہیں آتے۔ اسی صفت کے کمال کو ظاہر کرنیکے لئے قرآن کریم کا نام بعض دفعہ اَلذِّکْر آتا ہے اور آیت زیر تفسیر میں بھی اسی کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اے کفار! تم طنز سے کہتے ہو کہ اے وہ شخص جس پر وہ کلام نازل ہُوا ہے جس میں ماننے والوں کے لئے بڑی عزت اور تقویٰ کا دعویٰ کیا گیا ہے۔ تو پاگل ہے مگر میں تم کو بتاتا ہوں کہ یہ کلام میرا ہی نازل کیا ہُوا ہے اور میں اس شرف کے وعدہ کو ضرور پورا کرکے رہوں گا۔ کیونکہ یہ شرعی کلام ہے۔ اور بغیر اس کے کہ ابتدائی زمانہ میں اس کے ماننے والوں کو حکومت ملے اور دینی رتبہ کے ساتھ دنیوی رتبہ بھی حاصل ہو۔ یہ کلام عملی جامہ نہیں پہن سکتا اور غیر محفوظ ہو جاتا ہے۔ پس ضرور ہے کہ میں موجودہ نظام کو توڑ کر وہ نظام قائم کروں جس میں مسلمانوں کو قرآنی تعلیم کو عملی جامہ پہنانے کا موقعہ ملے اور ان کو ایسے شرف اور تقویٰ کے اظہار کا موقعہ ملے جس کا وعدہ قرآن میں کیا گیا ہے۔ یہ مضمون اس آیت کو وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ والی آیت کے ساتھ ملا کر دیکھنے سے اور بھی واضح ہو جاتا ہے۔

ہر نبی کے کلام کی حفاظت کے متعلق ایک سوال کا حل

ایک سوال کا حل اس موقعہ پر ضروری ہے۔ جسے اس نوٹ کے سلسلہ میں بیان کیا ہے کہ ہر نبی کے کلام کی حفاظت کی جاتی ہے۔ اگلی آیات اس مضمون کی تصدیق کرتی ہیں اور یہ قانون ہر نبی کے متعلق ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر یہ درست ہے تو کیا (۱) پہلے انبیاء کی وحی اب تک بعینہٖ محفوظ ہے؟ (۲) اگر نہیں تو پھر یہ کیونکر تسلیم کیا جائے کہ قرآن کریم ہمیشہ محفوظ رہے گا۔ کیوں نہ تسلیم کیا جائے کہ یہ بھی پہلے انبیاء کی وحیوں کی طرح کسی وقت بگڑ جائے گا اس سوال کا جواب خود آیت زیر تفسیر کے الفاظ ہی دے رہے ہیں۔ قرآن کریم نے یہ نہیں کہا کہ ہم قرآن کی حفاظت کریں گے یا کتاب کی حفاظت کریں گے بلکہ اَلذِّکْر کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے۔ اس لفظ کو استعمال کرکے حفاظت کے دائرہ کو محدود کر دیا گیا ہے۔ جب تک کوئی کلام الذکر رہے یعنے (۱) ایک طرف تو بندہ اور خدا تعالیٰ کے تعلق کو قائم کرتا ہے (ذکر کے معنے یاد کرنے کے ہیں) اور بندہ کو ایسے قیام پر کھڑا رکھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں سرشار رہے۔ اور (۲) دوسری طرف اسے ایسا مقام عطا کرے کہ اللہ تعالیٰ بھی اسے یاد کرتا ہے یعنے خدا تعالیٰ کی وحی اور نصرت اور امداد بندہ کو حاصل ہے اسکی حفاظت کا اللہ تعالیٰ ذمہ لیتا ہے جو کلام ان خوبیوں کا حامل رہے گا۔ خدا تعالیٰ اسکی حفاظت کرے گا اور جو کلام ان خوبیوں کا حامل نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اسکی حفاظت چھوڑ دیگا۔

جب تک کوئی کلام الذکر رہے اسکی حفاظت کی جاتی ہے

یہ امر ظاہر ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کسی کلام کو دُنیا کے لئے قابل عمل سمجھے گا۔ اس میں یہ خوبیاں پائی جائیں گی۔ اور جب اللہ تعالیٰ کسی کلام کو ضرورت زمانہ کے پورا کرنے سے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

الْاَوَّلِيْنَ ○ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا

تھے ۱۱ اور جو رسول بھی ان کے پاس آتا تھا وہ اُس کی

قائم قرار دے دیگا اور اس کی حفاظت چھوڑ دے گا تاکہ تیرے سر سے ایسا کلام نازل کرے۔ جو ضرورت زمانہ کے مطابق ہو تو مذکورہ بالا امور اس نئے کلام کے ذریعہ سے پورے ہونے لگیں گے۔ اور سابق کلام سے پورے نہ ہونگے۔ اور جب وہ ضرورت جس کے لئے کلام الٰہی نازل ہوتا ہے۔ پوری نہ ہوگی۔ تو اسکی حفاظت کی بھی ضرورت نہ رہے گی۔ اور جب اللہ تعالےٰ کی حفاظت اُٹھ جائے گی تو شرارتی لوگوں کو اس کلام میں دخل دینے کا اور تحریف کرنے کا موقعہ بھی ملتا رہے گا۔

خلاصۂ کلام یہ کہ باوجود اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے کہ وہ ہر نبی کی وحی کی حفاظت کرے گا۔ پہلے انبیاء کی وحی اگر محفوظ نہیں رہی۔ تو قابلِ اعتراض نہیں۔ کیونکہ قرآن نے الذکر کی شرط لگائی ہے۔ جب تک وہ الذکر رہے۔ اُنکی حفاظت ہوتی رہی۔ جب وہ الذکر نہ رہے اُنکی حفاظت کا وعدہ نہیں کیا۔ اور یہ کہ وہ الذکر نہ رہے۔ ایک بدیہی بات ہے۔ کم سے کم اپنے زمانہ میں ہم میں سے ہر ایک اس کا تجربہ کرسکتا ہے۔ آجکل سوائے اسلام کے ایک مذہب بھی نہیں جو یہ دعویٰ کرتا ہو کہ اس کے پیروؤں میں کوئی ایسا شخص موجود ہے۔ جو الذکر کا عملی ثبوت ہو یعنے اس کا یہ دعویٰ ہو کہ اپنے مذہب کی کتاب پر عمل کر اسے خدا تعالےٰ کا قرب حاصل ہوگیا ہے۔ اور خدا تعالےٰ اسے یاد کرتا ہے یعنے اس سے کلام کرتا ہے اور اس کے لئے اپنی قدرتوں کو ظاہر کرتا ہے۔ جو الذکر کا مفہوم ہے۔ پس جب عملاً وہ کتب الذکر کا مصداق نہیں رہیں تو اُنکی حفاظت بھی جاتی رہی اور ان کے تحریف و تبدل ہونے میں کوئی آسمانی روک نہیں

باقی رہا سوال کا یہ حصّہ کہ پھر کیوں قرآن کریم کی نسبت بھی یہ نہ تسلیم کیا جائے کہ وہ بھی حفاظت سے باہر ہوگیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ اب تک الذکر ہے۔ اس پر چل کر آج بھی انسان خدا تعالےٰ کو پا سکتا ہے۔ پس چونکہ وہ اس ضرورت کو پُورا کر رہا ہے۔ جس کے لئے اسے نازل کیا گیا تھا۔ وہ خدا تعالےٰ کی حفاظت سے باہر نہیں ہوسکتا اور کسی کی جرأت نہیں ہوسکتی کہ اس کے اندر کوئی تغیّر و تبدّل کرے۔

اب رہا سوال آیندہ کا سو اس کا اوّل تو یہ جواب ہے کہ اس وقت تک اس میں کوئی تغیّر نہیں ہُوا۔ اور آیندہ کے لئے قرآن کریم میں پیشگوئیاں موجود ہیں کہ جب بھی مسلمان اسلام سے غافل ہوں گے اللہ تعالیٰ مامور بھیجتا رہے گا۔ پس اس وعدہ کی موجودگی میں ہم یقین رکھتے ہیں کہ چونکہ قرآن کریم سے ہمیشہ دُنیا کی ضرورت پوری ہوتی رہیگی وہ نسخ کو قبول نہیں کرے گا اور جب وہ نسخ کو قبول نہیں کرے گا۔ تو یقیناً وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہے گا کیونکہ کوئی عقلمند اپنی کارآمد شے کو تباہ نہیں ہونے دیتا اور اللہ تعالیٰ تو سب عقلمندوں سے بڑھ کر عقلمند ہے۔

۱۱ حلِ لغات۔ شِيَعٌ۔ شِيْعَةٌ کی جمع ہے شِيْعَةُ الرَّجُلِ۔ اَنْصَارُهٗ وَاَتْبَاعُهٗ۔ شِيْعَةُ الرَّجُلِ کے معنے ہیں آدمی کے اَتباع اور مددگار (اقرب) شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ کے متعلق فرّاء نے کہا ہے کہ یہ اضافۃ الشَّیْءِ اِلٰی صفتہ کی طرز پر ہے یعنی اس کے معنے ہیں۔ پہلے جتھے۔

تفسیر۔ اللہ تعالےٰ نے تمام گروہوں کو شیعہ کہا ہے۔ اس سے ان لوگوں کی تردید ہوتی ہے جو کہا کرتے ہیں کہ ہم ہر طرح سے آزاد ہیں۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ ہم آزاد ہیں وہ نہ آزاد ہوتے ہیں اور نہ اپنے آپ کو آزاد سمجھتے ہیں وہ یہ فقرہ صرف چالاکی سے کہتے ہیں تاکہ وہ تو اعتراض کرتے چلے جائیں لیکن ان پر کوئی اعتراض نہ کرسکے۔ اللہ تعالےٰ

ہر نبی کی وحی جب تک الذکر رہی اس کی حفاظت ہوتی رہی۔

شِيَعٌ

اللہ تعالےٰ نے تمام گروہوں کو شیعہ کہا ہے۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ○ كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ فِيْ قُلُوْبِ

ہنسی اُڑاتے تھے ۱۲ اسی طرح ہم اس (عادت استہزاء) کو مجرموں کے دلوں میں

فرماتا ہے کہ یہ بات ہی غلط ہے۔ کہ کوئی آزاد بھی ہوتا ہے ہر آدمی کسی نہ کسی کے ماتحت یا کسی نہ کسی جتھے میں ضرور ہوتا ہے۔ خواہ مذہب کی بنا پر ہو خواہ رسم کی بنا پر۔ خواہ فلسفہ کی بنا پر کسی انسان کے لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ آزاد ہو۔ ہر انسان کو اپنی زندگی میں اتنے امور سے واسطہ پڑتا ہے۔ کہ ہر امر کی بابت تحقیق کرنا اس کے لئے ناممکن ہوتا ہے اس لئے کچھ نہ کچھ امور میں وہ ایسے لوگوں کے خیالات کو قبول کر لیتا ہے۔ جن پر اسے اعتقاد ہوتا ہے سائیکالوجی والے (علم النفس کے ماہرین) کہتے ہیں کہ انسان میں نقل کرنے کا مادہ اس کا سب سے بڑا خاصہ ہے۔ اسی بات کو اس جگہ شِيَعُ الْاَوَّلِيْنَ کہہ کر بیان کیا گیا ہے۔ یعنے مختلف جتھے جو کسی نہ کسی سبب سے آپس میں متحد تھے۔

اس آیت میں پہلی آیت کے مضمون کے متعلق یہ بتایا گیا ہے کہ پہلے بھی نبی گزرے ہیں۔ اور انکی تعلیم کی بھی اللہ تعالےٰ نے حفاظت کی ہے۔ اسی طرح اس رسول کی تعلیم کی بھی حفاظت کرے گا۔ حفاظت سے مُراد جیسا کہ بتایا جا چکا ہے۔ نہ صرف لفظی حفاظت ہے بلکہ معنوی حفاظت بھی ہے۔ جو شرعی نبیوں کے زمانہ میں علاوہ اور ذرائع کے اس طرح بھی ہوتی ہے کہ ان کے زمانہ میں ہی حکومت ان کی جماعت کو مل جاتی ہے اور وہ عملاً اس شریعت کو رائج کر کے اس کے اصلی معنوں کو ظاہر کر جاتے ہیں اور جو شرعی نبی نہ ہوں۔ ان کی جماعت کو بھی اللہ تعالےٰ غلبہ دیتا ہے تا کہ ان کی تعلیم کے عملی ثمرات ظاہر ہوں۔ لیکن ان کے لئے فوری حکومت کا ملنا ضروری نہیں غرض اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ یہ کلام النبی کی حفاظت کا سلسلہ ہمیشہ سے چلا آتا ہے۔ اسی رنگ میں تم اب نشان دیکھ لو گے۔

نہایت تعجب کی بات ہے کہ انبیاء کے منکرین اس سہل ترین راستہ کو قبول کرنے سے ہمیشہ پہلوتہی کرتے ہیں جو انہیں یقینی طور پر سچے نبی کی شناخت میں ممد ہو سکتا ہے اور وہ راستہ منہاج نبوت کے مطابق مدعی کے دعویٰ کو پرکھنا ہے۔ اگر منہاج نبوت کے مطابق مدعی کے دعویٰ کو پرکھا جائے تو اسکی صداقت یا اس کے کذب کو معلوم کرنا ایک معاملت کا کام ہوتا ہے۔ مگر اسی راستہ کو قبول کرنے سے وہ پہلوتہی کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صداقت کو معلوم کرنا مطلوب نہیں ہوتا۔ بلکہ غلط بحث کر کے سچائی سے گریز کرنا مطلوب ہوتا ہے۔

آزادی کا دعوےٰ کرنا غلط ہے

۱۲ تفسیر استہزاء اس ہنسی کو کہتے ہیں۔ جس میں تحقیر پائی جائے۔ اس آیت کا تعلق ایک تو یَاَیُّهَا الَّذِیْ نُزِّلَ عَلَیْهِ الذِّكْرُ سے ہے۔ کہ اس میں کفار کے تمسخر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ فرماتا ہے اس نبی سے تم نے تمسخر کر لیا تو کیا ہوا وہ انبیاء جن کو تم مانتے ہو۔ ان سے بھی تو تمسخر ہوتا رہا ہے۔ دوسرے یہ بتایا کہ ہر نبی کے کلام اور اس کی تعلیم کی حفاظت کا وعدہ ہوتا ہے اور یہ امر کفار کو عجیب معلوم ہوتا ہے کہ ہماری مخالفت کے باوجود یہ تعلیم کس طرح باقی رہ جائے گی۔ اور وہ اس دعویٰ کو غیر معقول سمجھ کر اس سے ہنسی کرتے رہے ہیں۔ تعجب ہے کہ ہر نبی سے تمسخر ہوا ہے۔ پھر بھی جب کوئی نیا نبی آتا ہے۔ دنیا اس سے یہ مطالبہ کرتی ہے کہ کیوں اسے خاص شان نہیں ملی۔ اگر خاص شان اور طاقت سے نبی آتے تو گذشتہ نبیوں سے تمسخر کیونکر ہو سکتا تھا۔

شیع الاولین سے اس طرف اشارہ کہ اس آیت کا پہلی آیات سے تعلق ہے

کفار کا انبیاء سے تمسخر

Presented by: Rana Jabir Abbas

الْمُجْرِمِيْنَ ۝ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ

داخل کرتے ہیں ۱۳؎ یہ (لوگ) اس پر ایمان نہیں لاتے۔ حالانکہ پہلوں (کے متعلق اللہ تعالیٰ) کی سنت

الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ

گزر چکی ہے ۱۴؎ اور اگر (بالفرض) ہم ان پر (شناخت کی) کوئی آسمانی راہ کھول (بھی) دیتے۔ اور وہ اس

۱۳؎ حل لغات نَسْلُكُهٗ۔ نَسْلُكُ سَلَكَ سے مضارع جمع متکلم کا صیغہ ہے اور سَلَكَ الْمَكَانَ سَلْكًا وَسُلُوْكًا کے معنی ہیں دَخَلَ فِيْهِ کسی جگہ میں داخل ہوا اور اس کے اندر گیا سَلَكَ الطَّرِيْقَ اَیْ دَخَلَهٗ وَسَارَ فِيْهِ مُتَّبِعًا اِيَّاهُ فَهُوَ سَالِكٌ۔ اور سلک الطریق کے معنی ہیں۔ راستہ اختیار کر کے اس پر چل پڑا اور اس سے اسم فاعل سالک (یعنی راستہ اختیار کر کے اس پر چلنے والا) آتا ہے۔ سَلَكَ الشَّيْءَ فِي الشَّيْءِ۔ اَدْخَلَهٗ فِيْهِ كَمَا تَسْلُكُ الْيَدُ فِي الْجَيْبِ وَالْخَيْطُ فِي الْاِبْرَةِ۔ اور سلک الشیء فی الشیء کے معنی ہیں۔ ایک چیز کو دوسری چیز کے اندر داخل کیا۔ جیسے گریبان میں ہاتھ ڈالنا یا سوئی کے سوراخ میں تاگا ڈالنا۔ وَفِي الْقُرْاٰنِ سَلَكْنٰهُ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ۔ اور قرآن مجید کی آیت سلکنٰہ فی قلوب المجرمین میں بظاہر ہی معنی لیں یا سلک فلانا المکان کے معنی ہیں اَدْخَلَهٗ فُلَانٌ شَخْصٌ کو مکان میں داخل کیا۔ (اقرب)

الْمُجْرِمِيْنَ (جَرَمَ۔ يَجْرِمُ۔ جَرْمًا) جَرَمَهٗ کے معنی ہیں۔ قَطَعَهٗ کاٹا۔ وَمِنْهُ جَرَمَ النَّخْلَ جَرْمًا اِذَا صَرَمَهٗ کھجور کو کاٹ کر صاف کر دیا۔ جَرَمَ زَيْدٌ: اَذْنَبَ۔ زید نے جرم کا ارتکاب کیا۔ جَرَمَ عَلٰى قَوْمِهٖ وَلِقَوْمِهٖ جَرْمًا جَنٰى۔ جِنَايَةً۔ قوم پر زیادتی کی۔ وَجَرَمَ لِاَهْلِهٖ: كَسَبَ۔ کمایا۔ وَمِنْهُ فِي الْقُرْاٰنِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰى اَلَّا تَعْدِلُوْا۔ اَیْ لَا يَكْسِبَنَّكُمْ وَفِّيْرَ اِفْعَلَ۔ بِلَا يَحْمِلَنَّكُمْ اور قرآن مجید کی آیت لَا يَجْرِمَنَّكُمْ میں جرم کے معنے کمانے کے کئے گئے ہیں۔ یعنے دشمن کی دشمنی تمہارے لئے اس امر کی محرک نہ ہو کہ تم ظلم کماؤ۔ اس کے علاوہ اس سے یہ بھی مراد لی گئی ہے۔ کہ لَا يَحْمِلَنَّكُمْ

نَسْلُكُهٗ

نَسْلُكُهٗ کی ضمیر کے مرجع کے متعلق اختلاف۔

نَسْلُكُهٗ کی ضمیر کا مرجع استہزاء ہے

الْمُجْرِمِيْنَ

اللہ تعالیٰ گناہ کے طبعی نتائج نکالتا ہے۔

اَلسُّنَّةُ

بعنی تم کو آمادہ نہ کرے۔ اَجْرَمَ۔ اَذْنَبَ۔ عَظُمَ جُرْمُهٗ۔ اَجْرَمَ۔ کے معنے ہیں قصور کیا۔ اور اس کا قصور بڑا تھا۔ اَجْرَمَ عَلَيْهِمْ جَنٰى ظُلْمًا کیا۔ (اقرب) ان تمام محاورات سے ظاہر ہے کہ اصل میں جرم کے معنے قطع کے ہوتے ہیں۔ گناہ چونکہ خدا تعالیٰ سے قطع تعلق کرواتا ہے اور بنی نوع انسان سے بھی۔ اس لئے اسلامی شریعت میں گناہ کو جرم کہا جاتا ہے۔ اور گناہ وہی ہوتا ہے۔ جس سے یا خدا سے تعلق ٹوٹے یا بندوں سے بگاڑ پیدا ہو۔ پس المجرام کے معنے ہونگے صَارَ ذَا جُرْمٍ یعنی تعلق کو کاٹنے والا۔

تفسیر۔ اس آیت میں نَسْلُكُهٗ کی ضمیر کے مرجع کے متعلق مفسرین میں اختلاف ہوا ہے بعض نے اسے لَا يُؤْمِنُوْنَ کی طرف بطور ضمیر مقدم کے راجع کیا ہے اور بعض اس کو پہلی آیت کی طرف لے گئے ہیں۔ مگر میرے نزدیک اس کا مرجع استہزاء ہے۔ جو پہلی آیت میں مذکور ہوا ہے۔

كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ۔ کہہ کر اس بات کو ظاہر کیا ہے کہ جب انسان برے فعل کا ارتکاب کرتا ہے تو صرف اس گناہ کا مرتکب نہیں ہوتا۔ بلکہ گناہ کی نفرت بھی اس کے دل سے کم ہو جاتی ہے اور آہستہ آہستہ اس کے دل میں گناہ کی محبت پیدا ہو جاتی ہے اور گناہ اسکے دل میں گھر بنا لیتا ہے۔ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو گنہگار نہیں بناتا۔ بلکہ گناہ کے طبعی نتائج نکالتا ہے۔ اور اس کا الزام اللہ تعالیٰ پر نہیں بلکہ خود گنہگار پر آتا ہے۔

۱۴؎ حل لغات اَلسُّنَّةُ۔ اَلسِّيْرَةُ سنت کے معنی ہیں دستور۔ الطَّرِيْقَةُ۔ طریقہ۔ اَلطَّبِيْعَةُ۔ طبیعت عادت۔ (اقرب)

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ ۝ لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ

ہیں چڑھنے لگتے۔ (اور قرآن مجید کا عجائب اللہ ہونا ان پر ظاہر ہو جاتا) تو (بھی) وہ (یہی) کہتے (کہ) محض ہماری نظروں پر یہ وہ ڈالا

اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ ۝ وَلَقَدْ ع ۱۶

گیا ہے (ورنہ حقیقت کچھ بھی نہیں بلکہ ہم (لوگوں) پر (کوئی) جادو کر دیا گیا ہے ۱۵ اور یقیناً

تفسیر یعنے استہزاء کی جب عادت ہو جاتی ہے۔ تو دل سخت ہو جاتے ہیں اور آخر یا وجود کھلے نشانات دیکھنے اور واضح ثبوت موجود ہونے کے لوگ ایمان سے محروم ہو جاتے ہیں یہی حال پہلی قوموں کا ہوا۔ یہی ان کا ہوگا۔ استہزاء کر کے کس نے ہدایت پائی۔ کہ اب یہ پائیں گے۔

۱۵ حل لغات یَعْرُجُوْنَ۔ عَرَجَ یَعْرُجُ عرجًا سے مضارع جمع غائب کا صیغہ ہے اور عَرَجَ الرَّجُلُ فِی الدَّرَجَةِ وَالسُّلَّمِ کے معنی ہیں سارَ تَقَیّ۔ آدمی سیڑھی پر چڑھا۔ وعُرِجَ بِهٖ عَلَی المجہول۔ صُعِدَ بِهٖ۔ اور مجہول ہو۔ تو اس کے معنے ہیں۔ اس کو چڑھا کر لے جایا گیا۔ (اقرب)

سُكِّرَتْ:۔ سَكَرَ (یَسْكُرُ سَكْرًا) الِاِنَاءَ کے معنے ہیں مَلَأَهٗ۔ برتن کو بھر دیا۔ سَكَرَ الرِّيْحُ۔ سَكَنَتْ بعد الهبوب ہوا چلنے کے بعد تھم گئی۔ سَكَرَتْ عَيْنُهٗ۔ تَحَيَّرَتْ وَسَكَنَتْ عَنِ النَّظَرِ۔ آنکھ حیران ہو گئی۔ اور دیکھنے سے رک گئی۔ سَكَرَ الْبَابَ۔ سَدَّهٗ۔ دروازہ بند کر دیا۔ سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا مجہولاً۔ حُبِسَتْ۔ آنکھیں روکی گئیں۔ سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا مجہولاً۔ حُبِسَتْ وَحُيِّرَتْ آنکھیں حیران کر دی گئیں اور روکی گئیں۔ (اقرب)

اَبْصَارُنَا۔ اَبْصَارٌ بَصَرٌ کی جمع ہے۔ اور اَلْبَصَرُ کے معنی ہیں حَاسَّةُ الرُّؤْيَةِ۔ دیکھنے کی حس۔ اَلْعَيْنُ۔ آنکھ۔ اَلْعِلْمُ علم (اقرب)

مَسْحُوْرُوْنَ۔ سَحَرَ۔ یَسْحَرُ سِحْرًا کے معنے ہیں۔ عَمِلَ لَهُ السِّحْرَ وَخَدَعَهٗ۔ اس پر سحر کیا اور اسے دھوکا دیا۔ سَحَرَ عَنْهُ تَبَعَّدَ۔ دور ہو گیا۔ سَحَرَ فُلَانًا عَنِ الْاَمْرِ صَرَفَهٗ۔ کام سے روک دیا۔ سَحَرَ بِكَلَامِهٖ وَالْحَاظِهٖ۔ اِسْتَمَالَهٗ وَسَلَبَ لُبَّهٗ۔ اپنے کلام اور نظروں سے مائل کر لیا اور عقل کو چھین لیا۔ سَحَرَ الْمَطَرُ الطِّيْنَ وَالتُّرَابَ سَحْرًا اَفْسَدَهٗ فَلَمْ يَصْلُحْ لِلْعَمَلِ۔ بارش نے مٹی اور کیچڑ کو خراب کر دیا اور وہ کام کے قابل نہ رہی۔ المسحور ایضا المُفْسَد۔ مِنَ الطَّعَامِ وَالْمَكَانِ لِكَثْرَةِ الْمَطَرِ اَوْ مِنْ قِلَّةِ الْكَلَاءِ۔ مسحور کے ایک معنے بُرے کھانے کے ہیں اور ایسی جگہ پر بھی مسحور کا لفظ بولتے ہیں۔ جو کثرت بارش یا گھاس کی کمی کی وجہ سے خراب ہو جاوے (اقرب)

استہزاء سے دل سخت ہو جاتے ہیں

سُكِّرَتْ

تفسیر لَوْ مَا تَاْتِيْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ کی آیت میں کفار کی طرف سے مطالبہ بیان ہوا تھا کہ اگر اس کا دماغ (نعوذ باللہ) خراب نہیں اور اسے وہم نہیں تو جو فرشتے اس پر نازل ہوتے ہیں۔ وہ ہمیں کیوں نہیں دکھاتا۔ اس کا جواب ایک تو یہ دیا تھا کہ فرشتے ہر ایک کے مناسب حال نازل ہوتے ہیں۔ یہ تو عذاب کے مستحق ہیں۔ عذاب ہی کے فرشتے ان پر نازل ہونگے۔ مگر ان کے نزول سے یہ ہلاک ہونے کے بعد کیا فائدہ اٹھائیں گے۔ دوسرا جواب یہ دیا کہ تم فرشتوں کا کہتے ہو۔ اور ان کے نزول پر تعجب کرتے ہو ہم تو اس پر نازل ہونے والے کلام کی خود حفاظت کریں گے۔ کیونکہ وہ ہمارا کلام ہے اور اسکی حفاظت کی ذمہ واری سب سے زیادہ ہم پر پڑتی ہے۔ آخر ہم پہلے نبیوں کے زمانہ میں بھی یہ کام کرتے آئے ہیں اب کیوں نہ کریں گے پھر فرمایا تھا کہ یہ استہزاء ان کا تعجب انگیز نہیں کہ سب نبیوں کے دشمنوں نے ان سے استہزاء کیا اور اس قدر استہزاء کیا کہ آخر گناہ انکی غذا ہو گیا اور

کفار کی طرف سے فرشتوں کے دکھائے جانے کے مطالبہ پر دو جواب

پہلا جواب

دوسرا جواب

اَبْصَارُنَا

مَسْحُوْرُوْنَ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جَعَلْنَا فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَّزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ ۝

ہم نے آسمان میں (ستاروں کی) کئی منزلیں بنائی ہیں اور ہم نے اسے دیکھنے والوں کیلئے (ستاروں کے ذریعہ) خوبصورت بنایا ہے

وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ۝ اِلَّا مَنِ

اور (نیز) ہم نے اسے ہر ایک سرکش (اور) دھتکارے ہوئے (کی رسائی) سے محفوظ کر دیا ہے۔ ۱۵۔۱۸ (ہاں) مگر جو شخص

اس میں ان کو لذت آنے لگی اور وہ ایمان سے محروم ہو گئے یہی ان کا حال ہے۔

کفار کی عادت

کفار مطالبہ کا ایک اور طریق پر جواب

اب ایک اور طریق پر انہیں جواب دیتا ہے۔ فرماتا ہے کہ تم جو کہتے ہو کہ فرشتے ہمیں کیوں نہیں دکھاتا۔ آپ ہی گھر میں بیٹھا دیکھ لیتا ہے۔ تم یہ بتاؤ کہ کیا ہر بات کو ہر شخص سمجھنے کی قابلیت رکھتا ہے۔ جب تک دل میں اس سے مناسبت نہ ہو۔ بات سمجھ میں نہیں آسکتی تم کو تو ابھی علوم سے اس قدر بُعد ہے۔ کہ اگر اسی قسم کے نظارے تم کو نظر آنے لگیں۔ جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نظر آتے ہیں اور تم کو رُوحانی مدارج کی سیر بھی کرائی جائے۔ تو تم کبھی نہ مانو گے بلکہ یہی کہو گے کہ ہماری آنکھوں پر جادو کر دیا گیا ہے۔ ہمیں عجیب عجیب قسم کے نظارے نظر آتے ہیں۔ کیونکہ تمہارے قلوب میں رُوحانی علوم سے کوئی لگاؤ نہیں

آسمانی دروازہ کھلنے اور اوپر چڑھنے سے مراد

گویا آسمانی دروازہ کے کھلنے سے مراد اس جگہ آسمانی انکشاف ہے اور اوپر چڑھنے سے مُراد بعض رُوحانی مدارج کا کھلنا ہے۔

اگر کہا جائے کہ جس پر آسمانی دروازہ کھولا گیا وہ ایمان سے کس طرح محروم رہ سکتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس جگہ

بَابًا مِنَ السَّمَآءِ سے ایک نمونہ دکھائے جانے کی طرف اشارہ ہے۔

بَابًا مِنَ السَّمَآءِ کہا گیا ہے یعنے کوئی دروازہ جس سے اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ وہ کلی طور پر آسمانی علوم سے آشنا نہ کیا جائے اور ہر قسم کی معرفت کی راہیں اس کے لئے نہ کھولی جائیں۔ بلکہ بوجہ اس کے انکار کے اسے ایک نمونہ دکھایا جانے اور یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ جب تک دل میں مناسبت پیدا نہ ہو جائے انسان محض نمونہ دیکھ کر فائدہ نہیں اُٹھاتا اور وہ نظارہ صرف حجت پوری کرنے کے کام آتا ہے۔ ایمان کا موجب نہیں بنتا۔

یہ ایک تجربہ شدہ امر ہے کہ کئی لوگ مامورین کا انکار کرتے ہیں اور یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ اگر کوئی نشان نظر آجائے تو پھر مانیں گے۔ لیکن جب نشان نظر آجائے تو پھر کبھی تو کوئی بہانہ بنا لیتے ہیں۔ کبھی تعبیر غلط کر لیتے ہیں کبھی کہہ دیتے ہیں کہ خواب الہام کیا شے ہے۔ یونہی وہم ہے۔ غرض نشان دیکھ کر بھی فائدہ نہیں اُٹھاتے اور اسکی وجہ یہی ہوتی ہے کہ دل میں خشیت اللہ نہیں ہوتی۔ اس لئے نشان سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتے۔ اسی حالت کی طرف اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے۔ کہ ماننے کے لئے پہلے دل کی حالت کی درستی ضروری ہے خشیت اللہ ہو تو پھر ایمان نصیب ہوتا ہے ورنہ ایک چھوڑ سو فرشتے نظر آئیں انسان اپنے دل کی تسلی کے لئے کئی بہانے بنا لیتا ہے اور ایمان لانے سے انکار کر دیتا ہے

اس آیت کے یہ بھی معنے ہو سکتے ہیں۔ کہ ان پر عذاب آتے ہیں۔ عذاب کو دیکھ کر ان میں خشیت پیدا ہوتی ہے۔ اور وہ کہتے ہیں کہ اگر یہ عذاب ٹل جائے تو ہم مان لینگے جیسا کہ فرعون کے ذکر میں قرآن کریم میں آتا ہے۔ ان معنوں کی رو سے فَفَتَحْنَا بَابَ اَبْوَابَ السَّمَآءِ کے معنے رحمت کے دروازے کا کھولنا اور عذاب کا ٹلا دینا ہوگا۔ اور ظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ سے مراد آرام کی ساعتوں میں دنیوی ترقیات کے حاصل کرنے میں مشغول ہو جانا ہوگا۔ عذاب کا ذکر پہلے۔ مَا كَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِيْنَ میں آچکا ہے مطلب یہ ہے کہ تم لوگ تو ایسے سنگدل ہو کہ عذاب آنے پر ندامت کا اظہار کرو گے اور پھر منکر ہو جایا کرو گے۔

۱۵۔۱۷ حل لغات ۔السماء کے معنے ہیں آسمان مزید تشریح کے لئے دیکھو یونس ۵

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بُرُوجًا۔ بُرُوج کا مفرد بُرْجٌ ہے۔ اور البروج کے معنے ہیں۔ اَلرَّکْنُ وَالْحِصْنُ مضبوط سہارا۔ پناہ گاہ قاعہ۔ اَلْقَصْرُ محل۔ وَاحِدُ بُرُوْجِ السَّمَاءِ آسمان کے بُرجوں میں سے ایک بُرج یعنی ستاروں کے چکر لگانے کی منزل۔ بُرج کی جمع بُرُوج کے علاوہ اَبْرَاج اور اَبْرِجَۃ بھی آتی ہے۔ (اقرب)

البُرُوج۔ القصور۔ محلات۔ منازل۔ وَبِهٖ سُمِّيَتْ بُرُوْجُ النُّجُوْمِ لِمَنَازِلِهَا الْمُخْتَصَّةِ بِهَا۔ اور ستاروں کی منازل کو بھی بروج کہا جاتا ہے (مفردات)

لِلنَّاظِرِيْنَ۔ نَظَرَ سے اسم فاعل نَاظِرٌ آتا ہے اور اس کی جمع نَاظِرُوْنَ آتی ہے۔ نَظَرَ اِلَيْهِ نَظَرًا کے معنے ہیں اَبْصَرَهٗ۔ کسی چیز کو دیکھا وَنَاظَرَهٗ بِعَيْنِهٖ کسی چیز کو آنکھ سے خوب غور سے دیکھا۔ مَدَّ طَرْفَهٗ اِلَيْهِ رَاٰهُ اَوْ لَمْ يَرَهٗ۔ کسی چیز کی طرف نگاہ اٹھائی خواہ چیز کو دیکھ سکے یا نہ دیکھ سکے۔ وَنَظَرَتِ الْاَرْضُ۔ اَدَّتِ الْعَيْنَ نَبَاتَهَا۔ زمین نے اپنی سرسبزی آنکھ کو دکھائی نَظَرَ بَيْنَ النَّاسِ۔ حَكَمَ وَفَصَلَ دَعَاوِيَهُمْ لوگوں کے دعاوی کا فیصلہ کیا۔ نَظَرَ فِي الْاَمْرِ نَظَرًا تَدَبَّرَهٗ وَفَكَّرَ فِيْهِ لِيُقَدِّرَهٗ وَيُقِيْسَهٗ۔ کسی معاملہ کو کسی اور معاملہ پر قیاس کرتے ہوئے اس پر غور کیا (اقرب)

شیطان۔ کے معنے کے لئے دیکھو سورۃ یوسف ۶

رَجِيْم۔ رَجَمَ میں سے ہے اور رَجَمَهٗ رَجْمًا کے معنے ہیں۔ رَمَاهُ بِالْحِجَارَةِ۔ اس پر پتھر برسائے قَتَلَهٗ۔ اس کو قتل کیا۔ قَذَفَهٗ اس پر تہمت لگائی۔ لَعَنَهٗ۔ لعنت کی۔ شَتَمَهٗ۔ گالی دی۔ هَجَرَهٗ۔ چھوڑ دیا۔ تَرَكَ کر دیا۔ اَلْقَبْرَ عَلَّمَهٗ۔ قبر پر نشان لگایا جاء يَرْجُمُ کے معنے ہیں۔ اِذَا مَرَّ وَهُوَ يَضْطَرِمُ فِيْ عَدْوِهٖ۔ تیزی سے دوڑتا ہوا گزرا۔ اَلرَّجُلُ۔ تَكَلَّمَ بِالظَّنِّ ظنی بات کی۔ (اقرب)

اَلرَّجْمُ اَيْضًا اَنْ يَتَكَلَّمَ بِالظَّنِّ۔ رجم کے معنے غیر یقینی بات کرنے کے بھی ہیں جیسے آیت رَجْمًا بِالْغَيْبِ میں رجم کے معنے ہیں۔ لَا يَكُوْنُ عَلٰى حَقِيْقَةٍ۔ یعنی بات کی حقیقت سے واقف نہ تھا۔ اِسْمُ مَا يُرْجَمُ بِهٖ۔ جس چیز سے مارا جائے اس کو بھی رجم کہتے ہیں۔ اس کی جمع رُجُوْم آتی ہے (اقرب)

اَلرِّجَامُ۔ اَلْحِجَارَةُ۔ رِجَام کے معنے پتھروں کے ہیں۔ اور اَلرَّجْمُ کے معنے ہیں۔ اَلرَّمْيُ بِالرِّجَامِ کسی کو پتھر مارنا۔ جب کسی پر پتھراؤ کیا جائے تو رُجِمَ بصیغہ مجہول استعمال کرتے ہیں۔ وَيُسْتَعَارُ الرَّجْمُ لِلرَّمْيِ بِالظَّنِّ۔ اور استعارۃً رجم کا لفظ خیالی اور غیر یقینی بات کے کرنے پر بھی بولا جاتا ہے وَالتَّوَهُّمِ وَالشَّتْمِ وَالطَّرْدِ۔ نیز یہ لفظ وہم سے بات کرنے۔ گالی دینے اور دھتکارنے کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے اور الشیطان الرجیم کے معنے ہیں۔ اَلْمَطْرُوْدُ عَنِ الْخَيْرَاتِ۔ نیکیوں سے دُور خوبیوں سے محروم و عاری۔ وعن منازل الملاء الاعلٰی فرشتوں کے مقامات سے دُور کیا ہوا (مفردات) اور مجمع البحار میں ہے۔ وَرَجُوْمًا لِلشَّيَاطِيْنِ وَعَلَامَاتٍ هُوَ جَمْعُ رَجْمٍ مَصْدَرٌ سُمِّيَ بِهٖ۔ رجم کا لفظ مصدر ہے۔ جو اسم کے طور پر استعمال ہوا ہے اور رُجوم اس کی جمع ہے۔ وَيَجُوْزُ كَوْنُهٗ مَصْدَرًا لَا جَمْعًا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ رجوم مصدر ہو نہ کہ جمع۔ وَمَعْنَاهُ اَنَّ الشِّهَابَ الَّذِيْ تَنْقَضُّ مُنْفَصِلَةٌ مِنْ نَارِ الْكَوَاكِبِ دُوْنَهَا لِاَنَّهُمْ يُرْجَمُوْنَ بِاَنْفُسِ الْكَوَاكِبِ لِاَنَّهَا ثَابِتَةٌ لَا تَزُوْلُ كَقَبَسٍ تُؤْخَذُ مِنْ نَارٍ یعنی وہ شہاب جو ستاروں کی آگ سے علیحدہ ہو کر ٹوٹتے ہیں۔ وہ خود ستارے نہیں ہوتے بلکہ ستاروں سے روشنی گرتی ہے کیونکہ ستارے اپنی جگہ پر قائم ہیں۔ اور شہاب کا گرنا اسی طرح ہوتا ہے جیسے ایک چنگاری آگ سے لی جاتی ہے۔ وقیل الملد بِالرُّجُوْمِ الظُّنُوْنُ الَّتِيْ تُحْزَرُ وَمِنْهُ يَقُوْلُوْنَ

بُرُوجًا

آلبروج

شیطان رجیم

الرجم

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ ○ وَ

(وحی الٰہی کی کوئی) سُنی ہوئی بات (جس کا اعلان ہو چکا ہو) چُرا لے تو (یہ اور صورت ہے۔ اور اس صورت میں بھی) ایک روشن شعلہ اس کا پیچھا کرتا ہے

خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَيْبِ۔ اور بعض محققین نے یہ کہا ہے کہ رجوم سے مُراد وہ خیالات ہیں جو اپنے قیاس سے بغیر دلیل کے انسان بنا لیتا ہے اور انہی معنوں میں قرآن میں لفظ رجمًا بالغیب استعمال ہُوا ہے۔ یعنی وہ غیب کے متعلق صرف اندازے لگاتے ہیں۔ (اس آیت کی تفسیر اگلی آیت کے ساتھ دیکھیں)

اَسْتَرَقَ

حل لغات۔ اِسْتَرَقَ۔ سَرَقَ سے باب افتعال ہے۔ اور سَرَقَهٗ وَمِنْهُ الشَّیْءَ کے معنے ہیں۔ اَخَذَهٗ خُفْيَةً مِنْ حِرْزٍ۔ کہ کسی چیز کو محفوظ جگہ

اَتْبَعَهٗ

سے اپنے آپ کو پوشیدہ رکھتے ہوئے لے لیا۔ والسرقة اَخْذُ الشَّیْءِ فِی خِفَاءٍ وَحِيْلَةٍ۔ نیز حیلے سے مخفی طور پر کسی چیز کو نکال لینے کا نام بھی سرقہ ہے اور استرق السمع کے معنے ہیں اِسْتَمَعَ مُسْتَخْفِيًا۔ پوشیدہ ہو کر کسی بات کو سُنا۔ اَلْكَاتِبُ بَعْضَ الْمُحَاسَبَةِ لَمْ يُبْرِزْهُ۔ محرر نے اپنے بعض حسابات کو چھپایا یعنی ظاہر نہ کیا (اقرب)

اَلسَّمْعُ شِهَابٌ

السمعُ:۔ یہ سَمِعَ یَسْمَعُ کا مصدر ہے۔ اور سَمِعَ الصَّوْتَ یَسْمَعُ سَمْعًا کے معنے ہیں۔ اَدْرَكَهٗ بِحَاسَّةِ الْاُذُنِ۔ آواز کو کان کی حس کے ساتھ محسوس کیا۔ اور السمع کے معنے ہیں۔ حِسُّ الْاُذُنِ بِشَوَائِی۔ والاذن۔ کان وما ولجہ فیہا من صماخ تسمعہ رجو آواز کان میں پڑے اس پر بھی سمع کا لفظ بولتے ہیں۔ اَلذِّكْرُ الْمَسْمُوْعُ سُنی ہوئی بات۔ لفظ سمع واحد اور جمع دونوں طرح استعمال ہوتا ہے کیونکہ دراصل یہ مصدر ہے۔ جو قلت اور کثرت کا احتمال رکھتا ہے۔ اس کی جمع اَسْمَاع ہے (اقرب)

اَلسَّمْعُ:۔ قُوَّةٌ فِی الْاُذُنِ بِهٖ يُدْرِكُ الْاَصْوَاتَ یعنی سمع کان کی ایک قوت (شنوائی) کا نام ہے جس کے ذریعہ سے انسان آواز کو معلوم کرتا ہے۔ وَفِعْلُهٗ يُقَالُ لَهُ السَّمْعُ اَيْضًا۔ اور سُننے کے فعل کا نام بھی سمع رکھا جاتا ہے۔ كَيُعَبَّرُ تَارَةً بِالسَّمْعِ عَنِ الْاِذْنِ۔ اور کبھی لفظ سمع بولکر کان مراد ہوتا ہے۔ وَتَارَةً عَنْ فِعْلِهٖ كَالسَّمَاعِ۔ اور کبھی لفظ سمع سے اس کا فعل مراد لیا جاتا ہے جیسے اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ۔ کہ ان کو سننے کے فعل سے روک دیا گیا ہے۔ وَتَارَةً عَنِ الْفَهْمِ۔ اور کبھی لفظ سمع سے مُراد بات کا سمجھنا ہوتا ہے۔ جیسے کہتے ہیں۔ لَمْ تَسْمَعْ مَا قُلْتُ کہ جو میں نے کہا۔ تُو نے نہیں سمجھا۔ وَتَارَةً عَنِ الطَّاعَةِ اور کبھی اس سے مراد اطاعت ہوتی ہے (مفردات)

اَتْبَعَهٗ:۔ تَبِعَ سے ہے۔ اور تبع کے معنے ہیں۔ سَارَ فِی اَثَرِهٖ۔ اس کے قدموں کے نشانات پر چلا۔ اَوْ مَشٰى خَلْفَهٗ اَوْ مَرَّ بِهٖ فَمَضٰى مَعَهٗ۔ اس کے پیچھے چلا۔ یا اس کے پاس سے گزرا۔ اور پھر ساتھ چل پڑا۔ اَلْاِتِّبَاعُ تَبِعَهٗ وَذٰلِكَ اِذَا كَانَ سَبَقَهٗ فَلَحِقَهٗ۔ اس سے پیچھے رہ گیا۔ اور پھر اس سے جا ملا۔

شِهَابٌ:۔ شُعْلَةٌ مِّنْ نَّارٍ سَاطِعَةٍ بھڑکتی ہوئی آگ کا شعلہ۔ اَوْكُلُّ مُضِیٍٔ مُتَوَلِّدٍ مِنَ النَّارِ یا ہر چمکتی ہوئی چیز جو آگ سے پیدا ہو۔ وَمَا يُرٰى كَاَنَّهٗ كَوْكَبٌ اِنْقَضَّ۔ ٹوٹتا ہُوا ستارہ۔ وَقَدْ يُطْلَقُ عَلَى الْكَوْكَبِ وَالدَّرَارِیِّ مِنَ الْكَوَاكِبِ لِشِدَّةِ لَمَعَانِهَا۔ اور کبھی شہاب کا لفظ ستارے پر یا چمکتے ہوئے ستاروں پر ان کی شدت چمک کے باعث بولا جاتا ہے۔ يُقَالُ اَتَّ فُلَانًا شِهَابُ حَرْبٍ اِذَا كَانَ مَاضِيًا فِيْهَا۔ اور اس شخص کو جو لڑائی میں تیز ہو۔ اور جہاں جائے مارتا چلا جائے شہاب حرب کہتے ہیں۔ وَقَدْ يُطْلَقُ شِهَابٌ عَلٰى ثَلَاثٍ مِّنَ اللَّيَالِیْ وَهِیَ اللَّيَالِیْ الْبِيْضُ۔ اور شہب کا لفظ تین پوری چاندنی راتوں (۱۳-۱۴-۱۵) پر بھی بولتے ہیں

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

پس شہاب مجازاً ان چیزوں کے لئے استعمال ہوتا ہے جو روشن ہوں اور اسی طرح ان لوگوں کے لئے بھی جو چست ہوں اور کام میں خوب ہوشیار ہوں (اقرب)

الشِّہابُ۔ الشُّعْلَۃُ السَّاطِعَۃُ مِنَ النَّارِ الْمُوقَدَۃِ جلتی ہوئی آگ کا روشن شعلہ۔ وَالشُّعْلَۃُ السَّاطِعَۃُ مِنَ الْعَارِضِ فِی الْجَوِّ فضا میں کسی چیز کے گزرنے کے باعث کسی روشنی اور شعلے کے پیدا ہونے کو بھی شہاب کہتے ہیں۔ (مفردات)

مبین۔ واضح کرنے والا اور واضح اور ظاہر مزید تشریح کے لئے دیکھیں سورۃ حجر ۲۔

تفسیر۔ بعض نے بروج کے معنے ستاروں کے کئے ہیں۔ جیسے قتادہؓ (بحر محیط۔ درمنثور۔ ابن کثیر زیر آیت وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِی السَّمَاءِ بُرُوجًا) لیکن لغت میں بُرُوج جس کا مفرد بُرج ہے اس کے معنے ستاروں کی منزل کے ہیں یعنی جن دائروں میں ستارے چکر لگاتے ہیں۔ اس کے علاوہ بُرج کے معنے جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے محل اور قلعہ کے بھی ہیں علماء ادب میں سے بھی زجاج نے بُروج کے معنے کوکب یعنی ستارہ کے کئے ہیں (تاج) جن مفسرین نے بُروج کے معنے ستاروں کے کئے ہیں۔ وہ اس سے دلیل پکڑتے ہیں۔ کہ چونکہ دوسری جگہ قرآن کریم میں آتا ہے۔ اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْیَا بِزِیْنَۃِ نِ الْکَوَاکِبِ (الصافات ع ۱) ہم نے ورلے آسمان کو ستاروں کی زینت کے ساتھ مزین کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بُروج سے مراد ستارے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض ائمہ نے بُروج کے معنے کواکب یعنے ستاروں کے کئے ہیں۔ لیکن مذکورہ بالا آیت سے جو استدلال کیا گیا ہے وہ یقینی نہیں۔ کیونکہ ممکن ہے کہ وَزَیَّنَّاهَا لِلنَّاظِرِینَ میں دوسرا مضمون ہو اور آیت کا مفہوم یہ ہو کہ ہم نے آسمان میں ستاروں کی منازل بنائیں۔ اور ان میں چلنے کے لئے ستارے بنائے۔ جنکی وجہ سے آسمان خوبصورت نظر آتا ہے۔ پس جبکہ ضروری نہیں کہ اس آیت کے یہی معنی ہوں کہ بُروج ہی سے زینت کا اظہار کیا گیا ہے۔ بروج کے معنی ستارے کرنے کی کوئی خاص مجبوری نہیں ہے۔

بروج کے معنے ستاروں کے کرنا ضروری نہیں

بہرحال بُروج سے مراد خواہ متداول معنی یعنے ستاروں کی منزل کے لئے جائیں یا ستاروں کے معنے لئے جائیں۔ اصل سوال یہ ہے کہ قرآن کریم یا اس سے پہلے کی کُتب سماوی کی حفاظت اور آسمانوں کی حفاظت کا آپس میں جوڑ کیا ہے اور کیوں کلام الٰہی کی حفاظت کے ذکر کے بعد آسمانوں کی حفاظت کا ذکر کیا گیا ہے۔ مفسرین نے اس بارہ میں مختلف خیالات کا اظہار کیا ہے۔ جن میں سے بعض محض قصوں کی حیثیت رکھتے ہیں اور نہ ان کا کوئی ثبوت ہے۔ اور نہ خدائی کلام سے وہ کوئی دُور کی بھی مناسبت رکھتے ہیں۔ مگر بہرحال ان قصوں اور حدیثوں اور تفسیروں کے متعلق میں۔ اصل مضمون بیان کرنے کے بعد اپنی تحقیق بیان کروں گا پہلے میں وہ معنے بیان کر دیتا ہوں۔ جو میرے نزدیک قرآن کریم کے سیاق و سباق کو دیکھ کر ان آیات سے نکلتے ہیں۔

کلام الٰہی کی حفاظت اور آسمانوں کی حفاظت کا جوڑ

بُروج کے مختلف معانی

قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ ظاہری نظام اور رُوحانی نظام میں ایک شدید مماثلت اور مشابہت کا دعویٰ کرتا ہے اور بار بار روحانی عالم کے سمجھانے کے لئے جسمانی عالم کی مثالیں دیتا ہے کبھی الہام کو پانی کے مشابہ قرار دیکر اس کے اثرات اور کلام الٰہی کے اثرات کی مشابہت کو پیش کرتا ہے۔ کبھی زمین و آسمان کے تعلقات سے رُوح اور جسم کے تعلقات پر روشنی ڈالتا ہے۔ کبھی روشنی اور آنکھ کے تعلقات سے یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ اندرونی قابلیتوں کے بغیر صرف آفت نفع نہیں دیتی۔ غرض بیسیوں بلکہ سینکڑوں سبق جسمانی نظام سے حاصل کرنے کے لئے وہ ہمیں توجہ دلاتا ہے اس آیت میں بھی اسی ہی مشابہت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

ظاہری نظام اور رُوحانی نظام میں مماثلت۔

بعض مفسرین نے بُروج کے معنے تعدوں کے کئے ہیں۔

زمین کے رہنے والوں کو ایک آسمان اپنے سروں پر نظر آتا ہے۔ اس میں ستاروں کا ایک نظام ہے جو اپنے اپنے وقت پر اور اپنے اپنے دائرہ میں کام کر رہے ہیں۔ اس نظام کو بدلنے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کی کوئی طاقت نہیں رکھتا۔ اللہ تعالےٰ کی طرف سے اُسکی حفاظت کے سامان موجود ہیں۔ اسی مثال کو لے کر قرآن کریم میں متعدد بار رُوحانی آسمان کے نظام کو پیش کیا گیا ہے۔ چنانچہ اس جگہ بھی میرے نزدیک اسی نظام کی طرف اشارہ ہے۔ فرماتا ہے کہ جس طرح جسمانی نظام مضبوط بُنیادوں پر قائم ہے۔ روحانی نظام بھی مضبوط بُنیادوں پر قائم ہے اور ہم نے اسے بھی جسمانی نظام کی طرح کئی طبقوں میں تقسیم کیا ہے۔ جو اس کے اوپر کے طبقے ہیں۔ وہ تو محفوظ ہیں ہی۔ جو نیچے کا طبقہ ہے۔ اس میں شرارت کا امکان ہو سکتا تھا۔ سو اسے بھی ہم نے ستاروں سے مزین کیا ہے اور ان کے ذریعے اس نچلے آسمان کی حفاظت کی ہے۔

ظاہری نظام کو مثال سے روحانی نظام کو پیش کیا گیا ہے۔

روحانی نظام کو جسمانی نظام سے قرآن مجید میں مشابہت

مطلب یہ کہ جس طرح ظاہری آسمان کا نچلا حصہ ایک نظام اور اس کے ماتحت کے ستاروں اور سیاروں کا نام ہے اسی طرح روحانی آسمان کا نچلا حصہ بھی ایک نظام اور چند ستاروں کا نام ہے جو روحانی آسمان کی حفاظت کرتے ہیں۔ جس طرح جسمانی ستاروں کے وجود سے جسمانی آسمان کا قیام ہے۔ اسی طرح روحانی ستاروں کے وجود سے روحانی آسمان کا قیام ہے بلکہ جس طرح جسمانی سماء الدنیا ستاروں کے مجموعہ کا نام ہے۔ اور وہی اس کی زینت کا موجب ہیں۔ اسی طرح روحانی سماء الدنیا روحانی ستاروں کے مجموعہ کا نام ہے۔ اور وہی اس کی زینت کا موجب ہیں اور جس طرح جسمانی ستارے سماء الدنیا کی حفاظت کا موجب ہیں۔ کیونکہ وہ اس کے اجزاء ہیں۔ اگر اُن میں خرابی ہو تو سارا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح رُوحانی ستارے رُوحانی سماء الدنیا کی حفاظت کا موجب ہیں۔ اگر ان میں خرابی ہو تو رُوحانی سماء الدُّنیا درہم برہم ہو جائے۔ اس لئے جب کوئی اس میں خرابی پیدا کرنا چاہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے اس پر مار پڑتی ہے اور آگ اور پتھر برستے ہیں۔ جیسا کہ رجوم اور شہب کے الفاظ سے بتایا گیا ہے۔

جس طرح جسمانی ستاروں سے جسمانی آسمان کا قیام ہے۔ اسی طرح روحانی ستاروں سے روحانی آسمان کا۔

جس طرح ظاہری ستارے ظاہری آسمان کی زینت کا موجب ہیں ایسے ہی روحانی ستارے روحانی آسمان کی زینت کا۔

آگ اور پتھر کے محاورہ سے مُراد آسمانی عذاب ہوتا ہے۔

یہ آگ اور پتھر کا محاورہ آسمانی عذاب کے متعلق عام ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں کفار کی نسبت آتا ہے کہ وہ ایک ایسے عذاب میں مبتلا کئے جائیں گے۔ جو آگ اور پتھروں پر مشتمل ہوگا چنانچہ فرماتا ہے فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ (بقرہ ع ۳) اس آگ سے بچو جس میں دوزخی لوگ اور پتھر ڈالے جائینگے۔ یعنے اُس آگ کے بھڑکانے کا رُوحانی موجب تو گنہ گار انسان ہونگے اور جسمانی ذریعہ پتھر ہوں گے۔ غرض قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ عذاب الٰہی کو آگ اور پتھر سے تشبیہ دی جاتی ہے اور ان آیات میں بھی شہب اور رجم کا ذکر کر کے یہی بتایا ہے کہ ایسے آدمی عذاب الٰہی میں مبتلا ہوں گے۔

اب مَیں یہ بتاتا ہوں کہ قرآن کریم میں رُوحانی نظام کو جسمانی نظام سے مشابہت دی ہے۔ سورۃ الاحزاب میں اللہ تعالےٰ رسول کریمؐ کی نسبت فرماتا ہے يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا (ع ۶) اے نبیؐ ہم نے تجھے گواہ اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا اور اللہ تعالےٰ کے حکم سے اس کی طرف بُلانے والا اور روشن سُورج بنا کر بھیجا ہے۔ جیسا کہ دوسری آیات سے ظاہر ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نظامِ نبوت کے لئے بطور مرکز کے ہیں۔ جس طرح سورج نظام دنیاوی کے لئے بطور مرکز کے ہے۔ پس آپؐ کو سورج کہہ کر بتایا ہے کہ رُوحانی آسمان میں تیرے سوا اور ستارے اور چاند بھی ہیں جو سب کے سب تیرے گرد گھومتے ہیں۔ یہ ستارے اور چاند دوسرے انبیاء ہیں جنکی نبوتیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بطور ارہاص کے تھیں اور سب نبی آپؐ کے گرد ستاروں کی طرح چکر کھاتے ہیں۔ جس طرح وسیع روحانی نظام میں دوسرے انبیاء رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بمنزلہ ستاروں کے تھے اور آپؐ اُن میں سورج کے طور پر تھے۔ اسی طرح ایک چھوٹے دائرہ میں آپؐ بمنزلہ سُورج کے تھے اور آپؐ کے صحابہ بمنزلہ ستاروں کے تھے۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ اَصْحَابِي كَالنُّجُومِ بِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمْ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اھتدیتم۔ (مشکوٰۃ المصابیح باب مناقب الصحابہ) میرے صحابہ میرے گرد ایسے ہیں جس طرح سورج کے گرد ستارے اور جس طرح ستارے جب تک سورج کے نظام سے وابستہ رہتے ہیں لوگوں کو راہ دکھانے کا موجب ہوتے ہیں۔ اسی طرح میرے اصحاب میں سے جو میرے نظام سے وابستہ رہیں گے وہ ستاروں کا کام دیں گے۔ جزوی اختلافات کے باوجود ان میں سے جس کی اتباع بھی تم کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔

اس امر کا مزید ثبوت کہ روحانی نظام کو سورج چاند ستاروں سے مشابہت دی جاتی ہے حضرت یوسف علیہ السلام کی رویا سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں آتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے ایک دن اپنے والد سے کہا کہ یٰٓاَبَتِ اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ کَوْکَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَیْتُھُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ (یوسف ع ۱) اے میرے باپ میں نے گیارہ ستاروں کو اور سورج اور چاند کو دیکھا کہ میری فرمانبرداری میں مشغول ہیں اور اسکی تعبیر آگے چل کر اس طرح بیان ہوئی ہے۔ وَرَفَعَ اَبَوَیْہِ عَلَی الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَہٗ سُجَّدًا وَقَالَ یٰٓاَبَتِ ھٰذَا تَاْوِیْلُ رُءْیَایَ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَعَلَھَا رَبِّیْ حَقًّا (یوسف ع ۱۱) یعنے یوسف کے بھائیوں کے آنے کے بعد جب اُن کے ماں باپ بھی آ گئے اور انہوں نے اپنے ماں باپ کو تخت پر اپنے پاس بٹھایا اور وہ شکرانہ کے طور پر سجدہ میں گر گئے تو حضرت یوسفؑ نے فرمایا کہ اے میرے باپ یہ میری اس خواب کی جو میں پہلے زمانہ میں دیکھ چکا ہوں تعبیر ہے۔ میرے رب نے اس خواب کو آخر سچا کر ہی دکھایا کہ باپ ماں اور بھائیوں کو میرے تحت علاقہ میں لے آیا۔ اس خواب اور اس کی تعبیر سے جو خود قرآن کریم نے بیان فرمائی ہے ظاہر ہے کہ الہامی زبان میں خاندانی یا مذہبی نظام کو نظام شمسی سے مشابہت دی جاتی ہے۔ اور میرے نزدیک آیت زیر بحث میں بھی یہی معنے مراد ہیں۔

اس تمہید کے بعد میں بتانا چاہتا ہوں کہ جب اللہ تعالیٰ نے کلام الٰہی کی حفاظت کا ذکر فرمایا تو ساتھ ہی نظام شمسی کی تمثیل سے یہ سمجھایا کہ کس طرح یہ حفاظت کی جائے گی۔ چنانچہ بتایا کہ ظاہری مادی نظام میں جس طرح ایک آسمان ہے یعنی مختلف ستاروں کا ایک مجموعہ ہے۔ اسی طرح نظام روحانی بھی مختلف انبیاء کا ایک مجموعہ ہے۔ اور وہ روحانی آسمان کہلاتا ہے۔ جس طرح ہر ستارہ اپنی اپنی جگہ اس آسمان کے لئے زینت کا موجب ہے اور کشش ثقل کے اصول سے اور دیگر ایسے ذرائع سے جن کا علم شاید بندوں کو ابھی تک حاصل نہیں ہوا اسکی حفاظت کر رہا ہے۔ اسی طرح ہر نبی نظام روحانی کے لئے زینت کا موجب ہے اور اس کی حفاظت کا موجب ہے۔ ایک نبی بھی نہیں جو بے موقعہ یا بلا ضرورت آیا ہو۔ ہر نبی کا ایک معین کام تھا جو اس کے بغیر کوئی نہیں کر سکتا تھا اور ہر نبی نے آسمان روحانی کی حفاظت کا کام انجام دیا ہے اور کلام الٰہی کی خدمت کی ہے اور اسکی حقیقت اور برتری اور تاثیر کو اپنے وجود سے اور اپنے تابعین کے وجود سے ثابت کیا ہے اور وہ شیطانی صفت لوگ جنہوں نے خدائی کلام کو بگاڑنا چاہا انہیں شکست دی اور ذلیل کیا۔ گویا وہ اُن پر پتھر اور آگ کی طرح گرے اور انہیں ناکام کر دیا۔

اس میں یہ بھی بتایا ہے کہ جس طرح نظام جسمانی میں شیطانوں کا یعنی بُرے انسانوں کا زمین پر تو تصرف ہے کہ وہ اس جگہ ظلم اور فساد پیدا کرتے رہتے ہیں لیکن آسمان پر کوئی تصرف نہیں۔ ظالمانہ طور پر وہ دنیوی نعمتوں پر تو قابض ہو جاتے ہیں لیکن آسمانی نعمتوں جیسے ستاروں کی تاثیرات نور ہوا وغیرہ کے فوائد سے لوگوں کو محروم نہیں کر سکتے اور نہ آسمان پر ان کا کوئی اختیار ہے۔ سورج چاند ستارے ان کے تصرف سے بالا ہیں۔ یہی حال روحانی عالم کا ہے کہ شیطانوں کا کوئی تصرف انبیاء اور اُن کے کامل متبعوں پر نہیں ہو سکتا جیسے دوسری جگہ فرمایا۔ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطٰنٌ۔ (سورہ حجر ع ۳) میرے کامل بندوں پر تیرا کوئی اثر اور قبضہ نہ ہوگا۔ نیز جس طرح آسمانِ جسمانی کی نازل کردہ برکات پر شیطانوں کا کوئی تصرف نہیں۔

آنحضرتؐ اپنے صحابہ کے درمیان ایک سورج کی طرح تھے

ظاہری ستارے ظاہری آسمان کی حفاظت اور زینت کا موجب ہیں۔

نظام کو سورج چاند اور ستاروں سے مشابہت۔

ہر نبی اور خلیفہ کی ذات اور حفاظت کا موجب ہوتا ہے

نظام جسمانی میں تو شیطانوں کا تصرف ہے لیکن آسمان پر نہیں

الہامی زبان میں خاندانی یا مذہبی نظام کو نظام شمسی سے مشابہت دی جاتی ہے۔ نظام الٰہی کی حفاظت کے ذکر کے ساتھ نظام شمسی کی تمثیل۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

وہ روشنی۔ ہُوا۔ اللہ تاثیرات سماوی میں روک نہیں ڈال سکتے اسی طرح روحانی آسمان یعنی انبیاء کے ذریعہ سے ظاہر ہونے والے فیض یعنی کلام الٰہی اور معجزات ونشانات پر بھی شیطانوں کو کوئی تصرف حاصل نہیں ہوتا۔ اللہ تعالےٰ آسمانِ روحانی یعنے انبیاء کو اور انکی تاثیرات کو کلی طور پر شیطانی دخل سے پاک رکھتا ہے۔ یہ گویا اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ کی تشریح فرمائی ہے

شیطانوں کا انبیاءؑ کے کلام کو چُرانا۔

تعجب ہے اس آیت کی موجودگی میں مسلمان اس عقیدہ پر قائم ہیں کہ سوائے حضرت عیسیٰ اور انکی ماں مریم کے کوئی بھی خواہ نبی ہو نہ شیطان سے پاک نہیں۔ حالانکہ اللہ تعالےٰ اس آیت میں آسمان رُوحانی کے محفوظ ہونے کا ذکر فرماتا ہے۔ جس میں آدم سے لے کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک سب نبی اور ان کے کامل اتباع شامل ہیں۔

جملہ انبیاءؑ شیطان سے پاک ہیں۔

انبیاء اور ان کے اتباع کے چوروں کے فریب کو ظاہر کر دینا

اس کے بعد فرماتا ہے اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ الآیہ ہاں اگر کوئی سُنی سنائی بات چُرا لے تو اس پر شہاب مبین گرتا ہے اس آیت نے صاف واضح کر دیا۔ کہ یہاں آسمان اور نظام شمسی کو بطور تمثیل بیان کیا گیا ہے ورنہ جسمانی نظام مُراد نہیں۔ کیونکہ اوّل تو سُنی سُنائی بات کے چُرا لینے کا آسمانِ جسمانی سے کوئی تعلق نہیں۔ دوسرے شہاب کے ساتھ جو مبین کی صفت لگائی ہے۔ اس کا جسمانی شہاب سے کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ شہاب یا تو آگ کے شعلے کو کہتے ہیں یا وہ روشنی جو آسمان پر نظر آتی ہے اور یُوں معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کوئی ستارہ ٹوٹا۔ ان دونوں چیزوں کے لئے مبین کی صفت بے محل اور بے معنی ہے لیکن اگر رُوحانی آسمان مُراد لیا جائے اور شہاب سے مُراد انبیاء لئے جائیں جو آسمانی تائیدات اور نشانات لے کر آتے ہیں اور کلام الٰہی میں رخنہ ڈالنے والوں کے خلاف کام کرتے ہیں تو مبین کی صفت بالکل برمحل اور مناسب حال معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ اس صورت میں شہاب کے ساتھ مبین کے لفظ کا استعمال ایک مزید فائدہ کے لئے اور ایک روشن نشان کے معنوں پر دلالت کرنے کے لئے ہے اور بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام جب تک آسمان پر ہوتا ہے اور جب تک رُوحانی آسمان کے اجرام یعنی انبیاء پر نازل ہوتا ہے اس وقت تک تو بالکل محفوظ ہوتا ہے لیکن نچلے آسمان پر نازل ہونے کے بعد جب بنی نوع انسان کے سامنے پیش کیا جاتا ہے اور مسموعات میں سے ہو جاتا ہے یعنی سُنی ہوئی باتوں میں شامل ہو جاتا ہے۔ پردۂ غیب سے پردۂ شہود پر آجاتا ہے۔ اور لوگ ایک دوسرے کو وہ کلام سُنانے لگ جاتے ہیں۔ تو شیطان یعنے انبیاء کے دشمن اس کلام کو چُرا لیتے ہیں یعنی بغیر حق کے اس کلام کو لے لیتے ہیں۔ اس کا غلط استعمال کرتے ہیں۔ تب یا تو وقت کے نبی کی معرفت ان پر آسمانی عذاب نازل ہوتا ہے یا پھر انبیاء اور ان کے اتباع اس کلام کی اصل حقیقت کو دُنیا پر ظاہر کر کے ان چوروں کے فریب کو ظاہر کر دیتے ہیں۔ اور وہ ذلت کے عذاب میں مبتلا ہوتے ہیں اور سچائی کی روشنی میں ان چوروں کی حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے۔

گمراہی کے پرانے سے مراد

شہاب کے ساتھ مبین کی صفت لگانا ظاہر کرتا ہے کہ جسمانی نظام کی حفاظت نہیں۔

شہاب کے معنے۔

اس آیت میں کلام کے چُرا لینے سے مُراد یہ ہے کہ جس طرح چور ناحق دوسرے کے مال کو لیتا ہے۔ اسی طرح وہ کلام الٰہی کو ناحق لیتے ہیں یعنے اس کے معنوں کو سمجھ کر ایمان نہیں لاتے۔ بلکہ صرف اس لئے کلام کو اخذ کرتے ہیں۔ تا اس کا ناجائز استعمال کریں اور اس کے غلط معنے کر کے لوگوں کو گمراہ کریں۔

جس طرح چور کا لباس چور کے بدن پر ٹھیک نہیں آتا۔ اسی طرح انبیاء کی تعلیم چوروں کے عقائد کے ساتھ مطابق نہیں آتی۔

شہاب سے مراد انبیاء لینے سے بعض مبین کی صفت برمحل اور مناسب معلوم ہوتی ہے

کلام کی چوری کرنے کے یہ معنی بھی ہیں کہ انبیاء کی بعض تعلیمات کو اس زمانہ کے لوگ اپنا بنا کر پیش کرتے ہیں۔ اور اس طرح یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ گویا اُن کو بھی الٰہی علوم پر دسترس ہے۔ جن پر انبیاء کو ہے بلکہ انبیاء نے ان کے علوم چرا لئے ہیں لیکن جس طرح چوری کا لباس پہچانا جاتا ہے۔ وہ چور کے بدن پر ٹھیک نہیں آتا اسی طرح انبیاء کی چوری کی ہوئی تعلیم چونکہ ان چوروں کے دوسرے معتقدات کے ساتھ مطابق نہیں آتی۔ جب انبیاء اور ان کے اتباع ان کی حقیقت کو کھولتے ہیں۔ تو ان کی چوری ظاہر ہو جاتی ہے۔

بنی کا کلام چُرایا گیا۔

یہ دونوں امر سب نبیوں کے ساتھ پیش آئے ہیں۔ انبیاء کی اعلیٰ تعلیمات کو لوگ اپنی تعلیمات ظاہر کرنے کی ہمیشہ کوشش کرتے ہیں۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اور اس طرح ان کی اہمیت کو گرانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ حملہ سب نبیوں سے زیادہ ہوا ہے۔ یہی اور آریہ مصنفین کثرت سے قرآن کریم کی تعلیمات کے ٹکڑے لے کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ اُن کے مذاہب کی کتب میں پائے جاتے ہیں لیکن جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ہوئے نور کو ظاہر کیا جاتا ہے اور بتایا جاتا ہے۔ کہ جس ٹکڑے کو تم نے لیا ہے۔ وہ تو ایک لمبی زنجیر کی کڑی ہے۔ اور وہ ساری زنجیر ایسے کریم مطالب رکھتی ہے۔ کہ تمہارے خواب و خیال میں بھی موجود نہیں۔ تو انکی پردہ دری ہو جاتی ہے۔ ایسے ہی حملہ کرنے والوں میں یتابیع الاسلام کا مصنف ہے۔ جس نے نہایت دیدہ دلیری سے قرآنی مطالب کے ٹکڑوں کو لے کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ گویا وہ پہلے مذاہب کی کتب سے لئے گئے ہیں۔ حالانکہ وہ ٹکڑے ایک کُل کا حصہ ہیں اور اُن کو کُل سے الگ کیا ہی نہیں جا سکتا۔ اور اس کُل میں وہ اس طرح جڑے ہوئے ہیں۔ کہ اُن کو کسی اور شئے کا جزو قرار دیا ہی نہیں جا سکتا۔ اس کے لئے دیکھو سورہ فاتحہ کے شروع میں بسم اللہ پر بحث۔ جیسے مصنف ینابیع الاسلام نے زردشتی کتب کی چوری قرار دیا ہے۔

دوسرے معنے جو کلام چُرا لینے کے لیتے ہیں کہ الٰہی کلام کے بعض ٹکڑوں کو لے کر غلط طور پر انہیں دُنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ یہ بھی سب نبیوں سے ہوتا چلا آیا ہے۔ ہر نبی کے الہام کو اس کے مخالف بگاڑ کر پیش کرتے رہے ہیں۔ تا لوگوں کو ان کے خلاف جوش دلائیں۔ وہ اصل مطلب کو بگاڑ بگاڑ کر ان کے الہامات کو پھیلاتے رہے ہیں۔ اور چوروں کی طرح اُن کا ناجائز استعمال کرتے رہے ہیں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کی نشانات اور معجزات سے مدد کی۔ اور ایک طرف تو طائل سے معترضین کے غلط معنوں کو رد کیا۔ اور دوسری طرف قہری اور قدرت نمائی کے نشانات کے ذریعہ سے اپنے نبیوں کی تائید کر کے ان کے دشمنوں کو ہلاک کروایا اور اس طرح اپنے کلام کی حفاظت کی۔

بعض دفعہ نبی کے اتباع بھی دین سے بے بہرہ ہو کر اور بے دینی کا شکار ہو کر دین کو بگاڑ لیتے ہیں اور کلام الٰہی کے معنی کچھ سے کچھ کر دیتے ہیں اور اس کی خوبیوں کو غلط تفسیروں سے چھپا دیتے ہیں تب اللہ تعالیٰ اپنے نبی کے اتباع میں سے کسی کو شہاب ثاقب یا شہاب مبین بنا کر بھیجتا ہے اپنا تازہ الہام دے کر اور اپنے نشانات سے مؤید کر کے آسمان روحانی سے نازل کرتا ہے۔ تا وہ ایسے شیاطین کی سرکوبی کر کے کلام الٰہی کو پھر اسکی اصل جگہ پر لے آئیں اور اس طرح وہ کلام جو بکھر جانے اور تباہ ہونے کے خطرہ میں پڑ گیا تھا پھر محفوظ ہو جائے۔ اور اس کے صحیح مطالب پھر لوگوں پر آشکار ہو جائیں۔

اوپر کے مضمون سے واضح ہو جاتا ہے کہ ان آیات میں ستاروں سے انبیاء مراد ہیں اور شہاب مبین یا شہاب ثاقب سے مراد وقت کا نبی ہے۔ کیونکہ ہر نبی ایک ستارہ ہے اور آسمان روحانی کے لئے زینت کا موجب ہے لیکن ہر نبی ہر وقت شہاب کا کام نہیں دے رہا۔ بعض وہ شیطان جو دین میں رخنہ اندازی کر رہے ہیں۔ ان کی ہلاکت کا موجب نہیں بن رہا۔ یہ کام صرف وقت کا نبی کرتا ہے۔ یا وہ نبی کرتا ہے جس کی نبوت زندہ ہو۔ اور جس کی شریعت قابل عمل ہو ایسے نبی کی اُمت میں خرابی پیدا ہو کر اگر دوسرا تابع نبی مبعوث بھی ہو تب بھی چونکہ اس کی قوت قدسیہ اس تابع نبی کے ذریعہ سے کام کر رہی ہوتی ہے۔ وہ شہاب ہی کہلاتا ہے چنانچہ اس تشریح کے ماتحت حضرت موسیٰ۔ حضرت عیسیٰ علیہما السلام اور دوسرے سابق انبیاء آسمان روحانی کے ستارے تو ہیں۔ مگر شہاب نہیں کیونکہ اس وقت شیطانوں کے مارنے کے لئے اللہ تعالیٰ انہیں استعمال نہیں کر رہا۔ مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہاب ہیں کیونکہ ان کے ظلال یہ کام قیامت تک کریں گے۔

خلاصہ کلام یہ کہ ان آیات میں اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ کی حقیقت بتائی گئی ہے۔ اور بتایا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ہر اس کلام کی جو اسکی طرف سے اُترا ہو اور الذکر کہلانے کا مستحق ہو کس کس طرح حفاظت کرتا ہے۔ ظاہر میں بھی

مصنفین عیسائی و آریہ کے قرآن کریم کی تعلیمات پر بیجا اعتراضات۔

مصنف ینابیع الاسلام کے قرآنی مطالب پر اعتراضات

صداقتی کا قہری نشانوں اور قدرت نمائی سے دشمنوں کو ہلاک کرنا۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

آیات میں مخبر فاعل الذکر کی حقیقت بتائی گئی ہے۔

اور باطن میں بھی اور نبی کے زمانہ میں بھی اور اس کے بعد بھی۔ اور یہ کہ وہ قرآن کریم کی حفاظت بھی ان سب سامانوں کے ذریعہ سے کرے گا۔ یہ آیات گویا سورہ حج کی مندرجہ ذیل آیات کے ہم معنے ہیں۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (الحج ع ۷) یعنی ہر نبی اور رسول کے ساتھ یہ معاملہ گزرا ہے۔ کہ جب اس نے خدا کا کلام پڑھ کر لوگوں کو سُنایا شیطان نے ہمیشہ ہی اُن کے سُنائے ہوئے کلام میں اپنی طرف سے کچھ ملے شامل کر کے لوگوں کو یہ بدلے ہوئے مضامین سُنانے شروع کئے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے اسکی ملائی ہوئی باتوں کو تو مٹا دیا اور خدائی کلام کو قائم رکھا۔ یعنے لوگ کلام الٰہی کو بگاڑ بگاڑ کر لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ مگر آخر کلام کی سچائی ظاہر ہو جاتی ہے اور وہ لوگ ناکام و نامراد ہو جاتے ہیں۔

شہاب کے معنے

کلام الٰہی کی حفاظت کا ذکر سورہ ۱۵ میں

ان دونوں آیتوں میں شدید مشابہت ہے۔ سورہ حجر میں بھی یہ ذکر ہے۔ کہ رُوحانی آسمان کی حفاظت کی جاتی ہے۔ اور یہاں بھی یہ بیان ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کلام الٰہی کی حفاظت کرتا ہے۔ سورہ حجر میں بھی ہے کہ شیطان آسمان میں دخل دینا چاہتے ہیں اور سورہ حج میں بھی ہے کہ وہ کلام الٰہی میں دخل دینا چاہتے ہیں۔ سورہ حجر میں بھی ہے کہ دخل دینے والوں کو خدا تباہ کر دیتا ہے اور سورہ حج میں بھی ہے۔ کہ کلام الٰہی کو بگاڑنے کی سعی کرنے والوں کے فعل کو خدا تعالیٰ مٹا دیتا ہے غرض دونوں کے مفہوم سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ دونوں میں ایک ہی مضمون بتایا گیا ہے اور جب ہم دیکھتے ہیں کہ یہ آسمانوں کی زینت اور ان کی حفاظت کا بیان ہر جگہ کلام الٰہی کے ذکر کے بعد بیان ہوا ہے۔ تو صاف معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ اس جگہ رُوحانی آسمان اور اس کی حفاظت کا ذکر ہے نہ کہ جسمانی آسمان اور اس کی حفاظت کا۔ جسمانی آسمان سے صرف تشبیہ دی گئی ہے۔ اس سے زیادہ اس سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

شہاب کے پیچھے لگنے سے مراد

کلام الٰہی کی حفاظت کے لئے شہاب پیچھے سے مراد مامورین کی بعثت

ان آیات میں یہ بھی بتایا گیا کہ ذکر محفوظ کی یہ علامت ہے۔ کہ اس کے اندر جب کوئی دخل دینا چاہے اسکی حفاظت کے لئے شہاب اُٹھتے ہیں۔ پس جس کلام کی حفاظت کے لئے شہاب نہ اُتریں ماننا پڑے گا کہ اب وہ کلام محفوظ نہیں رہا۔ اور الذکر کے مقام سے گر گیا ہے۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ گو شہاب کے تین معنے ہیں (۱) شعلہ (۲) ستاروں کی طرح چمکنے والی روشنی جو آسمانی پتھروں کی رگڑ سے پیدا ہوتی ہے۔ اور (۳) ستارہ لیکن اس جگہ ستارہ ہی مُراد ہے۔ کیونکہ دوسری جگہ صافات (رع) میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ نِ الْكَوَاكِبِ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ یعنی آسمان پر ستارے زینت کے لئے اور حفاظت کے لئے بنائے گئے ہیں۔ پس حفاظت کا کام ستاروں کے سپرد کیا گیا ہے پھر سورہ مُلک میں ہے۔ وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ (رع) یعنے ہم نے آسمان قریب کو ستاروں سے مزین کیا ہے اور ان ستاروں کو شیطانوں پر پتھراؤ کرنے کا ذریعہ بنایا ہے ان حوالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ شہاب ستاروں کا ہی نام رکھا گیا ہے۔ پس شہاب کے پیچھے لگنے سے یہ مُراد ہے کہ جب تک کوئی کلام الٰہی زندہ ہوتا ہے اور الذکر کہلانے کا مستحق ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ دشمنوں سے اس کی حفاظت کے لئے شہاب یا ستارے یا دوسرے الفاظ میں مامورین بھیجتا رہتا ہے اور زیر بحث آیات میں قرآن کریم کی حفاظت کے لئے خاص طور پر اس طریق کے استعمال کا وعدہ کیا گیا ہے اور اس سے زیادہ مضبوط طریق حفاظت کا ناممکن ہے کیونکہ مامورین نہ صرف نشانات سے شیطانوں کے حملوں سے شریعت حقہ کی حفاظت کرتے ہیں۔ بلکہ بوجہ الہام سے مؤید ہونے کے ان کی تشریحات سے مومنوں کو کلام الٰہی کے وہ صحیح معنے بھی معلوم ہوتے ہیں۔ جن کے بارہ میں شک کیا ہی نہیں جا سکتا اور ان کی وجہ سے وہ ان تفسیری اختلافات سے نجات پا جاتے ہیں

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جو اس سے پہلے لوگوں کے خیالات کو مشوش کر رہے ہوتے ہیں۔

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ امر روشن ہو جاتا ہے۔ کہ کلام سابق کی حفاظت یعنے اسے شیطانی وساوس سے پاک کرنے اور اس کی زندگی کا تازہ نشانات سے ثبوت دینے کے لئے ماموریں کا آنا نہایت ضروری ہے۔ لیکن افسوس کہ آج مسلمان اس فضیلت کے منکر ہیں اور کہتے ہیں۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی تابع نبی بھی نہیں آ سکتا۔ حالانکہ قرآن کریم فرماتا ہے کہ جب تک کوئی کلام الذکر ہے۔ اسکی حفاظت اور دشمنوں کے حملوں سے بچانے کے لئے آسمانِ رُوحانی کے ستارے اور شہاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوتے رہیں گے۔ پہلے مذاہب میں جو انبیاء کی بعثت کا سلسلہ بند ہو گیا ہے۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ ان کی کتب الذکر نہیں رہیں۔ قرآن کریم چونکہ الذِّکر ہے اور قیامت تک رہے گا۔ اسکی حفاظت کا یہ ذریعہ بھی قائم رہے گا اور اس سے اس کا درجہ گھٹتا نہیں بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کریم اب تک الذِّکر ہے یعنی اللہ تعالیٰ اور بندہ میں تعلق پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔ اس لئے اسکی ظاہری حفاظت کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ ماموریں بھیج کر اندرونی اور بیرونی شیطانوں کے حملوں کو دُور کر کے اس کی معنوی حفاظت بھی کرتا ہے۔ جو شخص یہ کہتا ہے۔ کہ اب شہاب مبین یعنے آسمانِ رُوحانی کے ستارے بھیجنے کا سلسلہ قرآن کریم کی حفاظت کے لئے بھی بند ہو گیا ہے۔ وہ دوسرے لفظوں میں یہ کہتا ہے کہ نعوذ باللہ من ذالک قرآن کریم اب الذکر نہیں رہا اور اسکی حفاظت کے لئے اور شیطانوں کی سرکوبی کے لئے اب روحانی آسمان سے ستاروں کا نزول بند ہو گیا ہے۔

ایک موجودہ زمانہ کے مفسر نے لکھا ہے۔ کہ قرآن کریم کی حفاظت اللہ تعالیٰ کرتا ہے۔ اس سے پہلے الہاموں کی حفاظت بندے کرتے تھے۔ اور اس کے ثبوت میں اس نے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ اور سورہ مائدہ کی مندرجہ ذیل آیت کو پیش کیا ہے۔ اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ (مائدہ ع ۷) ہم نے تورات کو جس میں ہدایت اور نور تھے نازل کیا تھا۔ اس کے ذریعہ سے وہ انبیاء جو تورات کے مومنوں میں شامل تھے۔ نیز ربانی اور احبار لوگ یہودیوں کے لئے فیصلے کیا کرتے تھے کیونکہ ان کے سپرد کتاب اللہ کی حفاظت کی گئی تھی اور وہ اس پر بطور نگران تھے۔ میرے نزدیک یہ استدلال اسی صورت میں درست ہو سکتا تھا۔ اگر اس جگہ نبیوں کا ذکر نہ ہوتا مگر اس جگہ تو یہ بتایا گیا ہے کہ نبیوں کے سپرد تورات کی حفاظت کی گئی تھی اور یہ ظاہر ہے۔ کہ نبی اپنی طاقت سے کام نہیں کرتا۔ خدا تعالیٰ کی طاقت سے کام کرتا ہے۔ پس اس صورت میں کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ بندوں کے سپرد تورات کی حفاظت تھی۔ فرض کرو کہ کسی نے تورات کے مضمون کو بدل دیا ہوتا اور خدا تعالیٰ نے ایک نبی کو اسکی اصلاح کا کام سپرد کرتا۔ تو وہ نبی غلطی کیونکر معلوم کر سکتا تھا۔ خدا تعالیٰ کے الہام کے سوا اس کے پاس اصل حقیقت معلوم کرنے کا کونسا ذریعہ ہو سکتا تھا اور جب خدا تعالیٰ الہام سے کسی کو کسی غلطی پر اطلاع دے گا۔ تو وہ حفاظت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوگی۔ نہ کہ بندہ کی طرف سے۔ یا مثلاً چند شیطان اگر اس کلام کے معانی کو بگاڑنے کی کوشش کرتے اور دنیا کو گمراہ کرتے۔ تو نبی جو معجزات اور نشانات اور براہین سماویہ سے ان کا مقابلہ کرتا تھا وہ اس کا کام نہیں کہلا سکتا بلکہ اللہ تعالیٰ کا کام کہلائے گا۔ پس یہ درست نہیں کہ پہلی کتب کی حفاظت بندوں کے سپرد تھی اور قرآن کریم کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب ذکروں کی حفاظت اپنے ذمہ لی ہے۔ جیسا کہ اوپر کی آیات سے ثابت ہے۔ ہاں اگر بعض کام وہ بندوں سے لیتا تھا۔ تو وہ صرف اس کا ہتھیار ہونے کی صورت میں وہ کام کرتے تھے۔ اب قرآن کریم جو سب دُنیا میں پھیل گیا اور زبردست حافظ والوں نے اسے حفظ کیا۔ یہ بظاہر بندوں کا کام ہے لیکن کوئی نہیں کہہ سکتا کہ قرآن کریم کی حفاظت بندوں کے سپرد ہے کیونکہ یہ انتظام درست نہیں۔

کلام الٰہی کی حفاظت کے لئے ماموریں کا آنا نہایت ضروری ہے۔

پچھلے مذاہب میں انبیاء کی بعثت کا بند ہو جانا الٰہی کتب کے الذکر نہ ہونے کی علامت تھی۔

اللہ تعالیٰ نے سب ذکروں کی حفاظت اپنے ذمہ لی ہے

یہ خیال کہ پہلے الہاموں کی حفاظت بندے کرتے تھے درست نہیں۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بھی تو اللہ تعالیٰ نے ہی کیا ہے۔

نبیوں کے ظہور کے وقت دو قسم کے نشانات۔

حفاظت کے سلسلہ میں قرآن کریم کو دوسری کتب پر فضیلت اس بارہ میں نہیں کہ اسکی حفاظت اللہ تعالیٰ کرتا ہے۔ اور دوسری کتب کی حفاظت انسان کرتے ہیں۔ بلکہ اس بارہ میں ہے کہ وہ ایک محدود عرصہ تک الذکر ہیں اور قرآن کریم قیامت تک کے لئے الذکر ہے اور اس کی تائید کے لئے ہمیشہ مامور بن آتے رہیں گے۔ جبکہ دوسری کتب کی حفاظت اللہ تعالیٰ دیر سے چھوڑ چکا ہے اور شیطانوں کے حملوں سے انہیں بچانے کے لئے اب آسمان سے شہاب نازل نہیں ہوتے۔ دوسری فضیلت اس بارہ میں قرآن کریم کو یہ حاصل ہے کہ وہ سب کا سب کلام اللہ ہے۔ یعنی اس کا ایک ایک لفظ الہامی ہے۔ جبکہ پہلی کتب کا یہ حال نہ تھا۔ وہ کلام الٰہی اور تشریح کلام الٰہی کے مجموعہ ہوتے تھے۔ جیسا کہ عہد قدیم کی کتب اور انجیل سے روز روشن کی طرح ثابت ہے پس ان کتب کے مضمون کی حفاظت کافی سمجھی جاتی تھی۔ کیونکہ اس زمانہ میں الذکر مفہوم کا نام تھا۔ الفاظ کا نہیں اور خدائی الہام کو انبیاء یا ان کے تابع اکثر اپنے الفاظ میں بیان کر دیتے تھے اور اس میں حرج نہ سمجھا جاتا تھا۔ قرآن کریم کی وحی چونکہ دائمی وحی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے وقت سے طریق وحی کو بدل دیا۔ اور خود الفاظ کا محفوظ رکھنا انکی حرکات سمیت ضروری قرار دیا۔ پس قرآن کریم کا ہر ہر لفظ لکھا گیا یاد کیا گیا اور محفوظ رکھا گیا۔ اس قسم کی حفاظت پہلی کسی وحی کو حاصل نہ تھی۔ نہ اللہ تعالیٰ کے ذریعہ سے۔ نہ بندوں کے ذریعہ سے۔ اس معنوی حفاظت ایک محدود عرصہ کے لئے اسی طرح دوسری کتب کو حاصل تھی۔ جس طرح کہ قرآن کو قیامت تک کے لئے حاصل ہے۔

انبیاء کے ظہور کے وقت شہب کے گرنے کا نشان۔

ایک سوال ابھی قابل جواب رہ جاتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ظاہری آسمان پر سے جو شہب گرتے ہیں۔ ان کی کیا توجیہ ہے۔ آخر ان سے جو انبیاء کو مشابہت دی ہے۔ تو ضرور ہے کہ وہ بھی کوئی ایسا فائدہ دیتے ہوں۔ جو شیطان پر چوٹ سمجھے جانے کے قابل ہو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی قدیم سے یہ سنت ہے کہ جو

ظاہری شہب کو انبیاء سے تشبیہ دینے کا مطلب۔

آنحضرتؐ کے زمانہ میں شہب کثرت سے گرے۔

کے ظہور کے وقت وہ دو قسم کے نشان دکھاتا ہے۔ ایک قسم کے نشان تو انسانوں کے قریب ہوتے ہیں۔ یعنی اس دنیا کی اشیاء میں ظاہر ہوتے ہیں۔ لیکن چونکہ بعض شکی مزاج لوگ ان کے متعلق خیال کرتے ہیں کہ شاید نبی کی چالاکی یا ہوشیاری کا ان میں دخل ہو۔ وہ ایک دوسری قسم کے نشان بھی ظاہر کرتا ہے۔ جو آسمانی اجرام سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان میں سے ایک نشان ستاروں یعنے شہب کے ٹوٹنے کا بھی ہے۔ جہاں تک تاریخی انبیاء کا تعلق ہے۔ حضرت مسیح ناصری اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ امر تاریخ سے ثابت ہے۔ کہ اس وقت ستارے کثرت سے ٹوٹے تھے اور یہ نشان یا تو اس نبی کی اپنی پیشگوئی کے ماتحت ظاہر ہوتا ہے یا اس سے پہلے کے نبیوں یا ولیوں کی پیشگوئیوں کے ماتحت ہوتا ہے۔ چنانچہ تاریخ سے ثابت ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت میں بھی شہب کثرت سے گرے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تو اس کثرت سے گرے کہ کفار نے خیال کیا کہ شاید آسمان و زمین تباہ ہونے لگے ہیں۔ اور اہل سماء ہلاک ہو گئے ہیں چنانچہ ابن کثیر نے یہ حوالہ لکھا ہے:۔ کہ فَلَمَّا بَعَثَ اللّٰهُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيًّا رَسُوْلًا رُمُوا بِلَيْلَةٍ مِنَ اللَّيَالِي فَفَزِعَ لِذٰلِكَ أَهْلُ الطَّائِفِ فَقَالُوا هَلَكَ أَهْلُ السَّمَاءِ لِمَا رَأَوْا مِنْ شِدَّةِ النَّارِ فِي السَّمَاءِ وَاخْتِلَافِ الشُّهُبِ فَجَعَلُوْا يَعْتِقُوْنَ أَرْقَاءَهُمْ وَيُسَيِّبُوْنَ مَوَاشِيَهُمْ فَقَالَ لَهُمْ عَبْدُ يَالِيلَ بْنُ عَمْرِو بْنِ عُمَيْرٍ وَيْحَكُمْ يَا مَعْشَرَ أَهْلِ الطَّائِفِ اِمْسِكُوْا عَنْ أَمْوَالِكُمْ وَانْظُرُوْا إِلَى مَعَالِمِ النُّجُوْمِ فَإِنْ رَأَيْتُمُوْهَا مُسْتَقِرَّةً فِي أَمْكِنَتِهَا فَلَمْ يَهْلِكْ أَهْلُ السَّمَاءِ إِنَّمَا هٰذَا مِنْ أَجْلِ ابْنِ أَبِي كَبْشَةَ يَعْنِي مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنْ نَظَرْتُمْ فَلَمْ تَرَوْهَا فَقَدْ هَلَكَ أَهْلُ السَّمَاءِ فَنَظَرُوْا فَرَأَوْهَا فَكَفُّوْا عَنْ أَمْوَالِهِمْ (ابن کثیر تفسیر سورہ جن زیر آیت اِنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ یعنے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے نبی اور رسول بنا کر مبعوث فرمایا۔ تو ایک رات شیطانوں پر سخت سنگ باری ہوئی (یعنے شہب گرے) تو اسے دیکھ کر طائف کے لوگ گھبرا گئے اور آسمان پر بار بار اور کثرت سے شہب کے ٹوٹنے کا نظارہ دیکھ کر کہنے لگے کہ معلوم ہوتا ہے آسمان کے باشندے ہلاک ہو گئے ہیں۔ اس گھبراہٹ میں انہوں نے اپنے غلام آزاد کرنے شروع کر دئے اور جانوروں کی رسیاں کھول کر انہیں کھلا چھوڑ دیا۔ اس پر ان کے سردار عبد یالیل نے کہا کہ اے طائف کے لوگو! تمہارا برا حال ہو اپنے مالوں کو سنبھال کر رکھو اور آنکھیں اٹھا کر ستاروں کو دیکھو اگر وہ اپنی جگہ پر قائم ہیں تو معلوم ہوا ستارے نہیں ٹوٹ رہے شہب گر رہے ہیں اور آسمان کے ساکن ہلاک نہیں ہوئے۔ بلکہ یہ نشان ابن ابی کبشہ (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے دکھایا گیا ہے۔ اور اگر تم دیکھو کہ ستارے آسمان پر اپنی جگہوں پر نہیں ہیں۔ تو سمجھو کہ آسمان کے لوگ ہلاک ہو گئے ہیں (اور قیامت آگئی ہے) اس پر انہوں نے آسمان کی طرف دیکھا۔ تو ستاروں کو اپنی جگہ پر پایا اور اپنے اموال لٹانے بند کر دیئے۔

یہ نشان سابق پیشگوئیوں کے مطابق ظاہر ہوا تھا چنانچہ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ بعض آسمانی تغیرات کی انبیاء بنی اسرائیل نے زمانہ نبوی کے وقت کے متعلق خبر دی تھی بخاری میں ہے اِنَّ هِرَقْلَ حِيْنَ قَدِمَ اِيْلِيَاءَ اَصْبَحَ خَبِيْثَ النَّفْسِ فَقَالَ بَعْضُ بَطَارِقَتِهٖ قَدْ اَنْكَرْنَا هَيْئَتَكَ۔ قَالَ ابْنُ نَاطُوْرَ وَكَانَ هِرَقْلُ هٰذَا يَنْظُرُ فِي النُّجُوْمِ فَقَالَ لَهُمْ حِيْنَ سَاَلُوْهُ اِنِّيْ نَظَرْتُ اللَّيْلَةَ حِيْنَ نَظَرْتُ فِي النُّجُوْمِ اَنَّ مَلِكَ الْخِتَانِ قَدْ ظَهَرَ (باب بدء الوحی بخاری جلد اول) یعنی ہرقل زمانہ نبوی میں دورہ کرتے ہوئے ایلیا کے مقام پر آیا۔ تو ایک دن صبح کے وقت اسکی طبیعت پریشان تھی۔ اسپر کلیسیائی جرنیلوں میں سے ایک نے پوچھا کہ آج آپ کی طبیعت کچھ پریشان معلوم ہوتی ہے۔ ابن ناطور کہتا ہے کہ یہ ہرقل علم ہیئت کا ماہر تھا اور رصد گاہوں میں بیٹھ کر ستاروں کو دیکھا کرتا تھا۔ اس نے اس سوال کا یہ جواب دیا کہ جب آج رات میں ستاروں کا معائنہ کر رہا تھا میں نے وہ علامات دیکھیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ عربوں کا بادشاہ (یعنی نبی آخر الزمان) ظاہر ہو گیا ہے اس لئے پریشانی ہے۔

آنحضرتؐ کے وقت بعض آسمانی تغیرات کی پیشگوئی سے خبر۔

اوپر کے حوالوں سے ظاہر ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں شہب غیر معمولی طور پر زیادہ گرے تھے اور اسی طرح بعض دوسری علامات آسمان میں ظاہر ہوئی تھیں جو آپ کی آمد کا نشان تھیں اور جیسا کہ بعض اور احادیث سے ثابت ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں بھی شہب کثرت سے گرنے تھے۔ (مجمع البحار)

تیج کیا آسمانی کے وقت شہب گرنے کی پیشگوئی۔

انجیل میں بھی مسیح کی دوبارہ آمد کے متعلق لکھا ہے "سورج اور چاند اور ستاروں میں نشان ظاہر ہوں گے" (لوقا باب ۲۱۔ آیت ۲۵) پس یہ امر واقعات اور احادیث سے ثابت ہے کہ نبی کے ظہور کی علامت کے طور پر اللہ تعالیٰ نے شہب کا گرنا سنت کے طور پر مقرر کر رکھا ہے اسکی ظاہری وجہ تو جیسا کہ میں اوپر بتا چکا ہوں یہ ہے کہ تا اس آسمانی نشان کو دیکھ کر لوگ اس وسوسہ سے نجات پائیں کہ شائد اس کے معجزات کسی انسانی تدبیر کا نتیجہ ہوتے ہوں۔ مگر کوئی تعجب نہیں کہ اس کے علاوہ بھی کوئی مخفی وجہ نبی کے زمانہ میں شہب کے گرنے کی ہو۔ اور اس میں کوئی روحانی تاثیرات بھی ہوں۔ جو گو انسانی نگاہ سے مخفی ہوں لیکن ان شیطانی تدابیر کا ابطال کرنے میں ممد ہوتی ہوں۔ جو انبیاء کے دشمن کرتے رہتے ہیں۔

اس کے بعد میں ان مختلف آیات اور انکی تفاسیر کو لیتا ہوں جو مفسرین نے کی ہیں قرآن کریم میں آسمان سے شہب یا پتھر گرنے کا ذکر یا آسمانوں کی حفاظت کا ذکر مندرجہ ذیل سورتوں میں ہے (۱) سورۂ حجر زیر تفسیر آیت (۲) سورۂ ملک (رع) اس میں آتا ہے وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ

قرآن مجید میں مختلف مواقع پر آسمانوں کی حفاظت اور شہب گرنے کا ذکر۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

شہب کرنے کا ذکر سورۂ صافات جن۔ اور تم سجدہ میں۔

وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ ہم نے سماء دنیا کو ستاروں سے مزین کیا ہے اور انہیں شیطانوں کو مار بھگانے کا ذریعہ بنایا ہے (۳) سورۂ صٰفّٰت (رع) اس میں ہے اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ ِۨالْكَوَاكِبِ ۝ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ۝ لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ۝ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۝ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ۝ ہم نے نیچے آسمان کو ستاروں سے مزین کیا ہے اور ہر باغی شیطان سے اسے محفوظ بنایا ہے۔ وہ ملاء اعلےٰ کی بات نہیں سن سکتے اور ہر طرف سے انہیں بھگانے کے لئے ان پر پتھراؤ ہوتا ہے اور اس کے علاوہ بھی انہیں قائم رہنے والا عذاب ملے گا (وہ سن تو نہیں سکتے) لیکن اگر کوئی بات اچک لے جائے۔ تو اس کے پیچھے

شہب کے گرنے کے متعلق قرآن مفسرین کا بیان

چمکتا ہوا شہاب جاتا ہے (اور اسے تباہ کر دیتا ہے) (۴) سورۂ جن میں ہے وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ۝ وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا (رع) اور ہم نے آسمان کے بارہ میں جستجو کی ہے اور یہ معلوم کیا ہے۔ کہ اس میں سخت پہرہ لگا ہوا ہے۔ اور شہب بھی مقرر ہیں۔ اور اس سے پہلے تو ہم آسمان میں ٹھنے کی جگہوں پر بیٹھا کرتے تھے۔ مگر اب جو ٹھنے لگتا ہے وہ اپنے پر ایک شہاب کو نگران پاتا ہے (۵) حٰمٓ سجدہ میں ہے وَزَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ۖ وَحِفْظًا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ (رع) اور ہم نے ورے آسمان کو چراغوں سے مزین کیا ہے۔ اور ان کو ذریعہ حفاظت بھی بنایا ہے۔ یہ غالب اور علم والے خدا کی تقدیر ہے۔

یہ پانچ مقام ہیں جن میں اس مضمون کو تفصیلاً یا اجمالاً بیان کیا گیا ہے۔ مفسرین اسکی حقیقت یہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جب اپنی وحی ملائکہ پر نازل کرتا ہے تو وہ درجہ بدرجہ نیچے اترتی ہے جب سماء الدنیا تک پہنچتی ہے تو جن ایک دوسرے پر چڑھ کر آسمان تک پہنچتے ہیں اور اس خبر کو اڑانے کی کوشش کرتے ہیں کچھ خبریں اچک لیتے ہیں۔ تو انکے پیچھے شہب مارے جاتے ہیں۔ اس کے آگے اختلاف ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کی طرف یہ روایت منسوب کی جاتی ہے۔ کہ شہب شیطانوں کو مار نہیں سکتے۔ بلکہ زخمی کر دیتے ہیں۔ یا بعض عضو توڑ ڈالتے ہیں۔ لیکن حسن بصریؒ اور ایک اور گروہ کی طرف یہ بات منسوب کی جاتی ہے کہ شیطان قتل کر دیئے جاتے ہیں چونکہ ہیں کہ شیطان قتل کر دیئے جاتے ہیں۔ وہ آگے پھر مختلف الخیال ہیں۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ جب وہ ساحروں اور کاہنوں کو خبر پہنچا لیتے ہیں تو پھر مار دیئے جاتے ہیں۔ اور ماوردی کا قول یہ ہے کہ خبر پہنچانے سے پہلے ہی شہب ان کو جا پکڑتے ہیں اور مار دیتے ہیں۔ (تفسیر قرطبی بحوالہ قرطبی) پھر مفسرین نے یہ بحث بھی کی ہے۔ کہ کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے بھی شہاب پھینکے جاتے تھے اکثروں نے تو کہا ہے۔ کہ ہاں پہلے بھی پھینکے جاتے تھے۔ مگر بعض کہتے ہیں کہ نہیں آپ کی بعثت سے پہلے (یعنی زمانہ فترہ میں) نہیں پھینکے جاتے تھے۔ دوسرے خیال کے ظاہر کرنے والوں میں علامہ زجاج بھی ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی علامت تھی۔ آپ کی بعثت سے پہلے شہب نہ گرتے تھے ورنہ شعراء کے کلام میں اس کا ذکر ہوتا۔ مؤلف فتح البیان لکھتے ہیں کہ اگر ہم یہ سمجھ لیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تو شہب کثرت سے گرے تاکہ غیب کی حفاظت اچھی طرح کی جائے اور آپ کی بعثت سے پہلے کم گرتے تھے تو دونوں اقوال میں تطابق ہو سکتا ہے (فتح البیان) درمنثور میں بروایت حضرت عبداللہ بن عباسؓ (درمنثور سورۂ جن زیر آیت اَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ) بیان ہوا ہے کہ شیطان آسمان کی باتیں سنا کرتے تھے جو ٹھنے اس میں سو جھوٹ ملا دیا کرتے تھے۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو وہ اس سے روک گئے۔ اس پر انہوں نے ابلیس سے ذکر کیا۔ اس نے تحقیق کے لئے ایک وفد بھجوایا۔ اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جبلّ نخلہ میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ اور ابلیس کو خبر دی۔ اس نے کہا۔ بس یہی سبب مار پڑنے کا ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ ابلیس نے زمین

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کی مٹی منگوائی۔ اور سونگھ کر کہا کہ تہامہ کی زمین میں نبی ظاہر ہوا ہے افسوس کہ ان بزرگ مفسرین نے جنہوں نے قرآنی تفسیر کے بیان کرنے میں نہایت محنت اور کوشش سے کام کیا ہے اس معاملہ میں سخت بے احتیاطی برتی ہے اور غیر معروف روایات کے رعب میں آگئے ہیں۔ حالانکہ وہ قرآن کریم کے صریح خلاف ہیں ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ (۱) شیطان آسمان کی باتوں کو سُن لیتے تھے (۲) ان خبروں میں غیب بھی ہوتا تھا (۳) ابلیس کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی خبر ان شُہب کی مار پیٹ سے ہوئی پہلے نہ تھی۔ ان تفاسیر کے یہ تین بنیادی اصول ہیں۔ ان تینوں باتوں کو نکال دیا جائے۔ تو روایات میں کچھ رہتا ہی نہیں لیکن یہ تینوں باتیں کیسی غلط ہیں۔ پہلی بات کہ شیطان آسمان سے باتیں سُن سکتے ہیں۔ قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیات کے خلاف ہے (۱) سورہ طور میں ہے۔ اَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَّسْتَمِعُوْنَ فِيْهِ فَلْيَاْتِ مُسْتَمِعُهُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ (ع ۲) یعنی کیا آسمان کی بات سُننے کے لئے ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے جس کے ذریعہ سے یہ آسمان پر جاکر خدا تعالیٰ کی بات سُن لیتے ہیں (یعنے ایسا ہرگز نہیں) اگر ان میں سے کوئی اس امر کا مدعی ہے تو وہ سامنے آئے اور اپنی دلیل پیش کرے۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ آسمان پر جاکر بات سُننا تو الگ رہا وہاں تک جانے کی قابلیت بھی کفار اور ان کے مددگاروں میں تسلیم نہیں کی گئی۔ اگر یہ درست ہوتا کہ جن ایک دوسرے پر چڑھ کر آسمان تک جا پہنچتے تھے۔ تو کیا کفار رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ جواب نہ دیتے۔ کہ ایک طرف آپ اس امر کے قائل ہیں کہ جن ایک دوسرے پر چڑھ کر آسمان تک جا پہنچتے ہیں۔ اور دوسری طرف آپ یہ کہتے ہیں۔ کہ آسمان تک جانے کی ان کے پاس کونسی سیڑھی موجود ہے (۲) سورۂ شعراء میں ہے۔ وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۝ اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ ۝ (ع ۱۱) یعنے کفار کا یہ الزام کہ اس شخص پر شیطان کلام نازل کرتا ہے درست نہیں کیونکہ (الف) اس کا اپنا حال جن ایسا اعلیٰ اور پاکیزہ ہے۔ کہ ایسے آدمیوں سے شیطان کو کوئی تعلق ہو ہی نہیں سکتا۔

(ب) جو تعلیم اس پر نازل ہوئی ہے وہ ایسی مطہر اور پاک ہے۔ کہ ناپاک شیطان اس تعلیم کو اُتار ہی نہیں سکتا۔ کس طرح ممکن ہے کہ شیطان تو اپنے خلاف تعلیم اُتارے (ج) اس میں آسمانی علوم ہیں اور شیطان آسمانی علوم کے سُننے کی طاقت بھی نہیں رکھتے۔ کیونکہ خدا تعالےٰ نے انہیں آسمان کی باتیں سننے سے محروم کیا ہوا ہے۔

شہب کے گرنے والی آیات کی تفسیر میں مفسرین کی بداحتیاطی۔

ان زبردست قرآنی دلائل کی موجودگی میں یہ خیال کیونکر کیا جاسکتا ہے کہ شیطان آسمان کی باتیں سُن لیتے ہیں۔ دوسرا دعویٰ ان روایات میں یہ کیا گیا ہے۔ کہ شیطانوں یا جنوں کو بعض غیبی امور بھی معلوم ہو جاتے تھے اور وہ زبردستی اخبار غیبیہ کو اچک لیتے تھے۔ یہ دعویٰ بھی مندرجہ ذیل آیات قرآنیہ سے بالبداہت غلط ثابت ہوتا ہے۔

آیات کی تفسیر کے تین غلط اصول

(۱) فَقُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ (یونس ع ۲) غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے (اگر وہ غیب تم کو بتلائے تو تم سچے مجھے بتلاؤ تو میں سچا) پس آؤ دونوں خدائی فیصلہ کا انتظار کریں۔ اس آیت کے ہوتے ہوئے کس طرح کہا جاسکتا ہے۔ کہ قرآن کریم کے رُو سے جنات غیب کا علم آسمان سے اُچک لیتے تھے (۲) سورہ طور میں ہے۔ اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ (ع ۲) کیا ان کے پاس غیب معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ ہے جس سے غیب معلوم کرکے وہ لکھ لیتے ہیں۔ یعنے ایسا ہرگز نہیں ہے (۳) یہی آیت سورۂ قلم میں بھی ہے۔ (۴) سورۂ سبا میں ہے وَقَدْ كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ وَيَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ۝ وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ ۝ (ع ۱۲) یعنے یہ لوگ تیر اندازی شروع سے کرتے چلے آئے ہیں۔ اور غیب کے امور کے دریافت کرنے کے لئے دُور سے بیٹھے ہوئے ڈھکوسلے مارتے رہے ہیں۔ مگر کامیاب نہیں ہوسکے۔ انکی غیب دانی کی

شیطان آسمان سے باتیں نہیں سُنتے۔

شیطانوں جنوں کو غیب پر مطلع ہو جانے کے متعلق قرآنی بیان۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

خواہش کے راستہ میں اللہ تعالیٰ نے روکیں پیدا کر رکھی ہیں جس طرح ان لوگوں کی خواہش کو پورا کرنے میں جو ان سے پہلے گذر چکے ہیں روکیں پیدا کر رکھی تھیں۔ اور یہ لوگ شک میں پڑے ہوئے ہیں (ایسے لوگوں کو غیب مل ہی کب سکتا ہے یعنی غیب تو اس قلب پر نازل ہوتا ہے جو ہر قسم کے شک و شبہ سے بالا ہو) اور یقین اور ایمان کے اعلیٰ مقام پر پہنچ چکا ہو اس آیت سے بھی ظاہر ہے کہ وہ آسمان پر نہ جاتے تھے۔ بلکہ دُور بیٹھے ڈھکوسلے مارا کرتے تھے۔

غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے مگر کبھی اظہار اپنے منتخب رسولوں پر کرتا ہے۔

(۵) وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ۭ وَلَوْ شَاۗءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ۝ (انعام ع ۱۴) یعنے جس طرح تیرے زمانہ میں ہو رہا ہے۔ اسی طرح ہم نے ہر نبی کے زمانہ میں انسان شیطانوں اور جن شیطانوں کو چھوڑ رکھا تھا۔ کہ وہ ایک دوسرے کو دھوکا دینے کے لئے جھوٹی باتیں سُنا لتے تھے اور اگر تیرا رب چاہتا تو وہ یہ بھی نہ کر سکتے۔ (مگر اسکی مشیت یہی ہے) اس لئے تو انہیں ان کے حال پر چھوڑ دے اور ان کے

جب تک رسول لوگوں تک کلام پہنچا نہ دیں شیطان کسی کلام کا علم نہیں ہو سکتا۔

افتراؤں کی طرف توجہ ہی نہ کر۔ اس آیت سے ظاہر ہے کہ انبیاء کے دشمن جن و انس ایک دوسرے کو غیب کی باتیں نہیں بتاتے بلکہ جھوٹ بتاتے ہیں۔ آیت کے آخر میں بھی یہ نہیں کہا کہ یہ آسمان کی باتیں سنتے ہیں۔ تو ان سے الگ رہ۔ بلکہ یہ فرمایا ہے کہ یہ افترا کرتے ہیں۔ اس لئے تو ان سے الگ رہ۔ اس افترا کا جواب خدا تعالیٰ ہی دے گا۔

(۶) عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰي غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ۝ لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا (جن ع ۲) یعنے اللہ تعالیٰ غیب کا جاننے والا ہے اور وہ اپنے غیب پر سوائے اپنے رسولوں کے جو اس کے منتخب ہوتے ہیں اور کسی پر ظاہر نہیں کرتا۔ پھر یہ بھی حقیقت ہے کہ اس رسول کے آگے اور پیچھے نگران اور پہرہ دار چلتے ہیں۔ تاکہ اسے یہ علم بھی حاصل ہو جائے۔ کہ ان رسولوں نے اپنے سب کی بات لوگوں تک پہنچا دی ہے اور ان کے تمام امور کا وہ احاطہ کئے ہوئے ہے اور ہر اک چیز کی تعداد بھی اس کے پاس محفوظ رہتی ہے یعنے کمیت اور کیفیت دونوں کا ریکارڈ اس کے پاس ہوتا ہے کسی چیز میں کمی بیشی کا ہونا ممکن نہیں۔

یہ آیت کس وضاحت سے مذکورہ بالا تفاسیر کو باطل کرتی ہے فرماتا ہے نہ صرف یہ کہ غیب کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔ بلکہ اس غیب کا پہلا اظہار صرف رسولوں پر ہوتا ہے۔ رسول بھی وہ جن کو اللہ تعالیٰ خود منتخب فرماتا ہے نہ بندوں کے چنے ہوئے رسول۔ پھر فرماتا ہے کہ جب تک وہ کلام رسول تک پہنچ نہ جائے ہم اسکی حفاظت کرتے ہیں تا اس میں کوئی دوسرا دخل نہ دے سکے جب رسولوں تک وہ کلام پہنچ جاتا ہے۔ تو پھر بھی اللہ تعالیٰ حفاظت نہیں چھوڑتا۔ بلکہ حفاظت کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ رسول اس کلام کو بندوں تک پہنچا دیں۔ اور اس طرح مکمل طور پر پہنچا دیں۔ کہ اسکی کمیت اور کیفیت دونوں میں کوئی فرق نہ آئے۔ گویا جب تک رسول لوگوں تک خدا تعالیٰ کا کلام پہنچا نہ دیں۔ اس وقت تک شیطان کو اس کلام کے متعلق کوئی علم ہی نہیں ہو سکتا۔ ہاں جب وہ انسانوں میں پھیل جاتا ہے تو جیسا کہ دوسری آیات سے ثابت ہے شیطان اس کلام کے بارہ میں شرارتیں شروع کرتا ہے۔ مگر پھر بھی وہ ناکام رہتا ہے غرض اس آیت سے ثابت ہے کہ شیطان کا کلام الٰہی کو اپنے کلام الٰہی کے اعلان کے بعد شروع ہوتا ہے۔ اور اس بارہ میں ساری دنیا سے مراد نبی کی مجلس ہے۔ نہ کہ وہ غضاریا جو ہمیں اپنے سروں کے اوپر نظر آتا ہے (۷) یہ تو عام آیات تھیں۔ ایک آیت خاص جنوں کے متعلق بھی ہے جس سے ظاہر ہے کہ نہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں نہ اس سے پہلے کبھی بھی جنوں کو غیب کا علم حاصل ہوا ہے نہ پورا نہ ادھورا۔ اور وہ آیت یہ ہے۔ فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰي مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَاۗبَّةُ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ۝ (سبا رع ۲) یعنے جب حضرت سلیمان پر ہم نے موت وارد کی تو انکی موت کا علم جنوں کو اس وقت تک نہ ہو سکا جب تک کہ دابۃ الارض نے جو ان کے عصا کو کھا رہا تھا انہیں خبر نہ دی پھر جب وہ گر گئے تو جنوں نے یہ امر معلوم کر لیا کہ اگر انہیں غیب کا کچھ بھی علم ہوتا تو وہ اس ذلیل کرنے والے عذاب میں مبتلا نہ رہتے۔ اس آیت سے ظاہر ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے زمانہ میں بھی جنوں کو غیب کا علم حاصل نہ تھا۔ اگر وہ آسمان پر سے سنا کرتے ہوتے تو انہیں حضرت سلیمان کی وفات کا علم کیوں حاصل نہ ہوتا۔ یہ ظاہر ہے کہ حضرت سلیمان چونکہ نبی تھے۔ انکی وفات کی خبر ضرور الہاماً اور خاص اہتمام سے فرشتوں پر نازل ہوئی ہوگی۔ کیونکہ نبی کی بعثت اور موت دونوں اہم امور ہوتے ہیں۔

تیسرا دعویٰ تفاسیر میں یہ کیا گیا ہے۔ کہ جنوں کو بلکہ ابلیس کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا علم آسمانی غیب کے بعد ہوا ہے اور وہ بھی جبکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو باجماعت نماز پڑھتے ہوئے انہوں نے دیکھا۔ جیسا کہ تاریخوں سے ثابت ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز باجماعت پر مکہ میں کئی سال بعد شروع کی ہے پس اگر یہ معنے درست ہیں۔ تو اس کے یہ معنے ہونگے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے کئی سال بعد تک ابلیس کو یہ معلوم ہی نہ تھا۔ کہ کوئی رسول مبعوث ہوا ہے۔ حالانکہ یہ صریح تعلیم قرآن کے خلاف ہے اور واقعہ کے خلاف ہے۔ نبی کے دعویٰ کے ساتھ ہی شیطان کے گھر میں ماتم پڑ جاتا ہے اور اسی وقت سب شیطان خواہ شیاطین الانس ہوں۔ خواہ شیاطین الجن ہوں۔ اسکی اور اس کی جماعت کی مخالفت شروع کر دیتے ہیں۔ پس یہ کہنا۔ کہ کئی سال تک ابلیس کو اور دوسرے شیاطین کو اس کا علم ہی نہ تھا۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو چکے ہیں۔ سنت الٰہیہ کا رد ہے اور واقعات کے خلاف۔ اگر شیطان کو آپ کی بعثت کا علم نہ تھا۔ تو مکہ میں مخالفت کا طوفان بے تمیزی کہاں سے اٹھ رہا تھا۔ ابلیس کے کوئی بھی معنی کرو۔ اس کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے ناواقف رہنا خلاف عقل۔ خلاف قرآن اور خلاف سنت الٰہیہ ہے۔ قرآن کریم صاف فرماتا ہے وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا (انعام رع ۱۴) جس سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ خود شیاطین الانس والجن کو نبیوں کی بعثت کا علم مناسب ذرائع سے دے دیتا ہے اور وہ نبی کی بعثت کے معاً بعد اسکی مخالفت شروع کر دیتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کی مدد شروع کر دیتے ہیں پھر ابلیس یا اس کے چیلوں کا اس خبر سے ناواقف رہنا کیا معنے رکھتا ہے

یاد رہے کہ اس مضمون میں بغرض سہولت اور بحجت ابلیس یا جن وغیرہ کے الفاظ کے متداول معنے لئے ہیں۔ اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ میرے نزدیک وہی معنے درست ہیں۔ اسکی بحث اپنے موقعہ پر آئے گی کہ میرے نزدیک ابلیس شیطان یا جن کے کیا معنے ہیں۔

اس جگہ ایک سوال رہ جاتا ہے۔ کہ جب غیب کا علم آسمان سے لینا یا آسمان سے خبروں کا سننا جنوں کے لئے ناممکن ہے تو پھر حدیثوں میں جو آتا ہے کہ جن ایک دوسرے پر چڑھ کر آسمان کی خبر سنتے ہیں۔ اس کا کیا مطلب ہوا۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اس سے مراد انبیاء کی باتوں کو سننا ہے۔ اور ایک دوسرے پر چڑھ کر سننے سے یہ مراد ہے کہ ائمۃ الکفر خود انبیاء کی مجالس میں حاضر نہیں ہوتے اور براہ راست اپنے ولیوں کے شکوک کو دور نہیں کرواتے۔ بلکہ ہمیشہ کئی واسطوں اور بزعم خود ہوشیاری سے ان کی تبلیغ اور تعلیم کو معلوم کرتے ہیں پھر چونکہ اول تو انکی اپنی نیت خراب ہوتی ہے۔ دوسرے وہ سنی سنائی باتوں پر اپنی مخالفت کی بنیاد رکھتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس قدر جھوٹ ان کے بیان میں مل جاتا ہے کہ ایک بات سچی ہو تو سو جھوٹی ہوتی ہیں۔

اور یہ جو حدیثوں میں آتا ہے کہ کبھی شیطان لوگوں تک

رسول کریم صلعم کے وقت سے پہلے کبھی جنوں کو غیب کا علم تھا۔

شیاطین الانس والجن کو نبی کی بعثت کا علم فوراً ہو جاتا ہے۔

نتیجہ کا یہ دعویٰ کہ جنوں کو رسول کریم صلعم کی بعثت کا علم شہب کے گرنے سے ہوا غلط ہے

جنوں کا ایک دوسرے پر چڑھ کر غیب کا حاصل کرنے کا مطلب

نبی کی بعثت پر شیطان کے گھر میں ماتم۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بات پہنچا دیتے ہیں۔ اور پھر شہاب ان پر گرتا ہے۔ اور کبھی بات پہنچانے سے پہلے شہاب ان پر گر جاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ بعض لوگ نبیوں پر گستاخی کرنے کے جرم میں فوراً پکڑے جاتے ہیں۔ اور بعض کو حکمت الٰہی لمبی مہلت دے دیتی ہے۔ اور وہ لوگوں کو خوب بھڑکاتے رہتے ہیں یہاں تک کہ ایک دن شہاب ان کو بھی آکر پکڑ لیتا ہے۔

شیطانوں پر شہاب گرنے سے مراد۔

میں اس جگہ دو حدیثیں بھی درج کر دیتا ہوں تاکہ اصل الفاظ حدیث کے بھی مستحضر رہیں۔ ایک روایت بخاری کی ہے جو یہ ہے۔ ..... عن ابی ہریرۃ یبلغ بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اِذَا قَضَی اللّٰہُ الْاَمْرَ فِی السَّمَاءِ ضَرَبَتِ الْمَلٰٓئِکَۃُ بِاَجْنِحَتِہَا خُضْعَانًا لِقَوْلِہٖ کَاَنَّہٗ سِلْسِلَۃٌ عَلٰی صَفْوَانٍ قَالَ عَلِیٌّ وَقَالَ غَیْرُہٗ صَفْوَانٍ یَنْفُذُہُمْ ذٰلِکَ فَاِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِہِمْ قَالُوْا مَاذَا قَالَ رَبُّکُمْ قَالُوا الَّذِیْ قَالَ الْحَقَّ وَہُوَ الْعَلِیُّ الْکَبِیْرُ فَیَسْمَعُہَا مُسْتَرِقُو السَّمْعِ وَمُسْتَرِقُو السَّمْعِ ہٰکَذَا وَاحِدٌ فَوْقَ آخَرَ وَوَصَفَ سُفْیَانُ بِیَدِہٖ وَفَرَّجَ بَیْنَ اَصَابِعِ یَدِہِ الْیُمْنٰی نَصَبَہَا بَعْضَہَا فَوْقَ بَعْضٍ فَرُبَّمَا اَدْرَکَ الشِّہَابُ الْمُسْتَمِعَ قَبْلَ اَنْ یَّرْمِیَ بِہَا اِلٰی صَاحِبِہٖ فَیُحْرِقَہٗ وَرُبَّمَا لَمْ یُدْرِکْہُ حَتّٰی یَرْمِیَ بِہَا اِلَی الَّذِیْ یَلِیْہِ اِلَی الَّذِیْ ہُوَ اَسْفَلُ مِنْہُ حَتّٰی یُلْقُوْہَا اِلَی الْاَرْضِ وَرُبَّمَا قَالَ سُفْیَانُ حَتّٰی تَنْتَہِیَ اِلَی الْاَرْضِ فَتُلْقٰی عَلٰی فَمِ السَّاحِرِ فَیُکَذِّبُ مَعَہَا مِائَۃَ کَذْبَۃٍ فَیُصَدَّقُ فَیَقُوْلُوْنَ اَلَمْ یُخْبِرْنَا یَوْمَ کَذَا وَکَذَا اَنْ یَّکُوْنَ کَذَا وَکَذَا فَوَجَدْنٰہُ حَقًّا لِلْکَلِمَۃِ الَّتِیْ سُمِعَتْ مِنَ السَّمَاءِ (بخاری جزء ثالث کتاب التفسیر) دوسری روایت ابن ابی حاتم کی ہے جو یہ ہے۔ قال ابن ابی حاتم ..... عن النواس بن سمعان رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اراد اللہ تبارک وتعالیٰ ان یُّوْحِیَ بِاَمْرٍ

شیطانوں پر شہاب کے گرنے کا دو حدیثوں میں ذکر

تَکَلَّمَ بِالْوَحْیِ فَاِذَا تَکَلَّمَ اَخَذَتِ السَّمٰوٰتُ مِنْہُ رَجْفَۃٌ اَوْ قَالَ رَعْدَۃٌ شَدِیْدَۃٌ مِّنْ خَوْفِ اللّٰہِ تَعَالٰی فَاِذَا سَمِعَ بِذٰلِکَ اَہْلُ السَّمٰوٰتِ صَعِقُوْا وَخَرُّوْا لِلّٰہِ سُجَّدًا فَیَکُوْنُ اَوَّلُ مَنْ یَّرْفَعُ رَاْسَہٗ جِبْرِیْلُ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ فَیُکَلِّمُہُ اللّٰہُ مِنْ وَّحْیِہٖ بِمَا اَرَادَ فَیَمْضِیْ بِہٖ جِبْرِیْلُ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَی الْمَلٰٓئِکَۃِ کُلَّمَا مَرَّ بِسَمَاءٍ سَاَلَہُ مَلَائِکَتُہَا مَاذَا قَالَ رَبُّنَا یَا جِبْرِیْلُ فَیَقُوْلُ قَالَ الْحَقَّ وَہُوَ الْعَلِیُّ الْکَبِیْرُ فَیَقُوْلُوْنَ کُلُّہُمْ مِثْلَ مَا قَالَ جِبْرِیْلُ فَیَنْتَہِیْ جِبْرِیْلُ بِالْوَحْیِ اِلٰی حَیْثُ اَمَرَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی مِنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ (ابن کثیر جلد ۴ ص ۱۴۶)

ابن ابی حاتم کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وحی جبریل کی حفاظت میں اس مقام تک پہنچا دی جاتی ہے جو وحی کے لئے مقرر ہے یعنے رسول تک۔ پس دوسری روایات جو بتاتی ہیں۔ کہ جن اسے اچک لیتے ہیں۔ ان کے یہی معنے ہو سکتے ہیں کہ مورد وحی کے پاس جب وحی پہنچ جاتی ہے۔ اور جب وہ اس کا اعلان کر دیتا ہے۔ اس کے بعد شیطان اسے اُچکتے ہیں اور کئی جھوٹ ملا کر انہیں اپنے اتباع میں پھیلا دیتے ہیں یہ نبیوں کی باتیں اس زمانہ کے لوگوں کے لئے عجیب تو ہوتی ہی ہیں پہلے تو لوگ حیران ہوتے ہیں کہ کیا مدعی ایسی ایسی باتیں کرتا ہے۔ مگر کبھی نبی کے اتباع سے جب وہ اس حصہ کو سنتے ہیں جو شیطانوں نے صحیح بیان کیا تھا۔ تو ان کے اتباع یقین کر لیتے ہیں۔ کہ جو دوسری باتیں انہوں نے بیان کی تھیں۔ وہ بھی صحیح تھیں۔ اور آپس میں کہتے ہیں کہ دیکھا فلاں بزرگ نے فلاں دن ان کے بارہ میں یہ بات کہی تھی۔ وہ درست نکلی۔ اس مدعی کے مرید خود اسکی تصدیق کرتے ہیں پس اس سے ان کو ان جھوٹوں پر بھی یقین آجاتا ہے۔ جو ان کے سرداروں نے نبیوں کی طرف منسوب کئے ہوئے ہوتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں۔ کہ نبی کے اتباع ان باتوں کو ہم سے چھپاتے ہیں۔ اصل بات وہی ہے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جو ہمارے لیڈروں نے کہی تھی۔ یہ ایک عجیب سلسلہ ہے جو ہر نبی کے وقت میں چلتا ہے اور لاکھوں آدمی جو اپنی تحقیق کا مدار اپنے لیڈروں کے بیانات پر رکھتے ہیں۔ اور ذاتی تحقیق کی زحمت گوارا نہیں کرتے۔ اس بلا میں گرفتار ہو کر صداقت سے محروم رہ جاتے ہیں۔

ان آیات کے متعلق جو معانی عوام میں مشہور ہیں۔ یا بعض مفسرین نے صحیح روایات کا مفہوم غلط سمجھنے کی وجہ سے یا کمزور روایات کو صحیح تسلیم کرنے کی وجہ سے قرآن کریم کے منشاء کے خلاف لکھے ہیں۔ ان کے متعلق بعض اور غور طلب امور بیان کر کے میں اس تعلیق کو ختم کرتا ہوں۔

گرنے والے وجود سے مُراد ستارے نہیں بلکہ شُہب ہیں پس وہ مفسرین جو کہتے ہیں کہ گویا قرآن کریم کے نزدیک آسمان سے گرتی ہوئی نظر آنے والی روشنی حقیقی ستارے ہوتے ہیں۔ درست نہیں۔ نہ یہ بات قرآن کریم میں ہے نہ اس کے معتبر مفسر یہ معنے کرتے ہیں۔ بلکہ مفسرین تو الگ رہے کفار تک بھی اس امر کو سمجھتے تھے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی علامت یہ نہ تھی۔ کہ ستارے ٹوٹیں۔ بلکہ یہ تھی۔ کہ شُہب گریں (جیسا کہ اوپر طائف والوں کا واقعہ بیان ہو چکا ہے۔)

قرآن کریم میں متواتر یہ بیان ہوا ہے۔ کہ ہم نے آسمان کی حفاظت کی ہے پس جس کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے کی ہے اس سے شیطان کس طرح کوئی بات اُچک سکتے ہیں۔

جب سماء دُنیا تک کلام اُترتا ہے۔ اور شیطان وہاں سے اسے اُچک لیتے ہیں۔ تو سوال یہ ہے کہ کیا فرشتے اس کلام کو نبی پر جلدی اُتارتے ہیں۔ یا شیطان اپنے اولیاء پر۔ اگر فرشتے پہلے اُتار دیتے ہیں۔ تو شیطانوں کو آسمان سے اچکنے کا کیا فائدہ ہوا۔ نبی کے مُنہ سے اس خبر کو دُنیا پہلے ہی سُن چکی ہوگی۔ اور اگر یہ کہا جائے۔ کہ فرشتے نبی تک دیر میں پہنچتے ہیں۔ شیطان اپنے اولیاء تک جلد پہنچ جاتے ہیں۔ تو سارے خدائی سلسلہ پر اعتراض ہوگا۔

اگر باوجود اس قدر حفاظت کے جو اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے۔ شیطان کلام کے پہنچنے سے پہلے ہی اسے اچک لیتے ہیں تو پھر نبیوں کے کلام پر کیا اعتبار رہا۔ جس طرح شیطان اسے اُچک سکتے ہیں۔ اس میں کچھ ملا بھی سکتے ہیں۔ (گو بعض لوگوں نے اس خیال کا بھی اظہار کیا ہے۔ کہ شیطان نبی کی زبان پر بھی بعض کلمات جاری کر دیتا ہے۔ العیاذ باللہ)

اگر یہ ممکن ہے۔ کہ شیطان باوجود حفاظت کے خدائی کلام کو اُچک لیتے ہیں۔ تب تو یہ بھی کہا جا سکتا ہے۔ کہ ممکن ہے خدا تعالیٰ کی حفاظت کے باوجود وہ نبی کو ہلاک بھی کر دیں نعوذ باللہ من ذالک۔ مگر جس طرح یہ نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح یہ بھی نہیں ہو سکتا۔ کہ الٰہی کلام کو شیطان اُچک کر لے جائے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ قرآن کریم میں اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ یا اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فرما کر خود ہی فرماتے ہے۔ کہ شیطان کچھ سُن لیتا ہے یا اچک لیتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اِلَّا اللہ تعالیٰ کے فعل کے بارہ میں نہیں۔ بلکہ شیطان کے بارہ میں ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ یہ فرماتا۔ کہ ہم اپنے کلام کی حفاظت کرتے ہیں سوائے کچھ تھوڑے سے کلام کے جو ہم شیطان کو دے دیتے ہیں۔ تب تو یہ جواب صحیح ہوتا۔ کہ خدا تعالیٰ کی طاقت پر اعتراض نہیں کیونکہ وہ اپنی مرضی سے دیتا ہے لیکن عبارت یوں نہیں۔ عبارت تو یہ ہے کہ خدا تعالیٰ تو حفاظت کرتا ہے۔ لیکن شیطان اچک لے جاتا ہے اور یہ معنی نہ صرف نبی اور کلام الٰہی کی شان کے خلاف ہیں بلکہ ان سے نعوذ باللہ من ذالک اللہ تعالیٰ کی بے بسی اور بے کسی بھی ظاہر ہوتی ہے۔

اگر یہ معنے درست ہوں۔ تو چاہیئے کہ جب کوئی نجومی حساب لگائے اور کوئی زائچہ تجویز کرے۔ اسی وقت شُہب آسمان سے گرنے لگیں۔ مگر یہ نہیں ہوتا۔ پس واقعات ان معنوں کو رد کر رہے ہیں۔ رات دن ہزاروں نجومی۔ کاہن۔ رمّال۔ جفار۔ جوتشی۔ پنڈت۔ سٹرالوجر۔ پامسٹ اور لوگ جو فال کاموں میں مشغول ہیں اور غیب کی خبریں معلوم کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں اگر ان لوگوں کا تعلق شیطانوں سے ہے اور شیطان آسمان سے اچک کر انہیں خبریں بتاتے ہیں۔ تو رات اور دن شہب کی

گرنے والے وجود سے مراد ستارے نہیں بلکہ شہب ہیں۔

آسمان کے محفوظ ہونے کے باعث شیطان وہاں سے کوئی بات نہیں اچک سکتے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بارش ہوتی رہنی چاہیئے۔ اگر کہا جائے کہ شہب اسی وقت گرتے ہیں۔ جبکہ شیاطین باتیں سُنیں۔ تو اس کے یہ معنی ہونگے کہ نبیوں کے زمانہ میں شیطان زیادہ باتیں سُنتے ہیں اور اچک کر لے جاتے ہیں۔ حالانکہ نبی کا زمانہ تو زیادہ محفوظ زمانہ ہوتا ہے اور ہونا چاہیئے۔ پھر سوال یہ ہے۔ کہ یہ امتیاز کیونکر کیا جائے کہ نبی کے زمانہ میں تو نجومی شیطانوں سے خبریں سُنکر لوگوں کو سُناتے ہیں اور دوسرے زمانہ میں صرف حساب لگا کر سُنا دیتے ہیں۔ کیونکہ دونوں قسم کی خبروں میں کوئی فرق کرنا پڑے گا۔ سیا تو یہ کہنا ہوگا۔ کہ نبی کے زمانہ میں نجومیوں کی باتیں زیادہ سچی ہوتی ہیں۔ جو بالبداہت غلط ہے یا پھر ماننا پڑے گا۔ کہ ہر زمانہ میں ہی نجومی شیطانوں سے باتیں پوچھ کر آگے لوگوں کو سناتے ہیں اور جو شخص ستاروں کا تھوڑا سا علم بھی جانتا ہو۔ وہ بتا سکتا ہے کہ یہ خلاف عقل بات ہے۔ علم نجوم و رمل وغیرہ گو لغو اور فضول ہیں۔ مگر حسابی اصول پر قائم ہیں۔ جنات کا اس معاملہ میں کوئی دخل نہیں۔ ہاں ایک گروہ ہے۔ جو ارواح سے اپنا تعلق ظاہر کرتا ہے۔ اور وہ وہ گروہ ہے جو اپنے آپ کو روحانی کہتے ہیں انگریزی میں یہ لوگ سپر چولسٹ کہلاتے ہیں۔ ان لوگوں کا دعویٰ ہے۔ کہ وہ ارواح سے ملتے اور باتیں کرتے ہیں۔ ان کا ذکر بھی آیات مذکورہ میں نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ان کے متعلق بھی ہم نہیں دیکھتے کہ اِدھر وہ حاضرات کا عمل کریں اور اُدھر شہب گرنے لگیں۔ اس نام نہاد علم کی طرف منسوب ہونے والے لوگ یا تو شکی اور فریب کے مرتکب ہوتے ہیں اور انکی بھی کافی تعداد ہے یا پھر وہ دھوکہ خوردہ لوگ ہیں جو انسانی دماغ کی باریکیوں کو نہ سمجھتے ہوئے بعض باریک روحانی قویٰ کو عالم اُخروی کی ارواح کا عمل اور تاثیر قرار دے لیتے ہیں۔ بہرحال نہ اُنکی مزعومہ ارواح آسمان سے سُنتی ہیں اور نہ اُن پر شہاب گرتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ ان آیات میں کلام الٰہی کی حفاظت کا ذکر ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نبی پر کلام کے نازل ہونے تک کوئی اسے معلوم نہیں کر سکتا۔ جب وہ نازل ہو جاتا ہے تو پھر شیاطین الانس والجن اسے مختلف ذرائع سے اچک کر اس میں جھوٹ ملا کر لوگوں میں پھیلاتے ہیں۔ اور نبی کے خلاف انہیں اُکساتے ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ ایسے ہی موقعہ پر جھوٹ ملانے کا فائدہ ہو سکتا ہے۔ ورنہ جب آسمان سے غیب سُنیں تو وہ پاگل ہیں کہ اس میں جھوٹ ملا کر اپنی عزت کھوئیں۔ ہاں نبی کے کلام میں ان کے دشمن جھوٹ ملاتے ہیں تاکہ لوگوں کو جوش دلائیں اور ان کے خلاف اُکسائیں۔ کوئی صحیح حوالہ لیا۔ اس کے غلط معنے کئے یا ایک ٹکڑہ لیا۔ اور سیاق و سباق سے الگ کر کے اس کے مضمون سے لوگوں کو جوش دلایا۔ یہ نبیوں کے دشمنوں کا روزمرہ کا مشغلہ ہے۔ اور یہی وہ اچکنا ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ کی مشیت نے جائز رکھا ہے۔ اور اس سے نبی کے مشن کی حفاظت نہیں کی۔ بلکہ فرماتا ہے۔ کہ ہم دشمنوں کو اس کا خود موقعہ دیتے ہیں جیسے خود فرمایا وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا ۝ (انعام ع ۱۴) اور فرماتا ہے۔ وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ أَكَابِرَ مُجْرِمِيهَا لِيَمْكُرُوا فِيهَا (انعام ع ۱۵) اور اسی طرح ہم نے ہر (نبی کی) بستی میں اس کے بڑے مجرموں کو ایسا ہی بنا دیا ہے۔ (اس کا ذکر پہلی آیت میں آیا ہے۔ کہ شیطان اپنے دوستوں کو الہام کرتے اور نبی کے خلاف جھگڑنے کے لئے اُکساتے ہیں) اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ نبی کے خلاف خوب تدبیریں کرتے ہیں۔ غرض جہاں کلام الٰہی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حفاظت حاصل ہے۔ کہ اس میں کوئی ظاہری یا باطنی دشمن تبدیلی نہیں کر سکتا۔ وہاں اللہ تعالیٰ نے شیطانی لوگوں کو اپنی مصلحت سے اس امر کی اجازت دے رکھی ہے کہ اس کلام کے غلط معنے لوگوں میں پھیلائیں۔ یا نبی کی وحی

شیطانوں کو کلام الٰہی کے غلط معنے پھیلانے کی اجازت اللہ تعالیٰ نے کس مصلحت کی بنا پر دے رکھی ہے۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کے متعلق جھوٹ بول بول کر لوگوں کو جوش دلائیں۔ لیکن جب وہ ایسا کر چکتے ہیں۔ تو پھر ان پر آسمان سے شہاب گرتا ہے۔ اور نبی کے ذریعہ سے ان کے فریب کا پردہ چاک کر دیا جاتا ہے۔ یہ وہ استثناء ہے کہ اس سے نہ خدا تعالےٰ کی طاقت پر حرف آتا ہے۔ نہ دین محمدؐ دش ہوتا ہے۔ کیونکہ اس قسم کی شرارت کو اللہ تعالیٰ نے خود ہی مستثنیٰ کر دیا ہوا ہے۔ نیز اس قسم کی شرارت سے دین میں کچھ حرج نہیں آتا۔ وہ اپنی جگہ محفوظ رہتا ہے۔ یہ جھوٹی باتیں صرف دشمنوں میں پھیلائی جاتی ہیں اور دشمن کی چند روزہ خوشی کا موجب ہوتی ہیں۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ قرآن کریم سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ کلام الٰہی کے خلاف اس قسم کی شرارتیں کرنے والے دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ ایک اندرونی دشمن یعنی منافق۔ اور ایک بیرونی دشمن۔ اس کا ثبوت اس امر سے ملتا ہے کہ سورۂ حجر اور سورۂ ملک میں تو شیطانِ رجیم کی طرف اس فعل کو منسوب کیا گیا ہے۔ اور سورۂ صافات میں شَیْطٰنٍ مَّارِدٍ کی طرف۔ اور لغت میں جہاں رجیم کے معنے دھتکارے ہوئے دُور رکھے گئے کے ہیں مَارِدٍ کے معنی باغی کے ہیں۔ پس سورۂ حجر اور سورۂ ملک میں ان دشمنانِ دین کا ذکر ہے جو کفار میں سے ہوں۔ یعنی جن کو ظاہر میں بھی اسلام کے قریب آنے کی توفیق نہ ملی ہو۔ بلکہ وہ اس سے دُور رکھے گئے ہوں اور بتایا ہے کہ ان کے حملوں سے اللہ تعالےٰ قرآن کریم کی حفاظت کرے گا اور سورۂ صافات میں یہ بتایا ہے کہ بعض لوگ مسلمان کہلاتے ہوئے بھی نادانستہ یا شرارتاً قرآنی مطالب کو بگاڑ کر پیش کرنے کی کوشش کرینگے وہ شیطانِ مارِدٍ ہونگے۔ یعنے ظاہر میں تو مسلمان کہلائینگے لیکن درحقیقت اسلام کے دانستہ یا نادانستہ باغی ہونگے ان کے فساد کو بھی اللہ تعالےٰ دور کرے گا۔ یہ آیندہ کے لئے پیشگوئی ہے اور بتایا ہے۔ کہ جب بھی مسلمان قرآنی مطالب کے سمجھنے سے قاصر ہو جائینگے اور اس کے مطالب کو بگاڑ دینگے۔ اللہ تعالیٰ مامور مبعوث کر کے انکے شر اور فتنہ سے قرآن کریم کو محفوظ کر لیگا فتبارك الله احسن الخالقين۔

ایک بات اور بھی یاد رکھنے کے قابل ہے اور وہ یہ کہ یہ نام نہاد روحانیین کے بارہ میں ہے۔ انبیاء کا وجود ان کے خیالات کا قلع قمع بھی کرتا رہتا ہے۔ پس ضمنی طور پر ان کے متعلق بھی یہ آیت چسپاں ہو سکتی ہے۔ مگر خود علم نجوم یا تاثیرات نجوم کا تعلق جہاں تک حقائق سے ہے یہ ہرگز اسلام کے خلاف نہیں۔ قرآن کریم ہمیں قوانین نیچر کے سیکھنے کا خود حکم دیتا ہے پس یہ ناممکن ہے کہ ایک طرف تو وہ علم ہیئت میں حکمتیں رکھے۔ ان کے سیکھنے کا حکم دے۔ اور پھر جو ان حکمتوں کو سیکھنا چاہے۔ اس پر شہاب مارے جائیں۔ اسلام وہم اور شرک سے روکتا ہے پس جہاں تک ان علوم کا تعلق تخمین اور وہم سے ہے وہ ناجائز ہیں اور جب اُن کو مذہب کی طرح سمجھا جاتا ہے۔ وہ شرک بن جاتے ہیں ستاروں کی حرکات میں تاثیرات یقیناً ہیں لیکن وہ قانون قدرت کا ایک جزو ہیں۔ ہزاروں امور ایک وقت میں تاثیر ڈال رہے ہوتے ہیں اپنی ذات میں کامل تاثیر وجود دوسرے کی محتاج نہیں صرف اللہ تعالیٰ کی ہے پس ستارے کیا کسی اور مادی سبب کے متعلق بھی اگر کوئی شخص خیال کرے کہ وہ قطعی اور یقینی تاثیر رکھتا ہے تو وہ مشرک ہے۔ اسی وجہ سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا فَهُوَ كَافِرٌ بِي وَمُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ جو کہے فلاں فلاں ستارہ کی تاثیر کی وجہ سے ہم پر بارش ہوئی وہ کافر ہے (بخاری جلد اوّل باب الذکر بعد الصلوٰۃ) ستاروں کی تاثیرات میں اوّل تو سینکڑوں وہمی باتیں شامل کر دی گئی ہیں لیکن جو علمی طور پر ثابت ہیں وہ بھی ہزاروں اسباب میں سے ایک سبب ہے مسبب الاسباب خدا ان کا نگران اور متوکل ہے پس اسی پر توکل چاہیئے۔

تخمینوں وغیرہ کے لحاظ سے اس رجم شیاطین کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ جس زمانہ میں نبی نہیں ہوتے یہ لوگ خوب دعویٰ کرتے رہتے ہیں لیکن جب نبی ظاہر ہوتے ہیں تو انکو خوب مار پڑتی ہے یعنی فریب کھل جاتا ہے۔ اور لوگ مصنوعی علم غیب اور نجک بندی میں

ستاروں کی تاثیر کا خیال رکھنے والا مشرک ہے

تخمینوں کے لحاظ سے رجم شیاطین کے معنے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

الْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا

اور (نیز) ہم نے زمین کو پھیلایا ہے۔ اور اس میں ہم نے محکم پہاڑ قائم کئے ہیں اور (نیز) ہم نے اس میں

فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ ۝ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا

ہر قسم کی موزون (و مناسب) چیزوں کو (پیدا کیا اور) بڑھایا ہے ۱۸ اور اس میں ہم نے تمہارے لئے اور

وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا

۱۸ حل لغات۔ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا۔ اور زمین کو ہم نے پھیلایا ہے۔ یا ہم نے اس کو پھیلایا ہے۔ مزید تشریح کے لئے دیکھو سورہ رعد ۴

مَوْزُوْن

مَوْزُوْنٌ وَزَنَ سے اسم فاعل ہے۔ وَزَنَهٗ وَزْنًا کے معنے ہیں وَازَنَ ثِقَلَهٗ وَخِفَّتَهٗ وَامْتَحَنَهٗ بِمَا يُعَادِلُهٗ۔ کہ کسی چیز کے بھاری اور ہلکے ہونے کا اندازہ کیا۔ اور اس کے بالمقابل وزن کی چیز سے اس کے وزن کا اندازہ معلوم کیا (جیسے باٹوں سے تولتے ہیں) وَفِي الْاَسَاسِ "وَزَنْتُ الشَّيْءَ وَزَنْتُه وَثَقَلْتُه اِذَا وَزَنْتَه بِيَدِكَ لِتَعْرِفَ وَزْنَه" اور اساس میں یوں لکھا ہے۔ کہ وَزَنَ۔ وَزَنَ اور ثَقَلَ ہم معنے ہیں۔ اور ان کے معنے ہیں کہ کسی چیز کو ہاتھ میں لے کر اس کے وزن کا اندازہ کیا جائے۔ اور وَزَنَ تَمْرًا لِلنَّخْلَةِ وَزْنًا کے معنے ہیں خَرَصَهٗ وَحَزَرَهٗ کھجور کے پھل کی مقدار کا اندازہ کیا (اقرب)

اَنْبَتَ کے دو معنے

پس موزون کے معنے ہونگے اندازہ کی ہوئی چیز وزن کی ہوئی چیز یا متناسب۔

اس آیت میں اَنْبَتَ کے دونوں معنی چسپاں ہوتے ہیں۔

تفسیر۔ زمین کو ہم نے پھیلایا ہے یا اس میں کھاد ڈالی ہے۔ دونوں معنے ہی اس آیت میں چسپاں ہوتے ہیں زمین کو اللہ تعالیٰ نے انسانی ضرورت کے مطابق پھیلایا بھی ہے۔ یعنی اس قدر وسیع بنایا ہے کہ باوجود گول ہونے کے وہ انسان کے لئے تکلیف دہ نہیں۔ بلکہ اکثر گولائی کو وہ محسوس بھی نہیں کرتا اور یہ بھی ٹھیک ہے کہ اس میں کھاد ڈالی ہے کیونکہ زمین نئی نئی طاقتیں دوسرے ستاروں سے حاصل کرتی رہتی ہے۔ بلکہ علم ہیئت سے ثابت ہے کہ دوسرے سیاروں سے ذرات زمین پر گرتے رہتے ہیں اور اس کا حجم بڑھ رہا ہے۔ وہ بیرونی کھاد اسکی طاقت کو بہت بڑھاتی رہتی ہے۔ کھاد کے بعد پانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ سو اس کے متعلق فرمایا۔ کہ ہم نے اس میں پہاڑ بنائے ہیں۔ جو برفوں کو سمیٹ کر رکھتے ہیں اور پانیوں کا ذخیرہ ان کے ذریعہ موجود رہتا ہے اور دریاؤں کی مدد سے سب دُنیا میں پھیل کر اسے سیراب کرتا ہے۔

اس کے بعد فرماتا ہے۔ ہم نے ہر مناسب شے مناسب مقدار میں اُگائی یا بڑھائی ہے۔ اَنْبَتَ نبات اُگانا۔ یعنی زمین سے کسی چیز کو بطریقہ نشوونما نکالنے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے لیکن محاورہ میں اسکے معنی بڑھانے کے بھی آتے ہیں۔ مثلاً قرآن کریم میں حضرت مریمؑ کے متعلق آتا ہے وَاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا (آل عمران ع ۴) اس جگہ لفظ بڑھانے اور ترقی دینے کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ آیت زیر بحث میں یہ لفظ دونوں معنوں میں استعمال ہوا ہے اور اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ کے معنے ہیں ہم نے زمین میں ہر مناسب چیز پیدا کر رکھی ہے۔ یا اسے ترقی دے رہے ہیں۔ یا ہر چیز جس کا ایک اندازہ لگایا گیا ہے اُسے اُگایا۔ یا اُسے ترقی دی ہے۔

یعنی ہر چیز جو اہل دنیا کی ضرورتوں کو پورا کرنے والی تھی وہ ہم نے اس میں رکھ دی اور وزن کے معنے اندازہ کے بھی ہیں۔ تو اس لحاظ سے یہ معنے ہونگے کہ ہر چیز اندازے کے مطابق اس میں رکھ دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے وہ جانتا ہے کہ کس چیز کی اس میں ضرورت ہے اور کتنی ضرورت ہے۔ اس نے کمیت اور کیفیت دونوں کو ملحوظ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مَعَايِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ ○ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ

(ہر) اس (مخلوق) کے لئے (بھی) جسے تم رزق نہیں دیتے معیشت کے سامان پیدا کئے ہیں ۱۹ اور کوئی چیز ایسی نہیں

رکھا ہے۔

اس آیت کا تعلق پہلی آیتوں سے یہ ہے کہ ان میں قرآن کریم کے نزول اور اس کی حفاظت کے غیر معمولی سامانوں کا ذکر تھا۔ جو ایک آسمانی مثال سے ثابت کیا گیا تھا۔ اب زمین کی مثال دی کہ زمین میں بھی ہم نے اس کے نشوونما پانے اور اس کے کمزوری سے بچانے کے لئے غیر معمولی سامان پیدا کر رکھے ہیں۔ کچھ بیرونی ہوتے ہیں کچھ اندرونی۔ (۱) آسمان سے گرنے والا مادہ (۲) پہاڑ۔ (۳) اس کی اندرونی طاقتیں۔ یہی حال الٰہی کتاب کا ہوتا ہے۔ وہ آسمان سے مدد پاتی رہتی ہے اس کی تائید میں آئمہ لگے رہتے ہیں اور وہ اپنے اندر ذاتی خوبیاں رکھتی ہے۔ جن کی وجہ سے اس کے مطالب ہر طبقہ کے لوگوں کے لئے جاذب رہتے ہیں۔

۱۹ حل لغات ۔ مَعَايِشَ۔ مَعِيْشَةٌ کی جمع ہے۔ اور معیشۃ کے معنے ہیں۔ اَلَّتِیْ تَعِیْشُ بِهَا مِنَ الْمَطْعَمِ وَالْمَشْرَبِ۔ وہ کھانا اور پینا جس سے انسان زندہ رہتا ہے۔ وما تکونُ بہ الحیاۃُ جس پر زندگی کا دارومدار ہو۔ وَمَا يُعَاشُ بِهٖ مِنْ طَعَامٍ وَنَحْوِهٖ مِمَّا يُكْسَبُ۔ کھانا اور اس جیسی اور ضروریات جن کو انسان کما کر حاصل کرتا ہے۔ اس پر بھی معیشت کا لفظ بولا جاتا ہے۔ اویعاشُ فیہ من مکانٍ وزمانٍ وہ وقت یا جگہ جس میں زندگی بسر کی جائے۔ (اقرب)

تفسیر۔ زمین میں تمہارے لئے ہر قسم کے سامان پیدا کئے گئے ہیں۔ اور ان کا رزق بھی پیدا کیا گیا ہے۔ جن کو تم رزق نہیں دے سکتے۔ انسان دوسرے حیوانوں پر برتری کا دعویدار ہے۔ لیکن رزق جمع کرنے میں کس قدر تکلیف اٹھاتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہزاروں ہزار کیڑوں مکوڑوں کا رزق کس طرح مہیا کر رکھا ہے! انسان کو رزق نہیں دیتا۔ مگر پھر بھی سب کو رزق مل رہا ہے۔ یہ ایک بالا ہستی کا ثبوت ہے۔ جس کی نظر سے اس کی کوئی مخلوق پوشیدہ نہیں۔ اوپر کی آیات سے اس آیت کا یہ بھی تعلق ہے کہ روحانی غذاؤں کا بھی انسان ہر زمانہ میں محتاج ہوتا ہے۔ ایک زمانہ کے لوگ دوسرے زمانہ کے لوگوں کے لئے صحیح روحانی غذا مہیا نہیں کر سکتے۔ اس لئے انسانی علوم بدلتے رہتے ہیں۔ اس لئے فرمایا کہ ایسے وسیع مطالب والے الہامی کلام کی جو آسمان سے نازل ہو اور اسے محفوظ رکھا جائے۔ ایک یہ بھی ضرورت ہے۔ کہ اگر انسانوں پر معاملہ چھوڑ دیا جائے۔ تو آئندہ نسلوں کا وہ کبھی خیال نہ رکھیں۔ اپنے زمانہ کے حالات اور علوم کے مطابق کلام الٰہی کو ڈھال لیں اور اگلے لوگ حیران و پریشان رہ جائیں۔ گذشتہ علوم انکی تسلی کا موجب نہ ہوں اور نئی ضرورتوں کو کلام الٰہی پورا نہ کرتا ہو۔ پھر وہ کیا کریں۔ اس لئے فرمایا۔ کہ جس طرح ان جانداروں کا رزق ہم نے مہیا کیا ہے۔ جن کو تم رزق نہیں دے سکتے یا نہیں دیتے اسی طرح ان انسانوں کے لئے ہم نے اس کلام میں ذخیرہ جمع کر رکھا ہے۔ جو بعد میں آنے والے ہیں اور پہلے زمانہ کے لوگ انکی روحانی غذا کا انتظام نہیں کر سکتے۔ جب وہ وقت آئے گا۔ اللہ تعالیٰ ان خزانوں کو ان کے لئے کھول دیگا اور وہ روحانی غذا حاصل کر لینگے۔ اللہ تعالیٰ کا کیسا احسان ہے اگر قرآن کریم کے علوم گذشتہ زمانہ تک محدود ہوتے۔ تو آج روحانی غذا کے طالبوں کے لئے سخت مشکلات ہوتیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس کلام کو ویسا ہی وسیع بنایا ہے۔ جیسا کہ مادی جیسے مادّی دنیا کو

آٹھویں آیت کا پہلی آیتوں سے تعلق

زمین کے نشوونما پانے اور اس کو کمزوری سے بچانے کے لئے تین سامان۔

معایش

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو ویسا ہی وسیع بنایا ہے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

إِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهُ وَمَا نُنَزِّلُهُ إِلَّا بِقَدَرٍ

جس کے (غیر محدود) خزانے ہمارے پاس نہ ہوں اور اسے ہم ایک معین اندازے سے ہی

مَّعْلُومٍ ۝ وَأَرْسَلْنَا الرِّيَاحَ لَوَاقِحَ فَأَنزَلْنَا

اُتارتے ہیں ۲۲ اور ہم نے (بخارات کو) اُٹھانے والی ہوائیں (بھی تمہارے لئے) چھوڑ رکھی ہیں۔ اور (انکے

مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَسْقَيْنَاكُمُوهُ وَمَا أَنتُمْ

ذریعے) ہم نے بادلوں سے پانی اُتارا ہے پھر وہ تمہیں پینے کو دیا ہے۔ اور تم (خود) اسے

دُنیا کو بلکہ اس سے زیادہ اور ہر زمانہ کے مطابق اس میں سے علوم نکلتے رہتے ہیں۔

نُنَزِّل

۲۲ حل لغات۔ نُنَزِّل۔ نَزَّلَ سے مضارع جمع متکلم کا صیغہ ہے اور نَزَّلَهٗ کے معنے ہیں۔ صَیَّرَهٗ نَازِلًا اس کو اترنے والا کر دیا۔ یعنی ایسی حالت میں کر دیا کہ اُترے الْقَوْمَ۔ اَنْزَلَهُمُ الْمَنَازِلَ۔ لوگوں کو انکی جگہوں پر اُتارا۔ الشَّعُ۔ دَشَّبَهٗ۔ کسی چیز کو مرتب کیا۔ عَیَّنَهٗ۔ قَدَّرَ لَهَا الْمَنَازِلَ۔ قافلہ کے امام نے قافلہ کے لوگوں کے لئے جگہیں مقرر کر دیں (اقرب) تَنْزِیل اصل میں آہستہ آہستہ اُتارنے کو کہتے ہیں۔

اَلْقَدْرُ۔ مَا یُقَدِّرُ اللّٰهُ مِنَ الْقَضَاءِ۔ وَقَضَا جس کا اللہ تعالیٰ فیصلہ کرتا ہے۔ وَعَرَّفَهٗ بَعْضُهُمْ بِاَنَّهٗ تَعَلُّقُ الْاِرَادَةِ بِالْاَشْیَاءِ فِیْ اَوْقَاتِهَا۔ اور بعض نے قدر کی یہ تعریف کی ہے کہ اشیاء کا اپنے اوقات پر وقوع پذیر ہونا قدر کہلاتا ہے۔ مبلغ الشَّعْ کسی چیز کی حد اور انتہاء الطَّاقَة۔ طاقت (اقرب)

اَلْقَدْر

تقدیر الٰہی کے متعلق جو مختلف نظریے کئے جاتے ہیں۔

تفسیر۔ اس آیت میں ایک بہت بڑی صداقت بیان کی گئی ہے۔ اور پہلی آیت کی مزید تفصیل کی گئی ہے۔ ہر چیز کے خزانے اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس رکھے ہیں اور ضرورت کے مطابق وہ انسانی ذہن کو ادھر منتقل کر دیتا ہے۔ اور لوگ ان خزانوں سے فائدہ اُٹھا لیتے ہیں۔ زمین میں سبھی کچھ تھا۔ مگر ایک وقت تک انسان نے لوہے کا علم حاصل نہ کیا تھا۔ پھر لوہا نکلا۔ اور اسے لوگوں نے خوب استعمال کیا۔ مگر لوہا بے جان تھا۔ جب انسان کی ضرورت بڑھی اور اس نے دنیا میں کثرت سے پھرنا چاہا۔ تو پتھر کے کوئلے اور بھاپ کی دریافت ہوئی اور بے جان لوہا جانداروں کی طرح کام کرنے لگا۔ ضرورت نے ترقی کی۔ تو تار کی بجلی کی ایجاد ہوئی۔ اس کے بعد بے تار کی بجلی کی۔ غرض ہر زمانہ کے مطابق زمین خزانے اُگلتی چلی جاتی ہے اسی طرح فرماتا ہے۔ الٰہی کلام کی بھی حفاظت کی جاتی ہے اس کے خزانے محفوظ رکھے جاتے ہیں اور زمانہ کی ضرورت کے مطابق نازل کئے جاتے ہیں۔ پس کلام الٰہی کو صرف ایک کتاب نہیں سمجھنا چاہیئے کہ نازل ہو گئی اور پھر خدا تعالیٰ نے اس سے تعلق چھوڑ دیا۔ بلکہ کلام الٰہی ایک دنیا ہے جو ہزاروں خزانوں پر مشتمل ہے جو مختلف زمانہ کے لوگوں کے لئے ہیں جب تک وہ خزانے سب کے سب مستحقین میں تقسیم نہ ہو جائے اس کلام کو بھی کسی طرح چھوڑا جا سکتا ہے۔ ہاں جس کلام کا خزانہ خالی ہو جائے چونکہ اس میں کوئی چیز پہنچانے والی نہیں رہتی اسے چھوڑ دیا جاتا ہے۔

ان آیات میں مسلمانوں کو خطاب

یاد رہے کہ پچھلی آیات میں گو مخصوص طور پر حفاظت قرآن کا ذکر تھا لیکن ان میں مسلمانوں کو بھی خطاب میں شامل کر لیا گیا ہے۔ اور حفاظت قرآن کے عقیدہ کے متعلق مسلمان جن غلطیوں میں پڑ سکتے تھے۔ ان کا جواب بھی دیا گیا ہے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

لَهٗ بِخٰزِنِيْنَ ○ وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَ

محفوظ نہیں رکھ سکتے ۲۱ اور یقیناً ہم ہی (ہر ایک کو) جلاتے اور مارتے ہیں اور

نَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ ○ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ

ہم ہی (سب کے) وارث ہیں ۲۲ اور ہم تم میں سے آگے نکل جانے والوں کو (بھی) یقیناً جانتے ہیں

۲۱ حل لغات۔ لَوَاقِحَ:۔ یُقَالُ لَقِحَتِ النَّاقَةُ تَلْقَحُ وَكَذٰلِكَ الشَّجَرَةُ۔ اونٹنی حاملہ ہوگئی اور درخت ثمر دار ہوگیا۔ وَاَلْقَحَ فُلَانٌ النَّخْلَ کھجور کے نر مادہ کو ملایا۔ وَاَرْسَلْنَا الرِّيَاحَ لَوَاقِحَ اَیْ ذَوَاتِ لَقَاحٍ۔ یعنی لَوَاقِح کے معنے ہیں۔ وہ ہوائیں۔ جو درختوں سے نر کا مادہ لے کر درختوں تک پہنچاتی ہیں (مفردات) اَللَّوَاقِحُ مِنَ الرِّيَاحِ الَّتِیْ تَحْمِلُ النَّدٰی ثُمَّ تَمْجُجُهٗ فِی السَّحَابِ فَاِذَا اجْتَمَعَ فِی السَّحَابِ صَارَ مَطَرًا۔ لَوَاقِح ان ہواؤں کو کہتے ہیں۔ جو زمین پر سے اُٹھنے والے بخارات کو لیکر چلتی ہیں۔ پھر بادلوں میں ان کو ملا دیتی ہیں (اقرب)

تفسیر۔ لَوَاقِح ان ہواؤں کو کہتے ہیں جو درختوں میں سے نر کا مادہ لے کر درخت تک پہنچاتی ہیں۔ اور اس طرح درختوں کو پھل آتا ہے۔ اسی طرح ان ہواؤں کو بھی لَوَاقِح کہتے ہیں جو زمین پر سے اُٹھنے والی رطوبت کو لے کر اُڑتی ہیں۔ یہاں تک کہ وہ بادلوں کی صورت اختیار کر لیتی ہیں۔

ہو سکتا ہے کہ اس آیت میں لَوَاقِح سے مراد یا تو ہوائیں ہوں جو بادلوں کو جمع کرنے والی ہوائیں ہوں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ دونوں ہی معنے اس جگہ مراد ہوں یعنے ہم وہ ہوائیں بھی چلاتے ہیں جو نر درختوں کا مادہ درختوں پر ڈال کر انہیں پھل لانے کے قابل بناتی ہیں اور وہ ہوائیں بھی چلاتے ہیں جو زمینی رطوبتوں کو جمع کر کے بادل کی صورت میں تبدیل کر دیتی ہیں اور زمین پر بادلوں کو برسا کر ان درختوں کو جو پہلی قسم کی ہواؤں کے ذریعہ سے نر مادہ کا میل کر چکے ہیں کثرت سے پھل دار بناتی ہیں

لَوَاقِحَ

آخر میں یہ بتایا کہ پانی کیسی ضروری شے ہے اور کیسی عام مگر انسان اسے بھی محفوظ نہیں رکھ سکتا پھر روحانی امور میں وہ کیونکر اپنے آپ کو محافظ کے مقام پر کھڑا کرنا چاہتا ہے

کفار کے اس شبہ کا جواب کہ پہلی کتب کی موجودگی میں قرآن کریم کی کیا ضرورت ہے۔

اس آیت میں حفاظت کلام الٰہی کے بارہ میں کفار اور مسلمانوں دونوں کو مخاطب کیا گیا ہے۔ کفار کے اس شبہ کا جواب دیا گیا ہے کہ پہلی کتب کی موجودگی میں قرآن کریم کی کیا ضرورت ہے اور بتایا ہے کہ پانی کی موجودگی میں بادلوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ بغیر آسمانی بارش کے زمینی پانی کام کا نہیں رہتا اور مسلمانوں کو توجہ دلائی ہے کہ قرآن کریم کی موجودگی سے مغرور نہ ہونا۔ آسمانی پانی آسمان ہی سے صاف ہو کر ملتا ہے۔ جب کبھی تم لوگ اپنے خیالات کو ملا کر کلام الٰہی کے مطالب کو گندا کر دو گے اللہ تعالےٰ آسمان سے ایسے سامان کرے گا کہ پھر قرآنی مطالب صاف ہو کر دُنیا کو پہنچا دیئے جائیں گے۔

اس آیت سے مسلمانوں کو نصیحت۔

۲۲ حل لغات۔ اَلْوَارِثُ۔ وَرِثَ سے اسم فاعل ہے نیز الوارث کے معنی ہیں۔ اَلْبَاقِیْ بَعْدَ فَنَاءِ الْخَلْقِ یعنی وارث کا لفظ خدا تعالیٰ پر اس لحاظ سے بولتے ہیں کہ وہ مخلوق کے فنا ہونے کے بعد باقی رہے گا۔ وَفِی الدُّعَاءِ "اَللّٰهُمَّ اَمْتِعْنِیْ بِسَمْعِیْ وَبَصَرِیْ وَاجْعَلْهُ الْوَارِثَ مِنِّیْ" اَیْ اِبْقِهِمَا مَعِیْ صَحِیْحَیْنِ حَتّٰی اَمُوْتَ۔ اور حدیث میں ایک دعا ہے جس میں کان اور آنکھ کے لئے وارث کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کے معنے ہیں کہ موت تک وہ صحیح سلامت رہیں (اقرب)

اَلْوَارِث لَوَاقِح کے مراد

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مِنكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَأْخِرِينَ ○ وَإِنَّ رَبَّكَ

اور (اسی طرح) ہم (تم میں سے) پیچھے رہ جانے والوں کو (بھی) یقیناً جانتے ہیں ۹۲۳ اور یقیناً تیرا رب ہی

ع ۲ ۱۰ ۲ هُوَ يَحْشُرُهُمْ ۚ إِنَّهُ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ○ وَلَقَدْ خَلَقْنَا

انہیں جمع کرے گا وہ یقیناً حکمت والا (اور) بہت جاننے والا ہے ۹۲۴ اور انسان کو ہم نے یقیناً

تفسیر فرمایا ہم ہی باقی رہنے والے ہیں۔ تم تو فانی ہو بھلا کلام الٰہی کی کیسے حفاظت کر سکتے ہو۔ اس لئے ہم اپنا کلام بندوں کے سپرد نہیں کر سکتے۔

ہر نبی کے زمانہ میں حشر ہوا

۹۲۳ تفسیر۔ یعنی یہ خیال نہ کرو کہ آخر مومن بندے دُنیا میں موجود ہیں وہ کیوں حفاظت کا کام نہیں کر سکتے فرماتا ہے ایمان کا دل سے تعلق ہے۔ اور دل کے حالات اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ قرآن کریم کی حفاظت محض ظاہری علوم پر مبنی نہیں بلکہ قلبی طہارت سے تعلق رکھتی ہے اور اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے کہ کون نیکی میں بڑھا ہوا ہے اور کون نہیں۔ پس یہ کام اس نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے جسے وہ مستقدم دیکھے گا اس کے سپرد یہ کام کریگا اور جو قلبی طہارت میں متاخر ہوں گے خواہ ظاہری علوم میں کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں وہ اس کام کے اہل نہ سمجھے جائیں گے۔

قرآن کریم کی حفاظت محض ظاہری علوم پر مبنی نہیں بلکہ قلبی طہارت سے تعلق رکھتی ہے۔

یحشر

۹۲۴ حل لغات۔ یَحْشُرُ حَشْرٌ سے مضارع کا صیغہ ہے اور حَشَرَ النَّاسَ کے معنے ہیں۔ جَمَعَهُمْ۔ لوگوں کو جمع کیا۔ وَيَوْمُ الْحَشْرِ۔ يَوْمُ الْبَعْثِ وَالْمَعَادِ وَهُوَ مَاخُوذٌ مِنْ حَشْرِ الْقَوْمِ إِذَا جَمَعَهُمْ۔ اور يَوْمُ الْبَعْثِ کو یوم حشر انہی معنوں کی رو سے کہتے ہیں کہ اس دن اگلے پچھلے لوگوں کو جمع کیا جائے گا۔ وَالْحَاشِرُ اسْمٌ مِنْ اَسْمَاءِ نَبِيِّنَا الْمُسْلِمِينَ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک نام حاشر بھی ہے (اقرب)

آنحضرت کا زمانہ میں حشر

تفسیر۔ حشر کے معنے جمع کرنے کے ہیں اور حشر انہی معنوں کے رو سے بعث مابعد الموت کے لئے استعمال کیا جاتا ہے کیونکہ اس دن اگلے پچھلے سب انسانوں کو جمع کیا جائے گا۔ حشر کا لفظ اس اجتماع کے لئے بھی بولا جاتا ہے جو نبیوں کے ذریعہ سے اس دُنیا میں ہوتا ہے یعنی ساری قوم کو اختلاف اور جھگڑے سے نکال کر وحدت کی رسی میں پرو دیا جاتا ہے۔ کوئی نبی نہیں آیا جس کے ذریعہ سے حشر نہ ہوا ہو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں دیکھو کیسا حشر ہوا کہ مختلف الخیال لوگوں کو ایک کلمہ پر جمع کر دیا گیا اور پھر ساری دُنیا میں پھیلا دیا گیا۔ اس آیت میں دونوں حشر کی طرف اشارہ ہے۔ دنیوی حشر کی طرف اس طرح کہ گو آج تیری قوم تیرے خلاف ہے لیکن ایک دن سب کو تیرے ہاتھ پر جمع کر دیا جائے گا۔ حکیم و علیم کی صفات سے یہ بتایا ہے کہ فوری طور پر اس لئے جمع نہیں کیا گیا کہ یہ حکمت کے خلاف ہے ورنہ لوگ اسی طرح جمع ہو سکتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر تصرف کر کے انہیں جبر کے ذریعہ سے مسلمان بنا دیتا مگر اس کا کیا فائدہ تھا وہ لوگ جو اس طرح مسلمان ہوتے کسی انعام کے مستحق نہ ہوتے۔ دوسرے ان لوگوں میں جو خاص روحانی طاقتیں رکھتے ہیں اور نبی کو اس کے شروع زمانہ میں پہچان لیتے ہیں ان میں اور کمزوروں میں کوئی امتیاز نہ رہتا اگر ایسا ہوتا تو ابوبکرؓ اور ابوجہل میں کیا فرق رہ جاتا سب ہی ایک دم مسلمان ہو جاتے اور دُنیا ابوبکرؓ کی قابلیتوں اور ابوجہل کی نالائقیوں کو جان نہ سکتی پس ایسا کرنا حکمت کے خلاف تھا۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے جبر سے کام نہیں لیا اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ قابل جوہروں اور ناقص لوگوں اور بالکل ناقابل لوگوں کے حالات دُنیا کو معلوم ہو گئے اور اس

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اَلْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۝

آواز دینے والی مٹی سے یعنی سیاہ گارے سے جس کی ہیئت تبدیل ہو گئی تھی پیدا کیا ہے ۲۵

نتیجہ میں دُنیا نے ابوبکر عمر اور عثمان اور علی رضوان اللہ علیہم سے اپنے اپنے وقت میں فائدہ اٹھایا۔ اگر سب ہی پہلے دن مسلمان ہو جاتے تو ممکن ہے پہلی عبادت کی وجہ سے لوگ ابوبکرؓ کی جگہ ابوجہل یا ویسے ہی کسی آدمی کو اپنا سردار بناتے اور ان فوائد سے محروم رہ جاتے جو ابوبکر وغیرہ سابق الایمان صحابہؓ سے ان کو پہنچے۔ علیم کہہ کر یہ بتایا کہ گو اس حکمت کی وجہ سے دیر ہوئی ہے مگر اس سے مایوس نہ ہونا چاہیئے خدا جو علیم ہے تم کو بتاتا ہے کہ آگے چلکر سب عرب اس دین کے اصول پر جمع ہو جائے گا۔ اُخروی زندگی کے لحاظ سے یہ بتایا کہ ایک دن سب اگلے پچھلے لوگ اللہ تعالےٰ کے حضور جمع کئے جائینگے اور اپنے اپنے اعمال کی جزا پائینگے پس وہ ابتدائی تکالیف جو مسلمانوں کو پہنچ رہی ہیں ان کا خیال نہ کرنا چاہیئے نہ ان لوگوں کو ناکام سمجھنا چاہیئے جو اس شیطانی دنیا کی جنگ میں فتح سے پہلے مارے جائینگے کیونکہ اصل روزِ جزاء تو مرنے کے بعد آنے والا ہے اور اللہ تعالےٰ کی حکمت اور علم نے اس دنیا کو اصل روزِ جزاء نہیں بنایا۔

۲۵ حل لغات ۔ صَلْصَال: صَلْصَال اسم ہے اس سے فعل ماضی صَلْصَلَ ہے۔ اور صَلْصَلَ الشَّیْءُ کے معنے ہیں صَوَّتَ۔ اس چیز نے آواز دی۔ صَلْصَلَ الْجَرَسُ: رَجَّعَ صَوْتَهُ۔ اور اگر صلصل الجرس کہیں تو یہ معنی ہونگے کہ گھنٹی میں سے سُرسُر (یعنی وہ جو ٹن کر کے لمبی آواز نکلتی ہے) آواز نکلی۔ صلصل فلانًا: اَوْعَدَهٗ وَهَدَّدَهٗ۔ صَلْصَلَ فلانًا کے معنے ہیں کہ اس کو ڈرایا اور دھمکایا جب صَلْصَلَ زَیْدٌ کہیں۔ تو اس کے معنے ہونگے۔ قَتَلَ رَئِیْسَ الْعَسْکَرِ زید نے لشکر کے سردار کو قتل کیا (کیونکہ سردار کے قتل کرنے سے ایک شور پڑ جاتا ہے) صَلْصَلَ الرَّعْدُ۔ صفا صوتہٗ بجلی کی آواز میں سریلی گونج پیدا ہوئی

صَلْصَال کے معنے تاج العروس میں

اور صَلْصَال کے معنے ہیں الطِّیْنُ الْخُرُّ خُلِطَ بِالرَّمْلِ وَقِیْلَ الطِّیْنُ مَالَمْ یُجْعَلْ خَزَفًا وہ مٹی جو خالص ہو اور اس کے ساتھ ریت ملی ہوئی ہو اور بعض کہتے ہیں کہ وہ مٹی ہو پکائی نہ گئی ہو۔ اور تاج العروس میں اس کے یہ معنے کئے گئے ہیں کہ صَلْصَلَ اللِّجَامُ وَکَذٰلِکَ کُلُّ یَابِسٍ یُصَلْصِلُ اِذَا تَحَرَّکَ فَسُمِعَ لَهٗ صَوْتٌ کہ لگام سے سُرسُر آواز نکلی اور ایسے ہی ہر خشک چیز سے جو سُرسُر آواز پیدا ہو اسے صلصال کہتے ہیں۔ وفی روایۃ اَحْیَانًا یا تینی مثل صَلْصَلَةِ الْجَرَسِ۔ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کبھی وحی مجھ پر اس طرح نازل ہوتی ہے جیسے گھنٹی کی لمبی آواز۔ والصلصال: الطِّیْنُ الْخُرُّ خُلِطَ بِالرَّمْلِ فَصَارَ یَتَصَلْصَلُ اِذَا جَفَّ اور خالص مٹی جس میں ریت ملا دی گئی ہو اسے صَلْصَال کہتے ہیں فَاِذَا طُبِخَ فِی النَّارِ فَهُوَ الْفَخَّارُ۔ مگر اسے جب آگ میں پکایا جاوے تو اسے فخار کہتے ہیں۔ وقال مجاھدٌ الصلصال حَمَأٌ مَسْنُوْنٌ۔ اور مجاہد نے کہا ہے کہ صَلْصَال کے معنے سڑی ہوئی مٹی کے ہیں۔ وصَلْصَلَ الرَّجُلُ: اَوْعَدَ وَتَهَدَّدَ اور صلصل کا فعل جب کسی انسان کی طرف منسوب کریں تو معنے یہ ہونگے کہ اس نے دھمکی دی۔ اور ڈرایا۔ وایضًا اِذَا قَتَلَ سَیِّدَ الْعَسْکَرِ یا یہ کہ اس نے سردار لشکر کو قتل کر دیا۔ وتَصَلْصَلَ الْغَدِیْرُ اِذَا جَفَّتْ حَمَأَتُهٗ۔ تصلصل الغدیر اس وقت کہتے ہیں کہ جب جوہڑ کا گارا خشک ہو جائے۔ وفرس صلصالٌ۔ حاد الصوت دقیقہ اور گھوڑے کو صلصال کہتے ہیں جب اسکی آواز تیز اور باریک ہو۔ وقال ابو احمد العسکری یقال للحمار الوحشی الحاد الصوت صالٌّ وصلصالٌ۔ اور ابو احمد عسکری

صَلْصَال کے ہم معنی لفظ

هو یحشرهم ہم معنی لفظ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

نے کہا ہے کہ وہ گورخر جسکی آواز تیز ہو اسے بھی صالٌ اور صَلْصَالٌ کہتے ہیں وبہ فُسِّرَ الحدیثُ اغبُّوْنَ ان تکونوا مثل حمیر الصَّالَّۃِ کَاَنَّہٗ یرید صیحۃ الاجساد شدیدۃ الاصْوَاتِ لقوتہا ونشأتہا اور انہی معنوں کی رو سے اس حدیث کی تفسیر کی جاتی ہے جس میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم چاہتے ہو کہ صالّہ گورخروں کی طرح ہو جاؤ یعنی وہ جو اپنی مضبوطی اور قوت کی وجہ سے صحیح جسموں والے تیز آواز والے ہوتے ہیں ویسے تم بھی ہو جاؤ یہ روایت مجمع البحار میں بھی آئی ہے اور مجمع البحار میں یہ بھی لکھا ہے کہ عن ابن عباس الصلصالُ ھو الماءُ یقعُ علی الارضِ فتَنْشَقُ فیحدثُ ویصیرُ لہ الصَّوتُ

مِنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ میں مِن کے متعلق اختلاف۔

یعنی ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ صَلْصَال اس پانی کو کہتے ہیں جو زمین پر گر کر خشک ہو جائے اور وہ مٹی جس پر وہ گرے خشک ہو کر آواز دینے لگے (خشک زمین کی پپڑیاں) والصلصالُ۔ الطینُ الیابسُ یصل ای یصوت عند النقر او المنتنُ۔ صلصال اس خشک مٹی کو کہتے ہیں جو ٹھکرانے پر آواز دیوے اسی طرح سڑی ہوئی مٹی کو بھی کہتے ہیں۔

حَمَاٌ

حَمَاٌ: حَمَأَ یحمأُ ابئرَ۔ نزع حمأتہا حمأ البئر کے معنے ہیں کنوئیں میں سے گارا نکالا۔ الحماءُ کُلّ ما کان من قِبَلِ المزوج مثل الاخ والاب اور حمأ خاوند کی طرف سے رشتہ داروں کو بھی کہتے ہیں جیسے خاوند کا بھائی یا باپ وغیرہما۔ اَلْحَمَأُ: الطِّیْنُ الاسْوَدُ اور حمأ کالی مٹی کو بھی کہتے ہیں (اقرب)

مَّسْنُوْنٍ

مَسْنُوْن: سَنَّ یَسُنُّ سَنًّا سے اسم مفعول ہے اور سَنَّ السِّکِّیْنَ کے معنے ہیں اَحَدَّہٗ چھری کو تیز کیا۔ وھٰذا ممّا یَسُنُّکَ علی الطَّاھِرِ اے یشحذک علی اکلہ ویُقَیِّضُہ الیک یعنی یہ چیز ان چیزوں میں سے ہے جو تجھے کھانے کے لئے تیار کر دیگی اور اسکی تجھے رغبت دلائے گی۔ سَنَّ الطِّیْنَ۔ عَمِلَہٗ فَخَّارًا اور سَنَّ الطِّیْنَ کے معنے ہیں۔ کہ مٹی کو پکا کر سخت کر دیا۔ سَنَّ الشَّیْءَ: سَھَّلَہٗ کسی چیز کو آسان کر دیا۔ صَوَّرَہ یا اسکی شکل بنا دی سَنَّ عَلَی القوم سُنَّۃً۔ وَصَفَھَا کوئی طریق مقرر کیا (اسی سے لفظ مسنون نکلا ہے کہ جس کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لئے یہ طریق مقرر کیا ہے) اور مَسْنُوْن کے معنے ہیں۔ المُنْتِنُ یعنی بدبودار چیز المسنونۃ۔ الارض الَّتِی أُکِلَ نباتھا اور ایسی زمین کو بھی جس کا گھاس ختم ہو چکا ہو۔ مسنون کہتے ہیں۔

تفسیر اس آیت میں یہ جو فرمایا ہے مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ۔ اس کے بارہ میں مفسرین میں اختلاف ہے کہ مِنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ میں مِن کے کیا معنے ہیں بعض نے کہا ہے کہ یہ اپنے مجرور کے ساتھ مل کر صفت ہے۔ صَلْصَال یعنی وہ صلصال جو حَمَاٍ سے بنا ہے (ابوالبقاء۔ کشاف) بعض نے کہا ہے کہ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ بدل ہے مِنْ صَلْصَالٍ کا (البحر المحیط اور ابوالبقاء) اس صورت میں اس کے یہ معنی ہونگے کہ صلصال سے ہماری مراد حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ہے گویا پہلی ترکیب کے لحاظ سے تو اس کے یہ معنے ہیں کہ انسان کی پہلی حالت حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ کی تھی پھر اس سے صَلْصَال بنا۔ اور دوسری ترکیب کے لحاظ سے یہ معنے ہونگے کہ صَلْصَال اور حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ سے ایک ہی حالت کی طرف اشارہ کرنا مطلوب ہے۔ صرف مضمون کی وضاحت کے لئے دو ہم معنی الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ میری ذاتی رائے یہ ہے کہ پہلی کے معنوں کی صورت میں مِنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ کو عطف بیان قرار دینا زیادہ صحیح ہے کیونکہ بدل میں مقصود دوسرا اسم ہوتا ہے اور پہلا اسم اس کے مفہوم کو قریب کرنے کے لئے لایا جاتا ہے۔ اور عطف بیان میں مقصود اسم اوّل

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ہوتا ہے اور دوسرا اسم اس کے مفہوم کو واضح کرنے کے لئے لایا جاتا ہے اور اس آیت میں میرے نزدیک پہلا جملہ یعنی مِنْ صَلْصَالٍ اصل مقصود ہے اور مِنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ اس کے بیان کے طور پر استعمال ہوا ہے اس ترکیب کے لحاظ سے اس آیت کے یہ معنے بنیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا کہ میں ایک بشر بنانے والا ہوں جو آواز دینے والی مٹی سے پیدا ہوگا یعنے ایسے کیچڑ سے جو ایک خاص صورت میں ڈھالا گیا ہو یعنی انسانی پیدائش ایسی پانی ملی ہوئی مٹی سے ہے جسے ایک خاص شکل دی گئی ہے۔ اور وہ کھوکھلی ہے جسے ٹھوکرنے سے وہ آواز دیتی ہے۔ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ اوّل انسان مٹی سے پیدا ہُوا ہے۔ دوم اسے خاص ترکیب دیکر ایسی طرح تیار کیا گیا ہے کہ وہ اپنے اندر خلاء رکھتا ہے۔ سوم جب اسے ٹھکوایا جاتا ہے تو وہ آواز دیتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے اندر خدا تعالیٰ کی آواز پر لبیک کہنے کی طاقت ہے جس طرح خلادار چیز کو ٹھکوریں تو وہ بولتی ہے۔ اسی طرح انسان کو جب اللہ تعالیٰ ٹھکورتا ہے یعنے اس کا امتحان لیتا ہے تو جو انسان سلامت اور اچھا ہوتا ہے وہ اللہ تعالےٰ کے ٹھکورنے پر جواب دیتا ہے اور اس میں سے جواباً آواز آتی ہے اور یہی خصوصیت انسان کی ایسی ہے جو اسے دوسری اشیاء سے ممتاز کرتی ہے یعنی انسان کے اندر اللہ تعالےٰ کے امتحان کو قبول کرنے کی اور پھر اس کا جواب دینے کی قابلیت ہے۔

یہ کہ وہ صورت جس میں انسان پہلے بنایا گیا اور جس پر حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ کے الفاظ دلالت کرتے ہیں کیا تھی اس کا قرآن کریم نے ذکر نہیں کیا۔ ممکن ہے وہ بالکل غیر مرئی ہو اور خوردبینی ہو۔ بہرحال جو صورت مٹی سے انسان کو ابتداءً ملی۔ وہ اسی وقت سے صلصال تھی یعنے یہ قابلیت رکھتی تھی کہ خدا تعالیٰ اس کا امتحان لے اور وہ اس کا جواب دے اس مضمون سے ظاہر ہے کہ قرآن کریم انسانی پیدائش میں ایک ارتقاء کا تو قائل ہے۔ مگر ایسے ارتقاء کا نہیں جو اتفاقاً ہو گیا بلکہ وہ انسانی پیدائش کو درجہ بدرجہ نوبتا نوبت ہے لیکن یہ نہیں تسلیم کرتا کہ انسان بننے والا ذرہ کسی وقت بھی انسان کے سوا کچھ اور تھا۔ بلکہ اس کے نزدیک وہ جب بھی اور جس صورت میں بنا تھا اس میں انسان بننے اور الہام کو قبول کرنے کی قابلیت موجود تھی۔ اپنے تمام دوروں میں ایک خاص مقصد کی طرف وہ قدم بڑھا رہا تھا اور ڈارون کی تھیوری کے مطابق یہ نہ تھا کہ اس کے بعض حصے نامکمل صورت میں الگ شاخوں میں تقسیم ہوتے گئے ہوں اور کچھ اچھے حصے الگ ہو کر آگے بڑھتے گئے ہوں۔

قرآن کریم انسانی پیدائش میں ارتقاء کا قائل ہے

کہنے مسنون کے معنے صورت والی شے کے کئے ہیں گو عام طور پر مفسرین کے معنے سڑی ہوئی شے کے کرتے ہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ جیسا کہ علامہ ابوحیان نے لکھا ہے (آیت بالا جلد ۵) سڑنے کے معنے اَسَنٌ سے پیدا ہوتے ہیں جو ثلاثی مزید کا صیغہ ہے اور اس سے اسم مفعول کا صیغہ مسنون نہیں بلکہ مُسَنٌّ بنتا ہے۔ سَنَنٌ کے معنے ایک طریق کو جاری کرنے یا صورت دینے یا تیز کرنے یا مٹی کو پکا کر اسے ایسا بنا دینے کے ہوتے ہیں کہ وہ آواز دینے لگے پس سڑی ہوئی مٹی کے معنے ایک مجازی معنے ہیں حقیقی معنے ایک خاص شکل پر بنائی ہوئی شے یا آواز دینے کے قابل بنی ہوئی شے کے ہیں

مسنون کے معنے صورت والی شے کے

مسنون کے معنے سڑی ہوئی مٹی کے مجازی ہیں

اس آیت میں ان لوگوں کا جواب دیا ہے جو الہام الٰہی کو عجیب سمجھتے ہیں اور حیرت کرتے ہیں کہ انسان کو الہام ہو کس طرح سکتا ہے اور فرمایا کہ تعجب کے قابل یہ بات نہیں کہ الہام کیونکر ہوتا ہے تعجب اس بات پر ہونا چاہیئے کہ کسی کو الہام کیوں نہ ہو کیونکہ انسانی پیدائش کی ابتدا سے الہام کی قابلیت انسان میں رکھی گئی ہے اور اسکی پیدائش کی غرض ہی یہ تھی کہ وہ کامل ہو کر الہام الٰہی کو حاصل کرے پس اس پر تعجب نہ کرو کہ محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو الہام کیونکر ہو گیا۔ یا اس الہام کی حفاظت کے لئے آئندہ

الہام الٰہی کو عجیب سمجھنے والوں کو جواب

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اس کے اَشباع کو کس طرح الہام ہوگا۔ تعجب اپنی حالت پر کرو کہ مِن صَلْصَال ہوتے ہوئے تم کو کیوں الہام نہیں ہوتا۔ اور اپنی حالت کے بدلنے کی طرف توجہ کرو۔

اس آیت سے پہلی آیت یہ ہے وَاِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ۔ اس کے بعد اس آیت میں خلق آدم کا ذکر شروع کیا ہے۔ یہ کوئی اتفاقی امر نہیں بلکہ قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں بھی خلق آدم کا ذکر ہے اس سے پہلے حشر کا ذکر یا بعث بعد الموت کے واقعات میں سے کسی حصہ کا ذکر ضرور موجود ہے چنانچہ (۱) بقرہ میں آدم کی پیدائش کا ذکر کیا ہے۔ اس سے پہلے فرمایا ہے۔ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ تم اللہ تعالےٰ (کی طاقتوں) کا کس طرح انکار کرتے ہو۔ حالانکہ تم پہلے بے جان تھے۔ اس نے تم کو جان دی پھر وہ تم کو مارے گا اور پھر زندہ کرے گا پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ یہاں بھی موت حیات اور پھر اس کی طرف جانے یعنے حشر کا ذکر ہے (۲) سورۂ اعراف میں آدم کا ذکر ہے وہاں بھی اس سے پہلے حشر کا ذکر کیا ہے یعنی رکوع اوّل میں تو حشر کا ذکر ہے اور رکوع دوم میں آدمؑ کی خلق کا (۳) الحجر کی زیر تفسیر آیت میں بھی ایسا ہی ہے۔ کہ پہلے حشر کا ذکر ہے اور بعد میں ساتھ ہی خلق آدم کا (۴) سورۂ کہف میں بھی خلق آدم کا ذکر ہے۔ وہاں بھی پہلے جزا و سزا اور مرکر اُٹھنے کا ذکر ہے پھر خلق آدمؑ کا۔ فرمایا وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا۔ وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا (رع) اور پھر فرمایا وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ (رع) (۵) طٰہٰ میں جہاں آدمؑ کا ذکر ہے وہاں پر بھی رکوع ۵ میں حشر کا ذکر ہے فرماتا ہے يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا اور اس کے آگے تفصیلات بھی حشر کی بیان ہوئی ہیں۔ پھر رکوع چھ کے آخر میں اور رکوع سات میں آدم کی پیدائش کا ذکر شروع ہوگیا ہے۔ فرماتا ہے وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ الآیۃ (۶) سورۂ ص میں بھی دوزخ و جنت کا ذکر کرکے حضرت آدمؑ کا ذکر کیا ہے (رکوع ۴ و ۵) غرض ان ساری آیات پر غور کرنے سے ایک معاند قرآن بھی سمجھ سکتا ہے کہ قرآن کریم کے نازل کرنے والے کے ذہن میں کوئی ترتیب ضرور ہے اور وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ قرآن میں کوئی ترتیب نہیں وہ غلطی پر ہیں ورنہ کیا وجہ ہے کہ موسیٰ اور دیگر انبیا کا ذکر تو بغیر حشر کے ذکر کے آجائے مگر جہاں بھی حضرت آدم کی پیدائش کا ذکر آئے اُس سے پہلے حشر کا ذکر ضرور ہو۔ خواہ وہ منکر اس ترتیب کو سمجھے یا نہ سمجھے۔ بہرحال اس پر اس قدر تو ضرور ثابت ہو جائے گا کہ قرآن کریم کے نازل کرنے والے کے ذہن میں ضرور کوئی خاص ترتیب تھی جس کی وجہ سے آدم کا ذکر ہمیشہ حشر کے ذکر کے ساتھ آتا ہے۔

قرآن کریم میں ایسی کئی مثالیں ہیں کہ کئی جگہ پر ایک ہی طرز کا ذکر بار بار ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر میں ایک بات کو بیان کرتا ہوں کہ قرآن کریم میں جہاں کہیں اسلام کی آیندہ ترقی اور عالمگیر تبلیغ کا ذکر آتا ہے وہاں پر ضرور حضرت مسیح علیہ السلام کا ذکر آتا ہے۔ تمام قرآن کریم میں تین جگہ یہ ذکر ہے اور تینوں جگہ مسیح علیہ السلام کا ذکر ہے۔ میرے نزدیک قرآن کریم کے مضامین کی ایک نہ ایک کنجی ضرور ہوتی ہے۔ بعض وقت اس کنجی کا علم الہام کے ذریعہ سے ہو جاتا ہے۔ اور بعض وقت انسان خود غور و فکر کرکے اپنی عقل سے مدد لیکر اس کو پالیتا ہے۔ مجھے ایک دفعہ بطور القاء بتایا گیا تھا کہ سورہ بقرہ کی کنجی يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ والی آیت ہے چنانچہ یعنے اس کنجی کی مدد سے تمام بقرہ کو حل کر لیا تھا ایسا ہی ایک دفعہ خدا تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا کہ بسم اللہ

قرآن کریم میں ہر جگہ خلق آدم کا ذکر اس سے پہلے حشر کا ذکر یا بعث بعد الموت کا ذکر

جگہ اعراف میں آدم کی پیدائش کا ذکر

قرآن کریم میں اسلام کی آیندہ ترقی کے ساتھ حضرت مسیح علیہ السلام کا ذکر

نکتہ بقرہ کا کل

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ہر ایک سورۃ کی کنجی ہے تبھی ہر سورۃ کے ساتھ نازل ہوئی ہے (سورہ توبہ علیحدہ کوئی سورۃ نہیں بلکہ انفال کا حصہ ہے) یہ تو ایک ضمنی بات بیان ہوگئی۔ میں یہ کہہ رہا تھا کہ ہر جگہ پر حشر کے ساتھ آدمؑ کا مذکور ہونا بتلاتا ہے کہ ان دونوں امور میں گہرا تعلق ہے۔ وہ تعلق کیا ہے؟

ہر سورۃ کی کنجی

اوّل تو یہ تعلق ہے کہ حشر اجساد کا مسئلہ کلی طور پر آدمؑ کی پیدائش کے ساتھ وابستہ ہے کیونکہ اگر ایک عاقل و قادر وجود نہ ہو تو حشر اجساد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جیوانات کسی شریعت پر عامل نہیں کیونکہ وہ معذور ہیں۔ اس لئے کسی سزا جزا کے مستحق نہیں اور کسی حقیقی حشر کے محتاج نہیں۔ فرشتے بھی کسی جزا و سزا کے مستحق نہیں کیونکہ گو وہ نیک ہیں لیکن بہر حال مجبور ہیں اور یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ (نحل ع ۶) کے مقام والا کسی حشر کا محتاج یا مزید جزاء کا مستحق نہیں ہوتا۔ شیطان کی پیدائش انسان کے تابع ہے مگر بہر حال انسان کے سوا جو بھی شیطان ہے وہ کسی سزا کا مستحق نہیں کیونکہ اپنا فرض پورا کر رہا ہے جس طرح اس دنیا کی گندی اشیاء سزا کی مستحق نہیں کہ وہ کیوں گندی ہیں۔ اسی طرح انسان کے سوا جو شیطان ہیں۔ وہ بھی سزا کے مستحق نہیں ہاں جو انسانوں میں سے شیطان ہیں وہ ضرور سزا کے مستحق ہیں اور حشر انہی بد انسانوں اور نیز نیک انسانوں کے لئے مقرر کیا گیا ہے پس پیدائش انسانی ہی حشر کا موجب ہے۔ اور اس وجہ سے ہر جگہ جہاں آدم کی پیدائش کا ذکر ہے اس سے پہلے حشر کا ذکر کیا گیا ہے تا بتایا جائے کہ انسانی پیدائش کا تقاضا ہے کہ کوئی حشر ہو اور حشر کا تقاضاء ہے کہ کوئی شریعت ہو ورنہ بغیر حجت کے سزا جزا بے معنی ہو جاتی ہے

حشر اور آدم کے واقعات میں گہرا تعلق

دوسرا تعلق ان دونوں مضامین کا یہ ہے کہ خلق انسانی حشر کی دلیل ہے۔ میں بعض دلائل اس دعویٰ کی تائید میں ذیل میں درج کرتا ہوں:۔

(۱) انسانی پیدائش کائنات کی ادنیٰ ترین حالتوں سے ترقی کر کے عمل ہوتی ہے پس یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ کوئی دارالجزاء بھی ہے۔ اگر انسان پہلے سے ہی ایک خلقت میں پیدا ہوتا۔ تو کہا جا سکتا تھا کہ یہ اتفاقی واقعہ ہے دوسری چیزیں بھی طبعی تغیرات کے نتیجہ میں بن گئی تھیں یہ بھی بن گیا لیکن ادنیٰ حالتوں سے مختلف تغیرات کے بعد انسان کا بننا اور انسان کے بن جانے کے بعد نئی مخلوق کے لحاظ سے ترقی کا رُک جانا یہ بتاتا ہے کہ انسانی پیدائش ایک ارادے کے ماتحت تھی اور تخلیق کا مقصود تھی۔

خلق انسان پر کئی دلیل ہے۔

(۲) دُنیا میں دو طاقتوں کا وجود پایا جاتا ہے ایک طاقت خیر کی ہے اور دوسری شر کی ہے۔ انسان کے اندر ان دونوں طاقتوں کا پایا جانا اور پھر اس میں دونوں پر قبضہ پانے کی قابلیت کا ہونا بتاتا ہے کہ انسان کو دُنیا پر حکومت کرنے کے لئے بنایا گیا تھا پس اسکی زندگی کا نتیجہ اس کے عمل سے کچھ زیادہ ہونا چاہئے اور اس کا تقاضا حشر ہے۔

(۳) اس دنیا کی ترقیات طبعی قوانین سے وابستہ ہیں نہ کہ اخلاقی اور روحانی امور سے اور انسانی پیدائش صاف طور پر ظاہر کر رہی ہے کہ اس کے وجود کا بڑا حصہ اخلاقی اور روحانی حالات ہیں۔ پس اس دنیا کی ترقیات اس کے لئے منزل مقصود نہیں ہو سکتیں اور اخلاقی اور روحانی قربانیوں کے لئے کوئی اور مقام جزاء ہونا چاہئے

حشر آدم کے واقعات کا پہلا تعلق۔

یہ جو فرمایا ہے مِنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ اس سے یہ بتلایا گیا ہے کہ انسان کی پیدائش پانی اور مٹی سے ہے کیونکہ حَمَاٍ مٹی اور پانی کی ملی ہوئی چیز کو کہتے ہیں۔ دوسری جگہ پر خدا تعالیٰ نے علیحدہ علیحدہ ان دونوں چیزوں سے پیدائش کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً پانی کے متعلق فرمایا وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ (انبیاء ع ۳) دوسری جگہ مٹی سے پیدائش کو یوں ظاہر فرمایا ہے کہ اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (آل عمران ع ۶) ان دونوں آیتوں میں تو پیدائش کا ذکر علیحدہ علیحدہ طور پر پانی اور مٹی سے کئے

دوسرا تعلق

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جانے کا کیا ہے۔ مگر یہاں سورۃ الحجر میں دونوں کو جمع کر دیا ہے کہ حَمَاءٍ مَّسْنُوْنٍ سے انسان پیدا ہوا ہے یعنی اس مٹی سے جس میں پانی ملایا گیا اور پھر ایک خاص صورت دیکر اسے بولنے کے قابل بنایا گیا چنانچہ مِنْ صَلْصَالٍ کہہ کر قوتِ ناطقہ کی طرف واضح طور پر اشارہ کر دیا گیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ ایک حد تک سب ہی حیوانوں کی پیدائش حَمَاءٍ مَّسْنُوْنٍ سے ہوئی ہے۔ لیکن انسانی پیدائش میں حَمَاءٍ مَّسْنُوْنٍ کی صفت صلصالیت کا ظہور نمایاں ہے۔ اسی لحاظ سے انسان کو حدیث میں صالۃ بھی کہا گیا ہے اور وہ بھی صلصال کی طرح کا لفظ ہے۔ پس کوئی وجہ نہیں کہ صسال کا لفظ تو انسان کے لئے بولا جاوے مگر صلصال کا لفظ نہ بولا جائے اس لفظ میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ انسان کا بولنا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ کیونکہ صل یا صلصل ایسی آواز پر دلالت کرتا ہے جو ٹھکورنے سے پیدا ہوتی ہے اور یہی حقیقت انسان کی ہے کہ وہ کلام جسکی خاطر اس کو پیدا کیا گیا ہے وہ اس میں سے تبھی پیدا ہوتا ہے جب اس کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ٹھکورا جاتا ہے یعنی الہام الٰہی نازل ہوتا ہے اور اس کو مشکلات اور مشقتوں سے گذارا جاتا ہے اور یہ جو فرمایا کہ انسان حَمَاءٍ مَّسْنُوْنٍ سے بنایا گیا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ بے جان مٹی سے بن گیا ہے بلکہ (۱) چونکہ حیوانی وجود بغیر جسم کے ترقی نہیں کر سکتا اور جسم مٹی سے بنتا ہے اس لئے اسکی طرف اشارہ کیا ہے کہ تا انسان کو معلوم ہو کہ اس کی ابتدا کہاں سے ہوئی ہے۔

یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ سائنس کا یہ دعویٰ کہ حیوانی مادہ حیوان سے ہی پیدا ہو سکتا ہے۔ خود قابل تحقیق ہے کیونکہ اسکی دلیل صرف چار امور مشاہدہ ہے اور یہ امر ظاہر ہے کہ جس وقت یہ حیوانی مادہ پیدا ہوا اُس وقت کے حالات اور موجودہ حالات میں بڑا فرق ہے۔ سائنس بھی اس امر کو تسلیم کرتی ہے کہ یہی حیوانی مادہ کسی وقت میں ترقی کر کے انسان بن گیا تھا لیکن اب ویسا نہیں ہوتا پس اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائے آفرینش کے حالات میں اور اس وقت کے حالات میں بہت بڑا تغیر ہے۔ اُس وقت زندگی پیدا کرنے کی رَو نہایت ہی تیز تھی اور اب اتنی نہیں پس ہو سکتا ہے کہ ان حالات کے ماتحت بے جان ذرات ہی بعض تغیرات کے ماتحت زندہ ذرات میں تبدیل ہو جاتے ہوں اور بعد میں زمین کے کامل ہو جانے پر وہ حالات نہ رہے ہوں۔ پس متفرق حالات کا ایک دوسرے پر قیاس کرنا سائنس نہیں کہلا سکتا۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اس آیت کا یہ مطلب نہیں کہ مٹی سے یکدم انسان بن گیا کیونکہ قرآن کریم خلق عالم کی تدریجی پیدائش پر بار بار زور دیتا ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ تناسل والی خلق میں بھی (قرآن میں اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ فرما کر دو خلقوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے) تدریج پائی جاتی ہے (یہ نہیں ہوتا کہ ادھر میاں بیوی ملیں تو ادھر بچہ پیدا ہو جائے) تو کیوں پہلی خلقت میں تدریج نہ ہو گی پس اس آیت میں صرف اس ابتداء کی طرف اشارہ ہے جس وقت حیوانی قابلیتوں سے ترقی کر کے انسان میں اسکی امتیازی قابلیت پیدا ہوئی اور وہ حَمَاءٍ مَّسْنُوْنٍ کی صلصالی والی حالت ہی تھی یعنی جس میں قبولیت الہام کا مادہ پیدا ہوا یا یہ سمجھیں کہ صرف اسکی اس ابتدا کی طرف اشارہ ہے کہ جہاں سے اسکی حیاتِ محض شروع ہوئی تھی۔ مگر یہ کہا جائے کہ یہ کیونکر تسلیم کیا جائے کہ اس سے انسانی یا حیوانی پیدائش کی ابتدا کی طرف اشارہ ہے اور کیوں نہ سمجھا جائے کہ قرآن کریم کے نزدیک انسان کی پیدائش کی ابتداء ہوئی ہی اسی طرح تھی کہ مٹی کا پُتلا بنایا اور اس میں جان ڈال دی تو اس کا جواب یہ ہے کہ خود قرآن کریم سے ثابت ہے کہ اس آیت میں ابتدا کا ذکر نہیں چنانچہ سورۂ روم ع ۳ میں آتا ہے اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو خشک مٹی سے پیدا کیا ہے پھر تم بشر بن گئے اور دُنیا بھر میں پھیل گئے۔ اب یہ امر آیت زیر تفسیر

---

(۱) انسان کی پیدائش حَمَاءٍ مَّسْنُوْنٍ سے شروع ہوئی۔

(۲) آیت حَمَاءٍ مَّسْنُوْنٍ سے انسان کی ابتداء کی طرف اشارہ ہے۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ۝ وَ

اور (اس سے) پہلے جنوں کو یقیناً ہم نے سخت گرم ہوا کی (قسم کی) آگ سے پیدا کیا تھا ۵۲۶ اور

کے خلاف ہے کیونکہ اس میں حَمَاءٍ مَّسْنُوْن سے پیدائش انسانی لکھی ہے اور اس آیت میں تراب یعنی خشک مٹی سے لکھی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ خشک مٹی ابتدائی کڑی ہے مگر سورہ حجر میں اس ابتدائی ذکر کو چھوڑ کر اس کے بعد کی حالت کو بیان کر دیا گیا ہے۔ سورۃ فاطر ع ۱ میں اور بھی فرق کر دیا گیا ہے وہاں فرماتا ہے وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ یعنی اللہ تعالیٰ نے تم کو خشک مٹی سے پیدا کیا ہے پھر اس کے بعد نطفہ سے۔ اس آیت میں اوّل تو حَمَاءٍ مَّسْنُوْن کو ترک کر دیا ہے دوسرے تراب کے بعد پیدائش کی ایک اور کڑی بیان کی ہے جو نطفہ ہے سورہ مومن میں اس سے بھی مختلف پیرایہ میں پیدائش کا طریق بتایا ہے۔ فرماتا ہے هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا (مومن ع ۷) کہ نطفہ کے بعد بھی یکدم انسان نہیں بنا۔ بلکہ اس کے بعد ایک اور تغیر ہوا ہے اور وہ یہ کہ نطفہ علقہ بنا اور پھر اس سے انسان بنا۔ مگر سورۂ حج میں اس میں بھی زیادتی کر دی گئی ہے اور فرمایا ہے فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ (الحج ع ۰) کہ علقہ کے بعد بھی یکدم انسان نہیں بنا بلکہ اس کے بعد ایک اور درجہ ہے یعنی علقہ سے مضغہ بنتا ہے اور وہ مضغہ بھی دو طرح کا ہوتا ہے کامل اور غیر کامل پھر اس سے انسان بنا۔ مگر اس پر بھی بس نہیں۔ سورۂ مومنون میں ان کڑیوں پر اور زیادتی کی گئی ہے فرماتا ہے وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ (مومنون ع ۱) یہاں پر تین کڑیاں زائد بیان کی ہیں اور بتلایا ہے کہ مضغہ کے بعد بھی یکدم انسان نہیں بنا بلکہ پہلے عظام بنتی ہیں پھر عظام پر گوشت چڑھایا جاتا ہے پھر ایک اور پیدائش ہوتی ہے کہ ان بظاہر بے جان دو ماؤں سے ایک جاندار شے پیدا ہو جاتی ہے۔ ان آیات پر غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم بعض دفعہ درمیانی وسائط کو چھوڑ دیتا ہے پس حَمَاءٍ مَّسْنُوْن سے یہ نتیجہ نکالنا غلط ہے کہ قرآن کریم کے نزدیک مٹی کا ایک بُت بنا کر اس میں رُوح ڈال دی گئی تھی اور وہ چلتا پھرتا انسان بن گیا تھا بلکہ قرآن کریم کی تعلیم سے ظاہر ہے کہ انسانی پیدائش مختلف حالات سے گذر کر ہوئی اور مٹی کے الفاظ دیکھ کر یہ نتیجہ نہیں نکال لینا چاہیئے کہ انسان فوراً مٹی سے گھڑ کر بنا دیا گیا تھا (جیسے کہ عوام کا خیال ہے) بلکہ صرف اتنا مطلب ہے کہ مٹی سے ابتدا ہوئی اور یہ امر یقینی طور پر ثابت ہے کیونکہ انسان اب بھی اپنی غذا مٹی سے ہی حاصل کرتا ہے اور کسی چیز کی غذا اسی سے لی جاتی ہے جس سے وہ چیز بنی ہو ورنہ غذا غذا ہی نہیں بن سکتی۔ مثلاً لوہا اگر گھس جائے تو اسکی جگہ لوہا ہی لگایا جائے گا دوسری چیز اس کا کام نہیں دے سکتی۔ پس ہماری غذا چونکہ مٹی کے اجزاء سے بنتی ہے یہ ظاہر ہے کہ ہماری پیدائش بھی اسی قسم کے اجزاء سے ہے جو مٹی کے تیار کرنے میں خرچ ہوئے ہیں اور انسان پیدائش عالم کی آخری ارتقائی کڑی ہے کوئی باہر سے آئی ہوئی شے نہیں ہیں اس جگہ انسانی پیدائش پر تفصیلی بحث نہیں کرتا اس کا مناسب مقام سورۂ بقرہ یا سورۂ اعراف کی آیات ہیں۔

انسانی پیدائش کی مختلف کڑیوں کا ذکر۔

انسانی پیدائش مختلف حالات سے گزر کر ہوئی

۵۲۶ حل لغات۔ اَلْجَانّ، جَنَّ یَجُنُّ الْجَانَّ جَنًّا وَجُنُوْنًا کے معنے ہیں سَتَرَهٗ وَاَظْلَمَ عَلَيْهِ پردہ ڈال دیا اور اندھیرا کر دیا۔ جَنَّ اللَّيْلُ: اَظْلَمَ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

وَاخْتَلَطَتْ ظُلْمَتُهُ۔ رات کی تاریکی چھا گئی۔ وَجَنَّ الْجَنِينُ فِي الرَّحِمِ اسْتَتَرَ جنین رحم میں پوشیدہ ہوگیا وَالْجَانُّ اسم فاعل اور جان اسم فاعل ہے یعنی اندھیرا کردینے والا۔ یا پوشیدہ ہوجانے والا۔ جاسم جمع للجن۔ اور جن کی اسم جمع بھی ہے۔ حَيَّةٌ بَيْضَاءُ مُجَلَّاهَا الْعَيْنِ

جنوں کے متعلق عام لوگوں کا خیال

لَا تُؤْذِي۔ اور اس سفید سانپ کو بھی جو سرگیں آنکھوں والا ہو جانّ کہتے ہیں۔ ایسے سانپ میں زہر نہیں ہوتا اور وہ کاٹتا نہیں (اقرب) وَالْجَانُّ ابو الجن اور جنوں کے موث اعظم کو بھی جانّ کہتے ہیں۔ (تاج)

السموم

السَّمُوم: سَمَّ يَسُمُّ سَمًّا سے اسم ہے سَمَّ الطَّعَامَ کے معنے ہیں جَعَلَ فِيهِ السَّمَّ کھانے میں زہر ڈال دیا۔ سَمَّ الْأَمْرَ کے معنے ہیں سَبَرَهُ وَنَظَرَ غَوْرَهُ کہ معاملہ کی تحقیقات کی اور اسکی حقیقت معلوم کی۔ تَمَّتِ الرِّيحُ صُمُومًا۔ آخر وقت گرم ہوا نے چیزوں کو جھلس

جنوں کے متعلق ہندوؤں کا عقیدہ

دیا۔ السَّمُومُ: الرِّيحُ الْحَارَّةُ۔ سموم گرم ہوا کو بھی کہتے ہیں۔ اسکی جمع سمائم ہے۔ وقال ابو عبيدة السموم بالنهار وقد تكون بالليل اور ابو عبیدہ نے کہا ہے کہ سموم دن کو ہوتی ہے اور کبھی کبھی رات کو بھی۔ الحرّ الشديد النافذ في المسام اور سموم اس شدت گرمی کو بھی کہتے ہیں جو مسامات میں گھس جانے والی ہو (اقرب) محیط میں لکھا ہے کہ ابن عباسؓ نے کہا ہے سموم اس شعلہ والی آگ کو

جنوں کے متعلق زردشتیوں کا عقیدہ

کہتے ہیں جس میں دھواں نہ ہو یعنی شعلہ والی آگ یا انگارہ والی۔ ان سارے معنوں کو مدنظر رکھیں۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ السموم اس چیز کو کہتے ہیں جو باریک طور پر اندر گھس جائے اور پھر اثر کرے۔ سمّ (زہر) کو بھی سمّ اس لئے کہتے ہیں کہ وہ بھی عروق کے ذریعے جلد انسان کے جسم میں سرایت کر جاتا ہے اور فوراً انسانی زندگی کا خاتمہ کر دیتا ہے چنانچہ بعض بیسمز ہر بھی ہیں جو صرف سونگھنے سے یا صرف جسم پر ملنے سے اثر کر جاتے ہیں۔

تفسیر۔ جانّ جیسا کہ لغت سے ظاہر ہے جن کا اسم جنس بھی ہے اور اس کے معنے پردہ ڈالنے والے یا اندھیرا کر دینے والے کے بھی ہیں۔ اور تاریک ہو جانے اور پوشیدہ ہونے کے بھی۔ پس وضع لغت کے لحاظ سے ہر وہ شے جو دوسری شے کو پوشیدہ کر دے۔ اس پر پردہ ڈال دے یا تاریک کر دے وہ جنّ ہے۔ یا ہر وہ شے جو خود تاریکی میں بڑھ جائے یا نظروں سے پوشیدہ ہو یا پوشیدہ ہو جائے جنّ ہے۔ عام خیال کے مطابق جنّ ایک ایسی مخلوق ہے جو انسانوں کو نظر نہیں آتی سوائے اس کے کہ وہ خود اپنے آپ کو ظاہر کرے۔ اس قسم کی مخلوق کے متعلق دنیا میں عام خیال پایا جاتا ہے بعض قومیں یہ عقیدہ رکھتی ہیں کہ فرشتے ہی اچھے اور برے ہو جاتے ہیں اور اس طرح وہ فرشتوں اور شیطانوں یا جنوں کو فرشتوں کی دو قسمیں قرار دیتے ہیں۔ ہندوؤں میں یہ خیال پایا جاتا ہے کہ گندھروا اور اپسرا دو قسم کی ارواح ہیں جو نظر نہیں آتیں۔ گندھروا خشکی کی روحیں ہیں اور اپسرا سمندری روحیں ہیں۔ دونوں کے ملنے سے نسل انسانی چلی ہے۔ چنانچہ ان کے نزدیک گندھروا اور اپسرا سے یاما اور اسکی توام بہن یامی پیدا ہوئی اور یہ پہلا انسانی جوڑا تھا۔ گندھروا کے متعلق ان کا خیال ہے کہ انکی الگ زمین ہے اور الگ گھوڑے ہیں اور دریائے سندھ کے اس پار رہتے ہیں۔ چنانچہ ان کے نزدیک تکسلا کا شہر بھی گندھرا دیسا میں ہے (انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا جلد ۱۰ زیر لفظ گندھروا اور جلد دوم زیر لفظ اپسرا)

زردشتیوں میں بھی یہ خیال پایا جاتا ہے مگر کسی قدر اختلاف کے ساتھ۔ ان کے نزدیک خدا دو ہیں ایک نیکی کا خدا اور اس کا نام اہرمزد ہے اور ایک بدی کا خدا اس کا نام اہرمن ہے نیکی کے خدا کا بھی ایک لشکر ہے جن کو فرشتے کہنا چاہیئے۔ اسی طرح اہرمن کا بھی ایک لشکر ہے جسے ہماری اصطلاح میں شیطانوں کی جماعت کہنا چاہیئے۔

یونانیوں میں بھی بعض اچھی اور بری ارواح کا خیال پایا جاتا تھا۔ چنانچہ فیثاغورس اور افلاطون کے تابعین میں

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

یہ خیال پایا جاتا تھا کہ انسانوں کے علاوہ بعض نہ نظر آنے والی ارواح ہیں جن میں سے کچھ بد اور کچھ نیک ہیں۔

(انسائیکلوپیڈیا بیبلیکا جلد اوّل زیر لفظ ڈیمن)

یہود میں فرشتوں اور شیطانوں کی صورت میں نہ نظر آنے والی ہستیوں کے وجود کا اقرار پایا جاتا ہے چنانچہ صحف موسیٰ میں فرشتوں کا ذکر بھی موجود ہے اور شیطانوں کا بھی اور گندی ارواح کا بھی۔ چنانچہ فرشتوں کا ذکر حضرت یعقوب کی خواب میں ہے "اور خواب دیکھا اور کیا دیکھتا ہے کہ ایک سیڑھی زمین پر دھری ہے اور اس کا سرا آسمان کو پہنچا ہے۔ اور دیکھو خدا کے فرشتے اس پر سے چڑھتے اُترتے ہیں۔" (پیدائش باب ۲۸ آیت ۱۲) شیطان کا ذکر حضرت آدم کے قصہ میں آتا ہے جب شیطان نے حضرت حوّا کو ورغلا کر ممنوع درخت کا پھل کھلایا ۔ اس جگہ اس کا نام سانپ رکھا ہے لیکن مراد شیطان ہی ہے اور سانپ سے جن یا بد رُوحوں کو مراد لینا قدیم محاورہ ہے۔ عربی زبان میں بھی سانپ کا ایک نام جاق ہے اور ہندوؤں یونانیوں وغیرہ میں بھی یہ خیال پایا جاتا ہے کہ بعض سانپ جنات کی قسم سے ہیں۔

بداروح کا ذکر استثناء باب ۳۲ آیت ۱۷ میں یُوں آتا ہے "انہوں نے شیطانوں کے لئے قربانیاں گزرانیں نہ خدا کے لئے بلکہ ایسے معبودوں کے لئے جن کو آگے وے نہ پہچانتے تھے جو نئے تھے اور حال میں معلوم ہوئے اور ان سے تیرے باپ دادے نہ ڈرتے تھے۔" اس جگہ شیطانوں سے مراد بداروح ہیں کیونکہ لکھا ہے کہ بنی اسرائیل انہیں پہلے نہ جانتے تھے۔ ورنہ شیطانوں کو تو وہ جانتے تھے بائبل کے علاوہ یہود کے لٹریچر میں جنات پر خاص زور ہے شرکی ربّی ایلعذر نے لکھا ہے کہ جن شمالی علاقوں میں رہتے ہیں اور میگاتی میں لکھا ہے وہ فرشتوں کی طرح اُڑتے ہیں شبات طالمود میں لکھا ہے۔ انسان ان سے تعلق رکھ سکتے ہیں اور وہ آسمان کی خبریں سن لیتے ہیں (جیوئش انسائیکلوپیڈیا زیر لفظ ڈیمن)

مسیحیوں میں بداروح کا ذکر خاص اہمیت رکھتا ہے کیونکہ اناجیل میں بدروحوں کے نکالنے کو یسوع کا خاص کام بتایا ہے بلکہ ان کے بعد ان کے حواری بھی بدروحوں کو نکالتے رہے۔ اناجیل کے بیان کے مطابق تو یُوں معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں جنات دیوانے ہو رہے تھے ہر شہر اور ہر قصبہ میں لوگوں پر آکر قبضہ کر لیتے تھے اور بعض دفعہ تو سینکڑوں آدمیوں پر یکدم قبضہ کر لیتے تھے (دیکھو متی باب ۶ و ۸ و ۲۸ مرقس باب ۳۲ و ۳۴)

اناجیل میں جنوں کا ذکر

مسلمانوں کا عام عقیدہ یہ ہے کہ نظر نہ آنے والی ارواح تین قسم کی ہیں (۱) فرشتے جو سب نیک ہیں بعض کے خیال میں ان میں سے بعض بد بھی ہو جاتے ہیں جیسے کہ شیطان کہ وہ پہلے فرشتہ تھا یا ہاروت ماروت (۲) شیطان کہ وہ سب بُرے ہوتے ہیں (۳) جن کہ وہ نیک بھی ہوتے ہیں اور بد بھی جو جن بد ہوتے ہیں وہ لوگوں پر قبضہ کر لیتے ہیں اور بعض تدابیر سے جنوں پر قبضہ بھی کیا جا سکتا ہے اور ان سے کام بھی لیا جا سکتا ہے۔

مسلمانوں کے نزدیک نظر نہ آنے والی ارواح کی تین اقسام۔

قرآن کریم میں جہاں تک الفاظ کا تعلق ہے فرشتوں شیطانوں اور جنوں تینوں کا ذکر ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جن نیک بھی ہوتے ہیں اور بد بھی جیسا کہ سورۂ جن میں آتا ہے مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ (جن ع) یعنی جنوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ ہم میں سے نیک بھی ہیں اور بُرے بھی اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جن انسانوں کے تابع بھی ہو جاتے ہیں اور ان کے کام کرتے ہیں جیسے حضرت سلیمانؑ کے بارہ میں آتا ہے وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ (سبا ع ½) یعنے جنوں میں سے بھی کچھ افراد حضرت سلیمانؑ کے حکم کے ماتحت اور اللہ تعالےٰ کی اجازت سے ان کے کام کیا کرتے تھے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جن حضرت موسیٰ پر بھی ایمان لائے تھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

بداروح کا ذکر بائبل میں۔

قرآن مجید میں جنوں کا ذکر۔

یہود کے لٹریچر میں جنات کا ذکر

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

پر بھی ایمان لائے (سورہ جن ع ۱)

احادیث میں جنوں کا ذکر

احادیث میں بھی جنوں کا ذکر ہے لکھا ہے کہ جنوں کا ایک قافلہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کے لئے آیا (مسلم اوّل باب الجہر بالقراۃ فی الصبح) اور یہ بھی آتا ہے کہ ہڈی گوبر وغیرہ جنوں کی غذا ہیں اس لئے ان سے استنجا نہیں کرنا چاہیئے۔ (ترمذی جلد اوّل ابواب الطہارت۔ ابوداؤد کتاب الطہارت)

علامہ سندھی مصنف مجمع البحار لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کا یہ مذہب تھا کہ نیک جنات صرف عذاب سے نجات پائینگے جنت میں نہیں جائینگے۔ لیکن امام مالکؒ اور امام بخاریؒ کا یہ مذہب تھا کہ وہ جنت میں بھی جائینگے اور انہیں ثواب ملے گا۔ مجمع البحار میں ہی ابن عربی کا قول نقل کیا ہے کہ سب مسلمانوں کا یہ مسلمہ مسئلہ ہے کہ جن کھاتے پیتے اور نکاح کرتے ہیں۔ (جلد اوّل زیر لفظ جن)

جن کے لفظ کا قرآن کریم اور احادیث میں کئی معنوں میں استعمال

میرے نزدیک جن کا لفظ قرآن کریم اور احادیث میں کئی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اور یہ مختلف استعمال جن کے مختلف معنوں پر مبنی ہیں یعنی "مخفی ہونے والا" یا "مخفی کرنے والا"۔ ان معنوں کے رو سے مختلف اشیاء یا ارواح یا انسان جو عام طور پر نظروں سے اوجھل رہتے ہیں۔ یا وہ اشیاء یا ارواح یا انسان جو دوسری اشیاء پر پردہ ڈالتے ہیں جن کہلاتے ہیں۔ اور چونکہ یہ فعل مختلف وجوہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس لئے مختلف چیزوں یا ہستیوں کا نام اسلامی اصطلاح میں جن رکھا گیا ہے۔ قرآن کریم میں

قرآن کریم میں مختلف مقاموں میں جنات کا ذکر

جنات کا ذکر مندرجہ ذیل مقامات میں آتا ہے (۱) سورۃ حجر کی زیر تفسیر آیت کہ اس میں جنات کی پیدائش کا ذکر ہے کہ وہ نارِ سموم سے پیدا ہوئے (۲) سورۂ رحمٰن ع ۱۴ میں فرماتا ہے وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ جنوں کو ہم نے ایک لپٹیں مارنے والے آگ کے شعلے سے پیدا کیا ہے (۳) ابلیس کی نسبت بھی آتا ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ سے کہا کہ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ (اعراف ع ۲ و ص ع ۵) تو نے مجھے تو آگ سے پیدا کیا ہے۔ اور آدم کو پانی ملی ہوئی مٹی سے (۴) پھر ابلیس کی نسبت یہ بھی آتا ہے کہ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ (کہف ع ۷) وہ جنوں میں سے تھا پھر وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نکل گیا۔ معلوم ہوا کہ ابلیس کی ناری طینت اس کے جنوں میں سے ہونے کے سبب سے تھی (۵) جن شہوانی قوتیں بھی رکھتے ہیں چنانچہ سورۂ رحمٰن میں جنت کی عورتوں کی نسبت فرماتا ہے کہ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ (ع ۳) انکو نہ انسانوں نہ جنوں نے اس سے پہلے کبھی چھوا ہوگا (یہ ذکر اس رکوع میں دو دفعہ آیا ہے) (۶) سورۂ رحمٰن میں ایک یوم حساب کا ذکر ہے۔ اس کے ذکر میں فرماتا ہے۔ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْـَٔلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ (ع ۲) اس دن انسانوں یا جنوں سے انکے گناہوں کے بارہ میں پوچھا نہ جائے گا بلکہ انکے گناہوں کی وجہ سے ایک عام تباہی ان پر لائی جائے گی (۷) جن اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ فرماتا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (ذاریات ع ۳) (۸) مشرک لوگ اللہ تعالیٰ اور جنات کے درمیان رشتہ داری بتاتے ہیں وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا (صافات ع ۵) (۹) مشرک لوگ جنوں کو خدا تعالیٰ کا شریک بتلاتے ہیں وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنَاتٍۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ (انعام ع ۱۲) انہوں نے جنوں میں سے اللہ تعالیٰ کے شریک تجویز کئے ہوئے ہیں حالانکہ اللہ نے ان کو پیدا کیا ہے اور بغیر کسی علم کے انہوں نے اللہ کے لئے لڑکے اور لڑکیاں اپنے خیالوں میں بنا رکھی ہیں۔ اسی طرح آتا ہے بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ (سباء ع ۱۱) قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ فرشتوں سے پوچھے گا کہ کیا مشرک انسان تم کو پوجتے تھے تو وہ کہیں گے کہ نہیں بلکہ یہ جنوں کو پوجتے تھے (۱۰) جنوں میں سے ایک گروہ لوگوں کو گمراہ بھی کرتا ہے اَلَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

صُدُوْرِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ (سورۃ الناس) نیز وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا رَبَّنَآ اَرِنَا الَّذَیْنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِیَکُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِیْنَ (حٰمٓ سجدہ ع ۳) اور کفار کہیں گے کہ اے ہمارے رب ہمیں دکھا وہ جن اور انسان جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا دکھا تو سہی۔ کہ ہم انہیں اپنے قدموں تلے روندیں تا کہ وہ ذلیل ترین وجود ہو جائیں۔ نیز فرمایا وَکَذٰلِکَ جَعَلْنَا لِکُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا شَیٰطِیْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ یُوْحِیْ بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا (انعام ع ۱۴) اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن بنائے ہیں جن شیطان بھی۔ اور انسان شیطان بھی۔ وہ ایک دوسرے کو دھوکہ دینے کے لئے جھوٹی باتیں سناتے رہتے ہیں۔ نیز فرمایا یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَکْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ (انعام ع ۱۵) اے جنوں کی جماعت تم نے بہت سے انسانوں کو خراب کیا ہے (۱۱) جن دوزخ میں بھی جائیں گے فرماتا ہے قَالَ ادْخُلُوْا فِیْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِکُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِی النَّارِ (اعراف ع ۵) یعنی جب فرشتے کفار کی جان نکالتے ہیں تو ان سے کہتے ہیں کہ تم سے پہلے جو جن اور انسان فوت ہو چکے ہیں انکے ساتھ تم بھی دوزخ میں داخل ہو جاؤ نیز فرمایا۔ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ حَقَّ عَلَیْهِمُ الْقَوْلُ فِیْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنَّهُمْ کَانُوْا خٰسِرِیْنَ (اعراف ع ۵) یعنی یہ کفار بھی ان گروہوں میں جا شامل ہونگے جو جنوں اور انسانوں میں سے پہلے گذر چکے ہیں۔ اور جن پر اللہ تعالیٰ کی حجت پوری ہو چکی ہے اور وہ عذاب کے مستحق قرار پا چکے ہیں یہ سب لوگ گھاٹا پانے والے ہو گئے۔ یہی الفاظ حق سے لے کر خٰسِرِیْنَ تک سورۂ حٰمٓ سجدہ ع ۳ میں بھی مذکور ہیں۔ نیز فرماتا ہے وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ کَثِیْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْیُنٌ لَّا یُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا یَسْمَعُوْنَ بِهَا (اعراف ع ۱۲) اور ہم نے بہت سے جنوں اور انسانوں کو دوزخ کے لئے پیدا کیا ہے اور یہ وہ ہیں کہ جن کو دل دیئے گئے مگر انہوں نے ان سے سمجھنے میں کام نہ لیا۔ انہیں آنکھیں دی گئیں مگر انہوں نے ان سے دیکھا نہیں۔ انہیں کان تو دیئے گئے لیکن انہوں نے ان سے سنا نہیں (۱۲) بعض انسان بعض جنات کی پناہ میں رہتے ہیں۔ اور اس وجہ سے جن مغرور ہو جاتے ہیں وَ اَنَّهٗ کَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ یَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا (جن ع ۱) یعنے حقیقت یہ ہے کہ کچھ مرد انسانوں میں سے جنوں کے مردوں کی پناہ لیتے تھے اس طرح انہوں نے جنوں کو اور بھی ظلم اور گناہ میں بڑھا دیا۔ (۱۳) جن انسانوں کا کام بھی کرتے ہیں چنانچہ حضرت سلیمان کے ماتحت وہ کام کرتے تھے۔ فرماتا ہے وَحُشِرَ لِسُلَیْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ (نمل ع ۲) سلیمان کے حکم کو پورا کرنے کے لئے جنوں اور انسانوں کے لشکر جمع کئے گئے نیز فرماتا ہے وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ یَّعْمَلُ بَیْنَ یَدَیْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ (سبا ع ۲) اور جنوں میں سے بھی ایک جماعت اپنے نگرانی میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے کام میں لگی ہوئی تھی۔ نیز فرمایا قَالَ عِفْرِیْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ (نمل ع ۲) اور جنوں میں سے ایک نہایت سمجھ دار کارگذار جن نے کہا کہ میں آپ کی مطلوبہ شے (ملکہ سبا کا تخت) آپ کے اس مقام سے کوچ کرنے سے پہلے حاضر کر سکتا ہوں (۱۴) جن قرآن کی مثال نہیں بنا سکتے۔ فرماتا ہے۔ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ کَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا (بنی اسرائیل ع ۱۰) تو کہدے کہ اگر انسان اور جن مل کر بھی اس قرآن کی مثل بنانا چاہیں تو نہیں بنا سکتے خواہ وہ دونوں مل کر ایک دوسرے کی مدد ہی کیوں نہ کریں (۱۵) جن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آئے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اور قرآن سُنا۔ فرماتا ہے وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ (احقاف ع ۴) اور جب ہم جنوں کی ایک جماعت کو تیرے پاس لائے تاکہ وہ قرآن سُنیں پھر جب وہ قرآن سُننے کی مجلس میں حاضر ہوئے تو اُنہوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ خاموش (ہو کر قرآن سنو) پھر جب قرآن کی تلاوت ختم ہوئی تو وہ اپنی قوم کی طرف چلے گئے تاکہ وہ انہیں ہوشیار کریں سورۂ جن میں بھی بیان فرمایا ہے اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا (جن ع ۱) میری طرف وحی کی گئی ہے کہ کچھ جنوں نے قرآن سُنا تو اپنی قوم کو جا کر کہا کہ ہم نے ایک عجیب (پُرلطف) تلاوت سُنی ہے (۱۶) جنات آپؐ پر ایمان لائے۔ چنانچہ اُوپر کی آیت کے بعد ہی ان جنوں کا قول بیان کیا ہے کہ فَاٰمَنَّا بِهٖ ہم اس کلام پر ایمان لے آئے ہیں۔ یہ وہ مضامین ہیں جو جنات کے متعلق آتے ہیں۔ میرے نزدیک ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جن

جنوں کا آنحضرتؐ کی مجلس میں حاضر ہونا

جن قوم کے جن ماننے ہیں ان کا وجود خیالی ہے۔

قرآن کریم میں جن کا لفظ ارواح خبیثہ پر اور ان وجودوں پر جن کو کفار پوجا کرتے تھے بولا گیا ہے

قرآن کریم میں کئی چیزوں کا نام رکھا گیا ہے۔ اوّل جن بعض ارواح خبیثہ کا نام رکھا گیا ہے جو شیطانی خیالات کے لئے اسی طرح محرک ہوتی ہیں جس طرح کہ ملائکہ نیک تحریکوں کے محرک ہوتے ہیں۔ گویا وہ شیطان جو بدی کا محرک ہے وہ اس کے اظلال اور مددگار ہیں۔ یہ مضمون سورۃ الناس کی آیت سے نکلتا ہے جیسا کہ فرمایا اَلَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ۔ دوم ان خیالی وجودوں کا نام حق رکھا گیا ہے جنکی کفار لوگ پُوجا کرتے تھے ان وجودوں کی تصدیق نہیں کی بلکہ صرف یہ بتایا ہے کہ کفار بعض ایسے وجود فرض کرتے ہیں اور انکی پُوجا کرتے ہیں اور انکی یہ غلطی ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے اس عقیدہ کی کہ واقعہ میں ایسے جن ہوتے ہیں تصدیق کرتا ہے بلکہ صرف ان کا عقیدہ بیان کرتا ہے کہ وہ ایسے وجود مانتے ہیں اور انکی پُوجا کرتے ہیں۔ اس کا ثبوت سورۂ انعام کی آیت وَ

جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ (۱۰۱) یعنے مشرک لوگ جنوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دیتے ہیں حالانکہ اس نے انہیں پیدا کیا ہے اور اللہ تعالےٰ کے بیٹے اور بیٹیاں بغیر علم کے تجویز کرتے ہیں۔ اس پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ وَخَلَقَهُمْ سے تو معلوم ہوتا ہے کہ ایسے جنوں کا وجود ہے اور انہیں اللہ تعالےٰ نے پیدا کیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وَخَلَقَهُمْ حال جَعَلُوْا کی ضمیر کا ہے نہ کہ جنوں کا اور مراد یہ ہے کہ باوجود اس کے کہ اللہ تعالےٰ نے ان لوگوں کو پیدا کیا ہے یہ کہتے ہیں کہ جن اللہ تعالےٰ کے شریک کار ہیں۔

اس کا ثبوت کہ لوگ جس قسم کے جن مانتے ہیں ان کا وجود خیالی ہے۔ سورہ سبا کی آیت سے وضاحت سے ملتا ہے۔ فرماتا ہے۔ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ يَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اَهٰٓؤُلَآءِ اِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ۔ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ (ع ۴) یعنے یاد کرو جب اللہ تعالیٰ سب انسانوں کو جمع کرے گا پھر ملائکہ سے کہے گا کہ کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کرتے تھے۔ وہ جواب میں کہیں گے کہ تُو پاک ہے اور تُو ہی ہمارا دوست ہے ان سے ہمارا کوئی بھی تعلق نہیں یہ بات غلط ہے کہ یہ ہماری عبادت کرتے تھے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ جنوں کی پرستش کرتے تھے اور ان میں سے اکثر ان پر ایمان لاتے تھے۔

اللہ تعالےٰ کا ملائکہ کے معبود بنائے جانے کے متعلق ملائکہ سے سوال۔

سوال یہ ہے کہ اگر انسان جنوں کی پرستش نہیں کرتے تو اللہ تعالےٰ نے ملائکہ سے پُوچھا کیوں؟ اللہ تعالےٰ کی ہستی تو عالم الغیب ہے یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ کوئی مشرک بھی فرشتوں کی عبادت نہ کرتا ہو۔ اور اللہ تعالےٰ فرشتوں سے پُوچھے کہ کیا یہ تمہاری پُوجا کرتے تھے نیز اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ کسی جہت سے بھی نہیں کہا جا سکتا کہ لوگ فرشتوں کو الوہیت کا درجہ دیتے ہیں۔ تو پھر اللہ تعالیٰ کا فرشتوں سے جواب طلب کرنا

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ظلم بن جاتا ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ خود قرآن کریم فرماتا ہے فَاسْتَفْتِهِمْ أَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُونَ أَمْ خَلَقْنَا الْمَلَائِكَةَ إِنَاثًا وَهُمْ شَاهِدُونَ (صافات ع ۵) یعنی ان سے پوچھ کہ تمہارے تو بیٹے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ کیا اللہ تعالیٰ نے جب فرشتوں کو مؤنث بنا کر پیدا کیا تھا تو یہ لوگ اس وقت موجود تھے اس آیت سے ظاہر ہے کہ فرشتوں کو مشرک اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہتے تھے اور یہ ظاہر ہے کہ خدا کی بیٹی بھی خدا ہی قرار پائے گی اور قابل پرستش سمجھی جائے گی جیسے حضرت عیسیٰ کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہا جاتا ہے اور قابل پرستش سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ سورۂ نحل ع ۷ میں اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے شرک کے ذکر میں بیان فرمایا ہے وَيَجْعَلُونَ لِلَّهِ الْبَنَاتِ سُبْحَانَهُ اور یہ لوگ اس طرح بھی شرک کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ ایسے نقص سے پاک ہے۔

خلاصہ یہ کہ اگر مشرک ملائکہ کو خدا تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے اور اگر کسی کو خدا تعالیٰ کی بیٹی یا بیٹا قرار دینا شرک ہے تو پھر ملائکہ کس طرح کہتے ہیں کہ انہی یہ لوگ ہماری پوجا نہیں کرتے تھے۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ پر سے اعتراض اٹھ کر فرشتوں پر اعتراض پڑ جاتا ہے۔ مگر غور کیا جائے تو ان پر بھی اعتراض نہیں پڑتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا سوال ظاہر پر تھا اور ملائکہ کا جواب باطن کو مدنظر رکھ کر ہے مشرک ظاہر میں تو یہی کہتے ہیں کہ ملائکہ خدا تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ اور انکو خوش کرنا بھی ان کے لئے ضروری ہے لیکن حقیقت تو یہی ہے کہ نہ وہ ملائکہ کو جانیں نہ انکی طاقتوں کو یونہی ملائکہ کا ذکر بڑوں سے سُنکر ایک خیالی وجود انہوں نے اپنے ذہن میں بنا لئے اور خیال کیا کہ یہ ملائکہ ہیں اور اللہ کی بیٹیاں ہیں حالانکہ وہ وجود محض ذہنی تھے۔ نہ ملائکہ والے صفات ان میں تھے نہ کام تھے پس درحقیقت انکی عبادت ملائکہ کے لئے نہ تھی بلکہ چند خیالی اور نظر نہ آنے والے وجودوں کے لئے تھی جنہیں عربی زبان میں جن کہہ سکتے ہیں۔ پس ملائکہ نے جو جواب دیا ہے وہ بھی درست ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ انہی ہماری انہوں نے کیا پوجا کرنی تھی ہم تو تیرے بندے اور تیری حفاظت میں ہیں۔ یہ تو چند ایسے وجودوں کی پرستش کرتے تھے جو محض خیالی اور غیر مرئی ہیں۔ اگر اس قسم کے جنوں کا وجود ہوتا جس قسم کا عوام کہتے ہیں تو پھر فرشتوں کا یہ قول کہ وہ جنوں کی پرستش کرتے تھے جھوٹ ہو جاتا ہے کیونکہ مشرک یقیناً ملائکہ کو بنات اللہ قرار دے کر انکی پرستش کرتے تھے اور اسی صورت میں اس پرستش کو جنوں کی پرستش کہا جا سکتا ہے کہ جبکہ جن کے معنے خیالی اور بناوٹی وجود کے لئے جائیں۔ اگر کہا جائے کہ وہ جنوں کی بھی پرستش کرتے تھے تو گو یہ درست ہے کہ بعض وجودوں کی پرستش مشرک جن کے نام سے بھی کرتے تھے مگر یہاں وہ مُراد نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ جنوں کی پرستش سے ملائکہ کی پرستش کی نفی تو نہیں ہو جاتی۔ مشرک تو ہزاروں قسم کے بُت بناتا ہے انسانوں کو بھی خدا کہتا ہے۔ سُورج چاند کو بھی۔ دریاؤں کو بھی۔ ملائکہ کو بھی اپنے مزعومہ جنوں کو بھی پس جنوں کی پرستش کرنے کی وجہ سے ملائکہ کو یہ حق پیدا نہیں ہوتا کہ وہ اپنی پرستش کا انکار کریں۔ یہ حق انہیں تبھی پیدا ہوتا ہے جبکہ وہ پرستش جو ان کے نام سے کی جاتی تھی کسی دلیل کی بناء پر کسی خیالی وجود کی طرف منسوب کی جا سکے اور یہی انہوں نے کہا ہے۔ پس جن سے مُراد اس آیت میں خیالی اور ذہنی وجود کے ہیں جن کا نام کفار نے ملائکہ رکھ لیا تھا مگر فی الواقعہ وہ ملائکہ نہ تھے۔

ملائکہ کا جنایہ کہنا کہ ہم نہیں جن کی پوجا کرتے ہیں۔

کفار ملائکہ کی پرستش نہ کرتے تھے بلکہ انہوں نے جنوں یعنی خیالی وجودوں کا نام ملائکہ رکھ لیا

جن چونکہ مخفی وجود کو کہتے ہیں اس لئے جن کا لفظ قرآن کریم میں عربوں اور دوسری اقوام کے محاورہ کے مطابق ان اقوام کے لئے بھی بولا جاتا ہے جو شمالی علاقوں میں اور سرد ممالک میں رہتی تھیں۔ کیونکہ لوگ بوجہ شدت سردی کے انکے ممالک کی طرف سفر نہیں کرتے تھے اور وہ گرمی کی وجہ سے ادھر نہ آتے تھے۔ نیز چونکہ سرد علاقوں میں رہنے کے سبب سے وہ زیادہ سفید رنگ والے اور شراب کے استعمال کی وجہ سے

جن کا لفظ ان اقوام کے لئے بھی بولا جاتا ہے جو شمالی سرد علاقوں میں رہتی ہیں۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

زیادہ سُرخ ہونے تھے ایشیا کے لوگ انہیں کوئی الگ قسم کی مخلوق سمجھتے تھے اور انہیں جن اور پریاں کہتے تھے یہاں کا عام نام تھا۔ چنانچہ جیسا کہ میں اُوپر لکھ آیا ہوں یہود کا یہ عقیدہ تھا کہ جن شمالی علاقہ میں رہتے ہیں۔ چنانچہ شرکی ربی الیعذر نے اپنی کتاب میں یہی لکھا ہے کہ جن زیادہ تر دُنیا کے شمالی علاقوں میں رہتے ہیں۔ ہندو قوم نے بھی اپنے شمال میں ہی جنوں کا مقام تجویز کیا ہے۔ چنانچہ جیسا کہ حوالہ گذر چکا ہے ہندوؤں کے نزدیک گندھروا لوگوں کا علاقہ ہندوستان کے شمال مغرب میں تھا۔ اور ٹکسلا شہر جو علاقہ ہزارہ میں تھا اسے وہ گندھروا کے علاقہ کا شہر کہتے تھے اور دریائے سندھ کے شمال کے علاقہ کو ان کا مسکن قرار دیتے تھے یعنی ہزارہ افغانستان وغیرہ کو۔ مسلمانوں میں جو قصے کہانیاں مشہور ہیں ان میں بھی جنات کا مسکن کوہ قاف اور اسکے پار کا علاقہ سمجھا جاتا ہے پس یہ بات ظاہر ہے کہ شمالی علاقوں کے سُرخ و سفید لوگ جو تمدنی حالات کے ماتحت قریباً ایشیا سے بالکل الگ ہو گئے تھے اور بہت کم ادھر آتے تھے اور مذہب اور طور طریق کے لحاظ سے بھی الگ تھے۔ ایشیا کے رہنے والوں کے نزدیک جو اس وقت تمدن کے حامل تھے جن تھے کیا بلحاظ اپنی شکلوں کے اور کیا بلحاظ ایشیا سے دور رہنے کے (شائد ہندوؤں نے نہ صرف شمال مغربی علاقہ کے ساکنوں کی ظاہری شکل کی وجہ سے بلکہ انکی قوت اور طاقت کی وجہ سے کہ وہ ہمیشہ ہندوستان پر حملہ کرتے رہتے تھے انکو جن قرار دیا) اسی محاورہ کے مطابق قرآن کریم میں بھی سُورۃ رحمٰن میں ان شمالی لوگوں کو یعنی یورپ کے باشندوں کو جن کہا ہے۔ اس سورۃ میں آخری زمانہ کے تغیرات کا ذکر ہے اور بتایا گیا ہے کہ اس وقت دو مشرق اور دو مغرب ہو جائیں گے یعنی امریکہ کی دریافت سے دو علاقے مشرق اور دو مغرب کہلانے لگیں گے۔ اسی طرح نہر سویز کے ذریعہ دو سمندروں کے ملنے اور بڑے بڑے جہازوں کے چلنے کی خبر دی گئی ہے اسی طرح بتایا ہے کہ اُس وقت سائنس کی ترقی کے ساتھ لوگ آسمانی بادشاہت کو فتح کرنے کے خیال میں مشغول ہونگے اور سمجھیں گے کہ وہ جلد کائنات کا راز دریافت کرنے والے ہیں۔ اس وقت آسمان سے آگ گریگی۔ اور بم گرینگے اور سرخ روشنیاں آسمان پر چھوڑی جائینگی اور آخر کفر اور شرک کو تباہ کر کے اسلام کو غلبہ دیا جائے گا۔ اس مضمون کے سلسلہ میں جن و انس کو بھی مخاطب کیا گیا ہے اور جن سے مُراد وہی شمالی علاقوں کے لوگ یعنی یورپین مُراد ہیں اور بتایا ہے کہ اس زمانہ میں یُورپ اور ایشیا کے لوگ باہم مل جائینگے اور سائنس کی بڑی ترقی ہوگی مگر بے دینی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ عذاب نازل کریگا اور پھر اسلام کو قائم کرے گا۔ ثقلان اور جن اور الثقلاس سے مُراد ڈیماکریسی اور ڈکٹیٹروں کی حکومت بھی ہو سکتی ہے کیونکہ جن کے معنے عربی لغت میں اکثریت کے بھی ہیں اور الناس کے معنے خاص آدمیوں کے بھی ہو سکتے ہیں۔ پس جن سے مُراد ڈیماکریسی ہے۔ اور الناس سے مُراد وہ لوگ ہیں جو اپنے آپ کو خاص قرار دیکر حکومت کو اپنے ہاتھ میں رکھتے ہیں ثقل کے معنے اعلیٰ اور محفوظ شے کے ہوتے ہیں جیسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم اور اپنی اولاد کو ثقلان قرار دیا ہے پس الثقلان سے مراد یہ دونوں گروہ ہیں جو اس وقت ساری دنیا پر غالب ہونگے بعض ڈیماکریسی کے نام پر دنیا کو مغلوب کریں گے اور بعض فاشزم اور ناٹزم کے نام پر دُنیا کو سمیٹنا چاہیں گے اور اپنے آپ کو سب دُنیا سے بہتر قرار دیں گے۔

اس کے علاوہ قرآن کریم میں غیر قوموں اور غیر مذاہب کے لوگوں کے لئے بھی جن کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں مثلاً حضرت سلیمان کے ذکر میں جہاں جنوں کا ذکر ہے اس سے مُراد غیر قوموں کے لوگ ہی ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ ان جنوں کی نسبت فرماتا ہے کہ یَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا یَشَآءُ مِنْ مَّحَارِیْبَ وَتَمَاثِیْلَ وَ جِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِیٰتٍ (سبا ع ۲) وہ جن حضرت سلیمان کے لئے دربار کا کمرہ مسجد کا محراب اور محل بناتے تھے اور مجسمے اور بڑے بڑے حوض۔ جو کنوؤں کی طرح تھے اور بہت بڑی بڑی دیگیں تیار کرتے تھے۔ اب ہم بائبل

یہود کا خیال کہ جن شمالی علاقہ میں رہتے ہیں۔

ہندوؤں نے بھی جنوں کا مقام شمال میں تجویز کیا ہے۔

شمالی علاقہ کے لوگوں کو جن کہنے کی وجہ۔

جن صاحب اثر ہے مراد ڈیماکریسی ڈکٹیٹرشپ۔

سورہ رحمٰن میں شمالی لوگوں کو جن کہا گیا ہے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

میں دیکھتے ہیں کہ یہ کام حضرت سلیمان کے لئے کس نے کئے ہیں تو ہمیں ۲ تواریخ باب ۲ میں لکھا ملتا ہے کہ جب حضرت سلیمان نے بڑی عبادت گاہ تعمیر کرنے کا ارادہ کیا تو آپ نے صور کے بادشاہ کو خط لکھا کہ اپنے انجینئروں میں سے میرے پاس ایک انجینئر بھجواؤ "جو سونے اور روپے اور پیتل اور لوہے اور ارغوانی اور قرمزی اور آسمانی رنگوں کے کاموں میں ہوشیار اور نقاشی میں دانشمند ہو۔" اسی طرح لکھا کہ وہاں کی لکڑی بھجواؤ اور میں لکڑی کاٹنے والوں کو اس اس قدر مزدوری دُوں گا۔ آیت ۱۰۔ پھر آیت ۱۴ میں صور کے بادشاہ کا جواب ہے کہ اس نے حضرت سلیمان کے کہنے پر ایک انجینئر حورام ابی نامی بھجوایا اور کہا کہ یہ سب فنون کا ماہر ہے۔ اور لکھا کہ لکڑی کاٹنے پر میں نے آدمی لگا دیئے ہیں۔ انکی مزدوری بھجوا دیں۔ آیت ۱۵۔ یہ تو غیر ملکی انجینئر کا ذکر ہے جو مزدور لگائے گئے ان کا یوں ذکر آتا ہے "اور سلیمان نے اسرائیل کے مُلک میں سارے پردیسیوں کو گنوایا بعد اس گننے کے جو اس کے باپ داؤد نے گنوایا تھا اور وے ایک لاکھ ترپن ہزار چھ سو تھے۔ اس نے ان میں سے ستر ہزار کو بار برداری پر اور اسی ہزار کو پہاڑ کے توڑنے پر مقرر کیا اور ان پر تین ہزار اور سیر مقرر کئے کہ ان لوگوں سے کام لیویں۔" آیت ۱۷ و ۱۸۔ ان آیات سے ظاہر ہے کہ مزدوری پر بھی غیر قوموں کے لوگ مقرر کئے گئے تھے۔

اب جو کام اس صور کے انجینئر نے کیا۔ وہ بائبل میں یہ لکھا ہے کہ اس نے ایک بہت بڑا ہال عبادت کے لئے بنایا (۲ تواریخ باب ۳ آیت ۵۔ ۱۱ اور ۱۳) اور پھر باب ۴ آیت ۲ و ۶ میں بتایا ہے کہ ایک بڑا حوض بنایا۔ جو دھاتوں سے ڈھالا ہوا تھا۔ اور اس کے علاوہ دس چھوٹے حوض بنائے (جغرافیہ کا جواب) پھر اسی باب کی آیت ۱۶ میں لکھا ہے کہ حورام انجینئر نے جو باہر سے آیا تھا۔ "اور ایک بحر (لفظی معنی سمندر مُراد بڑا حوض) اور اس کے نیچے بارہ بیل اور دیگیں اور پھاوڑے اور کانٹے اور سب ظروف جو حورام ابی نے سلیمان بادشاہ کی خاطر خداوند کے گھر کے لئے بنائے صاف پھُول دھات کے تھے۔" اس ایک آیت میں دیگوں (قدور و اسیئت) حوضوں اور محبولوں کا ذکر لکھا آگیا ہے۔

قرآن مجید میں غیر قوموں اور غیر مذہب کے لوگوں کے لئے جن کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

غرض وہ سب اشیاء جن کا ذکر اس آیت میں آیا ہے حضرت سلیمان نے حورام ابی سے جو ایک غیر ملکی انجینئر تھا۔ اور غیر ملکی مزدوروں سے بنوائی تھیں۔ پس جن سے مراد محض غیر ملکی اور غیر قوم کے لوگ ہیں جن کو حضرت سلیمان کے ساتھ کوئی دلچسپی نہ تھی۔ صرف رُعب خداداد کی وجہ سے وہ آپ کے تصرف کے نیچے آئے ہوئے تھے اور آپ کا کام کرتے تھے جب آپ فوت ہو گئے۔ تو کچھ مدت تک تو آپ کی حکومت کا رعب ان لوگوں کے دلوں پر رہا۔ جب آپ کے لڑکے نے بعض نامعقول وجہ سے اس رعب کو ضائع کر دیا۔ تو وہ لوگ پچھتائے کہ خواہ مخواہ ان کے لئے لکڑیاں ڈھونے اور دوسرے ذلیل کاموں میں ہم کیوں لگے رہے۔ اور یہ ذلت برداشت کی اگر یہ حکومت اتنی جلدی فنا ہو جانی تھی۔ تو ہم مقابلہ جاری رکھتے۔

حضرت سلیمان کی خدمت کرنے والے غیر ملکی اور غیر قوم کے لوگ جنکو جن کہا گیا ہے

چوتھا استعمال جن کے لفظ کا قرآن کریم میں ان لوگوں کے متعلق ہے۔ جو حضرت آدم کے زمانہ میں دُنیا پر بستے تھے اور جن میں سے نکل کر حضرت آدم نے ایک نیا نظام قائم کیا تھا۔ چونکہ آدم نظام کا قائم کرنے والا پہلا شخص تھا۔ اس سے پہلے لوگ نظام کی قدر کو نہ جانتے تھے۔ اور جانوروں کی طرح الگ الگ درختوں کی جڑوں میں یا غاروں میں رہتے تھے اور جنگلی درندوں کی وجہ سے سطح زمین پر آسانی سے چل پھر نہیں سکتے تھے۔ ان کا نام انکی حالت کے مطابق جن رکھا گیا ہے۔ یہ وہی لوگ ہیں جن کو آجکل کے تواریخ CAVE MAN کہتے ہیں یعنی کھوہوں اور غاروں میں رہنے والے لوگ جو سطح زمین پر بود و باش نہ کرتے تھے۔ جب انسانی دماغ نے ترقی

حضرت آدم کے زمانے کے لوگوں کا نام قرآن کریم میں جن رکھا گیا ہے۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کی اور انسان الہام کی نعمت کے قبول کرنے کے قابل ہوگیا۔ تو اللہ تعالےٰ نے ایک شخص کو جسے اس نے آدم کا خطاب دیا۔ کیونکہ وہ سطح زمین پر رہنے کے قابل ہوگیا تھا اور انسان کا خطاب دیا۔ کیونکہ وہ ایک طرف اللہ تعالےٰ کی محبت کے قابل ہوگیا تھا۔ تو دوسری طرف بنی نوع کے ساتھ ہمدردی کرنے اور ان کے لئے قربانی کرنے کے قابل تھا۔ اپنے الہام کے لئے چُنا۔ (دیکھو تفصیلی دلائل کے لئے میری کتاب سیر روحانی جلد اوّل) جنہوں نے اس کے نظام کو قبول کیا۔ اور اس کے ساتھ مِل گئے۔ اور باہر نکل کر مکان وغیرہ بنانے لگے۔ اور تمدنی قوانین کی پابندی کو منظور کرلیا وہ آدمی کہلائے لیکن جنہوں نے وحشت کی زندگی کو ترک کرنے سے انکار کردیا۔ اور غاروں کی زندگی کو حریت قرار دیا۔ ان کا نام ان کے طرزِ رہائش کی وجہ سے جن قرار پایا۔ پس جن بشری ترقی کے دَور کے اس حصہ کے افراد کا نام ہے۔ جو تمدن سے عاری تھے اور نظام کو قبول کرنے کے ناقابل تھے۔ اور آدمی بشری ترقی کے دَور کے اس حصہ کا نام ہے جس میں ایک جماعت نے مِل کر رہنا اور ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنے اور ایک نظام کی پابندی کا اقرار کیا۔ آئندہ کے لئے یہ دو نام ان دو صفات کے ساتھ وابستہ ہوگئے۔ اور جو لوگ نظام کے باغی ہوں۔ ان کا نام جنّوں کی ذرّیت رکھا گیا۔ اور جو نظام کے تابع ہوں۔ ان کا نام آدم کی ذرّیت رکھا گیا اب یہ دونوں نام صفاتی ہیں جسکی وجہ سے کبھی جنّوں کی اولاد اصلاح کرکے آدمی ہو جاتی ہے۔ اور کبھی آدمیوں یعنے پابند نظام لوگوں کی اولاد گندی اور نظام شکن ہوکر جن بن جاتی ہے۔

اب رہا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا سوال کہ اس وقت جو جن ایمان لائے تھے وہ کیسی مخلوق تھی سو اس کے متعلق قرآن کریم سے ثابت ہے کہ وہ یہودی تھے کیونکہ وہ موسیٰ کی کتاب کا اور اس پر ایمان لانے کا ذکر کرتے ہیں پس معلوم ہوا کہ وہ یہودی لوگ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو جن اس لئے کہا ہے کہ وہ باہر کے لوگ تھے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مخفی ملے تھے بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نصیبین کے رہنے والے تھے اور رات کے وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے تھے (بخاری کتاب مناقب الانصار و مسلم جزاوّل) واپس جاکر جو واقعہ ان کے اور ان کی قوم کے درمیان گذرا اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر قرآن کریم میں فرمایا ہے۔ معلوم ہوتا ہے عرب لوگوں کی مخالفت کی وجہ سے انہوں نے چھپ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ اور آپ سے قرآن سُنا۔ جب واپس ہوئے۔ تو دلوں نے گواہی دی کہ آپ سچے ہیں۔ اور اپنی قوم میں تبلیغ شروع کردی۔

اس امر کا ثبوت کہ یہ جن انسان تھے مندرجہ ذیل ہے

اوّل یہ کہ وہ پوشیدہ ملے۔ اگر وہ جن تھے۔ تو ان کو پوشیدہ اور رات کو ملنے کی کیا ضرورت تھی علی الاعلان ملتے۔ تو کوئی ان کا کیا بگاڑ سکتا تھا۔ اور جنّوں کی جو شان بیان کی جاتی ہے۔ اس کے لحاظ سے انہیں دیکھ بھی کون سکتا تھا۔

دوم قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ (فتح ع ۱) یعنی مومنو! ہم نے یہ رسول اس لئے بھیجا ہے کہ تم اسکی مدد اور نصرت کرو۔ اور اسکی عزت دُنیا میں قائم کرو۔ اگر جنّات ایمان لائے تھے۔ تو وہ کس رنگ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ جن لوگوں کے سروں پر چڑھ جاتے ہیں۔ اور قسم قسم کے پھل لاکر دیتے ہیں یہ کیسے مومن تھے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ظلم پر ظلم توڑا لیکن کافر جنّوں نے تو حضرت سلیمان کے لئے قلعے تیار کئے اور ہر ذلیل سے ذلیل کام انکی خاطر کیا یہ مومن ایسے لوطا چشم تھے کہ ابوجہل وغیرہ کسی کو انہوں نے سزا نہ دی۔ اور پھر یہ جن لوگوں کو تو بے موسم کے پھل لاکر دے دیتے ہیں۔ مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاکر انہیں یہ توفیق بھی نہ ملی۔ کہ جب غزوہ خندق کے موقعہ پر آپ پر اور دوسرے مسلمانوں

انحضرتؐ پر ایمان لانے والے جن نصیبین کے رہنے والے تھے۔ اور رات کو آپ سے ملے تھے۔

قومیں جنّوں کے انسان ہونے کے سات ثبوت

دعوت

اگر جن کوئی مخفی مخلوق تھے تو انہوں نے آنحضرت کی مدد کیوں نہ کی۔

رسول کریم کے زمانہ میں ایمان لانے والے جن اصل یہودی تھے۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

پر فاقے پر فاقے آرہے تھے اور آپؐ اور آپؐ کے صحابہؓ گویا پیٹوں پر پتھر باندھے پھر رہے تھے۔ یہ لوگ آپؐ کے لئے اور آپ کے صحابہؓ کے لئے جَو کی روٹیاں ہی لا دیتے۔ یہ تو ایمان کی علامت نہیں بلکہ اوّل درجہ کی شقاوت کی علامت ہے لیکن قرآن کریم تو فرماتا ہے کہ وہ ایماندار مخلص تھے۔ پس ظاہر ہے کہ نہ ان جنوں کو جن کا ذکر سورۂ جن میں ہے طاقت ہے کہ کسی کے سر پر چڑھیں اور انسانوں پر قبضہ کر سکیں یا انہیں ستا سکیں اور نہ ان میں کسی کو کچھ لاکر دینے کی طاقت ہے۔ ایسے جن صرف وہمی لوگوں کے دماغ میں ہیں قرآن کریم ایسے جنوں کو تسلیم نہیں کرتا۔ اس نے تو جو جن پیش کئے ہیں انہی اقسام کے ہیں جو مَیں نے بیان کئے۔ اور ان اقسام میں سے جو جن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے وہ یہودی تھے جنہوں نے کلام سُنا اپنے گھروں کو چلے گئے اور آخر ایمان لانے کا فیصلہ کیا۔ اور اپنی قوم کو پیغام پہنچا دیا۔ عرب سے ہزاروں میل دُور کے بسنے والے تھے۔ بعد میں نہیں کہا جا سکتا۔ کہ انہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کوئی خبر ملی بھی یا نہیں ملی۔ اس وجہ سے وہ اسلامی جنگوں میں غالباً کوئی حصہ نہ لے سکے۔

تیسرا ثبوت اس امر کا کہ یہ جن انسان تھے یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ رسولوں کے متعلق فرماتا ہے کہ وہ مِنۡ اَنۡفُسِہِمۡ اور مِنۡہُمۡ ہوتے ہیں۔ یعنی جنکی طرف آتے ہیں انہی کی قوم کے ہوتے ہیں۔ چنانچہ فرماتا ہے وَیَوۡمَ نَبۡعَثُ فِیۡ کُلِّ اُمَّۃٍ شَہِیۡدًا عَلَیۡہِمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِہِمۡ وَجِئۡنَا بِکَ شَہِیۡدًا عَلٰی ہٰۤؤُلَآءِ (النحل ع ۱۴) یعنی قیامت کے دن ہر امت کا رسول جو انہی میں سے ہوگا بطور گواہ لایا جائے گا۔ اور محمد رسول اللہ کو امت محمدیہ اور اس زمانہ کے لوگوں پر بطور گواہ بھیجا جائے گا۔ اگر جن بھی کوئی ایسی قوم ہے جو ایمان لاتی ہے۔ تو اس پر گواہی کون دے گا۔ موسیٰ تو جن نہیں کہ ان جنوں کے متعلق ان سے پوچھا جائے گا جو ان پر ایمان لائے تھے۔ اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم انسان تھے۔ وہ جنوں سے مِنۡ اَنۡفُسِہِمۡ کی نسبت نہیں رکھتے۔ پس آپ جنوں کے متعلق شہید نہیں ہو سکتے۔ مِنۡ اَنۡفُسِہِمۡ سے مُراد پہلے انبیاء کی نسبت سے انکی اقوام ہیں۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے آپ کے زمانہ کے بعد کے سب انسان۔ پس جن اگر کوئی انسانوں جیسی مکلف مخلوق ہے تو وہ یونہی رہ جاتے ہیں۔ نہ ثواب کے مستحق نہ عذاب کے۔

تیسرا ثبوت

چوتھا ثبوت اس دعویٰ کی تائید میں یہ ہے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے یٰمَعۡشَرَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ اَلَمۡ یَاۡتِکُمۡ رُسُلٌ مِّنۡکُمۡ یَقُصُّوۡنَ عَلَیۡکُمۡ اٰیٰتِیۡ وَیُنۡذِرُوۡنَکُمۡ لِقَآءَ یَوۡمِکُمۡ ہٰذَا (انعام ع ۱۵) یعنے اے جنوں اور انسانوں کی جماعتو! کیا تمہارے پاس تمہاری قوموں میں سے رسول نہیں آئے تھے جو تم کو میرے نشانات پڑھ کر سناتے تھے۔ اور آج کے دن کے دیکھنے سے تم کو ہوشیار کرتے تھے۔ اس آیت میں صاف لکھا ہے کہ جنوں کی طرف انکی قوم کے نبی آئے اور انسانوں کی طرف انسان نبی۔ اب اگر جن کوئی دوسری مخلوق ہے تو اس آیت کے ماتحت نہ تو موسیٰ ان کے نبی ہو سکتے ہیں۔ نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ کیونکہ جنوں کی طرف اس آیت کے ماتحت جن نبی ہی آئے تھے۔ ہاں اگر جنوں سے انسانوں کا کوئی گروہ مراد ہو۔ تو پھر بے شک وہ موسیٰؑ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مومن ہو سکتے ہیں۔

چوتھا ثبوت

مومن جنوں کے انسان ہونے کا تیسرا ثبوت

پانچواں ثبوت اس امر کا کہ عوام میں جو جن مشہور ہیں ان کا کوئی وجود نہیں۔ اور یہ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو جن ایمان لائے تھے وہ انسان ہی تھے یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ جہنم کی نسبت فرماتا ہے فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیۡ وَقُوۡدُہَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَۃُ (بقرہ ع ۳) دوزخ میں یا تو انسان ہونگے یا پھر پتھر وغیرہ آگ کو بھڑکانے والے سامان ہونگے۔ اگر جن کوئی مکلف مخلوق ہے تو یوں چاہئے تھا وَقُوۡدُہَا النَّاسُ وَالۡجِنُّ وَالۡحِجَارَۃُ۔ پس جہاں قرآن کریم نے جن قوم کو دوزخی کہا بھی ہے وہاں انسان جن مراد ہیں نہ کوئی غیر مخلوق۔

پانچواں ثبوت

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

چھٹا ثبوت ان مومن جنوں کے انسان ہونے کا یہ ہے کہ مسند احمد بن حنبل میں آتا ہے کہ قال (رسول اللہ صلعم) لم تعط نبی ما اعطیت اللیلۃ خمسًا ما اعطیھن احدٌ قبلی امّا انا فارسلت الی الناس کلھم عامۃً و کان من قبلی انما یُرسل الی قومہ (جلد دوم صفحہ ۲۲۲) یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز تہجد پڑھ کر جو پہرہ دار آپ کے پیچھے نماز میں شامل ہو گئے تھے ان سے فرمایا۔ کہ آج پانچ خصوصیتیں مجھے ایسی عطا کی گئی ہیں کہ اس سے پہلے کسی کو یہ خصوصیتیں نہیں ملیں۔ ایک تو یہ کہ میں سب اقوام کی طرف بلا استثنا مبعوث کیا گیا ہوں۔ اور جو مجھ سے پہلے نبی گذرے ہیں وہ صرف اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتے تھے (آگے بقیہ چار خصوصیتیں بیان کی گئی ہیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ اس رات کو پانچ خصوصیتیں جمع کر کے آپ کو بتائی گئی تھیں۔ ورنہ بعض خصوصیات مثلاً یہی جو اوپر بیان ہوئی ہے شروع زمانۂ اسلام سے ہی آپ کو مل چکی تھیں) اس حدیث کے ہوتے ہوئے کون کہہ سکتا ہے کہ یہ جن جو آنحضرت صلعم پر ایمان لائے کوئی اور مخلوق تھی کیونکہ قرآن کریم صاف بتاتا ہے کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مومنوں میں سے تھے اگر وہ بنی اسرائیل میں سے نہ تھے تو ان کا موسیٰ پر ایمان لانا جائز ہی کس طرح ہو سکتا ہے۔ اگر اعتراض ہو کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا (مزمل ع ۱) موسیٰ فرعون کی طرف بھی مبعوث تھے حالانکہ فرعون بنی اسرائیل میں سے نہ تھا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ قوم سے مراد کبھی نسلی قوم ہوتی ہے اور کبھی ملکی۔ جیسے ہندوستان میں مختلف اقوام بستی تھیں۔ ان میں جو نبی آتا تھا وہ ہندوستانی قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا نہ کہ برہمن یا راجپوت کی طرف کیونکہ ایک جگہ رہنے والی اقوام کو سہولت کے لئے ایک قوم شمار کر لیا جاتا ہے پس فرعون کے ساتھ اور اس کی قوم کے ساتھ چونکہ حضرت موسیٰ حکومت اور سیاست اور قانون اور تمدن کے ذریعہ سے بندھے ہوئے تھے ان کو تو ایک قوم سمجھ لیا گیا مگر جنوں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کیا نسبت تھی حکومت کے لحاظ سے یا سیاست کے لحاظ سے یا قانون کے لحاظ سے یا تمدن کے لحاظ سے کہ ان کو بھی موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا۔ اگر کہو کہ حضرت موسیٰ مبعوث تو بنی اسرائیل یا ان کے ساتھ رہنے والی قوم کی طرف ہی ہوئے تھے مگر جن اپنے طور پر ان پر ایمان لے آئے تھے تو یہ بھی درست نہیں ہے حضرت مسیح علیہ السلام کا ایک واقعہ انجیل میں بیان ہوا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے دوسری اقوام کو اپنی جماعت میں شامل ہونے کی اجازت تک نہ دی بلکہ جب ان سے ایک غیر قوم کے آدمی نے تبلیغ کرنے کے لئے کہا۔ تو آپ نے فرمایا "کہ لڑکوں کی روٹی لے کر کتوں کو ڈال دینی اچھی نہیں" (متی باب ۱۵ آیت ۲۶) پس یہ بھی درست نہیں کہ وہ اپنی مرضی سے ایمان لے آئے تھے۔ کیونکہ اگر جن کوئی مکلف قوم ہے۔ تو اس کا فرض صرف اس نبی پر ایمان لانا فرض ہے جو من انفسہم ہو۔ موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانا ان کے لئے جائز نہ تھا غرض قرآن کریم کی آیات اور مذکورہ حدیث کے رُو سے کم سے کم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جنوں کے لئے الگ نبی مبعوث ہونے ضروری تھے۔ جو خود ان میں سے ہوتے۔ نیز جنوں کی مختلف قوموں کی طرف الگ الگ نبی مبعوث ہونے ضروری تھے۔

ساتواں ثبوت ان جنات کے انسان ہونے کا یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں یہ فرماتا ہے یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا (اعراف ع ۲۰) اس جگہ جنوں کو رسالت میں شامل نہیں کیا۔ اگر جن بھی کوئی علیحدہ قوم ہے۔ اور ان کے لئے بھی آپ پر ایمان لانا ضروری تھا یا جائز ہی تھا۔ تو یوں فرمانا چاہیئے تھا کہ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ وَالْجِنُّ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا۔ مگر یہ تو قرآن کریم میں کہیں بھی نہیں آیا پس جو جن آپ پر ایمان لائے وہ قرآنی تشریح کے ماتحت انسانوں ہی میں سے تھے۔ اور اسی وجہ سے آپ پر ایمان لانے کے مکلف تھے۔

مومن جنوں کے انسان ہونے کا چھٹا دلیل

جن اور انسان تھے۔ نہ وہ حضرت موسیٰ پر ایمان نہ لا سکتے تھے

آنحضرت پر ایمان لانے والے جن موسیٰ علیہ السلام کے مومنوں میں سے تھے

مومن جنات کے انسان ہونے کی ساتویں دلیل

آنحضرت کا دعویٰ صرف انسانوں کی طرف مبعوث ہونے کا تھا۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ایک اور آیت اس مضمون کے بارہ میں اس سے بھی واضح ہے۔ اور وہ سورۂ سبا کی آیت وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ ہے (ع ۳) کافۃ کف سے نکلا ہے جس کے اصل معنے جمع کرنے اور روکنے کے ہیں۔ پس آیت کے معنی یہ ہوئے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے تجھے صرف اس لئے مبعوث کیا ہے کہ تو انسانوں کو جمع کرے اور کسی انسان کو اپنی تبلیغ سے باہر نہ رہنے دے۔ اب دیکھو اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ تجھے صرف انسانوں کو جمع کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ اور بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ انسانوں کے سوا کوئی اور مخلوق بھی ہے اور وہ بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی مکلف ہے۔ پس حقیقت یہ ہے کہ جس طرح انسانوں میں سے کوئی آپ کی دعوت سے باہر نہیں انسانوں کے سوا کوئی مخلوق آپ پر ایمان لانے کے لئے مکلف بھی نہیں۔ اس وجہ سے جن مومن جنوں کا ذکر قرآن کریم میں کیا گیا ہے۔ وہ انسان ہی تھے کوئی اور مخلوق نہ تھے۔

خلاصہ کلام یہ کہ قرآن کریم میں جن کئی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ (۱) جن وہ تمام مخفی مخلوق جو غیر مرئی شیطان کی قسم سے ہے یہ مخلوق اسی طرح بدی کی تحریک کرتی ہے جس طرح ملائکہ نیک تحریکات کرتے ہیں۔ ہاں یہ فرق ہے۔ کہ ملائکہ کی تحریک وسیع ہوتی ہے۔ اور انکی تحریک محدود ہوتی ہے یعنی انکو زور انہی پر حاصل ہوتا ہے۔ جو خود اپنی مرضی سے بد خیالات کی طرف جھک جائیں۔ انہیں شیاطین بھی کہتے ہیں۔ (۲) جن سے مراد قرآن کریم میں Cave men بھی ہے یعنے انسان کے قابل اہمام ہونے سے پہلے جو بشر زیر زمین رہا کرتے تھے۔ اور کسی نظام کے پابند نہ تھے۔ ہاں آیندہ کے لئے قرآن کریم نے یہ اصطلاح قرار دے لی۔ کہ جو لوگ اطاعت کا کا مادہ رکھتے ہیں۔ ان کا نام انسان رکھا۔ اور جو لوگ ناری طبیعت کے ہیں اور اطاعت سے گریز کرتے ہیں ان کا نام جن رکھا (۳) شمالی علاقوں کے وہ لوگ یعنے یورپ وغیرہ کے جو ابتداء سے لوگوں سے میل ملاپ نہ رکھتے تھے۔ اور جن کے لئے آخر زمانہ میں حیرت انگیز دنیوی ترقی اور مذہب سے بغاوت مقدر تھی۔ ان کا ذکر سورۂ رحمٰن میں کیا ہے (۴) غیر مذاہب کے لوگوں کو اور اجنبیوں کو جنہیں بعض اقوام جیسے ہندو اور یہود کوئی نئی مخلوق سمجھتے تھے۔ ان کو عام محاورہ کے مطابق جن کے نام سے موسوم کیا ہے۔ جیسے حضرت سلیمان کے جن یا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والے لوگ۔

میرے نزدیک دوزخ میں جانے والے جن جنات کا ذکر آتا ہے ان سے مراد یا تو وہی ناری طبیعت والے لوگ ہیں جو اطاعت سے باہر رہتے ہیں۔ اور کسی مذہب یا تعلیم کو قبول نہیں کرتے۔ اور انسان دوزخیوں سے مراد وہ کفار ہیں جو کسی نہ کسی مذہب سے اپنے آپ کو وابستہ کرتے ہیں۔ یا پھر اقوام شمال مغرب کو جن قرار دیا ہے۔ اور جنوبی دنیا اور مشرق کے لوگوں کو انس قرار دیا ہے جیسا کہ عرف عام میں یہ لوگ ان ناموں سے مشہور تھے۔

یہ جو فرمایا کہ وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ اس سے مراد یہ ہے کہ یہ لوگ جن کو ہم جن کہتے ہیں۔ ان کی طبیعت میں ناری مادہ تھا یعنے جلد اشتعال میں آجاتے تھے اور اطاعت برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ حضرت آدم سے پہلے بشر کی حالت یہی تھی۔ حضرت آدم پہلے انسان تھے جنہوں نے اخلاقی اور تمدنی کمال حاصل کیا۔ اس وجہ سے الہام جس کا تعلق تمدن اور اخلاق سے ہے سب سے پہلے آپ ہی پر نازل ہوا۔ پس جو لوگ اس تمدن اور نظام میں شامل ہوئے انہوں نے گویا اپنے نفسوں کو مار دیا۔ اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا نقش اپنے دلوں پر کندہ کروا لیا۔ پس وہ طینی کہلائے۔ کیونکہ طین نقش قبول کرتی ہے۔ اور جن لوگوں نے نظام میں آنے کی نسبت انفرادی آزادی کو مقدم رکھا۔ اور کسی کی اطاعت کا جُوا گردن پر رکھنے سے انکار کیا وہ ناری کہلائے۔ یعنی جس طرح آگ کا شعلہ قابو میں نہیں آتا۔ اسی طرح وہ بے قابو ہو گئے۔ اور بوجہ زمین کے اندر رہنے کے وہ جن بھی کہلائے۔

جن سے مراد شمالی علاقے کے لوگ۔

غیر مذاہب کے لوگ اور اجنبیوں کے لئے لفظ جن کا استعمال۔

قرآن کریم میں جن کا استعمال۔

جن کے لفظ کا استعمال مخفی اور غیر مرئی مخلوق کے لئے۔

جن سے مراد زیر زمین رہنے والے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ

اور (اے مخاطب اس وقت کو یاد کر) جب تیرے رب نے فرشتوں کو فرمایا تھا (کہ) میں یقیناً آواز دینے والی مٹی یعنی سیاہ گارے سے جس کی ہیئت تبدیل ہو چکی ہو ایک بشر

اگر کوئی کہے کہ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے خَلَقَهٗ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ۔ جنوں کو آگ سے بنایا۔ پھر تم کس طرح کہتے ہو کہ اس سے مُراد ناری طبیعت ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم میں دوسری جگہ فرمایا ہے خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ (انبیاء ع ۳) جس کے لفظی معنے ہیں انسان کو (اللہ تعالےٰ نے) جلدی سے پیدا کیا۔ محقق مفسرین لکھتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کی طبیعت میں عجلت اور جلد بازی ہے یہ نہیں کہ جلدی نام کسی مادہ کا ہے جس سے انسان کو بنایا گیا ہے۔ اور وہ لکھتے ہیں کہ یہ عربی کا عام محاورہ ہے کہ جو شے کسی کی طبیعت میں داخل ہو۔ اس کے بارہ میں کہتے ہیں کہ وہ اس سے پیدا کیا گیا ہے۔ ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ (روم ع ۶) یعنے خدا تعالیٰ وہ ہے جس نے تم کو اس حالت میں پیدا کیا ہے کہ تمہاری طبیعت میں کمزوری ہوتی ہے یعنی پیدائش کے وقت بچہ کمزور ہوتا ہے اور دوسرے کی امداد کا محتاج ہوتا ہے۔ اس آیت کے بھی یہ معنی نہیں کہ ضعف کوئی مٹی یا لکڑی کی قسم کی شے ہے جس سے خدا تعالیٰ نے انسان کو بنایا ہے۔

جنوں کے آگ سے پیدا ہونے سے مراد ناری طبیعت

جنات کے متعلق میرا ذاتی تجربہ

یہ تعلیق ختم کرنے سے پہلے میں یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ کئی پُرانے بزرگ کم سے کم اس خیال میں میرے ساتھ شریک ہیں کہ وہ جن کوئی نہیں ہوتے جو انسانوں سے آ کر ملیں اور اس پر سوار ہو جائیں اور ان سے مختلف کام لیں۔ چنانچہ علامہ ابن حیان اپنی تفسیر بحر محیط کی جلد پانچ صفحہ ۴۵۷ پر لکھتے ہیں۔ کہ جبائی کا قول ہے کہ یہ آیت (اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ جو آیت زیر تفسیر کے چند آیات بعد ہی ہے) ان لوگوں کے دعووں کو رد کر دیتی ہے۔ جن کا یہ خیال ہے کہ شیطان اور جنوں کے لئے ممکن ہے کہ انسانوں پر غلبہ پا لیں۔ اور انکی عقلوں کو

جنات کا انسانوں پر غلبہ پانا غلط ہے۔

خراب کر دیں جیسا کہ عام لوگوں کا عقیدہ ہے۔ اور بعض دفعہ عوام ان امور کو جادوگروں کی طرف بھی منسوب کرتے ہیں۔ اور یہ سب دعوے اللہ تعالیٰ کی نص صریح کے خلاف ہیں۔

اگر کہا جائے کہ بعض بزرگوں نے جنات کا ذکر کیا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ روحانی نظارے ہیں۔ اور عالم مثال میں ایسی باتیں نظر آجاتی ہیں۔ انہوں نے کشف سے بعض امور دیکھے۔ اور چونکہ عوام میں جنات کا عقیدہ تھا۔ اور قرآن کریم میں بھی لفظ جن کا استعمال ہوا ہے انہوں نے ان مثالی وجودوں کو اصلی وجود سمجھ لیا۔

میرا اپنا ذاتی تجربہ اس بارہ میں یہ ہے کہ کئی مختلف وقتوں میں لوگوں نے مجھے ایسے خطوط لکھے ہیں۔ کہ جنات ان کے گھر میں آنے اور فساد کرتے ہیں۔ میں نے ہمیشہ اپنے خرچ پر اس مکان کا تجربہ کرنا چاہا۔ لیکن ہمیشہ ہی یا تو یہ جواب ملا کہ اب انکی آمد بند ہو گئی ہے۔ یا یہ کہ آپ کے خط آنے یا آپ کا آدمی آنے کی برکت سے وہ بھاگ گئے ہیں۔ میرا اپنا خیال ہے کہ جو کچھ ان لوگوں نے دیکھا ایک اعصابی کرشمہ تھا۔ میرے خط یا پیغامبر سے چونکہ انہیں تسلی ہوئی وہ حالت بدل گئی۔

اگر اس تفسیر کے پڑھنے والوں میں سے کسی صاحب کو اس مخلوق کا تجربہ ہو۔ اور وہ مجھے لکھیں۔ تو میں اپنے خرچ پر اب بھی تجربہ کرانے کو تیار ہوں۔ ورنہ جو کچھ میں متعدد قرآنی دلائل سے سمجھا ہوں یہی ہے کہ عوام الناس میں جو جن مشہور ہیں اور جنکی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ انسانوں سے تعلق رکھتے اور ان کو چیزیں لا کر دیتے ہیں۔ یہ محض خیال اور وہم ہے۔ یا مادیوں کے تمانچے ہیں۔ جن کے اندرونی بھید کے نہ جاننے کی وجہ سے لوگوں نے انکو جنات کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ اس علم کا بھی میں نے مطالعہ کیا ہے۔ اور بہت سی باتیں ان ہتھکنڈے کرنے والوں کی جانتا ہوں۔ ہاں یہ میں مانتا ہوں۔ کہ ممکن ہے پہلے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُوْنٍ ○ فَإِذَا سَوَّيْتُهٗ

پیدا کرنے والا ہوں۔ پس جب میں اسے مکمل کر دوں اور اس (کے دل) میں اپنا کچھ کلام ڈال دوں۔

وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ○

تو تم سب اس کے ساتھ سجدہ کرتے ہوئے (اللہ کے حضور) گر جانا ۵۲۷

انسان ناری وجود ہو۔ اور زمانہ کے تغیرات سے بدلتے بدلتے ارتقاء کے ماتحت طینی وجود ہو گیا ہو یعنی اسکی بناوٹ کی بنیاد زمینی پیداوار پر آگئی ہو۔ اور ایسے وجود جو سب سے پہلے تیار ہوئے۔ ان کا سردار آدم ہو یہ کوئی بعید بات نہیں علم حیاتیات سے یہ امر ثابت ہے کہ دنیا میں مٹی کا جھلکا بعد میں بنا ہے پہلے دنیا ایک گرم آگ کا کرہ تھی بسوار تقاء کے لحاظ سے اگر طینی ابتداء سے پہلے انسان کی ابتداء ناری وجود سے تسلیم کی جائے تو مستبعد نہیں مگر یہ امور تخمینی ہیں۔ ان کو یقین سے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے میں نے اسکے متعلق زیادہ نہیں لکھا۔

اس مضمون کا کچھ حصہ قصہ آدم اور شیطان سے بھی حل ہوگا۔ اس کے لئے سورہ بقرہ میں قصہ آدم کا موقعہ دیکھنا چاہئے

۵۲۷ حل لغات۔ سَوَّيْتُهٗ۔ سَوّٰی سے متکلم کا صیغہ ہے۔ اور سَوّٰی الشَّیْءَ کے معنی ہیں۔ جَعَلَهٗ سَوِیًّا اس کو سوی یعنی بے عیب و بے نقص بنا دیا غلامٌ سوِیٌّ۔ ای لا داءَ بہ ولا عیبَ۔ جب یہ لفظ انسان کے لئے بولا جائے۔ تو اس کے معنے ہوتے ہیں کہ جسمانی طور پر بھی اس میں کوئی نقص نہیں ہے اور اخلاقی لحاظ سے بھی اس میں نقص نہیں ہے۔ چنانچہ غلامٌ سوِیٌّ ایسے لڑکے پر بولتے ہیں جس میں اخلاقی اور جسمانی کوئی نقص اور عیب نہ ہو۔ و منہ رُزقتَ اللّٰہُ ولدًا سوِیًّا۔ اور انہی معنوں میں یہ فقرہ بطور دعا کے کہا جاتا ہے۔ کہ تمہیں اللہ تعالیٰ بے عیب لڑکا عطا فرماوے (اقرب)

نَفَخْتُ۔ نَفَخَ سے متکلم کا صیغہ ہے۔ اور نفخ (یَنْفُخُ نَفْخًا و نَفِیْخًا) بفمہٖ کے معنے ہیں اَخْرَجَ مِنْهُ الرِّیْحَ یعنے منہ سے ہوا نکالی۔ و نفخ فی النّارِ و نفخها آگ میں پھونک ماری یعنی لفظ نفخ لازم اور متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ نفخ شدقیہ تکبرًا۔ تکبر کیا (ہمارے ہاں بھی اُردو میں کہتے ہیں کہ منہ پھلا لیا۔) اور جب نفخ الشیطانُ فی انفِہٖ بولا جائے تو اس کے یہ معنی ہوتے ہیں۔ تطاول الی ما لیس لہٗ کہ وہ ایسی امید لگا بیٹھا جو پوری نہ ہوگی یعنی ان چیزوں کے پیچھے پڑ گیا جو اس کو نہیں مل سکتیں۔ (اقرب)

نفخت

الرُّوْحُ۔ مَا بِهٖ حَیَاۃُ الْاَنْفُسِ۔ وہ چیز جس کے ذریعہ نفوس زندہ رہتے ہیں یعنی جس کو زندگی کہتے ہیں۔ الملاک۔ جبرئیل۔ النفخ پھونک۔ امر القبوۃ امر نبوت۔ وحکم اللّٰہ و اَمرہٗ۔ خدا تعالیٰ کا فیصلہ اور اس کا حکم تُطلق الارواح علی ما یقابل الاجساد جسم کے مقابل چیز کو بھی روح کہتے ہیں (جو انسان میں جسم کے علاوہ موجود ہے) وعند اصحاب الکیمیا علی المیاہ المقطرۃ من الادویۃ۔ کیمیا والوں کے نزدیک دواؤں کے عرق کو بھی روح کہتے ہیں (لیکن یہ فن کی ناواقفی کی وجہ سے لکھا ہے کیمسٹری والے عرق کو روح نہیں کہتے۔ بلکہ یا تو تیل والی ادویہ کا وہ حصہ جو عرق پر آجاتا ہے اسے روح کہتے جیسے روح گلاب یا پھر عرق کو بار بار کشید کر کے اسکی تیز خوشبو کو عرق سے الگ کر لینے پر اسے روح کہتے ہیں جیسے روح کیوڑہ) (اقرب) جبرائیل کو جو صاحب اقرب الموارد نے روح لکھا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں جبرائیل کو روح کہا گیا ہے اس لئے انہوں نے روح کے معنے جبرائیل قرار دے دیئے۔

الرّوح

سویته

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ۝ اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ

جس پر سب کے سب فرشتوں نے (اس کی) کامل فرمانبرداری اختیار کر لی۔ سوائے ابلیس کے (کہ) اس نے

اَبٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ ۝ قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ

(اس کی) کامل فرمانبرداری اختیار کرنے والوں کے ساتھ ہونے سے انکار کر دیا ۳۲ (اس پر خدا تعالیٰ نے) فرمایا (کہ) اے ابلیس

جبرائیل کو روح کے نام سے پکارے جانے کی وجہ

حالانکہ عربی زبان کا قاعدہ ہے کہ بعض دفعہ مسبب کا نام سبب کو دے دیا جاتا ہے اور اسی لحاظ سے جبرائیل کو رُوح کہا گیا ہے۔ کیونکہ وہ رُوح یعنی کلام الٰہی کو لاتا ہے۔ غرض روح کے معنے جبریل نہیں۔ بلکہ استعارۃً وحی لانے والے فرشتے کو کہتے ہیں۔ اصل میں رُوح وہ چیز ہے جس کے ذریعہ کسی کو حیاتِ ممتاز ملے۔ پس وہ رُوح جو حیوان کو باقی چیزوں سے ممتاز کر رہی ہے۔ اور وہ رُوح جس کے ساتھ انسان باقی حیوانوں سے ممتاز ہوتا ہے ان دونوں پر لفظ رُوح کا اطلاق ہوتا ہے۔ یا وہ رُوح جو انسان کو باخدا بنا دیتی ہے۔ پس کلام الٰہی بھی ایک رُوح ہے جو انسان کو نئی زندگی بخشتا ہے۔

فرشتوں کو آدم کی فرمانبرداری کے لئے حکم سے مراد سب مخلوق کی فرمانبرداری کا ہے؟

سٰجِدِيْنَ ۔ السجود۔ التذلل۔ سجود کے معنی تذلل اور ماتحتی کے ہیں (مفردات) وَقولہ اسجدوا لِاٰدَمَ قِيْلَ اُمِرُوْا بالتذلل لہ والقیام بمصالحہ ومصالح اولادہ۔ آیت اُسجدوا لِاٰدَمَ میں فرشتوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ آدم کے ماتحت چلیں۔ اور اس کی مدد کریں۔ اور اسکی اولاد کے لئے محنو معاون بنیں۔ وقولہ ادخلوا الباب سُجَّدًا ای متذللین منقادین۔ اور قرآن کریم میں جو یہ آیا ہے کہ تم اس دروازہ میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو جاؤ۔ اس کے معنے بھی یہی ہیں کہ تم فرمانبرداری کرتے ہوئے جاؤ (مفردات)

سٰجِدِيْنَ

اس آیت میں ابلیس کی نسل انسانی میں جو مکمل وجود پیدا ہونا تھا۔ اس کو مثال کے طور پر پیش کیا ہے کہ دیکھو اسے بھی الہام ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کے کام کو تکمیل تک پہنچانے کے لئے فرشتوں کو لگا دیا۔ پس یہ سلسلہ الہام اور اسکی حفاظت کا ابتداء عالم سے چل رہا ہے۔

اس آیت میں ملائکہ کو سجدہ یعنی آدم کی فرمانبرداری کا جو حکم دیا گیا ہے۔ اس سے مُراد سب مخلوق ہے۔ کیونکہ تمام اسباب کی علت اولیٰ ملائکہ ہی ہیں۔ انکے حکم میں سب کو حکم مل گیا۔ اس حکم کا یہ بھی مطلب ہے کہ اس دُنیا میں آدم کو قدرت دی گئی ہے۔ اور سب مخلوق اس کے تابع کی گئی ہے۔ پس فرشتوں کو جو علتِ اولیٰ ہیں۔ چاہیئے کہ انسان جو کام کرے اس کے مطابق نتائج نکالتے جائیں۔ گویا قانونِ قدرت کے ماتحت ہر انسانی فعل کا خواہ وہ بُرا ہی ہو نتیجہ نکالنے کا فرشتوں کو حکم دیا گیا ہے۔ اور اس حصہ میں سب انسانوں کے انہیں تابع کیا گیا ہے۔ یہ تو عام قانون ہے۔ لیکن جب انبیاء کے زمانہ میں تقدیر خاص جاری ہوتی ہے۔ تو فرشتوں کا یہ بھی فرض ہوتا ہے کہ اس زمانہ کے آدم یعنی نبی وقت کی تائید کریں۔ اور اسکے دشمنوں کو ناکام بنائیں۔

ابلیس

۳۲ حل لغات ۔ اِبْلِيْس۔ اَبْلَسَ مِنْ رَحْمَةِ اللّٰہِ کے معنے ہیں۔ يَئِسَ۔ ناامید ہو گیا۔ اور ابلس فِی الْاَمْرِ کے معنی ہیں۔ تَحَيَّرَ۔ حیران ہو گیا۔ وَقِيْلَ اِبْلِيْسُ مِنْ اَبْلَسَ بمعنی يَئِسَ وتَحَيَّرَ۔ یعنی ابلس کے معنی ناامید اور حیران ہونے کے ہیں۔ اور ابلیس اسی سے بنا ہے۔ یعنی ناامید اور حیران۔ اس نام سے یہ بتانا مقصود ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہو گیا ہے اور حیران رہ گیا ہے۔ جمعہ ابالیس و اَبَالِسَۃ۔ اسکی جمع اَبَالِیْس اور اَبَالِسَۃ آتی ہے (اقرب)

تفسیر۔ یہاں سوال ہوتا ہے کہ فرمانبرداری کا حکم

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اگر صرف فرشتوں کو ہی تھا۔ تو ابلیس سے سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے کیوں باز پرس کی گئی۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ جب کسی بڑے افسر کو حکم ملا کرتا ہے تو اس کا ماتحت بھی اس میں شامل ہوتا ہے یہاں پر فرشتوں کو طبعی نتائج نکالنے کا حکم دیا گیا ہے یا آدم کے مشن کو کامیاب کرنے کا۔ اس لئے جو ان سے ادنیٰ مخلوق ہے وہ خود بخود اس حکم میں آجاتی ہے۔ جیسے بادشاہ ایک جرنیل کو حکم دیتا ہے۔ کہ فلاں جگہ جاؤ۔ تو سپاہی بھی اس میں شامل ہوتے ہیں۔ سپاہی یہ کہہ کر انکار نہیں کر سکتے۔ کہ ہمیں حکم نہیں دیا گیا۔ پھر دوسری جگہ صاف فرما دیا ہے کہ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ (اعراف ع ۱۱) تجھے باوجود میرے حکم کے آدم کو سجدہ کرنے سے کس بات نے روکا ہے۔ اس آیت سے ظاہر ہے کہ فرشتوں کے حکم میں ابلیس کا حکم بھی شامل تھا۔ کیونکہ وہ بھی دوسری مخلوق کی طرح فرشتوں کے تابع ہے۔

آدم اور ابلیس کے واقعہ کا اصل مقام تو سورۂ بقرہ ہے اسے دیکھنا چاہیئے۔ مگر میں مختصراً ایک بات یہاں بھی بیان کر دیتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ یہ گفتگو جو اس جگہ بیان کی گئی ہے ضروری نہیں کہ اسی طرح ہوئی ہو۔ مذہبی محاورہ میں خصوصاً اور عربی زبان میں عموماً یہ طریق استعمال کیا جاتا ہے کہ کسی واقعہ کی حقیقت کو ظاہر کرنے کے لئے اسے مکالمہ کا رنگ دے دیا جاتا ہے حالانکہ مکالمہ فی الحقیقت کوئی نہیں ہوا ہوتا چنانچہ عربی زبان میں قَالَ کا لفظ عام طور پر اس طرح استعمال ہوتا ہے مثلاً عرب کہتے ہیں اِمْتَلَاءَ الْحَوْضُ فَقَالَ قَطْنِیْ کہ حوض جب پانی سے بھر گیا۔ تو اس نے کہا۔ کہ بس بس اب زیادہ پانی نہ ڈالو اس کا یہ مطلب نہیں کہ حوض زبان سے بولا۔ بلکہ یہ کہ حوض نے زبانِ حال سے بتایا کہ میں بھر گیا ہوں۔ قال کے سوا اور الفاظ بھی عربی میں استعمال ہوتے ہیں۔ جن میں بظاہر ایک ارادی فعل کا اشارہ ہوتا ہے۔ مگر مراد صرف صورت حال کا بیان کرنا ہوتا ہے مثلاً سورۂ کہف میں آتا ہے۔ کہ حضرت موسیٰ اور انکے ساتھی ایک گاؤں میں گئے فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ (کہف ع ۱۰) انہوں نے وہاں ایک دیوار پائی جو گرنے کا ارادہ کر رہی تھی۔ اب یہ امر ظاہر ہے کہ دیوار میں دماغ نہیں کہ وہ ارادہ کرے۔ اس کے صرف یہ معنی ہیں کہ دیوار کی حالت بتاتی تھی کہ وہ گر جائے۔ امام ابو منصور ثعالبی جو لغت عرب کے امام ہیں۔ اپنی کتاب فقہ اللغۃ میں لکھتے ہیں کہ ابو نواس مشہور ادیب دل سے اسلام کا منکر تھا۔ اور اس کا مشغلہ یہی تھا کہ قرآن کریم پر اعتراض کرتا رہے۔ ایک دفعہ ابو العباس احمد بن حسین (جو خاندان عباسیہ کا ایک وزیر تھا) کے دربار میں ہم بیٹھے تھے اور وزیر کی آمد کا انتظار کر رہے تھے۔ اسی دوران میں ابو نواس نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا کہ کیا کسی عرب نے کسی عقل رکھنے والی چیز کے بارہ میں کبھی کہا ہے۔ کہ اس نے ارادہ کیا۔ یعنے کہا۔ عرب بعض دفعہ غیر ذی رُوح کے متعلق کہتے ہیں۔ اس نے یُوں کہا جیسے مثال ہے۔ اِمْتَلَاءَ الْحَوْضُ فَقَالَ قَطْنِیْ۔ حالانکہ حوض تو بولتا ہی نہیں۔ اس نے کہا۔ میں قول کا ذکر نہیں کرتا وہ تو بے شک درست ہے۔ مگر یہ بتاؤ عقل نہ رکھنے والی اشیاء کی نسبت کبھی ارادہ کا لفظ آتا ہے۔ اسکی غرض یہ تھی۔ کہ آیت يُرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ غلط ثابت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اس وقت میری مدد کی اور عرب کے شاعر الرّاعی کا شعر میرے ذہن میں آگیا۔ جو میں اس کے سامنے پڑھا۔ اور وہ شعر یہ ہے۔

فِيْ مَهْمَهٍ قُلِفَتْ بِهِ هَامَا تُهَا
قَلَقَ الْفُسُوْسِ اِذَا اَرَدْنَ نُصُوْلَا

یعنے ایک جنگل میں جہاں اس قوم کی کھوپریاں توڑی گئیں جس طرح کلہاڑا جب چلنے کا ارادہ کرتا ہے۔ تو (لکڑیوں کو) کاٹتا جاتا ہے۔ میں نے کہا۔ اس جگہ کلہاڑے کی طرف چلنے کے ارادہ کو منسوب کیا گیا ہے۔ کیا اس میں ارادہ ہوتا ہے۔ یہ شعر پڑھنا تھا کہ ابی فراس کے منہ کو تالے لگ گئے اور خدا تعالیٰ نے اسے ذلیل کیا۔ اسی طرح وہ ابو محمد یزیدی کا واقعہ لکھتے ہیں۔ کہ میں اور مشہور نحوی کسائی عباس بن حسن کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں اُن کا ایک نوکر آیا اور کہنے لگا۔ کہ حضور فلاں شخص کے پاس سے آیا ہوں۔ هُوَ يُرِيْدُ اَنْ يَّمُوْتَ۔ وہ مرنے کا ارادہ کر رہا ہے اس پر ہم سب ہنس پڑے۔ عباس بن حسن نے

آخر ملائکہ کو سجدہ کرنے کا حکم تھا تو ابلیس سے کیوں باز پرس کی گئی۔

فرشتوں کے حکم میں ابلیس کا حکم بھی شامل تھا۔

آدم اور ابلیس کے واقعہ کی حقیقت کو ظاہر کرنے کے لئے مکالمہ کا رنگ دیا گیا ہے۔

قال کے استعمال کی وسعت۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کہا کس بات پر ہنستے ہو۔ ہم نے کہا کبھی کوئی انسان اپنی موت کا آپ بھی ارادہ کیا کرتا ہے۔ انہوں نے کہا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَوَجَدَ فِيهَا جِدَارًا يُرِيدُ أَنْ يَنْقَضَّ۔ اس پر ہم سب شرمندہ ہوئے اور سمجھ گئے کہ اس غلام کی بات درست تھی۔

تورات اور ہندو لٹریچر میں خیر و شر کی قوتوں کا ذکر مکالمہ کے رنگ۔

غرض کسی امر کا انداز سے ظاہر ہونا بھی قول اور ارادہ کہلاتا ہے۔ اور واقعہ آدم اور ابلیس بھی اسی قسم کا ہے۔ انکی عملی حالتوں کو مکالمہ کی شکل میں پیش کیا ہے اور ایسا اس لئے کیا گیا ہے کہ یہ واقعہ پرانے زمانہ کا ہے۔ اور پرانے زمانہ میں مجاز و تشبیہ کو کثرت سے استعمال کیا جاتا تھا۔ اور تمثیل میں بات کرنا سمجھانے کے لئے زیادہ مؤثر سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ آدم کا واقعہ مختلف کتب سابقہ میں اسی رنگ میں بیان ہوا ہے۔ پس ان کو سمجھانے کے لئے قرآن کریم نے بھی عربی محاورہ کے مطابق اسی رنگ میں اس واقعہ کو بیان کیا ہے تاکہ انہیں سمجھنے میں آسانی ہو۔ تمثیلی کلام پہلی کتب میں اس قدر استعمال ہوا ہے کہ صفات الٰہیہ کو بھی تمثیلی رنگ میں ہی بیان کیا جاتا تھا۔ مثلاً کہا جاتا تھا خدا تعالیٰ بڑا تیز اندام ہے۔ وہ تیز رتھ میں بیٹھ کر ہر جگہ جا پہنچتا ہے۔ وہ لوگوں کو سزا دیکر بڑا پچھتاتا ہے۔ اس کے ہاتھ بھی ہیں اور پاؤں بھی۔ یہ تمثیلات خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں۔ مگر حقیقت کا اظہار ان سے مقصود نہ تھا۔ بلکہ انسان چونکہ ابتدائی حالت میں تھا۔ ان مثالوں سے حقیقت کو اس کے قریب کیا جاتا تھا۔ قرآن کریم ہی وہ کتاب ہے۔ جس میں اس طریق کو بدلا گیا ہے۔ اس میں بھی مجاز اور استعارہ اور تمثیل ہے لیکن کہیں کہیں صرف ایک ذوق پیدا کرنے کے لئے۔ ورنہ اہم امور کو صاف اور واضح زبان میں بیان کیا جاتا ہے اور اگر کوئی تمثیل ہے تو اس کے مضمون کو دوسری جگہ صاف عبارت میں بیان کر دیا جاتا ہے تا لوگ دھوکہ نہ کھائیں۔ غرض آدم کے واقعہ میں جو مکالمہ ہے وہ زبان حال میں بیان ہوا ہے۔ نہ کہ فی الحقیقت کوئی گفتگو اللہ تعالیٰ اور ابلیس میں ہوئی۔

قرآن مجید نے باوجود تصوری زبان کے استعمال کرنے کے بہت سی غلط فہمیاں دور کر دی ہیں

آدم کے واقعہ میں مکالمہ زبان حال میں بیان ہوا ہے نہ کہ فی الحقیقت

تورات اور ہندو لٹریچر میں بھی خیر اور شر کی قوتوں کا ذکر مکالمہ کی صورت میں کیا گیا ہے۔ ہندوؤں میں ہرشچندر کا مشہور قصہ ہے۔ اس میں بھی مکالمہ کی صورت میں یہ مضمون بیان کیا گیا ہے۔ تورات میں بھی خیر اور شر کی قوتوں کا مقابلہ مکالمہ کی صورت میں ایوب کی کتاب میں کیا گیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں فرشتے اور شیطان حاضر ہوئے اور ایوب کی نیکی کا ذکر چل پڑا۔ شیطان نے کہا کہ ایوب اس لئے نیک ہے کہ اسے سب کچھ ملا ہوا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ایوب کی آزمائش کرنے کی اسے اجازت دی۔ وغیرہ وغیرہ (ایوب باب ۱ آیت ۶ تا ۱۲) یہی وجہ ہے۔ کہ تورات والے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائے۔ کیونکہ آپ کے کلام میں تمثیلیں کم تھیں۔ اور واضح عبارتوں میں مضمون بیان ہوئے تھے۔ وہ غلطی سے اپنی کتب میں بیان شدہ مضامین کو حقیقت سمجھ بیٹھے تھے۔ جب اسلام نے اللہ تعالیٰ کی صفات اور ملائکہ کے وجود اور وحی اور نبوت کو صاف اور واضح عبارت میں بیان کیا۔ تو وہ حیران ہو گئے اور سمجھے کہ یہ باتیں تورات کے خلاف ہیں اور سچائی سے دُور ہیں۔

مگر یاد رکھنا چاہئے کہ باوجود اس کے کہ قرآن کریم نے اس موقعہ پر تصویری زبان کو استعمال کیا ہے۔ پھر بھی اس نے بہت سی غلط فہمیاں جو پہلی کتب سے پیدا ہوتی تھیں مٹا دی ہیں۔ اور جو دھوکہ تصویری زبان سے لگ سکتا تھا اس کا ازالہ کر دیا ہے مثلاً بائبل میں تو یہ کہا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو اصلی جنت میں رکھا اور اصل جنت کی علامت یہ ہے۔ کہ اس میں گناہ کا صدور نہیں ہو سکتا لیکن باوجود اسکے بائبل کہتی ہے آدم نے گناہ کیا۔ لیکن قرآن کریم نے گو آدم کے مقام کا نام بعض جگہ جنت رکھا ہے۔ مگر دوسری جگہ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ؕ (بقرہ ع ۴) کہہ کر اس مجاز کی حقیقت بھی بیان کر دی ہے۔ اسی طرح اور بہت سے مسائل آدم کے متعلق جو قصۂ آدم میں بیان ہوئے ہیں وہ دوسری آیات کے ذریعہ سے یا انہی آیات کے بعض حصوں سے حل کر دیئے گئے ہیں۔

اصل بات یہ ہے۔ کہ جب انسان کو خیر اور شر کی طاقت

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

وی گئی۔ تو دونوں قسم کے محرکات اس کے لئے ضروری تھے۔ اس لئے انسان کے پیدا ہونے سے پہلے یہ دونوں پیدا کئے گئے

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کر کے ملائکہ کو حکم دیا کہ جس قسم کے یہ کام کرے۔ اس کے نتائج پیدا ہوتے چلے جائیں لیکن آدم اور ان کے ساتھیوں کے علاوہ بھی دُنیا میں مخلوق تھی۔ جو آدم کے نظام کے تابع نہ ہوئی تھی۔ ان کے سردار کو اللہ تعالیٰ نے حقیقی شیطان کا ظل ہونے کی وجہ سے شیطان اور ابلیس کے ناموں سے پکارا ہے۔ اور جو کچھ آدم اور اس کے درمیان ایک لمبے عرصہ میں گذرا اسے ایک مختصر مکالمہ کی صورت میں بیان کر دیا ہے۔

یاد رہے کہ وہ شیطان جو بطور محرک بدی کے پیدا کیا گیا ہے اور ایک غیر مرئی وجود ہے جس طرح ملائکہ ہیں وہ خود آکر لوگوں سے باتیں نہیں کیا کرتا۔ نہ مجسم ہو کر انسانوں کو تکلیف دیتا ہے۔ جو لوگ شامت اعمال سے نیکی کا مقام کھو بیٹھتے ہیں وہ اس کے ظل ہو جاتے ہیں اور انہی کے کاموں کو شیطان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ ان کے علاوہ جو دوسرے محرکات بدی کے ہوتے ہیں۔ وہ بھی شیطان کہلاتے ہیں۔ جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا شیطان مسلمان ہو چکا ہے (مسند احمد جلد اوّل بروایت ابن عباس صفحہ ۲۵۵) اس لئے وہ مجھے ہمیشہ نیکی کا حکم دیتا ہے۔ اس ارشاد سے مراد آپ کی یہی ہے کہ جو اسباب لوگوں کو بدی کی تحریک کرنے کا موجب ہوتے ہیں۔ وہ میرے کامل تقویٰ کی وجہ سے میرے لئے نیکی میں ترقی کرنے کا موجب ہو جاتے ہیں۔ ورنہ یہ مراد نہیں کہ ہر آدمی کے لئے الگ الگ شیطان ہوتا ہے۔ اور آپ کا شیطان مسلمان ہو گیا تھا اگر ایسا تھا تو پھر آپ استعاذہ وغیرہ کیوں کرتے تھے۔ وہ اصلی شیطان تو اسی پہلی حالت میں موجود تھا۔ مگر خیالات اور جذبات میں جو حالات اسکی نیابت کرتے ہیں وہ آپ کے لئے مسلمان ہو گئے تھے۔ مگر انسانوں میں سے جو اسکی نیابت کرتے تھے وہ اپنی شیطنت پر قائم تھے اور مسلمان نہ ہوئے تھے جیسے ابوجہل وغیرہ۔

فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ۔ لَهٗ میں ہٗ کی ضمیر تمام انسانوں کی طرف جاتی ہے کیونکہ نفخ رُوح ہر انسان میں ہوتی ہے اور ملائکہ بھی ہر ایک کی مدد کے لئے مقرر کئے گئے ہیں۔ صرف مدارج کے لحاظ سے نفخ رُوح کی قسم مختلف انسانوں کے لئے بدل جاتی ہے۔ پس مجملاً یہ حکم سب انسانوں کے لئے ہے۔ اور خصوصاً اور تفصیلاً انبیاء علیہم السلام کے بارہ میں۔ چنانچہ اس کا ثبوت کہ یہ حکم سب انسانوں کے لئے ہے یہ ہے۔ کہ سورہ جاثیہ ع ۲ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا۔ کہ اے انسانو تمام چیزیں اللہ تعالیٰ نے تمہاری خدمت میں لگا دی ہیں۔ قرآن مجید سے پتہ چلتا ہے کہ ہر شے کے لئے ملائکہ سبب اوّل ہیں۔ پس جب فرمایا کہ تمام چیزیں انسانوں کے فائدہ کے لئے مسخر کر دی گئی ہیں۔ تو اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ فرشتے تمام بنی نوع انسان کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔ ہاں بعض اشیاء انسان کی غلطی سے اس کے قبضہ سے نکل کر اس کو نقصان پہنچانے لگ جاتی ہیں۔ اور وہ گویا شیطان کی اظلال ہوتی ہیں اور فرشتوں کے حکم سے باہر ہو جاتی ہیں۔

یہ خیال کہ اس غیر مرئی شیطان نے ظاہر ہو کر آدم کا مقابلہ کیا بالبداہت غلط ہے اور تجربہ کے خلاف ہے۔ کیونکہ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ آدم اور اسکی بیوی کے پاس آیا۔ اور ان سے اس نے باتیں کیں۔ اب اگر یہ وہی شیطان تھا۔ جو محرک بدی ہے۔ تو جن آنکھوں سے اُسے آدم نے دیکھا تھا۔ اور جس زبان سے آدم نے اس سے باتیں کی تھیں۔ انہی آنکھوں اور اسی زبان سے اب آدم کی اولاد کیوں اسے نہیں دیکھتی۔ اور کیوں اس سے باتیں نہیں کر سکتی۔ اور کیوں وہ اب بھی لوگوں کے پاس آکر انہیں ورغلاتا نہیں۔ قرآن کریم سے ہرگز ثابت نہیں کہ آدم کا جسم اور قسم کا تھا۔ اور اسکی اولاد کا اور قسم کا ہے۔ کہ یہ سمجھا جائے کہ آدم تو اسے دیکھ سکتا تھا۔ اور باتیں کر سکتا تھا۔ مگر اسکی اولاد ایسا نہیں کر سکتی۔ اور جب ابناء آدم ویسی ہی طاقتیں رکھتے ہیں جس قسم کی آدمؑ رکھتے تھے۔ اور شیطان بھی وہی ہے بدلا نہیں۔ تو یقیناً آج بھی ہزاروں آدمیوں کو

فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ میں ہٗ کی ضمیر تمام انسانوں کی طرف جاتی ہے

شیطان مجسم ہو کر لوگوں سے باتیں نہیں کرتا

محرکات بدی شیطان کہلاتے ہیں

آنحضرتؐ کے شیطان کے مسلمان ہونے کا مطلب۔

Presented by: Rana Jabir Abbas

مَا لَكَ أَلَّا تَكُونَ مَعَ السَّاجِدِينَ ○ قَالَ لَمْ أَكُنْ

تجھے کیا ہوا ہے کہ تو (اس کی) کامل فرمانبرداری اختیار کرنے والوں کے ساتھ نہیں ہوتا۔ اس نے کہا (کہ) میں ایسا نہیں کہ

لِأَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهُ مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَإٍ

ایک ایسے بشر کی کامل فرمانبرداری اختیار کروں جسے تُو نے آواز دینے والی مٹی سے یعنی ایسے سیاہ گارے سے جس کی ہیئت

مَسْنُونٍ ○ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ ○

تبدیل ہو چکی تھی پیدا کیا ہے ۲۹ فرمایا (اگر تیرا یہ خیال ہے) تو تُو اس (مقام) سے نکل جا۔ کیونکہ تو یقیناً دھتکارا ہوا ہے ۳۰

وہ نظر آنا چاہیئے تھا۔ اور ہر اک نیک آدمی کو اسے ظاہری جسم کے ساتھ ملنا چاہیئے تھا۔ تا کہ آدم کی طرح اسے بھی گمراہ کرنے کی کوشش کرے۔ مگر لاکھوں چھوڑ ہزاروں بھی آدمی نہیں ملتے جو اس امر کی گواہی دیں۔ بلکہ سینکڑوں بھی نہیں۔ بلکہ دسوں بھی نہیں بلکہ ایک بھی نہیں جو یہ کہتا ہو کہ کشف یا خواب کے سوا اس نے شیطان سے کر باتیں کی ہوں۔ سوائے قصے اور کہانیوں کے جو بے ثبوت ہیں۔

اگر شیطان کوئی مرئی وجود تھا تو اب کیوں نظر نہیں آتا۔

رَجِیم

لیکن وہ شیطان جس کا یہاں ذکر کیا ہے اسی طرح ہر نبی کے راستہ میں مشکلات پیدا کرتا ہے۔ جس طرح اس نے آدم کے وقت میں کیا تھا۔ اور اسی طرح اباء اور استکبار کرتا ہے جس طرح آدم کے وقت میں اباء و استکبار کیا تھا۔ بلکہ ہر راستباز سے اس کا ویسا ہی سلوک ہوتا ہے۔

فَاخْرُجْ مِنْهَا میں مِنْهَا سے مُراد جنت نہیں۔

۲۹ تفسیر۔ مخالفین آدم کے سردار نے کہا کہ یہ تو ذلیل وجود ہے کہ اطاعت کو اچھا قرار دیتا ہے۔ یہ اور اس کے اتباع تو نقال ہیں اور دوسروں کے پیچھے چلنے میں فخر محسوس کرتے ہیں لیکن میری طبیعت میں تُو نے آزادی اور حریت رکھی ہے میں اس کی بات کس طرح مان سکتا ہوں۔ یہ بھی تمثیلی زبان میں کلام ہے۔ مطلب یہ کہ آدم کے نظام کو اس کے بڑے دشمن اور اس کے اتباع نے حریت ضمیر کے خلاف سمجھا۔ اور اپنی ہتک قرار دیا۔ اور اس کے ماننے سے انکار کیا۔ اور اپنے رویہ کو آدم کے طریق سے بہتر قرار دیا۔ اسی

مِنْهَا سے مُراد سماء یا مقام ہے۔

كُنْ فَيَكُونُ کا سجود بھی تمثیلی زبان میں کلام ہے۔

مضمون کو طبعی اور ناری طبیعت کے الفاظ سے بیان کیا گیا ہے۔

۳۰ حل لغات۔ رَجِیم کے لئے دیکھو سورۂ حجر ۱۶

تفسیر۔ مِنْهَا سے مراد مفسرین جنت لیتے ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اگر وہ جنت اس سے مراد ہے جو مرنے کے بعد ملنی ہے تو وہ ایسا مقام ہے کہ یہ اس میں داخل نہیں ہو سکتا۔ اور جو اس میں داخل ہو۔ اس سے نکالا نہیں جاتا۔ پھر شیطان کو کیونکر اس میں داخل ہونے دیا گیا۔ اور آدم کو اس سے کیونکر نکالا گیا۔ اور اگر وہ جنت مراد نہیں۔ بلکہ کوئی ارضی جنت مراد ہے۔ تو پھر بھی یہ سوال ہے کہ جب خدا تعالیٰ نے اسے وہاں سے نکال دیا تھا۔ تو وہ پھر واپس آدم کو ورغلانے کے لئے وہاں کس طرح آسکا۔ پس میرے نزدیک نہ صرف اُخروی جنت بلکہ کوئی دنیوی مقام بھی جو جنت کہلا سکے یہاں مُراد نہیں۔ بلکہ جنت سے مُراد وہ رضائے الٰہی کا مقام ہے۔ جو نبی کی بعثت سے پہلے لوگوں کو حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ گو وہ غلطی پر ہوتے ہیں۔ مگر چونکہ ان پر نبی کے ذریعہ سے حجت نہیں اتری ہوتی۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے وہ محروم نہیں ہوتے۔ مگر جب نبی مبعوث ہو جاتا ہے اور اس کا وہ انکار کر دیتے ہیں تو پھر افضال الٰہی کی جنت سے وہ محروم ہو جاتے ہیں۔

اس کا مزید ثبوت یہ ہے کہ سورۂ بقرہ اور بعض دوسرے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

وَّاِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ○ قَالَ

اور جزا (وسزا) کے دن تک یقیناً تجھ پر (میری) لعنت رہے گی ۳۵ اس نے کہا

رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ○ قَالَ فَاِنَّكَ

(کہ) اے میرے رب (پھر) تو مجھے انکے (دوبارہ) اُٹھائے جانے کے دن تک مہلت دے ۳۶ فرمایا تو

مقامات سے معلوم ہوتا ہے کہ آدم کو دھوکا دینے کے بعد ابلیس اور اسکی ذریت کو آدم اور اسکی ذریت کے ساتھ ہی جنت سے نکالا گیا۔ پس معلوم ہوا۔ کہ سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے شیطان کا جنت سے نکالا جانا کچھ اور معنے رکھتا ہے۔

۳۵ حل لغات۔ اللعنۃ کے لئے دیکھو سورۂ رعد ۲۶ یوم کے لئے دیکھو سورہ یونس ۵ الدین کے لئے دیکھو سورہ یونس ۲۳

تفسیر۔ لعنت کے معنی دُوری کے ہوتے ہیں۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے انبیاء کے مخالفوں کے سردار ہوتے ہیں۔ ان کے نام کو مٹا دیا جاتا ہے۔ اور انبیاء کے ذکر کو اجمالاً یا تفصیلاً قائم رکھا جاتا ہے۔ اور چونکہ نبوت ایک زنجیر ہے ہر اگلا نبی اور اسکی جماعت پہلے نبی اور اسکی جماعت کے ساتھ ایک لڑی میں پروئے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس لئے ہمیشہ ہی انبیاء کے مخالفین کا ذکر بُرے طور پر ہوتا رہتا ہے اور گو نام لے کر ان پر لعنت نہ بھیجیں۔ مگر دل ان کے افعال سے اظہار نفرت کرتے رہتے ہیں۔ اور چونکہ نبوت کا سلسلہ قیامت تک چلے گا۔ اس لئے فرمایا کہ یوم الدین تک تم پر لعنت ہوگی۔ ورنہ عذاب الٰہی کا اس آیت میں ذکر نہیں۔ کیونکہ وہ تو پوری شدت سے یوم الدین کے بعد شروع ہوگا۔

۳۶ حل لغات۔ اَنْظِرْنِیْ۔ انظر سے ہے اور انظرہ النّدیْنَ کے معنے ہیں۔ آخّرہ۔ قرضدار کو قرضہ ادا کرنے میں مہلت دی (اقرب) پس انظرنی کے معنے ہونگے۔ مجھے مہلت دیجئے۔

یُبْعَثُوْن۔ بَعَثَ سے جمع مذکر غائب مجہول کا صیغہ ہے۔ اور بَعَثَهٗ (یَبْعَثُ بَعْثًا) کے معنے ہیں اَرْسَلَهٗ اس کو بھیجا۔ بَعَثَهٗ بَعْثَهٗ اَثَارَهٗ وَهَیَّجَهٗ۔ اس کو اُٹھایا۔ اور جوش دلایا۔ بعث اللّٰہُ المَوْتٰی: اَحْیَاھُمْ اللہ نے مردوں کو زندہ کیا۔ بعثهٗ علی الشّیٔ حَمَلَهٗ عَلٰی فِعْلِهٖ۔ اس کو کسی کام کے کرنے پر اُکسایا۔ البعثُ: النّشر اُٹھانا (اقرب)

یُبْعَثُوْن

تفسیر۔ جیسا کہ میں بتا چکا ہوں ان آیات میں آدم اور دوسرے انبیاء کا ذکر خصوصاً اور ابناء آدم کا عموماً ہے۔ اور آدم اور دوسرے انبیاء کے نفخ رُوح سے مراد نزول الہام ہے۔ اور بنو آدم کے نفخ رُوح سے مُراد نفس ناطقہ کی تکمیل ہے۔ پس اس آیت میں جو یَوْمَ یُبْعَثُوْنَ آیا ہے اس کے معنے بھی دونوں گروہوں کو مدنظر رکھ کر مختلف ہیں۔ بنو آدم کو مدنظر رکھ کر تو اس کے معنے یہ ہیں کہ جب تک انکی بعثت روحانی نہ ہو۔ اس وقت تک مجھے مہلت دے۔ یعنے جب تک انسان اللہ تعالیٰ کے مخلص بندوں میں شامل ہو کر شیطانی حملوں سے محفوظ نہ ہو جائے اس وقت تک شیطان اور اسکی ذریت کو ان کے ورغلانے کا موقعہ ملتا رہے۔ یہ کلام بھی زبانِ حال کی قبیل سے ہے۔ ورنہ یہ نہیں کہ شیطان نے یا اس کے اظلال نے واقعہ میں اللہ تعالیٰ سے لفظوں میں اس طرح کی مہلت طلب کی ہو۔

اللّعنۃ

یوم الدّین

لعنت سے مراد آدم میں نفخ رُوح سے مراد نزول الہام ہے

آیات علیک اللعنۃ میں لعنت کا ذکر نہیں۔

انظرنی

اس امر کا ثبوت کہ یوم بعث سے مُراد رُوحانی بعث ہے نہ کہ حشر اجساد یہ ہے کہ اس جگہ موت تک نہیں فرمایا۔ بلکہ یوم بعث تک فرمایا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ حقیقی یوم البعث

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ۝ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ۝

مہلت پانے والوں میں سے ہے (ہی) معیّن وقت (کے آنے) کے دن تک ۳۳ اس نے کہا (کہ) اے میرے رب

قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ

چونکہ تو نے مجھے گمراہی والا ٹھہرایا ہے میں ضرور ہی ان کے لئے (تیری) ساری زمین میں (گمراہی کو) خوبصورت کر کے دکھاؤں گا

تک موقعہ ملنے کے کوئی معنے ہی نہیں۔ کیونکہ مرنے کے بعد تو عالم امتحان ختم ہو جاتا ہے۔ یہ تو کسی مذہب کا بھی عقیدہ نہیں کہ مرنے کے بعد بھی شیطان اور ملائکہ لوگوں کو نیکی کی طرف لانے یا بدی کی تحریک کرتے ہیں۔ پس اگر یوم بعث سے یہاں حشر اجساد مراد لیا جائے تو یہ آیت قرآنی تعلیم اور عقل سلیم کے مخالف ہو جاتی ہے۔ پس ہر عقلمند یہ ماننے پر مجبور ہوگا کہ یہاں یوم بعث سے مُر[illegible] بعث ہے اور مطلب یہ ہے کہ اسی وقت تک شیطان یا شیطانی لوگ کسی کو گمراہی کا سبق دے سکتے ہیں جب تک اس کا روحانی بعث نہ ہو یا دوسرے لفظوں میں نفس مطمئنہ نہ بلا ہو جب نفس مطمئنہ بل جائے تو پھر شیطان اور اسکی ذریت اس بندے سے مایوس ہو جاتی ہے اور ورغلانے کے طریقہ کو چھوڑ کر اسے جسمانی دُکھ دینا شروع کر دیتی ہے۔

یوم بعث سے مراد روحانی بعث ہے

روحانی بعث کے بعد شیطان مایوس ہو جاتا ہے۔

دوسرے معنوں کے رُو سے یعنے آدم اور ان کے حقیقی جانشین یعنے انبیاء کو مدّنظر رکھتے ہوئے اس آیت کے یہ معنے ہونگے کہ شیطان اور اس کے اتباع کو اس وقت تک ان کے کاموں پر نکتہ چینی کا موقعہ ملتا ہے اور ان کے کاموں میں روک پیدا کرنے کی طاقت ہوتی ہے جب تک ان کا یوم بعث نہیں آتا۔ یعنی انکی کامیابی کے لئے جو زمانہ مقدر ہے وہ نہیں آجاتا۔ کامیابی کے زمانہ کے آنے تک شیطانی لوگ خوب ان پر حملے کرتے ہیں اور انہیں دُکھ دیتے ہیں اور ان کے خلاف جھوٹے الزامات لگاتے ہیں یعنے استراق سمع اور مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ کی بنائی ہوئی ڈھیل کے ماتحت ان کی تعلیم پر اعتراض کرتے اور

یوم بعث سے مراد انبیاء کی کامیابی کا زمانہ

جھوٹ بولتے ہیں لیکن جب ان کا یوم بعث آتا ہے یعنی انہیں غلبہ اور اقتدار ملنا شروع ہو جاتا ہے تو پھر شیطان جھاگ کی طرح بیٹھ جاتے ہیں۔ آدم کے زمانہ سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک ایسا ہی ہوتا چلا آیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی حکمت شیاطین کو خوب شور مچانے اور طرح طرح کے مکر اور حیلے کرنے کی مہلت دیتی رہی ہے لیکن جب بھی یوم بعث آیا اور خدا تعالیٰ کی آواز نے اپنے نبیوں اور انکی جماعت کو آواز دی۔ کہ اب تمہارا امتحان ختم ہوا اب اُٹھو اور دُنیا پر چھا جاؤ۔ اس وقت ان کے مخالف زبد یعنے جھاگ کی طرح بیٹھ گئے۔ بلکہ اُن میں سے بہت ایمان لا کر ان کے حلقہ بگوش ہو گئے ان معنوں کے رو سے بھی شیطان کا مکالمہ مہلت کے متعلق ایک تصوری نقشہ ہے اور اس کے یہ معنے نہیں کہ نبیوں کے زمانے میں شیطان مہلت مانگتے ہیں اور انکو خدا تعالیٰ مہلت دیتا ہے۔ بلکہ یہ معنے ہیں کہ شیطان دل سے خواہش کرتے ہیں کہ نبیوں پر حملہ کریں اور انہیں کچل دیں اور اللہ تعالیٰ ان کی اس خواہش کو پورا ہونے دیتا ہے۔ مگر یہ مہلت یوم بعث تک ملتی ہے۔ جب یوم بعث آتا ہے تو مہلت ختم ہو جاتی ہے اور سب اوندھے مُنہ گر جاتے ہیں۔ اور اپنی تباہی کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔

۳۳ تفسیر یعنی بے شک تم کو مہلت ملے گی۔ مگر وقتِ معلوم تک۔ یعنی اس وقت تک کہ خدا تعالیٰ کی تقدیر نے نبیوں کی ترقی کو رُوکا ہوا ہوگا۔ جب انکی ترقی کا زمانہ آئے گا تو یہ مہلت ختم ہو جائے گی اور اے شیطانو! (یعنی نبی کے بڑے دشمنو) خدا تعالیٰ کے قہری نشان تم کو بھسم کر دینگے۔ یہ یَوْمُ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ

اور ضرور ہی ان سب کو گمراہ کر دوں گا ۳۴ سوائے ان میں سے تیرے

وہی ہے جسکی نسبت اس سورۃ کے شروع میں آچکا ہے وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ (ع) یعنی ہر بستی جس نے نبیوں کا مقابلہ کیا اور ہم نے اسے ہلاک کیا اسے پہلے ہی دن ہلاک نہیں بلکہ ہر نبی کے کام کے مطابق اسکی قوم کو ایک وقت تک مہلت دی۔ کسی کو تھوڑی کسی کو لمبی۔ کسی کو اس نبی کی عین حیات میں تباہ کیا جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور موسیٰ علیہ السلام سے ہوا۔ اور کسی دشمن قوم کو نبی کی وفات کے بعد ہلاک کیا۔ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت میں ہوا۔

۳۴ حل لغات۔ اَغْوَيْتَنِيْ:۔ اَغْوٰی سے مخاطب کا صیغہ ہے۔ اغواء کے معنے میں اصل اُسے گمراہ قرار دیا یا گمراہ کیا۔ وَغَوٰى وَغَوِيَ الرَّجُلُ ضَلَّ گمراہ ہو گیا۔ (اقرب) پس اَغْوَيْتَنِيْ کے معنے ہوں گے تُو نے مجھے گمراہ قرار دیا۔

تفسیر۔ یہ بھی زبانِ حال کا کلام ہے یعنی وہ لوگ جو ابتداء میں ایمان نہیں لاتے بعد میں اس غصہ سے کہ ہمیں شروع میں ایمان لانے کا موقعہ نہیں ملا۔ انبیاء کی جماعتوں کو تباہ کرنا چاہتے ہیں۔ اور انہیں تکالیف دے کر مرتد کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جیسے کہ دوسری جگہ فرماتا ہے تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآئِهَا ۚ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ ۚ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ (اعراف ع ۱۳) یعنے اے محمدؐ یہ وہ بستیاں ہیں۔ جن کا حال ہم نے تجھے سُنا دیا ہے۔ ان کے پاس ہمارے رسول دلائل لے کر آئے۔ مگر وہ ایمان لانے سے محروم رہے۔ صرف اس وجہ سے کہ انہوں نے شروع میں انکے دعویٰ کا انکار کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح ان لوگوں کے دلوں پر مُہر لگا دیتا ہے جو انبیاء کا انکار کرتے ہیں۔ اس آیت میں بتایا ہے ائمۃ الکفر اس وجہ سے ایمان سے محروم رہ جاتے ہیں کہ شروع میں انکار کر بیٹھتے ہیں پھر ایمان لانے میں اپنی ذلت محسوس کرتے ہیں اور مخالفت میں بڑھ جاتے ہیں اور اپنا غصہ لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کر کے نکالتے ہیں اسی مضمون کی طرف اس سورۃ کے شروع میں بھی اشارہ کیا ہے جہاں فرمایا ہے۔ رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ یعنے بہت دفعہ کفار کے دل میں حسرت پیدا ہوتی ہے کہ کاش ہم شروع میں ایمان لے آتے۔ اور ہماری عزت قائم رہتی۔ مگر تو نے انکار کر کے عزت کے مقام کو کھو چکے ہوتے ہیں۔ باوجود اس حسرت کے ایمان لانے سے گریز کرتے ہیں اور ضد میں بڑھتے جاتے ہیں۔

اور یہ جو فرمایا لَاُغْوِيَنَّهُمْ میں ضرور انہیں گمراہ کرنے کی کوشش کروں گا۔ یہ وہی کوشش ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں حضرت شعیبؑ کے ذکر میں آیا ہے کہ اُن کے دشمنوں نے کہا کہ لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا (اعراف ع ۱۱) یعنی اے شعیب ہم تجھے بھی اور تیرے ساتھ ایمان لانے والوں کو بھی اپنی بستی سے نکال دیں گے یا تم کو واپس ہمارے دین میں آنا پڑیگا چلے آئے ہیں۔

اور سورۂ ابراہیم میں فرمایا۔ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا (ابراہیم ع ۳) گویا ہر ایک رسول کے دشمن یہی کہتے چلے آئے ہیں کہ ہم کو ایمان نہیں ملا تو مومنوں کو بھی گمراہ کر کے چھوڑیں گے اور یہی وہ حالت ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کی تھی جسکی نسبت فرماتا ہے وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا السَّبِيْلَ (نساء ع ۷) یعنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن یہود چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کو بھی مرتد کر دیں۔ اسی طرح کفار کی نسبت آتا ہے وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا (بقرہ ع ۲۶)

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

الْمُخْلَصِيْنَ ○ قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ ○

برگزیدہ بندوں کے (جو میرے فریب میں نہیں آسکتے) فرمایا (کہ) یہ (حفاظت الٰہی) میری طرف (آنے کی) سیدھی راہ ہے ۵۳۵

اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ

جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا ہرگز کوئی تسلط نہیں ہوگا۔ سوائے ایسے افراد کے جو

اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ○ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ

تیرے پیچھے چلیں یعنی گمراہ ہوں ۵۳۶ اور یقیناً جہنم اُن سب کے (لئے) وعدہ کی

یعنے کفار کا اگر بس چلے۔ تو یہ اُس وقت تک تم سے لڑتے رہیں گے کہ تم کو مرتد کریں۔ یعنے یہ تو تم کو اپنے جیسا بنانے کے لئے پورا زور لگائیں گے مگر ایک دن اللہ تعالیٰ ہی اُن کے زور کو توڑ دے گا۔ اور یہ مغلوب ہو جائیں گے۔ یہی نظارہ آج کل احمدیوں کو دیکھنا پڑ رہا ہے۔ سب دُنیا انہیں مرتد کرنا چاہتی ہے مگر جسے خدا رکھے اسے کون چکھے۔ کفر بھی کیسا اندھا ہوتا ہے۔ بجائے اپنے پر ناراض ہونے کے کہ دین الٰہی کو کیوں چھوڑا۔ کا فر خدا تعالیٰ پر ناراض ہوتا ہے کہ اس نے مجھے کیوں ایمان نہ بخشا۔ اس لئے میں اس کے مومن بندوں کو بھی مرتد کر کے چھوڑوں گا۔ العیاذ باللہ۔

لِتغویتہم کے بارہ میں یہود کی مخالفت

۵۳۵ تفسیر۔ پہلے کہا تھا کہ جو بندے چنے ہوئے ہوتے ہیں۔ وہ شیطانی تصرف سے بچ جاتے ہیں۔ اب اسکی تشریح کی کہ مخلص بندے کس طرح بنتے ہیں۔ اور اس کا طریق یہ بتایا کہ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ یعنے اس راستہ کا بتانا میرے ذمہ ہے۔ میں الہام سے انہیں اپنا راستہ بتاؤں گا اور جب الہام سے میں انہیں اپنا راستہ بتاؤں گا اور وہ سیدھے میری طرف آئیں گے تو شیطان کی طرف جو خدا تعالیٰ سے دور پھینکا ہوا ہے وہ جا ہی نہیں سکتے۔ ان معنوں کے رُو سے صِرَاطٌ عَلَيَّ کے معنے ہوتے ہیں۔ صِرَاطٌ بِبَيَانِهٖ عَلَيَّ یہ وہ راستہ ہے جس کا بیان کرنا میرا کام ہے یعنے مخلص بندے وہ نہیں جو اپنی عقلوں سے خدا کا رستہ دریافت کرنے کی کوشش کریں۔ جو عقل پر انحصار کرتا ہے شیطان کے قبضہ میں جاتا ہے لیکن جسے میں خود راستہ بتاؤں وہ کسی صورت میں شیطان کے اثر کے نیچے نہیں آسکتا کیونکہ اس کا محافظ اور نگران میں ہوتا ہوں اور وہ سیدھا بغیر اِدھر اُدھر بھٹکنے کے میری طرف آجاتا ہے۔

آیت ھذا صراط علی کے دو معنے

ھذا صراط علی سے مراد الہام سے راستہ بتانا ہے۔

دوسرے معنے اس آیت کے یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ جو مخلص ہوں یعنے چنے ہوئے ہوں وہ تو فوراً ہی مجھ کو پالیتے ہیں اور انکی بعد کی زندگی میری تلاش میں نہیں گذرتی اور وہ اس راستہ پر نہیں چل رہے ہوتے جو میری طرف آتا ہے کہ گمراہی کا خطرہ ہو۔ اور شیطان انہیں میرے تک پہنچنے سے پہلے ہی اچک لے جب وہ میرے الہام سے مجھ کو پالیتے ہیں تو انکی بعد کی زندگی اس راستہ پر چلنے پر گذرتی ہے جو میرے اوپر سے گذرتا ہے یعنے میرا وصال تو وہ پہلے ہی پالیتے ہیں انکی بقیہ زندگی ایک کے بعد دوسری صفات الٰہی کو حاصل کرنے میں لگی ہوئی ہوتی ہے۔ ایسے مخلص کے متعلق شیطان کی کیا مجال کہ ان کے قریب بھی آسکے۔ اس میں یہ نکتہ بتایا کہ گمراہی کا خطرہ اسے ہوتا ہے۔ جو ابھی تلاش میں ہو جسے خدا مل گیا اور جو خدا کے ملنے کے بعد صرف زائد قرب کی تلاش میں لگا ہوا ہوتا ہے اسے گمراہ کرنا کسی شیطان کی طاقت میں نہیں آنکھوں دیکھی بات اور تجربہ کردہ طریق کے بعد کوئی شخص منکر ہو ہی کس طرح سکتا ہے۔

سلطان

۵۳۶ حل لغات۔ سُلْطٰن کے معنی ہیں دلیل قبضہ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

أَجْمَعِينَ ﴿٤٤﴾ لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ ۚ لِّكُلِّ بَابٍ

جگہ ہے۔ اس کے سات دروازے ہیں (اور اسکے) ہر دروازہ کے لئے

مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُومٌ ﴿٤٥﴾ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ ع ۳ ۲

ان میں سے ایک مقرر حصہ ہوگا ۴۵ متقی (لوگ) یقیناً باغوں

طاقت۔ مزید تشریح کے لئے دیکھو سورۂ ابراہیم ۱۱۔

تفسیر۔ اس آیت میں دوسرے محفوظ گروہ کا ذکر کیا ہے جو نبوت کے مقام پر تو نہیں ہوتا۔ یا براہ راست ایمان تو حاصل نہیں کرتا لیکن نبیوں کے طفیل یا دوسرے خدا رسیدوں کے طفیل صداقت کو پالیتا ہے ان کے متعلق فرمایا کہ انکو بھی اس قدر حفاظت حاصل ہوتی ہے کہ شیطان کو ان پر تسلط حاصل نہیں ہوتا۔ بیشک شیطان ان پر حملہ کرتا ہے لیکن اس کا حملہ بہت کمزور ہوتا ہے اور ان کو اس کے مقابلہ کی طاقت ہوتی ہے اس لئے وہ بھی بالعموم بچ جاتے ہیں۔ ہاں ان میں سے بعض جو ایمان کو پوری طرح حاصل نہیں کرتے اور ان کے ایمان کی بنیاد کامل یقین پر نہیں ہوتی بلکہ ابھی کمزوری ان میں باقی ہوتی ہے اور وہ کبھی کبھی شیطان کی پیروی کر لیتے ہیں یعنی گناہ کے مرتکب ہو جاتے ہیں۔ ان کے لئے خطرہ ہوتا ہے کہ کبھی شیطان کے حملہ کا شکار ہو جائیں اور شیطان کو ان پر تسلط حاصل ہو جائے مگر یہ تسلط بھی ان کی اپنی کمزوری کی وجہ سے ہوتا ہے اور گناہوں کے ارتکاب کے بعد ہوتا ہے۔ ورنہ شروع میں وہ بھی حفاظت الٰہی میں ہوتے ہیں۔

اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ انسانی فطرت پاک ہے اور وہی گمراہ ہوتا ہے۔ جو خود اس فطرت کو خراب کرکے شیطان کے پیچھے چل پڑے اسی کی طرف اشارہ ہے اس آیت میں کہ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا (الشمس) وہی ہلاک ہوتا ہے جو اپنے نفس کو خراب کر دیتا ہے اور گناہ کی مٹی میں دفن کر دیتا ہے۔

۴۵ حل لغات۔ جَهَنَّم کے لئے دیکھو سورہ رعد ۱۹۔ مَوْعِد: کے معنی ہیں وعدہ۔ اقرار وعدے کی جگہ (اقرب)

تفسیر۔ قرآن کریم میں دوزخ کے نگرانوں کی تعداد انیس ۱۹ بیان فرمائی ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ انسان کے نو حواس ہیں (گو عام طور پر پانچ مشہور ہیں لیکن درحقیقت سردی گرمی اور وقت اور وزن کا اندازہ کرنے والے حواس کو ملایا جائے تو نو حواس ہوتے ہیں) پس یہ تعداد ان حواس کو مدنظر رکھتے ہوئے ہے۔ یعنی نو ظاہری حواس اور نو باطنی حواس اور ایک ان پر داروغہ۔ یہ کل انیس ۱۹ ہوئے۔ جب انسان ان اٹھارہ حواس اور انکی نگران قوت ارادی سے کام نہیں لیتا تو وہ گمراہ ہو جاتا ہے۔ پس اس نسبت سے اس پر دوزخ میں انیس پہرہ دار مقرر کئے جائینگے یہ بتانے کے لئے کہ تو نے انیس طاقتوں کو غلط استعمال کیا۔

(دوزخ کے نگرانوں کی تعداد انیس بیان کرنے کا مطلب۔)

اور یہ جو سات دروازے بتائے ہیں۔ ان سے مراد ضروری نہیں کہ سات ہی دروازے ہوں۔ کیونکہ سات اور ستر کا ہندسہ عربی میں تکمیل یا کثرت کے اظہار کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ اس محاورہ کے رو سے دوزخ کے سات دروازے ہونے سے یہ مراد ہے کہ اس کے کثرت سے دروازے ہوں گے اور تمام گناہوں کا خیال رکھا جائے گا۔

(دوزخ کے سات دروازے کہنے سے مراد)

اور لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُومٌ جو فرمایا تو اس کے یہ معنے ہیں کہ جس قسم کے گناہ ہونگے ویسے ہی دروازہ سے وہ جہنم میں داخل ہوگا۔ جنت کے متعلق بھی احادیث میں آتا ہے کہ مختلف نیکیوں کے الگ الگ دروازے ہونگے اور ہر شخص اپنی مناسب حال نیکی کے راستہ سے

(جہنم کے مختلف دروازے مختلف رنگوں کے لفظ سے ہیں)

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

وَّعُيُوْنٍ ۝ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ ۝ وَنَزَعْنَا

اور چشموں (والے مقام) میں ہونگے ۵۳۸ (انہیں کہا جائیگا کہ) تم سلامتی کے ساتھ بے خوف (وخطر) ان میں داخل ہو جاؤ ۵۳۹

مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ

اور ان کے سینوں میں جو کینہ (وغیرہ) بھی ہوگا اسے ہم نکال دینگے (وہ) بھائی بھائی بنکر (جنت میں) ہیں گے اور (تختوں پر

جنت میں داخل ہوگا۔

آیت الکل باب منہم جزءٌ سے سورۃ بقرہ کی ایک آیت کا حل۔

اس جگہ جُزْءٌ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اور اس کے معنے انسانی جسم کے ٹکڑے کے نہیں بلکہ دوزخیوں کی جماعت کے مختلف گروہ مُراد ہیں۔ اس آیت سے سورۂ بقرہ کی اس آیت کا حل ہو جاتا ہے۔ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذکر میں آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا کہ چار پرندے لے لے اور پھر فرمایا کہ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا (بقرہ ع ۳۵) پھر ہر پہاڑ پر ان میں سے ایک جزو کو رکھ دے اس جگہ مفسرین نے غلطی سے یہ معنے کئے ہیں کہ ان کو ٹکڑے کرکے ایک ایک ٹکڑا ہر پہاڑ پر رکھ دے۔ حالانکہ چار پرندوں کے اجزاء سے وہی مُراد ہے جو اس جگہ مُراد ہے یعنے اُن میں سے ایک ایک پرندہ ایک ایک پہاڑ پر رکھ دے۔

اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ملائکہ کا قول معلوم ہوتا ہے

الجنۃ

۵۳۸ حل لغات۔ الجنّۃ کے لئے دیکھو سورۂ رعد ۲۴

متقیوں کے جنات اور عیون میں ہونے کا مطلب

تفسیر۔ عَیْن کے معنے چشمہ کے ہیں اور عُیُوْن میں ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ چشموں کے اندر پڑے ہونگے بلکہ جنّت اور عیون کے اکٹھے ذکر سے یہ بتایا ہے کہ متقی ایسی جنت میں ہونگے۔ جو چشموں والی ہوگی۔ اس آیت میں بتایا ہے کہ جہاں شیاطین کو کفر کرنے کی وجہ سے جہنم نصیب ہوگی۔ اس دُنیا میں طعن حسرت اور پھر عذاب کی صورت میں اور آخرت میں عذاب النّار کی صورت میں وہاں مومن خدا تعالےٰ کے سایہ کے نیچے ہونگے۔ اور علوم کے چشمے ان کے دلوں سے پھوٹ رہے ہونگے جنکی وجہ سے فضل کا سایہ اور بڑھے گا جس طرح درخت کو پانی ملتا رہے تو وہ بڑھتا رہتا ہے۔ اور آخرت میں وہ جنّات وعیون نصیب ہونگے جن کا وعدہ قرآن کی متعدد آیات میں دیا گیا ہے۔

سلام کے لفظ سے اللہ کے ایک وعدہ کی طرف اشارہ

۵۳۹ حل لغات۔ بِسَلٰمٍ کے لئے دیکھو سورۂ یونس ۱۱ ع ۲۶

تفسیر۔ یہ ملائکہ کا قول معلوم ہوتا ہے یعنے ملائکہ ان سے اس دُنیا میں بھی کہتے ہیں۔ اور اگلے جہاں میں بھی کہیں گے کہ سلامتی اور امن سے جنّت میں داخل ہو جاؤ۔ چونکہ یہ لوگ ملائکہ کی نیکی کی تحریکات کو قبول کرتے ہیں اس لئے ملائکہ کو ان سے محبت اور اُنس ہو جاتا ہے۔ اور وہ الٰہی فیصلوں کو جو مومنوں کے بارہ میں ہوتے ہیں۔ دوڑ دوڑ کر انہیں سُناتے ہیں اور یہ جو فرمایا سلامتی اور امن کے ساتھ داخل ہو جاؤ اس میں دو سلامتیوں کا ذکر ہے۔ اندرونی اور بیرونی کشمکش اور اضطراب سے نجات کی طرف سلام سے اشارہ کیا گیا ہے اور بیرونی تکالیف اور عذابوں سے نجات کی طرف آمنین سے اشارہ کیا گیا ہے۔

نیز سلام کے لفظ سے اللہ تعالےٰ کے ایک وعدہ کی طرف بھی اشارہ ہے۔ جو ان الفاظ میں ہے۔ سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ (یٰسٓ ع ۳) یعنے خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے لئے خاص سلام مقدّر ہے۔ اسکی ہم تم کو خبر دیتے ہیں یہ فرشتوں کا کہنا ان کے مومنوں سے شدید تعلق پر دلالت کرتا ہے۔ گویا وہ الٰہی فیصلوں کو ان تک جلد سے جلد پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔

اس آیت میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ جب تک اللہ تعالےٰ کی طرف سے سلامتی کا حکم نازل نہ ہو۔ انسان کو امن

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مُّتَقٰبِلِيْنَ ○ لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ

ایک دوسرے کے سامنے (بیٹھے) ہوں گے ۴۷ نہ انہیں ان میں کوئی تکان ہوگی اور نہ انہیں

مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ ○ نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ

ان سے کبھی نکالا جائے گا ۴۸ (اے پیغمبر) میرے بندوں کو آگاہ کردے کہ میں بہت ہی بخشنے والا

نصیب نہیں ہوتا۔ اور اس شیطانی قول کی طرف بھی اشارہ ہے کہ ہم مومنوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کریں گے۔ سو فرمایا باوجود ان کی کوششوں کے تم میرے برگزیدوں والے گھر میں آ ہی پہنچے۔

۴۷ حل لغات۔ غِلٌّ: غَلَّ کا مصدر ہے۔ اور غَلَّ صَدْرُهٗ غِلًّا کے معنے ہیں۔ کَانَ ذَا غِشٍّ اَوْ حِقْدٍ وَضِغْنٍ۔ سینہ میں کینہ حقد اور غصہ بھر گیا۔ اور اَلْغِلُّ کے معنے ہیں۔ اَلْغِشُّ وَالْحِقْدُ۔ کینہ اور حقد (اقرب) پس نَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ کے معنے ہونگے کہ ہم ان کے دلوں سے کینہ وغیرہ کو نکال دیں گے۔

غِلٌّ

سُرُرٌ: سَرِيْرٌ کی جمع ہے۔ اور اَلسَّرِيْرُ کے معنی ہیں اَلتَّخْتُ۔ تخت۔ وَيُغْلَبُ عَلٰى تَخْتِ الْمَلِكِ اور اکثر بادشاہ کے تخت پر بولا جاتا ہے۔ يُقَالُ زَالَ عَنْ سَرِيْرِهٖ اَيْ ذَهَبَ عِزُّهٗ وَنِعْمَتُهٗ "اور جب زَالَ عَنْ سَرِيْرِهٖ کا محاورہ بولیں تو اس کے معنے یہ ہوتے ہیں کہ اسکی عزت جاتی رہی۔ اَلْمُلْكُ بادشاہت۔ اَلنِّعْمَةُ۔ نعمت خَفْضُ الْعَيْشِ۔ خوب مزے کی زندگی (اقرب)

سُرُرٌ

تفسیر۔ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ (الرحمٰن ع ۳) کہ مومن کو دو جنتیں ملتی ہیں۔ ایک اسی دُنیا میں اور دوسری اگلے جہان میں۔ اس جگہ پر جنت کی شرط یہ بتائی کہ وہاں دلوں میں غل نہ ہوگا۔ پس اس دُنیا میں جو مومن بھائی کا بغض دل سے نکال دے وہی جنتی بن سکتا ہے۔ اس سے ہماری جماعت اور تمام مسلمانوں کو فائدہ اُٹھانا چاہیئے کہ کسی کا کینہ دل میں نہ رکھیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ جماعت اور تمام مسلمانوں کو ضیحت۔

عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ۔ مُتَقَابِلِيْنَ کہہ کر بھی انکی باہمی محبت کا اظہار کیا ہے۔ کیونکہ جب محبت ہوتی ہے تبھی ایک دوسرے کا چہرہ دیکھتے ہیں اور ایک دوسرے کی طرف منہ کر کے بیٹھتے ہیں

عَلٰى سُرُرٍ یہ بتانا مقصود ہے کہ ہر شخص ہی وہاں بادشاہ ہوگا۔

سُرُرٌ پر قرآن مجید نے بہت زور دیا ہے۔ اور مختلف مواقع پر مختلف الفاظ میں یہ مضمون بیان ہوا ہے جس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ ہر شخص ہی وہاں بادشاہ ہوگا۔ دوسرے کی محکومی سے نجات مل جائے گی۔ اور صرف خدا تعالےٰ کی بادشاہت ہوگی۔ جس کا حکم بوجھ نہیں ہوتا۔ بلکہ اسکی اطاعت قوت و شان کو بڑھانے والی اور حقیقی آزادی دینے والی ہوتی ہے قرآن مجید میں آتا ہے لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ (نحل ع ۴) جنت میں انکی ہر ایک خواہش پوری کی جائیگی گویا اپنے اپنے دائرہ میں ہر اک کا قانون نافذ ہوگا۔ اور یہی مفہوم بادشاہت کا ہے۔

سُرُرٌ

۴۸ حل لغات۔ نَصَبٌ۔ نَصِبَ (يَنْصَبُ) کا مصدر ہے۔ اور نَصِبَ الرَّجُلُ کے معنے ہیں۔ اَعْيَا۔ تھک گیا (لازم) نَصِبَ فِي الْاَمْرِ۔ جَدَّ وَاجْتَهَدَ۔ کسی کام میں کوشش اور محنت کی (اقرب) پس النَّصَبُ کے معنے ہونگے۔ تکان۔

نَصَبٌ

تفسیر۔ فرمایا ان کو جنت میں نہ کسی قسم کی تکان پہنچے گی۔ اور نہ وہ اس سے نکالے جائیں گے۔

دُنیا میں جو مومن بھائی کا بغض دل سے نکال دے وہی جنتی بن سکتا ہے۔

اس میں بتایا گیا ہے کہ جنت میں بھی انسان کام کریں گے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

الرَّحِيْمُ ۝ وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ۝

(اور) بار بار رحم کرنے والا ہوں ۵۴۲ اور (یہ) کہ میرا عذاب ہی (حقیقۃً) دردناک عذاب (ہونے والا) ہے ۵۴۳

لیکن فرق یہ ہوگا۔ کہ وہاں فناء نہ ہوگی۔ کیوں کہ نکان فنا کی علامت ہوتی ہے۔ نکان کے معنی ہی یہ ہوتے ہیں کہ انسان کے جسم سے کچھ ذرات چربی یا اور کسی مفید جزو کے نکل گئے ہیں اور نکان کام چھوڑنے اور آرام کرنے کے لئے طبیعت کا اعلام ہوتا ہے۔ یا غذا کھانے کے لئے۔ مینے ایک طب کی کتاب میں پڑھا ہے کہ ہاتھ کی ایک حرکت میں انسانی جسم کے کئی ملین سیل ضائع ہو جاتے ہیں پس کچھ مدت کام کرنے کے بعد جب تھکان محسوس ہوتی ہے وہ اس بات کی علامت ہوتی ہے کہ جسم سے کافی طاقت ضائع ہو چکی ہے۔ اب اس نقصان کا ازالہ کرو۔ پس نکان فناء کی علامت ہے۔ اور یہ کہہ کر کہ وہاں نکان نہ ہوگی یہ بتایا ہے کہ وہاں تحلیل جسم نہ ہوگی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غذا جو بدل مایتحلل کے طور پر ہوتی ہے۔ وہاں اس کا کام یہ نہ ہوگا کہ فناء شدہ کو پھر قائم کرے بلکہ مزید طاقت دینا کام ہوگا گویا اس زندگی میں قدم پیچھے کسی طرح نہ ہٹے گا صرف آگے ہی بڑھنا ہوگا۔

چونکہ اس عارضی فناء کے نتیجہ میں جو نکان کی صورت میں ظاہر ہوتی رہتی ہے۔ انسان کو موت آتی ہے۔ کیونکہ آہستہ آہستہ جسم کی قوتیں ضائع ہو جاتی ہیں اور جنت میں اس قسم کے نقصان کی نفی فرمائی ہے۔ اس لئے فرمایا کہ وہ وہاں سے نکالے نہ جائینگے یعنی اب انکے لئے کوئی موت نہیں

یاد رہے کہ جنت ایک روحانی مقام ہے۔ اور گو تمثیلی زبان میں اسکی نعماء کو دنیا کی نعماء سے مشابہت دی گئی ہے لیکن درحقیقت اسکی نعمتیں ایسی ہیں کہ انسانی دماغ انہیں سمجھ ہی نہیں سکتا۔ اس آیت میں درحقیقت اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اس دنیا میں تو انہیں شیطانوں سے جدوجہد کرنی پڑتی تھی۔ وہاں وہ اس جدوجہد سے بالکل بچ جائینگے اور ان کے دل ہر کوفت سے محفوظ ہو جائیں گے۔ اور نہ عارضی طور پر شیطان ان کو نقصان پہنچا سکے گا۔ نہ مستقل طور پر۔

اس آیت سے یہ بھی استدلال ہوتا ہے کہ جنت صحت الوجود کی سزائے نہیں۔ بلکہ اس میں رہنے والے بھی کام کرینگے کیونکہ اگر کام نہ کرنا ہوتا تو نکان کی نفی کی کیا ضرورت تھی۔ پس جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جنت ایک کھانے پینے اور عیش کرنے کا مقام ہے وہ غلطی کرتے ہیں جنت تو عبودیت کا اصل مقام ہے جیسے فرمایا فَادْخُلِيْ فِيْ عِبَادِيْ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ (سورۃ الفجر) یعنے کامل عبودیت کا مقام جنت میں داخلہ کے وقت حاصل ہوگا۔ اور عبد کام کیا کرتا ہے نہ کہ سست بیٹھتا ہے۔ پس اصل کام کا مقام تو جنت ہی ہے۔ جہاں انسان کامل عبد ہو جائے گا جنت کا سارا مزا اس میں ہے کہ جذبات کی کشمکش سے آزاد ہو کر انسان اپنی عبادات میں لذت ہی لذت محسوس کریگا اور جس کام میں لذت حاصل ہو اس میں نکان محسوس نہیں ہوتی عام طور پر مسلمان جنت کا نقشہ پُور ہوس (مسکینوں کے رکھنے کی جگہ) کا سمجھتے ہیں کہ کام کچھ نہ کرینگے کھانا مفت ملتا ہے گا۔ اور کوئی دُکھ سے باہر بھی نہ نکالے گا۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔

۵۴۲ تفسیر۔ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۔ اس جگہ عِبَادِيْ کا لفظ عام معنوں میں استعمال کیا گیا ہے اور نیک اور بد سب بندے اس میں شامل ہیں۔ فرمایا ہے کہ میرے بندے نیک ہوں یا بد ان سب کو اطلاع دے دو کہ میں غَفُوْر ہوں۔ اور رَحِيْم ہوں یعنی گناہ گاروں کو تسلی دو گھبرائیں نہیں۔ اور اس خیال سے مایوس نہ ہوں کہ بہت گناہ ہوئے اب کیا ہو سکتا ہے۔ میں غفور ہوں انکے سب گناہ بخش سکتا ہوں۔ اور مومنوں سے کہدو کہ وہ نیکی کر کے بس نہ کر دیں۔ اور یہ خیال نہ کریں کہ جو کمال ہم نے حاصل کرنا تھا کر لیا کیونکہ میں (جسکے ہوں میں بار بار رحم کرنے والا ہوں۔ وہ جس قدر بھی نیکی میں ترقی کرتے جائیں گے میرا رحم اور بڑھتا جائے گا پس انہیں نیکیوں میں ترقی کرتے رہنا چاہیئے۔

۵۴۳ حل لغات۔ اَلْعَذَابُ۔ کُلُّ مَا شَقَّ

لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ سے یہ بتایا ہے کہ جنت میں بھی انسان کام کریں گے

تھکان تحلیل جسم کا نتیجہ ہے جنت میں تحلیل جسم نہ ہوگی۔

جنت کام کرنے کی جگہ ہے نہ کہ عیش کا مقام۔

جنت کی نعماء انسانی دماغ نہیں سمجھ سکتا

غفور کے بعد صفت رحیم لانے کی وجہ

العذاب

Presented by: Rana Jabir Abbas

وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ إِبْرٰهِيمَ ۝ إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ وقفلازم

اور انہیں ابراہیم کے مہمانوں کے متعلق (بھی) آگاہ کر ۵۴ جب وہ اس کے پاس آئے

فَقَالُوا سَلٰمًا ۖ قَالَ إِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُونَ ۝ قَالُوا

اور کہا (کہ ہم تمہارے لئے) سلامتی (کا پیغام لائے ہیں) اس نے کہا (کہ) ہم (تو) یقیناً تم سے ڈرے ہیں ۵۵ انہوں نے

عَلَى الْإِنْسَانِ وَمَنَعَهُ عَنْ مُرَادِهِ۔ عذاب کے معنی ہیں جو انسان پر شاق گذرے اور حصول مراد سے اسے روک دے وفی الکلیات كُلُّ عَذَابٍ فِي الْقُرْآنِ فَهُوَ التَّعْذِيبُ الْآوَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ فَإِنَّ الْمُرَادَ التَّعْذِيبُ۔ اور کلیات میں لکھا ہے کہ عذاب سے مُراد قرآن مجید میں عذاب دینا ہوتا ہے سوائے آیت ولیشھد عذابھما کے۔ وہاں سزا مراد ہے (اقرب)

تفسیر فرمایا میرے عذاب کے مقابلہ میں کسی دوسرے کا عذاب۔ عذاب کہلانے کا مستحق ہی نہیں۔ کیونکہ اوّل تو وہ عارضی ہوتا ہے دوسرے اس سے بچنے کا ایک ذریعہ یعنے اللہ تعالےٰ کی ذات موجود ہے۔ لیکن جب عذاب اللہ تعالےٰ کی طرف سے آئے تو پھر کوئی پناہ باقی نہیں رہتی۔ اس صورت میں تو لَا مَلْجَاءَ وَلَا مَنْجَاءَ مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ ہی کہنا پڑتا ہے۔

۵۴ تفسیر۔ اس جگہ دراصل حضرت لوطؑ کا ذکر شروع کرنا تھا۔ مگر جیسا کہ میں بتا چکا ہوں ہمیشہ حضرت ابراہیمؑ کے ذکر سے ہی حضرت لوطؑ کا ذکر شروع کیا جاتا ہے اتفاقی طور سے نہیں بلکہ یہ ذکر عمداً کیا جاتا ہے۔ چنانچہ جہاں کہیں تفصیلی طور پر حضرت لوطؑ کا واقعہ آیا ہے وہاں حضرت ابراہیمؑ کے ذکر سے ہی ان کا ذکر شروع کیا گیا ہے۔ اور اس سے یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت لوطؑ حضرت ابراہیمؑ کے ماتحت رسول تھے۔ اس واقعہ کو آدم علیہ السلام کے واقعہ کے بعد اس لئے بیان کیا گیا ہے کہ اہل مکہ اپنے آپ کو حضرت ابراہیمؑ کی ذریت میں سے سمجھتے تھے اور حضرت لوطؑ ان کے رشتہ دار تھے پس ایک طرف تو یہ بتایا کہ الہام الٰہی حضرت ابراہیمؑ اور حضرت لوطؑ پر بھی نازل ہوا تھا اور تم ان کے حالات سے واقف ہو۔ پھر آج الہام کے متعلق شبہات کیوں پیدا کرتے ہو۔ دوسرے انہیں اپنے باپ دادوں کے واقعات سے یہ بتایا گیا کہ وحی الٰہی کا انکار انسان کو سزا کا مستحق بنا دیتا ہے۔ اس طرز بیان سے اُن لوگوں کی بھی رد ہو جاتا ہے جو کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں کوئی ترتیب نہیں۔

حضرت لوطؑ اور ابراہیمؑ کے واقعات کو بیان کرنے کا مقصد۔

۵۵ حل لغات۔ وَجِلُوْن:۔ وَجِلَ (یَوْجَلُ وَجَلًا) کے معنی ہیں۔ خاف۔ ڈر گیا۔ وفی مفردات الراغب اِسْتَشْعَرَ الْخَوْفَ اور مفردات میں وَجَل کے معنے یہ کئے گئے ہیں کہ خوف کو محسوس کیا۔ اس سے صفت مشبہ الوَجِلُ ہے جس کے معنے ہیں الخَائِفُ۔ ڈرنے والا (اقرب) وَجِلُوْن اسکی جمع ہے۔

وَجِلُوْن

تفسیر۔ معلوم ہوتا ہے۔ ان کے چہروں پر رنج اور غم کے آثار تھے۔ کیونکہ وہ ایک عذاب کی خبر لے کر آنے تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی ذہانت سے ان کے قلب کی حالت کو تاڑ لیا۔ یا یہ کہ جیسا سورۂ ہود میں ذکر آچکا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے لئے کھانا لائے۔ انہوں نے کھانے سے انکار کیا۔ اس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اندازہ کیا کہ یہ لوگ کسی تکلیف دہ بوجھ کے نیچے دبے ہوئے ہیں۔ اور شائد سمجھا کہ جو یہ خبر لائے ہیں وہ ان کے (یعنے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے) لئے بھی تکلیف دہ ہوگی۔ اس وجہ سے انہوں نے کہا کہ آپ لوگوں کا کھانا نہ کھانا تو دل میں ڈر پیدا کرتا ہے کہ آپ لوگوں کا سفر کوئی خیر کا سفر نہیں۔ اس سورۃ میں کھانا لانے اور ان کے انکار کرنے کے حصہ کو چھوڑ دیا گیا ہے

حضرت لوطؑ کا ذکر حضرت ابراہیمؑ کے ذکر سے شروع کیا جاتا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کے مہمانوں کے چہروں پر رنج و غم کے آثار دیکھنے کی وجہ۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ○ قَالَ

کہا (کہ) تو خوف نہ کر ہم تجھے بقیناً ایک بہت علم (پانے) والے لڑکے کی بشارت دیتے ہیں ۵۴۶ اس نے

مہمانوں کے کھانا نہ کھانے سے حضرت ابراہیم کو ذرا خوف ہوا۔

یہ بھی معنے ہو سکتے ہیں کہ چونکہ انہوں نے کھانا نہ کھایا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خیال ہوا کہ شاید مہمانی میں کوتاہی ہوئی ہے۔ اور فرمایا کہ میں تو آپ لوگوں سے ڈرتا ہوں کہ مجھ سے خفا ہو گئے ہیں۔

حضرت ابراہیم کو غلام علیم کی بشارت

۵۴۶ تفسیر: جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی فکر انہوں نے دیکھی تو ایک خبر جو وہ حضرت ابراہیمؑ کے بارہ میں لائے تھے انہیں سنائی۔ اور کہا کہ ہمارے سفر کا تکلیف دہ حصہ آپ کے ساتھ تعلق نہیں رکھتا۔ بلکہ آپ کے لئے تو ہمیں ایک بشارت معلوم ہوئی ہے کہ آپ کے ہاں اولاد ہوگی اور ایک بیٹا پیدا ہوگا۔ جو بہت علم والا ہوگا۔ یہ امر قابل تعجب نہیں کہ حضرت لوطؑ اور حضرت ابراہیم کی نسبت ان لوگوں کو یا ان میں سے کسی ایک کو الہام ہوا ہو کیونکہ کبھی مومن کے لئے دوسرے کو خبر دی جاتی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تَرَاهَا الْمُؤْمِنُ اَوْ تُرَى لَهٗ (ترمذی جلد ۲ ابواب الرؤیا) مومن کبھی خود بشارت پاتا ہے کبھی اس کے لئے دوسرے کو الہاماً خبر بتا دی جاتی ہے۔ میرے نزدیک چونکہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت لوطؑ ان علاقوں میں مہاجر تھے۔ اور عراق کے علاقہ سے ہجرت کر کے آئے تھے چنانچہ بائبل میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ اُور کے جو کسدی قوم کے علاقہ میں تھا باشندے تھے (پیدائش باب ۱۱ آیت ۲۷ و ۲۸ نیز ۱۲ آیت ۴) اور جیسا کہ قرآن کریم میں بھی لکھا ہے کہ جب حضرت ابراہیم کو انکی قوم نے دُکھ دیا۔ تو انہوں نے کہا۔ اِنِّیْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّیْ (عنکبوت ع ۳/۱۵) میں اپنے رب کی طرف ہجرت کر جاؤں گا۔ چنانچہ وہ وہاں سے ہجرت کر کے کنعان کے ملک میں آ بسے تھے۔ جیسا کہ سورۂ انبیاء میں ہے کہ وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ (ع ۵/۵) یعنی جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مخالفت ترقی کر گئی۔ اور آگ تک میں انکو

حضرت ابراہیم کے مہمان اس ملک کے تھے۔ جہاں انہوں نے ہجرت کی تھی

حضرت لوطؑ کی قوم کی تباہی کے ساتھ حضرت ابراہیم کو لڑکے کی بشارت دیئے جانے کی وجہ

ڈالا گیا۔ جسے اللہ تعالیٰ نے ٹھنڈا کر دیا۔ تو ہم نے ابراہیم علیہ السلام اور لوطؑ کو اس ملک سے نجات دیکر اس زمین میں پہنچا دیا جو برکت والی ہے اور قوموں کو اس جگہ برکت ملتی رہی ہے یعنے کنعان کا علاقہ جسے اب فلسطین کہتے ہیں۔ اور جس میں یروشلم وغیرہ یہود کے مقدس مقامات ہیں (نیز دیکھو پیدائش باب ۱۲ آیت ۵) غرض حضرت لوطؑ چونکہ اس علاقہ میں نئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دیکھ کر کہ حضرت لوطؑ کو اپنا گاؤں چھوڑنے پر تکلیف ہوگی۔ ان لوگوں کو جو معلوم ہوتا ہے اسی ملک کے تھے۔ الہام کر کے روانہ کیا۔ تا وہ آئندہ قیام کے متعلق انہیں مشورہ دیں اور تسلی دیں۔

یہ جو فرمایا کہ آپ کو غُلَامٍ عَلِيْمٍ کی بشارت دیتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تسلی کے لئے خبر دی۔ کیونکہ وہ بہت نرم دل تھے فرماتا ہے اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ (توبہ ع ۱۴) یعنے حضرت ابراہیمؑ دوسروں کے دُکھ کو بہت محسوس کرتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے نازک دل کی تسلی کے لئے ان لوگوں کو حکم دیا۔ کہ ابراہیمؑ کو ساتھ ہی لڑکے کی بشارت دیتے جانا۔ جو عَلِيْمٍ ہوگا۔ تا اس کے دل کو تسلی ہو کہ اگر اللہ تعالیٰ ایک قوم کو تباہ کر رہا ہے۔ تو ایک اور نیک قوم کی بنیاد بھی رکھ رہا ہے۔ چونکہ سچا علم نبوت سے حاصل ہوتا ہے۔ اس لئے علیم میں حضرت اسحاقؑ کی نبوت کی بشارت بھی مراد ہو سکتی ہے اِنَّا نُبَشِّرُكَ کے الفاظ اس قدر زوردار ہیں۔ کہ ان سے معلوم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو ہدایت ملی تھی۔ کہ چونکہ اس ہلاکت و تباہی کی خبر سے حضرت ابراہیمؑ کو صدمہ ہوگا اس لئے تم اس کے ساتھ ہی اس کو یہ بشارت بھی دینا۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

أَبَشَّرْتُمُونِي عَلَىٰ أَن مَّسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُونَ ○

کہا (کہ) کیا تم نے مجھے (اب فی الواقع) بشارت دی ہے۔ باوجود اسکے کہ مجھ پر بڑھاپا آچکا ہے پس بتاؤ کس بنا پر تم مجھے (یہ) بشارت دیتے ہو ۵۴

قَالُوا بَشَّرْنَاكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُن مِّنَ الْقَانِطِينَ ○

انہوں نے کہا (کہ) ہم نے تجھے سچی بشارت دی ہے۔ پس تو ناامید مت ہو ۵۵

قَالَ وَمَن يَقْنَطُ مِن رَّحْمَةِ رَبِّهِ إِلَّا الضَّالُّونَ ○

اس نے کہا (کہ میں کیونکر ناامید ہو سکتا ہوں) اور گمراہوں کے سوا اپنے رب کی رحمت سے کون ناامید ہوتا ہے ۵۶

۵۴ تفسیر حضرت ابراہیمؑ نے کہا کہ میں تو اب بہت بوڑھا ہو چکا ہوں۔ پس یہ تمہاری خبر ضرور الہامی ہے۔ اگر ایسا ہے تو مجھے بھی بتاؤ فِبَمَ تُبَشِّرُونَ کے اس جگہ یہ معنی نہیں کہ تم مجھے کس امر کی بشارت دیتے ہو۔ بلکہ یہ ہیں کہ تم کس حق کی بناء پر یہ بشارت دیتے ہو۔ تمہاری اس خبر کی بنیاد کیا ہے۔

فبم تبشرون میں خبر کی بنا کے متعلق سوال ہے

۵۴ حل لغات قَنَطَ۔ یَقْنَطُ قُنُوطًا) کے معنے ہیں یئس ناامید ہو گیا اس سے اسم فاعل قَانِطٌ آتا ہے یعنی ناامید ہونے والا (اقرب)

تفسیر۔ انہوں نے کہا ہم نے بلاوجہ بشارت نہیں دی۔ ہم انسان ہیں۔ انسان ہونے کے لحاظ سے ہمارا کوئی حق نہیں کہ کوئی بشارت دے سکیں۔ مگر یہ بشارت خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور ہم اس کے دیئے ہوئے حق یا اسی کے مناسب موقعہ ارشاد کے ماتحت بشارت دیتے ہیں۔ پس تو ناامید نہ ہو۔

فَلَا تَكُن مِّنَ الْقَانِطِينَ کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ وہ بشر تھے۔ اگر فرشتے ہوتے تو وہ حضرت ابراہیمؑ کو ان الفاظ میں مخاطب نہ کرتے کیونکہ فرشتے تو حضرت ابراہیمؑ کے مقام کو خوب جانتے تھے۔ ہاں بشر کے لئے ممکن ہے کہ وہ ناواقفیت کی وجہ سے ایسا کہہ دے۔

۵۴ تفسیر۔ حضرت ابراہیمؑ نے ان کا یہ فقرہ سُن کر کہ تو ناامید مت ہو۔ نہایت زوردار الفاظ میں کہا۔ کہ کیا تم مجھے ایسا کمزور ایمان والا سمجھتے ہو۔ خدا کی رحمت سے سوائے گمراہوں کے اور کون ناامید ہو سکتا ہے۔ مگر میں تو اللہ تعالیٰ پر ایمان کامل رکھتا ہوں۔ میرے سوال کی غرض تو یہ تھی کہ تمہارا مجھے یہ بشارت دینا صرف ایک انسانی ڈھکوسلا ہے (جیسے بعض نجومی وغیرہ کہدیتے ہیں) یا خدا تعالیٰ کی طرف سے تم کو خبر ملی ہے جب تم نے یہ بتا دیا کہ تم خدا تعالیٰ کی طرف سے خبر پاکر ایسا کہہ رہے ہو تو مجھے تمہاری بشارت میں کوئی شک نہیں رہا۔

لَن نقنط میں حضرت ابراہیمؑ کی غیرت ایمانی کو دیکھو کہ مایوسی کا لفظ سُن کر فوراً جواب دینے کو تیار ہو گئے اور برداشت نہ کر سکے۔ ایک طرف انکی مہمان نوازی اور مہمانوں کی خاطر داری کو دیکھو کہ فوراً گائے ذبح کر کے ان کے سامنے رکھ دیتے ہیں اور جب وہ نہیں کھاتے تو انکے دل میں گھبراہٹ پیدا ہو جاتی ہے کہ مبادا وہ ناراض ہی نہ ہو گئے ہوں۔ اور مجھ سے کوئی کوتاہی انکی خدمت میں نہ ہو گئی ہو لیکن دوسری طرف جب وہی معزز مہمان فَلَا تَكُن مِّنَ الْقَانِطِينَ کہتے ہیں۔ تو نہایت جوش اور غیرت سے بول اُٹھتے ہیں کہ مؤمن کبھی خدا کی رحمت سے مایوس نہیں ہو سکتا۔ یہ انبیاء کی غیرت ایمانی کا مقام ہے ہر مومن کو دین کے معاملہ میں ایسی ہی غیرت اپنے دل میں پیدا کرنی چاہیئے۔ حضرت ابراہیمؑ کی جگہ اگر کوئی

لن نقنط میں حضرت ابراہیمؑ کی غیرت ایمانی۔

آیت فلا تکن من القانطین سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کے مہمان بشر تھے نہ کہ فرشتے۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ أَيُّهَا الْمُرْسَلُونَ ○ قَالُوا

(پھر) کہا (کہ اچھا) تو اے (خدا کے) فرستادو! (وہ) تمہارا اہم کام کیا ہے (جو تمہارا اصل مقصد ہے) ۵۵ انہوں

إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَىٰ قَوْمٍ مُجْرِمِينَ ○ إِلَّا آلَ لُوطٍ ۖ إِنَّا

نے کہا (کہ) ہمیں یقیناً ایک مجرم قوم کی طرف (انکی ہلاکت کے لئے) بھیجا گیا ہے ۵۸ سوائے لوط کے پیروؤں کے (کہ)

لَمُنَجُّوهُمْ أَجْمَعِينَ ○ إِلَّا امْرَأَتَهُ قَدَّرْنَا

ان سب کو ہم یقیناً بچا لیں گے ۵۹ اس کی بیوی کے سوا (کہ) ہمارا اندازہ ہے

دوسرا ہوتا۔ تو کہتا کہ کیا کروں بوڑھا ہوں۔ میرے قویٰ مضمحل ہو چکے ہیں اس لئے یقین نہیں آتا۔ مگر وہ یہ کہتے ہیں کہ جب تک بندوں کی طرف سے خبر ہو میں اسے قابل تحقیق سمجھتا ہوں لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر ہو تو باوجود مضمحل قویٰ کے میں اس پر پورا یقین رکھتا ہوں۔

مہمانوں کا کھانا نہ کھانا حضرت لوط کی قوم کی تباہی کی خبر کے دل پر بوجھ کی وجہ سے تھا۔

۵۵ حل لغات۔ الخَطْبُ۔ الشان۔ شان وَالْاَمْرُ صَغُرَ اَوْ عَظُمَ۔ اہم امر خواہ چھوٹا ہو یا بڑا و مِنْهُ هٰذَا خَطْبٌ يَسِيرٌ وَخَطْبٌ جَلِيلٌ اور خطبٌ يسيرٌ اور خطبٌ جَلِيلٌ انہی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ یہ اصل کام چھوٹا ہے اور یہ بڑا سَبَبُ الْاَمْرِ کسی امر کا سبب وقيل الخطبُ اسمٌ لِلْاَمْرِ الْمَكْرُوهِ دون المحبوب اور بعض محققین لغت کہتے ہیں کہ ناپسندیدہ امر کے لئے بطور اسم بولا جاتا ہے وَقِيلَ هُوَ الْمَكْرُوهُ وَالْمَحْبُوبُ جَمِيعًا اور بعض کہتے ہیں کہ ناپسندیدہ امر اور پسندیدہ دونوں کے لئے بولا جاتا ہے (اقرب)

الخطب

حضرت ابراہیم کا مہمانوں کے کھانا نہ کھانے سے استدلال

تفسیر۔ جب یہ معاملہ صاف ہو گیا کہ انہیں نہ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مہمانی میں کوئی کمی نظر آئی تھی۔ اور نہ کوئی بُری خبر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے لائے تھے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فوراً سمجھ لیا۔ کہ ان کے آنے کی اصل غرض کچھ اور ہے کیونکہ مجھے بیٹے کی بشارت دینے کے لئے آتے۔ تو ایسے غمزدہ کیوں ہوتے۔ پس معلوم ہوتا ہے ان کا پیغام کسی اور شخص کے لئے بھی ہے۔ اور وہی اصل پیغام ہے۔ اور ہے بھی غم کا۔ تبھی یہ کھانا نہیں کھا سکے پس وہ ان سے پوچھتے ہیں کہ تمہارا خطب کیا ہے یعنے وہ امر مہم کیا ہے (خطب بڑے اہم امر کو بھی کہتے ہیں اور جو اصلی کام ہو بڑا ہو یا چھوٹا اسے بھی۔ اس جگہ اصل اور اہم کام مراد ہے) جس کے لئے تم آئے ہو۔ تمہارے دل پر جو بوجھ ہے اس سے ظاہر ہے کہ اصل کام مجھے بیٹے کی بشارت دینا نہیں۔ اصل کام کوئی اور ہے جو غم پیدا کرنے والا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ استدلال صاف بتاتا ہے کہ وہ انہیں انسان سمجھتے تھے تبھی تو باوجود ان کے بشارت دے دینے کے انہوں نے ان کے کھانا نہ کھانے کے فعل کو بلاوجہ قرار نہیں دیا اور استدلال کیا کہ یہ ضرور کسی اور تکلیف دہ امر کے لئے سفر کر رہے ہیں۔ اگر وہ اس بشارت کی وجہ سے ان کو فرشتہ خیال کر لیتے تو کھانا نہ کھانے کا سوال بھی ان کے لئے حل ہو جاتا۔ اگلا سوال ان سے کیونکر کر سکتے تھے۔ کہ پھر تمہارا اصل مشن کیا ہے۔ یہ امر ان کا کوئی اور مشن بھی ہے۔ صرف کھانا نہ کھانے سے ہی سمجھا جا سکتا تھا۔ اور اسی وقت سمجھا جا سکتا تھا جبکہ انہیں انسان سمجھا جاتا۔ ابراہیم نے کہا کہ تمہارے دل پر کسی امر کا بوجھ ہے جسکی وجہ سے تم کھانا وغیرہ نہیں کھا سکتے۔

۵۸ تفسیر۔ انہوں نے کہا کہ ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں تا کہ انکے عذاب کی خبر دیں۔ اس لئے ہمارے دل پر بوجھ ہے۔

۵۹ تفسیر۔ ہاں لوط کا خاندان مستثنےٰ ہے۔ اس فقرہ سے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

إِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ ۝ فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ ۝ ع ۴ ۱۶ ۴

کہ وہ یقیناً پیچھے رہنے (اور ہلاک ہونے) والوں میں سے ہوگی ۵۵۳ پھر جب وہ (ہمارے) بھیجے ہوئے (لوگ) لوط (اور اس)

انہوں نے قوم بھی ظاہر کر دی۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پھر تسلی دے دی تا حضرت لوط کی وجہ سے غمگین نہ ہوں۔ اور یہ جو فرمایا ہم ان سب کو نجات دینگے یہ میرے نزدیک اس سبب سے ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے انہیں حضرت لوطؑ کی آئندہ رہائش کے انتظام کے لئے بھیجا تھا۔

لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِيْنَ سے یہ بھی ظاہر ہے کہ حضرت لوط کے ساتھ نجات پانے والے لوگ قرآن مجید کے نزدیک ایک جماعت تھے۔ بائیبل نے صرف انکی دو لڑکیوں کے بچنے کا ذکر کیا ہے حالانکہ آل لوط اگر دو لڑکیوں پر مشتمل تھے تو اجمعین کا لفظ ان کے لئے نہیں بولا جا سکتا۔

۵۵۳ حل لغات۔ قَدَّرْنَا۔ قدر کا لفظ جب اللہ تعالیٰ کے لئے استعمال ہو تو اس کے معنے فیصلہ کرنے کے ہوتے ہیں۔ اور جب کسی انسان کے لئے استعمال ہو۔ تو اس کے معنی اندازہ اور قیاس کرنے کے ہوتے ہیں چنانچہ مفردات میں لکھا ہے اَلتَّقْدِيْرُ تَبْيِيْنُ كَمِّيَّةِ الشَّيْءِ۔ تقدیر کے معنی ہیں کسی چیز کی بیت کو واضح کرنا۔ اور جب اللہ تعالیٰ کے لئے یہ لفظ استعمال ہو تو اس کے معنے ہونگے۔ تَقْدِيْرُ اللّٰهِ بِالْحُكْمِ مِنْهُ اَنْ يَكُوْنَ كَذَا اَوْ لَا يَكُوْنَ كَذَا۔ کہ اللہ تعالیٰ کا کسی معاملہ کے متعلق فیصلہ کرنا کہ وہ اس طرح ہو یا اس طرح نہ ہو۔ اور جب کسی انسان کے لئے یہ لفظ استعمال ہو تو معنے ہونگے۔ اَلتَّفَكُّرُ فِي الْاَمْرِ بِحَسَبِ نَظَرِ الْعَقْلِ وَبِنَاءِ الْاَمْرِ عَلَيْهِ کہ کسی معاملہ میں عقل کے ساتھ غور و فکر کر کے اس کا اندازہ لگایا جائے اور اس پر کسی کام کی بنا رکھی جاوے (مفردات)

اَلْغَابِرُ اَلْبَاقِيْ۔ غابر کے معنی ہیں باقی رہنے والا۔ اسکی جمع غُبَّرٌ اور غَابِرُوْنَ آتی ہے وَمِنْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ اِلَّا امْرَاَتَهٗ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ۔ اَیْ مِنَ الَّذِيْنَ بَقُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ فَهَلَكُوْا اور آیت امرأتہ کانت من الغٰبرین میں لفظ غابر باقی رہنے والے کے معنوں میں ہی استعمال ہوا ہے یعنی انکی بیوی ان لوگوں میں سے تھی۔ جو شہر میں پیچھے رہ گئے تھے۔ (اقرب)

تفسیر۔ یعنی آل لوط میں سے انکی بیوی چونکہ خود پیچھے رہ جائے گی۔ اس لئے وہ نہ بچائی جائے گی۔ یہ لوگ قدرنا کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ جس کے معنے مقرر کرنے کے بھی ہوتے ہیں اس لئے بعض لوگوں نے اس سے استدلال کیا ہے کہ وہ فرشتے تھے ورنہ قدرنا کیونکر کہتے۔ لیکن یہ درست نہیں کیونکہ اگر وہ فرشتے بھی ہوتے تو بھی قدرنا کیونکر کہہ سکتے تھے۔ تقدیر تو اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے نہ کہ فرشتوں کے۔ پس قدرنا کے اس جگہ یہ معنے نہیں کہ ہم نے ایسا فیصلہ کیا ہے بلکہ اس کے معنی اس جگہ اندازہ لگانے کے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ انہیں یا ان میں سے کسی ایک کو خواب یا الہام میں جو خبر دی گئی تھی۔ اس میں بیوی کے متعلق گو وضاحت نہ تھی مگر استدلال یہی ہوتا تھا کہ وہ نہ بچے گی پس انہوں نے اللہ تعالیٰ کے الہام کا ادب کرتے ہوئے اس پر زیادہ زور نہ دیا۔ اور اسی قدر کہا۔ کہ ہمارا اندازہ الہام الٰہی سے یہی ہے کہ وہ نہ بچے گی۔ یا یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تسلی کے لئے اس مضمون پر زیادہ زور نہ دیا۔ اور یہ جھوٹ نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ اپنے مقرر کردہ عذابوں کو بدل بھی دیتا ہے ممکن ہے ان کے دل میں خیال ہو کہ شاید حضرت لوط کی دعا سے یہ عذاب ٹل جائے پس انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو انہی الفاظ میں خبر دینی مناسب سمجھی کہ ہمارا اندازہ یہ ہے کہ وہ حضرت لوط کے ساتھ نہ جائے گی۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے اس فعل کو اپنی طرف بھی منسوب فرمایا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے قَدَّرْنَاۤ اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ (نمل ع ۱۹) اب یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ ادھر خدا تعالیٰ کہے کہ میں نے یہ فیصلہ کیا تھا۔ اور اُدھر وہ رسول یا فرشتے جو کچھ بھی چاہو انہیں کہہ لو۔ وہ کہیں کہ ہم نے

بائبل اور قرآن میں اختلاف۔

لمنجوھم اجمعین سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت لوط کے ساتھ نجات پانے والے ایک جماعت تھے۔

قدرنا

قدرنا کے الفاظ کہنے سے مراد "اندازہ" کرنا ہے۔

الغابر

Presented by: Rana Jabir Abbas

إِنَّا لَمُرْسَلُونَ ○ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنكَرُونَ ○

کے اتباع کے پاس آئے تو اس نے (انہیں) کہا (کہ) آپ (اس علاقہ میں) اجنبی (معلوم ہوتے) ہیں ۵۴

قَالُوا بَلْ جِئْنَاكَ بِمَا كَانُوا فِيهِ يَمْتَرُونَ ○

انہوں نے کہا (کہ ایسا) نہیں بلکہ ہم (تو) تمہارے پاس (ہی) آئے ہیں (اور) وہ چیز لے کر (آئے ہیں) جسکے متعلق یہ (لوگ) شک کرتے رہے ہیں ۵۵

فیصلہ کیا ہے۔ پس حقیقت یہ ہے کہ جیسا کہ لغت میں ہے۔ جب خدا تعالیٰ کی نسبت یہ لفظ آتا ہے وہاں فیصلہ کرنے کے معنے ہوتے ہیں اور جب انسانوں کی نسبت آتا ہے۔ وہاں اندازہ یا قیاس کرنے کے معنے ہوتے ہیں۔ ان لوگوں کے قول میں اس کے معنے اندازہ یا تخمین سے بات کرنے کے ہیں۔

انفعالی اور افعال کے لئے قدر کے لفظ کے استعمال میں فرق

منکرون

بائبل کے بیان اور قرآن کریم کے بیان میں یہاں بھی اختلاف ہے۔ بائبل میں لکھا ہے "جب صبح ہوئی فرشتوں نے لوط سے تاکید کر کے کہا کہ اُٹھ اپنی جورو اور اپنی دو بیٹیاں جو یہاں موجود ہیں لے" (پیدائش باب ۱۹ آیت ۱۵) اور پھر آیت ۱۶ میں بیان ہے کہ حضرت لوط نے کچھ دیر کی۔ تو انہوں نے "اس کا اور اسکی جورو کا اور اس کی دونوں بیٹیوں کا ہاتھ پکڑا (کیونکہ خداوند کی مہربانی اس پر ہوئی) اور اسے نکالکر شہر سے باہر پہنچا دیا" لیکن قرآن کریم فرماتا ہے کہ حضرت لوط کو پہلے ہی خبر دے دی گئی تھی کہ وہ ساتھ نہ جائے گی بلکہ پیچھے رہ جائے گی چنانچہ فرماتا ہے۔ جب رسول حضرت لوط کے پاس آئے تو انہوں نے حضرت لوط سے کہا اِنَّا مُنَجُّوكَ وَاَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ (عنکبوت ع ۳۴) یعنے ہم تجھے اور تیرے اہل کو تو یہاں سے بچا کر لے جائینگے مگر تیری بیوی کو نہیں۔ وہ پیچھے رہنے والے گروہ میں ہوگی۔ اب ہر عقلمند خود سمجھ سکتا ہے کہ کونسا بیان عقل کے مطابق ہے کیا قرآن کریم کا جو کہتا ہے کہ وہ پیچھے ہی رہ گئی تھی یا بائبل کا جو کہتی ہے کہ فرشتوں نے پکڑ کر انکی بیوی کو شہر سے باہر نکالا سوال یہ ہے کہ جب خدا تعالیٰ کو معلوم تھا کہ اس عورت نے تباہ ہونا ہے تو اسے پکڑ کر باہر نکالنے کے معنے کیا تھے جس کے متعلق

حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کو بچانے کے متعلق قرآن مجید اور بائبل کا اختلاف

مُرْسَلُوْن کے لفظ سے بھیجے ہوؤں کا انسان ہونا ثابت ہوتا ہے

قرآن مجید میں حضرت لوط کی بیوی کے پیچھے رہنے کا ذکر

تباہی کا فیصلہ تھا اسے فرشتوں نے نکالا کیوں کوئی آدمی باہر نکال تو کہہ سکتے تھے کہ اسے علم نہ تھا لیکن فرشتے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے خبر لے کر آئے تھے باوجود اس علم کے کہ اس عورت نے تباہ ہونا ہے اسے کیوں باہر نکالنے لگے۔

۵۵ حل لغات ۔ مُنْكَرُوْن۔ انکر سے اسم مفعول مُنْكَرٌ بنتا ہے اور مُنْكَرُوْن اسکی جمع ہے انکر کے معنی ہیں جَهِلَهٗ اس کو نہ پہچانا۔ اَنْكَرَ حَقَّهٗ کے معنی ہیں جَحَدَهٗ اس کے حق کا جان بوجھ کر انکار کر دیا۔ اَنْكَرَ عَلَيْهِ فِعْلَهٗ عَابَهٗ وَنَهَاهُ اس کے فعل کو معیوب قرار دیا اور اس سے اُسے روکا۔ اَلْمُنْكَرُ کے معنی ہیں مَا لَيْسَ فِيْهِ رِضَى اللّٰهِ مِنْ قَوْلٍ اَوْ فِعْلٍ اور اَلْمَعْرُوْفُ ضِدُّهٗ منکر وہ فعل یا قول ہے جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہو اور لفظ معروف (پسندیدہ) اس کے مخالف معنے ادا کرنے کے لئے بولا جاتا ہے (اقرب) پس اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ کے ایک معنی ہوئے کہ آپ اس علاقہ میں انجان یا اجنبی معلوم ہوتے ہیں۔

تفسیر۔ قرآن کریم انہیں پھر مُرْسَلُوْن کہہ کر ان کے انسان ہونے کی طرف اشارہ فرماتا ہے۔ بائبل کا عجیب حال ہے کہ کبھی انہیں مرد کہا ہے (پیدائش باب ۱۸ آیت ۲ و ۱۶) اور کبھی فرشتے (پیدائش باب ۱۹ آیت ۱) اور باوجود فرشتہ کہنے کے لکھا ہے کہ حضرت لوط نے انکے لئے خطیری روٹی پکائی اور انہوں نے کھائی (پیدائش باب ۱۹ آیت ۳) فرشتوں کا خطیری روٹی کھانا ایک عجوبہ ہے اور اس پر دلالت کرتا ہے کہ تورات میں بعد میں بہت کچھ رطب و یابس شامل کر دیا گیا ہے۔

۵۵ حل لغات۔ يَمْتَرُوْن۔ اِمْتَرٰی سے مضارع جمع غائب کا صیغہ ہے اور اِمْتَرٰی فِی الشَّیْءِ کے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

وَاَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۝ فَاَسْرِ

اور ہم تمہارے پاس یقینی خبر لائے ہیں۔ اور ہم یقیناً سچے ہیں ۵۶ سو تم رات کے آخری

بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ

حصہ میں (کسی وقت) اپنے گھر والوں کو لے کر (یہاں سے) چلے جاؤ۔ اور (خود) ان کے پیچھے (پیچھے) رہو

وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ وَّامْضُوْا حَيْثُ

اور تم میں سے کوئی (ان کی طرف) التفات (ظاہر) نہ کرے اور جہاں (جانے) کا حکم تمہیں دیا جاتا ہے (سب وہاں)

تُؤْمَرُوْنَ ۝ وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ

چلے جاؤ ۵۷ اور یہ بات ہم نے اسے یقینی طور پر بتا دی ہے کہ ان

معنے ہیں شَكَّ فِيْهِ۔ کسی چیز میں شک کیا (اقرب) پس بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوْا فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ کے معنے ہونگے کہ ہم تمہارے پاس وہ چیز لے کر آئے ہیں جس کے متعلق یہ لوگ شک کرتے رہے ہیں۔

تفسیر۔ حضرت لوطؑ نے جب کہا کہ آپ تو مسافر اور اجنبی معلوم ہوتے ہیں۔ تو انہوں نے کہا ہم اجنبی نہیں ہیں بلکہ ایک غرض کے لئے تیرے پاس آئے ہیں۔ اور اس چیز کی خبر لیکر آئے ہیں جس کے بارے میں یہ لوگ شک کرتے رہے ہیں یعنی عذاب کی خبر لے کر آئے ہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عذاب کی خبر لوط کی قوم کو حضرت لوط کے ذریعہ سے مل چکی ہوئی تھی کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ ہم یہ بتانے کے لئے آئے ہیں کہ اب عنقریب ان پر وہ عذاب آنے والا ہے جس میں یہ لوگ شک کرتے رہے ہیں گویا عذاب کی خبر تو پہلے ہی اس قوم کو دی جا چکی تھی۔ اب یہ لوگ حضرت لوط کو صرف یہ بتانے کے لئے آئے تھے کہ اب اس موعود عذاب کا وقت آ گیا ہے۔ آپ یہاں سے ہمارے ساتھ چل پڑیں۔

۵۶ حل لغات بِالْحَقِّ۔ الحق کے معنی ہیں یقینی خبر مزید تشریح کے لئے دیکھو سورہ رعد ۱۵

آتیناک بالحق

مرسلوں کا الحق کا لفظ استعمال کرنے کی وجہ۔

تفسیر۔ چونکہ حضرت ابراہیم نے سوال کیا تھا۔ کہ تم مجھے کس بناء پر بشارت دیتے ہو وہ خود ہی اندازہ لگاتے ہیں کہ حضرت لوط کو بھی شک ہوگا۔ کہ یہ لوگ کون ہیں اور کیوں آئے ہیں۔ اس لئے انہوں نے آپ ہی بتا دیا۔ کہ ہم الحق کے ساتھ آئے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی وحی کے ساتھ اور پھر اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ کہہ کر زور دیا کہ ہم پر بدگمانی نہ کریں۔ ہم اس دعوٰی میں سچے ہیں۔

اسر باھلک

حضرت لوط کی قوم کو عذاب کی خبر مرسلوں کے آنے سے پہلے مل چکی تھی

۵۷ حل لغات۔ اَسْرِ بِاَهْلِكَ۔ اَسْرِ سَرٰی سے باب افعال کا صیغہ امر ہے اور سَرَی الرَّجُلُ کے معنی ہیں سَرَی عَامَّةَ اللَّيْلِ رات کا اکثر حصہ چلا۔ اَسْرَی الرَّجُلُ اِسْرَاءً اِمْتَلَّ سَرَی۔ اور اَسْرَی (باب افعال ثلاثی مزید) کے معنے سَرَی (ثلاثی مجرد) کے بھی ہیں۔ وَ قِيْلَ اَسْرَی لِاَوَّلِ لَيْلٍ وَسَرَی لِاٰخِرِ لَيْلٍ۔ اور بعض محققین لغت کہتے ہیں کہ اَسْرَی کا فعل رات کے ابتدائی حصہ میں چلنے کے متعلق استعمال ہوتا ہے اور سَرَی کا فعل رات کے آخری حصہ میں چلنے پر اَسْرَاہُ وَ اَسْرَی بِهٖ (متعدی) کے معنی ہیں۔ سَيَّرَهٗ بِاللَّيْلِ اَیْ سَيَّرَهٗ لَيْلًا یعنے اسے رات کو روانہ کیا۔ (اقرب)

بالحق

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

قطع

قِطْعٌ مِّنَ اللَّيْلِ:- قِطْعٌ کے معنی ہیں ظُلْمَةُ آخِرِ اللَّيْلِ رات کے آخری حصہ کی تاریکی۔ وَقِيْلَ مِنْ اَوَّلِهٖ اِلٰى ثُلُثِهٖ اور بعض کے نزدیک رات کے ابتدا سے لے کر رات کے تیسرے پہر کی تاریکی کے لئے یہ لفظ بولا جاتا ہے (اقرب) اس اختلاف کے لحاظ سے اَسْرِ بِاَهْلِكَ کے معنے ہونگے کہ رات کے کسی حصہ میں یا ابتدائی یا آخری حصہ میں اپنے گھر والوں کو لے کر چلو لیکن رات کے آخری حصہ میں جانا زیادہ قرینِ قیاس ہے کیونکہ اگلی آیت میں مُصْبِحِيْنَ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اس لحاظ سے معنے یہ ہونگے کہ رات کے آخری حصہ میں کسی وقت اپنے گھر والوں کو لے کر چلو۔ اگر اَسْرِ سے رات کے آخری حصہ میں چلنا مراد لیں۔ تو بِقِطْعٍ مِّنَ اللَّيْلِ اسکی تشریح ہوگی۔

حضرت لوط کے ساتھ نکلنے والوں کے متعلق بائبل اور قرآن مجید میں اختلاف

بائبل میں حضرت لوط کے ساتھ نکلنے والی عورتوں کی دو لڑکیاں بتائی گئی ہیں۔

تفسیر:- ان مرسلوں نے حضرت لوط کو ان کے نکلنے کے متعلق تفصیلات سے اطلاع دی۔ اور بتایا کہ رات کے آخری حصہ میں یہاں سے نکلیں گو وضع لغت کے لحاظ سے اِسْرَاء رات کے کسی حصہ میں جانے کے متعلق بولا جاتا ہے لیکن بِقِطْعٍ مِّنَ اللَّيْلِ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت لوط کو رات کے آخری حصہ میں نکلنے کو کہا گیا ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں جب رات کا ایک حصہ باقی رہ گیا ہو تب نکلو اس احتیاط میں یہ حکمت معلوم ہوتی ہے کہ تا دشمن پیچھا نہ کر سکیں کیونکہ جس وقت انہیں نکلنے کو کہا گیا ہے۔ اس کے معاً بعد عذاب آنے والا تھا۔ پس اگر ان لوگوں کو حضرت لوط کے نکلنے کے کچھ دیر بعد پتہ بھی لگ جاتا۔ تو وہ پیچھا نہیں کر سکتے تھے۔

اَذْبَارَهُمْ میں هُمْ کی ضمیر بتاتی ہے کہ حضرت لوط کے ساتھ ایک جماعت تھی۔

حضرت لوط کو قافلہ کے پیچھے رہنے کے حکم کا مطلب

یہ جو کہا کہ تو ان سب کے پیچھے رہیو۔ اس میں رحم کا پہلو ہے کیونکہ عذاب سے اصلی حفاظت نبی کو حاصل ہوتی ہے جب تک حضرت لوط عذاب سے محفوظ نہ ہوتے عذاب نہیں آسکتا تھا۔ پس انہوں نے ہدایت کی کہ قافلہ کی کامل حفاظت اسی میں ہے کہ آپ سب کے پیچھے رہیں۔ تا سارا قافلہ عذاب سے کلی طور پر محفوظ ہو جائے۔

حضرت لوط پر ایمان لانے والی ایک جماعت تھی۔

اس آیت سے قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حضرت لوط پر کچھ لوگ ایمان ضرور لائے تھے گو بائبل صرف یہ کہتی ہے کہ انکی دو لڑکیاں ان کے ساتھ نکلی تھیں اور کوئی نہیں (پیدائش باب ۱۹) مگر قرآن کریم اس کے خلاف کہتا ہے۔ کیونکہ اس آیت میں فرماتا ہے وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ نکلنے والے قافلہ کے پیچھے رہو۔ اور هُمْ کا لفظ استعمال فرمایا ہے جو تین یا تین سے زیادہ مردوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ یا مردوں اور عورتوں کی مخلوط جماعت کے لئے استعمال ہو سکتا ہے کیونکہ جب مرد اور عورت اکٹھے ہوں۔ تو مذکر کی ضمیر استعمال کی جاتی ہے لیکن اگر مرد تھے ہی نہیں جیسا کہ بائبل کہتی ہے تو وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمَا چاہیئے تھا یا اگر دو سے زیادہ عورتیں تھیں تو اَدْبَارَهُنَّ کہنا چاہیئے تھا لیکن صرف دو لڑکیوں کے لئے اَدْبَارَهُمْ کسی صورت میں استعمال نہیں ہو سکتا۔ پس اس آیت سے قطعی طور پر ثابت ہے کہ حضرت لوط کے ساتھ نکلنے والے کچھ اور مرد تھے۔ اس وجہ سے عورتوں اور مردوں کے مخلوط قافلہ کو هُمْ کی ضمیر سے یاد کیا گیا۔ گو بائبل میں نکلنے کا واقعہ جہاں بیان ہوا ہے وہاں صرف دو لڑکیوں کا ذکر ہے لیکن ایک اور جگہ سے بائبل سے بھی استدلال ہوتا ہے کہ بائبل کا یہ بیان غلط ہے۔ اور وہ اس طرح کہ بائبل میں جہاں ان مرسلوں کے آنے کا ذکر ہے وہاں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم نے ان کے جانے کے بعد اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ کیا اگر پچاس راستباز وہاں ہوں تو اس قوم کو انکی خاطر نہ بچائے گا اللہ تعالیٰ نے جواب دیا۔ کہ اگر پچاس صادق ہوں تو میں انکی خاطر سارے شہر کو چھوڑ دوں گا۔ اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام تعداد کم کرتے گئے حتیٰ کہ آخر میں دس صادقوں کے ہونے پر بھی شہر کو بچا لینے کی درخواست کی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اگر دس صادق بھی ہوں تب بھی میں شہر کو بچا لوں گا تب حضرت ابراہیم خاموش ہو گئے اور سمجھ لیا کہ دس صادق بھی اس شہر میں نہیں ہیں (پیدائش باب ۱۸ آیت ۲۲ تا ۳۲) اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم کو یہ معلوم تھا کہ کچھ لوگ حضرت لوط پر ایمان لائے ہیں۔ ورنہ وہ یہ دعا کیوں کرتے حضرت لوط تھوڑے ہی فاصلہ پر رہتے تھے۔ اور یقیناً انکی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ ○ وَجَآءَ

لوگوں کی جڑ صبح ہوتے (ہی) کاٹ دی جائے گی ۵۸ اور (ادھر)

خبریں حضرت ابراہیمؑ کو ملتی رہتی ہونگی۔ پس کیونکر ہو سکتا تھا کہ اگر اُن کے علم میں کوئی بھی مومن نہ تھا تو وہ ایسی دُعا کرتے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہیں اتنا معلوم تھا کہ مومنوں کی تعداد بہت تھوڑی ہے۔ اسی لئے انہوں نے پچاس کے عدد سے دُعا شروع کی۔ اور دس پر آکر چھوڑ دی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دس سے کم مومن تھے۔ اور چونکہ تین یا تین سے زیادہ پر ھُمْ کا لفظ بولا جاتا ہے۔ اس لئے ممکن ہے تین یا دو یا زیادہ مومن ہوں۔

اور یہ جو فرمایا کہ لَا یَلْتَفِتْ اَحَدٌ مِّنْکُمْ اس سے مُراد پیچھے مُڑ کر دیکھنا نہیں۔ بلکہ یہ ہے کہ کفار کی طرف توجہ نہ کرو۔ اور انہیں ہلاک ہونے دو۔ ورنہ پیچھے مُڑ کر دیکھنے میں کوئی خاص بات نہ تھی۔

بائبل میں لکھا ہے کہ انکی بیوی نے مڑ کر دیکھا اور وہ نمک کا کھمبا بن گئی۔ یہ کہ وہ نمک کا کھمبا بن گئی اسے تو میں یہود اور مسیحیوں کی عقل پر چھوڑتا ہوں۔ مگر میں واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ قرآن کریم کے رُو سے اُنکی بیوی ساتھ آئی ہی نہ تھی کیونکہ فرماتا ہے کَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِیْنَ وہ پیچھے ہی رہ گئی تھی۔ پس قرآن کریم کے بیان کے رُو سے اس کے نمک کا کھمبا بن جانے یا کچھ اور بن جانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا اس قسم کی لغویت سے قرآنی بیان کا پاک ہونا ثابت کرتا ہے کہ وہ خدائی کلام ہے۔ ورنہ کیا یہ عجیب بات نہیں۔ کہ تورات جو قریب کے زمانہ میں لکھی گئی۔ وہ تو ایسے لغو قصہ کو بیان کرتی ہے مگر قرآن کریم اسے چھوڑ دیتا ہے۔

وَامْضُوْا حَیْثُ تُؤْمَرُوْنَ سے میرے اس دعویٰ کی تصدیق ہوتی ہے کہ حضرت لوط کو وہ لوگ یہ بتلانے کے لئے آئے تھے کہ وہاں سے نکل کر وہ کہاں جائیں۔ اور اس کام میں مدد دینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں الہام کر کے بھیجا تھا انکو سب نشان پتہ بتا کر معلوم ہوتا ہے وہ لوگ چلے گئے اور کہہ گئے کہ ہماری بتائی ہوئی جگہ پر آجانا۔ کیونکہ وہیں آپ کا آنا اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے مقدر کیا ہے۔

۵۸ حل لغات ۔ قَضَیْنَآ: قَضٰی سے جمع متکلم کا صیغہ ہے اور قَضٰی بَیْنَ الْخَصْمَیْنِ کے معنی ہیں حَکَمَ وَفَصَلَ۔ مدعی اور مدعا علیہ کے درمیان جھگڑے کا فیصلہ کر دیا۔ قَضَی الشَّیْءَ قَضَآءً۔ صَنَعَهٗ بِاِحْکَامٍ وَقُدْرَةٍ۔ کسی چیز کو عمدہ طور پر بنایا۔ اور اس کا صحیح اندازہ لگایا۔ قَضَی الْاَمْرَ عَلَیْهِ: خَتَمَهٗ وَاَوْجَبَهٗ وَاَلْزَمَهٗ یہ۔ اس کے خلاف بات کو ختم کر دیا اور اس پر اس کو واجب کر دیا اور اس کا پورا کرنا اس کا فرض قرار دیا۔ الشَّیْءُ: اَعْلَمَهٗ کسی معاملہ کا اعلان کیا اور اس کو کھول کر بیان کیا۔ قَضٰی لَکَ الْاَمْرَ حَکَمَ لَکَ کسی معاملہ کا تیرے حق میں فیصلہ کر دیا (اقرب) پس قَضَیْنَآ اِلَیْهِ کے معنے ہونگے کہ ہم نے یہ بات کھلے طور پر بتا دی۔

لَا یَلْتَفِتْ کہنے سے مُراد کیا کرنے اور اس کا پورا کرنا اس کا فرض قرار دیا۔ اَعْلَمَهٗ کی طرف توجہ کرا

اَلدَّابِرَ: الدَّابِرُ۔ کے معنی ہیں التَّابِعُ تابع۔ آخر کُلِّ شَیْءٍ ہر چیز کا آخری حصہ۔ یقال قَطَعَ اللّٰهُ دَابِرَهُمْ اَیْ آخِرَ مَنْ تَبِقّٰی اور قَطَعَ اللّٰهُ دَابِرَهُمْ میں دابر آخر کے معنوں میں استعمال ہوا ہے یعنی اللہ نے ان میں سے سب سے پیچھے رہنے والے کو بھی تباہ کر دیا۔ الْاَصْلُ جڑھ (اقرب) الغرض دابر سے مراد کبھی جڑھ ہوتی ہے یعنی بڑے لوگ کیونکہ وہ بطور جڑھ کے ہوتے ہیں اور باقی لوگ بطور فرع کے۔ اور کبھی دابر سے مُراد ساری قوم ہوتی ہے اور یہاں پر سب قوم ہی مُراد ہے کیونکہ صرف آل لوط کے بچائے جانے کی خبر ہے۔

حضرت لوط کی بیوی کے متعلق بائبل کا ایک عجب بیان۔

تفسیر: یہ آیت خدا تعالیٰ کا کلام معلوم ہوتی ہے ان مرسلوں کا قول نہیں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ گذشتہ آیت بھی اللہ تعالیٰ کا کلام ہو۔ مگر یہ آیت ضرور اللہ تعالیٰ کا کلام ہے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

أَهْلُ الْمَدِينَةِ يَسْتَبْشِرُونَ ۝ قَالَ إِنَّ هَٰؤُلَاءِ

اس شہر کے لوگ خوشیاں مناتے ہوئے (اس کے پاس) آئے ۵۹ (جس پر) اس نے (ان سے) کہا (کہ) یہ لوگ

ضَيْفِي فَلَا تَفْضَحُونِ ۝ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَلَا تُخْزُونِ ۝ ۶۱

یقیناً میرے مہمان ہیں۔ اس لئے تم (انہیں تکلیف دے کر) مجھے رسوا نہ کرو ۶۰ اور اللہ (تعالیٰ) کا تقویٰ اختیار کرو اور مجھے ذلیل نہ کرو

قَالُوا أَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعَالَمِينَ ۝ قَالَ

انہوں نے کہا اور کیا ہم نے تمہیں (بیرونی) لوگوں (کو اپنے پاس ٹھہرانے) سے روکا نہ تھا ۶۲ اس نے کہا (کہ)

جو معلوم ہوتا ہے۔ ان مرسلوں کی صداقت پر گواہی دینے کے لئے حضرت لوط پر نازل ہوا۔ اور انہیں بتایا گیا کہ ان لوگوں نے جو تم کو بتایا ہے کہ آج رات کے آخر پر عذاب آئے گا یہ درست ہے۔ ہماری ہی بتائی ہوئی یہ خبر ہے۔ اور صبح کے وقت ضرور یہ قوم تباہ ہو جائے گی۔

دَابِرَ هٰؤُلَاءِ سے یہ مراد ہے ان کا آگا پیچھا کچھ بھی باقی نہ رہے گا۔

۵۹ حل لغات۔ المدینۃ۔ مَدَنَ سے اسم ہے اور مَدَنَ بالمکان کے معنی ہیں اَقَامَ بِہٖ کسی جگہ ٹھہرا۔ اور المدینۃ کے معنی ہیں المَصْرُ الجامعُ بڑا شہر وقیل الحِصْنُ یُبْنٰی فِی اَرْضٍ مُسْتَوِیَۃٍ۔ وہ قلعہ جو کھلی فراخ زمین میں بنایا جاوے۔ (گویا ارد گرد کے لئے مرکز کا کام دے) (اقرب)

المدینہ

تفسیر۔ اس بستی کو مدینہ کہہ کر پکارا گیا ہے معلوم ہوتا ہے اہم بستی تھی چنانچہ بائبل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شہر چند بستیوں کا مرکز تھا۔ یَسْتَبْشِرُوْنَ کہہ کر یہ بتایا ہے کہ وہ لوگ خوش ہوئے کہ اب حضرت لوط کو ملزم بنا سکیں گے اس سے ہرگز یہ مراد نہیں کہ ان مردوں سے بدکاری کرنے کی خواہش کی وجہ سے وہ خوش تھے۔ جیسا کہ مفسرین نے لکھا ہے کیا اس بستی میں مرد نہ ہوتے تھے کہ باہر سے آنے والوں کی خبر سُنکر وہ خوش ہو گئے۔

حضرت لوط کی بستی کو مدینہ کہے جانے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اہم بستی تھی

۶۰ حل لغات۔ تَفْضَحُوْنِ۔ فَضَحَ سے جمع مخاطب کے مضارع کا صیغہ ہے اور فَضَحَ کے معنے ہیں

تفضحون

کَشَفَ مَسَاوِئَہٗ۔ اس کے عیوب کو ظاہر کیا۔ وَفِی الدُّعَاءِ لَا تَفْضَحْنَا بَیْنَ خَلْقِكَ اَیْ اُسْتُرْ عُیُوْبَنَا وَلَا تُکْشِفْهَا عَنَّا اور دعائے مسنونہ میں جو فَضَحَ کا لفظ استعمال ہوا ہے اس کے معنی ہیں کہ اے خدا ہمارے عیوب پر پردہ پوشی کر اور ان کو ظاہر نہ کر (اقرب) پس فَلَا تَفْضَحُوْنِ کے معنے ہوئے تم میری کمزوریوں کو ظاہر کر کے مجھے رسوا نہ کرو۔

تفسیر۔ جب شہر کے لوگ حضرت لوط کے پاس پہنچے۔ تو حضرت لوط جن کو وہ لوگ باہر کے آدمی لاکر مہمان رکھنے سے منع کیا کرتے تھے سمجھ گئے کہ اب یہ قوم مجھے ملزم قرار دیگی۔ اور انہوں نے الگ ہو کر ان سے کہا کہ اپنے میں مہمان لے آیا ہوں۔ اب تم مجھے مہمانوں کے سامنے ان کی خسیس فعل پر زجر کر کے نادم نہ کرو۔

۶۱ حل لغات۔ تُخْزُوْنِ۔ اَخْزٰی سے مضارع جمع مخاطب کا صیغہ ہے اور اَخْزَاہُ اِخْزَاءً کے معنے ہیں اَوْقَعَہٗ فِی الْخِزْیِ اَوِ الْخِزَایَۃِ وَاَهَانَہٗ۔ کہ اس کو ایسے معاملہ میں پھنسایا جس سے اُسے ندامت ہو اور اُسے رُسوا و ذلیل کیا۔ (اقرب) فَلَا تُخْزُوْنِ کے معنے ہونگے کہ تم مجھے ذلیل نہ کرو۔

تخزون

تفسیر۔ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ یعنے مہمان نوازی ایک نیک فعل ہے اس پر اعتراض نہ کرو۔ اور مہمانوں کے سامنے مجھے ذلیل نہ کرو۔

۶۲ تفسیر۔ اس زمانہ میں ان بستیوں اور دوسری

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيٓ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ۝ لَعَمْرُكَ

اگر تم نے (میرے خلاف) کچھ کرنا (ہی) ہو۔ تو یہ میری بیٹیاں (تم میں موجود ہی) ہیں ۷۱ھ

بستیوں میں کچھ جھگڑے تھے۔ اور وہ ڈرتے تھے کہ باہر سے آدمی آکر شہر پر حملہ نہ کروا دیں۔ اس لئے وہ لوگ حضرت لوط کو اجنبی مہمان لانے سے روکتے رہتے تھے مگر چونکہ علاقہ خطرناک تھا حضرت لوط کو جب اجنبی ملتے وہ انہیں اپنے گھر لے آتے تا رات کو وہ راستہ پر لُٹ نہ جائیں۔ اس دفعہ جو وہ مہمان لائے اس شہر والوں نے فیصلہ کیا کہ ایکے ضرور لوط (علیہ السلام) کی اچھی طرح خبر لینی چاہیئے اور چونکہ حضرت لوط کو کسی بہانہ سے بستی سے نکالنا چاہتے تھے وہ خوش بھی ہوئے کہ اب یہ قابو آگئے ہیں اب ہم ان کو یہاں سے چلے جانے پر مجبور کر سکیں گے ان کا یہ تردّد اس لئے تھا کہ حضرت لوط کی بیٹیاں وہاں بیاہی ہوئی تھیں اور اس وجہ سے وہ شہر کے ساکن تھے اور انہیں بلاوجہ نہیں نکالا جا سکتا تھا۔ اس آیت سے ظاہر ہے کہ وہ لوگ ان مردوں سے بدکاری کرنے کی نیت سے نہیں آئے تھے۔ اگر وہ اجنبیوں سے ایسے فعل کیا کرتے تھے۔ تو وہ یہ نہ کہتے کہ جب ہم نے منع کیا ہوا ہے کہ اجنبی آدمی نہ لایا کرو۔ پھر تُو کیوں اجنبیوں کو لایا۔ تب تو انہیں حضرت لُوط کے مہمان بُلانے پر خوش ہونا چاہیئے تھا۔ نیز یہ کیسی عقل کے خلاف بات ہے کہ پہلے تو کبھی انہوں نے مہمانوں سے ایسا فعل نہ کیا بلکہ صرف مہمان لانے سے روکتے رہے لیکن اس دن بدکاری پر تیار ہو گئے۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ خیال بالکل خلافِ عقل ہے کہ وہ بدکاری کرنا چاہتے تھے۔ اور بائبل سے لیکر بعض مفسّرین نے نقل کر دیا ہے جس میں یہ لکھا ہے کہ شہر کے لوگ ان فرشتوں سے بدکاری کرنا چاہتے تھے (پیدائش باب ۱۹ آیت ۵) حالانکہ بائبل میں ایسی رطب و یابس باتیں بہت سی درج ہیں۔ اور اس کے بہت سے مضامین متضاد ہیں اس کے بیان کی جب تک قرآن کریم یا صحیح تاریخ یا عقل سے تائید نہ ہوتی ہو اعتبار کرنا سخت خطرناک ہے۔

تفسیر ۶۳ اس آیت کو اُوپر کے لغو خیال کی تائید میں دلیل سمجھا جاتا ہے لیکن یہ دلیل دعویٰ سے بھی لچر ہے ایک طرف تو ان لوگوں کو مردوں سے بدکاری کا شائق قرار دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ وہ ان مردوں سے بدکاری کرنے کے شوق میں آئے تھے۔ اور دوسری طرف یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت لوط نے کہا کہ اگر بدکاری کا شوق ہے تو میری بیٹیاں حاضر ہیں اگر ان لوگوں کو عورتوں سے مباشرت کا شوق ہوتا۔ تو کیا ان کے گھر میں بیویاں نہ تھیں وہ اس طرح انکے پاس کیوں دوڑے آتے اور اگر وہ مردوں سے بدکاری کی نیت سے آئے تھے تو پھر حضرت لوط کے اس قول کے کیا معنے ہوئے کہ کچھ کرنا ہی ہے تو لڑکیوں سے بدکاری کر لو۔ کیا ایسے موقعہ پر کوئی معقول آدمی یہ بات کہہ سکتا ہے۔ حضرت لوط کا نبی کا مقام نظر انداز کر دو۔ مگر ایک معقول آدمی کے مقام سے تو ایک کافر بھی ایسی نہیں گرائے گا۔

حضرت لوطؑ کی قوم کا ان کو کسی مہمان کے پاس لانے سے روکنے کی وجہ

پھر یہ کیسے تعجب کی بات ہے کہ حضرت لوط جو خدا کے نبی تھے۔ خود ان لوگوں کو ایک اور بدکاری کی جو پہلی سے کم نہیں تعلیم دیتے ہیں کیا کوئی عقلمند آدمی بھی اس بات کو باور کر سکتا ہے کہ عین اس وقت جبکہ بدکاریوں کی وجہ سے اس قوم پر عذاب آنے لگا تھا حضرت لوط ان کو ایک اور بدکاری کا مشورہ دیتے ہیں اور یہ بھُول جاتے ہیں کہ ایسے ہی کاموں کی وجہ سے عذاب آ رہا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس آیت کے فقط یہ معنے ہیں۔ کہ میری بیٹیاں تم میں بیاہی ہوئی ہیں مگر تم سمجھتے ہو کہ میں باہر سے آدمی تم کو نقصان پہنچانے کے لئے لایا ہوں تو تم میں میری بیٹیاں موجود ہیں۔ اگر میں کوئی شرارت کروں اور تم کو نقصان پہنچا کر یہاں سے بھاگ جاؤں تو تم انہیں دُکھ دے سکتے ہو آخر میں باپ ہوں۔ اس صورت کے ہوتے ہوئے میں تمہارے خلاف کس طرح کوئی قدم اُٹھا سکتا ہوں (دیکھو اس آیت کی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ○ فَاَخَذَتْهُمُ

(اے ہمارے نبی!) تیری زندگی کی قسم (کہ) یہ (تیرے مخالفین بھی) یقیناً (اپنی ہی طرح) اپنی بدمستی میں بہک رہے ہیں ۷۲ پھر اس

مزید تشریح کے لئے سورۃ ہود ع ۷، زیر ۷۹) بعض کہتے ہیں کہ بَنَاتِیْ سے مُراد حضرت لوط کے قول میں ان لوگوں کی بیویاں تھیں جو نبی ہونے کے اور بڑی عمر والا ہونے کے وہ انکی بیویوں کو بیٹیاں کہتے ہیں۔ اور کہتے ہیں اگر کچھ کرنا ہے تو اپنی بیویوں سے جوچا ہو کرو۔ یہ معنے اس غلط خیال سے اچھے ہیں۔ مگر ان معنوں سے اس طرف ضرور اشارہ نکلتا ہے کہ وہ لوگ ان مردوں سے بدکاری کرنا چاہتے تھے۔ اور میں جیسا کہ ثابت کر چکا ہوں یہ قرآن کریم سے اور عقل سے ہرگز ثابت نہیں۔ پس یہ معنے گو نسبتاً اچھے ہیں لیکن قرآن کریم کے کامل مفہوم کو ظاہر نہیں کرتے۔ اس جگہ ایک لطیف یاد رکھنے کے قابل ہے جو یہ ہے کہ اُردو دان لوگ اس آیت سے بہت دھوکا کھاتے ہیں کیونکہ اوباشوں کی زبان میں فاعل کا لفظ مباشرت کرنیوالے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور فاعلین کے لفظ سے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ مطلب تو واضح ہے۔ حالانکہ قرآن کریم عربی میں ہے نہ کہ اُردو میں۔ عربی میں ایسا کوئی محاورہ نہیں۔ دوسرے حضرت لوط تو نبی تھے۔ وہ اوباشوں کی زبان کیوں بولنے لگے یہ مضمون کسی قدر رکیک ہے۔ مگر چونکہ مجھے اردو دان طبقہ کو اس آیت کا مضمون سمجھانے میں مشکلات پیش آئی ہیں اور اس محاورہ کو انہیں پیش کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس لئے باوجود حیا کے اس کا بھی رد کر دیا ہے۔

لَعَمْرُكَ

آیت هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِیْ کے متعلق عام لوگوں کا خیال کا رد۔

آیت هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِیْ کا مطلب

غرض اس آیت کے معنے صرف اتنے ہیں کہ حضرت لوط نے اپنی بیاہی ہوئی بیٹیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ فرمایا ہے کہ یہ تمہارے قبضہ میں ہیں۔ پھر تم کو کیوں شک ہے کہ میں تم سے غدّاری کروں گا۔ پس اگر تم آج ضرور میرے خلاف کسی اقدام پر تُلے ہوئے ہو تو میں تم کو ایک ایسی بات بتاتا ہوں جو تمہاری تجویز سے (یعنے حضرت لوط کے مہمانوں کو ذلیل کر کے وہاں سے نکال دینے سے) بہت بہتر ہے۔ اور اس میں مہمانوں کی تذلیل کا گناہ بھی نہیں ہوتا۔ اور وہ یہ کہ میری بیٹیوں کی نگرانی رکھو۔ اور اگر میں تم کو نقصان پہنچاؤں تو ان کو تکلیف دے کر تم مجھے دُکھ دے سکتے ہو۔ اگر یہ کہا جائے کہ لڑکیوں کو دُکھ دینے کی تجویز ایک نبی کس طرح کر سکتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تو ان لوگوں کی تسلی کے لئے تھا۔ ورنہ حضرت لوط جانتے تھے کہ میں ان سے غدّاری کروں گا۔ اور نہ لڑکیوں کو دُکھ دینے کا سوال پیدا ہوگا۔

۷۲ حل لغات۔ لَعَمْرُكَ۔ اَلْعَمْرُ کے معنے ہیں الحیاۃ۔ زندگی وقیل اَلْعَمْرُ دُوْنَ الْبَقَاءِ لِاَنَّهٗ اِسْمٌ لِمُدَّةِ عِمَارَةِ الْبَدَنِ بِالْحَيَاةِ وَالْبَقَاءُ ضِدُّ الْفَنَاءِ وَلِهٰذَا يُوْصَفُ الْبَارِیْ بِالْبَقَاءِ وَقَلَّمَا يُوْصَفُ بِالْعَمْرِ۔ بعض نے کہا ہے کہ عَمْرٌ کا لفظ بقاء کی نسبت کم زمانے کے لئے بولا جاتا ہے کیونکہ عَمْرٌ اس عرصے کو کہتے ہیں جب تک کہ انسانی جسم میں زندگی رہے اور بَقَاء کا لفظ فَنَاء کے مقابل پر استعمال ہوتا ہے اسی اختلاف کی بناء پر خدا تعالےٰ کے لئے لفظ بَقَاء تو استعمال کیا جاتا ہے لیکن عَمْرٌ کا استعمال اللہ تعالیٰ کے لئے شاذ ہی ہوتا ہے اَلْعَمْرُ اَيْضًا الدِّيْنُ۔ دِيْنٌ وَمِنْهُ لَعَمْرِیْ فِی الْقَسَمِ اَیْ لَدِيْنِیْ اور لَعَمْرِیْ کا لفظ جو قسم کے طور پر استعمال ہوتا ہے وہ انہی معنوں میں ہے یعنی مجھے اپنے دین کی قسم (اقرب) پس لَعَمْرُكَ کے معنی ہونگے (۱) تیری زندگی کی قسم (۲) تیرے دین کی قسم۔

تفسیر۔ بعض نے کہا ہے کہ زندگی کی قسم کھانا درست نہیں پھر اللہ تعالیٰ نے یہاں کیوں قسم کھائی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بیشک انسانوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی بھی قسم کھانا درست نہیں لیکن یہ تو اللہ تعالیٰ کا قول ہے اور اللہ تعالےٰ نے تو دن کی اور رات کی اور صبح کی اور دوپہر کی

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اور ہواؤں کی بھی قسم قرآن میں کھائی ہے۔ پھر زندگی کی قسم اسکے لئے کس طرح معیوب ہو گئی۔ اصل بات یہ ہے کہ بندہ جسکی قسم کھاتا ہے اسکی عظمت کا اظہار کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جہاں قسم کھاتا ہے اس سے اس وجود کو جس کی قسم کھائی ہو بطور شہادت پیش کرنا مطلوب ہوتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے لئے کسی شے کی قسم کھانا معیوب نہیں۔ اس قسم کا صرف یہ مطلب ہوتا ہے کہ میں اس شے کو بطور دلیل پیش کرتا ہوں اور یہ قسم شہادت کی قسم ہوتی ہے۔ جو صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیش کی جا سکتی ہے کیونکہ اسی کو طاقت حاصل ہے کہ کائنات میں سے کسی جزو کو بطور شہادت کے پیش کر سکے کہ یہ شے اسکے اختیار میں ہے۔ انسان میں کہاں طاقت ہے کہ وہ ایسا دعویٰ کر سکے۔

اللہ تعالیٰ کا ہر شے کی قسم کھانا مطلب۔

دوسرا سوال اس آیت کے بارہ میں یہ ہے کہ یہ قسم کس کی عمر کی کھائی گئی ہے۔ آیا حضرت لوط کی عمر کی یا رسول کریم صلعم کی عمر کی۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت لوط کی عمر کی قسم کھائی گئی ہے اور ملائکہ نے کھائی ہے (کشاف جلد اول) اور حضرت ابن عباسؓ کا قول ابن جریر نے نقل کیا ہے کہ یہ قسم رسول کریم صلعم کی عمر کی کھائی گئی ہے اور یہ فضیلت سوائے رسول کریم صلعم کے اور کسی کو حاصل نہیں (ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۳۲۹) اسی آیت کی تفسیر کے نیچے ہر زبردست قرآن کریم کی عبارت سے حضرت ابن عباسؓ کے معنے زیادہ درست معلوم ہوتے ہیں کیونکہ کشاف کے محولہ کے رو سے ایک قَالُوْا محذوف ماننا پڑتا ہے اور محذوف اسی جگہ نکالا جاتا ہے جہاں سیاق و سباق دلالت کرتے ہوں اور دوسرے معنے نہ ہو سکتے ہوں لیکن نہ تو یہاں سیاق و سباق مجبور کرتے ہیں کہ اس قسم کو حضرت لوط کی نسبت مانا جائے اور نہ یہی درست ہے کہ اس جگہ دوسرے معنے نہیں ہو سکتے آنحضرت صلعم کو خطاب واضح ہے اور اس پر کوئی اعتراض معناً یا لفظاً نہیں ہو سکتا۔ پس یہی درست ہے کہ اس جگہ رسول کریم صلعم کی عمر کی قسم کھائی گئی ہے یا دوسرے لفظوں میں یہ کہ آپ کی عمر کے واقعات کو ہر ایک واقعہ کے لئے بطور شہادت پیش کیا گیا ہے۔

آنحضرت صلعم کی عمر کی قسم کھائی گئی ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ جب حضرت لوط علیہ السلام کا یہ قول بیان کیا گیا کہ دیکھو یہ میری لڑکیاں تم میں موجود ہیں۔ اگر میں تم سے کوئی دھوکہ کروں۔ تو تم ان کے ذریعہ سے مجھے سزا دے سکتے ہو۔ تو اس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان سے ایک مشابہت بیان کی گئی تھی۔ اور وہ یہ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی تین بیٹیاں کفار میں بیاہی ہوئی تھیں۔ آپ کے دعویٰ کی وجہ سے انہیں تکلیف دی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس مشابہت کی طرف اس واقعہ کو بیان کرکے اشارہ کیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ جس طرح حضرت لوط کی دو بیٹیاں کفار میں بیاہی ہوئی تھیں وہی حال محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور چونکہ اس مشابہت کے ذکر سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو صدمہ پہنچنا لازمی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی اس بے انتہا محبت کی وجہ سے جو اسے اپنے رسول سے تھی آپ کے دل کو تسلی دی۔ اور آپ سے ہمدردی کا اظہار کیا۔ اور فرمایا کہ اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اس واقعہ کو معلوم کرکے جو تیرے دل کو صدمہ پہنچا ہے اسے ہم جانتے ہیں اور اس میں تجھ سے ہمدردی رکھتے ہیں خصوصاً اس لئے کہ لوط کے مخالف باوجود اس قدر گندہ ہونے کے انکی بیٹیوں کے ذریعہ سے انہیں دکھ نہ دیتے تھے۔ جیسا کہ سورۂ ہود میں ہے کہ جب حضرت لوطؑ نے کہا کہ میری بیٹیاں تم میں موجود ہیں اگر میں غداری کروں تو تم ان کے ذریعے سے مجھے دکھ دے سکتے ہو۔ اور چونکہ کوئی باپ اپنی بیٹیوں کا دکھ برداشت نہیں کر سکتا۔ اس لئے مجھ لوط کو کم سے کم ان کے خیال سے ہی ہیں تم کو دھوکہ نہ دوں گا۔ تو اس پر ان لوگوں نے یہ جواب دیا کہ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِیْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ (ہود ع ۹) تجھ کو معلوم ہے کہ تیری لڑکیوں کو دکھ دینے کا ہمیں حق حاصل نہیں۔ ہمارے لئے خطرہ تو پیدا کرے اور دکھ ہم تیری لڑکیوں کو دیں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ لیکن جہاں لوط کے دشمنوں کا یہ حال تھا تیرے دشمن اپنی شرارت کے جوش میں اس قدر

آنحضرتؐ کی صاحبزادیوں کو حضرت لوطؑ کی بیٹیوں سے مشابہت۔

حضرت لوطؑ کے ذکر کے بعد آنحضرت کی عمر کی قسم کھانے کا مطلب۔

Presented by: Rana Jabir Abbas

الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ ۝ فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا

(موعود) عذاب نے دن چڑھتے (ہی) انہیں پکڑ لیا ۵۶۵ جس ہم نے اس (بستی) کی اوپر والی سطح کو اسکی نچلی سطح

بڑھے ہوئے ہیں کہ تجھ کو تیری لڑکیوں کے ذریعہ سے دُکھ دیتے ہیں۔ یہ واقعہ اس طرح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں حضرت رقیہ اور حضرت اُم کلثوم ابولہب کے کے دو بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے بیاہی ہوئی تھیں (اصابہ واسد الغابہ) جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ تو اس ظالم نے اپنے لڑکوں کو علق کرنے کی دھمکی دے کر انہیں طلاق دلوا دی۔ اس طرح آپ کی بڑی صاحبزادی حضرت زینبؓ ابوالعاص سے بیاہی ہوئی تھیں جب وہ مکّہ سے ہجرت کر کے مدینہ جانے لگیں۔ تو ظالموں نے انکی سواری کو پیٹا اور انہیں سواری سے گرا دیا۔ جس کے نتیجہ میں ان کا حمل ضائع ہوگیا۔ اور دیر تک بیمار رہیں (استیعاب جلد ۲ صـ۵۳ مطبوعہ مطبع نظامی حیدر آباد دکن) سو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ لوگ تجھے تیری لڑکیوں کے ذریعہ سے دُکھ دے چکے ہیں اور پھر بھی دیں گے (حضرت زینبؓ کا واقعہ بعد میں ہوا) ان لوگوں نے لوط کے دشمنوں جتنی بھی شرافت نہیں دکھائی مگر ہمیں تیری جان ہی کی قسم یہ اپنی شرارت میں اندھے ہو رہے ہیں۔ اور اس دعویٰ کی تائید میں ہم تیری زندگی کو بطور شہادت پیش کرتے ہیں یعنے تُو نے ان کو کوئی دُکھ نہیں دیا۔ بلکہ ہمیشہ انکی خیر خواہی کی۔ مگر یہ بلاوجہ اور بغیر قصور کے تجھے دُکھ دیتے ہیں پس یہی ثبوت ہے کہ یہ جوش مخالفت سے اندھے ہو رہے ہیں۔ اور ہرگز خدا تعالیٰ کا تقویٰ ان کو حاصل نہیں۔ پس جب انکی یہ حالت ہے کہ تجھ پر بلاوجہ اس قدر ظلم کر رہے ہیں۔ تو ہم نے لوط کے دشمنوں کو جب اس سے کم جرم پر تباہ کیا۔ تو کیا اس سے بڑے ظلم پر انہیں سزا نہ دیں گے۔ اس آیت کا تعلق سورۃ کے اصل مضمون سے یہ ہے۔ کہ یہ لوگ تجھ پر نازل ہونے والے کلام کو مشتبہ کرنے کے لئے ایسی گندی حرکات کرتے ہیں۔ گویا انکے خیال میں یہ سمجھتے ہیں۔ کہ تیری لڑکیوں کو دُکھ دیا تو تیرا جھوٹا ہونا ثابت ہوگیا۔ حالانکہ اصل میں انجام دیکھا جاتا ہے ہم اپنے کلام کی عظمت دکھانے کے لئے اور اسے اعتراضوں سے محفوظ رکھنے کے لئے ایک دن ان کو تباہ و برباد کر دیں گے اور تیرا بدلہ لے کر تیری عزت کو قائم کر دیں گے۔ اللھم صلِّ علیٰ محمدٍ وعلیٰ آلِ محمدٍ وبارِك وسلِّم انّك حميدٌ مجيد۔ فدت نفسي وروحي عليك يا محمد فلقد أوذيت كثيرًا في اعلاء كلمة الله رفع الله شانك وأحيا ذكرك إلى أبد الآباد۔

الصيحة

مُشرقين

بعض کی صاحبزادیاں حضرت زینب کو تکلیف دیئے جانے کا واقعہ۔

پہلے مصیبتین اور پھر آیات کا مشرقین

۵۶۵ حل لغات الصَّيْحَةُ: اَلْعَذَابُ صیحہ کے معنی عذاب کے ہیں الغَارَةُ إِذَا فُوجِئَ الحَيُّ بِهَا۔ ایسی غارت جو قبیلہ پر اچانک آجائے۔

مُشْرِقِيْن:۔ اَشْرَقَ سے اسم فاعل کا صیغہ مُشْرِقٌ آتا ہے اور مُشْرِقُوْن اس کی جمع ہے اور أَشْرَقَتِ الشَّمْسُ کے معنے ہیں طَلَعَتْ سورج نکل آیا۔ أَضَاءَتْ سورج کی روشنی پھیل گئی۔ وَقِيْلَ شَرَقَتِ الشَّمْسُ طَلَعَتْ وَأَشْرَقَتِ الشَّمْسُ أَضَاءَتْ وَصَفَا شُعَاعُهَا۔ اور جب سورج کے لئے شَرَقَتْ (ثلاثی مجرد) کہیں۔ تو اس کے معنے ہونگے کہ سورج نکل آیا۔ اور جب اشرقت (ثلاثی مزید) استعمال کریں۔ تو اس کے معنی ہونگے کہ سورج کی روشنی خوب پھیل گئی۔ أَشْرَقَتِ الْأَرْضُ:۔ أَنَارَتْ بِإِشْرَاقِ الشَّمْسِ۔ سورج کے طلوع ہونے سے زمین پر روشنی پھیل گئی۔ أَشْرَقَ الرَّجُلُ۔ دَخَلَ فِي شُرُوقِ الشَّمْسِ۔ اس پر طلوع آفتاب کا وقت آگیا۔ (اقرب)

تفسیر۔ پہلے مُصْبِحِيْن فرمایا تھا۔ اب یہاں مُشْرِقِيْن فرمایا ہے۔ بظاہر یہ اختلاف معلوم ہوتا ہے کیونکہ مُشرق کے معنے ہیں جس پر سورج نکل آئے۔ اور مصبح

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝ اِنَّ فِيْ

کر دیا۔ اور ان پر سنگریزوں سے بنے ہوئے پتھروں کی بارش برسائی۔ ۵۶۶ اس (ذکر) میں

ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ ۝ وَاِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ

فراست سے کام لینے والوں کے لئے یقیناً کئی نشان (موجود) ہیں۔ ۵۶۷ اور وہ (کوئی گمنام جگہ نہیں بلکہ) ایک بڑے

مصبحین اور شرقین میں کوئی اختلاف نہیں۔

کے محض بظاہر طلوع آفتاب کے وقت میں داخل ہونے کے ہیں لیکن حقیقتاً کوئی اختلاف نہیں۔ کیونکہ صبح پو پھٹنے سے لے کر طلوع آفتاب تک کو بھی کہتے ہیں۔ اور اوّل النہار یعنے دن کے پہلے حصّہ کو بھی کہتے ہیں پس دونوں لفظ درست ہیں۔ چونکہ سورج نکلتے وقت یہ واقعہ ہوا تھا (پیدائش باب ۱۹ آیت ۲۳) اس لئے مصبحین کہنا بھی درست ہے اور مشرقین کہنا بھی۔

۵۶۶ حل لغات۔ اَمْطَرَ۔ مَطَرَ سے ثلاثی مزید ہے۔ اور اَمْطَرَتِ السَّمٰوٰتُ کے معنے ہیں۔ مَطَرَتْ ای اصابتھم بالمطر۔ بینہ برسا۔ وقیل مَطَرَ فی الخیر وَالرَّحمۃِ وَاَمْطَرَ فِی الشَّرِّ والعذاب اور بعض کہتے ہیں کہ مَطَرَ (ثلاثی مجرّد) خیر اور رحمت میں استعمال ہوتا ہے اور اَمْطَرَ (ثلاثی مزید) شر اور عذاب میں۔ (اقرب)

سِجِّيْل:۔ سجل سے ہے۔ اور سَجَلَ بِہٖ سجلاً کے معنے ہیں رمٰی بہ مِنْ فَوْق۔ اس کو اوپر سے پھینکا۔ سَجَلَ الْمَاءَ: صبّہٗ پانی کو گرایا۔ اور السّجیل کے معنی ہیں حجارۃ کالمدرِ سنگریزے۔ وقیل معرّبۃٌ اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ لفظ معرّب ہے (اقرب) (یعنی غیر زبان کا ہے۔ لیکن جیسا کہ رعد حل لغات ۱۹ زیر لفظ جہنم اور ابراہیم حل لغات ۳۴ زیر لفظ صنم بتایا گیا ہے کہ جن الفاظ کا مادہ عربی میں استعمال ہوتا ہے ان کو معرّب کہنا درست نہیں۔ پس یہ بھی معرّب نہیں)

تفسیر۔ لوط کی قوم نے چونکہ اعلےٰ اخلاق چھوڑ کر ادنیٰ اخلاق اختیار کئے تھے۔ اس لئے خدا تعالےٰ نے بھی ان کے شہر کے اوپر کے حصّہ کو نیچے کر دیا اور کہا کہ جاؤ پھر نیچے ہی رہو۔ بعض لوگ کہتے ہیں۔ پتھر کیونکر گرے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ شدید زلزلہ سے بعض دفعہ زمین کا ٹکڑا اوپر اُٹھ کر پھر نیچے گرتا ہے۔ ایسا ہی اس وقت ہوا۔ زمین جو پتھریلی تھی۔ اوپر اُٹھی اور پھر دھنس گئی اور اس طرح وہ پتھروں کے نیچے آ گئے۔ یہ بھی مُراد ہو سکتی ہے۔ کہ اُن کے گھروں کی دیواریں اُن پر آ پڑیں۔ معلوم ہوتا ہے وہ لوگ پتھروں سے مکان بنایا کرتے تھے۔ سجیل کہتے بھی ہیں اس پتھر کو جو گارہ سے ملا ہوا ہو پس یہ ایسی دیواروں پر خوب چسپاں ہوتا ہے۔ جن میں پتھر گارہ سے لگائے گئے ہوں۔

لوط کی قوم پر سخت عذاب آنے کی وجہ

اَمْطَرَ

۵۶۷ حل لغات۔ متوسمین:۔ تَوَسَّمَ سے اسم فاعل کا صیغہ مُتَوَسِّمٌ آتا ہے اور متوسمون اسکی جمع ہے اور توسم الشَّیْءَ کے معنے ہیں تَخَیَّلَہٗ وَتَفَرَّسَہٗ۔ اس پر غور کیا۔ سوچ کر اسکی حقیقت کو معلوم کیا طَلَبَ وسمہ:۔ ای علامتہ۔ کسی چیز کی علامت دریافت کی۔ تَعَرَّفَہٗ۔ کسی چیز کو پہچاننے کی کوشش کی یقال تَوَسَّمْتُ فیہ الخیرَ:۔ ای تَبَیَّنْتُ فیہ الخیرَ۔ جب تَوَسَّمْتُ فِیْہِ الْخَیْرَ کا محاورہ استعمال کریں تو معنے یہ ہونگے کہ اُنے خیر کے نشان اس میں پائے (اقرب) پس اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ کے معنے ہونگے کہ اس میں غور کرنے والوں کے لئے کئی نشان ہیں۔

متوسمین

تجسیل

تفسیر۔ یعنی جو لوگ فراست سے کام لیتے ہیں اُنکے لئے اس واقعہ میں نشانات ہیں۔ بعض وہ دیکھ سکتے ہیں کہ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مُّقِيمٍ ○ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ○ وَاِنْ

مستقل راستے پر (واقع) ہے ۷۶ اس (واقعہ) میں مومنوں (کے فائدہ) کے لئے یقیناً ایک نشان (موجود) ہے ۷۷ اور

كَانَ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ لَظٰلِمِيْنَ ○ فَانْتَقَمْنَا

ایکہ والے (بھی) یقیناً ظالم تھے ۷۸ اس لئے ہم نے انہیں (بھی اسی طرح سخت)

حضرت لوطؑ کے واقعہ سے آنحضرتؐ کے منکرین کو انتباہ

لوط کے واقعہ کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات سے مشابہت ہے۔ پس آپ کے دشمنوں کو بھی اسی طرح تباہ کیا جائے گا۔ جس طرح حضرت لوط کے دشمنوں کو تباہ کیا گیا۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کو زلزلہ کا نشانہ تو نہ بننا پڑا۔ مگر بدر کی جنگ میں ان پر پتھر پڑے یعنی آندھی چلی اور کنکر اُڑا اُڑا کر کفار کی آنکھوں میں گھس گئے جنکی وجہ سے وہ نشانہ درست نہ لگا سکتے تھے۔

نیز معنوی طور پر بھی یہ سلوک ان سے ہوا۔ کہ بڑے چھوٹے کر دیئے گئے اور چھوٹے بڑے۔ گویا اوپر کا طبقہ نیچے آگیا اور نیچے کا اوپر۔ چنانچہ ابوجہل۔ عتبہ۔ شیبہ وغیرہ اور ان کے ساتھی تباہ ہوگئے۔ اور ابوبکرؓ عمرؓ وغیرہ جو ان سے چھوٹے سمجھے جاتے تھے بادشاہ بن گئے۔ حضرت عمرؓ کی خلافت میں اس قسم کا عجیب نظارہ نظر آتا ہے۔ آپ حج کے لئے تشریف لے گئے۔ تو عمائدین مکہ ملنے آئے۔ آپ نے غلام صحابہؓ کو صدر کے قریب جگہ دی اور ان کو پیچھے بٹھایا۔ انہوں نے باہر نکل کر شکایت کی کہ آج ہمیں ذلیل کیا گیا ہے۔ تو خواص میں سے بعض نے کہا کہ یہ ہمارے اعمال کا نتیجہ ہے۔ جب ہمارے باپ دادے محمد رسول اللہ کی مخالفت کر رہے تھے تو یہ لوگ آپ پر ایمان لاکر قربانیاں کر رہے تھے۔ اب تو یہی عزت کے مستحق ہیں۔ (سیرت عمر۔ مصنفہ عبدالرحمٰن)

آنحضرتؐ کے زمانہ کے عذاب کو لوطؑ کے زمانہ کے عذاب سے مشابہت

۲

سبیل مقیم

۷۶ حل لغات۔ سبیل مقیم۔ سبیل مقیم ای واضح بیّنٌ (تاج) یعنی واضح بیّن رستہ۔

اصحاب الایکہ حضرت شعیبؑ کی قوم کا نام ہے

تفسیر۔ یعنی انکی بستیاں ایک ایسے راستہ پر واقع ہیں جو اب تک چلتا ہے مٹا نہیں۔ اس وجہ سے اے کفار تمہارے قافلے شام کو آتے جاتے عین اس کے پاس سے گذرتے ہیں۔ پھر تم عبرت نہیں حاصل کرتے حضرت لوطؑ کی بستیاں عین اس راستہ پر واقعہ ہیں جو عرب سے شام کو جاتا ہے

۷۷ تفسیر۔ اس آیت میں مومنوں کے لئے اسے نشان قرار دیا ہے۔ جب کہ پہلی آیت کو متوسمین کیلئے نشان قرار دیا تھا یہ فرق اس لئے ہے کہ پہلی آیت میں یہ ذکر تھا کہ اس واقعہ کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعہ سے مشابہت ہے چونکہ اس مشابہت کو ہر شخص نہیں معلوم کر سکتا۔ بلکہ خاص فراست والے معلوم کر سکتے ہیں کیونکہ باریک مضمون ہے اس لئے متوسمین کا لفظ استعمال کیا۔ لیکن اس آیت میں یہ ذکر ہے کہ وہ بستیاں ایک چلتے ہوئے راستہ پر ہیں۔ اور ایک تباہ شدہ بستی سے عبرت حاصل کرنا کوئی باریک مضمون نہیں بلکہ صرف دل کی خشیت سے تعلق رکھتا ہے اس لئے فرمایا کہ اس سے مومن فائدہ اٹھا سکے

ایکہ

۷۸ حل لغات۔ اَلْاَیْکَۃُ:۔ الایکۃ الشجر الکثیر الملتف وقیل الخیضۃ تُنْبِتُ السِّدْرَ والاَرَاکَ ونحوھما۔ الواحدۃ ایکۃٌ۔ ایکہ ایک کی مفرد ہے اور اس کے معنے گھنے درخت کے ہوتے ہیں اور نیز ایسے جنگل کے جس میں بیری اور پیلو کے درخت بکثرت ہوں۔ (اقرب)

تفسیر۔ اصحاب الایکہ حضرت شعیبؑ کی قوم کا دوسرا نام ہے۔ ایکہ گھنے درخت کو بھی کہتے ہیں اور ایسے جنگل کو بھی جس میں بیری اور پیلو کے درخت بکثرت ہوں معلوم ہوتا ہے کہ مدین کے پاس کوئی گھنا جنگل تھا جس میں

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ان دونوں قسموں کے درخت بکثرت پائے جاتے تھے۔ اس وجہ سے مدین کے باشندے اصحاب الایکہ بھی کہلاتے تھے اور غالباً یہ نام عربوں نے رکھا تھا۔ جن کے قافلے مصر اور شام کو جاتے ہوئے مدین کے پاس سے گذرتے تھے اور اسی جنگل میں سے اُن کا راستہ گذرتا تھا۔ اس لئے عربوں پر اتمام حجت کے لئے اسی نام کو جو ان میں زیادہ معروف تھا استعمال کیا۔

قرآن کریم سے ثابت ہے کہ اصحاب ایکہ حضرت شعیب کی قوم تھی۔ چنانچہ سورۂ شعراء میں فرماتا ہے کَذَّبَ اَصْحٰبُ الْاَیْکَةِ الْمُرْسَلِیْنَ اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَیْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ (شعراء ع ۱۱) یعنے اصحاب ایکہ نے بھی رسولوں کا انکار کیا۔ جبکہ ان سے شعیب نے کہا کہ کیا تم تقویٰ نہیں کرتے۔ میں تمہاری طرف رسول ہو کر آیا ہوں۔ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اصحاب الایکہ حضرت شعیب کی قوم تھی لیکن دوسری جگہ حضرت شعیب کو مدین کی طرف رسول بتایا گیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا (ہود ع ۸ نیز اعراف ۱۱ و عنکبوت ۴) ہم نے مدین قوم کی طرف ان کے بھائی شعیب کو رسول بنا کر بھیجا تھا۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا شعیب نام کے دو نبی تھے یا حضرت شعیب دو قوموں کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ مدین والوں کی طرف بھی اور اصحاب ایکہ کی طرف بھی۔ میری تحقیق یہ ہے کہ ایک ہی نسل کے دو حصے تھے کچھ لوگوں کا گذارہ شہری تجارت پر تھا اور کچھ لوگوں کا دودھ گھی اُون فروخت کرنے پر گذارہ تھا۔ اور ایسے شہروں میں جو جنگل کے سروں پر ہوتے ہیں یہ بات کثرت سے دیکھی جاتی ہے۔

یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ کیا واقع میں مدین کے پاس کوئی ایسا جنگل تھا۔ جس میں بیری اور پیلو کے درخت پائے جاتے تھے۔ کیونکہ ایسی بات قیاس سے نہیں بتائی جا سکتی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں جغرافیوں سے اس کا پتہ ملتا ہے۔ چنانچہ مولوی سلیمان صاحب ندوی اپنی کتاب ارض القرآن میں برٹن کی کتاب گولڈ مائنز آف مدین کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ ایک یونانی جغرافیہ نویس لکھتا ہے "خلیج عیلانہ (عقبہ) کے پیچھے جس کے چاروں طرف نبطی عرب رہتے ہیں (ارض مدین یہ ہے) یوتیانوس (بنو تیمن) کا ملک ہے جو وسیع، ورمسطح ہے۔ اور سیراب اور عمیق ہے۔ وہاں نباتات اور اشجار کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ جو تا بقد آدم ہوتے ہیں۔ اور جنکی وجہ سے جنگلی اونٹ، ہرنوں کے گلے اور بارہ سینگے رہتے ہیں۔ اور نیز مویشی اور بھیڑ کے گلے۔ مگر ان مواہب قسمت کے ساتھ شیر اور بھیڑیوں کا وجود بھی ہے۔ جن سے یہاں کے باشندوں کی خوش قسمتی مبدل بہ بدقسمتی ہے۔" اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ مدین کے پاس (مدین خلیج عقبہ کے سر پر واقعہ ہے) ایک جنگل تھا جس میں (۱) قد آدم درخت تھے اور پیلو اور جنگلی بیر قد آدم ہی ہوتے ہیں (۲) وہاں جنگلی اونٹ رہتے تھے۔ یہ بھی پیلو اور بیر کے درختوں کی تصدیق کرتا ہے کیونکہ اونٹ اسی قسم کے درختوں پر گذران کرتے ہیں (۳) اس میں مواشی اور بھیڑوں کے گلے رہتے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مدین کی قوم جانور بھی پالتی تھی۔ اور اسی جنگل میں انہیں چرایا کرتے تھے

مدین نام اس شہر کا جو ایکہ کے سر پر تھا مدین قوم کی وجہ سے پڑا تھا۔ پس شہر کا نام بھی مدین تھا اور قوم کا نام بھی مدین تھا۔ چنانچہ قرآن کریم نے دونوں معنوں میں اس لفظ کو استعمال فرمایا ہے۔ قوم کے معنے میں سورۂ ہود میں ہے۔ وہاں فرماتا ہے وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا (ہود ع ۸ نیز اعراف ع ۱۱ و عنکبوت ع ۴) اور شہر کے معنوں میں توبہ میں فرماتا ہے وَاَصْحٰبِ مَدْیَنَ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ (توبہ ع ۹) یعنی کیا انکو مدین شہر کے رہنے والوں اور ان بستیوں کی خبر نہیں پہنچی جن کو اُلٹا دیا گیا تھا (یعنی قوم لوط کی بستیاں)

یہ مدین قوم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے تھی بائبل میں لکھا ہے "اور ابراہیم نے ایک اور جورو کی جس کا

۱ حضرت شعیب کی قوم کے اصحاب الایکہ ہونے کا قرآن مجید سے ثبوت

۲ مدین کے پاس جنگل کے ہونے کا ثبوت جغرافیہ سے۔

۱ مدین والے اور اصحاب الایکہ ایک ہی نسل کے دو حصے تھے۔

۲ مدین قوم کا نام بھی تھا اور شہر کا بھی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

۱ مدین قوم حضرت ابراہیمؑ کی نسل سے تھی۔

نام قنطورہ تھا۔ اور اس سے زمران اور یقسان اور مدان اور مدیان اور اسباق اور سوخ پیدا ہوئے۔ اور یقسان سے صبا اور ددان پیدا ہوئے۔ اور ددان کے فرزند اسوری اور لطوسی اور لومی تھے۔ اور مدیان کے فرزند عیفہ اور عفر اور حنوک اور ابیداع اور الدوعا تھے۔ اور یہ سب بنو قنطورہ تھے (پیدائش ۲۵ باب ۱ تا ۴)

۲ مدین قوم کا زمانہ

اس حوالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مدین حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ اور انکی بیوی قنطورہ کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے چونکہ اس جگہ صرف یقسان اور مدیان کی اولاد گنائی گئی ہے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے لڑکوں کی اولاد نہیں ہوئی یا انکی اولاد زیادہ نہیں پھیلی اور بھائیوں کی اولاد کے ساتھ مل جل گئی۔ یقسان جو بڑے لڑکے تھے انکی نسل میں سے ان کے لڑکے ددان کی نسل بھی ایک قبیلہ کی صورت میں مشہور ہے۔ اور یہ لوگ مدین یعنی چچا کی اولاد کے ساتھ ساتھ رہا کرتے تھے۔ چنانچہ مصنف ارض القرآن کا خیال ہے۔ کہ اصحاب الایکہ ددان قوم ہی کے لوگ تھے جو مدین کے ساتھ ہی ایکہ میں رہتے تھے۔ اور گویا بمنزلہ ایک ہی قوم کے تھے۔ میرے نزدیک یہ رائے معقول ہے۔ بشرطیکہ یہ سمجھا جائے کہ دونوں قومیں ملکر رہتی تھیں۔ اور ان کا ایک ہی قسم کا تمدن تھا۔ تجارت پیشہ بھی تھے اور جانوروں کے گلے بھی پالتے تھے۔ یہ نہیں کہ ایک حصہ تجارت پیشہ تھا۔ جو مدین تھے اور ایک حصہ جانور پالنے والا تھا۔ جو ددان تھے اور جنگل میں رہتے تھے۔ کیونکہ یہ قرآن کریم کے بیان کے خلاف ہے۔ بہرحال اصل قوم بنو قنطورہ تھی۔ جو ایک ماں اور باپ سے تھے باقی تو اندرونی تقسیمیں تھیں۔

۳ اصحاب مدین اور اصحاب ایکہ کے ایک ہونے کا ثبوت قرآن سے

بائبل سے معلوم ہوتا ہے کہ آخر یہ قوم بنو اسمٰعیل کے اندر جذب ہو گئی تھی۔ کیونکہ پیدائش باب ۳۷ میں پہلے تو لکھا ہے کہ حضرت یوسف کو مدیانیوں نے فوطیفار کے پاس مصر میں فروخت کر دیا۔ اور پھر باب ۳۹ میں لکھا ہے کہ فوطیفار مصری نے یوسف کو اسمٰعیلیوں کے ہاتھ سے خریدا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے پہلے یہ قوم بنو اسمٰعیل میں جذب ہو گئی تھی۔ اور وہی قوم کبھی مدیانی کہلاتی تھی اور کبھی اسمٰعیلی۔

باقی رہے یہ سوال کہ یہ قوم کب ہوئی۔ اور شعیب کون تھے۔ ان سوالات کے جواب مفسرین اور مؤرخین نے مختلف دیئے ہیں ان کے لئے دیکھو سورہ اعراف ع ۱۱/۱۸

یہ امر کہ اصحاب مدین اور اصحاب ایکہ ایک ہی جماعت یا قوم تھے۔ اس امر سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کریم نے ان دونوں کے عیوب ایک ہی قسم کے گنائے ہیں۔ سورۂ اعراف میں مدین قوم کی نسبت آتا ہے فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا (اعراف ع ۱۱/۱۸) ماپ اور تول پورے دیا کرو۔ اور لوگوں کو چیزیں تول کر دیتے وقت کمی نہ کیا کرو اور زمین میں اصلاح کے بعد فساد نہ کرو۔ یہی الفاظ اصحاب ایکہ کی نسبت ہیں۔ جن کا ذکر سورۂ شعراء میں آتا ہے انہیں مخاطب کر کے بھی حضرت شعیب فرماتے ہیں اَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ۔ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ (شعراء ع ۱۰/۱۲) یعنی وزن پورا دیا کرو۔ اور لوگوں کو گھاٹا نہ دیا کرو۔ اور سیدھی ڈنڈی سے تولا کرو اور لوگوں کی چیزیں کم تول کر نہ دیا کرو۔ اور زمین میں فساد نہ کیا کرو۔ ان دونوں حوالوں سے ظاہر ہے کہ اصحاب مدین یا اصحاب ایکہ میں ایک ہی قسم کی بدیاں تھیں اور ان کا بڑا گذارہ تجارت پر تھا اور اس میں وہ دھوکے فریب سے بہت کام لیتے تھے۔ اگر یہ سمجھا جائے کہ مدین شہر میں تو مدین قوم رہتی تھی۔ اور ددان جنگل میں رہتے تھے تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ مدین قوم کا گذارہ تو تجارت پر تھا۔ اور اصحاب ایکہ کا گلہ پالنے پر۔ تو اس صورت میں قرآن کریم نے جو اصحاب ایکہ کے کام بھی تجارت میں دھوکہ دینا اور باٹوں اور

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مِنْهُمْ وَاِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ ۝ وَلَقَدْ كَذَّبَ ۵ ع ۹ ۵ وقف لازم

سزادی تھی۔ اور یہ دونوں (بستیاں) ایک (صاف اور) واضح راستے پر (واقع) ہیں۔ اصحاب الحجر والوں نے (بھی) یقیناً (رسولوں کو جھٹلایا تھا)

اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ وَاٰتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا

پیغمبروں کو جھٹلایا تھا۔ اور انہیں (بھی) ہم نے اپنے (ہر قسم کے) نشان دیئے تھے۔

پیمانوں میں شرارت کرنا بتایا ہے وہ غلط ہو جاتا ہے پس اصل بات یہ ہے کہ دونوں نام ایک ہی قوم اور ایک ہی تمدن رکھنے والی قوم کے ہیں۔ صرف دو صفات کی وجہ سے دو ناموں سے بنو قنورہ کو پکارا گیا ہے۔

۷۱ حل لغات۔ لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ۔ الامامُ الطریقُ الواسعُ۔ امام کے معنے کھلے راستہ کے ہیں وَبِهٖ فُسِّرَ قولہ تعالیٰ وَاِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ ای بطریق یُؤَمُّ ای یُقْصَدُ:۔ یعنے آیت اِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ میں امام کے معنے کھلے راستہ کے کئے جاتے ہیں یعنی ایسا راستہ جس کا قصد کیا جاتا ہے وَقَالَ فَرَّاءُ ای فی طریقٍ لَهُمْ یمرُّون عَلَیْهِمَا فی اَسْفَارِهِمْ فجعل الطریق اماماً لانہ یُتَّبَعُ اور فراء نے اِمَامٍ مُّبِيْنٍ کے معنے کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ راستہ جس پر وہ اکثر اپنے سفروں میں گذرتے ہیں اور راستے کو امام اس لئے کہا کہ اس کے پیچھے چلا جاتا ہے یعنی جدھر وہ جاتا ہے ادھر ہی جانا پڑتا ہے (تاج)

تفسیر۔ اصحاب ایکہ یا اصحاب مدین کا مقام ایسا تھا کہ شام اور مصر کو جانے والے قافلے انکے پاس سے گذرتے تھے۔ اور مبین اس لئے فرمایا کہ وہ راستہ بہت چلتا تھا۔ اور جو راستے بہت چلتے ہوں ان کے نشان واضح ہوتے ہیں۔ اس قوم کے ذکر سے اس امر کی ایک اور مثال پیش کی ہے کہ استراق سمع کرنے والے لوگ آخر تباہ کر دیئے جاتے ہیں۔

قوم لوط کے متعلق فرمایا تھا۔ وہ ایک سَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ پر واقع ہیں۔ اور اس جگہ فرمایا اصحاب ایکہ کا مقام ایک امام مبین پر واقع ہے۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ لوط کی بستیوں کے پاس سے گذرنے والا راستہ ہمیشہ قائم رہے گا لیکن ایکہ والے راستہ کے نشانات تو باقی رہیں گے لیکن اس راستہ پر قافلوں کا گذر بند ہو جائے گا۔ چنانچہ واقعات نے اس کی تصدیق کر دی۔ پہلا راستہ تو اب تک جاری ہے دوسرے پر قافلے جانے بند ہو چکے ہیں۔

قوم لوط کے متعلق سبیل مقیم اور اصحاب ایکہ کے متعلق امام مبین کہنے کا مطلب

امام مبین

۷۲ حل لغات۔ الحِجْرِ۔ اَلْحِجْرُ۔ اَلْحِصْنُ حجر کے معنے ہیں۔ قلعہ۔ نیز دیار ثمود کو بھی حجر کہتے ہیں (اقرب) اَلْحَجْرُ وَالتَّحْجِيْرُ اَنْ یُجْعَلَ حول المکان حجارۃٌ۔ حجر اور تحجیر کے معنے مکان کے اردگرد پتھروں کی دیوار بنانے کے ہیں۔ وَسُمِّیَ مَا اُحِيْطَ بِهِ الْحِجَارَةُ مُحَجَّرًا۔ اور جس جگہ کے گرد پتھروں کی دیوار ہو اسے بھی حجر کہتے ہیں (مفردات)

الحجر

اصحاب الایکہ کے اصحاب مدین کے مقام کا محل وقوع

تفسیر۔ یہ رکوع اور اگلی سورۃ النحل کا پہلا رکوع بہت سے اہم مطالب اور پیشگوئیوں پر مشتمل ہیں۔

حجر سے مراد وہ احاطہ یا قلعہ یا شہر ہوتا ہے جس کے گرد پتھروں کی دیوار ہو۔ اصحاب الحجر سے مراد ثمود قوم صالح کا شہر ہے۔ اسے حجر اس لئے کہتے تھے کہ مضبوط فصیلوں کا شہر تھا۔ اور جیسا کہ اگلی آیات سے ظاہر ہے پتھروں سے اسکی تعمیر میں بہت کام لیا گیا تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ تبوک کو جاتے ہوئے اس مقام کے پاس سے گذرے تھے۔ آپنے صحابہ کو وہاں کا پانی استعمال کرنے سے منع فرمایا کہ یہ بستی الٰہی عذاب کا مقام

اصحاب الحجر سے مراد۔

آنحضرت کا غزوہ تبوک کو جاتے ہوئے ثمود کے مقام سے گذرنا

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

فَكَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ۝ وَكَانُوا يَنْحِتُونَ مِنَ

جس کا نتیجہ (الٹا) یہ ہوا کہ وہ ان سے روگردان ہو گئے تھے ۵۷۳ اور وہ پہاڑوں کے بعض حصوں کو کاٹ کر

ہے (بخاری کتاب الانبیاء باب قولہ تعالیٰ کذب اصحاب الحجر)

آیت زیرِ تفسیر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اصحاب الحجر نے بھی رسولوں کو جھٹلایا۔ حالانکہ انہوں نے صرف حضرت صالح کا انکار کیا تھا۔ اس طرزِ کلام کو سورۂ شعراء میں بھی استعمال کیا گیا ہے۔ وہاں فرماتا ہے کہ نوحؑ کی قوم نے رسولوں کا انکار کیا (ع ۱۰) قوم عاد نے رسولوں کا انکار کیا (ع ۱۱) قوم ثمود نے رسولوں کا انکار کیا (ع ۱۲) قوم لوط نے رسولوں کا انکار کیا (ع ۱۳) حالانکہ ان سب مقامات پر صرف ایک رسول کے انکار کا ذکر ہے اور حضرت نوحؑ سے پہلے تو کوئی بہت سے رسول گزرے بھی نہ تھے کہ ان کے انکار کا ذکر ہوتا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ نوحؑ اوّل الرسل تھے۔ (بخاری الجزء الثانی باب قول اللہ تعالیٰ اِنَّا اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِہٖ الخ) اس پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک رسول کے انکار پر کیوں سب رسولوں کے انکار کا الزام لگایا گیا ہے۔ اس کے متعلق علامہ ابوحیان مصنف تفسیر بحر محیط نے نہایت لطیف بحث کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ یہ جو کہا گیا ہے کہ ایک رسول کے انکار کرنے والوں نے گویا سارے رسولوں کا انکار کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایمان وہی نفع دیتا ہے جو سمجھ کر لایا گیا ہو۔ پس جو شخص کسی ایک رسول کو پہچان کر اور سمجھ کر مانے گا وہ سب کو مان لے گا۔ (جیسے وہ شخص جس نے خربوزہ یا آم کھایا ہو وہ جب کبھی خربوزہ یا آم دیکھے گا فوراً پہچان لے گا کہ یہ خربوزہ یا آم ہے۔ ایسا ہی جس شخص نے ایک نبی کو سمجھ کر مان لیا وہ یقیناً دوسرے نبیوں کو پہچاننے میں کوئی دقت محسوس نہ کرے گا) مگر جس نے کسی ایک رسول کا بھی انکار کیا۔ اس کے متعلق ہم نتیجہ نکال لیں گے کہ وہ خواہ کسی رسول کے وقت میں ہوتا اس کا بھی انکار کرتا۔ کیونکہ سب نبیوں کے حالات ایک سے ہوتے ہیں۔ یہ نکتہ نہایت لطیف ہے اور زبردست سچائی پر مشتمل ہے اور وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ فلاں قوم نے اگر فلاں مدعی کا انکار کیا ہے۔ تو کیا ہوا۔ وہ پہلے بہت سے رسولوں کو مان رہے ہیں۔ کیا ان پر ایمان لانا انہیں نفع نہ دے گا۔ وہ حقیقتِ ایمان سے ناواقف ہیں کیونکہ ایسے لوگوں کا پہلے نبیوں پر ایمان محض رسمی ہوتا ہے۔ اگر وہ سمجھ کر پہلے رسولوں کو مان رہے ہوں تو جو شخص انہی کے نقشِ قدم پر آیا ہو اور انہی کے حالات میں سے گزر رہا ہو اس کا انکار کیوں کر لیں۔ پس ان کا ماننا ایمان کی وجہ سے نہیں بلکہ رسماً اور عادتاً ہے اور ایسے ایمان کو ایمان کہنا ظلم صریح ہے۔

۵۷۳ حل لغات۔ مُعْرِضِیْنَ۔ اَعْرَضَ سے اسم فاعل مُعْرِضٌ بنتا ہے اور مُعْرِضُوْنَ اس کی جمع ہے۔ اَعْرَضَ کے معنے ایک طرف ہونے کے ہیں۔ کیونکہ اَعْرَضَ عَرَاضٌ سے نکلا ہے جس کے معنی پہلو کے ہیں پس اعراض کے معنے پہلو تہی کے ہوئے۔ یہ دستور ہے کہ جس سے اعراض مقصود ہو انسان اس سے مُنہ پھیر لیتا ہے اور یہ ناراضگی کی علامت ہوتی ہے پس مُعْرِضِیْنَ کے معنے ہوئے کہ انہوں نے اس سے انکار کیا۔ انہوں نے مُنہ پھیر لیا اور توجہ نہ کی۔

تفسیر۔ یعنے انہیں آیاتِ الٰہی دکھائی گئیں۔ مگر انہوں نے اعراض کیا۔ پس کیونکر مانا جائے۔ کہ ویسی ہی آیات دیکھ کر دوسرے نبیوں کو وہ مان رہے ہیں یا مان سکتے ہیں۔

گزشتہ آیات میں تین قوموں کا ذکر کیا گیا ہے۔ قوم لوط۔ قوم شعیب۔ اور قوم صالح۔ ان میں سے قوم صالح

ایک رسول کے انکار سے سب رسولوں کا انکار۔

اعتراض ایک رسول کے انکار سے سب رسولوں کے انکار کا الزام لگانے کا وجہ

گذشتہ تین آیات میں تین قوموں کا ذکر

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

الْجِبَالِ بُيُوْتًا اٰمِنِيْنَ ۝ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ

امن سے مکان بناتے تھے ۷۴ پھر (وعید کے مطابق) صبح ہوتے (ہی)

پہلے تھی۔ پھر قوم لوط۔ پھر قوم شعیب۔ اب سوال یہ ہے کہ زمانہ کی ترتیب کو کیوں بدلا گیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس جگہ مکہ والوں کو یہ بتانا مقصود ہے کہ پہلے انبیاء جن کو تم جانتے ہو۔ ان پر نازل ہونے والے کلام کے منکر بھی ایک حد تک شرارتیں کرنے کے بعد ہلاک کر دئے گئے تھے۔ محمد رسول اللہ کے کلام کے انکار پر تم خوش نہ ہو اور یہ نہ خیال کرو کہ ہم غالب ہیں۔ اور اب تک ہماری شرارتوں کی سزا نہیں ملی۔ اپنے وقت پر تم کو بھی سزا ملے گی۔ جس طرح ان کو ملی۔ اس حجت کو پیش کرنے کا ایک طریق یہ بھی ہو سکتا تھا کہ زمانہ کے لحاظ سے واقعات کو پیش کیا جاتا۔ لیکن دوسرا طریق یہ بھی ہو سکتا تھا۔ کہ اس فاصلہ کے لحاظ سے ان کا ذکر کیا جاتا جس پر یہ قومیں عربوں سے دُور یا نزدیک واقع تھیں۔ اور اس موقعہ پر یہی طریق اختیار کیا گیا ہے اور پہلے زیادہ دُور فاصلہ والی قوم یعنی قوم لوط کا ذکر کیا گیا ہے پھر کہا گیا ہے کہ لو ان سے بھی قریب تر ایک قوم گزری ہے یعنی قوم شعیب۔ ان کا بھی حال سن لو۔ پھر اسکے بعد ثمود کی تباہی کا بیان کیا۔ کہ لو یہ قوم قوم شعیب سے بھی تمہارے قریب تر ہے۔ اور خود عرب کے علاقہ میں واقعہ ہے۔ ان کے حالات سے ہی عبرت حاصل کرو۔

اس سورۃ میں ان قوموں کا ذکر کیا گیا ہے جن میں تجرید کا رواج کم تھا۔ اور جن کو عرب مانتے تھے حضرت آدم تو سب کے ساجھے ہیں۔ حضرت لوط حضرت ابراہیم کے رشتہ دار تھے۔ اور اسطرح عربوں کے جد امجد تھے۔ حضرت شعیب بھی بنی قنطورا بن ابراہیم سے تھے۔ بنو اللعم تھے۔ اور بنو اسماعیل سے گہرا تعلق رکھتے تھے۔ اور انہی میں جذب ہو گئے تھے۔ ثمود خالص عرب تھے۔

۷۴ حل لغات۔ ینحتون۔ نَحَتَ سے مضارع جمع غائب کا صیغہ ہے اور نَحَتَ الحجرَ کے معنے ہیں۔ سَوَّاہُ وَاصْلَحَہٗ۔ پتھر کو کاٹ کر درست کیا اور ٹھیک کیا۔ وفی القرآن تنحتون من الجبال بیوتا ای تتخذون۔ اور قرآن مجید میں جو آیت تنحتون من الجبال آئی ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ تم پہاڑوں میں گھر بناتے ہو اور نَحْتُ الْجَبَلِ کے معنے ہیں حَفَرَہٗ اس کو کھودا۔ (اقرب)

قوم لوط و شعیب

صالح کی قوم کا ذکر کرتے ہوئے ان کے زمانہ کی ترتیب کو بدلنے کی وجہ

البیوت

البیوت۔ اس کا مفرد البیت ہے جس کے معنے ہیں۔ المسکن سواء کان من شعر او مدر یعنی بیت مسکن کو کہتے ہیں خواہ وہ بالوں سے یعنی اون کا بنا ہوا ہو جیسے خیمے وغیرہ ہوتے ہیں۔ یا کچی مٹی گارے وغیرہ کا بنا ہوا ہو یعنی کچا و پکا مکان۔ الشرف اور بیت شرف یعنی بلندی اور عزت کو بھی کہتے ہیں۔ الشریف اور شریف یعنی سردار قوم کو بھی بیت کہتے ہیں کیونکہ قوم اسکے سایہ تلے رہتی ہے اور وہ قوم کے لئے بطور حفاظت کے ہوتا ہے (اقرب) اس محاورہ کے استعمال کے متعلق چند نہایت لطیف اشعار ایک مجذوب کے جنہیں تاریخ میں پڑھے ہوئے کہتے ہیں۔ حضرت جنید بغدادی فوت ہوئے تو ایک مجذوب جو بغداد کے شہر میں رہتا تھا۔ ان کے جنازہ کے موقعہ پر دیکھا گیا اس نے بلند آواز سے اپنی نعش کی طرف اشارہ کر کے یہ شعر پڑھے:۔

سوار قوم کو بیت کہنے کے متعلق چند لطیف اشعار

وا اسفا علی فواتِ قومٍ ھم المصابیحُ والحصون
والمُدّ والمُزن والمھاۃ وَالْخَیْرُ والامنُ والسکون
لَمْ تتغیّرْ لنا اللّیالی حتّٰی توفّاھم المنون
فَکُلُّ جمرٍ لنا قلوبٌ وَکُلُّ مَاءٍ لنا عیون

یعنے ہائے افسوس ان لوگوں کی جدائی پر روشن چراغ تھے اور قلعے تھے اور شہر تھے اور بادل تھے اور پہاڑ تھے اور امن تھے اور سکون تھے ہمارے لئے۔ زمانہ

ینحتون

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مُصْبِحِيْنَ ۝ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝

اس (موعود) عذاب نے انہیں پکڑ لیا ۝ اور جو (مال) وہ جمع کیا کرتے تھے اس نے انہیں (اس وقت

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ

کچھ بھی) فائدہ نہ دیا ۝ اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو جن (وحکمت)

اصحاب الحجر کے پہاڑوں کو کھود کے گھر بنانے سے مراد

اس وقت تک نہیں بدلا جب تک موت نے انکو وفات نہیں دی۔ مگر اب تو یہ حال ہے کہ دل انکار ہے تو آنکھیں پانی بہا رہی ہیں۔ اس آگ کے سوا ہمارے پاس کوئی آگ نہیں۔ اور اس پانی کے سوا کوئی پانی نہیں۔ ان اشعار میں نہایت لطیف طور پر بتایا گیا ہے کہ روحانی سردار قلعوں اور شہروں اور بادلوں اور پہاڑوں کی حیثیت رکھتے ہیں اور دُنیا گویا ان میں بستی ہے اور ان کے ذریعہ سے ان کی حفاظت ہوتی ہے۔

مُصْبِحِيْنَ

تفسیر۔ اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ وہ لوگ پہاڑوں کو کھود کھود کر مکانات بنایا کرتے تھے اور بڑے طاقتور تھے کوئی اُن پر حملہ کی جرأت نہ کر سکتا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے

اصحاب الحجر متمدن اور صاحب ثروت قوم تھی

کہ وہ قوم بڑی متمدن اور متمول تھی کہ کوئی قوم ان کا مقابلہ نہ کر سکتی تھی کیونکہ یہ قوم دونوں علاقوں خشکی اور پہاڑی علاقوں میں رہتی تھی۔ مُصْبِحِيْنَ کے لفظ سے اس طرف بھی اشارہ ہے کہ یہ قوم ایسی طاقتور تھی کہ کچھ حصہ سال کا پہاڑوں پر سیر و تفریح کے لئے گزارتی تھی۔ مگر باوجود اس کے کسی کو ان کے ملک پر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوتی اور ان کے پیچھے ملک میں امن رہتا تھا سیا یہ کہ وہ امن کی حالت میں پہاڑ پر جاتے تھے کسی گھبراہٹ اور ڈر کی وجہ سے اور دشمن سے پناہ لینے کی غرض سے نہیں۔

اَغْنٰى

پہاڑ کھود کر مکان بنانے کا یہ مطلب نہیں کہ اس کے سوا اور قسم کے ان کے مکان نہ ہوتے تھے بلکہ اس سے خاص عمارتوں کی طرف اشارہ کیا ہے جس سے ان کے تمدن کی ترقی ظاہر ہوتی ہے معلوم ہوتا ہے فن تعمیر میں ان کو خاص مہارت تھی اور انہوں نے بعض اپنی قومی عمارات پہاڑ کھود کر بنائی تھیں جیسے ایلفنٹا کیو بمبئی میں ہیں وہ بھی پہاڑ کھود کر بنائی گئی ہیں اور ہندو فن تعمیر کی مشہور یادگار ہیں باہر سے آنے والے سیاح ان کو دیکھنے جاتے ہیں۔ اسی قسم کی بعض عمارتیں فن تعمیر کے اظہار کے لئے معلوم ہوتا ہے اس قوم نے بھی بنائی تھیں۔

يَكْسِبُوْنَ

۵۷ حل لغات۔ مُصْبِحِيْنَ۔ اَصْبَحَ الرَّجُلُ کے معنے ہیں دخل فی الصَّبَاح وہ صبح میں داخل ہوا یعنی اس پر صبح کا وقت آیا۔ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِيْنَ اَیْ وَهُمْ دَاخِلُوْنَ فِی الصَّبَاحِ یعنی ان کو زلزلے نے صبح ہوتے ہی آپکڑا (اقرب)

تفسیر۔ فرماتا ہے انہیں صبح کے وقت عذاب نے آدبایا۔ دوسری آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عذاب زلزلہ کا تھا جیسے کہ سورۂ اعراف میں بیان فرمایا ہے فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ (اعراف ع ۱۱) ان کے انکار کی وجہ سے انہیں زلزلہ نے آپکڑا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اپنے گھروں میں زمین پر گرے کے گرے رہ گئے یعنی مکانوں کے ملبہ کے نیچے دب گئے۔ اور کوئی ایسا بھی نہ رہا جو انکی لاشوں کو اندر سے نکالتا۔

۵۶ حل لغات۔ اَغْنٰى عَنْهُ۔ تشریح کے لئے دیکھو حل لغات سورۂ ابراہیم ۵۲

يَكْسِبُوْنَ۔ كَسَبَ سے مضارع جمع غائب کا صیغہ ہے تفصیل کے لئے دیکھو سورہ رعد ۴۲

تفسیر۔ یعنے وہ تو بڑے بڑے مکان اپنی حفاظت

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

إِلَّا بِالْحَقِّ ۗ وَإِنَّ السَّاعَةَ لَآتِيَةٌ ۖ فَاصْفَحِ

کے ساتھ ہی پیدا کیا ہے اور وہ (موعودہ) گھڑی یقیناً آنے والی ہے۔ اس لئے تو (انکی زیادتیوں پر)

الصَّفْحَ الْجَمِيلَ ○ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلَّاقُ

مناسب درگذر سے کام لے ۷۷ یقیناً تیرا رب ہی بہت پیدا کرنے والا (اور) خوب

کے لئے بناتے تھے۔ مگر ان کی یہ صفت ان کے لئے اس وقت اُلٹی پڑی۔ کیونکہ جتنے بڑے مکان ہوں اتنا ہی زیادہ وہ زلزلہ میں نقصان پہنچاتے ہیں۔ کیونکہ ان کے نیچے دب جانے والے انسان کی نجات کی کوئی امید نہیں رہتی۔ اس میں اس طرف اشارہ کیا ہے کہ اے اہل مکہ تم سامان سامان کا شور مچا رہے ہو۔ یاد رکھو کہ جب ہمارا عذاب آتا ہے تو معذب قوم کے سامان ان کو فائدہ نہیں پہنچاتے بلکہ انکی ہلاکت کو اور زیادہ خطرناک بنا دیتے ہیں۔

۷۷ حل لغات۔ بِالْحَقِّ۔ الحق کے لئے دیکھو سورہ رعد ۱۵

اصفح:۔ صَفْحٌ سے امر کا صیغہ ہے اور صَفَحَ عَنْهُ صَفْحًا کے معنے ہیں اَعْرَضَ عَنْهُ وَ تَرَكَهُ وَحَقِيقَتُهُ وَلَّاهُ صَفْحَةَ وَجْهِهِ۔ اس سے اعراض کیا اور اس کو چھوڑ دیا۔ اور صَفْحٌ کے اصل معنے یہ ہیں۔ کہ اس سے اپنے مُنہ کو ایک طرف کر لیا۔ یعنی اسکی طرف توجہ نہ کی۔ صَدَّ عَنْهُ اس سے رک گیا۔ اَعْرَضَ عَنْ ذَنْبِهِ اس کے گناہوں سے درگذر کیا اور اسے معاف کیا۔ صَفَحَ النَّاسَ۔ نَظَرَ فِي اَحْوَالِهِمْ۔ لوگوں کے حالات کو بغور دیکھا۔ صَفَحَ فِي الْاَمْرِ نظر غایہ۔ کسی معاملہ میں غور و فکر کیا۔ الصَّفْحُ:۔ صَفْحٌ کا مصدر ہے نیز اس کے معنے ہیں الْجَانِبُ۔ طرف صَفْحُ مِنَ الْاِنْسَانِ: جنبہُ انسان کا پہلو۔ (اقرب) پس فَاصْفَحِ الصَّفْحَ کے معنے یہ ہوئے کہ (۱) ان سے مُنہ پھیر لے۔ یعنی اب اتمام حجت ہو چکی ہے۔ اس لئے اب منکروں سے بحث و مباحثہ بند کر دو (۲) ان لوگوں سے زیادہ تعلق نہ رکھو (۳) ان کے گناہوں سے اعراض کرو۔ یہ معنے یہاں مراد نہیں (۴) انکی حالت پر اچھی طرح غور کرو۔ اور حالات کا بغور مطالعہ کرو۔ اور دیکھو کہ کیا سے کیا ہو رہا ہے (۵) ان کے امور اور حالات کی طرف دیکھو کہ کس طرح گمراہی کی طرف جا رہے ہیں۔

اصحاب الحجر کے اپنے بنائے ہوئے سامانوں سے تباہ کئے جانے کے ذکر کا مطلب

۲ الجمیل

الجمیل:۔ جَمُلَ سے صفت مشبہ ہے اور جَمُلَ الرَّجُلُ۔ يَجْمُلُ جَمَالًا کے معنے ہیں۔ حَسُنَ خَلْقًا وَخُلُقًا۔ کہ ظاہر و باطن کے لحاظ سے اچھا ہو گیا (اقرب) پس فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيلَ کے معنے ہونگے کہ ایسا درگذر کرو جو ہر رنگ میں اچھا ہو۔

تفسیر۔ یعنے آسمان و زمین کی پیدائش پر غور تو کرو کیا وہ بلا مقصد نظر آتی ہے۔ اس کارخانہ پر نظر ڈالنے سے ہر اک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ اس قدر بڑا نظام کس غرض سے ہے اور اس سے نتیجہ نکال سکتا ہے کہ ساعۃ ضرور آنے والی ہے۔ ساعۃ کا لفظ قیامت کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ اور اس موعود گھڑی کے لئے بھی جو انبیاء کے دشمنوں کی تباہی اور ان کے ماننے والوں کی ترقی کے لئے مقرر ہوتی ہے۔ آیت کا پہلا حصہ دونوں ساعتوں کے لئے بطور دلیل ہے۔ زمین و آسمان کی پیدائش قیامت کی بھی دلیل ہے اور نبیوں کی کامیابی اور ان کے دشمنوں کی تباہی کی بھی۔

۱ اصفح

لفظ ساعۃ اور اس کا استعمال

قیامت کی اس طرح کہ اگر انسان کی زندگی صرف اس دُنیا تک ختم ہو جاتی ہے۔ تو گویا اس قدر بڑی دُنیا اللہ تعالیٰ نے صرف اس لئے پیدا کی ہے کہ انسان اس میں پیدا ہو کچھ دن کھانے پیئے اور پھر مر جائے۔ اور یہ خیال بالکل خلاف عقل

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

پیدائش دنیا کی غرض

ہے۔ اس قدر بڑے نظام کا پیدا کرنا ایک بہت بڑی غرض کے لئے ہی ہو سکتا ہے۔ اور وہ غرض پوری ہوتی اس دُنیا میں نظر نہیں آتی۔ پس ضرور ہے کہ انسان کی زندگی اسی دنیوی حیات تک ختم نہ ہو۔ بلکہ اس نظام کی عظمت کے مطابق ایک بڑے زمانہ تک چلی جائے جس میں وہ ایک ایسے اعلیٰ مقام کو پالے جو اس نظام کی عظمت کے مطابق ہو۔

پیدائش دنیا قیامت کی دلیل

اگر غور کیا جائے تو سارا نظام تو الگ رہا۔ اللہ تعالیٰ نے چھوٹی سے چھوٹی چیز میں ہی ایسے اسرار رکھے ہیں کہ ختم ہونے میں نہیں آتے۔ انسانی جسم کو ہی لے لو۔ اس کا نظام کیسا پیچیدہ ہے۔ ہزاروں لاکھوں اطباء اور علم تشریح کے ماہر اسکی حقیقت کے معلوم کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ لیکن اب تک ان امور کا احاطہ نہیں کر سکے جو جسم انسانی سے تعلق رکھتے ہیں۔ قرآن کریم کے نزول کے زمانہ کے بعد تو یورپ نے سائنس میں بے انتہا کمال حاصل کیا ہے۔ مگر اب تک انسانی جسم کے متعلق پورا احاطہ نہیں کر سکا۔ پھر اس قدر وسیع قوانین پر جس وجود کی بنیاد رکھی گئی ہے اسکی پیدائش کے مقصد کو اس قدر حقیر بتانا جیسا کہ قیامت کے منکر بتاتے ہیں کس طرح معقول سمجھا جا سکتا ہے۔

اس کی عمدت کا کی ہونا زیادہ درست ہے

اسی طرح یہ نظام انبیاء کی کامیابی اور ان کے دشمنوں کی تباہی پر بھی دلالت کرتا ہے۔ زمین کو آسمان سے جُدا کر دو۔ پھر اسکی کیا حالت ہو جاتی ہے۔ ایک دن بھی نہیں ٹھہر سکتی۔ پس جو لوگ خیال کرتے ہیں کہ روحانی آسمان سے قطع تعلق کر کے بچ رہیں گے کیسے اندھے ہیں۔ جس طرح اس نظام کامل کا جزو رہتے ہوئے ہی زمین محفوظ رہ سکتی ہے اسی طرح روحانی نظام کا جزو بننے سے ہی انسان ہلاکت سے بچ سکتا ہے ورنہ اس کے بچنے کی کوئی صورت نہیں۔ خصوصاً جبکہ وہ اس نظام پر حملہ آور ہو۔ تو اسکی نجات قطعاً ناممکن ہے۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منکروں کو بتایا گیا ہے کہ آسمانِ روحانی سے قطع تعلق کر لینے کی وجہ سے ان کے سامان کسی کام بھی نہ آئیں گے۔ بلکہ اب انکی تباہی اور مسلمانوں کی ترقی کا وقت آن پہنچا ہے۔

صفح الصفح الجمیل کا مطلب

اس آیت میں کس زور شور سے کفار کی تباہی کی خبر دی گئی ہے اور ساتھ ہی یہ بتایا گیا ہے کہ اب وہ وقت آیا ہی چاہتا ہے۔ اس کے بعد جس طرح جلد جلد حالات بدلے اور کفار مکہ کی تباہی کے سامان پیدا ہوئے۔ وہ ایک ایسا نشان ہے کہ کسی الٰہی سلسلہ میں بھی اس سے پہلے اسکی نظیر نہیں ملتی۔ کیونکہ یہ تباہی آسمانِ روحانی کے سب سے بڑے ستارے بلکہ سورج کی مخالفت اور اس سے قطع تعلق کے نتیجہ میں ظاہر ہوئی۔

صفح کے ساتھ جمیل کا لفظ لگنے کی وجہ

اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں کا خیال ہے کہ یہ سورۃ مکی زندگی کے آخر میں نازل ہوئی زیادہ درست ہے۔ کم سے کم یہ آیات تو معلوم ہوتا ہے ضرور مکی زندگی کے آخری ایام میں نازل ہوئی ہیں کیونکہ ان میں مکہ والوں کی تباہی پر خاص زور ہے اور اسے بہت قریب بتایا گیا ہے۔ سورہ نحل کا پہلا رکوع بھی اسی پر دلالت کرتا ہے۔

آیت کے آخر میں جو یہ فرمایا ہے کہ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيلَ اس میں اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اب انکی تباہی کا وقت قریب آ گیا ہے اس لئے اب ان سے بحث مباحثہ بند کرو اور انکی طرف توجہ ہی نہ کرو۔ کیونکہ اب بحث مباحثہ کا وقت گذر گیا۔ اب انکی تباہی کا فیصلہ آسمان سے اُتر چکا ہے اب توبہ عذاب کے بعد ہی مانیں گے تو مانیں گے۔

جمیل کے لفظ سے اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ ان سے اعراض کرنے کے یہ معنے نہیں۔ کہ جو کوئی توجہ کرے اسکی طرف بھی توجہ نہ کرو۔ بلکہ یہ معنے ہیں کہ گو تم خود توجہ کرنی بیشک نہیں سمجھا ؤ لیکن عام بحث مباحثہ اب بند کر دو کیونکہ حجت تمام ہو چکی اور انہوں نے آسمانی دلائل سے فائدہ نہیں اُٹھایا۔ بیشک صفح کے معنے معاف کرنے کے بھی ہوتے ہیں۔ مگر اس جگہ وہ معنے مراد نہیں۔ بلکہ صَفْحِ النَّاسَ بِنَظَرِ فِي احوالِهِم والے معنے مُراد ہیں۔ یعنے اب ان کا حال دیکھتے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

الْعَلِيْمُ ۝ وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ

جاننے والا ہے ۵۷۸ اور ہم نے یقیناً تجھے دُھرائی جانے والی سات (آیات) اور (بہت بڑی) عظمت والا

جاؤ اور دیکھو کہ کچھ دن میں کیا سے کیا ہو جاتا ہے۔ نیز صفح کے معنے رک جانے کے بھی ہیں۔ یہ معنے بھی اس جگہ چسپاں ہوتے ہیں۔ اس کا مطلب وہی ہے جو میں اوپر بتا آیا ہوں کہ اب ان سے عام بحث مباحثہ ترک کر دو۔ یہ صورت ہر نبی کے وقت میں پیدا ہوتی ہے۔ ایک وقت تک اسے بحث مباحثہ کی اجازت ہوتی ہے۔ مگر حجت تمام ہو چکنے کے بعد اُسے بحث مباحثہ سے روک دیا جاتا ہے۔ اور آئمۃ الکفر کو ان کے حال پر چھوڑ دینے کا ارشاد ہو جاتا ہے۔

۵۷۸ حل لغات۔ الخلّاق کے معنی ہیں بہت پیدا کرنے والا۔ یہ لفظ خالق کا مبالغہ ہے۔

العلیم۔ بہت جاننے والا۔

تفسیر۔ خلّاق کے لفظ سے اس امر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ ہم کسی قوم کو تباہ کرتے وقت ڈرا نہیں کرتے کیونکہ ہم خلاق ہیں یعنی بہت پیدا کرنے والے ہیں تباہ کرنے سے ڈرتو اس کو ہو جو پھر پیدا نہ کر سکے مگر ہم تو خلاق ہیں ہر مفسد قوم کو ہلاک کر کے اسکی جگہ دوسری قوم کو کھڑا کر دیتے ہیں۔ اور ہماری بادشاہت میں کوئی کمی نہیں آتی اس جگہ اس قسم کا مضمون بیان کیا گیا ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے متعلق سورۂ زمر میں بیان کیا گیا ہے وہاں فرعونوں کی تباہی بیان کر کے فرماتا ہے کہ كَذٰلِكَ وَاَوْرَثْنَاهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ (دخان ع ۱۴) یعنے اے موسیٰ دیکھ ہم نے کس طرح اس قوم کو تباہ کر دیا۔ اور انکی جگہ وہی عزت ایک اور قوم کو (یعنی خود موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو) دے دی اور انکی تباہی پر آسمان نہ رویا۔ اور نہ زمین روئی یعنے نہ خدا تعالیٰ کی بادشاہی میں کوئی کمی آئی کہ اہل آسمان کو اس پر رنج ہوتا۔ اور نہ اہل زمین کو انکی تباہی سے کوئی نقصان پہنچا۔ نہ انہوں نے انکی تباہی پر افسوس کیا کیونکہ انبیاء کے مخالف ہمیشہ ظالم ہوتے ہیں۔ انکی تباہی کے بعد باقی دُنیا افسوس نہیں کرتی بلکہ امن کا سانس لیتی ہے۔

اس آیت میں صفح سے ترک مباحثات کیطرف اشارہ ہے

اور علیم کا لفظ جو آخر میں رکھا ہے۔ اس میں اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ان کی تباہی کے بعد دُنیا میں جو ایک نیا نظام قائم ہوگا اسے ہم جانتے ہیں۔ وہ ایسا اعلیٰ درجہ کا نظام ہے کہ اسے دیکھتے ہوئے ان لوگوں کی تباہی اور دوسری قوم کے پیدا کرنے پر رنج نہیں خوشی ہونی چاہیئے۔

الخلّاق

قرآن کریم کا کتنا کمال ہے۔ ایک مختصر لفظ سے کس قدر وسیع مطالب بیان کر دیئے ہیں۔ اور مسلمانوں کی حکومت کے اعلیٰ نظام کی طرف کس خوبی سے اشارہ کیا ہے قرآنی مطالب کی ترتیب بھی کیسی اعلیٰ ہے۔ شروع سورۃ میں فرمایا تھا ذَرْهُمْ يَاْكُلُوْا وَيَتَمَتَّعُوْا وَيُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ (حجر ع ۱) ان کو چھوڑ دے کہ کھائیں۔ دنیوی فائدے اُٹھائیں۔ اور لمبی لمبی امیدوں میں پڑے رہیں یہ عنقریب جان لیں گے کہ ان کا کیا انجام ہوتا ہے۔ اب آکر فرمایا۔ لو اب وہ گھڑی آ ہی پہنچی۔ اور ان کے کھانے پینے اور بڑی بڑی امیدیں رکھنے کا زمانہ ختم ہو گیا۔ یہ مضمون کاغذ ایسا ہی ہے۔ جیسے کہ آبشار کا پانی جب گرنے کے مقام پر آتا ہے۔ تو یکدم اس میں زور پیدا ہو جاتا ہے۔

لفظ خلاق اور علیم سے کفار کی تباہی اور مسلمانوں کی حکومت کا ذکر

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِيْمُ۔ میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ جو لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ترقی کے ظاہری سامان کہاں سے پیدا ہوں گے ان کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ خلّاق ہے۔ جب وہ وقت آجائے گا۔ کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت ان لوگوں کی تباہی اور مسلمانوں کی ترقی کا فیصلہ کر لے گی۔ تو اللہ تعالیٰ جو خلّاق ہے۔ خود ہی سب سامان پیدا کر دے گا۔ چنانچہ اس پیشگوئی

ایلاء العزیمہ کا جواب

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

الْعَظِيْمَ ○ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا

قرآن دیا ہے ۷۹ اور وہ جو ہم نے ان میں سے کئی گروہوں کو عارضی نفع کا سامان دیا ہے اسکی طرف آنکھیں

بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ

پھاڑ پھاڑ کر نہ دیکھ اور ان (کی تباہی) پر غم نہ کھا۔ اور مومنوں پر اپنا

کے ماتحت اللہ تعالیٰ نے مدینہ کے چند لوگوں کے دلوں میں حج کی رغبت پیدا کی۔ جب وہ حج کے لئے آئے تو انہوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر سُنا اور آپؐ سے ملے پھر جا کر اپنی قوم کو سارا حال سُنایا۔ اور وہاں سے ایک وفد آگیا جس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ مکہ چھوڑ کر ہمارے شہر میں چلے آئیں۔ اور آپؐ نے خدا تعالیٰ کے اذن سے ان کی اس درخواست کو قبول کر لیا۔ اور چند دن کے اندر اندر وہ لوگ جو مکہ میں کوئی سر چھپانے کی جگہ نہ پاتے تھے۔ ایک زبردست حکومت کے بانی ہو گئے اور وہ دنیوی سامان بھی پیدا ہو گئے۔ جن کے نہ ہونے کی وجہ سے اہل مکہ اپنی فتح یقینی سمجھتے تھے۔ اور وہ اس تغیر عظیم کو دیکھ کر حیران و ششدر رہ گئے۔

آنحضرتؐ کی ترقی کی ابتداء اور انتہا

۷۹ حل لغات ۔ المثانی کے معنے ہیں آیاتُ القرآن۔ قرآن مجید کی آیات۔ مِنْ اَلْوَادِی مَعَاطِفُہٗ یعنی مثانی الوادی۔ وادی کے موڑوں کو کہتے ہیں مثنَی الْاَیَادِی کے معنے ہیں۔ اعادۃُ المعروفِ مَرَّتین فاکثر یعنی بار بار احسان کرنے کو مَثْنَی الْاَیَادِی کہتے ہیں۔ اس میں دو کی شرط نہیں۔ بلکہ دو یا دو سے زیادہ مرتبہ احسان ہو۔ مَثَانِی الشَّیْءِ۔ قواہٗ وطاقاتُہٗ۔ مَثَانِی الشَّیْءِ سے مُراد اسکی قوتیں ہیں (اقرب)

المثانی

سبع مثانی کے متعلق مختلف صحابہ اور علماء کا خیال

حضرت عمرؓ علیؓ ابن مسعودؓ۔ ابن عباسؓ اور علماء کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ سَبْعًا مَثَانِی سے مراد اس جگہ سورہ فاتحہ ہے۔ اور ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّھَا (ای الفاتحۃ)

السَّبْعُ الْمَثَانِی وَاُمُّ الْقُرْاٰنِ وَفَاتِحَۃُ الْکِتَابِ وَسُمِّیَتْ بِذٰلِکَ لِاَنَّھَا تُثْنٰی فِیْ کُلِّ رَکْعَۃٍ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورہ فاتحہ سبع مثانی ہے اور ام القرآن اور فاتحۃ الکتاب بھی اسی لئے مثانی کہتے ہیں کہ یہ ہر رکعت میں دہرائی جاتی ہے قِیْلَ لِاَنَّھَا یُثْنِیْ بِھَا عَلَی اللّٰہِ تَعَالٰی۔ کہ اس کو مثانی اس لئے کہتے ہیں کہ اس کے ذریعہ سے خدا کی ثنا کی جاتی ہے۔ اس معنوں کو زجاج نحوی نے جائز قرار دیا ہے لیکن ابن عطیہ نے قواعد صرف کے خلاف قرار دیا ہے۔ علامہ ابو حیان لکھتے ہیں کہ یہ اعتراض درست نہیں۔ کیونکہ مَثَانِی مَثْنٰی کی بھی جمع ہے جو ثنّٰی رباعی سے مُفَعَّل کے وزن پر ہے اور اسکے معنے ثنا کے ہیں۔ یعنے جس میں اللہ تعالیٰ کی ثنا کا مضمون اچھی طرح بیان کیا گیا ہے۔ ان معنوں کے رو سے آیت کے معنے ہوئے ہم نے تجھ کو سات آیتوں والی وہ سورۃ دی ہے کہ جو بار بار دُہرائی جاتی ہے یا جس میں سات آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی ثنا کامل طور پر بیان کی گئی ہے۔

تفسیر ۔ جب یہ فرمایا کہ یہ لوگ اب تباہ ہونے کو ہیں اور انکی جگہ مسلمانوں کو برتری ملنے والی ہے۔ تو ساتھ ہی فرمایا کہ انکی طرف سے توجہ ہٹا کر اب تم مسلمانوں میں قرآن کی ترویج اور تعلیم پر زیادہ زور دو تا کہ کامیابی کے دنوں کے آنے سے پہلے یہ اس کام کے لئے جو ان کے ذمہ لگنے والا ہے تیار ہو جائیں۔ چنانچہ فرمایا ہم نے تم کو سورہ فاتحہ جیسی نعمت دی ہے جو صرف سات آیات ہیں۔ اور مثانی ہیں

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَقُلْ اِنِّيْٓ اَنَا النَّذِيْرُ

(شفقت کا) بازو جھکائے رکھ ۸۹ اور (لوگوں سے) کہہ (کہ) میں ہی کھلا کھلا ڈرانے والا ہوں

مثانی کے معنے جیسا کہ حل لغات میں بتائے جا چکے ہیں کسی شے کی قوت اور طاقت کے بھی ہوتے ہیں۔ اور سورہ فاتحہ کو مثانی کہہ کر یہ بتایا ہے کہ اس میں قرآن کریم کی قوتوں اور طاقتوں کا نچوڑ ہے یعنے میں تو سات مختصر آیات لیکن سارے قرآن کریم کے مطالب اجمالاً اس میں آ گئے ہیں۔

قرآن عظیم سے مراد بقیہ قرآن بھی ہو سکتا ہے اور مراد یہ ہوگی کہ سورۂ فاتحہ بھی دی جو اجمالی قرآن ہے اور تفصیلی قرآن بھی دیا۔ اور اس سے مراد خود سورہ فاتحہ بھی ہو سکتی ہے۔ اس صورت میں اس سے یہ مطلب ہوگا کہ سورۂ فاتحہ قرآن کریم کا ایک بڑا اہم حصہ ہے۔ اور قرآن سے سارا قرآن نہیں بلکہ حصہ قرآن مراد لیا جائے گا اور یہ عام محاورہ ہے کہ کبھی جزو کے لئے کل کا لفظ بول دیا جاتا ہے جیسے عام طور پر لوگ کہتے ہیں۔ قرآن سناؤ اور اس سے مراد سارا قرآن سنانا نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کا کچھ حصہ سنانا مطلوب ہوتا ہے۔ پس القرآن العظیم کا لفظ سورۂ فاتحہ کے متعلق اس اظہار کے لئے ہے کہ وہ قرآن عظیم کا حصہ ہے اس سے باہر نہیں۔ ان معنوں سے ان لوگوں کے خیالات کی تردید ہوتی ہے جو یہ خیال کرتے ہیں کہ سورۂ فاتحہ قرآن کا حصہ نہیں۔ احادیث میں بھی سورۃ فاتحہ کا نام قرآن عظیم بتایا گیا ہے۔ چنانچہ مسند احمد حنبل میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا هِيَ اُمُّ الْقُرْاٰنِ وَهِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِيْ وَهِيَ الْقُرْاٰنُ الْعَظِيْمُ (مسند احمد حنبل جلد ۲ صفحہ ۴۱۷) یعنی سورۃ فاتحہ اُمّ القرآن بھی ہے اور سبع المثانی بھی ہے اور قرآن عظیم بھی ہے۔

اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ قرآن عظیم سارے قرآن کا نام نہیں۔ دونوں ہی معنے ایک وقت میں کئے جا سکتے ہیں۔ کیونکہ ایک دوسرے کے مخالف نہیں ہیں۔ یہ بھی کہ سارا قرآن قرآن عظیم ہے۔ اور یہ بھی کہ سورۃ فاتحہ قرآن عظیم ہے۔ کیونکہ یہ دونوں معنے مختلف نقطۂ نگاہ کی وجہ سے ہیں۔ اور اپنی اپنی جگہ پر درست ہیں۔ اگر قرآن عظیم کے معنے سارے قرآن کے کئے جائیں تو یہ مطلب ہوگا کہ ہم نے تم کو اجمالی قرآن یعنے سورۃ فاتحہ بھی دی ہے۔ اور اس کے علاوہ ایک تفصیلی قرآن بھی دیا ہے۔ پس اس کی تعلیم کی طرف توجہ کرو۔ اور ان لوگوں سے بحث مباحثہ کا خیال جانے دو اب وقت آ گیا ہے کہ مسلمانوں کو مطالب قرآن خوب زور سے سکھائے جائیں تاکہ وہ نئے نظام کے سنبھالنے کے اہل ہو جائیں۔

۸۹ حل لغات۔ تَمُدَّنَّ۔ مَدَّ سے مضارع کا صیغہ ہے اور مَدَّ نَظَرَهٗ اِلَيْهِ کے معنے ہیں عَلَّحَ بِبَصَرِهٖ اِلَيْهِ کہ اس کی طرف ٹکٹکی لگا کر دیکھا (اقرب) پس لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ کے معنے یہ ہونگے کہ تو انکی ترقیات کی طرف ٹکٹکی لگا کر نہ دیکھ۔

تفسیر۔ بعض لوگوں نے اس آیت کے یہ معنے کئے ہیں کہ نضریؓ اور اوزاعات سے بنو قریظہ اور بنو نضیر کے سات قافلے آئے تھے وہ کپڑوں اور عطروں اور جواہرات پر مشتمل تھے انہیں دیکھ کر صحابہؓ نے کہا کہ کاش یہ مال ہمارے پاس ہوتا تو ہم کو اس سے طاقت حاصل ہوتی۔ اور ہم اسے خدا کی راہ میں خرچ کرتے۔ یہ معنے میرے نزدیک درست نہیں اور ان کے غلط ہونے کا یقینی ثبوت یہ ہے کہ سب مفسرین متفق ہیں کہ یہ سورۃ ساری کی ساری مکی ہے۔ حتیٰ کہ عیسائی مستشرقین تک یہ ماننے پر مجبور ہوئے ہیں کہ یہ سورہ سب کی سب مکی ہے۔ پھر جب یہ سورہ مکی ہے تو بنو قریظہ اور بنو نضیر کے قافلوں کو دیکھ کر مسلمانوں کا ایسی خواہش کرنا کس طرح

۱ مثانی کے اصل معنے

۲ قرآن عظیم کا مثانی قرآن عظیم کو سورہ فاتحہ کو کہا گیا ہے

قرآن عظیم سے مراد بقیہ قرآن بھی ہو سکتا ہے

۳ آیت لَا تَمُدَّنَّ کے غلط معنوں کی تردید

حدیث میں سورۂ فاتحہ کا نام سبع مثانی رکھا گیا ہے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

درست ہوسکتا ہے بنو قریظہ اور بنو نضیر کی حالت تو مسلمانوں نے ہجرت کے بعد دیکھی تھی۔ مکہ میں نازل ہونے والی سورۃ میں اس کا ذکر کیونکر آگیا۔ نیز سوچنا چاہیئے کہ اس آیت میں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مخاطب ہیں صحابہ تو مخاطب نہیں۔ اور آپ کی طرف ایسی خواہش منسوب کرنا میرے نزدیک تو کسی صورت میں جائز نہیں بلکہ سوءِ ادب ہے۔ نیز جب کہ اس سورۃ میں زور ہی اس امر پر ہے کہ ہم مسلمانوں کی ترقی کے سامان خود پیدا کریں گے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل میں ایسا خیال پیدا ہی کس طرح ہو سکتا تھا کہ خدا تعالیٰ تو کہے کہ اس بارہ میں تم ہم پر توکل رکھو اور رسول لوگوں کے اموال کو دیکھ کر کہے کہ کاش ہمارے پاس ہوتا تو خوب ترقی کرتے۔ اسے کونسی عقل تسلیم کر سکتی ہے۔

لَا تَمُدَّنَّ کے الفاظ کفار کی تباہی پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنحضرتؐ کے لئے بطور تسلی ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ میں کفار کے نظام کے ٹوٹنے کا اشارہ تھا۔ اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل کو جو نہایت حساس تھا اور جس میں اپنی قوم کی خیر خواہی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ لازماً یہ صدمہ ہونا تھا کہ اب میری قوم یا اس کے عمائد ایمان سے محروم رہ جائیں گے اور تباہ کر دیئے جائیں گے چنانچہ آپؐ نے صنادید کی حالت کو دیکھ کر جن پر مکہ کے نظام کا مدار تھا سخت افسوس کرتے ہونگے کہ کاش یہ لوگ تباہ نہ ہوتے اور جس قوم کو اللہ تعالیٰ نے ان کو دُنیا میں بڑا بنایا ہے اللہ تعالیٰ ان کو دین میں بھی بڑا بناتا تو اچھا ہوتا اور یہ خواہش نہایت پاکیزہ ہے۔ نبی کبھی کسی کی تباہی پر خوش نہیں ہوتا۔ بلکہ چاہتا ہے کہ سب ہی ایمان لے آئیں۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو اس خواہش میں اس قدر بڑھے ہوئے تھے کہ آپ کی نسبت قرآن کریم میں آتا ہے لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ (شعراء ع ۵) اے محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تو تو شاید اپنے آپ کو اس غم میں ہلاک کر لے گا۔ کہ یہ لوگ سب کے سب مسلمان کیوں نہیں ہو جاتے پس آپؐ کے ان شریف جذبات کو اس خبر سے ضرور ٹھیس

لَا تَمُدَّنَّ کے معنے کفار کے اموال کو لالچ کی نگاہ سے دیکھنے کے نہیں

آیت لَا تَمُدَّنَّ کا مطلب

لگی ہوگی۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کی تسلی کے لئے یہ الفاظ بیان فرمائے۔ اور کہا کہ تجھے اپنی قوم کے اکابر کی تباہی کی خبر سُن کر افسوس ہوگا۔ کیونکہ تُو انکی ہدایت کی زبردست خواہش رکھتا ہے مگر اب ہم انکی تباہی کا فیصلہ کر چکے ہیں پس اب ان لوگوں کے لئے افسوس کرنا چھوڑ دے۔ اور انکی ظاہری بڑائیوں کا خیال نہ کر۔ اب تو تیرے رب نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ ان کو چھوٹا کر دے اور تباہ کر دے۔ پس اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرماتا کہ ان کے اموال کو لالچ کی نگاہ سے نہ دیکھ۔ بلکہ یہ فرماتا ہے کہ انکی ظاہری شان و شوکت کو دیکھ کر یہ افسوس نہ کر کہ اب عذاب الٰہی ان کو کنگال اور تباہ کر دے گا۔ اور ان کی حشمت جاتی رہے گی۔ چنانچہ آیت کا آخری حصہ بھی انہی معنوں کی تائید کرتا ہے کیونکہ اس میں یہ فرمایا گیا ہے کہ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ یعنے ان کی تباہی پر غم نہ کر۔ اس جملہ کے ہوتے ہوئے وہ معنے جو بعض لوگوں نے کئے ہیں کس قدر خلاف عقل ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ اگر وہ معنے صحیح ہیں۔ تو آیت کا مضمون یہ بن جائے گا کہ اے محمد رسول اللہ تو ان کے مالوں کو دیکھ کر لالچ نہ کر اور یہ خواہش نہ کر کہ وہ اموال تجھ کو مل جائیں۔ اور تو انکی تباہی پر غم نہ کھا۔ یہ معنے کیسے لغو ہیں۔ اور کس طرح ان کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو رد کرتا ہے۔ لیکن جو معنے میں نے کئے ہیں وہ ساری آیت کے مضمون کو ایک دوسرے کا مؤید بنا دیتے ہیں۔

جو شخص دوسرے کے مال کو لینا چاہتا ہے وہ اس کی تباہی پر غمگین کیونکر ہو سکتا ہے وہ تو اپنی خواہش سے عملاً اس کی تباہی کی دُعا کرتا ہے۔

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ کے الفاظ بھی میرے کئے ہوئے معنوں کی تائید کرتے ہیں کیونکہ اگر وہ معنے مُراد ہوں جن کو میں نے رد کیا ہے۔ تو اس آیت کے یہ معنے ہونگے کہ کفار کے متعلق یہ خواہش نہ کر کہ ان کا مال تجھ کو مل جائے اور انکی تباہی پر افسوس نہ کر۔ اور مومنوں کی تربیت کی طرف پوری توجہ کر۔ اگر یہ معنے ہوں تو آیت کے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

الْمُبِيْنُ ۝ كَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ ۝

کامل نذیر ہوں ۵۸۱ اس لئے کہ ہم نے باہم بانٹ لینے والوں کے متعلق (اپنا انذاری کلام) نازل کیا ہے ۵۸۲

سب ٹکڑے بے ربط ہو جاتے ہیں لیکن میرے کئے ہوئے معنوں کی صورت میں یہ الفاظ بھی آیت کے دوسرے حصوں سے کامل طور پر مربوط معلوم ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان میں یہ بتایا گیا ہے کہ بڑے بڑے کفار کی تباہی کا ہم فیصلہ کر چکے ہیں۔ پس اب ان کی جاتی ہوئی شان کو دیکھ کر تو غم نہ کر بلکہ جو لوگ انکی جگہ لینے والے ہیں یعنے مومن۔ انکی تربیت کی طرف متوجہ ہو جا کہ اب دُنیا کی ترقی پُرانے سرداروں کے بچانے سے ممکن نہیں بلکہ اس کا مدار ان لوگوں کی صحیح تربیت پر ہے۔

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ سے ایک باریک اشارہ ہجرت کی طرف بھی کیا گیا ہے۔ کیونکہ مومنوں کی کامل تربیت ایک نظام کو چاہتی ہے۔ قرآن کریم کے وہ احکام جو نظام کے ساتھ تعلق رکھتے تھے۔ ان کا عملی اجراء مکہ میں نہیں ہو سکتا تھا پس یہ کہہ کر کہ اب تو مومنوں کی ایسی تربیت کی طرف توجہ کر کہ آگے چل کر یہ دُنیا کا نظام سنبھال لیں۔ اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اب ہم تجھے اس جگہ لے جانے والے ہیں جہاں تجھے اس تربیت کا موقعہ پوری طرح مل جائے گا۔

خلاصہ یہ کہ آنکھیں اُٹھا اُٹھا کر دیکھنے سے اس لئے منع نہیں کیا گیا۔ کہ نعوذ باللہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے مالوں کی لالچ تھی۔ بلکہ اس حسرت سے دیکھنے سے منع کیا گیا ہے کہ اب سرداران عرب کی حشمت جاتی رہے گی اور وہ ایمان سے محروم رہ جائینگے۔ اور ان کے اموال ان کو تقویٰ میں بڑھانے کی بجائے انکی ہلاکت کا موجب ہو جائینگے۔

۵۸۱ تفسیر۔ یعنے اب تو بانگ بلند سے ان کو یہ سُنا دے کہ میں ہاں میں ہی کھلا کھلا نذیر ہوں یعنی اس وقت خدا تعالیٰ نے انذار کا کام میرے ہی سپرد کیا ہوا ہے اس لئے میں الٰہی منشاء کے ماتحت اعلان کرتا ہوں کہ تمہاری تباہی کا وقت آگیا ہے۔

۵۸۲ حل لغات۔ المقتسمین۔ اِقْتَسَمَ سے اسم فاعل مُقْتَسِمٌ آتا ہے اور مُقْتَسِمُوْن اسکی جمع ہے۔ اِقْتَسَمُوا المال بَيْنَهُمْ کے معنی ہیں۔ اَخَذَ كُلٌّ قِسْمَهٗ۔ انہوں نے مال کو تقسیم کیا اور ہر ایک نے اپنا اپنا حصہ لے لیا (اقرب) تقاسما المال۔ اقتسماہ بینہما۔ انہوں نے آپس میں مال تقسیم کر لیا۔ فالاقتسام والتقاسم بمعنیً واحدٍ۔ یعنی ان معنوں کے رُو سے اقتسام اور تقاسم ہم معنی ہیں (تاج) پس مقتسمون کے معنی ہوں گے تقسیم کرنے والے۔ مراد آنحضرت کی دشمنی کے غرائض باہم تقسیم کرنے والوں سے ہے۔

۱ آیت وَاخْفِضْ سے ہجرت کی طرف اشارہ

تفسیر۔ عام طور پر اس آیت کے یہ معنی کئے جاتے ہیں "جس طرح ہم نے مقتسمین پر نازل کیا ہے" مگر میرے نزدیک اس جگہ كَ کے معنی تعلیل کے ہیں۔ اور کاف کا یہ استعمال لغت عربی سے ثابت ہے (اقرب) خود قرآن کریم میں بھی ان معنوں میں كَ متعدد جگہ استعمال ہوا ہے۔ مثلاً فرماتا ہے وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ (بقرہ ع ۲۵) اللہ تعالیٰ کو یاد کرو کیونکہ اس نے تم کو ہدایت دی ہے۔ پس كَ کے ان معنوں کے رو سے آیت کے معنے یہ ہونگے۔ کیونکہ ہم نے (عذاب) مقتسمین پر اُتارا ہے اور یہ آیت پہلی آیت سے متعلق سمجھی جائے گی۔ اور دونوں آیتوں کا مطلب یہ ہوگا۔ کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو ان لوگوں سے کہدے کہ میں نذیر عریان ہوں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مقتسمین کے لئے یہ عذاب اُتارنے کا فیصلہ کر دیا ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔ ان معنوں سے مفہوم بہت صاف ہو جاتا ہے لیکن اگر كَ کے معنے "جس طرح" کئے جائیں تو مطلب واضح نہیں رہتا۔ کیونکہ اس صورت میں عبارت یہ بنتی ہے کہ ان سے کہدے میں نذیر عریان ہوں۔ جس طرح

۲ المقتسمین

۳ كَ انزلنا کے معنی میں كَ کے معنی تعلیل کے

۴ آیت كَمَا انزلنا کا پہلی آیت سے متعلق ہے۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ہم نے مقتسمین پر اُتارا ہے۔ یہ معنے جیسا کہ ظاہر ہے کوئی صحیح مفہوم پیدا نہیں کرتے۔ اسی وجہ سے مفسرین کو اس آیت کے معنے کرنے میں سخت دقت ہوئی ہے۔ اور لمبی لمبی توجیہیں کر کے انہیں کوئی معنے نکالنے پڑے ہیں۔

۱ مفسرین کو اس آیت کے سمجھنے میں دقت

مقتسمین کے معنوں کے بارہ میں بھی مفسرین کو بڑی دقت پیش آئی ہے۔ انہوں نے اس آیت کے معنے یہ کئے ہیں۔ کہ جس طرح ہم نے ان پر عذاب اُتارا ہے۔ جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دُکھ دینے کی قسمیں کھائی ہوئی ہیں بخاری میں بھی یہ معنے بیان کئے گئے ہیں (بخاری کتاب التفسیر سورۃ الحجر) مگر میرے نزدیک عربی زبان کے رو سے یہ معنے درست نہیں۔ کیونکہ اِقْتَسَمَ کے معنے قسمیں کھانے کے نہیں ہیں بلکہ تقسیم کرنے کے ہیں۔

۲ مقتسمین سے مراد آنحضرت ﷺ کے خلاف تدابیر کرنے والے ہیں

چنانچہ اقرب میں ہے اِقْتَسَمُوا الْمَالَ بَيْنَهُمْ اَيْ اَخَذَ كُلٌّ قِسْمَهُ یعنے جب اِقْتَسَمَ الْمَالَ کا لفظ بولیں تو اس سے مُراد یہ ہوتی ہے کہ انہوں نے تقسیم کر لیا اور ہر ایک نے اپنا اپنا حصہ لے لیا۔ تاج العروس میں ہے تَقَاسَمَا الْمَالَ: اقتسماه بينهما یعنے تقاسما المال کہیں تو اس کے معنے اِقْتَسَمَا کے یعنے آپس میں تقسیم کر لینے کے ہوتے ہیں۔ غرض اِقْتَسَمَ کے معنے تاج العروس میں تقسیم کرنے کے لکھے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ پھر لوگوں کو یہ دھوکا کیونکر لگا کہ اس کے معنے باہم قسمیں کھانے کے ہوتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ تَقَاسَمَا کے ایک معنے قسمیں کھانے کے ہیں اور دوسرے معنی تقسیم کرنے کے ہیں۔ ان معنوں کو بتانے کے لئے اہل لغت لکھتے ہیں کہ تَقَاسَمَا اور اِقْتَسَمَا ہم معنے الفاظ ہیں۔ ان کا مطلب یہ ہے کہ تَقَاسَمَا۔ اقْتَسَمَا کی طرح تقسیم کرنے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ نہ یہ کہ اِقْتَسَمَ بھی تَقَاسَمَا کی طرح قسمیں کھانے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ مفسرین نے اس مشابہت سے دھوکا کھایا ہے حتّٰی کہ زمخشری جیسے ادیب نے بھی دھوکا کھایا ہے میرے دعویٰ کی تصدیق تاج العروس کے ان الفاظ سے ہوتی ہے

۱ اقتسم کے معنی تقسیم کرنے کے ہیں

تَقَاسَمَا الْمَالَ اِقْتَسَمَاهُ بَيْنَهُمَا فَالْاِقْتِسَامُ وَالتَّقَاسُمُ بِمَعْنًى وَاحِدٍ۔ یعنے "تَقَاسَمَا الْمَالَ کے معنے اقتسما المال کے ہیں یعنے آپس میں مال تقسیم کر لیا۔ پس اقتسام اور تقاسم ایک ہی معنے رکھتے ہیں" اس عبارت سے ظاہر ہے کہ تاج العروس والے کے نزدیک دونوں کا اشتراک تقسیم کرنے کے معنوں میں ہے نہ کہ قسموں کے کھانے کے متعلق۔ چنانچہ آگے تاج العروس والے نے اس آیت کو بطور شہادت پیش کیا ہے گو آگے ابن عرفہ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ مقتسمین کے معنے تَقَاسَمُوْا کے ہیں۔ لیکن اوپر کی تشریح کے ماتحت صاف ظاہر ہے کہ تاج والا ان معنوں کو لغت کے معنی نہیں قرار دیتا بلکہ تفسیری معنے قرار دیتا ہے۔

۲ آیت کا اصل مطلب

اس تمہید کے بعد میں یہ بتاتا ہوں کہ مقتسمین سے کیا مراد ہے۔ میرے نزدیک تقسیم کرنے والوں سے محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دشمنی کے کام تقسیم کرنے والے مُراد ہیں اور مطلب یہ ہے۔ کہ جن لوگوں نے بڑے خلاف تدابیر کرنے کے کاموں کو تقسیم کر لیا ہے کسی نے یہ ڈیوٹی اپنے ذمہ لے لی ہے کہ مکّہ کے باہر کھڑا ہو کر لوگوں کو ورغلائے کسی نے یہ ڈیوٹی لے لی ہے کہ یہ شور مچاتا پھرے کہ اگر سچا ہوتا تو ہم جو رشتہ دار ہیں کیوں نہ مانتے کسی نے مسلمانوں کو دُکھ دینے کی ڈیوٹی اپنے ذمہ لے رکھی ہے کسی نے دوسری اقوام میں پروپیگنڈا کرنے کی ڈیوٹی سو ان سب لوگوں کے لئے ہم نے عذاب کا فیصلہ کر لیا ہے بعض لوگوں نے یہ معنے کئے ہیں کہ قرآن کو انہوں نے تقسیم کر لیا ہے کہ بعض حصّہ کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں۔ مگر یہ معنے بھی درست نہیں معلوم ہوتے۔ کیونکہ مقتسم کے معنے تو باہم تقسیم کر لینے کے ہیں۔ اور کسی حصّہ پر ایمان لانا اور کسی کو رد کر دینا باہم تقسیم کا مفہوم ادا نہیں کرتا۔ پس کسی جزو پر ایمان لانا اور کسی پر نہ لانا گو بعض کفار کا شیوہ ہے اور قرآن کریم میں مذکور ہے مگر اس آیت میں اس مفہوم کی طرف اشارہ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ ۝ فَوَرَبِّكَ

جنہوں نے قرآن کو جھوٹی باتوں کا مجموعہ قرار دیا ۹۳ سو تیرے رب کی قسم

لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ الربع

ہم ان سب سے باز پرس کریں گے ان کاموں کے متعلق جو وہ کیا کرتے تھے ۹۴

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ۝

سو جس بات (کے پہنچانے) کا تجھے حکم دیا جاتا ہے وہ کھول کر (لوگوں کو) بتا دے اور ان مشرکوں (کی بات) سے اعراض کر ۹۵

نہیں ہے۔

۹۳ تفسیر عِضِیْن اور عِضُوْن عِضَۃٌ کی جمع ہیں اور عِضَۃٌ کا لفظ عَضٰی یَعْضُوْا عَضْواً سے بھی نکلا ہے۔ جس کے معنے ٹکڑے کرنے کے ہوتے ہیں اور عَضَہَ یَعْضَہُ عَضْہًا سے بھی نکلا ہے جس کے معنے جھوٹ بولنے کے ہوتے ہیں۔ پس عِضَۃٌ کے معنے جھوٹ کے بھی ہیں۔ اور ٹکڑے کے بھی اور عضین کے معنے بہت سے جھوٹوں کے بھی ہیں اور ٹکڑوں کے بھی۔ اگر عِضَۃٌ۔ عَضٰی یَعْضُوْا کے مادہ سے مشتق سمجھا جائے تب بھی اہل لغت کے نزدیک اس کے معنے "ٹکڑہ" کے علاوہ جھوٹ کے بھی ہوتے ہیں۔ (اقرب) غرض ایک مادہ کے رو سے عضین کے معنے 'ٹکڑوں' کے ہیں۔ اور دونوں مادوں کے رو سے اس کے معنے 'جھوٹوں' کے ہیں۔ اور میرے نزدیک دوسرے معنے اس آیت میں زیادہ درست معلوم ہوتے ہیں۔ مگر ان معنوں کے سمجھنے کے لئے یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ جَعَلَ کے ایک معنی ظَنَّ کے بھی ہوتے ہیں۔ یعنی ایسا سمجھا۔ چنانچہ عربی کا محاورہ ہے جَعَلَ الْحَقَّ بَاطِلًا یعنے سچ کو جھوٹ سمجھا (اقرب) اور عضین کے معنے جھوٹ کرنے کی صورت میں جَعَلَ اس آیت میں انہی معنوں میں مستعمل ماننا پڑے گا۔ اور ترجمہ یہ ہوگا۔ کہ "وہ لوگ جنہوں نے قرآن کو جھوٹوں کا مجموعہ سمجھ رکھا ہے" اور گزشتہ آیتوں سے مل کر مفہوم یہ بنے گا کہ اس موعود عذاب کی خبر ان کو دے جنہوں نے تیری مخالفت کی ڈیوٹیاں تقسیم کر رکھی ہیں۔ اور قرآن کریم کو جھوٹوں کا مجموعہ سمجھ رکھا ہے اور بتا دے کہ اب ان لوگوں کی تباہی کا وقت آپہنچا ہے یہ معنے ایسے واضح ہیں کہ ان سے تمام وہ مشکلات دُور ہو جاتی ہیں جو دوسرے مفسرین کو پیش آئی ہیں۔

عضین کے معنے جھوٹوں کا مجموعہ۔

اس آیت کا پہلی آیت سے تعلق

۹۴ تفسیر فرماتا ہے کہ تیرے رب ہی کی قسم اب ایسے سب لوگ سزا پائیں گے۔ اور ہم ان سب سے پُوچھیں گے۔ پُوچھنے کا مطلب اس جگہ وہی ہے۔ جو پنجابی میں پُوچھوں گا کا ہوتا ہے۔ یعنی انکی شرارتوں کا اب حساب لیں گے اور ان کو سخت سزا دیں گے۔

لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ سے مراد ہی سزا ہے۔

۹۵ حل لغات۔ اِصْدَعْ:۔ صَدَعَ سے امر کا صیغہ ہے اور صَدَعَہٗ صَدْعًا کے معنے ہیں۔ شَقَّہٗ کسی چیز کو پھاڑ دیا۔ وقیل شقہ بنصفین اور بعض نے کہا ہے کہ اس کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ وقیل شَقَّہٗ وَلَمْ یَفْتَرِقْ اور بعض کہتے ہیں کہ کسی چیز کو پھاڑ دیا لیکن وہ دو ٹکڑے نہ ہوئی۔ صَدَعَ الْاَمْرَ:۔ کَشَفَہٗ وَبَیَّنَہٗ: بات کو کھول دیا اور واضح کر دیا۔ صَدَعَ بِالْحَقِّ وَالْحُجَّۃِ۔ تَکَلَّمَ بِھِمَا جَھَارًا۔

اَصْدَعْ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ ۝ الَّذِينَ

ہم یقیناً تجھے ان تمسخر کرنے والوں (کے شر) سے محفوظ رکھیں گے جو اللہ (تعالیٰ)

يَجْعَلُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ۝

کے ساتھ کوئی (نہ کوئی) اور معبود بنا رہے ہیں۔ سو وہ عنقریب (اس کا نتیجہ) معلوم کر لیں گے ۹۶

حق اور محبت کا علی الاعلان اظہار کیا۔ صَدَعَ بِالْأَمْرِ اصَابَ بِهِ مَوْضِعَهُ وَجَاهَرَ بِهِ مُصَرِّحًا کر کسی کام کو بر محل کیا۔ اور اس کی آواز بلند تصریح کی صَدَعَ الْأَمْرَ بِالْحَقِّ۔ فیصلہ کسی معاملہ کا دوٹوک فیصلہ کیا۔ (اقرب)

سو فسوف یعلمون کی پیشگوئی کا قومی اور فردی ظہور۔

تفسیر صَدَعَ بِالْحَقِّ کے معنے حق کے ساتھ فیصلہ کرنے کے بھی ہوتے ہیں۔ اور صَدَعَ کے معنے کھولکر بیان کرنے کے بھی ہوتے ہیں۔ دونوں معنے یہاں چسپاں ہوتے ہیں۔ اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب خدائی فیصلہ انکی ہلاکت اور مسلمانوں کی ترقی کی نسبت جاری ہو چکا ہے۔ تو اس امر کو خوب کھول کھول کر انہیں سُنا دے اور مشرکوں سے بحث مباحثہ چھوڑ دے۔ اسی طرح اس کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے (اور یہی ان معنوں کے ساتھ زیادہ چسپاں ہوتا ہے جو میں اوپر کی آیات کے بیان کر چکا ہوں) کہ اب تُو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق فیصلے کرنے شروع کر۔ یعنے تجھے اب ہم اس امر کا موقعہ دینے والے ہیں کہ شریعت کے تمام احکام کا اجراء عملاً شروع ہو جائے۔ پس تو اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق فیصلوں کو جاری کر دے اور مشرکوں کی پرواہ نہ کر۔ اس آیت میں بھی گویا مدینہ کی ہجرت اور اسلامی حکومت کی خبر دی گئی ہے

فاصدع کے الفاظ میں اسلامی حکومت اور شریعت کے عملی اجراء کی خبر دی گئی ہے۔

۹۶ تفسیر یعنی اب تجھے ان لوگوں کی طرف توجہ کی اس لئے ضرورت نہیں کہ اب بحث مباحثہ والے جوابوں کی جگہ ہم ان کو آسمانی نشانوں کے ساتھ جواب دینا چاہتے ہیں اور تجھ پر ہنسی کرنے والوں کو عبرتناک سزائیں دینا چاہتے ہیں۔ ان کو سوچنا چاہیئے تھا کہ جب یہ اللہ تعالیٰ کے شریک بنا رہے ہیں۔ اور اس کی ہتک کر رہے ہیں تو وہ کب تک ان کی اس حرکت کو برداشت کرتا چلا جائے گا قومی طور پر تو یہ پیشگوئی بعد ہجرت کفار مکہ کی شکست اور ذلت سے پوری ہوئی۔ فردی طور پر بھی اس کا عجیب شاندار طور پر ظہور ہوا۔ عروہ بن زبیر کی روایت ابن اسحاق نے لکھی ہے (ابن کثیر جلد ۵) کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہنسی اُڑانے والے پانچ رؤساء تھے ولید بن مغیرہ۔ عاص بن وائل۔ اسود بن عبد یغوث اور اسود بن المطلب اور حرث بن طلاطلہ۔ ان کے بارہ میں حضرت جبریل کشف میں رسول کریم صلعم کو نظر آئے اور اسود بن عبد یغوث کے پیٹ کی طرف اشارہ کیا اسے استسقاء ہو گیا اور وہ اس سے مر گیا۔ ولید بن مغیرہ کے پیر کی طرف اشارہ کیا اسے ایک پرانا زخم تھا جو مندمل ہو چکا تھا اس کے بعد وہ زخم پھٹ گیا اور وہ اس سے مر گیا۔ اور عاص بن وائل کے پاؤں کے تلوں کی طرف اشارہ کیا وہ چند دن بعد گدھے پر سوار طائف کو جا رہا تھا کہ تلے میں کوئی چیز چُبھ گئی اور وہ اس سے مر گیا۔ اور حرث بن طلاطلہ کے سر کی طرف اشارہ کیا وہ سر کے زخم سے ہلاک ہو گیا۔ اور اسود بن مطلب کی آنکھوں کی طرف اشارہ کیا اور وہ اندھا ہو کر مر گیا۔ یہ روایت سعید بن جبیر اور عکرمہ سے بھی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہنسی اڑانے والوں کا انجام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم دینے کی وجہ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ۙ

اور ہم یقیناً جانتے ہیں کہ جو کچھ وہ کہتے ہیں اس سے تیرا دل تنگ پڑتا ہے ۸۷

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۙ

پس تو اپنے رب کی حمد کرتے ہوئے (اسکی) تسبیح کر اور (اسکے) کامل فرمانبرداروں میں سے بن ۸۸

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ۝ ع

اور اپنے رب کی عبادت کرتا رہ یہاں تک کہ تجھ پر موت (کی گھڑی) آجائے ۸۹

مروی ہے سعید حرث بن غیطلہ نام بتاتے ہیں اور عکرمہ حرث بن قیس۔ مگر یہ اختلاف نہیں کیونکہ زہری کے نزدیک غیطلہ اسکی ماں کا نام تھا اور قیس باپ کا نام تھا۔

۸۷ تفسیر۔ بیشک ہم جانتے ہیں کہ ان کی باتوں کے باعث تیرا سینہ تنگ ہوتا ہے اس کے یہ معنی نہیں کہ یہ لوگ جو تیرے خلاف باتیں کرتے ہیں۔ ان سے تیرے دل میں انقباض پیدا ہوتا ہے بلکہ اس کا اشارہ اوپر کی آیت وَيَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا کی طرف ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ اے محمد رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) ہم جانتے ہیں کہ ان کے مشرکانہ دعاوی پر ہماری محبت کی وجہ سے تجھے سخت تکلیف ہوتی رہی ہے لیکن اب تو خوش ہو جا۔ کہ شرک مٹا دیا جائے گا اور توحید قائم کر دی جائے گی۔

۸۸ تفسیر۔ یعنے چونکہ ہم اب توحید کو پھر قائم کرنے لگے ہیں۔ جو تیری آمد کا اصلی مقصد ہے۔ تو اس خوشی میں اپنے رب کی تسبیح کر اور سجدات شکر بجالا۔ یا یہ کہ مومنوں کی تربیت کر کے اللہ تعالےٰ کی تسبیح کا عملی ثبوت دنیا کے لئے مہیا کر۔ کیا ہی لطیف رنگ میں اللہ تعالےٰ نے اپنے رسولؐ کے دل پر سے اس غم کا بوجھ ہلکا کیا ہے جس کا ذکر اوپر آچکا ہے۔

۸۹ حل لغات۔ اَلْيَقِيْنُ: اِذَا اُضِيْفَ اِلَى الشَّكِّ فَتَحْقِيْقُ الْاَمْرِ يَقِيْنًا کے معنی ہیں شک کو دور کرنا۔ اور کسی معاملہ کی اصلیت تک پہنچنا الْعِلْمُ الْحَاصِلُ عَنِ النَّظَرِ وَالْاِسْتِدْلَالِ وَلِهٰذَا لَا يُسَمّٰى عِلْمُ اللّٰهِ يَقِيْنًا۔ وہ علم جو غور و فکر اور استدلال سے حاصل ہو۔ اسی وجہ سے خدا کے علم کو یقین نہیں کہتے۔ کیونکہ اس کا علم کسبی نہیں بلکہ ازلی ہے۔ اَلْيَقِيْن۔ الموت۔ یقین موت کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے (اقرب) اس آیت میں یہی آخری معنے ہیں۔

تفسیر۔ یقین کے معنے اس جگہ پر موت کے ہیں۔ فرماتا ہے کہ اب تو موت تک ہماری عبادت میں لگا رہ۔ یعنے اسلام کو جو ترقی ملے گی۔ اس میں اب کوئی رخنہ نہیں پڑے گا۔ اور تو بافراغت اپنی موت تک کھلے بندوں اللہ تعالیٰ کی عبادت کر سکے گا اور یہ لوگ اس وقت جو تیری عبادات میں روکیں ڈالتے ہیں۔ ان کو خدا تعالےٰ اس طرح مٹا دے گا کہ تیری ساری زندگی عبادت کی آزادی کے لحاظ سے راحت میں گذرے گی۔

یقین کے معروف معنے بھی اس جگہ ہو سکتے ہیں اور اس صورت میں یہ معنے ہوں گے کہ جس ساعت کا

اَلْيَقِيْن ۲

بایقولون میں کفار کے مشرکانہ دعاوی کی طرف اشارہ ہے

تسبیح سے مراد مومنوں کی تربیت

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

وعدہ ہے اس کے آنے تک خاص طور پر عبادت میں مشغول رہو گویا عذاب یا ساعۃ کے آثار ظاہر ہونے کا نام یقین رکھا۔ کیونکہ جب تک وعدہ پورا نہ ہو اس کی پوری حقیقت ظاہر نہیں ہوتی۔ پس فرمایا کہ جب اللہ تعالےٰ کی طرف سے وعدہ ہو تو خاص طور پر دُعا اور عبادت میں لگ جانا چاہئے تاکہ وہ وعدہ ہر قسم کی خیر کے ساتھ پورا ہو۔

اس کے یہ معنے نہیں کہ دوسرے دنوں میں عبادت چھوڑ سکتا ہے۔ کیونکہ جب یہ آیت نازل ہوئی اس وقت بھی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم عبادت کرتے تھے پس اس کے معنے معمول سے زیادہ عبادت اور توجہ کے ہیں۔

بعض نادان بدعتی اس آیت کے یہ معنے کرتے ہیں کہ جب تک یقین حاصل نہ ہو عبادت فرض ہے جب یقین حاصل ہو جائے تو پھر نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "یقین کے حاصل ہونے تک عبادت کر" یہ نادان نہیں جانتے کہ اس طرح وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرتے ہیں۔ اور گویا یہ کہتے ہیں کہ اس سورۃ کے اُترنے تک آپؐ کو یقینِ کامل حاصل نہ ہوا تھا۔ اگر محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نبوت کے بعد یقین حاصل نہ ہوا تھا تو ان ذلیل لوگوں کو یقین کس طرح حاصل ہو سکتا ہے نعوذ باللہ من ھذہ الخرافات ایک دفعہ میرے پاس ایک ایسا ہی شخص آیا اور سوال کیا کہ کشتی کا سوار جب کنارہ پر پہنچے تو کشتی ہی میں بیٹھا رہے یا اُتر آئے۔ میں نے کہا کہ اگر دریا محدود ہے اور اس کا کنارہ ہے تو کنارہ پر اُتر آئے لیکن اگر دریا بے کنارہ ہے تو جس کو وہ کنارہ سمجھتا ہے وہ اس کی عقل کا دھوکا ہے اس لئے وہ جہاں اُترے گا۔ وہیں ڈوبے گا۔ اس پر وہ سخت شرمندہ ہوا۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سُوْرَةُ النَّحْلِ مَكِّيَّةٌ

سورۃ نحل ۱؎ یہ سورۃ مکی ہے

وَهِيَ مَعَ الْبَسْمَلَةِ مِائَةٌ وَتِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَسِتَّةَ عَشَرَ رُكُوْعًا

اور بسم اللہ سمیت اس کی ایک سو اُنتیس آیتیں ہیں اور سولہ رکوع ہیں۔

۱؎ اس سورۃ کے متعلق مفسرین کا قول ہے۔ هٰذِهِ السُّوْرَةُ مَكِّيَّةٌ كُلُّهَا قَالَهُ الْحَسَنُ وَالْعَطَاءُ وَعِكْرِمَةُ وَجَابِرٌ یعنی یہ سورۃ سب کی سب مکی ہے حسن عطاء اور عکرمہ اور جابر نے اسی خیال کا اظہار کیا ہے۔ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اِلَّا ثَلَاثَ اٰيَاتٍ مِنْهَا وَهِيَ مِنْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى ۔ وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِلٰى قَوْلِهٖ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ حضرت ابن عباس رض کا قول ہے۔ کہ یہ سورۃ سب مکی ہے سوائے تین آیتوں کے۔ جو لَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ سے شروع ہو کر لَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ پر ختم ہوتی ہیں بعض دوسرے کہتے ہیں کہ بے شک تین آیتیں غیر مکی ہیں۔ مگر وہ اس سورۃ کے آخر میں وَاِنْ عَاقَبْتُمْ سے لے کر وَالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ تک ہیں بعض کہتے ہیں۔ کہ مندرجہ ذیل تین آیات مدنی ہیں (۱) وَاِنْ عَاقَبْتُمْ والی آیت۔ "نَزَلَتْ فِي الْمَدِيْنَةِ فِيْ شَاْنِ التَّمْثِيْلِ بِحَمْزَةَ وَقَتْلٰى اُحُدٍ۔ یعنی یہ آیت حضرت حمزہ رض اور دیگر شہیدانِ اُحد کے مُثلہ کرنے کے واقعہ کے متعلق نازل ہوئی تھی۔ (۲) وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ والی آیت (۳) ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا والی آیت۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سورۃ کے ابتدا سے پہلی تین آیات تَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ تک مدنی ہیں۔ اور باقی تمام سورۃ مکی ہے۔ قتادہ نے اس کے بالکل برعکس کہا ہے وہ کہتے ہیں۔ پہلی تین آیتیں مکی ہیں۔ اور باقی سورۃ مدنی ہے (البحر المحیط) یورپین مصنفین میں سے وَیری نے ساری سورۃ کو آخری زمانہ کی مکی سورتوں میں سے قرار دیا ہے۔ نولڈک نے سوائے آیات ۴۱ و ۱۱۲ و ۱۲۰، ۱۲۱، و ۱۲۶ کے باقی سب سورۃ کو مکی قرار دیا ہے۔ چونکہ اس نسخہ قرآن کریم میں بسم اللہ کو آیت شمار کیا گیا ہے۔ اس لئے ایک ایک عدد بڑھا دیا گیا ہے۔ نولڈک نے ۴۱، ۱۱۱ و ۱۱۹ و ۱۲۰، ۱۲۵ لکھا ہے) سپیل نے آخری تین آیات کو مدنی قرار دیا ہے اور باقی تمام سورۃ کو مکی۔ وائل (WEIL) نے بڑے زور سے سپیل کی بات کو رد کیا ہے اور کہتا ہے کہ یہ بھی مکی ہی ہیں (دی ہیریز کمنٹری آن قرآن)

یہ سورۃ مکی ہے

۲ اس سورۃ کا نام نحل رکھا گیا ہے۔ کیونکہ اس وجہ تسمیہ میں نحل کی وحی کا ذکر کر کے بتایا گیا ہے۔ کہ تمام کارخانۂ عالم وحی پر چل رہا ہے۔ اور یہی مضمون اس سورۃ کا محوری نقطہ ہے۔

دوسرے اس میں جہاد کا پہلی دفعہ ذکر ہے۔ چونکہ اس پر اعتراض ہوتا تھا۔ نحل کی مثال سے اشارہ کیا کہ اس میں شہد بھی ہے اور ڈنک بھی۔ مگر ڈنک کم اور شہد زیادہ۔ اسی اصول پر جہاد کا قیام ہے۔ جس کی غرض صرف روحانی شہد کی حفاظت ہے

۳ سورۃ کے مضامین

میرے بتائے ہوئے قاعدہ کے مطابق کہ سورتوں کے مضامین حروف مقطعات کے تابع ہوتے ہیں۔ اور جن سورتوں کے شروع میں مقطعات نہیں ہوتے۔ وہ اپنے سے پہلی سورۃ کے جس کے پہلے مقطعات ہوں مضمون کے لحاظ سے تابع ہوتی ہیں اور اس میں اُسی سورۃ کے مضامین کا تسلسل ہوتا ہے یہ سورۃ سورۃ حجر کے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مضمون کے تسلسل میں ہے۔ اور اسی کے مضمون کو نئے پیرایہ میں جاری رکھا گیا ہے۔ سورۃ حجر کے شروع میں الٓرٰ کے حروف ہیں جس کا مفہوم اَنَا اللّٰہُ اَرٰی ہے یعنی میں اللہ دیکھ رہا ہوں۔ اس سورۃ میں انہی صفت کے مضمون کو نئے پیرایہ میں اور نئے اسلوب سے بیان کیا گیا ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ کلام الٰہی کیا شان رکھتا ہے اور اس کی ضرورت کیا ہے۔ اور اس کے اندر کیا قوتِ جاذبہ ہوتی ہے۔ اور ثابت کیا ہے کہ قرآن کریم جو تمام کتب سے کامل کتاب ہے۔ اس کی قوتِ جذب اور قوتِ قدسی کی تو حد ہی نہیں۔ پھر مسلمانوں کی کامیابی میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔

سورۃ حجر کا مضمون الٓرٰ کے حروف کے ماتحت ہے

پچھلی سورۃ کے ساتھ اس کا مزید جوڑ یہ بھی ہے۔ کہ پہلی سورۃ کے آخر میں "اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ اَوْ رَبُّكَ لَيَقْضِيَنَّ بَيْنَهُمْ بِحُكْمِهٖ" کہہ کر کفار سے عذاب کا وعدہ کیا تھا۔ اب اس سورۃ میں اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ کہہ کر یہ بتایا ہے کہ وہ موعود وقت اب آ ہی گیا ہے۔ پہلی سورۃ کے آخر میں تو اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ فرمایا تھا کہ عذاب کو آیا ہی سمجھو اور اس سورۃ کو اَتٰۤى سے شروع کیا ہے کہ وہ آ ہی گیا ہے۔ یہ قرآن کریم کا محاورہ ہے کہ وہ کسی امر کے قطعی ہونے پر ماضی کے صیغہ سے دلالت کرتا ہے۔ اسی طرح جلد ظاہر ہونے والے امور کو بھی ماضی کے صیغہ سے ظاہر کرتا ہے۔ کیونکہ جو بات ہو چکی ہو۔ اس کے متعلق کوئی شک باقی نہیں رہتا۔ اسی طرح ماضی کے لفظ سے اس امر پر بھی زور دیا جاتا ہے کہ وہ اس قدر قریب ہے کہ اُسے ہو چکا ہُوا ہی جانو۔ اُردو میں بھی کہتے ہیں کہ بس اُسے آیا ہُوا ہی سمجھو یعنی اس کی آمد نہایت قریب ہے۔ ان الفاظ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورۃ بالکل ہجرت کے قریب نازل ہوئی ہے۔

خلاصۂ مضمون

اس سورۃ کا خلاصہ مضمون یہ ہے کہ جو کچھ تمہیں بتایا جا چکا ہے۔ اسکی سچائی کے ظاہر ہونے کا وقت بالکل قریب آ گیا ہے۔ یہ سوال کہ یہ کلام کس پر نازل ہُوا ہے بالکل بے حقیقت ہے۔ معترض اتنا تو دیکھے کہ انسان کی جسمانی پیدائش کیسی حقیر ہے۔ پھر اُسے ترقی دے کر اللہ تعالیٰ نے کس قدر انعامات کا وارث کر دیا ہے۔ اسی طرح اگر خدا تعالیٰ روحانی عالم میں کسی آدمی کو جو بظاہر بے حقیقت نظر آتا ہو بڑھا دے اور ترقی دیدے۔ تو یہ کیوں خیال نہیں کرتے کہ اس کے اندر بھی کوئی مخفی قابلیتیں ہوں گی۔

جو خدا نے دنیا کے کارخانوں کی ضروریات بہم پہنچائی ہیں۔ وہ دائمی سفر کی ضروریات کو کیونکر نظر انداز کر دے گا۔ اللہ کے سوا اس ضرورت کو نہ لوگ خود پورا کر سکتے ہیں اور نہ اُن کے معبود۔ پس خدا تعالیٰ کو پانے کا صحیح اور قریب تر راستہ اور اس راستہ پر چلنے کو سہل کر دینے والے اسباب خدا تعالیٰ ہی بتا سکتا ہے۔ اور وہی بتاتا ہے۔ آگے انسان اس میں دخل دے کر اگر اپنے لئے مشکلات پیدا کر لے۔ تو اس کی ذمہ واری اس پر ہے۔

پھر بتایا ہے کہ جو اس راستہ پر چلتے ہیں۔ اُن سے کیا سلوک ہوتا ہے۔ اور جو اس پر نہیں چلتے۔ ان کا کیا انجام ہوتا ہے۔ اور اس سوال پر بھی روشنی ڈالی ہے کہ انسان کی جزا اس کے انجام پر مترتب ہوتی ہے۔

اس لئے یہ کہنا کہ نبی کی بات کو سب لوگ فوراً نہیں مان لیتے۔ پھر جو پہلے انکار کر کے بعد میں ایمان لاتے ہیں۔ ان کا کیا حال ہوگا۔ معقول اعتراض نہیں۔ ماننے والے اور نہ ماننے والے اپنے انجام کے مطابق پہچانے جائیں گے کیونکہ اگلے جہان کا راستہ وہاں سے شروع ہوتا ہے جہاں وہ موت کے وقت ختم ہوتا ہے۔

پھر اس سوال کا جواب دیا۔ کہ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی آتے ہیں۔ تو اس کے پیغام کی بات کو کوئی رد کس طرح کر سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ تو قادر ہے۔ پس جسے اللہ تعالیٰ بھیجے گا اس کی بات سب سے منوائے گا اور عقلی جواب کے علاوہ نقلی جواب بھی دیا کہ بعض نبیوں کو تم بھی مانتے ہو۔ کیا اُن کی باتوں کو سب نے مان لیا تھا۔ یا

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

پہلے دن سے مان لیا تھا پھر مومنوں کو توجہ دلائی کہ اگر تم خواہش رکھتے ہو کہ تمہارے عزیز اس کلام کو مان لیں تو اس کا علاج یہی ہے کہ اُن کے دلوں کو صاف کرو۔ اللہ تعالیٰ جبر سے انہیں ہدایت نہ دے گا۔ کیونکہ جس کے دل میں گمراہی ہو اُسے ہدایت دینا مومنوں پر ظلم ہے۔ کیونکہ بعث بعد الموت کی حکمت باطل ہو جاتی ہے۔ اس پر کفار کا انکار دہرایا کہ بعث بعد الموت کیا ہے۔ اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ اور اس کی دلیل یہ دی کہ وہ ایک ضروری شے ہے اور جس امر کی ضرورت ظاہر ہو۔ الٰہی قاعدہ کے مطابق اس کا وجود ضروری ہے۔

پھر بعث بعد الموت کا اس دنیا میں ہونے والے بعض امور سے ثبوت دیا۔ کہ اس دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ قوموں کا بعث کرتا ہے۔ اور ہجرت سے اس بعث کا آغاز ہوتا ہے جیسا کہ اس نبی کی جماعت سے ہوگا۔ مومنوں اور کافروں کو جدا کرنا کامل ترقی کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ پھر جو سب سے اعلیٰ کمال ہے اس کے لئے کیونکر اللہ تعالیٰ مومن اور کافر کو الگ نہ کرے گا کہ ہر ایک اپنے راستہ پر بلا روک ٹوک چل سکے۔ اس ضرورت کے پورا کرنے کیلئے روحانی ہجرت کی ضرورت ہے جو موت کے ذریعہ سے ہوتی ہے۔ اس ہجرت کے بعد مومن اور کافر الگ الگ راستہ پر چل پڑتے ہیں۔ اور مومن بلا روک ٹوک اپنے خالص انتظام کے ماتحت جنت میں روحانی ترقیات کو حاصل کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ مسلمانوں کو دنیوی ہجرت کے بعد جو ترقی ہوگی۔ اُسے کفار دیکھ ہی لیں گے۔ وہ اسی سے قیاس کر سکتے ہیں کہ مومن روحوں کا کافروں سے الگ کر کے رکھنا ان کی پیدائش کی غرض کے پورا کرنے کے لئے کیسا ضروری ہے۔

پھر ہجرت دنیوی کے نتائج کی طرف اشارہ کیا۔ کہ کس کس طرح اُس سے کفار پر عذاب آئیں گے اور کس طرح مومنوں کو ترقی حاصل ہوگی۔ اور اس کی وجہ کوئی دنیوی ذرائع نہیں ہوں گے۔ بلکہ محض توحید پر قیام اس کا باعث ہوگا۔

پھر بتایا کہ آخرت پر ایمان نہ لانے سے انسانی اعمال میں نقص آجاتا ہے۔ یہ بھی یوم البعث کی ضروریت کا ثبوت ہے۔

پھر بتایا کہ ڈھیل کا ملنا اس امر کی علامت نہیں۔ کہ خدا تعالیٰ دین کو قائم نہیں کرنا چاہتا۔ بلکہ انسانی نجات کی اہمیت کو ثابت کرتا ہے۔ دنیا میں ڈھیل کا قانون طبعی عالم میں بھی پایا جاتا ہے۔ پھر کیوں دین کے بارہ میں نہ ہو۔ خصوصاً جبکہ اللہ تعالیٰ انسانوں کو نجات دینے کی غرض سے ڈھیل دے کر انہیں زیادہ سے زیادہ تعداد میں نجات دینا چاہتا ہے۔

پھر جبر کا رد اس طرح کیا۔ کہ بدی کو خوبصورت کر کے دکھانا شیطان کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں ہو سکتا۔ خدا تعالیٰ کا کام تو صرف ہدایت کو بیان کرنا ہے۔ ہاں وہ اپنے عظیم الشان رحم سے ہدایت کے مزید سامان اس طرح پیدا کر دیتا ہے کہ کلام الٰہی ہمیشہ مومنوں کے لئے رحمت ثابت ہوتا ہے اور اس طرح عقلمندوں پر ظاہر ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس راہ کو پسند کرتا ہے۔

پھر بتایا۔ کہ ان کا یہ اعتراض ہے کہ اگر یہ سچا ہے تو پہلی تعلیموں کی مخالفت کیوں کرتا ہے۔ اور بتایا کہ پہلے نبیوں کو کافر قرار دینا اور بات ہے اور رائج الوقت باتیں جو ان کی طرف منسوب ہیں۔ ان کو ماننا اور بات ہے۔ نبی تو آتا ہی تب ہے۔ جب لوگ پہلی تعلیموں کو جو بھی تھیں مسخ کر دیتے ہیں اور جب وہ الٰہی حفاظت سے باہر ہو جاتی ہیں۔

پھر ایک لطیف مثال دی کہ ہدایت دینا اللہ تعالیٰ ہی کے شایانِ شان ہے۔ جانور کو دیکھو۔ گھاس کھاتا ہے اور دودھ دیتا ہے۔ اور یہ خدا تعالیٰ ہی کی بنائی ہوئی مشین کا کام ہے۔ اسی طرح انسانی اخلاق جو بہیمیت کے تابع ہوتے ہیں۔ گھاس کی طرح ہوتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ انہی بہیمی اخلاق کو اپنے الٰہی قانون کے ماتحت لا کر اعلیٰ اخلاق بنا دیتا ہے۔

پھر نحل کی مثال دی کہ اس کے کاموں کو دیکھو کہ وہ بھی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

تو ایک وحی کے ماتحت عمل کرتی ہے اور معمولی نباتی اجزاء سے شہد تیار کرتی ہے۔ اس سے سمجھ لو کہ دنیا کے سب کام ایک وحی خفی کے ماتحت چل رہے ہیں پھر کیوں نہ انسان کے اخلاق کو اعلیٰ بنانے کے لئے کسی وحی کا نزول ہو۔ اور کیوں نہ اس وحی کے نتائج اسی طرح شفاء کی صورت میں پیدا ہوں جس طرح شہد کی مکھی کے عمل کا نتیجہ شفاء ہوتی ہے۔ ان جس طرح شہد کی مکھیوں کی اقسام ہیں اور شہد کے مدارج ہیں۔ اسی طرح انسانوں کے مدارج ہیں۔ اور گو سب مومن وحی کے تابع ہیں۔ مگر ہر ایک اپنے ظرف کے مطابق روحانی شہد تیار کرتا ہے۔

پھر ایک اور طرح وحی الٰہی کی ضرورت بتائی اور فرمایا جب بھی اللہ تعالیٰ کسی قوم کو ترقی دیتا ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد اس کی حاصل کردہ ترقیاں ایک خاص گروہ کے قبضہ میں آجاتی ہیں۔ اور دوسرے لوگوں کے لئے ترقی کا راستہ مسدود ہو جاتا ہے۔ کیونکہ قوم پر قابض لوگ نہیں یا وجود قابلیت کے آگے نہیں آنے دیتے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے سب کو اپنے فضل کا وارث بنایا ہے۔ ان حالات کو سوائے وحی کے کس طرح بدلا جا سکتا ہے۔ یقیناً اس زمانہ کے بڑے لوگ یہ دعوے کرتے ہیں کہ ہم قابل ہیں۔ اس لئے قوم کی باگ پر قابض ہیں اور ان کے دعویٰ کو رد کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہوتا۔ سوائے اس کے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک نئے امتحان کا انتظام کیا جائے۔ پس اس غرض کو پورا کرنے کے لئے نبی کا آنا ضروری ہوتا ہے۔ جب وہ آتا ہے تو ظاہر ہو جاتا ہے کہ جو لوگ قوم پر حکومت کر رہے تھے وہ قابل نہ تھے۔ کیونکہ وہ الٰہی کلام کو ماننے سے محروم رہ جاتے ہیں اور جو لوگ ادنیٰ سمجھے جاتے تھے وہ مان جاتے ہیں۔ اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ قابلیت والے اور لوگ تھے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ انسانی حقوق کی پھر سے حفاظت کر دیتا ہے اور پھر سے ہر انسان اپنی قابلیت کے مطابق ترقی کرنے لگ جاتا ہے۔ اور نسلی امتیاز کے نظام کو توڑ دیا جاتا ہے۔

اس امر کی تائید میں ایک اور دلیل دی اور فرمایا۔ کہ جب تو میں اللہ تعالیٰ سے دُور ہو جاتی ہیں تو شرک کرنے لگتی ہیں۔ اور اس طرح ایسے وجودوں سے متعلق ہو جاتی ہیں جو خیر و شر کے مالک نہیں اور اس طرح ترقی کے حقیقی سامانوں سے محروم ہو جاتی ہیں۔ اگر اس حالت کو نہ بدلا جائے۔ تو سب دنیا ترقی سے محروم ہو جائے۔

پھر فرمایا کہ ایک نقص تو وحی سے بُعد کا یہ ہوتا ہے کہ بعض لوگ جبراً قوم کی باگ لے لیتے ہیں اور لوگوں کو قابلیت کے اظہار کا موقعہ ہی نہیں دیتے۔ ایک اور نقص بھی پیدا ہو جاتا ہے اور وہ یہ کہ شرک کی وجہ سے اکثروں کی قابلیتیں مر ہی جاتی ہیں۔ پھر خدائے رحیم اس حالت کو کس طرح برداشت کرے۔ اس طرح تو وہ اپنے عمل کو خود باطل کرے گا۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ پہلے قابلیت دے۔ پھر اس قابلیت کو مرنے دے یا ظالموں کو موقعہ دے کہ اس قابلیت کو ظاہر ہونے سے روک دیں۔

غرض کفار کے دعاوی باطل ہیں اور خدا تعالیٰ کی حکمت چاہتی ہے کہ جو ان ظلموں کے بانی ہیں۔ اُن کو تباہ کر دے پس جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی ظاہری حفاظت کے سامانوں سے سبق حاصل نہیں کیا۔ انہیں ظاہری حفاظت سے بھی محروم کر دیا جائے گا۔ اور اس دنیا میں بھی اور اگلے جہان میں بھی وہ جھوٹی حفاظت جو شرک کے رنگ میں انہوں نے اپنے لئے تجویز کی تھی اُن کی ذلت کا موجب ہوگی۔

لیکن بتایا کہ ظالموں میں بھی ہم فرق کریں گے جو گمراہ کرنے والے ہیں زیادہ سزا پائیں گے۔ اور جو جہالت سے اُن کے تابع ہوئے کم سزا پائیں گے۔

پھر فرمایا کہ یہ دیکھتے نہیں کہ جن تغیرات کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ اس کے سامان کیسے واضح ہیں اول قرآن کریم میں اندرونی شہادت موجود ہے۔ کہ وہ ایک مکمل تعلیم پر مشتمل ہے۔ پھر اس کی تعلیم ترقی کی طرف لے جانے والی ہے۔ پھر عملاً اس پر چلنے والے برکتیں پاتے ہیں۔

اس کے بعد کامل تعلیم کی بعض مثالیں بیان کیں۔ اس پر کفار کا اعتراض پھر دُہرایا۔ کہ یہ تعلیمیں تو پہلی کتب کے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

(میں) اللہ (تعالیٰ) کا نام لے کر (شروع کرتا ہوں) جو بے حد کرم کرنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے

اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى

(اے منکرو) اللہ (تعالیٰ) کا حکم آ گیا ہے اس لئے (اب) تم اس کے جلد آنے کا مطالبہ نہ کرو۔ وہ پاک (ذات) ہے اور جن چیزوں

عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○ يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ

کو وہ (لوگ) شریک قرار دیتے ہیں اس سے بہت بالا ہے ۵۲ وہ فرشتوں کو اپنے اُن بندوں پر جنہیں وہ پسند کرتا ہے (اپنی) خاص وحی

خلاف ہیں۔ اور فرمایا کہ یہ اختلاف سطحی ہے۔ ہر زمانہ کے مطابق کلام اُترتا ہے۔

پھر بتایا کہ اس جواب کو سُن کر کفار پینترہ بدلتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ پہلی کتب کی نقل ہے۔ اس کا جواب دیا اور ثابت کیا کہ نقل کا اعتراض بالکل خلاف عقل ہے۔

پھر ہدایت کے سلسلہ میں بتایا کہ بے شک بعض لوگ اس مذہب سے مرتد بھی ہوتے ہیں۔ لیکن ان کا مرتد ہونا ثابت نہیں کرتا کہ قرآن کریم نے یقین کامل پیدا نہیں کیا۔ کیونکہ یہ امر ثابت ہوتا اگر ایسے لوگوں کا ارتداد کسی دلیل کی بنا پر ہو جبکہ دنیوی غرض سے انحراف ہو۔ تو ارتداد مرتد کا گند ثابت کرتا ہے نہ کہ تعلیم کی کمزوری۔

پھر بتایا کہ مومنوں کے لئے اب حکومت کرنیکا وقت آ گیا ہے۔ اور قرآنی بشارات اب اُن کے حق میں پوری ہونے کو ہیں۔ ایک زبردست جنگ کفر و اسلام میں ہونے والی ہے اس میں ہر ایک کو اس کے ایمان کے مطابق بدلہ مل جائیگا۔

پھر صاف لفظوں میں مکہ والوں کی تباہی کی خبر دی اور بتایا کہ مکہ والوں کی حکومت جاتی رہے گی۔

پھر رحمت کے مضمون کو الگ کر کے بیان فرمایا۔ کہ قرآن کریم کس طرح بنی نوع انسان کے لئے ظاہری رحمت بھی ہے کہ خلاف عقل رسوم سے انہیں بچاتا ہے۔

پھر حضرت ابراہیم جو مکہ والوں کے جدِ امجد تھے انکی یاد دلائی کہ دیکھو وہ خدا تعالیٰ کے کافر نبوار تھا۔ تم بھی اُسی کے نقشِ قدم پر چلو اور اس کی پیروی کرو۔ جو ابراہیمی سُنّت پر ہے۔

پھر یہود و نصاریٰ لوگوں کو مخاطب کیا اور فرمایا کہ تم نے بھی دین کو بدل دیا ہے۔ تم بھی اپنی اصلاح کرو۔ اور جو راہیں خدا تعالیٰ نے دیئے ہیں۔ اُن سے گمراہی میں ترقی نہ کرو۔

آخر میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو توجہ دلائی کہ اب تیری تبلیغ کا دائرہ وسیع ہو کر یہود و نصاریٰ کو بھی گھیرنے والا ہے۔ اس کے بارہ میں ہم کچھ ہدایات ابھی سے دے دیتے ہیں۔

پھر بتایا کہ اب تک تو مکہ والے ظلم کرتے تھے۔ آئندہ یہود و نصاریٰ بھی ظلم شروع کریں گے۔ اس وقت بھی رحم کرنا اور صبر سے کام لینا۔ ہاں جب خدا تعالیٰ سزا دینا چاہے تو ان کی تباہی پر غم بھی نہ کرنا۔ اور ساتھ ہی یہ خبر بھی دے دی کہ یہود و نصاریٰ سے جو مقابلہ ہوگا۔ اس میں بھی اللہ تعالیٰ تم کو فتح دے گا۔

۵۲ حل لغات۔ اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ: اِسْتَعْجَلَهٗ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ کے معنے ہیں۔ طَلَبَ عَجَلَتَهٗ وَلَمْ يَصْبِرْ اِلٰى وَقْتِهٖ۔ کسی کام کے لئے خواہش کی کہ وہ وقت سے پہلے ہو جائے۔ اِسْتَعْجَلَ فُلَانًا: سَبَقَهٗ وَتَقَدَّمَهٗ۔ فلاں شخص سے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اس سورۃ پر بحیثیت مدینہ کی طرف اشارہ ہے۔

آگے نکل گیا۔ مَرَّ فلانٌ یَسْتَعْجِلُ ای یُکَلِّفُ نَفْسَهُ الْعَجَلَةَ۔ یعنی اپنی طبیعت پر زور ڈال کر تیزی سے چلا۔

(اقرب) مزید تشریح کے لئے دیکھو یونس ۵۱ آتٰی اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ کے معنے ہوں گے کہ اللہ کے عذاب کے جلد آنے کا مطالبہ نہ کرو۔

سُبْحَانَهٗ اور یُشْرِکُوْنَ کیلئے دیکھو یونس ۱۹

تفسیر: پہلی سورۃ میں کہا تھا کہ اَتَی السَّاعَةُ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ۔ اب فرمایا کہ اب تو اس ساعت کو آیا ہوا ہی سمجھو۔ یعنی وہ اب دروازے پر ہے۔ قرآن کے محاورہ کے مطابق ماضی یقین اور قرب وقوع کے اظہار کے لئے بھی آتی ہے اور اس جگہ یہی مراد ہے۔

امر اللہ کے معنے

اَمْرُ اللّٰهِ۔ امر اللہ کے دو معنے ہو سکتے ہیں:۔

(۱) وہ وعید جس کا پچھلی سورتوں میں ذکر تھا۔

(۲) وہ وعدہ جس کی طرف وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ میں اشارہ کیا گیا تھا۔ اس جگہ دونوں معنے چسپاں ہوتے ہیں اور بتایا گیا ہے کہ کفار کی سزا اور مومنوں کی کامل اور آزاد تربیت کرنے کا وقت آگیا ہے۔

فلا تستعجلوہ میں دو امور کی طرف اشارہ

فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ۔ اس میں بھی دونوں امور کی طرف اشارہ ہے۔

(۱) عذاب مانگنے میں اب جلدی نہ کرو۔ وہ تو اب تمہارے دروازوں پر ہے

(۲) تم مسلمانوں کے نئے نظام کا بار بار مطالبہ کرتے تھے لو وہ اب آپہنچا۔ اب اس کی نسبت جلد آنے کا مطالبہ نہ کرو کہ وہ مطالبہ پورا ہونے لگا ہے۔

سبحانہ کہہ کر پہلی سورۃ کے حکم کی طرف اشارہ

اَتٰی اَمْرُ اللّٰهِ کے الفاظ بتاتے ہیں کہ یہ سورۃ سورۂ حجر کی پیشگوئی کی وضاحت کرتی ہے اور اس کا مضمون اس کے مضمون کے تسلسل میں ہے اور اس کا اس مقام پر رکھا جانا بتاتا ہے کہ قرآن کریم کی سورتیں مضمون کے لحاظ سے آگے پیچھے رکھی گئی ہیں نہ کہ لمبائی اور چھوٹائی کے لحاظ سے۔ جیسا کہ بعض ناواقف خیال کرتے ہیں۔

ترتیب سورۃ مضمون کے لحاظ سے ہے

یہ سورۃ مکی زندگی کے آخر میں نازل ہوئی ہے۔ اور ایسے وقت میں جبکہ مسلمان کفار کے جور و ستم سے تنگ آکر مکہ چھوڑ رہے تھے اور ہجرت شروع ہو چکی تھی۔ چنانچہ اس میں ہجرت کا ذکر صاف لفظوں میں آتا ہے۔ یہ ہجرت کونسی تھی۔ اس کے متعلق اختلاف ہے۔ بعض مفسرین اس سورۃ میں مذکورہ ہجرت سے حبشہ کی ہجرت مراد لی ہے۔ بعض نے مدینہ کی وہ ہجرت مراد لی ہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو مدینہ بھجوا دیا تھا۔ اور بعض نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی ہجرت بھی مراد لی ہے۔

میرے نزدیک حبشہ والی ہجرت مراد نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ وہ کئی سال پہلے شروع ہو چکی تھی اور وہ اَتٰی اَمْرُ اللّٰهِ کی قائم مقام بھی نہیں کہلا سکتی۔ کیونکہ اس ہجرت کے نتیجہ میں کافروں کے خلاف خدائی جلال ظاہر نہیں ہوا۔ نیز سورۃ حجر میں جو اعتراض بیان ہوئے ہیں اَتٰی اَمْرُ اللّٰهِ کے الفاظ اُن کے جواب میں آئے ہیں اور ان میں سے کئی ہجرت حبشہ کے بعد پیدا ہوئے تھے۔ پس اگر اس ہجرت سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کی پیشگوئی مراد نہیں۔ تو یہ بعض صحابہ کے مدینہ جانے کی طرف اشارہ ہے جبکہ مدینہ کی ہجرت کی بنیاد مضبوطی سے قائم ہو گئی تھی۔ گویا پچھلی سورۃ میں کلام الٰہی کے جس اثر کا ذکر کیا گیا تھا۔ اَتٰی اَمْرُ اللّٰهِ کہہ کر یہ بتایا کہ وہ تاثرات اب جلد ظاہر ہونے والے ہیں۔

سُبْحَانَهٗ۔ سبحانہ کہہ کر بتایا ہے کہ ہم پہلی سورۃ کے آخری حصہ میں فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ کہہ کر تسبیح کا حکم دے چکے ہیں اور کہہ چکے ہیں کہ عام مباحثات کو چھوڑ کر اب تم خدا تعالیٰ کی تسبیح میں لگ جاؤ اور مومنوں پر خدا تعالیٰ کی سبوحیت کو ظاہر کرو۔ اب تم کو بتاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی سبوحیت کے ظاہر ہونے کا وقت آگیا ہے۔

پہلی سورۃ کے آخر میں سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ کے الفاظ آئے تھے۔ اس سورۃ کے شروع میں سُبْحَانَ کے الفاظ ہیں۔ یہ بھی اس امر کا مزید ثبوت ہے کہ قرآنی مطالب

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

أَمْرِهِ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ أَنْ أَنذِرُوا أَنَّهُ لَا

یعنی یہ حکم دے کر اتارتا ہے کہ (لوگوں کو) آگاہ کر دو کہ بات یہی (درست) ہے کہ میرے سوا کوئی بھی (سچا) معبود

إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاتَّقُونِ ○ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ

نہیں ہے اس لئے تم مجھ (ہی) اپنے بچاؤ کا ذریعہ بناؤ ۵۳ اس نے آسمانوں اور زمین کو حق (و حکمت) کے ساتھ پیدا کیا

میں ترتیب پائی جاتی ہے۔ ایک طرف پہلی سورۃ کے الفاظ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ کے جواب میں اس سورۃ میں اَتٰۤی اَمْرُ اللّٰهِ فرمایا اور وعدہ الٰہی کے قریب ہی میں پورا ہونے کی خبر دی۔ دوسری طرف سورۃ حجر کے آخر میں فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ کہکر جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا تھا۔ اس سورۃ میں سُبْحٰنَهٗ کہہ کر اس حکم پر کامیاب طور پر عمل ہو جانے کی خبر دی۔ کیونکہ ان الفاظ میں بتایا گیا ہے۔ کہ ہم نے جو کہا تھا کہ خدا تعالیٰ کی پاکیزگی کو اب ظاہر کرو۔ اب تجھے یہ بتاتے ہیں کہ تیری یہ کوشش ناکام نہ رہے گی۔ بلکہ عنقریب تیرے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کی سبوحیت یعنی اس کا سب اعتراضات سے پاک ہونا ثابت ہو جائے گا۔ گویا اَتٰۤی اَمْرُ اللّٰهِ کہکر خدا تعالیٰ پر جو اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ کے وعدہ کے پورا نہ ہونے کی صورت میں اعتراض ہو سکتا تھا۔ اُسے دُور کیا۔ اور سُبْحٰنَهٗ کہہ کر اس اعتراض کو دُور کیا۔ جو سبح کے حکم کے پورا نہ ہونے کی صورت میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر پڑ سکتا تھا۔

وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُونَ۔ یعنی ان کے شرک سے اللہ تعالیٰ بالا ہے۔ ان کا شرک اس کی تدابیر میں روک نہیں بن سکتا۔ اور ان کے معبود اس کے فیصلہ کو نہیں مٹا سکتے۔

اس آیت سے خدائی کلام اور بندے کے افتراء میں خوب فرق معلوم ہو جاتا ہے۔ دنیا کے لوگ جتھے پر زور دیا کرتے ہیں اور کہا کرتے ہیں کہ ہم اپنے جتھے کو بلائیں گے۔ اور اکیلے ہوں۔ تو اس کی شکایت کرتے ہیں اور کہتے ہیں۔ کیا کریں اکیلے ہیں۔ کوئی ساتھی نہیں۔ ورنہ بنا دیتے۔ بہاء اللہ نے بھی جو الوہیت کا مدعی تھا۔ اپنے فرید ہونے کا رونا رو کر اپنی کمزوری کا اقرار کیا ہے۔

۲ خدائی کلام اور بندے کے افتراء میں فرق

اس کے مقابلہ میں سچا خدا ہمیشہ اپنے ایک ہونے پر زور دیتا ہے۔ اور خدا کے لئے جتھا قرار دینے والوں پر ناراض ہوتا ہے۔ بیٹا بیٹیوں یا درباریوں کے ماننے یا درباری کہنے والوں پر اظہار غضب فرماتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جو حقیقی اور اصلی طاقت و شوکت کا مقام ہے جھوٹے مدعی اپنے اکیلا ہونے کا ماتم کرتے ہیں۔ سچا خدا اپنے اکیلے ہونے کو اپنی بڑائی کے ثبوت میں پیش کرتا ہے۔

۳ الروح

۵۳ حل لغات۔ اَلرُّوْحُ کیلئے دیکھو حجر ۳۰ اَنْذِرُوْۤا۔ اَنْذَرَ سے امر کا جمع کا صیغہ ہے۔ انذر کے لئے دیکھو یونس ۷۳

۱ روح سے مراد دنیا کو زندہ کرنے والا کلام اور امر نبوت

تفسیر:۔ بِالرُّوْحِ۔ روح سے مراد دنیا کو زندہ کرنے والا کلام ہے۔ امر نبوت کو بھی روح کہتے ہیں۔ نبیوں اور ماموروں کا کلام چونکہ دنیا کے لئے زندگی بخش ہوتا ہے اس لئے اُسے روح قرار دیا جاتا ہے۔

اَنْ اَنْذِرُوْۤا میں اس طرف اشارہ کیا ہے کہ اس آیت میں وحی نبوت کا ذکر ہے۔

۲ وحی کی دو قسمیں

وحی دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک صرف انسان کے اپنے نفس کے لئے۔ اس وحی کو ظاہر کرنے کا حکم نہیں دیا جاتا۔ گو اجازت ہوتی ہے کہ انسان اس کا اظہار کر دے۔ دوسری وحی بنی نوع انسان کے فائدہ کے لئے ہوتی ہے اور پھیلانے کا حکم دیا جاتا ہے۔ بلکہ اس کے نہ پھیلانے کو جرم قرار دیا جاتا ہے۔ یہ دوسری قسم کی وحی نبیوں کی ہی ہوتی ہے۔ اس جگہ اَنْذِرُوْۤا

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کہہ کر اسی طرف اشارہ کیا ہے کہ ہم جس وحی کا اس جگہ ذکر کر رہے ہیں۔ وہ وحی نبوت ہے۔

من امرہ ہر چار باتوں کی طرف اشارہ

مِنْ اَمْرِہٖ سے۔ ان الفاظ سے ایک تو یہ بتایا ہے کہ ملائکہ خود کلام نازل نہیں کر سکتے۔ بلکہ اللہ تعالےٰ کے حکم سے نازل ہوتے ہیں۔ اور اسی کا بھیجا ہوا کلام لاتے ہیں۔

دوسرے اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس جگہ اس رُوح یعنی کلام الٰہی کا ذکر ہے جو من امر اللہ ہوتا ہے۔ یعنی اس میں خدا تعالےٰ کے اوامر و نواہی کا ذکر ہوتا ہے۔ ان معنوں سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اس جگہ وحی نبوت کا ذکر ہے۔

کلام الٰہی ہمیشہ آہستہ آہستہ اترتا ہے

مِنْ اَمْرِہٖ سے اَتٰۤی اَمْرُ اللّٰہِ کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ یہ جو ہم نے کہا ہے اَتٰۤی اَمْرُ اللّٰہِ۔ یہ سُنّت ہماری سب نبیوں کے متعلق ہے۔ ہم ان میں سے ہر اک کی طرف فرشتوں کو وحی دے کر بھیجتے ہیں۔ اور اس میں ہمارے امر کا بیان ہوتا ہے یعنی کفار کی ہلاکت اور مومنوں کی ترقی کا۔

مسیحیوں کے اعتراض کا رد

گویا کوئی نبی نہیں آتا کہ اس کے ذریعہ سے ایک قوم کی ہلاکت اور دوسری قوم کی ترقی کی خبر نہ دی گئی ہو۔

مِنْ اَمْرِہٖ میں اس کی طرف بھی اشارہ ہے کہ ہر نبی کا ماننا ضروری ہوتا ہے۔ کیونکہ وحی نبوت امر الٰہی پر مشتمل ہوتی ہے پس ہر رسول کا انکار اس کا ہی انکار نہیں۔ بلکہ خدا تعالےٰ کا انکار ہوتا ہے جس نے اس پر وحی کی۔

من عبادہ سے مراد عابد بندے ہیں

عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖۤ میں عِبَادِہٖ سے مراد اللہ تعالےٰ کے عابد بندے ہیں نہ کہ ہر انسان۔ اور اس طرف اشارہ ہے کہ گو نبوت وہبی ہے [illegible] کا نزول عباد اللہ پر ہی ہوتا ہے۔ گویا یہ وہب ایک کسب کے ساتھ وابستہ ہے۔ اور یہ وہب مشروط ہے عبد ہونے کے ساتھ۔ ان موہبتوں میں سے نہیں جو بلا قید ہر ایک کو مل سکتی ہیں۔

من عبادہ کہنے سے تین باتوں کی طرف اشارہ

مِنْ عِبَادِہٖ سے اس امر کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ وحی نبوت صرف موحد بندوں پر نازل ہوتی رہی ہے جو توحید کی دلیل ہے۔ اگر شرک بھی جائز ہوتا۔ تو کیوں نہ کوئی نبی ایسا بھی پایا جاتا جو خالص اللہ تعالےٰ کا عبد نہ ہوتا۔ بلکہ دوسرے معبودوں کی عبادت بھی کر لیا کرتا۔ توحید کا یہ ایک بہت بڑا ثبوت ہے۔ کہ آج تک ایک بھی نبی نہیں ہوا جو مشرک ہو پھر نہ معلوم مشرک اپنے عقیدہ کی بنیاد کس دلیل پر رکھتے ہیں۔

عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖۤ میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ نبی کا انتخاب اللہ تعالےٰ بندوں کی مرضی کے مطابق نہیں کرتا۔ بلکہ اپنی مرضی کے مطابق کرتا ہے۔ اس لئے بندوں کا اس سے مختلف الخیال ہونا ضروری ہے۔ اور جب نبی خدا کا منتخب کیا ہوا ہوتا ہے۔ تو کفار کا یہ اعتراض کہ اس کے خیال تو ہمی خیالات سے مختلف کیوں ہیں کم عقلی کی علامت ہے۔

یُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِکَۃَ۔ تنزیل کے ایک معنے آہستہ آہستہ اتارنے کے ہوتے ہیں۔ اس جگہ یہی معنے مراد ہیں اور بتایا ہے کہ کلام الٰہی ہمیشہ اور ہر نبی پر آہستہ آہستہ اترتا ہے پس یہ اعتراض جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر بعض لوگوں کی طرف سے خصوصاً مسیحیوں کی طرف سے کیا جاتا ہے کہ اس کا تھوڑا تھوڑا کر کے اُترنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ انسانی کلام ہے۔ اور ضرورت کے مطابق تصنیف کر لیا جاتا تھا۔ انکی سنّت المیہ سے ناواقفیت کی علامت ہے۔ کیونکہ کونسا نبی ہے جس نے ایک وقت میں ہی ساری کتاب لا کر دنیا کو دے دی ہے موسیٰؑ کے صحف۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واقعات سب اس امر پر شاہد ہیں۔ کہ تعلیم آہستہ آہستہ ایک لمبے عرصہ میں دنیا کو دی گئی اگر اس طرح تعلیم کا دنیا کے سامنے پیش کرنا قابل اعتراض ہے تو یہ اعتراض حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ پر بھی وارد ہوتا ہے۔ لیکن حق یہ ہے کہ یہ اعتراض ہی غلط ہے۔ جو تعلیم دنیا کے اُس وقت خیال کے خلاف ہو اور اس کو مٹا کر اوامر الٰہی کو رائج کرنے کیلئے آئے۔ اس کا آہستہ آہستہ اترنا ضروری ہے تا لوگ اس پر اچھی طرح عمل کر سکیں۔ اور تا وہ ان کے دماغوں میں راسخ ہو جائے۔ اسی کی طرف اشارہ ہے سورۃ فرقان کی اس آیت میں کہ وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ عَلَیْہِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَۃً وَّاحِدَۃً ۚ کَذٰلِکَ لِنُثَبِّتَ بِہٖ فُؤَادَکَ (فرقان ع ۴) یعنی کافر کہتے ہیں کہ کیوں سب قرآن اس پر ایک ہی دفعہ نہیں

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بِالْحَقِّ ؕ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ

ہے وہ جن چیزوں کو یہ لوگ اس کا ہمشریک ٹھہراتے ہیں (۱) اس سے بہت بالا ہے ۴ اس نے انسان کو ایک حقیر نطفہ سے پیدا کیا ہے

اترا۔ یعنی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خدا کا کلام نہیں۔ بلکہ محمد رسول اللہ حسب موقعہ اسے تصنیف کر لیتے ہیں۔ فرماتا ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ یہ قرآن ایک ہی دفعہ نہیں اترا۔ مگر اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم اس طرح تیرے دل کو ثبات اور ایمان بخشنا چاہتے ہیں یعنی تو اور تیرے مومن اس کے مطالب کو عملی جامہ پہنا کر اس کے معانی سے خوب آگاہ ہوتے جاؤ اور اس لئے بھی کہ اگر پہلے ایک پیشگوئی بیان کی جائے۔ پھر جب وہ پوری ہو جائے اور اس کا ذکر بعد کی وحی میں کیا جائے۔ تو ایمان بہت زیادہ مضبوط ہو جاتا ہے اور یہ طریق بیان بعد میں آنے والے لوگوں کے ایمان کی زیادتی کا بھی موجب ہوتا ہے۔ لیکن اگر کلام الٰہی میں پیشگوئیوں کا تو ذکر ہو۔ لیکن ان کے پورا ہونے کی طرف کوئی اشارہ نہ ہو۔ تو اس وقت کے لوگ بھی اتنا فائدہ نہیں اٹھاتے۔ اور بعد کے لوگوں کے لئے بھی وہ کلام کافی نہیں ہوتا۔ بلکہ دوسری کتب کے وہ محتاج رہتے ہیں۔

مِنْ اَمْرِهٖ میں مِنْ تبعیضیہ بھی ہو سکتا ہے اور مطلب یہ ہے کہ ہم نے سارے حکم ایک ہی وقت میں کسی ایک نبی پر نازل نہیں کئے۔ بلکہ ہر زمانہ میں ضرورت کے مطابق اپنے احکام مختلف انبیاء کی معرفت نازل کئے ہیں۔ پس یہ اعتراض کہ پہلے نبیوں کے بعد اس کی کیا ضرورت ہے غلط ہے جس طرح پہلے نبی کے بعد دوسرے نبی کی ضرورت تھی۔ اسی طرح سابق نبیوں کے بعد اس نبی کی ضرورت ہے۔

اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ۔ یہ تمام دینی تعلیمات کا خلاصہ ہے۔ نبیوں کی تعلیم جزئیات میں مختلف رہی ہے۔ مگر ایک ہی اصل سب کی تعلیم میں کارفرما تھا کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور دین کا خلاصہ یہی تعلیم ہے۔ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہؓ سے فرمایا۔ کہ جا جو ملے اُس سے کہہ دے مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا داخل جنت ہو گیا۔ (مسلم کتاب الایمان) انہیں سب سے پہلے حضرت عمرؓ ملے اور انہوں نے انہیں روکا اور آنحضرت صلعم کی خدمت میں لائے۔ اور آپؐ سے پوچھا کیا ابوہریرہؓ جو کہتے ہیں۔ وہ درست ہے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں درست ہے۔ آپ نے فرمایا۔ یا رسول اللہ اگر اس طرح اعلان ہوا۔ وَفَاتِيْ اَخْشٰى اَنْ يَّتَّكِلَ النَّاسُ عَلَيْهَا یعنی لوگ یہ کہنے لگ جائیں گے کہ بس لا الٰہ الا اللہ کہہ لیا اب کسی عمل کی ضرورت نہیں۔ اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہت اچھا رہنے دو۔ اس سے یہ مطلب نہیں کہ آپؐ نے اس کو ضروری نہ سمجھا۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ جو اعلان کرنا تھا ہو چکا۔ جو اس کا مفہوم سمجھتے تھے ان کو معلوم ہو گیا۔ نا اہلوں تک پہنچانے کی ضرورت نہیں۔ اس حکم کے اہل جو سمجھتے ہیں کہ لا الٰہ الا اللہ میں سب احکام شامل ہیں۔ وہ خود اس کی مناسب تشریح کے ساتھ سب کو پہنچا دیں گے۔

قرآن کریم کو آہستہ آہستہ نازل کرنے کی حکمت

لا الٰہ الا اللہ دینی تعلیمات کا خلاصہ ہے۔

اِتَّقُوْنِ وَقٰى يَقِيْ سے باب افتعال کا صیغہ ہے اور اس کے معنے ہیں۔ اپنی حفاظت کا ذریعہ کسی کو بنانا۔ پس اِتَّقُوْنِ کے معنے ہیں۔ کہ مجھے ہی اپنی حفاظت اور بچاؤ کا ذریعہ بناؤ۔ یہ مطلب نہیں کہ مجھ سے اس طرح ڈرو جس طرح نقصان رساں چیزوں سے ڈرتے ہیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ تو خود اپنے بندوں کو اپنی طرف بلاتا ہے اور اُن سے محبت کرتا ہے۔

اتقی کے معنے

مِنْ امرہ میں مِنْ تبعیضیہ کے لحاظ سے معنی

۴ حل لغات:۔ الحق کے لئے دیکھو رعد ۱۵

الحق

تفسیر:۔ بِالْحَقِّ (۱) ہر اک کا حق مقرر کر دیا ہے یعنی کچھ کام کا حصہ آسمان کے سپرد کر دیا اور کچھ زمین کے سپرد کر دیا۔ دونوں مل کر نتائج پیدا کرتے ہیں۔

حق کے دو معنی

(۲) یعنی دونوں کو حکمت کے ماتحت اس لئے پیدا کیا تا انسان کی توجہ خدا کی طرف پھرے۔ اور انسان سمجھے کہ سوائے خدا تعالیٰ کے کوئی فی ذاتہٖ کامل نہیں۔ آسمان اپنے کام کی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَالْاَنْعَامَ

پھر (اس کے باوجود) وہ اچانک کھلم کھلا جھگڑنے والا بن جاتا ہے ۵۵ اور (نیز) چارپایوں کو

تکمیل میں زمین کا محتاج ہے اور زمین آسمان کی دست نگر۔ صرف اللہ تعالےٰ ہی ہے جو سب سے کام لے رہا ہے۔

خصیم

تَعَالٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ۔ فرمایا کہ جو انسان آسمان اور زمین کو بالحق نہیں مانتا۔ وہ لازماً مشرک بنتا ہے۔ کیونکہ کوئی عقلمند یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس جہان کو خدا نے بنایا ہے مگر اس میں مقصد کوئی مقرر نہیں کیا۔ کیونکہ اگر اللہ تعالےٰ نے اسے بنایا ہے تو ضرور اس کا کوئی مقصد ہے۔ اور اگر اس کا کوئی مقصد نہیں۔ تو یقیناً خدا نے نہیں بنایا۔ بلکہ یہ خود بخود ہے جس کے یہ معنے ہیں کہ ذرہ ذرہ خدا کا شریک ہے۔ دوسرے معنے یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ زمین و آسمان کا بنانا حق کے ساتھ ہے۔ یعنی ان کا مادہ ہمارا پیدا کردہ ہے۔ اس لئے اس میں تصرف کا ہم کو حق حاصل ہے۔ اس میں ان لوگوں کا رد ہے جو ایک طرف خدا تعالےٰ کو مادہ کا خالق نہیں سمجھتے۔ دوسری طرف اس کی ترکیب کا فاعل خدا تعالےٰ کو قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ جو خالق نہیں۔ اُسے کیا حق حاصل ہے کہ اس میں تصرف کرے اور ایک موجود بالذات کو اپنے حکم کے نیچے لائے یہ تو ظلم ہو جاتا ہے۔ اور نیز یہ عقیدہ مشرکانہ بھی ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کے ساتھ اَن گنت وجودوں کو ازلی قرار دیا گیا ہے۔

آیت خلق الانسان اور تین باتوں کی طرف اشارہ

نطفہ

۵۵ حل لغات۔ نُطْفَةٌ:۔ النُّطْفَةُ کے معنے ہیں۔ اَلْمَاءُ الصَّافِیْ قَلَّ اَوْ کَثُرَ صاف و شفاف پانی خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ۔ یقال سقانی نطفۃً عذبۃً۔ چنانچہ سقانی نطفۃً عذبۃً کا محاورہ بول کر یہ مراد لیتے ہیں کہ اس نے مجھے صاف شیریں پانی پلایا۔ وقیل قلیلُ ماءٍ یَبْقٰی فی دَلْوٍ او قِرْبَۃٍ۔ بعض نے نطفہ کے معنے اس تھوڑے سے پانی کے کئے ہیں جو ڈول یا مشکیزہ کو خالی کرتے وقت باقی رہ جاتا ہے۔ ماءُ الرَّجُلِ والمَرْاَۃِ۔ مرد یا عورت کی منی۔ اَلْبَحْرُ۔ نطفہ کے ایک معنے سمندر کے بھی ہیں۔ اس کی جمع نِطَاف اور نُطَف آتی ہے (اقرب)

خَصِیْمٌ: خَصَمَ (یَخْصِمُ خصمًا) سے صفت مشبہ ہے اور خَصَمَہ کے معنے ہیں غلبہ فی الخصومۃ۔ اس بہ جھگڑے میں غالب آیا۔ اَلْخَصِیْمُ۔ اَلْمُخَاصِمُ خصیم کے معنے ہیں۔ جھگڑنے والا۔ اسکی جمع خُصَمَاءُ آتی ہے (اقرب)

تفسیر:۔ اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ زمین و آسمان کو ایک خاص نظام کے ماتحت پیدا کر کے ہم نے انسان کو بنایا۔ اور اپنے حق کی بناء پر اس کے لئے ہدایت نامے نازل کئے۔ مگر باوجود اس کے کہ ہم نے اُسے ایک حقیر مادہ سے پیدا کر کے اعلیٰ سے اعلیٰ قابلیت عطا کی۔ وہ اُلٹا ہمارے حقوق کے متعلق بحث کرنے لگتا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ خدا تعالےٰ نے عدم سے وجود کس طرح پیدا کیا۔ اس لئے دنیا خود بخود بنی ہے۔ کوئی کہتا ہے خدا نے مادہ نہیں بنایا۔ بلکہ یونہی جبراً اس پر تصرف کر لیا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ خدا کو کیا حق حاصل ہے کہ میرے لئے ہدایت نامہ جاری کرے۔ میں آزاد ہوں۔ میں اپنے لئے خود قانون بناؤں گا۔ غرض اس کے احسان کا انکار کرنے لگتا ہے اور اپنے آپ کو آزاد بتاتا ہے۔

اس آیت میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ خود تو ایک حقیر مادہ سے پیدا ہونے کے باوجود اپنے آپ کو اتنا بڑا سمجھنے لگتا ہے کہ خدا تعالےٰ سے بھی بحث کرنے کو تیار ہو جاتا ہے۔ لیکن دوسری طرف بیوں پر اعتراض کرتے وقت اور نہیں سمجھتا کہ جس خدا نے ایک حقیر نطفہ سے پیدا کر کے ایک سمجھدار انسان بنا دیا جو الٹا نافرمان ہو گیا۔ کیا وہ ایک بظاہر حقیر نظر آنے والے انسان کو آگے ترقی دے کر انسان کامل نہیں بنا سکتا۔ کہ تا وہ اس کی فرمانبرداری کرے اور دوسروں سے کرائے۔

اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ خلق زمین و آسمان

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِيهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ ۝

(پیدا کیا ہے اور) انہیں اس نے ایسا بنایا ہے کہ اُنہیں تمہارے لئے گرمی کا سامان اور (اور بھی) کئی نفعے ہیں اور تم ان (کے گوشت) کا کچھ حصہ کھاتے ہو

وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِينَ تُرِيحُونَ وَحِينَ

اور (اسکے علاوہ) تمہارے لئے انہیں ایک (قسم کا) زینت (کا سامان بھی) ہے جب تم (انہیں) چرا کر شام کو (انکے ٹھانوں کی طرف) واپس لاتے ہو اور

سے یہ غرض تو نہ ہو سکتی تھی۔ کہ ایک نافرمان انسان پیدا ہو یقیناً خلق کا مقصد اس سے بالا ہونا چاہیئے تھا۔ پھر جب اس مقصد کو پورا کرنے والا انسان دنیا میں آتا ہے۔ تو لوگوں کو تعجب کیوں ہوتا ہے۔

حل لغات۔ دِفْءٌ:۔ دَفِئَ یَدْفَأُ دَفْأً وَدَفْوًا یَدْفُوُ دُفُوْءًا (مِنَ الْبَرْدِ کے معنے ہیں تَسَخَّنَ وَوَجَدَ الْحَرَّ۔ گرم ہوا اور گرمی کو محسوس کیا الدِّفْءُ۔ نَقِیْضُ حِدَّةِ الْبَرْدِ۔ گرمی۔ دِفْءٌ مِنَ الْحَائِطِ۔ کِنُّهٗ۔ دیوار کی پناہ۔ یُقَالُ "اُقْعُدْ فِیْ دِفْءِ هٰذَا الْحَائِطِ" ای فی کِنِّهٖ۔ چنانچہ اُقْعُدْ فِیْ دِفْءِ هٰذَا الْحَائِطِ کہہ کر یہ معنے لیتے ہیں کہ اس دیوار کی پناہ اور اوٹ میں بیٹھ۔ مَا اَدَفَّ مِنَ الْاَصْوَافِ وَالْاَوْبَارِ۔ گرم کپڑے (اقرب)

مَنَافِعُ۔ مَنْفَعَةٌ کی جمع ہے اور منفعۃ کے معنے ہیں۔ المنفع۔ نفع۔ وکُلُّ شَیْءٍ یُنْتَفَعُ بِهٖ۔ ہر وہ چیز جس سے فائدہ اٹھایا جائے۔ (اقرب)

تفسیر:۔ اس آیت میں نہایت لطیف پیرایہ میں انسان کی خصومت کا جواب دیا ہے۔ فرماتا ہے ہم نے تم کو پیدا کیا۔ لیکن تم کو آزادی کا دعویٰ ہے۔ حالانکہ خود تم ان چیزوں پر تصرف کرتے ہو جن کو تم نے پیدا نہیں کیا اور ان سے خوب فائدہ اٹھاتے ہو۔ حتّٰی کہ ان کی جان لینے سے بھی دریغ نہیں کرتے اور کہتے ہو کہ انسان اعلیٰ ہے۔ اس لئے اس کی خاطر دوسرے جانوروں کو ذبح کرنا تک درست ہے۔ اگر یہ درست ہے کہ اعلیٰ کے لئے ادنیٰ قربان کیا جا سکتا ہے اور اعلیٰ کو ادنیٰ سے کام لینا جائز ہے۔ تو ہماری حکومت پر یا رسول کی حکومت پر تم کو کیا اعتراض ہے۔ وہی قانون جو تمہارے لئے جاری کرتے ہو۔ اپنے متعلق جاری کرنے کے لئے کیوں تیار نہیں ہوتے۔

آیت خلق الانعام الخ کے معنے

دوسرے معنے اس آیت کے یہ ہیں کہ ایک پہلی آیت یعنی عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ پر جو کفار اعتراض کرتے تھے کہ خدا تعالیٰ نے اس حقیر بندہ پر کس طرح کلام نازل کیا۔ اس کا جواب یہ کہہ کر دیا تھا۔ کہ کیا تم کو ہم نے ایک حقیر نطفہ سے پیدا کر کے اعلیٰ مرتبہ تک نہیں پہنچایا۔ پھر اگر بعض لوگوں کو جن کو تم حقیر سمجھتے ہو۔ اگر نبی بنا کر عزت دی۔ تو اس پر تمہارا اعتراض کیونکر درست ہو سکتا ہے۔ اب اس آیت میں انکے دوسرے اعتراض کا جواب دیا۔ جو اَنْ اَنْذِرُوْا سے پیدا ہو سکتا تھا۔ یعنی یہ کہ ہم تو گندے اور کمزور انسان ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری طرف توجہ کس طرح کر سکتا ہے۔ اور فرمایا کہ خدا تو تمہارے کھانے پینے کی فکر تو کر سکتا ہے۔ اس میں اس کی شان میں فرق نہیں آتا۔ لیکن جب وہ تمہاری روحانی غذا کی طرف توجہ کرے۔ تو تم کو یہ اعتراض سوجھتا ہے۔ کہ انسان جیسے حقیر وجود کی طرف خدا تعالیٰ کو کلام بھیجنے کی کیا ضرورت ہے۔

دِفْءٌ

مَنَافِعُ

آیت والانعام میں انسانی خصومت کا جواب

تعجب ہے کہ ہمیشہ سے یہ متضاد اعتراض نبیوں اور نبوت پر ہوتے چلے آئے ہیں۔ نبیوں کے دشمن ایک طرف تو یہ اعتراض کرتے ہیں۔ کہ اُن حقیر لوگوں کو خدا تعالیٰ کیوں چُن سکتا تھا۔ اگر چنتا تو کسی بڑے آدمی کو چُنتا۔ دوسری طرف یہ بھی اعتراض کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی شان بلند ہے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

تَسْرَحُوْنَ ۝ وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ

جب تم انہیں صبح کو چرنے کیلئے چھوڑتے ہو ۝ اور وہ تمہارے بوجھ اٹھا کر اس (دور کے) شہر تک بھی لے جاتے ہیں

لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ۭ اِنَّ

جہاں تک تم اپنی جانوں کو مشقت میں ڈالے بغیر نہیں لے جا سکتے ۔ تمہارا

اس کی نسبت یہ خیال بھی نہیں کیا جا سکتا۔ کہ وہ حقیر انسان کی طرف توجہ کرے گا۔ اور اس کے لئے الہام بھیجے گا۔ فلاسفر خصوصاً یہ اعتراض کرتے رہتے ہیں۔ حالانکہ دونوں اعتراض غلط ہیں اور متضاد بھی۔ کیونکہ ایک اعتراض سے تو اپنا بڑا ہونا اور نبیوں کا حقیر ہونا ظاہر کیا جاتا ہے اور دوسرے اعتراض میں اپنے حقیر ہونے کا اقرار ہوتا ہے۔ پس اصل بات یہ ہے کہ وہ کسی نہ کسی بہانہ سے الہام کے جوئے سے بچنا چاہتے ہیں۔

الجمال

تریحون

تسرحون

تسریحون کبھی حصر کے لئے اور کبھی اہمیت کے لئے آتی ہے۔

یہ جو فرمایا مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ اس میں منہا کو پہلے رکھنے کی وجہ

تنبیہ: تاکلون میں منہا کو پہلے رکھنے کی وجہ کھا گیا ہے جو تخصیص کے معنے دیتا ہے۔ اس پر یہ اعتراض پڑ سکتا ہے کہ کیا انسان انعام کے سوا دوسری چیزوں کے گوشت نہیں کھاتے یا سبزیاں نہیں کھاتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ تخصیص کبھی حصر کے مضمون کے اظہار کے لئے آتی ہے اور کبھی یہ بتانے کے لئے کہ اس قسم کی چیزوں میں سے یہ اہم ہے اور اس جگہ پر اس کے یہی معنے ہیں۔ اور مراد یہ ہے کہ تمہاری بڑی غذا انعام کا گوشت یا دودھ گھی ہے۔ بے شک مرغی شکار وغیرہ بھی انسان کھاتے ہیں۔ لیکن اہم غذا انعام کا گوشت یا دودھ گھی ہے یا جو بمنزلہ انعام کے ہیں۔ جیسے نیل گائے یا ہرن وغیرہ۔ یہ چیزیں انسانی غذا کا اہم جزو ہیں اور دوسری اشیاء ان سے اتر کر ہیں۔ اس آیت میں انعام کے دو استعمال تو کھول کر بیان فرما دیئے اوّل گرمی سردی کے اثرات سے بچتے ہیں۔ یعنی ان کی کھالیں اور اون وغیرہ کو تم استعمال کرتے ہو۔ دوسرے یہ کہ تم ان کا گوشت کھاتے اور دودھ پیتے ہو۔ تیسرا فائدہ نفع کا استعمال کیا گیا ہے۔ اس سے مراد جانوروں کی تجارت بھی ہو سکتی ہے اور نسل کشی بھی۔

اس آیت میں تخصیص اہمیت کیلئے ہے

حل لغات

اَلْجَمَالُ:۔ اَلْحُسْنُ فِی الْخَلْقِ وَالْخُلُقِ۔ جمال ظاہری و باطنی خوبی کو کہتے ہیں (اقرب) اس جگہ جمال سے مراد جلال معنوی ہے یعنی عزت۔ کیونکہ جس شخص کا گلہ صبح و شام آتا جاتا ہے وہ لوگوں میں معزز ہوتا ہے۔

تُرِیْحُوْنَ:۔ اَرَاحَ سے مضارع جمع مخاطب کا صیغہ ہے اور اَرَاحَ الرَّجُلُ اِرَاحَةً وَاِرَاحًا کے معنے ہیں رَاحَتْ عَلَیْهِ اِبِلُهٗ وَغَنَمُهٗ وَمَالُهٗ وَلَا یَکُوْنُ ذٰلِكَ اِلَّا بَعْدَ الزَّوَالِ۔ اس کے جانور (اونٹ۔ بکریاں وغیرہ) شام کو چر کر آگئے۔ اور اَرَاحَ الْاِبِلَ وَالْغَنَمَ کے معنے رَدَّهَا اِلَی الْمُرَاحِ کے بھی ہیں۔ یعنی انہیں ان کے ٹھانوں کی طرف واپس لوٹایا (اقرب) پس تُرِیْحُوْنَ کے معنے ہوں گے کہ تمہارے پاس تمہارے جانور شام کو چر کر آتے ہیں۔ یا تم شام کو جانور چرا کر واپس لاتے ہو۔ تَسْرَحُوْنَ۔ سَرَحَ (یَسْرَحُ سَرْحًا) سے مضارع جمع مخاطب کا صیغہ ہے۔ اور سَرَحَ الْمَوَاشِیَ کے معنے ہیں۔ اَسَامَهَا اَیْ اَرْسَلَهَا تَرْعٰی۔ جانور کو چرنے کے لئے چھوڑ دیا۔ (اقرب) پس تَسْرَحُوْنَ کے معنے ہوں گے تم جانوروں کو چرنے کے لئے چھوڑتے ہو۔

تفسیر:۔ یعنی یہ جانور تمہاری عزت اور لڑائی کا موجب بھی ہوتے ہیں۔ تم فخر کرتے ہو کہ میرے پاس اس قدر بھینسیں ہیں۔ اس قدر گائیں گھوڑے اونٹ بکریاں ہیں۔ غرض ان کو اپنی عزت کا ذریعہ بناتے ہو۔ پھر سوچو تو سہی کہ تم اپنی چیزوں کو جو تمہاری مخلوق بھی نہیں اپنے لئے جمال کا موجب بناتے ہو لیکن اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ خیال کرتے ہو کہ انسان کو پیدا کر کے وہ اسے یوں ہی چھوڑ دے۔ حتیٰ کہ وہ اس کی ہمدردی کی بجائے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ

ربّ یقیناً (تم پر) بڑی شفقت کرنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔ ۵۸ اور (اُس نے) گھوڑوں اور خچروں

وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً ۭ وَيَخْلُقُ مَا

اور گدھوں کو (بھی) تمہاری سواری کے لئے اور (نیز) زینت (و شان) کے لئے (پیدا کیا ہے) اور (آئندہ بھی) وہ (تمہارے لئے سواری وغیرہ کی

اس پر اعتراض کرے اور سمجھے تا اس کے کہ اس کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کی اعلیٰ شان ظاہر ہو اس کی پیدائش موجب اعتراض بن جائے۔ تم کیوں خیال نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ جو خالق ہے۔ وہ بھی یہی چاہے گا کہ اس کی مخلوق اس کے لئے جمال کا موجب ہو یعنی اعلیٰ اخلاق اور دین والی ہو جس کو دیکھ کر انسان محسوس کرے کہ اللہ تعالیٰ نے کیسی اعلیٰ مخلوق پیدا کی ہے

یہاں تُرِيْحُوْنَ یعنی شام کو جانوروں کے آنے کا ذکر پہلے کیا گیا ہے اور تَسْرَحُوْنَ یعنی صبح کو انہیں چرنے کے لئے بھیجنے کا ذکر بعد میں کیا گیا ہے۔ حالانکہ جانور پہلے گھر سے جاتا ہے اور پھر شام کو واپس آتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس جگہ جمال کا ذکر ہے اور جانوروں کے صبح گھر سے نکلنے کی نسبت شام کو گھر آنے کی حالت میں جمال زیادہ ہوتا ہے۔ کیونکہ شام کو کھلا پھرنے اور پیٹ بھر کر گھاس کھا لینے کے بعد وہ تر و تازہ نظر آتے ہیں۔ نیز اس لئے بھی کہ صبح جب جانور جاتے ہیں تو انسان کے دل میں خطرہ ہوتا ہے کہ کوئی جانور کھویا نہ جائے۔ یا کوئی درندہ اُسے نہ پھاڑ کھائے۔ مگر جب شام کو جانور صحیح سلامت گھر کی طرف لوٹتے ہیں تو انسان کا دل مطمئن ہو جاتا ہے اور وہ ان کو دیکھ کر اپنے اندر فخر محسوس کرتا ہے۔

۵۸ حل لغات۔ شِقّ کے معنے ہیں اَلْمَشَقَّةُ مشقت۔ (اقرب) رَءُوْفٌ:۔ رَأَفَ (یرأف ورَئِفَ یَرْأَفُ رَأْفَةً) سے مبالغہ کا صیغہ ہے اور رَأَفَ اللّٰهُ بِكَ کے معنے ہیں رَحِمَ اَشَدَّ الرَّحْمَةِ۔ کہ اللہ نے تجھ پر بہت رحمت کی (اقرب) رأفت کے معنے رحم کے ہوتے ہیں

اس کے استعمال کو دیکھنے سے پتہ لگتا ہے کہ رأفت محبت والے جذبہ کو کہتے ہیں۔ رحم کے موجبات کئی ہوا کرتے ہیں۔ لیکن کسی کی تکلیف اور دکھ کو دیکھ کر دل میں جو ہمدردی اور محبت پیدا ہوتی ہے۔ اُسے رأفت کہتے ہیں۔ پس خدا تعالیٰ کے رؤوف ہونے کے یہ معنے ہیں کہ وہ دُکھوں کو نہیں دیکھ سکتا۔ اس لئے اُس نے مخلوق کو تکلیف سے بچانے کیلئے ہر قسم کی ہر لمحہ چیزیں بنا دی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی رؤوف کے لفظ کے استعمال کا سلب

تفسیر:۔ یہ جانور تمہارے بوجھ اُٹھاتے ہیں اور وہاں لے جاتے ہیں جہاں تم بغیر تکلیف کے نہیں پہنچ سکتے تھے یعنی یہ نہ ہوتے تو بوجھ اٹھا کر چلنا پڑتا اور تکلیف میں پڑتے۔ پھر سوچو کہ جب اللہ تعالیٰ نے تمہارے جسمانی سفر کے لئے اس قدر سامان سہولت پیدا کئے ہیں۔ تو کیوں وہ روحانی سفر کے لئے سامان پیدا نہ کرے گا۔ اور تم ان روحانی سامانوں کو دیکھ کر کیوں یہ کہنے لگ جاتے ہو کہ انسان جیسے حقیر وجود کے لئے خدا یہ کام کس طرح کر سکتا تھا۔ تم خدا تعالیٰ کی بڑائی کا راگ اس موقعہ پر محض بہانہ سازی کی غرض سے الاپتے ہو لیکن یہ بھول جاتے ہو کہ وہ بڑی شان والا بھی ہے مگر ساتھ رؤوف اور رحیم بھی تو ہے۔ علوّ شان والے وجود جب رؤوف و رحیم بھی ہوں تو کمزوروں کے بوجھ اٹھاتے ہیں اور اس میں اُن کی ہتک نہیں ہوتی بلکہ ان کی شان کا اظہار ہوتا ہے۔

جسمانی سفر کا ذکر کر کے روحانی سفر کی طرف اشارہ

جنت میں شام کو جانوروں کے آنے کا ذکر کو صبح چرنے کیلئے چھوڑنے سے پہلے کرنے کی وجہ

شِقّ
رَءُوْف

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا

مزید سامان) جسے تم (ابھی) نہیں جانتے پیدا کریگا ۹ اور (تمہیں سیدھی راہ (کا بتانا بھی) اللہ (تعالیٰ) ہی کے ذمہ ہے۔ اور (اسکی ضرورت اس لئے ہے کہ) ان میں سے

ع ۱ جَآئِرٌ ؕ وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ ۹ هُوَ

بعض (راستے) ٹیڑھے (ہوتے) ہیں۔ اور اگر وہ (اپنی رہی) مشیت نافذ کرتا تو تم سب کو ہدایت (ہی) دیتا ۱۰ ۱۰

۹ حل لغات

الخیل ۔ الخَیْل: جماعۃ الافراس گھوڑے۔ خَیل کا لفظ جمع ہی استعمال ہوتا ہے۔ اس کا مفرد نہیں آتا۔ (اقرب)

البغال ۔ اَلبِغَال: اَلبَغْل کی جمع ہے اور اَلبَغْلُ کے معنے ہیں حَیَوَانٌ هَجِیْنٌ لِلتَّرْکُوب والحمل اَبُوْهُ حمارٌ وَاُمّه فرسٌ۔ خچر۔ وَیَتَوَسَّعُ فیه فَیُطْلَقُ علی کُلِّ حیوانٍ اَبُوْهُ من جنسٍ واُمُّه من آخر۔ اس جانور پر بھی یہ لفظ اطلاق پاتا ہے جس کے ماں باپ دو مختلف جنسوں سے ہوں یعنی دوغلا (اقرب)

الحمیر ۔ الحَمِیْر: حمار کی جمع ہے۔ اس کے معنے ہیں۔ گدھے۔ اس کے علاوہ حمار کی جمع اَحْمِرَةٌ وحُمُرٌ بھی آتی ہے (اقرب)

تفسیر ۔ زِیْنَةً ۔ زینت سے یہاں مراد خالی زینت نہیں۔ کیونکہ پہلے وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ فرما چکا ہے۔ اس سے وہ زینت مراد ہے جو لِتَرْكَبُوْهَا کے ساتھ تعلق رکھتی ہے یعنی طاقت۔ قوت۔ شوکت اور دبدبہ کا اظہار۔

گھوڑے۔ خچریں اور گدھے جنگی قوموں کو طاقت کا مظاہرہ کرنے میں مدد دیتے ہیں اور یہاں زینت سے یہی مراد ہے۔

انسانوں کے نفع کے لئے دو قسم کی چیزوں کی پیدائش کا ذکر

زینۃ پر نصب اس لئے آئی ہے کہ یہ خَلَقَ کا مفعول لہٗ ہے فرمایا دو قسم کی چیزیں تمہارے واسطے پیدا کی ہیں۔

۲ القصد

(۱) وہ جن سے تم کو غذا ملتی ہے تم ان کا گوشت کھاتے اور دودھ پیتے ہو ان سے گرمی سردی سے بچاؤ کا سامان حاصل کرتے ہو۔ اور وہ تمہارے لئے لوگوں میں عزت و فخر کا موجب ہوتے ہیں اور پھر وہ تمہارے بوجھ اٹھا کر دوسرے شہروں تک پہنچاتے ہیں جیسے اونٹ گائے وغیرہ یہ جانور اہلی زندگی میں کام آنے والے ہیں۔

پہلی قسم کا بیان

(۲) دوسری وہ چیزیں ہیں جو تمہاری جنگی اور سیاسی زندگی میں کام آتی ہیں۔ کیونکہ ان سے جنگ وغیرہ میں کام لیا جاتا ہے۔ یہ تمام چیزیں چھ غرضوں کے لئے بنائی گئی ہیں۔

۱۔ موسموں کے اثرات سے حفاظت کے لئے
۲۔ غذا کے مہیا کرنے کے لئے
۳۔ عزت و فخر کے لئے
۴۔ بوجھ اٹھانے کے لئے
۵۔ سفر میں سواری کے کام آنے کے لئے
۶۔ طاقت اور قوت کا موجب بننے کے لئے

دو قسم کی پیدائش کی چھ غرضیں

جب ان چھ دنیوی اور مادی ضرورتوں کو اللہ تعالیٰ نے پورا کیا ہے۔ تو تم کس طرح خیال کرتے ہو کہ اسی قسم کی چھ روحانی ضرورتوں کے پورا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے سامان نہ پیدا کئے ہوں گے۔

دوسرے ان آیات میں اس طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ تم دوسری مخلوق سے باوجود اس کے خالق نہ ہونے کے ہر طرح کے کام لیتے ہو۔ مگر اللہ تعالیٰ جو تمہارا محتاج نہیں اور تم سے کوئی فائدہ نہیں اٹھاتا۔ اُسے یہ حق بھی نہیں دیتے کہ تمہاری اصلاح کر کے تم کو ایسا بنائے کہ تم اس کی سبوحیت اور قدوسیت کی دلیل اور اس کی بڑائی کے اظہار کا ذریعہ بنو۔

۱۰ حل لغات

القصد ۔ اَلقَصْدُ: قَصَدَ کا مصدر ہے اور قَصَدَهٗ (رُبَّه و الیه) کے معنے ہیں۔ اِعْتَزَمَ علیه و تَوَجَّه الیه۔ کسی چیز کا ارادہ کرنا اور اس کی طرف گیا۔ قَصَدَ الیه۔ اِعْتَمَدَهٗ۔ اس پر اعتماد کیا۔ قصد فی الامر۔ ضِدُّ اَفْرَطَ۔ کسی معاملہ میں میانہ روی اختیار کی۔ اَلقَصْدُ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

استقامۃُ الطّریقِ۔ راستہ کا سیدھا ہونا۔ نقیضُ الإفراط۔ میانہ روی۔ وعَلَی اللّٰہِ قَصْدُ السَّبِیْلِ ای بیانُ الطریقِ المستقیمِ الموصلِ الیَ الحقِ۔ اور عَلَی اللّٰہِ قَصْدُ السَّبِیْلِ کے معنے ہیں۔ حق تک پہنچانے والے سیدھے رستے کا بیان کرنا اللہ کے ذمہ ہے (اقرب)

جَائِرٌ:۔ جَارَ یَجُوْرُ۔ جَوْرًا) سے اسم فاعل ہے۔ اور الجائر کے معنے ہیں۔ المائلُ عَنِ القصدِ راستہ کی سیدھ سے ایک طرف ہونے والا۔ الزَّائِغُ عَنِ الطَّرِیقِ۔ کج رَو۔ الظَّالِمُ۔ ظالم۔ (اقرب)

تفسیر:۔ وَعَلَی اللّٰہِ قَصْدُ السَّبِیْلِ کے معنے ہیں۔ خدا تعالیٰ پر سیدھے راستے کا بتانا واجب ہے۔ یعنی حَقٌّ عَلَی اللّٰہِ بَیَانُ قَصْدِ السَّبِیْلِ۔ یہی مضمون دوسری جگہ ان الفاظ میں بیان ہوا ہے۔ اِنَّ عَلَیْنَا لَلْھُدٰی (سورۃ اللیل) یعنی ہدایت کا بیان کرنا ہمارا ہی کام ہے۔ اور ہم ہی پر واجب ہے۔ قَصْدُ السَّبِیْلِ سے بتایا کہ سیدھا راستہ یا افراط و تفریط سے محفوظ راستہ اللہ تعالیٰ ہی بتا سکتا ہے۔ ورنہ انسان جب بھی دنیا کے لئے کوئی راستہ تجویز کرتا ہے اس میں افراط و تفریط سے کام لیتا ہے۔

اس میں یہ بھی بتایا ہے کہ کوئی انسان بھی ایسا نہیں (سوائے اس کے جو خدا تعالیٰ کی نگرانی میں ہو) جو جنبہ دار نہ ہو کسی سے اُسے عداوت ہوتی ہے کسی سے محبت۔ کسی کو اپنا سمجھتا ہے اور کسی کو غیر۔ اس لئے انسانی قوانین میں ہمیشہ یہ نقص ہوتا ہے کہ بعض کے حقوق تلف کئے جاتے ہیں اور بعض کو زیادہ دیا جاتا ہے۔ پس وہ قانون جس میں سب کے حقوق کا خیال رکھا جائے۔ نہ کسی کے حق میں کمی کی جائے۔ نہ کسی کا حق لے کر دوسرے کو دیا جائے صرف اللہ تعالیٰ بنا سکتا ہے جو مخلوق کی مدد کا محتاج نہیں۔ اور سب ہی اس کے بندے ہیں۔

یہ کیسی زبردست سچائی ہے۔ ہزاروں سالوں سے انسان قانون بنا رہا ہے۔ مگر کس طرح اس میں کسی کی حق تلفی کی جاتی ہے اور کسی کو حق سے زیادہ دیا جاتا ہے۔ آج کل کے سیاسی اختلافات کو ہی دیکھو۔ کوئی حکومت مزدوروں کے حق کو دبا رہی ہے تو کوئی اُنہی کو سب کچھ دے کر دوسروں کو حقوق انسانیت سے ہی محروم کر رہی ہے۔

جائر

اسی طرح انسان چونکہ جذبات کا غلام ہوتا ہے۔ جو قانون بناتا ہے وہ اپنے جذبات کو نمایاں کر دیتا ہے۔ ساری دنیا کے جذبات کا خیال نہ رکھتا ہے نہ رکھ سکتا ہے اگر رہبانیت کی طرف میلان رکھنے والا دنیا ترک کر دینے کا نام ہی نیکی رکھتا ہے تو دنیا کا حریص دنیوی ترقیات کا نام ہی نیکی رکھتا ہے۔ اس نقص سے وہی تعلیم پاک ہو سکتی ہے جو انسان کے پیدا کرنے والے کی طرف سے ہو۔ جو سب انسانوں کے جذبات سے واقف ہو اور سب کے جذبات کو مناسب حد تک ابھارنے کا خیال رکھے۔

روحانی کلام میں چھ باتوں کا پایا جانا

اس اسلوب بیان سے ظاہر ہے کہ ہر روحانی کلام میں بھی ان چھ باتوں کا پایا جانا ضروری ہے:۔

(۱) سردی گرمی کے اثرات سے بچاوے یعنی افراط و تفریط سے محفوظ رکھے۔ محبتِ الٰہی کی کمی کا نام سردی ہے۔ اور مذہب کے معاملہ میں غلو سے کام لیتے ہوئے لوگوں پر ظلم و زیادتی کرنا اور انہیں مجبور کرنا کہ وہ اس مذہب کو قبول کریں گرمی ہے۔ کلام الٰہی کا کام یہ ہے کہ ایک طرف محبتِ الٰہی پیدا کرے اور دوسری طرف اپنے پیروؤں کو میانہ روی سے زندگی بسر کرنے کی تلقین کرے

(۲) وہ غذا کا کام دے۔ یعنی وہ روحانی طاقتوں کا ضروری مجموعہ ہو۔ اس میں وہ باتیں بتائی گئی ہوں جس سے بدی کی رغبت سرد پڑتی ہو۔ اور ایسے عقائد کی تلقین کی گئی ہو جن سے اصلاح ہو کر روحانی طاقت و قوت پیدا ہو۔

(۳) وہ جمال کا موجب ہو۔ یعنی جو لوگ اس تعلیم پر عمل کریں وہ خوبصورت نظر آئیں۔ یعنی اچھے معلوم ہوں۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

دنیا ان کو دیکھ کر محسوس کرنے لگ جائے کہ اس کلام نے ان لوگوں کے اندر تبدیلی پیدا کر دی ہے۔

مذکر اور مؤنث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے

(۴) وہ سواری کا کام دے۔ یعنی انسان کی ذات کو عرفان الٰہی کے ذریعہ سے جلد سے جلد خدا تعالےٰ تک پہنچا دے۔ اور ایک روحانی سفر کو غیر معمولی طوالت سے بچائے۔

ضمیر کا السبیل کی طرف راجع کرنے میں ایک نکتہ

(۵) وہ انسان کے بوجھوں کو اٹھانے والا ہو یعنی انسان کو اس کی ذمہ داریوں کا احساس کرائے اور اسے رسوم و عادات کی تکلیف دہ زنجیروں سے آزاد کر کے حریت سے کام کرنے کے قابل بنائے۔

(۶) طاقت و قوت دینے والا ہو۔ یعنی اس پر عمل کرنے سے دین اور دنیا میں عزت حاصل ہو۔ قوم کا نظام مضبوط ہو اور وہ دنیا میں باوقار زندگی بسر کرنے والی ہو۔ اور آخرت میں عزت پائے۔ جس کلام میں یہ چھ باتیں نہ ہوں۔ وہ کلام الٰہی کہلانے کا مستحق نہیں۔

منہا جائر کا مطلب

وَمِنْهَا جَآئِرٌ۔ لوگ کہہ سکتے تھے کہ انسان کے خدا تک پہنچنے میں الہام الٰہی کی کیا ضرورت تھی۔ انسان خود ہی پہنچ جاتا اور خود ہی راستہ تلاش کر لیتا۔ اس کے جواب میں فرمایا۔ کہ وَمِنْهَا جَآئِرٌ۔ خود تم بھی تسلیم کرتے ہو کہ بعض راستے غلط ہوتے ہیں۔ اگر اللہ تعالےٰ سیدھا راستہ نہ بتائے تو بہت سے انسان غلط راستوں پر چل پڑیں گے اور تباہ ہو جائیں گے۔ یہ عجیب بات ہے کہ ہر انسان تسلیم کرتا ہے کہ بعض طور اور طریق ناپسندیدہ ہوتے ہیں اور باوجود اس کے بعض لوگ انہیں اختیار کر لیتے ہیں مگر باوجود اس اقرار کے بعض لوگ اس کی ضرورت نہیں سمجھتے کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہدایت آئے۔

منہا کی ضمیر السبیل کی طرف جاتی ہے

مِنْهَا کی ضمیر السبیل کی طرف جاتی ہے۔ کیونکہ وہ مذکر اور مؤنث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ مذکر کی مثال قرآن کریم کی یہ آیت ہے وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا (اعراف ع ۱۹) اور مؤنث کی مثال یہ آیت ہے۔ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ (یوسف ع ۱۲) تاج العروس میں بعض ادباء کا قول ہے۔ کہ سبیل مذکر ہی ہے۔ اسکی طرف مؤنث کی ضمیر بالمعنیٰ پھرائی جاتی ہے۔ اور سبیل کے معنے محجّہ کے لئے جاتے ہیں۔ مگر یہ امتیاز صرف علمی ہے۔ اصل مضمون پر اثر انداز نہیں ہوتا۔

یہاں ضمیر کو السبیل کی طرف راجع کر کے ایک عجیب نکتہ بیان فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ انبیاء کے ذریعہ سے قصد السبیل (صراط مستقیم) بتاتا ہے۔ پھر اس سیدھے راستے سے بگڑ کر ٹیڑھے راستے نکل آتے ہیں پس ایک الہام کے نزول کے بعد دوسرے الہام کے نزول کی ضرورت باقی رہتی ہے اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ایک کتاب کے بعد دوسری کتاب کے نازل کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ کیونکہ جب لوگ قصد السبیل کو کاٹ کر اس میں سے جائر راستے نکال لیتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کیلئے بھی ضروری ہو جاتا ہے کہ پھر ایک اور نبی کی معرفت سیدھا راستہ لوگوں کو بتا دے۔

صرف ضمیر کے مرجع سے اس وسیع مضمون کی طرف توجہ دلا دینا کہ سچے دین آخر بگڑ کر گمراہی کا موجب ہو جاتے ہیں اور یہ کہ جائر راستے بھی قصد السبیل کے بگڑنے سے پیدا ہوتے ہیں۔ پس کسی مذہب کا ابتدائے نزول میں سچا ہونا اسے ہر وقت کے لئے قابل عمل ثابت نہیں کرتا۔

وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ۔ اس میں فرمایا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ہدایت کا کام اپنے ہاتھ میں نہ رکھتا۔ تو اس کا ایک ہی منصفانہ طریق ہو سکتا تھا کہ انسانی فطرت کو ایسا بنا دیا جاتا۔ کہ وہ غلطی کی طرف جا ہی نہ سکتی۔ مگر اس نے ایسا نہیں کیا۔ کیونکہ یہ حکمت کے خلاف تھا اور جب اس نے ایسا نہیں کیا اور انسان کو مقدرت دی ہے کہ وہ غلط راستہ بھی اختیار کر سکتا ہے یا صحیح راستہ کو غلط بنا سکتا ہے۔ تو پھر اس کے سوا اور کونسا منصفانہ طریق رہ جاتا ہے کہ وہ ہدایت نازل کر کے انسان کو گمراہی سے بچنے اور روحانی ترقی کرنے کا موقعہ دیتا رہے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ

وہ (پاک ذات ہے۔ جس نے بادلوں سے پانی اتارا ہے اسی میں سے تمہارے پینے کا (پانی جمع کیا جاتا) ہے

وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ ○ يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ

اور اسی سے وہ (درخت (تیار) ہوتے ہیں جنہیں تم (مویشیوں کو) چراتے ہو ۱۱ وہ اس کے ذریعہ سے تمہارے لئے

۱۱ حل لغات - السَّمَاءُ کے معنے ہیں اَسمَان۔ کُلُّ ما عَلَاكَ فَاَظَلَّكَ - ہر اوپر سے سایہ ڈالنے والی چیز۔ سَقْفُ کُلِّ شَيْءٍ وَ کُلِّ بَيْتٍ: چھت زَوَايَا الْبَيْتِ۔ برآمدہ۔ ظَهْرُ الفَرَسِ۔ گھوڑے کی پیٹھ۔ السَّحَابُ۔ بادل۔ المَطَرُ۔ بارش۔ المَطَرَةُ الجَيِّدَةُ ایک دفعہ کی برسی ہوئی عمدہ بارش۔ العُشْبُ۔ سبزہ وگیاہ (اقرب)

تُسِيْمُوْنَ: اَسَامَ (جس کا مجرد سام ہی) کے معنے ہیں جمع مخاطب کا صیغہ ہے اور اَسَامَ اِبِلَ اِسَامَةً کے معنے ہیں۔ اَرْعَاهَا۔ اونٹوں کو چرایا۔ وَقِيْلَ اَخْرَجَهَا اِلَى الْمَرْعٰى۔ اور بعض نے اَسَامَ الْاِبِلَ کے معنے یہ کئے ہیں کہ اونٹوں کو چراگاہ کی طرف نکالا (اقرب) وَمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ کے معنے ہوں گے کہ اسی پانی سے وہ درخت تیار ہوتے ہیں جن میں تم مویشیوں کو چراتے ہو۔

تفسیر:- سماء کے معنے جیسا کہ حل لغات میں بتایا گیا ہے۔ بادل کے بھی ہوتے ہیں اور اس جگہ جیسا کہ الفاظ سے ظاہر ہے بادل کے معنے ہی ہیں۔ فرماتا ہے۔ وہ بادل جن سے تم کو پینے کا پانی ملتا ہے اور جن کے ذریعہ سے وہ درخت اور پودے اُگتے ہیں جن سے تمہارے گلوں کو چارہ ملتا ہے۔ خدا تعالےٰ نے ہی تو اتارا ہے۔

قرآن کریم کے پہلے مخاطب عرب تھے۔ جن کے ملک میں کنویں کم ہیں۔ زیادہ حصہ ملک کا بادلیوں سے پانی پیتا ہے۔ جن میں بارش کا پانی جمع ہو جاتا ہے۔ اگر وہ پانی جمع نہ کیا جائے تو وہ پیاسے مر جائیں۔ مکہ مکرمہ میں بھی صرف ایک چشمہ زمزم کا ہے جس کا پانی سخت کھارا ہوتا ہے۔ اور نہر زبیدہ کے نکلنے سے پہلے وہاں پینے کا پانی بادلیوں سے ہی مہیا ہوتا تھا۔ بلکہ اب تک بھی نہر زبیدہ کے نکلنے کے باوجود پانی کا کچھ حصہ بادلیوں سے ہی مہیا کیا جاتا ہے۔ جو پیپوں میں ڈال کر لوگ فروخت کرنے کے لئے مکہ میں لاتے رہتے ہیں۔ باقی ملک کا اکثر حصہ بھی ایسے ہی پانیوں پر گذارہ کرتا ہے۔ اور چونکہ عرب کا اکثر حصہ اونٹوں اور بکریوں بھیڑوں کے گلوں پر گذارہ کرتا ہے۔ ان کا چارہ یعنی درخت بھی اسی پانی سے پلتے ہیں۔

السماء

عرب میں پانی کا انتظام

تسیمون

اس آیت میں بھی اسی پہلے مضمون کی طرف اشارہ فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے تمہارے کاموں کی سہولت کے لئے قانون قدرت میں ہزاروں اشیاء پیدا کی ہیں جن سے تم فائدہ اٹھاتے ہو۔ پھر کیوں نہیں سمجھتے کہ تمہاری روحانی آسائش کا سامان بھی وہ ضرور کرے گا۔ اور جب کہ دُنیوی سامانوں کو تم شوق سے قبول کرتے ہو۔ کیوں اس کے بنائے ہوئے روحانی سامانوں کو قبول نہیں کرتے۔ اور جب کہ تم یہ مانتے ہو کہ خدا تعالیٰ کا تمہاری جسمانی ضرورتوں کو پیدا کرنا اس کی شان کے خلاف نہیں۔ تو یہ کیوں سمجھتے ہو کہ خدا تعالےٰ کا روحانی سامان پیدا کرنا اس کی شان کے خلاف ہے۔

ظاہری ضرورتوں کو پیدا کرنے سے روحانی ضرورتوں کی طرف اشارہ

سماء کے معنے بادل

حق یہ ہے کہ جو خدا تعالےٰ کے وجود کا ہی انکار کرتا ہو اور مادی سامانوں کو آپ ہی آپ سمجھتا ہو۔ وہ تو یہ کہہ بھی سکتا ہے کہ نہ کوئی خدا ہے نہ وہ کوئی سامان پیدا کرتا ہے۔ لیکن جو خدا تعالیٰ کے وجود کو مانتا ہو اور یہ سمجھتا ہو کہ خدا تعالےٰ نے اس دنیا کے سامانوں کو پیدا کیا ہے اُسے تو اس بات کے کہنے کا ہرگز کوئی حق نہیں کہ اللہ تعالےٰ کو کیا پڑی ہے یا اُسے کیا حق ہے۔ کہ انسانوں کی ہدایت کے لئے نبی بھیجے اور کتابیں اتارے۔ کیونکہ

اللہ تعالیٰ کو خالق ماننے والے کا حق نہیں کہ وہ نبیوں کا انکار کرے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

الزَّرْعَ وَالزَّيْتُوْنَ وَالنَّخِيْلَ وَالْاَعْنَابَ وَمِنْ

کھیتی اور زیتون اور کھجور کے درخت اور انگور اور (دوسرے)

كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝

ہر قسم کے پھل (بھی) پیدا کرتا ہے۔ ان لوگوں کے لئے جو فکر سے کام لیتے ہیں اس میں یقیناً ایک نشان رکھا جاتا ہے ۱۲ ۵

اس کا ایک عقیدہ دوسرے عقیدہ کو رد کرتا ہے اور اُسے اپنی غلطی معلوم کرنے کے لئے کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں۔

اس آیت میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ قانونِ قدرت جس قدر سامان پیدا کرتا ہے۔ وہ حقیقتاً انسان ہی کے کام آتے ہیں۔ پانی بھی اُترتا ہے تو اس کے لئے۔ کیونکہ جانور اور درخت اگر اس سے پلتے ہیں۔ تو ان کو بھی تو انسان ہی استعمال کرتا ہے۔ پس آخری نقطہ کائنات کا انسان ہی ہے۔ اور اس کی روحانی ترقی کے سامان پیدا کرنا خدا تعالےٰ کی شان کے خلاف نہیں۔ بلکہ پیدا نہ کرنا اس کی شان کے خلاف ہے۔ کہ ایک ایسی مخلوق پیدا کی جس کے فائدہ کے لئے ایک حیرت انگیز وسیع نظام بنایا۔ لیکن اس کی پیدائش کا کوئی اعلیٰ مقصد نہ قرار دیا۔

قانونِ قدرت سے پیدا شدہ سب سامان انسان ہی کے کام آتے ہیں

جس طرح ذہنی اکائی کیلئے پانی کی محتاج ہے اسی طرح عقل جوہر دکھانے کیلئے پانی کی محتاج ہے

پہلی آیات میں حیوانات کی پیدائش کا ذکر تھا اور حیوانی غذا کا۔ اس آیت میں پانی کا ذکر کیا اور نباتی غذا کا۔ اسی مضمون کو اگلی آیت میں اور وسیع کیا گیا ہے۔

۱۲ تفسیر: پہلی آیت میں پانی کا ذکر کیا گیا تھا جسے انسان پیتے ہیں۔ اور ایسے درختوں کی پیدائش کا ذکر کیا تھا جن سے جانور پلتے ہیں۔ اور پھر ان جانوروں سے انسان فائدہ اٹھاتا ہے۔ اب ایسی نباتی غذاؤں کا ذکر فرماتا ہے جن کو براہ راست انسان استعمال کرتا ہے۔ اور فرماتا ہے۔ اس پانی سے کچھ اور نباتات بھی اُگتی ہیں جن کو انسان براہ راست استعمال کرتا ہے۔ ان میں سے کچھ تو کھیتیاں ہیں جن سے انسانی غذا کے لئے غلّہ پیدا ہوتا ہے۔ کچھ درخت ہیں جن سے انسان کے کھانے کے لئے پھل اترتا ہے۔ جیسے زیتون اور کھجور اور انگور

الہام کے بغیر فطرت کو نشوونما نہیں ہوتا۔

اور ان کے علاوہ اور بھی کئی اقسام کے میوے اور پھل پیدا کیا تم اس امر پر غور نہیں کرتے کہ جس طرح انسان کے سوا دوسرے حیوانات انسان کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔ اسی طرح نباتات بھی اس کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔

اس آیت میں اس طرف بھی اشارہ فرمایا کہ زمین میں اُگانے کی خواہ کس قدر بھی طاقت ہو وہ آسمانی پانی کے بغیر کچھ نہیں اُگا سکتی اسی طرح انسانی فطرت کا حال ہے کہ انسانی ذہن اور انسانی عقل خواہ کس قدر اعلیٰ ہو۔ وہ اپنے جوہر دکھانے کے لئے آسمانی پانی کی محتاج ہے۔ اور اس پانی کے بغیر انسانی عقل کی تکمیل نہیں ہوتی۔ پس صرف اپنی عقل پر اپنی روحانی ترقیات کا انحصار رکھنے والا ایسا ہی ہے۔ جیسے کہ وہ شخص جو بغیر پانی کے کھیتی اُگانے کی کوشش کرے۔ بے شک کھیتی بعض دفعہ اُگ تو آئیگی مگر وہ اپنی پوری شان ظاہر نہیں کرے گی۔

بعض لوگ کہا کرتے ہیں۔ کہ نبی کون سی نئی چیز دنیا میں لاتے ہیں۔ سب باتیں جو وہ کہتے ہیں۔ پہلے سے ہی انسانی فطرت میں موجود ہیں۔ ان کا بھی اس آیت میں جواب دیا گیا ہے اور پانی کی مثال سے بتایا ہے کہ کسی چیز کا موجود ہونا اور بات ہے اور اس کا نشوونما پانا اور بات ہے۔ گو سب کچھ جو نبی بتاتے ہیں۔ فطرت کے مطابق ہوتا ہے۔ لیکن الہام کے بغیر فطرت کو نشوونما نہیں حاصل ہوتا۔ جس طرح پانی کے بغیر زمینی طاقتیں اُبھرتی نہیں۔ کوئی نہیں کہتا کہ جب بیج اور نشوونما کی طاقت زمین میں موجود ہے تو پانی کی کیا ضرورت ہے۔ پانی نہ بیج لاتا ہے اور نہ زمین میں نشوونما کی طاقت پیدا کرتا ہے۔ مگر ہر ایک جانتا ہے کہ پانی بیج اور نشوونما کی طاقت لاتا تو نہیں۔ پر وہ نشوونما کی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۙ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ

اور اس نے رات اور دن کو اور سورج اور چاند کو تمہارے لئے بے اُجرت خدمت پر لگا رکھا ہے۔

وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ

اور (دوسرے) تمام (سیارے اور) ستارے (بھی) اس کے حکم سے بلا اجرت (تمہاری) خدمت پر مستعد ہیں جو لوگ عقل سے کام لیتے ہیں ان کیلئے اس میں

لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا

یقیناً کئی نشان (پائے جاتے) ہیں ۱۳؎ اور جو کچھ اس نے تمہارے لئے زمین میں پیدا کیا ہے جسکی مختلف قسمیں ہیں (وہ بھی

طاقت کو اُبھارتا ضرور ہے اور اس کے بغیر وہ طاقت بالفعل اپنا اظہار یا کرتی ہی نہیں یا بہت کم کرتی ہے۔ یہی حال الہام کا ہے کہ وہ نئی فطرت نہیں بناتا لیکن فطرت کی خوابیدہ طاقتوں کو اُبھارتا ہے۔

جس طرح حیوانی فوائد کے بیان میں ترتیب کو مدنظر رکھا گیا تھا کہ پہلے حیوانی غذا کا ذکر کیا تھا جو انسان کیلئے نہایت ضروری ہے اور پھر حیوانات کے دوسرے فوائد بیان کئے تھے جو گو ویسے ضروری نہیں۔ لیکن انسانی شان کے بڑھانے والے ہیں۔ نباتات کے ذکر میں بھی پہلے کھیتی کا ذکر کیا ہے جو عام انسانی غذا پیدا کرتی ہے۔ پھر زیتون کا جو روٹی کے ساتھ سالن کا کام دیتا ہے اور پھر کھجور کا جو غذا بھی ہے اور میوہ بھی۔ اور پھر انگور اور دوسرے پھلوں کا جو ضروری غذا تو نہیں۔ لیکن انسانی صحت اور دماغی طاقتوں کے بڑھانے کا موجب ہوتے ہیں۔

شاید کوئی اعتراض کرے کہ انسان کی مقدم غذا حیوانی نہیں کیونکہ ایک خاصہ طبقہ دنیا کا صرف نباتی غذا استعمال کرتا ہے۔ مگر یہ اعتراض قلتِ تدبر کا نتیجہ ہوگا۔ کیونکہ جو حیوانی غذا استعمال نہ کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ وہ بیشک گوشت تو نہیں کھاتے۔ مگر انکی اہم غذا بھی حیوانی ہوتی ہے۔ ماں کا دُودھ پیئے بغیر کتنے بچے پلتے ہیں۔ پھر کیا ماں کا دُودھ حیوانی غذا نہیں؟ اور جو ماں کا دُودھ نہیں پیتے وہ جانوروں کا دُودھ پیتے ہیں اور وہ بھی حیوانی غذا ہے۔ اور جو لوگ حیوانی غذا کے استعمال سے بظاہر انکار کرتے ہیں وہ بڑی عمر میں بھی گھی دُودھ استعمال کرتے ہیں جو حیوانی غذائیں ہیں

پس ایسا آدمی کوئی بھی نہیں جس کی اہم ترین غذا حیوانی نہ ہو اور جو لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ حیوانی غذا استعمال نہیں کرتے۔ وہ یا تو خود فریب میں مبتلا ہوتے ہیں یا جان بوجھ کر دوسروں کو فریب دیتے ہیں۔ وہ یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ ہم گوشت نہیں کھاتے۔ مگر یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ کوئی حیوانی غذا بھی استعمال نہیں کرتے۔

نباتات کا ذکر انکی فوائد کے لحاظ سے کیا گیا ہے۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ۔ غذاؤں کے ذکر کے آخر میں فرمایا کہ اس میں فکر کرنے والوں اور سوچنے والوں کے لئے نشان ہے۔ اس سے ایک تو اس طرف اشارہ کیا۔ کہ انسانی دماغ غذا سے نشوونما پاتا ہے۔ اسی طرح روحانیات سے تعلق رکھنے والا دماغ رُوحانی غذاؤں سے نشوونما پاتا ہے دوسرے اس طرف اشارہ کیا کہ فطرۃ کے اندر افکار تو موجود ہوتے ہیں۔ مگر ان کے اُبھارنے کے لئے عمدہ غذا کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح روحانی افکار بھی انسان کے اندر موجود تو ہوتے ہیں۔ مگر اُن کے ابھارنے کے لئے بھی روحانی غذا کی ضرورت ہوتی ہے۔ سب انسان ایک ہی قسم کے ہیں۔ مگر ایک اعلیٰ درجہ کی قوت فکریہ رکھتا ہے دوسرا نہیں۔ اور اس کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ ایک کو مناسب غذا ملتی ہے دوسرے کو نہیں یہی حال رُوحانی عالم کا ہے۔ سب ہی انسانوں کے اندر اللہ تعالیٰ کی محبت کا جذبہ ہے لیکن ایک آدمی جو روحانی غذائیں کھاتا ہے۔ اس کی قوتِ فکریہ کو جلا اور روشنی مل جاتی ہے دوسرے کو نہیں۔

غذا کے حیوانی ہونے کے متعلق ایک اعتراض اور اس کا جواب

۱۳؎ **حل لغات**۔ سَخَّرَ کیلئے دیکھو سورۃ رعد ۳۵

۲ سَخَّرَ

Presented by: Rana Jabir Abbas

یعقلون

یَعْقِلُوْنَ:۔ عَقَلَ (یعقِلُ۔عقلاً) سے مضارع جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ اور عقل الغلام کے معنے ہیں: اَدْرَكَ لڑکا بالغ ہوگیا۔ عَقَلَ الشیٔ عقلاً کے معنے ہیں: فَهِمَهُ وَ تَدَبَّرَهٗ کسی چیز کو سمجھا اور اس پر غور کیا۔ عقل البعیر وَشَنَّ وَطِیْفَهٗ مع ذراعِهٖ فشدّهما معًا بِحَبْلٍ۔ اونٹ کی پنڈلی کو اس کی ران کے ساتھ ملا کر باندھ دیا۔ اور عقال اس رسی کو کہتے ہیں جس کے ساتھ اونٹ کی پنڈلی باندھی جاتی ہے۔ (اقرب) پس اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ کے معنے ہوں گے۔ کہ جو لوگ عقل سے کام لیتے ہیں یعنی بات کو سمجھتے اور اس پر تدبر کرتے ہیں۔ اُن کے لئے اس میں کئی نشان پائے جاتے ہیں۔

رات اور دن کے علاوہ سورج چاند وغیرہ کے ذکر کی ضرورت

تفسیر:۔ اب ایک اور قسم کی نعمتوں کا ذکر کیا جو جمادات سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور ان میں سے بھی اُنہی کا انتخاب کیا ہے جو انسانی دماغ کے نشوونما پر خاص طور پر اثر انداز ہوتی ہیں بیشک انسان لوہے۔ لکڑی۔ سونے۔ چاندی۔ پیتل سے بھی فائدہ اٹھاتا ہے لیکن ان اشیاء سے وہ بڑا فائدہ بیرونی آرام کی قسم کا حاصل کرتا ہے۔ برتن بناتا ہے۔ مکان بناتا ہے۔ آلات بناتا ہے۔ براہ راست ان اشیاء کا اثر انسانی دماغ پر نہیں پڑتا۔ لیکن چونکہ اس جگہ انسانی دماغ کے نشوونما کے ذکر پر زور دینا مقصود ہے۔ اس لئے جمادات کی مذکورہ بالا اقسام کی بجائے رات اور دن سورج، چاند اور ستاروں کا ذکر کیا گیا۔

جمادات سے تعلق رکھنے والی نعمتوں کا ذکر

کہا جا سکتا ہے کہ رات اور دن تو جمادات میں سے نہیں۔ اور یہ درست بھی ہے۔ لیکن اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ رات اور دن کے فوائد سورج اور چاند اور ستاروں کے اثرات سے وابستہ ہیں۔ اور وہ اجرام فلکی ان کے ذریعہ سے اپنی تاثیرات ظاہر کرتے ہیں۔ یعنی اپنی شعاعوں کو نازل کر کے یا ان کو روک کر۔ اس لئے رات اور دن بھی درحقیقت جمادی اثرات میں ہی شامل ہونے کے مستحق ہیں۔

رات اور دن در حقیقت جمادی اثرات میں ہی شامل ہونے کے مستحق ہیں۔

اگر کہا جائے کہ رات اور دن جب سورج اور چاند اور ستاروں کے ظہور اور فوائد پر دلالت کرتے ہیں۔ تو پھر سورج چاند وغیرہ کا الگ نام لینے کی کیا ضرورت تھی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ گو رات اور دن ان اجرام فلکی کی تاثیرات کے ظہور کا نام ہیں۔ لیکن ان کے علاوہ بھی سورج اور چاند اور ستاروں کے اثرات ہیں۔ اور ان سے ایسی تاثیرات بھی دنیا پر پڑتی ہیں جو آنکھوں سے نظر آنے والی شعاعوں کے علاوہ دوسرے ذرائع سے انسان پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ جیسے برقی یا مقناطیسی اثرات۔ اور ان کے سوا اور کئی قسم کی تاثیرات ہیں جو سائنس روز بروز دریافت کر رہی ہے اور کئی وہ شاید کبھی بھی دریافت نہ کر سکے پس باوجود اس کے کہ رات اور دن اجرام فلکی کی تاثیرات کے ظہور کا ذریعہ ہیں۔ ان کے علاوہ بھی سورج چاند ستاروں کا نام لینے کی ضرورت تھی تا ان دوسری تاثیرات کا ذکر کیا جائے جن سے انسانی دماغ فائدہ اُٹھا رہا ہے۔

شعاعوں کی تاثیر کے متعلق سائنس کی تحقیقات

اس جگہ یہ سوال ہو سکتا ہے کہ اگر یہ بات ہے۔ تو پھر رات اور دن کے ذکر کی ضرورت نہ تھی۔ سورج چاند اور ستاروں کا ذکر کافی تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ سورج چاند اور ستاروں کی دوسری تاثیرات سے تو عرب کے لوگ ابھی واقف نہ تھے۔ صرف رات اور دن کی تاثیرات سے ان کو آگاہی تھی اور اب بھی علمی طبقہ کے علاوہ باقی لوگ رات اور دن کی تاثیرات اور ان کے فوائد سے تو آگاہ ہیں۔ لیکن سورج چاند اور ستاروں کی دوسری تاثیرات سے واقف نہیں ہیں۔ پس فائدہ کو وسیع کرنے کے لئے اور قرآن کریم کے پہلے مخاطبوں کے ذہنوں سے مضمون کو قریب الفہم بنانے کے لئے ضروری تھا کہ دن اور رات کو الگ بھی بیان کر دیا جاتا تا کہ ان کا دماغ بسہولت آیت کے مضمون کی طرف منتقل ہو سکتا۔

یاد رہے کہ سائنس کی موجودہ تحقیق نے سپیکٹرم کے ذریعہ سے جو ایک ایسا آلہ ہے جس کے ذریعہ سے روشنی کی شعاعوں کو پھاڑ کر الگ الگ کر لیا جاتا ہے۔ یہ معلومات حاصل کی ہیں کہ فلاں ستارے میں فلاں قسم کی دھاتیں ہیں اور فلاں میں فلاں قسم کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف روشنی ہی نہیں بلکہ روشنی کے ساتھ مختلف دھاتوں کی تاثیرات بھی دنیا پر اُترتی رہتی ہیں اور ان سے اہل دنیا کے دماغ اور قویٰ پر مختلف اثرات

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

نازل ہوتے رہتے ہیں۔ چاند کی شعاعوں کی تاثیرات تو کئی رنگ میں دنیا پر ظاہر ہوتی رہتی ہیں۔ عام طور پر ہمارے ملک میں مشہور ہے کہ چاند گرہن جب مکمل ہو۔ تو حاملہ عورتوں پر اس کا بُرا اثر پڑتا ہے چنانچہ ایسے وقت میں حاملہ عورتیں کمروں سے باہر نہیں نکلتیں۔ گو عام طور پر اسے وہم سمجھا جاتا ہے۔ مگر میں نے اس سوال پر خاص طور پر غور کیا ہے اور معلوم کیا ہے کہ جب چاند گرہن مکمل ہو۔ تو اس کے بعد بہت سی عورتوں کی زچگی سخت تکلیف دہ ہوتی ہے۔ اور ان میں بکثرت موتیں ہوتی ہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ تکلیف اٹھانے والی عورتیں وہ ہوتی ہیں جو ایسے وقت میں چاند کو دیکھتی ہیں۔ یا اس کے بغیر بھی اُن پر یہ تاثیر عمل کرتی ہے۔ مگر بہر حال میں نے کئی دفعہ اس کا تجربہ کیا ہے اور دوسروں کو بھی بتایا ہے جنہوں نے اپنے تجربہ سے اس کی تصدیق کی ہے۔ یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ یہ تاثیر ہمیشہ ہوتی ہے یا اس کا ظہور بعض اور ستاروں کی نسبت سے ہوتا ہے۔ یعنی چاند دوسرے ستاروں سے ایک خاص زاویہ پر ہو۔ تو اس وقت اس کی یہ تاثیر ظاہر ہوتی ہے یا آزادانہ ہوتی ہے۔ یہ منجم ہی بتا سکتے ہیں۔ میں نے تو بعض توہمات کی تحقیق کرتے ہوئے جو چاند گرہن کی حاملہ عورتوں پر تاثیر کے متعلق ہمارے ملک میں پائے جاتے ہیں یہ امور مشاہدہ کئے ہیں۔ ان کو معین اور علمی صورت دینا ستاروں کے علماء کا کام ہے۔

خلاصہ یہ کہ جمادات کی روشنیاں اور شعاعیں اور مقناطیسی تاثیرات بھی انسانی نشوونما پر خاص اثر ڈالتی ہیں جن میں سے بعض ظاہر ہوتے ہیں بعض مخفی۔ اور بعض بلا واسطہ ہوتے ہیں اور بعض بالواسطہ۔ بالواسطہ سے میری مراد ان تاثیرات سے ہے جو نباتات یا حیوانات پر وارد ہوتی ہیں اور پھر ان حیوانات اور نباتات کو انسان استعمال کرتا ہے۔

سورج اور چاند کی موٹی تاثیرات سے مراد وہ تاثیرات ہیں جو صحت پر پڑتی ہیں۔ دن کی روشنی کئی قسم کی بیماریوں کو دُور کرتی ہے اور انسانی جسم میں صحت کا مادہ بڑھاتی ہے۔ چنانچہ جو لوگ دن رات بند کمروں میں رہتے ہیں ان کی صحت خراب ہو جاتی ہے۔ اسی طرح رات کی تاریکی اعصاب پر تسکین دِہ اثر ڈالتی ہے۔ اسی وجہ سے رات کی نیند بہت آرام دِہ ہوتی ہے۔ بہ نسبت دن کی نیند کے۔ خصوصاً دوپہر کی نیند کے۔ کہ اُس سے نہ صرف یہ کہ آرام کم ملتا ہے۔ بلکہ بعض دفعہ اس سے نزلہ وغیرہ کی قسم کی بیماریاں بھی پیدا ہوتی ہیں۔ غرض دن کام کے لحاظ سے زیادہ بہتر ہے اور رات آرام کے لحاظ سے۔ پھر بعض قسم کی سبزیوں پر دن کی روشنی کی مبارک تاثیر پڑتی ہے اور بعض پر رات کی روشنی کی جو چاند اور ستاروں سے آتی ہے چنانچہ گڑی رات کو اس سرعت سے بڑھتی ہے کہ دیکھ کر حیرت آتی ہے بعض دفعہ کھیت کے پاس بیٹھو تو یوں آواز پیدا ہوتی ہے گویا کہ کڑی پتوں میں پھیل رہی ہے اسی طرح بعض پھول چاندنی راتوں میں کھلتے ہیں۔ بعض اندھیری راتوں میں۔ اور یہ سب امور اس امر کی شہادت ہیں کہ رات اور دن اور اجرام فلکی کی تاثیرات اہل دنیا کے نشوونما پر خاص اثر ڈال رہے ہیں اور ان کا وجود صرف آنکھوں کے لئے روشنی مہیا کرنا نہیں۔ یا اعصاب کے آرام کے لئے تاریکی دینا ہی نہیں۔ بلکہ ان کے علاوہ بھی ان کی وسیع تاثیرات ہیں۔ جن لوگوں کو چاند کی روشنی میں بسر کرنے کا موقعہ ملا ہے۔ انہوں نے اس کا مشاہدہ کیا ہوگا کہ اس وقت خیالات میں ایک عجیب قسم کا ہیجان پیدا ہو جاتا ہے اور قوتِ فکریہ میں ایک تلاطم پیدا ہو جاتا ہے اسی طرح رات اور دن اور سورج اور چاند اور ستاروں کا تعلق راستہ دکھانے سے بھی ہے۔ دن کو سورج کی روشنی اگر سب فضاء کو روشن کر کے راستہ دکھانے میں ممد ہوتی ہے اور جہات اربعہ یعنی مشرق مغرب شمال جنوب کو بتا کر اگر راہگیروں کی راہنمائی کرتی ہے۔ تو رات کو چاند اپنی روشنی سے سورج کا سا کام کرتا ہے اور ستارے اپنے مقامات سے ہدایت کا موجب ہوتے ہیں۔ چنانچہ سمندروں میں جہازوں کے چلنے میں ستاروں کے مقامات خاص طور پر مدد کرتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ رات اور دن اور سورج چاند اور ستارے انسانی دماغ کو نشوونما دینے میں

چاند کی شعاعوں کی تاثیر

سورج اور چاند کی روشنی کی تاثیر

چاند گرہن کا اثر

جمادات کی روشنیاں شعاعیں مقناطیسی تاثیرات انسانی نشوونما پر خاص اثر ڈالتی ہیں۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اَلْوَانُهٗ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ۝

تمہارے کام آرہا ہے) اس میں (بھی) ان لوگوں کے لئے جو نصیحت حاصل کرتے ہیں یقیناً ایک نشان (دیا گیا) ہے ۵۱۴

وَهُوَ الَّذِيْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا

اور وہ وہ (پاک) ذات ہے جس نے سمندر کو بھی تمہاری (بے اجرت) خدمت پر لگا رکھا ہے تاکہ تم اس میں سے (مچھلی وغیرہ کا) تازہ گوشت

وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى

کھاؤ۔ اور اس سے زیور (کا سامان) نکالو جسے تم (لوگ) پہنتے ہو۔ اور (اے مخاطب) تُو

اور اس کے کاموں میں سہولت پیدا کرنے میں خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ اور یہ جمادات میں سے ہیں جو انسان سے بہت دور کا تعلق رکھتے ہیں۔ اور ان کی ذاتی نشوونما کی طاقت ایسی مخفی ہے کہ اس کا اندازہ ظاہری نگاہ سے نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن باوجود اس کے وہ اپنی تاثیرات سے نباتات اور حیوانات کے نشوونما پر اور اُن کے ذریعہ سے بھی اور براہِ راست بھی انسان کے نشوونما پر خاص اثر ڈالتے ہیں۔ پس حیوانی غذا اور نباتی غذا کے بعد اس مخفی غذا کی طرف اشارہ کیا جو انسان جمادات سے اور خصوصاً ان بڑے جلوی اجرام سے جو آسمان پر ہیں حاصل کر رہا ہے۔

حیوانی اور نباتی غذا کے بعد مخفی غذا کی طرف اشارہ

اس جگہ ایک اور لطیفہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ حیوانوں اور نباتات کے بارہ میں تو صرف یہ فرمایا تھا کہ ہم نے ان کو تمہارے لئے پیدا کیا ہے لیکن رات اور دن اور سورج چاند ستاروں کے ذکر میں سَخَّرَ کا لفظ فرمایا ہے جس کے معنے ہیں بغیر اجرت کے کام پر لگا رکھا ہے۔ یہ فرق اس لئے کیا کہ حیوانوں اور نباتات سے انسان جو فائدہ اٹھاتا ہے۔ اس کے متعلق وہ سمجھتا ہے کہ میں نے اپنے زور سے یہ فائدہ اٹھایا ہے۔ گو یہ ہے غلط۔ کیونکہ خدا تعالیٰ ان کو پیدا نہ کرتا تو وہ فائدہ کہاں سے اٹھاتا۔ مگر پھر بھی چونکہ بظاہر اس میں انسانی اختیار کا دخل ہے۔ وہاں صرف پیدائش کی طرف اشارہ کیا ہے۔ مگر اس آیت میں جو فوائد بیان ہوئے ہیں اُن کے حصول میں انسانی تصرف کا کوئی دخل نہیں۔ اس لئے اس جگہ سَخَّرَ کا لفظ استعمال کر کے بتایا کہ کم سے کم ان اشیاء کی نسبت

حیوانوں اور نباتات کے متعلق پیدا کرنے کے الفاظ اور سورج چاند کے لئے سَخَّرَ کا لفظ استعمال کرنے کی وجہ۔

ذَرَاَ

اَلْوَان

تو تم کو ماننا پڑے گا کہ وہ جو انسانی خدمت کر رہی ہیں، انکا موجب حکم الٰہی ہے۔ کیونکہ اُن پر تم کو کوئی تصرف حاصل نہیں ہے۔

اس آیت کے آخر میں یہ فرمایا کہ یہ امور عقلمندوں کے لئے نشان ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قوتِ فکریہ نزدیک کی اشیاء کا حال معلوم کرتی ہے اور قوتِ عقل دور کی چیزوں سے بھی تعلق رکھتی ہے۔ چونکہ پہلی آیات کی اشیاء خوراک سے تعلق رکھتی تھیں اور انسان اُن کے اثر کو اپنے اندر محسوس کرتا ہے۔ اس لئے وہاں فکر کا لفظ رکھا ہے اور ان چیزوں کی تاثیر بیرونی ہے اور ان سے فائدہ اٹھانا دانش سے تعلق رکھتا ہے۔ اس لئے لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ فرمایا۔

۵۱۴ حل لغات۔ ذَرَاَ: ذَرَاَ اللّٰهُ الْخَلْقَ کے معنے ہیں: خلقھم۔ اللہ نے مخلوق کو پیدا کیا۔ ذَرَاَ الشَّيْءَ: کَثَّرَهٗ۔ کسی چیز کو زیادہ کیا۔ ذَرَاَ الْاَرْضَ: بَذَرَهَا: زمین میں بیج بویا (اقرب)

اَلْوَان: لَوْنٌ کی جمع ہے۔ اور اللَّوْنُ کے معنے ہیں۔ مَا فصلَ بَيْنَ الشَّيْءِ وَ بَيْنَ غَيْرِهٖ۔ یعنی لون اس چیز کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ سے ایک چیز دوسری چیز سے ممتاز نظر آتی ہے۔ اللَّوْنُ۔ النَّوْعُ قسم۔ اللَّوْنُ۔ صفةُ الجسد وهَيْئَتُه من البياضِ والسَّواد والحُمْرَةِ۔ کسی جسم کا سیاہ، سفید سرخ رنگ (اقرب)

تفسیر:۔ ذرأ کے معنے پیدا کرنے کے ہیں۔ پس اس

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جگہ ان سب اشیاء کا ذکر ہے جو دنیا میں موجود ہیں خواہ حیوانات کی قسم کی ہوں، خواہ نباتات کی قسم کی خواہ جمادات کی قسم کی۔

اس آیت سے ایک نئے مضمون کو شروع کیا اور رنگوں کے اختلاف کو پیش کیا کہ وہ بھی تاثیرات رکھتے ہیں اور انسان اُن سے بھی فائدہ اٹھاتا ہے۔ قرآن کریم کیسا عظیم الشان کلام ہے جو ان چیزوں کا ذکر اس زمانہ میں بیان فرماتا ہے جبکہ دنیا ان سے کلی طور پر ناواقف تھی۔ رنگوں کی تاثیرات کی دریافت علمی طور پر موجودہ زمانہ میں ہوئی ہے۔ حتیٰ کہ بنفشئی شعاعوں اور ماوراء بنفشئی شعاعوں اور کئی قسم کی دوسری شعاعوں کی دریافت سے بیماریوں کے علاج میں غیر معمولی مدد ملی ہے اور طب میں بھی ایک نیا باب علاج بالوان کا کھل گیا ہے۔ یعنی مختلف رنگوں کی بوتلوں میں پانی رکھ کر اور سورج کی شعاعوں کے مقابل پر رکھ کر خالی پانی کو دوا کی صورت میں بدل دیا جاتا ہے۔ گو یہ طریق علاج ابھی علمی حد تک نہیں پہنچا۔ مگر اس کے بعض فوائد ناقابل انکار ہیں۔ ان کے علاوہ یہ امر تجربہ شدہ ہے کہ ایک ہی قسم کی اشیاء رنگ کے اختلاف کی وجہ سے مختلف تاثیرات ظاہر کرتی ہیں۔ مثلاً توت ہے۔ اس میں سے سفید گھلے میں خراش کرتا ہے اور سیاہ توت خناق جیسی مرض میں مفید ہوتا ہے۔ مسہل سفید اور سُرخ تاثیرات کے لحاظ سے ایک دوسرے سے بعض امور میں قوی یا ضعیف ہوتے ہیں۔ یہی حال اور سینکڑوں اشیاء کا ہے کہ چیز ایک ہی ہوتی ہے لیکن رنگ کے تغیر سے اس کے فوائد میں تغیر پیدا ہو جاتا ہے۔ بہت سی چیزوں کے فوائد معلوم ہو گئے ہیں اور بہت سی کے ابھی مخفی ہیں۔ مگر اس حد تک اس علم کا انکشاف ہو چکا ہے کہ رنگوں کی تاثیرات کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ موجودہ طب میں تو مختلف رنگوں سے بعض شدید بیماریوں کا علاج کیا جاتا ہے۔ اگر زندہ رنگ کی اکری فلیون بیرونی زخموں کے لئے مفید ہے تو مرکیورو کروم اندرونی زخموں کے لئے مفید ہے۔ اسی طرح اور کئی رنگ ہیں۔ میں نے ایک دفعہ اکری فلیون کو دیکھ کر خیال کیا کہ معلوم ہوتا ہے زرد رنگ کی تاثیر زخموں کے لئے اچھی ہوتی ہے۔ اور اسی وجہ پر پرانے زمانہ میں زخموں کے علاج کے لئے ہلدی کو بکثرت استعمال کیا جاتا تھا۔ اس خیال سے میں نے ہلدی کا رنگ الگ نکال کر زخموں کے لئے ایک ڈاکٹر کو دیا۔ انہوں نے تجربہ کر کے بتایا کہ گو اکری فلیون جیسی تاثیر تو نہیں۔ مگر اس کے ساتھ ملتی ہوئی تاثیر ایک دوا میں ضرور تھی۔ اس فرق کی وجہ میں نے یہ سمجھی کہ اس حد تک میں اس کا جوہر نہیں نکال سکا جس حد تک کہ جرمنوں نے نکال لیا ہے۔ ورنہ بات وہی ہے۔ غرض رنگوں کی تاثیرات ایک ثابت شدہ حقیقت ہیں۔ گو اب تک یہ علم مکمل نہیں ہوا۔ قرآن کریم اس کی طرف اشارہ فرماتا ہے اور توجہ دلاتا ہے کہ اجرام تو الگ رہے اُن کے رنگ تک تمہارے فائدہ میں لگے ہوئے ہیں۔ اور کیسی کیسی باریک ہوا سے اللہ تعالیٰ نے تمہاری جسمانی ترقی کے سامان پیدا کئے ہیں۔ مگر تم اب بھی نہیں سمجھتے کہ روحانی ترقی کے لئے بھی ویسے ہی وسیع بلکہ ان سے بھی زیادہ وسیع سامان پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

ذرات کے اختلاف سے سب اشیاء کی پیدائش کا ذکر

رنگوں کے اختلاف اور تاثیر کا ذکر ان کی علمی دریافت سے پہلے

علاوہ ازیں اس رنگوں کے تغیر سے اس طرف بھی اشارہ کیا کہ ایک ہی چیز کے کئی رنگ ہوتے ہیں۔ اور اگر ایک طرح اپنی قسم کی دوسری چیزوں سے اتحاد ہوتا ہے۔ تو دوسری طرح سے وہ مختلف بھی ہوتی ہے۔ سب انسان، انسان ہیں مگر کوئی دو آدمی ظاہری شکل یا باطنی قوتوں میں یکساں نہیں ملتے سب اونٹ، اونٹ ہیں۔ مگر پھر ہر اونٹ کی شکل اور عقل دوسرے اونٹ سے مختلف ہوتی ہے۔ گویا ایک طرف شدید اتحاد ہے تو دوسری طرف شدید اختلاف۔ یہی حال نباتات کا ہے۔ سب آموں کے درخت آموں کے ہی درخت ہیں۔ مگر ہر درخت دوسرے سے الگ پہچانا جاتا ہے اور ایسا ہی حال ان کے پھلوں کا ہے۔ غرض دنیا میں ہر جنس کے افراد دوسرے افراد سے مشابہت رکھتے ہیں۔ مگر پھر اُن سے مختلف بھی ہوتے ہیں۔ اگر رنگوں کا یہ فرق نہ ہوتا، تو ایک کو دوسرے سے پہچاننا ناممکن ہو جاتا۔ اب تو ہر ماں باپ اپنے بچے کو، ہر بیٹا اپنے ماں باپ کو۔ ہر خاوند بیوی کو، بیوی خاوند کو۔ بھائی، بھائی کو پہچانتا ہے۔ اگر امتیازی نشان نہ ہوتے تو پہچاننا کس قدر مشکل ہوتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے کس قدر وسیع فرق ہر شے میں رکھا ہے۔ سفید رنگ ہے تو

ایک ہی قسم کی اشیاء کا رنگوں کے اختلاف کی وجہ سے مختلف تاثیرات کا ظاہر کرنا

طب میں مختلف رنگوں سے بیماریوں کا علاج

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

رنگوں کے درجہ کو ایک ہی جنس کی دو چیزوں میں امتیاز

اس کے اس قدر مدارج ہیں کہ انسان ان کے نام نہیں رکھ سکتا۔ سیاہ رنگ ہے تو اس کے اس قدر مدارج ہیں کہ ان کی گنتی نہیں کی جا سکتی۔ صرف آنکھ اس فرق کو پہچانتی ہے اور اس فرق کی وجہ سے فوراً دو چیزوں میں امتیاز کر لیتی ہے۔ مگر زبان اس فرق کو اکثر نہیں بتا سکتی۔

اللہ تعالیٰ اسی امتیاز کے روحانی پہلو کی طرف اشارہ فرماتا ہے کہ دیکھو جس طرح اشیاء کے مادی رنگ مختلف ہیں۔ اسی طرح ان کے باطنی رنگ بھی مختلف ہیں۔ پھر جس طرح انسان کے جسم کی ضروریات مختلف ہیں۔ اس کے مقابل پر مختلف رنگ کی اشیاء بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں۔ نہ انسان کے جسم کی ضرورتوں کو کلی طور پر کوئی سمجھ سکتا ہے نہ اُن کے پورا کرنے کے سامان کوئی پیدا کر سکتا ہے۔ کیونکہ ہر انسان کا ذوق الگ ہوتا ہے اور اس کے جسم کے تقاضے مختلف ہوتے ہیں کسی کو میٹھا مفید ہے، کسی کو کھٹا۔ کسی کو کدو پسند ہے، کسی کو بینگن۔ ایک کیلے پر جان دیتا ہے، دوسرا اُس کے چکھنے کی برداشت نہیں رکھتا۔ غرض انسانی طبائع ایسے مختلف انواع کی ہیں کہ ان کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔ کیا بلحاظ قوتِ ذائقہ کے اور کیا بلحاظ مختلف تاثیرات سے مناسبت رکھنے کے۔ ان میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔ اور ہر ایک کی ضرورت اللہ تعالیٰ نے بیرونی اشیاء میں پوری کر چھوڑی ہے۔ انسان تو ان اختلافات کی اقسام گن تک نہیں سکتا۔ وہ ان کے مطالبات کو پورا کرنے کی طاقت کہاں رکھ سکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے مختلف رنگوں اور مختلف ذوقوں اور مختلف مزاجوں کے لوگوں کو پیدا کیا اور پھر ان کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے ویسی ہی مختلف الانواع چیزیں بھی پیدا کر دیں۔ ان معنوں کے رُو سے لَوْن کے معنے نہ صرف رنگ کے لئے جائیں گے بلکہ نوع کے بھی۔ اور جیسا کہ حل لغات میں بتایا گیا ہے لَوْن کے معنے نوع کے بھی ہوتے ہیں۔

لَوْن کے معنے مختلف انواع کے

اس مضمون سے اللہ تعالیٰ نے اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ دیکھو دنیا میں مختلف رنگوں اور مختلف انواع کی چیزیں اُس نے پیدا کی ہیں۔ تاکہ تمہاری مختلف ضرورتوں اور تمہارے مختلف میلانوں کو پورا کرے۔ تم خود یہ کام نہیں کر سکتے۔ پھر تم کس طرح سمجھ سکتے ہو کہ تمہاری اخلاقی قوتوں کے فرق اور اختلاف کے باوجود کوئی انسانی تعلیم سب انسانوں کے لئے یکساں مفید ہو سکتی ہے۔ یہ ضرورت بھی اللہ تعالیٰ ہی پوری کر سکتا تھا جو انسان کی طبیعت اور اس کے اختلافات کا پیدا کرنے والا ہے اور اُسے جانتا ہے۔ ورنہ جو انسان قانون بنائے گا اپنے ذوق اور اپنے میلان کے مطابق قانون بنا لیگا اور اگر جماعت بنائیگی۔ تو اس جماعت کے میلانوں تک وہ تعلیم محدود رہے گی۔ صرف اللہ ہی کی دی ہوئی تعلیم ہو گی جس میں ہر طبیعت کے میلان اور ہر فطرت کے تقاضے کا خیال رکھا گیا ہو گا اور ہر مخفی ضرورت کو پورا کیا گیا ہو گا۔ پس الہام کا آنا انسان کی روحانی ترقی کیلئے ضروری ہے۔ ورنہ اوّل تو انسان اپنی عقل سے روحانی ضرورتوں کو پورا کر ہی نہ سکے گا۔ اور اگر ایک حد تک ضرورت پورا کرنے کا سامان کرے گا بھی۔ تو وہ محدود ہو گا اور نہ تو کسی انسان کی سب ضرورتوں کو پورا کر سکے گا اور نہ تمام انسانوں کی بعض ضرورتوں کو پورا کر سکے گا۔

اس آیت کے آخر میں فرمایا کہ اس میں ان لوگوں کے لئے نشان ہیں جو نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ یہ لفظ اس جگہ اس لئے استعمال فرمایا کہ مختلف الوان کی ضرورت پورا کرنے کا سوال خالص اخلاقی سوال ہو جاتا ہے اور اس کا براہِ راست نصیحت سے تعلق ہے۔

عقل اور تذکر کو مضمون کے ساتھ مناسبت

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ فکر، عقل اور تذکر کو ہر آیت کے مضمون کی مناسبت سے نہیں بلکہ سارے مضمون کی مناسبت سے رکھا گیا ہے۔ اور درحقیقت تینوں لفظوں کا تعلق سارے ہی مضمون سے ہے۔ صرف ان کو ان کے درجہ کے مطابق پھیلا کر سارے مضمون میں رکھ دیا گیا ہے۔ پہلے فکر کو رکھا ہے۔ کیونکہ یہ پہلا ذریعہ اصلاح کا ہے۔ کیونکہ جب انسان نیک یا بد تغیر کی طرف جھکنے لگتا ہے تو پہلے فکر پیدا ہوتا ہے۔ پھر جب فکر کامل ہو جائے تو عقل پیدا ہوتی ہے۔ یعنی انسان بدی سے رُکنے لگتا ہے اور اس کے عمل میں اصلاح شروع ہوتی ہے۔ جب

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِن فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ

اُمیں کشتیوں کو پانی پھاڑتے (اور زور سے چلتے) ہوئے دیکھتا ہے (جو اس لئے چلتی ہیں) کہ تم سمندری سفر طے کرو) اور تاکہ تم اس کے بعض فضل (بھی) تلاش کرو اور تاکہ

تَشْكُرُونَ ○ وَأَلْقَىٰ فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَن تَمِيدَ

تم (اس کا) شکر ادا کرو ۱۵ اور اس نے زمین میں (بہت سے) محکم پہاڑ (گاڑ) رکھے ہیں تاکہ وہ تمہیں (لے کر) ڈھلک نہ جائے

یہ عملی اصلاح ہو جاتی ہے تو تیسرا درجہ تذکر کا شروع ہوتا ہے یعنی نیکی راسخ ہو جاتی ہے اور ہر قدم پر انسان کو اس کا فرض یاد آتا رہتا ہے اور عقل کے مقام پر جس طرح اُسے اپنے نفس کو روکنا پڑتا تھا اب اس کی ضرورت نہیں رہتی۔ بلکہ نفس خود ہی نیکی کے اصول کو یاد رکھتا ہے اور نیکی اس کی طبیعت ثانیہ ہو جاتی ہے۔

۱۵ حل لغات۔ اَلطَّرِیُّ: طَرِیَ النَّضْنُ واللحمُ والثَّوْبُ (یَطْرٰی وَطَرُیَ وَیَطْرُوْ وَطَرَاوَۃً و طَرَاءَۃً وَطَرَاءً) کَانَ طَرِیًّا۔ ہر چیز جو نئی ہو اور بناوٹ کے لحاظ سے تروتازہ ہو۔ اُسے طَرِیٌّ کہتے ہیں۔ جیسے نیا کپڑا۔ گوشت جو تازہ ہو۔ اسی طرح درخت کی شاخ جو تازہ ہو اور قریب پس لحم طریٌّ کے معنے ہوں گے۔ تازہ گوشت۔

اَلْحِلْیَۃُ:۔ مایُزَیَّنُ بہ مِنْ مَصُوْغِ المعدنیات اوِ الحجارۃِ الکریمۃِ ۔ معدنیات اور قیمتی پتھروں سے بنے ہوئے زیور جو زینت کیلئے پہنے جاتے ہیں اسکی جمع حُلِیٌّ آتی ہے (اقرب)

اَلْفُلْكُ: اَلسَّفِیْنَۃُ ۔کشتی۔ یُذَکَّرُ وَیُؤَنَّثُ یہ لفظ مذکر اور مؤنث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے (اقرب)

مَوَاخِرَ: مَاخِرَۃٌ کی جمع ہے۔ اور مَاخِرَۃٌ: مَخَرَ سے اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ مَخَرَتِ السَّفِیْنَۃُ کے معنے ہیں۔ جَرَتْ تَشُقُّ الْمَاءَ مع صَوْتٍ ۔کشتی پانی کو چیرتی ہوئی چلی گئی اور اس کی آواز نکلتی تھی۔ وقیل اِسْتَقْبَلَتِ الرِّیْحَ فی جَرْیِہَا۔ اور بعض نے یہ معنے کئے ہیں کہ کشتی ہوا کے رُخ پر چلی مَخَرَ السابِحُ کے معنے ہیں۔ شَقَّ الْمَاءَ بِیَدَیْہِ تیرنے والا اپنے دونوں ہاتھوں سے پانی کو چیرتا ہوا تیرا۔ اَلْفُلْكُ

المواخر۔ الّتی تشقّ الماءَ مع صوتٍ ۔ وہ کشتیاں جو پانی کو اس طور پر چیرتی ہوئی چلتی ہیں کہ اُن سے آواز پیدا ہوتی ہے (اقرب)

۲ خشکی کی چیزوں کے مقابل تری کی چیزوں کا ذکر

تفسیر۔ پہلی آیات میں خشکی کی چیزوں کا ذکر کیا تھا یا ان چیزوں کا جن سے انسان خشکی پر بھی فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ اب تری کا ذکر کیا اور سمندر کے مسخر ہونے کا ذکر فرمایا۔

۱ الطریّ

سمندر کے لفظ کو بھی تسخیر کے لفظ سے شروع کیا۔ کیونکہ سمندر بھی انسان کے تصرف میں نہیں ہوتا۔ بلکہ انسان محض اس سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ مگر رات دن سورج چاند ستاروں کی

۲ سمندر کے سوا ستاروں کی تسخیر کے ساتھ بامرہٖ کا لفظ نہ لانے کا مطلب

تسخیر کے ذکر میں مُسَخَّرَاتٌ بِاَمْرِہٖ فرمایا تھا۔ سمندر کے ذکر میں بامرہٖ نہیں فرمایا۔ اس لئے نہیں کہ اس کی تسخیر اللہ تعالیٰ کے حکم سے نہیں ہوتی۔ بلکہ اس وجہ سے کہ اجرام فلکی سے فائدہ

۳ الحلیۃ

اٹھانے کے لئے انسان کچھ بھی کام نہیں کرتا۔ پس ان کی تسخیر کامل طور پر بامرہٖ ہوتی ہے۔ مگر سمندر سے فائدہ اٹھانے میں کشتی۔ جال وغیرہ انسان بناتا ہے۔ اس لئے وہاں امر کا

۴ الفلک

لفظ نہ رکھا۔ ورنہ یوں تو ہر کام بامرہٖ ہی ہوتا ہے۔

سمندر کی تخلیق بھی انسانی ضرورتوں کے پورا کرنے کا

۵ المواخر

ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اس میں بہت سے خزانے محفوظ رہتے ہیں جو اس کے بغیر محفوظ نہ رہ سکتے تھے۔ مثلاً وہ پانی کا ذخیرہ جمع رکھتا ہے۔ جہاں سے پھر سورج اس کو اُٹھا کر لاتا ہے۔ پھر اس کے ذریعہ سے سفروں میں سہولت ہوتی ہے خشکی کے سفر سے وہ بہت زیادہ سستا ہوتا ہے۔ جو ملک سمندر کے کنارہ

۶ سمندر کی تسخیر کے ذکر کی وجہ

پر ہوتے ہیں۔ وہ بہت زیادہ تجارتی اور سیاسی ترقی کر سکتے ہیں۔ کیونکہ سمندر کسی کے قبضہ میں اس طرح نہیں آ سکتا جس طرح

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ وَعَلٰمٰتٍ

اور (اس نے تمہارے لئے) کئی دریا (چلائے ہیں) اور کئی خشکی کے راستے (بھی بنائے) ہیں تاکہ تم (آسانی سے اپنی منزلِ مقصود تک) راہ پاسکو ۱۶ اور (ان کے علاوہ اس نے) کئی

سمندر حریت کے قائم رکھنے کا ایک ذریعہ ہے۔

خشکی قبضہ میں ہوتی ہے۔ اس طرح سمندر گویا حریت کے محفوظ رکھنے کا ایک ذریعہ ہے۔ پس سمندر کی مثال دی کہ سمندر بھی تمہاری ضرورت کو پورا کرنے کے لئے بنایا ہے اور اس میں بھی دیکھو کہ تمہاری غذا کا سامان رکھا ہے۔ مچھلی وغیرہ کا تازہ گوشت تم کو مل جاتا ہے۔ اب کیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ خدا تو تمہارے جسم کے لئے تو خشکی تری میں سفر کی سہولتیں بہم پہنچائے مگر دین کے لئے وہ کچھ بھی نہ کرے۔ اور کیا پھر یہ اس سے بھی عجیب بات نہیں کہ تم دنیاوی سامانوں کو تو شوق سے قبول کرو لیکن روحانی سامانوں کے وقت کہو کہ خدا تعالیٰ کو اس کی کیا ضرورت ہے کہ وہ ہمارے لئے روحانی ترقی کا کوئی سامان پیدا کرے۔

اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ انسانی ضرورتوں کو پانی پورا کرتا ہے اور یہ پانی زمین میں سمندر کی صورت میں موجود بھی ہے۔ لیکن باوجود اس کے اس پانی سے انسان پینے کا فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ کھیتوں کو سیراب کرنے کا فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ مگر اللہ تعالیٰ اس پانی سے مچھلی جیسی اعلیٰ غذا پیدا کرتا ہے اور اس پانی کو سورج کے ذریعہ سے اٹھا کر پینے کے قابل بنا دیتا ہے پس صداقتوں کا دنیا میں موجود ہونا کافی نہیں۔ وہ اسی وقت مفید ہوتی ہیں جب ان کو صاف کر کے اللہ تعالیٰ انسانی روح کے استعمال کے قابل بنا دے۔

صداقتیں اسی وقت فائدہ مند ہوتی ہیں جب وہ صاف کر کے استعمال کے قابل بنا دی جائیں

وَتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً۔ یعنی موتی وغیرہ اسی ناقابل استعمال چیز سے ہی پیدا ہوتے ہیں جن سے تم زیور بناتے ہو۔ اسی طرح اس میں کشتیاں چلتی ہیں جن سے سفر کی سہولت بھی حاصل ہوتی ہے اور تجارت بھی ترقی کرتی ہے جس طرح جانوروں کے متعلق فرمایا تھا کہ تم کو بھی لے جاتے ہیں اور تمہارے اسباب اور سامان بھی۔ وہی کشتیوں کے متعلق فرمایا کہ تمہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچاتی ہیں اور تمہارے تجارتی سامان بھی لے جاتی ہیں۔ تجارتی سامان جس طرح ارزاں طور پر سمندر میں لے جایا جا سکتا ہے خشکی میں نہیں۔ اسی وجہ سے سمندری کناروں کے لوگوں کی تجارت زیادہ چمک جاتی ہے۔

خشکی تری کے سفروں کے ذکر کے ساتھ روحانی سامانوں کی طرف اشارہ

انہار، سُبُل اور رواسی کے ساتھ القی کے لفظ کا استعمال

۱۶ حل لغات

اَلْقٰى: اَلْقَاهُ اِلَى الْاَرْضِ کے معنے ہیں طَرَحَهٗ۔ اس کو زمین کی طرف پھینکا۔ اَلْقَى اِلَيْهِ الْقَوْلَ وَبِالْقَوْلِ۔ اَبْلَغَهٗ اِيَّاهُ۔ کوئی بات اُسے پہنچائی۔ اَلْقَى الْمَتَاعَ عَلَى الدَّابَّةِ۔ وَضَعَهٗ۔ سامان کو جانور پر لادا۔ اَلْقَى فِيْهِ الشَّيْءَ۔ وَضَعَهٗ۔ کسی چیز کو کسی جگہ رکھا۔ اَلْقَى اِلَيْهِ السَّمْعَ: اَصْغٰى۔ اس کی بات سننے کے لئے پوری توجہ کی (اقرب)

رَوَاسِيَ کے لئے دیکھو سورۂ رعد ۴

اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ: تَمِيْدُ مَادَ سے مضارع مؤنث غائب کا صیغہ ہے۔ اور مَادَ الشَّيْءُ کے معنے ہیں۔ تَحَرَّكَ وَ زَاغَ۔ کسی چیز نے حرکت کی اور ایک طرف پر مائل ہو گئی۔ يُقَالُ مَادَتْ بِهِ الْاَرْضُ: دَارَتْ اور مَادَتْ بِهِ الْاَرْضُ کا محاورہ بول کر یہ معنے مراد لیتے ہیں کہ زمین نے اپنے چکر کھانے کے ساتھ اسے بھی چکر دیا۔ اَلسَّرَابُ۔ اِضْطِرَابُ سراب نے حرکت کی (اقرب) پس اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ کے معنے ہونگے کہ اس ڈر سے کہ زمین متحرک ہوتے ہوئے تمہیں چکر میں نہ ڈالے۔ اس ڈر سے کہ تم کو اضطراب میں نہ ڈالے ہماری زبان اور عربی زبان میں فرق ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اس ڈر سے کہ فلاں کام نہ ہو جائے۔ اور عرب کہتے ہیں۔ اس ڈر سے کہ ایسا ہو جائے۔ گویا وہ 'نہ' کو محذوف کر دیتے ہیں۔

تفسیر: اس آیت میں اَلْقٰى کا لفظ استعمال کر کے اس کے بعد رَوَاسِيَ اَنْهٰرًا اور سُبُلًا تین چیزوں کو بیان فرمایا ہے۔ گویا سب کا عامل اَلْقٰى کا لفظ ہے۔ اَلْقٰى کے عام معنے پھینکنے کے ہوتے ہیں۔ اگر ان معنوں کو مدِّنظر

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

رکھا جائے۔ تو آیت کے معنے یہ ہوتے ہیں کہ زمین میں پہاڑ دریا اور راستے پھینکے۔ اور اس پر اعتراض ہوتا ہے کہ پہاڑ تو زمین میں سے نکلے ہیں اور دریا ایک جگہ سے دوسری جگہ تک پانی لے جاتے ہیں اور راستے چلنے کی جگہ کا نام ہے۔ پھر ان کے پھینکنے کے کیا معنے ہوئے۔ بعض نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اَلْقٰی کا لفظ صرف رواسی کے ساتھ لگتا ہے باقی دو لفظوں سے پہلے جَعَلَ کا لفظ محذوف مانا جائے گا۔ اور اس کے یہ معنے ہوں گے کہ پہاڑ پھینکے اور دریا اور راستے بنائے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ عربی زبان کا قاعدہ ہے کہ جب دو اشیاء ایک ساتھ بیان ہوتی ہیں۔ تو مشارکت کی وجہ سے ایک ہی فعل کو دونوں کا عامل بنا دیا جاتا ہے۔ اور دوسرا فعل محذوف سمجھا جاتا ہے۔ جیسے کہ ایک عرب شاعر کا شعر ہے۔

قَالُوا اقْتَرِحْ شَيْئًا نُجِدْ لَكَ طَبْخَهٗ
قُلْتُ اطْبُخُوا لِيْ جُبَّةً وَّقَمِيْصًا

یعنی کہنے والوں نے کہا کہ آپ ہم سے کچھ خواہش کریں۔ تو ہم آپ کے لئے کوئی کھانا اچھی طرح تیار کریں گے۔ میں نے کہا کہ ہاں کھانا بھی پکاؤ اور جُبّہ اور قمیص بھی پکاؤ۔ اس جگہ پکاؤ کا لفظ ہی جُبّہ اور قمیص کے ساتھ لگا دیا گیا ہے اور مراد یہ ہے کہ تم نے کچھ پکانے کی خواہش کی ہے۔ تو پھر میری خواہش یہ ہے کہ میرے لئے جُبّہ اور قمیص پکا دو۔ گویا جو لفظ پکانے کا میزبانوں نے کھانے کے متعلق استعمال کیا تھا۔ وہی اُس نے جُبّہ اور قمیص کے متعلق بھی استعمال کر دیا۔

پس اسی قاعدہ کے ماتحت اگر اس آیت کی تشریح کی جائے اور سمجھا جائے کہ اَلْقٰی صرف رواسی کے لئے ہے اور باقی دونوں اسموں کا عامل جَعَلَ ہے جو محذوف ہے اور آیت کے معنے یہ ہیں کہ پہاڑ زمین میں ڈالے اور دریا اور راستے بنائے۔ تو یہ عربی کے قواعد کے مطابق بالکل درست ہوگا لیکن یہ مشکل پھر بھی رہ جاتی ہے کہ کیا پہاڑ زمین پر پھینکے گئے ہیں۔ جہاں تک جیالوجی یعنی علم پیدائشِ عالم کا تعلق ہے۔ یہ امر ثابت ہے کہ پہاڑوں کا مادّہ زمین سے نکلا ہے نہ کہ باہر سے

اَلْقٰی کے عام معنوں کے مدنظر اس پر ایک اعتراض

لا کر ڈالا گیا ہے۔ پس جو مشکل جَعَلَ محذوف مان کر انہار اور سُبُلًا سے دُور کی گئی تھی۔ پہاڑوں کے بارہ میں پھر بھی قائم رہتی ہے۔ پس یہ جواب بندش آمد مشکل کو حل نہیں کرتا۔

اس وجہ سے میرا یہ خیال ہے کہ انہار اور سُبُل کو پہلے کسی اور فعل کے محذوف کا لینے کی ضرورت نہیں۔ جو توجیہ اَلْقٰی کی رواسی کے متعلق کی جا سکتی ہے۔ وہی انہار اور سُبُل کے متعلق بھی کی جا سکتی ہے اور میرے نزدیک قرآن کریم میں اس کا جواب موجود ہے۔ اس آیت میں تین چیزوں کے بارہ میں اَلْقٰی کا لفظ استعمال ہوا ہے (۱) رواسی (۲) انہار (۳) سُبُل انہی تین چیزوں کے لئے دوسری جگہ جَعَلَ کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے۔ مثلاً سورۃ نمل میں ہے۔ جَعَلَ خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا (نمل ع۶) یعنی زمین کے نشیبوں میں ہم نے دریا بنائے ہیں۔ پہاڑوں کے متعلق آتا ہے۔ وَجَعَلْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ (مرسلات ع۱) زمین میں ہم نے پہاڑ بنائے ہیں۔ اور راستوں کے متعلق آتا ہے۔ وَجَعَلْنَا فِيْهَا فِجَاجًا (انبیاء ع۴) ہم نے زمین میں راستے پیدا کئے ہیں۔ پس وہ تینوں چیزیں جن کی نسبت اَلْقٰی کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ ان تینوں کے بارہ میں دوسری جگہ جَعَلَ کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ اَلْقٰی کے یہ معنے تو نہیں کہ باہر سے لا کر کوئی چیز پھینک دی۔ کیونکہ دوسری آیتوں سے صاف ظاہر ہے کہ یہ تینوں چیزیں زمین میں ہی بنی ہیں۔ پس جب یہ امر دوسری آیات سے ثابت ہو گیا۔ تو ماننا پڑے گا کہ اَلْقٰی کے اس آیت میں کوئی اور معنے ہیں۔ اب دوسرے معنے یا تو لغوی ہو سکتے ہیں یا مجازی۔ جہاں تک میں نے دیکھا ہے دوسرے لغوی معنوں میں سے کوئی بھی یہاں چسپاں نہیں ہوتے۔ وضع کے معنے بھی نہیں۔ کیونکہ اس کے معنے ہیں۔ کوئی چیز ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ رکھ دی۔ پہنچانے کے معنے بھی نہیں لگ سکتے۔ سُنانے کے معنے بھی نہیں۔ لکھوانے کے معنے بھی نہیں اور حُسنِ سلوک کے معنے بھی نہیں لگ سکتے۔ پس ایک ہی بات رہ جاتی ہے کہ اس لفظ کو مجازی معنوں میں مستعمل سمجھا جائے اور میرے نزدیک یہی حقیقت ہے۔ ہاں یہ سوال ہو سکتا ہے کہ یہ

اعتراض کے مختلف جواب اور اس کا اصل حل

دونوں اشیاء کی مشارکت کی وجہ سے دونوں کا ایک ہی فعل کا ماخذ ہونا۔

انہار و سُبل وغیرہ کے لئے قرآن مجید میں جَعَلَ کا استعمال

اَلْقٰی کے لفظ کا استعمال مجازی معنوں میں ہے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

طریق کسی مزید فائدہ کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ وہ کیا فائدہ تھا جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے بعض جگہ جَعَلَ کا لفظ چھوڑ کر اَلْقٰی کا لفظ استعمال فرمایا۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ درست ہے کہ یہ طریق کلام کسی زائد فائدہ کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اور اس آیت میں بھی یہی وجہ ہے۔ اور وہ یہ کہ اَلْقٰی کے اصل معنے پھینک دینے کے ہوتے ہیں اور رکھنے اور پھینکنے میں فرق ہوتا ہے کہ رکھی چیز محدود جگہ میں جاتی ہے اور پھینکی ہوئی چیز اِدھر اُدھر بکھر جاتی ہے۔ اگر کسی چیز کی نسبت ہم یہ بیان کرنا چاہیں۔ کہ وہ کثرت سے پائی جاتی ہے۔ تو ہم بعض دفعہ یہ کہہ دیتے ہیں کہ اس کا تو وہاں چھڑکاؤ ہوا ہوا ہے۔ یا کہتے ہیں کہ وہ سب جگہ بکھری ہوئی ہے یہی معنے اَلْقٰی کے لفظ سے اس جگہ پیدا کئے گئے ہیں۔ اگر خالی جَعَلَ کا لفظ ہوتا۔ تو اس سے صرف یہ نتیجہ نکلتا کہ زمین کے بعض حصوں میں پہاڑ ہیں یا بعض حصوں میں دریا ہیں یا بعض حصوں میں راستے ہیں۔ لیکن یہ بتانے کے لئے کہ دنیا کے ہر حصہ اور ملک میں پہاڑ، دریا اور راستے اللہ تعالیٰ نے بنائے ہیں اَلْقٰی کے الفاظ ہی مناسب تھے اور یہ حقیقت اس مجاز سے ہی ظاہر ہو سکتی تھی کہ یہ تینوں چیزیں دنیا کے ہر حصہ میں اللہ تعالیٰ نے پیدا کر رکھی ہیں اور سب دنیا کو اس کے فوائد سے حصہ دیا ہے۔ گویا دوسرے الفاظ میں دنیا میں اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں، دریاؤں اور راستوں کا ایک چھینٹا دیا ہے جس سے وہ سارے طول و عرض میں پھیل گئے ہیں۔ ان معنوں کی رو سے قرآنی علم کی وسعت بھی ظاہر ہوتی ہے جس وقت قرآن کریم نازل ہوا ہے۔ دنیا کا ایک حصہ معلوم ہی نہ تھا۔ جیسے امریکہ آسٹریلیا وغیرہ۔ ایک دوسرا حصہ معلوم تو تھا۔ مگر اس کی پوری چھان بین نہ تھی۔ جیسے وسطی اور جنوبی افریقہ اور اَور بہت سے جزائر۔ اس وقت قرآن کریم کا یہ فرمانا کہ پہاڑ، دریا اور راستے کسی ایک ملک یا جگہ کی نعمت نہیں۔ بلکہ یہ نعمت ساری دنیا کو خدا تعالیٰ نے دی ہے اور گویا آسمان سے دنیا کی سطح پر ان کو پھینک دیا ہے اور وہ دنیا میں بکھر گئے ہیں۔ ایک ایسی صداقت ہے جو علم الٰہی کے ذریعہ سے ہی ظاہر ہو سکتی تھی۔ اب جبکہ دنیا قریباً سب کی سب دریافت ہو چکی ہے یہ صداقت کیسی کھل چکی ہے کہ دنیا کے تمام براعظموں میں پہاڑ دریا اور راستے پائے جاتے ہیں۔ اور سب دنیا اس نعمت سے حصہ لے رہی ہے۔ پس اَلْقٰی کے لفظ کو ان تین اشیاء کے متعلق مجازاً استعمال کر کے قرآن کریم نے ایک نئے معنے پیدا کر دئے ہیں اور ایک نئی صداقت ظاہر کر دی ہے اور دوسرے مقامات پر جَعَلَ کے لفظ کے استعمال سے ان نادانوں کا منہ بھی بند کر دیا ہے جو اس لفظ سے دھوکا کھا کر یہ کہہ سکتے تھے کہ قرآن کے رُو سے پہاڑ دریا اور راستے کہیں باہر سے لا کر زمین پر پھینک دئے گئے ہیں۔

ایک اور سوال اس جگہ ہو سکتا ہے کہ پہاڑ اور دریا تو قدرتی تھے بنائے ہوئے ہیں۔ ان کے ساتھ راستوں کا کیوں ذکر کیا ہے۔ وہ تو انسانوں کے بنائے ہوئے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس جگہ انسانی بنی ہوئی سڑکوں کا ذکر نہیں۔ وہ تو دنیا کے ہر حصہ میں نہیں ہوتیں۔ اس جگہ صرف ان راستوں کا ذکر ہے جو طبعی ذرائع سے بن جاتے ہیں۔ مثلاً دریاؤں کی وجہ سے یا پہاڑوں کی وجہ سے یا جنگلوں کی وجہ سے۔ اور یہی راستے ہیں جو عام ہیں اور جن سے سب دنیا فائدہ اٹھاتی ہے۔ خصوصاً پرانے زمانہ میں فائدہ اٹھاتی تھی۔ افغانستان اور ہندوستان کی سرحد سینکڑوں میل تک ملی ہوئی ہے مگر ہر حصہ اس کا راستہ نہیں۔ راستے صرف چند ہیں۔ جو پہاڑی درّوں کی مناسبت سے بن گئے ہیں۔ یہی حال چینی ہندوستانی سرحد کا اور ہندوستانی برمی سرحد کا ہے۔ اور سب ممالک کا یہی حال ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ شہروں کے درمیان تو سڑک کا بنانا اپنے اختیار میں ہوتا ہے۔ مگر علاقوں اور ملکوں کے درمیان سڑکوں کا بنانا اپنے اختیار میں نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کا تعلق دریاؤں سے پار ہونے کی سہولت، پہاڑوں کے درّوں یا جنگلوں کے کناروں سے ہوتا ہے۔ اور ہمیشہ سے دنیا ان راستوں کو استعمال کرتی چلی آئی ہے۔ گو ان جگہوں پر کوئی سڑک نہیں بنی ہوئی تھی۔ صرف قدرتی سہولتوں کی وجہ سے لوگوں نے ان راستوں کو اختیار کر لیا تھا۔ اور ہزاروں سالوں سے آج تک وہ راستے کام دے رہے ہیں اور اُن کے ذریعہ سے پُرانے زمانہ میں تجارت ہوتی تھی۔ ایک ملک سے

جبل کو چھوڑ کر اَلْقٰی کے استعمال کی وجہ

اَلْقٰی کے لفظ کے استعمال کے ساتھ نئے معنے پیدا کر دئے گئے ہیں

راستوں کے بنانے پر ایک سوال اور اس کا جواب

یہاں اَلْقٰی کے الفاظ ہی رکھے جانے مناسب تھے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

دوسرے ملک پر چڑھائی ہوتی تھی۔ ہندوستان پر جس قدر حملے شمال پر ہوتے ہیں۔ دیکھ لو صرف چند نقطوں سے ہوئے ہیں۔ ہندوستان میں آریہ قوم پھیلی ہے۔ تو پہلے اسی طبعی راستہ پر چل کر جو پنجاب کے دریاؤں کے ساتھ ساتھ چلتا تھا۔ اور پھر اس راستہ پر چل کر جو جمنا گنگا کے کنارے پر جاتا تھا یا ان راستوں پر چل کر جو ہمالیہ اور دوسرے پہاڑوں یا کھلی بن کے دامن پر قدرت کے ہاتھوں سے تیار کیا گیا تھا۔ اس زمانہ میں راستہ کے لئے طبعی نشانوں کا موجود ہونا ضروری ہوتا تھا جن کی وجہ سے لوگ مسافتوں اور جہات کا اندازہ لگا سکیں۔ اسی طرح غذا کا مہیا ہونا ضروری ہوتا تھا۔ پس پہاڑوں کے دامنوں جنگلوں کے ساتھ ساتھ اور دریاؤں کے کناروں کے ساتھ ساتھ لوگ بالعموم سفر کرتے تھے اور یہ گویا طبعی راستے تھے جن سے دنیا کے تعلق قائم تھے۔ اور اس آیت میں انہی راستوں کا ذکر ہے نہ کہ مقامی سڑکوں کا جو مختلف شہروں کو آپس میں ملاتی ہیں۔ اس بیان سے اس امر کی حکمت بھی ظاہر ہو جاتی ہے کہ کیوں ان تینوں چیزوں کو اکٹھا کر کے بیان کیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ راستوں سے مراد وہ راستے بھی ہو سکتے ہیں جن پر دریا چلتے ہیں۔ اور اگر اللہ تعالیٰ زمین میں ایسے خلال یا نشیب نہ پیدا کرتا جن میں دریاؤں کا پانی سکڑ کر چلتا ہے تو سب زمین پر پانی ہی پانی ہوتا اور دنیا رہنے کے قابل نہ ہوتی۔

پہلی اشیاء کے ذکر کے بعد ان اشیاء کو الگ کیوں بیان کیا گیا ہے؟ اس میں یہ حکمت ہے کہ پہلے متفرق چیزوں کا ذکر تھا۔ اب اس آیت میں ان چیزوں کا ذکر ہے جو خزانہ کو جمع رکھتی ہیں۔ پہاڑ برف کے ڈھیر جمع رکھتے ہیں۔ درخت اور جڑی بوٹیوں کے ذخیرے رکھتے ہیں۔ دریا پہاڑوں سے پانی لے کر سال بھر تک پانی ملک کو مہیا کرتے ہیں اور طبعی راستے ان جگہوں سے فائدہ اٹھانے کے لئے انسان کی مدد کرتے ہیں۔ اگر پہاڑ صرف ایک بلند ٹیلا ہوتے اور اس طرح نہ یہ بھی طرح پر بڑھنے والی بلندیاں نہ ہوتے تو انسان اُن کی چوٹیوں تک کس طرح پہنچ سکتا تھا۔ اگر دریا ایک پھیلا ہوا پانی ہوتے تو اُن سے دنیا فائدہ نہیں اُٹھا سکتی تھی۔ اُلٹا اُن سے نقصان ہوتا کہ قابل کاشت زمینوں کو وہ پانی کے نیچے چھپائے رہتے اور چلنا پھرنا لوگوں کے لئے مشکل ہو جاتا۔ پس پہاڑوں اور دریاؤں سے فائدہ اسی صورت میں اٹھایا جا سکتا ہے کہ وہ خاص قانون کے ماتحت پھیلیں یا ان تک پہنچنے کے لئے ان کے ساتھ ساتھ راستے ہوں جن پر چل کر انسان اُن کے فوائد سے متمتع ہو سکے۔

پہاڑوں کا صرف ایک بلند ٹیلا ہونا اور دریاؤں کا صرف پھیلا ہوا پانی ہونا۔

اس آیت کا پہلی آیات سے تعلق

اس آیت کا پہلی آیات سے تعلق ایک تو تعداد الٰہی کے شمار کے لحاظ سے ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ جب تمہارے مادی فوائد کے لئے یہ کچھ سامان پیدا کئے گئے ہیں۔ تو تمہاری روحانی ضرورتوں کو اللہ تعالیٰ کس طرح نظر انداز کر سکتا تھا۔ دوسرے یہ بتایا گیا ہے کہ انسانی تدابیر صرف ایک وقت کی ضرورت کو پورا کر سکتی ہیں۔ اللہ ہی ہے جو مستقل ذخائر کے جمع رکھنے کے سامان پیدا کرتا ہے۔ باولیاں کب تک پانی دے سکتی ہیں اور کہاں تک۔ دریا ہی ہیں جو سارا سال پانی دیتے ہیں اور ملکوں کے ملک ان سے سیراب ہوتے ہیں۔ اسی طرح پہاڑ ہیں جو ملکوں کی ضروریات کو پورا کرتے ہیں اور سارا سال قسما قسم کی ضروری ادویہ اور پھل پھول اور نہ ختم ہونے والے ذخائر لکڑی کے ان سے ملتے ہیں۔ اور پھر یہ بڑے راستے ہی ہیں کہ جو دنیا کے درمیان تعلق قائم کر رہے ہیں۔ پس اسی طرح روحانی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے ایسے کلام کی ضرورت ہے جو صرف ایک وقت کے لوگوں یا چند لوگوں کے فائدہ کے لئے نہ ہو۔ بلکہ مختلف فطرتوں اور مختلف زمانوں کی ضرورت کو پورا کرنے والا ہو۔ اور جس کے ذریعہ سے دنیا روحانی مسافت طے کر سکے یعنی ایک نبی کے زمانہ سے اس کے بعد کے نبی کے زمانہ تک پہنچانے کی اس میں قابلیت ہو یعنی اس میں ایسا ارتقاء ہو کہ فطرت انسانی اس پر چل کر اگلے روحانی فلک میں یعنی بعد میں آنے والے نبی کی تعلیم تک پہنچنے کی قابلیت پیدا کر لے۔ انسان کو کیا معلوم ہے کہ سو یا دو سو سال بعد انسانی دماغ نے کیا ترقی کرنی ہے۔ کہ وہ اس کے مطابق ذہنوں کو روشنی پہنچانے کے سامان کرے۔ یہ سفر تو الٰہی بنائے

راستوں سے مراد دریاؤں کے بہتے

پہلی اشیاء کو بیان کرنے کے بعد سبل انہار اور رواسی کے بیان میں حکمت

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝ اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ

(اور) علامات بھی (قائم کی ہیں) اور ستاروں کے ذریعے (بھی) (لوگ) راہ پاتے ہیں۔ ۱۷ پھر (بتاؤ تو سہی کہ) کیا جو پیدا کرتا ہے وہ اس جیسا ہو سکتا ہے

لَّا يَخْلُقُ ط اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ

جو (کچھ بھی) پیدا نہیں کرتا کیا تم پھر (بھی) نہیں سمجھتے ۱۸ اور اگر تم اللہ (تعالیٰ) کے احسان شمار کرنے لگو۔

ہوئے استدلال ہی طے ہو سکتا ہے جو انسانی دماغ کو برابر ترقی دیئے چلا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف فلسفے ایک شاہراہ پر گامزن نہیں ہوتے۔ بلکہ کبھی آگے قدم بڑھاتے ہیں اور کبھی پھر واپس صدیوں کے فلسفہ کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔ لیکن اس کے مقابل پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی تعلیمات نبیوں کی معرفت انسانوں کو ایک ہی شاہراہ پر آگے ہی آگے بڑھاتی چلی گئی ہیں اور ان میں کسی جگہ بھی رجعت قہقری پیدا نہیں ہوئی۔

مختلف زمانوں اور مختلف قوموں کی روحانی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے کلام الٰہی کیضرورت

۱۷ تفسیر:۔ عَلٰمٰت کا عطف بھی القی پر ہی ہے اور اس میں بھی اس طرف اشارہ ہے کہ دنیا بصری سطح زمین یکساں اور مشابہ نہیں۔ بلکہ نشیب و فراز، پانی، خشکی جنگل اور بیابان زمینوں کی مٹی کے فرق اس قدر ہیں کہ ان کے ذریعہ سے انسان راستہ معلوم کر لیتا ہے۔ اگر سب دنیا ایک ہی شکل کی ہوتی۔ تو انسان کو لٹو کے بیل کی طرح ایک ہی جگہ چکر لگاتا رہتا۔ یہ تو زمین پر راستوں کے معلوم کرنے کا ذریعہ ہے۔ ایک آسمانی ذریعہ بھی ہے جو رات کی تاریکی اور سمندر میں کام آتا ہے اور وہ ستارے ہیں۔ ان کو دیکھ کر انسان اپنے راستے کو معلوم کرتا ہے۔ یہی حال روحانی سفر کا ہے۔ اس میں بھی علامات ہیں۔ یعنی روحانی ترقی کے مدارج میں امتیازی نشان پیدا کئے گئے ہیں جس کو دیکھ کر انسان سمجھ سکتا ہے کہ آگے کو کون سا راستہ جاتا ہے اور پیچھے کو کونسا۔ اسی طرح ستاروں کی طرح انبیاء کا وجود ہے کہ ان کے مقام سے بھی انسان روحانی سیر میں راستہ پاتا ہے۔ اور ہر نبی کو جو دوسرے نبی سے نسبت ہوتی ہے۔ اس کے ذریعہ سے وہ روحانی سیر میں مدد دیتا ہے جس طرح ایک ستارہ اپنے مقام سے دوسرے ستارے کے مقام کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ اسی طرح ہر نبی اپنی تعلیم سے دوسرے نبی کی خبر دیتا ہے اور اس طرح انسان اپنے ایمان میں آگے ہی آگے بڑھتا چلا جاتا ہے۔ موسیٰؑ نے اپنے بعد آنے والے نبی کی اس نے اپنے بعد کے نبی کی اور اس نے اپنے بعد کے نبی کی خبر دی۔ اور گویا ہر ستارہ دوسرے ستارے کی طرف رہنمائی کرتا گیا اور سب ستاروں نے سورج کی یعنی محمد رسول اللہ صلعم کی منزل کی طرف رہنمائی کی جس سے انسان کو روحانی سفر کے طے کرنے اور مرکز روحانیت کے مقام تک ہدایت پانے کا موقعہ مل گیا۔

عَلٰمٰت کا عطف القی پر ہے۔

۱۸ تفسیر:۔ آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ کیا جس نے پیدا کیا ہے وہ اس کی طرح ہو سکتا ہے جس نے پیدا نہیں کیا۔ اس پر بعض لوگوں نے یہ اعتراض اٹھایا ہے کہ کہنا تو یہ چاہیئے تھا کہ کیا جو پیدا نہیں کرتا وہ اس کی طرح ہو سکتا ہے جو پیدا کرتا ہے (کشاف) کیونکہ مقابلہ میں ادنیٰ کو اعلیٰ کے مقابل پر رکھتے ہیں نہ کہ اعلیٰ کو ادنیٰ کے مقابل پر۔ طاقت کے اظہار کے لئے یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ کیا بچہ پہلوان کی طرح ہو سکتا ہے۔ مگر یہ نہیں کہہ سکتے کہ کیا پہلوان بچہ کی طرح ہو سکتا ہے۔ یہ اعتراض بالکل درست ہے۔ اگر اس آیت میں طاقت کا اظہار مقصود ہوتا تو ضرور یہی کہا جاتا کہ کیا جو نہیں پیدا کرتا وہ پیدا کرنے والے کے برابر ہو سکتا ہے۔ مگر اس جگہ یہ مراد ہی نہیں۔ علامہ زمخشری اس سوال کو بیان کر کے اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ مشرک خدا تعالیٰ کی صفات غیر اللہ کو دیکر گویا اللہ تعالیٰ کو بھی ایک مخلوق قرار دیتے تھے۔ اس لئے

آیت افمن یخلق الخ کا سابقہ ترتیب کے متعلق ایک سوال اور معترضانہ جواب

ظاہری ستاروں کے بالمقابل روحانی ستارے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَاللّٰهُ

تو (کبھی) تم ان کا احاطہ نہ کرسکو گے۔ اللہ تعالیٰ یقیناً بہت (ہی) بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنیوالا ہے ۱۹ اور جو کچھ تم

يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ

چھپاتے ہو اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اللہ (تعالیٰ) اس (سب) کو جانتا ہے ۲۰ اور اللہ (تعالیٰ) کے سوا

یہ فرمایا کہ اس طرح خدا تعالیٰ پر الزام لگتا ہے تمہارے جھوٹے معبودوں کا درجہ تو نہیں بڑھتا۔ خدا تعالیٰ کا ہی درجہ گھٹانا پڑتا ہے مگر کیا خدا تعالیٰ ان ادنیٰ وجودوں کے برابر ہو سکتا ہے۔ میرے نزدیک یہ جواب اس قدر معقول نہیں جیسا کہ اعتراض جو انہوں نے اوپر اٹھایا ہے۔

میرے نزدیک اس سوال کا جواب اس ترتیب کو مدنظر رکھ کر دیا جا سکتا ہے جو میں نے گذشتہ آیات میں بتائی ہے۔ اصل مضمون جیسا کہ میں بتا چکا ہوں یہ تھا کہ کیا خدا تعالیٰ کو کسی الہام بھیجنے کی ضرورت ہے؟ مشرک لوگ اپنے معبودوں کی نسبت یہ ظاہر کرتے تھے کہ ان کے معبود اس لئے الہام نازل نہیں کرتے کہ یہ ان کی شان کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ نہیں بلکہ وہ ایسا کر ہی نہیں سکتے۔ نہ انہوں نے کوئی دنیوی نعمت انسان کو دی ہے نہ دینی نعمت دینے کی توفیق ہی۔ پھر تم کس طرح سمجھتے ہو کہ خدا تعالیٰ بھی انہی کی طرح ہو جاتے حالانکہ اس میں تو الہام بھیجنے کی طاقت ہے۔ پس جس طرح اس نے دنیوی نعمتیں دی ہیں وہ روحانی نعمتیں بھی دیتا ہے۔ تم چاہتے ہو کہ وہ بھی تمہارے خیالی معبودوں کی طرح بے بس ہو کر بیٹھ جائے مگر وہ تو زندہ خدا اور طاقتور ہے۔ اور اس نے ہزاروں سامان دنیوی ترقی کے پیدا کئے ہیں۔ پس وہ تمہارے معبودوں کی طرح روحانی ترقی کے طریق بتانے میں کیوں کوتاہی کرے۔ تمہارے معبودوں کا ایسا نہ کرنا اُن کی علوِ شان کی وجہ سے نہیں بلکہ معذوری کے سبب سے ہے اور خدا تعالیٰ معذور نہیں اس لئے وہ کلام بھیجتا رہا ہے اور بھیجتا رہے گا۔ چنانچہ اگلی آیت بھی انہی معنوں کی تصدیق کرتی ہے۔

۱۹ تفسیر:۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمتیں گننا چاہو تب بھی گن نہیں سکتے۔ پھر جس طرح اس نے یہ دنیوی نعمتیں نازل کی ہیں۔ کیوں روحانی نعمتیں نازل نہ کرے۔ اور معبودان باطلہ کی طرح جو کوئی طاقت نہیں رکھتے گونگا ہو کر بیٹھ رہے۔

۲ دنیوی نعمتوں کے ذکر سے روحانی نعمتوں کی طرف اشارہ

دوسرے فرمایا کہ وہ غفور رحیم ہے اگر وہ ہدایت نہ بھیجے تو کمزوریوں کی معافی اور قابل لوگوں کی عزت کے بڑھانے کے سامان کس طرح پیدا ہو سکتے ہیں۔ اگر وہ ہدایت بھیجنے سے کوتاہی کرے۔ تو ساتھ ہی اس کی غفور اور رحیم کی صفات بھی معطل ہو جاتی ہیں۔ پس وہ ایسا نہیں کر سکتا۔

۱ آیت فمن یخلق میں اسکی ترتیب کے متعلق مشکل کا حل

۲۰ تفسیر:۔ اب ایک اور دلیل دیتا ہے کہ کیا انسان یا اُن کے معبودانِ باطلہ ہدایت کا سامان بہم نہیں پہنچا سکتے اور اللہ تعالیٰ ہی ایسا کر سکتا ہے۔ فرماتا ہے کہ خدا تعالیٰ ظاہر اور مخفی طاقتوں کو جانتا ہے۔ ان شبہات کو بھی جانتا ہے جن کو تم بیان کرتے ہو اور ان کو بھی جن کو تم چھپاتے ہو۔ پس ہدایت کا کام بھی وہی کر سکتا ہے۔

۲ انسانی ہدایت کے لئے دو امور کا واقفیت کی غرض

یاد رکھنا چاہیئے کہ انسانی ہدایت کے لئے دو امور کا ہونا ضروری ہے۔ ایک تو یہ کہ انسانی فطرت کی گہرائیوں سے کامل واقفیت ہو۔ کیونکہ جب تک ظاہری و باطنی قوتوں کا علم نہ ہو صحیح راہنمائی نہیں کی جا سکتی اور ساری قوتوں کے نشوونما کا سامان نہیں کیا جا سکتا۔ دوسری بات یہ ضروری ہے کہ دلوں کے خیالات کا علم ہو۔ کیونکہ ہزاروں لاکھوں انسان اپنی قوم کے ڈر سے اپنے دلی شبہات بیان نہیں کر سکتے۔ پھر جب ان کی مرض کا علم نہ ہو۔ تو علاج کرنے والا علاج کس طرح کر سکتا ہے۔ مثلاً اس زمانہ میں سینکڑوں تعلیم یافتہ ہیں جو درحقیقت الہام

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ

جن (معبودان باطل) کو وہ پکارتے ہیں وہ کچھ (بھی) پیدا نہیں کر سکتے اور (اس کو بھی بڑھ کر یہ کہ)

يُخْلَقُوْنَ ۝ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ

وہ خود پیدا کئے جاتے ہیں ۲۱ وہ سب مردے ہیں نہ زندہ۔ اور وہ (یہ بھی) نہیں جانتے

کے وجود سے منکر ہیں۔ اگر ان کے سامنے الہام جاری ہونے کا مسئلہ پیش کیا جائے۔ تو وہ قوم کے ڈر سے یہ تو نہیں کہتے کہ الہام کا وجود ہی کوئی نہیں اور سب مدعیان الہام یا جھوٹے تھے یا دھوکا خوردہ۔ پس اس کی بجائے وہ یہ کہہ دیتے ہیں کہ قرآن کے بعد الہام کی کیا ضرورت ہے۔ اسی طرح نئی تعلیم کے ڈراوے میں سے ہزاروں لاکھوں کو اللہ تعالیٰ پر اعتقاد نہیں مگر جب ان سے خدا تعالیٰ کے متعلق بات کی جائے تو یہ کبھی نہ کہیں گے کہ خدا تعالیٰ نہیں ہے بلکہ وہ دوسری قسم کی باتیں کریں گے کہ خدا تعالیٰ تو ہے۔ مگر اُسے کیا ضرورت ہے کہ دنیا کے معاملات میں دخل دے پس دل میں نیکی پیدا کرنی چاہیئے۔ خدا تعالیٰ خوش ہو جائے گا۔ غرض تصوف کے جھوٹے مسائل کی آڑ لے کر وہ خدا تعالیٰ کی اطاعت کے جوئے سے آزاد ہونا چاہیں گے۔ مگر قوم کے ڈر سے یہ ظاہر نہ ہونے دیں گے کہ درحقیقت وہ اللہ تعالیٰ کے وجود سے ہی منکر ہیں۔ اب اس قسم کے دلی شبہات کو اگر مصلح نہیں جانتا تو وہ ان امور کے متعلق دلائل دیتا رہے گا جو اصل میں خرابی کا موجب نہیں۔ بلکہ دھوکا دینے کے لئے صرف منہ سے بیان کئے جاتے ہیں۔ لیکن جو دل کے عیب کا واقف ہے۔ وہ منہ کی باتوں کو نظر انداز کر کے اس شبہ کے ازالہ پر زور دے گا جو دل میں چھپایا گیا ہے اور اصلاح میں کامیاب ہو جائے گا۔ اور دل کی باتوں کا علم چونکہ صرف اللہ تعالیٰ کو ہی ہے جس طرح صرف وہی انسانی قوتوں کا مکمل علم رکھتا ہے۔ اس لئے ہدایت نامہ بھیجنا بھی اس کے شایانِ شان ہے اور اسی کا بھیجا ہوا ہدایت نامہ دنیا کی اصلاح کرنے میں کامیاب ہو سکتا ہے۔

اس دعویٰ کا عملی ثبوت قرآن کریم کا وجود ہے۔ اس میں تمام انسانی قوتوں کی راہنمائی کے سامان موجود ہیں اور انسان کی مخفی سے مخفی قوتوں کو اُبھارنے کے لئے تعلیم موجود ہے۔ اسی طرح اس میں ہر انسانی شبہ کا جواب موجود ہے۔ حتیٰ کہ جو شبہات سائنس کی ترقی کی وجہ سے آج کل کے زمانہ میں لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوتے ہیں اور جن کو اکثر آدمی اپنی قوم کے ڈر سے زبان پر لانے سے ڈرتے ہیں۔ قرآن کریم نے انہیں بھی بیان کیا ہے اور ان کا جواب بھی دیا ہے۔

مصلح کیلئے انسانی فطرت کی گہرائیوں کی کما حقہٗ واقفیت اور دلوں کے خیالات کا علم ہونا ضروری ہے

۲۱ تفسیر: اس جگہ یہ خیال مشرکوں کی طرف سے معاندانہ رنگ میں ظاہر کیا جا سکتا تھا کہ یہ تمہارا دعویٰ غلط ہے کہ ہمارے معبود ہدایت نہیں دے سکتے۔ وہ بھی دلوں کے بھید جانتے ہیں اور وہ بھی ہدایت دینا چاہیں تو دے سکتے ہیں۔ جیسا کہ اکثر مشرک اپنے معبودوں کو علم غیب کا جاننے والا ظاہر کرتے ہیں حتیٰ کہ بعض جاہل صوفی مسلمانوں میں بھی اس امر پر بحث کرتے رہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی نعوذ باللہ من ذالک علم غیب رکھتے تھے۔ میں جب چھوٹا تھا۔ ترکی ٹوپی کا استعمال کیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ ایک ایسے ہی شخص سے گفتگو کر رہا تھا اور ٹوپی کا پھندنا میرے ہاتھ میں تھا۔ اس نے کہا کہ رسول کریم صلعم کو یہ بھی معلوم ہے کہ اس وقت آپ کے ہاتھ میں یہ پھندنا ہے۔ بہرحال دوسری اقوام میں یہ خیال بڑی شدت سے پایا جاتا ہے۔ پس مشرک جواب میں یہ بات پیش کر سکتے تھے کہ انہیں بھی علم تو ہے مگر وہ اپنی مرضی سے الہام نہیں بھیجتے۔ کیونکہ انسان کو کسی بیرونی الہام کی ضرورت ہی نہیں سو اس کا جواب دیا کہ علم غیب خالق ہونے کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ جو خالق ہے وہی اپنی مخلوق کے اندر کی طاقتوں اور ان کے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

أَيَّانَ يُبْعَثُونَ ۝ إِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَالَّذِينَ ع ۱۲ ۸

کہ کب (دوبارہ) اٹھائے جائیں گے ۲۲ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے اور جو لوگ

فعلوں سے آگاہ ہو سکتا ہے وہ سراسر واقف نہیں ہو سکتا اور اگر واقف ہو تو ویسا ہی خالق وہ بھی ہو جائے۔ مگر جن کو تم معبود مانتے ہو وہ تو خالق نہیں۔ بلکہ سب کے سب خود مخلوق ہیں۔

اس آیت سے کس لطیف پیرایہ میں خدا تعالیٰ کے سوا سب باقی ہستیوں کے علم غیب جاننے کے دعویٰ کو رد کیا گیا ہے۔ مگر تعجب ہے کہ مسلمانوں میں اس تعلیم کی موجودگی میں ایک طبقہ ایسا موجود ہے جو یہ خیال کرتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو علم غیب بھی تھا اور وہ پرندے بھی پیدا کیا کرتے تھے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اس جگہ صاف فرماتا ہے کہ جس قدر وجودوں کی اللہ تعالیٰ کے سوا پوجا کی جاتی ہے۔ ان میں سے ایک بھی کسی چیز کے پیدا کرنے پر قادر نہیں۔ اور حضرت عیسیٰؑ ان ہی وجودوں میں سے ہیں جن کی لاکھوں کروڑوں انسان پوجا کرتے ہیں۔

۲۲ حل لغات:۔ یَشْعُرُوْنَ: شَعَرَ سے مضارع جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ اور شَعَرَ بِہٖ (شُعُوْرًا) کے معنے ہیں عَلِمَ بِہٖ۔ کسی چیز کو معلوم کیا۔ شَعَرَ بِکَذَا۔ فَطَنَ لَہٗ۔ اس کو سمجھا۔ عَقَلَہٗ۔ کسی چیز کو جانا۔ اَحَسَّ بِہٖ۔ اسکو محسوس کیا (قرب) پس مَا یَشْعُرُوْنَ کے معنے ہوں گے کہ انہیں معلوم نہیں۔ وہ محسوس نہیں کرتے۔

تفسیر:۔ خالق ہونے کے علاوہ ہدایت دینے والے وجود کے لئے زندہ ہونا بھی ضروری ہے۔ تاکہ جب کوئی خرابی ہو وہ اس کی اصلاح کر سکے۔ اس دلیل سے معبودانِ باطلہ کے ہدایت دینے کے قابل ہونے سے انکار کیا اور فرمایا کہ جن کو تم پوجتے ہو سب فوت ہو چکے ہیں پھر وہ ہادی کس طرح ہو سکتے ہیں۔ اگر اس زمانہ میں خرابی پیدا ہو تو وہ اسے کس طرح دُور کریں گے۔ تعجب ہے کہ مسلمانوں میں اس ارشاد کے خلاف بھی عقیدہ پیدا ہو رہا ہے اور ایک کثیر جماعت حضرت عیسیٰؑ کو زندہ مان رہی ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس قدر جھوٹے معبود قرآن مجید کے زمانہ میں تھے وہ سب فوت ہو چکے تھے۔ پس چونکہ عیسائی حضرت عیسیٰ کو معبود مانتے تھے۔ اس الٰہی شہادت کے ماتحت وہ قرآن کریم کے نزول سے پہلے فوت ہو چکے تھے اور اگر انہیں زندہ تسلیم کیا جائے۔ تو ماننا پڑے گا کہ وہ نعوذ باللہ معبودانِ باطلہ میں سے نہ تھے۔ بلکہ فی الواقعہ خدا تھے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

ان دونوں آیات میں شرک کا رد بھی نہایت زبردست دلائل سے کیا گیا ہے۔ اور اس کے لئے چار دلائل دئے ہیں:۔

(۱) لَا یَخْلُقُوْنَ۔ وہ پیدا نہیں کرتے۔ حالانکہ خدا ہونے کے لئے خالق ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ کامل وجود ہی معبود ہو سکتا ہے۔

(۲) وہ خود پیدا کئے گئے ہیں۔ یعنی ان میں احتیاج الی الغیر پائی جاتی ہے اور محتاج الی الغیر ناقص ہوتا ہے معبود نہیں ہو سکتا۔

(۳) وہ مردہ ہیں۔ زندہ نہیں یعنی اس زمانہ میں وہ بے نفع اور بے ضرر ہیں۔ اور خدا وہی ہو سکتا ہے جو ہمیشہ نفع اور ضرر کی طاقت رکھتا ہو۔

(۴) انہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے۔ گویا ان کا انجام بھی دوسرے کے ہاتھ میں ہے۔ اس آخری دلیل کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ اس کا کیا ثبوت ہے کہ انہیں علم نہیں کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے اس کا جواب یہ ہے کہ سب سے زیادہ پوجا جانے والا وجود حضرت مسیح کا ہے۔ وہ یوم البعث کے متعلق خود کہتے ہیں کہ:۔

"لیکن اس دن یا اس گھڑی کی بابت کوئی نہیں جانتا۔ نہ آسمان کے فرشتے نہ بیٹا۔ مگر باپ۔ خبردار! جاگتے اور دعا مانگتے رہو۔ کیونکہ تم نہیں جانتے کہ وہ وقت کب آئیگا" (مرقس باب ۱۳ آیت ۳۲-۳۳)

پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس اقرار پر باقی خدا ملنے جانے والے انسانوں کے متعلق بھی قیاس کیا جا سکتا ہے۔

یَشْعُرُوْنَ

آیت یبعثون کا حضرت عیسیٰؑ کی وفات کا ثبوت

غیر اللہ کے سوا باقی ہستیوں کے علم غیب جاننے کا رد

آیت الٰھکم الٰہ واحد میں شرک کے رد میں چار زبردست دلائل

حضرت مسیحؑ کا یوم البعث کے متعلق علم کا اقرار

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ قُلُوبُهُمْ مُنْكِرَةٌ وَّهُمْ

آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کے دل (حق سے) ناآشنا ہیں۔ اور وہ

مُّسْتَكْبِرُونَ ○ لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ

تکبر سے کام لے رہے ہیں ۲۳ یہ یقینی بات ہے کہ جو کچھ وہ پوشیدہ (طور پر) کرتے ہیں (اسے بھی)

قلوبھم منکرۃ

۲۳ حل لغات - قلوبھم منکرۃ - منکرۃ انکر سے اسم فاعل مؤنث کا صیغہ ہے اور اس کے معنے جاہل اور ناواقف کے ہیں۔ پس قلوبھم منکرۃ کے معنے یہ ہوئے کہ ان کے دل جہالت میں مبتلا ہو گئے۔ مزید تشریح کے لیے دیکھو حجر ۵۴

قرآن مجید کفار سے خطاب کرنے کے دو طریق

تفسیر:- یہ جو فرمایا کہ تمہارا خدا ایک ہی خدا ہے۔ یہ خالی دعویٰ نہیں۔ قرآن کریم جب منکروں سے خطاب کرتا ہے تو صرف دعویٰ پیش نہیں کرتا۔ کیونکہ ان پر خالی دعویٰ کا اثر نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وہ ایسے موقعہ پر دو میں سے ایک طریق اختیار کرتا ہے۔ یا تو دعویٰ بیان کرنے کے بعد ہی اس کے دلائل دیتا ہے یا دلائل بیان کر کے بعد میں اس کا نتیجہ پیش کرتا ہے اور یہی دو طبعی طریق ہیں جن سے انسانی دماغ تسلی پاتا ہے اور دونوں اپنے اپنے رنگ میں نہایت موثر ہیں۔ بعض دفعہ دعویٰ بیان کر کے بعد میں دلائل دینا مفید ہوتا ہے اور بعض دفعہ واقعات بیان کر کے بعد میں ان کا طبعی نتیجہ بیان کرنا مفید ہوتا ہے۔ اس جگہ دوسرا طریق اختیار کیا ہے اور پہلی آیات کا عقلی نتیجہ پیش کیا ہے۔

قرآن مجید کا دعویٰ کے بعد دلائل بیان کرنا یا واقعات کے بعد ان کے طبعی نتائج کا بیان کرنا۔

پہلی آیات میں دو مضمون بیان ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ سب کائنات ایک ہی رشتہ میں پروئی ہوئی ہے اور ایک چیز کا دوسری پر انحصار ہے۔ انسان کی پیدائش اصل ہے۔ اس کی غذا اول حیوان ہے۔ حیوان درختوں وغیرہ سے غذا حاصل کرتے ہیں۔ آگے وہ درخت اور بوٹیاں آسمانی پانی سے پلتے ہیں اور وہ پانی انسان کے پینے کے کام بھی آتا ہے۔ پھر اُسی پانی سے نباتات اگتی ہیں جو انسان کی غذائیں بنتی ہیں۔ یہ سب اشیاء رات دن سورج چاند اور ستاروں کی تاثیرات سے نشوونما پاتی ہیں۔ دوسری طرف ان کے قیام کا ذریعہ سمندر ہے جس میں پانی کا ذخیرہ رہتا ہے اور اس سے پانی چھن کر پھر انسانوں کو ملتا ہے۔ اور اس سمندر کو اپنے حال پر رکھنے کے لئے پہاڑ ہیں جو پانی جمع رکھتے ہیں۔ وہاں سے دریاؤں کے ذریعہ سے پانی بہتا ہے جو خاص راستوں پر چل کر سمندر میں آ کر گر جاتا ہے اور سطح زمین پر پھیل نہیں جاتا۔ کہ زمین انسانوں کی رہائش کے قابل نہ رہے۔ ان سب امور سے ایک واضح نتیجہ نکلتا ہے اور وہ یہ کہ دنیا کی ہر چیز ایک دوسرے سے وابستہ ہے اور دنیا متفرق چیزوں کا مجموعہ نہیں۔ بلکہ اس کا اختلاف ایسا ہی ہے جیسے ایک زنجیر کی کڑیاں۔ اگر ایک کڑی نکال دی جائے تو زنجیر، زنجیر نہیں رہتی۔ اسی طرح کائنات میں سے ایک چیز کو نکال دو۔ ساری دنیا تباہ ہو جائے گی۔ سمندر خشک کر دو پانی ختم ہو جائیگا دریا خشک کر دو سمندر خشک ہو جائیگا۔ اس نشیب کو جو دریاؤں کے لئے راستہ بناتا ہے دور کر دو۔ سب دنیا پر پانی پھیل جائیگا اور زمین رہائش کے قابل نہ رہے گی۔ پہاڑ مٹا دو زمین پر زلزلے آئیں گے اور انسان ہلاک ہو جائے گا۔ دریاؤں کے لئے پانی کا ذخیرہ باقی نہ رہے گا اور وہ سارا پانی یکدم سمندر میں جا گرائیں گے اگر ایک طرف دنیا سیلاب کی نظر ہو گی۔ تو دوسری طرف سال بھر تک پانی کے مہیا رہنے کی صورت مفقود ہو جائے گی۔ چاند ستاروں کو مٹا دو تو جو ان کی وجہ سے پیدائش عالم پر اثر ہے وہ جاتا رہے گا اور زمین اپنی حالت پر نہ رہے گی۔ سورج کو الگ کر دو یہ بادلوں کا سلسلہ جاتا رہے گا اور لوگ پانی کو ترس جائیں گے اور سبزیوں کا پکنا بند ہو جائے گا۔ اور انسان کی صحت خراب ہو جائے گی۔ اور اس کی حیوانی غذا کے پیدا ہونے کا بھی امکان نہ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

رہے گا۔ غرض یہ سب کائنات مل کر انسان کی خدمت کر رہی ہے اور اس کا ہر حصہ دوسرے حصہ کے قیام کا ذریعہ ہے۔ جب یہ حال ہے تو پھر وہ خدا کا عقیدہ کس طرح درست ہو سکتا ہے اگر دنیا کو کئی خداؤں نے پیدا کیا ہے۔ تو وہ کون سا حصہ ہے جس کے بارہ میں کہا جا سکتا ہے کہ وہ دوسرے سے آزاد ہے کہ سمجھا جا سکے کہ اُسے کسی اور نے پیدا کیا ہوگا۔ اور اگر ساری کائنات ایک زنجیر کی کڑیوں پر مشتمل ہے تو اس کا بنانے والا ایک ہی خدا تسلیم کرنا پڑے گا۔ سوائے اس کے کہ یہ کہا جائے کہ خدا تعالیٰ نے سب کائنات بنانے کی قدرت نہ تھی۔ اس لئے کئی خداؤں نے مل کر کام تقسیم کر لیا اور پہلے سے تجویز کردہ نقشہ کے مطابق ہر اک نے اپنا اپنا حصہ پورا کیا۔ لیکن یہ عقیدہ مشرکوں کا بھی نہیں اور ہے بھی خلاف عقل۔ کیونکہ ناقص وجود خدا نہیں ہو سکتے۔ پس اس دلیل کی موجودگی میں ایک ہی نتیجہ نکلتا ہے کہ اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ تمہارا خدا وہی ہے جو ایک ہے۔

دوسرا مضمون پہلی آیات میں یہ بتایا گیا تھا کہ وہ سب وجود جن کو خدا کہا جاتا ہے فوت ہو چکے ہیں۔ پس جب وہ فوت ہو چکے ہیں تو پھر بھی ایک ہی خدا باقی رہ جاتا ہے جو موت سے بالا ہے۔

پس اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ میں پہلے مضامین کا نتیجہ بیان کیا گیا ہے اور کوئی بے دلیل دعویٰ بیان نہیں کیا گیا۔

اس کے بعد فرماتا ہے۔ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ اس جگہ فاء واؤ کے معنوں میں ہے اور فاء واؤ کے معنوں میں عربی زبان میں استعمل ہوتی ہے۔ (اقرب) اور ترجمہ یہ ہے کہ "اور جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اُن کے دل منکر ہیں اور وہ تکبر سے کام لیتے ہیں۔" اس فقرہ میں اس سوال کا جواب دیا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کا ایک ہونا ایسا بدیہی امر ہے تو لوگ اس کے ایک ہونے کا انکار کیوں کرتے ہیں۔ اور وہ جواب یہ ہے کہ یہ انکار کسی دلیل پر مبنی نہیں۔ بلکہ باوجود ان دلائل کے شرک میں مبتلا ہونا اس وجہ سے ہے کہ یہ لوگ بعث بعد الموت کے منکر ہیں اور اس انکار کی وجہ سے ان کے اندر سنجیدگی باقی نہیں رہی۔ کیونکہ جب یہ اپنے افعال کو بغیر نتیجہ سمجھتے ہیں۔ تو انہیں اُن کے اچھا بُرا ہونے کے متعلق خاص فکر پیدا نہیں ہوتی۔ اور ضد اور تعصب میں کوئی حرج نہیں دیکھتے۔ کیونکہ ان کے خیال میں گرفت تو کوئی ہونی نہیں۔ اس لئے آہستہ آہستہ اُن کے دل جاہل اور غبی ہو گئے ہیں اور وہ مادہ سمجھ اور ہدایت کا ان میں باقی نہیں رہا جو اس وقت انسان میں پیدا ہوتا ہے۔ جبکہ وہ یہ محسوس کرتا ہے کہ میرے اعمال کا کوئی اہم نتیجہ نکلنے والا ہے۔ غرض آخرت کے انکار کی وجہ سے لاأبالی پن اور سنجیدگی کا فقدان ان میں پیدا ہو گیا ہے اور دل علم سے محروم رہ گئے ہیں۔ اور اس وجہ سے بدیہی اور یقینی باتوں کا انکار بھی دلیری سے کر دیتے ہیں اور غور کرنے کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ غرض اس جگہ مُنْكِرَةٌ کے معنے انکار کرنے والے کے نہیں بلکہ جاہل اور ناواقف کے ہیں۔ اور یہ بتایا ہے کہ بعث بعد الموت پر ایمان نہ ہونے کے سبب سے چونکہ سنجیدگی سے غور کرنے کا احساس نہیں۔ اس لئے اس علت کی وجہ سے دلوں سے سمجھ کا مادہ جاتا رہا ہے اور ان کو جستجو ہی نہیں ہوتی کہ ہمارا ایک عقیدہ دوسرے عقیدہ کے خلاف ہے۔

دوسرا نتیجہ بعث بعد الموت کے انکار کا یہ بتایا کہ ان میں تکبر پیدا ہو گیا ہے۔ کیونکہ جو شخص جزاء سزا کا مومن نہ ہو وہ نڈر ہو جاتا ہے۔ اور جو نڈر ہو جائے وہ سچائی کا اقرار کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔

غرض قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ اور هُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ کے الفاظ سے درحقیقت دو قسم کے مشرکوں کا ذکر فرمایا ہے ایک وہ ہیں جن سے سنجیدگی سے غور کرنے کا مادہ جاتا رہا ہے اور جہالت میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ پس وجہ ان کے بیمار ہو جانے کے وہ سچائی کے سمجھنے سے قاصر رہ گئے ہیں۔ اور دوسرے وہ لوگ جو دلائل سن کر ایک خدا کے عقیدہ کو دل میں تو صحیح سمجھتے ہیں۔ لیکن تکبر اور ضد کی وجہ سے اس کا اقرار نہیں

بعث بعد الموت کے انکار کے دو نتائج

کائنات کا نظام خدا تعالیٰ کے واحد ہونے کی دلیل ہے

الٰهُكُمْ اِلٰهٌ واحد میں پہلے بیان شدہ مضامین کا نتیجہ

قلوبهم منكرة و هم مستكبرون کے الفاظ سے دو قسم کے مشرکوں کا ذکر

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۝ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ۝

اور جو کچھ وہ ظاہر (طور پر) کرتے ہیں (اُسے بھی) اللہ (تعالیٰ) جانتا ہے۔ وہ تکبر کرنے والوں کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔ ۵۲۴

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۙ قَالُوْٓا

اور جب اُن سے کہا جاتا ہے (کہ) ہو (کلام) جو تمہارے رب نے اتارا ہے کیا (وہی) شاندار ہے۔ تو وہ کہتے ہیں (کہ) یہ (خدا تعالیٰ کا کلام

اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً

نہیں بلکہ) پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔ ۵۲۵ جس (قول) کے نتیجہ میں وہ قیامت کے دن اپنے بوجھ (بھی) پورے

کرتے۔ کیونکہ جزا و سزا کے انکار کی وجہ سے وہ بے خوف ہیں اور سچائی کے انکار میں کوئی نقصان نہیں دیکھتے۔

۵۲۴ حل لغات:۔ لَا جَرَمَ کی تشریح کے لئے دیکھو ہُود ۵۲۳

تفسیر:۔ فرمایا جس طرح اوپر بیان کئے گئے دلائل سے ایک خدا کا ثبوت ملتا ہے۔ اس کے عالم الغیب ہونے کا ثبوت بھی ملتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ جو ان کے ظاہر و باطن کو جانتا ہے۔ وہ ان کو ان کے اعمال کی ضرور سزا دے گا۔ ہاں وہ یہ فرق ضرور کرے گا۔ کہ جو لوگ انکار بعث کی وجہ سے جہالت میں مبتلا ہو گئے۔ ان کی سزا ان لوگوں سے کم ہوگی۔ جو توحید کو سمجھتے تو ہیں۔ مگر تکبر کی وجہ سے انکار کرتے ہیں۔ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ کے الفاظ سے اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ جو لوگ جان بوجھ کر انکار کرتے ہیں وہ زیادہ سزا کے مستحق ہوں گے۔

لاجرم

انکار بعث بوجہ جہالت میں مبتلا ہونے والوں کی سزا توحید کا تکبر سے انکار کرنے والوں سے کم ہوگی۔

۵۲۵ حل لغات۔ اَسَاطِيْر:۔ سَطَرَ سے بنا ہے۔ اور سَطَرَ الْكَاتِبُ کے معنے ہیں كَتَبَ۔ اس نے لکھا۔ اور سَطَرَ الرَّجُلُ کے معنے ہیں صَرَعَهٗ۔ کسی کو کشتی میں گرا لیا۔ سَطَرَهٗ بِالسَّيْفِ۔ قَطَعَهٗ بِهٖ۔ اسکو تلوار سے کاٹ ڈالا۔ اَلسَّطَّارُ وَالْاَسْطَارُ وَالْاُسْطُوْرُ وَالْاُسْطِيْرُ۔ مَا يُسْطَرُ اَیْ يُكْتَبُ وَتُسْتَعْمَلُ فِي الْحَدِيْثِ لَا نِظَامَ لَهٗ یعنی اِسْطَار اور اُسْطَار

اساطیر

تکرار حیدہ بعث بعد الموت کا قرآن مجید کے بڑے مضامین کے بڑے کا ثبوت کا خلاصہ

اُسْطُوْر اور اَسْطِيْر کے معنے لکھی ہوئی چیز کے ہیں اور ایسی باتوں کو بھی کہتے ہیں جن میں کوئی نظام نہ ہو۔ والحکایات اور قصے کہانیوں کو بھی کہتے ہیں۔ اس کی جمع اَسَاطِيْر آتی ہے (اقرب) پس اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ کے معنے ہونگے پہلے لوگوں کی تحریری حکایتیں یا کہانیاں یا بے جوڑ باتیں۔

تفسیر:۔ اس آیت سے پھر اصل مضمون کی طرف رجوع فرمایا اور بتایا کہ یہ منکرین توحید اور بعث بعد الموت جب ان دلائل کو سنتے ہیں۔ تو بجائے غور کرنے کے کہہ دیتے ہیں کہ یہ کوئی نئی بات نہیں۔ یہ تو پہلے لوگوں کی باتوں کو نقل کر دیا گیا ہے۔ اُسطور جس کی جمع اساطیر ہے۔ اس کے معنے کہانی کے بھی ہوتے ہیں اور کتاب کے بھی۔ اور گو دونوں معنے اس آیت میں چسپاں ہو سکتے ہیں۔ مگر سیاق کو مدنظر رکھتے ہوئے کتاب کے معنے زیادہ چسپاں ہوتے ہیں کیونکہ اس سورۃ میں نبیوں کے واقعات بیان نہیں ہوئے بلکہ بعض دلائل بیان ہوئے ہیں۔ پس سیاق کے لحاظ سے یہاں یہی معنے زیادہ چسپاں ہوتے ہیں۔ کہ وہ لوگ جو دلائل کو سنتے ہیں تو ڈرتے ہیں کہ لوگوں پر اثر نہ ہو جائے اور اثر کو مٹانے کے لئے تخفیف کے لئے کہتے ہیں کہ اجی یہ کوئی نئی بات نہیں پہلے کئی لوگ یہ باتیں لکھ چکے ہیں ہم ان باتوں سے خوب واقف ہیں۔ گویا اس طرح وہ اپنے اتباع پر یہ اثر ڈالنا چاہتے ہیں کہ یہ خدائی کلام نہیں صرف پہلے لوگوں کی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۙ وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ

(پورے) اٹھائیں گے اور ان کے بوجھ بھی جن جاہلوں کو وہ گمراہ

بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ۝ قَدْ ع ۳ ۹

کر رہے ہیں - سنو! جو بوجھ وہ اٹھا رہے ہیں وہ بہت (ہی) بُرا ہے ۵۲۶ جو

باتوں کو نقل کرکے یہ شخص بیان کر رہا ہے اور ہم ان باتوں کو پہلے سے ہی جانتے ہیں اور ان کی غلطی سے واقف ہیں۔

یہ حربہ حق کے مخالف ہمیشہ سے استعمال ہوتا چلا آتا ہے جب ائمۃ الکفر دیکھیں کہ دلائل زبردست ہیں اور ان کا جواب دینا مشکل ہے۔ تو ہمیشہ یہ کہہ کر بات ٹال دیتے ہیں کہ اجی بس کرو یہ بھی کوئی دلائل ہیں۔ ہمیشہ سے لوگ یہ بات کہتے چلے آئے ہیں۔ تم نے ان سے نقل کرکے آگے لوگوں کو سُنا دی ہیں اور ان کے جاہل اتباع دلیل کی خوبی سے غافل ہو جاتے ہیں اور اسی پر خوش ہو جاتے ہیں کہ یہ کوئی نئی بات نہیں۔ اس لئے خدائی کلام نہیں ہو سکتا۔ گویا کہ خدائی کلام وہ ہوتا ہے جس میں نئی نئی باتیں بیان کی جائیں۔ حالانکہ خدائی کلام کی غرض تو گمشدہ صداقتوں کو قائم کرنا ہوتا ہے۔ گو اس میں زمانہ کی ضرورت کے مطابق نئے علوم بھی ہوتے ہیں۔ مگر اصولی باتیں سب نبیوں کی ایک ہی ہوتی ہیں۔ ان اصولی باتوں کو چھوڑ کر جو نئی بات کہے گا وہ تو جھوٹ ہی بولے گا۔

۵۲۶ حل لغات۔ اَوْزَار۔ وِزْرٌ کی جمع ہے اور وِزْرٌ وَزَرٌ کا مصدر ہے۔ وَزَرَہٗ کے معنے ہیں حَمَلَہٗ۔ اس نے اس کو اٹھایا۔ وفی اللِّسَانِ حَمَلَ مَا یُثْقِلُ ظَھْرَہٗ من الاشیاء المُثْقِلَۃ۔ اور لسان میں لکھا ہے کہ وِزْرٌ کا لفظ ایسے بوجھ کے اٹھانے کے لئے بولتے ہیں جس کا اٹھانا مشکل ہو۔ نیز الوِزْرُ کے معنے ہیں اَلْاِثْمُ گناہ۔ اَلثِّقْلُ بوجھ۔ اَلسِّلَاحُ لِتَقَلُّدِہٖ علی حاملہٖ۔ ہتھیار کیونکہ وہ بھی اٹھانے والے پر بوجھل ہوتے ہیں۔ اَلْحِمْلُ الثَّقِیْلُ۔ بھاری بوجھ۔ اس کی جمع اَوْزَار آتی ہے (اقرب)

تفسیر:۔ فرمایا اس قسم کی باتوں سے یہ عوام کو دھوکا تو دے لیتے ہیں لیکن اپنی عاقبت کو اور بھی خراب کر لیتے ہیں۔ آخر جزاء کے دن ان کے اپنے بداعمال کے علاوہ اس جُرم کی سزا بھی ان کو ملے گی کہ فریب اور دھوکے سے جاہل عوام کو گمراہ کرتے رہے۔

۱ اوزار

لِيَحْمِلُوْٓا میں لام۔ لام عاقبت ہے جس کے معنے یہ ہوتے ہیں کہ پہلی بات کے نتیجہ میں یہ بات پیدا ہوئی ہے اور معنے یہ ہیں کہ اس دھوکہ دہی کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ یہ اپنے گناہوں کی سزا بھی پائیں گے اور ان کے اعمال کی بھی جن کو انہوں نے گمراہ کیا ہوگا۔

ابھی وہ اُن کی یعنی اُن لوگوں کی نقل کردہ باتیں کہنا ہمیشہ کا وطیرہ ہے

۲ بغیر علم یضلونہم کی ضمیر مفعول کا حال ہے

بغیر علم۔ یُضِلُّوْنَھُمْ کی ضمیر مفعول کا حال ہے اور یہ مراد نہیں کہ گمراہ کرنے والے بغیر علم کے گمراہ کرتے ہیں۔ کیونکہ ان آیات میں تو ذکر ہی یہ ہے کہ یہ لوگ شرارت سے گمراہ کرتے ہیں۔ بلکہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ معنی یہ ہیں کہ یہ لوگ اپنے اتباع کو جو کوئی علم نہیں رکھتے باتیں بنا کر گمراہ کر دیتے ہیں۔

۳ کاملۃ کے لفظ کے دو معنے

کَامِلَۃً۔ اس لفظ کے دو طرح معنے کئے جا سکتے ہیں (۱) اگر تو اسے یوم القیامۃ کا متعلق سمجھا جائے تو معنے یہ ہوں گے۔ کہ کچھ سزا تو انہیں یہاں دنیا میں ملے گی لیکن پوری سزا ان کو قیامت میں ملے گی (۲) اگر اسے لیحملوا کا متعلق سمجھا جائے تو اس کے معنے ہونگے کہ یہ اپنے سارے کے سارے بوجھ اٹھائیں گے اور کوئی بوجھ کم نہ ہوگا۔ یعنی مومن تو استغفار کرتا رہتا ہے۔ اس لئے اسکے بوجھ کم ہوتے رہتے ہیں اور گناہ معاف ہوتے رہتے ہیں مگر یہ متکبر ہیں اس لئے انکے سب گناہ باقی رہ جائیں گے اور سب کی سزا ان کو ملے گی۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ

لوگ اُن سے پہلے تھے انہوں نے (بھی اپنے اپنے زمانہ کے انبیاء کے خلاف) تدبیریں کی تھیں جس کے نتیجہ میں اللہ (تعالیٰ) انکی عمارتوں

مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ

کے پاس ان کی بنیادوں کی طرف سے آیا۔ جس پر چھت ان کے اوپر کی طرف سے اُن پر آن گری۔

وَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ ثُمَّ

اور (اس کا یہ) عذاب اُن پر ایسی طرف سے آیا کہ وہ (کچھ) نہیں سمجھتے تھے (کہ کہاں سے آگیا) ۲۷ پھر

۲۷ حل لغات۔ مکر: کسی کو اس کے قصد سے کسی تدبیر کے ذریعہ سے پھیرنے کا نام مکر ہے اور یہ اچھا بھی ہوتا ہے اور بُرا بھی (اقرب) مزید تشریح کے لئے دیکھیں رعد ۴۳ اَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ: اَتٰی کی تشریح کے لئے دیکھو رعد ۴۱ القواعد: اس کا مفرد القاعدۃ ہے اور قَوَاعِدُ الْبَيْتِ کے معنے ہیں۔ اَسَاسُهٗ۔ گھر کی بنیادیں (اقرب) خَرَّ کے لئے دیکھو یوسف ۹۴

مکر کی نقل اور کفار کی نقل میں فرق

اَتٰی القواعد

تفسیر:۔ فرمایا اس طرح اشتعال دلا کر اور دھوکا دے کر لوگوں کو نبیوں کی تعلیم سے ناواقف رکھنا کوئی نئی بات نہیں۔ بلکہ پہلے انبیاء کے زمانہ میں بھی ایسا ہی ہوتا چلا آیا ہے۔ مگر ان تدبیروں سے کبھی بھی نبیوں کے دشمن کامیاب نہیں ہوئے۔ یہ تدابیر آخر اُلٹ کر انہی پر پڑتی رہی ہیں۔

اس طرح کفار کو لوگوں کو دھوکا دے کر نبیوں کی تعلیم سے ناواقف رکھنے کی سزا۔

یہ طریق کلام کیسا لطیف ہے۔ دشمنان اسلام کا یہ اعتراض پہلے بیان ہوا ہے کہ یہ مدعی کوئی نئی تعلیم تو نہیں لایا۔ پہلے لوگوں کی باتوں کو نقل کر رہا ہے۔ اس آیت میں ان کا اعتراض انہی کے متعلق دُہرا دیا اور فرمایا کہ یہ سچ ہے کہ یہ نبی سب سچی باتیں وہ بیان کرتا ہے جو پہلے نبیوں نے بھی کہی ہیں۔ اور تم ان کو نقل کہتے ہو۔ مگر اپنا حال نہیں دیکھتے کہ تم بھی پہلے نبیوں کے دشمنوں کی نقل کر رہے ہو اور ویسی ہی شرارتیں کر رہے ہو جیسی کہ پہلے نبیوں کے دشمن کیا کرتے تھے۔ اگر اس نبی کا کلام پہلے لوگوں کی نقل ہے تو وہ اچھی نقل ہے۔ مگر تمہارے کام بھی نقل ہیں اور بُرے لوگوں کی نقل ہیں۔ پس نقل کہہ کر بھی تو تم اعتراض سے نہیں بچ سکتے۔ کیونکہ یہ تو ان کی نقل کرتا ہے جو آخر کامیاب ہوئے اور تم ان کی نقل کر رہے ہو جو آخر ہلاک ہوئے۔ پس اگر دونوں طرف سے نقل ہو رہی ہے تو بھی تم ہی خسارہ میں رہتے ہو۔ کیونکہ تباہ ہونے والوں کی نقل کر رہے ہو۔ چنانچہ ان لوگوں کا حال بتاتا ہے جن کی کفار نقل کر رہے تھے۔ اور فرماتا ہے کہ تمہارا کر ہی طرح پہلے انبیاء کے دشمن بھی لوگوں کو نبیوں کے خلاف یہ کہہ کر بھڑکایا کرتے تھے کہ یہ نقال ہیں۔ مگر کیا اس اعتراض یا ایسے ہی اور اعتراضوں سے وہ نبیوں کی تعلیم کے پھیلنے میں کوئی کامیاب روک پیدا کر سکے۔ کیا اس طرح وہ نبیوں کے تباہ کرنے میں کامیاب ہو سکے؟ ہرگز نہیں بلکہ وہ خود ہی تباہ ہوئے۔ پھر ان کے عذاب کی نوعیت بتائی کہ تباہی بھی معمولی تباہی نہ تھی بلکہ اَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان پر اس طرح عذاب نازل کیا کہ ان کی خود ساختہ عمارتوں کی بنیادوں کو اُکھاڑ پھینکا اور دیواروں کے ساتھ چھتیں بھی گر گئیں یعنی نہ تو رہے نہ افسر سب ہی ہلاک ہوئے اور وہی دیواریں یعنی تو رہے جن پر انہیں ناز تھا اس طرح اوندھے منہ گرے کہ اپنے ساتھ اپنے سرداروں کو بھی لے گرے پس عوام الناس پر جو تم کو اثر حاصل ہے اس پر مغرور

آنحضرت پر بھی نقل کرنے کے اعتراض کا جواب

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ

وہ قیامت کے دن (دو پارہ) انہیں رسوا کرے گا اور کہے گا (کہ اب) کہاں ہیں میرے وہ شریک جن کی وجہ سے تم (میرے

الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ

انبیاء سے) دشمنی (اور مخالفت) رکھتے تھے۔ (اور) جنہیں علم دیا گیا ہوگا وہ

اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوْۗءَ عَلَى

(اس وقت) کہیں گے کہ آج کافروں پر یقیناً رسوائی اور مصیبت

الْكٰفِرِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ ظَالِمِيْٓ

(آنے والی) ہے ۲۸ (ان پر) جن کی روحوں کو فرشتے (عین) اس وقت کہ وہ اپنی

نہ ہو کہ جب خدا تعالےٰ کا عذاب آتا ہے تو یہ حکومت دھری رہ جاتی ہے اور خدا تعالیٰ کفار کے سارے نظام کو تباہ کر دیتا ہے اور افسر اور ماتحت سب ہی گرتے ہیں۔ بلکہ توابع ہی سرداروں کی تباہی اور ہلاکت کا موجب ہو جاتے ہیں۔

پھر بتایا کہ یہ عذاب ہمیشہ غیر معمولی طریق سے آتے رہے ہیں۔ حتیٰ کہ ائمۂ کفر کو علم بھی نہ ہوتا تھا کہ عذاب آ رہا ہے اور عذاب آجاتا تھا۔ اور ایسی راہوں سے آتا تھا۔ جن کا انہیں وہم اور گمان تک نہ ہوتا تھا۔

اَتٰٓى اللّٰهُ - اللہ تعالیٰ کے منکروں کے پاس آنے کے معنے ہمیشہ عذاب کے ہوتے ہیں۔

بہائیوں نے اسی قسم کی آیات پیش کر کے کہا ہے۔ کہ دیکھو قرآن کریم میں لکھا ہے کہ خدا خود آئے گا۔ اس سے مراد بہاء اللہ کا ظہور ہے۔ حالانکہ یہ معنے قرآنی محاورہ کے سراسر خلاف ہیں۔ جیسا کہ یہ آیت صاف ظاہر کر رہی ہے۔ ہاں اگر بہاء اللہ کو اس زمانہ کے لوگوں کے لئے ایک عذاب سمجھا جائے تو ان کو بھی اللہ کی آمد کا عذابی ظہور ماننے میں ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ دین سے غافلوں کو اور زیادہ غفلت کے سامان پیدا کر کے عذاب دیا کرتا ہے۔

اس آیت میں اہل مکہ کو گذشتہ واقعات کا حوالہ دیکر ہوشیار کیا گیا ہے کہ اب تمہارا نظام کھوکھلا ہو چکا ہے۔ اب تو وہ خود ہی گرنے کو تیار کھڑا ہے۔ تم نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نظام کو کیا تباہ کرنا ہے۔ تمہارے دیکھتے دیکھتے تمہاری عمارت دیواروں اور چھتوں سمیت زمین پر آ رہے گی۔ تاریخ دان جانتے ہیں کہ فتح مکہ سے پہلے آخری دن تک کفار غالب معلوم ہوتے تھے۔ لیکن یکدم ان کی عمارت پیوند خاک ہو گئی۔

۲۸ حل لغات۔ ثُمَّ: حرف عطف ہے جو ترتیب اور تراخی کے لئے آتا ہے۔ یعنی یہ ظاہر کرتا ہے کہ معطوف اپنے معطوف علیہ کے بعد ترتیباً اور کچھ دیر بعد واقع ہوا ہے (اردو زبان میں اس مفہوم کو ادا کرنے کے لئے پھر، تب، بعد ازاں، کے الفاظ استعمال کرتے ہیں) اور بعض اوقات ثُمَّ کے آخر میں قاف بھی لے آتے ہیں۔ جیسے کہ اس شعر میں اسے لایا گیا ہے۔ ؎

وَلَقَدْ اَمُرُّ عَلَى اللَّئِيْمِ يَسُبُّنِيْ
فَمَضَيْتُ ثُمَّتَ قُلْتُ لَا يَعْنِيْنِيْ (اقرب)

ثُمَّ کے لفظ کے ساتھ کافروں کے پاس آنے سے مراد عذاب کا آنا ہوتا ہے

بہائیوں کا اَتٰٓى اللّٰهُ سے غلط استدلال اور اس کا جواب

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اَنْفُسِهِمْ ۚ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ

جانوں پر ظلم کر رہے ہوتے ہیں نکالتے ہیں۔ تو وہ (یہ کہہ کر) صلح کی طرح ڈالتے ہیں (کہ) ہم (تو) کوئی بھی برائی (کا کام) نہیں کیا کرتے

سُوْٓءٍ ۭ بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

تھے (سوا نہیں کہا جائیگا کہ واقعہ) یوں نہیں بلکہ (اس کے برعکس ہے۔ یاد رکھو) جو کچھ تم کرتے تھے اُسے اللہ (تعالیٰ) یقیناً خوب جانتا ہے ۲۹

بَوْمَ کے لئے دیکھو یونس ۵

بَلٰی

اَخْزٰی

يُخْزِيْهِمْ : يُخْزِي اخزیٰ سے مضارع مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ اور اَخْزَاهُ کے معنے ہیں۔ اَوْقَعَهٗ فِي الْخِزْيِ او الْخِزَايَةِ وَاَهَانَهٗ۔ اس کو کسی ایسی بات میں پھنسایا۔ جس سے اُسے ندامت ہو اور اس طرح سے اُسے ذلیل کیا۔ اخزی اللّٰهُ فلانًا کے معنے ہیں فَضَحَهٗ۔ اللہ تعالےٰ نے اس کے عیوب کو ظاہر کر دیا۔ اور اس طرح وہ رسوا ہو گیا (اقرب) پس يُخْزِيْهِمْ کے معنے ہوں گے۔ ان کے عیوب کو ظاہر کر کے اللہ تعالےٰ انہیں رسوا کرے گا۔

تُشَاقُّوْنَ

تُشَاقُّوْنَ: شَاقَّ سے مضارع جمع مذکر مخاطب کا صیغہ ہے اور شَاقَّهٗ کے معنے ہیں خَالَفَهٗ۔ اس سے ناموافقت کی۔ عَادَاهُ۔ اس سے دشمنی کی (اقرب) پس كُنْتُمْ تُشَاقُّوْنَ کے معنے ہوں گے (۱) تم مخالفت کرتے تھے (۲) تم دشمنی کرتے تھے

ظالمی نفس کا کفار کو مجرم قرار دیا گیا ہے۔

الْخِزْيَ: کے اصل معنے ایسی ذلت کے ہیں جو لوگوں کے سامنے شرمندگی کا موجب ہو۔ مزید تشریح کیلئے دیکھو یونس ۹۵

تفسیر:۔ اس آیت میں بتایا کہ یہ عذاب ان کفار پر آئے گا جو موت تک کفر پر قائم رہیں گے۔ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ کہہ کر بتایا کہ ایسے لوگوں کی ساری عمر اپنی جانوں پر ظلم کرنے میں گذر جاتی ہے اور وہ سمجھتے یہ رہتے ہیں کہ وہ نبیوں پر ظلم توڑ رہے ہیں۔ گویا ان کی مثال اس درندہ کی سی ہوتی ہے جو پتھر کو چاٹتا ہے اور اس کی زبان سے خون بہنے لگتا ہے۔ مگر خون کی لذت کو پتھر کا مزا سمجھ کر وہ اس کے چاٹنے میں لگا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کی ساری زبان ہی گھس جاتی ہے۔

آخرت کے خائنین پر رسوائی اور ہلاکت کے دو دن عذاب

فَاَلْقَوُا السَّلَمَ۔ سَلَمَ کے معنے صلح کے ہیں اور صلح کو سلم اس لئے کہتے ہیں کہ اس کے ذریعہ سے ہر ایک دوسرے کے شر سے بچ جاتا ہے۔ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ سے یہ مراد ہے کہ وہ یہ دیکھ کر کہ اب تو ہم پکڑے گئے اور بچنے کی کوئی راہ نہیں مصالحانہ باتیں کریں گے۔ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ کے لفظی معنے یہ ہو سکتے ہیں کہ وہ صلح کی طرح ڈالیں گے۔

مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ میں بتایا گیا ہے کہ وہ اس کے معنے ہیں۔ الا ستسلام۔ تابعداری۔ فرمانبرداری (اقرب)

بَلٰی: جَوَابٌ لِلتَّحْقِيْقِ تُوْجِبُ مَا يُقَالُ لَكَ لِاَنَّهَا تَرْكٌ لِلنَّفْيِ فَاِذَا قُلْتَ لِزَيْدٍ لَيْسَ عِنْدَكَ كِتَابٌ فَقَالَ بَلٰى لَزِمَكَ الْكِتٰبُ وَاِنْ قَالَ نَعَمْ فَلَا يَلْزَمُهٗ۔ یعنی یہ نفی کے بعد آتا ہے۔ لیکن معنوں کو مثبت کر دیتا ہے۔ جیسے کوئی کسی کو کہے کہ تیرے پاس کتاب نہیں۔ تو جواب میں وہ بَلٰی کا لفظ کہے۔ تو اس کے معنے یہ ہوں گے۔ کہ کیوں نہیں؟ میرے پاس کتاب ہے۔ لیکن اگر جواب میں نَعَمْ کا لفظ کہے۔ تو معنے ہوں گے۔ کہ میرے پاس کتاب نہیں۔ (اقرب)

السَّلَمَ

۲۹ حل لغات۔ السَّلَمَ۔ اَلْاِسْتِسْلَامُ۔ تَسْلِيْمٌ بِمَعْنَى السَّلَامِ۔ باب تفعیل سے اسم مصدر ہے اور اس کے معنے وہی ہیں جو سلام کے ہیں یعنی سلامتی صلح۔ نیز

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ فَلَبِئْسَ

اس لئے (اب) تم جہنم کے دروازوں میں سے اس میں ہمیشہ کے لئے ٹھکانہ بناتے ہوئے داخل ہو۔ کیونکہ تکبر کرنے والوں

مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ○ وَقِيْلَ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا مَاذَآ

کا ٹھکانا یقیناً بہت بُرا (ہونا) ہے ۵۳۰ اور (جب) ان لوگوں سے جنہوں نے تقویٰ (کا طریق) اختیار کیا ہے کہا گیا

وقت یہ تو کہہ نہیں سکیں گے کہ ہم نے معبودانِ باطلہ کی عبادت نہیں کی۔ پس وہ اپنے مشرکانہ اعمال کی اس طرح تشریح کریں گے کہ جو کچھ ہم نے کیا بدی کی نیت سے نہیں کیا۔ بلکہ نیک نیتی سے کیا تھا۔

میرے نزدیک مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ کے معنے یہ نہیں کہ ہم نے کوئی شرک نہیں کیا۔ بلکہ یہ کہ ہمارا فعل جو بھی تھا وہ بدی کی نیت سے نہ تھا۔ اس کا محرک سُوء نہیں تھا۔ بلکہ نیک نیتی سے وہ فعل کیا گیا تھا۔

اس دنیا میں بھی جب مشرک توحید کے دلائل کے سامنے عاجز آجاتے ہیں۔ تو کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم تو بتوں وغیرہ کو سجدہ خدا سمجھ کر نہیں کرتے۔ بلکہ صرف توجہ کے قیام کے لئے ایسا کرتے ہیں۔ ورنہ عبادت تو ہم اللہ تعالیٰ کی ہی کرتے ہیں۔

بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ کہہ کر یہ بتلایا ہے کہ یہ تمہارا صرف ڈھکوسلا ہے۔ خدا تعالیٰ کو خوب معلوم ہے کہ تم کس نیت اور ارادہ سے معبودانِ باطلہ کی عبادت کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی تلاش سچے دل سے کرتے تو ان کو توجہ کے لئے ان جھوٹے سامانوں کی کیا ضرورت تھی۔ نیز یہ بھی بتایا کہ یہ عذر جھوٹا ہے تم تو فی الواقع مشرک تھے۔

مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ کے یہ معنے بھی ہو سکتے ہیں کہ ہم نے اپنی سمجھ کے مطابق کوشش کی اور جو کچھ کیا حق سمجھ کر کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ جھوٹ ہے۔ اگر تم نیک نیتی سے یہ کام کرتے تو ہم تم کو ہدایت کیوں نہ دیتے۔ ہمارا تو یہ قانون ہے کہ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (عنکبوت ۷۰) جو لوگ صحیح طور پر ہماری تلاش کرتے ہیں ہم ان کو ضرور اپنا رستہ دکھاتے ہیں۔ پس اگر تم نیک نیتی سے ہمیں پانے کی کوشش کرتے تو غلط راستہ پر کبھی نہ چلتے۔ ہم خود تم کو ہدایت دیتے۔ پس اس عذر کی وجہ سے تم سزا سے نہیں بچ سکتے۔

جَهَنَّمَ بِئْسَ ماکَانَ فعل کے الف کا یاء کی طرف سے یاء میں تبدیل ہونے کی مثال

۵۳۰ حل لغات۔ جَهَنَّمَ: کے لئے دیکھو رعد ۱۹

بِئْسَ: فعل ذم کہلاتا ہے۔ یعنی جب کسی کی مذمت مقصود ہو۔ اس وقت یہ فعل استعمال کرتے ہیں جس کی مذمت کی جائے اُسے مخصوص بالذم کہتے ہیں۔ اس کے بعد اس کا فاعل آتا ہے اور پھر مخصوص بالذم۔ فاعل اور مخصوص بالذم دونوں مرفوع ہوتے ہیں۔ اس کے فاعل کے لئے ضروری ہے کہ لام جنس کے ساتھ مقرون ہو۔ یا مقرون بلام الجنس کی طرف مضاف ہو جیسے بِئْسَ الرَّجُلُ زَيْدٌ اور بِئْسَ غُلَامُ الرَّجُلِ بَكْرٌ۔ اور کبھی اس کا فاعل ظاہراً مقرون بالام نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کی جگہ نکرہ منصوب تمییز کے رنگ میں لے آتے ہیں یا مَا نکرہ استعمال کر لیتے ہیں۔ جیسے بِئْسَ رَجُلًا زَيْدٌ اور بِئْسَ مَا زَيْدٌ رَجُلًا اور مَا استعمال ہوتے ہیں (اقرب)

بلیٰ اِنَّ اللّٰہَ میں کافروں کی معذرت کا جواب

مَثْوًى کے لئے دیکھو یوسف ۵۲۲

تفسیر۔ اس آیت میں پھر اس امر پر زور دیا ہے۔ کہ جو متکبر ہو یعنی حق کو سمجھتا ہو۔ لیکن شرارت کی وجہ سے اور اس خیال سے کہ میں کیوں کسی کا متبع ہو کر چھوٹا بنوں۔ حق کا انکار کرنے والا ہو۔ وہ بہت سزا پائے گا۔ یہ نسبت اس کے جو مجرم تو ہے مگر اس کا جرم شرارت سے نہیں۔ بلکہ غفلت اور لاپرواہی کی وجہ سے ہے۔ یہ موجب بھی کو مستحق سزا بناتا ہے مگر تکبر کے موجب سے کم۔ بِئْسَ کے معنی زیادہ بُرے کے ہوتے ہیں پس اس لفظ سے دونوں قسم کے مجرموں کا فرق بیان کیا گیا ہے۔

ماکَانَ فعل کے ایک اور معنے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۭ قَالُوْا خَيْرًا ۭ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا

(کہ) تمہارے رب نے کیا (شاندار کلام) اتارا ہے تو انہوں نے کہا (کہ ہاں) بہتر ہے۔ جنہوں نے نیکو کاری (کی راہ) اختیار کی ان کیلئے

فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۭ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ ۭ

اس دنیا (کی زندگی میں بھی) بھلائی (مقدر) ہے۔ اور آخرت کا گھر (تو ان کے لئے) اور بھی بہتر ہوگا۔

وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ ۝ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا

اور تقویٰ اختیار کرنیوالوں کا گھر یقیناً بہت (ہی) اچھا (ہوتا) ہے ۵۳۱ (وہ گھر) دائمی رہائش کے باغات (ہیں) جن میں وہ داخل ہوں گے

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَاۗءُوْنَ ۭ

ان کے اندر نہریں بہتی ہوں گی۔ ان (باغوں) میں جو کچھ وہ چاہیں گے انہیں ملے گا۔

كَذٰلِكَ يَجْزِي اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ

تقویٰ اختیار کرنے والوں کو اللہ (تعالیٰ) اسی طرح جزاء دیا کرتا ہے۔ ۵۳۲ (وہ متقی) جن کی

۵۳۱ حل لغات ۔ خَيْرًا: اَلْخَيْرُ وِجْدَانُ الشَّيْءِ عَلٰى كَمَالِ مَا لَهٗ مِنَ الْاَوْقَعِ: کسی چیز کا اُس کے مناسب کمالات سمیت پائے جانے کا نام خیر ہے۔ وَقِيْلَ جُمُوْلُ الشَّيْءِ لِمَا مِنْ شَاْنِهٖ اَنْ يَّكُوْنَ حَاصِلًا لَهٗ - اَیْ مَنَاسِبُهٗ وَيَلِيْقُ بِهٖ اور بعض محققین نے کہا ہے کہ کسی چیز کا ایسے طور پر ہونا کہ اس میں اس کے شایانِ شان باتیں پائی جائیں خیر کہلاتا ہے۔ المال مطلقاً۔ مال۔ الکثیر الخیر۔ خیر اس شخص کو بھی کہتے ہیں جس میں ہر قسم کے کمالات بکثرت پائے جائیں (قرب)

نِعْمَ: فعل مدح کہلاتا ہے۔ یعنی جب کسی کی تعریف کرنی مقصود ہو۔ تو اس وقت یہ فعل استعمال کیا جاتا ہے۔

نقطۂ نگاہ بدلنے سے عمل میں فرق

جس کی تعریف کی جائے اسے مخصوص بالمدح کہتے ہیں۔ اس کے فاعل اور مخصوص بالمدح کے وہی احکام ہیں جو پہلے بئس کے متعلق لکھے جا چکے ہیں۔

تفسیر:۔ اس آیت میں مومنوں کے نقطۂ نگاہ کو ظاہر کیا گیا ہے کہ وہ قرآن مجید کو کس نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اگر کوئی کہے کہ وہ تو مسلمان تھے انہوں نے تو یہ کہنا ہی تھا ان کی گواہی کوئی وقعت نہیں رکھتی۔ تو ہم کہتے ہیں کہ ان کا یہ قول اس وقت کا ہے جبکہ وہ مکہ میں تھے۔ چاروں طرف سے ان کو تنگ کیا جاتا تھا اور ان کو جان کے لالے پڑ رہے تھے۔ ایسے وقت میں ان کا اس کتاب کو قبول کر لینا اور اس کے متعلق یہ رائے ظاہر کرنا اس کی سچائی کی نہایت زبردست شہادت ہے۔

قَالُوْا خَيْرًا ۔ انہوں نے کہا یہ کتاب مناسب کمالات کے ساتھ نازل ہوئی ہے یعنی جو باتیں کسی روحانی کتاب میں چاہئیں وہ سب بتمام و کمال اس میں موجود ہیں۔ یا جیسا خیال تھا کہ ایسی کتاب آنی چاہیئے اس سے بھی بہتر اس کو پایا۔

اَحْسَنُوْا ۔ اس میں یہ بتایا ہے کہ نقطۂ نگاہ کے بدلنے سے عمل میں کتنا فرق پڑ جاتا ہے۔ ایک گروہ نے اسے اساطیر الاولین کہا۔ پس اس کے وعید سے نہ ڈرے اور ہلاکت کا شکار ہو گئے اور مومن جنہوں نے اسے خیر سمجھا وہ اسکی پوری اتباع کرنے میں لگ گئے اور آخر خیر والے مقام یعنی جنت میں پہنچ گئے۔ وہ مقام کیسا ہے۔ اس کا ذکر اگلی آیت میں کیا گیا ہے۔

جنّٰتُ عَدْنٍ

۵۳۲ حل لغات ۔ جَنّٰتِ عَدْنٍ کیلئے دیکھو رعد ۲۴

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ ۙ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ

روحوں کو فرشتے اس حالت میں کہ وہ پاک نفس ہوں (یہ) کہتے ہوئے قبض کرتے ہیں کہ (اب) تمہارے لئے

عَلَيْكُمُ ۙ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

سلامتی (ہی سلامتی) ہے۔ جو کچھ (تم) کرتے تھے اس کے مطابق تم جنت میں داخل ہو جاؤ۔ ۳۳

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ

(اب) یہ (لوگ) اس بات کے سوا کس کا انتظار کر رہے ہیں کہ فرشتے ان کے پاس (آسمانی عذاب لیکر) آئیں یا تیرے رب کا

اَمْرُ رَبِّكَ ۭ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ وَ

(فیصلہ کن) حکم آجائے۔ اسی طرح ان لوگوں نے کیا تھا۔ جو ان سے پہلے (زمانوں کے) تھے۔ اور

تفسیر:۔ یعنی وہ مقام خیر ہمیشہ رہنے والا ہوگا کیونکہ اچھی چیز کو ہمیشہ رکھا جاتا ہے۔

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۔ یہ نہیں کہ اس کی تہ میں نہریں بہتی ہوں گی۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ اس میں بہنے والی نہریں اُسی کے نظام کے ماتحت ہوں گی۔ دنیا میں نہریں اور دریا ضروری نہیں کہ ان لوگوں کے تابع ہوں جن کے ملک یا زمین میں وہ بہتے ہوں۔ جب ایسی صورت ہو تو ان سے پورا فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ بسا اوقات دریا کئی ملکوں میں سے گذرتے ہیں اور ان سے فائدہ اٹھانے کے لئے ملکوں میں جنگ شروع ہو جاتی ہے۔ پس ان الفاظ سے یہ اشارہ کیا گیا ہے کہ جنت کی نہریں جنت کے نظام کے کلی طور پر ماتحت ہوں گی اور کوئی دوسرا ان میں شریک نہ ہوگا۔

جَنّٰتُ عَدْنٍ ۔ سے اس طرف بھی اشارہ کیا کہ وہ ایسا مقام ہے جس میں کوئی نقص نہیں۔ کیونکہ فنا کا موجب نقص ہی ہوتا ہے۔

لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ ۔ اس کے دو معنے ہو سکتے ہیں (۱) ان کی ہر خواہش پوری کی جائے گی۔ کیونکہ ان کی مشیت مشیتِ ایزدی ہوگی۔ گویا مَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ کی حالت ہوگی۔ اور اُن کے دل میں اُنہی اشیاء کی خواہش پیدا ہوگی جو ان کو مل سکتی ہوں گی اور مل جائیں گی۔ حرص و آز سے ان کے دل خالی ہوں گے اور حسد کی آگ سے وہ محفوظ ہوں گے اور ہر گندگی سے دل پاک ہو جائیں گے۔

تجرِیْ من تحتہا الانہار کا مطلب

(۲) ان کو ان جنتوں کے متعلق جن میں وہ رکھے جائینگے پورا اختیار حاصل ہوگا اور ان کے متعلق ان کے دل میں جو خواہش پیدا ہوگی وہ ضرور پوری ہوگی۔ کیونکہ انہیں وہاں پورا اختیار دیا جائے گا۔

۳۳ حل لغات۔ سَلَام: کیلئے دیکھو یونس ۱۱ ۲ سلام

تفسیر:۔ یعنی متقی وہ ہوتے ہیں جن کو موت اس وقت کرہ طیب النفس ہوتے ہیں آتی ہے۔ وہ ہر قسم کے نقصوں سے پاک ہوتے ہیں۔ ہر قسم کی خوبیاں۔ صفائی۔ ترقی اور علو ہمت کے جذبات ان میں پائے جاتے ہیں (طیبین کے معنوں کے لئے کلمہ طیبہ کی تفسیر سورہ ابراہیم رکوع ۴ میں دیکھو)

جنات عدن اس مقام کے لحاظ سے نقص ہونگی ظرف خلود ہے

يَقُوْلُوْنَ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ ۔ یعنی کفار تو خود ڈر کر صلح کی طرح ڈالیں گے اور مومنوں کو فرشتے خود بڑھ کر سلام کہیں گے ؂

لھم فیھا ما یشاؤن کے دو معنے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝

اللہ (تعالےٰ) نے ان پر (کوئی) ظلم نہیں کیا تھا بلکہ وہ (خود ہی) اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے ۵۳۴

فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا

پس اُن کے عملوں کی سزا نے انہیں آپکڑا۔ اور جس (عذاب کی خبر) پر وہ ہنسی کیا کرتے تھے اس نے انہیں

كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ع ۱۰

گھیر لیا (اور تباہ کر دیا) ۵۳۵ اور جن لوگوں نے شرک (کا طریق اختیار) کیا انہوں نے (یہ بھی) کہا کہ

لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ

کہ اگر اللہ (تعالیٰ یہی) چاہتا (کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کی جائے) تو نہ ہم (ہی) اس کے سوا کسی چیز کی عبادت کرتے اور نہ ہمارے

وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ۭ كَذٰلِكَ

باپ دادا ایسا کرتے۔ اور نہ (ہی) ہم اس کے (فرمانے کے) بغیر کسی چیز کو (خود بخود) حرام ٹھہراتے۔ جو (لوگ) ان سے

۵۳۴ تفسیر:۔ یعنی یہ کفار اب اپنی مدت گذار چکے ہیں۔ اب تو یہ صرف ان عذابوں کا انتظار کر رہے ہیں جو (۱) فردی طور پر ان پر آنیوالے ہیں۔ جیسا کہ اوپر کی آیات سے ظاہر ہے ملائکہ کا آنا فردی عذاب پر دلالت کرتا ہے۔ (۲) اس عذاب کا انتظار کر رہے ہیں جو قومی طور پر ان پر نازل ہوگا۔ امر ربک سے اسی طرف اشارہ ہے۔

کفار پر فردی اور قومی عذاب کے آنے کی طرف اشارہ

وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ۔ یعنی اپنے اعمال سے اپنے آپ کو عذاب کا مستحق بنانے کا فعل پہلے کفار بھی کرتے رہے ہیں۔ یہ بھی ویسا ہی کر رہے ہیں۔ مگر اس کا نقصان الٰہی کی جانوں کو پہنچے گا۔ نبی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

سیئات ما عملوا میں عذاب الٰہی کی فلاسفی بیان کی گئی ہے

۵۳۵ حل لغات۔ حَاقَ بِهِمْ: حَاقَ بہ کے معنے ہیں۔ اَحَاطَ بِہٖ کسی چیز کا احاطہ کر لیا (اقرب)

حاق بہم

يَسْتَهْزِءُوْنَ۔ اِسْتَهْزَأَ سے جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ مزید تشریح کے لئے دیکھیں رعد ۳۳

یستھزءون

تفسیر:۔ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا۔ سے مراد عمل کے نتائج ہیں۔ یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ظالمانہ عذاب نہیں

دیتا۔ بلکہ کافر خود اپنی سزا اپنے عمل سے پیدا کرتا ہے۔ عذاب الٰہی کوئی بیرونی چیز نہیں بلکہ بد عمل انسان کے عمل کا طبعی نتیجہ ہے۔ اس میں عذاب الٰہی کی فلاسفی بیان کی گئی ہے۔ یہی عذاب ہے جس پر کوئی اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔ ورنہ وہ عذاب جو طبعی نتائج کی قسم سے نہیں ہوتا بسا اوقات قابل اعتراض ہو جاتا ہے جیسے بعض دفعہ دنیاوی مجسٹریٹ مجرم کو سزا دیتا ہے تو لوگ سمجھتے ہیں کہ اس نے جرم سے زیادہ سزا دے دی ہے۔ مگر بدپرہیزی سے جو بیماری پیدا ہوتی ہے۔ اسکی نسبت کوئی نہیں کہتا کہ وہ بدپرہیزی کی مناسب سزا نہیں۔ کیونکہ ہر اک جانتا ہے کہ وہ طبعی نتیجہ ہے اور اپنی حد سے بڑھ سکتا ہی نہیں۔

حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ۔ سے بتایا ہے کہ کفار جس قسم کے اعتراض نبیوں پر کرتے ہیں۔ و یسے ہی حالات میں سے نہیں گذرنا پڑتا ہے۔ اگر وہ انہیں جھوٹا کہتے ہیں تو خود جھوٹ کے الزام کے نیچے آتے ہیں۔ اگر بدکار کہتے ہیں تو خود ان کی بدکاریاں کھولی جاتی ہیں۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ

پہلے (سچائی کے دشمن) تھے انہوں نے (بھی) ایسا ہی کیا تھا۔ بھلا کیا یہ اتنا بھی نہیں سوچتے کہ) رسولوں پر (خدا کا پیغام)

اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ

پہنچا دینے کے سوا (اور) کیا ذمہ واری ہے۔ ۳۶ اور ہم نے یقیناً ہر قوم میں (کوئی نہ کوئی) رسول (یہ حکم دیکے)

رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ

بھیجا ہے۔ کہ تم اللہ (تعالےٰ) کی عبادت کرو اور حد سے بڑھنے والے سرکش سے کنارہ کش رہو۔

۳۶ تفسیر:۔ اوپر اللہ تعالےٰ کی طرف سے وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ بیان ہو چکا ہے یعنی کفار یہ نہ خیال کریں کہ کج راستے کیوں بنے ہیں یہ راستے انہوں نے خود بنائے ہیں اللہ تعالےٰ نے نہیں بنائے۔ اللہ تعالےٰ تو جبر سے کام نہیں لیتا۔ اگر لیتا تو ہدایت دیتا اب خود کفار کے منہ سے وہی اعتراض نقل کیا گیا ہے فرماتا ہے۔ کافر کہتے ہیں۔ اگر اللہ چاہتا تو ہم یا ہمارے باپ دادے شرک نہ کرتے۔ پس جب اس نے روکا نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ وہ ہمارے شرک کو ناپسند نہیں کرتا۔

جو شخص یا جماعت بھی غلط عقائد اختیار کرے اُسے دلائل کے سامنے دب کر غیر معقول رویہ ہی اختیار کرنا پڑتا ہے۔ اور اس کے مقابلہ کی بنیاد کسی مقررہ اصل پر نہیں ہوتی۔ بلکہ اُسے حملہ کے مطابق جگہ بدلنی پڑتی ہے۔ رکوع تیں کے آخر میں بتایا گیا تھا کہ کفار تنگ آ کر کہتے ہیں کہ بڑی اعلیٰ تعلیم لئے پھرتے ہو۔ آخر یہ تعلیم پہلوں کی کتب سے نقل کی ہوئی ہے اور ہے کیا؟ اس کے دو جواب دئے گئے تھے۔ اوّل تو یہ کہ یہ اعتراض محض لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے ہے۔ ورنہ اس میں کوئی حقیقت نہیں۔ یعنی اگر نقل بھی ہو۔ تو بھی اگر سچی بات ہے تو مانتے کیوں نہیں۔

دوسرا جواب یہ دیا تھا کہ اگر یہ نقل ہے۔ تو تم بھی تو پہلے انبیاء کے مخالفین کی نقل کر رہے ہو۔ وہ بھی ایسی ہی باتیں کیا کرتے تھے۔ مگر نہ وہ کامیاب ہو سکے نہ تم کامیاب ہو سکتے ہو۔ یہ عملی ثبوت ان کے اعتراضات کے بودا ہونے کا دیا کیونکہ اگر معقول اعتراض ہوتا اور انبیاء کی تعلیم واقع میں محض نقل ہوتی۔ تو دنیا اپنے پہلے مذاہب کو چھوڑ کر انہیں اختیار کیوں کرتی۔ اس کے بعد کفار اور مسلمانوں کو جو الگ الگ قسم کے سلوک کرنے پڑتے۔

اس کے بعد پھر کفار کے اعتراضوں کی طرف رجوع کیا گیا ہے اور بتایا ہے کہ جب کفار اپنے پہلے اعتراض کا جواب سنتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ اعتراض مؤثر نہیں ہو سکتا تو وہ پھر پہلو بدلتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں اللہ تعالےٰ سزا کیوں دینے لگا کیا خدا تعالیٰ قادر نہیں۔ پھر اگر وہ ہمارے طریق کو غلط سمجھتا ہے تو ہمیں اور ہمارے باپ دادوں کو اُس سے ہٹا کیوں نہیں دیتا اور شرک کی توفیق ہم سے کیوں نہیں چھین لیتا۔ اللہ تعالےٰ اس کا جواب یہ دیتا ہے کہ اس کا ذریعہ ایک ہی ہو سکتا تھا کہ اللہ تعالےٰ جن انبیاء کو بھیجتا انہیں جبر کرنے کی تلقین کرتا۔ لیکن کافر بھی تو بعض نبیوں کو مانتے ہیں۔ کیا وہ کوئی نبی پیش کر سکتے ہیں جس نے جبر سے کام لیا ہو۔ حالانکہ ان کے مخالفوں کو یہ بھی غلطی پر سمجھتے ہیں۔ پس اگر ان کے مسلمہ نبیوں (مثلاً حضرت ابراہیم حضرت لوط علیہما السلام) نے جبر سے کام نہیں لیا اور خدا تعالےٰ نے انہیں یہ توفیق نہ دی کہ اپنے مخالفوں کو زبردستی منوا لیتے۔ تو اب اس امر کی کیوں توقع رکھتے ہیں جس طرح ہمیشہ سے انبیاء محض تبلیغ سے کام لیتے آئے ہیں۔ اب بھی

کفار کا اپنے اعتراضوں کو غیر مؤثر پا کر پہلو بدلنا

قرآنی دلائل سے عاجز آ کر کفار کے غیر معقول اعتراض

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ

اس پر ان میں سے بعض (تو) ایسے (اچھے ثابت) ہوئے کہ انہیں اللہ (تعالیٰ) نے ہدایت دی۔ اور بعض ایسے کہ ان پر ہلاکت

الضَّلٰلَةُ ۚ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ

واجب ہو گئی پس تم (تمام) ملک میں پھرو اور دیکھو کہ (انبیاء کو) جھٹلانے

كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝ اِنْ تَحْرِصْ عَلٰى

والوں کا انجام کیسا ہوا تھا ۳۷ (اے رسول) اگر تو ان (لوگوں) کی

اسی طرح ہوگا۔

تعجب ہے اس آیت کی موجودگی میں بعض مسلمان دین میں جبر کو جائز سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ امر قرآن کریم کی متعدد آیات کے خلاف ہے۔

اجتنبوا

۳۷ حل لغات۔ اجْتَنِبُوْا: اِجْتَنَبَ سے جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے اور اِجْتَنَبَهٗ کے معنے ہیں بَعُدَ عنهُ۔ اس سے دور ہو گیا (اقرب)

الطاغوت

الطَّاغُوْت: كُلُّ مُتَعَدٍّ۔ حد سے بڑھنے والا۔ كُلُّ رَاسٍ ضَلَالٍ۔ ہر شخص جو گمراہی کا سردار ہو۔ اَلْكَاهِنُ۔ کاہن۔ اَلشَّيْطَانُ۔ شیطان۔ اَلْاَصْنَامُ۔ بُت۔ كُلُّ مَعْبُوْدٍ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ معبود باطل۔ مَرَدَةُ اَهْلِ الْكِتٰبِ اہل کتاب میں سے سرکش لوگ۔ اس کی جمع طَوَاغِيْت اور طواغ آتی ہے (اقرب) الطَّاغُوْتُ: اَلسَّاحِرُ۔ ساحر۔ اَلْمَارِدُ مِنَ الْجِنِّ۔ جنات میں سے سرکش۔ اَلصَّارِفُ عَنْ طَرِيْقِ الْخَيْرِ نیکی سے روکنے والا (مفردات) ھدیٰ کے لئے دیکھو رعد ۳۸

العاقبة

الْعَاقِبَةُ: اٰخِرُ كُلِّ شَيْءٍ۔ ہر چیز کا آخر۔ انجام (اقرب)

آیات بینات کفار کے اعتراضات کے پانچ جوابات

تفسیر:۔ اس آیت میں کفار کے مذکورہ بالا اعتراض کے متعدد جواب دئے گئے ہیں۔

پہلا جواب یہ دیا گیا ہے۔ کہ ہم ہر قوم میں رسول مبعوث فرما چکے ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک نے توحید کی ہی تعلیم دی ہے پس اگر تمہارا یہ دعویٰ درست ہے کہ خدا تعالیٰ شرک کو بھی کسی حالت میں پسند کر سکتا ہے۔ تو بتاؤ کہ سب کے سب نبی شرک کے خلاف کیوں رہے اور کیوں توحید کی تعلیم دیتے رہے۔ اگر شرک بھی خدا تعالیٰ کی تصدیق کی مہر رکھتا ہے تو کوئی نبی تو شرک کی تعلیم دینے والا بھی آتا۔

دوسرا جواب بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ کے الفاظ میں دیا یعنی اگر جبر ہوتا تو پھر ایک ہی رسول کافی تھا جو ان لوگوں کو جنہیں ہدایت پر چلانا مقصود تھا ہدایت دے دیتا۔ بار بار اور ہر قوم میں نبی بھیجنے کی ضرورت تو تبھی ہوئی۔ جبکہ لوگ بار بار زیبوں کے راستے کو چھوڑ گئے۔ جبر کی صورت میں یہ امر ممکن نہ تھا۔

تیسرا جواب یہ دیا کہ ہر نبی کی تعلیم یہ تھی کہ بدصحبت سے بچنے کا حکم موجود ہے اور برے آدمیوں کو نہ ماننے کی تعلیم ہے۔ یا دوسرے لفظوں میں شیطان کے حملہ سے محفوظ رہنے کا ارشاد ہے اگر یہ درست ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض کو موحد بنا دیا اور بعض کو مشرک۔ اور اس دنیا میں جبر سے ہی کام لیا گیا ہے۔ تو اس تعلیم کے کیا معنے ہوئے۔ اگر ہر ایک شخص جس مذہب اور اصل پر ہے خدا تعالیٰ نے ہی اُسے اس مقام پر کھڑا کیا ہے اور اس کا اس میں اختیار نہیں۔ تو نبی بھیج کر ہوشیار کرنے کا فائدہ کیا۔ جو موحد ہے موحد رہے گا۔ اور جو مشرک ہے مشرک ہی رہے گا۔

چوتھا جواب یہ دیا ہے کہ ہر نبی کے زمانہ میں کچھ لوگوں نے ان کے پیغام کو مان لیا حالانکہ پہلے وہ کافر تھے اور کچھ نے نہ مانا۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

هُدٰىهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ يُّضِلُّ وَمَا

ہدایت یابی کی بہت خواہش رکھتا ہے تو سمجھ لے کہ) جو لوگ (دوسروں کو دانستہ) گمراہ کر رہے ہوں

لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ

انہیں اللہ (تعالیٰ) ہرگز ہدایت نہیں دیتا۔ اور نہ انکا کوئی مددگار ہوتا ہے ۳۸ اور انہوں نے اللہ (تعالیٰ) کی بڑی زور دار قسمیں

اب اگر یہ درست ہے کہ خدا تعالےٰ نے جو کچھ کسی کو بنا دیا، بنا دیا۔ تو ہر نبی کے زمانہ میں ایک جماعت ایمان کیوں لاتی رہی۔ اگر خدا تعالیٰ نے انہیں کافر بنا دیا تھا تو انہیں ایمان کس طرح نصیب ہُوا پس ہر نبی کے زمانہ میں کافروں کی ایک جماعت کا مومن بن جانا ایک عملی ثبوت ہے اس امر کا کہ خدا تعالیٰ نے جبراً کسی کو کافر نہیں بنایا۔

پانچواں جواب یہ دیا کہ ہر نبی کے دشمن ہلاک ہوتے چلے آئے ہیں۔ دنیا ان کے نشانوں سے معمور ہے۔ علم نہ ہو تو دنیا میں پھر کر دیکھ لو۔ اب اگر تمہارا یہ دعویٰ صحیح ہے کہ خدا تعالےٰ نے ہی بعض لوگوں کو کافر یا مشرک بنایا ہے تو وہ لوگ تو مجبور محض تھے۔ انہیں سزا دینا کس طرح جائز ہو سکتا تھا۔ پس ان الٰہی عذابوں سے پتہ چلتا ہے کہ خدا تعالےٰ نے ان کو مشرک یا کافر نہ بنایا تھا۔ بلکہ وہ اپنی مرضی سے مشرک یا کافر بنے تھے۔

۳۸ تفسیر:۔ اس آیت میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اتباع سے خطاب ہے کہ تم میں سے ہر اک ان کفار کی ہدایت چاہتا ہے۔ لیکن اللہ تعالےٰ ہر اک کو ہدایت نہیں دے سکتا۔ کیونکہ جس طرح وہ جبر سے کافر مشرک نہیں بناتا جبر سے مومن موحد بھی نہیں بناتا۔ کیونکہ اس طرح ایمان کی غرض باطل ہو جاتی ہے یعنی قلبی صفائی پیدا نہیں ہوتی۔ پس وہ تم کو بتا دینا چاہتا ہے کہ جو دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں۔ انہیں وہ جبر سے ہدایت نہ دے گا بلکہ ان کے مددگاروں کے سلسلہ کو بھی کاٹ دے گا۔

اس آیت میں حرص کا لفظ استعمال ہُوا ہے۔ اس کو دھوکا نہیں کھانا چاہیئے۔ حرص کے معنے اُردو میں بُرے ہوتے ہیں۔ لیکن عربی میں صرف شدید خواہش کے ہوتے ہیں اور یہ اپنے

لفظ حرص کا استعمال اور اس کے معنے

استعمال کے موقعہ کے لحاظ سے اچھے اور بُرے دونوں معنے دیتا ہے۔ اگر بُرے کام کے لئے اس لفظ کو استعمال کیا جائے۔ تو اس کے معنے بُرے ہوتے ہیں۔ اور اگر اچھے کام کے لئے اس لفظ کا استعمال ہو تو اس کے معنی اچھے ہوتے ہیں۔ گویا یہ لفظ ذاتی معنے کوئی نہیں رکھتا۔ اس نسبت کے مطابق اس کے معنے ہوتے ہیں جو جملہ میں اسے حاصل ہوتی ہے۔ یہاں چونکہ خیر خواہی کے مفہوم میں یہ لفظ استعمال ہُوا ہے۔ اس لئے اس کے معنے اس جگہ اچھے ہیں۔

یضل میں ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں بلکہ مَنْ کی طرف ہے

فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ يُّضِلُّ — اس میں يُضِلُّ کی ضمیر خدا تعالےٰ کی طرف نہیں پھرتی اور یہ معنے نہیں کہ جس کو خدا تعالیٰ گمراہ کرتا ہے اُسے ہدایت نہیں دیتا۔ کیونکہ اسی مضمون کو تو پہلی آیت میں رد کیا گیا ہے۔ پس ضمیر مَنْ کی طرف پھرتی ہے اور مراد یہ ہے کہ جو دوسروں کو گمراہ کرتا ہے اُسے اللہ تعالےٰ ہدایت نہیں دیتا۔

اس آیت میں رسول کریم اور آپ کے اتباع سے خطاب

اس جملہ میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ ہدایت تو توجہ سے ملتی ہے۔ جو دوسروں کو گمراہ کرنے میں لگے ہوئے ہیں اپنے لئے ہدایت کے کب طلبگار ہو سکتے ہیں اور جب دل میں تبدیلی نہ ہو تو ہدایت کس طرح ملے۔

مَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ — اس سے اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ نصرت تو انسان کو ہدایت کے معاملہ میں سوائے خدا کے کوئی دیتا ہی نہیں۔ مگر یہ لوگ ہدایت کے ذریعہ کو بند کر چکے ہیں۔

اگر یہ سمجھیں کہ ان کو خود بخود ہدایت ہو جائے گی۔ تو یہ غلط بات ہے۔ ان کی اصلاح محض اس طرح ہو سکتی تھی کہ یہ اسلام کو

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

أَيْمَانِهِمْ لَا يَبْعَثُ اللَّهُ مَنْ يَمُوتُ ۚ بَلَىٰ وَعْدًا

کھائی ہیں۔ (کہ) جو مر جائے اللہ (تعالےٰ) اسے (پھر) زندہ نہیں کریگا۔ (مگر حقیقت) یوں نہیں یہ (تو) ایک

عَلَيْهِ حَقًّا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝

(ایسا) وعدہ ہے جس (کے پورا کرنے) کا وہ ذمہ دار ہے۔ لیکن اکثر لوگ (اس حقیقت کو) نہیں جانتے ۵۳۹

لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي يَخْتَلِفُونَ فِيهِ وَلِيَعْلَمَ

(یہ دوبارہ زندگی اس لئے ہوگی۔ کہ) تا وہ ان پر اس (حقیقت) کو ظاہر کردے جس میں وہ (آج) اختلاف کر رہے ہیں۔ اور جن لوگوں نے

قبول کرتے۔ مگر یہ لوگ تو بتوں کو ہدایت کا ذریعہ قرار دیتے ہیں۔ اس لئے ان کی ہدایت مشکل ہے۔ اور جب یہ خدا تعالےٰ سے منہ موڑ کر جھوٹے معبودوں کی طرف متوجہ ہیں تو خدا تعالےٰ تو ان کی مدد کرے گا نہیں۔ باقی رہے ان کے معبود۔ وہ ان کی مدد کر ہی نہیں سکتے۔ پس ان کا کوئی بھی مددگار نہ ہوگا۔

کفار کے قسمیں کھانے کی وجہ

۵۳۹ حل لغات۔ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ: جَهَدَ فِي الْاَمْرِ (يَجْهَدُ جَهْدًا) کے معنے ہیں۔ جَدَّ وَتَعَبَ فِيهِ۔ کسی معاملہ میں خوب محنت اور کوشش سے کام لیا۔ جَهَدَ دَابَّتَهُ: بلغ جَهْدَهَا وَحَمَّلَهَا فَوْقَ طَاقَتِهَا جانور پر بہت بھاری بوجھ لادا۔ اَلْجَهْدُ: مصدر ہے۔ نیز اس کے معنے ہیں۔ اَلطَّاقَةُ۔ طاقت۔ يُقَالُ "اَفْرَغَ جَهْدَهُ" اى طاقتهٗ۔ چنانچہ "اَفْرَغَ جَهْدَهُ" کا فقرہ بولکر جہد سے مراد طاقت لیتے ہیں۔ اَلْمَشَقَّةُ: مشقت (اقرب) اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ۔ اى بَالَغُوْا فِي الْيَمِيْنِ وَاجْتَهَدُوْا یعنی انہوں نے بڑی زور دار قسمیں کھائیں۔ (اقرب)

جھد ایمانہم

اُن کے بکھر کر قسمیں کھا کر عوام کو ان کے سابق عقیدہ پر قائم رکھنا

لَا يَبْعَثُ: بعث سے مضارع يَبْعَثُ آتا ہے۔ اور لَا يَبْعَثُ مضارع منفی ہے بعث کی تشریح کیلئے دیکھو حجر ۳۵

لا یبعث

تفسیر:۔ فرمایا یہ لوگ جب دلائل سے عاجز آجاتے ہیں تو قسمیں کھانے لگتے ہیں کہ مرنے کے بعد کوئی زندگی نہیں۔ تاکہ اپنے اتباع کو عذاب سے محفوظ رہنے کا یقین

کفار کا دلائل سے عاجز آکر قسمیں کھانا

دلائیں اور سچ کی جستجو سے غافل کر دیں۔

اس جگہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کفار قسمیں کیوں کھاتے ہیں۔ ایسی قسموں کا کیا فائدہ تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بعض لوگ کمزور طبیعت کے ہوتے ہیں وہ خود فیصلہ کرنیکی طاقت نہیں رکھتے۔ جب سچے مذہب کے دلائل سُن کر اُن کے دل متذبذب ہو جاتے ہیں۔ تو ان کے سردار اور لیڈر قسمیں کھا کھا کر انہیں اپنے سابق عقیدہ پر برقرار رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور چونکہ ان لوگوں میں عزم نہیں ہوتا۔ کچھ ان میں سے ان قسموں سے مرعوب ہو کر پھر اپنے پرانے خیالات کی طرف عود کر جاتے ہیں پس یہ بھی لوگوں کو ہدایت سے محروم کرنے کا ایک ذریعہ ہے جو کفار کے سردار ہمیشہ سے استعمال کرتے چلے آئے ہیں۔

عوام الناس اس امر کو نہیں سمجھتے کہ قسم تو اس شخص کی قابل اعتبار ہوتی ہے جو نیک ہو اور صرف مزید زور دینے کے لئے ہوتی ہے ورنہ جھوٹے لوگ جس طرح بغیر قسم کے جھوٹ بولتے ہیں قسم کے ساتھ بھی جھوٹ بولتے ہیں۔ یا پھر قسم شہادت کا فائدہ دیتی ہے یعنی جن امور میں اللہ تعالےٰ نے جھوٹی قسم پر اس دنیا میں گرفت کرنے کا فیصلہ کیا ہو۔ اُن کے متعلق جھوٹی قسم کھانیوالا اگر عذاب سے محفوظ ہے تو یہ اس کے سچے ہونیکا ثبوت ہوتا ہے ورنہ ہر قسم کی نہ اس دنیا میں سزا ملتی ہے نہ وہ کوئی دلیل ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عدالت دینی میں جھوٹی قسم کھانیوالے سزا پاتے ہیں یعنی ہر اک کو اس دنیا میں سزا نہیں ملتی۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِيْنَ ○ اِنَّمَا

کفر (کا طریق) اختیار کیا ہے۔ انہیں معلوم ہو جائے کہ وہ جھوٹے تھے ۴۰ ہمارا قول

قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ

کسی (ایسی) چیز کے متعلق جس (کے پورا کرنے) کا ہم ارادہ کریں صرف یہ ہوتا ہے کہ ہم اس کے متعلق کہہ دیتے ہیں کہ ہو جا

۴۰ **تفسیر**:- اس میں اوپر کے مضمون کی دلیل بیان فرمائی گئی ہے اور وہ یہ کہ حشر بعد الموت مذہبی امور میں یقین پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے۔ اس دنیا میں تو اختلاف کبھی مٹا نہیں۔ ہمیشہ ہی بعض لوگ معیان نبوت کے منکر ہوتے ہیں اور بعض مومن اگر اسی دنیا تک انسانی زندگی ختم ہو جائے۔ تو اوّل تو نبی کے دعوی کے متعلق کا اختلاف ہونا کلی امر مشتبہ ہے۔ دوسرے وہ طبقہ جو منکر ہے۔ وہ ہمیشہ کے لئے ہدایت سے محروم رہ جائے اور یہ اللہ تعالےٰ کی شان کے خلاف ہے۔ اس نے تو سب انسانوں کو عبد بننے کے لئے پیدا کیا ہے۔ اگر اسی دنیا میں انسانی زندگی ختم ہو جائے تو پھر منکر کبھی عبد نہیں بن سکتے۔ اس لئے ضرور ہے کہ ایک اور زندگی انسان کو ملے۔ جس میں حقیقت واضح کر دی جائے تا سب لوگوں پر حقیقت کھل جائے اور جو اس دنیا میں حق کے سمجھنے سے محروم رہے ہیں۔ اس دنیا میں حق کو سمجھنے کے قابل ہو جائیں۔

اس آیت پر یہ اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نبیوں اور آسمانی کتب کی نسبت بھی فرماتا ہے کہ وہ تبیین کرتی ہیں پس جب تبیین یہاں ہو جاتی ہے تو اس کے کیا معنے ہوئے کہ بعث بعد الموت کی اس لئے ضرورت ہے کہ جن امور میں اختلاف ہے۔ اس کے متعلق اللہ تعالےٰ تبیین کر دے۔ اس دنیا میں تبیین کا دعویٰ خود اسی سورۃ میں کیا گیا ہے فرماتا ہے وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوْا فِيْهِ (نحل ع ۱۴) یعنی ہم نے تجھ پر یہ کامل کتاب صرف اس لئے اتاری ہے کہ جس بارہ میں یہ لوگ اختلاف کرتے ہیں اس کے متعلق تو انہیں حقیقت کھول کر سنا دے۔ پس سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب اس دنیا میں حقیقت کھول دی گئی تو اگلے جہان کی ضرورت نہ رہی۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اس دنیا کے متعلق جب تبیین کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ تو اس کے معنے عقلی طور پر اور دلائل سے حقیقت کے کھول دینے کے ہوتے ہیں اور ایسی تبیین صرف ان لوگوں کے لئے کافی ہوتی ہے جو حق کے متلاشی ہوتے ہیں۔ مگر جو لوگ حق کے متلاشی نہ ہوں۔ ان کیلئے یہ تبیین مفید نہیں ہوتی۔ پس ان کے لئے ایسی تبیین کی ضرورت ہے جو اس قدر واضح ہو کہ اس کے بعد انکار کی گنجائش نہ رہے اور بہانہ سازی کا موقعہ ہی باقی نہ رہے۔ یہ تبیین اس دنیا میں نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ ایسی تبیین کے بعد اعلیٰ ایمان نصیب نہیں ہو سکتا جس طرح سورج کو سورج ماننا کوئی اعلیٰ خوبی نہیں۔ اسی طرح ایسے اظہار حق کے بعد ایمان کے اعلیٰ مقامات حاصل نہیں ہو سکتے۔ پس انسانوں میں سے جو اللہ تعالےٰ کے خاص فضلوں کو حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ان کو موقعہ دینے کے لئے نبیوں والی تبیین تو اس دنیا میں ہو جاتی ہے اور سب بنی نوع انسان پر صداقت ظاہر کرنے کے لئے وہ تبیین جس کا ذکر اس آیت میں ہے۔ اگلے جہان میں ہوتی ہے۔ ایسی تبیین کے بعد ایمان خاص نفع نہیں دیتا۔ ہاں کفار کو اس قابل بنا دیتا ہے کہ سزا بھگتنے کے بعد خدا تعالےٰ کی بخشش کو حاصل کر لیں۔

بعث بعد الموت کی ضرورت

اختلاف کو دور کرنے اور منکرین کے عبد بنائے جانے کے لئے بعث بعد الموت ضروری ہے

تبیین کے لئے بعث بعد الموت کی ضرورت پر اعتراض اور اس کا جواب

غرض اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ وہ تبیین جو سب کو ایمان دیدے اس دنیا میں ہو نہیں سکتی۔ پس ایک اور جہان کی ضرورت ہے جہاں اس تبیین کو اللہ تعالےٰ ظاہر فرمائے۔

وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا۔ اس جملہ سے پہلی دلیل کو واضح کیا ہے اور بتایا ہے کہ اس جگہ جس تبیین کا ہم نے ذکر

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ع ۵ ۱۱ فَيَكُوْنُ ۝ وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ

تو وہ ہو جاتی ہے ۵۴۱ اور جن لوگوں نے اس کے بعد کہ ان پر ظلم کیا گیا اللہ (تعالیٰ) کے لئے ہجرت

کیا ہے وہ ایسی تبیین ہے جس کے بعد کا فر انکار کر ہی نہیں سکتا۔ اور اپنے جھوٹے ہونے کا اُسے یقین ہو جاتا ہے نہ کہ عام تبیین جس کا ذکر دوسری آیات میں کیا گیا ہے۔

ایسی تبیین جس کو کوئی انکار نہ کر سکے۔ بعث بعد الموت کے وقت ہوگی

۵۴۱ تفسیر:- فرمایا کہ ایک وجہ قیامت کے انکار کی یہ ہے کہ لوگ اُسے ناممکن سمجھتے ہیں۔ حالانکہ اس دنیا میں جو ہماری طاقت کا اظہار ہو رہا ہے۔ اس سے وہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ ہمارے لئے کوئی بات انہونی نہیں۔ ہم تو جب کسی امر کے متعلق کہتے ہیں کہ ایسا ہو جائے ویسا ہی ہو جایا کرتا ہے۔ پھر قیامت پر کیوں شک ہے۔

قیامت کے انکار کی وجہ

اس جگہ ان پیشگوئیوں کو قیامت کی دلیل کے طور پر پیش کیا ہے جو اس دنیا میں بنی کرتے ہیں اور باوجود حالات کے خلاف ہونے کے وہ پوری ہوتی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے قادر ہونے کو ثابت کر دیتی ہیں۔ فرماتا ہے ان پیشگوئیوں پر قیاس کر کے تم قیامت کے امکان کو بھی سمجھ سکتے ہو۔

پیشگوئیوں کو قیامت کے بطور دلیل پیش کیا گیا ہے۔

کُنْ:- بعض لوگوں کو اس آیت کے بارہ میں یہ شبہ پیدا ہوا کرتا ہے کہ کُنْ کہنے سے کیا مراد ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب کوئی چیز موجود ہی نہ تھی تو پھر حکم کس کو دے دیا۔

لفظ کُنْ سے مراد

آریہ لوگ کہتے ہیں کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے کوئی مادہ موجود تھا جبھی تو اللہ تعالیٰ نے اس پر حکومت کی۔ جو چیز ہے ہی نہیں وہ اسے حکم کس طرح دے سکتا ہے۔ مگر یہ استدلال ان کا غلط ہے۔ کیونکہ اس آیت کا وہ ترجمہ جس پر اعتراض کیا جاتا ہے یہ ہے "جب ہم ارادہ کرتے ہیں اس چیز کا جس کے متعلق ہم چاہتے ہیں کہ وہ ہو جائے اس کے متعلق کہتے ہیں کہ ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے"۔ ظاہر ہے کہ ان الفاظ پر اوپر کا اعتراض اس صورت میں بھی کہ مادہ کو پہلے سے موجود مانا جائے وارد ہوتا ہے۔ کیونکہ خواہ پہلے سے موجود مادہ سے ہی کسی چیز کو بنایا جائے۔ جب تک اُس کی وہ نئی صورت نہ بنے جسے بنانے کا ارادہ کیا گیا ہو۔ اُسے کوئی حکم

لفظ کُنْ سے آریہ صاحب کا غلط تو ل

نہیں دیا جا سکتا۔

غرض آریوں کا اس آیت سے اپنے حق میں استدلال بالکل باطل ہے۔ کیونکہ مادہ کو موجود ماننے کی صورت میں بھی وہی اعتراض باقی رہتا ہے جسے وہ دور کرنا چاہتے ہیں جس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ آیت کے وہ معنے ہی نہیں جو اوپر کئے گئے ہیں۔ بلکہ آیت کے معنے ہی کچھ اور ہیں۔

وہ صحیح معنے کیا ہیں؟ اسے سمجھنے کے لئے کُنْ کے معنوں کو پہلے صاف کر لینا ضروری ہے۔ کُنْ کے عربی زبان میں کئی معنے ہوتے ہیں۔ جن میں سے ایک معنے "ایسا ہو جائے" کے ہیں۔ اس کا ثبوت مندرجہ ذیل واقعہ سے ملتا ہے۔ تاریخ میں آتا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کو روانہ ہو گئے۔ تو بعض صحابہؓ پیچھے رہ گئے۔ ان میں سے ایک ابو خیثمہ بھی تھے یہ بہت نیک تھے۔ ان کا خیال بھی نہ تھا کہ پیچھے رہیں۔ مگر جب جنگ کے لئے باہر نکلنے کا حکم ہوا۔ تو اس وقت وہ گھر پر موجود نہ تھے۔ جب وہ گھر آئے۔ تو انہوں نے دیکھا کہ ان کی بیویاں ان کے انتظار میں بیٹھی ہے۔ جیسے کوئی باتیں کرنے کی خواہش رکھتا ہو۔ انہوں نے بیوی کی اس خواہش کو نظر انداز کرتے ہوئے بیوی سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ صلعم تشریف لے گئے ہیں۔ ان کی بیوی نے کہا کہ ذرا بیٹھ تو جاؤ۔ انہوں نے جواب دیا کہ خدا کا رسول تو جنگ کے لئے روانہ ہو جائے اور میں گھر میں آرام کروں ابو خیثمہ سے ایسا نہیں ہو سکتا۔ اور اُسی وقت نکل کر گھوڑے کو تیار کیا اور اس پر سوار ہو کر اس راستہ پر چل پڑے جس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تھے۔ آخر مارا مار سفر کر کے کئی منزلوں کے بعد آنحضرت صلعم کے ساتھ شامل ہو گئے جب یہ لشکر کے قریب پہنچے۔ تو بعض صحابہ نے دور سے گرد اٹھتی ہوئی دیکھی اور خیال دوڑانے لگے کہ یہ کون آ رہا ہے۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کُنْ اَبَا خَیْثَمَۃَ۔ ابو خیثمہ ہو جا۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۭ وَ

مخیار کی (ہمیں اپنی ذات کی قسم ہے کہ) ہم انہیں ضرور ہی دنیا میں اچھی جگہ دیں گے۔ اور

لَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ وغیرہ لام

آخرت کا اجر (تو) اور بھی بڑا ہوگا۔ کاش یہ (منکر اس حقیقت کو) جانتے ۴۲ھ

اب اس فقرہ کا یہ مطلب تو ہو نہیں سکتا کہ آنے والا کوئی بھی ہو وہ ابو خیثمہ بن جائے پس اس کے معنے یہی ہیں کہ میری خواہش ہے کہ آنے والا ابو خیثمہ ہو۔ طبری کُنْ کے یہی معنے اس آیت میں ہیں۔ اور مطلب آیت کا یہ ہے کہ جب ہم چاہتے ہیں کہ کوئی امر وقوع میں آئے تو ہم خواہش کرتے ہیں کہ وہ امر اس طرح ظہور میں آجائے اور ہمارے اس ارادہ کے بعد اسی طرح ظہور میں آجاتا ہے۔ پس اس جگہ کسی معدوم شئے کو حکم دینے کا سوال ہی نہیں۔ کُنْ کا لفظ صرف آئندہ وقوع کی خواہش پر دلالت کرتا ہے۔

غرض اس آیت کا صرف یہ مطلب ہے کہ جب ہم چاہتے ہیں کہ کوئی امر ہو جائے۔ تو ہم اس قسم کی چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ کر لیتے ہیں اور جس طرح ہم ارادہ کرتے ہیں۔ اسی طرح واقع ہو جاتا ہے۔

۴۲ھ حل لغات۔ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ: بَوَّأَ سے مضارع متکلم کا صیغہ ہے اور بَوَّأَهُ اور بَوَّأَ لَهُ منزلاً کے معنے ہیں۔ هَيَّأَهُ وَمَكَّنَ لَهُ فِيْهِ۔ اس نے اس کے رہنے کے لئے مکان تیار کیا (اقرب) پس لَنُبَوِّئَنَّهُمْ کے معنے ہوئے۔ ہم ضرور ان کے لئے جگہ بنائیں گے۔

تفسیر:۔ اس رکوع میں پچھلی آیت كُنْ فَيَكُوْنُ کا ثبوت دیا ہے کہ دیکھ لو۔ تھوڑی سی جماعت سے تم نے ان پر ایسے ظلم کئے ہیں کہ ان کو ملک چھوڑنا پڑا۔ پس ایسے لوگوں کو ہم دنیا میں اچھی سے اچھی جگہ دیں گے اور یہ ہو کر رہے گا۔

فِي اللّٰهِ ۔ اس کے معنے کئی طرح ہو سکتے ہیں (۱) فی بمعنی لام ہو۔ اس صورت میں معنے یہ ہوں گے کہ انہوں نے اللہ

آنحضرت کا ایک واقعہ میں لفظ حُسْن کا استعمال

کی خاطر ہجرت کی۔ اس کے سوا کوئی اور مقصد ان کا نہ تھا حدیث میں آیا ہے کہ ہجرتیں کئی قسم کی ہوتی ہیں۔ کوئی انسان بیوی کی خاطر ہجرت کرتا ہے کوئی مال کی خاطر۔ کوئی خدا کی خاطر۔ تو فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو صرف خدا تعالیٰ کی خاطر ہجرت کر رہے ہیں۔ آج دشمن اعتراض کرتے ہیں کہ مسلمانوں نے روپے کی خاطر لڑائیاں کیں۔ عالم الغیب خدا جو جانتا تھا کہ ایسے اعتراض اس کے پاک بندوں پر کئے جائیں گے۔ اس نے لڑائیوں کے شروع ہونے سے بھی پہلے اس اعتراض کا جواب دے دیا۔

آیت کا مطلب

(۲) اس میں مضاف کو مقدر سمجھا جائے اور عبارت یوں سمجھی جائے فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ یعنی وہ اللہ کے دین کی خاطر ہجرت کرتے ہیں۔ یعنی ان کی ہجرت اس غرض سے ہے کہ مکہ میں تو دین کا کام کرنے کی آزادی نہیں۔ پس ترک وطن کر کے ایسی جگہ چلے جائیں جہاں دین کی خدمت کرنے کی آزادی ہو۔

لَنُبَوِّئَنَّهُمْ

(۳) فِي کے وہی معنے لئے جائیں جو زیادہ معروف ہیں۔ اس صورت میں ان الفاظ کا یہ مطلب ہوگا کہ انہوں نے اللہ میں ہو کر ہجرت کی یعنی کلی طور پر اللہ تعالیٰ کو اپنے پر مستولی کر لیا۔ اور اس کی صفات کو اختیار کر لیا اور اپنے نفس کو مار کر اپنے ہر اک کام کو خدا تعالیٰ کے لئے کر دیا پس گویا ان کا مکہ سے نکلنا چند انسانوں کا نکلنا نہ تھا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کا مکہ سے نکل جانا تھا۔ ان کے جانے کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ بھی مکہ والوں کے ہاتھ سے نکل گیا۔

۴۲ھ فی اللہ میں لفظ فی کے تین معنی

مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا یعنی ان کی ہجرت بغیر کسی وجہ کے نہیں۔ بلکہ اس لئے ہے کہ لوگوں نے انکو وہاں رہنے نہیں دیا۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ○ وَمَآ

جو (ظلموں کا نشانہ بن کر بھی) ثابت قدم رہے اور (جو ہمیشہ ہی) اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں ۴۳ اور ہم نے

اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ

تجھ سے پہلے (بھی ہمیشہ) مردوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا کرتے تھے ہم ان کی طرف وحی بھیجتے تھے

اور نکلنے پر مجبور کر دیا۔

مومن کو کفار کے ظلم کے باعث بددلی اپنی جگہ نہیں چھوڑنی چاہیئے۔

اس آیت سے استدلال ہوتا ہے کہ مومن کو جلدی ہی اپنی جگہ کو چھوڑنا نہیں چاہیئے۔ بلکہ تبلیغ کرتے رہنا چاہیئے۔ جب تک کہ لوگ اس حد تک مجبور نہ کر دیں کہ دین پر عمل دہاں ناممکن ہو جائے۔

لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ضرور ہی ہم ان کو اسی دنیا میں اس سے بہتر مقام دیں گے چنانچہ اس کے مطابق جہاں بھی مسلمان گئے۔ وہیں ان کو بہتر مقام ملا۔ یہ ذکر اس ہجرت کا ہے جو مدینہ کی طرف حضرت عمرؓ اور بعض اور صحابہؓ نے کی تھی۔ مگر اس سے پہلے یا اس کے بعد جدھر بھی مسلمانوں نے ہجرت کی وہ جگہ ان کے لئے بہتر ہو گئی۔ اگر ہجرت کے آخری انجام کو دیکھا جائے تو اس ہجرت کے نتیجہ میں معمولی تاجر اور اونٹ پالنے والے دنیا کے بادشاہ ہو گئے۔

لَنُبَوِّئَنَّهُمْ کے وعدہ کے مطابق صحابہ کی عزت

وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ــــ یعنی اصل مقام تو جزاء کا بعد الموت آئے گا اور وہ انعام بہت بڑا ہو گا۔ مگر ان لوگوں کو سمجھانے کے لئے دنیا میں بھی ہم مسلمانوں کو اعلیٰ مقام عطا فرمائے گے

صَبَرُوْا

وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ کے معنے اس مقام سے جو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو دنیا میں ملا خوب سمجھ میں آ سکتے ہیں۔ ان کو خدا تعالیٰ نے تمدن دنیا کے اکثر حصہ پر حکومت دی۔ جب انعام کا یہ حقیر حصہ تھا تو بڑا حصہ کیا ہو گا اور ہر اک صحابی کیا اجر پا رہا ہو گا۔

اس آیت کا تعلق پہلی آیت سے یہ ہے کہ اس میں یہ بتایا تھا کہ تم قیامت کے منکر اس لئے ہو کہ ایسا ہونا ناممکن ہے لیکن دیکھتے نہیں کہ کس طرح ہم اس دنیا میں حکم دیتے ہیں اور ناممکن باتیں ممکن ہو جاتی ہیں۔ پھر بعث بعد الموت کو تم ہمارے لئے کیوں ناممکن خیال کرتے ہو۔ اب اس دعویٰ کی تائید میں ایک پیشگوئی فرماتا ہے جو یہ ہے کہ مکہ والے تو مسلمانوں کو ذلیل سمجھتے ہیں اور ان کو تکلیف دے کر اس لئے وطن سے نکالنا چاہتے ہیں کہ یہ باہر جا کر بے گھر بے در ہو جائیں اور تکلیف پائیں۔ مگر ہم پیشگوئی کرتے ہیں کہ ان کا باہر نکلنا مفید ہو جائے گا اور اس ہجرت کے نتیجہ میں ان کو دینی ہی نہیں بلکہ دنیوی فوائد بھی پہنچیں گے اور انہیں حکومت مل جائے گی۔ یہ پیشگوئی اس وقت کی گئی تھی جبکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ابھی مکہ میں ہی تھے۔ اور مسلمان ایسے کمزور تھے کہ مکہ والے آپ کو قتل کرنے یا گھر سے نکال دینے یا قید کرنے کے منصوبے کر رہے تھے۔ اس کے ایک دو سال کے اندر اندر اس ہجرت کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بادشاہ بنا دیا۔ یہ ایک زبردست نشان ہے ان لوگوں کے لئے جو قیامت کا انکار اس لئے کرتے ہیں کہ ایسی بات کس طرح ہو سکتی ہے۔ جو خدا عجائبات دکھانے کا عادی ہے۔ اس کی کس قدرت پر انسان تعجب کر سکتا ہے۔

۴۳ حل لغات ۔ صَبَرُوْا: صَبَرَ سے جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ صَبَرَ کی تشریح کے لئے دیکھو رعد ۲۳

يَتَوَكَّلُوْنَ: تَوَكَّلَ سے مضارع جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ مزید تشریح کے لئے دیکھو یوسف ۶۸

تفسیر:۔ مراد یہ ہے کہ هَاجَرُوْا اور ظُلِمُوْا جن لوگوں کی نسبت ہم نے کہا ہے۔ وہ ایسی جماعت ہے کہ اس پر ظلم ہوئے اور انہوں نے صبر کیا اور گھروں سے بے گھر کئے گئے مگر اللہ تعالیٰ پر امید نہ چھوڑی۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

اور (اے منکرو) اگر تم (اس حقیقت کو) نہیں جانتے تو اس (اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے) ذکر (کو ماننے والوں) سے پوچھ کر معلوم کر لو ۴۴

بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ۭ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ

(ہم نے انہیں) روشن نشانات اور (الہامی) نوشتے (دیکر بھیجا تھا) اور تجھ پر ہم نے یہ (کامل) ذکر نازل کیا ہے

اس آیت میں پہلی دو صفات کی گویا مزید تشریح کی گئی ہے مظلوم ہونا خدا تعالےٰ کی مدد کو کھینچتا ہے۔ مگر جو مظلوم بھی ہو اور پھر صبر بھی کرے۔ وہ اللہ تعالےٰ کے فضل کو بہت زیادہ اور بہت جلدی جذب کرتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ کی خاطر تکلیف اٹھا کر ہجرت کرنا ایک بڑی نیکی ہے۔ مگر اس حالت میں جبکہ سب سامان لُٹ جائے اور وطن تک چھوڑنا پڑے۔ دل کو اس یقین سے پُر رکھنا کہ ہم تباہ نہیں ہو سکتے اللہ تعالیٰ ضرور ہماری مدد کرے گا اس سے بھی بڑی نیکی ہے۔

حل لغات۔ الذکر: کیلئے دیکھو یوسف ۱۰۵

تفسیر: یعنی ان لوگوں کی مخالفت کی بڑی وجہ یہی ہے کہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ مدعی ہمارے جیسا آدمی ہے۔ اس لئے ہمارا کیا بگاڑ سکتا ہے۔ لیکن یہ نہیں جانتے کہ پہلے نبی بھی تو انسانوں جیسے انسان تھے پھر وہ کس طرح کامیاب ہو گئے۔

فَاسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ کہ کر کفار کو شرمندہ کیا گیا ہے۔ وہ دعویدار تھے کہ وہ ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ کی اولاد ہیں اور ان کے حالات بھی ان کے سامنے تھے کہ کس طرح انکو کامیاب اٹھا کر کامیاب ہوتے۔ پس فرماتا ہے کہ تم تو شاید اپنے بزرگوں کو بھول گئے ہو۔ اگر تم کو ان باتوں کا علم نہیں تو دوسری اقوام سے دریافت کر لو۔

ذکر کے معنے چونکہ یاد رکھنے کے بھی ہیں۔ اہل الذکر سے مراد یاد رکھنے والے کے بھی ہو سکتے ہیں۔ اس صورت میں یوں معنے ہوں گے کہ اگر تم نہیں جانتے اور باپ داداؤں کی باتوں کو بھول گئے ہو تو جن کو یاد ہیں ان سے پوچھ لو یعنی مسلمانوں کو۔ یہ پیارا کلام نہایت لطیف اور بلیغ ہے۔ کفار یہ طنز سُن کر دل میں کٹ ہی مرے ہوں گے۔

اہل الذکر کے معنی یاد رکھنے والے

نُوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ کہ کر اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ نبی کا شرف فوجوں اور سامانوں سے نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کی دولت اس کی وحی ہوتی ہے اور اس کے ذریعہ سے وہ فتح پاتا ہے۔

آنحضرت کی نبوت کے منکر کفار کے خیالات کی تردید

اس آیت میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اگر کفار خیال کریں کہ اس بے سامان آدمی کے ذریعہ سے مسلمانوں کو حکومت کہاں سے مل جائے گی۔ تو ان کو یاد رکھنا چاہیئے کہ پہلے انبیاء بھی ایسے ہی تھے اور ان کے پاس وحی الٰہی کے سوا اور کچھ نہ تھا پھر اللہ تعالےٰ نے ان کے ذریعہ دنیا میں بہت بڑے تغیرات پیدا کر دئے اور اسی دنیا میں ایک حشر برپا کر دیا۔

الذکر رجالاً کے جانے کی وجہ

یہاں پر رِجَالًا اس لئے فرمایا کہ ان کا مطالبہ یہ تھا کہ ہمارے پر ملائکہ کیوں نازل نہیں ہوتے۔ چنانچہ پہلی سورۃ میں بھی ان کا مطالبہ لَوْ مَا تَاْتِيْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ کے الفاظ میں گذر چکا ہے۔ یہاں ان کے اس خیال کو مدنظر رکھ کر ایک طنز بھی کی ہے۔ اور وہ یہ کہ تم تو فرشتوں کو خدا تعالےٰ کی بیٹیاں کہتے ہو۔ پھر ایلچی بن کر تمہارے پاس کیونکر آئیں ایلچی بن کر تو مرد ہی آیا کرتے ہیں۔

فَاسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ کر کفار کو شرمندہ کیا گیا ہے۔

چونکہ ہجرت کے بعد حکومت ملنی تھی اور حکومت کے ساتھ ان لالچیوں کے گروہ نے بھی پیدا ہونا تھا جو اس حکومت کو دنیوی حکومت سمجھ کر اس میں سے حصہ بٹانے کی کوشش کرنے والے تھے جیسے کہ مسیلمہ۔ سجاح وغیرہ نے۔ اس لئے کوئی بعید نہیں کہ اس آیت میں اس آنیوالے فتنہ کا بھی سدباب کیا گیا ہو کہ جب لوگوں نے فصاحت پر دعویٰ نبوت کی بنیاد رکھنی تھی اور بعض عورتیں بھی نبوت کا دعویٰ کرنے والی تھیں۔ ان دونوں خیالات کا ردّ رِجَالًا اور نُوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ کے الفاظ سے کیا گیا۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ

تاکہ تُو سب لوگوں کو وہ (فرمان الٰہی) جو تیرے ذریعہ سے ان کی طرف نازل کیا گیا ہے کھول کر بتائے اور تاکہ وہ

نصف يَتَفَكَّرُونَ ○ أَفَأَمِنَ الَّذِينَ مَكَرُوا السَّيِّئَاتِ

(اس پر) تدبر کریں ۴۵ پھر کیا جو لوگ (تیرے خلاف) بُری بُری تدبیریں کرتے چلے آئے ہیں وہ اس بات سے امن میں ہیں

بالبینٰت

۴۵ حل لغات ۔ بِالْبَيِّنٰتِ: البَيِّنات البَيِّنة کی جمع ہے۔ اور البَيِّنة کے معنے ہیں۔ الدلیل الحجّة ۔ دلیل۔ (اقرب)

الزبر

الزُّبُرُ: زَبَرَهٗ (یَزْبُرُ) زبراً کے معنے ہیں۔ رَمَاهُ بِالحجارةِ ۔ اس کو پتھر مارے۔ زَبَرَ الکتابَ (یَزْبِرُ یَزْبُرُ) کَتَبَهٗ ۔ کتاب کو لکھا۔ وَزَادَ فی مفردات الرّاغب کِتَابَةً غَلِيظَةً ۔ اور مفردات میں زَبَرَ کے معنے موٹی قلم یا گہری روشنائی سے لکھنے کے گئے ہیں۔ زَبَرَ السائلَ: انتهرهٗ ۔ سائل کو ڈانٹا۔ زبرعن الامر ۔ مَنَعَهٗ وَنَهَاهُ کسی کام سے روکا۔ الزَّبُرُ کے معنے ہیں۔ الکتابُ ۔ کتاب اس کی جمع زُبُور ہے۔ اور الزَّبُور کے معنے ہیں۔ اَلْفِرْقَةُ حصہ۔ الملك ۔ الکتابُ ۔ کتاب ۔ کیونکہ یہ بھی لکھی جاتی ہے۔ اس کی جمع زُبُور ہے (اقرب)

اس جگہ الذکر سے مراد اعلیٰ شرف والی کتاب کے ہیں

تفسیر ۔ اس آیت میں پہلی آیت کے مضمون کی مزید تشریح کی ہے اور بتایا ہے کہ نبی بیّنات اور زُبُر لے کر آتے رہے ہیں۔ یعنی نشانات اور احکام الٰہی لاتا ہی اُن کی غرض تھی اور انہی دونوں سامانوں سے انکی ترقی ہوتی رہی ہے۔

اس آیت میں پہلے مضمون کی مزید تشریح

وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ کے گو لفظی معنے تو یہی ہیں کہ تجھ پر ہم نے ذکر اُتارا ہے۔ لیکن چونکہ یہ زُبُر کے مقابل پر ہے جس کے معنے کتاب کے ہیں یعنی اس وحی کے جس کا ماننا فرض ہو۔ اس لئے ذکر کے معنے اس جگہ خاص ہو جائیں گے۔ کیونکہ جب دو لفظ ایک دوسرے کے مقابل استعمال کئے جائیں۔ تو اگر دونوں لفظ مختلف قسم کی اشیاء پر دلالت نہ کرتے ہوں۔ تو بعد میں آنے والا لفظ یا پہلے سے اعلیٰ معنے دیتا ہے یا ادنیٰ۔ اس جگہ چونکہ موقعہ اعلیٰ معنوں کے اظہار کا ہے۔ اس لئے الذکر کے معنے اعلیٰ شرف والی کتاب کے ہوں گے یا زیادہ مکمل کتاب کے۔ اور مطلب یہ ہوگا کہ پہلوں کو تو بیّنات اور زُبر ملتے رہے ہیں۔ تجھے بیّنات اور الذکر ملے ہیں جو ان کے انعام سے زیادہ ہے۔ پس اگر تیری کتاب سے ادنیٰ درجہ کی کتب کی مدد سے پہلے انبیاء اپنے دشمنوں کو شکستیں دیتے رہے ہیں۔ تو تُو ان سے اعلیٰ الہام کا مورد ہو کر کیوں اپنے دشمنوں کو شکست نہ دے سکیگا۔ ان معنوں کے رُو سے الذکر کا الف لام کمال کے معنوں میں لیا جائے گا۔

اس آیت میں اس کے علاوہ ذکر کے جو دوسرے معنے ہیں۔ وہ بھی اس مراد ہو سکتے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں (۱) دعا (۲) محکم مضبوط (۳) ثناء۔ تعریف (۴) کسی چیز کا اس طرح ذہن میں رکھنا کہ وہ بھول نہ سکے۔ ان معنوں کے رو سے آیت کے معنی ہونگے کہ ہم نے تجھے جو کتاب دی ہے۔ اس میں خاص خوبی یہ ہے کہ وہ کامل دعاؤں پر مشتمل ہے اور اس وجہ سے وہ خدا تعالیٰ کے خاص فضل جذب کرنیکا موجب ہوگی۔ اور پھر وہ محکم تعلیمات پر مشتمل ہے۔ اس لئے کوئی اعتراض اسے نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ اور پھر وہ ثناء ہے جو لوگ اس سے تعلق رکھیں گے ان کی تعریف کا موجب ہوگی۔ ان کے اخلاق اور اعمال کو ایسا بنا دے گی کہ دنیا ان کی تعریف کرے گی یا یہ کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی کامل ثناء ہے اس وجہ سے ماننے والوں کا عرفان بڑھے گا۔ پھر وہ ایسی مقبول ہوگی کہ اُسے بھلایا نہ جائے گا۔ ہر وقت لوگ اس کی تلاوت میں مشغول رہیں گے۔

اس آیت میں ذکر کے دوسرے معنی بھی چسپاں ہو سکتے ہیں۔

لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ ۔ لِتُبَيِّنَ کا لام لام تعلیل بھی ہو سکتا ہے اور لام عاقبت بھی۔ لام تعلیل کی صورت

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ

کہ اللہ (تعالیٰ) انہیں اس ملک میں (ہی) ذلیل (و رسوا) کر دے۔ یا وہ عذاب (جس کی خبر)

الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ اَوْ يَاْخُذَهُمْ

(دی جا چکی ہے) جہاں سے وہ جانتے (بھی) نہ ہوں اُن پر آ جائے ۵۴۶ یا وہ انہیں (قومی معاملات میں) ان کے

میں اس کے یہ معنے ہوں گے کہ ہم نے تجھ پر دوسری کتب سے اعلیٰ خوبیوں والی کتاب اتاری ہے تاکہ تو سب دنیا کو وہ تعلیم سنائے جو ان کے لئے اتاری گئی ہے۔ یعنی تجھ پر اترنے والی تعلیم کا سب سے اعلیٰ ہونا اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے کسی ایک قوم یا ایک زمانہ کے لوگوں کے لئے نازل نہیں کیا۔ بلکہ سب لوگوں کے لئے نازل کیا ہے۔ خواہ وہ کسی قوم کے ہوں یا کسی زمانہ کے ہوں۔ لام عاقبت کی صورت میں یہ معنے ہوں گے کہ چونکہ تجھ پر اعلیٰ کتاب نازل ہوئی ہے۔ اس لئے تو اسے مخفی کس طرح رکھ سکتا تھا۔ اس اعلیٰ کتاب کا نزول اس کا باعث ہوا ہے۔ کہ تو سب دنیا کو اس کی طرف بلا رہا ہے۔ ایسی کتاب جس پر نازل ہو وہ خاموش کس طرح رہ سکتا ہے۔

نُزِّلَ اِلَيْهِمْ کہہ کر کفار کے جذبات محبت کو ابھارا ہے۔ یعنی گو کتاب تجھ پر نازل ہوئی ہے۔ لیکن چونکہ غرض یہ ہے کہ اس کتاب سے سب دنیا فائدہ اٹھائے۔ اس لئے درحقیقت یہ نزول ساری دنیا پر ہی ہے۔ پھر یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی اس محبت کی قدر کیوں نہیں کرتے۔

نُزِّلَ اِلَيْهِمْ سے اس امر پر بھی زور دیا گیا ہے کہ اس کتاب کا سب دنیا تک پہنچانا ضروری ہے۔ کیونکہ اس کا نزول سب دنیا کی طرف ہے اور یہ سب دنیا کا مال ہے۔ پس اُن تک اس کا پہنچانا نہایت اہم فرض ہے۔ کاش! مسلمان اس نکتہ کو سمجھتے اور تبلیغ اسلام کے فریضہ کے ادا کرنے میں سستی نہ کرتے۔ تو آج دنیا میں اسلام کے سوا کوئی اور مذہب نظر نہ آتا کیونکہ اس کی پاک تعلیم کے سامنے کوئی اور تعلیم ٹھہر ہی نہیں سکتی۔ آج بے شک اس کی اشاعت میں روک ہے۔ کیونکہ دنیوی حرص آڑے اسلام کے قبول کرنے میں روک ہو رہی ہے۔ مگر یہ حالت تو آج پیدا ہوئی ہے۔ پہلے تو دنیا بھی مسلمانوں کے قبضہ میں تھی جس طرح دین اُن کے ہاتھ میں تھا۔

۲ لِلنَّبِيّٖنَ کے الفاظ سے قرآن مجید کی دوسری کتب کے بالمقابل فضیلت

لِلنَّبِيّٖنَ میں ایک اور لطیف مضمون بھی بیان کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ بعض کتب ایسی ہیں کہ جن کو انسان شرم کی وجہ سے سُنا ہی نہیں سکتا۔ مثلاً بائبل کے بعض ٹکڑے۔ لیکن قرآن کریم ایسی شریفانہ باتوں پر مشتمل ہے کہ ہر جگہ پر اُسے سنایا جا سکتا ہے۔

ایک عیسائی کا قول ہے کہ قرآن میں یہ خوبی ہے کہ ہر مجلس میں پڑھا جا سکتا ہے۔ مگر ہماری کتابیں ایسی ہیں کہ ہر مجلس میں نہیں پڑھی جا سکتیں۔

۱ نزل الیھم کے الفاظ سے ”باتوں کی طرف اشارہ

حضرت لوط اور ان کی لڑکیوں کا واقعہ۔ بنی اسرائیل کا عورتوں بچوں کو خدا تعالیٰ کے حکم سے قتل کرنا یہ ایسے واقعات ہیں کہ ان کا مجالس میں بیان کرنا طبیعت پر سخت گراں گذرتا ہے۔ آریہ لوگوں کی نیوگ کی تعلیم بھی ایسی ہے کہ دوسرے مذاہب کے لوگ تو الگ رہے۔ خود آریہ خاوند اپنی بیوی کو وہ تعلیم پڑھ کر نہیں سُنا سکتا۔ مگر قرآن کریم ایسے مضامین پر مشتمل ہے اور ایسے الفاظ میں بیان ہوا ہے کہ اسے ہر قوم پر اور ہر عمر کے لوگوں کے سامنے پڑھا جا سکتا ہے۔

۲ الہام فکر انسانی کو تیز کر دیتا ہے

تَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ سے اس طرف اشارہ کیا گیا کہ الہام فکر انسانی کو تیز کر دیتا ہے۔ صحابہ کا نمونہ اس کا بیّن ثبوت ہے۔ وہ اَن پڑھ اور زمانہ کے حالات سے ناواقف تھے۔ مگر الہام قرآنی کو سُن کر بوجھ کر دنیا کے علماء کے استاد بن گئے اور ایسی سمجھ ان کو عطا ہوئی کہ دنیا کے ہر علم میں انہوں نے آئندہ زمانہ کیلئے ایک بہترین سبق چھوڑا ہے۔

۲ یخسف

۵۴۶ حل لغات۔ یخسف۔ خَسَفَ سے مضارع واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے اور خَسَفَ الْمَكَانُ خُسُوْفًا

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

فِيْ تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝ اَوْ يَاْخُذَهُمْ

آزاد ہونے تصرف کی حالت میں پکڑ کرے۔ پس (وہ یاد رکھیں کہ) وہ ہرگز اللہ تعالیٰ کو ان باتوں کے کیے (کرنے سے) عاجز نہ پائیں گے ۴۷ یا وہ انہیں آہستہ آہستہ

کے معنے ہیں۔ ذَهَبَ فِی الْاَرْضِ وغیرہ کوئی جگہ زمین کے اندر جس گئی خَسَفَ اللّٰهُ تَعَالٰی الْاَرْضَ: اَسَاخَهَا بِمَا عَلَيْهَا اللہ تعالیٰ زمین والوں کو زمین سمیت غرق کر دیا۔ خَسَفَ اللّٰهُ الْاَرْضَ بِفُلَانٍ۔ غَيَّبَهُ فِيْهَا۔ اللہ تعالیٰ نے اسکو زمین میں غائب کر دیا۔ خُسِفَ فِی الْاَرْضِ وَخُسِفَ بِهٖ مجہولاً۔ ای غَابَ فِيْهَا زمین میں دھنس کر غائب ہو گیا۔ خسف فلاناً (بغیر صلہ کے) اَذَلَّهٗ وَحَقَّرَهٗ مَا يَكْرَهُ۔ اس کو ذلیل کیا۔ اور اس پر ایسے معاملات ڈالے جن کو وہ ناپسند کرتا تھا (اقرب) پس يَخْسِفُ بِهِمْ کے معنے ہوں گے کہ (۱) ان کو زمین میں دھنسا دے (۲) ان کو زمین کے اندر غائب کر دے (اقرب)

پیشگوئی کے سلسلہ میں نبی کے وقت کفار پر اچانک عذاب کا نزول

تفسیر۔ اس آیت میں ایک اور پیشگوئی بیان کی گئی ہے جو کفار کے انجام کے متعلق ہے۔ فرماتا ہے کیا کافر اس سے مامون ہو گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو زمین کے اندر دھنسا دے۔

تقلبہم

خسف۔ کے معنے دھنسانے کے بھی ہیں اور ذلیل کرنے کے بھی۔ مگر جب ذلیل کرنے کے معنوں میں آئے تو اس وقت اس کا مفعول بغیر کسی صلہ کے آتا ہے جیسے کہ خسف فلاناً اور جب باء کا صلہ آئے تو اس کے معنے دھنسا دینے کے یا اندر غائب کرنے کے ہوتے ہیں۔ جیسے کہتے ہیں خسف اللہ الارض بفلانٍ فلاں شخص کو زمین میں غائب کر دیا۔ چونکہ اس آیت میں باء کا صلہ استعمال ہوا ہے۔ اس لئے یہی معنے اس کے ہو سکتے ہیں کہ ان کو زمین کے اندر غائب کر دے یا دھنسا دے۔ لیکن مراد گمنام ہو جانے اور جیتے جی دفن ہو جانے کے ہونگے اور استعمال مجازی سمجھا جائیگا۔

خسف کے معنی گمنام ہو جانے

معجزین

یہ عذاب کفار پر اس شان کے ساتھ آیا کہ آج صنادید عرب کے ناموں اور ان کے خاندانوں کو کوئی جانتا بھی نہیں۔ لیکن ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ علیؓ اور انکی نسلوں کو آج بھی لوگ سر پر بٹھاتے ہیں۔

کفار پر موعود عذاب کا ظہور اور صحابہ کی عزت

اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ۔ گو ہر عذاب ہی اسی طرح آتا ہے کہ کفار جانتے نہیں لیکن رسول کریمؐ کی زندگی کے بعض واقعات اس آیت پر حیرت انگیز طور پر چسپاں ہوتے ہیں۔ مثلاً صلح حدیبیہ کا واقعہ ہی لے لو اس صلح کے وقت مکہ والوں کا خیال تھا کہ انہوں نے ایک بہت بڑی فتح حاصل کی ہے لیکن اس کے بعد جس طرح حالات نے یکدم پلٹا کھایا۔ وہ ایک زبردست نشان ہے پہلے مکہ والوں نے اس شرط کے پورا کرنے پر اصرار کر کے کہ جو ہم میں سے اسلام لا کر مدینہ جائے اُسے واپس کر دیا جائے مسلمانوں کی ایک ایسی جماعت پیدا کر دی جو رحیم کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے نظام سے آزاد ہو کر مکہ والوں سے برسرپیکار ہو گئی اور آخر مکہ والوں کو ذلیل ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کرنی پڑی کہ اس جماعت کو مدینہ کی طرف ہجرت کی اجازت دے دی جائے۔ اس کے بعد خود کفار کی باہمی لڑائی نے معاہدہ کے رُو سے مسلمانوں کو مکہ پر چڑھائی کا حق دے دیا اور اس طرح مکہ اچانک اور یکدم فتح ہو گیا۔

۴۷ حل لغات۔ تَقَلُّبِهِمْ:۔ تَقَلُّبُ الشَّیْءِ کے معنے ہیں۔ تَحَوَّلَ عَنْ وَجْهِهٖ۔ اپنی جہت سے پھر گیا تَقَلَّبَ عَلٰی فِرَاشِهٖ۔ تَحَوَّلَ مِنْ جَانِبٍ اِلٰی جَانِبٍ بستر پر کروٹیں لیتا رہا۔ تَقَلَّبَ فِی الْاُمُوْرِ تَصَرَّفَ فِيْهَا كَيْفَ شَاءَ۔ یعنی جس طرح چاہا اپنے معاملات میں خود مختاری سے کام لیا (اقرب)

مُعْجِزِيْنَ: اَعْجَزَ سے اسم فاعل جمع کا صیغہ ہے۔ اور اَعْجَزَهُ الشَّیْءُ کے معنے ہیں فَاتَهٗ۔ وہ چیز اس کے ہاتھ سے جاتی رہی۔ اعجز فلانٌ فلاناً۔ صَيَّرَهٗ عَاجِزاً۔ فلاں نے فلاں کو عاجز کر دیا۔ اَعْجَزَهٗ۔ وَجَدَهٗ عَاجِزاً۔ اس کو عاجز پایا (اقرب) پس مَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ کے معنی ہوں گے۔ وہ اس کو عاجز نہیں پائیں گے۔ وہ اس کو عاجز نہیں کر سکیں گے۔

تفسیر۔ تَقَلُّب کے معنے سفر کے بھی ہوتے ہیں

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

عَلٰى تَخَوُّفٍ ؕ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ اَوَلَمْ

گھٹا کر ہلاک کر دے۔ کیونکہ تمہارا رب یقیناً (مومنوں پر) بہت ہی شفقت کرنیوالا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے ۴۸ اور کیا باوجود

يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ

اس کے کہ وہ ذلیل ہو رہے ہیں انہوں نے (کبھی) اللہ (تعالیٰ) کے حضور (تذلل کے ساتھ) جھکتے ہوئے جو کچھ بھی

جیسے کہ فرمایا ہے لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ (آل عمران ع ۱۹) یعنی کفار کا ادھر اُدھر اموال تجارت لے کر پھرنا تجھے دھوکہ میں نہ ڈالے اور تجھے یہ خیال نہ ہو کہ ان کے پاس تو بڑا سرمایہ ہے۔ بڑی طاقت ہے یہ کسی طرح مغلوب ہوں گے۔

ان معنوں کے رُو سے آیت زیر بحث کے معنے یہ ہوں گے کہ کفار مطمئن نہ ہوں کہ ان کے سفر ان کی طاقت کا موجب ہیں اللہ تعالیٰ انہیں ان سفروں میں ہی عذاب میں مبتلا کرے گا۔ چنانچہ غزوۂ بدر ایک قافلہ کی حفاظت ہی کی غرض سے ہوا اور اس میں کفار مکہ کی شوکت جاتی رہی۔ دوسرے معنے تقلب کے تصرف کے ہیں۔ ان معنوں کے رُو سے آیت کے معنے ہوں گے کہ اُن کے تصرف میں خلل آجائے گا اور حکومت ضعیف ہو جائے گی چنانچہ یہ عذاب بھی مکہ والوں پر صلح حدیبیہ کے موقع پر نازل ہوا اور بعض کا فرقبائل نے مکہ والوں کے جتھا میں شامل ہونے سے انکار کر دیا اور فیصلہ کیا کہ باوجود مذہبی اختلاف کے وہ مسلمانوں کے ساتھ ہوں گے اور یہی قبیلہ مکہ پر حملہ کروانے کا موجب بنا۔

۴۸ حل لغات۔ تَخَوُّف: تَخَوَّفَ عليه شَيْئًا تَخَوُّفًا۔ خافَهُ عليه۔ اس پر کسی مصیبت کے آنے کا خوف محسوس کیا۔ وتخوّف الشيءَ۔ تنقّصَهُ۔ کسی چیز کو تھوڑا تھوڑا کر کے لیا۔ تخوّف حقّه۔ تهضّمَهُ اِيّاهُ۔ اس کے حق کو مار لیا۔ هو يأخذهُم على تخوّفٍ۔ اى يصابُون فى اطرافِ قراهم بالشرّ حتّى يأتى ذالك عليهم۔ هو يأخذهم على تخوّف کے معنے ہیں کہ ان کی اردگرد کی بستیوں پر تکالیف آرہی ہیں۔ یہاں تک کہ اب ان کی نوبت بھی آرہی ہے (اقرب) والتخوّف ظهورُ الخوفِ من الانسان۔ انسان سے کسی خوف اور ڈر کے ظاہر ہونے کا نام تخوّف ہے (مفردات)

تفسیر: ۱۔ یعنی ایک اور رنگ کا عذاب بھی مکہ والوں کو ملے گا اور وہ یہ کہ مکہ والوں کے تابع جو علاقے ہیں وہ آہستہ آہستہ انہیں چھوڑتے جائیں گے۔ چنانچہ مختلف علاقوں کے لوگوں نے مکہ فتح ہونے سے پہلے ہی اسلام لانا شروع کر دیا تھا۔

۲۔ یا خذہم علی تخوف کے دو معنی

اس آیت کے یہ معنے بھی ہیں کہ ایک عذاب تم پر خوف کا آئے گا یعنی باوجود زیادہ ہونے کے تمہارے دلوں پر مسلمانوں کا ایسا رعب بٹھا دیا جائے گا کہ تم اندر ہی اندر خوف سے مرتے جاؤ گے۔ اس قسم کا عذاب نہایت شدید ہوتا ہے کیونکہ اس کا اثر اعصاب پر پڑ کر انسان کی حالت سخت پریشانی کی ہو جاتی ہے یہ عذاب بھی مکہ والوں پر نازل ہوا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ پر مکہ کا رعب ان پر ایسا تھا کہ ہر وقت وہ اسی غم میں گھلے جاتے تھے۔ حدیث میں آتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نُصِرْتُ بالرُّعبِ (بخاری جلد اول کتاب التیمم) اللہ تعالیٰ نے میری مدد رعب کے قیام سے بھی کی ہے جدھر میں نکلوں مہینہ بھر کی مسافت کے علاقہ تک لوگوں میں دہشت پھیل جاتی ہے۔

۱۔ تقلب کے معنی

۱۔ تخوف

۲۔ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ — یہ عجیب بات ہے کہ سزا کے ذکر کے بعد رؤف ہونے کا ذکر کیا ہے۔ اس کی وجہ اول تو یہ ہے کہ یہ سارے عذاب تدریجاً آئے ہیں۔ پہلے تخوف سے انکو سمجھایا یعنی ادھر اُدھر بستیوں میں اسلام پھیلایا۔ پھر چھوٹی چھوٹی لڑائیاں ہوئیں۔ پھر صلح حدیبیہ ہوئی جس سے ان کا رعب اڑ گیا۔ پھر اچانک فتح مکہ کے وقت ان کو شہر میں جا پکڑا۔ پس یہ رأفت اور رحم ہی تھا کہ آہستہ آہستہ پکڑا۔ تاکہ جو ہدایت کے قابل تھے ہدایت پا جائیں۔ ورنہ چاہتا تو یکدم عذاب میں مبتلا کر دیتا۔ دوسری وجہ اس کی یہ

۲۔ سزا کے بعد صفت رؤف کے ذکر کی وجہ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ

اللہ (تعالےٰ) نے (ان کے لئے) پیدا کیا ہے اُسے غور سے نہیں دیکھا کہ اس کے سائے دائیں جانب سے اور شمالی جانبوں سے اِدھر

دَاخِرُوْنَ ۝ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا

اُدھر ہو رہے ہیں ۴۹ اور جو (شے بھی) آسمانوں میں ہے اور (نیز)

ہو سکتی ہے اور میرے نزدیک یہی زیادہ درست ہے کہ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ مسلمانوں کے لئے آیا ہے اور مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں پر عذاب لانا مسلمانوں پر رأفت اور رحم کی غرض سے ہوگا تا انہیں ان عذابوں اور خلقوں سے بچایا جائے جو کہ والوں کی طرف سے ان پر وارد ہوتے رہتے ہیں اس کا ثبوت یہ ہے کہ جملہ عذابوں کا ذکر تھا اور اِن غائب کی ضمیریں استعمال کی گئی تھیں اور رءوف رحیم سے پہلے نہیں فرمایا کہ اِنَّ رَبَّهُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔ بلکہ فرمایا ہے۔ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔ پس غائب سے خطاب کی ضمیر کو بدل دینا بتاتا ہے کہ عذاب کفار کے لئے ہوگا اور رأفت اور رحمت مومنوں کے لئے ہوں گی۔

عذاب کفار کے لئے ہے اور رأفت مومنوں کے لئے۔

۴۹ حل لغات۔ يَتَفَيَّؤُا تَفَيُّؤٌ سے مضارع مذکر غائب کا صیغہ ہے اور تَفَيُّؤُ الظِّلَالُ کے معنے ہیں تَقَلَّبَتْ۔ سائے اِدھر سے اُدھر ہو گئے۔ (اقرب)

يتفيؤا

دَاخِرُوْنَ: دَاخِرٌ سے جمع کا صیغہ ہے اور دَاخِرٌ دَخَرَ و دَ خِرَ سے اسم فاعل ہے اور دَخَرَ کے معنے ہیں۔ ذَلَّ وَصَغُرَ ذلیل اور چھوٹا ہو گیا وفی القرآن "سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ" ای اَذِلَّاءَ مُهَانِيْنَ۔ اور قرآن مجید کی آیت "سیدخلون جہنم داخرین" میں داخرین کے معنے ذلیل کے ہیں یعنی وہ ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔ (اقرب)

داخرون

یمین کے لفظ کے مفرد رکھے جانے اور شمائل کے جمع رکھے جانے کی وجہ

تفسیر:۔ اس آیت میں کفار کو توجہ دلائی ہے کہ کیا تم اللہ تعالےٰ کی فرمانبرداری کرتے ہوئے اور دلوں میں خشوع پیدا کرتے ہوئے خدا تعالےٰ کے قانون پر غور نہیں کرتے کہ کس طرح ہر شے پر ایک دن زوال آتا ہے۔ ہر قوم ایک دن ختم ہو جاتی ہے۔ شہر اُجڑ جاتے ہیں۔ حکومتیں بدل جاتی ہیں۔ ملک تباہ ہو جاتے ہیں

خلقی اشیاء کے زوال سے کفار کو عبرت

امیر غریب اور غریب امیر ہو جاتے ہیں۔ غرض ہر چیز کا سایہ ایک وقت آکر سمٹ جاتا ہے یعنی اُسے جو رتبہ اور درجہ اور اقتدار و نفوذ یا رعب یا شوکت یا شہرت حاصل ہوتی ہے جاتی رہتی ہے پھر اس عام قانون سے تم کیوں فائدہ نہیں اٹھاتے اور غرور اور تکبر کو چھوڑ کر حقیقت پر غور نہیں کرتے تا تم کو عبرت حاصل ہو اور تم سچائی کو قبول کرو۔

میں نے جو معنے کئے ہیں ان کے مطابق مُسَجَّدًا لِلّٰهِ اور هُمْ دَاخِرُوْنَ کو اَوَلَمْ يَرَوْا کی ضمیر کا حال بنایا ہے۔ بعض لوگوں نے ان کو مَا کا حال بنایا ہے۔ مگر چونکہ بیان فی وی العقول کا صیغہ اور ضمیر استعمال کئے گئے ہیں۔ اس لئے میرے نزدیک وہی معنے زیادہ درست ہیں جو میں نے کئے ہیں۔ ایک اور بات اس آیت میں قابل حل ہے اور وہ یہ کہ یَمِيْنٌ کا لفظ مفرد ہے اور شمائل کا جمع ہے۔ ایسا کیوں کیا گیا ہے۔ حالانکہ چاہیئے تھا کہ یا دونوں کو جمع رکھا جاتا یا دونوں کو مفرد۔ بعض نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ عرب کا محاورہ ہے اور قرآن میں بھی استعمال ہوا ہے۔ کہ مقابل کی چیزوں کا جب ذکر کریں تو ایک جمع اور دوسرے کو مفرد لاتے ہیں۔ جیسے جَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّوْرَ کہ ظلمات جمع استعمال ہوا ہے اور نُور مفرد۔ یہ فرق اس لئے کیا جاتا ہے کہ ایک لفظ کو مفرد بول کر افراد جماعت کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور دوسرے لفظ کو جمع استعمال کر کے جماعت کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ بعض دوسرے علماء نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ یمین کا لفظ جمع کے معنوں میں بھی بولا جاتا ہے۔

اس آیت کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ پہلے عذاب کا ذکر کیا تھا اب اس کی دلیل بیان فرماتی ہے کہ ان کی سمجھ میں اتنا بھی نہیں

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا

زمین پر جو بھی جاندار (موجود) ہے اور (تمام) فرشتے بھی اللہ (تعالیٰ) کے حضور میں ہی جھکے رہتے ہیں

يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ

اور وہ بڑائی نہیں کرتے ۵۰ وہ اپنے رب سے جو ان پر غالب ہے ڈرتے رہتے ہیں۔

آتا کہ اسباب کبھی پیدا کرنے والے کے خلاف ہو سکتے ہیں کیا یہ دیکھتے نہیں ہیں کہ سورج کے سایہ میں تغیر ہوتا رہتا ہے جس کی بیٹھ پر وہ ہوتا ہے اس کا سایہ بڑھ جاتا ہے۔ پھر کیا خدا کو اتنی بھی طاقت نہیں جتنی تم سورج میں سمجھتے ہو۔ جب اللہ تعالیٰ محمد رسول اللہ کی پیٹھ پر ہو جائے گا کیا اس کا سایہ نہ بڑھے گا اور ترقی نہ ہوگی۔ اسی طرح جن کی پشت پر سے وہ ہٹ جائے گا کیا ان کے سائے سمٹ نہ جائیں گے؟

اس آیت میں جو یمین و شمال کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں ان کی تفسیر کرنے میں مفسروں نے بڑی مشکل محسوس کی ہے وہ کہتے ہیں کہ سورج کے اِدھر اُدھر ہونے سے سایہ کی لمبائی چھوٹائی تو مشرق اور مغرب میں ہوتی ہے مگر یہاں خدا تعالیٰ یمین و شمال بیان فرماتا ہے حالانکہ دائیں بائیں کا تعلق سایوں سے کچھ نہیں ہوتا۔ بعض نے اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ یمین و شمال سے مراد مشرق و مغرب ہے۔ کیونکہ اگر شمال کی طرف منہ کیا جائے تو مشرق و مغرب دائیں بائیں آجاتے ہیں مگر یہ عام دنیا کے خلاف ہے۔ دنیا کا قانون یہ ہے کہ مشرق کی طرف منہ کر کے سمتوں کی تعیین کرتے ہیں۔ پس یہ توجیہ درست نہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ اس مثال سے اصل مقصد نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور مکّہ والوں کے اثرات کا مقابلہ کرنا اور یہ بتانا تھا کہ ان دونوں میں سے کس کے سائے بڑھیں گے اور کس کے گھٹیں گے۔ اور چونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لے جانے والے تھے اور اس آیت میں بھی ہجرت کا ذکر ہو چکا ہے اس لئے آپؐ گویا شمالی علاقہ کی طرف جانے والے تھے اور مکّہ والے آپؐ سے جنوب میں آنے والے تھے۔ پس اگر کوئی شخص دونوں ملکوں کی سرحد پر کھڑا ہو کر مشرق کی طرف منہ کرے تو مکّہ اس کے دائیں آئے گا اور مدینہ اس کے بائیں آئے گا۔ پس یمین و شمال سے مکّہ اور مدینہ مراد ہیں اور میرے نزدیک اسی وجہ سے یمین کو مفرد استعمال کیا ہے اور شمال کو جمع استعمال کیا ہے جس سے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ تمہارا سایہ محدود ہوگا اور وہ بھی گھٹ جائیگا اور محمد رسول اللہ (صلعم) جو بائیں طرف کے ملک میں چلا جائیگا اس کے کئی سائے ہوں گے یعنی وہ مختلف جہات میں ترقی کریگا۔

یمین اور شمال کے الفاظ کی تفسیر میں مشکل کو حل

۵۰ حل لغات۔ دَآبَّة : دبَّ (دبًّا) کے معنے ہیں۔ مَشٰی عَلٰی ھَیْئَتِہٖ کَمَشْیِ الطِّفْلِ وَالْمَرِیْضِ۔ آہستہ آہستہ چلا جس طرح بچہ یا ضعیف یا چیونٹی چلتی ہے۔ اور دَابَّۃٌ دَابٌّ کا مؤنث ہے دَابَّۃٌ کے معنے ہیں مَا دَبَّ مِنَ الْحَیَوَانِ۔ ہر وہ حیوان جو زمین پر ضرب لگا کر چلتا ہے۔ وَتَغَلَّبَ عَلٰی مَا یُرْکَبُ وَیُحْمَلُ عَلَیْہِ الْاَحْمَالُ۔ دابّۃ کا استعمال زیادہ تر اس حیوان کے لئے ہوتا ہے جس پر سواری کی جاتی ہے یا اس پر بوجھ لادا جاتا ہے۔ وَیَقَعُ عَلَی الْمُذَکَّرِ وَاُنْثَاہُ فِیْھَا بِلَا حِدَۃٍ کَمَا فِی الْحَمَامَۃِ۔ دابّۃ کا لفظ مذکر کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اور تا وحدت کی سمجھی جائے گی۔ یعنی دابّۃ کے معنے ہونگے۔ ایک حیوان (اقرب)

مشکل کا حل

تفسیر:۔ فرماتا ہے جو آسمانوں میں ہیں یعنی فرشتے وہ بھی خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتے ہیں اور جو کوئی زمین میں بستے ہیں وہ بھی اس کے حکم کے ماتحت ہیں۔ پس جب خدا کے قبضے میں سامان بھی ہیں اور سامانوں کے مدبّر ملائکہ بھی۔ تو جب دونوں کو اس کی ترقی کے لئے لگا دیا جائے گا تو کیوں نہ محمد رسول اللہ کا سایہ بڑھے گا۔

یمین اور شمال کے الفاظ سے ہجرت مدینہ کی طرف اشارہ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بجدہ ع ۶ ۱۲ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝ وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا

اور جس بات کا انہیں حکم دیا جاتا ہے (وہی) کرتے ہیں ۵۱ اور اللہ تعالیٰ نے (ہمیشہ ہر قوم کو یہی) فرمایا ہے (کہ) تم

اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِيَّايَ

دو معبود مت بناؤ۔ وہ (یعنی معبود برحق تو) ایک ہی ہے پس تم مجھ سے ہی (ڈرو)

فَارْهَبُوْنِ ۝ وَلَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ

پھر (تم کو) کہتا ہوں کہ مجھ ہی سے ڈرتے رہو ۵۲ اور جو کچھ (بھی) آسمانوں اور زمین میں (رہا یا جاتا) ہے اسی کا ہے اور

وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ میں بتایا ہے کہ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت پر جن کو لگایا گیا ہے وہ تو کامل فرمانبردار ہیں وہ تو پورے زور سے کام میں لگ جائیں گے مگر تمہارے اتباع تو تمہاری اس طرح فرمانبرداری نہیں کریں گے اس لئے تمہارا نظام بگڑ کھلا اور ناقص ہو جائے گا۔

واحد فارھبون

اس آیت میں دابۃ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اور دابہ کا عام استعمال چوپایوں کے لئے ہے پھر اس جگہ یہ لفظ کیوں استعمال کیا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ لفظ دَبّ سے ہے جس کے معنے آہستگی سے چلنے کے ہیں اور اس کا اسم فاعل دابٌّ اور مؤنث دابّۃٌ ہے۔ انہی معنوں میں اس جگہ یہ لفظ استعمال ہوا ہے اور انسان اس میں شامل ہیں۔

لفظ دابہ کے استعمال کی وسعت

۵۱ تفسیر:۔ یہ ملائکہ کی صفت بیان فرمائی ہے اس سے ہاروت ماروت کا قصہ بھی باطل ہو جاتا ہے۔ فرشتے تو اللہ تعالےٰ سے خوف کرتے اور اُس کے حکموں پر عمل کرنے میں ہیں وہ اس کے حکموں کو توڑنے والے نہیں ہو سکتے۔

یفعلون ما یومرون کے الفاظ میں ہاروت کے واقعہ کا ابطال

من فوقھم ۔ یہ ترکیب میں رب کا حال ہے یعنی فرشتے اس حال میں اللہ تعالےٰ سے ڈرتے ہیں جبکہ وہ ان کے اوپر ہے یعنی ان پر غالب ہے۔

۵۲ حل لغات:۔ اِلٰھَیْنِ: اِلٰہ سے تثنیہ کا صیغہ ہے۔ اور الٰہ کے معنے ہیں المعبود مطلقاً بحقٍ او بباطلٍ لان اسماء تتبع الاعتقاد

الٰھین

اِیای فارھبون کی ترکیب

علی ما علیہ الشئ فی نفسہٖ۔ یعنی ہر معبود پر الٰہ کا لفظ بولتے ہیں۔ خواہ وہ سچا ہو یا جھوٹا۔ کیونکہ اشیاء کا نام اعتقاد پر رکھا جاتا ہے۔ نہ اس بات کو مدّنظر رکھ کر کہ وہ چیز اپنے نام کے مطابق اپنے اندر حقیقت بھی رکھتی ہے یا نہیں۔ (اقرب) واحد کے معنے کے لئے دیکھو رعد ۱۷

فَارْهَبُوْنِ: اِرْهَبُوْا (رھب سے جمع مخاطب کا صیغہ امر ہے۔ اور رھب الرَّجُلُ رَھْبَۃً کے معنے ہیں۔ خَافَ۔ ڈر گیا (اقرب) ارھبون اصل میں ارھبونی تھا۔ فی کو گرا دیا گیا۔ پھر ن کو جسے نون وقایہ کہتے ہیں۔ لایا گیا اور صرف کسرہ پر اکتفا کیا گیا۔ پس ارھبون کے معنے ہوں گے کہ مجھ ہی سے ڈرو (اس کے لئے دیکھو سورۃ بقرہ رکوع ۶)

تفسیر:۔ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ۔ اصل میں فَاِيَّايَ ارْهَبُوْا فَارْهَبُوْنِ ہے جس کے معنے ہیں پس مجھ ہی سے ڈرو اس میں پھر کہا ہوں کہ تم مجھ سے ڈرو ارھبوا کو حذف کر دیا گیا اور فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ رہ گیا۔ فَاِيَّايَ بعد کے فعل یعنی فَارْهَبُوْنِ کا معمول نہیں بن سکتا۔ کیونکہ درمیان میں ف آئی ہے۔ اس لئے اس فعل سے پہلے ایک ارھبوا محذوف مانا جائے گا۔ اس طرزِ کلام سے مفعول پر زور دینا ہوتا ہے۔ یعنی رھب اور خوف صرف خدا ہی سے ہونا چاہیئے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

الدِّيْنُ وَاصِبًا ۭ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ۝ وَمَا بِكُمْ

اطاعت ہمیشہ اسی کا حق ہے پھر کیا تم اللہ (تعالیٰ) کے سوا اوروں کو اپنے بچاؤ کا ذریعہ بناتے ہو ۵۳ اور جو نعمت بھی

مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ

تمہارے شامل حال ہے وہ اللہ (تعالیٰ) ہی کی طرف سے ہے پھر جب تمہیں (کوئی تنگی اور) تکلیف پہنچتی ہے تو (اس وقت بھی)

اثنین اثنین کے الفاظ کیوں جمع کر کے پھر ثنتین کہہ کر تثنیہ کے معنی میں تاکید کرنے میں یہ حکمتیں

اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ــــ یہ جو فرمایا کہ دو معبود نہ بناؤ اس پر اعتراض ہوتا ہے کہ دو کا لفظ کیوں فرمایا جمع کا صیغہ رکھ کر یہ کیوں نہ فرمایا کہ لَا تَتَّخِذُوْا اٰلِهَةً ایک سے زیادہ معبود نہ بناؤ۔ اس سے تو یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ دو سے زائد خدا بنانے جائز ہیں۔ ایسا اعتراض قلتِ تدبر سے پیدا ہوتا ہے کیونکہ اس کے آگے ہی یہ الفاظ ہیں اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ خدا صرف ایک ہے۔ ان الفاظ کی موجودگی میں یہ شبہ پیدا ہی نہیں ہو سکتا کہ دو سے زیادہ خدا ماننے جائز ہیں۔ پس دو کا لفظ ایک کے مقابلہ پر زور دینے کے لئے رکھا گیا ہے اور مراد یہ ہے کہ خدا صرف ایک ہے پس زیادہ خدا بنانے تو الگ رہے تم کو دو خدا بھی نہیں بنانے چاہئیں۔

دوسری حکمت ان الفاظ کے اختیار کرنے میں یہ ہے کہ مشرک بھی اللہ اور دوسرے معبودوں میں فرق کرتے تھے وہ سب دنیا کے پیدا کرنے والے کو تو اللہ کہتے تھے اور دوسرے معبودانِ باطلہ کو محدود اختیارات والے خدا سمجھتے تھے یا تو اس لحاظ سے کہ انہیں محدود طاقتیں حاصل تھیں مثلاً کوئی مینہ برساتا تھا، کوئی اولاد دیتا تھا، کوئی بیماریوں سے شفا دیتا تھا وغیرہ وغیرہ۔ اور یا اس لحاظ سے کہ کوئی خدا ایک قبیلہ کی حفاظت کرتا تھا تو کوئی دوسرے کی۔ چنانچہ ان کے ہاں جس طرح مختلف اغراض کے لئے الگ الگ دیوتا تھے، اسی طرح مختلف اقوام کے لئے بھی الگ الگ دیوتا تھے۔ گویا ایک خدا تو قادرِ مطلق تھا اور دوسرے معبود محدود اغراض اور محدود علاقوں کے لئے تھے۔ اس طرح خداؤں کی دو قسمیں ہو جاتی ہیں۔ ایک قسم قادرِ مطلق خدا کی جو ان کے نزدیک بھی صرف ایک تھا اور دوسری قسم محدود اختیارات اور محدود علاقوں کے خداؤں کی جو ان کے نزدیک بہت سے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں جو یہ فرمایا ہے کہ دو خدا نہ بناؤ اس سے مراد یہ ہے کہ دو قسم کے خدا نہ بناؤ۔ خدا ایک ہی ہے اس کے سوا کوئی اور قسم کا خدا نہیں ہے۔

تیسری حکمت ان الفاظ کے استعمال کرنے میں یہ ہے کہ اس میں مجوس کے اس عقیدہ کا بطلان کیا گیا ہے جو دو خدا مانتے ہیں ایک خیر کا خدا دوسرا شر کا خدا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس قسم کے دو خدا موجود نہیں ہیں خدا صرف ایک ہی ہے جزائے خیر بھی اسی کی طرف سے آتی ہے اور جزائے شر بھی اسی کی طرف سے آتی ہے پس دو خدا نہ بناؤ۔

اس آیت میں بتایا ہے کہ جب ایک ہی خدا ہے تو پھر بتاؤ کہ شریعت اس کے سوا اور کون بنا سکتا ہے شریعت کا بنانا اسی کے اختیار میں ہوگا۔

اس آیت میں ہجرت اور اس کے نتائج کے متعلق جو پیشگوئی کی گئی تھی اس کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ ان واقعات کے پورا ہونے پر تم کو معلوم ہو جائے گا کہ خدا ایک ہی ہے اس کے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں یعنی مسلمانوں کی ترقی اور کامیابی اللہ تعالیٰ کی توحید اور ذات کا ایک زبردست ثبوت ہوگی۔

اس آیت میں ہجرت اور اس کے نتائج کی پیشگوئی کا اشارہ

ان آیات میں قرآن کریم کی تعلیم اور کفار کی تعلیم کا مقابلہ بھی ہو رہا ہے اور بتایا جا رہا ہے کہ کیا کبھی انسان قرآن کریم کی تعلیم سے مستغنی ہو سکتا ہے تم لوگوں نے اپنی عقل سے کام لے کر جو تمہارے معبود بنا رکھے ہیں یہ الہام ہی ہے جو سچی توحید کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور انسانی ذہن کو تشتت اور پراگندگی سے بچاتا ہے۔

۵۳ حل لغات۔ اَلدِّيْنُ ۔ الدین کے لئے دیکھو یوسف ۷۷

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

فَاِلَيْهِ تَجْـَٔرُوْنَ ۝ ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ

تم اسی کے حضور فریاد کرتے ہو ۵۴ پھر جب وہ تم سے اس تکلیف کو دُور کر دیتا ہے۔

واصبًا: وَصَبَ الشَّیْءُ (یصِبُّ وصُوبًا) کے معنے ہیں دَامَ وثَبَتَ۔ کوئی چیز قائم و دائم رہی۔ وصَبَ الدِّیْنُ: وَجَبَ: قرضہ کی ادائیگی واجب ہو گئی۔ وَصَبَ فلانٌ علی الکلام: واظَبَ واحسنَ القیامَ علیہ کسی امر پر دوام اختیار کیا اور اس پر اچھی طرح کاربند رہا۔ الواصبُ: الدّائمُ: ہمیشہ رہنے والا۔ لہ الدِّیْنُ واصبًا کے معنے ہیں دائمًا۔ کہ اطاعت ہمیشہ اسی کا حق ہے (اقرب)

تفسیر:- شرک کے رد میں یہ ایک نہایت زبردست دلیل ہے جسے قرآن مجید نے متعدد جگہ پر پیش کیا ہے۔ فرماتا ہے آسمان و زمین کے نظام پر غور کرو۔ کائنات عالم کو دو بین نگاہ سے دیکھو تو تمہیں سب جگہ پر ایک ہی قانون جاری نظر آئے گا اور یہ تمام اشیاء ایک انتظام میں منسلک نظر آئیں گی جب قانون ایک ہے تو بادشاہ دو یا زیادہ کیسے ہو سکتے ہیں۔ اگر کوئی دوسرا خدا ہوتا تو ضروری تھا کہ ہمیں دنیا میں قانون کا اختلاف نظر آتا۔ کیونکہ دوسرے خدا کا وجود ماننے کی صورت میں نظام عالم کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں:-

۱- یہ کہ وہ پہلے خدا کی اطاعت کرے اور اس کے احکام کے ماتحت چلے۔ اس صورت میں اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ کیونکہ جو کام ایک کر سکتا ہے دو کو اس کام پر لگانے کی کیا ضرورت؟

۲- وہ پہلے خدا کے علاوہ کوئی اور نیا کام کرتا ہوا۔ اس کا قانون اور نظام الگ ہو۔ اس صورت میں ضروری ہے کہ نظام عالم میں اختلاف نظر آوے لیکن چونکہ واقعہ میں ایسا نہیں ہے لہذا ماننا پڑے گا کہ دوسرا خدا ہی کوئی نہیں بلکہ ایک ہی واحد و یگانہ خدا ہے۔

لہ الدِّیْنُ واصبًا۔ اس میں بتایا ہے کہ دوسری صورت ایک سے زیادہ خداؤں کی یہ ہو سکتی تھی کہ ایک خدا ایک زمانہ تک کام کرتا اور اس کے بعد وہ معطل ہو جاتا اور اس کی جگہ دوسرا خدا لے لیتا۔ لیکن یہ بات بھی واقعات سے غلط ثابت ہو رہی ہے۔ جو قانون قدرت شروع سے چلایا گیا ہے وہی آج تک چلا آ رہا ہے۔ لاکھوں بلکہ کروڑوں سال گذرے مگر اس کے قانون میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ اس کا قانون اٹل ہے پس ایسے خدا کی موجودگی میں کہ جو زمین و آسمان کا مالک ہو اور جس کا قانون ازل سے ابد تک ہو دوسرے خدا کا وجود ماننا سخت غلطی اور بے وقوفی ہے۔

۵۴ حل لغات- نِعمة: اَلنِّعْمَةُ کے معنے ہیں- اَلصَّنِیْعَةُ وَالْمِنَّةُ: احسان- مَا اَنعم بہ علیك من رزقٍ و مالٍ وغیرہ- وہ مال یا رزق یا اس کے علاوہ کوئی اور چیز جو بطور انعام ملے- اَلْمَسَرَّةُ- خوشی- اَلْیَدُ الْبَیْضَاءُ الصَّالِحَةُ: ایسا احسان جس میں کوئی کدورت اور کمی نہ ہو- وفی الکلیات: "اَلنِّعْمَةُ فی اصل وضعہا الحالۃ التی یستلذ بہا الانسانُ و ہذا مبنیٌّ علی ما اشتہر عند ہُم من ان النعمۃ بالکسر للحالۃ و بالفتح للمرّۃ" اور کلیات میں یوں لکھا ہے کہ نعمت اصل وضع کے لحاظ سے اس حالت کو کہتے ہیں جس سے انسان لذت اٹھاتا ہے اور یہ اس بنا پر ہے کہ حالت بیان کرنے کے لئے عربی زبان میں فِعْلَةٌ اور کسی کام کے ایک دفعہ ہونے کے لئے فَعْلَةٌ کا وزن لاتے ہیں اور نعمۃ فِعْلَةٌ کے وزن پر ہے اس لئے اس میں نعمت والی حالت کے معنے پائے جاتے ہیں- نِعْمَةُ اللّٰہِ: مَا اَعْطَاہُ اللّٰہُ لِلْعَبْدِ مِمَّا لَا یتمنّی غیرہ ان یُعطیہُ اِیَّاہُ- اللہ کی نعمت وہ ہوتی ہے جو اللہ تعالےٰ اپنے بندے کو دیتا ہے اور پھر بندہ اللہ کے سوا کسی اور سے یہ خواہش نہیں رکھتا کہ وہ

واصبًا

نعمة

ہٗ الدِّیْنُ واصبًا میں شرک کے رد میں ایک زبردست دلیل

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

إِذَا فَرِيقٌ مِّنكُم بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُونَ ۝ لِيَكْفُرُوا بِمَا

تو تم میں سے بعض لوگ جھٹ دوسروں کو اپنے رب کا شریک ٹھہرانے لگتے ہیں ۵۵ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جو کچھ ہم نے

اُسے دے۔ اس کی جمع اَنْعُمٌ اور نِعَمٌ آتی ہے۔ اور جب فلانٌ واسعُ النِّعْمَةِ کہیں۔ تو اس کے معنے ہونگے واسعُ المَالِ یعنی فلاں مالدار ہے (اقرب)

الضُّرّ کے معنے کیلئے دیکھو یوسف ۵۵

تَجْأَرُوْنَ: جَأَرَ سے مضارع جمع مخاطب کا صیغہ ہے۔ اور جَأَرَ الدَّاعِی جَأْرًا کے معنے ہیں رَفَعَ صوتَهٗ بالدُّعاءِ پکارنے والے نے اونچی آواز سے پکارا۔ جَأَرَ اِلی اللّٰہِ بالدعاءِ: ضَجَّ وتَضَرَّعَ واستغاثَ: اللہ کے حضور عاجزی سے فریاد اور دعا کی اور اُسی سے مدد چاہی۔ وَمِنْهُ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْأَرُوْنَ۔ اور آیت اِذَا مَسَّكُمْ ۔۔۔ الخ میں تَجْأَرُوْنَ کے معنی عاجزی کرنے اور فریاد کرنے کے ہیں (اقرب)

تفسیر:۔ اس آیت میں ان آیات اور نشانات کا ذکر فرمایا ہے جو توحید کی تائید میں خود ان کی جانوں میں موجود تھے۔ فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے تم کو سب نعمتیں ملی ہیں۔ کیونکہ جس قدر نعمتیں ہیں وہ ایک ہی نظام کا حصہ ہیں۔ مگر باوجود اس کے تم بعض نعمتوں کو دوسرے معبودوں کی طرف منسوب کر دیتے ہو۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ جب کبھی کوئی سخت قومی آفت آتی ہے تم کو اپنے معبود ان باطل بھول جاتے ہیں اور اسی ایک خدا کی طرف جو حقیقی خدا ہے جھک جاتے ہو۔ یہ اس امر کا ثبوت ہے کہ تمہارے دل شرک پر مطمئن نہیں۔ پس جب شرک پر تم خود مطمئن نہیں تو اس پر اس قدر زور کیوں دیتے ہو۔

یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ شدید مصائب کے وقت میں لوگ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف جھکتے ہیں۔ مسیحی مسیح کو خدائی کا مقام دیتے ہیں اس جنگ میں جو اس وقت جرمنی اور انگلستان کے ساتھ ہو رہی ہے مسیح کو نہیں پکار رہے بلکہ ایک خدا کو پکار رہے ہیں۔ اگر انہیں مسیح کی خدائی پر پورا یقین ہوتا تو کبھی ایسا نہ کرتے۔

بدر کی جنگ کے موقعہ پر جب کہ گھمسان کا رَن پڑا تھا تو کفار نے لات اور عزیٰ کو نہیں پکارا۔ ابوجہل نے بھی ان باطل معبودوں سے دعا نہیں کی۔ بلکہ کہا تو یہی کہا۔ اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (انفال ع ۶) کہ اے اللہ اگر یہ مذہب اسلام سچا ہے اور ہم اس کی مخالفت ضد کی وجہ سے کر رہے ہیں تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا اس کے سوا کوئی اور دردناک عذاب ہمیں دے۔ اور خدائے واحد نے اس کی دعا سن بھی لی اور بدر میں ان پر پتھروں کی بارش بھی نازل کی اور اور کئی قسم کے دردناک عذاب بھی ان پر نازل کئے۔ اگر ان لوگوں کے دلوں میں لات اور عزیٰ کا ہی گہرا نقش و اثر ہوتا تو انہی کو اس مصیبت میں پکارتے۔ مگر ایسا نہیں ہوا بلکہ انہوں نے خدا تعالیٰ ہی کو بلایا اور یہی فطرت کی شہادت ہے۔

۵۵ تفسیر:۔ بِرَبِّهِمْ۔ کا لفظ استعمال فرما کر انہیں شرم اور غیرت دلائی ہے کہ تم اپنے ہی رب کے شریک ٹھہراتے ہو۔ حالانکہ انسان کو اپنی چیز کی ایک غیرت ہوتی ہے وہ تو تمہارا اپنا رب ہے تمہیں اس کے ساتھ کوئی ضد تو نہیں کہ ضرور اس کے ساتھ مشریک ٹھہراؤ۔ پھر کیا وجہ ہے کہ مصیبت کے وقت تو اس کو یاد کرتے ہو اور جب مصیبت ٹل جاتی ہے تو پھر تم کو اپنے جھوٹے معبود یاد آ جاتے ہیں۔

۱ الضُّرّ

۱ قبادرت

۱ توحید کی تائید میں ان دو دلیل کا ذکر جو کفار کی جانوں میں موجود تھے۔

۱ تُشْرِكُوْنَ بِهِمْ کے الفاظ استعمال کرنے کی حکمت

۱ شرکین کا تکلیف کے وقت معبودان باطلہ سے اعراض

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اٰتَيْنٰهُمْ ۭ فَتَمَتَّعُوْا ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ○ وَ

انہیں دیا ہے وہ اس کا انکار کر دیتے ہیں۔ اچھا تم عارضی اور وقتی سامان سے فائدہ اٹھا لو۔ اور (اس کا انجام بھی) تم جلد معلوم کر لو گے ۵۶ اور

يَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ نَصِيْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ ۭ

جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اسمیں سے ایک حصہ (اپنے) ان (جھوٹے معبودوں) کے لئے مخصوص کر دیتے ہیں۔ جن (کی حقیقت) کے متعلق وہ کچھ علم

تَاللّٰهِ لَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ ○ وَيَجْعَلُوْنَ

نہیں رکھتے۔ ۵۷ اللہ (تعالیٰ) کی قسم جو کچھ تم (جھوٹ) کام (لیکر) اپنے پاس سے گھڑتے رہے ہو (ایک دن) اسکی نسبت تم سے یقیناً باز پرس ہو گی اور وہ اللہ (تعالیٰ) کیلئے

۵۶ حل لغات۔ تمتعوا ۔ یہ فاد کا ترجمہ اس جگہ 'اچھا' زیادہ درست معلوم ہوتا ہے۔

تفسیر:۔ لیکفروا ۔ میں لام۔ لام عاقبت ہے اور مراد یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے جب تم پر سے مصیبت ٹلا دیتا ہے تو اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بجائے اس کا شکریہ ادا کرنے کے تم اس کے فضل کا انکار کر دیتے ہو اور کہتے ہو کہ یہ فضل فلاں دیوتا کی وجہ سے نازل ہوا ہے۔ جب تمہاری یہ حالت ہے تو تم دائمی فضل کے مستحق نہیں ہو سکتے۔ ہم تمہاری ہدایت کی غرض سے اور اپنے رحم سے کام لیتے ہوئے چند بار تو تمہاری دعاؤں کو سن کر مصائب ٹال دیں گے مگر ہمیشہ تو ایسا نہ ہوگا آخر ایک دن ہم تمہاری دعاؤں کو رد کر دیں گے اور عذاب میں مبتلا کر دینگے۔

لیکفروا میں لام عاقبت ہے۔

اس آیت میں شرک کے خلاف ایک علم فہم دلیل

۵۷ حل لغات۔ النصیب: الحظ: حصہ (اقرب)

تفسیر:۔ شرک کی ایک اور شناعت اس آیت میں بیان کی گئی ہے اور وہ یہ کہ الٰہی نعمتوں کو ایسے وجود کی طرف منسوب کیا جاتا ہے جن کے وجود کا خود کوئی ثبوت نہیں۔ یہ دلیل شرک کے رد میں ایک زبردست ثبوت ہے مشرکوں نے شرک کی تائید میں بعض ایسے فلسفیانہ مسائل بنا رکھے ہیں کہ ان میں پڑ کر کمزور دماغ کے آدمی کچھ حیران سے ہو جاتے ہیں اور شرک اور توحید میں فرق کرنا ان کے لئے مشکل ہو جاتا ہے۔ اس آیت میں شرک کے متعلق ایک ایسی عام فہم دلیل دی گئی ہے۔ جو ان سب فلسفیانہ وسوسوں کو رد کر دیتی ہے۔ اور وہ یہ کہ اس اصولی بحث کو جانے دو کہ ایک سے زیادہ معبود ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ کسی چیز کا ہو سکنا اور امر ہے اور ہونا اور امر ہے۔ فرض کرو کہ ایک سے زیادہ معبود ممکن ہوں مگر اس سے یہ تو ثابت نہیں ہو جاتا کہ کوئی خاص بُت یا خاص انسان جسے خدا تعالیٰ کا شریک بنایا جاتا ہے وہ بھی سچا معبود ہے۔ اس امر کا ثبوت کہ کوئی شخص یا بُت معبود سچا ہے تو الگ دینا ہوگا۔ فرماتا ہے اپنے ایک ایک معبود کو لے لو کیا ان میں سے کسی کی خدائی کا ثبوت بھی تمہارے پاس ہے۔ اگر کسی معبود کی خدائی کا ثبوت بھی تمہارے پاس نہیں تو صرف فلسفیانہ دلائل شرک کی تائید میں دے کر تم توحید کے حملہ سے کس طرح بچ سکتے ہو۔ یہ وہ دلیل ہے جس کے سامنے کوئی مشرک نہیں ٹھہر سکتا۔ ہم فرض کر لیتے ہیں کہ ایک سے زیادہ خدا ممکن ہیں۔ مگر یہ کیوں کر ثابت ہوا۔ کہ کالی بھی خدا ہے یا رام یا کرشن بھی خدا ہیں یا مسیح اور ایسے ہی ان لوگوں کے مزعومہ خدا، خدا ہیں۔ ان کے خدا ہونے کا تو الگ ثبوت دینا پڑے گا جو کبھی کوئی مشرک نہیں دے سکتا۔ وہ ہمیشہ عام فلسفیانہ دلائل شرک کی تائید میں پیش کرے گا۔ اپنے مزعومہ معبود کی تائید میں کبھی کوئی معقول دلیل نہ دے گا اور نہ دے سکیگا۔ کیونکہ شرک کی تائید میں

اس آیت میں شرک کی ایک اور شناعت

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ ۙ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ ۝ وَ

(لڑکیاں منسوب کرتے ہیں (یہ کیسا جھوٹ ہے) پاک (ذات) ہے اور (لطف یہ کہ) انہیں (اللہ تعالیٰ کیطرف سے) وہ کچھ حاصل ہو جو وہ چاہتے ہیں ۵۸ اور

فلسفیانہ دلائل دینا اور بات ہے اور ایک کمزور وجود کو خدا ثابت کرنا اور بات ہے۔ اللہ تعالےٰ کی حکمت کاملہ نے ان سب وجودوں کے متعلق جن کو خدا مانا جاتا ہے ایسے زبردست شواہد ان کے کمزور اور بے بس ہونے کے پیدا کر رکھے ہیں کہ جب اس طرف رُخ کیا جائے مشرک کی سب شیخی کرکری ہو جاتی ہے۔

لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ سے اس طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ وہ ان معبودوں کو یہ خصوصیتیں ہیں جو معبود اس بات تک کو نہیں جانتے کہ انہیں خدا تعالےٰ کی صفات دی جا رہی ہیں۔ مثلاً بُت۔ نہریں۔ دریا۔ پہاڑ وغیرہ جن کو لوگ خدا بناتے ہیں خود بے جان اشیاء ہیں۔

ایسا ہی حضرت عیسیٰؑ اور حضرت امام حسینؑ ہیں۔ لوگ ان کی طرف الوہیت کو منسوب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انہوں نے فلاں فلاں چیز دی مگر اُن بے چاروں کو اس بات کا پتہ بھی نہیں۔ کیونکہ انہوں نے اپنی زندگی میں کوئی دعویٰ خدائی کا نہیں کیا۔ اس صورت میں لَا يَعْلَمُوْنَ کی ضمیر معبودوں کی طرف مانی جائے گی۔

دوسرے معنے وہی ہیں جو اوپر بیان ہو چکے ہیں یعنی ان ہستیوں کی طرف خدا تعالےٰ کے افعال کو منسوب کرتے ہیں جن کے خدا ہونے کی ان کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ ان معنوں کے رو سے لَا يَعْلَمُوْنَ کی ضمیر يَجْعَلُوْنَ کے فاعل کی طرف پھرے گی۔

تَاللّٰهِ لَتُسْـَٔلُنَّ پوچھنے سے مراد خالی دریافت کرنا ہی نہیں ہوتا بلکہ سزا دینا ہوتا ہے اور یہ ہر زبان و ملک کا محاورہ ہے۔ مطلب یہ کہ تمہارے اس افترا کی تم کو ضرور سزا ملے گی۔

بعض نادان تَاللّٰهِ کے لفظ سے یہ استدلال کیا کرتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلام خدا کا نہیں ورنہ یہ کیوں کہا جاتا کہ خدا کی قسم بلکہ یوں کہنا چاہئے تھا کہ ہمیں اپنی قسم ہے۔ لیکن یہ استدلال درست نہیں کیونکہ شاہانہ کلام میں اس قسم کا طرز بیان جائز ہوتا ہے۔ کیونکہ نام کے اظہار سے رعب پیدا کرنا مقصود ہوتا ہے۔ باپ اپنے بیٹے پر شرارت کرنے کے لئے بعض دفعہ یہ کہتا ہے کہ تمہارا باپ تم کو یہ حکم دیتا ہے۔ اس کے یہ معنے نہیں ہوتے کہ بولنے والا باپ نہیں بلکہ کوئی اور ہے۔ اسی طرح بادشاہ خاص زور دینے کے لئے کہا کرتے ہیں کہ تمہارا بادشاہ تم کو یوں حکم دیتا ہے حالانکہ ہر ایک یہ سمجھ سکتا ہے کہ بادشاہ اس وقت اپنی بادشاہت کا انکار کرکے کسی اور کی بادشاہی کا اعلان کر رہا ہے۔

لا یعلمون کے دو معنی

۵۸ حل لغات۔ سُبْحَانَهٗ کے لئے دیکھو یونس ۱۹ يَشْتَهُوْنَ: اشْتَهٰى سے مضارع جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ اور اشتہیٰ کے معنے ہیں کسی چیز کو پسند کیا۔ اور اس کے لینے کی تمنا کی۔ (اقرب) پس وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ کے معنے ہوں گے۔ ان کو وہ کچھ حاصل ہے جو وہ چاہتے ہیں۔

سُبْحَانَهٗ کے ل يَشْتَهُوْنَ

تفسیر: اس آیت کا یہ مطلب نہیں کہ خدا تعالیٰ کو اس لئے ناراضگی ہے کہ وہ اس کی طرف بیٹے کیوں منسوب نہیں کرتے اور بیٹیاں کیوں منسوب کرتے ہیں۔ وہ تو بیٹوں کے عقیدہ پر بھی ویسا ہی ناراض ہوتا ہے۔ جیسے بیٹیوں کے عقیدہ پر۔ چنانچہ دوسری جگہ فرمایا ہے۔ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا (مریم ع ۵) قریب ہے کہ آسمان پھٹ کر گر جائیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ گر جائیں کیونکہ یہ لوگ رحمٰن خدا کا ایک بیٹا تجویز کرتے ہیں۔ پس بیٹوں کا ذکر کرکے مشرکوں کی کم عقلی کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے اور یہ بتایا ہے کہ غلط راہ پر چل کر

تاللہ تسئلن کا مطلب

بعض لوگوں کا تاللہ کے لفظ سے غلط استدلال

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

إِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِالْأُنْثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَّ

جب ان میں سے کسی کو لڑکی (کی پیدائش) کی بشارت دی جائے تو اس کا منہ جبکہ وہ اپنے غیظ (وغضب) کو (سینہ میں) دبا رہا ہوتا ہے

هُوَ كَظِيمٌ ۝ يَتَوَارَىٰ مِنَ الْقَوْمِ مِن سُوءِ مَا

سیاہ ہو جاتا ہے ۵۹ (اور جس بات کی اُسے بشارت دی گئی ہے اس کی (منحوسہ) شناعت کے باعث وہ لوگوں سے

بُشِّرَ بِهِ ۚ أَيُمْسِكُهُ عَلَىٰ هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي

چھپتا (پھرتا) ہے (اور سوچتا ہے کہ) آیا وہ اسے (آئندہ آنیوالی) ذلت کے باوجود (زندہ) رہنے دے یا اُسے (کہیں)

التُّرَابِ ۗ أَلَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ۝ لِلَّذِينَ لَا

مٹی میں گاڑ دے۔ سُنو! جو رائے وہ قائم کرتے ہیں بہت بُری ہے ۵۶۰ جو لوگ آخرت پر

انسان ایسی باتوں میں مبتلا ہو جاتا ہے جو خود اس کے اپنے مسلمات کے رو سے قابل اعتراض ہوتی ہیں۔ چنانچہ یہ لوگ خدا تعالےٰ کی طرف بیٹیاں منسوب کرتے ہیں حالانکہ یہ لوگ بیٹیوں کو حقیر سمجھتے ہیں۔ اگر عقل سے کام لیتے تو جس چیز کو یہ اپنے لئے ذلت کا موجب سمجھتے ہیں اس چیز کو اللہ تعالےٰ کی طرف منسوب نہ کرتے۔

یہ اس امر کی دلیل بیان کی گئی ہے کہ الہام کے بغیر ہدایت کا راستہ تلاش کرنے میں انسان کیسی کیسی موٹی غلطیاں کر جاتا ہے پھر بار بار کے مسائل میں وہ کبھی غلطی نہ کرے گا۔ پس سچا راستہ بتانا صرف اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے۔

اس کے جواب میں ممکن تھا کہ وہ کہہ دیتے کہ ہم تو خدا کی طرف کوئی بُرائی منسوب نہیں کرتے۔ لڑکیاں بھی خدا کی ہی ایک نعمت ہیں اُسی کی پروردہ ہیں۔ اس لئے یہ کوئی عیب نہیں۔ اس کا جواب اگلی آیت میں دیا گیا ہے۔

۵۹ حل لغات۔ بُشِّرَ: بَشَّرَ سے مجہول کا صیغہ ہے۔ اور بشّرہٗ کے معنے ہیں اخبرہٗ ففرح اس کو ایسی خبر دی جس سے وہ خوش ہوا۔ (اقرب)

كَظِيمٌ کے معنے ہیں: المکروب۔ رنجیدہ (اقرب)

يَتَوَارَىٰ

هُونٍ

يَدُسُّهُ

بُشِّرَ

كَظِيمٌ

مزید تشریح کے لئے دیکھو یوسف ۱۵

تفسیر: یعنی ان کی یہ حالت ہے کہ ان میں سے کسی کو جب بیٹی کی پیدائش کی خبر دی جاتی ہے تو اس کا منہ کالا ہو جاتا ہے اور غم اور شرم کے جذبات کو بمشکل دبا رہا ہوتا ہے۔ لیکن یہ شخص جو بیٹی کی پیدائش پر سیاہ رو ہو جاتا ہے اس ہستی کی طرف جو نور ہی نور ہے اسی چیز کو جسے اس قدر قابلِ شرم سمجھتا ہے منسوب کر دیتا ہے۔

۵۶۰ حل لغات۔ يَتَوَارَىٰ: تَوَارٰی سے مضارع مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ اور تَوَارٰی کے معنے ہیں اِسْتَتَرَ: چھپ گیا (اقرب) پس یتوارٰی کے معنے ہونگے وہ چھپتا ہے۔ هُوْنٌ: هَانَ الرَّجُلُ هُوْنًا کے معنے ہیں ذَلَّ وحقر: وہ ذلیل اور حقیر ہو گیا۔ ضَعُفَ۔ کمزور ہو گیا۔ الهُون هان کا مصدر ہے۔ نیز اس کے معنے ہیں اَلْخِزْیُ۔ رسوائی (اقرب) يَدُسُّهُ: دَسَّ سے مضارع واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ اور دَسَّ الشَّیْءَ تحتَ التراب کے معنی ہیں۔ اَدْخَلَهٗ فیه۔ وَدَفَنَه تحتَه وَاَخْفَاهُ کسی چیز کو زمین میں دبا کر مخفی کر دیا (اقرب) پس اَمْ یَدُسُّهٗ کے معنے ہونگے۔ یا اُسے مٹی میں دبا دے۔ گاڑ دے۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ ۖ وَلِلَّهِ الْمَثَلُ

ایمان نہیں لاتے ان کی حالت بُری ہے۔ اور (برعکس) اعلیٰ صفت (اور شان)

الْأَعْلَىٰ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللَّهُ ع ۱۳

اللہ (تعالیٰ) ہی کی ہے۔ اور وہی غالب (اور) حکمت والا ہے ۵۶۱ اور اگر اللہ (تعالیٰ) کی یہ سنت ہوتی کہ وہ

تفسیر:۔ یعنی باوجود پدری محبت کے اس تذبذب میں پڑ جاتا ہے کہ ذلت برداشت کر کے لڑکی کو زندہ رہنے دے یا اس بے چاری کو زندہ درگور کر دے۔

اس بارہ میں یہ امر یاد رکھنا چاہیئے کہ عام طور پر لوگوں کو یہ غلطی لگی ہوئی ہے کہ لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کا رواج عربوں میں عام تھا۔ لیکن یہ بات نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو پھر ان کے ملک میں لڑکیوں کی تعداد بہت کم ہو جانی چاہیئے تھی۔ اصل بات یہ ہے کہ بے شک لڑکی کی پیدائش کو تو عرب کے سارے ملک میں ہی بُرا سمجھا جاتا تھا مگر ان کو زندہ دفن کرنے کا رواج عملاً صرف بعض بڑے بڑے اور متکبر لوگوں میں تھا۔ لڑکی کی پیدائش کو بُرا سمجھنا اور بات ہے اور اُسے زندہ درگور کر دینا اور آج تک لوگ لڑکی کی پیدائش کو عموماً بُرا سمجھتے ہیں اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰہ۔ مگر انہیں مارتے چند ہی لوگ ہیں۔ عرب میں بھی یہ فعل مکہ میں بہت ہی کم ہوتا تھا۔ عام طور پر ان قبائل میں جو اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھتے تھے یہ طریق رائج تھا اور وہ بھی بعض بڑے لوگوں میں۔ پس اس جگہ عام رسم کا ذکر نہیں بلکہ قوم کے عمائدین کے ایسے فعل کو بیان کیا گیا ہے جس کی نقل گو ساری قوم نہیں کرتی تھی مگر اسے ایک عزت کا فعل سب سمجھتے تھے۔

اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ میں بتایا ہے کہ وہ جو بیٹیوں کو بُرا سمجھتے ہیں ان کا یہ فعل نہایت ہی گندہ ہے اگر بیٹیاں نہ ہوتیں تو وہ کس طرح پیدا ہوتے۔ اور اگر آئندہ بیٹیاں نہ ہوں، تو ان کے بیٹوں کی نسل کس طرح چلے۔

قرآن کریم نے شروع سے ہی عورتوں کی عزت کو قائم کیا ہے اور ان کے حق کو تسلیم کیا ہے۔ مگر باوجود اس کے اب تک یہ کہا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں پر ظلم کیا۔ بھلا وہ کون سی کتاب ہے جس میں ابتداء ہی سے عورت کے حقوق کی حفاظت اور نگہداشت کی گئی ہو۔ وہ صرف اور صرف قرآن مجید ہی ہے۔

قرآن مجید کے ذریعہ عورتوں کی عزت کا قیام

۵۶۱ حل لغات۔ لِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى۔ المثل اعلیٰ صفت اور شان اللہ ہی کی ہے۔ المثل کے معنے کے لئے دیکھو رعد ۳۵

تفسیر:۔ مثل کے مختلف معنوں میں سے ایک معنے بات کے بھی ہوتے ہیں۔ مثلاً عرب لوگ کہتے ہیں۔ بسط لہ مثلاً ای حدیثاً (اقرب) فلاں شخص نے اس سے خوب لمبی بات کی۔ اس آیت میں مثل کا لفظ انہی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اور مطلب آیت کا یہ ہے کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے مُنہ سے جب بات نکلتی ہے بُری ہی نکلتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو بات بتائی جاتی ہے وہ اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے۔ یہاں اصل مضمون جس کے بارہ میں سورت نازل ہوئی ہے کھول کر بیان کر دیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ کلام الٰہی کے وجود کے بھی منکر ہوتے ہیں اور اپنی ہدایت کے لئے خود قانون بنانا چاہتے ہیں لیکن اس کوشش میں بُری طرح ناکام رہتے ہیں اور جو بات کرتے ہیں اُلٹی ہی کرتے ہیں۔ لیکن جو کلام اللہ کی طرف سے آتا ہے وہ سب عیبوں سے پاک ہوتا ہے اور سب خوبیوں کا جامع ہوتا ہے پھر کلام الٰہی کی ضرورت کا یہ لوگ کس طرح انکار کر سکتے ہیں۔

لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کا رواج سارے عرب میں نہ تھا۔

لڑکیوں کے زندہ درگور کرنے کے ذکر میں صرف قوم کے عمائدین کا ذکر ہے۔

الاسماء یحکمون کا مطلب

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ

لوگوں کو ان کے (کفر کے) ظلم پر (فوراً) پکڑ لیتا اور (توبہ کے لئے) مہلت نہ دیتا) تو وہ اس (زمین) پر کسی جاندار کو (زندہ) نہ چھوڑتا

وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ

مگر (اس کی یہ حکمت ہے کہ) وہ (اصلاح کیلئے) انہیں ایک معینہ وقت تک مہلت دیتا (چلا جاتا) ہے پھر جب ان کی سزا کا وقت

اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ۝

آجاتا ہے تو وہ نہ تو ایک گھڑی پیچھے رہ (کر بچ) سکتے ہیں اور نہ (اس سے) آگے نکل (کر بچ) سکتے ہیں ۵۶۲

اس جگہ کہا جا سکتا ہے کہ کیوں یوں نہ کہا گیا کہ جو لوگ کلام الٰہی کے منکر ہوتے ہیں وہ غلط باتیں کرتے ہیں۔ یہ کیوں کہا گیا کہ جو لوگ یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے غلط باتیں کرتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم کا ایک خاص انداز یہ بھی ہے کہ وہ ایسے طریق پر بات کرتا ہے کہ جس نقص کا وہ ذکر کر رہا ہو اس کے بواعث بھی وہ ساتھ ہی بیان کرتا جاتا ہے۔ اسی انداز کو بیان اختیار کیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ جو لوگ کلام الٰہی کی ضرورت کے منکر ہوتے ہیں وہ ایسا یوم آخر کے انکار کی وجہ سے کرتے ہیں۔ ورنہ کوئی شخص جو یوم آخر پر ایمان لاتا ہو کلام الٰہی کی ضرورت کا انکار نہیں کر سکتا کیونکہ ایسا شخص انسانی زندگی کا سب سے اہم زمانہ اسی زمانہ کو سمجھے گا جو مرنے کے بعد آنے والا ہے اور چونکہ مرنے کے بعد پھر واپس لوٹنے کی کوئی صورت نہیں وہ اُخروی زندگی کی اہمیت کو جانتے ہوئے اس ضرورت کو بھی محسوس کرے گا کہ اس عالم سے واقف ہستی کی طرف سے ہی وہ راہ بتائی جانی چاہئے جس پر چل کر بعد الموت زندگی بھی گذار سکے۔ اگر صرف اس قدر کہا جاتا کہ جو کلام الٰہی کے منکر ہیں ان کی باتیں غلط ہوتی ہیں تو اس سے یہ مفہوم ادا نہ ہو سکتا تھا

العزیز اور الحکیم کی صفات آخر میں اس لئے رکھی ہیں تا اس طرف اشارہ ہو کہ غالب ہی اپنی طاقت کا اظہار کر سکتا ہے اور الحکیم ہی حکمتوں کو بیان کر سکتا ہے اس لئے یقیناً اس کی تعلیم حکمت ہوگی اور انسان کی نجات کا موجب ہوگی۔ ورنہ جو حکیم نہیں اور عزیز نہیں وہ اوّل تو پُر حکمت کلام نہیں کر سکتا اور اگر کوئی بات کرے گا تو اس کے پورا کرنے کی اس میں طاقت نہ ہوگی۔

ان صفات سے یوم آخر کا بھی ثبوت پیش کیا اور بتایا کہ خدائے حکیم کا فعل حکمت سے خالی نہیں ہو سکتا اور بغیر یوم آخرت کے انسانی پیدائش ایک بے حکمت فعل ہو جاتی ہے۔

اسی طرح عزیز خدا کا غلبہ کامل اس دنیا میں نہیں ہو سکتا اس کے لئے یوم آخر کی ضرورت ہے۔ اگر کہو اس دنیا میں کیوں نہیں ہو سکتا تو اس کا جواب صفت حکیم ہے یعنی اسی دنیا میں کامل غلبہ ظاہر ہو تو ایمان فضول ہو جاتا ہے۔

۵۶۲ حل لغات۔ دَآبَّةٌ کے لئے دیکھو نحل ۵

اَجَلٌ کے معنے کے لئے دیکھو رعد ۳۵

السَّاعَةُ: کے معنے ہیں الوقت الحاضر۔ موجودہ وقت۔ القیامة: قیامت۔ وقیل الوقت الذی تقوم فیہ القیامة: اور بعض نے اس سے یہ مراد لی ہے کہ وہ وقت جبکہ قیامت برپا ہوگی۔ وعبارة عن جزء قلیل من النہار او القلیل: رات یا دن کے تھوڑے حصے کو بھی ساعۃ کہتے ہیں جب یہ کہیں کہ جلست عندک ساعة من النہار او القلیل تو اس کے معنے ہوتے ہیں: اتیٰ وقتا قلیلا منہ۔ یعنی میں تمہارے پاس کچھ دیر بیٹھا رہا (اقرب)

قرآن مجید کے بیان کا ایک خاص انداز

صفت عزیز اور حکیم سے یوم آخر کا ثبوت

۲ دابۃ

۳ اجل

۴ الساعۃ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ

اور وہ اللہ (تعالیٰ) کے لئے وہ چیز تجویز کرتے ہیں جسے وہ (خود اپنے لئے) ناپسند کرتے ہیں اور انکی زبانیں (بڑی جرأت سے)

الْكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى ؕ لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ

کام لے کر یہ) جھوٹ بولتی ہیں کہ انہیں بھلائی ملے گی یہ اٹل بات ہے کہ ان کے لئے (دوزخ کی)

النَّارَ وَاَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ ۝ تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ

آگ (کا عذاب مقدر) ہے اور یہ کہ انہیں (اس میں) چھوڑ دیا جائیگا ۶۲۳ اللہ (تعالیٰ) کی قسم! ہم نے تجھ سے پہلے کی

تفسیر:- اس میں کفار کے ایک شبہ کا ازالہ کیا ہے جو پہلی آیت سے پیدا ہو سکتا تھا۔ اور وہ یہ ہے کہ اگر انسان غلط تعلیم دیتا ہے اور خدا کی کلام ہی سے ہدایت ملتی ہے تو چاہیئے تھا کہ سب کفار ہلاک ہو جاتے مگر وہ تو ہلاک نہیں ہوئے بلکہ دنیا میں کئی قسم کی ترقیاں ان کو ملتی ہیں معلوم ہوا کہ وہ بھی کوئی زیادہ غلطی پر نہیں ہیں یا یہ کہ وہ بھی حق پر ہیں اس شبہ کا یہ جواب دیا کہ کلام الٰہی کو تو خیر تم نہیں مانتے لیکن بعض امور کو تو تم بھی خدا تعالیٰ کے منشاء کے خلاف سمجھتے ہو۔ مثلاً چوری، ڈاکہ، قتل وغیرہ۔ کیا ان جرائم کے مرتکب فوراً پکڑ لئے جاتے ہیں۔ اگر نہیں تو اس ڈھیل کو دیکھتے ہوئے تم الٰہی کلام کے منکروں پر فوری گرفت نہ آنے کی وجہ سے یہ کس طرح استدلال کر سکتے ہو کہ یہ کلام خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں ورنہ اس کے انکار پر فوراً گرفت ہوتی اور کوئی کافر نہ بچتا۔

پھر اس فوری گرفت نہ ہونے کی وجہ بھی بتائی کہ یہ ڈھیل کا قانون اللہ تعالیٰ نے اس لئے جاری کیا ہے کہ اس کے بغیر نسل انسانی چل ہی نہیں سکتی۔ کیونکہ اگر ہر جرم کی سزا میں انسان کو فوراً تباہ کر دیا جاتا تو دنیا پر انسان کی نسل کس طرح باقی رہتی۔ اگر کوئی کہے کہ دنیا میں نیک بھی تو ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک نیک بھی ہوتے ہیں مگر یہ تو ضرری نہیں کہ نیکوں کے باپ دادا آدم تک سب نیک ہی ہوں پس

۱ آیت ماترک علیھا من دابۃ سے کفار کے ایک شبہ کا ازالہ

اگر ان کے باپ دادوں کو پکڑا جاتا اور وہ ہلاک کر دیئے جاتے تو تم ہی ان کے وہ نسل بھی غائب ہو جاتی جس نے آئندہ کسی زمانہ میں نیک ہونا تھا۔ پس اگر ہر گناہ پر اسی دنیا میں گرفت کا قانون جاری ہوتا ماننا پڑے گا کہ دنیا کبھی کی تباہ ہو جانی چاہیئے تھی مگر ایسا نہیں۔

۲ ہر گناہ کی سزا فوری نہیں ملتی

معلوم ہوا کہ ہر گناہ کی سزا فوراً نہیں ملتی اور یہ مزید ثبوت یوم آخرت کا ہے جہاں جزاء سزا کا عمل تکمیل تک پہنچ جائے گا۔ اگر اس دن کو نہ مانا جائے تو خدا تعالیٰ کا فیصلہ نامکمل رہ جاتا ہے۔

۳ آیت ماترک الخ پر ایک سوال اور اسکا جواب

ایک سوال اس آیت کے متعلق یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ کیوں فرمایا گیا ہے کہ اگر ہر گناہ پر اسی دنیا میں گرفت ہو جاتی تو اس دنیا کے پردہ پر کوئی حیوان نہ رہتا۔ مخاطب تو انسان ہیں سزا ملتی تو انسان کو ملتی دوسرے حیوان کیوں ہلاک ہو جاتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جیسا کہ سورہ ۶ میں بیان کیا گیا ہے باقی حیوان انسان ہی کے فائدہ کے لئے پیدا کئے گئے ہیں پس جب انسان ہلاک کر دیا جاتا تو ان کی بھی ضرورت نہ رہتی اور عام قیامت آجاتی۔

۴ تَصِفُ

۶۲۳ حل لغات۔ تَصِفُ: وَصَفَ سے مضارع واحد مؤنث غائب کا صیغہ ہے۔ اور وَصَفَ الشَّیْءَ کے معنے ہیں نَعَتَهٗ بِمَا فِیْهِ وَحَلَّاهُ۔ کسی چیز کو پورے طور پر اور عمدہ طریق سے بیان کیا۔ وصف الطبیب المریض:

۱ فوری سزا نہ آنے کی وجہ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

إِلَىٰ أُمَمٍ مِّن قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ

(تمام) امتوں کی طرف رسول بھیجے تھے پھر انہیں شیطان نے ان کے (بداعمال) خوبصورت

أَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝

کرکے دکھائے سو آج وہی ان کا آقا (بنا ہوا) ہے اور ان کے لئے (آج) دردناک عذاب (مقدر) ہے ۶۴

وَمَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ

اور ہم نے اس کتاب کو تجھ پر اسی لئے اتارا ہے کہ جس (جس) بات کے متعلق انہوں نے (باہم) اختلاف

الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ ۙ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ

(پیدا) کرلیا ہے اس (کی اصل حقیقت) کو ان پر روشن کرے۔ اور (نیز) جو (اس پر) ایمان لائیں انکی رہنمائی کے لئے اور (ان پر) رحمت

بمعنی لہ مایتداوی بہ۔ طبیب نے مریض کو علاج کے لئے دوا بتائی (اقرب) پس تَصِفُ أَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ کے معنے ہوں گے۔ ان کی زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں۔

انھم مفرطون کا مطلب

الحسنیٰ کے معنے کیلئے دیکھو زیر عدد ۱۹ یونس ۲۷

الحسنیٰ

لاجرم کے معنے کیلئے دیکھو ھود ۲۲

لاجرم

مُفْرَطُونَ: افراط سے اسم مفعول مُفْرَطٌ آتا ہے اور مُفْرَطُونَ اس کی جمع ہے۔ افراط الامر کے معنی ہیں نَسِيَهُ۔ کسی بات کو بھول گیا۔ ترکہ و خلّفہ۔ اسکو پیچھے چھوڑ دیا۔ افرط علیہ: حمّلہ مالا یطیقُ: اس پر اسکی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالا۔ وما افرطتُ من القوم احداً کے معنے ہیں۔ ای ما ترکتُ۔ میں نے لوگوں میں سے کسی کو بھی نہ چھوڑا (اقرب) پس أَنَّهُم مُّفْرَطُونَ کے معنے ہوں گے۔ انہیں اس میں چھوڑ دیا جائے گا۔

الولیّ

مفرطون

تفسیر: - اس آیت میں پہلے مضمون کی طرف پھر ایک اور رنگ میں رجوع کیا ہے۔ فرماتا ہے کہ یہ لوگ کس طرح یقین رکھتے ہیں کہ ان کا انجام اچھا ہوگا جبکہ اللہ تعالیٰ کی نسبت وہ باتیں منسوب کرتے ہیں جن کو یہ خود بھی ناپسند کرتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف عیب منسوب کرتے ہیں ان کا انجام کس طرح اچھا ہو سکتا ہے۔

وَأَنَّهُم مُّفْرَطُونَ میں یہ بتایا گیا ہے کہ جس طرح انہوں نے خدا تعالیٰ کو چھوڑ دیا ہے ان کو بھی اللہ تعالیٰ عذاب میں ڈال کر چھوڑ دے گا اور وہ خبر نہ لے گا۔

۶۴ حل لغات - الوَلِيُّ کے معنے ہیں المحبّ والصدیق دوست اور محبت کرنیوالا۔ النصیر: مددگار۔ وکُلّ من ولی امر احد فھو ولیّہ۔ جس شخص کے تصرف میں کسی کا معاملہ ہو (اقرب)

تفسیر تَاللّٰہِ کے متعلق دیکھو نوٹ ۵ سورۂ نحل۔ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ پہلے نبیوں کے زمانے میں بھی شیطان نے انبیاء کے مخالفین کو یہ تسلی دیکر گمراہ کئے رکھا تھا کہ جو ہم کر رہے ہیں اس پر کوئی گرفت نہیں۔ یہی حال ان کا ہے یہ بھی اس قدر غلطیاں کرکے مطمئن بیٹھے ہیں اور جانتے نہیں کہ ایک دردناک عذاب ان کی طرف بڑھ رہا ہے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

يُؤْمِنُونَ ○ وَاللّٰهُ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَأَحْيَا

(نازل) کرنے کے لئے ۶۵ اور اللہ (تعالیٰ) نے ہی آسمان سے (کچھ) پانی اتارا ہے اور اس کے ذریعہ سے اس نے تمام

بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَةً

زمین کو اس کے مردہ ہو چکنے کے بعد (از سر نو) زندہ کیا ہے۔ جو لوگ (حق بات کو) سننے (اور اُسے قبول کرنے کیلئے تیار ہوں)

لِّقَوْمٍ يَسْمَعُونَ ○ ۶ وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ ع ۱۴

ان کیلئے اس میں یقیناً ایک (بہت بڑا) نشان (پایا جاتا) ہے ۶۶ اور تمہارے لئے چارپایوں میں (بھی) یقیناً

۶۵ تفسیر:- یعنی کلام الٰہی کے نزول کی ایک اور بھی ضرورت ہے کہ دنیا میں لوگوں میں اخلاقی اور مذہبی امور کے بارہ میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔ یہ اختلاف بغیر اس کے کس طرح دور ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک یقینی علم حاصل ہو جائے۔ پس اس علم کے دینے کے لئے یہ کتاب نازل ہوئی ہے۔ اس کے سوا کون سی تعلیم دنیا کے اختلاف مٹا سکتی ہے۔ اگر دنیا کو معلوم ہو جائے کہ یہ کلام خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے تب تو وہ اپنے خیالات کو چھوڑ دیگی۔ اس کے بغیر وہ کس طرح اپنے خیالات کو چھوڑ سکتی ہے کیونکہ طبعاً ہر شخص اپنے خیالات کو دوسروں کے خیالات پر ترجیح دیتا ہے

اس آیت میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ تم کو پہلے نبیوں کے بعد دوسرے نبی کے آنے پر اعتراض ہے۔ دوسرا نبی تو خود تمہارے اعمال کی وجہ سے آیا ہے تم نے سچائی کو چھوڑ کر اختلاف کیوں کیا۔ تم اختلاف نہ کرتے تو بے شک نبی کی ضرورت نہ ہوتی مگر تم نے مرض تو پیدا کر لی اب کہتے ہو کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے کسی اختلاف کو دور کرنے والے شخص کی آمد کی ضرورت نہیں۔

مذکورہ بالا مضمون پر یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ فرض کرو لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر ہی عمل کرتے رہتے اور اختلاف نہ کرتے تو کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ کامل شریعت یا کامل تعلیم نہ آتی؟ اس کا جواب

۱ کلام الٰہی کے نزول کی ضرورت

یہ ہے کہ یہ فرضی کلام ہے۔ حقیقتاً نہ اختلاف کرنے سے لوگوں نے رُکنا تھا اور نہ اس تعلیم کے آنے میں روک پیدا ہونی تھی۔ مگر بفرضِ محال ایسی صورت ہوتی بھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ لَوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَمْشُونَ مُطْمَئِنِّينَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُولًا (بنی اسرائیل ع ۱۰) اگر دنیا میں سب فرشتے ہی فرشتے ہوتے یعنی سب کے سب انسان نیک ہوتے تو ہم ان میں سے ہر ایک شخص پر اپنا کلام نازل کرتے یعنی اس صورت میں ایک نبی قوم کی طرف نہ بھیجا جاتا بلکہ سب ہی نبی ہو جاتے اور انکار اور کفر کا سوال ہی نہ پیدا ہوتا۔ مگر نہ دنیا سب کی سب نیک بنی نہ خدا تعالیٰ نے نبیوں کے سلسلہ کو بند کیا۔

۲ انبیاء کی بعثت کی ضرورت

هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ میں مضمون کے دوسرے پہلو کو لیا کہ جو اختلاف کرتے ہیں ان کے لئے تیرا یہ کام ہے۔ کہ قرآن کریم کے ذریعہ سے ان کے اختلاف دُور کرے اور جو مومن ہیں ان کے لئے ترقی مدارج اور رحمت کے حصول کا ذریعہ اس قرآن کو بنائے۔

۶۶ تفسیر:- اس جگہ پانی سے مراد کلام الٰہی ہے۔ کیونکہ پانی کے نزول کے ذکر کے بعد لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَسْمَعُونَ فرمایا ہے۔ یعنی اس پانی کے نزول میں سننے والوں کے لئے نصیحت ہے۔ مادی پانی کے نزول

۳ پانی سے مراد کلام الٰہی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ

نصیحت حاصل کرنے کا ذریعہ (موجود) ہے (کیا تم دیکھتے نہیں کہ) جو کچھ ان کے پیٹوں میں (گندہ وغیرہ بھرا) ہوتا ہے اس میں سے یعنی گوبر

وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ۝ وَمِنْ

اور خون کے درمیان سے ہم تمہیں پینے کیلئے (پاک اور) صاف دودھ (صاف کر) دیتے ہیں جو (اس کے) پینے والوں کیلئے خوشگوار (بھی) ہوتا ہے ۶۷ اور

میں سننے والوں کے لئے نشان نہیں ہوتا۔ بلکہ دیکھنے والوں یا سمجھنے والوں یا غور کرنے والوں کے لئے نشان ہوتا ہے۔

آیت والانزلنا من السماء میں ماء سے مراد الہام الٰہی کے نزول کا ثبوت آیت کے الفاظ ہی سے۔

سننے کے لفظ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہاں روحانی پانی یعنی کلام الٰہی مراد ہے اور پہلے نبیوں کی وحیوں کی طرف توجہ دلائی ہے اور بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کئی دفعہ آسمان سے روحانی پانی اتار چکا ہے اور اس کے ذریعے سے دنیا کو زندہ کر چکا ہے اگر تم پہلے انبیاء کے حال سنتے تو ضرور اس صداقت کو تسلیم کرتے۔

اَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ سے وَهُدًى وَّرَحْمَةً کی دلیل دی کہ یہ کلام کیوں مسلمانوں کے لئے رحمت اور ہدایت ثابت نہ ہوگا جبکہ سابق کلام مردہ قوموں کو زندہ کرتے چلے آئے ہیں۔ جو اس وقت ہوا وہی اب بھی ہوگا۔

احیا بہ الارض سے معنی وحیہ ہونے کی دلیل

۶۷ حل لغات۔ اَلْاَنْعَامُ: النَّعَمُ: الْاِبِلُ وَالشَّاءُ وَقِيْلَ خَاصٌّ بِالْاِبِلِ۔ نعم کا لفظ اونٹ اور بکریوں پر بولا جاتا ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ یہ لفظ صرف اونٹوں پر بولا جاتا ہے۔ وقال فی المصباح النَّعَمُ: المال الراعی وھو جمعٌ لا واحد لہ من لفظہ واکثر ما یقع علی الابل۔ اور مصباح میں یوں لکھا ہے۔ کہ نَعَم چرنے والے جانوروں کو کہتے ہیں۔ اور لفظ نَعَم جمع ہے اور اس کے مادہ (ن۔ع۔م) سے اس کا کوئی مفرد نہیں (جیسے عربی میں نسوۃ کا لفظ ہے جس کے معنے عورتوں کے ہیں۔ اس کا مفرد اس کے مادہ میں سے نہیں آتا۔ ہاں مفرد کے لئے اِمْرَأَۃٌ کا لفظ استعمال ہوتا ہے) وقال ابو عبید النَّعَمُ: الجمالُ فقط

انعام میں عبرت

فرث

سائغا

وَيُؤَنِّثُ وَيُذَكَّرُ۔ اور ابو عبید کہتے ہیں کہ نَعَم کا لفظ صرف اونٹوں پر بولا جاتا ہے۔ اور یہ نر اور مادہ دونوں پر استعمال ہوتا ہے۔ اس کی جمع اَنْعَام ہے وقیل النَّعَم الابل خاصۃً والانعام ذوات الخفِّ والظِّلْفِ وھی الابل والبقر والغنم۔ اور بعض کہتے ہیں۔ کہ نَعَم کا لفظ اونٹوں کے لئے خاص ہے لیکن انعام میں اونٹ بھیڑ اور گائے بھی شامل ہیں۔ وقیل یطلق الانعام علی ھذہ الثلاثۃ فاذا انفردت الابل فھی نَعَم۔ وان انفردت الغنم والبقر لم تسمّ نَعَماً اور بعض کے نزدیک انعام کا لفظ بھیڑ اونٹ اور گائے کیلئے علیحدہ علیحدہ بولا جاتا ہے۔ اور اگر اونٹوں کو ان سے علیحدہ کیا جائے تو اونٹوں کے لئے نَعَم کا لفظ بولا جائے گا مگر نہ گائے بھیڑ بکریوں کو نَعَم نہیں کہیں گے۔ (اقرب)

فرث: السرجین ما دام فی الکرش۔ گوبر جب وہ اوجھڑی میں ہو فرث کہلاتا ہے۔ (اقرب)

سائغاً: السائغ: السَّھلُ المدخلِ من الطعام والشَّراب۔ کھانے پینے کی آسانی سے حلق سے اترنے والی اشیاء سائغ کہلاتی ہیں (اقرب)

تفسیر:۔ یہ فرما کر کہ چارپایوں میں بھی تمہارے لئے عبرت ہے کیا لطیف بات بیان فرمائی ہے۔ چارپائے غذا کے طور پر بھی کام آتے ہیں۔ ان میں سے دودھ بھی لیا جاتا ہے۔ ان کا گوشت بھی کھایا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ انعام اسباب اٹھانے کے بھی کام آتے ہیں۔ عرب میں زیادہ تر اونٹ اس کام آتے تھے کیونکہ وہاں گائے بیل کم

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ہوتے ہیں۔ لیکن دوسرے ملکوں میں بیل بھی بوجھ اٹھا کر لے جانے میں بہت مدد دیتے ہیں۔ رہ گئیں بکریاں اور بھیڑیں سو بعض پہاڑی ملکوں میں ان سے بھی اسباب اٹھانے کا کام لیا جاتا ہے خصوصاً جبکہ سفر اونچے پہاڑوں کا ہو تو ان جانوروں پر تھوڑا تھوڑا اسباب لاد کر گلہ پالنے والے کرایہ کا فائدہ بھی اٹھا لیتے ہیں۔ میں نے کانگڑہ میں دیکھا ہے کہ لاہول کے پہاڑوں پر سے آنے والے گڈریے اپنے اسباب کثرت سے بھیڑوں پر لاد کر لاتے ہیں۔ سینکڑوں بھیڑوں پر دس دس۔ بیس بیس سیر اسباب لدا ہوا عجیب لطف دیتا ہے۔ پس سب انعام ہی اسباب اٹھانے کا کام دیتے ہیں۔ پس عبرۃ کا لفظ جو عبور سے نکلا ہے جس کے معنے سفر کے بھی ہوتے ہیں۔ اسے استعمال کر کے اس طرف اشارہ فرمایا کہ جانوروں سے سفروں میں کام لیتے ہو وہ تم کو اور تمہارے اسباب کو ایک جگہ سے دوسری جگہ تک لے جاتے ہیں مگر ان سے عبرت حاصل نہیں کرتے۔ یعنی اپنے ذہنوں کے سفر میں ان سے مدد نہیں لیتے اور ان کی حالت پر غور کر کے اس زیر بحث مسئلہ میں جہالت کے فلک سے علم کے فلک کی طرف سفر نہیں کرتے۔

عِبْرَۃٌ کے معنے یہ ہوتے ہیں کہ ایک چیز کو دیکھ کر دوسری اسی کے مشابہ چیز کی طرف ذہن کا انتقال کیا جائے اور پہلی پر قیاس کر کے دوسری کو سمجھا جائے۔ پس جانوروں کے ذکر میں عبرۃ کا لفظ استعمال فرما کر ایک عجیب پر لطف مضمون پیدا کر دیا گیا ہے۔

وہ عبرۃ کیا ہے جس کی طرف اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے وہ خود ہی اگلے الفاظ میں بیان فرما دی ہے اور وہ یہ ہے کہ چارپائے گھاس پتے کھاتے ہیں جس سے گوبر بنتا ہے پھر گوبر میں سے ایک حصہ خون بنتا ہے اور اس خون کا ایک حصہ دودھ بن جاتا ہے جسے انسان مزے لے کر پیتا ہے اور وہ ایسا خالص ہوتا ہے کہ کوئی نفاست پسند انسان بھی اس کے پینے میں کراہت محسوس نہیں کرتا۔ حالانکہ دودھ پہلے خون تھا اور خون اس فضلہ سے بنتا ہے جو غذا سے جانور کے معدہ میں تیار ہوتا ہے اور وہاں سے انتڑیوں میں جا کر باریک عروق کے ذریعہ سے دل کی طرف لے جایا جاتا ہے جہاں جاتے ہی وہ خون بن جاتا ہے اور خون تھنوں میں آ کر دودھ کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

۱ انعام کا بوجھ اٹھانے کے لئے کام میں استعمال ہونا

اس آیت میں اس مضمون کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ وہی گھاس اور پتے جن کو انسان استعمال نہیں کر سکتا جانور کے پیٹ میں جا کر گوبر بنتے ہیں اور اس سے خون بنتا ہے اور اس سے دودھ۔ اور وہ دودھ خالص ہوتا ہے کوئی گندگی اس میں نہیں ہوتی اور پینے میں مزہ دار ہوتا ہے۔ اس گھاس کو انسان اس جانور سے باہر دودھ کی شکل میں تبدیل نہیں کر سکتا لیکن اللہ تعالیٰ اس کو لے کر جانور کے ذریعہ سے دودھ بنا دیتا ہے اس سے انسانوں کو نصیحت حاصل کرنی چاہیئے کہ وہی فطرتی نظام جس پر چل کر انسان یقین کے مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا اور ہزاروں گندے اور نقص اس میں پائے جاتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی روحانی مشین میں سے گذرتی ہے تو مصفّٰی دودھ کی طرح ہو جاتی ہے جس سے کسی قسم کا نقصان روحانی صحت کو نہیں پہنچ سکتا بلکہ ہر طرح فائدہ پہنچتا ہے۔ پس جانوروں کے اندر جو دودھ بنتا ہے اس سے یہ لوگ کیوں عبرت حاصل نہیں کرتے اور نہیں سمجھتے کہ انسان کی سچی غذا فطرت کے میدان تب ہی بن سکتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ ان کو روحانی دودھ کی شکل میں بدل دے۔ اور یہ کام انسان خود نہیں کر سکتا۔ جو گھاس کو دودھ میں تبدیل نہیں کر سکتا وہ فطرت کے ان گھڑے جذبات کو اعلیٰ تعلیم میں کب تبدیل کر سکتا ہے۔

۲ گھاس پتوں سے دودھ بننے کے بعد روحانی تعلیم کے صاف کرنے کی طرف اشارہ

۱ عبرۃ کے معنے

اس آیت میں ایک لفظی اشکال بھی ہے اور وہ یہ کہ بطونہٖ میں مفرد کی ضمیر ہے اور ماقبل اس کے اَنعام جمع کا لفظ ہے۔ مفسرین نے اس کے دو جواب دئے ہیں۔ ایک یہ کہ مفرد کی ضمیر معنی پھرائی گئی ہے اور مراد یہ ہے کہ جس چیز کا ہم نے ذکر کیا ہے یعنی انعام۔ اس کے پیٹ میں مذکورہ طریق سے دودھ بنتا ہے گویا ضمیر انعام کی طرف نہیں بلکہ ماذکر یا ماذکرناہ کی طرف ہے اور ما کی طرف خواہ وہ جمع کے لئے ہو مفرد کی ضمیر پھیرنی جائز ہے۔

۲ مختلف مرجعوں کے لحاظ سے لفظی اشکال کا حل

دوسری تاویل مفسرین یہ کرتے ہیں کہ کبھی جمع کا لفظ بول کر اس کی طرف مفرد ضمیر اس اشارہ کے لئے لاتے ہیں کہ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا

کھجوروں کے پھلوں اور انگوروں سے (یعنی کہ) جن سے تم شراب (بھی) بناتے ہو

اس کے ہر فرد یا اس کی ہر قسم کے ساتھ یہ معاملہ گذرتا ہے۔ یہ دونوں تاویلات درست ہیں اور عربی قواعد کے مطابق ہیں۔

یہ آیت اس امر پر بھی شاہد ہے کہ قرآن کریم کا نازل کرنے والا دنیا کا خالق بھی ہے۔ کیونکہ اس میں دودھ کے پیدا ہونے کا وہ طریق بتایا گیا ہے جو اس وقت دنیا کو معلوم نہ تھا اور بعد میں دریافت ہوا ہے۔ اور وہ یہ کہ غذا معدہ میں سے انتڑیوں میں آتی ہے اور اس سے فرث تیار ہوتا ہے اس فرث سے ایک مادہ خون بن جاتا ہے اور اس خون سے دودھ بنتا ہے۔ یہی وہ حقیقت ہے جو نزول قرآن کے بعد کی تحقیق سے ثابت ہوئی ہے۔ چنانچہ بعد کے مفسرین نے ابتدائی مفسرین کی غلطی کو پیش کر کے ظاہر کیا ہے کہ درحقیقت فرث سے خون اور خون سے لبن بنتا ہے۔ اگرچہ تشریح انہوں نے بیان کی ہے وہ تو پوری طرح سائنس کے مطابق نہیں لیکن قرآن کریم کے الفاظ سائنس کی موجودہ تحقیق کے بالکل مطابق ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ غذا معدہ سے انتڑیوں میں جاتی ہے وہاں سے اس کا منہضم لطیف حصہ بعض عروق کے ذریعہ سے ایک حصہ سیدھا دل تک جاتا ہے اور وریدوں میں گر کر فوراً خون بن جاتا ہے اور ایک اور لطیف حصہ معدہ سے براہ راست جگر میں جا کر وہاں سے وریدوں کے ذریعہ دل میں گر کر خون بن جاتا ہے۔ پھر یہ خون جب تھنوں کے قریب جاتا ہے تو وہاں اللہ تعالیٰ نے ایسے سامان پیدا کئے ہیں کہ وہ خون وہاں جا کر دودھ بن جاتا ہے۔

سائنس کی موجودہ تحقیق اور دودھ بننے کے متعلق قرآنی بیان کے مطابق ہے۔

اس حقیقت سے پرانے زمانہ کے لوگ ایسے ناآشنا تھے کہ مفسرین نے اس آیت کے معنے کرنے میں سخت مشکلات محسوس کی ہیں اور رائج الوقت خیالات کے مطابق یہ سمجھا ہے کہ شاید فرث اور خون کے بننے کے درمیان کوئی تغیر ایسا ہوتا ہے جس سے دودھ بنتا ہے۔ چنانچہ صاحب کشاف لکھتے ہیں کہ جب غذا جانور کے معدہ میں جاتی ہے تو اس کا نچلا حصہ گوبر بن جاتا ہے اور درمیانی حصہ دودھ بن جاتا ہے اور اوپر کا حصہ خون بن جاتا ہے۔ حالانکہ آیت صاف بتا رہی ہے کہ فرث اور خون میں سے ہوتے ہوئے دودھ کا مادہ آتا ہے یعنی پہلے فرث کی حالت ہوتی ہے پھر خون کی پھر دودھ کی۔ اور ان پہلی دو چیزوں میں سے کسی کو بھی انسان خوشی سے کھانے کو تیار نہیں ہوتا۔ نہ گوبر کھانے پر راضی ہو سکتا ہے اور نہ خون پینے پر خوشی سے تیار ہو سکتا ہے۔ لیکن جب وہی خون دودھ بن جاتا ہے تو اسے خوب مزے لے کر پیتا ہے اور اس میں فرث کی گندگی اور خون کے زہروں میں سے کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔

پرانے زمانہ کے لوگوں کی دودھ کے بننے کے طریق سے ناواقفیت

اس آیت کا یہ مطلب نہیں کہ کوئی تھوڑی سی مقدار میں بھی دودھ نہیں بنا سکتا۔ ممکن ہے کسی وقت لوگ کچھ دودھ بھی بنا لیں۔ لیکن اس طرح ساری دنیا کو غذا نہیں پہنچا سکتے۔ یوں تو لوگ گیسوں سے پانی بھی بنا لیتے ہیں۔ لیکن وہ چند قطرے پانی کے بادلوں کا کام نہیں دے سکتے۔ اسی طرح اگر کسی وقت کوئی شخص گھاس پات سے دودھ بھی بنا لے تو تعجب نہیں۔ مگر دنیا کو غذا دینے کا کام پھر بھی جانوروں کے سپرد ہی رہے گا جس طرح پانی مہیا کرنے کا کام بادلوں کے سپرد ہے۔

اس آیت میں اس طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ انسان غذا کو گندہ تو کر سکتا ہے لیکن اس سے دودھ نہیں بنا سکتا۔ اسی طرح انسان انبیاء کی تعلیم کو لے کر خراب تو کر دیتے ہیں لیکن انسان دماغوں میں پائی جانے والی غیر مصفّٰے فطرتی صداقتوں کو مصفّٰے اور اعلیٰ روحانی تعلیم نہیں بنا سکتے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

وَّرِزْقًا حَسَنًا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝

اور اچھا رزق (بھی)۔ جو لوگ عقل سے کام لیتے ہیں ان کے لئے اس میں یقیناً ایک بڑا نشان پایا جاتا ہے ۶۸

وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ

اور تیرے رب نے شہد کی مکھی کی طرف (بھی) وحی کی (ہوئی) ہے کہ تو پہاڑوں میں اور درختوں میں

الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ ۝

اور جو (انسان انگوروں وغیرہ کے لئے) ٹیک بناتے ہیں۔ ان میں (اپنے) گھر بنا ۶۹

۶۸ حل لغات۔ النَّخِيْل: نخل کی جمع ہے اور یہ مؤنث استعمال ہوتا ہے۔ لیکن نخل کا لفظ مؤنث مذکر دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ اس کے معنے ہیں کھجور کے درخت (اقرب)

الاعناب: عِنَبٌ کی جمع ہے اور عِنَبٌ کے معنے ہیں ثمرالکرم وھو طرحتی۔ فاذا یبس فھو الزبیب یعنی عنب تازہ انگوروں کو کہتے ہیں جب وہ خشک ہو جائیں تو وہ زبیب (منقہ) کہلاتے ہیں (اقرب)

سکرًا: الخمر: شراب۔ نبیذ یتخذ من التمر والکشوث۔ کھجوروں کا رس۔ کل ما یُسکر۔ ہر نشہ آور چیز الخل۔ سرکہ۔ الطعام۔ کھانا (اقرب)

تفسیر: اس آیت میں بعض مفسرین نے سکر کے معنے شراب کے کئے ہیں۔ پھر ان کو یہ مشکل پڑی ہے کہ اس آیت میں سکر کو تو اللہ تعالیٰ انعام کے طور پر ذکر فرما رہا ہے حالانکہ شراب ناجائز ہے۔ اس پر انہوں نے یہ تاویل کی ہے کہ یہ آیت اس وقت کی نازل شدہ ہے جبکہ شراب جائز تھی۔ اور یہ جواب دے کر انہوں نے اس آیت کو منسوخ قرار دے دیا ہے۔ بعض لوگوں نے اس مشکل کو مدنظر رکھتے ہوئے سکر سے کھانا مراد لیا ہے۔ ان معنوں پر دوسرے علماء نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اگر یہ معنے ہوں تو آیت میں تکرار واقع ہو جائے گا۔ کیونکہ آگے وَرِزْقًا حَسَنًا بھی بیان فرمایا ہے

اس کا انہوں نے یہ جواب دیا ہے کہ سکر کے لفظ میں طاقت مدنظر رکھی ہے اور رزق میں غذائیت مدنظر رکھی ہے۔ یہ سب تکلفات اس لئے کرنے پڑے ہیں کہ انہوں نے جواز اور عدم جواز کا مسئلہ اس جگہ سے نکالنا چاہا ہے۔ حالانکہ خدا تعالیٰ اس جگہ بات ہی یہ بتانا چاہتا ہے کہ بسا اوقات ہماری پیدا کردہ چیزیں جب تم تصرف کرتے ہو تو اُسے گندہ کر دیتے ہو۔ وہی چیز جو تازہ ہوتے کی حالت میں پاک ہوتی ہے جب تم اس میں تغیر کرتے ہو تو کیسی گندی ہو جاتی ہے۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۔ ان الفاظ سے اس طرف اشارہ کیا کہ عقلمند سمجھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ جس چیز کو جس غرض سے بناتا ہے اس میں تغیر کرنا اس کی اصلاح کا موجب نہیں ہوتا۔ بلکہ خراب کرنے کا موجب ہوتا ہے پس نہ تو انسان خود روحانی تعلیم بنا سکتا ہے نہ اُسے یہ اختیار ہے کہ خدا تعالیٰ کی بھیجی ہوئی تعلیم میں کسی قسم کا دخل دے اور اُسے اس مقصد سے پھرا دے جس کے لئے وہ نازل ہوئی ہے ورنہ ضرور خرابی پیدا ہو جائے گی۔

۶۹ تفسیر: وحی الٰہی کی ضرورت کے متعلق یہ تیسری مثال بیان فرمائی ہے اور اس میں پہلی دو مثالوں سے بھی زیادہ وضاحت ہے۔

یہاں فرمایا ہے کہ ہم نے نحل یعنی شہد کی مکھی کی طرف بھی اس کے ظرف کے مطابق ایک وحی کی ہے اور وہ وحی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

یہ ہے کہ پہاڑوں پر یا درختوں پر یا عرشوں پر گھر بنا۔ یہ وحی استعدادِ باطنی ہے جو شہد کی مکھی میں پیدا کی گئی ہے اور اس آیت میں اس طرف اشارہ ہے کہ تمام کائنات کا کارخانہ وحی الٰہی پر چل رہا ہے۔ کسی پر وحی خفی نازل ہوتی ہے، کسی پر وحی جلی۔ مگر بہرحال سب کارخانہ وحی پر چل رہا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقتوں اور میلانوں پر چل کر ہی ہر چیز اپنا صحیح فرض ادا کرتی ہے۔ اگر اس طریق کو چھوڑ دے تو کبھی اپنا فرض صحیح طرح ادا نہ کر سکے۔

کائنات کا کارخانہ وحی الٰہی پر چل رہا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی وحی بہت وسیع ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ کے بعد وحی نہیں آسکتی حالانکہ اس آیت سے جانوروں کو بھی وحی ثابت ہوتی ہے۔ اس وحی سے مراد وہ یعنی طبعی میلانوں کی طرف اشارہ ہے۔ اس قسم کی وحی تمام ارضی طور پر انسان کو بھی ہوتی ہے۔ بعض دفعہ یکدم اس کو کوئی خیال آتا ہے جو اس کے لئے بہت مفید ہوتا ہے۔ دنیا کے تمام موجد یہی کہتے ہیں کہ اکثر ایجادوں کا خیال ان کے دل میں یکدم پیدا ہوا یا ایجاد کا خیال تو علمی تحقیق کے سلسلہ میں پیدا ہوا لیکن کئی درمیانی مشکلات کا حل ایک فوری ذہنی لہر کے پیدا ہونے سے حاصل ہوا۔

خدا تعالیٰ کی وحی کی وسعت

ایڈیسن جو سب سے بڑا موجد ہے۔ اس نے اپنے متعلق صاف لکھا ہے کہ میں نے ایک ہزار ایجاد کی ہے ان میں سے سب بڑی ایجادیں ایک فوری خیال کی بناء پر ہوئی ہیں۔ درحقیقت یہی وہ کیفیت ہے جسے صوفی لوگ الہام کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

جانوروں کی تحقیقات میں سے شہد کی مکھی اور چیونٹی کی تحقیقات بہت وسیع ہوئی ہے۔ اس تحقیقات نے یہ ثابت کیا ہے کہ چیونٹیوں میں بہت بڑا بھاری نظام ہوتا ہے۔ یہ ہاتھوں سے بات کرتی ہے۔ انسان کی طرح اپنی لاش کی حفاظت کرتی ہے۔ غلے کا ڈھیر رکھتی ہے۔ سردی اور گرمی کے مکانات علیحدہ علیحدہ رکھتی ہے۔ چوبارے بناتی ہے۔ ایک قسم کا کیڑا ہے جس میں سے ایک مادہ نکلتا ہے جو

مکھی اور چیونٹی کی کامل نظام اور اس کے ذکر کی وجہ

چیونٹی کے لئے دودھ کا کام دیتا ہے ان کیڑوں کو یہ جمع کر کے اپنے گھروں میں رکھتی ہیں اور ان کی غذا کا خیال رکھتی ہیں اور جب غلہ میں کمی ہو تو تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ وہ ان کیڑوں کو پہلے غذا دیتی ہیں۔ پھر بچ رہے تو خود کھاتی ہیں۔ ان میں لڑائیاں بھی ہوتی ہیں صلح بھی ہوتی ہے۔ غرض ایک وسیع نظام ان میں پایا جاتا ہے یہ سب ایک قسم کی وحی خفی کے نتیجہ میں ہے۔

اسی طرح نحل کا بھی بڑا عظیم الشان نظام ہے بعض ماہروں کا خیال ہے کہ انسانوں کے نظام سے ان کا نظام بہتر ہوتا ہے۔ ان کا احساس بعض باتوں میں انسان سے زیادہ ہوتا ہے۔ ان کے ہر چھتہ میں ایک ملکہ ہوتی ہے۔ سب مکھیاں اس کی پیروی کرتی ہیں۔ ان کی نسلیں علیحدہ علیحدہ ہوتی ہیں انسانوں کی طرح سب مل کر نہیں رہتیں۔ جب نئی ملکہ پیدا ہوتی ہے تو پرانی مکھیاں اس کو مارنا چاہتی ہیں تو ساری نئی جوان مکھیاں اس کا پہرہ دیتی ہیں اور مل کر اس کی حفاظت کرتی ہیں وہ ملکہ بڑی ہو کر اپنے ساتھیوں سمیت علیحدہ چھتہ بناتی ہے۔ پھر ملکہ لڑائی کر کے یا تو پہلی بڑی مکھیوں کو پہلے چھتہ سے نکال دیتی ہے یا شکست کھا کر دوسری جگہ پر چلی جاتی ہے۔ ان کے نظام کی اور بھی تفصیلات ہیں جو حیرت انگیز ہیں۔ خدا تعالیٰ نے نحل کے ذکر کو اس لئے چنا ہے کہ یہ معلوم ہو کہ ایک بالا ہستی ہے جس نے اسے یہ علم دیا ہے اور اس کو ایسا نظام دیا ہے جو خود اس کا سوچا ہوا نہیں ہے۔ نیز اس مثال کو اس لئے چنا ہے کہ شہد کی مکھی کا نظام معمولی غور سے نظر آجاتا ہے۔ اور اس لئے بھی کہ اس سے ایک ایسی غذا پیدا ہوتی ہے جسے انسان نے بہترین سمجھا ہے۔ اس نظام کا اس میں پایا جانا یہ بتاتا ہے کہ اس میں عقل ہے۔ مگر اس کا ایک ہی حالت میں رہنا اور ترقی نہ کر سکنا یہ بتاتا ہے کہ وہ نظام اس کو کسی اور ہستی نے دیا ہے اور باہر سے آیا ہے اس نے خود وہ نظام تیار نہیں کیا۔

اس آیت میں اس طرف بھی توجہ دلائی گئی ہے کہ نحل

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ثُمَّ كُلِي مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ فَاسْلُكِي سُبُلَ رَبِّكِ

پھر ہر قسم کے پھلوں میں سے (تھوڑا تھوڑا) کیکھا اور اپنے رب کے (بنائے ہوئے) طریقوں پر جو (تیرے لئے) آسان (کئے گئے)

ذُلُلًا ۚ يَخْرُجُ مِنْ بُطُونِهَا شَرَابٌ مُخْتَلِفٌ

ہیں۔ چل۔ ان (مکھیوں) کے پیٹوں سے (تمہارے) پینے کی ایک (لطیف) چیز نکلتی ہے جو مختلف

أَلْوَانُهُ فِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً

رنگوں کی ہوتی ہے (اور) اس میں لوگوں کیلئے شفا (کی خاصیت رکھی گئی ہے۔ جو لوگ سوچ (اور فکر) سے کام لیتے ہیں ان کے لئے

لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۝ وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفَّاكُمْ ۗ

اس میں یقیناً کئی نشان (پائے جاتے) ہیں ۷۰ اور اللہ (تعالیٰ) نے تمہیں پیدا کیا ہے پھر وہ تمہاری روحیں قبض کرتا ہے

یعنی شہد کی مکھیاں بھی مختلف قسم کی ہیں۔ بعض پہاڑوں میں چھتے بناتی ہیں، بعض میدان کے درختوں پر اور بعض گھروں یا ان عرشوں پر جو انگور وغیرہ کے لئے تیار کئے جاتے ہیں۔ اس سے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ انسانوں میں سے مورد وحی بھی ایک سے نہیں ہوتے۔ بعض کا مقام پہاڑ پر ہوتا ہے بعض کا درخت پر اور بعض کا چھتوں اور عرشوں پر۔ یعنی بعض بہت اونچے مقام کے ہوتے ہیں بعض اُن سے ادنیٰ اور بعض ان سے ادنیٰ۔ اس میں گویا اسی مضمون کی طرف اشارہ کیا ہے جو آیت تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ (بقرہ ع ۳۳) میں بیان کیا گیا ہے۔

۷۰ حل لغات۔ اُسْلُكِي: سلك سے امر مؤنث مخاطب واحد کا صیغہ ہے۔ اور سَلَكَ المكانَ سلكًا کے معنے ہیں۔ دخل فیہ۔ وکذالك الطریق دخلہٗ۔ سار فیہ متبعًا ایاہُ۔ کسی جگہ میں داخل ہُوا۔ یا کسی راستہ پر چلا۔ اس سے اسم فاعل سالك آتا ہے (اقرب) مزید تشریح کیلئے دیکھو حجر ۵۱

ذُلُلًا: ذلول کی جمع ہے۔ اور ذلول ذَلَّ (یذِلّ ذُلًّا و ذِلًّا) سے صیغہ صفت ہے اور ذَلّ البعیر کے معنے ہیں۔ ضد صَعُبَ۔ اس کا کام میں لانا آسان ہو گیا۔ کہتے ہیں۔ ذَلَّتْ لہا القوافی ای سہلت۔ قافئے اس کے تابع ہو گئے ہیں اور شعر بنانا اس کے لئے آسان ہو گیا۔ پس ذلول کے معنے ہوں گے۔ آسان (اقرب) آیت فَاسْلُكِي سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا میں ذُلُلًا کے معنے ہیں منقادۃ غیر متصعبۃ۔ آسان جو مشکل نہ ہو (مفردات) پس فَاسْلُكِي سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا کے معنے ہوں گے کہ اپنے رب کے بنائے ہوئے طریقوں پر جو تیرے لئے آسان کئے گئے ہیں۔ چل۔ أَلْوَانُ کے لئے دیکھو نحل ۱۴

تفسیر: اس میں مکھی کی مزید تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ مکھی کو ہم یہ وحی بھی کرتے ہیں کہ مختلف پھلوں پھولوں سے غذا لے اور پھر اس کو ان ذرائع سے کام لیکر جو ہم نے تیرے اندر پیدا کئے ہیں اور احکام الٰہی کے مطابق چل کر شہد تیار کر۔ پھر فرماتا ہے کہ جب وہ شہد نکلتا ہے تو وہ مختلف رنگوں اور مختلف قسموں کا ہوتا ہے۔ مگر سب قسموں کے اور سب رنگوں کے شہدوں میں یہ خاصیت مشترک ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کے لئے شفا کا موجب ہوتے ہیں۔

آیت ان اتخذی من الجبال بیوتا سے انسان کے مختلف درجہ میں مورد وحی ہونے کی طرف اشارہ

اُسْلُكِي

ذُلُلًا

أَلْوَانُ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ

اور تم میں سے بعض (بعض آدمی) ایسا ہوتا ہے کہ وہ عمر کی بدترین حالت کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے جس کے نتیجہ میں (وہ) علم (والا ہونے) کے

ع ۹ ۱۵ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝

بعد (پھر) بے علم ہو جاتا ہے۔ اللہ (تعالیٰ) یقیناً بہت جاننے والا (اور) ہر بات پر پورا (پورا) قادر ہے ۷۱

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰي بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ ۚ

اور اللہ (تعالیٰ) نے رزق میں (بھی تو) تم میں سے بعض کو بعض سے بڑھایا (ہوا) ہے۔

اس میں انسانی وحی کی طرف اشارہ فرمایا کہ وہ وحی بھی مختلف وقتوں اور مختلف رنگوں میں نازل ہوتی رہی ہے ایک نبی کی تعلیم دوسرے نبی کی تعلیم سے بعض باتوں میں مختلف ہوتی تھی لیکن باوجود اس کے ہر نبی کی وحی اس قوم کے لئے جس کے لئے وہ نازل ہوتی تھی شفاء کا موجب ہوتی تھی۔

فاسلکی سبل ربك ذللا سے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ ہر انسان صاحب وحی ہو سکتا ہے۔ لیکن اس کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریق پر فرمانبرداری سے چلے اور جہاں تک فطرت کا تعلق ہے اُسے خراب نہ ہونے دے۔ جب وہ اپنی فطرت کو پاک رکھے اور اس وحی پر عمل کرے جو وحی خفی کے رنگ میں ہر انسان بلکہ ہر مخلوق پر نازل ہوتی ہے۔ تو پھر اللہ تعالیٰ اس پر وہ وحی نازل کرتا ہے جو شہد کی مانند ہوتی ہے۔ یعنی خالص ہوتی ہے۔ اور اس میں بنی نوع انسان کیلئے شفاء کی خاصیت ہوتی ہے۔ یعنی انسانی کمزوریوں کو دور کر کے انسان کو کامل بنا دیتی ہے۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ــــ

اس میں اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ بغیر وحی الٰہی کے دنیا میں کوئی کام نہیں چلتا۔ جو انسان کہتا ہے کہ میں خود ہدایت کا کام کروں گا وہ غلطی پر ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس مضمون پر خاص زور دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ انسانی کوشش دنیوی امور میں یہ منزلہ دعا کے ہے اور اس کے نتیجہ میں انسان کے ذہن میں جو تدبیر آتی ہے وہ بھی وحی ہے۔ غرض مکھی کی مثال سے یہ بتایا ہے کہ کلام الٰہی کے بغیر کامیاب زندگی ناممکن ہے حتیٰ کہ جانور بھی وحی کے محتاج ہیں اور ان پر ایک قسم کی وحی نازل ہوتی ہے جس کی نمایاں مثال شہد کی مکھی میں پائی جاتی ہے۔ پس جبکہ موجودات کے ہر طبقہ کے لئے خدا نے وحی نازل کی ہے حالانکہ ان کی زندگی محدود اور عقل مختصر ہے۔ تو انسان جس کی زندگی کا اثر اگلے جہان پر بھی پڑتا ہے اس کا نظام بغیر وحی کے کس طرح چل سکتا ہے۔

قرآن کریم کے متعلق متعدد جگہ وہی الفاظ آئے ہیں جو شہد کے بارہ میں اس آیت میں آئے ہیں اور ان سے یہ بتایا ہے کہ یہ کلام اپنے اندر وہی خاصیت رکھتا ہے جو وحی کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہے یعنی شفاء کی تاثیر۔ چنانچہ سورۃ بنی اسرائیل رکوع ۹ میں فرماتا ہے وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ۔ سورۃ یونس رکوع ۶ میں فرماتا ہے يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ۔ پھر حم سجدہ رکوع ۵ میں فرماتا ہے قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ۔

۷۱ حل لغات - اَرْذَلُ الْعُمُرِ: اَرْذَلُ کے معنے ہیں۔ الدُّوْنُ فی منظرہ وحالاتہ۔ اپنے حالات اور منظر میں حقیر۔ الرَّدِیُّ من کل شیء۔ ہر چیز کا ردی حصہ۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّيْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا

پھر جن لوگوں کو فضیلت دی گئی ہے وہ اپنا رزق (کسی صورت میں بھی تو) ان کی طرف جن پر

مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ ۭ اَفَبِنِعْمَةِ

ان کے ہاتھ قابض ہیں لوٹانے والے نہیں تاوہ اس میں برابر کے حصہ دار ہو جائیں۔ پھر کیا وہ (اس حقیقت کے جاننے کے

ارذل العمر: اخرہ فی حال الکبر والعجز بڑھاپے اور کمزوری میں عمر کا آخری حصہ۔ عمر کی بدترین حالت (اقرب) پس وَمِنْكُمْ مَنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ کے معنے ہوئے کہ تم میں سے بعض ایسے ہیں جو عمر کی بدترین حالت کی طرف لوٹا دیئے جاتے ہیں۔

تفسیر: پچھلے رکوع میں تو اس بات کا ذکر تھا کہ تمہارے معبود کلام الٰہی نہیں بنا سکتے۔ اس رکوع میں اس بات کو واضح کیا گیا ہے کہ تم خود بھی کلام نہیں بنا سکتے۔ اب اسی سلسلہ میں ایک عام بات بیان فرمائی کہ کامل کلام تو وہ بنا سکتا ہے جس کے قبضہ میں پیدائش اور موت کا تصرف ہو۔ پھر اپنی عقل پر بھی اُسے قبضہ حاصل ہو۔ پس انسان کلام تیار نہیں کر سکتا۔ کیونکہ نہ اس کے قبضہ میں پیدائش ہے کہ وہ اپنی تعلیم کے مطابق خاصیتیں دوسرے انسانوں میں رکھ دے نہ اس کے قبضہ میں موت ہے کہ وہ بعد الموت زندگی کے سامان پیدا کر سکے۔ نہ اس کے قبضہ میں عقل ہے کہ وہ ایسے وجود بنی نوع انسان کی تعلیم کے لئے مقرر کر سکے جن کی عقل ہمیشہ سلامت رہے۔ کئی حکومتیں بہترین دماغ کے انسان چُن کر پروفیسر مقرر کرتی ہیں لیکن وہ بوڑھے ہو کر اُلٹی سیدھی باتیں کرنے لگ جاتے ہیں۔ اب یہ فرق کون کرے کہ کس وقت سے ان کے دماغ میں فتور شروع ہوا ہے کہ اس وقت کی باتوں کو ردّی قرار دے۔ پس کئی شاگرد ایسے ضعیف دماغ کی باتوں کو صحیح سمجھ کر گمراہ ہو جاتے ہیں۔ پس کلام ہدایت خدا تعالیٰ ہی کی طرف سے آ سکتا ہے۔ کیونکہ وہی انسان کا پیدا کرنے والا ہے اور اس کی ضرورتوں کو سمجھتا ہے۔ وہی وفات دینے والا ہے۔ اور بعد الموت اس کی رہنمائی کا فرض ادا کر سکتا ہے اُسی کے قبضہ میں انسانی عقل ہے۔ پس وہ جن لوگوں کو اس وحی کے کام پر مقرر کرتا ہے ان کی عقلوں کی صحت کا بھی ضامن ہوتا ہے۔

ے کوئی نبی ارذل العمر کو نہیں پہنچا

سوچنے والوں کے لئے یہ ایک بہت بڑا نشان ہے کہ آج تک کوئی نبی دنیا میں نہیں آگذرا جو ارذل العمر تک پہنچا ہو اور جس کی نسبت یہ کہا جا سکے کہ فلاں وقت دماغی کمزوری کی وجہ سے اس کی باتوں کا اعتبار نہیں رہا تھا۔ کیا سینکڑوں نبیوں میں سے جن کو دنیا جانتی ہے ایک بھی ایسی مثال کا نہ ملنا اس امر کا ثبوت نہیں کہ اوح کو بھیجنے والا عقل انسانی کا مالک ہے۔ اس لئے اُس نے جن کو اپنے بندوں کی تعلیم پر مقرر کیا ان کی عقل کی بھی خود ہی حفاظت کی۔

قومی زندگی کو لیا جائے تو اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ قوموں پر بھی بڑھاپا آتا ہے اور وہ علم کو بھلا بیٹھتی ہیں۔ اس وقت ایک نئی نسل کی ضرورت ہوتی ہے جن کو خدا تعالیٰ پھر نئے سرے سے اپنی وحی کے ذریعے سے تعلیم دے۔

اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ کہہ کر اس طرف اشارہ کیا۔ کہ جس کا علم قائم رہتا ہے اور جو قدرت سے کام کر سکتا ہے الہام نازل کرنا اسی کا کام ہے ؎

ے من یرد الی ارذل العمر کا مصداق

Presented by: Rana Jabir Abbas

اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ

باوجود) اللہ تعالیٰ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں ۷۲ اور اللہ (تعالیٰ) نے تمہارے لئے خود تم ہی سے

ملکت ایمانھم

۷۲ حل لغات ۔ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ هو ملکۃ یمینی کے معنے ہیں۔ اَملکہٗ واقدر علیہ۔ کہ میں اس کا مالک ہوں اور اس پر پورا قابو رکھتا ہوں (اقرب) پس عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ کے معنے ہوں گے جن پر ان کے داہنے ہاتھ قابض ہیں۔

نعمۃ

نعمت کے لئے دیکھو سورۃ ہذا ۵۴

یجحدون

يَجْحَدُوْنَ : جَحَدَ سے مضارع جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ اور جحدحقہٗ اور بحقہٖ کے معنے ہیں۔ اَنْكَرَهٗ مع عِلْمِهٖ بِهٖ۔ اس نے جان بوجھ کر کسی کے حق کا انکار کر دیا۔ کفر بہ : اس کا انکار کیا۔ کذّبہٗ۔ اس کو جھٹلایا (اقرب) پس يَجْحَدُوْنَ کے معنے ہوں گے۔ کہ اللہ کی نعمتوں کا جان بوجھ کر انکار کرتے ہیں۔

اس آیت میں الہام الٰہی کے نزول کی دلیل

تفسیر :۔ اس آیت میں الہام کی ایک اور زبردست دلیل دی ہے اور وہ یہ کہ الہام الٰہی صرف عقائد کی اصلاح ہی نہیں کرتا۔ بلکہ اس کے علاوہ اس کے ذریعہ سے دنیاوی حکومتوں کے توازن کی بھی اصلاح کی جاتی ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے کہ ہر زمانہ میں اللہ تعالیٰ کا بعض افراد یا بعض قوموں پر فضل نازل ہو جاتا ہے اور وہ دوسروں سے آگے نکل جاتے ہیں۔ یہاں تک تو عام قانون ہے اور اگر ایسے لوگ انصاف سے کام لیں اور کسی کی حق تلفی نہ کریں تو قابل اعتراض بات نہیں۔ لیکن ہمیشہ ہوتا یہ ہے کہ جن لوگوں کے اختیار میں دنیا آتی ہے وہ کسی صورت میں ان لوگوں کے ساتھ جو اُن کے غلام یا بمنزلہ غلام ہوں ان اختیارات کو تقسیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے جو انہیں حاصل ہو چکے ہوں۔ ان کے قبضہ سے دنیا کو نکال کر عزت اور رتبہ کو لیاقت اور قابلیت اور بنی نوع انسان کی مساوات کی بنیاد پر رکھنے کا صرف اور صرف ایک علاج ہوتا ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نبی ارسال فرما کر پھر بنی نوع انسان کو ان کے حقوق واپس دلائے۔

جو لوگ ملکوں اور حکومتوں کی باگ پر قابض ہو جاتے ہیں۔ ان کا بڑا بہانہ یہی ہوتا ہے کہ دنیا کا انتظام لائق آدمیوں کے ہاتھ میں رہنا چاہیئے۔ اور وہ بعض خاندانوں اور گھرانوں کو لیاقت کے لئے مخصوص کر لیتے ہیں اور بادشاہتیں قائم ہو جاتی ہیں۔ بعض خاندان حکومت کرنے کے اہل قرار دے دیئے جاتے ہیں اور عوام الناس سے نہ کوئی رائے لیتا ہے نہ ان کا انتظام میں کوئی دخل ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ کچھ حقوق انسانوں کے مذہبی لیڈر، پیر اور کاہن چھین لیتے ہیں۔ دین کو پنڈتوں، مولویوں اور پادریوں کی جائداد قرار دے لیا جاتا ہے۔ نہ عوام کو دین سے واقف رکھا جاتا ہے نہ انہیں اس کے متعلق دلچسپی لینے کا موقع دیا جاتا ہے۔ بس یہ خیال کر لیا جاتا ہے کہ ان کا کام صرف مذہبی پیشواؤں کے بتائے ہوئے مسائل کو ماننا ہے۔ مذہبی کتابوں پر خود غور کرنا اور ان سے فائدہ اٹھانا ان کا کام نہیں۔

غرض جب قوم نبوت کے زمانہ سے دُور ہو جاتی ہے اس کے حقوق بعض خاندانوں کے قبضہ میں بطور توارث چلے جاتے ہیں اور عام لوگ دین اور دنیا کے معاملہ میں بھی مشورہ دینے یا رائے دینے کے قابل نہیں سمجھے جاتے اور اس فرق و امتیاز کو ایک فرضی قابلیت کا نتیجہ قرار دیا جاتا ہے۔ ایک بادشاہ کا احمق بیٹا دنیا کا سب سے بڑا عقلمند سمجھا جاتا ہے وہ نادان خود ایسا مغرور ہوتا ہے کہ جب دنیا کے سامنے اپنا کوئی احمقانہ اعلان کرتا ہے تو اس میں اس قسم کے نامعقول الفاظ استعمال کرتا ہے کہ مابدولت نے لوگوں کے فائدہ کے لئے فلاں اعلیٰ تجویز سوچی ہے جس کا اظہار اس اعلان کے ذریعہ سے کیا جاتا ہے۔ اور کبھی وہ اس قسم کا اعلان کرتا ہے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کہ اہل دنیا کی یہ خوش قسمتی ہے کہ مایہ دولت فلاں بات میں اس کے شریک ہیں اور جس قدر وہ بے وقوف ہوتا ہے اُسی قدر زیادہ تعلّی کرتا ہے۔

یہی حال مذہبی دنیا کا ہوتا ہے۔ علماء کے بیٹے نیم علم رکھتے ہوئے اور غور و فکر کی طاقتوں سے محروم ہوتے ہوئے صرف اس لئے مشائخ میں سے کہلاتے ہیں کہ وہ علماء کی اولاد ہیں۔ اور دنیا سے مطالبہ کرتے ہیں کہ بغیر دلیل کے اُنکی جاہلانہ باتوں کو تسلیم کیا جائے اور جو اُن کے سامنے خدا تعالیٰ کا کلام رکھے۔ اُسے ان فرسودہ قصوں اور بے معنی روایتوں کا جن کی سند اُن کے پاس کوئی نہیں ہوتی، انکار کرنے والا قرار دے کر کافر و مرتد قرار دے دیا جاتا ہے۔

ایسے وقت میں صرف ایک نبی ہی کام آسکتا ہے اور ان امور کا علاج کرسکتا ہے۔ جب وہ ظاہر ہوتا ہے۔ تو وہ جاہل جو اپنے آپ کو عالم کہتے تھے اس کی شناخت سے محروم رہ جاتے ہیں اور وہ عالم جو جاہل کے نام سے مشہور تھے اپنی بصیرت اور پاکیزہ فطرت کی مدد سے اس پر ایمان لے آتے ہیں۔ تب فرشتوں اور شیطان کی لڑائی شروع ہو جاتی ہے۔ اور وہ جو ناقابل سمجھے جاتے تھے قابلیت کے نام پر بنی نوع انسان کو غلام بنا کر رکھنے والوں کی ایک ایک تدبیر کو اس اس طرح کچل ڈالتے ہیں کہ جیسے چیل مردار کی بوٹیوں کو بھیڑوں پر مارتی ہے اور ان خود ساختہ قابلوں کی قابلیت کی قلعی کھل جاتی ہے اور مدتوں سے دبے ہوئے عوام کو پھر اُبھرنے کا موقعہ ملتا ہے اور انسانیت پھر آزادی کا سانس لیتی ہے۔ یہی مضمون ہے جسے اس آیت میں بیان کیا گیا اور بتایا گیا ہے کہ جس کے قبضہ میں خدا تعالیٰ کی نعمت آجائے وہ انہیں جنہیں اس نے غلام بنا کر رکھا ہے۔ کبھی اپنے حصہ میں برابر کا شریک نہیں بناتا۔ بھلا کبھی بھی بنی نوع انسان کو ایسے لوگوں نے آزادیٔ رائے اور آزادیٔ عمل دی ہے۔ اگر نہیں تو پھر نبیوں کے سوا جو وقتاً فوقتاً آکر دنیا کو آزادی بخشیں اور کون سی صورت انسان کی ترقی کی رہ جاتی ہے؟ اس دلیل میں نبوت کی عملی ضرورت کو ثابت کیا گیا ہے اور یہ ایسی زبردست دلیل ہے کہ ہر صاحب بصیرت اسے دیکھ کر یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ نبوت کے بغیر کبھی بھی دنیا اپنے حقوق کو برقرار نہیں رکھ سکتی۔ یہ نعمت جب تک دنیا کو بار بار نہ ملے انسان کا قدم ترقی کی طرف نہیں بڑھ سکتا۔

شریعت کے نزول کی ضرورت

اَفَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ یَجْحَدُوْنَ سے عوام الناس کو ملامت

ملامت کی ہے کہ تمہاری ہی آزادی کے لئے یہ رسول آیا ہے اور تم اس نعمت کی ناقدری کرتے ہوئے انہی ظالموں کے ساتھ مل کر کام کر رہے ہو جو تمہارے حقوق پر ناجائز طور پر قابض ہو رہے ہیں۔

اس آیت میں نہایت لطیف پیرایہ میں اس قانون کو جو ملکیت کے بارہ میں اسلام نے پیش کیا ہے بیان کیا گیا ہے۔

ملکیت کے بارہ میں اسلام کا نقطۂ نگاہ

ایک طرف بِرَادِّیْ رِزْقِهِمْ کہہ کر مال و امتعہ پر ان لوگوں کا قبضہ تسلیم کیا گیا ہے جو مالدار اور بڑے ہوتے ہیں۔ دوسری طرف بِرَادِّیْ کہہ کر جس کے معنے واپس لوٹانے والے کے ہیں یہ امر تسلیم کیا ہے کہ مال کے مالک عوام الناس ہیں۔ کیونکہ لوٹائی وہی چیز جاتی ہے جو دوسرے کی ہو۔ اپنی چیز دی جاتی ہے لوٹائی نہیں جاتی پس ان دو الفاظ سے بظاہر متضاد مضمون نکلتا ہے۔ یہ رِزْقِهِمْ بتاتا ہے کہ مالدار لوگ اپنے مالوں کے مالک ہیں اور بِرَادِّیْ بتاتا ہے کہ عوام الناس ان مالوں کے مالک ہیں۔ مگر درحقیقت اس میں تضاد نہیں اسلام کی تعلیم کا امتیازی نشان ہی یہ ہے کہ اس نے ہر چیز پر دو ملکیتوں کو تسلیم کیا ہے۔ اس شخص کی ملکیت کو بھی جس نے اسے کمایا اور من حیث الجماعت بنی نوع انسان کی ملکیت کو بھی بعض حقوق کمانے والے کو دئے گئے ہیں اور بعض حقوق بنی نوع انسان کو۔ کیونکہ اصل ملکیت دنیا کی اشیاء پر ہر انسان کو بحیثیت انسان حاصل ہے۔ پھر یہ کوشش بھی کی گئی ہے کہ قبضہ ایسا نہ ہو کہ دوسرے انسانوں کی ترقی میں روک ہو۔ بلکہ وہ دروازے کھلے رہیں جن میں سے ہو کر دوسرے لوگ بھی آگے آسکیں۔ اس پر زکوٰۃ۔ ورثہ اور سونے چاندی کے نہ استعمال کرنے کے احکام ہیں

بِرَادِّیْ سے قسم اول کی ملکیت سے ہر چیز پر دوسری ملکیتوں کی طرف اشارہ

نئی نوعوں کو آزادیٔ عمل اور آزادیٔ رائے دینے کے لئے ہے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

أَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ أَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ

بیویاں بنائی ہیں اور (نیز) اس نے تمہاری بیویوں سے تمہارے لئے بیٹے

وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۚ أَفَبِالْبَاطِلِ

اور پوتے پیدا کئے ہیں اور اُس نے تمہیں تمام (قسم کی) پاکیزہ چیزوں سے رزق بخشا ہے۔ کیا پھر (بھی) ایک ہلاک ہونیوالی چیز پر

يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ ۝ وَ

(تو) وہ ایمان رکھیں گے اور اللہ (تعالےٰ) کے انعام کا وہ انکار کر دیں گے ۵۷۳ اور

اسلام نے ملکیت پر بعض حقوق بنی نوع انسان کو دیئے ہیں۔ اور بعض کی بنا پر اُن

جمع کرنے کی ممانعت، سود کی ممانعت وغیرہ مسائل کی بہت واضح روشنی پڑتی ہے۔ مگر یہ موقعہ ان امور کے بیان کا نہیں ہے۔ خلاصہ یہ کہ اسلام نہ تو بے قید شخصی ملکیت کا قائل ہے اور نہ غیر محدود اجتماعی تصرف کا۔ وہ دونوں کو قیود سے پابند کر کے انفرادی اور اجتماعی کشمکشوں کو اپنے اپنے دائرہ میں اپنی قابلیتوں کے اظہار کا موقعہ دیتا ہے۔

۱ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ — اس سے مراد عام طور پر غلام ہیں اور قرآن مجید کے محاورہ میں بھی اکثر جگہ یہی معنے مستعمل ہوئے ہیں۔ مگر اپنی بناوٹ کے لحاظ سے یہ لفظ عام ہے۔ جو شخص کسی نہ کسی لحاظ سے کسی کے قبضہ و تصرف میں ہو وہ بھی اس لفظ کے اندر شامل ہے۔ اس لحاظ سے تمام ماتحت نوکر، مزارعین اور مزدور وغیرہ اس کے اندر شامل ہوں گے۔

۲ نفس

اس آیت میں اس سوال کا بھی جواب دیا گیا ہے کہ شریعت ہم خود ہی بنالیں گے خدائی الہام کی کیا ضرورت ہے۔ اللہ تعالےٰ اس کا جواب دیتا ہے کہ شریعت بنانا خدا کا ہی حق ہونا چاہیئے کیونکہ صحیح قانون وہی بنا سکتا ہے جس کی اپنی غرض حقوق کی تقسیم میں کوئی نہ ہو۔ اگر غرض والا شخص شریعت بنائے گا تو وہ اپنا اور اپنی قوم کا فائدہ مدنظر رکھے گا۔ مثلاً اگر شریعت کا بنانا مَردوں کے سپرد ہوگا تو وہ عورتوں کے حقوق پوری طرح ادا نہ کریں گے اور اگر امراء قانون بنائیں گے تو وہ امراء کے حقوق کا خاص خیال رکھیں گے اور غرباء کے حقوق کو نظر انداز کر دینگے۔ علیٰ ہذا القیاس جو کوئی بھی قانون بنائے گا وہ اپنے حقوق کا زیادہ خیال رکھیگا اور دوسروں کے حقوق پوری طرح ادا نہ کرے گا۔ اس لئے فرمایا کہ ہم نے شریعت بندوں کے اختیار میں نہیں رکھی۔ تا ایسا نہ ہو کہ جس کے قبضہ میں کوئی نعمت آئی ہوئی ہو وہ اُسے دبا کے بیٹھا رہے۔ اور اس کا بیان کرنا اپنے ذمہ رکھا ہے تاکہ عوام الناس کو جو بطور غلاموں کے ہیں اور اپنے حقوق منوانے میں کوئی آواز نہیں رکھتے ان کو ان کے حقوق دلوائے جاتے رہیں۔

۲ حفدہ

الباطل

اللہ تعالیٰ کی نظر کردہ شریعت ہی بے فرمانہ ہو سکتی ہے۔

۵۷۳ حل لغات ۔ مِنْ اَنْفُسِكُمْ : انفس نفس کی جمع ہے۔ اور نفس الشیٔ کے معنے ہیں عینہٗ۔ خود وہی چیز (اقرب) پس من انفسکم کے معنے ہونگے کہ خود تم ہی میں سے۔

حَفَدَةً : جمع ہے اور اس کا مفرد الحافد ہے اور اس کے معنے ہیں۔ الخادم۔ نوکر۔ الناصر۔ مددگار۔ التابع۔ تابع۔ ولد الولد۔ پوتا (اقرب)

الباطل۔ ضد الحق۔ جھوٹ۔ (اقرب)

تفسیر :۔ ان آیات میں بدل بدل کر شریعت کے نزول کی ضرورت اور شرک کے مضمون کو بیان کیا گیا ہے یونہی بے جوڑ طور پر نہیں۔ بلکہ ایک دوسرے کی تائید کے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا

وہ اللہ (تعالےٰ) کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی پرستش کرتے ہیں جو آسمانوں اور زمین میں

مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۝

سے ان کے (دینے کے) لئے کسی رزق کے ذرہ بھر (بھی) مالک نہیں اور نہ ہو سکتے ہیں ۵۷۴

لئے۔ اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ الہام کے بغیر انسان شرک جیسی مرض میں مبتلا ہو جاتا ہے اور توحید کامل تقاضا کرتی ہے کہ اللہ تعالےٰ بندوں کی رہنمائی کرے۔ کیونکہ جب خدا ایک ہی ہے تو بندوں کی ہدایت کا کام کسی دوسرے پر کس طرح چھوڑ سکتا ہے۔ اگر کئی خدا ہوتے تو ایک دوسرے پر کام چھوڑ دیتا۔ جیسے بچوں کی نگرانی کا کام بعض دفعہ ماں باپ پر چھوڑ دیتی ہے اور بعض دفعہ باپ، ماں پر چھوڑ دیتا ہے۔ مگر ایک ہی خالق، ایک ہی مالک کس پر اس کام کو چھوڑ دے۔ وہ تو خود ہی کرے گا۔ اسی طرح توحید کمال کو چاہتی ہے اور بنی نوع انسان کو کسی مقصد کے بغیر پیدا کرنا نقص پر دلالت کرتا ہے اور توحید کا عقیدہ اس کی اجازت نہیں دیتا۔ پس اگر انسان بغیر مقصد کے پیدا نہیں ہوا تو پھر بعد الموت زندگی بھی ضروری ہے۔ اور اگر وہ زندگی ضروری ہے تو ایسی وسیع زندگی کے لئے تیار کرنے کی غرض سے ایک شریعت اور ہدایت کا خدا تعالےٰ کی طرف سے آنا بھی ضروری ہے پس اسی سلسلہ میں اپنے موقعہ پر بعد الموت کی زندگی کا ثبوت بھی بیان کیا گیا ہے۔

غرض توحید اور آسمانی ہدایت کی ضرورت کے مضمون کو ایک دوسرے کی تائید میں اس طرح بدل بدل کر لایا گیا ہے کہ مضمون میں ایک غیر معمولی شوکت پیدا ہو گئی ہے اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح مادی دنیا کے تمام اجرام ایک دوسرے پر سہارا لئے کھڑے ہیں اسی طرح روحانی دنیا کی عمارت بھی ایک دوسرے کو سہارا دے رہی ہے اور اس کا ایک حصہ دوسرے کی اس طرح تائید کر رہا ہے کہ جدھر سے بھی رُخ کرو ایک ہی حقیقت اور ایک ہی نظام کی طرف رہنمائی ہوتی ہے۔

توحید کامل کا تقاضا کامل رہنمائی ہے۔

چنانچہ اس آیت میں پھر توحید کی طرف رُخ کیا ہے اور بتایا ہے کہ جہاں دولت و حکومت پر انسانی قبضہ اس طرف رہنمائی کرتا ہے کہ انسانی فطرت دوسرے انسانوں کو جو اس کے محکوم ہیں اپنے ساتھ شریک کرنے پر تیار نہیں ہوتی اور اس وجہ سے ایک بیرونی تحریک کی ضرورت ہوتی ہے جو اس بگڑے ہوئے نظام کو بدل کر مساوات انسانی اور حقوق انسانی کو قائم کرے۔ اسی طرح اس سے خدا تعالےٰ کی توحید کی طرف بھی توجہ ہوتی ہے اور وہ اس طرح کہ جب اللہ تعالےٰ تم کو کوئی نعمت دیتا ہے۔ تو جہاں تک وہ تمہارے قبضہ کو تسلیم کرتا ہے وہ تمہارے حقوق تمہاری اولاد کی طرف بطور وراثت منتقل ہونے کی اجازت دیتا ہے اور تم اپنے اچھے مال جو خدا تعالےٰ نے تم کو دیئے ہیں اپنی اولاد کی طرف منتقل کرتے ہوئے دوسروں کو نہیں دے دیتے اور نہ دوسروں کو یہ حق دیتے ہو کہ وہ تمہاری جائداد جس کو چاہیں دے دیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ تم باطل یعنی شرک میں مبتلا ہوتے ہو اور اللہ تعالےٰ کی نعمتوں کا انکار کرتے ہو۔ یہ انکار وہ کس طرح کرتے ہیں اس کا ذکر اگلی آیت میں کیا گیا ہے۔

توحید من فطرت ہے

شریعت اور بعث بعد الموت لازم ملزوم ہیں

۵۷۴ حل لغات۔ السمٰوٰت اور الارض کے لئے دیکھو یونس ۵

السمٰوٰت والارض

تفسیر:۔ فرماتا ہے۔ کہ ان کے بارہ میں اللہ تعالےٰ نے وراثت کے اس حق کو تسلیم کیا ہے کہ ان کے

توحید اور آسمانی ہدایت کی ضرورت کا بیان

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ

پس (اے مشرکو) تم اللہ (تعالیٰ) کے متعلق (اپنے پاس سے) باتیں مت بناؤ، اللہ (تعالیٰ) یقیناً (سب کچھ) جانتا ہے

لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا

اور تم (کچھ بھی) نہیں جانتے ۹۷۵ اللہ (تعالیٰ) تمہارے سمجھانے کو) ایک ایسے بندے کی حالت بیان کرتا ہے جو غلام ہو

مال اور ان کی جائدادیں ان کی اولادوں کو ملیں۔ مگر یہ لوگ خدا تعالیٰ پر یہ ظلم کرتے ہیں کہ اس کے اختیارات اور اس کی حکومت ان کو دے دیتے ہیں جن کو اس نے اپنا وارث تجویز نہیں کیا۔ یعنی خدا تعالیٰ تو اپنے اختیارات سپرد نہیں کرتا اور یہ کر دیتے ہیں گویا اپنے متعلق تو ان کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ ہمارے اختیارات انہیں ملیں جو ہماری اولاد ہیں اور جن سے ہم تعلق رکھتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ چاہتے ہیں کہ اس کے اختیارات خود ہی ان کے سپرد کر دیں جن کو خدا تعالیٰ وہ اختیارات دینا نہیں چاہتا۔ اور جن کو اس نے ایسے اختیارات نہیں دئے۔ حالانکہ اگر باوجود اس کے کہ ان کی جائدادیں حقیقی طور پر ان کی مقبوضہ نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی دی ہوئی ہیں۔ ان کو یہ حق حاصل ہے کہ جن کو اپنا وارث سمجھتے ہیں اپنی جائدادیں ان کو دے دیں تو خدا تعالیٰ کو کیوں اختیار نہیں کہ وہ اپنی منشاء کے مطابق اپنے دین کا وارث ان کو بنائے جنہیں وہ پسند کرتا ہے۔

اس آیت میں اس طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ شرک کی وجہ سے انسانی ترقی بھی رُک جاتی ہے۔ کیونکہ جب مشرک کی توجہ ان ہستیوں کی طرف ہو جاتی ہے جن کو کوئی طاقت حاصل نہیں تو ان سے تو اُسے کوئی فائدہ ملتا نہیں ہاں یہ نقصان ضرور پہنچ جاتا ہے کہ اس ہستی کی طرف سے توجہ ہٹ جاتی ہے جو ان کو ہر اک قسم کی نعمتیں دے سکتی ہے اس لئے ہمیشہ مشرک قوموں کی ذہنی ترقی رک جاتی ہے اور دینی امور میں ان کا فکر نہایت کُند ہو جاتا ہے اس کے مقابل پر جو اقوام مشرک نہیں ہوتیں اگر کسی وقت سچائی سے بڑ بھی جائیں تو ان کی ذہنی ترقی کچھ نہ کچھ ہوتی رہتی ہے۔ کیونکہ وہ اس وجود کے متعلق غور کرتی رہتی ہیں جس میں سب طاقتیں ہیں پس کچھ نہ کچھ سچائی ان کو بغیر الہام کے بھی ملتی رہتی ہے۔

شرک اللہ تعالیٰ پر ظلم ہے۔

لَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ

۹۷۵ حل لغات۔ لَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ کے معنے ہیں کہ تم اللہ کے متعلق باتیں مت بناؤ۔ مزید تشریح کے لئے دیکھو سورۃ رعد ۳۵

لَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ کے معنی

تفسیر:۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے متعلق خود قانون نہ بناؤ کیونکہ تم تو اللہ تعالیٰ کی قدرتوں تک سے ناواقف ہو وہ جس قدر حقوق دین کے بارہ میں بندوں کو دینا پسند کرتا ہے آپ ہی اپنے بندوں کو دے گا اور ان کو دے گا جن کو وہ ان کے اخلاص کی وجہ سے اپنی روحانی اولاد کا مرتبہ بخشتا ہے

الہامی کلام میں خدا سے مراد

بعض دفعہ الہامی کلام میں بعض نبیوں کو خدا تعالیٰ کے بیٹے کے لفظ سے یاد کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ مسیح علیہ السلام کے بارہ میں آتا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے بیٹے تھے۔ چنانچہ انجیل میں آتا ہے کہ مسیح نے حواریوں سے کہا کہ:۔

"پس تم جا کر سب قوموں کو شاگرد بناؤ اور انہیں باپ اور بیٹے اور روح القدس کے نام سے بپتسمہ دو"

(متی ۲۸: ۱۹)

اس جگہ بیٹے کے لفظ سے اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ نے ان کو برگزیدہ کر کے اپنی آسمانی بادشاہت کا وارث بنایا تھا۔ قرآن کریم میں بھی اس مضمون کا ان الفاظ میں اشارہ کیا گیا ہے وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ (انبیاء ع ۲) یعنی مشرک کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا

(اور) جو کسی بات کی (بھی) طاقت نہ رکھتا ہو اور (اس کے مقابلہ میں اس بندے کی حالت کو بھی) جسے ہم نے اپنے پاس سے اچھا رزق دیا ہو

فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا ۭ هَلْ يَسْتَوٗنَ ۭ اَلْحَمْدُ

اور وہ اس میں سے پوشیدہ طور پر (بھی) اور علانیہ طور پر (بھی) خرچ کرتا ہو۔ کیا وہ دونوں قسم کے لوگ برابر ہو سکتے ہیں (ہرگز نہیں) تمام تعریف

لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَضَرَبَ اللّٰهُ

اللہ (تعالیٰ) ہی کو (سزاوار) ہے۔ لیکن ان میں سے اکثر (لوگ) جانتے نہیں ۷۶ اور اللہ (تعالیٰ) دو اور

نے اپنے لئے بیٹے پیدا کئے ہیں یہ غلط کہتے ہیں جن کو خدا تعالیٰ بیٹا کہتا ہے وہ صرف اس کے مکرم بندے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا منشاء اس لفظ کے استعمال سے ان کے اعزاز کو ظاہر کرنا ہوتا ہے جو انہیں اس کے حضور حاصل ہے۔ مگر افسوس کہ نادان ان محاورات سے دھوکا کھا کر خدا تعالیٰ کے عاجز بندوں کو حقیقتاً خدا تعالیٰ کا بیٹا سمجھنے لگتے ہیں اور بعض دوسرے نادان ان محاورات پر اعتراض کرنے لگ جاتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ میں اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ جو لفظ استعمال کرتا ہے وہ ایک ایسی حقیقت پر مبنی ہوتا ہے جو اس کی دوسری صفات کے مخالف نہیں ہوتی۔ مگر تم ایسے معنوں میں ان الفاظ کا استعمال کرتے ہو جو محض جہالت کا اظہار کرتے ہیں۔ ان سے کوئی حقیقت بھی تو ظاہر نہیں ہوتی۔ مثلاً خدا تعالیٰ جن معنوں میں بیٹا کہتا ہے۔ اس سے تو اس گہرے تعلق کا اظہار مقصود ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو اپنے پاک بندوں سے ہے۔ مگر مشرک اسے حقیقی بیٹا بنا کر کے اس پاکیزہ تعلق کو ایک جسمانی تعلق بنا دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی عظمت کو بھی گرا دیتے ہیں اور ان بندوں کی بھی ہتک کرتے ہیں جن کو وہ معبود بناتے ہیں۔ کیونکہ اس طرح وہ ان کے متعلق اس عظمت کا تو انکار کر دیتے ہیں جو عرفان اور قربانی سے حاصل ہوتی ہے اور وہ فرضی عظمت ان کو دیتے ہیں جو جسمانی تعلق سے حاصل ہوتی ہے۔

اور جو پہلی کے مقابل پر کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

۷۶ تفسیر:- چونکہ پہلی آیت میں اس طرف اشارہ تھا کہ روحانی امور میں اس حد پر کھڑا رہنا چاہئے جو اللہ تعالیٰ مقرر کرے۔ ورنہ انسان دھوکا کھا کر کہیں کا کہیں چلا جاتا ہے اور اس طرف اشارہ تھا کہ جب اللہ تعالیٰ بعض بندوں کو عزت دے کر بعض پیار کے ناموں سے یاد کرتا ہے تو اس کے اور معنے ہوتے ہیں اور مشرک جب ویسے ہی ناموں سے مخلوق میں سے بعض کو یاد کرتے ہیں تو اس کے معنے اور ہوتے ہیں۔ اور اس کی مثال کے طور پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کو اشارۃً پیش کیا اور فرمایا کہ کیا تم سوچتے نہیں کہ ایسا شخص جو ہوا و ہوس کا شکار ہو اور عبد مملوک کی حیثیت رکھتا ہو اور بوجہ دوسروں کا غلام ہونے کے اپنی قابلیتوں کا صحیح استعمال نہ کر سکتا ہو اور رسم و رواج اور توہمات کی قیود میں جکڑا ہوا ہو اور اُسے ایک غلام کی حیثیت حاصل ہو کیا اس دوسرے شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو رسوم اور توہمات کی غلامی سے آزاد ہو کر خدا تعالیٰ کی دی ہوئی طاقتوں سے ظاہر اور مخفی طور پر خدا تعالیٰ کے بندوں کی خدمت کرتا رہتا ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اس شخص کی مدد کرے گا جو اس کی دی ہوئی قوتوں کو مفید طور پر اس کے بندوں کی خدمت میں لگاتا ہے اور یہی شخص کامیاب ہوگا۔ اس مثال سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود کی طرف

۱ آیت میں اللہ جل شانہ کے الٰہی کلام میں ہر لفظ کے حقیقت پر مبنی ہونے کی طرف اشارہ

۲ آزاد اور فہیم شخص کی مثال

۳ روحانی امور میں اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حد پر کھڑا رہنا چاہئے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مَثَلًا رَّجُلَيْنِ أَحَدُهُمَا أَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلَىٰ شَيْءٍ

شخصوں کی حالت (بھی) بیان کرتا ہو جن میں سے ایک گونگا ہو جو کسی بات کی طاقت نہ رکھتا ہو

آزاد اور غلام کی مثال میں آنحضرت کے لئے بیکس الفاظ کا استعمال

اشارہ کیا گیا ہے اور بتایا ہے کہ یہ شخص ہی خدا کے فضلوں کا وارث ہو سکتا ہے اور اس شخص کے لئے اللہ تعالیٰ جو بھی اچھے الفاظ استعمال فرمائے وہ ان کا مستحق ہے۔

اس میں اس طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ تم تو خدا تم کے دیئے ہوئے انعامات سے صرف اپنے خاندانوں اور اولاد کو فائدہ پہنچاتے ہو اور محمد رسول اللہ سب دنیا کو اپنے انعامات میں شریک کرتا ہے۔ پس اس کی کامیابی یقینی ہے اور تمہاری ناکامی یقینی۔

محمد رسول اللہ کی کامیابی کی وجہ

سِرًّا وَّجَهْرًا کے تین معنے ہو سکتے ہیں:-

سِرًّا وَّجَهْرًا کے تین معنی

۱- پوشیدہ طور پر بھی ظاہر بھی۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم بنی نوع انسان کی وہ خدمت بھی کرتے تھے جو لوگوں کو نظر نہ آتی تھی جیسے دعا اور استغفار۔ اور وہ بھی جو لوگوں کو نظر آتی تھی۔ جیسے اخلاق فاضلہ جو بنی نوع انسان کے متعلق آپ سے ظاہر ہوتے تھے جن کا ذکر حضرت خدیجہؓ کے اس قول میں ہے کہ كَلَّا وَاللّٰهِ مَا يُخْزِيكَ اللّٰهُ أَبَدًا إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُومَ وَتَقْرِي الضَّيْفَ وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ (بخاری جلد اول باب کیف کان بدء الوحی) یعنی خدا کی قسم اللہ تعالیٰ آپ کو ہرگز نہ چھوڑے گا۔ کیونکہ آپ رشتہ داروں سے نیک سلوک کرتے اور مہمانوں کی خدمت کرتے ہیں اور ان اخلاق کو ظاہر کرتے ہیں جو دنیا سے مفقود ہو چکے تھے اور جو لوگ ایسے مصائب میں مبتلا ہوں جو ناحق ان پر پڑ گئے ہوں انکی آپ مدد کرتے ہیں اور جو شخص بالکل بے بس ہوتا ہے اس کا بوجھ آپ اٹھا لیتے ہیں۔

آنحضرت کا سِرًّا وَّجَهْرًا بنی نوع انسان کی خدمت کرنا

۲- دوسرے معنے اس کے رات اور دن کے بھی ہو سکتے ہیں کیونکہ رات کا کام مخفی ہوتا ہے اور دن کا ظاہر۔ اس لحاظ سے اس طرف اشارہ ہے کہ آپ نے خدمتِ خلق میں رات اور دن ایک کر دیئے ہیں اور بغیر آرام کرنے کے بنی نوع انسان کی بہتری میں کوشاں رہتے ہیں۔

سِرًّا وَّجَهْرًا کے معنی رات اور دن کے

۳- تیسرے معنے یہ ہیں کہ آپ وہ خدمات بھی کرتے ہیں جو لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہیں۔ یعنی ان کی قدر نہیں جانتے۔ جیسے تبلیغ حق۔ کہ لوگ اپنی جہالت کی وجہ سے اُسے خدمت نہیں سمجھتے تھے حالانکہ وہ اعلیٰ درجہ کی خدمت تھی اور آپ وہ خدمات بھی کرتے ہیں جن کو لوگ پہچانتے ہیں اور اُن کی خوبی کا اعتراف کرتے ہیں۔ مثلاً ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ایک آدمی حضور کے پاس آیا اور عرض کیا کہ ابوجہل میرا روپیہ نہیں دیتا۔ آپ اُسی وقت اس آدمی کے ساتھ چل کھڑے ہوئے۔ اور ابوجہل کے دروازہ پر دستک دی۔ ابوجہل باہر نکلا اور حضور کو کھڑے دیکھ حیران سا رہ گیا اور آنے کی وجہ دریافت کی۔ (کیونکہ وہ تو دن رات آنحضرت صلعم کی ایذا دہی اور سب و شتم میں مشغول رہتا تھا۔ اس کے لئے آپ کا اس کے پاس آنا تعجب کا موجب تھا) آپ نے فرمایا کہ کیا تم نے اس شخص کا روپیہ دینا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں دینا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر یہ بات ہے تو اس شخص کو پریشان نہ کرو اور اس کا حق ادا کر دو۔ وہ ایسا مرعوب ہوا کہ گھر جا کر فوراً روپیہ لے آیا اور اس شخص کو دے دیا۔ جب لوگوں میں اس بات کا چرچا ہوا تو لوگوں نے ابوجہل کو ملامت کی کہ آپ ہم سے تو یہ کہتے ہیں کہ اس کی کوئی بات نہ مانو اور خود اس سے ایسے ڈر گئے۔ اس نے جواب دیا کہ کیا بتاؤں اس وقت مجھے یہ معلوم ہوتا تھا کہ میں نے اس کی بات کا انکار کیا تو ایک وحشی اونٹ اسی وقت مجھ کو چبا جائے گا اور میں نے اس ڈر سے اس کی بات کو مان لیا (سیرت ابن ہشام)

ممکن ہے کہ کشفی طور پر واقعی ایک اونٹ بھی آپ کے سامنے نظر آگیا ہو۔ مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی اس کا

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُ ۙ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ

اور وہ اپنے مالک پر بے فائدہ بوجھ ہو جدھر بھی (اس کا آقا) اسے بھیجے (وہ کوئی بھلائی (کما کر)

بِخَيْرٍ ۭ هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ ۙ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ

نہ لائے۔ (پس) کیا وہ (شخص) اور وہ (دوسرا) شخص جو انصاف کرنے کا حکم دیتا ہو

ع ۱۰ ۱۶ وَهُوَ عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ

اور وہ (خود بھی) سیدھی راہ پر (قائم) ہو باہم برابر ہو سکتے ہیں ۷۷ اور آسمانوں اور زمین کی ہر پوشیدہ چیز (بھی)

تذکرہ نہیں فرمایا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ابوجہل نے بعد میں اپنے ڈر کو چھپانے کے لئے جو آپ کے سچ کی تائید کرنے کی وجہ سے ہوا اور کفار کے اعتراض سے بچنے کے لئے بہانہ بنا کر یہ بات کہہ دی ہو۔

اس آیت میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ انسان کے بعض نیک اعمال مخفی ہوتے ہیں اور بنی نوع انسان ان کا کوئی بدلہ نہیں دے سکتے۔ اس وجہ سے بھی ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ایسا یوم جزا لائے جس میں اس کے ایسے اعمال بھی دنیا پر ظاہر کئے جائیں اور اُسے اپنا حق مل جائے۔

حل لغات۔ ابکم: بکم۔ یبکم۔ بَکَمًا کے معنے ہیں بحرس۔ گونگا ہو گیا۔ فَهُوَ اَبْكَمُ۔ اور اس سے صیغہ صفت اَبْکم آتا ہے۔ (اقرب)

اَلْكَلُّ: المصيبة۔ الکَلّ کے معنے مصیبت۔ الثقيل لا خير فيه۔ ایسا بوجھ جس میں کوئی فائدہ نہ ہو۔ العيال والعيال۔ گھر کے لوگ جن پر خرچ کرنا پڑتا ہے الثِّقْلُ۔ بوجھ۔ الضعيف: کمزور۔ و يطلق الكَلّ على الواحد وغيره اور کَلّ کا لفظ واحد تثنیہ جمع سب کے لئے استعمال کرتے ہیں (اقرب)

المولیٰ: کے معنے کے لئے دیکھو یونس ۳۱

يوجهه: وَجَّهَهٗ اليه فی حاجته کے معنے ہیں۔ اسا سَلَہٗ فوجّه اليه ای فذهب لازم و متعدی

اس کو کسی ضرورت کے لئے بھیجا اور وہ اس کے لئے چلا گیا یہ لفظ لازم اور متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے (اقرب) پس اینما یوجّهه کے معنے ہونگے۔ جہاں کہیں وہ اسے بھیجتا ہے۔

تفسیر: اس آیت میں پہلے مضمون کو ایک اور مثال سے واضح کیا۔ پہلی مثال میں تو یہ بتایا تھا کہ اگر ایک شخص گو قابلیت تو رکھتا ہو لیکن بوجہ دوسروں کے قبضہ میں ہونے کے اسمیں اس قابلیت کے اظہار کی طاقت نہ ہو تو اس کا وجود اور عدم وجود برابر ہوتا ہے۔ اب اس آیت میں ایک ایسے غلام کی مثال بیان فرمائی ہے جو گونگا ہو اور کسی نیک کام کے کرنے کی طاقت ہی نہ رکھتا ہو۔ ایسا شخص بھی کسی فضل کا مستحق نہیں ہوتا۔ کیونکہ نہ تو اس میں کام کی طاقت ہوتی ہے کہ لوگوں کو نفع پہنچائے اور نہ اس کی زبان چلتی ہے کہ منہ سے ہی لوگوں کو نیک باتوں کی تعلیم دیتا رہے۔ پھر فرمایا کہ ان عیوب کی وجہ سے اس کا آقا جو کام بھی اس کے سپرد کرے وہ اُسے پورا نہیں کر سکتا۔ لیکن اس کے مقابل پر وہ غلام جو اپنے مالک کے حکم کے مطابق لوگوں کو بھی عدل کرنے کا حکم دیتا ہو اور خود بھی سیدھے راستے پر قائم ہو یعنی نیک کام کر کے اپنے آقا کو خوش کرتا رہتا ہو۔ بڑی فضیلت رکھتا ہے اور یہ دونوں کسی صورت میں برابر نہیں ہو سکتے۔ اور آقا ان دونوں سے یکساں سلوک نہیں کر سکتا۔

ابکم

الکلّ

اس آیت میں پہلے مضمون کی مزید وضاحت

المولیٰ

یوجّهه

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

وَالْاَرْضِ ۭ وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ

اللہ (تعالیٰ) ہی کی ہے۔ اور اس (روئے) گھڑی (کی آمد) کا معاملہ تو ایسا ہی ہے جیسے آنکھ کا جھپکنا بلکہ وہ (اس سے بھی)

اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

قریب تر (وقت میں) واقع ہو جانے والا ہے۔ اللہ (تعالیٰ) یقیناً ہر بات پر پورا (پورا) قادر ہے ۷۸

آنحضرت کفار کے ایک گروہ کا مقابلہ

اس آیت میں بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور کفار کے ایک گروہ کا مقابلہ کر کے دکھایا ہے۔ فرماتا ہے تم گونگے ہو تمہاری آنکھوں کے سامنے تمام عیب کئے جاتے تھے، شرک ہوتا تھا اور ہو رہا ہے۔ خدا کی صفات کو غلط طور پر پیش کیا جاتا تھا اور کیا جاتا ہے۔ مگر تم میں سے کسی کی زبان نہ ہلی اور کسی نے لوگوں سے نہ کہا کہ شرک نہ کرو اور خدا کی ہتک نہ کرو۔ اگر کسی نے زبان ہلائی اور حق بیان کیا اور اپنے آقا کی عزت کے تحفظ کے لئے کلمہ خیر کہا۔ تو وہ صرف محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔

آیت ضرب اللہ مثلاً میں دو قسم کے کفار کی حالت کا بیان

پھر اسی پر بس نہیں اگر تم دوسروں کو نیکی کا حکم نہ دے سکتے تھے تو خود ہی نیکی پر قائم رہتے اور اپنے نیک اعمال سے خدا تعالیٰ کی سبوحیت اور پاکیزگی کا اعلان کرتے۔ شرک سے دوسروں کو نہیں روک سکتے تھے تو کم از کم خود تو شرک نہ کرتے مگر تم سے یہ بھی نہ ہوا۔ پھر دین کو جانے دو۔ تم اگر دنیا کے اموال اور متاع کے پیچھے پڑے تھے تو اسی میں ترقی کی ہوتی۔ مگر تم تو دنیا میں بھی دوسروں کا بوجھ اٹھانے کی بجائے خود بوجھ بن رہے ہو۔ مگر اس کے مقابل پر محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو دیکھو کہ وہ غیروں کو انصاف کا حکم دیتے ہیں اور اپنی ذات میں صراط مستقیم پر ہیں یعنی ہر لحاظ سے کامل ہیں۔ اب تم ہی بتاؤ کہ ہم اس کی مدد کریں یا تمہاری؟

الساعۃ

لمح البصر

اس آیت اور اس سے پہلی آیت میں دو قسم کے کفار کی حالت کو بیان کیا ہے اور ان دونوں گروہوں کے مقابل پر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی حالت کو پیش کیا ہے۔ ایک قسم کفار کی یہ بیان کی کہ وہ رسوم و توہمات کے غلام ہیں اور گو ان میں کام کی قابلیت تو ہے مگر وہ لوگوں کے ڈر سے کام کر نہیں سکتے۔ اور دوسری قسم کے کفار کی حالت یہ بتائی کہ وہ رسوم و توہمات کے غلام بھی ہیں اور ان کی قابلیتیں بھی ماری گئی ہیں۔ اگر رسوم اور توہمات سے آزاد بھی ہو جائیں تب بھی ان کی حالت ایسی مسخ ہو چکی ہے کہ وہ کوئی نیک کام نہیں کر سکتے بلکہ اللہ تعالیٰ پر بوجھ ہیں کہ اس کی سبوحیت پر ان کے وجود سے داغ لگ رہا ہے۔ اس کے مقابل پر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے غلام نہیں اور جو طاقتیں انہیں ملی ہیں انہیں بنی نوع انسان کی خدمت میں لگا رہے ہیں۔ نیز وہ زبردست روحانی طاقتیں رکھتے ہیں جن کی مدد سے خود بھی اعلیٰ سے اعلیٰ اخلاق دکھاتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو بھی ہدایت کی طرف بلاتے ہیں اب تم خود ہی سوچو کہ ایسے شخص کو ہم اپنے کام کے لئے چنیں گے جو قابل بھی ہو اور ہمارے دین کی خدمت بھی کر رہا ہو یا اس گروہ کو جو قابل تو ہو مگر اپنی طاقتوں کو خدا کی راہ میں لگانے سے معذور ہو۔ کیونکہ وہ رسم و رواج کی طاقت کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ یا پھر اس کو جو نہ تو قابل ہو نہ رسم و رواج کی قیود سے آزاد۔

۷۸ حل لغات الساعۃ کے لئے دیکھو سورۃ ہذا ۵۶۲ الصراط: الطریق۔ راستہ (اقرب)

لَمْحُ الْبَصَرِ: لَمَحَ (یَلْمَحُ لَمْحًا) البصرُ: امتدّ الی الشیٔ۔ کسی چیز کو آنکھ نے دیکھا۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

لمح الرجل الشئ والی الشئ: ابصرہ بنظر خفیف او اختلس النظر: کسی چیز پر سرسری نگاہ ڈالی۔
لمح الشئ بالبصر: صوّبہ الیہ۔ اُسے ٹکٹکی لگا کر دیکھا (اقرب) پس لمح البصر کے معنے ہوں گے۔ آنکھ کا دیکھنا یا اتنی دیر دیکھنا جتنی دیر کہ آنکھ ایک دفعہ کھل کر پھر بند ہوتی ہے۔ شَیْءٌ: شَاءَ کا مصدر ہے اور شَاءَہٗ (یشاءہ شیئًا) کے معنے ہیں اراد ہ کسی چیز کا ارادہ کیا۔ اللّٰہُ الشئَ: قدرہ۔ کسی چیز کا اندازہ کیا نیز الشئُ کے معنے ہیں۔ ما یصح ان یعلم ویخبر عنہ وھو مذکر یطلق علی المذکر والمؤنث ویقع علی الواجب والممکن: جس کو معلوم کرکے اس کے متعلق خبر دینی صحیح ہو۔ اور یہ لفظ مذکر ہے لیکن مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے بولا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور دیگر مخلوقات کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ اس کی جمع اشیاء ہے (اقرب)

تفسیر:- گذشتہ آیات میں بیان فرمایا تھا کہ گونگے نکمّے اور نااہل وجود ان کے برابر ہو سکتے ہیں جو عدل کی تعلیم دوسروں کو دیتے اور خود نیک عمل کرتے ہیں یعنی نہیں ہو سکتے۔ اب بیان فرماتا ہے کہ جب یہ بُرے نیکوں جیسے سلوک کے مستحق نہیں ہو سکتے تو سنو ہم جو زمین و آسمان کا راز جاننے والے ہیں تم کو ایک راز کی خبر بتاتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ ان لوگوں کی ہلاکت کا وقت آنکھ جھپکنے آنے والا ہے بلکہ وہ اس سے بھی قریب تر ہے۔ اس جگہ چونکہ یہ سوال ہو سکتا تھا کہ غیب جاننے سے یہ لازم نہیں آتا کہ انسان اپنی مرضی کے مطابق نتیجہ نکالنے پر قادر بھی ہو اس لئے اس آیت کو اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر کے الفاظ پر ختم کیا اور بتایا کہ ہم غیب ہی نہیں جانتے بلکہ آئندہ ہونے والے واقعات کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھالنے کی بھی پوری طاقت رکھتے ہیں۔

اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ جب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دشمن تباہ ہوں گے تو بعد میں آنے والے لوگ اس واقعہ کی قدر کم کرنے کے لئے کہیں گے کہ آپؐ کے دشمنوں کی تباہی ایک اتفاقی حادثہ تھا یا یہ کہ ان کے حالات ہی ایسے تھے کہ ہلاک ہو جاتے۔ چنانچہ آج کل کے مسیحی مصنف اس مضمون پر بہت ہی زور دیا کرتے ہیں اور آپؐ کے مخالفوں کی ہلاکت کو طبعی امور کا نتیجہ قرار دیا کرتے ہیں۔ دیکھو قرآن کریم کا آثار نے والا عالم الغیب اس آیت میں کس طرح ان لوگوں کے اعتراض کا جواب دیتا ہے۔ آیت کو شروع غیب کا علم رکھنے کے دعویٰ سے کرتا ہے اور پھر کفار کی ہلاکت کی خبر دیتا ہے اور ختم اس پر کرتا ہے کہ یہ سب کچھ اتفاقی نہ ہوگا بلکہ ہماری قدرت کے ذریعہ سے ہوگا۔ کس طرح اس آیت میں ایک طرف تو مکّہ میں رہتے ہوئے جبکہ کفار کے ظلم زوروں پر تھے اور مسلمانوں کے پاس کوئی طاقت نہ تھی وہ ہجرت پر مجبور ہو رہے تھے فرماتا ہے کہ ہم غیب کا علم رکھنے والے خدا تم کو بتا دیتے ہیں کہ کفار کی ہلاکت کا وقت اب آن پہنچا اور یہ بھی بتا دیتے ہیں کہ انکی تباہی ہماری قدرت کے ذریعہ سے ہوگی اور ان حالات کے ذریعہ سے جو انسانی طاقت میں نہیں۔ اب دیکھو کس طرح اس آیت کے نزول کے بعد مدینہ کے سب لوگ مسلمان ہو گئے۔ حالانکہ پہلے صرف چند آدمی مسلمان ہوئے تھے اور کس طرح خود کفار نے محمد رسول اللہ کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور کیا ورنہ آپؐ مکّہ کو چھوڑنے پر آمادہ نہ تھے۔ صرف اسی وقت آپؐ نے مکّہ چھوڑا جبکہ کفار نے آپؐ کو قتل کر دینے کا فیصلہ کر لیا اور پھر اسی رات آپ وہاں سے نکلے بلکہ اس وقت نکلے جبکہ کفار نے آپ کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ گویا کفار پر آخری حجت پوری کر دی کہ میں مکّہ کو چھوڑنا نہیں چاہتا مگر چونکہ تم نے میرے لئے اور کوئی راستہ نہیں چھوڑا اس لئے یہاں سے جاتا ہوں۔ اس کے بعد کفار نے کس قدر زور آپؐ کو مدینہ میں کمزور کرنے کے لئے لگایا۔ مگر کس طرح آناً فاناً آپ کا زور بڑھتا چلا گیا اور آخر کفار تباہ ہوئے۔ اِسے کون اتفاقی امر کہہ سکتا ہے؟ کون طبعی نتائج کہہ سکتا ہے؟ خصوصاً جبکہ قبل از وقت

آنحضرتؐ کے دشمنوں کی تباہی کو اتفاقی حادثہ کہنے والوں کا جواب

شَیْءٌ

آنحضرتؐ کے منکرین کی تباہی کی خبر سے ایک اعتراض کا جواب

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

اور اللہ (تعالیٰ) نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے اس حالت میں پیدا کیا ہے کہ تم کچھ (بھی) نہیں جانتے

شَيْـًٔا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ

تھے اور اس نے تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل پیدا کئے ہیں

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ

تا کہ تم شکر ادا کرو ۷۹ کیا انہوں نے پرندوں کو جو آسمان کی

پیشگوئی بھی کر دی گئی تھی۔ مسیحی مصنف یہ تو ثابت کر سکتے ہیں کہ جب مسلمانوں نے کسریٰ اور قیصر پر حملہ کیا انکی حکومتیں تنزل کی طرف جا رہی تھیں۔ مگر سوال یہ نہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع نے جب ایران اور روم پر حملہ کیا تھا اس وقت ایرانی اور رومی حکومت کی مسلمانوں کے مقابل پر کیا حیثیت تھی۔ بلکہ سوال یہ ہے کہ جب محمد رسول اللہ صلعم نے مکہ میں بیٹھے اپنی فتح اور مشرکین کی شکست کی خبر دی تھی اس وقت کون سی طاقت آپؐ کے پاس تھی؟ اگر خدا نے آپ کو وہ طاقت دی جس نے ایک طرف عرب کو تہ و بالا کر دیا اور دوسری طرف ایران و روم کو۔ تو اس کا نام معجزہ نہیں تو اور کس چیز کا نام معجزہ ہوا کرتا ہے۔

آنحضرتؐ کی نبوت کا زبردست نشان ہے۔

یہ پیشگوئی مکی زندگی کے آخر میں کی گئی تھی اور سب سے پہلی فتح بدر کے موقعہ پر ہوئی۔ گویا کوئی اڑھائی تین سال بعد۔ اور فتح مکہ کا واقعہ اس پیشگوئی کے بعد کوئی نو دس سال بعد ہوا۔ لیکن اس آیت میں فتح کے وقت کی خبر ان الفاظ میں دی گئی ہے کہ آنکھ جھپکنے بلکہ اس سے بھی پہلے یہ واقعہ ہوگا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں اس قسم کے الفاظ کے معنے قریب زمانہ کے ہوتے ہیں۔ ضروری نہیں کہ پلک جھپکنے سے پلک جھپکنا ہی مراد ہو۔ بعض لوگ ایسے الفاظ پیشگوئیوں میں دیکھکر

واللہ اخرجکم کا تعلق سورت کے مضمون سے ہے

آنکھ جھپکنے کے معنی زمانہ قریب کے

اعتراض کرنے لگ جاتے ہیں اور الہامی زبان کے محاورات کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔

۷۹ تفسیر:- فرماتا ہے کہ اے لوگو ہم نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹ سے جبکہ تم کچھ نہ جانتے تھے تم کو آنکھ کان اور دل دے کر دنیا میں بھیجا تا کہ تم علم سیکھو لیکن تم نے ہماری اس بخشش سے کچھ بھی فائدہ نہ اُٹھایا۔ نہ آنکھوں سے دیکھا۔ نہ کانوں سے سُنا۔ نہ دل سے سوچا۔ اس فقرہ میں کیسا رحم اور افسوس بھرا ہوا ہے۔ خدائے قادر اپنے بندوں کی اس غفلت پر جس نے انہیں عذاب کا مستحق بنا دیا کیسے محبت سے بھرے ہوئے الفاظ میں افسوس کا اظہار کرتا ہے۔

اس آیت کا تعلق سورۃ کے مضمون سے یہ ہے کہ اس میں الہام الٰہی کی ضرورت کی ایک اور دلیل دی گئی ہے۔ اور وہ اس طرح کہ انسان جب پیدا ہوتا ہے تو ہر ایک علم سے خالی ہوتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ اُسے آنکھ کان اور دل دے کر پیدا کرتا ہے تا وہ علم حاصل کرے اور ان کی مدد سے وہ علم سیکھتا ہے۔ پس جو دنیوی علوم انسان سیکھتا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے مہیا کئے ہوئے ذرائع سے سیکھتا ہے۔ کوئی انسان ایسا نہیں جو کہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے دئے ہوئے ان ذرائع کی ضرورت نہیں، میں خود ہی اپنے لئے حصول علم کے سامان پیدا کر دوں گا۔ پھر روحانی علم کے سیکھنے کے لئے جو ذرائع اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ السَّمَآءِ ۭ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ۭ

فضاء کے اندر مسخر کئے گئے ہیں (غور کی نظر سے) نہیں دیکھا انہیں (تم پر) گرنے اور نوچ کھانے سے (اللہ تعالیٰ کے)

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ وَاللّٰهُ جَعَلَ

(اور) کوئی نہیں روک رہا۔ جو لوگ ایمان رکھتے ہیں ان کیلئے اس میں یقیناً کئی نشان (پائے جاتے) ہیں ۸۰ اور اللہ (تعالیٰ) نے

ان کے استعمال سے اُسے کیوں انکار ہوتا ہے۔

تعجب ہے کہ انسان کی سب عظمت ان ذرائع کے استعمال سے ہوتی ہے جو اُسے قدرت عطا فرماتی ہے۔ انسان کے جس قدر کمالات ہیں وہ انہی طاقتوں کی مدد سے حاصل کئے جاتے ہیں اور ان طاقتوں کے استعمال میں وہ کوئی شبکی محسوس نہیں کرتا۔ مگر جب روحانی ذرائع کا سوال پیدا ہوتا ہے تو وہ کہتا ہے مجھے ان کی کیا ضرورت ہے میں خود اپنا کام کر سکتا ہوں۔ حالانکہ جس طرح اُسے مادی ترقی کے لئے عطا کردہ جوارح کی ضرورت ہے اسی طرح روحانی کمالات کے حصول کے لئے اُسے ان سامانوں کی ضرورت ہے جو اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کاملہ سے اس کے لئے پیدا کرتا ہے۔

آیت کے اخیر میں فرماتا ہے کہ ان چیزوں کے دینے کی غرض تو یہ تھی کہ تمہارے اندر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی قدر پیدا ہو۔ تم اُلٹا ان طاقتوں سے مغرور ہو جاتے ہو اور کہتے ہو کہ ہمیں کسی بیرونی مدد کی ضرورت نہیں۔

اس آیت میں کانوں کے بعد آنکھوں اور آنکھوں کے بعد دلوں کا ذکر کیا گیا ہے اور اسی ترتیب سے یہ اعضاء انسان کے علم کے بڑھانے کا موجب ہوتے ہیں۔ سب سے پہلے بچہ کے کان کام کرتے ہیں۔ ان کے بعد آنکھیں اور سب کے بعد دل یعنی قوت فکریہ کام کرتی ہے۔ آج سائنس نے ثابت کیا ہے کہ سب سے پہلے بچہ کے کان کام کرنے لگتے ہیں اور اس کے بعد آنکھیں کام شروع کرتی ہیں اور سب سے آخر میں قوتِ فکریہ کام کرنا شروع کرتی ہے۔ چنانچہ جانوروں میں بچوں کی آنکھیں بعض دفعہ کئی کئی دن کے بعد کھلتی ہیں۔ اس عرصہ میں صرف کان کام کر رہے ہوتے ہیں۔ انسانوں کے بچوں کی آنکھیں بظاہر کھلی ہوتی ہیں لیکن ان کا فعل کانوں کے فعل کے بعد شروع ہوتا ہے اور قوتِ فکریہ تو ایک عرصہ کے بعد کام شروع کرتی ہے۔ یہ ترتیب بھی قرآن کریم کے کلام الٰہی ہونے کا ایک ثبوت ہے کیونکہ اس میں یہ مضمون بیان کئے گئے ہیں جو اس زمانہ میں مخفی تھے۔

جوّ

۸۰ حل لغات - جوّ: ما بین السماء والارض: زمین اور آسمان کی درمیانی فضا۔ جوّ البیت: داخلہ۔ گھر کا اندر کا حصہ (اقرب)

یمسکھن

یُمْسِكُهُنَّ: یُمسك امسك سے مضارع کا صیغہ ہے اور امسك الشئ بیدہ کے معنے ہیں۔ قبضہ کیا کسی چیز کو ہاتھ سے پکڑا۔ امسك اللہ الغیث: حبسہ ومنع نزولہ: اللہ تعالیٰ نے بارش کو روک دیا۔ امسك عن الکلام: سکت: کلام کرنے سے خاموش رہا۔ امسك عن الامر: کفّ عنہ وامتنع: کسی کام سے رُکا رہا (اقرب) پس مَا يُمْسِكُهُنَّ کے معنی ہوں گے۔ انہیں کوئی نہیں روکتا۔

القوم

القوم: الجماعۃ من الرجال خاصۃً وقیل تدخل النساء علی تبعیۃ مقوّمون اذا لك لقیامھم بالعظائم والمھمات: قوم کا لفظ مردوں کی جماعت پر بولا جاتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اس میں عورتیں بھی بالواسطہ شامل ہو جاتی ہیں۔ اور مردوں پر قوم کا لفظ اس لئے بولتے ہیں کہ وہ اہم امور کو سرانجام دیتے ہیں۔ یذکر ویؤنث فیقال قام القوم وقامت القوم۔ یہ لفظ مذکر اور مؤنث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ قام القوم (مذکر) اور

بچہ کے کان: مغ کے کام کرنے کے متعلق سائنس کی تحقیقات قرآن مجید کے بیان کے مطابق

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

لَكُمْ مِّنْ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ

تمہارے گھروں کو تمہاری رہائش کا ذریعہ بنایا ہے اور اس نے چارپایوں کے چمڑوں سے

الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ

(بھی) تمہارے لئے گھر بنائے ہیں جنہیں تم سفر کے وقت ہلکا (پھلکا) پاتے ہو اور (نیز)

قامت القوم (مؤنث) دونوں طرح کہہ دیتے ہیں (اقرب)

تفسیر: مفسرین نے مُسَخَّرٰتٍ فِیْ جَوِّ السَّمَآءِ کے یہ معنے کئے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے بغیر ظاہری سامانوں کے ان کو جوّ میں اڑنے کی طاقت دی ہے اور یہ گویا اس کی قدرت کا اظہار ہے۔ مگر یہ معنے صحیح نہیں۔ اس آیت میں درحقیقت کفار کی سزا کا ذکر ہے۔ اور اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ ان پرندوں کو خدا تعالےٰ نے روکا ہوا ہے مگر ایک دن آئیگا کہ یہ پرندے تم پر گریں گے اور تمہاری لاشوں کو نوچ نوچ کر کھائیں گے۔ جیسا کہ بعد کی جنگوں میں ہوا کہ کئی جنگوں میں کفار میدان جنگ سے بھاگتے ہوئے راستوں کی لاشیں چھوڑ گئے اور وہ پرندوں کی خوراک بنیں۔

مفسرین کے نزدیک مسخرات فی جو السماء کے معنی

نابغہ ذبیانی کا ایک شعر ان معنوں کی تائید کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے

اِذَا مَا غَدَا بِالْجَيْشِ حَلَّقَ فَوْقَهٗ
عَصَائِبُ طَيْرٍ تَهْتَدِيْ بِالْعَصَائِبِ

آیت مذکور کے اہل معنی

یعنی میرا ممدوح ایسا ہے کہ جب وہ لشکر لے کر نکلتا ہے تو پرندے اس کے ساتھ اڑتے جاتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ ضرور اپنے دشمن کو مار بھگائے گا اور ہماری غذا کا سامان پیدا ہو جائے گا۔

پرندوں کے سفر ہونے کے ذکر سے کفار پر ندا کی پیشگوئی

امیر تیمور کے متعلق تاریخ میں آتا ہے کہ جدھر وہ جاتا تھا اس کے لشکر کے ساتھ گدھ اڑتے جاتے تھے۔ کیونکہ جدھر وہ جاتا تھا اس کو دشمن پر فتح حاصل ہوتی تھی اور گدھوں کو اندرونی شعور سے یہ بات معلوم ہو گئی تھی کہ اس کے ساتھ جانے میں غذا ملتی ہے۔ غرض پرندوں کا

آیت کے آخر میں ان فی ذالک لآیات کے معنے

اڑنا درحقیقت محاورہ ہے کسی قوم کی شکست اور ہلاکت کے اظہار کے لئے۔ اور اس جگہ اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ قرآن شریف میں بھی آتا ہے اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ۔ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ۔ وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ۔ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ۔ یعنی ابرہہ کا لشکر جو مکہ پر حملہ کرنے آیا تھا اس کو ہم نے ہلاک کر دیا اور ایسی بھاگڑ پڑی کہ وہ اپنے مردے جنگل میں چھوڑ گئے۔ جس پر پرندے اکٹھے ہو گئے اور ان کی بوٹیاں نوچ نوچ کر اور پتھروں پر مار مار کر انہوں نے کھائیں۔ یہ بھی گدھوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ مردہ کی بوٹی نوچ کر کسی اونچی جگہ پر بیٹھ کر کھاتے ہیں اور مٹی سے صاف کرنے کے لئے اسے پتھر یا لکڑی پر مار مار کر کھاتے ہیں۔

ممکن ہے اس آیت میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہو کہ تم دیکھ چکے ہو اللہ تعالےٰ کے ایک دشمن کی لاشوں کو تمہاری آنکھوں کے سامنے پرندوں نے نوچ کر کھایا تھا وہی پرندے آسمان پر اڑ رہے ہیں اور ہمارے حکم کے منتظر ہیں۔ اس وقت تک ہم ہی نے مسلمانوں کو جہاد سے روکا ہوا ہے۔ جب یہ جہاد کے لئے نکلیں گے تو تمہارا ابرہہ کے لشکر کا سا حال ہو گا۔ اور ایسا ہی ہوا۔

آخر میں فرمایا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ۔ یعنی اس پیشگوئی پر آج تم کو تعجب آتا ہو گا مگر جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ اس میں خدا تعالےٰ کے نشانات مشاہدہ کر رہے ہیں اور انہیں اس کے وقوع پر کامل یقین ہے۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۙ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا

اپنے قیام کے وقت (ان سے فائدہ اٹھاتے ہو) اور ان (جانوروں) کی باریک اُونوں اور (بالوں) کی موٹی اُونوں

وَاَشْعَارِهَآ اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ۝ وَاللّٰهُ

اور ان کے بالوں کو بھی مستقل سامان اور ایک وقت تک (کیلئے) عارضی سامان (بنایا ہے) ۸۱ اور اللہ (تعالیٰ)

جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ

نے جو کچھ پیدا کیا ہے اس میں اس نے تمہارے لئے کئی سایہ دینے والی چیزیں بنائی ہیں (جنکے نیچے تم آرام پاتے ہو) اور پہاڑوں میں

الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ

(بھی) تمہارے لئے پناہ کی جگہیں بنائی ہیں اور (نیز) اس نے تمہارے لئے کئی (قسم کی) قمیصیں بنائی ہیں جو تمہیں

۸۱ حل لغات۔ سَكَنًا: سَكَنَ سے مصدر ہے۔ اور سکن فلان دارہ کے معنے ہیں استوطنھا واقام بھا۔ اپنے گھر میں قیام پذیر ہوا۔ سکن الیہ: استراح اور جب سکن کا صلہ الیٰ آئے۔ تو اس کے معنے ہیں۔ اُس نے اس کے پاس آرام پایا۔ نیز السکن کے معنے ہیں۔ کل مایسکن الیہ وفیہ۔ ویستأنس بہ۔ ہر وہ چیز جس سے انس و آرام حاصل ہو۔ الرحمۃ: البرکۃ: برکت (اقرب) بُيُوْت کے لئے دیکھو سورۃ حجر ۸۳

تَسْتَخِفُّوْنَهَا: اِسْتَخَفَّ سے مضارع جمع مخاطب کا صیغہ ہے۔ اور استخفّہ کے معنے ہیں۔ اسے ہلکا سمجھا (اقرب) يَوْمَ ظَعْنِكُمْ: ظَعْنٌ ظَعَنَ کا مصدر ہے اور ظَعَنَ (يَظْعَنُ ظَعْنًا) کے معنے ہیں۔ سار۔ وہ چل پڑا۔ چنانچہ کہتے ہیں "ظعنوا عن دیارھم" کہ وہ اپنے گھروں کو چھوڑ کر کوچ کر گئے (اقرب) پس تستخفونھا یوم ظعنکم کے معنے ہوں گے۔ کہ تم کوچ کے وقت انہیں ہلکا سمجھتے ہو۔

اَصْوَاف: صوف کی جمع ہے۔ بھیڑوں بکریوں کی اُون کو کہتے ہیں اور وَبَر۔ اونٹوں کی اُون کو کہتے ہیں اس کی جمع اوبار ہے (اقرب)

اشعار: شعر کی جمع ہے اور الشعر ان تمام بالوں کو کہتے ہیں جو وبر اور صوف کے علاوہ ہوتے ہیں (اقرب) اشعار مکن

الاثاث: متاع البیت بلا واحد۔ اثاث کا مفرد نہیں آتا۔ اور گھر کے سامان پر یہ لفظ بولتے ہیں۔ وقیل ھو ما یتخذ للاستعمال والمتاع لا للتجارۃ۔ اور بعض نے کہا ہے کہ اثاث اس سامان کو کہتے ہیں جو استعمال اور فائدہ اٹھانے کے لئے بنایا جاتا ہے نہ کہ تجارت کی غرض سے۔ وقیل اَلْمَالُ كُلُّه۔ اور بعض نے اس کو عام رکھا ہے اور ہر قسم کے سامان کو اس میں شامل کیا ہے (اقرب) الاثاث

تستخفونھا

تفسیر:۔ یعنی اس وقت تم آرام سے زندگی بسر کر رہے ہو مستقل گھر بھی ہیں اور سفروں کے لئے خیمے بھی ہیں کہ آسانی سے اٹھا سکتے ہو۔ اور جہاں ڈیرہ لگانا چاہو ڈیرہ لگا دیتے ہو۔ اور تجارت کرتے پھرتے ہو۔ اس انعام کو اپنے اعمال سے کیوں ضائع کرتے ہو۔

خیموں کے متعلق جو یہ فرمایا کہ تم انہیں سفر اور حضر میں ہلکا پاتے ہو۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ سفر کے وقت اٹھانا سہل ہوتا ہے اور اقامت کے وقت گھر کا کھڑا کرنا آسان ہوتا ہے۔ چند منٹ میں جنگل میں شہر بن جاتا ہے۔ چمڑوں خیموں کے متعلق تستخفونھا کہنے کا سبب

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

الْحَرَّ وَسَرَابِيلَ تَقِيكُمْ بَأْسَكُمْ كَذَٰلِكَ يُتِمُّ

گرمی سے بچاتی ہیں اور کئی (قسم کی) قسمیں (یعنی زرہیں) جو تمہیں تمہاری (آپس کی) جنگ (کی سختی) سے بچاتی ہیں۔ اسی طرح وہ تم پر اپنے

نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُونَ ۝ فَإِنْ تَوَلَّوْا

(روحانی) انعام کو (بھی) پورا کرتا ہے تاکہ تم (اس کے) کامل فرمانبردار بنو ۸۲ پس اگر وہ (اب بھی) پھر جائیں

کے خیموں کا ذکر اس لئے کیا کہ عربوں میں انہی کا رواج تھا۔ اور وہ بارش وغیرہ سے اور سردی سے بچانے کے لئے کپڑا کے خیمہ سے زیادہ اچھے ہوتے ہیں۔

اکنان

۸۲ حل لغات ۔ اکنان: کِنٌّ کی جمع ہے اور الکِنّ کے معنے ہیں۔ وقاء کُلّ شیءٍ وسترہ۔ ہر چیز کا پردہ۔ اور اس کو محفوظ رکھنے والا جسم۔ البیت: گھر (اقرب) سَرَابِیل کے لئے دیکھو سورۃ ابراہیم ۵۰

لعلکم تسلمون کے معنی

بَأْس: اَلشِّدَّۃُ فِی الْحَرْبِ: لڑائی کی شدت کو بأس کہتے ہیں (اقرب)

بأس

تُسْلِمُونَ: اسلم سے مضارع جمع مخاطب کا صیغہ ہے۔ اور اَسْلَمَ کے معنے ہیں انقاد: مطیع ہوگیا اَسْلَمَ فُلَانٌ: تدین بالاسلام۔ مذہب اسلام میں داخل ہوگیا۔ اَسْلَمَ الْعَدُوَّ: خَذَلَہٗ۔ دشمن کو رسوا کیا۔ اسلم امرہ الی اللّٰہ: سلّمہ۔ اپنے معاملے کو اللہ کے سپرد کر دیا (اقرب) پس لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُونَ کے معنے ہوں گے (۱) تاکہ تم کامل فرمانبردار بنو (۲) تم اپنے معاملات کو اللہ کے سپرد کرو۔

تسلمون

اسلم کا مادہ

تفسیر ۱۔ اس آیت میں بھی سابق آیت کا مضمون چل رہا ہے اور چند اور انعامات گنائے ہیں کہ سفر کرتے ہو تو آرام سے درختوں تلے رہتے ہو۔ پہاڑوں میں آرام کرتے ہو۔ لباس دیئے ہیں جن سے گرمی کی تکلیف سے محفوظ رہتے ہو۔ اور زرہیں دی ہیں جن کی مدد سے لڑائی میں تمہاری حفاظت ہوتی ہے۔ یہ سب نعمتیں اس لئے دی گئی ہیں تا آرام سے رہو اور دشمنوں کے حملوں سے محفوظ رہو۔ مگر اب تم اپنے ہاتھوں سے اس امن کو برباد کرنے لگے ہو اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتیں اُسی کے خلاف استعمال کرنا چاہتے ہو۔ خدا تعالیٰ تو چاہتا تھا کہ ان نعمتوں کے شکریہ میں تم اس کے فرمانبردار بنو۔ لیکن ہُوا یہ ہے کہ یہی امن تم کو مغرور کر کے خدا تعالیٰ ہی کے خلاف کھڑا کر رہا ہے۔

مسلم کے معنی حدیث سے

لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُونَ ۔ علاوہ ان معنوں کے جو اوپر بیان ہوئے ہیں مُسلم کے معنے دوسرے کو شر سے اور تکلیف سے محفوظ رکھنے والے کے بھی ہیں۔ کیونکہ تُسْلِمُونَ، اَسْلَمَ سے نکلا ہے جس کا مادہ سَلِمَ ہے اور اس کے معنے محفوظ ہو جانے کے ہوتے ہیں۔ اَسْلَمَ اس کا متعدی ہے۔ پس اس کے معنے ہوئے جو دوسرے کو شر اور نقصان سے محفوظ رکھے۔ عربی زبان کا عام قاعدہ ہے کہ ہر فعل لازم ثلاثی پر ہمزہ زائد کر کے اسے متعدی بنایا جا سکتا ہے۔ عربوں میں عام طور پر گو سَلِمَ کا لفظ محفوظ ہو جانے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ لیکن اسلم متعدی کے اور استعمال تو ہیں مگر سَلِمَ مادہ کے ان معنوں سے متعدی کے معنے موجود کتب لغت سے ثابت نہیں۔ مگر اسلامی ادب میں ان معنوں کا جو عربی لغت کے عام قاعدہ کے رُو سے جائز ہیں استعمال ثابت ہے۔ حدیث میں ہے المسلم من سلم المسلمون من لسانہٖ ویدہٖ (مسلم کتاب الایمان) مسلمان وہ ہے جس کی زبان سے اور ہاتھ سے سب وہ لوگ محفوظ رہتے ہیں جو اُسے کوئی نقصان نہیں پہنچاتے۔ میرے نزدیک اس آیت میں یہ معنے بھی مراد ہیں اور مفہوم یہ ہے کہ ان نعمتوں کے دینے کی غرض تو یہ تھی کہ تم محفوظ رہو اور خدا کے شکر گذار بن کر دوسرے لوگوں کو شر سے محفوظ رکھو مگر تم

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝ يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ

تو (اگر یہ نہ مانیں) تجھ پر کوئی الزام نہیں آئیگا کیونکہ تیرے ذمہ صرف کھول کر پہنچا دینا ہے ۵۸۳ وہ اللہ (تعالیٰ) کے (اس) انعام کو (خوب) پہچانتے

اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝ ع ۱۱ ۱۷

ہیں (مگر) پھر (بھی) اس کا انکار کر رہے ہیں اور ان میں سے اکثر تو پکے کافر ہیں ۵۸۴

بنے تو ان نعمتوں کو ظلم کا ذریعہ بنا لیا ہے۔

اس آیت سے ایک سیاسی نکتہ بھی نکلتا ہے اور وہ یہ کہ کسی اکثریت کو یہ نہیں چاہیئے کہ اقلیت کو ملک سے نکال دے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ظالموں کو نہ نکالا جائے۔ جو قوم کسی کے نظام کو توڑتی ہو ان کا تو نکالنا ضروری ہے مگر مسلمان مکہ والوں کے نظام کو توڑتے نہیں تھے۔ صرف یہ کہتے تھے کہ آزادی سے ہمیں رَبُّنَا اللّٰہ کہنے دو اور مذہب کے معاملہ میں جبر نہ کرو۔ مگر باوجود اس کے کہ وہ ان کے نظام میں خلل نہ ڈالتے تھے وہ انہیں ایذا دیتے تھے۔

۵۸۳ تفسیر:۔ یعنی اس مصالحانہ پیش کش کے بعد بھی اگر یہ لوگ اپنے ارادہ سے باز نہ آئیں اور بلاوجہ مسلمانوں کو دکھ دیں تو تیرا کام تو صرف نصیحت ہے وہ تو نے کر دی۔ اب یہ اپنے نیک و بد کے خود ذمہ وار ہیں۔

۵۸۴ حل لغات۔ یُنْکِرُوْنَھَا: اَنْکَرَ سے مضارع واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ اس کے معنے کے لئے دیکھو نحل ۷۳ و حجر ۵۳

تفسیر:۔ یعنی الٰہی نعمتوں کو اپنے نفوس میں دیکھتے ہوئے پھر بھی یہ لوگ ناشکری سے کام لے رہے ہیں۔ یَعْرِفُوْنَ کہہ کر یہ بتایا ہے کہ اول تو انسان کو محض نعمت کو دیکھ کر ہی نصیحت حاصل کر لینی چاہیئے مگر ان کو تو اس سے بڑا مقام حاصل ہے اور وہ یہ کہ خود ان پر یہ نعمتیں نازل ہیں اور یہ اپنے نفوس میں ان نعمتوں کا وجود پاتے ہیں۔ مگر پھر بھی ان کا انکار کرتے جاتے ہیں۔ یعنی عملاً ان کی ناقدری کرتے ہیں یہ مراد نہیں کہ لفظاً انکار کرتے ہیں۔ کیونکہ منہ سے تو کفار بھی کہتے تھے کہ یہ نعمتیں ہمیں خدا تعالیٰ کی طرف سے ملی ہیں۔

یُنْکِرُوْنَھَا کے بعد اَکْثَرُھُمُ الْکٰفِرُوْنَ کہنے کی وجہ

آخر میں فرمایا وَاَکْثَرُھُمُ الْکٰفِرُوْنَ۔ اس کے یہ معنے نہیں کہ ان میں سے اکثر منکر ہیں کیونکہ یہ معنی تو ثُمَّ یُنْکِرُوْنَھَا میں آ چکے ہیں۔ نیز یہاں یہ الفاظ نہیں فرمائے کہ اکثرھم کافرون بلکہ یہ فرمایا ہے کہ اکثرھم الکٰفرون۔ حالانکہ خالی یہ بات کہنے کے لئے کہ یہ کافر ہیں اس قدر کہنا کافی تھا کہ اکثرھم کٰفرون۔ الف لام کی زیادتی کی ضرورت نہ تھی۔ پس الف لام کی زیادتی زائد مفہوم پیدا کرنے کے لئے ہے جو اس موقعہ پر کامل کے معنے دیتا ہے۔ پس اکثرھم الکٰفرون کے معنے ہیں وہ پکے منکر ہیں۔ یعنی انکار عام نہیں بلکہ بڑا شدید ہے اور اصرار کے ساتھ ہے۔ الف لام کا یہ مفہوم قواعد سے ثابت ہے۔ کہتے ہیں اَنْتَ الرَّجُلُ۔ تو کامل مرد ہے (اقرب) یہی وجہ ہے کہ یُنْکِرُوْنَھَا میں تو سب کو شامل رکھا تھا اور اس جملہ میں اکثرھم کا لفظ استعمال فرما کر یہ بتانے کے لئے کہ یہ قوم ساری ہی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا انکار کر رہی ہے۔ مگر ان میں سے اکثر تو اس انکار میں حد کو بڑھ گئے ہیں گویا قوم کی اکثریت میں عناد اور انکار کا مادہ شدت سے پیدا ہو گیا ہے۔

لفظ کافرون پر الف لام لانے کی وجہ

یُنْکِرُوْنَھَا

ترتیب مضمون کے لحاظ سے اس آیت کے معنے

ترتیب مضمون کو مدنظر رکھتے ہوئے اس آیت کے یہ معنے ہونگے کہ ایک طرف تو دنیوی نعمتوں کو تسلیم کرتے ہیں دوسری طرف روحانی نعمتوں کے وجود کا انکار کرتے ہیں۔ گویا اعتراف کا لفظ دنیوی نعمتوں کے متعلق ہے جن کا اقرار کرتے تھے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ

اور (اس دن کو بھی یاد کرو) جس دن ہم ہر ایک قوم میں ایک گواہ کھڑا کریں گے پھر (اسوقت) ان لوگوں کو جنہوں نے کفر

لِلَّذِينَ كَفَرُوا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ○ وَإِذَا رَأَ

(کا طریق) اختیار کیا ہو (عذر خواہی یا تلافی کی) اجازت نہیں دیجائیگی اور نہ (ہی) ان کا کوئی عذر قبول کیا جائیگا ۸۵ اور جن

اور مینکرو نھا میں روحانی نعمتوں کا ذکر ہے جن کا وہ انکار کرتے تھے۔

۸۵ حل لغات۔ شہید کے معنے ہیں الشاھد۔ گواہ۔ الامین فی شھادتہ۔ ٹھیک ٹھیک گواہی دینے والا (اقرب)

شہید

یُسْتَعْتَبُونَ: اِسْتَعْتَبَ سے مضارع جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے اور اِسْتَعْتَبَہٗ کے معنے ہیں۔ اعطاہ العُتْبیٰ۔ اس سے راضی ہوگیا۔ وطلب الیہ ای منہ العُتْبیٰ۔ اس کی رضامندی چاہی۔ چنانچہ کہتے ہیں۔ "استعتبتُہٗ فاعتبنی" ای استرضیتہٗ فارضانی میں نے اس کی خوشنودی چاہی تو وہ مجھ سے خوش ہوگیا۔ اور انہی معنوں میں یہ فقرہ استعمال ہوتا ہے کہ ما بعد الموت مستعتب ای استرضاء۔ موت کے بعد کوئی طلب رضامندی نہ ہوگی۔ العتبیٰ: الرضاء۔ عتبی کے معنے رضامندی (اقرب) الاستعتاب ان یطلب من الانسان ان یذکر ھفوتہٗ لیُعْتِبَ۔ استعتاب جو استعتب کا مصدر ہے۔ کے معنے ہیں کہ کوئی عذر بیان کرے تاکہ اس سے ناراضگی دور ہو سکے (مفردات) پس وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ کے معنے ہوں گے کہ ان کا کوئی عذر قبول نہ کیا جائے گا (۲) انکو رضاجوئی کا موقعہ نہ دیا جائیگا

۲ ہر قوم میں نبی کے مبعوث ہونے کا ثبوت

۳ کافروں کو اذن نہ دیئے جانے کا سبب

تفسیر:۔ اس جرم عظیم کے ذکر کے بعد پھر اُخروی زندگی کا حوالہ دیا کہ اس دنیا میں تو اس جرم کی سزا ملے ہی گی مگر آخرت میں یہ اور بھی زیادہ سزا پائیں گے اور وہ سزا اور ذلت بہت سخت ہوگی کیونکہ تمام ارواح انسانی خواہ ان کے اجسام کسی زمانہ میں کیوں نہ دنیا میں سے ہوئی جمع کی جائیں گی اور ہر قوم کا نبی سامنے لایا جائے گا اور اپنی قوم کے متعلق گواہی دے گا۔ پھر کیوں یہ لوگ اس ذلت کا جو اس وقت ان کو نصیب ہوگی خیال نہیں کرتے۔ ایک دوسری جگہ اس ذلت کا مندرجہ ذیل الفاظ میں ذکر فرمایا ہے۔ فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا۔ يَوْمَئِذٍ يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَعَصَوُا الرَّسُولَ لَوْ تُسَوَّىٰ بِهِمُ الْأَرْضُ (نساء ع) یعنی جب سب اقوام اور نبی جمع ہوں گے اس وقت ان کو ایسی ندامت ہوگی کہ یہ خواہش کریں گے کہ زمین پھٹ جائے اور ہم اس میں دفن ہو جائیں۔

اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ہر قوم میں نبی مبعوث فرمائے ہیں۔ قرآن کریم نے یہ عقیدہ مختلف آیات میں بیان فرمایا ہے اور اس میں وہ دوسرے سب مذاہب سے منفرد ہے اور یہ اس کی صداقت کے ثبوتوں میں سے ایک زبردست ثبوت ہے۔

یہ جو فرمایا کہ کافروں کو اس وقت اذن نہ دیا جائیگا اس کے معنے بعض نے یہ کئے ہیں کہ انہیں بولنے کا اذن نہ دیا جائے گا۔ یہ معنے درست نہیں کیونکہ قرآن کریم کی متعدد آیات سے ثابت ہے کہ کفار قیامت کو اللہ تعالیٰ سے کلام کریں گے اور اپنے عذرات بھی پیش کریں گے پس لَا يُؤْذَنُ سے مراد یا تو جنت میں دخول کی اجازت ہے اور یا اس کے معنے شفاعت کے ہیں اور مراد یہ ہے کہ جب نبی حشر کے دن آئیں گے اور ان کو اپنی قوم کے ان افراد کے حق میں شفاعت کی اجازت دیجائیگی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا

لوگوں نے ظلم (کا طریق اختیار) کیا ہے وہ جب اس (موعود) عذاب کو دیکھیں گے تو (اسوقت) نہ (تو) وہ (عذاب) ان پر سے ہلکا کیا جائیگا اور نہ (ہی)

هُمْ يُنْظَرُوْنَ ۝ وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا شُرَكَآءَهُمْ

انہیں مہلت دی جائے گی ۵۸۶ اور جن لوگوں نے (اللہ تعالیٰ کے) شریک بنائے ہیں جب وہ (ان) اپنے (بنائے ہوئے) شریکوں کو

قَالُوْا رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا الَّذِيْنَ كُنَّا نَدْعُوْا

دیکھیں گے تو کہینگے (کہ) اے ہمارے رب یہ ہمارے (بنائے ہوئے) شریک ہیں جنہیں ہم تجھے چھوڑ کر

مِنْ دُوْنِكَ ۚ فَاَلْقَوْا اِلَيْهِمُ الْقَوْلَ اِنَّكُمْ

پکارا کرتے تھے جس پر وہ (بڑی جلدی سے) انہیں کہیں گے (کہ) تم

جو گو پوری طرح کامل نہ ہوئے تھے مگر اس کے قابل تھے کہ نبی انہیں اپنا کہہ سکیں اس وقت یہ لوگ شفاعت سے محروم رہ جائیں گے اور ان کے حق میں شفاعت کی اجازت نہ دی جائے گی۔ قرآن کریم اور حدیث سے شفاعت کے متعلق ثابت ہے کہ اذن سے ہوتی ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ (سبا ع ۳) یعنی شفاعت صرف انہی کو فائدہ دے گی جن کے حق میں اذن الٰہی ہوگا۔ سورۃ یونس رکوع ۱۔ طٰہٰ رکوع ۶ اور النجم رکوع ۲ میں بھی یہ مضمون بیان ہوا ہے اور سورۃ بقرہ رکوع ۳۴ میں بھی۔ حدیث میں بھی شفاعت کے متعلق اذن کا لفظ آتا ہے۔ مسند احمد حنبل جلد ۵ صفحہ ۴۳ پر ابوبکرۃ کی روایت میں ہے ثُمَّ يُؤْذَنُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّبِيِّيْنَ وَالشُّهَدَآءِ اَنْ يَّشْفَعُوْا۔ یعنی پھر فرشتوں، نبیوں اور شہداء کو اللہ تعالیٰ اجازت دے گا کہ وہ شفاعت کریں۔

قرآن کریم میں ایک اور مفہوم بھی اس اذن کا بیان ہوا ہے۔ سورۃ المرسلات میں ہے وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ یعنی کفار کو ایسی اجازت نہ دی جائے گی کہ وہ عذر پیش کر سکیں یعنی ایسی کوئی اجازت انہیں نہ ملیگی کہ اس سے فائدہ اٹھا کر وہ کوئی معقول عذر پیش کر سکیں۔

قیامت پر انبیاء کی شہادت کے معنے

یہ جو فرمایا کہ قیامت کے دن انبیاء بطور گواہ کھڑے کئے جائیں گے میرے نزدیک انبیاء کی شہادت سے مراد ان کا نمونہ ہے کہ وہ اپنے نمونے کو پیش کریں گے کہ کلام الٰہی نے ہم پر یہ اثر کیا ہے۔ اس تعلیم کو ماننے کا یہ نتیجہ ہوا کہ ہمیں خدا مل گیا اور ہم کہاں سے کہاں پہنچ گئے۔ اس طرح پر خدا تعالیٰ اس وقت کافروں کو شرمندہ کرے گا کہ دیکھو ہماری کلام کا اعجاز جس سے روحانی قوتیں حاصل کر کے ہمارا یہ نبی اس کمال تک پہنچ گیا اور تم اس کلام کا انکار کر کے کہاں سے کہاں جا گرے۔

شفاعت کے لئے اذن ضروری ہے

نبی اور کلام الٰہی میں تلازم

ہر نبی کلام الٰہی کے نتیجے کا عملی نمونہ ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ کلام بغیر نبی کے نہیں آتا۔ نبی سے کلام کی شان کا پتہ لگتا ہے اور کلام سے نبی کی شان کا۔

۵۸۶ حل لغات ۔ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ — اَنْظَرَ سے مضارع جمع مذکر مجہول کا صیغہ ہے اور اس کے معنے ہیں انکو مہلت نہ دی جائیگی۔ مزید تشریح کے لئے دیکھو حجر ۹

ینظرون

تفسیر :۔ اس جگہ عذاب سے مراد اُخروی عذاب ہے۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ثلث

لَكٰذِبُوْنَ ۝ وَاَلْقَوْا اِلَى اللّٰهِ يَوْمَئِذِ ِۨالسَّلَمَ وَ

یقیناً جھوٹے ہو ۵۸۷ اور (اس حالت کو دیکھکر) وہ (ظالم جلدی سے) اللہ (تعالیٰ) کے حضور (اپنی) اطاعت کا اظہار کرینگے اور

ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا

کچھ وہ اپنے پاس سے گھڑا کرتے تھے وہ (سب انکے ذہنوں سے) غائب ہو جائیگا ۵۸۸ جن لوگوں نے (خود بھی) کفر (کا طریق) اختیار کیا

۵۸۷ حل لغات مِنْ دُوْنِكَ ، دُوْنَ کا لفظ عربی میں آٹھ معنوں میں مستعمل ہوتا ہے (۱) فوق (یعنی بلند ہونے) کے مخالف معنے دیتا ہے۔ کہتے ہیں۔ ھو دونہ ای احط منہ رتبۃً کہ وہ اس سے رتبہ میں کم ہے (۲) ظرف کے طور پر استعمال ہوتا ہے اور اس کے معنے اَسْفل (یعنی نیچے ہونے) کے ہوتے ہیں چنانچہ کہتے ہیں ھذا دُون ذالک ای مُتَسَفِّل عَنْہ۔ یہ اس سے نیچے واقع ہے۔ (۳) اَمَام (یعنی آگے) کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے کہتے ہیں مشی دونہ ای اَمَامَہٗ وہ اس کے آگے آگے چلا۔ (۴) وراء (پیچھے) کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے کہتے ہیں قَعَد دونہ ای وَرَاءَہٗ۔ وہ اس کے پیچھے بیٹھا۔ (۵) اور کبھی دُوْن کے معنے فوق (یعنی بلند ہونے) کے ہوتے ہیں۔ گویا یہ لفظ اضداد میں سے ہے (۶) اس کے معنی غیر (یعنی سوا) کے بھی ہوتے ہیں (۷) اس کے معنی شریف (اعلیٰ درجہ) کے ہوتے ہیں (۸) کسی چیز کے خسیس ہونے کے ہوتے ہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں شَیْءٌ دُوْنٌ ای خسیس کہ یہ چیز کم درجہ کی ہے۔ (اقرب) علاوہ ازیں کہتے ہیں۔ حَالَ القومُ دون فلانٍ ای اعْتَرَضُوا بینہٗ وبین من یطلبہٗ فلم یقدر ان ینالہ۔ یعنی فلاں کے درمیان قوم حائل ہو گئی اور اس کو اسکے تلاش کرنیوالے سے بچا لیا (اقرب)

اَلْقَوْا: القی سے جمع کا صیغہ ہے اور القاء الی الارض کے معنے ہیں طَرَحَہٗ۔ اس کو زمین پر پھینکا۔ اور القی الیہ القولَ و بالقولِ کے معنے ہیں۔ اَبْلَغَہٗ اِیَّاہ اس کو کوئی بات پہنچا دی۔ القی علیہ القولَ۔ اَمْلَاہ۔ اُسے کوئی بات لکھا دی۔ اَلْقَی الیہ السمعَ: اَصْغٰی۔ اس کی بات توجہ سے سنی (اقرب) مزید تشریح کیلئے دیکھو نحل ۷۱

پس القوا الیھم القول کے معنی ہونگے۔ وہ انکو جلدی سے کہینگے۔

تفسیر:۔ القی الیہ القول کے معنے ہیں کہ اس کی طرف جواب پھینکا۔ اور پھینکنے سے مراد یہ ہے کہ وہ فوراً ان کے منہ پر جواب الٹا کر ماریں گے کہ بس جھوٹ نہ بولو۔

یہ عجیب بات ہے کہ دنیا میں ان کی خاطر یہ لوگ نبیوں سے لڑا کرتے تھے مگر قیامت کو خدا تعالےٰ سے کہیں گے کہ ان معبودوں کو پکڑو کہ یہی ہم کو گمراہ کرتے تھے۔ اس میں اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ کفر و گناہ کی دوستی کبھی سچی نہیں ہوتی۔ کیونکہ انسان ایک حد تک دوسرے کی خاطر تکلیف اٹھا سکتا ہے حد سے زیادہ نہیں۔ پس کفر کی وجہ سے چونکہ مختلف عذاب آتے رہتے ہیں درمیان میں ایسے مواقع بھی آتے رہتے ہیں۔ جب اس دوستی کی حد ختم ہو جاتی ہے اور ایک دوسرے سے بیزاری کا اظہار شروع ہو جاتا ہے۔

یہ جو فرمایا فالقوا الیھم القول اس کے معنے ایک تو اچھی طرح کہنے کے ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں القی الیہ القول: اَبْلَغَہٗ۔ اس کا بات پہنچا دی۔ ان معنوں کے رو سے ترجمہ یہ ہوگا کہ وہ خوب زور سے انہیں کہہ دینگے۔ نیز القی کے معنے پھینکنے کے بھی ہیں اور پھینکنے کے لفظ میں جلدی کا مفہوم پایا جاتا ہے پس اَلْقَی الیھم القول کے یہ معنے بھی ہیں کہ وہ فوراً جواب دیں گے۔ فلا یخفف عنھم سے بتایا کہ یہ عذر ان کا غیر معقول ہے اگر کسی نے گمراہ کیا تھا تو وہ گمراہ ہوئے کیوں؟ کیوں نہ ورغلانے والے کی بات کو رد کیا۔

۵۸۸ حل لغات۔ اَلسَّلَمَ کیلئے دیکھو نحل ۲۹

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ

ہے اور (دوسروں کو بھی) اللہ (تعالےٰ) کی راہ سے روکا ہے ان کو ہم اس عذاب سے بڑھ کر ایک اور

الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ ۝ وَيَوْمَ نَبْعَثُ

عذاب دیں گے کیونکہ وہ (ہمیشہ) فساد (کے کام) کرتے تھے ۵۸۹ اور (اس دن کو بھی یاد کرو) جس دن ہم

فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا

ہر ایک قوم کے اندر ان کے خلاف خود انہی میں سے ایک گواہ کھڑا کریں گے اور (اے رسول)

بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ ۭ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ

تجھے ہم ان (سب) کے خلاف گواہ بنا کر لائیں گے۔ اور ہم نے یہ کتاب ہر ایک بات کو کھول کر بیان

تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى

کرنے کے لئے اور (تمام لوگوں کی) رہنمائی کے لئے اور (ان پر) رحمت کرنے اور کامل فرمانبرداری اختیار کرنے والوں

ضَلَّ عَنْهُمْ کے لئے دیکھو یونس ۵۱

يَفْتَرُوْنَ : اِفْتَرٰی سے مضارع جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ اور اِفْتَرٰی علیہ الکذب کے معنے ہیں۔ اِخْتَلَقَهٗ۔ اس کے خلاف جھوٹ بنا لیا (اقرب) پس ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ کے معنے ہوں گے جو وہ گھڑا کرتے تھے ضائع ہو جائے گا۔

تفسیر:۔ یعنی جب کفار دیکھیں گے کہ آج تو وہ بھی ہمارے دشمن ہو رہے ہیں جن کی ہم عبادت کیا کرتے تھے تو وہ جلدی سے اپنے رویہ کو بدل کر لجاجت سے باتیں کرنی شروع کر دیں گے اور کہیں گے کہ ہم تو آپ ہی کے بندے ہیں یہ عبادت وغیرہ تو صرف توجہ کے قیام کے لئے تھی یا ہم یہ کام نیک نیتی سے سچ سمجھ کر کرتے تھے کوئی اللہ تعالےٰ سے بغاوت کا منشاء نہ تھا۔ اور جو بڑے بڑے دعوے وہ دنیا میں کرتے تھے سب غائب ہو جائیں گے۔

۵۸۹ حل لغات۔ اَلْفَوْق: فاق کا مصدر ہے جس کے معنے بلند ہونے کے ہیں۔ اصل میں ظرف مکان ہے۔ جیسے کہتے ہیں صَعِدتُ فَوْقَ الجبلِ کہ میں پہاڑ پر چڑھا۔ اور کبھی کبھی ظرف زمان کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں لبثنا فوق شهرٍ ای زمانا اکثر من شهرٍ ہم ایک ماہ سے زائد ٹھہرے۔ یہ معرب ہوتا ہے۔ لیکن جب اس کا مضاف الیہ حذف ہو۔ اور معنے وہ ذہن میں ہو تو اُس وقت یہ مبنی ہوتا ہے۔ اور اس کے آخر پر ضمہ آتا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں عندی مائةٌ فما فوقُ۔ کہ میرے پاس سَو سے اُوپر چیزیں ہیں۔ یہاں فوق کے بعد مضاف الیہ حذف ہے۔ اور اگر مضاف الیہ بولا جائے۔ تو وہ معرب ہوتا ہے۔ اور کبھی کبھی فوق کا لفظ بطور اسم کے استعمال ہوتا ہے۔ اور بعض اوقات زیادتی کے بیان کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں العشرةُ فوق التسعةِ ای تزید علیها۔ دس نو سے زیادہ ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں کہتے ہیں هذا فوق ذاكَ ای افضلُ منه۔ کہ یہ اُس سے

يفترون

قیامت کے دن کفار کی لجاجت اپنے معبودوں کے سامنے

الفوق

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

لِلْمُسْلِمِيْنَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ

کو بشارت دینے کے لئے اتاری ہے ۸۹ اللہ (تعالیٰ) یقیناً عدل کا اور احسان کا اور (قریبی رشتہ داروں کو بھی)

وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ

قرابت والے (شخص) کی طرح (جانے اور مدد) دینے کا حکم دیتا ہے اور (ہر ایک قسم کی) بے حیائی اور ناپسندیدہ باتوں

افضل ہے (اقرب)

تفسیر:- اس آیت میں پھر ہی فرق بتایا کہ کافر دو قسم کے ہیں ایک گمراہ اور ایک گمراہ کرنے والے۔ اور یہ بھی بتایا ہے کہ گمراہ کرنے والوں کو دوسروں سے زیادہ سزا ملے گی۔

گمراہ کرنے والے کو قیامت کے دن زیادہ سزا ملے گی

لطف یہ ہے کہ ایسے ہی لوگ دنیا میں جاہلوں سے کہتے ہیں کہ ہم تمہاری نجات کے ذمہ دار ہیں لیکن وہاں جن کی نجات کے ذمہ دار بنتے تھے ان سے بھی زیادہ انہیں سزا ملے گی۔

تبیاناً

۸۹ حل لغات۔ تِبْيَانًا: یہ بَانَ کا مصدر ہے۔ اور بَانَ الشَّيْءُ (یبین تبیاناً) کے معنے ہیں۔ اتَّضَحَ۔ کوئی چیز واضح ہو گئی اور بان کا فعل لازم ہے ہر چیز کے لئے لیکن کبھی کبھی متعدی بھی استعمال ہوتا ہے (اقرب)

قرآن کریم میں ہر چیز کے لئے لیکن کبھی کبھی متعدی بھی استعمال ہوتا ہے موجود ہے۔

تفسیر:- اس آیت میں پہلی آیت کے مضمون کو مکمل کیا گیا ہے فرماتا ہے جب سب نبی اپنے اپنے نمونہ پیش کریں گے اس وقت تو بھی ان لوگوں پر بطور گواہ پیش ہو گا اور ہم تجھے دکھا کر ان سے پوچھیں گے کہ یہ بھی تو تم میں سے ایک تھا یہ کیوں شرک وغیرہ بد عقائد میں نہ پھنسا۔ اور کیوں اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار بندہ بن کر دوسروں کی ہدایت کا موجب ہوا۔ کیا اسی وجہ سے نہیں کہ اس پر خدا تعالیٰ کا کلام نازل ہوا تھا اور تم اس سے محروم تھے بلکہ اس کلام کی ضرورت ہی محسوس نہ کرتے تھے۔

نجات کے لئے آنحضرت کی شہادت کے مراد آپ کا نمونہ پیش کرنا ہے

اہل قرآن کو فضیلت ملنے کی وجہ

اس کے بعد اس وحی کی برکات کی طرف اشارہ فرمانے کے لئے فرماتا ہے۔ اے محمدؐ ہم نے تجھ پر وہ کتاب اتاری ہے جس میں ہر روحانی ضرورت کی تشریح ہے اور اس میں رحمت اور ہدایت کے سامان ہیں۔ یعنی تجھ میں اور تیری قوم کے لوگوں میں جو فرق ہے وہ اسی کلام کی وجہ سے ہے۔

یہاں کُلِّ شَیْءٍ سے دنیا کی ہر چیز مراد نہیں بلکہ وہ چیزیں مراد ہیں جو اسی کتاب سے مناسبت رکھتی ہیں۔ کوئی استاد اگر اپنے شاگرد کو کہے کہ ساری کتب اٹھا لاؤ تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ لائبریری کی سب کتب اٹھا لائے۔ بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہوگا کہ اپنی کتب اٹھا لاؤ ایسا ہی یہاں پر کُلِّ سے مراد وہ چیزیں ہیں جو روحانیت کی ترقی کے لئے ضروری ہیں۔ اگر کوئی کہے کہ بعض مسائل کی تفصیل صرف احادیث میں ملتی ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اصول سب قرآن کریم میں بیان ہیں جو تفاصیل احادیث میں ہیں وہ قرآن کریم کی تفسیر ہیں۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کا فہم سب سے زیادہ دیا تھا۔ وہ قرآن کریم سے جو مطالب اخذ کرتے تھے ہم نہیں کر سکتے پس اگر آپ نے قرآنی مطالب کی بعض تفاصیل بیان کی ہیں تو اس کے یہ معنی نہیں کہ قرآن کریم نامکمل ہے بلکہ اس کے صرف یہ معنے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کامل فہم سے ان مسائل کا قرآن سے استنباط کیا۔ گو ہمارا ذہن اس باریکی کو نہیں پا سکا۔

اہل قرآن کہلانے والوں کو اس مسئلہ میں سخت غلطی لگی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرح کے آدمی تھے ان کی بات کیوں مانیں جو قرآن کریم میں ہے وہ مانیں گے حالانکہ رسول کریمؐ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ وَاَوْفُوْا

اور بغاوت سے روکتا ہے۔ وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم سمجھ جاؤ ۹۱ اور (چاہیئے کہ)

بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ

اللہ (تعالیٰ) کے (ساتھ کئے ہوئے اپنے) عہد کو جب تم نے (اس سے کوئی) عہد کیا ہو پورا کرو اور قسموں کو

کی بات کے ماننے کا سوال نہیں بلکہ سوال یہ ہے کہ آپ ہم سے قرآن کریم کو زیادہ سمجھتے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کے متعلق جو کچھ فرماتے تھے وحی الٰہی کے مطابق فرماتے تھے غلطی نہیں کرتے تھے پس جس کو اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا اس کے فہم قرآن کو دوسروں کے فہم پر مقدم کیا جائے گا۔ ہمارا یہ حق ہے کہ یہ بحث کریں کہ یہ حدیث صحیح نہیں مگر یہ نہیں کہہ سکتے کہ حدیث تو صحیح ہے مگر رسول کریم صلعم نے غلطی کی۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ قرآن کریم کی تعلیم کے بارہ میں آپؐ کی تفسیر اگر ہماری سمجھ میں نہیں آتی تو بھی آپؐ ہی کی تفسیر کو ہمیں صحیح ماننا پڑے گا بشرطیکہ جس حدیث میں وہ مذکور ہے وہ صحتِ احادیث کے اصول پر پوری اُترتی ہو

اس جگہ قرآن کریم کے چار کام بتائے ہیں۔ (۱) تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ہے یعنی سب ضروری امور روحانیہ کی تشریح اس میں موجود ہے (۲) ہدایت ہے (۳) رحمت ہے۔ (۴) مومنوں کے لئے بشارت ہے۔ اگلی آیات میں ان مطالب کی تشریح کی گئی ہے۔

۹۱ حل لغات۔ اَلْعَدْلُ: عَدَلَ کا مصدر ہے اور عَدَلَ (یَعْدِلُ) فُلَانًا بِفُلَانٍ کے معنے ہیں۔ سَوّٰی بَیْنَهُمَا۔ دونوں کے ساتھ برابر کا سلوک کیا۔ عَدَلَ الْقَاضِیْ وَالْوَالِیْ (عَدْلًا وَ عِدَالَةً) قاضی نے انصاف کیا۔ نیز العدل کے معنے ہیں۔ ضِدّ الجور۔ انصاف۔ العادل المرضیٰ للشہادۃ۔ درست گواہی دینے والا۔ راستباز۔ اَلْعَدْلُ مِنَ الْقُضَاةِ وَالْحُكَّامِ: اَلْمُوَافِقُ لِلْحَقِّ فِیْ اَحْكَامِهِمْ۔ وہ حکام اور قاضی جو درست فیصلے کرنے والے ہوں۔ (اقرب)

الاحسان

اَلْاِحْسَانُ: اَحْسَنَ سے مصدر ہے اور اَحْسَنَ کے معنے ہیں اَتٰی بِالْحُسْنِ۔ پسندیدہ کام کیا۔ اَحْسَنَ الشَّیْءَ جَعَلَهُ حَسَنًا۔ کسی چیز کو عمدہ بنا دیا۔ عَلِمَهُ کسی چیز کو جانا۔ اور انہی معنوں میں یہ فقرہ بولا جاتا ہے۔ کہ فُلَانٌ یُحْسِنُ الْقِرَاءَةَ اَیْ یَعْلَمُهَا۔ فلاں شخص اچھی طرح پڑھنا جانتا ہے (اقرب)

القربیٰ

اَلْقُرْبٰی: اَلْقُرْبُ فِی النَّسَبِ۔ رشتہ داری (اقرب)

الفحشاء

اَلْفَحْشَاءُ: اَلْفَاحِشَةُ سخت قباحت والا گناہ یا ہر وہ بات جس سے اللہ نے روکا ہے۔ اَلْبُخْلُ فِی الْاَدَاءِ الزَّكٰوةِ۔ زکوٰۃ کی ادائیگی میں بخل (اقرب)

المنکر

اَلْمُنْكَرُ: انکر سے اسم مفعول ہے (اس کیلئے دیکھو حجر ۵۶) نیز اس کے معنے ہیں مَا لَیْسَ فِیْهِ رِضَی اللّٰهِ مِنْ قَوْلٍ اَوْ فِعْلٍ۔ وَالْمَعْرُوْفُ ضِدُّهُ۔ ناپسندیدہ بات یا فعل۔ معروف اس کے مخالف معنے دیتا ہے (اقرب)

قرآن کریم کے چار کام

تذکرون

تَذَكَّرُوْنَ: تَذَكَّرَ سے جمع مخاطب کا صیغہ ہے اور تذکّر کے وہی معنے ہیں جو ذکر کے ہیں۔ ذکر کے لئے دیکھو رعد ۲۰

العدل تذکرون

تفسیر:۔ پچھلے رکوع کے آخر میں دعویٰ کیا گیا تھا وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

یعنی قرآن کریم ان چار خوبیوں کا حامل ہے (۱) تبیان لکل شیٔ (۲) ھدا یت (۳) رحمۃ (۴) بشریٰ للمسلمین - اس رکوع میں اور اگلے رکوعوں میں اس امر کا ثبوت دیا گیا ہے کہ یہ چاروں امور قرآن کریم میں پائے جاتے ہیں اور ان کی بنا پر قرآن کریم کے کامیاب ہونے میں کوئی شک نہیں ہو سکتا۔

سب سے پہلا ثبوت یہ آیت ہے اور میرے نزدیک اس آیت میں جو مضمون بتایا گیا ہے وہی ان چاروں باتوں کے ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔

کمل مذہبی تعلیم کے لئے تین امور ضروری ہیں

اس آیت میں تین باتوں کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور تین باتوں سے رُکنے کا حکم دیا گیا ہے اور بُری باتوں سے روکنا رحمت پر دلالت کرتا ہے اور اچھی باتوں کے کرنے کا حکم دینا ہدایت پر دلالت کرتا ہے۔

پھر اس میں اخلاقی امور کے سب مدارج کو جمع کر دیا گیا ہے جس کی وجہ سے یہ آیت جامع ہو گئی ہے اور تبیانا لکل شیٔ کی بہترین مثال ہے۔ آیت کو ختم لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ پر کیا گیا ہے۔ تذکر کے وہی معنے ہوتے ہیں جو ذکر کے معنے ہیں پس اس کے معنے یاد رکھنے یا خدا تعالیٰ کی بڑائی کرنے کے ہیں اور لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ کے معنے ہیں تا تم اللہ تعالیٰ اور بندوں کے حقوق کو یاد رکھو یا یہ کہ تا تم اللہ تعالیٰ کی تحمید و تمجید کرو۔ اور چونکہ یہی دونوں مقصد ہیں جن کو پورا کرنے کے لئے انسان کو پیدا کیا گیا ہے اس لئے اس آیت میں یہ بشارت بھی دی گئی ہے کہ اس تعلیم پر چل کر تم اپنی پیدائش کے مقصود کو پا لو گے۔

یہ آیت قرآنی کی جامع ہونے کا بہترین مثال ہے

دیکھو کس قدر چھوٹی سی آیت ہے اور کس طرح اس میں ان سب امور پر روشنی ڈالی گئی ہے جن کا قرآن کریم کی فضیلت کے متعلق دعویٰ کیا گیا ہے۔ اس ایجاز کے ساتھ ایسی تفصیل قرآن کریم کے سوا اور کسی کتاب میں نہیں پائی جاتی۔ اور پھر کوئی اغلاق نہیں معمہ نہیں مضمون صاف ہے ہر عقلمند ایک ادنیٰ تامل سے حقیقت کو معلوم کر سکتا ہے۔

اب میں آیت کے مضمون کو کسی قدر تفصیل سے بیان کرتا ہوں۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ دنیا میں ہر ایک چیز کیلئے ایک اثبات کا پہلو ہوتا ہے اور دوسرا نفی کا۔ کوئی چیز مکمل نہیں ہوتی جب تک کہ اس کے دونوں پہلو مکمل نہ ہوں یعنی جن چیزوں کا اس کی تکمیل کے لئے موجود ہونا ضروری ہے وہ اس میں پائی جائیں اور جن چیزوں سے اس کی ذات میں نقص پیدا ہوتا ہو ان سے وہ پاک ہو۔

مذہب کو مدنظر رکھتے ہوئے مکمل تعلیم کے لئے مندرجہ ذیل باتوں کا پایا جانا ضروری ہے۔

۱۔ یہ کہ وہ ان باتوں کے کرنے کا حکم دے جن سے روحانیت اپنے کمال کو پہنچ سکتی ہو اور ان باتوں سے منع کرے جو اس کمال سے محروم رکھنے والی ہوں۔

۲۔ یہ کہ وہ ایسا قانون تجویز کرتے وقت جو صرف ایک شخص یا قوم سے تعلق نہ رکھتا ہو بلکہ کثیر افراد اور کثیر اقوام سے تعلق رکھتا ہو۔ ان تمام طبائع کا لحاظ رکھے جن کے لئے وہ وضع کیا گیا ہو۔ اور ایسے احکام دے جن پر ہر شخص اپنی اپنی استعداد کے مطابق عمل کر سکے۔

۳۔ تیسری خصوصیت مکمل تعلیم میں یہ ہونی چاہیئے کہ اس کے احکام ہی نوع انسان کے لئے قابل عمل ہوں اور ان سے کوئی فساد مذہب میں یا اخلاق میں یا تمدن میں نہ پیدا ہوتا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان تینوں خوبیوں کو جمع کر دیا ہے۔ دیکھو کتنی چھوٹی سی آیت ہے مگر اس میں تکمیل کے دونوں پہلو (نفی و اثبات) کس خوبی اور خوش اسلوبی سے جمع کر دئے گئے ہیں۔ تین باتوں یعنی عدل۔ احسان اور ایتاء ذی القربیٰ کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور تین باتوں یعنی فحشاء۔ منکر اور بغی سے روکا گیا ہے۔ عدل کے معنی برابری کے ہوتے ہیں یعنی انسان دوسرے سے ایسا سلوک یا معاملہ کرے جیسا کہ اس کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ اس پر ظلم کیا جاتا ہے تو وہ اتنا بدلہ لے سکتا ہے جتنا ظلم ہوا ہے مگر اس سے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

زیادہ سختی نہیں کرسکتا۔ اگر اس سے کوئی شخص حسن سلوک کا معاملہ کرتا ہے تو اس کا بھی فرض ہے کہ کم سے کم اتنا حسنِ سلوک اس سے کرے۔

اللہ تعالےٰ سے عدل کرنے کے یہ معنے ہیں کہ جس طرح اللہ تعالےٰ نے اس کے ساتھ نیک معاملہ کیا ہے یہ بھی اس کا حق ادا کرے اور اپنے وجود سے اللہ تعالیٰ کیلئے اعتراضات کے مواقع پیدا نہ کرے۔ اسی طرح یہ کہ اس کا حق غیر اللہ کو نہ دے اور شرک میں مبتلا نہ ہو کیونکہ شرک کرنا گویا خدا کا حق چھین کر دوسرے کو دینا ہے اور یہ ظلم ہے۔ اسی وجہ سے قرآن کریم میں شرک کا نام ظلم بھی رکھا گیا ہے۔ پس خدا کا بیٹا یا بیوی یا اس کے شریک قرار دینا عدل نہیں بلکہ ظلم ہے۔ کیونکہ ظلم اسی کو کہتے ہیں کہ ایک کا حق کسی اور کے سپرد کر دیا جائے۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ کی صفات کو اپنی طرف منسوب کر لینا بھی عدل کے خلاف ہے۔ مثلاً شریعت کا بنانا اور الہام الٰہی کا بھیجنا خدا تعالےٰ کا کام ہے۔ اب اگر کوئی شخص خود ہی شریعت بنانے کا مدعی بن بیٹھے یا الہام نازل کرنے کا۔ جیسا کہ بہاء اللہ وغیرہ نے کیا تو وہ عدل کو توڑتا ہے۔ اگر انسان خدا تعالےٰ کے ساتھ عدل کرے تو شرک، کفر اور نافرمانی سب مٹ جائیں۔

عدل سے بڑھ کر دوسرا درجہ احسان بتایا ہے احسان کا مفہوم یہ ہے کہ یہ نہ دیکھنا چاہئے کہ دوسرا ہم سے کیا سلوک کرتا ہے بلکہ اگر وہ برا سلوک کرتا ہو تب بھی ہم اس کے ساتھ اچھا ہی سلوک کریں۔ یہ مقام پہلے مقام سے بڑا ہے اور عفو، درگذر، غرباء کی مدد، صدقہ و خیرات اور قومی خدمات وغیرہ نیکیاں سب اس کے اندر شامل ہیں۔

علوم کی ترقی و تدوین کے لئے کوشش کرنا بھی اس کے اندر آجاتا ہے کیونکہ ان کے نتیجہ میں اپنوں اور بیگانوں کو جسمانی اور روحانی فائدہ اور آرام پہنچتا ہے۔

تیسرا مقام ایتاء ذی القربیٰ کا بتایا ہے جس کے معنے "رشتہ داروں کو دینا یا رشتہ داروں کا دینا ہے"۔ اور مطلب آیت کا یہ ہے کہ بنی نوع انسان سے ایسا سلوک کرو جیسا کہ ایک رشتہ دار دوسرے رشتہ دار سے سلوک کیا کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے عدل کے معنی

اس سلوک سے احسان کا سلوک مراد نہیں کیونکہ احسان کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ اس سلوک سے وہ سلوک مراد ہے جو محبت طبعی کی وجہ سے مبادلہ کے خیال کے بغیر کیا جاتا ہے۔ احسان کرتے وقت تو انسان کو یہ خیال ہوتا ہے کہ فلاں شخص نے مجھ سے اچھا سلوک کیا ہے میں اس سے بہتر بدلہ دوں تا میری نیک نامی ہو یا گنہگار کی خطا معاف کرتے ہوئے یہ خیال آتا ہے کہ میں اس سے حسن سلوک کروں گا تا اس کے دل سے بغض نکل جائے گا اور یہ میرا دوست بن کر میری تقویت کا موجب ہوگا۔ لیکن ماں جو اپنے بچہ سے محبت کرتی ہے اور اس کے لئے قربانی کرتی ہے اس میں ذرہ بھر بھی بدلہ کی خواہش نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کی محبت کی بنیاد اس کی اپنی ہی قربانی پر ہوتی ہے۔ ایک عورت کے ہاں جب اولاد نہیں ہوتی تو اس کے دل میں یہ خیال نہیں پیدا ہوتا کہ میرا لڑکا ہوتا تو وہ میری خدمت کرتا۔ بلکہ اُسے اولاد کی خواہش اس جذبہ کے ساتھ ہوتی ہے کہ میں اُسے پالتی، اس کی خدمت کرتی، اُسے کپڑے پہناتی، اُسے بیاہتی، اس کے بچوں کو کھلاتی۔ غرض اولاد کی خواہش کے وقت ماں کے دل میں خدمت لینے کا ادنےٰ سے ادنےٰ احساس بھی نہیں ہوتا۔ بلکہ اس خواہش کا موجب اولاد کی خدمت کرنے کا شوق ہوتا ہے۔ یہی وہ نیکی کا جذبہ ہے جو انسان کے لئے سب سے بڑی نیکی ہے اور جس کے حصول کے بعد انسان کا اخلاقی وجود مکمل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ احسان کا مقام حاصل کرنے کے بعد جبکہ تم کو لینے سے زیادہ دینے کی خواہش ہوتی ہے تو وہ مقام نیکی کا بھی حاصل کرو کہ سب بنی نوع انسان تمہیں اپنے بچے نظر آنے لگیں اور ان کی خدمت کا بیشمار تمہارے دل میں اس طرح موجزن ہو جائے جس طرح ایک ماں کے دل میں اپنے بچہ کی محبت جوش مارتی رہتی ہے۔

ماں کی محبت بے نفس ہوتی ہے

ایتاء ذی القربیٰ کا مدعا

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

یہ تعلیم جو اوپر بیان ہوئی ہے اس میں اثباتی تعلیم کا ذکر کیا گیا ہے اور نہایت مختصر الفاظ میں اخلاق فاضلہ کے سب پہلوؤں کو بیان کر دیا گیا ہے۔ اس موقعہ پر یہ امر بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حق تو عدل ہی پر ختم ہو جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی شخص احسان یا ایتاء ذی القربیٰ کا معاملہ نہیں کر سکتا۔ مگر بندوں کے ساتھ سلوک کا حکم عدل میں بھی ہے اور پھر احسان و ایتاء ذی القربیٰ میں بھی ہے بلکہ پچھلے دو مقامات میں تو خالص بندوں ہی کے ساتھ تعلقات سلوک مراد ہیں۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ خدا تعالیٰ تک پہنچنے اور اس کی مرضی کو پانے کے لئے بندوں سے سلوک ضروری ہے۔ گویا احسان اور ایتاء ذی القربیٰ قرب الٰہی کی دو سیڑھیاں ہیں۔

احسان اور ایتاء ذی القربیٰ قرب الٰہی کی دو سیڑھیاں ہیں۔

کامل تعلیم کے لئے تمام فطرتوں کا لحاظ ضروری ہوتا ہے

اس اثباتی تعلیم کے بعد نفی کے پہلو کو لیا گیا ہے اور اس میں بھی تین ہی باتوں سے روکا گیا ہے۔ سب سے پہلے فحشاء سے روکا ہے اور فحشاء کا لفظ جب منکر کے مقابل میں آئے تو اس سے مراد صرف وہ بدی ہوتی ہے جس کا علم صرف اس کے مرتکب کو ہو، دوسرے کو نہ ہو۔ اس کے بعد منکر سے روکا ہے۔ منکر سے مراد وہ بدی ہے جو لوگوں کو نظر آتی ہو اور وہ اُسے بُرا محسوس کرتے ہوں اگرچہ اس کا اثر باقی لوگوں کے حقوق پر عملاً بہت کم پڑتا ہو۔ مثلاً گالیاں دینا جھوٹ بولنا وغیرہ یہ سب منکر میں شامل ہیں۔ پس منکر سے اس لئے منع فرمایا کہ اس سے لوگوں کو ذہنی تکلیف پہنچتی ہے۔

فحشاء سے روکا

قرآنی تقسیم کی کمال تقسیم ہے

تیسری بات جس سے روکا ہے وہ بغی ہے۔ یعنی کسی کا حق مار لینا۔ یہ بدی نہ صرف لوگوں کو محسوس ہی ہوتی ہے بلکہ اس سے لوگوں کو نقصان بھی پہنچتا ہے۔

دنیا کی تمام بدیاں فحشاء منکر اور بغی میں آجاتی ہیں

دنیا میں جس قدر بدیاں پائی جاتی ہیں خواہ وہ کسی قسم کی ہی کیوں نہ ہوں ان تینوں اقسام میں آجاتی ہیں یا تو بدی ایسی مخفی ہوتی ہے کہ لوگوں کی نظر سے پوشیدہ رہتی ہے یا ایسی ہوتی ہے کہ دوسرے لوگوں کو بھی اس کا علم ہو جاتا ہے اور انہیں اس سے ذہنی تکلیف پہنچتی ہے اور یا پھر وہ بدی ایسی سخت ہوتی ہے کہ اگر بعض کو اس سے ذہنی تکلیف پہنچتی ہے تو بعض دوسروں کے حقوق اس فعل کی وجہ سے تلف ہو جاتے ہیں۔ ان سب قسم کی بدیوں سے بچنے کا اس آیت میں حکم دیا گیا ہے۔

میں نے اوپر بتایا تھا کہ کامل تعلیم کے لئے جو سب ضرورتوں پر حاوی ہو یہ بھی ضروری ہے کہ اس میں تمام فطرتوں کا لحاظ رکھا گیا ہو۔

اس آیت میں جو تعلیم دی گئی ہے اس میں وہ بات بھی موجود ہے کیونکہ دنیا میں بعض انسان ایسے ہوتے ہیں جو فحشاء میں مبتلا ہوتے ہیں لیکن ظلم کرنا ہرگز پسند نہیں کرتے اور اسی طرح کئی ایسے بھی ہوتے ہیں جو ظلم کر کے دوسروں کا مال تو لے لیتے ہیں مگر جھوٹ سے ان کو نفرت ہوتی ہے اور وہ کسی کا حق مارنا بھی پسند نہیں کرتے مگر شریعت کی بیان کردہ وہ بدیاں جو انسان کی ذات سے تعلق رکھتی ہیں یعنی دل میں کسی کا کینہ رکھنا یا عیب جوئی کرنا یا چغلی کرنا وغیرہ۔ وہ ان میں مبتلا ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے تین جامع الفاظ رکھ کر ہر قسم کی بدیوں کو اور سب طبائع کی بدیوں کو شامل کر دیا ہے۔ اور ایسا ہی نیکیوں کے ذکر میں بھی ہر قسم کے میلان والوں کو جمع کر دیا ہے۔ عدل کو بھی اور احسان کو بھی اور بلا معاوضہ خدمت کرنے کی طاقت کو بھی۔ اس کے علاوہ ان مختصر سے الفاظ میں یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ بدی سے بچنے اور نیکی کے اختیار کرنے کا راستہ کون سا ہے۔ چنانچہ نیکیاں گناتے ہوئے نیکی کے نچلے درجے کو پہلے بیان فرمایا ہے پھر اس کے اوپر کے درجہ کو پھر اُس کے اوپر کے درجہ کو۔ اسی طرح بدیوں کے ذکر کو سب سے پہلے نچلے درجہ کی بدی سے شروع کیا ہے پھر اس سے اوپر کی بدی بیان کی ہے اور پھر اس سے اوپر کی اور اسی طرح انسان کو نیکیوں کے حصول اور بدیوں سے بچنے کا طبعی طریقہ بھی بتا دیا ہے۔ اور وہ یہ کہ جو انسان نیکی کے حصول کے لئے کوشش کرنی چاہے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اُسے پہلے عدل کا مقام اپنے اندر پیدا کرنا چاہیئے پھر احسان کا پھر ایتاء ذی القربیٰ کا۔ اسی طرح جو بدیوں سے بچنا چاہے اُسے پہلے بغی سے بچنا چاہیئے پھر منکر سے بچنے کے قابل ہو سکے گا اور پھر منکر سے بچنے کی جدوجہد کرنی چاہیئے پھر کہیں جا کر وہ فحشاء سے بچنے کے قابل ہوگا۔ اس کے برخلاف اس ترتیب سے اس امر کی طرف بھی رہنمائی کی گئی ہے کہ نیکیوں میں تنزل کی سیڑھی کون سی ہے۔ جو انسان ایتاء ذی القربیٰ کے مقام پر ہے اُسے اس پر مضبوطی سے قائم ہونا چاہیئے ورنہ گر کر احسان کے مقام پر آ جائے گا اور احسان پر جو کھڑا ہے اُسے اپنے مقام کا خیال رکھنا چاہیئے ورنہ عدل کے مقام پر آ گرے گا۔ اسی طرح اس پر خوش نہ ہونا چاہیئے کہ مجھ میں صرف فحشاء پائی جاتی ہیں کیونکہ جو فحشاء کا مرتکب ہوتا ہے منکر کا ارتکاب اس کے لئے آسان ہو جاتا ہے اور پھر بغی کا۔

غرض اس بیان میں ترتیب کو مدنظر رکھ کر انسانی ذہن کو اس طرف منتقل کیا ہے کہ نیکی کرنے میں سب سے چھوٹی نیکی پہلے حاصل ہوتی ہے اور بدی کو ترک کرتے ہوئے سب سے بڑی بدی کو پہلے چھوڑا جاتا ہے۔ اس جدوجہد کی مثال سیڑھی کی ہے جو انسان نیکی کی عمارت پر چڑھنا چاہے وہ سب سے پہلے نچلے زینہ پر قدم رکھے گا اور پھر ایک ترتیب سے ترقی کرتا ہوا اوپر تک چڑھ جائے گا۔ اور جو شخص بدیوں کے مکان پر چڑھ چکا ہے اور نیچے اُترنا چاہتا ہے اُسے سب سے پہلا قدم اوپر کے زینہ پر رکھنا ہوگا۔ اور پھر وہ تدریجاً نیچے آتا جائے گا۔

میں نے اوپر ذکر کیا تھا کہ تیسری خوبی جس کا مکمل تعلیم میں پایا جانا ضروری ہے یہ ہے کہ اس پر عمل کرنا سب انسانوں کے لئے ممکن ہو۔ یہ خوبی بھی مذکورہ بالا تعلیم میں پائی جاتی ہے۔ جہاں یہ تعلیم نہایت اعلیٰ درجہ کی ہے وہاں اس پر عمل بھی ہر درجہ اور طبقہ کے آدمیوں کے لئے ممکن ہے۔ وہ نہ تو ادنیٰ اخلاق کی تعلیم دے کر خاموش ہو جاتی ہے کہ اعلیٰ ترقیات کے خواہشمند اس سے تسلی نہ پا سکیں اور نہ اعلیٰ اخلاق کے بیان پر بس کر دیتی ہے کہ کمزور انسان نیکی سے محروم رہ جائیں۔ بلکہ وہ نیکی اور بدی کے تمام مدارج کو بیان کرتی ہے تاکہ بدوں کو بدی چھڑانے میں مدد دے اور نیکوں کی نیکی کے حصول میں اعانت کرے۔ ایک بدی میں ڈوبے ہوئے انسان کو یہ کہنا کہ تو ایسا نیک ہو جا کہ سب دنیا کا سہارا تو ہی ہو اور تو سب کے لئے بمنزلہ ماں کے ہو جا۔ ایسا ہی بے فائدہ ہوگا جیسے ایک الف۔ ب پڑھنے والے کو ایم۔اے کا کورس شروع کرا دینا۔ اسی طرح ایک اعلیٰ درجہ کے نیک آدمی کو یہ کہنا کہ دیکھو بغاوت اور سرکشی نہ کرو اور ظلم نہ کرو بالکل فضول بات ہوگی۔ جو شرارت میں بڑھا ہوا ہو اس سے پہلے بڑی بدیاں چھڑوائی جائیں تبھی اصلاح ممکن ہے۔ اور جو نیکی میں ترقی کر رہا ہو اُسے صرف باریک گناہوں سے ہوشیار رہنے کی تلقین کرنا کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔ کیونکہ بدی کی عام راہوں کو تو وہ پہلے ہی چھوڑ چکا ہے۔ اور یہ سب خوبیاں اوپر کی تعلیم میں موجود ہیں۔ وہ بڑی نیکی کی راہیں بھی بتاتی ہے اور چھوٹی نیکی کی بھی۔ اور بڑی بدیوں سے بھی بچاتی ہے اور چھوٹیوں سے بھی۔ اور ہر شخص خواہ کسی درجہ کا ہو اس کو سمجھ سکتا ہے اور اس پر عمل بھی کر سکتا ہے۔

یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اس آیت میں تین درجے بدی کے اور تین درجے نیکی کے بیان فرمائے گئے ہیں۔ چونکہ نیچر میں ہمیں یہ قانون رائج معلوم ہوتا ہے کہ تکمیل سے پہلے ہر شے کو چھ مدارج طے کرنے پڑتے ہیں۔ اس آیت میں گویا روحانی تکمیل کا سب نصاب بیان کر دیا گیا ہے جسے پڑھ کر انسان ساتھ ہی یہ بھی سمجھ لیتا ہے کہ کمال کا مقام حاصل کر سکتا ہے۔ جو بدیوں میں ڈوبے ہوئے لوگ ہیں انہیں پہلی جدوجہد بغی سے بچنے کے لئے کرنی پڑتی ہے۔ اس دلدل سے نکلتا ہے تو منکر کا کیچڑ آ جاتا ہے اور جب منکر کے کیچڑ سے نکلتا ہے تو فحشاء کے گرد و غبار میں پھنس جاتا ہے۔ جب اس سے نجات پاتا ہے تو عدل کے مرغزار کی حد شروع ہو جاتی ہے۔

نیکی کے حصول اور بدی سے بچنے کا طبعی طریق

نیکی کر نیکے نے سب سے پہلے چھوٹی بدی کو پھر بڑی کو چھوڑنا چاہیئے

اسلامی تعلیم ہر درجہ کے آدمی عمل کر سکتے ہیں

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اُسے قطع کر لیتا ہے تو احسان کا جذبہ آجاتا ہے۔ اسے طے کر لیتا ہے تو اِیتاءِ ذی القربیٰ کا چشموں والا باغ آجاتا ہے اور اس کے آگے جنت ہی جنت ہے۔ اسی مناسبت سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے۔ اس آیت میں بھی ایتاءِ ذی القربیٰ کو جو ماں کے سے سلوک پر دلالت کرتا ہے تکمیل کا آخری اور جنت سے پہلا مقام بتایا گیا ہے۔ اور جنت کا مقام ذاکر کا ہے جو خدا تعالیٰ میں محو ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ اس کے دل میں ڈیرا جما لیتا ہے اور محب اور محبوب دائمی اور نہ ٹوٹنے والے رشتہ میں پروئے جاتے ہیں۔

بدی سے نیکی کی طرف آنے کے مدارج

یہ آیت ہر جمعہ میں خطبہ کے دوسرے حصہ میں پڑھی جاتی ہے اور یہ رواج حضرت عمر بن عبدالعزیز اموی خلیفہ کے عمل سے شروع ہوا ہے۔ اس امر سے ظاہر ہے کہ مسلمان ابتداء ہی سے اس آیت کی اہمیت کو سمجھتے رہے ہیں۔ عیسائی اس آیت پر بہت چڑتے ہیں اور وَیری نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ مسلمان اس تعلیم کو اعلیٰ اعلیٰ کہہ کر پیش کرتے ہیں وہ ہمارے مسیح کی تعلیم سے تو اس کا مقابلہ کریں جو متی باب ۲۲۔ ۳۷۔ ۳۹ میں بیان ہے جہاں لکھا ہے: "خداوند اپنے خدا سے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری عقل سے محبت رکھ۔ بڑا اور پہلا حکم یہی ہے اور دوسرا اس کی مانند یہ ہے کہ اپنے پڑوسی سے اپنے برابر محبت رکھ۔" حالانکہ مسیح کی اس تعلیم پر عیسائیوں کا فخر بالکل بے جا اور فضول ہے۔ قرآن مجید کی تعلیم کے مقابلہ میں اس تعلیم کو پہلے قدم کی سی حیثیت حاصل ہے۔

اس آیت کی اہمیت ابتداء اسلام سے ہی مسلّم ہے۔

بے شک مسیح نے کہا کہ "خدا سے اپنے سارے دل اور ساری جان اور ساری عقل سے محبت رکھ۔" مگر سوال یہ ہے کہ دل کس نے دیا؟ جان کس نے دی؟ عقل کس نے عطا فرمائی؟ اللہ نے۔ پس ان کے ساتھ جو بھی محبت کی جائیگی وہ عدل کے مقام سے اوپر نہیں جا سکتی ہاں عدل کا لفظ اس فقرہ سے بہت زیادہ وسیع ہے کیونکہ ان چیزوں کے علاوہ اور بھی چیزیں ہیں جن کی قربانی ضروری ہوتی ہے مثلاً احساسات و جذبات۔ جب تک انسان اپنی ہر ایک خواہش ہر ایک ارادہ اور دنیا کی ہر چیز سے بڑھ کر خدا سے محبت نہ کریگا تو وہ عدل کرنے والا نہیں کہلا سکتا۔ بے شک ساری جان سے محبت کرنا اچھی بات ہے مگر کئی لوگ ہیں جو اپنی جان سے بڑھ کر اپنی اولاد سے زیادہ محبت کرتے ہیں اور کئی ایسی طبائع ہیں جو اپنے دل اور اپنی جان کی نسبت مال سے زیادہ پیار کرتے ہیں۔ اور کئی اس فطرت کے ہوتے ہیں جو اپنی عزت و ناموس کی خاطر اپنی جان تک قربان کر دینے سے دریغ نہیں کرتے۔ تو خالی ساری جان، سارے دل اور ساری عقل کے لفظ کے اندر ہر قسم کی قربانی اور خدا تعالیٰ سے کامل محبت جس کو عدل کا لفظ ظاہر کرتا ہے نہیں آسکتی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دوسری جگہ مختلف قسم کے جذبات کو یوں بیان فرمایا ہے۔

" قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ِۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ ۭ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ " (توبہ ع ۳)

کہہ دے کہ اگر تمہیں اپنے آباؤ اجداد یا اپنی اولاد یا اپنے بھائی یا اپنی بیویاں یا اپنی قوم اور قبیلہ یا اپنے اموال اور تجارتیں خدا اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد سے پیاری ہیں تو تم وہ چیز نہیں ہو جو قبول کئے جانے کے لائق ہو پس انتظار کرو یہاں تک کہ خدا تعالیٰ کا فیصلہ آجائے۔ اللہ تعالیٰ فاسق قوم کو کبھی کامیاب نہیں کرتا۔

دیکھو اس میں ہر قسم کے انسانوں کے لئے خدا تعالیٰ سے محبت کا معیار بتا دیا ہے۔ بعض لوگ جن میں احسان کی قدر کا مادہ زیادہ ہوتا ہے انہیں اپنے ماں باپ سے زیادہ محبت ہوتی ہے۔ قرآن مجید نے ان لوگوں کے لئے فرمایا کہ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ اگر تم خدا کے مقابلہ میں اپنے آباء سے

عیسائیت کی تعلیم کا مقابلہ اسلامی تعلیم سے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

زیادہ محبت کرتے ہو تو تم ابھی تک مومن نہیں۔

بعض لوگوں کے اندر بقائے نسل کا تقاضا بہت نمایاں ہوتا ہے اور وہ اپنی اولاد کو سب سے زیادہ پیار کرتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے "ابناء کم" کا لفظ فرما کر اس طرف اشارہ فرمایا کہ جب تک تم اپنی اولاد سے بھی بڑھ کر خدا سے محبت نہ کرو گے اس وقت تک تمہارا ایمان قبولیت کے مقام پر نہیں پہنچ سکتا۔

پھر کئی لوگوں کو جتھا سب سے پیارا لگتا ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے "اخوانکم" کا لفظ رکھ کر فرمایا کہ جب تک تم اپنے بھائیوں سے بھی زیادہ خدا تعالیٰ سے محبت نہ کرو تم اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل نہیں کر سکتے۔

کئی ایسے ہوتے ہیں کہ جن پر شہوت کا غلبہ ہوتا ہے اور انہیں اپنی بیویاں دنیا میں سب سے زیادہ پیاری ہوتی ہیں ایسے لوگوں کے لئے "ازواجکم" کا لفظ رکھا گیا اور بتایا گیا کہ اس صورت میں جب تک تم اپنی بیویوں کی محبت کو اللہ تعالیٰ کی محبت کے تابع نہ کرو گے تم اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل نہیں کر سکتے۔

بعض لوگ اپنے قبیلے اور خاندان کو سب چیزوں پر ترجیح دیتے ہیں ان کے لئے "عشیرتکم" کا لفظ فرما کر توجہ دلائی کہ جب تک اللہ تعالیٰ کو اپنے قبیلہ سے بھی زیادہ نہ چاہو گے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل نہیں کر سکتے۔

بعض ایسے بخیل ہوتے ہیں کہ جنہیں روپیہ اپنی اولاد اور جان سے زیادہ عزیز ہوتا ہے۔ میسیوں ایسے لوگ دیکھے گئے ہیں جنہوں نے باوجود مالدار ہونے کے اپنی اولاد کے لئے کوئی دوائی تک منگا کر نہ دی اور وہ ان کے سامنے تڑپ تڑپ کر مر گئی۔ تو ایسے لوگوں کے لئے فرمایا کہ اپنے اموال کو بھی خدا تعالیٰ کی محبت پر مقدم نہ رکھو ورنہ کبھی نیکی کا اعلیٰ مقام نہ پا سکو گے۔

بعض لوگ اس طبیعت کے ہوتے ہیں کہ وہ اپنے ملک اور وطن کی خدمت کو اپنی ہر ایک چیز پر مقدم سمجھتے ہیں اور ان کا نعرہ ہی حب الوطن من الایمان ہوا کرتا ہے۔

فطرت انسانی کی محبوب ترین چیز کی تفصیل

جیسا کہ ہمارے ملک میں ہجرت کے زمانہ میں ہزاروں لوگ اپنی اولاد۔ جائداد اور اموال چھوڑ کر ملک کی محبت کے نام پر ملک بدر ہو گئے۔ ایسے لوگوں کے لئے فرمایا کہ اگر تمہیں اپنے وطن اور گھر خدا سے زیادہ پیارے ہیں تو تم ابھی مومن نہیں ہو۔

قرآن کریم نے عدل کی یہ مختصر سی تشریح فرمائی ہے اب اس تعریف کے مقابلہ میں "سارے دل ساری عقل اور ساری جان" والی بات کیا حقیقت رکھتی ہے؟

متی کے اس حکم کا دوسرا حصہ یہ ہے "دوسرا اس کی مانند یہ ہے کہ اپنے پڑوسی سے اپنے برابر محبت رکھ"۔ اول تو یہی خلاف عقل ہے کہ اس حکم کو پہلے کی مانند قرار دیا جائے بے شک یہ ضروری حکم ہے مگر اسے پہلے حکم کی مانند قرار نہیں دیا جا سکتا۔ خدا تعالیٰ بہر حال مقدم ہے۔ ماننے کا تو یہ مطلب ہے کہ اگر کبھی خدا تعالیٰ کا حکم اور پڑوسی کی خواہش ٹکرا جائیں تو ہم ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائیں اور کہیں کہ چونکہ پہلو برابر ہیں یہ بھی ویسا ہی پیارا ہے اور وہ بھی۔ ایک کو دوسرے پر کس طرح ترجیح دی جائے۔

عیسائیت کی تعلیم کا مبالغہ صفت عدل سے بڑھ کر نہیں۔

اور پھر یہ حکم بھی عدل سے اوپر نہیں جاتا۔ کیونکہ اس میں ہر شخص کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے پڑوسی سے اپنے جیسی محبت کرے۔ تو گویا یہ وہ پہلا مقام ہے جس کو اسلام نے عدل قرار دیا ہے یا زیادہ سے زیادہ احسان کا مقام ہے۔ مگر اسلام اس مقام سے انسان کو اوپر لے جاتا ہے اور فرماتا ہے کہ نہ صرف تم عدل کرو اور نہ صرف احسان کرو بلکہ تم بنی نوع انسان سے ایسا سلوک کرو جس میں کسی قسم کی ریاء یا بدلے کی خواہش کا شائبہ بھی نہ ہو۔ جس طرح ماں اپنے بچہ سے محبت کرتی ہے وہ اُسے اپنے برابر نہیں چاہتی بلکہ اپنے آپ کو اس کے آرام کے لئے قربان کر دیتی ہے۔

اس کے علاوہ قرآن کریم نے اس آیت میں نیکی اور بدی کے جو مدارج بیان فرمائے ہیں اور پھر جو ان کی ترتیب بیان فرما کر ان سے بچنے کی راہنمائی کی ہے وہ انجیل میں کہاں؟ پھر قرآن مجید نے اس حکم میں مختلف فطرتوں کا لحاظ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بَعْدَ تَوْكِيدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ

انہیں پختہ کرنے کے بعد جب کہ تم نے اللہ (تعالےٰ) کو (اس کی قسم کھا کر) اپنا ضامن بنالیا

كَفِيلًا ۚ إِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ۝ وَلَا تَكُونُوا

ہے مت توڑو۔ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ (تعالےٰ) اُسے) یقیناً جانتا ہے۔ ۹۲ اور تم اس ڈر سے کہ کوئی قوم

رکھتے ہوئے ایک جامع تعلیم دی ہے۔ مگر انجیل میں ان سب باتوں کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ پس قرآن کریم کی تعلیم ہی جامع۔ کامل۔ قابلِ عمل اور اعلیٰ ہے ؛

عہد اللہ سے مراد اسلام قبول کرنے کے بعد کفیل

۹۲ حل لغات۔ كَفِيلٌ: كَفَلَ الرَّجُلَ والصغيرَ (كفلاً وكفالةً) عالهُ وانفقَ عليه وقامَ به۔ کسی کی پرورش کی اور اس کے اخراجات کو اٹھایا۔ اس سے اسم فاعل کافِلٌ ہے۔ كفل بالمالِ (كفلا وكفولا) ضَمِنَهُ۔ کسی مال کا ضامن ہوا۔ اور اس سے صیغہ صفت کفیل آتا ہے کفیل کے معنے ضامن کے ہیں۔ کافل اور کفیل ایک ہی معنے رکھتے ہیں۔ نیز لفظ کفیل مذکر و مؤنث دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے کہتے ہیں۔ رجلٌ كفيلٌ۔ وامرأةٌ كفيلٌ۔ اور لیث نے کفیل اور کافل کے درمیان فرق کیا ہے۔ کہتا ہے۔ کہ کفیل ضامن کو کہتے ہیں اور کافل وہ شخص ہوتا ہے جو کسی کے اخراجات برداشت کرتا ہے (اقرب)

تفسیر:۔ بِعَهْدِ اللّٰهِ ۔ عہد اللہ سے کیا مراد ہے۔ اس کی تشریح دوسری جگہ قرآن شریف میں آئی ہے (۱) اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

عہد اللہ کی تشریح

"إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ فَمَنْ نَكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا" (الفتح ع ۱) وہ لوگ جو تیری بیعت کرتے ہیں وہ یقیناً اللہ کی بیعت کرتے ہیں اور اللہ کی مدد ان کے ساتھ ہوتی ہے۔ پھر جو شخص اس بیعت کو توڑ دیتا ہے وہ اپنے نفس کا نقصان کرتا ہے اور جو اس "عہد اللہ" کو پورا کرتا ہے تو اس کو خدا تعالیٰ اجرِ عظیم دے گا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ "عہد اللہ" سے مراد اسلام ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں آپ کی بیعت مراد ہوتی تھی اور آپ کے بعد اسلام میں داخل ہونا۔

(۲) اللہ تعالےٰ کفار کا قول نقل کرتے ہوئے فرماتا ہے وَقَالَتْ طَّائِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمِنُوا بِالَّذِي أُنْزِلَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوا آخِرَهُ (آل عمران ع ۹) کہ کفار کہا کرتے تھے کہ تم صبح کے وقت مسلمان بن جاؤ اور شام کو مرتد ہو جانا۔ اسی تسلسل کے ضمن میں چند آیات کے بعد فرماتا ہے بَلَىٰ مَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ وَاتَّقَىٰ فَإِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ۔ إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (آل عمران ع ۹) یوں نہیں جو تم کہتے ہو بلکہ بات یوں ہے کہ جو اپنے عہد کو پورا کرے اور تقویٰ سے کام لے تو (اس کا انجام اچھا ہوگا کیونکہ) اللہ متقیوں سے پیار کرتا ہے۔ جو لوگ اللہ تعالےٰ کے عہد اور اپنی قسموں کے بدلہ میں دنیوی فوائد اٹھاتے ہیں یقیناً ان کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے کلام نہ کرے گا اور نہ قیامت کے دن ان کی طرف (محبت سے) دیکھے گا۔ اور نہ انہیں پاک قرار دیگا۔ اور انہیں دردناک عذاب ملے گا۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا ؕ

ایسی (نہ) ہو جائے جو (کسی) دوسری قوم سے زیادہ طاقتور ہو اپنی قسموں کو آپس میں دھوکا کرنے کا ذریعہ

تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَيْنَكُمْ اَنْ تَكُوْنَ

بناتے ہوئے اس عورت کی طرح مت۔ جو جس نے اپنا دھاگا محنت سے کاتا ہو) سوت (اس کے) مضبوط ہو چکنے

ان آیات سے بھی ظاہر ہے کہ "عہد اللہ" سے مراد اسلام قبول کرنا ہے۔

(۳) پھر فرمایا ہے وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْئُوْلًا۔ فرمایا کہ ان لوگوں نے لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ کا عہد کیا تھا مگر اسے پورا نہ کیا اور اللہ تعالیٰ سے جو عہد کئے جاتے ہیں ان کے توڑنے پر ضرور پرسش ہوتی ہے۔ لیکن جب ہم قرآن کریم میں دیکھتے کہ ان کا یہ عہد کہاں مذکور ہے تو منافقوں کی طرف سے اس کا ذکر قرآن کریم میں کہیں نہیں ملتا۔ ہاں اللہ تعالیٰ کا حکم ملتا ہے۔ چنانچہ سورۃ انفال میں ہے۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ (انفال ع ۲) کہ اے مومنو جب کفار سے تمہارا مقابلہ ایسی حالت میں ہو کہ تم مل کر حملہ کرنے لگے ہو تو کبھی پیٹھ نہ پھیرا کرو۔ یہ اللہ تعالیٰ کا اپنا حکم ہے منافقوں کا کوئی ایسا عہد قرآن و حدیث میں مذکور نہیں۔ پس معلوم ہوا کہ "عہد اللہ" سے مراد وہی بیعت والا عہد تھا جس میں سب نیک باتوں کے ماننے کا عہد کیا گیا تھا۔ اور سب احکام الٰہی اس میں شامل تھے۔ چنانچہ سورۃ توبہ میں اس عہد کی تشریح یوں کی گئی ہے اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۔ (توبہ ع ۱۴) کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی جانیں اور ان کے اموال اس وعدہ کے مقابل کہ انہیں جنت ملے گی خرید لئے ہیں۔ چنانچہ اس سودے کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے دین کے لئے جنگ کرتے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں کبھی تو وہ دشمن کو قتل کر دیتے ہیں کبھی خود مارے جاتے ہیں یہ جنت دینے کا وعدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک پکا وعدہ ہے جو تورات و انجیل اور قرآن سب میں بیان ہوا ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے عہد کر کے اُسے پورا کرتے ہوں ہم انہیں کہتے ہیں کہ اس نفع مند بیع پر جو تم نے کی ہے خوشی مناؤ اور یہ بیع ایک بہت بڑی کامیابی ہے۔

غرض قرآن مجید سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ "عہد اللہ" سے مراد اسلام ہی ہے اور اذا عاھدتم کے معنے یہی ہیں کہ جب تم مسلمان ہوئے ہو تو اسلام کی تعلیم پر پورے طور سے عمل کرو۔ چونکہ اسلام کی تعلیم کا خلاصہ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ والی آیت میں بتایا گیا تھا اس لئے اس کے بیان کرنے کے بعد اس آیت میں یہ تاکید کی گئی ہے کہ اب تم لوگ اس تعلیم کے مطابق عملدرآمد کرو۔

اس آیت کے پہلے حصہ میں یہ بتایا ہے کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ تم جو عہد کرتے ہو اس کو بھی پورا کرو۔ اور جو تمہارے آپس میں معاہدات ہوتے ہیں اُن کو بھی مت توڑو۔ یعنی جب تم خدا تعالیٰ کو ضامن

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

أُمَّةٌ هِيَ أَرْبَىٰ مِنْ أُمَّةٍ ۚ إِنَّمَا يَبْلُوكُمُ اللَّهُ بِهِ ۚ

کے بعد توڑ کر پارہ پارہ کر دیا تھا اس (ذریعہ) سے اللہ (تعالیٰ عنقریب) تمہارا امتحان لے گا

وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَا كُنْتُمْ فِيهِ

اور جس بات کے متعلق تم آپس میں اختلاف کرتے رہے ہو گے اس (کی حقیقت) کو وہ قیامت کے دن ضرور تمہارے

تَخْتَلِفُونَ ۝ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً

سامنے کھول (کر رکھ) دیگا ۹۳ اور اگر اللہ (تعالیٰ) اپنی (ہی) مشیت نافذ کرتا تو وہ تم (سب) کو ایک ہی جماعت بنا تا۔ لیکن

کر کے کسی انسان سے معاہدہ کرو۔ تو اسی کو ضرور پورا کرو۔ کیونکہ تم خدا تعالیٰ کو ضامن مقرر کر چکے ہو۔ پس خدا کا نام لیکر کئے ہوئے معاہدہ کو اگر تم توڑو گے تو گویا خدا تعالیٰ کو بدنام کرنے والے ہو گے۔ اور خدا تعالیٰ کو غیرت آئے گی اور اُسے تمہیں سزا دینی پڑے گی۔

اس آیت میں پھر اسی مضمون کو قائم رکھا گیا ہے جو پہلی آیت میں بیان ہوا تھا۔ یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کو پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ گویا اسلام اور عہد الٰہی اللہ تعالیٰ اور بندوں کے صحیح تعلق پیدا کرنے کے دو نام ہیں۔

یہاں جو یہ فرمایا کہ اس عہد کو پورا کرو جس میں تم نے اللہ تعالیٰ کو ضامن مقرر کیا ہوا اس کا یہ مطلب نہیں کہ دوسرے عہد پورے نہ کرو تو کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ خدائی عہد میں سچ بولنا شامل ہے۔ بلکہ ان الفاظ سے اس مضمون کی طرف اشارہ کیا ہے کہ انہی عہدوں کی پابندی انسان پر فرض ہے کہ جن کا ضامن اللہ تعالیٰ ہو۔ جن عہدوں کا ضامن اللہ تعالیٰ نہ ہو ان کا پورا کرنا غیر ضروری ہی نہیں بلکہ گناہ ہے۔ مطلب یہ کہ ہر وہ عہد جو انصاف اور سچائی پر مبنی ہو اس کا اللہ تعالیٰ ضامن ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ ہر مومن سے سچائی کا عہد لے چکا ہے اور جو شخص اس عہد کے بعد کسی انسان سے کسی جائز امر کا اقرار کرتا ہے وہ اس عہد کے ساتھ گویا خدا تعالیٰ سے بھی ایک عہد باندھتا ہے اور خدا تعالیٰ اس عہد کا ضامن ہو جاتا ہے۔ لیکن جو عہد کسی ناپاک امر یا ظلم کے متعلق ہو اس کا پورا کرنا ضروری نہیں۔ بلکہ گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس عہد کا ضامن نہیں۔ کیونکہ وہ گناہ اور ناپاکی کے لئے ضامن نہیں ہوتا۔ غرض اللہ تعالیٰ کے ضامن ہونے سے اس طرف اشارہ نہیں کیا کہ جن عہدوں پر قسم کھاؤ صرف انہیں پورا کرو۔ بلکہ اس مضمون کی طرف اشارہ کیا ہے کہ سب وہ عہد جو عدل، احسان اور ایتاء ذی القربیٰ کے مطابق ہوں انہیں پورا کرو اور وہ عہد جن میں فحشاء، منکر اور بغی کا رنگ پایا جاتا ہو انہیں پورا نہ کرو۔ سان کے بارہ میں تم سے کوئی سوال نہ ہو گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کا ضامن نہیں۔ بلکہ اُن سے منع کرتا ہے۔ مذکورہ بالا حکم میں ان لوگوں کے لئے ہدایت ہے جو اگر کسی ناجائز امر پر قسم کھا لیتے ہیں تو عہد کی پابندی کے نام سے اس پر مصر رہتے ہیں۔

حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پورا کرنیکا حکم

نقضت

غزلها

۹۳ حل لغات۔ نَقَضَتْ: نَقَضَ سے مؤنث کا صیغہ ہے۔ اور نقض البناء کے معنے ہیں ھدمہ۔ عمارت کو گرا دیا۔ نَقَضَ العظمَ: کسرہ۔ ہڈی کو توڑ دیا۔ نقض الحبل: حلّہ: رسّہ کے بل کو کھولدیا (قرب) و غزلها: غزلت المرأة القطن والصوف: مدّتہ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

وَغَزَلَتْهُ خِيطَانًا۔ عورت نے سُوت کاتا۔ الغزل مصدر ہے اور غزل سُوت کو بھی کہتے ہیں (اقرب) اَنْكَاث: نِكْثٌ کی جمع ہے۔ اور النکث کے معنے ہیں مَا نَقَضَ مِن الْاَكْسِيَةِ وَالْاَخْبِيَةِ لِيُغْزَلَ ثَانِيَةً کپڑے کا تاگے۔ اس کی جمع انکاث آتی ہے (اقرب) دَخَلًا: اَلدَّخَلُ کے معنے ہیں مَا دَخَلَكَ مِن فَسَادٍ فِي الْعَقْلِ اَوْ فِي الْجِسْمِ جسم اور عقل میں خرابی۔ الخديعة والمكر۔ دھوکا اور فریب اور آیت لَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَيْنَكُمْ میں اپنی معنوں میں آیا ہے۔ اور وہاں پر مفعول لہٗ ہے (اقرب)

اَرْبٰى: رَبَا سے اسم تفضیل ہے اور رِبَا (یرلو) المالُ کے معنے ہیں زاد ونما۔ مال زیادہ ہو گیا اور بڑھ گیا۔ اَرْبَى عليه كذا۔ یعنی کسی سے آگے بڑھ گیا (اقرب) پس اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِيَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ کے معنے ہوں گے۔ کہ ایک قوم دوسری سے زیادہ طاقتور ہے۔

يَبْلُوْكُمْ: يبلو۔ بلی سے مضارع واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے اور بَلَاهُ يَبْلُوْهُ بَلَاءً کے معنے ہیں۔ جرّبه واختبره۔ اس کا امتحان لیا (اقرب) پس يَبْلُوْكُمْ کے معنے ہونگے۔ کہ وہ تمہارا امتحان کرتا ہے۔

تفسیر:۔ اس آیت کو ایک نیا مضمون بھی قرار دیا جاسکتا ہے اور پچھلی آیت کے مضمون کا تسلسل بھی قرار دیا جاسکتا ہے۔ اگر پہلی آیت کے مضمون کو ہی جاری سمجھا جائے تو اس کے معنے یہ ہونگے کہ اَب پس کے معاہدات کو پوری طرح سے نبھاؤ۔ اگر تم ان عہدوں کو توڑو گے تو خدا تعالیٰ نے جو تمہاری مضبوط جماعت بنادی ہے وہ تباہ ہو جائیگی اور اَب پس کا اعتبار جاتا رہے گا۔

معاہدات کی پابندی قومی اتحاد کے قیام کیلئے اشد ضروری ہوتی ہے۔ کیونکہ جماعت کا قیام ایک دوسرے سے حسن سلوک پر مبنی ہوتا ہے اور حسن سلوک اسوقت تک رہتا ہے جب تک لوگ معاہدات کی پابندی کریں۔ جب لوگ معاہدات پورے نہ کریں۔ تو پہلے بددلی اور اس کے بعد بدظنی پیدا ہو جاتی ہے اور ایک شخص کے بُرے عمل کے نتیجہ میں دوسرے سینکڑوں آدمی قومی نظام کے فوائد سے محروم رہ جاتے ہیں۔ پس چاہیئے کہ انسان جسطرح بھی ہو سکے اپنے وعدوں کو پورا کرے تا کہ اعتبار قائم ہو اور لوگ برضا و رغبت ایک دوسرے کی امداد کے لئے تیار ہوں اور قوم ترقی کر سکے۔

دَخَلًا

انفرادی عہد کے علاوہ ایک قومی عہد بھی ہوتا ہے یعنی افراد ایک شخص کے ہاتھ پر قومی ترقی کے لئے عہد کرتے ہیں جس کا نام خلافت ہے۔ وہ عہد بھی اس کے اندر شامل ہے اور اس آیت میں اسکی طرف بھی اشارہ پایا جاتا ہے فرماتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے تمہاری ایک جماعت بنادی ہے اور ایک نظام قائم کر دیا ہے اور تم نے اس نظام کی پابندی کی قسمیں کھائی ہیں۔ اب انکی پابندی کرتے رہنا۔ ورنہ نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہاری قربانیوں سے جو رعب اسلام کا قائم ہوا ہے وہ جاتا رہیگا۔ اور پھر نئے سرے سے محنت کرنی پڑیگی۔ یہ ایک بہت بڑا سیاسی نکتہ بتایا ہے۔ چند آدمیوں کے تفرقہ سے سب نظام برباد ہو جاتا ہے اور قوم کی محنت اکارت جاتی ہے اور نئے سرے سے محنت اور قربانی کی ضرورت پیش آتی ہے۔ مگر اُدھڑی ہوئی چیز پھر اس طرح نہیں جُڑتی جیسے کہ نئی۔ اور پھٹے ہوئے دل پھر اس طرح نہیں ملتے جس طرح کہ وہ جو ہمیشہ متصل رہے۔ اس لئے اس عہد کے قیام کے لئے نہایت سخت کوشش کی ضرورت ہوتی ہے۔

قومی عہد کی تشریح

اِنَّ تَتَ کا مطلب پہلی آیت سے متعلق ہونے کی صورت میں

اس آیت کے الفاظ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس میں غیر قوموں کے ساتھ معاہدات کا بھی ذکر ہے۔ اس مضمون کے لحاظ سے اس آیت کو ایک مستقل مضمون قرار دینا ہوگا۔ یعنی لَا تَكُوْنُوْا سے نیا مضمون شروع سمجھا جائیگا۔ اور مطلب یہ ہوگا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کے عہد اور اپنے اندرونی عہد کی پابندی لازمی ہے۔ اسی طرح دوسری اقوام کے ساتھ جو عہد کئے گئے ہوں انکی پابندی بھی ضروری ہے۔ ان معاہدات کی نگہداشت رکھو ورنہ دنیا کا امن برباد ہو جائیگا چنانچہ دخلا کا لفظ بھی اسی بات کو ظاہر کرتا ہے اور كَانَتْ

دوسری اقوام سے بھی معاہدات کی پابندی لازمی ہے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ سے بھی یہی مراد ہے کہ امن کے قائم ہونے کے بعد فساد کی صورت پیدا نہ کرو۔

معاہدہ کے متعلق مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے احکام

اس صورت میں اس آیت کے تین معنے ہو سکتے ہیں (۱) یہ جائز نہیں کہ تم کسی دوسری قوم سے اس لئے صلح کر لو کہ ابھی وہ طاقتور ہے تم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ معاہدہ کے بعد جب وہ تمہاری طرف سے غافل ہو جائے گی تو تم اندر ہی اندر تیاری کر کے یکدم اس پر حملہ کر کے اُسے تباہ کر دو گے۔ سیاسی دنیا اس قسم کی حرکات ہمیشہ سے کرتی آئی ہے۔ اسلام کی بنیاد چونکہ عدل۔ احسان اور ایتاء ذی القربیٰ پر ہے وہ اس فعل کو خواہ وہ دشمن اسلام کے مقابل پر کیا جائے ناپسند کرتا اور اس سے منع فرماتا ہے۔

دوسری قوم سے معاہدہ کرتے وقت صفائی نیت ضروری ہے

ایسے معاہدے ناجائز ہیں جو کسی قوم کو کمزور کر کے اس کے ملک پر قبضہ کرنے کی نیت سے ہوں

(۲) دوسرے معنے اس کے یہ ہیں کہ ایسے معاہدات نہیں کرنے چاہئیں کہ جن کی غرض یہ ہو کہ کسی کمزور قوم کے ساتھ بظاہر تو معاہدہ کیا جائے اور دراصل غرض اس کے ملک پر قبضہ کرنے کی ہو۔ جیسا کہ یوروپین قومیں آج کل کر رہی ہیں۔

(۳) تیسرے معنے اس کے یہ ہیں کہ ایسے معاہدات ہرگز جائز نہیں جن کی غرض معاہد قوم کو کمزور کرنا ہو۔ چاہیئے کہ جس سے صلح کرو اس سے پوری صلح کرو۔

اس آیت میں کس قدر زبردست اخلاقی تعلیم دی ہے اور بتایا ہے کہ قومی برتری بے شک اچھی چیز ہے لیکن دھوکے اور فریب سے اس کا حصول ہرگز جائز نہیں معاہدات کی غرض قیام امن ہونا چاہیئے نہ کہ دوسرے کا نقصان یا فریب دہی۔

کسی پیشگی کی حالت میں اسلام کی یہ اعلیٰ تعلیم بکی صداقت کی دلیل ہے۔

اس کے مقابل میں دیکھو یورپ آج کیا کر رہا ہے۔ معاہدات کر کے کمزور قوموں کو تباہ کیا جاتا ہے۔ جیسے چین میں ہوا۔ مصر میں ہوا۔ ترکی میں ہوا اور ایران میں ہوا۔ اور ایک زمانہ میں ہندوستان میں بھی ہو چکا ہے

آجکل یورپ کی تباہ کن حالت معاہدہ کی اسلامی تعلیم کو جھٹلانے کی وجہ سے

اور آج کل پھر پولینڈ۔ فرانس۔ فن لینڈ۔ ناروے۔ رومانیہ چیکوسلواکیہ وغیرہ ممالک سے کیسے ہی واقعات پیش آ رہے ہیں۔

غرض اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ:۔

(۱) کوئی معاہدہ اس نیت سے نہ کیا جائے جس کا مقصد کسی دوسری طاقت کو دھوکا دے کر کمزور کرنا ہو۔

(۲) کسی کمزور قوم سے کوئی ایسا معاہدہ نہ کیا جائے جس کا مقصد یہ ہو کہ اس قوم کو اس معاہدہ کے پیچ میں لا کر اپنے ماتحت کر لیا جائے۔

(۳) کوئی معاہدہ اس نیت سے نہ کیا جائے جس کا مقصد کسی دوسری طاقت کو ترقی سے روکنا ہو۔ قیام امن کے لئے کیا ہی لطیف تعلیم دی ہے۔ اگر اس کی پابندی کی جائے تو تمام فسادات یکدم مٹ سکتے ہیں۔ اتحادیوں اور اُتحادیوں کی سابق عالمگیر اور موجودہ لڑائی ایسے ہی معاہدات کے نتیجہ میں پیدا ہوئی اور ہو رہی ہے معاہدہ وارسائی نہ ہوتا تو یہ نئی جنگ بھی نہ ہوتی۔ قرآن کریم فرماتا ہے کہ ایسے معاہدات جائز ہی نہیں۔ معاہدہ نیک نیتی پر مبنی ہونا چاہیئے اور اس کا واحد مقصد قیام امن ہونا چاہیئے

اِنَّمَا یَبْلُوْکُمُ اللّٰہُ بہ میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ اے مسلمانو! یہ مواقع بطور امتحان آتے ہیں اللہ تعالیٰ دیکھے گا کہ تم طاقت پا کر اسلام کی اخلاقی تعلیم پر کس طرح کاربند رہتے ہو اور دنیا کی ترقیات تمہیں کہیں دوسری اقوام کے نقش قدم پر تو نہیں چلا دیتیں۔

یہ مضمون قرآن مجید کی سچائی کا کتنا بڑا ثبوت ہے۔ اور اسلام کی برتری کی کیسی عظیم الشان دلیل ہے۔ ابھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ ہی میں تشریف رکھتے ہیں اور مسلمان ایک چپہ بھر زمین کے بھی مالک نہیں۔ مگر اس شان اور عظمت کے ساتھ ایک زبردست حکومت کے احکام بیان ہو رہے ہیں۔ اور پھر ایسے رنگ میں کہ ہر عقلمند اور شریف انسان انہیں سُن کر اس تعلیم کی برتری کو تسلیم

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

وَلٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَ

(وہ ایسا نہیں کرتا۔ بلکہ) جو شخص (گمراہی کی چاہتا ہے اُسے وہ گمراہ کرتا ہے اور جو (ہدایت کو) چاہتا ہے اُسے وہ ہدایت دیتا ہے۔ اور

لَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا

جو کچھ تم کیا کرتے ہو اس کی بابت (قیامت کے دن) تم سے پوچھا جائے گا ۹۴ اور تم اپنی قسموں کو آپس

اَيْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَ

میں فریب کرنے کا ذریعہ مت بناؤ ورنہ (تمہارا) قدم بعد اس کے کہ وہ (خوب مضبوطی سے) جم چکا ہو پھر اپھسل جائے گا۔

کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کیا یہ سچ نہیں کہ آج بھی جبکہ تیرہ سو سال گذر چکے ہیں اس کلام کی سچائی ظاہر ہو رہی ہے۔ آج کل کے فسادات اور قوموں کی چپقلشیاں صرف ان احکام کو نظر انداز کر دینے کی وجہ ہی پیدا ہو رہی ہیں۔

۹۴ تفسیر:۔ یہاں سوال ہو سکتا تھا۔ کہ تعلیم تو یہ بہت اعلیٰ ہے مگر اللہ تعالےٰ نے اس تعلیم کو جبراً کیوں نہ جاری کر دیا کہ فسادات سے دنیا محفوظ ہو جاتی۔ اس بارہ میں فرماتا ہے کہ بے شک اگر اللہ تعالےٰ اپنی مشیت جاری کرتا تو ایسا ہی کرتا۔ لیکن چونکہ انسان کو مقدرت دے کر اس کا امتحان لینا مقصود ہے اس لئے جو گمراہ ہونا چاہتا ہے خدا تعالےٰ اُسے گمراہ ہونے دیتا ہے۔ اور جو مومن بننا چاہتا ہے اس کی راہنمائی ایمان کی طرف کرتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے انسان کو اپنے اعمال کا جواب دِہ بنایا ہے۔ اور یہ امر جائز نہیں جب تک اُسے قدرت دے کر آزاد نہ چھوڑ دیا گیا ہو۔ تا وہ اپنی مرضی سے ہدایت کا یا گمراہی کا جو راستہ بھی پسند کرے اختیار کر لے۔

اس آیت میں مسلمانوں کو بھی نصیحت کی گئی ہے کہ ممکن ہے تمہارے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ

اس آیت سے مسلمانوں کو نصیحت

ہم ایسے معاہدات اسلام کے فائدہ کے لئے کریں پھر وہ کیوں ناجائز ہونے لگے اور فرماتا ہے کہ ایسے معاہدات بہرحال ناجائز ہیں خواہ اسلام کی تائید کے لئے ہی کیوں نہ ہوں۔ کیونکہ اگر ساری دنیا کا ایک طریق پر آجانا تمام امور انصاف پر مقدم ہوتا تو اللہ تعالےٰ خود ہی ایسا کر سکتا تھا۔ وہ ہم کو گمراہ میں ملوث کیوں کرتا۔ پس سب دنیا کا اسلام پر جمع کرنا بھی ایسا مقصد نہیں جس کے لئے یہ طریق اختیار کرنا جائز ہو۔ غرض اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ جو قوم بھی جبر سے اور تعدّی سے دنیا کو ایک کرنا چاہے گی وہ کبھی کامیاب نہ ہوگی۔ اور اس کے ان اعمال کے متعلق اُسے پوچھا جائے گا یعنی اس کی اس کو سزا ملے گی۔

اللہ تعالےٰ کے تعلیم کو جبراً جاری نہ کرنے کی وجہ

یہ ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ بغیر رضامندی کے زیادہ دیر تک غیر اقوام کسی قوم کے ماتحت نہیں رہ سکتیں اور جو قومیں دوسری قوموں کو غلام بنا کر رکھنا چاہتی ہیں آخر اس غلامی کا نتیجہ خود ان اقوام کے ہی خلاف نکلتا ہے اور ان اقوام کے اخلاق بگڑ جاتے ہیں۔ مسلمانوں کی تباہی کی بڑی وجہ یہی تھی۔ ان کی آئندہ نسلیں گھر کے غلاموں ہی سے اخلاق سیکھتی تھیں اور اسی وجہ سے ہوتے ہوتے آخر کار اُن کے

مسلمانوں کی تباہی کی بڑی وجہ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

تَذُوْقُوا السُّوْٓءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَ

اور تم اس بدی کا مزہ چکھو گے کیونکہ تم نے (اس طرح سے اور لوگوں کو بھی) اللہ (تعالیٰ) کی راہ سے روکا اور

لَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ

تم پر بڑا عذاب (نازل) ہوگا ۹۵ اور تم اللہ (تعالیٰ) کے (ساتھ کئے ہوئے) عہد کے بدلے میں (اسکے مقابل پر)

ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ

حقیر (اور بہت سستی سی) قیمت (لینے والی چیز) لو۔ اگر تم علم رکھتے ہو تو (سمجھ لو کہ) جو کچھ اللہ (تعالیٰ) کے پاس ہے

اخلاق غلاموں کے سے ہو گئے۔ اگر وہ قرآنی احکام پر عمل کر کے جلد سے جلد غلامی کو مٹا دیتے تو کبھی یہ دن دیکھنا انہیں نصیب نہ ہوتا۔ ان کی تباہی گویا وَلَتُسْـَٔلُنَّ کا ایک دردناک نظارہ تھی۔

تفسیر:- اس آیت میں لَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُمْ کے الفاظ کو دُہرایا ہے۔ اس میں یہ بتانا مقصود ہے کہ گو معاہدات کی بنیاد بدنیتی پر رکھنا اور معاہدہ توڑنے کی نیت سے کرنا اصولاً بھی بُرا ہے لیکن مسلمانوں کے لئے خصوصاً بُرا ہے کیونکہ مسلمان دین حق کے حامل ہیں۔ ان کے خراب رویّہ کو دیکھکر خواہ وہ سیاسی معاملات میں ہی کیوں نہ ہو لوگ دین سے بھی متنفر ہو جائیں گے اور خود مسلمانوں کے حق میں بھی یہ اچھا نہ ہوگا۔ کیونکہ اس قسم کی باتوں سے وہ کمزور ہو جائینگے اور ان میں اضمحلال پیدا ہو جائے گا۔

معاہدات کی پابندی پر زور

تَذُوْقُوا السُّوْٓءَ سے معاہدات کے توڑنے کے برے نتیجہ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اگر تم معاہدات توڑو گے تو تم دنیا کے فائدہ کی خاطر دین کو بھی نقصان پہنچا دو گے۔

یہ جو فرمایا کہ ایک قدم قائم ہونے کے بعد پھسل جائے گا۔ اس میں قدم سے مراد مسلمانوں کی حکومت کا استحکام ہے اور قدم کی تنکیر عظمت کے اظہار کے لئے ہے اور اس میں مسلمانوں کی حکومت کے قیام کی بشارت ہے۔

ان آیات میں جو معاہدات پر اس قدر زور دیا گیا ہے۔ اس میں اس امر کی خبر دی گئی ہے کہ مسلمان ساری دنیا پر چھا جائیں گے۔ کیونکہ جس قوم کے معاہدات توڑنے سے دنیا میں فساد برپا ہو جاتا ہے وہ وہی قوم ہوتی ہے جو اپنے زمانہ میں سب اقوام پر غالب ہو۔ ورنہ کمزور اقوام کو معاہدہ توڑنے کی جرأت ہی نہیں ہو سکتی اور نہ ان کے معاہدہ توڑنے سے دنیا پر کوئی زلزلہ آتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس عظمت کی خبر دیتے ہوئے نصیحت فرماتا ہے کہ تم اپنے معاہدات کو اچھی طرح نباہنا اور سمجھ سوچ کر معاہدات کرنا۔

افسوس ابتدائی زمانہ کے بعد مسلمانوں نے اس راز کو نہ سمجھا اور تباہ ہو گئے۔ ایک زمانہ تھا کہ جب مسلمان کا لفظ مجسم اعتبار سمجھا جاتا تھا اور کسی اور ضمانت کی ضرورت نہ ہوتی تھی مگر اب مسلمان کے لفظ سے زیادہ بے اعتبار لفظ کوئی نہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ

وہ تمہارے لئے یقیناً (اس سے بدرجہا) بہتر ہے ۹۶ جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جائیگا اور جو کچھ اللہ (تعالیٰ) کے پاس ہے

اللّٰهِ بَاقٍ ۚ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ

وہ ہمیشہ باقی رہنے والا ہے اور (یہ) ہم اپنی ذات کی قسم ہے کہ جو لوگ ثابت قدم رہے ہیں ہم انہیں یقیناً ان کے بہترین عمل

بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا

کے مطابق (اجر تمام اعمال صالحہ کا) بدلہ دیں گے ۹۷ جو کوئی مومن ہونیکی حالت میں مناسب حال عمل کریگا۔

۹۶ تفسیر: چونکہ اس جگہ ترقیات اور حکومت کی پیشگوئیاں تھیں اور حکومت کے زمانہ میں دشمن سازش کرنے اور جاسوس رکھنے کی کوشش کیا کرتے ہیں جس کے لئے وہ اپنے مقابل فریق کے آدمیوں کو بڑی بھاری رقوم بھی پیش کرتے ہیں۔ اور یہ زمانہ مسلمانوں پر بھی آنیوالا تھا۔ اس لئے پہلے سے ہی آگاہ کر دیا کہ دیکھنا ایسی حرکت نہ کرنا تمہارے لئے کئی قوم کے لالچ پیدا ہوں گے۔ مدد ایک خانہ آئیگا کہ سوال کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام دریافت کرنے کے لئے مکہ والے تمہیں رشوتیں بھی پیش کریں گے مگر لَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا تم اللہ تعالیٰ کے عہد کو دنیا کی قیمت پر فروخت نہ کر دینا یعنی کمزوری نہ دکھانا۔ جو عہد کیا ہے اس کو ضرور پورا کرنا۔ یہ رشوتیں تو ثمن قلیل ہی ہوں گی۔ مگر جو کچھ تمہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں سے ملے گا وہ تمہارے لئے اس سے کہیں بہتر ہوگا اور آج تم اس کو جان بھی نہیں سکتے۔ مکہ میں رہتے ہوئے مسلمان اس پیشگوئی کو سمجھ بھی نہ سکتے تھے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ اٰيَةٌ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ (قمر ع) اس وقت تک کہ جنگ بدر واقع نہ ہو گئی اور مکہ فتح نہ ہو گیا میری سمجھ میں پوری طرح نہ آتی تھی۔

۹۷ حل لغات: يَنْفَدُ: نَفِدَ سے مضارع کا صیغہ ہے۔ اور نَفِدَ الشَّيْءُ (ینفد) نفادًا کے معنے ہیں فَنِيَ و ذَهَبَ۔ وانقطع۔ کوئی چیز فنا ضائع اور ختم ہو گئی (اقرب) پس ینفد کے معنے ہوں گے کہ ختم ہو جائے گا۔

تفسیر: اس میں یہ بتایا ہے کہ رشوتوں کے مال جن کی وجہ سے لوگ قوم سے غداری کرتے ہیں آخر ختم ہو جاتے ہیں۔ مگر وہ عزت جو اپنی قوم کی ترقی سے ملتی ہے وہ دیرپا ہوتی ہے اور بہت بڑی ہوتی ہے۔

آیت میں دو باتوں کی طرف اشارہ

دوسرے یہ بھی بتایا کہ آخر دشمن جو کچھ بھی دے گا محدود مال ہوگا۔ لیکن وہ انعام جو نیکی اور تقوے اور وفاداری کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ سے ملیگا وہ ہمیشہ رہنے والا ہوگا کہ اس کا فائدہ اس دنیا سے گذر کر اگلے جہان کی زندگی تک بھی پہنچے گا۔

بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ اس میں یہ بتایا ہے کہ ہم کنجوس گاہک کی طرح ردی چیز کو جن کر باقی کو اس پر قیاس نہ کریں گے۔ بلکہ جو عمل تمہارے اعلیٰ سے اعلیٰ ہونگے ان کے مطابق تمام اعمال کو قرار دے کر ان کا اجر دیں گے۔ نیز یہ بھی بتایا کہ ان کا بدلہ ان کے اعمال سے زیادہ ہوگا۔ کیونکہ لکھا ہے ایک نیکی کا اجر کم سے کم دس گنا ملتا ہے۔ لیکن یہ قید لگا دی کہ یہ انعام صرف انہی کو ملے گا جو صبر کریں گے یعنی مشکلات سے گھبرائیں گے نہیں اور دین کو بیچیں گے نہیں۔

بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ میں اعلیٰ اعمال کا اشارہ

ینفد

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً

مرد ہو کہ عورت ہم اسکو یقیناً ایک پاکیزہ زندگی عطا

طَيِّبَةً وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا

کریں گے۔ اور ہم ان (تمام لوگوں) کو ان کے بہترین عمل کے مطابق ان (کے تمام اعمال صالحہ) کا

يَعْمَلُوْنَ ۝ فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ

بدلہ دیں گے ۵۹۸ اس لئے (اے مخاطب) جب تو قرآن پڑھنے لگے تو دھتکارے ہوئے شیطان (کے شر) سے (محفوظ رہنے کیلئے)

مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ

اللہ (تعالیٰ) کی پناہ مانگ (لیا کر) ۵۹۹ (یہی) تا یقیناً اس (کا) ہے کہ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور اپنے

۵۹۸ تفسیر۔ اس آیت میں ایک طرف تو مسلمانوں کو بتایا ہے کہ اسلام میں مرد اور عورت دونوں کے حقوق کو تسلیم کیا گیا ہے۔ آئندہ جدوجہد میں ہر شخص کو مرد ہو یا عورت اس کے عمل کے برابر بدلہ ملے گا اور عورت و مرد میں فرق نہ کیا جائیگا۔ دوسری طرف کفار کو یہ توجہ دلائی ہے کہ تم عورت کو مارتے ہو تم کو حکومت کس طرح دیجا سکتی ہے۔ اب تو دو حکومت قائم کی جائے گی جس میں مرد اور عورت دونوں کے حقوق محفوظ ہوں۔

مسلمان مرد عورت کے حقوق کی مساوات

اسلام کی سچائی کا یہ کسقدر زبردست ثبوت ہے۔ کہ ہزاروں سالوں کی انسانی زندگی کے بعد اس نے پہلی مرتبہ مرد اور عورت کے حقوق کو تسلیم کیا اور اس کے جاری کرنے کی اسوقت خبر دی جبکہ ابھی مسلمانوں کو حکومت بھی نہ ملی تھی اور اس کے باوجود ظالم دشمن اسلام پر اعتراض کرتے ہیں کہ ہمیں عورتوں کے حقوق کی نگہداشت نہیں کی گئی۔

۵۹۹ حل لغات۔ اِسْتَعِذْ: اِسْتِعَاذَ سے امر مخاطب کا صیغہ ہے۔ اور اِسْتِعَاذ۔ عَاذ سے باب استفعال ہے اور عَاذَ بِهٖ فُلَانًا (یَعُوْذُ۔ عَوْذًا۔ وَ عِيَاذًا) کے معنے ہیں لَجَاَ اِلَيْهِ وَاعْتَصَمَ۔

استعذ

اس کی پناہ لی۔ تَقُوْلُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ اَیْ اَلْتَجِیْ اِلَی اللّٰهِ وَ اَعْتَصِمُ مِنَ الشَّيْطَانِ۔ اور اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ کے معنے ہیں کہ میں اللہ کی پناہ لیتا ہوں اور شیطان سے بچتا ہوں۔

اِسْتِعَاذَ بِهٖ مِنْهُ۔ اِعْتَصَمَ وَلَجَاَ اِلَيْهِ مِنْهُ۔ اسے اس کے ذریعہ پناہ لی (اقرب)

پس اِسْتَعِذْ کے معنے ہوں گے کہ شیطان سے بچنے کے لئے اللہ کی پناہ چاہو۔

تفسیر۔ اِذَا قَرَاْتَ کے یہ معنے نہیں کہ جب تو قرآن ختم کیا کرے تو معوذتین پڑھ لیا کر۔ کیونکہ وہ سورتیں تو قرآن میں شامل ہیں۔ بہرحال پڑھی ہی جائیں گی انکو چھوڑ تو نہ دیا جائیگا۔ پس اس جگہ جیسا کہ سنت نبوی سے ثابت ہے شروع تلاوت میں اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ پڑھنے کا حکم ہے۔

پہلے فرمایا تھا کہ ثابت قدم لوگوں کو یہ عظیم الشان انعامات ملنے والے ہیں۔ اب اس نعمت کی حفاظت کے لئے ایک گر بتاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ تم شیطان کے حملوں سے بچنے کے لئے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

خدا تعالیٰ کی پناہ میں آجاؤ۔ تا تم ان انعامات کے وارث ہو سکو اور رستہ سے بھٹک نہ جاؤ۔

بعض نادانوں نے غلط آراء اور روایات پر مبنیٰ رکھ کر اس آیت کے یہ معنے کئے ہیں کہ یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے اور اسکی شانِ نزول یہ ہے۔ کہ سورۃ النجم کی تلاوت کرتے ہوئے یکدفعہ آپ کی زبان پر بعض شرکیہ کلمات شیطان نے جاری کر دئے تھے۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا کہ آئندہ جب قرآن پڑھا کرو تو پہلے اَعُوذ ضرور پڑھ لیا کرو۔ تا شیطان پھر تمہاری زبان پر کوئی کلمہ شرک جاری نہ کر دے۔

حالانکہ اوّل تو یہ واقعہ ہی غلط ہے (اس واقعہ کی اصل گفتگو اس کے اصل مقام یعنی سورۃ حج میں ہوگی) دوم اس آیت کے سیاق و سباق سے اس مضمون کا کوئی جوڑ ہی نہیں۔ بھلا کون عقلمند اس امر کو تسلیم کر سکتا ہے۔ کہ واقعہ ہوا ہو سورۃ النجم کی تلاوت پر۔ اسکا ذکر ہوا ہو سورۃ حج میں اور اَعُوذ پڑھنے کے لئے سورۃ النحل میں تاکید کیجاوے۔ اور تاکید بھی اسلامی غلبہ کے ذکر میں کیجاوے تا کسی کا ذہن اس کے مضمون کیطرف جا ہی نہ سکے۔ نعوذ باللہ من ذلک۔

میں جیسا کہ اوپر بتا چکا ہوں یہ آیت اپنے مضمون ماسبق کے ساتھ پوری طرح مطابق ہے اور کسی دوسرے واقعہ کی طرف اسے منسوب کرنا ظلم ہے۔ پھر یہ بھی دیکھنا چاہیئے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرا شیطان مسلمان ہو گیا ہے وہ مجھے سوائے خیر کے کسی چیز کا حکم ہی نہیں دیتا (مسند احمد حنبل جلد اول صفحہ ۴۵۱) اس ارشاد کی موجودگی میں کوئی عقلمند کس طرح تسلیم کر سکتا ہے کہ شیطان نے آپکی زبان پر شرک کے کلمات جاری کر دئے تھے۔ مسلمان تو توحید کا قائل ہوتا ہے پس آپ کا شیطان جب موحد ہو گیا تھا۔ تو اگر اسے کوئی طاقت تھی بھی۔ تو بھی وہ آپکی زبان پر شرکانہ کلمات جاری نہیں کر سکتا تھا۔ پس اس فرضی واقعہ کو اس آیت پر چسپاں کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک بہتان ہے۔

یہ سوال کہ قرآن سے پہلے استعاذہ (اَعُوذ پڑھنے) کی کیا ضرورت ہے؟ اسکا جواب یہ ہے۔ کہ چور وہیں آتا ہے جہاں خزانہ ہو۔ اور اسی سے مقابلہ کرنے کی فکر کی جاتی ہے جس سے خطرہ ہو۔ قرآن کریم ایک ایسا روحانی خزانہ ہے جس کے سٹانے کے لئے شیطان تڑپتا ہے۔ اور وہی ہتھیار ہے جس سے اس کا سر کچلا جاتا ہے۔ پس شیطان اور شیطانی لوگ پوری کوشش کرتے ہیں۔ کہ اس سے لوگوں کو دور رکھیں۔ اس وجہ سے اس کی تلاوت سے پہلے استعاذہ کا حکم دیا۔ اس حکم سے یہ بھی نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ جب قرآن کریم سے پہلے بھی استعاذہ کا حکم ہے۔ تو باقی سارے کاموں سے پہلے تو بدرجۂ اولیٰ استعاذہ کر لینا چاہیئے۔

اس سوال کا جواب کہ یہ حکم اس موقعہ پر کیوں رکھا گیا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن کریم میں یہ سب سے پہلا موقعہ ہے کہ اسلامی حکومت کی ایسی وضاحت سے خبر دی گئی ہو۔ پہلے بھی اشارات تھے مگر اس سے پہلے اس قدر وضاحت نہ ہوئی تھی اور جب دنیوی ترقیات کا ذکر ہو تو بعض کمزور طبائع دینی ضروریات سے غافل ہو کر دنیوی امور کی ادھیڑ بن میں پڑ جاتی ہیں پس چونکہ اس سورۃ میں دنیوی ترقیات کی خبر دی گئی تھی ساتھ ہی مسلمانوں کو حکم دیدیا گیا کہ آئندہ جب قرآن کریم پڑھنے لگو اس سے پہلے تعوذ کر لیا کرو۔ تا کہ دنیوی فتوحات کی پیشگوئیاں تمہاری توجہ کو اپنی طرف پھیر کر تم کو دین کے اعلیٰ مقاصد سے غافل نہ کر دیں۔ اور دنیا دین پر مقدم نہ ہو جائے۔

اللہ اللہ! کیا پاک کلام ہے۔ اور اس میں کس طرح مومنوں کے ایمان کی حفاظت کے سامان پیدا کئے گئے ہیں اور اس کے باوجود دشمن کہتا ہے۔ کہ لالچ دے دے کر

۱۔ قرآن کریم پڑھنے سے پہلے تعوذ کی حکمت

۲۔ اسلامی ترقیات کے ساتھ تعوذ کا گہرا تعلق

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ اِنَّمَا

رب (کی پناہ) پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ ان پر اس کا کوئی تسلط نہیں ہے۔ ۱۰۰ اس کا تسلط

سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ

صرف ان لوگوں پر (رہتا) ہے۔ جو اس سے دوستی رکھتے ہیں۔ اور جو اس کی وجہ سے شرک

مُشْرِكُوْنَ ۝ وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ۙ وَّاللّٰهُ ع ۱۳ ۱۱ ۱۹

کرتے ہیں۔ ۱۰۱ اور جب ہم کسی نشان کی جگہ پر کوئی اور نشان لاتے ہیں۔ اور (اس میں کیا شک ہے کہ) اللہ (تعالیٰ) جو کچھ اتارتا ہے

قرآن کریم نے لوگوں کو اسلام کی طرف راغب کیا تھا۔

۱۰۰ تفسیر بعض لوگوں کا خیال ہے کہ دنیا میں پڑ کر انسان خدا تعالیٰ سے محبت کر ہی نہیں سکتا۔ چنانچہ حضرت مسیح

انجیلی تعلیم کے مقابل قرآن مجید کی دنیوی کاموں میں حصہ لینے کی تعلیم

کی طرف انجیل میں یہ قول منسوب کیا گیا ہے:۔ (۱) "اونٹ کا سوئی کے ناکے میں سے نکل جانا اس سے آسان ہے کہ دولتمند خدا کی بادشاہت میں داخل ہو" (متی باب ۱۹ آیت ۲۴)۔

نیز (۲) "دولتمندوں کا خدا کی بادشاہت میں داخل ہونا کیسا مشکل ہے کیونکہ اونٹ کا سوئی کے ناکے سے نکل جانا اس سے آسان ہے کہ دولتمند خدا کی بادشاہت میں داخل ہو" (لوقا باب ۱۸۔ آیت ۲۴ و ۲۵)۔

ایسخیال کے لوگوں کیطرف سے یہ اعتراض ہو سکتا تھا کہ دنیا کے متعلق خبریں پڑھنے سے بعض لوگوں کے ایمان میں کمزوری پیدا ہونے کا احتمال ہو سکتا تھا تو مسلمانوں کو دنیوی فتوحات اور حکومت کی خبر ہی کیوں گئی؟ اسکا جواب یہ دیا کہ شیطان کا قبضہ کمزوروں پر ہوتا ہے۔ مومن دنیا میں پڑ کر بھی دین کیطرف سے غافل نہیں ہوتا پس اسجگہ ہم صرف کمزوروں کو ہوشیار کرتے ہیں یہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ مضبوط ایمان والے بھی دنیا میں پڑ کر نجات سے محروم ہو جاتے ہیں۔ گویا اسلام کی تعلیم اس بارہ میں یہ ہے کہ دست در کار دل با یار۔ اور یہی مقام اعلیٰ مقام ہے۔ اسی وجہ سے اسلام نے دنیا کو چھوڑنے کی تعلیم نہیں دی بلکہ دنیا کے کاموں میں حصہ لیتے ہوئے اسکی اصلاح کا حکم دیا ہے۔ اگر نیکوں کو دنیا سے علیحدہ رکھا جائے تو ظاہر ہے کہ دنیا کی اصلاح کبھی ہو ہی نہیں سکتی۔ اگر ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں دنیا کی باگ آئے جو باوجود دنیا پر تصرف حاصل کر لینے کے انصاف اور عدل اور تقویٰ قائم رکھیں تبھی دنیا کی اصلاح ہو سکتی ہے۔ اور دوسروں کے لئے نیک مثال قائم ہو سکتی ہے دیکھو کہ کس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے ہاتھ جب دنیا کا نظم و نسق آیا۔ تو انہوں نے کس طرح اس میں پڑ کر اس سے علیحدہ رہنے کا نمونہ دکھایا۔ اور ایک ایسی شاندار مثال قائم کی۔ جو اب بھی اس پر تیرہ سو سال گذر چکے ہیں۔ اہل عقل کے دلوں میں گدگدیاں پیدا کر دیتی ہے۔

۱۰۱ تفسیر ھُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ۔ بِهٖ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف بھی جا سکتی ہے جس کا ذکر رَبِّهِمْ کے الفاظ میں پہلی آیت میں ہو چکا ہے۔ اس صورت میں معنے یہ ہوں گے کہ اس کا تصرف ان لوگوں پر ہے جو اپنے رب کے شریک قرار دیتے ہیں۔ اور اس ضمیر کا مرجع شیطان بھی ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں معنے یہ ہوں گے کہ وہ شیطان کے سبب شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

ھم بہ مشرکون میں ضمیر بہ کا مرجع

اس آیت میں یہ بتلایا کہ شیطان کا قبضہ اور تصرف اس کے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ ۭ بَلْ

اس (کی مصلحت) کو وہ (اسے) بہتر جانتا ہے تو (مخالفین) کہتے ہیں کہ تو مفتری ہے (مگر حقیقت یوں) نہیں بلکہ انہیں سے

اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ

اکثر علم نہیں رکھتے۔ ۱۰۳ تو (ایسے معترض سے) کہہ (کہ) روح القدس نے اسے

دوستوں پر ہوتا ہے جو شخص استعاذہ کرتا ہے وہ گویا اس سے دشمنی کا اعلان کرتا ہے اس لئے وہ اس کے قبضہ سے نکل جائیگا۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ والی آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق نہیں کیونکہ اسمیں تو یہ بتایا ہے کہ اسکا قبضہ اپنے دوستوں پر ہوتا ہے نہ کہ ان لوگوں پر جو خدا تعالیٰ پر توکل کرنیوالے ہوں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف سے متواتر اعلان ہو چکا ہے کہ "میرا تو کل توصرف خدا پر ہے"۔ پس اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہو ہی نہیں سکتا۔ دوسرے لوگوں کا ہی ذکر ہے۔

۱۰۲ حل لغات۔ يُنَزِّلُ : نَزَّلَ سے مضارع واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ مزید تشریح کے لئے دیکھو سورۃ حجر ۱۰۔

تفسیر۔ اٰيَة کے اصل معنے نشان کے ہیں۔ گو قرآن کریم کے جملوں کو بوجہ اس کے کہ انمیں سے ہر ایک اپنی ذات میں ایک نشانِ ہدایت ہے۔ آیت کہتے ہیں۔ مگر اٰيَة کے معنے کتاب کے فقرے کے نہیں ہوتے۔ اور قرآن کریم میں کسی جگہ پر اس لفظ کا استعمال یقینی طور پر ان معنوں میں نہیں ملتا۔ اگر بعض جگہ آیت کا لفظ جملہ کے معنوں میں نظر بھی آتا ہے تو وہ بھی یقینی نہیں کیونکہ اس جگہ دلیل اور نشان کے معنے بھی ہو سکتے ہیں ہاں مسلمانوں میں شروع سے اس لفظ کا استعمال ان معنوں میں مروج چلا آتا ہے۔ صحابہ بھی قرآنی جملوں کو اٰيَة کہہ کر پکارتے تھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کلام میں بھی یہ استعمال پایا جاتا ہے۔ اس استعمال سے دھوکا کھا کر بعض مفسرین نے اس آیت کے یہ معنے کئے ہیں کہ جب قرآن کریم کی ایک آیت منسوخ کر کے دوسری آیت نازل کی جاتی۔ تو کفار اعتراض کرتے کہ تم جھوٹے ہو اگر قرآن خدا تعالیٰ کا کلام ہوتا تو اسکی آیتیں منسوخ کیوں ہوتیں۔

میرے نزدیک یہ معنے درست نہیں کیونکہ تاریخ سے کوئی ایک آیت بھی ثابت نہیں ہوتی جسے بدلکر اس کی جگہ دوسری آیت لکھی گئی ہو۔ اگر ایسا ہوتا تو قرآن کے سینکڑوں حافظ جنہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں قرآن کریم کو حفظ کر لیا تھا اس امر کی شہادت دیتے کہ پہلے ہمیں فلاں آیت کے بعد فلاں آیت یاد کرائی گئی تھی لیکن اس کے بعد اسے بدل کر فلاں آیت یاد کرائی گئی۔ اس قسم کی شہادت کا نہ ملنا بتاتا ہے کہ اس بارہ میں جسقدر خیالات رائج ہیں۔ انکی بنیاد محض ظنیات پر ہے نہ کہ علم پر۔

میں اسکا منکر نہیں کہ بعض احکام زمانہ نبوی میں بدلے گئے ہیں۔ مگر مجھے قرآن کریم کے کسی حکم کی نسبت ثبوت نہیں ملتا کہ پہلے اور طرح ہو۔ اور بعد میں بدلدیا گیا ہو۔ میرے نزدیک جو احکام وقتی ہوتے تھے وہ غیر قرآنی وحی سے نازل ہوتے تھے۔ قرآن کریم میں اترتے ہی نہ تھے۔ اس لئے قرآن کریم کو بدلنے کی ضرورت ہی نہ ہوتی تھی۔

اس پر یہ سوال ہو سکتا ہے کہ اگر آیاتِ قرآنیہ کو کبھی بدلا نہیں گیا تو اس آیت کے کیا معنے ہوئے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اٰيَة کے وہ معنے جنمیں یہ لفظ بالعموم قرآن کریم میں استعمال ہوا ہے۔ نشان آسمانی کے ہیں۔ اور وہی جگہ مراد ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب ہم ایک نشان بدل کر اس کی جگہ دوسرا نشان لے آتے ہیں اور ایسا کرنا قابلِ اعتراض نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس امر کو تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا

۱ استعاذہ کے حکم میں آنحضرت کا ذکر نہیں ہوسکتا

۱ يُنَزِّلُ

۱ آیت کے معنی وہاں سے مراد

۲ ناسخ و منسوخ کے متعلق بحث

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ہے کہ کونسا نشان کس موقعہ کے لئے مناسب ہے تو کفار اعتراض کرنے لگ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تُو تو جھوٹا ہے۔ مگر یہ اعتراض ان کی جہالت پر مبنی ہوتا ہے۔ یہ وہ قانون ہے جس کا ظہور ہر نبی کے زمانہ میں ہوتا ہے۔ یعنی ہر نبی کو بعض انذاری پیشگوئیاں عطا کی جاتی ہیں جو درحقیقت مشروط ہوتی ہیں۔ مخاطب قوم کے قلوب کی حالت سے اگر وہ اپنے دل کی حالت بدل لیں تو وہ انذار کی خبر ٹل جاتی ہے۔ جیسے قرآن کریم میں حضرت یونسؑ کی قوم کا واقعہ بیان فرمایا ہے کہ ان کی ہلاکت کی خبر حضرت یونسؑ کی معرفت دی گئی۔ مگر بعد میں ان کی توبہ کی وجہ سے اسے بدل دیا گیا۔ (یونس ع)۔

انذاری پیشگوئیاں مشروط ہوتی ہیں۔

یہ عام قانون انذاری پیشگوئیوں کے متعلق ہے کہ اگر مخاطب توبہ کرلیں تو مقدر عذاب کو روک دیا جاتا ہے۔ ہاں وعدہ کی خبر ضرور پوری ہو کر رہتی ہے۔ مگر اس کے متعلق بھی سنت اللہ یہ ہے کہ اگر وہ قوم جس سے وعدہ ہو پوری قربانی سے کام نہ لے یا پوری فرمانبرداری نہ دکھائے تو اس کے پورا ہونے میں تاخیر کر دیا جاتا ہے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب انہوں نے متواتر حضرت موسیٰؑ کی نافرمانی کی۔ تو وہ ارض موعودہ جس میں داخل کرنے کے لئے حضرت موسیٰؑ انہیں مصر سے نکال کر لائے تھے چالیس سال تک کے لئے اس کی فتح روک دی گئی اس کے مشروط ہونے کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے:۔

جھوٹ کی تعریف

یٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِیْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ (مائدہ ع۳) اے قوم اس پاک زمین میں داخل ہو جاؤ جو خدا تعالیٰ نے تمہارے لئے لکھ رکھی ہوئی ہے۔

اس کے بعد یہود کی نافرمانی کا ذکر کر کے فرماتا ہے۔ قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَیْهِمْ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً ۚ یَتِیْهُوْنَ فِی الْاَرْضِ فَلَا تَاْسَ عَلَی الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ (مائدہ ع۳)۔ یعنی جب انہوں نے نافرمانی کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ اب یہ ملک چالیس سال تک کے لئے بنی اسرائیل پر حرام کر دیا گیا ہے پس تو نافرمان قوم کے حالت پر افسوس نہ کر۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ وعدہ کو ٹلا دیا گیا ہے لیکن اسے منسوخ نہیں کیا گیا۔ کیونکہ وعدہ خدا تعالیٰ منسوخ نہیں کیا کرتا۔

مذکورہ بالا قانون کے مطابق انذار کی پیشگوئی جب کبھی ٹلتی ہے تو کفار شور مچا دیتے ہیں کہ دیکھو یہ جھوٹا ہے۔ اگر سچا ہوتا تو کیوں اپنی بات پوری نہ ہوئی۔ ایسے ہی اعتراضات وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کیا کرتے تھے۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آیات تو کسی غرض اور مقصد کے لئے نازل ہوتی ہیں۔ جب ہم دیکھیں گے کہ ایک شخص نے اپنی اصلاح کر لی ہے تو ہم اس کے متعلق اپنے حکم کو بھی بدل دیتے ہیں اور اس کی سزا منسوخ کر دیتے ہیں۔ اس کی بجائے اس کے لئے اپنی رحمت کا نشان دکھاتے ہیں۔ کیونکہ ہماری غرض سزا دینا نہیں بلکہ اصلاح کرنا ہوتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ایسے کئی مواقع پیش آئے ہیں مثلاً یہی کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کفار مکہ کی نسبت فرماتا ہے۔ لَا یُؤْمِنُوْنَ (یونس ع)۔ لیکن بعد میں ان میں سے بہت سے لوگ ایمان لے آئے۔ یہ عذاب کی خبر تھی اس وجہ سے جن لوگوں نے خشیت اللہ پیدا کر لی۔ ان کا عذاب بدل دیا گیا اور انکو ایمان عطا ہو گیا۔

بظاہر یہ مسئلہ بالکل صاف ہے لیکن ہمیشہ ہی لوگ اس میں ٹھوکر کھاتے ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ بات بدلنے کو جھوٹ سمجھتے ہیں حالانکہ سزا کو بدلنا جھوٹ نہیں ہوتا۔ وعدہ کو بدلنا جھوٹ ہوتا ہے۔ چنانچہ عربی زبان میں وعدہ کے بدلنے کو جھوٹ کہتے ہیں۔ وعید یعنی عذاب کی خبر کو بدلنے کو جھوٹ نہیں کہتے بلکہ اسے رحم اور احسان کہتے ہیں۔ اقرب میں لکھا ہے۔ اَلْخُلْفُ فِی الْوَعْدِ عِنْدَ الْعَرَبِ كَذِبٌ وَفِی الْوَعِیْدِ كَرَمٌ۔ یعنی وعدہ کا بدلنا عربوں کے نزدیک جھوٹ کہلاتا ہے اور وعید یعنی سزا کی خبر کا بدلنا شرافت اور احسان کہلاتا ہے۔

غرض ایک معنے تو اس آیت کے یہ ہیں کہ ہم وعید کی خبروں کو بعض دفعہ بدل دیا کرتے ہیں کفار اس پر اعتراض کرتے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ہیں لیکن ان کا اعتراض صحیح نہیں۔ ایسا کرنا حکم کے عین مطابق ہے اسمیں کسی کا حق نہیں مارا جاتا کہ قابل اعتراض ہو۔ ان معنوں کے رو سے اس آیت کا تعلق ان انذاری آیات سے ہوگا جو پہلے بیان ہو چکی ہیں۔

ایک اور معنے بھی اس آیت کے ہیں اور وہ ترتیب قرآن کو مدنظر رکھتے ہوئے اس مقام پر زیادہ چسپاں ہوتے ہیں اور وہ یہ کہ جیسا کہ میں بتا چکا ہوں۔ ہر سورۃ میں کلام الٰہی کی ضرورت کے دلائل بیان کئے جا رہے ہیں اور اس کے ثبوت میں پہلے انبیاء کو بھی پیش کیا جاتا ہے مثلاً اسی سورۃ کے آٹھویں رکوع میں فرماتا ہے کہ تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ۔ ہمیں اپنی ذات ہی کی قسم کہ جو تجھ سے پہلے قومیں گذر چکی ہیں ان میں بھی ہم رسول بھیج چکے ہیں۔ پھر رکوع ۱۲ میں فرماتا ہے۔ وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِىْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ یعنی اس دن کو یاد کرو جبکہ ہم ہر قوم کے خلاف اسی قوم کا ہی گواہ بنا کر کھڑا کریں گے۔

اس میں اس طرف اشارہ تھا کہ سب قوموں میں نبی مبعوث ہو چکے ہیں۔ تو چونکہ گذشتہ انبیاء کے وجود کو کلام الٰہی کی ضرورت کے ثبوت میں پیش کیا گیا تھا جب کفار ہر طرف سے عاجز آ گئے تو انہوں نے یہ دلیل اسلام کے خلاف پیش کی کہ اگر پہلے بھی نبی گذر چکے ہیں تو چاہیئے تھا کہ انکی تعلیم اور اسلام کی تعلیم ایک ہی ہوتی مگر اس میں تو ان کی تعلیموں کے خلاف تعلیم بھی پائی جاتی ہے پس معلوم ہوا کہ محمد (رسول اللہ ﷺ) جو اپنے تسلیم کردہ نبیوں کے خلاف باتیں کہتے ہیں جھوٹے ہیں ورنہ یہ کس طرح ہو سکتا تھا کہ خدا تعالیٰ ان نبیوں کو کچھ کہے اور اسکو کچھ اور کہے۔

سو اس اعتراض کو بیان کر کے اس کا جواب دیا کہ اللہ خوب جانتا ہے کہ اسے کس زمانہ میں کیا نازل کرنا چاہیئے۔ یعنی پہلے انبیاء کی تعلیم سے جہاں جہاں قرآن کریم نے اختلاف کیا ہے۔ اس کی یہ وجہ نہیں کہ اس سچی تعلیم کی قرآن نے مخالفت کی ہے بلکہ اسکی وجہ یہ ہے کہ جن کی طرف کلام نازل ہوا ہے وہ پہلے لوگوں سے مختلف ہیں اور ایک ہی شخص مختلف لوگوں کو ان کے حالات کے مطابق مختلف حکم دیتا ہے اور دے سکتا ہے اور یہ اختلاف اس امر کی دلیل کبھی اور کسی صورت میں نہیں قرار دیا جاتا۔ کہ چونکہ حکم مختلف ہیں حکم دینے والے بھی مختلف ہیں۔ اختلاف ہمیشہ حکم دینے والوں کے مختلف ہونے کی وجہ سے ہی نہیں پیدا ہوتا بلکہ بعض دفعہ اختلاف ان لوگوں کے مختلف ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے جنہیں حکم دیا گیا ہو۔ جب مخاطب مختلف قابلیتوں کے ہوں تو ایک ہی حکم دینے والا مختلف لوگوں کو ان کے حسب حال مختلف حکم دیتا ہے۔ اصل سوال تو یہ ہونا چاہیئے کہ قرآن کی تعلیم زمانہ کے حسب حال ہے یا نہیں۔ اگر وہ زمانہ کے حسب حال ہے تو اس اختلاف سے علم الٰہی کا ثبوت ملتا نہ اس کا کہ محمد رسول اللہ پر کلام نازل کرنے والا کوئی اور ہے اور پہلے نبیوں پر کلام نازل کرنے والا کوئی اور۔

اس آیت کے ایک اور معنی

یہ معنے اگلی آیات سے بھی بالکل مطابق آتے ہیں اس لئے یہی اس موقعہ کے لحاظ سے زیادہ صحیح ہیں۔ ہاں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اس صورت میں اٰيَة کے معنے پہلی کتاب کے لے جائیں گے یعنی جب ایک کتاب کی جگہ دوسری کتاب لے لیتی ہے اور کتاب بھی آیت ہوتی ہے۔ بلکہ سب سے بڑا معجزہ انبیاء کا کتاب ہی ہوتا ہے۔

نسخ آیات کے ایک لطیف معنی

تعجب ہے کہ یہ اعتراض آجتک قرآن کریم پر ہو رہا ہے چنانچہ مسیحی مصنف آجتک یہی اعتراض کرتے چلے جا رہے ہیں کہ جب قرآن کریم کتب سابقہ کا مصدق ہونے کا دعویٰ کرتا تو ان سے اختلاف کیوں کرتا ہے۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ قرآن نعوذ باللہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا بنایا ہوا ہے اور انہوں نے پہلی کتب سے ناواقفیت کیوجہ سے ایسی باتیں لکھ دی ہیں جو پہلی کتب کے خلاف ہیں۔

قرآن کریم کے دیگر کتب کے مصدق ہونے سے مراد

بعض مفسرین نے اس آیت کے معنے کرتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ اس میں سورۃ النجم کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ اس کی تلاوت کے وقت شیطان نے بعض آیتیں بلند آواز سے آپ کی تلاوت کے درمیان میں پڑھ دی تھیں۔ اول تو یہ واقعہ ہی سرے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهُدًى

تیرے رب کیطرف سے حق (وحکمت) کے ساتھ اتارا ہے تاکہ جو لوگ ایمان لائے ہیں انہیں وہ (ایمان پر) ہمیشہ کے لئے قائم کر دے

وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ۝ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ

اور (نیز اسلئے) کامل فرمانبرداروں کی (مزید) رہنمائی کے لئے اور (انہیں) بشارت دینے کے لئے اسے اتارا ہے اور ہم یقیناً جانتے ہیں (کہ) وہ

سے باطل ہے جیسا کہ انشاء اللہ اسکے موقعہ پر بتایا جائیگا لیکن اگر بفرض محال اسے تسلیم بھی کر لیا جائے تو بھی اس آیت سے اس کا کوئی ثبوت نہیں کیونکہ اس آیت میں تو یہ ذکر ہے کہ جو آیت بدلی گئی وہ بھی اللہ تعالیٰ کیطرف سے تھی اور جس نے بدلا وہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھی۔ اور جس واقعہ کو وہ اس آیت پر چسپاں کرتے ہیں اس میں خود وہ تسلیم کرتے ہیں کہ جو آیات بدلی گئیں وہ شیطان کی تھیں پس انکی اپنی تشریح ہی ثابت کرتی ہے کہ اس فرضی واقعہ کا اس آیت سے کوئی تعلق نہیں۔

قرآن مجید پہلی کتب کو منسوخ اس کے ثبوت پر دلیل نہیں

علاوہ ازیں اگلی آیت بھی ان معنوں کو رد کر رہی ہے کیونکہ اس آیت میں اس اعتراض کا وہ سرا جواب دیا گیا ہے جو یہ ہے کہ اس قرآن کو روح القدس نے اتارا ہے۔ اب یہ ظاہر ہے کہ روح القدس کا اتارنا کفار کے اس اعتراض کا جواب نہیں ہو سکتا کہ پہلے اس نے نعوذ باللہ شکر کا تعلیم دی تھی اب اسے بدل کیوں دیا گیا ہے۔ کیونکہ روح القدس کا اتارنا اس کے محفوظ ہونے کی دلیل تو بن سکتا ہے شیطان کی ملونی اور اس کے بعد اسکی منسوخی کی دلیل نہیں بن سکتا۔

حل لغات ۔ اَلْحَقّ کے لئے دیکھو ابراہیم ۲۳ رعد ۵۔ رَبّ کے لئے دیکھو یونس ۵۔

يُثَبِّتَ

يُثَبِّتَ : ثَبَّتَ سے مضارع واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ ثَبَّتَ کے معنوں کے لئے دیکھو ابراہیم ۲۸۔

هُدًى

هُدًى : هُدًى کا مصدر ہے۔ هُدًى کے لئے دیکھو رعد ۸۔

تفسیر ۔ اس آیت میں کفار کے اعتراض کا ایک اور جواب دیا ہے۔ پہلی آیت میں تو یہ جواب دیا تھا کہ یہ تعلیم زمانہ کے مطابق ہے۔ اس لئے اگر بعض مواقع پر اس کو پہلی کتب سے اختلاف ہے تو یہ اس کے جھوٹا ہونے کی دلیل نہیں۔ بلکہ اس امر کی دلیل ہے۔ کہ اب زمانہ بدل گیا ہے۔ اب بعض اور جواب دیتا ہے۔

(۱) اس کتاب کو روح القدس نے اتارا ہے یعنی اس کلام میں نہایت پاکیزہ تعلیم ہے۔ اگر یہ مفتری کا کلام ہوتا تو افترا کرنے والے کی کوئی غرض تو اس کلام میں نظر آتی لیکن سارا قرآن پڑھ جاؤ اس میں محمد رسول اللہ ﷺ کی اپنی کوئی غرض تم کو نظر نہ آئے گی۔ بلکہ اس کلام کے پیچھے ایک پاکیزگی کی روح کام کرتی ہوئی تم کو دکھائی دے گی۔ اس پاکیزگی کی روح سے تم سمجھ سکتے ہو کہ جہاں اس کو پہلی کتب سے اختلاف ہو اور اس اختلاف کی کوئی توجیہہ نہ ہو سکے تو یہی ماننا پڑیگا کہ وہ کتب بگڑ گئی ہیں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ قرآن خدا کا کلام نہیں۔ کیونکہ یہ نہیں ہو سکتا کہ خدائی کلام تو پاکیزگی کی روح سے خالی ہو اور مفتری کا کلام پاکیزگی کی روح سے معمور ہو۔

(۲) دوسرا جواب اس میں یہ دیا گیا ہے کہ یہ کلام حق پر مشتمل ہے۔ جہاں کہیں اس کلام نے پہلی کتب سے اختلاف کیا ہے۔ اگر وہ اختلاف زمانہ کے بدلنے کے سبب سے نہیں تو تم دیکھو گے کہ عقل انسانی اسی بات کی تصدیق کرے گی جو قرآن کریم نے بیان کی ہے اور اسے رد کرے گی جو پہلی کتب میں بیان ہوا ہے۔ یہ بھی ایک زبردست ثبوت قرآن کریم کی سچائی کا ہے مثلاً حضرت ہارون کا واقعہ ہی لے لو۔ قرآن میں لکھا ہے کہ انہوں نے شرک نہیں کیا۔ اب اول تو عقلاً ایک نبی کی طرف

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

إِنَّمَا يُعَلِّمُهُ بَشَرٌ ۗ لِّسَانُ الَّذِي يُلْحِدُونَ إِلَيْهِ

کچھ ہیں (کہ یہ وحی الٰہی نہیں بلکہ) ایک آدمی اسے سکھاتا ہے (مگر وہ نہیں سمجھتے کہ) جس شخص کیطرف وہ (اشارہ کرتے) ان کے ذہن میں

أَعْجَمِيٌّ وَهَٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِينٌ ۝ إِنَّ الَّذِينَ

کیطرف) مائل ہوتے ہیں اسکی زبان اعجمی ہے اور یہ (قرآنی) زبان تو خوب) روشن (کہ کھلی ہوئی) عربی زبان ہے یقیناً جو لوگ

شرک کا منسوب کرنا کسی صورت میں جائز نہیں لیکن عقلی بحث کو جانے دو خود بائبل اپنے اس بیان کی تردید کر رہی ہے۔ کیونکہ جن لوگوں نے بچھڑا بنایا تھا بائبل کے بیان کے رو سے انہیں قتل کر دیا گیا تھا لیکن اس واقعہ کے معاً بعد ہارونؑ سے بائبل کے رو سے یہ سلوک کیا گیا کہ کہانت انکی نسل کے لئے مخصوص کر دی گئی اور انہیں اللہ تعالیٰ نے خاص عزت بخشی۔ یہ سلوک جو ان سے بچھڑے کے واقعہ کے معاً بعد بائبل میں بیان ہوا ہے بتاتا ہے کہ اس موقعہ پر ان کا رویہ قابل تعریف تھا۔ اور بائبل نے جو شرک میں شمولیت ان کی طرف منسوب کی ہے خود اسکی اپنی شہادت کے رو سے باطل ہے۔ (خروج باب ۳۲۔ آیت ۲۶ تا ۲۹)۔

غرض قرآن کریم کو جہاں جہاں بھی پہلی کتب سے اختلاف ہے اسکی بات کی عقلاً یا نقلاً تصدیق ہو جاتی ہے۔ اور اس کے خلاف بیانات کی تردید یا عقل کر دیتی ہے یا نقل یا دونوں ہی سے اس کی تردید ہو جاتی ہے پس اس امر کی موجودگی میں پہلی کتب سے اس کا اختلاف اس بات کی علامت نہیں کہ قرآن کریم کو محمد رسول اللہ نے بنایا ہے اللہ تعالیٰ نے نازل نہیں کیا۔ بلکہ اس امر کا ثبوت ہے کہ وہ تازہ بتازہ محفوظ کلام ہے اور پہلے کلام محرف مبدل ہو گئے ہیں۔

(۳) تیسری دلیل اس اعتراض کے جواب میں اس آیت میں یہ دی گئی ہے کہ قرآن ہدایت مجسم ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان صحیح تعلق قائم کرتا ہے اور اسے خدا تعالیٰ تک پہنچاتا ہے اور یہ کام افترا والے کلام سے ناممکن ہے پس جب ایسا چل چلاؤ کا انسان خدا سے تعلق پیدا کر لیتا ہے۔ اور پہلی کتب سے نہیں تو معلوم ہوا کہ گو وہ نزول کے لحاظ سے سچی کتب تھیں مگر موجودہ زمانہ کے لحاظ سے مردہ ہیں۔ اور اس غرض کو پورا نہیں کر رہیں جو ان سے متوقع ہے۔ پس اختلاف کی صورت میں ان کا قول غلط ہے اللہ قرآن کا درست۔

پہلی کتب سے اختلاف رکھتے ہوئے قرآن کریم کے سچا ہونے کے چار دلائل

(۴) چوتھی دلیل یہ بیان فرمائی ہے کہ یہ سوسنوں کے لحاظ سے ہے یعنی اس پر چل کر انسان اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا وارث ہوتا ہے اور اس کے نشانات اس کی تائید میں دکھائے جاتے ہیں۔ اگر یہ جھوٹا ہوتا تو اس پر چلنے والوں کے لئے دائمی بشارات کے سامان کون پیدا کر سکتا تھا۔ جھوٹ بولنے والا دعویٰ تو کر سکتا ہے مگر ان دعووں کے پورا کرنے کے سامان تو پیدا نہیں کر سکتا۔

غرض چار دلائل اس آیت میں ان کے اعتراض کے رد میں بیان کئے ہیں۔ اور انہیں سے ہر ایک اکیلا ہی انکے اعتراض کو توڑنے کے لئے کافی ہے۔

لغات حل لغات۔ اَلْبَشَرُ: اَلْاِنْسَانُ ذَكَرٌ كَانَ اَوْ اُنْثٰى وَاحِدًا اَوْ جَمْعًا وَقَدْ يُثَنّٰى كَقَوْلِ الْقُرْاٰنِ :- "اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا"۔ بشر کے معنے ہیں انسان خواہ وہ مذکر ہو یا مونث واحد ہو یا جمع۔ بعض اوقات لفظ بَشَر کا تثنیہ بھی بنایا جاتا ہے جیسے قرآن کی آیت اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ میں بَشَرَيْنِ تثنیہ ہے۔ (اقرب) البشر

لِسَانٌ کے معنے ہیں اَلْمَقُوْلُ بولنے کا آلہ (زبان) اَللُّغَةُ۔ بولی جانے والی زبان۔ مذکر اور مونث ہر دو طرح استعمال کرتے ہیں۔ چنانچہ لِسَانٌ فَصِيْحٌ اور لِسَانٌ فَصِيْحَةٌ دونوں طرح بولتے ہیں (اقرب) لسان

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

يُلْحِدُوْنَ

يُلْحِدُوْنَ : اَلْحَدَ سے مضارع جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ اور لَحَدَ (مجرد اَلْحَدَ) بِلِسَانِهٖ اِلٰی کَذَا کے معنے ہیں مَالَ۔ کسی طرف مائل ہوا۔ اور اَلْحَدَ فُلَانٌ کے معنے ہیں مَالَ عَنِ الْحَقِّ۔ حق سے منحرف ہوگیا۔ (مفردات) پس يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ کے معنے ہونگے کہ وہ اس کی طرف مائل ہوتے ہیں۔

اَعْجَمِيٌّ : اَلَّا عْجَمُ مَنْ لَا يُفْصِحُ وَلَا يُبَيِّنُ كَلَامَهٗ وَاِنْ كَانَ مِنَ الْعَرَبِ۔ وہ شخص جو اپنے مافی الضمیر کو اچھی طرح واضح نہ کرسکے خواہ وہ عرب ہی کیوں نہ ہو۔ مَنْ لَيْسَ بِعَرَبِيٍّ وَاِنْ اَفْصَحَ بِالْعَجَمِيَّةِ وہ شخص جو عرب نہ ہو اگرچہ وہ عجمی یعنی غیر عربی زبان فصیح بولتا ہو۔ (اقرب)

تفسیر۔ اس آیت میں کفار کا ایک اور اعتراض بیان کیا گیا ہے جو آجتک مسلمانوں اور عیسیوں کا مسلّم نزاع بنا ہوا ہے میں آیت کا مفہوم بیان کرنے سے پہلے اس اعتراض کی حقیقت بیان کرتا ہوں۔

جیسا کہ آیت کے الفاظ سے ظاہر ہے اس میں کفار کا یہ اعتراض بیان کیا گیا ہے کہ محمد رسول اللہؐ پر الہام نہیں ہوتا بلکہ انکو ایک آدمی یہ باتیں سکھاتا ہے۔ گو قرآن کریم نے اس شخص کا نام نہیں بتایا لیکن عبارت سے ظاہر ہے۔ کہ کفار کا اعتراض اس موقعہ پر یہ نہ تھا کہ اسے کوئی نامعلوم شخص سکھاتا ہے بلکہ اس موقعہ پر ان کا اعتراض کسی خاص شخص کے متعلق تھا جس کا وہ اپنے پروپیگنڈا میں نام بھی بتاتے تھے۔ قرآن کریم نے گو اس کی شخصیت کا اظہار نہیں کیا۔ مگر یہ بتایا ہے کہ جس شخص پر وہ اعتراض کرتے تھے وہ اعجمی تھا اور اسی بنا پر ان کے اعتراض کو رد کیا ہے اور توجہ دلائی ہے کہ ایک اعجمی کی مدد سے یہ کتاب جو عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ زبان میں ہے کیونکر تیار ہوسکتی تھی۔

کفار کے اس اعتراض کا جواب کوئی بشر آنحضرت کو سکھاتا ہے

مفسرین نے اس اعتراض کے متعلق مختلف واقعات بیان کئے ہیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ جو یطیب بن عبدالعزیٰ کا ایک غلام جس کا نام عائش یا یعیش تھا۔ وہ پہلی کتب پڑھا کرتا تھا اور اسلام لے آیا تھا اور اسلام پر مضبوطی سے قائم رہا تھا۔ مکہ کے لوگ اس کی نسبت الزام لگاتے تھے کہ وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو سکھاتا ہے (روح المعانی۔ جلد ۱۴)۔ فراء اور زجاج کا یہی قول ہے اور مقاتل اور ابن جبیر کا قول ہے کہ مکہ کے لوگ ابو فکیہہ پر الزام لگایا کرتے تھے کہ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سکھاتا ہے (روح المعانی)

بعض نے کہا ہے کہ ابو فکیہہ کا نام یسار تھا اور وہ مکہ کی ایک عورت کا غلام تھا۔ اور یہودی تھا۔

بیہقی اور آدم بن ابی ایاس نے عبداللہ بن مسلم الحضرمی سے روایت کی ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ ہمارے دو نصرانی غلام تھے۔ وہ عین التمر کے رہنے والے تھے۔ ان میں سے ایک کا نام یسار اور دوسرے کا نام جبر تھا۔ دونوں کہ میں تلواریں بنایا کرتے تھے اور کام کرتے وقت انجیل بھی پڑھتے تھے۔ جب ہم بازار سے گزرتے ہوئے انکو انجیل پڑھتے ہوئے دیکھتے کچھ دیر کے لئے وہاں ٹھیر جاتے۔ (فتح البیان جلد ۵ نیز روح المعانی جلد ۱۴)۔

ایک روایت میں ہے کہ ان میں سے ایک سے لوگوں نے پوچھا کہ اِنَّكَ تُعَلِّمُ مُحَمَّدًا۔ کیا تم محمدؐ کو سکھاتے ہو؟ فَقَالَ لَا بَلْ هُوَ يُعَلِّمُنِيْ۔ اس نے کہا نہیں بلکہ محمدؐ مجھے سکھاتے ہیں (روح المعانی جلد ۱۴)۔

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک عجمی وحی غلام مکہ میں تھا اس کا نام بلعام تھا۔ رسول اللہؐ اسے اسلام سکھایا کرتے تھے۔ اس پر قریش کہنے لگے کہ یہ محمدؐ کو سکھاتا ہے۔ (روح المعانی جلد ۱۴)۔

علاوہ ازیں علامہ سیوطیؒ لکھتے ہیں کہ قیس ایک عیسائی غلام تھا اس کی ملاقات رسول اللہؐ سے تھی۔ اس پر الزام لگائے گئے تھے کہ وہ محمدؐ کو سکھاتا ہے۔

درمنثور میں لکھا ہے کہ عدس ایک غلام تھا جو واسع بن ہبیع کا غلام تھا اس کی نسبت الزام لگایا جاتا تھا۔ اور روح المعانی (جلد ۱۴) اور کشاف میں لکھا ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ کفار سلمان فارسیؓ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کے متعلق الزام لگایا کرتے تھے۔ ڈاکٹر تیسیل لکھتا ہے کہ ڈاکٹر پرنٹیریا نے سوانح محمدؐ میں لکھا ہے کہ عبداللہ بن سلام کے متعلق لوگ اعتراض کیا کرتے تھے جس کا نام یہودیوں میں حصین بن سلوم تھا لیکن خود تیسیل نے ہی اس کا رد کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ پرنٹیریا نے عبداللہ بن سلام کے متعلق غلطی کھائی ہے۔ سلمان کا نام اس نے غلطی سے عبداللہ ابن سلام سمجھ لیا ہے۔ (یعنی دراصل جس کا نام لیا جاتا تھا وہ سلمان تھے)۔

تیسیل کہتا ہے کہ عام خیال یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نسطوری پادری سے جس کا نام سرگیس تھا مدد لی تھی۔ اور خیال کیا جاتا ہے کہ سرگیس بحیرہ راہب کا نام تھا جس سے محمد صاحبؐ جبکہ آپ حضرت خدیجہؓ کی طرف سے تجارت کے لئے شام کو گئے تھے ملے تھے۔ اس کی سند میں مشہور مصنف اَلْمَسْعُوْدِی کو پیش کیا جاتا ہے جس نے لکھا ہے کہ بحیرہ راہب کا نام عیسائیوں کی کتاب میں سرگیس آتا ہے۔

پادری ژیری مختلف روایات بیان کر کے اپنی رائے کو یوں ظاہر کرتے ہیں کہ ناموں میں خواہ کتنا ہی اختلاف ہو لیکن یہ بات ہم کو یقینی طور پر معلوم ہو جاتی ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) صاحب کے پاس ایسے ذرائع موجود تھے کہ ہجرت سے پہلے یہودیوں اور عیسائیوں کی مدد حاصل کر سکتے تھے۔ اور یہ بات کہ وہ اس مدد سے فائدہ حاصل کیا کرتے تھے اس کا ناقابل تردید ثبوت مکی زندگی کے آخری دور کی سورتوں میں جن میں یہودیوں اور مسیحیوں کی کتب کی کہانیاں بیان ہیں۔ مہیا ہے۔

پھر یہی صاحب آیت زیر بحث کا حوالہ دیکر لکھتے ہیں کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد صاحبؐ کے ہمسائے غیر مذاہب کے لوگوں سے مدد حاصل کرنے کا الزام ان پر لگایا کرتے تھے اور اس اعتراض کا جو جواب قرآن نے دیا وہ محمد صاحبؐ کی پوزیشن کی کمزوری کو ثابت کر رہا ہے۔ چنانچہ آرنلڈ صاحب بھی اس بات میں لکھتے ہیں کہ اس بات کو تسلیم کرتے ہوئے کہ وہ غیر ملکی تھے ہم کہتے ہیں کہ وہ انہیں مسالا تو مہیا کر کے دے سکتے تھے۔

آگے ژیری کہتا ہے کہ یہی تو بے جوڑ تھا جو وہ کیا کرتے تھے اور اسی وجہ سے کہ محمد صاحب اس مسالے کو لیکر اور اپنی نبوت کے متعلق کی تائید میں ڈھال کر خدا (تعالیٰ) کی طرف منسوب کر کے ان واقعات کو دُہرا دیا کرتے تھے اور جبرائیل فرشتہ کی وحی اس کو بتاتے تھے ہم اس کے ان کو دُہرانے میں ہچکچاتے نہیں کہ وہ جان بوجھ کر جھوٹ بولا کرتے تھے (نعوذ باللہ من ہذہ الخرافات)۔

مسلمان مفسروں اور عیسائی مؤرخوں اور پادریوں کے خیالات تحریر کرنے کے بعد اب میں اس آیت کا مفہوم بیان کرتا ہوں۔ آیت زیر بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض لوگ اعتراض کیا کرتے تھے کہ رسول کریمؐ کو قرآن کا مضمون کوئی انسان سکھاتا ہے۔ اس اعتراض کا جواب اللہ تعالیٰ یہ دیتا ہے کہ انکی زبان تو اعجمی ہے اور یہ کلام تو عربی میں ہے۔ مسیحی کہتے ہیں کہ یہ جواب غلط ہے کیونکہ معترض یہ نہیں کہتا کہ وہ غلام قرآن کا مضمون عربی زبان میں لکھ کر آپکو دیدیا کرتے تھے۔ بلکہ یہ کہتا ہے کہ وہ یہودی کتب کے مضامین آپکو بتاتے تھے اور آپ ان مضامین کو اپنی عبارت میں ڈھال لیا کرتے تھے۔

آنحضرتؐ کو کوئی بشر سکھانے کے متعلق پادریوں کی غلط آراء

میرے نزدیک کسی کے کلام کو سمجھنے سے پہلے اس کی عام حالت کا جائزہ لینا بھی ضروری ہوتا ہے۔ اگر قرآن کے دوسرے جوابات جو وہ مخالفوں کے اعتراضوں کے دیتا ہے ایسے ہی بیہودہ ہوتے ہیں جیسا کہ یہ جواب ہے جو پادری ژیری اور آرنلڈ صاحب نے قرآن کریم کی طرف منسوب کیا ہے تو بیشک انکی یہ تنقید قابل اعتناء ہو سکتی ہے لیکن اگر اس کے برخلاف قرآن اپنی مخالفوں کے اعتراضات کے مناسب اور مدلل جواب دیتا ہے۔ تو پھر اس امر کے تسلیم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ یا تو پادری صاحبان نے سوال نہیں سمجھا یا جواب نہیں سمجھا۔

آیت یعلمہ بشر کا اصل مفہوم

دوسرا قابل غور امر اس بارہ میں یہ ہے کہ اگر یہ جواب ایسا ہی بے جوڑ تھا جیسا کہ میسرز ژیری اور آرنلڈ ظاہر کرنا چاہتے ہیں تو کیوں مکہ والوں نے اس کو رد نہ کیا؟ اگر ان کا وہی اعتراض تھا جو میسرز ژیری اور آرنلڈ نے سمجھا ہے تو انہوں نے کیوں اس کے جواب میں یہ بات نہ کہی کہ ہمارا تو یہ اعتراض نہیں کہ آپ عربی اس یہودی یا عیسائی غلام سے بنواتے ہیں۔ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

آپ مسالہ اس سے لیتے ہیں۔ اور پھر اپنی زبان میں اس کے مضامین کو بیان کر دیتے ہیں۔ کفار کی طرف سے یہ اعتراض کسی کمزور روایت میں بھی نہیں پایا جاتا۔ یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ شاید مسلمانوں نے وہ اعتراض تاریخ میں نقل نہ کیا ہو۔ کیونکہ جب بیسیوں اٹکلیں جن سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم یا اسلام پر زد پڑتی ہے کتب احادیث میں درج ہیں۔ تو اس ایک اعتراض کے نقل کرنے میں ان کے لئے کیا روک تھی؟ پس صاف ظاہر ہے کہ کفار نے اس امر کو تسلیم کر لیا تھا کہ ان کے سوال کو ٹھیک طور پر سمجھ لیا گیا ہے اور جواب اس کے مطابق ہی دیا گیا ہے۔

عجمی لغت کا استعمال زبان کے لئے

اب یہ سوال رہ جاتا ہے کہ مذکورہ سوال کا جواب جو قرآن کریم نے دیا ہے اس کا کیا مطلب ہے؟ تو اس کا مطلب سمجھنے سے پہلے اَعْجَمِیٌّ کے معنے سمجھ لینے ضروری ہیں۔ عربی زبان میں عرب اور عجم دو لفظ عربوں اور غیر عربوں کے لئے مستعمل ہوتے ہیں۔ اور اسی مادہ سے اَعْجَمُ کا لفظ ہے جو غیر عرب کے لئے بولا جاتا ہے۔ چنانچہ تاج العروس جلد ۸ میں ہے۔ عرب کہتے ہیں رَجُلٌ اَعْجَمُ وَ قَوْمٌ اَعْجَمُ۔ وہ شخص اعجم ہے یا وہ قوم اعجم ہے۔ مطلب یہ کہ وہ آدمی یا قوم غیر عرب ہے۔ عربوں میں سے نہیں ہے۔

آیت کے دو معنے

آیت کے اعجمی کے معنے

اس حد تک کے حوالہ سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ اعجم غیر عرب کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے لیکن اس کے ساتھ اعجم کے معنے مَنْ لَا یُفْصِحُ کے بھی ہیں یعنی وہ شخص جو بات کھول کر نہ بیان کر سکے۔ اسی طرح یہی معنے اعجمی کے بھی لیا (تاج)۔ اور ان معنوں میں عرب کی نسبت بھی یہ لفظ بولا جا سکتا ہے۔ اسی طرح اعجم اس شخص کی نسبت بھی بولتے ہیں جس کی زبان میں لکنت ہو خواہ وہ فصیح الکلام ہی کیوں نہ ہو۔ (تاج)۔

اعجمی کے معنی غیر عرب کے

ان معانی کو بیان کرنے کے بعد اب میں اس طرف توجہ پھیرنا چاہتا ہوں کہ اس جگہ اعجمی کا لفظ انسان کی نسبت نہیں بولا گیا بلکہ زبان کی نسبت بولا گیا ہے۔ یعنی یہ نہیں فرمایا کہ جس کی نسبت قرآن بنانے میں مدد دینے کا الزام لگایا گیا ہے وہ اعجمی ہے۔ بلکہ یوں فرمایا ہے کہ جس شخص کی نسبت یہ لوگ ایسا گمان کر رہے ہیں اس کی زبان اعجمی ہے یعنی (۱) غیر عرب لوگوں کی زبان ہے۔ یا (۲) یہ کہ اس کی زبان ایسی ناقص ہے کہ وہ اپنا مطلب بیان ہی نہیں کر سکتا۔

اعجمی کے ایک معنے لکنت کے بھی ہیں وہ معنے بولی کی نسبت استعمال نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ لکنت چمڑے کی زبان میں ہوتی ہے۔ الفاظ سے مرکب بولی میں لکنت نہیں ہوا کرتی پس جب اعجمی کا لفظ زبان کی نسبت بولا جائے تو اس کے دو معنے ہوتے ہیں۔ غیر عرب زبان یعنی جسے اعجم لوگ بولتے ہیں یا پھر اس حد تک غیر فصیح زبان جو مطلب واضح نہ کر سکتی ہو خواہ اس کا بولنے والا عرب ہی کیوں نہ ہو اور خواہ وہ عربی میں ہی کیوں بات نہ کر رہا ہو۔

اعجمی زبان کے معنوں کی تعیین کرنے کے بعد اب میں یہ بتاتا ہوں کہ ان دونوں معنوں کو مدنظر رکھ کر اس آیت کے یہ دو معنے ہوتے ہیں:-

(۱) یہ لوگ کہتے ہیں کہ محمد رسول اللہ کو قرآن کوئی دوسرا شخص سکھاتا ہے۔ وہ شخص جس کی طرف یہ لوگ اس کلام کو منسوب کرتے ہیں اس کی زبان تو غیر عربی ہے۔

(۲) جس کی نسبت یہ لوگ اس کلام کو منسوب کرتے ہیں وہ تو اپنے خیالات ادا کرنے پر قادر ہی نہیں اور قرآن کی زبان عربی ہے۔ اور عربی بھی وہ کہ فصحاء اس میں سے پھوٹ پڑتے ہیں۔

ان دونوں جوابوں کو دیکھ لو کہ نہایت معقول اور مدلل اور مسکت ہیں۔ جو عربی نہ جانتا ہو وہ بھی عرب کو کچھ سکھا نہیں سکتا۔ اور جس کی دماغی حالت ایسی کمزور ہو کہ صحیح طور پر بات نہ کر سکتا ہو وہ بھی کوئی علمی بات کسی کو نہیں بتا سکتا۔

اب میں یہ بتاتا ہوں کہ کفار کس شخص کی طرف اشارہ کرتے تھے۔ اس غلام کے مختلف نام آتے ہیں۔ مگر ان مختلف ناموں میں سے اَلْجَبْر کے مطابق وہی روایت ہے۔ جس میں جبر کی نسبت سکھانے کا شبہ ظاہر کیا گیا ہے۔ کیونکہ باقی غلام جن کے نام

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

لے گئے ہیں کھلے طور پر مسلمان تھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صبح و شام ملتے رہتے تھے۔ ان میں کسی ایک کو اعتراضات کا نشانہ بنانے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ مگر اعتراض ہوتا تو سب پر ہوتا۔ وہ شخص جو کہا تھا اور جس کی نسبت کفار کو شبہ ہوتا تھا کہ شاید یہ باتیں سکھاتا ہے وہ مجبر ہی ہے جو بہت دیر بعد مسلمان ہوا ہے اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی مجالس میں نہیں آتا تھا بلکہ جیسا کہ روایات سے ثابت ہے آپ بعض دفعہ اس کے پاس جبکہ وہ تلواریں بناتے ہوئے انجیل کی آیات پڑھا کرتا تھا کھڑے ہو جاتے تھے۔ پس اس آیت میں جس شخص کی طرف اشارہ ہے وہ یہی شخص ہے۔ اور جیسا کہ حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص اپنے مذہبی جوش کی وجہ سے لوہا کوٹتے ہوئے انجیل پڑھتا جاتا تھا اور بوجہ غیر زبان ہونے کے عجوبہ خیال کرتے ہوئے لوگ اس کے گرد جمع ہو جاتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کے جوش سے متاثر ہوتے اور آپ بھی بعض دفعہ اس کے پاس کھڑے ہو جاتے اور یہ خیال کر کے کہ جس شخص میں مذہب کا اسقدر جوش ہے وہ ضرور سنجیدگی سے دینی مسائل پر غور کرے گا۔ اسے اسلام کی تلقین کرتے بعض لوگ جنہوں نے اس کے پاس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑے دیکھا انہوں نے یہ شبہ ظاہر کر دیا کہ وہ آپکو سکھاتا ہے۔ چنانچہ اوپر جو احادیث نقل ہوئی ہیں انہیں یہ بھی آتا ہے کہ اس سے یا اس کا جو ایک اور ساتھی تھا اس سے بعض لوگوں نے سوال کیا کہ کیا تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنے دین کی باتیں سکھاتے ہو؟ تو اس نے کہا نہیں وہ مجھے سکھاتے ہیں۔ (روح المعانی جلد ۱۴)

اس سوال و جواب سے ظاہر ہے کہ لوگ اسی کی نسبت گمان کرتے تھے کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھاتا ہے اس الزام کا جواب قرآن کریم نے یہ دیا ہے کہ اسکی زبان تو عجمی ہے یعنی وہ عربی زبان نہیں جانتا یا ایسی تھوڑی جانتا ہے جیسے بچہ زبان جانتا نہیں کہہ سکتے۔ اور قرآن کی زبان لِسَانٌ عَرَبِیٌّ مُّبِیْنٌ ہے پھر بتاؤ کہ ان دونوں کے درمیان تبادلہ خیال کس طرح ہو سکتا ہے۔ آخر سب کی تعلیمات سکھانے کے لئے زبان ہی ذریعہ ہے اگر دونوں شخصوں کی زبان ایک نہیں۔ ایک کی زبان غیر عربی ہے اور دوسرے کی عربی۔ تو عربی دان غیر عربی دان کی کس قدر سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ یہ جواب نہایت معقول ہے اور اس جواب کو کوئی غیر معقول نہیں کہہ سکتا۔

دوسرے معنے اس آیت کے یہ ہو سکتے تھے کہ اس کی زبان جس کی نسبت اتہام لگایا جاتا ہے کہ وہ سکھاتا ہے گو عربی ہو۔ مگر وہ اپنا مفہوم ادا کرنے کی قابلیت نہیں رکھتا۔ اگر یہ معنے کئے جائیں تب بھی جواب درست ہے۔ کیونکہ جواب میں قرآن کریم کو پیش کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ قرآن کی زبان اسقدر وسیع مطالب پر مشتمل ہے کہ وہ مُبِیْن کہلانے کی مستحق ہے۔ یعنی ہر اعتراض کا خود ہی جواب بھی دیتی جاتی ہے۔ پھر یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ایک شخص جو اپنا مطلب بھی پوری طرح واضح نہیں کر سکتا یعنی موٹی عقل اور کند ذہن ہے وہ ایسے مطالب محمد رسول اللہ کو بتائے کہ ہر دعویٰ کے ساتھ اسکی دلیل بھی موجود ہو۔ اور ہر مشکل جو قرآن پڑھتے ہوئے انسانی ذہن پیدا کرے اس کا حل بھی ساتھ ہی موجود ہو۔ جو شخص کسی علمی بات کے بیان کرنے کے قابل نہیں اور موٹی عقل کا آدمی ہے اور اپنے مطلب کو واضح نہیں کر سکتا وہ اس قسم کی باتیں سمجھا ہی کس طرح سکتا ہے۔ یہ دلیل بھی ایسی کامل اور مسکت ہے کہ اس کے معقول اور لاجواب ہونے میں کوئی شبہ ہی نہیں کیا جا سکتا۔

آنحضرت پر عیسائی غلام سے سیکھنے کا اعتراض اور اس کا جواب

ممکن ہے کوئی اعتراض کرے کہ ہو سکتا تھا کہ وہ غلام اپنے بھدے پیرایہ میں اناجیل کے واقعات سنا دیتا ہو۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے اپنے الفاظ میں بیان کر دیتے ہوں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مُبِیْن کا لفظ اس سوال کا جواب بھی دے رہا ہے۔ کیونکہ بتانے والا اگر نامکمل سچائیاں بتاتا تھا تو کونسی صورت تھی کہ محمد رسول اللہ کو انکو مُبِیْن صداقتوں یعنی ان صداقتوں میں جو اپنی سچائی کی آپ ہی دلیل ہوں تبدیل کر سکتے تھے کیا کوئی شخص یہ طاقت رکھتا ہے کہ جھوٹ یا غلط بات کو خود بخود ہی نہیں بلکہ لبادہ اوڑھ دے کہ مضمون روز روشن کی طرح کھل جائے۔

بعض یہ بھی اعتراض کو یہ رنگ دیتے ہیں کہ قرآن کا یہ دعویٰ ہے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کہ اس میں چونکہ یہود و نصاریٰ کی کتب کی باتیں ہیں اور محمد رسول اللہ چونکہ امّی ہونے کے خود ان باتوں سے واقف نہیں ہو سکتے تھے۔ اس لئے ثابت ہوا کہ یہ باتیں انہوں نے خدا تعالیٰ سے معلوم کر کے دنیا کو بتائی ہیں۔ اس دعویٰ کے خلاف یہ اعتراض ہے کہ وہ بعض مسیحی غلاموں سے غلط اور بے جوڑ روایات سن کر قرآن میں داخل کر لیتے تھے۔ اور اس صورت میں یہ ضروری نہیں کہ جس شخص سے وہ ان قصوں کو سنیں وہ ضرور بڑے دماغ کا اور بڑی سمجھ کا آدمی ہو۔ بلکہ واقعات چونکہ غلط بیان ہوئے ہیں اس لئے جاہل اور کٹر غلام کی نسبت ایسا الزام واقعات کے زیادہ مطابق بیٹھتا ہے نہ کہ اعتراض کو دور کرتا ہے۔

اس کا جواب ایک تو یہ ہے کہ قرآن کریم میں کہیں وہ دعویٰ بیان نہیں جو مسیحی قرآن کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ قرآن کریم اپنی سچائی کی یہ دلیل نہیں دیتا کہ چونکہ اس میں اہل کتاب کی کتب کی باتیں بیان ہوئی ہیں وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ بلکہ قرآن تو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس میں وہ صداقتیں موجود ہیں جو اہل کتاب کی کتب میں نہیں ہیں اس لئے وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ چنانچہ اسی سورۂ نحل میں یہ آیات گذر چکی ہیں کہ تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخْتَلَفُوْا فِيْهِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ (النحل پ ۱۴)۔ یعنی ہمیں اپنی ہی ذات کی قسم ہے کہ تجھ سے پہلے ہر قوم میں نبی گزر چکے ہیں۔ اور ہر قوم کے پاس ہدایت نامہ آچکا ہے مگر باوجود اس کے شیطان نے ان قوموں کو گمراہ کر دیا اور اب وہ مختلف باتیں اپنے مذہب کی طرف منسوب کر رہے ہیں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل نہ ہوئی تھیں اور وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر شیطان کے تصرف میں آئے ہوئے ہیں اور دردناک عذاب کا مورد بننے کے خطرہ میں ہیں۔ پس ان کے ان اختلافات کے مٹانے کے لئے ہم نے تجھ پر یہ کتاب اتاری ہے۔ تا کہ اس کے ذریعہ سے وہ سچائیاں جو ان سے مخفی ہو چکی ہیں اور وہ ان کے متعلق اختلاف کر رہے ہیں بیان کرے۔ اور اس قرآن کے ذریعہ سے ہم نے مومنوں کے لئے ہدایت اور رحمت کے سامان پیدا کئے ہیں۔

قرآن مجید یہ اور جو کہ کا مدافعانہ کلمے کا دعویٰ کرتا ہے

اس آیت میں پہلے سب قوموں میں نبی آنے کا ذکر ہے اور بعد میں قرآن کریم کے نزول کا۔ اور یہ نہیں فرمایا کہ چونکہ یہ پہلے نبیوں کی کتب کی باتیں بیان کرتا ہے اس لئے سچا ہے۔ بلکہ یہ فرمایا ہے کہ پہلی کتب کو لوگوں نے چھوڑ دیا اور شیطان کے پیچھے چل پڑے اور ان میں قسم قسم کے اختلاف پیدا ہو گئے۔ یہ قرآن ان اختلافوں کو مٹانے اور جو صداقت مخفی ہو گئی تھی اسے ظاہر کرنے کے لئے آیا ہے۔ قرآن کریم کے اس دعوے کی موجودگی میں یہ کہنا کہ محمد رسول اللہ محض پچھلی کتب کی باتیں بیان کر کے جن کو وہ چند غلاموں سے سن لیتے تھے اپنی سچائی کا دعویٰ کرتے تھے کسقدر غلط ہے۔

خود یہ آیت بھی تو جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں یہی بات پیش کر رہی ہے۔ کہ قرآن کریم کی برتری کسی نقل کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کے مُبَیِّن ہونے کی وجہ سے ہے۔ اور مُبَیِّن ہونے کے لئے وسیع اور مخفی علوم کی ضرورت ہے۔ جن کی اس آدمی سے جس کی طرف یہ کام منسوب کیا جاتا ہے۔ تو کیا امید کی جا سکتی ہے بڑے سے بڑا عقلمند انسان بھی اس کتاب کے بنانے میں مدد نہیں دے سکتا جس میں سب سچائیاں بادلیل بیان کی گئی ہوں اور سب اعتراضوں کا رد موجود ہو۔ ایسی کتاب تو صرف خدا تعالیٰ ہی اتار سکتا ہے۔

ممکن ہے کوئی یہ کہے کہ یہ کہنا غلط ہے کہ وہ غلام جاہل تھے۔ ہم تو سمجھتے ہیں کہ کوئی بڑا عالم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ میں آگیا تھا۔ جن مسیحیوں نے اس آیت کا مشارٌ الیہ سرگیس کو قرار دیا ہے اسی حکمت سے قرار دیا ہے کیونکہ وہ زیادہ عقلمند تھے۔ اور انہوں نے اس امر کو محسوس کر لیا تھا کہ قرآن کریم میں یہود و نصاریٰ اور اسلام کے درمیان اختلافی امور کی جو بحث ہے وہ غلام تو الگ رہا، پڑھے لکھے پڑھے عیسائی کی دسترس سے بھی باہر ہے۔ اس لئے انہوں نے ایک فرضی سرگیس کو

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

تجویز کیا کہ وہ ایک نسطوری راہب تھا اور آپکو سکھایا کرتا تھا۔ تاہم کئی طور پر تو خود مسیحی مصنفوں نے ہی انکی بات کو رد کر دیا ہے۔ مگر میں عقلی طور پر بھی اسکا ایک جواب دیتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اگر نصاریٰ کے اس الزام کو یہ مسئلہ دیں تو پھر بھی انہی کے مذہب پر زد پڑتی ہے کیونکہ اس کے یہ معنے ہوں گے کہ یہود نصاریٰ کی جو تصویر اسلام نے پیش کی ہے خواہ انسانوں سے سیکھ کر کی ہے مگر ہے وہ سچی۔ اور اگر وہ تصویر بھی ہو تو ان کے مذاہب کے غلط ہونے میں کیا شبہ رہ جاتا ہے۔ اس پہلو کے بدلنے سے صرف انکو یہ تسلی ہو گئی کہ ہمارے مذاہب تو جھوٹے ثابت ہو ہی گئے ہیں ہم نے قرآن پر بھی اعتراض کر دیا کہ اسے بھی انسان نے بنایا ہے لیکن یاد رہے کہ شبہ یقین کا قائم مقام نہیں ہو سکتا قرآن کریم کی طرف جو بات وہ منسوب کر رہے ہیں اسے تو خود ان کے اپنے آدمی ناقابل قبول قرار دیتے ہیں لیکن یہ تسلیم کر کے کہ قرآن کریم نے یہودیوں اور مسیحیوں سے جہاں جہاں اختلاف کیا ہے وہ کسی بڑے عالم کی تحقیق ہے جس نے اہل کتاب کی لائبریریاں چھان کر ان باتوں کو نکالا ہے۔ اور موجودہ مذاہب کی غلطیوں کو ظاہر کر دیا ہے اس سے تو ان مذاہب کا کچھ بھی نہیں رہتا مادر یہودی اور مسیحی زیادہ سے زیادہ یہ کہہ کر اپنے دل کو تسلی دے سکتے ہیں کہ یہودیت وہ نہیں جو موجودہ تورات اور کتب یہود میں موجود ہے بلکہ وہ ہے جو قرآن میں بیان ہوئی ہے۔ اور نصرانیت وہ نہیں جو موجودہ اناجیل میں ہے۔ بلکہ وہ ہے جو قرآن میں ہے۔ اور اگر وہ ایسا کہیں گے تو دوسرے لفظوں میں قرآن کریم کی تصدیق کریں گے۔

اب ایک پہلو آیت کے ترجمہ کا رہ گیا ہے جو قابل توجہ ہے اور وہ یہ کہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ آیت کا یہ ترجمہ کہ جس کی نسبت لوگ گمان کرتے ہیں۔ اس کی زبان غیر عربی ہے۔ اس کے گو ایک معنے یہ بھی ہو سکیں کہ اس کو عربی یا آتی ہی نہیں یا اتنی نہیں آتی کہ وہ اپنا مطلب بیان کر سکے لیکن اس کے یہ معنے بھی تو ہو سکتے ہیں کہ اس کی مادری زبان غیر عربی ہے۔ اور ایسا شخص جس کی مادری زبان غیر عربی ہو بعد میں عربی سیکھ بھی تو سکتا ہے پس جواب مکمل نہ ہوا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ معنے اس آیت کے نہیں ہو سکتے کیونکہ یہ سوال قرآن کریم نے دوسری جگہ خود بیان کیا ہے۔ اور اس کا الگ جواب دیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ معنے آیت زیر بحث میں نہیں ہیں۔ نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ہادی ہیری کا یہ استنباط کہ سورۃ نحل کا جواب بالکل بودا اور ہوا اس سے اعتراض کی بجائے ثابت ہوتی ہے۔ انکی ناواقفیت کی وجہ سے ہے کیونکہ جب قرآن کریم نے وہی سوال جو ہیری صاحب اور دوسرے مسیحی مصنفوں نے اس آیت سے نکالا ہے سورۃ فرقان میں خود بیان کیا ہے اور اس کا جواب نہایت زبردست دیا ہے۔ تو یہ کس طرح ممکن تھا کہ سورۃ نحل میں اس سوال کا نہایت بودا جواب دیا جاتا۔

ہیریٹن کے اعتراض کا رد

سورۃ فرقان خود ہیری صاحب کے نزدیک ابتدائی مکی سورتوں میں سے ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:۔

"اس سورۃ کی آیتیں محمد (صلعم) کی ابتدائی مکی وحی میں سے ہیں۔" (تفسیر قرآن جلد ۲ صفحہ ۲۰)

اور سورۃ نحل کی نسبت وہ لکھتے ہیں کہ:۔

"تمام شہادت اندرونی ہو یا بیرونی ہمیں اس امر کے ماننے پر مجبور کرتی ہے کہ یہ (نحل) آخری مکی سورتوں میں سے ہے" (تفسیر القرآن جلد ۳۔ صفحہ ۲۴، صفحہ ۲۵)

اب کیا کوئی عقلمند تسلیم کر سکتا ہے کہ جس اعتراض کو سورۃ فرقان میں نہایت زبردست دلائل کے ساتھ رد کیا ہے اس کے چھ سال کے بعد اس سوال کا جواب سورۃ نحل میں نہایت بودا اور سکزور دیدیا ہے۔ اگر فرقان بعد کی ہوتی تو کوئی شبہ بھی کر سکتا تھا کہ اس وقت جواب نہیں سوجھا بعد میں جواب بنا لیا مگر فرقان خود مسیحی مصنفوں کے نزدیک پہلے کی ہے اور نحل بعد کی۔

اب میں مضمون کو یکجا بیان کرنے کے لئے پہلے وہ دلائل بیان کرتا ہوں جو سورۃ فرقان میں بیان کئے گئے ہیں۔ سورۃ فرقان میں آتا ہے:۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ نِ افْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ۝ وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ (سورہ فرقان ع ۱)۔

یعنی کفار کہتے ہیں کہ قرآن ایک جھوٹی کتاب ہے اور محمد رسول اللہ کو اس کے بنانے میں دوسرے لوگ مدد دیتے ہیں ان کفار نے یہ اعتراض کر کے سخت ظلم کیا ہے اور جھوٹ بولا ہے اور وہ اس اعتراض کو پکا کرنے کے لئے یوں دلیل دیتے ہیں کہ قرآن میں ہے کیا بس پرانے لوگوں کی باتیں نقل کر دی گئی ہیں۔ محمد (صلعم) وہ باتیں لکھوا لیتے ہیں اور صبح و شام ان کے سامنے وہ پڑھی جاتی ہیں (تاکہ یاد رہیں)۔ تُو ان سے کہہ کہ قرآن کو تو اس نے اتارا ہے جو آسمان اور زمین کے رازوں کو جانتا ہے۔ وہ بہت بخشنے والا اور مہربان ہے۔

اس آیت میں صاف لفظوں میں اس اعتراض کو نقل کیا گیا ہے جو پرویز صاحب سورۃ نحل کی آیت سے نکالنا چاہتے ہیں اور اس اعتراض کو پڑھ کر یہ بھی صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ سورۂ نحل والی آیت کا اعتراض اس اعتراض سے مختلف ہے کیونکہ سورۃ نحل میں ایک شخص کی طرف سکھانا منسوب کیا گیا ہے اور یہاں کئی شخصوں کی طرف۔ پھر سورۃ نحل والی آیت میں گو نام نہیں لیا گیا مگر یہ ضرور بتایا گیا ہے کہ جس پر الزام لگایا جاتا ہے وہ معین شخص ہے لیکن سورۃ فرقان میں وہ جماعت غیر معین لکھی گئی ہے۔ اسی طرح سورۃ نحل میں سکھانے کے کام کا وقت نہیں بتایا گیا لیکن سورۃ فرقان میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ صبح و شام یہ تعلیم کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

سورۃ فرقان کی آیات کے الفاظ صاف بتاتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ چاہکہ صبح و شام نماز کے لئے اور قرآن سیکھنے کے لئے دارارقم میں جمع ہوتے تھے وہ نادان خیال کرتے تھے کہ شاید اس جگہ جمع ہو کر بعض مسیحی غلام اپنی کتب کی باتیں ان کو بتاتے ہیں یا ان سے لکھ کر صحابہ لے آتے ہیں اور پھر وہ صبح و شام حفظ کی جاتی ہیں۔ ان جاہلوں کی عقل میں صبح و شام کی نمازیں تو آ ہی نہیں سکتی تھیں۔ وہ اس اجتماع کو منصوبہ بازی کا وقت سمجھتے تھے۔ خود مجھے اس بارہ میں ایک تجربہ ہو چکا ہے جس سے اس قسم کی بدگمانی کی حقیقت خوب معلوم ہو جاتی ہے۔

کوئی بیس سال کا عرصہ ہوا۔ میں لاہور گیا۔ مجھ سے آریوں کے مشہور لیڈر لالہ رام بھجدت جو اب فوت ہو چکے ہیں ملنے کے لئے آئے۔ ان کے ساتھ کچھ اور صاحبان بھی تھے۔ جن میں شیر پنجاب جو سکھوں کا مشہور اخبار ہے۔ اس کا ایڈیٹر صاحب بھی شامل تھے۔ اتفاق سے اس دن میرا لیکچر تھا۔ وہ لیکچر سننے کے لئے ٹھیر گئے۔ مجھے سارا دن کام کی وجہ سے حوالے نکالنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ اس لئے میں نے حافظ روشن علی صاحب مرحوم کو (اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت فرمائے)۔ جو آیات کو نکالنے کا خاص ملکہ رکھتے تھے سٹیج پر بٹھا لیا۔ اور کہا کہ میں آپکو مضمون بتاتا جایا کروں گا۔ آپ مجھے آیت کے الفاظ بتاتے جایا کریں۔ خیر میں نے لیکچر شروع کیا۔ جہاں کہیں آیت کے الفاظ استدلال کی ضرورت ہوتی۔ میں آہستہ سے ایک دو لفظ آیت کے پڑھ دیتا یا مضمون بتا دیتا اور وہ ساری آیت پڑھ دیتے۔ میں اسے پڑھ کر جو استدلال پیش کرنا ہوتا تھا اسے بیان کر دیتا۔ دوسرے دن شیر پنجاب میں ایک مضمون نکلا کہ کل ہم بھی امام جماعت احمدیہ قادیان کے لیکچر میں تھے لیکچر اچھا تھا۔ مگر ہم نے ذرا تجسس کیا اور سٹیج کے پچھلی طرف گئے تو معلوم ہوا کہ انہوں نے اپنے پیچھے ایک عالم چھپا یا ہوا تھا۔ وہ مضمون بتاتا جاتا تھا اور مرزا صاحب دُہراتے جاتے تھے۔ واقف کار لوگوں میں کئی دن اس پر ہنسی اُڑتی رہی اور سردار صاحب سے بھی کسی نے جا ذکر کیا۔ وہ بہت شرمندہ ہوئے۔ اور کہا کہ میں نے تو سمجھا تھا کہ میں نے اپنی ہوشیاری

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سے راز معلوم کر لیا ہے۔

ایسی ہی ہوشیاری مکہ والوں نے دکھائی تھی۔ کام والے لوگوں کو صبح و شام ہی فرصت مل سکتی تھی۔ وہ صبح اور شام کی نمازیں ادا کرنے کے لئے اور قرآن پڑھنے کے لئے دار ارقم میں جمع ہو جاتے تھے۔ کفار کے بعض زیادہ عقلمند لوگ خیال کرتے تھے کہ ہم نے راز معلوم کر لیا ہے۔ یہ قرآن کی تصنیف کے لئے جمع ہوتے ہیں۔

عقلمند کے لئے اس میں بھی ایک نشان ہے کیونکہ اس میں بھی یہ اعتراف پایا جاتا ہے کہ قرآن کو کوئی ایک شخص نہیں بنا سکتا۔ تبھی انہوں نے اس کے بنانے میں مدد دینے والی ایک جماعت قرار دی۔ جن میں سے بعض عقلی باتیں جمع کرتے تھے اور بعض پرانی کتب کی تعلیم جمع کرتے تھے۔

اب میں سورۃ فرقان میں اس اعتراض کے جو جواب دیئے گئے ہیں بیان کرتا ہوں کفار کے اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے اس کے دو پہلوؤں کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔

(۱) اول یہ کہ جن کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ قرآن کریم کے بنانے میں مدد دیتے ہیں۔ کیا وہ ایسا کر سکتے تھے؟

(۲) دوسرے یہ کہ جس چیز کی نسبت کہا جاتا ہے کہ بعض غلاموں نے لکھائی ہے۔ کیا وہ انسانوں کی لکھائی ہو سکتی ہے؟

پہلے سوال کا جواب قرآن کریم یہ دیتا ہے کہ یہ سوال نہایت ظالمانہ اور جھوٹا ہے۔ اس جواب میں اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جن غلاموں کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ آ کر رسول کریم ﷺ کو قرآن سکھایا کرتے تھے ان کے متعلق دیکھنا چاہیئے کہ وہ اسلام کی خاطر کیا کیا تکالیف اٹھا رہے تھے۔ یہ کیونکر ممکن ہو سکتا تھا۔ کہ ایسے لوگ جو خود قرآن بنا بنا کر محمد رسول اللہ کو دیتے تھے۔ اس جھوٹے کلام کی خاطر رات اور دن تکلیفیں اٹھا رہے تھے۔ اسلام کی خاطر ان غلاموں میں سے بعض نے جانیں دیں بعض کی آنکھیں نکالی گئیں۔ ایک میاں بیوی کو اس طرح قتل کیا گیا کہ خاوند کی دونوں لاتوں کو دو اونٹوں سے باندھ کر دو طرف چلا دیا۔ اور اس کی بیوی کی شرمگاہ میں نیزہ مار کر اس کے سامنے قتل کیا۔ اور ان کے لڑکے کو بھی سخت ایذائیں دیں۔ اس دوران میں انہیں بار بار کہا جاتا تھا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا انکار کر دیں تو چھوڑ دیئے جائیں گے۔ مگر میاں بیوی مرتے مرتے پر صداقت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ یہ آزادوں کا سردار نام نہاد غلام یا کسی بھی انہی غلاموں میں سے تھا جن کے متعلق یہ اتہام لگایا جاتا تھا کہ وہ محمد رسول اللہ کو سکھاتے ہیں۔ کیا کوئی انسان مان سکتا ہے کہ خود ہی قرآن بنا کر دینے والے محمد رسول اللہ کے نام پر ایسے ایسے عذاب اٹھا کر جانیں قربان کر رہے تھے۔

مکہ کے کافر وقتی جوش میں اندھے ہو رہے تھے کیا آج کل کی عیسائی دنیا میں بھی کوئی دیکھنے والی آنکھ نہیں؟ کوئی بولنے والی زبان نہیں جو اس بار بار دہرائے جانے والے ظلم اور جھوٹے اعتراض کے خلاف آواز اٹھائے؟

اعتراض کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ کیا وہ کلام ان غلاموں کا سکھایا ہوا ہو سکتا ہے؟ اس کا جواب دیا ہے کہ جنہیں تم قصے کہتے ہو وہ قصے ہیں ہی نہیں۔ بلکہ پیشگوئیاں ہیں۔ انکا اتارنے والا تو آسمانوں اور زمین کے غیبوں کا جاننے والا خدا ہے۔ یعنی ان میں آئندہ کے حالات بیان کئے گئے ہیں نہ کہ پرانے واقعات۔ اور انسان آئندہ کے حالات نہیں جان سکتا۔ اور نہ بتا سکتا ہے۔ اب دیکھو تو یہ جواب کیسا واضح اور صحیح ہے

غرض سورہ نحل میں یہ اعتراض نہیں کہ دوسرا کوئی شخص اسے مضمون سکھاتا ہے۔ وہ اعتراض فرقان میں بیان ہوا ہے اور اس کا ایسا دندان شکن جواب دیا گیا ہے کہ شریف آدمی اسے سنکر پھر اس اعتراض کو نہیں دہرا سکتا۔ اور سورۃ نحل میں وہ اعتراض نہیں بلکہ یہ اعتراض بیان ہوا ہے کہ فلاں غلام قرآن سکھاتا ہے۔ حالانکہ وہ غلام عربی نہیں جانتا تھا۔ صرف کچھ آیات انجیل کی غالباً یونانی زبان میں ہونگی کام کرتے وقت پڑھا کرتا تھا۔ محمد رسول اللہ ﷺ اس کے جوش کو

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

آنحضرتؐ کا ہر خاص و عام سے تعلق یکساں تھا۔

دیکھ کر اس کے پاس تبلیغ کے لئے ٹھیر جاتے تھے کہ کوئی بات اس کے کان میں پڑ جائے تو شاید کسی وقت ہدایت کا موجب بنے تبھی اسنے خود اقرار کیا ہے کہ یہ مجھے سکھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جواب میں فرماتا ہے کہ اسے تو عربی بولنی اسقدر نہیں آتی کہ کوئی علمی مضمون بیان کر سکے۔ یہ اتنی ہی مدد کر سکتا ہے کہ انجیل کی عبارتیں عبرانی یا یونانی دیا نوں میں آپ کو یاد کرا دے لیکن اگر ایسا ہوتا تو قرآن کا ایک حصہ عبرانی یا یونانی ہوتا مگر قرآن تو سارا عربی میں ہے۔ پھر جبکہ ترجمانی وہ غلام کر نہیں سکتا اور عبرانی یونانی کی عبارتیں قرآن میں موجود نہیں تو سکھایا کس نے اور سیکھا کس نے؟ اس سے زبردست جواب اور کیا ہو سکتا ہے اور اسے بودا کہنے والے کو سوائے متعصب یا سوئی عقل والے کے اور کیا کہہ سکتے ہیں۔

انجیل کے تراجم کا رواج چوتھی صدی عیسوی سے ہوا

یہ بھی یاد رہے کہ روایت میں دو غلاموں کا ذکر آتا ہے لیکن میں نے ایک غلام کا ذکر کیا ہے۔ اس کی دو وجہیں ہیں۔ ایک یہ کہ قرآن کریم کی آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ایک غلام کے متعلق اعتراض کیا کرتے تھے۔ دوسرے ایک روایت جس میں ذکر ہے کہ اس شخص سے لوگوں نے پوچھا کہ کیا تو محمد (صلعم) کو سکھاتا ہے؟ تو اس نے کہا کہ نہیں۔ اس میں بھی ایک ہی آدمی کا ذکر ہے۔ پس خواہ دو غلاموں کا جگہ اکٹھے کام کرتے ہوں پرشبہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی کے متعلق کیا جاتا تھا۔

ہر دو غلام عیسائی تھے یا یہودی؟

اس جگہ ایک اور سوال بھی غور طلب ہے جو اس اعتراض کے متعلق ہماری صحیح راہنمائی کر سکتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ کیا اس وقت تورات اور انجیل کے عربی تراجم ہو چکے تھے اور وہ اسقدر رائج تھے کہ غلام بھی انکو کام کے وقت پڑھا کرتے تھے؟ کیونکہ اگر یہ صورت نہ ہو تو عبرانی اور یونانی کتب کی عبارتوں سے نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی فائدہ اٹھا سکتے تھے اور نہ وہ غلام خود ہی فائدہ اٹھا سکتے تھے کیونکہ عبداللہ بن سلام کے سوا کسی ایک مسلمان کے متعلق بھی

آنحضرتؐ کے زمانہ میں انجیل کا مکمل ترجمہ نہ ہوا تھا

تاریخ سے ثابت نہیں کہ وہ عبرانی جانتا تھا اور یونانی سے واقف کا تو تاریخ میں میرے علم میں کوئی ذکر ہی نہیں آتا۔ جہانتک میری تحقیق ہے اس وقت تک عربی زبان میں تورات اور انجیل کے تراجم نہیں ہوئے تھے۔ اور جب ان کتب کے تراجم نہیں ہوئے تو طالمود وغیرہ جو یہود کی دینی کتب ہیں ان کے تراجم کس نے کرنے تھے۔ میرے اس خیال کی تائید مندرجہ ذیل دلائل سے ہوتی ہے:-

(۱) اس وقت تک انجیل کے تراجم کا رواج ہی نہ تھا۔ تراجم کا رواج تیرہویں چودھویں صدی سے شروع ہوا ہے یہی وجہ ہے کہ ہمارے مفسرین جنہوں نے تفسیر میں مدد لینے کے لئے ہر قسم کے علوم پڑھ ڈالے تھے جب تورات و انجیل کے حوالے دینے بیٹھتے ہیں تو بالکل بے ثبوت کہانیاں انکی طرف منسوب کر دیتے ہیں جن کا نام و نشان بھی بائبل میں نہیں ہے جس کی وجہ یہی ہے کہ انکو عربی کی انجیل میسر نہ تھی۔ اگر عربی میں تورات اور انجیل ہوتی تو کیا یونان کا فلسفہ اور حکمت پڑھنے والے ان کتب کو نہ پڑھتے؟

(۲) اسلامی روایات سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت انجیل یونانی یا عبرانی زبان میں ہی تھیں۔ بخاری باب بدء الوحی میں ورقہ بن نوفل کے متعلق لکھا ہے۔ قَدْ تَنَصَّرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ يَكْتُبُ الْكِتَابَ الْعِبْرَانِيَّ فَيَكْتُبُ مِنَ الْإِنْجِيلِ بِالْعِبْرَانِيَّةِ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَكْتُبَ۔ یعنی ورقہ عبرانی زبان میں انجیل لکھا کرتے تھے۔

بعض روایات میں بجائے عبرانی کے عربی کا لفظ بھی ہے مگر ہم اس روایت کو ترجیح دینے پر مجبور ہیں کیونکہ اگر عربی میں تورات و انجیل ہوتی تو بہت سے لوگ اس کے پڑھنے والے نکلتے۔ بلکہ میرے نزدیک تو یہ بھی ممکن ہے کہ عبرانی بجائے یہودی کی غلطی سے لکھا گیا ہو۔ کیونکہ اسوقت یونانی انجیل ہی مروج تھیں اور عبرانی انجیل قریباً مفقود ہو چکی تھی۔

(۳) تیسرا ثبوت اس امر کا کہ تورات کا ترجمہ عربی میں

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

زہوا تھا یہ ہے کہ یہودی جن کے بعض قبائل مدینہ میں آکر بس گئے تھے ان کے پاس بھی تورات کا عربی ترجمہ نہ تھا۔ چنانچہ اگر کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی حوالہ کی ضرورت ہوتی - تو عبداللہ بن سلام سے آپکو مدد لینی پڑتی تھی جو عبرانی جانتے تھے۔

(۴) احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے عبرانی پڑھنی شروع کی تھی تاکہ وہ تورات و انجیل کو پڑھ سکیں (مشکوٰۃ المصابیح کتاب الایمان باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

(۵) چوتھے ثبوت کے طور پر میں ایک مسیحی مضمون نویس کی شہادت پیش کرتا ہوں۔ ڈاکٹر الگزنڈر سوٹر ایم اے ایل-ایل-ڈی اپنی کتاب دی ٹیکسٹ اینڈ کینن آف دی نیو ٹسٹیمنٹ کے صفحہ ۷۴ پر لکھتے ہیں[1]:-

"ARABIC VERSIONS:
THESE COME PARTLY DIRECTLY FROM GREEK PARTLY THROUGH SYRIAC AND PARTLY THROUGH CAPTIC.

MUHAMMAD HIMSELF KNEW THE GOSPEL STORY ONLY ORALLY. THE OLDEST MANUSCRIPT GOES NO FURTHER BACK THAN 8TH CENTURY.....TWO VERSIONS OF THE ARABIC ARE REPORTED TO HAVE TAKEN PLACE AT ALAXANDRIA IN THE 13TH CENTURY.

"THE TEXT & CANNON OF THE NEW TESTAMENT."
BY. DR. ALEXANDER SOUTER
M.A. L.L.D. PAGE 74

آنحضرتؐ کے صحابہ میں سے صرف عبداللہ بن سلام ہی عبرانی جانتے تھے۔

انجیل کے عربی تراجم کے عنوان کے نیچے لکھتے ہیں :-

"ان تراجم کے کچھ ٹکڑے تو براہ راست یونانی سے ہوئے کچھ ٹکڑے سریانی زبان سے ترجمہ ہوئے اور کچھ قبطی زبان سے۔ محمد (صلعم) بھی اناجیل کے متعلق صرف زبانی معلومات رکھتے تھے۔ پرانے سے پرانا ترجمہ عربی کا آٹھویں صدی سے اوپر نہیں جاتا۔ (رسول کریم صلعم چھٹی صدی میں پیدا ہوئے تھے)۔"

پھر لکھتے ہیں کہ بیان کیا جاتا ہے دو ترجمے عربی کے تیرہویں صدی میں سکندریہ کے مقام پر کئے گئے تھے۔

ان دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ انجیل کا عربی ترجمہ اس وقت تک نہ ہوا تھا اور جن لوگوں نے انجیل پڑھنی ہوتی تھی وہ عبرانی یا یونانی میں پڑھا کرتے تھے۔

آنحضرتؐ کے زمانہ میں انجیل یونانی یا عبرانی میں تھی۔

بس یہ سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا کہ جبر عربی زبان میں تورات اور انجیل پڑھتا تھا اور آپ اس سے سیکھ لیتے تھے۔ وہ عبرانی یونانی زبان کے الفاظ جو اسنے رٹے ہوئے ہوں گے پڑھا کرتا ہوگا۔ پس آپ زیادہ سے زیادہ یہ کر سکتے تھے کہ اس کے بولے ہوئے لفظوں کو یاد کر لیں مگر اس سے آپ کو کیا فائدہ ہو سکتا تھا۔

آخر میں ایک باریک اشارہ کو بھی واضح کر دینا چاہتا ہوں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ جس اعتراض کا ذکر کیا گیا ہے وہ جبر کے متعلق تھا۔ اور وہ اشارہ یہ ہے کہ اس اعتراض کی تفصیلات کے بعد جو سب سے پہلی آیت ہے اس میں قدیل کا ذکر ہے اور جبر کی زندگی کے ایک اہم واقعہ کا تعلق بھی ایک مرتد سے ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ جبر دل سے مسلمان ہو گئے تھے مگر ظاہر نہ کرتے تھے۔ رسول کریم صلعم جب مدینہ تشریف لے گئے تو ایک شخص کو کاتب وحی مقرر کیا جس کا نام عبداللہ تھا۔ یہ وہاں قرآن کریم ہی کے متعلق ایک شبہ میں پڑ کر مرتد ہو گیا اور جب مکہ میں آیا تو لوگوں کو جبر کے مسلمان

آنحضرتؐ پر کسی شخص سے کچھ سیکھنے کا الزام اور اس کا جواب اور اس کی وجہ

---

[1] پہلے یہ کتاب ۱۹۱۲ء میں شائع ہوئی۔ اب دوبارہ ۱۹۲۵ء میں شائع ہوئی یہ صفحہ دوسرے ایڈیشن کا دیا گیا ہے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۙ لَا يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ

اللہ (تعالیٰ) کے نشانوں پر ایمان نہیں لاتے انہیں اللہ (تعالیٰ) ہدایت نہیں دیتا اور ان کے لئے دردناک

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ اِنَّمَا يَفْتَرِى الْكَذِبَ الَّذِيْنَ

عذاب (مقدر) ہے ۵۱۵ جھوٹ وہی لوگ باندھا کرتے ہیں جو اللہ (تعالیٰ)

لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۝

کے نشانوں پر ایمان نہیں رکھتے اور یہی لوگ جھوٹ بولنے میں کامل ہوتے ہیں ۵۱۶

ہونے کی اطلاع دے دی جس کی وجہ سے سالہا سال تک انکو سخت تکالیف دی گئیں۔ پس اس اعتراض کے معاً بعد آیت ارتماد رکھ کر ایک باریک اشارہ اس طرف کیا گیا ہے۔ کہ اس متہم غلام پر ایک زمانہ میں ایک مرتد کی طرف سے بھی ظلم ٹوٹنے والا ہے۔

آنحضرتؐ پر کئی سے یکئے کے اعتراض کے جواب میں چار امور

مذکورہ بالا اعتراضات کے بارہ میں میں بعض اور امور بھی بیان کر دیتا ہوں تا حسب ضرورت کام آئیں:۔

(۱) قرآن کریم نے کسی ایک فرقہ کو نہیں لیا۔ بلکہ سب سے اختلاف کیا ہے۔ وہ کس فرقہ کا آدمی تھا جو اس کام میں آپ کی مدد کرتا تھا؟ کیا وہ خود اپنے مذہب کے خلاف تعلیم بھی آپکو سکھاتا تھا؟

الکذاب الاثیم

(۲) قرآن کریم نے بائبل کے غلط واقعات کی اصلاح کی ہے یہ اصلاح کس غلام کی مدد سے آپ کر سکتے تھے۔ جیسے مثلاً لوط کا شرک نہ کرنا اور داؤد و سلیمان و نوح کی پاکبازی ثابت کرنا یہ ایسے واقعات ہیں کہ آج تیرہ سو سال کے بعد بوریں سیمی مصنف ان کے بارہ میں قرآن کریم کی تائید پر مجبور ہو رہی ہیں

(۳) آپ نے بائبل کے واقعات کے متعلق بعض نئی باتیں بیان کی ہیں جن کا اسوقت کسی یہودی اور عیسائی فرقہ کو بھی علم نہ تھا لیکن وہ آج سچی ثابت ہو رہی ہیں۔ جیسے فرعون کی لاش کا محفوظ رہنا اور آخر مل جانا۔

(۴) روایات سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم چوتھے یا پانچویں سال بعد دعویٰ کے اس غلام کے پاس کھڑے ہو کر اکرتے تھے کیونکہ واقعات میں آتا ہے کہ جب آنحضرت صلعم کا بائیکاٹ ہوا ہے اسوقت اس کے پاس کھڑے ہو کر اکرتے تھے لیکن قرآن کریم کی بعض سورتیں اس واقعہ سے پہلے اتر چکی تھیں اور انہیں عیسائیوں کا ذکر موجود تھا جیسے سورۃ طٰہٰ۔ سورۃ فرقان۔ کہف۔ مریم وغیرہ۔ چنانچہ حضرت ابن مسعودؓ بالکل ابتدائی زمانہ میں اسلام لانے والے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ سکوۃ بنی اسرائیل و کہف سورۃ طٰہٰ سورۃ مریم ہی آیات من العتاق الاول وھن من تلادی (بخاری جلد ۳ صفحہ ۱ کتاب التفسیر)

یہ قرآن کریم کی ابتدائی سورتوں میں سے ہیں اور میرا پرانا مال ہیں یعنی میں نے ابتداء اسلام میں یہ سورتیں یاد کی تھیں۔ ان سورتوں میں کثرت سے یہودیوں اور عیسائیوں کے واقعات آتے ہیں۔

۵۱۵ حل لغات۔ اَلْعَذَابُ کے معنوں کے لئے دیکھو جلد ۳ صفحہ ۲۳

اَلْاَلِيْمُ : اَلْمُوْجِعُ دکھ دینے والا۔ (اقرب)۔

تفسیر۔ یعنی چونکہ یہ لوگ ایسی زبردست آیتوں اور نشانوں کے ہوتے ہوئے بھی ایسے یہودہ اعتراض کرتے ہیں اور ایسی اعلیٰ درجہ کی تعلیم پر بجائے ایمان لانے کے اس پر ہنسی کرتے ہیں۔ اس لئے یہ لوگ ضرور سزا پائیں گے۔

۵۱۶ تفسیر۔ اسجگہ رسول کریم صلعم کی زندگی کو بطور نمونہ کے پیش کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ خدا تعالیٰ پر جھوٹ تو وہی شخص بنا سکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ کی طاقت پر ایمان نہ ہو

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖۤ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ

جو لوگ (بھی) اپنے ایمان لانے کے بعد اللہ (تعالیٰ) کا انکار کریں مگر وہ نہیں جنہیں (کفر پر) مجبور کیا گیا ہو لیکن اور

قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ

ان کا دل ایمان پر مطمئن ہو بلکہ وہ جنہوں نے (اپنا) سینہ کفر کے لئے

بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ

کھول دیا ہو ان پر اللہ (تعالیٰ) کا (بہت) بڑا غضب (نازل) ہوگا اور ان کے لئے

عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ

بڑا (بھاری) عذاب (مقدر) ہے ۝ (اور) ایسا اس سبب سے ہوگا کہ انہوں نے اس دنیا کی زندگی سے محبت کرکے

مگر محمد رسول اللہؐ کو دیکھو کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی حکمت دنیا میں قائم کر رہے ہیں اور نہ صرف خود بلکہ لوگوں کو بھی یہی تعلیم دے رہے ہیں کہ اس کی تعظیم کرو۔ اس لئے ایسے شخص پر اعتراض کرنا کسی سیاہ دل کا ہی کام ہے۔ دوسرے یہ کام ایک عادی جھوٹے شخص کے سوا دوسرا شخص نہیں کر سکتا اور محمد رسول اللہؐ کی سچائی کے گواہ تو تم بھی ہو۔

حل لغات۔ اُكْرِهَ: اَكْرَهَ سے مجہول کا صیغہ ہے۔ اور اَكْرَهَهٗ عَلَى الْاَمْرِ کے معنے ہیں۔ حَمَلَهٗ عَلَيْهِ قَهْرًا۔ کسی کو کسی کام پر زبردستی آمادہ کیا۔ اَكْرَهَهٗ فُلَانًا۔ حَمَلَهٗ عَلٰى اَمْرٍ يَكْرَهُهٗ اس کو کسی ایسے کام پر آمادہ کیا جس کو وہ ناپسند کرتا تھا۔ وَقِيْلَ عَلَى الْاَمْرِ لَا يُرِيْدُهٗ طَبْعًا اَوْ شَرْعًا۔ اور بعض کہتے ہیں اَكْرَهَهٗ فُلَانًا کے معنے ہیں کہ اس نے اسے ایسے کام پر آمادہ کیا جس کو وہ طبعاً یا مذہباً ناپسند کرتا تھا۔ اس سے اسم فاعل مُكْرِهٌ اور اسم مفعول مُكْرَهٌ آتا ہے۔ (اقرب)۔

۵ پہلے حصہ میں واحد کے صیغے استعمال ہوئے ہیں لیکن ان پر اللہ کا عذاب نازل ہوگا سے جمع کے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عربی میں مَنْ جمع کے لئے بھی آتا ہے اور مفرد کے لئے بھی۔ اور چونکہ یہ لفظ مفرد ہے۔ بعض دفعہ اس کے بعد مفرد کے صیغے استعمال ہوتے ہیں مگر مراد جمع ہوتی ہے۔ ایسا ہی یہاں ہوا ہے۔ اس لئے معنوں کے مطابق اردو میں مفرد کی جگہ جمع کے صیغے استعمال کئے گئے ہیں۔ ورنہ ترجمہ غلط ہو جاتا۔

۲ قلب — قَلْبٌ: اَلْفُؤَادُ۔ دل۔ وَقَدْ يُطْلَقُ عَلَى الْعَقْلِ۔ اور کبھی قلب کا لفظ عقل کے لئے استعمال ہوتا ہے اس کی جمع قُلُوْبٌ آتی ہے۔

۳ اکرہ — مُطْمَئِنٌّ: اِطْمَئَنَّ سے اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ اور اطمئنان کے معنوں کے لئے دیکھو بعد ۵۔

۴ مطمئن — اَلْغَضَبُ: ثَوَرَانُ دَمِ الْقَلْبِ لِاِرَادَةِ الْاِنْتِقَامِ۔ سزا دینے کے غرض سے دل کے خون کے جوش مارنے کا نام غضب ہے۔ وَاِذَا وُصِفَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِهٖ فَالْمُرَادُ بِهِ الْاِنْتِقَامُ دُوْنَ غَيْرِهٖ۔ اور جب غضب کا لفظ اللہ تعالیٰ کے لئے استعمال ہوتا ہے تو اس کے معنے صرف سزا دینے کے ہوتے ہیں۔ جوش وغیرہ کے معنے اس میں نہیں پائے جاتے۔ (مفردات)

۵ الغضب — تفسیر۔ اس ضمنی اعتراض کا جواب دے کر کہ جب

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ

اسے آخرت پر مقدم کر لیا اور (نیز اسوجہ سے) کہ اللہ (تعالیٰ) کفر اختیار کرنے والے لوگوں کو ہدایت

الْكٰفِرِيْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ

نہیں دیتا ۱۰۸ یہ وہ لوگ ہیں جن (کے کفر کیوجہ سے ان) کے دلوں اور ان کے

انہیں آئندہ زمانہ کی ترقیات کی پیشگوئیوں کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے اور دلائل سے بتایا جاتا ہے کہ اس قسم کے روحانی حشر ہمیشہ دنیا میں ہوتے آئے ہیں تو کفار اس بات سے فائدہ اٹھا کر کہ آئندہ کی پیشگوئیاں گذشتہ انبیاء کے واقعات کے پردہ میں بیان کی گئی ہیں جھٹ کہہ دیتے ہیں کہ ہم تو پہلے ہی جانتے ہیں کہ یہ قرآن کسی دوسرے شخص کا سکھایا ہوا ہے۔ وہ دوسری کتب کی باتیں ان کو سکھا دیتا ہے۔ اب پھر ترقیات کے ذکر کی طرف بات کو پھیرا گیا ہے اور اوّل توجہ دلائی ہے کہ ترقیات کے ساتھ امن ہی حاصل نہیں ہوتا بلکہ بعض قسم کے فتنے بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ مخالفوں میں بھی مخالفت کا زیادہ جوش پیدا ہو جاتا ہے۔ اس لئے اس زمانہ میں اپنے ایمانوں کا خاص طور پر خیال رکھنا۔ اور بتایا ہے کہ جو شخص کسی دنیوی غرض کی وجہ سے مرتد ہوگا وہ بڑے عذاب میں مبتلا کیا جائیگا۔

آیت میں عبداللہ بن ابی سرح کے ارتداد کی پیشگوئی ہے

میرے نزدیک اس آیت میں عبداللہ بن ابی سرح کے ارتداد کی پیشگوئی ہے۔ اور پہلی آیات سے اس آیت کا جو ربط میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔ اس کے علاوہ اسے یہ بھی ربط حاصل ہے کہ جبر کی وجہ سے جو اعتراض ہوا تھا اس میں بھی قرآن کریم کے انسانی کلام ثابت کرنے کی کوشش کا ذکر تھا۔ اور یہ مرتد جس کا یہاں ذکر ہے اس نے بھی ارتداد اسی دلیل پر کیا تھا کہ قرآن خدائی کلام نہیں۔ انسانوں کا بنایا ہوا کلام ہے۔

یہ پیشگوئی ایک زبردست پیشگوئی ہے۔ اور چونکہ مکہ میں کی گئی اور ان حالات میں کی گئی کہ عبداللہ کو ابھی کاتب وحی مقرر نہ کیا گیا تھا۔ پھر اس میں اشارۃً وجہ ارتداد بھی بتائی گئی کہ اسے قرآن کریم کے الہامی ہونے کے بارہ میں شبہ ہوگا۔ اس لئے اس کی عظمت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔

یہ جو آگے فرمایا ہے کہ جو مجبوراً ارتداد کرے اس پر اتنا عذاب نہیں شاید یہ اشارہ جبر ہی کی طرف ہو۔ اور ممکن ہے کہ ظلم کی وجہ سے وہ دلیری سے اسلام کا انکار نہ کر سکے ہوں۔ گو بعض روایات میں عمار کے متعلق اس کو چسپاں کیا جاتا ہے مگر مضمون کی ترتیب کو دیکھتے ہوئے جبر پر یہ واقعہ زیادہ چسپاں ہوتا ہے۔

مسیحیوں نے اس آیت پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام بزدلی کی تعلیم دیتا ہے اور ظلم کے موقعہ پر ارتداد کی اجازت دیتا ہے۔ لیکن یہ اعتراض بھی ان کے دوسرے اعتراضوں کی طرح غلط ہے۔ کیونکہ اس جگہ سے یہ ہرگز نہیں نکلتا کہ اللہ تعالیٰ اس فعل کو معاف کر دے گا۔ اس جگہ تو صرف یہ کہا ہے کہ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ والے حکم کے متعلق اس آیت میں حکم نہیں بیان کیا گیا۔ اور سزا سے مستثنیٰ نہیں بتایا گیا۔ بلکہ اس گروہ کو علیحدہ قرار دے کر یہ کہا ہے کہ اس کا ذکر بعد میں کیا جائیگا۔

حل لغات ۔ اِسْتَحَبُّوْا : اِسْتَحَبَّ سے جمع کا صیغہ ہے اور اِسْتَحَبَّهٗ کے معنے اَحَبَّهٗ اس سے محبت کی۔ اِسْتَحْسَنَهٗ اس کو پسند کیا۔ اِسْتَحَبَّ الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ کفر کو ایمان پر ترجیح دی۔ (اقرب) پس اِسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ کے معنے ہوں گے کہ انہوں نے اس دنیا کی زندگی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ○

کانوں اور انکی آنکھوں پر اللہ (تعالیٰ) نے مُہر لگادی ہے اور یہ لوگ ہی ہیں جو کچھ غافل ہیں

لَاجَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ○ ثُمَّ اِنَّ

(اور) اسمیں کوئی شک نہیں کہ وہی آخرت میں (سب سے) زیادہ نقصان اٹھانیوالے ہونگے ۱۱۵ اور تیرا

رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ

رب یقیناً ان لوگوں کے لئے جو دکھ میں ڈالے جانے کے بعد ہجرت کر گئے پھر انہوں

جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْٓا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ

نے جہاد کیا اور (اپنے عہد پر) ثابت قدم رہے (ہاں) تیرا رب یقیناً اس (شرط کو پورا کرنے) کے بعد (انکے لئے) بہت بخشنے

رَّحِيْمٌ ○ يَوْمَ تَاْتِيْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا ع ۱۴ ۱۰ ۲۰

والا (اور) بار بار رحم کرنیوالا (ثابت) ہوگا ۱۱۶ اس (دن) کا (ذکر خصوصیت سے اُسدن ہوگا) جسدن ہر شخص اپنی جان کے متعلق

سے محبت کرکے اسے آخرت پر ترجیح دی۔

تفسیر۔ اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ اسلام چونکہ اللہ کی طرف سے نازل شدہ ایک صداقت ہے۔ اس سے بیزار ہوکر کوئی مرتد نہیں ہوسکتا۔ جو ہوگا دنیوی اغراض سے ہوگا۔ اور ایسا آدمی خدا تعالیٰ سے کسی نیک سلوک کا کب امیدوار ہوسکتا ہے۔

اس آیت سے عبداللہ کے اس دعویٰ کو رد کیا ہے۔ کہ میں یہ دیکھ کر کہ قرآن انسانی کلام ہے مرتد ہوا ہوں۔ اور بتایا ہے کہ یہ شخص ظاہر کچھ اور کریگا مگر اصل وجہ دنیا ہی لالچ ہوگی۔

۱۱۵ حل لغات۔ طَبَعَ عَلَيْهِ کے لئے دیکھو یونس ۷۵۔

تفسیر۔ یعنی جو لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہوکر دین حق کو نہیں چھوڑتے بلکہ دوسری اغراض کے ماتحت ایسا کرتے ہیں۔ انکی آنکھوں۔ کانوں اور دلوں پر مُہر لگجاتی ہے کیونکہ وہ بدترین نمونہ اخلاق کا پیش کرتے ہیں۔ اور ایک بڑی

نعمت کو محض چھوٹے سے فائدے کے لئے قربان کر دیتے ہیں

لَاجَرَمَ اَنَّهُمْ۔ الخ یعنی جب ایسے شخصوں کو ہم اس دنیا میں ذلیل کریں گے تو اس میں تو کوئی شبہ رہتا ہی نہیں کہ وہ آخرت میں بھی عذاب پائیں گے کیونکہ ایسے گناہوں کی سزا کا اصل مقام وہی ہے ۔

اسلام سے بیزاری کسی دنیوی فائدہ کیلئے ہی ہوسکتی ہے۔

۱۱۶ حل لغات۔ فُتِنُوْا: فَتَنَهٗ سے مجہول کا صیغہ ہے۔ اور فَتَنَ (فَتْنًا وَفُتُوْنًا) زَيْدٌ عَمْرًا کے معنے ہیں اَوْقَعَهٗ فِي الْفِتْنَةِ فَفَتَنَ هُوَ اَیْ وَقَعَ فِيْهَا اس کو فتنہ میں ڈالا اور وہ فتنہ میں پڑ گیا۔ (لازم اور متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے)۔

فَتَنَهٗ کے معنے ہیں اَعْجَبَهٗ۔ وہ اسکو پسند آیا۔ اَلْمَالُ النَّاسَ اِسْمٌ لَهُمْ۔ مال نے لوگوں کو اپنی طرف مائل کرلیا۔ فَتَنَهٗ فِتْنَةٌ خَبَرَ کا اسکو آزمایا۔ فُلَانًا اَضَلَّهٗ اس کو گمراہ کیا۔ فَتَنَ فُلَانًا عَنْ رَأْيِهٖ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

وَتُوُفِّيَ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝ وَ

جھگڑتا ہوا آئیگا اور ہر شخص نے جو کچھ کیا ہوگا (اسکا اجر) اسے پورا پورا دیا جائیگا اور (کسی کی نگاہ میں بھی) ظلم نہ کیا جائیگا ۱۱۱ وَ

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً

اللہ (تعالیٰ) نے (انہیں سمجھانے کے لئے) ایک بستی کا حال بیان کیا ہے جسے (ہر طرح سے) امن حاصل ہو (اور) اطمینان نصیب ہے

صَدَّهٗ۔ اس کو اس کی رائے سے روکا۔ فَتَنَ الصَّائِغُ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ۔ اَذَابَهٗ وَاَحْرَقَهٗ بِالنَّارِ لِيُبَيِّنَ الْجَيِّدَ مِنَ الرَّدِيِّ وَيُعْلَمَ اَنَّهٗ خَالِصٌ اَوْ مَغْشُوْبٌ۔ سُنار نے سونے کو آگ میں ڈال کر پگھلایا تاکہ اس کے کھرے اور کھوٹے کو معلوم کرے اور فُتِنَ الرَّجُلُ فِيْ دِيْنِهٖ کے معنے ہیں مَالَ عَنْهُ اپنے دین سے علیحدہ ہوگیا۔ فُتِنَ فُلَانٌ اَصَابَتْهُ فِتْنَةٌ فَذَهَبَ مَالُهٗ اَوْ عَقْلُهٗ اس پر مصیبت نازل ہوئی اور اس کی وجہ سے اس کا مال یا عقل جاتی رہی۔ وَكَذٰلِكَ اِذَا اخْتُبِرَ اور جب کسی کا امتحان لیا جائے تو فُتِنَ صیغہ مجہول اس کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ (اقرب) پس فُتِنُوْا کے ایک معنے یہ ہوں گے کہ انہیں مکہ میں ڈالا گیا۔

الا من اکرہ کے ماتحت تو یہ جہل کے لئے جانے والوں کے لئے جائز ہے

جَاهَدُوْا: جَاهَدَ سے جمع کا صیغہ ہے۔ اور جَاهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (مُجَاهَدَةً وَجِهَادًا) کے معنے ہیں۔ بَذَلَ وُسْعَهٗ اللہ کے دین کے لئے انتہائی کوشش کی۔ جَاهَدَ الْعَدُوَّ۔ قَاتَلَهٗ۔ دشمن سے لڑا۔ (اقرب)

جاھدوا

تجادل

پس جَاهَدُوْا کے معنے ہوں گے (۱) انہوں نے جہاد کیا۔ (۲) انہوں نے اللہ کے دین کے لئے کوشش کی۔

تفسیر۔ اس آیت میں ان لوگوں کا حکم بتایا گیا ہے جن کو پہلے اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ کے الفاظ سے مستثنیٰ بتایا گیا تھا ان کا حکم یہ بتاتا ہے کہ اگر کسی سے ایسی غلطی ہو جائے کہ وہ ظلم کی برداشت نہ کر کے ظاہراً ارتداد کر لے مگر دل میں مطمئن ہو تو اس کے لئے یہ حکم ہے کہ اول وہ اس مقام کو چھوڑ دے جہاں اُسے لوگوں سے دب کر ارتداد کرنا پڑا۔

(۲) دوسرے وہ دین کی اشاعت میں لگ جائے اور اپنے آپ کو دین کے لئے گویا وقف کر دے۔

(۳) تیسرے یہ مجاہدہ بند نہ کرے بلکہ استقلال سے اس پر قائم رہے۔ اور اپنے ظاہری اتحاد کے بدلہ میں دوسرے لوگوں کو ہدایت دینے کی کوشش کرے۔

(۴) آئندہ اس سے پھر ایسی خطا ظاہر نہ ہو۔ اگر وہ ان باتوں پر عمل کرے تو فرماتا ہے کہ ان سب کاموں کے کر لینے کے بعد تیرا رب اس شخص کو معاف فرما دے گا

ان قربانیوں کے بعد تو بہ قبول کرنے کا حکم ہونے ہوئے مسیحی مصنفوں کا یہ لکھنا کہ اسلام نے ظلم کے وقت ظاہری انکار کی اجازت دی ہے اُن مظالم میں سوا ایک ظلم ہے جو مسیحی یا دوسری اسلام پر کرتے چلے آتے ہیں۔

حل لغات۔ تُجَادِلُ: جَادَلَ سے واحد مؤنث غائب کا صیغہ ہے۔ اور جَادَلَهٗ (مُجَادَلَةً وَجِدَالًا) کے معنے ہیں خَاصَمَهٗ شَدِيْدًا۔ اس نے اس سے سخت جھگڑا کیا۔ (اقرب)

پس يَوْمَ تَاْتِيْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا کے معنے ہوں گے جس دن ہر شخص اپنی جان کے متعلق جھگڑتا ہوا آئیگا

تُوَفّٰى: وَفّٰى (باب تفعیل) سے مضارع واحد مؤنث غائب کا صیغہ ہے۔ اور وَفّٰى کے لئے دیکھو یونس ۱۱۱

تَوَفّٰى

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ

ہر طرف سے اس کا رزق اسے بافراغت پہنچ رہا ہے۔ پھر (بھی) اس نے

بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ

اللہ (تعالیٰ) کی نعمتوں کی ناشکری کی پس (کی اس ناشکری) پر اللہ (تعالیٰ) نے اس (کے باشندوں) پر ان کے

بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۝ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ

اپنے (کھوٹے) عمل کیوجہ سے بھوک اور خوف کا لباس نازل کیا اور اسکا مزہ چکھایا ۱۱۲ اور یقیناً ان کے پاس انہی میں سے

تفسیر یَوْمَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ کا ظرف ہے مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن جب ہر شخص اپنے انجام کی اہمیت سمجھ کر پورا زور لگائے گا کہ کسی طرح میں گرفتاری سے بچ جاؤں اسوقت اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے جو کمزوری دکھا کر بعد میں ساری عمر اصلاح اور قربانی وغیرہ میں لگے رہیں گے غفور و رحیم کا سلوک کرے گا۔

جو لوگ آیت ارتداد سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ اس میں بزدلی کی تعلیم دی گئی ہے ان آیات پر غور کریں کہ کتنی بڑی قربانی ایسے لوگوں سے چاہی گئی ہے۔ جو شخص اس قربانی کی اہمیت کو سمجھیگا وہ امتحان کے موقعہ پر بزدلی دکھائیگا ہی کیوں۔ کیونکہ بزدل آدمی اسقدر قربانی کرنے کی طاقت کہاں رکھتا ہے کہ ترک وطن کرے۔ جہاد فی سبیل اللہ کرے اور اپنے نفس کو ساری عمر اس کام میں لگائے رکھے۔ ان کاموں کی توفیق تو وہی پائیگا جن سے کسی عارضی غفلت کیوجہ سے غلطی ہوگئی ہو یا جو بعد میں سچی توبہ کر چکا ہو۔

حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ایک مرتد مدعی نبوت دوبارہ مسلمان ہوا۔ اس سے جو آپ نے سلوک کیا وہ گویا اس آیت کی تفسیر ہے۔ اس شخص کا نام طلیحہ ابن خویلد اسدی تھا۔ یہ مسلمانوں کے خلاف بعض جنگوں میں شامل ہوا تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد اس نے اسلام میں داخل ہونا چاہا۔ مگر حضرت عمرؓ نے اس کو معاف نہ کیا۔ ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ ایک صحابی شریحبیل بن حسنہؓ (جو بظاہر بہت دبلے پتلے اور کمزور تھے مگر فن جنگ کے بڑے ماہر تھے) ایک لڑائی میں ایک کافر سردار کے ساتھ لڑ رہے تھے کہ اس سردار نے یہ دیکھ کر کہ تلوار کی جنگ میں میں ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ جلدی سے آگے بڑھ کر ان کو کمر سے پکڑ لیا اور نیچے گرا کر چھاتی پر چڑھ گیا۔ قریب تھا کہ وہ آپ کو قتل کر دیتا کہ طلیحہ بن خویلد جو قبل سے مسلمان ہو چکا تھا لیکن بوجہ حضرت عمرؓ کے توبہ قبول نہ کرنے کے ابتک کفار ہی میں شامل تھا۔ اس نظارہ کو دیکھ کر اپنے ایمان کو چھپا نہ سکا اور آگے بڑھ کر اس کافر سردار پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ اس کا سر تن سے جدا ہو گیا اور حضرت شریحبیلؓ کی جان بچ گئی۔ اس واقعہ سے باقی مسلمان بہت متاثر ہوئے۔ اور انہوں نے حضرت عمرؓ کے پاس سفارش کی کہ اسے معاف کر دیا جائے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ کہ میں اس شرط پر معاف کرتا ہوں کہ یہ شخص اپنی ساری بقیہ زندگی جہاد میں گزارے اور اسلامی مملکت کی سرحدوں پر زندگی بسر کرے۔ چنانچہ وہ ہمیشہ سرحد پر ہی رہتے تھے اور کفار سے لڑائی کرتے رہتے تھے آخر اسی حالت میں وفات پا گئے گو اس شخص نے جان بوجھ کر ارتداد کیا تھا مگر معلوم ہوتا ہے حضرت عمرؓ نے اسی آیت سے استدلال کر کے اس کے مشابہ حکم اسکو دیدیا۔

۱۱۲ **حل لغات** ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا کے معنوں

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝

(ہمارا) ایک رسول آچکا ہے مگر انہوں نے اسے جھٹلایا جس پر اس حالت میں کہ وہ ظلم کر رہے تھے (ہمارے) عذاب نے انہیں آپکڑا

فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّاشْكُرُوْا

۱۱۵ - پس جو حلال (اور) طیب (پاک) اللہ (تعالیٰ) نے تمہیں دیا ہے تم اسمیں سے کھاؤ اور اللہ (تعالیٰ) کی

نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝ اِنَّمَا حَرَّمَ

نعمت کا اگر تم اسیکی عبادت کرتے ہو شکر کرو ۱۱۶ - اس نے تم پر صرف

کے لئے دیکھو ابراہیم ۳۸۔

رَغَدًا: رَغَدَ عَيْشُهٗ رَغَدًا کے معنے ہیں طَابَ وَاتَّسَعَ اس کی زندگی خوشگوار اور کشادہ ہوگئی وَعَيْشَةً رَّغَدًا کے معنی ہیں وَاسِعَةً طَيِّبَةً آسودہ زندگی۔ (اقرب) — رغدا

اَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ۔ اَذَاقَ: ذَاقَ سے بنا ہے۔ ذَاقَ الْعَذَابَ وَالْمَكْرُوْهَ کے معنے ہیں نَزَلَ بِهٖ فَقَاسَاهُ اس پر مصیبت نازل ہوئی اور اس نے سہی۔ اَذَاقَهٗ۔ صَيَّرَهٗ يَذُوْقُ اسے چکھایا۔ (اقرب) پس اَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ کے معنے ہوں گے۔ اللہ نے اس پر بھوک کا عذاب نازل کیا اور اسکو اس کا مزہ چکھایا۔ — اذاق

عذاب کے ساتھ لباس کا ذکر اسکی شدت کی وجہ سے ہے

تفسیر۔ اس آیت میں مکہ کے متعلق پیشگوئی فرمائی ہے اس سے پہلے کفر اور اسلام کا مقابلہ کیا گیا تھا۔ مگر کفار کے دل میں یہ خیال ہو سکتا تھا کہ شاید مکہ بوجہ اس تقدس کے جو اسے حاصل ہے مغلوب ہونے سے محفوظ رہے کیونکہ قریب زمانہ میں ابرہہ کے لشکر کی شکست کے ذریعہ وہ مکہ کی حفاظت کا نظارہ دیکھ چکے تھے ان کے اس جھوٹے اطمینان کو بھی اس آیت میں رد کر دیا گیا ہے فرماتا ہے کہ مکہ بھی ایسے مجرموں کو نہیں بچا سکتا۔ مکہ کا امن بھی خوف اور قحط سے جاتا رہے گا کیونکہ ساکنین مکہ کے اعمال انہیں فضل الٰہی سے محروم کر رہے ہیں۔

یہ دونوں عذاب ہجرت کے بعد مکہ والوں پر آئے۔ خوف تو جنگوں کا لازمی نتیجہ ہے۔ بھوک کا عذاب بھی آیا جبکہ ان کے کئی قافلے مسلمانوں کے ہاتھ پڑے اور انکی ضرورتوں کے سامان جنگلوں میں ان کے ہاتھوں سے چھین لئے گئے۔

لباس کا لفظ اس امر کے بتانے کے لئے استعمال فرمایا ہے کہ وہ دونو عذاب سخت ہوں گے اور ان کے بدن پر انکے آثار ظاہر ہونے لگیں گے۔ پیلے ہو جائیں گے زرد پڑ جائیں گے۔ گویا بھوک اور خوف کے اثرات انکے جسم کو اس طرح ڈھانپ لینگے جیطرح لباس جسم کو ڈھانک لیتا ہے۔

۱۱۳ تفسیر۔ اس آیت میں اور وضاحت کر دی ہے کہ یہاں سے مکہ والے ہی مراد ہیں۔ فرمایا اس رسول فداکی پر حجت پوری ہو گئی انہیں سمجھا بجھا کے ایک رسول آیا پھر وہ رسول بھی انہیں میں سے تھا باہر سے نہ تھا کہ کہدیتے ہم اس کے حالات سے واقف نہیں اسکے سچ اور جھوٹ کا اندازہ نہیں لگا سکتے مگر باوجود اسکی خیر خواہی کے اور اس کے اخلاق حمیدہ کے معلوم ہونے کے انہوں نے اس کی تکذیب کی جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل کر کے فیصلہ کر دیا۔ یہاں دو الزام ان پر لگائے ہیں۔ ایک تو یہ کہ خدا کے رسول کا انکار کیا۔ دوسرے اپنے مشاہدہ کا انکار کیا کہ باوجود رسول کریم صلعم کی صداقت سے واقف ہونیکے آپ کے دعوے کے منکر ہو گئے۔ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ میں بتایا کہ عذاب ان پر ظلم ہی کی حالت میں آکر پکڑ لیگا۔ یعنی یوں نہ ہوگا کہ ان کے اعمال کے بدلے انکی اولادوں سے لے لیے جائیں بلکہ ان کے اعمال کی سزا ظالم خود ہی بھگتیں گے۔

۱۱۴ تفسیر۔ پہلی آیت میں کفار کے لئے بھوک اور

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ

مردار کو اور خون کو اور سؤر کے گوشت کو اور (ہر) اس چیز کو حرام کیا ہے جس پر اللہ

لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ ۖ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ

(تعالیٰ) کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو اور جو شخص (انمیں سے کسی چیز کے کھانے پر) مجبور کیا جائے بشرطیکہ وہ نہ تو باغی ہو اور نہ حد سے

فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ

بڑھنے والا ہو تو (یاد رہے کہ) اللہ (تعالیٰ) یقیناً بہت ہی بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنیوالا ہے ۱۱۵ اور اپنی زبانوں کے

خوفِ عذاب کی خبر دی تھی۔ اب اس آیت میں مومنوں کے لئے فراخیٔ رزق اور فراغتِ بال کی خبر دی۔ اور فرمایا۔ کفار کا رزق چھینا جائیگا۔ مسلمانوں کا بڑھایا جائیگا۔ گو ایک فرق بھی ہوگا کہ کفار تو جائز ناجائز سب ذرائع سے مال کماتے تھے۔ مسلمانوں کو حلال رزق ملیگا جو طیب بھی ہوگا یعنی صحتوں کو اچھا کرنے والا ہوگا۔ اس میں خوف کی بھی نفی کی کیونکہ کھانا جسم کو تبھی فائدہ پہنچاتا ہے جب غم اور خوف نہ ہو پس طیب رزق یعنی جسم اور دماغ اور دل کو تقویت اور صحت بخشنے والے کھانے سے اس طرف اشارہ ہے کہ ان کے دل کو غم اور خوف سے اللہ تعالیٰ نجات دیگا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر کرو کے الفاظ میں بھی اسی طرف اشارہ ہے کہ تم کو بافراغت کھانا اور مطمئن دل عطا فرمائے ہیں پس اس ظاہری یا مادی نعمت کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔

بعض لوگ شکر پر اعتراض کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کو کسی کے شکر کی کیا احتیاج ہے؟

اول تو یہ اعتراض فضول ہے کیونکہ شکر ایک طبعی اظہار ہے۔ جو ہر احسان کے بعد شریف آدمی کا دل اپنی ممنونیت جتانے کے لئے کرتا ہے۔ اس کے پیدا ہونے میں ضرورت یا عدم ضرورت کا کوئی سوال ہی نہیں۔

دوسرے جیسا کہ اس آیت میں بتایا گیا ہے شکر سے توحید کا عقیدہ مضبوط ہوتا ہے۔ جس طرح ظاہر جسم کو ایک ہی قسم کا کام کرنے سے عادت پڑ جاتی ہے۔ اسی طرح قلب اور دماغ کو بھی مستواتر ہونے والے اعمال کی عادت پڑ جاتی ہے۔ پس جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر بجا لاتے ہیں ان کے دماغ پر اور دل پر ایک مستقل اثر باقی رہ جاتا ہے۔ اور ہر نعمت کو اللہ تعالیٰ کیطرف منسوب کرنے کے وہ عادی ہو جاتے ہیں۔ اور شرکانہ خیال سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔

اَهَلَّ

۱۱۵ **حل لغات**۔ اُهِلَّ : اَهَلَّ سے مجہول کا صیغہ ہے اور اَهَلَّ الْقَوْمُ الْهِلَالَ کے معنے ہیں قَوْمٌ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رُؤْيَتِهٖ۔ لوگوں نے چاند کو دیکھ کر اپنی آواز (خوشی) کو بلند کیا۔ اَهَلَّ الصَّبِيُّ۔ رَفَعَ صَوْتَهٗ بِالْبُكَاءِ۔ بچے نے روتے ہوئے آواز بلند کی۔ اَهَلَّ فُلَانٌ بِكَبِيرِ اللّٰهِ۔ رَفَعَ صَوْتَهٗ بِهٖ عِنْدَ نِعْمَةٍ اَوْ رُؤْيَةِ شَيْءٍ يُعْجِبُهٗ۔ کسی نعمت کے ملنے پر یا کسی خوش کن چیز کے دیکھنے پر اللہ تعالیٰ کا نام اونچی آواز سے لیا۔ اَهَلَّ بِالتَّسْمِيَةِ عَلَى الذَّبِيحَةِ اَيْ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ۔ جانور کے ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیا۔ مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ اَيْ نُوِيَ عَلَيْهِ بِغَيْرِ اسْمِ اللّٰهِ عِنْدَ ذَبْحِهٖ۔ جانور کو ذبح کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا نام لیا۔ (اقرب)

نہ اللہ کے لئے شکر ادا کرنے پر ایک اعتراض اور اس کا جواب

فَمَنِ اضْطُرَّ

فَمَنِ اضْطُرَّ : یہ اِضْطُرَّ سے مجہول کا صیغہ ہے اِضْطُرَّ کَالَيْهِ کے معنے ہیں اَحْوَجَهٗ وَاَلْجَاَهٗ

Presented by: Rana Jabir Abbas

فَاضْطُرَّ ۔ اس کو اس کا محتاج بنا کر اس کی طرف جانے کے لئے لاچار کیا اور وہ اس کی طرف لاچار اور مجبور ہو کر گیا۔ (اقرب)۔

تفسیر۔ پہلی آیت میں فرمایا تھا کہ اے مسلمانو تم کو اللہ تعالیٰ رزق کی فراخی دینے لگا ہے۔ اس وقت کے آنے سے پہلے ہی یہ بھی سیکھ لو کہ حلال اشیاء کا استعمال جو طیب بھی ہوں تم کو جائز ہوگا۔

یاد رہے کہ مال کی حلت ذریعہ کسب کے صحیح ہونے پر مبنی ہوتی ہے مگر خوردنی اشیاء کے لئے اس کے علاوہ ایک اور شرط بھی ہے اور وہ یہ کہ وہ اس قسم میں شامل نہ ہوں جسے حرام کیا گیا ہے۔ پس اس سوال کو کہ کونسی اشیاء حلال ہیں اور کونسی حرام اس آیت میں حل کیا گیا ہے۔

الفاظ قرآنیہ بتاتے ہیں کہ اشیاء کی حلت و حرمت میں اصل حلت ہے اور حرمت ایک قید کے طور پر ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ہر شے حرام ہے سوائے اس کے جسے خدا تعالیٰ نے جائز کر دیا ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ مالک ہے اور مالک کی اجازت کے بغیر کسی چیز کا استعمال جائز نہیں ہوتا۔ لیکن یہ درست نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرما چکا ہے کہ ہم نے ہر چیز انسان کے لئے پیدا کی ہے اور اس کے لئے مسخر کر دی ہے پس اس عام حکم سے ہر چیز انسان کے لئے جائز ہوگئی سوائے اس کے جس سے نصاً یا اشارۃً روک دیا گیا ہو۔

کیا بیان شدہ صرف چار چیزیں ہی حرام ہیں؟

اس آیت میں جو لَحْمَ الْخِنْزِيرِ فرمایا اس کے متعلق فقہاء میں اختلاف ہے کہ لحم میں چربی بھی شامل ہے یا نہیں۔ جہاں تک لغت کا سوال ہے شَحْم یعنی چربی کو لَحْم سے الگ قسم کا خیال کیا جاتا ہے لیکن مفسرین کہتے ہیں کہ لحم کے نام میں شحم شامل ہے۔ گو مفسرین کی دلیل ذوقی ہے اور لغت والوں کی بات اس مسئلہ میں زیادہ قابل اعتبار ہے مگر اس کے باوجود میرے نزدیک سؤر کی شحم یعنی چربی بھی جائز نہیں۔ اور اس کی دلیل میرے پاس یہ ہے کہ نبی کریم صلعم نے فرمایا ہے کہ مردہ جانور کی چربی حرام ہے۔ اور سؤر کی حرمت اور مردہ کی حرمت ایک ہی آیت میں اور ایک ہی الفاظ میں بیان کی گئی ہے پس دونوں کا حکم ایک قسم کا سمجھا جائیگا لیکن سؤر کی چربی کا استعمال جائز ہوگا کیونکہ وہ کھائی نہیں جاتی۔

احادیث میں ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا کی ایک بکری مر گئی۔ چند آدمی اس کو اٹھا کر باہر لے جا رہے تھے۔ نبی کریم صلعم نے ان سے فرمایا کہ تم اس کا چمڑا کیوں نہیں اتار لیتے؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ تو میتہ ہے۔ آپ نے فرمایا گیا تم نے اسے کھانا ہے۔

پس معلوم ہوا کہ جس کا گوشت حرام ہو اس کے چمڑے کے استعمال میں کوئی حرج نہیں۔ ہاں سؤر کے بالوں کے بنے ہوئے برشوں کو مکروہ کہا جائیگا۔ کیونکہ انکو منہ میں ڈالا جاتا ہے جو کھانے کا دروازہ ہے۔

اس آیت کے متعلق ایک بہت بڑا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسمیں چار چیزوں کی حرمت بیان فرمائی گئی ہے۔ کیا یہی چار چیزیں حرام ہیں اور ان کے سوا اور کوئی چیز حرام نہیں؟ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ یہاں پر جو حصر پایا جاتا ہے یہ حصر اضافی ہے۔ یعنی کفار کے حرام کو مدنظر رکھ کر اضافی طور پر ان چیزوں کو حرام کیا گیا ہے۔ چونکہ وہ سائبہ وغیرہ کو حرام کہا کرتے تھے خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ حرام نہیں حرام تو یہ اشیاء ہیں جو ہم گنوا رہے ہیں۔ اس صورت بیان میں حصر تعداد کا نہیں ہوا کرتا بلکہ اقسام کا ہوا کرتا ہے۔ پس آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ ان قسم کی چیزیں حرام ہیں جو ہم بتاتے ہیں۔ اور حرمت کی نفی بقیہ اشیاء کے متعلق نہیں سمجھی جائے گی بلکہ ان اشیاء کے متعلق سمجھی جائے گی جن کا حرام ہونا کفار بیان کرتے تھے۔

بعض نے کہا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تھی اس وقت تک یہی چار چیزیں حرام تھیں باقی بعد میں ہوئیں۔ یہ جواب واقعات کے لحاظ سے بھی غلط ہے اور اس لئے بھی کہ اس سے آیت کے لفظ اِنَّمَا کو آئندہ کے لئے منسوخ ماننا

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

پڑتا ہے مگر قرآن کریم کا کوئی لفظ منسوخ نہیں بعض نے مجبور ہو کر کہدیا ہے کہ یہی چار چیزیں حرام ہیں۔ ان کے سوا اور کوئی شے حرام نہیں۔

میرے نزدیک حصر اضافی بعض صورتوں میں جائز ہی مگر ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کریم میں جہاں بھی حرمت کا ذکر کیا گیا ہے وہاں پر حصر انہی چار چیزوں پر کیا گیا ہے۔ یہ ذکر چار سورتوں میں ہے۔ سورۃ نحل۔ بقرہ۔ انعام۔ مائدہ سورۃ نحل اور انعام میں تو اس سے پہلے یہ ذکر موجود ہے کہ کفار اپنی مرضی سے مختلف اشیاء کو حلال و حرام کر لیتے تھے مگر سورۃ مائدہ اور بقرہ میں یہ ذکر بالکل نہیں۔ سورۃ بقرہ میں تو اعمال خیر کے مسئلہ میں اس مسئلہ کو بیان کیا ہے اور سورۃ مائدہ میں کفار کے حلال و حرام کرنے کا ذکر کئے بغیر حلال و حرام کی ایک مستقل بحث کی گئی ہے اور اس جگہ حرام اشیاء کو بھی گنایا گیا ہے پس چونکہ دو اور سورتوں میں حصر تو موجود ہے مگر ان میں کفار کے حلال و حرام کرنے کا کوئی ذکر نہیں۔ اس لئے اس حصر کو اضافی قرار دینا ٹھیک معلوم نہیں ہوتا۔

جنہوں نے کہا ہے کہ حصر زمانی لحاظ سے ہے ان کا قول بھی درست معلوم نہیں ہوتا کیونکہ مکہ کے زمانہ تک تو یہ تشریح درست ہو سکتی تھی۔ مگر یہی آیات سورۃ بقرہ میں بھی نازل ہوئی ہیں جس کا زمانہ ہجرت کے تیسرے سال تک پہنچتا ہے۔ اور مائدہ میں بھی نازل ہوئی ہے۔ جو سب سے آخری سورت تو نہیں شمار کیجاتی ہے پس جبکہ یہی آیت بعینہٖ مدنی سورتوں میں بھی ہے جس زمانہ میں کئی دوسری چیزوں کے استعمال سے روکا جا چکا تھا تو یہ تاویل بھی درست نہیں ہو سکتی۔

اب رہا ان لوگوں کا قول جنہوں نے کہا ہے کہ یہی چار چیزیں حرام ہیں کوئی اور چیز حرام نہیں۔ سو میرے نزدیک ان کی بات درست ہے کیونکہ اس کے سوا اور کوئی معنے نہیں بن سکتے۔ جن لوگوں کا یہ مذہب ہے ان میں سے ایک ابن عباسؓ ہیں۔ ان کے متعلق بخاری میں سعید بن عبداللہ سے ایک روایت آتی ہے کہ ان کا یہی مذہب تھا کہ یہی چار چیزیں حرام ہیں جو اس آیت میں بیان ہیں۔ (صحیح بخاری جلد ۳ و روح المعانی جلد ۸)۔

اور ابو داؤد کی روایت ہے کہ ابن عمرؓ کا بھی یہی مذہب تھا۔ اس میں آتا ہے کہ اَنَّهٗ سُئِلَ عَنْ اَكْلِ الْقُنْفُذِ فَتَلَا قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ الآیۃ (سنن ابو داؤد جزو سوم کتاب الاطعمہ)۔

(۱) من جملہ ان چیزوں میں حصر زمانی یا حصر اضافی

اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی ابن ابی حاتم نے اور بعض اور لوگوں نے سند صحیح سے بیان کیا ہے کہ اِنَّهَا كَانَتْ اِذَا سُئِلَتْ عَنْ اَكْلِ كُلِّ ذِيْ نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ وَ مَخْلَبٍ مِنَ الطَّيْرِ قَالَتْ قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ الآیۃ (روح المعانی جلد ۸)۔

اسی طرح ابن ابی حاتم نے ابن عباسؓ سے بھی روایت کی ہے کہ قَالَ لَيْسَ مِنَ الدَّوَابِّ شَيْءٌ حَرَامٌ اِلَّا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ كِتَابِهٖ قُلْ لَّآ اَجِدُ۔ امام مالکؒ کا بھی یہی مذہب تھا۔ (روح المعانی جلد ۸ زیر آیت سورۃ انعام)۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا باقی سب چیزوں کا کھانا جائز ہے بعض ائمہ کا یہ مذہب ہے کہ ان کے سوا باقی سب اشیاء کا کھانا جائز ہے مگر میرے نزدیک باوجود اس کے بعض اشیاء کا کھانا ناجائز ہے مگر ہم انہیں شریعت کی اصطلاح میں حرام نہیں کہہ سکتے چنانچہ ابن ماجہ میں سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا اَلْحَلَالُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ فِيْ كِتَابِهٖ وَالْحَرَامُ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فِيْ كِتَابِهٖ (ابن کثیر جلد اول زیر آیت سورۃ بقرہ)

(۲) آیت میں حصر زمانی درست معلوم نہیں ہوتا

اس سے میں یہ نتیجہ نکالتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے جن اشیاء کو حلال کیا ہے انہی کو ہم حلال کہہ سکتے ہیں اور جن کو حرام کہا ہے انہی کو ہم حرام کہہ سکتے ہیں۔ باقی جو درمیانی چیزیں ہیں ان کے متعلق حکم حلال اور حرام کے تابع ہوگا۔ دلالۃ النص کے طور پر نہ ہوگا۔ سورۃ مائدہ میں بھی اشارۃً اسی صداقت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ وہاں فرمایا ہے۔ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ۔ چوپایوں میں سے تم پر انعام کی قسم کے بہائم حلال ہیں سوائے

(۳) جو خدا تعالیٰ نے حرام کیا صرف وہی حرام ہوگا باقی اس کے تابع ہوں گے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ان کے جن کا ذکر حوالوں میں کیا گیا ہے۔

انعام کی کئی قسمیں ہیں۔ اونٹ۔ بکری۔ مینڈھا۔ دنبہ گائے۔ یہ حلال ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ یعنی ان حلال چیزوں کے مقابل پر کچھ حرام بھی ہیں۔ اوّل مردہ خواہ حلال جانور کا ہو۔ دوسرے خون وہ بھی خواہ حلال جانور کا ہو۔ تیسرے خنزیر کا گوشت۔ چوتھے جس پر خدا تعالیٰ کے سوا دوسرے معبودوں کا نام بلند کیا گیا ہو خواہ وہ جانور حلال ہی کیوں نہ ہو۔ پھر مردہ اور خون کی مزید تشریح کی گئی اور فرمایا ہے۔ کہ فَطِيحَةٌ۔ مَوْقُوذَةٌ وغیرہ حرام ہیں۔ یہ فی حرمت نہیں بلکہ مَيْتَةٌ اور دَمٌ کی تشریح ہے۔ یہ سب کچھ بیان کرکے پھر خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ يَسْئَلُونَكَ مَاذَا أُحِلَّ لَهُمْ کہ مسلمان پوچھتے ہیں کہ ان کے لئے کیا کیا چیزیں حلال کی گئی ہیں؟ اب اگر اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ کے معنے یہ ہوتے کہ ان کے سوا باقی سب چیزیں کھانی جائز ہیں تو جب قرآن کریم نے ان چار چیزوں کو اس سوال سے پہلے بیان کر دیا تھا۔ یہ سوال دوبارہ کیوں کیا جاتا؟

حلال کے مقابل پر حرام اشیاء

نئی اشیاء کے حرام و حلال کے پرکھنے کا ذریعہ

حرام اور حلال چیزوں کے بیان کرنے کے بعد پھر اس سوال کو بیان کرنا اور اس کا جواب دینا بتاتا ہے کہ پہلی حلال چیزوں کی تشریح میں کچھ اخلاق اچھی باتی تھا جس کے متعلق صحابہ نے سوال کیا اور اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے سوال کا یہ جواب نہیں دیا کہ ابھی تو ہم بتا چکے ہیں پھر کیوں پوچھتے ہو۔ بلکہ سوال کی ضرورت تسلیم کرکے اس کا جواب دیا ہے۔ اور وہ جواب یہ دیا ہے کہ قُلْ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ کہ باقی اشیاء میں سے جو طیبات ہیں وہ حلال ہیں اور جو طیبات نہیں وہ حلال نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ سب حلال چیزیں طیب نہیں ہیں۔ جو طیب ہیں فقط انکا کھانا جائز ہے باقی کا کھانا جائز نہیں لیکن ان کا نام حرام نہیں رکھ سکتے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی قسم کا مضمون بیان فرمایا ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ اِنَّ الْحَلَالَ بَيِّنٌ وَالْحَرَامَ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا أُمُورٌ مُشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُهَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ۔ (بخاری جلد ۲ کتاب البیوع۔ باب الحلال بیّن والحرام بیّن)۔

یعنی حلال بھی بیان ہو چکے ہیں اور حرام بھی۔ پھر ان دونوں کے درمیان مشتبہ امور ہوتے ہیں۔ جن کو اکثر لوگ نہیں جانتے۔ پس ان کے بارہ میں قیاس اور علم طب اور تجربہ وغیرہ سے کام لیکر فیصلہ کیا جائیگا۔

پھر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ دیکھو ہر بادشاہ کی رکھ ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی رکھ اسکی محرمات ہیں۔ جس طرح ہوشیار چرواہا رکھ کے پاس نہیں چراتا۔ تا ایسا نہ ہو کہ غفلت میں اس کے جانور اس میں چلے جائیں اور وہ سزا کا مستحق ہو جائے۔ اسی طرح مومن محرمات کے ساتھ کے علاقہ میں اپنے نفس کو نہیں چراتا تا پکڑا نہ جائے۔

اس روایت سے استنباط ہوتا ہے کہ حرام اشیاء سے ملتی جلتی اشیاء کو بھی گو حرام نہیں کہہ سکتے مگر ان سے بچنا تقویٰ کے لئے ضروری ہے۔

اس اصول کے مطابق جو نئی نئی اشیاء دنیا میں نکلتی رہتی ہیں ان کے متعلق یہی حکم ہوگا کہ ہم ان کا قیاس حرام اور حلال پر کریں۔ اگر حلال سے ان کی مشابہت زیادہ ہے تو انہیں استعمال کریں۔ اگر حرام سے مشابہت زیادہ ہے تو ان سے اجتناب کریں۔ چنانچہ تازہ مثال اس قسم کی چیزوں کی ممانعت کی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانی سلسلہ احمدیہ سے اس کے بارہ میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا۔ یہ چیز بعد میں نکلی ہے مگر اس کے حالات کو دیکھتے ہوئے ہم سمجھتے ہیں کہ اگر رسول کریم صلعم کے زمانہ میں اسکا رواج ہوتا تو حضورؐ اس سے ضرور منع فرماتے۔

اصل بات یہ ہے کہ کھانے کی چیزوں کے متعلق اسلام نے کئی درجے بتائے ہیں۔ حرام۔ ممنوع۔ حلال۔ طیب۔ حرام وہ جسے قرآن نے حرام کیا۔ ممنوع جسے قرآن کریم نے

اسلام کے نزدیک کھانے کی چیزوں کے کئی درجے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا

جھوٹے بیان کے سبب سے (یہ) مت کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے (تا ایسا نہ ہو) کہ تم

بتائے ہوئے اصول کے مطابق رسول کریم صلعم نے منع فرمایا یا بعد کی معلوم شدہ چیز جس کے متعلق تحقیقات کر کے مسلمان اسے ناپسندیدہ قرار دے دیں۔

حلال۔ وہ جو اپنی اصل وضع کے لحاظ سے طیب ہو۔

طیّب۔ وہ جو اپنی موجودہ حالت میں بھی طیب ہو۔

یعنی ہر وہ چیز جس کو کسی صورت میں بھی کھانا جائز ہے اس کو حلال کہیں گے۔ جیسے کچرا حلال ہے۔ مگر چونکہ کچے گوشت کی صورت میں کھایا نہیں جا سکتا ہے اس لئے اس صورت میں طیب نہیں ہوگا۔ لیکن اس کو پکا کے کھانا طیب ہوگا۔

بہترین غذا طیب اور حلال ہے۔ اس کے بعد اور اشیاء ہیں وہ ممنوع ہیں ان کا کھانا درست نہیں۔ مثلاً ڈاکٹر ہیضہ کے دنوں میں کھیرے کا کھانا منع کر دے تو کھیرا عام دنوں میں حلال اور طیب ہے مگر ان دنوں میں حلال تو رہے گا طیب نہ رہے گا۔ جو چیزیں حرام کر دی ہیں یعنی ممنوع ہیں ان کے متعلق بھی ہم کہیں گے کہ ان کا کھانا درست نہیں یعنی ان کے کھانے سے انسان نقصان اٹھائے گا۔

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے مختلف جانور مختلف کاموں کے لئے پیدا کئے ہیں۔ کوئی خوبصورتی کے لئے کہ دیکھنے میں خوبصورت معلوم ہوتا ہے۔ کوئی آواز کے لئے کہ اس کی آواز بہت عمدہ ہے۔ کوئی کھانے کے لئے کہ اس کا گوشت اچھا ہے۔ کوئی دوائی کے لئے کہ اس کے گوشت میں کسی مرض سے صحت دینے کی طاقت ہے۔ صرف جانور اور حلال دیکھ کر اسے نہیں کھانا چاہیئے۔ ہو سکتا ہے کہ ایک جانور کا گوشت صحت کے لئے مضر ہو مگر وہ مثلاً بعض فصلوں یا انسان میں بعض بیماریاں پیدا

حلال اور طیب کے معنی

حلال اور حرام کچھ کے متعلق بچپن کا واقعہ

کرنے والے کیڑوں کو کھاتا ہو تو گوشت کے لحاظ سے اس کا گوشت حلال بھی ہوگا اور طیب بھی۔ مگر پھر بھی بنی نوع انسان کا عام فائدہ دیکھتے ہوئے اس کا گوشت طیب نہ رہے گا۔ کیونکہ اس کے کھانے کی وجہ سے انسان بعض اور فوائد سے محروم رہ جائیں گے۔

مجھے بچپن ہی میں یہ سبق سکھایا گیا تھا۔ میں بچپن ایک دفعہ ایک طوطا شکار کر کے لایا۔ حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے دیکھ کر کہا محمود کا گوشت حرام تو نہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ہر جانور کھانے کے لئے ہی پیدا نہیں کیا۔ بعض خوبصورت جانور دیکھنے کے لئے ہیں کہ انہیں دیکھ کر آنکھیں راحت پائیں۔ بعض جانوروں کو عمدہ آواز دی ہے کہ ان کی آواز سن کر کان لذت حاصل کریں۔ پس اللہ تعالیٰ نے انسان کی ہر جس کے لئے نعمتیں پیدا کی ہیں وہ سب کی سب چھین کر زبان ہی کو نہ دے دینی چاہئیں۔ دیکھو یہ طوطا کیسا خوبصورت جانور ہے۔ درخت پر بیٹھا ہوا دیکھنے والوں کو کیسا بھلا معلوم ہوتا ہوگا۔

غرض طیب کیلئے جہاں صحت کے لحاظ سے اچھا ہونا شرط ہے وہاں اس کے کھانے میں یہ بھی شرط ہے کہ اس چیز کے کھانے سے انسان کے دوسرے حواس یا دوسرے بنی نوع انسان یا دوسری مخلوق کا حق نہ مارا جائے۔ بلکہ دوسروں کے جذبات کو مدنظر رکھنا بھی ضروری ہے چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مَا اسْتَخْبَثَتْهُ الْعَرَبُ فَهُوَ حَرَامٌ (روح المعانی جلد ۲ زیر آیت کریمہ سورۃ انعام) یعنی جسے عرب خبیث کھانا سمجھیں وہ حرام ہے۔ یہاں حرام کے معنے یہ نہیں کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک اس کا کھانے والا گنہگار ہوتا ہے۔ بلکہ مطلب

طیب میں یہ بھی ترہ ہے کہ دوسری مخلوق کا حق نہ مارا جائے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۚ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى

اللہ (تعالیٰ) پر جھوٹ باندھنے والے بن جاؤ۔ جو لوگ اللہ (تعالیٰ) پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ

اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ۝ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۖ وَّلَهُمْ

ہرگز کامیاب نہیں ہوتے ۱۱۷ (یہ دنیا) تھوڑا سا عارضی سامان ہے۔ اور (پھر) اس کے

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا مَا

نتیجہ میں) ان کے لئے دردناک عذاب (مقدر) ہے ۱۱۸ اور جن لوگوں نے یہودی مذہب اختیار کیا تھا۔ ان پر (بھی) ہم نے اس سے

قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ۚ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ

پہلے وہ (تمام) چیزیں حرام کی تھیں۔ جنکا ذکر ہم نے تجھ سے کیا ہے۔ اور ہم نے ان پر (یہ) احکام (دیکر) ظلم نہیں کیا تھا

صرف یہ ہے کہ مریضوں کے سامنے اسے نہیں کھانا چاہیئے کیونکہ اس طرح آپس کے تعلقات کشیدہ ہو جاتے ہیں۔ اسوقت ہندوستان میں گائے کا گوشت بھی ایسا ہی ہے مسلمانوں کو احتیاط چاہیئے کہ گائے کا گوشت ہندوؤں کے سامنے نہ کھایا کریں اور اس کا ذکر بھی ان کے سامنے نہ کیا کریں۔ کیونکہ اس سے انہیں تکلیف ہوتی ہے ؛

جلد سلسلہ کی نصیحت

۱۱۶ حل لغات ۔ تَصِفُ : وَصَفَ سے مضارع واحد مؤنث غائب کا صیغہ ہے۔ اور وَصَفَ کے لئے دیکھو نحل ۱۲۵

تصف

يُفْلِحُوْنَ : اَفْلَحَ سے مضارع جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ اور اَفْلَحَ الرَّجُلُ کے معنے ہیں فَازَ وَظَفِرَ بِمَا طَلَبَ ۔ وہ اپنے مطلوب کے حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اَفْلَحَ زَمَنُهٗ ۔ نَجَحَ فِيْ سَعْيِهٖ وَاَصَابَ فِيْ عَمَلِهٖ ۔ اپنی کوشش میں کامیاب ہو گیا۔ اور حسب خواہش مطلوب کو پالیا (اقرب) پس لَا يُفْلِحُوْنَ کے معنے ہوں گے وہ کامیاب نہیں ہوتے ؛

یفلحون

تفاعل میں نام عاقبت ہے۔

تفسیر۔ لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ میں یا تو مَا مصدریہ ہے اور لَا تَقُوْلُوْا کا طول اَلْكَذِبَ ہے یعنی اپنی زبانوں کے بولے ہوئے جھوٹ کی بناء پر یہ نہ کہو کہ فلاں چیز حلال ہے اور فلاں حرام ہے۔ یا پھر مَا موصولہ ہے جس کے رو سے معنے یہ ہوں گے کہ جن چیزوں کو تمہاری زبانیں جھوٹ بول کر حلال حرام قرار دیتی ہیں ان کی نسبت یہ نہ کہو کہ وہ حلال ہیں یا حرام تمہاری زبان سے مراد دونوں صورتوں میں قوم کے سرداروں کی زبانوں سے ہے کیونکہ ساری قوم جھوٹ نہیں بنایا کرتی۔ بعض لیڈر جھوٹ بولتے ہیں اور دوسرے لوگ ان کے پیچھے چل پڑتے ہیں

لِتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۔ یہاں پر لام عاقبت کے معنے دیتا ہے اور مطلب یہ ہے کہ ایسا نہ کہو کیونکہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم اللہ پر افترا کرنے لگ جاؤ گے یعنی اس طرح اپنے پاس سے حلال حرام قرار دینا اللہ تعالیٰ پر افترا کے مترادف ہے کیونکہ حلال حرام مقرر کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے

اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ

مفتری کامیاب نہیں ہوتے۔ یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے مگر مسلمانوں کو اس طرف توجہ نہیں۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے آنے والے مومن کی سب سے بڑی نشانی ہی یہ ہے ؛

۱۱۷ تفسیر۔ یعنی چند دن تک اگر عذاب سے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ○ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ

بلکہ وہ (ان احکام کو توڑ کر) اپنی جانوں پر ظلم کیا کرتے تھے ۱۱۸ پھر زیادہ کھوکر) جن لوگوں نے بیخبری کی حالت میں

بچ جائیں تو اور بات ہے مگر لمبی عمر نہیں پاتے یعنی اتنا عرصہ الہام شائع کرنے کے بعد نہیں پاتے جتنا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ملا ۔

۱۱۸ حل لغات ۔ قَصَصْنَا، قَصَّ سے جمع متکلم کا صیغہ ہے ۔ اور قَصَّ کے لئے دیکھو یوسف ۴۔

تفسیر ۔ اس آیت میں بتایا ہے کہ کفار کی طرح یہودیوں نے بھی ایسا کیا تھا جس کے بدلہ میں ان کو سزا ملی تھی ۔ اگر تم بھی کروگے تو تمہارے ساتھ بھی ایسا ہی ہوگا

مِنْ قَبْلُ کے متعلق مفسرین میں بہت اختلاف ہوا ہے کہ اس سے کیا مراد ہے ۔ بعضوں نے مِنْ قَبْلُ سے مراد سورۃ انعام لی ہے ۔ وہ کہتے ہیں کہ اس سے پہلے سورۃ انعام میں ان محرمات کا ذکر آچکا ہے ۔ اسی کیطرف یہاں اشارہ کیا گیا ہے لیکن یہ غلط ہے ۔ وہاں بھی یہ الفاظ ہیں ۔ قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ (انعام ع ۱۹) یعنی کفار سے کہدے کہ میں تو اپنے اوپر نازل ہونے والی وحی میں سوائے فلاں فلاں چیز کے اور کوئی چیز حرام نہیں پاتا ۔ ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ سورۃ انعام سے بھی پہلے یہ حکم نازل ہو چکا تھا ۔

اب مشکل یہ پیش آتی ہے کہ ان چار حرام چیزوں کا ذکر صرف چار سورتوں میں ہے ۔ بقرہ میں جو مدینہ میں نازل ہوئی ۔ مائدہ میں جو نہ صرف مدینہ میں نازل ہوئی بلکہ اس کے آخری ایام میں نازل ہوئی ۔ نحل میں کہ جہاں کہا ہے کہ یہ حکم مِنْ قَبْلُ نازل ہو چکا ہے ۔ اور انعام میں کہ وہاں بھی یہی اشارہ کیا گیا ہے کہ اس سے پہلے یہ حکم نازل ہو چکا ہے پس آپس میں ایک دوسری کی طرف اشارہ سمجھا نہیں جا سکتا کیونکہ دونوں سورتیں ایک دوسرے سے پہلے نہیں ہو سکتیں اور ان دونوں کے علاوہ کسی اور مکی سورۃ میں یہ ذکر ہے نہیں ۔

قصصنا ۱

مفسرین نے یا تو اس عقدہ کو حل کرنے کی کوشش ہی نہیں کی یا اکثر ایسے جواب دیئے ہیں جو معقول نہیں مثلاً بعض نے سورۃ مائدہ کی طرف اشارہ قرار دیا ہے ۔ جو درست نہیں ۔ کیونکہ سورۃ مائدہ مدینہ میں نازل ہوئی ہے ۔ رازی نے یہ جواب دیا ہے کہ سورۃ انعام ہی سب سے پہلی سورۃ ہے جس میں یہ ذکر ہے ۔ اور اس کی آیت قَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ میں اس کے بعد آنے والی آیت قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا کی طرف اشارہ ہے ۔ اور اتنے تھوڑے فاصلہ کی بناء پر اگلی آیات کی طرف اشارہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ۔

اس آیت میں من قبل کے لفظ سے مراد ۱

امام رازی کا یہ جواب ہرگز درست نہیں ہو سکتا ۔ کیونکہ قَدْ فَصَّلَ لَكُمْ سے بعد کی آیت کی طرف تو اشارہ ہو یا نہ ہو مگر جس آیت کی طرف وہ اشارہ کرتے ہیں وہ بھی تو یہی کہتی ہے کہ قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْمَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ جس کے معنے یہ ہیں کہ اس آیت سے بھی پہلے کوئی اور آیت موجود ہے جس میں یہ مسئلہ بیان ہوا ہے پس یہ جواب بھی مشکل کو حل نہیں کرتا ۔

چار حرام چیزوں کا ذکر چار سورتوں میں ۱

مصنف فتح الباری نے اس کا ایک عجیب جواب دیا ہے جو میرے نزدیک قابل قبول ہے ۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس مشکل کا کوئی اور حل موجود نہ ہوتا تو یقیناً یہی جواب صحیح ہوتا ۔ وہ لکھتے ہیں کہ اس کا اشارہ سورۃ مائدہ کی طرف ہے اور گو مائدہ نزول کے لحاظ سے انعام سے بعد کی ہے لیکن چونکہ علم الٰہی میں سورۃ مائدہ کو آخری

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ

(کوئی) برائی کی ہو (اور) پھر اس کے بعد (اس سے) توبہ کر لیں اور (اپنی غلطی کی) اصلاح (بھی) کریں

ترتیب میں پہلے رکھنا تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے پہلے نازل ہونیوالی سورۃ میں اس بعد میں رکھی جانیوالی سورۃ کی طرف اشارہ کر دیا اور اس طرح ایک ثبوت مہیا کر دیا کہ قرآن کریم کی ترتیب الہامی ہے۔ ان کا یہ جواب نہایت لطیف ہے اور بعض دوسرے مقامات کے حل کرنے کیوقت مدنظر رکھنے کے قابل ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ترتیب قرآن میں پہلے نازل ہونیوالی سورتوں میں بعد میں نازل ہونیوالی سورتوں کے مضامین کو واضح کیا گیا ہے۔ جیسا کہ سورۃ نحل کے بعض مسائل کو سورۃ اسراء میں حل کیا گیا ہے حالانکہ سورۃ اسراء پہلے کی ہے اور سورۃ نحل بعد کی ہے اور یہ قرآن کے علمی کمالات میں سے معجزانہ کمال ہے۔

باوجود اس جواب کو لطیف سمجھنے کے میرے نزدیک اس موقعہ پر اس جواب کیضرورت نہیں کیونکہ اس کا جواب ترتیب نزول کو مدنظر رکھتے ہوئے بھی موجود ہے۔ قرآن کریم سے یہ تو ثابت ہے کہ سورۃ نحل سورۃ انعام سے پہلے نازل ہوئی ہے کیونکہ سورۃ انعام میں دو جگہ اس مضمون کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ایک انعام کے چودہویں رکوع میں جس میں فرمایا ہے قَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ اور دوسرے آیت قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ (۱۶) اور تاریخ سے بھی یہ ثابت ہے کیونکہ اس میں لکھا ہے کہ اس لڑائی کے واقعہ کے بعد جو ہجرت سے صرف چھ ماہ یا ایک سال پہلے ہوا تھا حرام حلال کے احکام نازل ہوتے ہیں اور یہ بھی احادیث سے ثابت ہے کہ سورۃ انعام ایک دفعہ سب کی سب نازل ہوئی تھی ٹکڑے ٹکڑے کر کے نازل نہیں ہوئی۔ پس معلوم ہوا کہ سورۃ نحل کے بعد ہی یہ سورۃ نازل ہوئی ہے اور اسی کی آیت کی طرف اس میں اشارہ ہے۔ اب رہ گیا یہ سوال کہ آیت (زیر بحث) میں جو مِنْ قَبْلُ کے الفاظ ہیں ان سے کیا مراد ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ امر بالکل سادہ ہے مگر نامعلوم مفسرین کا ذہن ادھر کیوں نہیں گیا۔ بات یہ ہے کہ مِنْ قَبْلُ سے مراد کوئی پہلی نازل شدہ سورۃ نہیں بلکہ اسی سورۃ کی پہلی نازل شدہ آیت ہے۔ چنانچہ اس آیت سے دو آیتیں پہلے اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ والی آیت موجود ہے اسی کی طرف مِنْ قَبْلُ کا اشارہ ہے مِنْ قَبْلُ میں سال یا دو سال کی شرط نہیں۔ ہم عام طور پر تصنیف میں جو بات پہلے لکھی گئی ہو اس کی نسبت کہتے ہیں کہ "میں پہلے لکھ چکا ہوں" اس سے مراد کوئی دوسری کتاب نہیں ہوتی۔ بلکہ ان الفاظ سے پہلے کی کوئی عبارت مراد ہوتی ہے۔ اسی رنگ میں یہ الفاظ اس آیت میں مستعمل ہوئے ہیں۔

بنی اسرائیل کے اپنے نفسوں پر ظلم کرنے کی تشریح

یہ جو فرمایا ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ انہوں نے خود اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ اس سے یہ مراد ہے کہ بعض اور چیزیں بھی یہود کیلئے ممنوع قرار دی گئی تھیں جیسے گائے اور بکری کی چربی۔ پس اس کی طرف یہاں اشارہ کیا گیا ہے اور بتایا ہے کہ یہ حرمت حقیقی نہ تھی بلکہ ان کے ظلموں کی وجہ سے تھی۔ چنانچہ سورۃ انعام میں اس مضمون کو وضاحت سے بیان فرمایا گیا ہے فرماتا ہے وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَايَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ (انعام ع ۱۹) یعنی یہود پر گائے اور بکری کی چربی بھی حرام کی گئی تھی سوائے اس چربی کے جو پیٹھ پر ہو یا انتڑیوں کے ساتھ لگی ہوئی ہو یا ہڈی کے اوپر لگی ہوئی ہو۔ مگر یہ حرمت ان کی سرکشیوں کی سزا کے طور پر جاری کی گئی تھی۔ مستقل شریعت نہ تھی۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

وَاَصْلَحُوْٓا اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ع ۱۵ ۱۹ ۲۱

ان کے حق میں تیرا رب (ان شرائط کے پورا کرنے) کے بعد بہت ہی بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ثابت) ہوگا ۱۱۹

۱۱۹ حل لغات ۔ اَلسُّوْءُ کے لئے دیکھو یوسف ۲۴ جَهَالَة : جَهِلَ کا مصدر ہے اور جَهِلَ کے معنے ہیں ضِدَّ عَلِمَه اس سے نا واقف اور بے خبر رہا ۔ نیز اَلْجَهَالَة کے معنی ہیں ضِدُّ الْعِلْمِ وَالْمَعْرِفَة ۔ بے علمی اور بے خبری (اقرب)

تفسیر : اس سے قبل اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا تھا کہ یہود نے نافرمانی کی اس لئے ان پر تکالیف آئیں جیسے فرمایا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ کہ وہ ظلم کرتے تھے اس لئے اس کا نتیجہ انہیں دکھ ملا ۔ اب فرماتا ہے کہ گو یہود نے غلطیاں کیں لیکن اگر وہ اب بھی توبہ کریں تو اللہ تعالیٰ کو بخشنے والا مہربان پائیں گے ۔ اس میں یہود کا کوئی خاص لحاظ نہیں بلکہ یہ عام قانون کے مطابق ہے

ظاہر ہے کہ اولاد کی تکلیف کا ماں باپ پر اثر پڑتا ہے جس طرح بچوں کے بیمار ہونے سے ماں باپ کو تکلیف ہوتی ہے اسی طرح ان کے دوزخ میں جانے سے ماں باپ کو تکلیف ہوگی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آتا ہے کہ قیامت کے دن بعض ظاہر بین صحابی نظر آنے والے لوگوں کو دوزخ میں جاتے دیکھیں گے تو فریاد کریں گے اُضَيْضِيَا (بخاری جلد ۴ کتاب التفسیر باب وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا) پس اس تکلیف سے بچانے کیلئے اللہ تعالیٰ جن لوگوں کی اولاد سے نیکی کا سلوک کرتا ہے (یہاں بندوں کو تکلیف سے بچانے کے لئے الٰہی اولاد کی حفاظت کیجاتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ کہ ہم مومنوں کی اولاد کو اگر وہ مومن ہوں گے جنت میں ان کے ساتھ ملا دیں گے خواہ اولاد کا درجہ کم ہی کیوں نہ ہو۔ اس لئے انبیاء و صلحاء کی امتوں اور جماعتوں کے متعلق بار بار قرآن کریم میں وعدے ہیں کہ ان پر خاص فضل ہوگا تا ان کے دکھ پانے سے انبیاء و صلحاء کو تکلیف نہ ہو۔ چونکہ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ سب قوموں کیطرف انبیاء آئے ہیں اس لئے ساری دنیا ہی اس فضل میں حصہ دار ہے یہود کی خصوصیت نہیں)

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ۔ جہالت علم کے مقابل کا لفظ ہے اور اس کے معنے ناواقفیت کے ہیں لغت میں ہے اَلْجَهْلُ ضِدُّ الْعِلْمِ ۔ اسی طرح لکھا ہے اَلْجَهَالَةُ مِنَ الْعِلْمِ وَالْمَعْرِفَةِ یعنی جہالت علم کا ضد ہے اور جہالت کے معنے عدم علم اور عدم معرفت کے ہیں ۔ اس جگہ عدم علم کے معنے نہیں کیونکہ جسے علم نہ ہو اسے سزا نہیں ملتی بلکہ عدم معرفت کے ہیں یعنی علم تو تھا مگر کم کا ہو لیکن تقویٰ میں

السُّوْء ۔ ایسا شخص سزا کا مستحق ہوتا ہے کیونکہ علم کے بعد تقویٰ کے حصول کی کوشش نہ کرنا ایک دانستہ گناہ ہے ۔

جَهَالَة ۔ درحقیقت معرفت ہی ہے جو انسان کو گناہ سے بچاتی ہے ۔ جو لوگ ظاہری علم کو کافی سمجھتے ہیں وہ آخر گناہ میں مبتلا ہو کر پستی میں پس انسان کو معرفت اور خشیت الٰہی میں ترقی کرنے کی ہمیشہ کوشش کرنی چاہیئے ۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ جہالت دو قسم کی ہوتی ہے ایک دائمی جس کا شکار عرفان سے بالکل محروم ہوتا ہے اور گمراہی میں ہی اُسے سب لذت ملتی ہے ۔ دوسری وقتی ۔ اس کا شکار اچانک عارف بھی ہو جاتا ہے ۔ کیونکہ بعض وقت اس کے عرفان کا دیا گل ہو جاتا ہے تو اس وقت وہ نفسانی جذبات کا شکار ہو جاتا ہے چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے لَا يَزْنِي الزَّانِي حِيْنَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْاِيْمَانُ فَيَصِيْرُ عَلٰى رَأْسِهٖ كَالظُّلَّةِ الخ یعنی جب زانی زنا کر رہا ہوتا ہے تو اس وقت اس کے قلب کی حالت مومنانہ نہیں ہوتی ہو اس کا ایمان اس کے دل سے نکل کر اس کے سر پر چھاتے کی طرح منڈلاتا رہتا ہے (ترمذی ابواب الایمان) آخری فقرہ کے معنے بعض شراح احادیث نے یہ کئے ہیں کہ وہ ایمان اس وقت اس شخص کی سفارش کر رہا ہوتا ہے ۔

جناب کی دو اقسام

وَاَصْلَحُوْا ۔ اپنی اصلاح کریں یا دوسروں کی اصلاح کریں دونوں ہی معنے ہو سکتے ہیں ۔ اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ گناہ کے بعد انسان کو صرف قلبی توبہ ہی نہیں کرنی چاہیئے بلکہ جن وجوہ سے وہ گناہ سرزد ہوا تھا ان کو بھی دُور کرنا چاہیئے ۔ تاکہ آئندہ گناہ سرزد نہ ہو سکے ۔ اور "دوسروں کی اصلاح کریں" سے اس طرف اشارہ ہے کہ اپنے گناہ کے کفارہ کے طور پر انہیں دوسرے لوگوں کی اصلاح کرنی چاہیئے ۔ تاکہ ان کے ثواب میں جن کو وہ ہدایت کی طرف لائے ہوں شامل ہو جائیں ۔ اور سابق گناہ کی وجہ سے جو اعمال میں کمی ہو جائے پوری ہو جائے ؟

اصلحوا کے معنے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

إِنَّ إِبْرٰهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيفًا ۚ وَلَمْ

ابراہیم یقیناً ہر (اک) خیر کا جامع ۔ اللہ (تعالیٰ) کیلئے تذلل اختیار کرنیوالا (اور) ہمیشہ خدا کی کامل فرمانبرداری کرنیوالا تھا۔

يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ شَاكِرًا لِّأَنْعُمِهِ ۚ اجْتَبٰهُ وَ

اور وہ مشرکوں میں سے نہیں تھا۔ ۱۲۱ (وہ) اس کے انعاموں کا شکرگذار تھا۔ اس (کے رب) نے اسے برگزیدہ

هَدٰهُ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝ وَآتَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا

کیا۔ اور ایک سیدھی راہ کی طرف اس کی راہنمائی کی۔ ۱۲۲ اور ہم نے اسے دنیا میں (بھی بڑی) کامیابی بخشی تھی۔

۱۲۰ حل لغات۔ اَلْاُمَّۃُ کے معنے ہیں۔ الامام۔ امام الرجل الذی لا نظیر لہٗ۔ ایسا آدمی جس کا کوئی نظیر نہ ہو۔ معلّم الخیر۔ نیکی کی تعلیم دینے والا نیز الجامع للخیر۔ خیر کا جامع (تاج) پس اِنَّ اِبْرَاھِیْمَ کَانَ اُمَّۃً کے معنی ہونگے کہ ابراہیم یقیناً ہر ایک خیر کا جامع، نیکی کی تعلیم دینے والا امام، اور بے نظیر شخص تھا۔ قَانِتًا۔ قانت۔ قنت سے اسم فاعل ہے۔ اور قَنَتَ ۔ یقنت قنوتا کے معنے ہیں اطاع اطاعت کی اور قنت اللّٰہَ و قنت لِلّٰہِ کے معنے ہیں ذلّ اللہ تعالیٰ کے حضور تذلل اختیار کیا نیز اس کے معنے ہیں دعا اس نے دعا کی۔ قام فی الصلوٰۃ نماز شروع کی۔ امسک عن الکلام کلام کرنے سے رکا رہا۔ نیز القانت کے معنے ہیں القائم بالطاعۃ الدائم علیھا پوری طرح اطاعت کرنیوالا، المصلی نمازگزار (اقرب) الحنیف: الصحیح المیل الی الاسلام الثابت علیہ اسلام کی طرف صحیح میلان رکھنے والا اور اسپر قائم رہنے والا، المائل من دین الی دین۔ ایک دین کو چھوڑ کر دوسرے دین کی طرف جانے والا۔ المسلم کامل فرمانبردار۔ اس کی جمع حنفاء آتی ہے۔ (اقرب)

تفسیر۔ اس آیت میں ابراہیم علیہ السلام کو اُمت کہا ہے۔ اس کے ایک تو یہ معنے ہیں کہ وہ نیکی کی تعلیم دینے والا اور سب قسم کی خیر کا جامع تھا۔ دوسرے میرے نزدیک اور بھی شارح ہے اجتباکہ اس کے اندر وہ طاقتیں موجود تھیں جن سے امتیں پیدا ہوتی ہیں۔ حتّٰی کہ ان طاقتوں کی وجہ سے اسے اُمت کہا جا سکتا ہے گویا وہ درختِ اُمت کے لئے بطور بیج کے تھا

اس آیت میں حضرت ابراہیمؑ کی بہت سی صفات بیان فرمائی ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ معلّم خیر تھے۔ دنیا کو نیکی کی تعلیم دیتے تھے۔ دوسرے یہ کہ وہ جامع الخیر تھے۔ سب قسم کے اخلاق فاضلہ ان میں پائے جاتے تھے۔ تیسرے یہ کہ وہ نہایت اعلیٰ فطرت رکھتے تھے جو زبردست نمو کی قوتیں پوشیدہ رکھتی تھی جس سے امتوں کا پیدا ہونا ممکن تھا۔ چوتھے یہ کہ وہ قانت تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار تھے۔ دعائیں کرنے والے تھے۔ پانچویں یہ کہ وہ حنیف تھے یعنی زبردست قوۃ مقاومۃ رکھتے تھے اور کبھی حق کے راستہ سے دوسری طرف مائل نہ ہوتے تھے۔ چھٹے یہ کہ وہ مشرک نہ تھے یعنی توحید پر کامل طور پر قائم تھے۔ یہ کامل توحید کے معنے اس سے نکلتے ہیں کہ قَانِتًا لِّلّٰہِ اور حنیفا کے بعد یہ فقرہ رکھا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اجگہ عام موحد مراد نہیں۔ بات یہ ہے کہ عام طور پر انسان جب اسکے اندر خوبیاں پیدا ہو جائیں اپنی ذات پر بھروسہ کرنے لگ جاتا ہے اور انمیں کبر اور خود بینی و خود رائی و خود ستائی پیدا ہو جاتی ہیں اور وہ اپنے آپکو بڑا سمجھنے لگ جاتا ہے۔ یہ بھی ایک قسم کا شرک ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کے متعلق یہ فرما کر کہ لم یک من المشرکین یہ بتایا ہے کہ باوجود اتنی خوبیوں کے وہ خدا ہی کا بندہ رہا۔ اور اپنے نفس کی خوبیوں کو اپنی طرف منسوب کر کے شرک کا مرتکب کبھی نہیں ہوا۔

۱۲۱ حل لغات۔ اجتباہ کے معنے ہیں: اختارہ و

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

حَسَنَةً ۚ وَاِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ ۝ ثُمَّ

اور وہ آخرت میں (بھی) یقیناً صالح لوگوں میں سے ہوگا۔ ۱۲۳ اور

اصطفاہ اس کو چن لیا اور برگزیدہ کیا۔ (اقرب)

تفسیر۔ یعنی وہ اپنی ہر ایک خوبی کو نعمت الٰہی سمجھتا تھا اور وہ ان تمام صفات کو خدا تعالیٰ کا دیا ہوا خزانہ قرار دیتا تھا۔ پس چونکہ وہ تمام نعمتوں کو خدا ہی کی عطاء سمجھتا تھا۔ اس لئے جس قدر زیادہ اس کی خوبیاں نکھرتی تھیں اسی قدر وہ اپنے شکر اور انابت الی اللہ میں بڑھتا تھا۔

جب انسان میں یہ باتیں ہوں تو پھر اللہ تعالیٰ کی سُنّت ہے کہ اس کو اپنے فضل کے لئے چن لیتا ہے چنانچہ فرمایا تب ان نیکیوں کے بدلے میں میں نے اس کو پسند کر لیا اور اس کو ہر خوبی سے متصف پاکر اپنا برگزیدہ بنا لیا تھا۔ اور اسکو ایسے راہ پر ڈال دیا جو مستقیم تھی یعنی خدا تک پہنچانے والی تھی۔

مستقیم کے لفظ میں اس طرف اشارہ ہے۔ کہ وہ خدا تعالیٰ تک پہنچانے والی راہ تھی کیونکہ مستقیم راستہ وہی ہوتا ہے جو دو نقطوں کے درمیان ہو، اور دین کے معاملہ میں ایک نقطہ انسان ہے اور دوسرا نقطہ خدا ہے۔ پس جو راستہ خدا تعالیٰ تک پہنچائے وہی صراط مستقیم ہوگا۔ اور جو راہ خدا تعالیٰ تک نہیں پہنچاتا وہ مستقیم کہلا ہی نہیں سکتا کیونکہ اس کا رخ اس نقطہ سے ہٹ گیا جس کی طرف پہنچنا مقصود تھا۔

اس آیت کا تعلق پہلی آیات سے یہ ہے کہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ تم کو بھی انعام ملیں گے تم مکہ والوں کی طرح نہ بن جانا جنہوں نے شریعت ہی کا انکار کر دیا۔ اور اپنے لئے خود ساختہ قانون کافی سمجھا۔ اور تم یہود کی طرح بھی نہ بننا جنہوں نے خدائی شریعت میں اختلافات شروع کر دیئے۔ اور اس کی خلاف ورزی کرنے لگ گئے۔

اب بتاتا ہے کہ تم کیسے بننا۔ فرمایا تم ابراہیمؑ کی طرح بننا۔ جو اوصاف اس کے ہیں، وہ اپنے اندر پیدا کرنا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جو سلوک ہم نے ابراہیمؑ کے ساتھ کیا تھا وہی تمہارے ساتھ کریں گے۔ وہ سلوک کیا تھا؟ اگلی آیت میں بیان کیا گیا ہے۔

۱۲۳ تفسیر۔ ان صفات کی وجہ سے ہم نے ابراہیمؑ کو دنیا میں بھی بڑی ترقیات دی تھیں۔ اور اس کو دنیا میں آرام کی زندگی عطاء کی تھی اور آخرت میں بھی وہ صالحین میں سے ہوگا۔

من الصالحین کا مطلب

من الصالحین سے مراد جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں (نحل رکوع ۱۳) یہ ہے کہ اس کی طاقتیں مرنے کے بعد اگلے جہان کی اعلیٰ ترقیات سے کامل مناسبت رکھنے والی ہوں گی۔ یعنی وہ اعلیٰ سے اعلیٰ انعامات پانے اور ان سے فائدہ اٹھانے کی قابلیت رکھتا ہوگا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دنیوی ترقی

اس آیت میں جہاں یہ بتایا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو یہ انعامات ہم نے دیئے تھے۔ وہاں اس سے یہ ظاہر کرنا بھی مقصود ہے کہ تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ابراہیمؑ کے لئے تو بگڑنے کا موقعہ ہی نہ تھا۔ کیونکہ وہ دنیاوی ترقیات سے محروم تھا۔ اگر کوئی یہ کہے۔ تو یہ غلط ہوگا۔ ہم نے اسے دنیوی ترقیات بھی دی تھیں (چنانچہ بائیبل سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ باوجود دوسرے ملک سے ہجرت کر کے آنے کے حضرت ابراہیمؑ کی مالی حالت بھی بہت اعلیٰ ہو گئی تھی اور حکومت بھی حاصل ہو گئی تھی۔ پیدائش باب ۲۳ آیت ۶ تا ۱۶)

مگر باوجود اس کے وہ خدا تعالیٰ ہی کی طرف متوجہ رہے۔ پس اے مسلمانو! جب تم کو بادشاہت ملے تو ابراہیم کی طرح تمام ترقیات کو خدا تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتیں اور امانتیں سمجھنا۔ اور مغرور نہ ہو جانا۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۭ وَ

(اے رسول) ہم نے تجھے وحی کے ذریعہ سے حکم دیا ہے کہ (ہماری) کامل فرمانبرداری پر ہمیشہ قائم رہنے والے ابراہیمؑ کے طریق کی پیروی

مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ

کر اور (اے مکہ والو جانتے ہو کہ) وہ مشرکوں میں سے نہیں تھا ۱۲۳ سبت (کا وبال) انہی لوگوں پر ڈالا گیا تھا۔

عَلَي الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۭ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ

جنہوں نے اس میں اختلاف کیا تھا۔ اور تیرا رب اس امر کے متعلق جس میں وہ

بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝

اختلاف کرتے تھے یقیناً قیامت کے دن فیصلہ کرے گا ۱۲۴

مِلَّة

۱۲۳ حل لغات۔ مِلَّةَ: کے معنوں کے لئے دیکھو ابراہیم ۵۱۴

تفسیر:۔ اس آیت میں گویا اس مضمون کو جو اوپر بیان کر آیا ہوں خود اللہ تعالیٰ نے کھول کر بیان فرما دیا ہے اور مسلمانوں کو توجہ دلائی ہے کہ تم ابراہیمؑ کے طریق پر چلنا۔ اور پھر ماکان من المشرکین کی دہرا کر اس طرف اشارہ کیا ہے کہ تم بھی ترقیات کے موقعہ پر خدا تعالیٰ کا توکل اور اس پر ایمان نہ چھوڑنا۔

نزول کے مقام پر توکل اور ایمان رکھنے کی نصیحت

السبت

اس آیت سے بعض مسیحی یہ غلط استدلال کرتے ہیں کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابراہیمی دین ہی کے تابع تھے۔ حالانکہ اس آیت کا یہ مطلب ہرگز نہیں۔ بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ جیسے اس نے کمال پیدا کیا اور شکرگزاری دکھائی ویسے ہی تم میں نقش قدم پر چلنے کی ہدایت دی گئی ہے جن کا اوپر کی آیت میں ذکر ہے۔ اور اس میں کیا شبہ ہے کہ ان امور پر چلنے کی ہر شخص کو ضرورت ہے اور آدم سے لے کر آخری انسان تک کوئی ان صفات سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔ ابراہیمؑ سے پہلے بھی جو لوگ خدا رسیدہ تھے انہی صفات کے حامل تھے اور ابراہیمؑ بھی۔ ابراہیمؑ کا نام خصوصاً اس لئے لیا ہے کہ مکہ کے لوگ ان کو اپنا باپ کہتے تھے اور باپ کی مثال دے کر غیرت دلانا اصلاح کا بہترین طریق ہے۔

سبت کے ذکر پر مفسرین کی بھی کروریعنی تفصیلات میں حیرانگی

سر ولیم میور اس آیت پر لکھتا ہے کہ محمد صاحب پر اس حالت کے زمانہ میں یہ علم منکشف ہو گیا تھا کہ خدا تعالیٰ کی رسالت اور نبوت تمام قوموں میں مسلسل طور پر جاری ہے۔ (اللہ تعالیٰ بعض دفعہ دشمن کے منہ سے بھی حق کہلوا دیتا ہے)

۱۲۴ حل لغات۔ السَّبْتُ: یہ سَبَتَ (یَسْبِتُ) کا مصدر ہے اور سبت الرجل کے معنے ہیں استراح۔ اس نے آرام کیا۔ نیز اس کے معنے ہیں ہفتہ کا روز (اقرب)

تفسیر:۔ اس جگہ مفسرین بہت حیران ہوئے ہیں کہ سورۃ النحل مکی ہے اس میں سبت کے ذکر کا کیا تعلق تھا انگریز مفسرین نے ایک شگوفہ چھوڑا ہے۔ وہ یہ کہتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہود کا ذکر اس آیت سے پہلے تھا۔ مگر وہ آیت قرآن سے ضائع ہو گئی ہے اور یہ آیت رہ گئی ہے جس کی وجہ سے عبارت کا ربط جاتا رہا ہے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ

(اور اے رسول) تو (لوگوں کو) حکمت اور اچھی نصیحت کے ذریعے اپنے رب کی راہ کی طرف بلا۔ اور اس طریق سے

الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ

جو سب سے اچھا ہو۔ ان سے (ان کے اختلافات کے متعلق) بحث کر تیرا رب ان کو (بھی)

بعض مفسرین نے کہا ہے کہ چونکہ مسلمانوں کو بھی نیکیوں کا حکم دیا گیا تھا۔ اسلئے ایک نیکی کے حکم اور اسکی خلاف ورزی کے انجام کا ذکر کرکے مسلمانوں کو ڈرایا ہے تاوہ احتیاط رکھیں

بعض نے سبت کے لفظ سے سبت کے توڑنے کا عذاب مراد لیا ہے۔ یعنی وہ عذاب ان کے لئے تھا جنہوں نے اس میں اختلاف کیا تھا۔

ایک جدید مفسر نے اس جگہ سبت کے معنے قطع کے بھی کئے ہیں۔ مگر ایسے موقعوں پر ان معنوں میں عرب لوگ ہرگز اس لفظ کو استعمال نہیں کرتے۔

میرے نزدیک سبت کے وبال کے معنے ہی ٹھیک ہیں۔ قرآن مجید میں بھی اور عربی زبان میں بھی اس بات کی بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ مضاف حذف کرکے مضاف الیہ کو اس کا قائم مقام بنا دیتے ہیں۔ پس جُعِلَ السَّبْتُ کے یہ معنے ہیں کہ سبت کا اثر شرارت لوگوں پر ہوا تھا۔ (اور وہ یقیناً بُرا اثر تھا) جنہوں نے اس میں اختلاف کیا تھا۔ سورۃ بقرہ میں بھی ذکر ہو چکا ہے کہ سبت کی حرمت کو توڑنے کی وجہ سے یہود کو سزا ملی تھی۔

اب یہ سوال بیشک پیدا ہوتا ہے کہ سبت کے ذکر کا پہلی آیات سے کیا ربط ہوا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہود میں نزول قرآن سے پہلے بھی یہ خیال تھا، اور آجتک ہے کہ ہماری ساری تباہی اور بربادی صرف سبت کے توڑنے کی وجہ سے ہے۔ اور یہ کہ انہیں ہرگز ترقی نہ ملیگی جب تک وہ پھر سبت کی عزت کو قائم نہ کریں گے۔ آج جبکہ عیسوی صدی میں بھی جبکہ مسلمان جمعہ کی حرمت کو توڑ رہے ہیں۔ اور عیسائی اتوار کو چھوڑ رہے ہیں۔ یہودیوں میں ایسی سوسائٹیاں بن رہی ہیں جو سبت کی حرمت کو قائم کرنے کی تبلیغ کر رہی ہیں۔ فلسطین میں انہوں نے کئی گاؤں میں اس کو جبراً قائم کرنا چاہا۔ جس کی وجہ سے وہاں کئی فسادات بھی ہو چکے ہیں۔ پس جب یہود کو کہا گیا کہ اب تمہاری ترقی اسلام سے وابستہ ہے (دیکھو پچھلی آیات) تو ان کے دلوں میں یہ سوال پیدا ہو سکتا تھا کہ جس چیز یعنی سبت کے قائم کرنے پر ہماری عزت کا انحصار ہے۔ مسلمانوں کے ساتھ ملنے سے تو ہم اس سے اور بھی دور جا پڑتے ہیں۔ کیونکہ مسلمانوں میں جمعہ کی عزت کی جاتی ہے، اور ہمارے لئے ہفتہ کے دن کی عزت کرنا واجب ہے۔ اور اس سوال کا جواب دینا ضروری تھا۔ پس اس آیت میں اس سوال کا جواب دیا ہے اور بتایا ہے کہ تباہی خدا کے کلام کی نافرمانی سے آتی ہے۔ سبت کے توڑنے پر تباہی بھی اسی وجہ سے آئی تھی۔ کہ خدا نے اس کی عزت کا حکم دیا تھا۔ اور اب جبکہ خدا کا یہ حکم ہے۔ کہ اسلام کے ذریعہ جو نیا عہد قائم کیا گیا ہے۔ اس میں داخل ہو جاؤ تو اب تباہی اس حکم کی خلاف ورزی سے آئے گی۔ اس لئے اب تم سبت کی حرمت کو قائم کرکے بھی عزت حاصل نہیں کر سکتے۔ اب عزت صرف اسلام میں داخل ہونے اور اس کی اتباع کرنے ہی سے حاصل ہو سکتی ہے۔

سبت کے ذکر کے متعلق مختلف مفسرین کا خیال

سبت

سبت کے معنی وبال کے

سبت کے ذکر کا پہلی آیات سے تعلق

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ

جو اس کی راہ سے بھٹک گئے ہوں۔ (سب سے) بہتر جانتا ہے۔ اور وہ

بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝ وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ

ہدایت پانیوالوں کو (بھی سب سے) بہتر جانتا ہے ۱۲۶ اگر تم (لوگ زیادتی کرنے والوں کو) سزا دو تو جتنی

۱۲۵ حل لغات ۔ الحکمۃ ۔ کے معنے ہیں

الحکمۃ

العدل ۔ عدل ۔ العلم ۔ علم ۔ الحلم ۔ بردباری ۔ النبوۃ ۔ نبوت ۔ قیل ما یمنع من الجھل ۔ جو جہالت سے روکے ۔ وقیل کل کلام موافق الحق ہر وہ بات جو حق کے موافق ہو ۔ وقیل وضع الشیٔ فی موضعہ وصواب الامر وسدادہ اور بعض نے کہا ہے کہ کسی چیز کو برمحل رکھنا اور کسی معاملہ کا درست اور صحیح ہونا حکمت کہلاتا ہے ۔ (اقرب)

عدل کے لفظ سے یہ تفسیر

تفسیر ۔ چونکہ دین کی اشاعت اب وسیع ہونیوالی تھی ۔ اور یہود اور نصاریٰ میں جن کے پاس الٰہی کتابیں تھیں اسلام کی منادی ہونے والی تھی ۔ اس لئے فرمایا کہ ان کے مقابلہ میں زیادہ مضبوطی کی ضرورت ہے ۔ مشرکوں کے مقابلہ میں یہ آسانی تھی کہ شرک کا رد کر دینے سے ہی سب جھگڑے کا فیصلہ ہو جاتا تھا ۔ مگر یہود و نصاریٰ کے مقابلہ میں شریعت

آیۂ اور بیان صاحبان کا اسلام کی تفصیلی بحثوں میں بھی پڑنا لازمی تھا ۔ اس لئے پہلے سے کے خلاف بے انصافی سے اعتراض کرنا یہ تاکید کر دی کہ دعوۃ بالحکمۃ ہو ۔ حکمت کے معنی کئی ہیں ۔ مثلاً علم ، پختگی ، عدل ، نبوت ، حلم اور بردباری ۔ ہر چیز جہالت سے روکے ۔ جو کلام حق کے موافق ہو ۔ محل و موقع کے مناسب حال بات ۔ یہ سب معنے یہاں چسپاں ہوتے ہیں ۔ فرمایا حکمت کے ساتھ بلاؤ ۔ یعنی علمی باتوں کو بیان کرو ۔ یعنی پہلے نبیوں کے صحیفوں پر مسائل کی بنیاد رکھ کر بات کرو ۔ افسوس کہ مسلمان مفسروں نے اس حکم کی طرف توجہ نہیں کی ۔ اور لوگوں سے سن سنا کر بائیبل کے متعلق ایسے حوالے اپنی کتب میں لکھ دیئے ہیں کہ یہود اور

حکمت کے معنی علم کے

عیسائیوں کو آج تک ان کی وجہ سے اسلام پر حملہ کرنے کا موقعہ ملتا ہے ۔ دوسرے یہ فرمایا کہ پختہ باتیں بیان کرو ۔ کوئی بات بھی کچی نہ ہو ۔ بعض دفعہ انسان تائیدی دلائل کو مستقل دلائل کی صورت میں پیش کر دیتا ہے ۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دشمن انہی کو پکڑ کر بیٹھ جاتا ہے ۔ فرمایا ۔ پہلے ہر دلیل کو اچھی طرح سے جانچ لو ، جو پختہ اور مضبوط ہو اسی کو پیش کرو ۔

عدل کے معنی کے رو سے یہ ہدایت فرمائی کہ کسی پر ایسا اعتراض نہ کرو جو تم پر بھی پڑتا ہو ۔ کیونکہ اول تو یہ انصاف سے بعید ہے ۔ دوسرے دشمن موقعہ پاکر بحث میں اس بات کو پیش کر دیتا ہے اور پھر شرمندگی اٹھانی پڑتی ہے ۔

آجکل آریہ اور عیسائی اسلام کے خلاف اسی بے انصافی سے کام لے رہے ہیں ۔ یعنی وہ ایسے اعتراض اسلام پر کرتے ہیں جو ان کے مذہب پر زیادہ پڑتے ہیں ۔ حالانکہ وہ باتیں جن پر وہ اعتراض کرتے ہیں ۔ اگر عیب ہیں تو پھر وہ اپنے مذہب کو کیوں مانتے ہیں ۔ اسلام ایسے اعتراضوں سے منع کرتا ہے ۔ مگر افسوس کہ اس زمانہ کے مسلمان اس نصیحت سے بالکل غافل ہیں ۔ اور احمدیہ جماعت کے بانی کے خلاف ایسے امور کو اعتراض کے طور پر پیش کرتے ہیں کہ جو سب انبیاء میں پائے جاتے ہیں ۔ اگر وہ امور قابل اعتراض ہیں تو ان کی وجہ سے سب ہی نبیوں کو چھوڑنا پڑتا ہے ۔

حکمت کے معنے حلم کے بھی ہوتے ہیں ۔ فرمایا کہ نرمی کے ساتھ اور عقل سے کام لیتے ہوئے بات کیا کرو ۔ کیونکہ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جو شخص ایسا نہیں کرتا بلکہ جلد تیز ہو کر غصے اور جوش میں آجاتا ہے وہ دوسرے کو ہرگز سمجھا نہیں سکتا۔

نوٹ: کے معنوں کی رُو سے یہ مطلب ہوگا کہ الٰہی کلام کی مدد سے لوگوں کو دین کی طرف بلاؤ۔ جو دلائل خود قرآن کریم نے دیئے ہیں۔ انہی کو پیش کرو۔ اپنے پاس سے ڈھکوسلے نہ پیش کیا کرو۔ آہ! اگر اس گُر کو مسلمان سمجھتے تو یہودیت اور عیسائیت کو کھا جاتے۔ ہمارا ہتھیار قرآن کریم ہی ہے جسکی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ (فرقان ع۶) اس قرآن کی تلوار لے کر دنیا سے جہاد کے لئے نکل کھڑا ہو پر افسوس کہ آج دنیا کی ہر چیز مسلمان کے ہاتھ میں ہے لیکن اگر نہیں تو یہی تلوار، جس کو لے کر نکل کھڑے ہونیکا حکم تھا۔

ما یتمنع من الجھل کی رُو سے آیت کا یہ مطلب بنے گا کہ تم ایسے طریق سے کلام کیا کرو۔ جس کو دوسرا سمجھ سکے۔ اور اس سے اسکی غلط فہمی دور ہو سکے۔ یعنی وہ بات ہونی چاہیئے جو جہالت کا قلع قمع کرے۔ اور مخاطب کے فہم کے مطابق ہو۔ چنانچہ حدیث میں بھی آتا ہے: "اَمَرَنَا رسولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اَن نکلِّمَ النَّاسَ علیٰ قدرِ عقولِھِمْ" (دیلمی) ہم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ لوگوں سے ان کے فہم اور ادراک کے مطابق کلام کیا کرو۔ بعض لوگ لیکچر دیتے ہیں تو موٹے موٹے لفظ اور اصطلاحیں استعمال کر کے رعب ڈالنا چاہتے ہیں۔ ان تقریروں سے جاہلوں پر رعب تو ضرور پڑ جاتا ہوگا۔ مگر فائدہ ان کی تقریر سے کوئی نہیں اٹھاتا۔

موافق الحق کلام کو بھی حکمت کہتے ہیں۔ ان معنوں کے رُو سے آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ ایسی بات کیا کرو۔ جو سچی اور واقعات کے مطابق ہو۔ بعض لوگ یہ سمجھکر کہ ہم سچے دین کی طرف ہی بلا رہے ہیں۔ بعض غلط باتوں کو بھی بیان کر دیتے ہیں۔ فرمایا کہ یہ طریق غلط ہے۔ دشمن کے مقابلہ میں جو بات کہو سچی کہو۔ دوسروں کو ہدایت دیتے دیتے خود ہی گمراہ نہ ہو جاؤ۔ جیسے کہ فرمایا۔ لَا یَضُرُّکُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اھْتَدَیْتُمْ (مائدہ ع۱۵) اگر تم ہدایت پر قائم رہتے ہو۔ تو اس کی پرواہ نہ کرو۔ کہ دوسرا گمراہ ہوتا ہے۔ یعنی کوئی ایسی بات جو گناہ ہو۔ اس خیال سے نہ کرو کہ اس کے ذریعہ سے میں دوسرے کو ہدایت دوں گا۔ جب تمہاری ہدایت اور دوسرے کی ہدایت ٹکرا جائے تو اس وقت تم اپنی ہدایت کی فکر کرو۔ اور دوسرے کی ہدایت کو خدا پر چھوڑ دو۔ کہ اللہ تعالیٰ یہ پسند نہیں کرتا کہ مومن کافر ہو جائے اور کافر مومن۔ وہ تو دوسروں کو ہدایت دینا چاہتا ہے۔

حکمت: محل و موقع کے مناسب کلام کو بھی کہتے ہیں۔ ان معنوں کے رو سے مطلب آیت کا یہ ہوگا کہ تبلیغ میں برمحل بات کرنی چاہیئے۔ اگر بعض دلائل سے دشمن کے برانگیختہ ہونے کا اندیشہ ہو، اور خطرہ ہو کہ وہ اس طرح سے تمہاری بات نہ سنے گا۔ تو یہ مناسب نہیں کہ بلاوجہ اس کو چڑاؤ۔ تم اس کے سامنے دوسرے دلائل بیان کرو جن کو وہ ٹھنڈے دل سے سن سکے۔ گویا بات کرتے وقت پہلے مزاج شناسی کر لو۔ اگر تم ان کو خواہ مخواہ بھڑکاؤ گے، تو کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

۱و۲ حکمت کے مختلف معنوں کے لحاظ سے آیت کے معنی

اللہ اللہ کیا مختصر الفاظ میں تبلیغ کے سب گُر بیان کر دیئے ہیں۔ جو شخص بھی ان پر عمل کریگا کبھی اپنے مقصد میں ناکام نہیں رہیگا۔

الموعظۃ الحسنۃ۔ موعظہ حسنہ کے معنے پہلے گزر چکے ہیں۔ (یعنی وہ کلام جو دلوں کو نرم کر دیتا ہو، اور ان پر گہرا اثر ڈالتا ہو) اس نصیحت سے مسلمانوں کو ادھر توجہ دلائی کہ خشک دلیلوں ہی سے کام نہ چلایا کرو۔ بلکہ جذبات کو اُبھارنے والی بات بھی کیا کرو۔ اور حکمت کے ساتھ موعظہ حسنہ کو بھی شامل رکھا کرو۔ حسنہ کا لفظ رکھکر بتایا کہ جھوٹی غیر تیں نہ دلاؤ۔ جیسا کہ آجکل کے جاہل علماء لوگوں کو بلاوجہ راستبازوں کے خلاف بھڑکاتے ہیں۔

۲ الموعظۃ الحسنۃ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ؕ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ

تم پر زیادتی کی گئی ہو تم اتنی (ہی) سزا دو۔ اور (ہمیں اپنی ذات کی قسم ہے کہ) اگر تم صبر کرو گے تو صبر کرنیوالوں کے حق میں۔ وہ

لِّلصّٰبِرِيْنَ ۝ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَ

(یعنی صبر کرنا ہی بہتر ہوگا۔ ۱۲۷ اور (اے رسول) تو صبر کر۔ اور تیرا صبر کرنا اللہ (تعالیٰ کی مدد) سے ہی وابستہ ہے

جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ کہکر یہ بتایا ہے کہ ان سے جھگڑا کرتے وقت یہ بھی مدنظر رکھا کرو۔ کہ مختلف دلائل میں سے جو سب سے اعلیٰ اور مضبوط دلیل ہو، اس کو بطور بنیاد اور مرکز کے قائم کیا کرو۔ اور باقی دلائل کو اس کے تابع۔ کیونکہ تائیدی دلیل کے ٹوٹ جانے سے اصل دلیل کو کوئی ضعف نہیں پہنچتا۔ برخلاف اسکے کہ اگر مرکزی نقطہ کمزور ہو تو مضبوط تائیدی دلائل بھی کوئی زیادہ فائدہ نہیں دیتے۔ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ میں بتلایا ہے کہ تم اچھی طرح سے تبلیغ کرتے رہو۔ لیکن اگر لوگ نہ مانیں تو اس سے یہ نتیجہ نکال کر مایوس نہ ہو جانا کہ ہمیں تبلیغ کرنی ہی نہیں آتی۔ کیونکہ بہت ممکن ہے۔ کہ تمہاری تبلیغ میں کوئی نقص نہ ہو۔ مگر مخاطب کے دل پر اس کے گناہوں کا ایسا زنگ ہو کہ خدا تعالیٰ اس کیلئے ہدایت کی کھڑکی نہ کھولے۔

جادلھم بالتی ھی احسن کے معنے سے مراد

غرض تبلیغ میں منہمک رہنا چاہیئے۔ نتیجہ نکالنا اور اثر پیدا کرنا خدا تعالیٰ کا کام ہے۔

۱۲۷ حل لغات - عَاقَبْتُمْ:- عَاقَبَ سے جمع مخاطب کا صیغہ ہے۔ اور عَاقَبَ فلانٌ بِذَنْبِهٖ (وعلی ذَنْبِهٖ معاقبةً وعقاباً) کے معنے ہیں، اَخَذَهٗ بِهٖ اس کے قصور پر گرفت کی اور سزا دی پس اِنْ عَاقَبْتُمْ کے معنے ہوں گے اگر تم سزا دو۔

عاقبتم

جہاد کا حکم دیتے ہوئے قرآن کریم کی اخلاقی خوبی

تفسیر - بعض مفسرین نے پہلی آیات کو اس آیت سے منسوخ قرار دیا ہے۔ لیکن میں نہیں سمجھ سکا کہ منسوخ ہونے والی ان میں کونسی بات ہے۔ کیا علم سے بحث کرنا حکمت اور پختہ بات اور سچی بات کا کہنا اور بردباری سے کلام کرنا منسوخ ہیں یا منسوخ ہونے والی باتیں ہیں؟ پس یہ آیتیں ہرگز منسوخ نہیں۔

اس آیت کا مطلب صرف یہ ہے کہ تمہارے دشمن تمہاری دعوۃ بالحکمۃ کو سنکر نہیں مانینگے، بلکہ تمہارے قتل کرنے کے لئے تلواریں اٹھائیں گے۔ تو فرمایا کہ جب ایسا ہو تو تم کو بھی اپنے دفاع کے لئے تلوار اٹھانے کی اجازت ہوگی۔

یہ کتنا معجزانہ کلام ہے کہ ابھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں ہیں، یہود سے کوئی مقابلہ شروع نہیں ہوا نہ نصاریٰ سے۔ مگر مکہ ہی میں یہ خبر دے دی گئی کہ یہود بھی اور نصاریٰ بھی تم پر ظلم اور زیادتی کریں گے۔ اور اس وقت دفاع کے طور پر تم کو ان کے مقابلہ کی اجازت ہوگی۔ ہاں یہ نصیحت یاد رکھنا کہ جلد بازی نہ کرنا اور پہلے صبر کا نمونہ دکھانا پھر کوئی چارہ نہ رہے تو مقابلہ کرنا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حکم کی پوری تعمیل کی اور دیر تک اہل کتاب کے ظلم سہے اور آخر مجبوراً ان کے مقابلہ پر نکلے۔

قرآن کریم کی یہ کتنی بڑی اخلاقی خوبی ہے کہ جہاد کا حکم دینے سے پہلے اس نے اس کی حدود و قیود کو بیان کرنا شروع کر دیا ہے تا زیادتی کرنے کا احتمال ہی باقی نہ رہے۔

عقاب کے لفظ میں یہ اشارہ کیا ہے کہ ناجائز حملہ کا جواب ہی جہاد کہلاتا ہے، جارحانہ حملہ جہاد نہیں کہلا سکتا کیونکہ عقاب کا لفظ اس فعل کے متعلق بولا جاتا ہے جو دوسرے کے فعل کے جواب میں کیا جائے۔ پس اس لفظ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

لَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا

اور تو ان (لوگوں کی حالت) پر غم نہ کھا۔ اور جو تدبیریں وہ کرتے ہیں۔ ان کی وجہ سے تکلیف محسوس نہ کر

يَمْكُرُونَ ۝ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوا وَّالَّذِينَ

۱۲۵ع اور یاد رکھ کہ اللہ (تعالیٰ) یقیناً ان لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ جنہوں نے تقویٰ (کا طریق) اختیار کیا ہو۔

سے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ جب سزا دو، جرم کے بعد دو بمثل ما عوقبتم کے الفاظ سے یہ ہدایت کی ہے کہ سزا دینی ہی پڑے تو بھی یہ خیال رہے کہ جتنی تم کو تکلیف پہنچائی گئی ہے۔ اس سے زیادہ نہ ہو۔

لئن صبرتم میں صبر کی ترغیب دی ہے اور بتایا ہے کہ صبر اپنے نتیجہ کے لحاظ سے نہایت ہی اعلیٰ ہوتا ہے۔

جنگ احد میں حضرت حمزہ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا) اور شہداء احد کے ساتھ کفار نے یہ سلوک کیا کہ ان کے ناک اور کان بھی کاٹ دیئے (یعنی مثلہ کیا) مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صبر کیا۔ اور موقعہ پانے پر بھی اس قبیح اور ننگِ انسانیت رسم کی اجازت نہ دی۔

بعض اوقات کفار معاہدات توڑتے تھے۔ مگر آپ صبر ہی فرماتے تھے۔ صبر کا نتیجہ بہتر ہوتا ہے۔ بدلہ لینے سے صرف انسان کا غصہ دُور ہو جاتا ہے۔ مگر صبر کرنے کی صورت میں اس کی رُوحانیت ترقی کر جاتی ہے۔

۱۲۵ع حل لغات۔ ضَيْقٌ۔ ضَاقَ (يَضِيْقُ) کا مصدر ہے اور ضَاقَ الشَّيْءُ کے معنی ہیں ضِدَّ اتَّسَعَ کوئی چیز تنگ ہو گئی۔ ضَاقَ الرَّجُلُ اس نے بخل سے کام لیا۔ نیز الضَّيْقُ کے معنے ہیں اَلشَّكُّ فِي الْقَلْبِ دل میں شک ہونا۔ مَا ضَاقَ عَنْهُ صَدْرُكَ جس سے دل تنگ پڑے۔ اور تکلیف ہو (اعراب) پس لَا تَكُنْ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ کے معنے ہوں گے کہ جو تدبیریں وہ کرتے ہیں ان سے تکلیف محسوس نہ کر۔

تفسیر۔ اس آیت میں صبر کا لفظ دوسرے معنوں میں استعمال ہوا ہے اور مضمون میں تکرار نہیں ہے۔ اس جگہ صبر کا مفہوم یہ ہے کہ جب کفار کے ساتھ جنگ کی اجازت ملی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سمجھ لیا کہ اب کفار پر عذاب آنیوالا ہے۔ اس لئے آپ پر یہ حکم نہایت شاق گذرا اور آپ کا دل بھر آیا۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ اے رسول اللہ کا یہی فیصلہ ہے تم صبر کرو۔ گویا اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کے صدمہ میں ہمدردی کا اظہار فرمایا ہے۔

۱ لئن صبرتم میں صبر کی تحقیق

اس آیت سے آپ کے اخلاق کا کمال ظاہر ہے کہ وہ لوگ جو دن رات تنگ کرتے تھے اور حضور کی جان کے درپے رہتے تھے اُنکی تباہی کی خبر پاکر بھی آپ بے چین ہو گئے حتّٰی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللّٰهِ" کہ تجھے اتنا بوجھ ہے کہ ہم ہی تجھے توفیق دیں تو تُو صبر کر سکیگا۔ ورنہ یہ غم بہت زیادہ ہے۔

۲ آنحضرت کے اخلاق کا کمال

اِس جملہ کے یہ بھی معنے ہو سکتے ہیں کہ تو صبر کر کیونکہ تیرا صبر کرنا اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت ہے۔ اور ایسا صبر ہی اعلیٰ اخلاق میں سے ہوتا ہے۔ جو صبر کمزوری اور ضعف کی وجہ سے ہوتا ہے وہ بیچارگی ہے اعلیٰ اخلاق میں سے نہیں۔ طاقت رکھتے ہوئے خاموش رہنا ہی اعلیٰ اخلاق کو ظاہر کرتا ہے۔ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ سے اوپر کے معنوں کی تائید ہو جاتی ہے۔ حَزِنَ عَلَيْهِ دوسروں کی تکلیف پر غم کرنے پر بولا جاتا ہے۔ پس ان الفاظ کی موجودگی میں اس آیت میں صبر کے معنے ذاتی تکلیف پر صبر کے کرنا بالکل بے جوڑ بات ہے۔ ان الفاظ سے ثابت ہوتا ہے کہ اس آیت میں

۳ ضیق

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ع ۱۶

هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ۝

اور جو نیکو کار ہوں۔ ۱۲۹

۱ لَا تَحْزَنْ فِيْ ضَيْقٍ: صبر سے مراد دشمن کی تباہی پر غم نہ کرنا ہے۔ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ۔ ان الفاظ کے یہ معنی نہیں کہ ان کی شرارتوں پر غصے نہ ہو۔ بلکہ اس جگہ یہ الفاظ اسی کیفیت کو ظاہر کرتے ہیں جو بعض دفعہ ماں کے دل میں اسوقت پیدا ہوتی ہے جب اس کی اولاد شرارت کرکے کسی عذاب میں مبتلا ہوتی ہے جس سے وہ ان کو بچا نہیں سکتی۔ اس وقت وہ ان کو خوب کوستی ہے۔ یہ کوسنا غصہ کا نہیں غم اور رنج کا ہوتا ہے۔ اور اس کا مطلب صرف یہ ہوتا ہے کہ نہ تم ایسے کام کرتے اور نہ تم کو یہ دکھ پہنچتا۔ اور نہ تمہارے ساتھ میں دُکھ پاتی۔ محمد رسول اللہ کے ایسے ہی جذبات کی اس جگہ ترجمانی کی گئی ہے۔

۲ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ: محسن کے تین معنے ہیں

۱۲۹ تفسیر۔ متقی انسان وہ ہوتا ہے جو خدا تعالیٰ سے اپنا تعلق مضبوط کرلے۔ اور اتنا بڑھالے کہ خدا تعالیٰ خود اسکی سپر بن جائے۔ اور اس کا محافظ ہو جائے اور محسن وہ ہے جو خود حفاظت میں آجانے کے بعد دنیا کو بھی خدا کی حفاظت میں لانے کی کوشش کرے۔ پس محسن کا درجہ متقی سے اعلیٰ ہے۔

بعض لوگ خود بہت نیک ہوتے ہیں مگر دوسروں کو بچانے کی فکر نہیں کرتے! اور بعض دوسروں کی فکر تو کرتے ہیں مگر اپنی ذاتی اصلاح کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی کامل معیت حاصل کرنے کے لئے دونوں باتیں ضروری ہیں یعنی متقی ہو اور محسن بھی۔

اس جگہ یہ بات یاد رکھنی چاہیئے۔ کہ متقی کے یہ معنے نہیں جسے دنیا کی ہوش ہی نہ ہو۔ قرآن میں ایسے شخص کا نام جاہل آیا ہے۔ متقی تو وہ ہوتا ہے جس کے ہر کام میں خشیت خدا نظر آرہی ہو۔ جو کوئی کام ہی نہیں کرتا۔ اس میں خشیت کہاں سے پیدا ہوگی۔ متقی کا تو لفظ ہی بتاتا ہے۔ کہ وہ خطرات میں پڑتا ہے۔ مگر خدا اس کی حفاظت کرتا ہے۔ پس متقی وہ ہے، جو دنیا کے کاموں میں پڑے مگر اس کے بد اثر سے محفوظ رہے۔

محسن کے متعلق بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اس کے معنے مسرف کے نہیں ہوتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ تو اگر اپنے وارثوں کے لئے مال چھوڑ جائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تو انہیں اس حالت میں چھوڑ جائے کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔

محسن کے یہ معنے بھی ہیں کہ وہ ایسے کام کرنیوالا ہو، جن سے دنیا میں حسن پیدا ہو۔ جس نے اپنا گھر ہی اجاڑ لیا۔ اس نے حسن کیا پیدا کرنا ہے۔ پس محسن وہ ہے جو اپنا گھر محفوظ رکھتا ہے۔ اور پھر دنیا کی خبر گیری کرتا ہے۔ مگر اس کے یہ معنے بھی نہیں کہ خود تو عیاشیوں میں پڑا ہے لیکن جب خرچ کرنے کا موقعہ آئے تو کہے کہ میرے پاس کچھ نہیں۔

اسی طرح محسن وہ ہے جس کے فعل کا نتیجہ اچھا نکلے۔ پس جس کے اتفاق سے بد نتیجہ نکلے خواہ اخلاقی یا تمدنی وہ محسن نہیں ہے۔

اس آیت میں یہود و نصاریٰ سے جنگ کا نتیجہ بھی بتا دیا ہے۔ اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کا ساتھ دے گا۔ اور ظاہر ہے۔ کہ جس کے ساتھ خدا ہو، اس پر کون فتح پا سکتا ہے +

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سُوْرَةُ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ مَکِّیَّةٌ

سورۃ بنی اسرائیل ۱ یہ سورۃ مکی ہے

وَھِیَ مِائَةٌ وَّاثْنَتَا عَشْرَةَ اٰیَةً وَّاثْنَا عَشَرَ رُکُوْعًا

اور بسم اللہ سمیت اسکی ایک سو بارہ آیات ہیں اور بارہ رکوع ہیں

۱ اس سورۃ کا نام بنی اسرائیل اسلئے رکھا گیا ہے کہ اسمیں وہ واقعات بیان کئے گئے ہیں جو بنی اسرائیل کو پیش آئے تھے اور مسلمانوں کو بتایا گیا ہے کہ تمہیں بھی یہ واقعات پیش آئیں گے کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مثیل موسیٰ قرار دیکر مسلمانوں کو بنی اسرائیل قرار دیا گیا تھا۔ پس اس مشابہت کی وجہ سے مسلمانوں سے بھی یہود سے ملتے جلتے واقعات کا پیش آنا ضروری تھا۔ اور اسی کیطرف اس سورت میں توجہ دلائی گئی ہے۔ اور بنی اسرائیل کی تاریخ کے دو حصوں میں سے پہلے حصہ کو یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے لیکر حضرت عیسےٰ علیہ السلام تک کے واقعات کو بیان کرکے مسلمانوں کو اس سے مشابہت بتائی گئی ہے۔ اس سورت کا دوسرا نام اسراء بھی ہے۔ کیونکہ اسے اسراء کے ذکر سے شروع کیا گیا ہے۔ اور اس لئے بھی کہ اسراء اس کا اہم مضمون ہے۔

یہ سورۃ بعض کے نزدیک باجماع مکی ہے (بحر محیط) مگر بعض نے اختلاف کرتے ہوئے کہا ہے کہ دو سے آخر تک آیات مدنی ہیں۔ ابن عباسؓ اور زبیرؓ سے ابن مردویہ نے روایت کی ہے کہ یہ سورت مکی ہے اور نہایت ابتدا میں نازل ہونیوالی سورتوں میں سے ہے یعنی بعثت کے تیسرے چوتھے سال نازل ہوئی ہے۔

بخاری میں ابن مسعودؓ سے روایت ہے "قَالَ فِیْ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ وَالْکَھْفِ وَمَرْیَمَ اِنَّھُنَّ مِنْ عِتَاقِ الْاُوَلِ وَھُنَّ مِنْ تِلَادِیْ"۔ (بخاری جلد ثالث کتاب تفسیر القرآن) یعنی عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں بنی اسرائیل اور کہف اور مریم شروع میں نازل ہونے والی سورتوں میں سے بھی پہلے حصہ میں ہیں اور یہ میرے پرانے مال میں سے ہیں یعنی جن سورتوں کو میں نے شروع میں یاد کیا ہے انمیں سے یہ سورتیں بھی ہیں۔

وجہ تسمیہ

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ساری کی ساری سورۃ یا اس کا کچھ حصہ ابتدا میں نازل ہوا تھا مگر یہ واضح نہیں کہ ابتدا سے انکی کیا مراد تھی۔ یعنی عبداللہ بن مسعودؓ کے ذہن میں ابتدائی سالوں کی کیا تعیین تھی۔

میرے نزدیک یہ سورۃ بالکل ابتدائی سالوں کی نہیں ہے بلکہ چوتھے سال سے شروع ہو کر اس کا نزول دسویں گیارہویں سال تک جاکر ختم ہوا ہے بشرطیکہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے حافظہ نے غلطی نہ کی ہو۔ اگر ایسا ہو تو یہ ساری سورۃ غالباً دسویں اور گیارہویں سال میں نازل ہوئی ہے بلکہ ہو سکتا ہے کہ گیارہویں بارہویں سال میں نازل ہوئی ہو مسیحی مفسرین قرآن نے بھی اس سورۃ کا زمانہ نزول ۵ سنہ بعد نبوت سے لیکر ۱۲ سنہ بعد نبوت بتایا ہے۔ (وری) یہ الہی تصرف ہے کہ ان لوگوں کے منہ سے یہ صداقت نکلی ورنہ انکا فائدہ اسمیں تھا کہ وہ اسے بعد ہجرت بتاتے۔

یہ سورۃ مکی ہے

اس سورت کا پہلی سورت سے تعلق

پہلی سورۃ سے اس سورۃ کا یہ تعلق ہے۔ کہ پہلی سورۃ میں مسلمانوں کی ترقی کی خبر دی تھی اور بتایا تھا کہ انہیں بڑی بڑی حکومتیں ملیں گی اور ساتھ ہی ہوشیار بھی کر دیا تھا کہ یہود نے ان نعمتوں کی قدر نہ کی اور ترقی کے ایام میں خدا کی عبادت کو بھول گئے (اس امر کی طرف اشارہ سبت کے لفظ سے کیا گیا تھا۔ دیکھو سورۃ نحل ع ۱۶) اے مسلمانو! تم نہ بھولنا۔ بلکہ اُس زمانہ میں پہلے سے زیادہ عبادت میں مشغول ہونا۔

اس سورۃ میں اس طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ مسلمانوں کو ان ممالک کا بادشاہ بنا دیا جائیگا جن پر یہود کی حکومت تھی۔

اس سورہ کی ابتدا کو پہلی سورۃ کی انتہا سے یہ تعلق ہے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کہ پہلی سورۃ کے آخر میں یہ پیشگوئی تھی کہ اب عنقریب تمہارا مقابلہ اہل کتاب سے شروع ہوگا اور وہ بھی تم کو کفار کیطرح دکھ دیں گے لیکن ان کے مقابلہ پر بھی اسوقت تک صبر سے کام لینا جبتک کہ مجبوری نہ ہو۔ اور یاد رکھنا کہ ان کے مقابل پر اللہ تعالیٰ تم کو اسی طرح فتح دیگا جس طرح کفار مکہ پر فتح دینے کا وعدہ ہے۔

کفار کے ساتھ مسلمانوں کے مقابلہ اور مسلمانوں کی فتح کی پیشگوئی

اب سورۃ اسراء میں اس مقابلہ کیطرف اشارہ فرمایا کہ وہ مقابلہ مدینہ میں جاکر شروع ہوگا اور یہ کہ اس مقابلہ کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ انکے مقدس مقامات پر مسلمانوں کو قبضہ اور حکومت حاصل ہوجائے گی۔

یہودیوں کی دو تباہیوں کے ذکر سے مسلمانوں کی دو تباہیوں کی پیشگوئی

اس سورۃ میں خصوصیت کے ساتھ یہود کی دو تباہیوں کا ذکر فرمایا ہے کہ دو دفعہ خاص طور پر انہوں نے نافرمانی کی اور دونوں دفعہ ہی وہ خطرناک عذاب میں گرفتار ہوئے۔

خلاصہ سورت

اس میں اسطرف بھی اشارہ ہے کہ مسلمانوں پر بھی ایسی تباہی کے دو زمانے آنے والے ہیں مگر ساتھ ہی امید بھی دلادی کہ چونکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اس لئے آپکا سلسلہ یہود کیطرح تباہ نہوگا بلکہ ان ابتلاؤں کے بعد اور بھی شان سے چمک اٹھیگا۔

اسراء کے ذکر سے شروع کرنے میں حکمت

پہلی سورۃ میں جو بعض باتیں اشارۃً فرمائی تھیں اس سورۃ میں انکو واضح کیا گیا ہے مثلاً پہلی سورۃ میں شہد کے متعلق فرمایا تھا کہ فِيهِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ اور اس سے اشارہ کیا تھا کہ کلام الٰہی میں بھی شفاء ہے۔ اس سورۃ میں اس مضمون کو بوضاحت بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ (ع ۹)

یہ سورۃ نزول میں سورۃ نحل سے پہلے ہے مگر مضمون

ترتیب نزولی کی ترتیب کے لحاظ سے بعد میں رکھے جانے کے قابل ہے۔ اس لئے جمع قرآن کے وقت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسے سورہ النحل کے بعد رکھا۔ میں پہلے بتا چکا ہوں کہ سورتوں کے نزول کی ترتیب اور تھی لیکن جمع قرآن کے وقت اس ترتیب کو بدلدیا گیا کیونکہ سارے قرآن کریم کو پڑھتے ہوئے اور بعد میں آنیوالوں کی ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے دوسری ترتیب کی ضرورت تھی۔ اور یہ امر قرآن کریم کے زبردست معجزات میں سے ہے۔ اسکی ہر سورۃ الگ الگ مضمون پر مشتمل ہے اور ساتھ ہی اس کے اسکی سورتوں میں زبردست اتصال بھی پایا جاتا ہے۔ جب نزول قرآن کے وقت الگ الگ سورتیں نازل ہو رہی تھیں اور اس وقت کی ضرورت کو مدنظر رکھا جاتا تھا تب بھی پڑھنے والوں کو کوئی مشکل پیش نہ آتی تھی کیونکہ ہر سورۃ کا مضمون مکمل تھا مگر جب بعد میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دوسری ترتیب سے مرتب کیا تو پھر علاوہ اس مضمون کے جو الگ الگ سورتوں سے نکلتا تھا ایک اور سلسلہ مضمون پیدا ہوگیا جس نے قرآنی مضامین کو اور زیادہ وسعت دیدی۔ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ۔

اسراء کے ذکر سے اسکو یہ بتانے کے لئے شروع کیا گیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو موسیٰ علیہ السلام کا جانشین مقرر کیا گیا ہے۔ اس لئے ان مقامات پر بھی آپکو قبضہ دیا جائیگا جن کا حضرت موسیٰؑ اور انکے اتباع سے وعدہ کیا گیا تھا۔ اور یہ بتانے کے لئے کہ موسیٰؑ کیطرح آپکو بھی ہجرت کرنی پڑے گی اور وہ ہجرت آپکی قوم کی تنگی کا موجب ہوگی۔ اس کے بعد حضرت موسیٰؑ کا ذکر شروع کیا کہ کس طرح موسیٰؑ کو بھیجا اور انکی قوم کو انکے ذریعہ ترقی دی۔ کس طرح انہیں متنبہ کیا کہ ترقی کے زمانہ میں غافل نہ ہونا مگر انہوں نے اس نصیحت سے فائدہ نہ اٹھایا اور سخت سزا پائی۔ پھر فرماتا ہے کہ اس قرآن کو ہم نے تورات سے بھی زیادہ مؤثر بنایا ہے اس کے ذریعہ سے اس سے بھی بڑھ کر تبدیلی ہوگی مگر اس کے راستہ میں بھی وہی خطرہ ہے کہ جب دولت آجائیگی تو فسق و فجور بھی آجائے گا۔

دنیا کا کمانا تو بُرا نہیں مگر اس کے ساتھ خدا کا بھی خیال رکھنا چاہیئے اور نیکی کو ترک نہیں کرنا چاہیئے۔ پھر نیکی کے اصول بتلائے ہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ منکرین قرآن جب ان اصول کو سنتے ہیں تو بجائے غور کرنے کے اعراض اور تکبر سے کام لیتے ہیں اور اپنے انجام کا خیال نہیں کرتے۔ اگر انجام کی طرف توجہ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

(میں) اللہ (تعالیٰ) کا نام لے کر (شروع کرتا ہوں) جو بیحد کرم کرنیوالا (اور) بار بار رحم کرنیوالا ہے۔

سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الجزء ۱۵

پاک (ذات اور پاک صفات) ہے وہ (خدا) جو رات کیوقت اپنے بندہ کو (اس) حرمت والی مسجد سے (اس) دور والی

الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ

مسجد تک جس کے اردگرد کو (بھی) ہم نے برکت دی ہے (اس لئے) لے گیا کہ تا ہم اسے اپنے بعض نشان دکھلائیں

لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ○ وَ

یقیناً وہی (خدا) ہے جو (اپنے بندوں کی پکار کو) خوب سننے والا (اور انکی حالتوں کو) خوب دیکھنے والا ہے۔ اور

دلائی بھی جائے تو پرواہ نہیں کرتے لیکن قرآن کریم کے مخالف خواہ بیرونی ہوں یا اندرونی سخت سزا پائیں گے۔ چنانچہ قرب قیامت میں یعنی زمانہ مسیح موعود میں ایک سخت عذاب دنیا پر تکذیب قرآن کیوجہ سے نازل ہوگا اور اسوقت پھر ایک جنگ خدا کے فرشتوں اور ابلیس کے درمیان ہوگی۔ اس جنگ میں آدم کے متبعین کو غلبہ دیا جائیگا۔

لوگ چاہتے ہیں کہ تجھے تباہ کر دیں مگر ہم نے تو تیرے لئے ایک عظیم الشان مقصد تجویز کر رکھا ہے۔ ہم تیرے نام کو آخر زمانہ تک اور دنیا کے کناروں تک پھیلائیں گے اور تیری قابلیت کو دنیا پر ظاہر کیا جائیگا۔ ہم نے اس قرآن کو ایسا بنایا ہے کہ وہ ابدالآباد تک کام آئیگا اور روحانی خزانے اس کے ذریعہ سے آہستگی کے ساتھ دنیا پر ظاہر کئے جائیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ بخیل نہیں ہے۔ پھر آخر میں آخری زمانہ کی علامت بیان فرمائی گئی ہے۔ اور اس کے شر سے بچنے کا ذریعہ دعا کو بتایا ہے۔

حل لغات۔ سُبْحٰنَ کے معنے کے لئے دیکھو پ ۱۵ ع ۱۹

اَسْرٰی بِہٖ کے معنے ہیں۔ اسکو رات کے وقت لے گیا۔ مزید تشریح کے لئے دیکھو حجر ع ۵۔

العبد ۲

اَلْعَبْدُ : اَلْعُبُوْدِيَةُ اِظْهَارُ التَّذَلُّلِ وَ الْعِبَادَةُ اَبْلَغُ مِنْهَا لِاَنَّهَا غَايَةُ التَّذَلُّلِ. عبودیت کے معنے عاجزی کے اظہار کے ہیں۔ اور لفظ عِبَادَة اس مفہوم کو ادا کرنے کے لئے زیادہ بلیغ ہے۔ کیونکہ اس کے معنے انتہائی عاجزی کرنے کے ہیں وَلَا يَسْتَحِقُّهَا اِلَّا مَنْ لَّهٗ غَايَةُ الْاِفْضَالِ وَهُوَ اللّٰهُ تَعَالٰى. اور انتہائی عاجزی اسی کے سامنے کیجا سکتی ہے جس کے انعام و اکرام بہت زیادہ ہوں۔ اور ایسی ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہی ہے۔ وَ الْعِبَادَةُ ضَرْبَانِ - عِبَادَةٌ بِالتَّسْخِيْرِ وَعِبَادَةٌ بِالْاِخْتِيَارِ. اور عبادت کی دو اقسام ہیں (۱) کسی چیز کا بلا ارادہ عبادت کرنا یعنی اسکا اللہ تعالیٰ کے لئے عاجزی کرنا۔ (۲) اختیاری عبادت اور یہ انسانوں کے ساتھ خاص ہے۔

قرآن کریم کے ابدالآباد تک رہنے کی پیشگوئی

العبد ۳

وَالْعَبْدُ يُقَالُ عَلٰى اَرْبَعَةِ اَضْرُبٍ - اور عبد کا لفظ چار طرح پر استعمال ہوتا ہے۔

العبد ۱

(۱) عَبْدٌ بِحُكْمِ الشَّرْعِ - شریعت کے رو سے غلام۔ جس کا بیچنا اور خریدنا جائز ہو۔ ان معنوں کے اعتبار سے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سے لفظ عبد کی جمع عِبِیدٌ ہوگی۔ (۲) عَبْدٌ بِالْاِیْجَادِ وَ ذٰلِکَ لَیْسَ اِلَّا لِلّٰہِ۔ پیدا کئے جانے کے باعث عبد کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے اور اس لحاظ سے عَبْد کی اضافت اللہ تعالیٰ ہی کیطرف ہوگی۔ کیونکہ صرف خالق وہی ذات ہے۔ (۳) عَبْدٌ بِالْعِبَادَۃِ وَالْخِدْمَۃِ۔ عبادت اور خدمت کے باعث عبد کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے لوگ دو حصوں میں منقسم ہو جائیں گے جو محض اللہ تعالیٰ کے لئے عبادت کرنے والے ہیں۔ یعنی عَابِدٌ ان معنوں کے لحاظ سے اسکی جمع عِبَادٌ آتی ہے۔ (۴) دنیا کے غلام اور دنیا دار۔ (مفردات)

المسجد الحرام — اَلْمَسْجِدُ الْحَرَامُ: اَلْکَعْبَۃُ۔ مسجد حرام کعبہ کو کہتے ہیں

الاقصیٰ — اَلْاَقْصٰی۔ قصی سے اسم تفضیل (مقصود قصی یقصو) اَلْمَکَانُ کے معنے ہیں۔ جگہ کا کسی جگہ دور ہونا۔ اور اَقْصٰی کے معنے ہیں اَبْعَدُ۔ بہت دور۔ اسکی جمع اَقَاصِی آتی ہے (اقرب) پس اَلْمَسْجِدُ الْاَقْصٰی کے معنے ہوئے۔ دور والی مسجد۔

تفسیر یہ آیت اُن معرکۃ الآرا آیتوں میں سے ہے جن کے متعلق مفسرین میں بہت اختلاف رہا ہے۔ اس آیت کے متعلق قریباً سب سابق مصنف مفسرین اور نیز اس زمانہ کے مفسر کہتے ہیں کہ اسمیں معراج کا واقعہ بیان کیا گیا ہے گو معراج کی تفاصیل میں شدید اختلاف ہے۔

آیت ہذا کی تفسیر میں اختلاف

یہ مسئلہ بوجہ اختلاف روایات اسقدر پیچیدہ ہو گیا ہے کہ مجھے اس کے سلجھانے کے لئے اس کے کئی حصے کرنے پڑیں گے۔ سب سے پہلے میں اس امر کو لیتا ہوں۔ کہ اس آیت کے سوا قرآن کریم میں معراج کا واقعہ ایک اور جگہ

معراج کا ذکر سورۃ نجم میں

بھی بیان ہوا ہے اور وہ سورۃ نجم ہے۔ اس جگہ پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ۙ عَلَّمَہٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی ۙ ذُوْ مِرَّۃٍ ؕ فَاسْتَوٰی ۙ وَھُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی ؕ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ۙ فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی ۚ فَاَوْحٰۤی اِلٰی عَبْدِہٖ مَاۤ اَوْحٰی ؕ مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی ؕ اَفَتُمٰرُوْنَہٗ عَلٰی مَا یَرٰی ؕ وَلَقَدْ رَاٰہُ نَزْلَۃً اُخْرٰی ۙ عِنْدَ سِدْرَۃِ الْمُنْتَہٰی ۚ عِنْدَھَا جَنَّۃُ الْمَاْوٰی ؕ اِذْ یَغْشَی السِّدْرَۃَ مَا یَغْشٰی ۙ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ؕ لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّہِ الْکُبْرٰی ؕ (النجم ع ۱)

یعنی قرآن کریم ایک وحی الٰہی ہے اللہ تعالیٰ نے جو بڑی طاقتوں والا ہے محمد رسول اللہ کو یہ علم سکھایا ہے۔ وہ بڑی طاقت ظاہر کرنے والا اور حکومت کرنیوالا خدا ہے۔ اور اسوقت اس نے یہ کلام نازل کیا جبکہ وہ (یعنی محمد رسول اللہ صلعم) اُفُقِ اَعْلٰی پر تھے (یعنی سب سے اعلیٰ مقام پر) محمد رسول اللہ خدا کے اور قریب ہوئے اور قریب ہو کر پھر نیچے کیطرف آئے یعنی بنی نوع انسان کے قریب ہوئے۔ حتیٰ کہ آپ نے تو سول کے درمیان کی ترون کیطرح ہو گئے بلکہ اس سے بھی قریب۔ یعنی دو مشترک وتروں کی جگہ ایک ہی وتر ہو گیا۔ اس موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ پر وحی نازل کی جو اس قرآن میں موجود ہے۔ دل نے جو کچھ دیکھا تھا اسمیں اسنے غلطی نہیں کی (بلکہ فی الواقع اس نے ایسا ہی دیکھا تھا) کیا تم لوگ اس بارہ میں اس سے جھگڑتے ہو جو اس نے دیکھا۔ حالانکہ اس نے یہ بات ایک دفعہ نہیں بلکہ دو دفعہ دیکھی ہے۔ اور اس نظارہ کا مقام سدرۃ المنتہیٰ ہے۔ اس سدرۃ المنتہیٰ کے پاس ہی جنت کا مقام ہے۔ اس نے اس وقت اس نظارہ کو دیکھا تھا جبکہ سدرہ کو ایک عجیب پُرشوکت جلوے نے ڈھانک لیا تھا نظر نے بھی اسس وقت غلطی نہیں کی۔ نہ کوئی بات کم دیکھی اور نہ زیادہ (بلکہ جو کچھ دیکھا ٹھیک دیکھا) اس وقت (محمد رسول اللہ صلعم نے) اس (یعنی اللہ تعالیٰ) کی بہت بڑی آیات دیکھیں۔

یہ آیات معراج کے واقعہ کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ ان آیات میں جن امور کا ذکر ہے وہ سب معراج سے تعلق رکھتے ہیں۔ مثلاً (۱) سدرۃ المنتہیٰ تک آپ کا جانا۔ (۲) اسوقت سدرۃ المنتہیٰ پر کسی چیز کا نازل ہونا۔ (۳) اس کے پاس جنت کا دیکھنا۔ (۴) قاب قوسین کی حالت کا پیدا ہونا۔ (۵) اللہ تعالیٰ کا دیکھنا۔ (۶) کلام الٰہی

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کا ہاں نازل ہونا یہ سب امور وہ ہیں کہ جن کا ذکر معراج کی حدیثوں میں آتا ہے۔ چنانچہ سدرۃ المنتہیٰ کا معراج میں دیکھنا حضرت ابوہریرہؓ کی روایت میں آتا ہے جسے ابن جریر۔ ابن ابی حاتم ابن مردویہ۔ البزار۔ ابو یعلیٰ اور بیہقی پھر جامعین حدیث نے اپنی اپنی کتب میں نقل کیا ہے۔ اس کے یہ الفاظ ہیں کہ ثُمَّ انْتَهٰى بِيْ اِلَى السِّدْرَةِ۔ پھر آپ معراج کی رات آسمان پر جانے اور انبیاء سے ملنے کے بعد آگے بڑھے تو سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے (الخصائص الکبریٰ جلد اول ص۱۴۷)

اسی طرح ابن جریر۔ ابن المنذر۔ ابن ابی حاتم۔ ابن مردویہ۔ البیہقی اور ابن عساکر نے ابو سعید خدریؓ سے معراج کے بارہ میں روایت کی ہے۔ اسمیں بھی آسمان پر جانے اور نبیوں سے ملنے کے بعد سدرۃ المنتہیٰ تک جانیکا ذکر ہے۔ (خصائص الکبریٰ جلد اول ص۱۶۵)

اسی طرح مسند احمدؒ بن حنبل۔ بخاری۔ مسلم اور ابن جریر میں مالک ابن صعصعہ کی روایت معراج کے متعلق درج ہے۔ اس میں بھی لکھا ہے کہ ثُمَّ رُفِعْتُ اِلٰى سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى یعنی نبیوں سے مختلف آسمانوں پر ملنے کے بعد مجھے اٹھا کر سدرۃ المنتہیٰ تک لیجایا گیا (خصائص الکبریٰ جلد اول ص۱۶۵)

نیز بخاری نے انسؓ سے روایت کی ہے اسمیں بھی آسمان پر جانے اور نبیوں سے ملاقات کے بعد سدرۃ المنتہیٰ تک جانیکا ذکر ہے۔ (بخاری جلد دوم کتاب بدء الخلق باب المعراج۔ نیز الخصائص الکبریٰ جلد اول ص۱۵۳)

دوسرا امر آیات قرآنیہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے ہیں اسوقت اسے کسی چیز نے ڈھانپا ہے۔ جیسے کہ الفاظ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى (النجم ۱۷) سے ظاہر ہے۔ اس کا ذکر بھی احادیث معراج میں آتا ہے چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت میں جس کا ذکر اوپر آچکا ہے بیان ہوا ہے کہ جب آپؐ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے تو فَغَشِيَهَا نُوْرُ الْخَلَّاقِ عَزَّ وَجَلَّ (الخصائص الکبریٰ

جلد اول ص۱۶۷) یعنی اس وقت اللہ تعالیٰ کے نور نے سدرۃ کو ڈھانپ لیا۔ نیز مسلم نے انسؓ سے جو معراج کے متعلق روایت کی ہے اس کے یہ الفاظ ہیں۔ فَلَمَّا غَشِيَهَا مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ مَا غَشِيَ تَغَيَّرَتْ فَمَا اَحَدٌ مِنْ خَلْقِ اللّٰهِ يَسْتَطِيْعُ اَنْ يَنْعَتَهُ مِنْ حُسْنِهَا۔ یعنی جب آپ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے تو اللہ تعالیٰ کے ایک خاص فضل نے سدرہ کو ڈھانپ لیا اور اسمیں ایسا تغیر ہوا کہ کوئی شخص اس کے حسن کی تعریف نہیں کر سکتا (الخصائص الکبریٰ)

تیسری بات آیات قرآنیہ سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ سدرہ کے پاس جنت بھی آپ نے دیکھی۔ اس کا ذکر بھی معراج کی احادیث میں آتا ہے۔ چنانچہ نبیوں کی ملاقات کے بعد آتا ہے کہ ثُمَّ انْطُلِقَ بِيْ حَتّٰى رُفِعْتُ اِلَى الْجَنَّةِ پھر مجھے جنت تک لیجایا گیا۔ اور پھر اس کے بعد ہے کہ ثُمَّ اِنِّيْ رُفِعْتُ اِلٰى سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى یعنی جنت کے بعد مجھے سدرۃ المنتہیٰ تک لیجایا گیا۔ یہ روایت ابو سعید خدریؓ کی ہے اور ابن جریر نے نقل کی ہے (ابن جریر جلد ۱۵ ص۱۱) اور انکے علاوہ اور کتب حدیث میں بھی آتی ہے۔

سورۂ نجم میں چوتھی بات یہ بیان کی ہے کہ ان نظاروں کے وقت میں ایک حالت پیدا ہوئی جس کا نام فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى رکھا گیا ہے معراج کی روایات میں اس کا ذکر بھی ہے۔ چنانچہ حضرت ابو سعیدؓ کی مذکورہ بالا روایت میں سدرۃ المنتہیٰ کے ذکر کے بعد یہ الفاظ ہیں فَكَانَ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى یعنی میرے اور اس کے درمیان صرف قاب قوسین یا اس سے بھی کم فرق رہ گیا۔ (میں اس جگہ احادیث کے الفاظ کی تشریح نہیں کرتا کہ اسکا کیا مطلب ہے صرف یہ بتاتا ہوں کہ حدیث معراج میں وہی حالات بیان ہوئے ہیں جو سورۂ نجم میں آئے ہیں)۔

پانچویں بات سورۂ نجم کی آیات میں یہ بتائی گئی ہے۔ کہ اس موقعہ پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا جیسا کہ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى میں اشارہ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کیا گیا ہے۔ معراج کی احادیث میں بھی یہ امر کئی روایات میں بیان ہوا ہے چنانچہ ایک روایت حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کی ابن مردویہ نے نقل کی ہے۔ اس میں آتا ہے کہ آپ سدرۃ المنتہیٰ کا ذکر فرما رہے تھے کہ میں نے پوچھا یا رسول اللہ آپ نے وہاں کیا دیکھا۔ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا۔ میں نے وہاں کچھ دیکھا۔ حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں آپکی مراد یہ تھی کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔ (خصائص جلد اول صفحہ ۱۷۱) حضرت ابن عباسؓ کی روایت مسلم نے نقل کی ہے اس میں اوپر والی آیت کا ذکر کرکے بیان کیا ہے کہ رَاٰہُ بِفُؤَادِہٖ مَرَّتَیْنِ رسول کریم صلعم نے اپنے دل کی آنکھ سے اللہ تعالیٰ کو دو دفعہ دیکھا۔ (مسلم جلد اوّل۔ کتاب الایمان باب معنے وَلَقَدْ رَاٰہُ نَزْلَۃً اُخْرٰی)

تاریخ نزول سورۃ نجم

سورۃ نجم کا تعلق ہجرت سے

چھٹی بات سورۂ نجم کی آیات میں یہ بیان کی گئی ہے۔ کہ بسدرۃ المنتہیٰ کے قریب اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم سے کلام کیا۔ جیسا کہ فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی کے الفاظ سے ظاہر ہے۔ معراج کی احادیث میں اس امر کا بھی ذکر آتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث جو اوپر لکھی جا چکی ہے اس میں ذکر ہے کہ جب آپ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس پہنچے تو فَکَلَّمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی عِنْدَ ذٰلِکَ۔ اللہ تعالیٰ نے سدرۃ کے پاس آپ سے کلام کیا۔ (خصائص جلد اوّل صفحہ ۱۷۲) اسی طرح ابن ابی حاتم نے انس بن مالکؓ سے روایت کی ہے۔ اور اسمیں بھی یہ الفاظ ہیں کہ جب میں اس سدرہ کے پاس پہنچا تو قَالَ اللّٰہُ لِیْ یَا مُحَمَّدُ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے کلام کیا اور فرمایا کہ اے محمدؐ! (آگے لمبی بات بیان ہے)۔ (خصائص جلد اول صفحہ ۱۵۵)۔

آنحضرت صلعم کا اللہ تعالیٰ سے کلام

تلاوت سورۃ نجم اور سجدہ کفار کی حقیقت

مذکورہ بالا متشابہتوں سے جو سورۂ نجم کی آیات اور واقعہ معراج میں پائی جاتی ہیں یہ امر قطعی طور پر ثابت ہو جاتا ہے کہ سورۂ نجم میں معراج ہی کا ذکر کیا گیا ہے۔

یہ ثابت کرنے کے بعد کہ سورۂ نجم میں معراج کا واقعہ اور اسکے متعلق کلام اور سدرۃ المنتہیٰ کے دیکھنے کا ذکر ہے وہ معراج کا ہی واقعہ ہے۔ اب میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ سورہ نجم بالاتفاق ۵ سنہ بعد نبوت میں یا اس سے پہلے نازل ہوئی ہے اور اس کے نزول کے ساتھ ایک ایسے عظیم الشان واقعہ کا تعلق ہے کہ اس کے نزول کے متعلق کوئی شبہ ہی نہیں ہو سکتا۔ اور وہ واقعہ یوں ہے۔

۵ سنہ بعد نبوت میں رجب کے مہینہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعض صحابہ کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنیکا مشورہ دیا اور فرمایا کہ مکہ میں ظلم انتہا کو پہنچ گیا ہے اور مغرب کیطرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اس طرف ایک ملک ہے جس میں کسی پر ظلم نہیں ہوتا تم وہاں چلے جاؤ آپ کے حکم پر بعض لوگ مذکورہ بالا مہینہ اور مذکورہ بالا سال میں مکہ سے حبشہ کیطرف روانہ ہوئے۔ انمیں آپکے داماد حضرت عثمانؓ اور آپکی صاحبزادی رقیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ (زرقانی شرح مواہب جلد اول صفحہ ۲۷۱ و صفحہ ۲۷۱)۔

کفار کو جب ان لوگوں کی ہجرت کا علم ہوا تو انہوں نے ان کا پیچھا کیا لیکن وہ انکو پکڑ نہ سکے اور ان کے پہنچنے سے پہلے یہ لوگ کشتیوں میں سوار ہو کر حبشہ کو روانہ ہو گئے۔ اور وہاں امن سے رہنے لگے۔ کفار کو جب یہ خبر ملی تو انہوں نے عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ربیعہ کو وفد بنا کر نجاشی کے پاس بھیجا کہ وہ انکو لوٹا دے مگر اس نے انکی بات نہ مانی اور یہ وفد ناکام لوٹا۔ اس وفد کی واپسی کے بعد ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کفار مکہ آئے اور قرآن کریم سنانے کے لئے کہا۔ آپ نے سورۂ نجم پڑھ کر انہیں سنائی۔ اسمیں سجدہ آتا ہے۔ آپ نے اسپر سجدہ کیا اور سب کفار نے بھی ساتھ ہی سجدہ کیا اور مشہور ہو گیا کہ مکہ کے سب لوگ مسلمان ہو گئے ہیں۔ یا کم سے کم یہ کہ اسکے عمائدین مسلمان ہو گئے ہیں۔ کفار نے بعد میں یہ توجیہ کی کہ اس سورۃ کو پڑھتے وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے معبودوں کی بھی تعریف کی تھی۔ اس لئے انہوں نے سجدہ کیا تھا۔ مسلمان کہتے ہیں کہ شیطان نے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اس وقت یہ کلمات بلند آواز سے کہدیے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کہے۔ (میری تحقیق یہ ہے۔ کہ کفار نے مسلمانوں کے واپس لانے کی کوشش میں ناکام ہوکر حبشہ میں یہ جھوٹی خبر پہنچادی کہ مکہ کے لوگ مسلمان ہوگئے ہیں تاکہ مسلمان خود واپس آجائیں۔ جب بعض مسلمان واپس آگئے تو اس خوف سے کہ مکہ کے قریب پہنچکر جب ان کو اس خبر کا جھوٹ ہونا معلوم ہوگا وہ واپس چلے جائیں گے۔ انہوں نے یہ تدبیر کی کہ آپکی مجلس میں آکر قرآن سننے کی خواہش کی اور سجدہ کیا۔ تاکہ لوگوں میں یہ خبر مشہور ہوجائے اور مسلمان واپس نہ لوٹیں۔ اور جب یہ فائدہ اٹھا لیا تو بعد میں اپنے اتباع کے سامنے شرمندگی سے بچنے کے لئے یہ جھوٹ بولا کہ چونکہ رسول کریم مسلم نے مشرکانہ کلمات کہدیے تھے اس لئے ہم نے سجدہ کیا تھا۔ بہرحال اس کی تفصیل کا یہ مقام نہیں۔ یہ مضمون سورۃ حج اور سورۃ نجم میں انشاء اللہ بیان کیا جائیگا۔) بہرحال پہلی ہجرت پر ابھی تین ماہ بھی نہ گزرے تھے کہ بعض مسلمان مکہ کے لوگوں کے مسلمان ہونے کی خبر سنکر حبشہ سے مکہ واپس آگئے۔ اس واقعہ سے جو تمام کتب تاریخ اور احادیث میں مذکور ہے۔ ثابت ہے کہ سورۂ نجم شوال سنہ نبوت سے یقیناً پہلے نازل ہوچکی تھی اور اسمیں چونکہ معراج کا واقعہ درج ہے اسلئے معراج کا واقعہ بھی یقیناً شوال سنہ نبوت سے پہلے ہوچکا تھا۔

معراج کے واقعہ کی تاریخ بتانے کے بعد اب میں اس واقعہ کو لیتا ہوں جس کا ذکر سورۂ بنی اسرائیل میں ہے اور جس کے متعلق میں یہ نوٹ لکھ رہا ہوں۔ اس واقعہ کی نسبت زرقانی شرح مواہب میں لکھا ہے کہ سنہ نبوت ربیع الاول یا ربیع الثانی یا رجب یا شعبان میں ہوا ہے (زرقانی جلد اول صفحہ ۳۰۶)

مسیحی مؤرخین نے اسے بارہویں سال بعد نبوت میں تسلیم کیا ہے۔ (میور لائف آف محمدؐ صفحہ ۱۲۱)۔

احادیث میں اس کے متعلق جو روایات آتی ہیں وہ بھی اس زمانہ کی تصدیق کرتی ہیں۔ چنانچہ ابن مردویہ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ قَالَ اُسْرِیَ بِالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْلَۃَ سَبْعَۃَ عَشَرَ مِنْ شَھْرِ رَبِیْعٍ الْاَوَّلِ قَبْلَ الْھِجْرَۃِ بِسَنَۃٍ۔ (خصائص جلد اول صفحہ ۱۶۲)۔ یعنی عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسراء کا واقعہ ہجرت سے ایک سال پہلے سترہ ربیع الاول کو پیش آیا۔ اسی طرح بیہقی نے ابن شہاب سے روایت کی ہے کہ مدینہ تشریف لیجانے سے ایک سال پہلے یہ واقعہ پیش آیا تھا۔ نیز بیہقی نے سدی سے روایت کی ہے کہ ہجرت سے کوئی چھ ماہ پہلے یہ واقعہ پیش آیا تھا۔ (دونوں روایات خصائص جلد اول کے صفحہ ۱۶۲ پر مذکور ہیں۔) نیز ابن سعد نے حضرت ام سلمہؓ سے روایت کی ہے کہ یہ واقعہ ایک سال ہجرت سے پہلے سترہ ربیع الاول کو پیش آیا تھا۔

ان سب روایات سے یہ امر یقین کے مرتبہ تک پہنچ جاتا ہے کہ اسراء کا واقعہ ہجرت سے چھ ماہ یا ایک سال پہلے گزرا ہے

اس کے علاوہ اور ثبوت بھی اس امر کی تائید میں ہیں کہ یہ واقعہ شعب ابی طالب سے نکلنے کے بعد کا ہے اور شعب ابی طالب میں آپ اور آپکے ساتھی ساتویں سال بعد نبوت میں داخل ہوئے تھے اور دسویں سال میں وہاں سے نکلے تھے۔ اور وہ ثبوت یہ ہے کہ حدیث اسراء کے متعلق ایک ہی موقعہ کا گواہ ہے۔ اور وہ ام ہانیؓ آپکی چچازاد بہن ہیں جو ابو طالب کی بیٹی تھیں۔ وہ بیان کرتی ہیں۔ کہ جس رات یہ واقعہ ہوا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تشریف فرما تھے۔ اور بہت سے صحابہؓ نے بھی یہی بیان کیا ہے کہ آپ اس رات ام ہانی کے مکان پر تھے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ

(۱) واقعہ معراج

(۲) اسراء و معراج دو مختلف واقعات میں ہوئے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی زندگی یا ابوطالب کی زندگی میں آپ ام ہانی کے گھر میں نہیں رہ سکتے تھے۔ پس ام ہانی کے گھر میں آپ کا ان ایام میں رہنا بھی بتاتا ہے کہ یہ واقعہ حضرت خدیجہ اور ابوطالب کی وفات کے بعد کا ہے۔ اور ان دونوں کی وفات بھی سنہ بعد نبوت میں ہوئی ہے۔ پس اس شہادت سے بھی یہی استنباط ہوتا ہے کہ یہ واقعہ گیارہویں بارہویں سال بعد نبوت کا ہے۔

خلاصہ یہ کہ تاریخ۔ احادیث اور عقلی استدلال سب اس امر کی تائید میں ہیں کہ اسراء کا واقعہ گیارہویں بارہویں سال بعد نبوت کا ہے۔ اور پہلے میں یہ ثابت کر چکا ہوں کہ معراج کا واقعہ پانچویں سال بعد نبوت سے پہلے کا ہے۔ پس جب ان دونوں واقعات کی تاریخوں میں چھ سات سال کا فرق ہے تو انہیں ایک واقعہ کا اسراء و معراج کہنا کسی طرح درست نہیں ہو سکتا۔ اور حق یہی ہے کہ معراج کا واقعہ اور ہے اور بیت المقدس کی طرف جانیکا واقعہ بالکل اور ہے۔

واقعہ معراج نبوت کے پانچویں سال کا ہے اور اسراء گیارہویں بارہویں سال کا ہے

علاوہ تاریخی شواہد کے ایک اور امر بھی میرے اس استدلال کی تائید میں ہے اور وہ یہ ہے کہ حدیث معراج سے ثابت ہے کہ پانچ نمازوں کی فرضیت معراج کے واقعہ میں ہوئی ہے۔ اب اگر ان دونوں واقعات کو ایک سمجھا جائے تو ماننا پڑے گا کہ پانچوں نمازیں گیارہویں بارہویں سال بعد نبوت میں فرض ہوئی ہیں جو بالبداہت غلط ہے۔ پانچوں نمازوں کے فرض ہونے کا زمانہ شروع زمانہ نبوی سے ثابت ہے اور سب مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے۔ پس اس امر سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ معراج نبوی نبوت کے ابتدائی ایام میں ہوا ہے جبکہ اسراء کا واقعہ گیارہویں بارہویں سال میں ہوا ہے۔

معراج اور اسراء کے الگ الگ ہونے میں ایک نبوت

معراج اور اسراء دو الگ الگ واقعات ہیں سال میں ہوا ہے۔

بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ قرآن کریم میں جو دو معراجوں کا ثبوت ملتا ہے۔ اس کا ذکر اس امر کے بتانے کے لئے کیا گیا ہے کہ سورۂ نجم میں جس معراج کا ذکر ہے وہ دوسرا معراج ہے۔ ورنہ ایک معراج نبوت کے ملتے وقت یا اس کے ساتھ ہی ہوا تھا اور نمازیں اس میں فرض ہو گئی تھیں۔ چنانچہ بخاری نے انس رض سے روایت کیا ہے اور ابن جریر نے بھی اپنی تفسیر میں اس روایت کو بیان کیا ہے کہ جَآءَهٗ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ قَبْلَ اَنْ يُّوْحٰى اِلَيْهِ۔ الخ۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تین فرشتے آئے۔ (بخاری جلد ۴ کتاب التوحید۔ باب کلم اللہ موسیٰ تکلیماً۔ و ابن جریر جلد ۱۵ صفحہ) اور یہ واقعہ نبوت سے پہلے کا ہے۔ آگے وہی معراج کا واقعہ مذکور ہے۔ اور اس میں بیت المقدس کی طرف جانے کا ذکر نہیں بلکہ سیدھا آسمان پر جانیکا ذکر ہے۔ اور آخر میں نمازوں کے فرض ہونیکا ذکر ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ معراج کا واقعہ کم سے کم ایک دفعہ نبوت کے ملنے سے عین پہلے یا عین اس وقت ہوا ہے۔ اور یہی بات درست ہے۔ کیونکہ نمازیں فرض شروع اسلام سے ہیں اور ایک سال بھی نبوت کے بعد ایسا نہیں گذرا۔ جس میں نمازیں فرض نہوں (اکثر محققین اس طرف گئے ہیں کہ نبوت سے پہلے کا نہیں۔ اسوقت کا ہے۔ راوی کو زمانہ کے قرب کیوجہ سے غلط فہمی ہوئی ہے۔ اور میرے نزدیک بھی یہی صحیح ہے۔ کیونکہ نبوت سے پہلے نمازوں کا فرض ہونا عقل کے خلاف ہے)

خلاصہ یہ کہ معراج اور اسراء دو الگ الگ واقعات ہیں اور جیسا کہ سورۂ نجم کی آیات سے ظاہر ہے معراج دو ہیں۔ اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک معراج نبوت کے ابتدائی ایام میں ہوا ہے۔ بلکہ کہہ سکتے ہیں کہ اسی معراج میں شرعی نبوت کی بنیاد پڑی ہے اور نمازیں فرض کی گئی ہیں۔ اور دوسرا معراج سنہ بعد نبوت میں ہوا ہے۔ یا یہ کہ وہ بھی اس سے پہلے ہو چکا تھا صرف اسکا ذکر سورۂ نجم میں کیا گیا ہے۔ اور اسراء

معراج اور اسراء دو الگ الگ واقعات ہیں

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کا واقعہ بالکل جدا ہے اور گیارہویں بارہویں سال بعد نبوت ظہور میں آیا ہے جبکہ حضرت خدیجہؓ فوت ہو چکی تھیں اور آپ ام ہانی کے مکان میں رہتے تھے جیسا کہ متواتر احادیث اور روایاتِ تاریخیہ سے ثابت ہے۔

تاریخی شہادت کے درج کرنے کے بعد اب میں واقعاتی شواہد سے ثابت کرتا ہوں کہ یہ دونو واقعات الگ الگ ہیں:-

(۱) پہلی گواہی اس بارہ میں خود قرآن کریم کی ہے۔ قرآن کریم میں سورۂ نجم میں معراج کے واقعہ کو بیان کیا گیا ہے اور اسمیں کوئی ذکر بیت المقدس کیطرف جانیکا نہیں۔ اس کے مقابل پر سورہ اسرائیل میں بیت المقدس تک جانیکا ذکر ہے اور آسمان پر جانے کا کوئی اشارہ تک نہیں۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ دونو واقعات الگ الگ ہیں۔ اس لئے انکے اکٹھا بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ ورنہ یہ نہایت قابل تعجب امر ہے کہ ایک ہی واقعہ کا آخری حصہ تو چھ سال پہلے قرآن کریم میں بیان کیا گیا۔ اور اسکا پہلا حصہ چھ سال بعد بیان کیا گیا۔

(۲) دوسرا گواہ واقعات میں سے ان دونوں امور کے الگ الگ ہونے کا یہ ہے کہ اس واقعہ کا موقعہ کا گواہ صرف ایک ہے اور وہ ام ہانی ہیں۔ آپ اس رات جب یہ واقعہ پیش آیا ہے ام ہانی کے ہاں ہی سوئے تھے۔ وہ فرماتی ہیں کہ سب سے پہلے مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسراء الی بیت المقدس کا واقعہ سنایا تھا اور صبح کے وقت دوسرے لوگوں سے ذکر کرنے سے پہلے سنایا تھا۔ اور میں نے اس خیال سے کہ لوگ اس واقعہ کے عجیب ہونے کے سبب اس کا انکار کریں گے اور مخالفت میں ترقی کر جائیں گے آپکو لوگوں کے سامنے کے بیان کرنے سے باز رکھنے کی بھی کوشش کی تھی مگر آپ نے میری یہ بات نہ مانی۔ یہ گواہ جو موقعہ کا گواہ ہے اور جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے پہلے یہ واقعہ بیان کیا ہے اس سے کم سے کم سات محدثین نے اپنی اپنی کتب میں اس واقعہ کے متعلق روایت کی ہے۔ اور چار مختلف راویوں کے ذریعہ روایت نقل کی ہے۔ مگر ان چاروں روایتوں میں صرف اتنا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں بیت المقدس تک جاکر راتوں رات واپس آگیا ہوں۔ اگر آپ آسمان پر جانے کا ذکر بھی اس وقت فرماتے تو ام ہانی جو سب سے پہلی گواہ ہیں وہ کسی نہ کسی موقعہ پر تو بیت المقدس سے آسمان پر جانے کا ذکر کرتیں۔ مگر وہ جب ذکر کرتی ہیں اور جس کے پاس آکر کرتی ہیں یہی کہتی ہیں کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں بیت المقدس تک جاکر واپس آیا ہوں۔ اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ بیت المقدس تک جانیکا واقعہ اور ہے اور معراج الی السماء کا واقعہ اور ہے۔

واقعاتی شواہد کہ معراج اور اسراء الگ الگ واقعات ہیں۔

(۳) تیسری شہادت واقعات سے یہ ہے کہ وہ راوی جنہوں نے اس واقعہ کو بیان کیا ہے انمیں سے بعض تو وہ ہیں کہ جنہوں نے سیدھا آسمان پر جانیکا ذکر کیا ہے بیت المقدس تک جانیکا ذکر نہیں کیا۔ اور بعض وہ ہیں کہ جنہوں نے بیت المقدس تک جاکر پھر آسمان پر جانیکا ذکر کیا ہے۔ بعض ایسے ہیں کہ جنہوں نے بیت المقدس تک جانیکا ذکر کیا ہے آگے آسمان تک جانیکا کوئی ذکر نہیں کیا۔ لیکن ایک خاصی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جنہوں نے صاف کہا ہے کہ آپ بیت المقدس سے فارغ ہوکر مکہ واپس تشریف لے آئے

شب اسراء آنحضرت ام ہانی کے گھر تھے۔

یہ ظاہر ہے کہ جنہوں نے سیدھا آسمان پر جانے کا ذکر کیا ہے انکی شہادت بھی یہی ہے کہ معراج کا واقعہ ایک الگ واقعہ ہے۔ کیونکہ اگر آپ گھر سے سیدھے آسمان کیطرف لیجائے گئے تھے تو بیت المقدس راستہ میں پڑ ہی نہیں سکتا۔ یہ راوی انس۔ مالک بن صعصعہ اور ابو ذر ہیں۔ ابو ذرؓ ان صحابہ میں سے ہیں۔ جو

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ابتدائی ایام میں اسلام لائے تھے اور اس واقعہ کے شروع کے سننے والوں میں سے تھے۔

اسی طرح جنہوں نے بیت المقدس تک ہی جانیکا ذکر کیا ہے آگے آسمان پر جانے کا ذکر نہیں کیا۔ انکی شہادت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ بیت المقدس کیطرف جب اسراء ہوا ہے اسوقت آنحضرت صلعم آسمان پر تشریف نہیں لیگئے ورنہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ اسراء کا واقعہ تو وہ لوگ بیان کرتے لیکن اس کے اہم ترین جزو کو یعنے آسمان پر جانے اور اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے اور اس کا دیدار کرنے کے حصہ کو چھوڑ دیتے۔ اس قسم کی روایت کرنیوالے انس رض اور عبداللہ بن مسعود رض ہیں۔ اور عبداللہ بن مسعود رض بھی ان صحابہ میں سے ہیں جو شروع میں اسلام لائے اور ہر وقت آپکے ساتھ رہے۔

شب اسراء میں آنحضرت صرف بیت المقدس تک گئے۔

تیسری قسم کی روایتیں جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ صرف بیت المقدس تک گئے اور پھر واپس تشریف لے آئے۔ وہ تو ظاہر ہی ہے کہ اس امر کی بیّن دلیل ہیں کہ بیت المقدس کے اسراء کے ساتھ آسمان کا معراج نہیں ہوا۔ بلکہ اس بار آپ صرف بیت المقدس تک ہی لیجائے گئے تھے۔ ان احادیث کے راوی عبداللہ بن مسعود رض ابن عباس رض۔ شداد بن اوس رض۔ ام ہانی رض۔ حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رض ہیں۔ ان میں سے عبداللہ بن مسعود کا ذکر میں نے اوپر کر دیا ہے۔ عبداللہ بن عباس رض حضرت عباس کے لڑکے ہیں جو آنحضرت صلعم کے چچا تھے۔ اور بوجہ اس کے کہ یہ واقعہ گھر میں پیش آیا تھا انکو اس کے صحیح حالات جاننے کا سب سے بہتر موقعہ تھا۔ حضرت عائشہ رض اور ام سلمہ رض آنحضرت صلعم کی ازواج مطہرات میں سے ہیں اور اس واقعہ کی بہترین شاہد ہو سکتی ہیں۔ پھر ام ہانی رض ہیں جن کے گھر میں یہ واقعہ گذرا۔ اور جن کے سامنے سب سے پہلے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ کا ذکر کیا۔ اس بارہ میں سب راویوں کی روایات درج کرنا تو

وہ روایات جن سے ثابت ہے کہ آپ صرف بیت المقدس تک گئے

مشکل ہے بعض روایات بیان کر دیتا ہوں۔ حضرت اُمّ ہانی رض کہتی ہیں کہ اسراء کی صبح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا۔ ام ہانی میں نے عشا کی نماز تم لوگوں کے ساتھ پڑھی۔ پھر میں بیت المقدس گیا اور وہاں نماز پڑھی۔ اور پھر اب تم لوگوں کے ساتھ صبح کی نماز پڑھ رہا ہوں۔

حضرت عائشہ رض کی روایت یہ ہے کہ جب اسراء کا واقعہ ہوا۔ لوگ دوڑے دوڑے حضرت ابوبکر رض کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ آپکو معلوم ہے آپ کا دوست کیا کہتا ہے۔ انہوں نے کہا کیا کہتا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ وہ کہتا ہے کہ میں رات بیت المقدس تک ہو کر آیا ہوں اگر معراج کا ذکر ساتھ ہی آپؐ نے کیا ہوتا تو کفار اس حصہ پر زیادہ شور کرتے مگر انہوں نے صرف یہ کہا کہ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ میں رات کو بیت المقدس تک گیا تھا۔ پھر جب حضرت ابوبکرؓ نے آنحضرت صلعم کی تصدیق کی۔ تو لوگوں نے کہا۔ کیا آپ اس خلافِ عقل بات کو بھی مان لیں گے۔ تو حضرت ابوبکر رض نے کہا کہ میں تو اسکی یہ بات بھی مان لیتا ہوں کہ صبح و شام اس پر آسمان سے کلام اترتا ہے۔ اس جواب سے بھی صاف ظاہر ہے کہ اس واقعہ کے ساتھ آسمان پر جانیکا کوئی ذکر نہ تھا۔ ورنہ آسمان پر خود آنے جانے سے کلام کا آنا جانا کسی صورت میں بھی زیادہ عجیب نہیں کہلا سکتا۔ اور اس صورت میں حضرت ابوبکر رض کبھی بھی وہ دلیل نہ دے سکتے تھے جو انہوں نے دی۔ اور نہ اس جواب کو سُنکر معترض خاموش ہو سکتے تھے۔ وہ ضرور جواب دیتے کہ تمہارے آقا تو خود آسمان پر جانے کا دعویٰ کر رہے ہیں اور تم آسمان سے الہام آنے کا اس خبر سے مقابلہ کر رہے ہو۔ مگر انہوں نے بھی آگے سے ایسا نہیں کہا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف بیت المقدس تک جانیکا ذکر کیا تھا۔ آسمان پر جانیکا اس واقعہ کے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کوئی ذکر نہیں کیا تھا۔

عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت میں بیت المقدس میں انبیاء کو نماز پڑھانے کے ذکر کے بعد یہ الفاظ ہیں ثُمَّ انْصَرَفْنَا فَاَقْبَلْنَا۔ پھر ہم وہاں سے آگئے۔ اور مکہ کی طرف چل پڑے۔ (خصائص ص۱۶۲ جلد اوّل)

چوتھا شاہد واقعات سے اس امر کا کہ واقعۂ اسراء الگ واقعہ ہے یہ ہے کہ بعض روایتوں میں جنمیں بیت المقدس جانے کے بعد آسمان پر جانیکا ذکر کیا گیا ہے وہاں سے واپسی کے وقت بھی بیت المقدس میں اترنے کا ذکر آتا ہے اور وہاں سے پھر مکہ واپس آنے کا ذکر ہے۔ (اَخْرَجَہٗ ابن ابی حاتم عن انس منقولاً از خصائص الکبریٰ۔ جلد اول ص۱۵۴)۔

اب ہر عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ بیت المقدس ہوتے ہوئے آسمان پر جانا تو عقل میں آ بھی سکتا تھا کیونکہ اسمیں یہ مفید غرض تھی کہ آپ اس مقام پر نماز پڑھ لیں جہاں نبیوں کی ایک بڑی جماعت نے خدا تعالیٰ کا پیغام پہنچایا تھا مگر جب آپ اس سے فارغ ہوگئے اور آسمان پر تشریف لے گئے تو پھر وہاں سے واپسی کیوں بیت المقدس کو ہوئی اور کیوں بیت المقدس لاکر آپکو واپس مکہ پہنچایا گیا۔ اگر واپسی کے وقت بھی کوئی ایسا کام بتایا جاتا جو آپنے بیت المقدس میں کیا تب تو بات سمجھ میں آسکتی تھی کہ وہ کام رہ گیا تھا۔ اس لئے آپ کو پھر بیت المقدس لایا گیا۔ لیکن کسی ایک روایت میں بھی آسمان سے واپسی پر بیت المقدس میں آپ کے کسی کام کے کرنیکا ذکر موجود نہیں۔ پھر اس تکلیف دہی کی غرض کیا تھی۔ اگر تو یہ تسلیم کیا جائے کہ آسمان کو راستہ ہی بیت المقدس سے جاتا ہے اور وہاں کوئی سیڑھی لگی ہوئی ہے تب تو یہ سمجھ میں آسکتا تھا کہ مجبوراً آپکو وہاں اتارنا پڑا لیکن اگر یہ بات نہیں ہے اور ہر مسلمان کا عقیدہ یہی ہے کہ ایسا نہیں ہے کیونکہ آسمان کیطرف صعود سیڑھیوں کا محتاج نہیں ہے تو پھر واپسی کے وقت بغیر کام کے بیت المقدس میں آپکو اتارنا اور پھر مکہ کیطرف لانا بالکل خلافِ عقل ہے۔ میرے نزدیک اس کی ایک ہی تاویل ہوسکتی ہے کہ حضرت انسؓ نے معراج کا اور اسراء الی بیت المقدس کا واقعہ سنایا ہو راویوں میں سے کسی راوی کے ذہن میں دونوں مضمونوں کا خلط ہوکر ایک واقعہ بن گیا۔ ادھر اسے اچھی طرح یاد تھا کہ اسراء کی روایت میں حضرتؐ نے بیت المقدس جانے کا بھی اور وہاں سے آنے کا بھی ذکر کیا تھا۔ اس وجہ سے اس نے مجبوراً یہ سمجھا کہ معراج میں آسمان سے واپسی کے وقت آپ بیت المقدس ہی میں اُترے تھے اور وہاں سے پھر مکہ تشریف لے گئے تھے۔

اسراء اور معراج کے واقعات میں خلط اور اس کی وجہ

اس جگہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسمقدر خلط ہوا کیونکر؟ اسکا جواب یہ ہے کہ عربی زبان میں خواہ آسمان پر جانے کا ذکر ہو یا زمین پر سفر کرنے کا اگر رات کو کوئی سفر ہو تو اسے اسراء کہیں گے۔ اسوجہ سے معراج کے متعلق بھی اسراء کا لفظ بولا جاتا تھا اور بیت المقدس کیطرف جانیکے واقعہ کے متعلق بھی اسراء کا لفظ استعمال کیا جاتا تھا کیونکہ یہ دونوں واقعات رات کے وقت ہوئے تھے۔ اب ادھر دونوں کے لئے اسراء کا لفظ بولا جاتا تھا اور ادھر ان دونوں نظاروں کی کئی باتیں آپس میں ملتی جلتی تھیں۔ مثلاً یہی کہ اسمیں بھی براق کا ذکر آتا ہے اور اسمیں بھی۔ اسراء بیت المقدس میں بھی انبیاء سے ملنے کا ذکر آتا ہے اور معراج میں بھی۔ اسراء بیت المقدس میں بھی نماز پڑھنے کا ذکر آتا ہے اور معراج میں بھی۔ اسراء کی بعض روایتوں میں بھی دوزخ جنت کے بعض نظارے دیکھنے کا ذکر آتا ہے اور معراج کے واقعہ میں بھی۔ غرض نام اور کام کی تفصیلات میں ایک حد تک اشتراک پایا جاتا تھا اور روحانی عالم کے عجیب و غریب نظاروں کا ذکر تھا۔ اس لئے بعض راویوں کے ذہنوں میں خلط ہوگیا اور انہوں نے دونوں واقعات کو ایک ہی سمجھ کر ملاکر بیان کرنا شروع کر دیا۔ لیکن جن کا حافظہ زیادہ مضبوط تھا انہوں نے

آسمان سے واپسی بیت المقدس ہوکر آنا خلافِ عقل ہے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اگر معراج کا واقعہ صحابی سے سُنا تھا تو روایت شروع ہی اس طرح کی کہ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گھر سے اٹھا کر آسمان کیطرف لیجایا گیا۔ اور اگر انہوں نے صحابی سے اسراء بیت المقدس کا واقعہ سنا تھا تو انہوں نے بیت المقدس تک کا واقعہ بیان کیا۔ آگے آسمان پر جانے کا ذکر نہیں کیا۔

معراج اور اسراء دونوں کو صحابہ ہر دو کے نام سے پکارتے تھے۔

اِس کا ثبوت کہ دونوں واقعات کو صحابہ میں اسراء کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ احادیث سے مل جاتا ہے۔ مسند احمدؒ بن حنبل۔ بخاری مسلم اور ابن جریر میں مالک بن صعصعہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ اَنَّ نبی اللہ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَدَّثَھُمْ عَنْ لَیْلَۃِ اُسْرِیَ بِہٖ۔ قَالَ بَیْنَمَا اَنَا فِی الْحَطِیْمِ وَرُبَّمَا قَالَ قَتَادَۃُ فِی الْحِجْرِ مُضْطَجِعًا اِذْ اَتَانِیْ اٰتٍ فَجَعَلَ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہِ الْاَوْسَطُ بَیْنَ الثَّلَاثَۃِ فَاَتَانِیْ فَشَقَّ مَا بَیْنَ ھٰذِہٖ وَھٰذِہٖ یَعْنِیْ مِنْ ثُغْرَۃِ نَحْرِہٖ اِلٰی شِعْرَتِہٖ

واقعہ حریج کا ذکر کرتے ہیں

فَاسْتَخْرَجَ قَلْبِیْ فَاُتِیْتُ بِطَسْتٍ مِنْ ذَھَبٍ مَمْلُوْءَۃٍ اِیْمَانًا وَّحِکْمَۃً فَغُسِلَ قَلْبِیْ ثُمَّ حُشِیَ ثُمَّ اُعِیْدَ ثُمَّ اُتِیْتُ بِدَآبَّۃٍ دُوْنَ الْبَغْلِ وَفَوْقَ الْحِمَارِ یَقَعُ خَطْوُہٗ عِنْدَ اَقْصٰی طَرْفِہٖ فَحُمِلْتُ عَلَیْہِ فَانْطَلَقَ بِیْ جِبْرِیْلُ حَتّٰی اُتِیَ بِیْ اِلَی السَّمَآءِ الدُّنْیَا۔ الخ۔ (مسند احمد بن حنبل جزو رابع ص۱۰۲ نیز خصائص الکبریٰ جلد اول ص۱۵۵)

یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسراء کا واقعہ ایک دفعہ ہمیں سُنایا۔ آپ نے فرمایا ایک دفعہ میں حطیم میں سو رہا تھا (خانہ کعبہ کا وہ حصہ جو عمارت سے باہر چھوڑا ہوا ہے مگر طواف کے وقت اسے بھی طواف میں شامل رکھا جاتا ہے)۔ قتادہ جو تیسرے راوی ہیں ان سے اگلا راوی کہتا ہے کہ اب مجھے یہ یاد نہیں کہ قتادہ نے حطیم کا لفظ بولا تھا یا حجر کا (یہ بھی اسی کا نام ہے) خیر تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں وہاں دو آدمیوں کے ساتھ سو رہا تھا کہ میرے پاس ایک آنے والا آیا اور اپنے ایک ساتھی سے کہنے لگا کہ ان تین سونے والوں میں سے جو درمیان میں سو رہا ہے وہ ہے۔ اس پر وہ آگے بڑھا اور میرے اس حصہ بدن سے اس حصہ بدن تک اس نے ایک شگاف دیا۔ آپ نے اس کے ساتھ جگہ بتانے کے لئے دونوں ہنسلیوں کے درمیان کی نرم جگہ سے لیکر ناف کے نیچے تک ہاتھ سے اشارہ کیا کہ اس حد تک انہوں نے شگاف دیا۔ پھر فرمایا کہ شگاف دے کر اس نے میرے دل کو باہر نکالا۔ پھر ایک سونے کی سینی لائی گئی جس میں علم اور حکمت بھرے ہوئے تھے۔ پھر اس شخص نے میرا دل دھویا پھر میرے اندر وہ نور بھر دیا گیا پھر ہر چیز اپنی اپنی جگہ پر رکھدی گئی۔ پھر ایک چوپایہ لایا گیا جو گدھے سے اونچا اور خچر سے چھوٹا تھا۔ اس کے قدم اسکی حد نظر تک جا کر پڑتے تھے۔ مجھے اس جانور پر سوار کر دیا گیا اور جبرائیل مجھے لیکر چلے۔ یہانتک کہ ہم پہلے آسمان پر پہنچ گئے۔

اسی قسم کی روایت بخاری اور ابن جریر میں بھی انسؓ سے بیان کی گئی ہے۔ اسمیں بھی کہا گیا ہے کہ اسراء کی رات کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کعبہ سے سیدھے آسمان کی طرف لیجائے گئے۔ (خصائص جلد اول ص۱۵۳)

اس روایت میں صرف یہ الفاظ استعمال ہوئے ہیں کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے واقعہ اسراء ہم سے بیان کیا لیکن آگے بیت المقدس کا کوئی ذکر نہیں بلکہ سیدھا آسمان تک جانے کا ذکر ہے اور ساری حدیث میں معراج آسمانی ہی کا ذکر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کبھی اسراء کا لفظ بولتے تھے اور انکی مراد صرف معراج ہوتی تھی۔ اس کے برخلاف اسکا بھی ثبوت ملتا ہے کہ اسراء کا لفظ وہ صرف بیت المقدس کی طرف جانے کے لئے بولتے تھے۔ چنانچہ حدیث جابرؓ میں جو بخاری اور مسلم میں مروی ہے اسراء کا لفظ صرف بیت المقدس تک جانے کے لئے استعمال ہوا ہے (خصائص جلد اول ص۱۵۷)

اسی طرح شداد بن اوس کی روایت میں جو طبرانی۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

یہ بھی اور کئی کتب حدیث نے بیان کی ہے یہ لفظ صرف بیت المقدس تک جانے اور وہاں سے مکہ واپس آنے کے متعلق بولا گیا ہے۔ (خصائص جلد اول صہ ۱۵۵ رصہ ۱۵۹)۔

ان دونوں قسم کی روایات سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ صحابہ میں اسراء کا لفظ دونوں واقعات کی نسبت مستعمل تھا پس اس لفظ کے استعمال اور بعض تفصیلات کے اشتراک کی وجہ سے بعض اولیں کو یہ دھوکا آسانی سے لگ سکتا تھا کہ یہ دونوں واقعات ایک ہی ہیں اور اسی وجہ سے انہوں نے دونوں قسم کی روایات کو ملا کر بیان کر دیا اور اس کے بعد میں آنیوالے لوگوں کو یہ دھوکا لگ گیا کہ شاید یہ ایک ہی واقعہ کی تفاصیل ہیں۔

علاوہ ازیں روایات پر تنقیدی نگاہ ڈالنے سے بھی یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ انہیں غلط ہو گیا ہے۔ کیونکہ جن روایات میں پہلے بیت المقدس جانے اور وہاں سے آسمان پر جانے کا ذکر ہے انہی میں یہ بات بھی بیان ہوئی ہے کہ بیت المقدس میں آپکو دوسرے انبیاء سے ملایا گیا ان میں آدم بھی تھے اور حضرت موسیٰ بھی اور حضرت عیسیٰ بھی اور حضرت ابراہیم بھی لیکن آسمان پر جانے کے بعد پھر بیان ہوا ہے۔ کہ مختلف آسمانوں پر آپ نے انہی انبیاء کو دیکھا اور پہچانا نہیں۔ اگر ایک ہی وقت میں یہ دونوں واقعات ہوئے تھے تو اول تو آسمان پر یہ انبیاء رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کس طرح پہنچے۔ اور دوسرے انکو تھوڑی دیر پہلے دیکھنے کے بعد آپ نے کیوں نہ پہچانا۔ دو مختلف قوتوں کی رویتوں میں تو یہ امر سمجھ میں آسکتا ہے کہ ایک نظارہ دوسرے سے مختلف ہو۔ لیکن ایک ہی وقت میں دونوں نظاروں کی صورت میں یہ بات بعید از قیاس ہے پس یہ اندرونی شہادت بھی اس بات کی دلیل ہے کہ دو الگ الگ واقعات کے بارہ میں اولیں کے ذہن میں غلط ہو گیا ہے

میرے اس خیال کی تائید بعض پرانے علماء کی آراء سے بھی ہوتی ہے چنانچہ خصائص کبریٰ جلد اول کے صفحہ ۱۰ پر لکھا ہے کہ ابو نصر قشیری ابن العربی اور بہت سے علماء کا خیال ہے کہ اسراء دو دفعہ ہوا ہے۔ اسی وجہ سے احادیث میں اختلاف ہو گیا ہے۔

اسوقت تک میں یہ ثابت کر چکا ہوں کہ تاریخی شہادت سے جس سے دونوں واقعات مختلف زمانوں کے ثابت ہوتے ہیں۔ اور قرآن کریم کی شہادت سے کہ اس معراج کا واقعہ الگ اور خالی بیت المقدس تک جانیکا واقعہ الگ بیان کیا گیا ہے۔ اور احادیث کی اندرونی شہادتوں سے یہ امر ثابت ہے کہ یہ دونوں واقعات الگ الگ ہیں اور نام اور تفاصیل کے اشتراک کی وجہ سے دھوکا کھا کر بعض راویان حدیث نے انکو ایک واقعہ سمجھ لیا ہے۔ اب میں اس اسراء کا کسی قدر تفصیل سے ذکر کرتا ہوں جس کا اس سورۃ میں ذکر کیا گیا ہے۔

واقعہ اسراء کی تفصیل

میرے نزدیک اسراء بیت المقدس کا واقعہ اپنی تفاصیل کے ساتھ حدیث انسؓ میں جو ابن جریر نے اپنی تفسیر میں نقل کی ہے نہایت صحیح طور پر بیان ہوا ہے اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں:-

روایات میں غلط

عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا جَاءَ جِبْرَئِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِالْبُرَاقِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَتْهَا ضَرَبَتْ بِذَنَبِهَا فَقَالَ لَهَا جِبْرَئِيلُ مَهْ يَا بُرَاقُ فَوَاللّٰهِ اِنْ رَكِبَكَ مِثْلُهٗ فَسَارَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا هُوَ بِعَجُوْزٍ نَاهِدَةِ الثَّدْيَيْنِ اَيْ عَلٰى جَنْبِ الطَّرِيْقِ فَقَالَ مَا هٰذِهِ يَا جِبْرَئِيلُ قَالَ سِرْ يَا مُحَمَّدُ فَسَارَ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَسِيْرَ فَاِذَا شَيْءٌ يَدْعُوْهُ مُسْتَنْحِيًا عَنِ الطَّرِيْقِ يَقُوْلُ هَلُمَّ يَا مُحَمَّدُ قَالَ جِبْرَئِيلُ سِرْ يَا مُحَمَّدُ فَسَارَ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَسِيْرَ. قَالَ ثُمَّ لَقِيَهٗ خَلْقٌ مِنَ الْخَلَائِقِ فَقَالَ اَحَدُهُمُ

اسراء اور معراج کے واقعہ میں غلط فہمی کا ثبوت

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَوَّلُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اٰخِرُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَاشِرُ فَقَالَ لَهٗ جِبْرَئِيلُ اُرْدُدِ السَّلَامَ يَا مُحَمَّدُ قَالَ فَرَدَّ السَّلَامَ ثُمَّ لَقِيَهُ الثَّانِي فَقَالَ لَهٗ مِثْلَ مَقَالَةِ الْاَوَّلِيْنَ حَتّٰى انْتَهٰى اِلٰى بَيْتِ الْمَقْدِسِ فَعُرِضَ عَلَيْهِ الْمَاءُ وَاللَّبَنُ وَ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

الْخَمْرُ فَتَنَا وَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اللَّبَنَ - فَقَالَ لَهٗ جِبْرِيْلُ اَصَبْتَ يَا مُحَمَّدُ الْفِطْرَةَ وَلَوْشَرِبْتَ الْمَاءَ لَغَرِقْتَ وَغَرِقَتْ اُمَّتُكَ وَلَوْشَرِبْتَ الْخَمْرَ لَغَوَيْتَ وَغَوَتْ اُمَّتُكَ ثُمَّ بُعِثَ لَهٗ اٰدَمُ فَمَنْ دُوْنَهٗ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ فَاَمَّهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم تِلْكَ اللَّيْلَةَ ثُمَّ قَالَ لَهٗ جِبْرِيْلُ اَمَّا الْعَجُوْزُ الَّتِيْ رَاَيْتَ عَلٰى جَانِبِ الطَّرِيْقِ فَلَمْ يَبْقَ مِنَ الدُّنْيَا اِلَّا بَقَدْرِ مَا بَقِيَ مِنْ عُمُرِ تِلْكَ الْعَجُوْزِ وَاَمَّا الَّذِيْ اَرَادَ اَنْ تَمِيْلَ اِلَيْهِ فَذَاكَ عَدُوُّ اللّٰهِ اِبْلِيْسُ اَرَادَ اَنْ تَمِيْلَ اِلَيْهِ وَاَمَّا الَّذِيْنَ سَلَّمُوْا عَلَيْكَ فَذَاكَ اِبْرٰهِيْمُ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰى - (ابن جریر جلد ۱۵ صـ)

حدیث ۱

اسراء میں پانی دودھ اور شراب کا پیش کیا جانا۔

ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں اس روایت کو نقل کر کے لکھا ہے کہ وَهٰكَذَا رَوَاهُ الْحَافِظُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ وَهْبٍ وَفِيْ بَعْضِ اَلْفَاظِهٖ نَكَارَةٌ وَغَرَابَةٌ طَرِيْفَةٌ اُخْرٰى مِنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ وَفِيْهَا غَرَابَةٌ وَنَكَارَةٌ جِدًّا وَرُوِيَ فِيْ سُنَنِ النَّسَائِيِّ الْمُجْتَبٰى وَلَمْ اَرْهَا فِي الْكَبِيْرِ - (صـ ۹ جلد ششم)

۲ اسراء میں دودھ سے مراد فطرت

یعنی ابن جریر انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا۔ جب جبرائیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس براق لائے تو اس نے اپنی دُم ہلائی یعنی کچھ انکار کیا۔ تو اسے جبرائیل نے کہا آرام سے کھڑا رہ۔ اے براق خدا کی قسم تجھ پر ایسا سوار کبھی نہیں بیٹھا۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر چڑھ کر روانہ ہوئے۔ تو راستے میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بڑھیا راستہ کی ایک جانب کھڑی ہے۔ تو آپ نے کہا اے جبرائیل یہ کون ہے۔ تو جبرائیل نے کہا۔ چلئے

۳ اسراء میں بڑھیا دیکھنے سے مراد دنیا

چلئے اے محمدؐ! (یعنی موسیٰ کیطرح سوال کرنے سے منع کیا۔) راوی کہتا ہے پھر آپ چلے جتنا کہ اللہ تعالیٰ کا منشاء تھا۔ تو کیا دیکھتے ہیں کہ کوئی شخص راستہ کی ایک جانب سے آپکو بلا رہا ہے اور کہتا ہے کہ ادھر آیئے اے محمدؐ! اس پر جبرائیل نے پھر آپکو بولنے سے منع کیا اور کہا کہ اے محمدؐ چلئے چلئے اور کچھ جواب نہ دیجئے پھر آپ آگے چلے جتنا کہ خدا کی مرضی تھی۔ راوی کہتا ہے کہ پھر آپ کو اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کچھ لوگ ملے۔ تو انہوں نے کہا۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَوَّلُ۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اٰخِرُ۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَاشِرُ اسپر جبرائیل نے کہا۔ اے محمدؐ انکو سلام کا جواب دیجئے۔ تو آپ نے انکو سلام کا جواب دیا۔ پھر آپکو ایسی ہی ایک اور جماعت ملی اسنے بھی پہلی جماعت کے الفاظ میں آپکو سلام کہا۔ (پھر آپ آگے چلے) یہاں تک کہ آپ بیت المقدس تک پہنچے تو آپکے سامنے حضرت جبرائیل نے تین پیالے پیش کئے ایک پانی کا۔ ایک دودھ کا اور ایک شراب کا۔ آپ نے دودھ لے کر پی لیا۔ تو آپکو جبرائیل نے کہا آپ نے فطرت حق کو پا لیا۔ اگر آپ پانی پی لیتے تو آپ بھی غرق ہوتے اور آپکی امت بھی غرق ہوتی۔ اور اگر آپ شراب پی لیتے تو آپ بھی گمراہ ہوتے اور آپکی امت بھی گمراہ ہو جاتی۔ پھر آپ کے سامنے آدم اور دیگر انبیاء لائے گئے اور اس رات انکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی۔ پھر آپکو جبرائیل نے کہا کہ جو بڑھیا آپنے رستہ کے ایک جانب دیکھی تھی وہ دنیا تھی۔ اور اسکی عمر سے اسیقدر باقی ہے جو کہ اس بڑھیا کی عمر سے باقی ہے۔ اور جو شخص رستہ سے ہٹ کر آپکو بلاتا تھا۔ تو آپ اس کیطرف مائل ہوں وہ خدا کا دشمن ابلیس تھا۔ اور وہ لوگ جنہوں نے آپکو اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ کہا وہ ابراہیم موسیٰ عیسیٰ وغیرہم تھے۔

یہاں تک ابن جریر کی روایت ختم ہوئی۔ اس کے بعد

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ابن کثیر کے حوالے سے جو عبارت لکھی گئی ہے اس کا یہ ترجمہ ہے کہ حافظ بیہقی نے بھی دلائل النبوت میں ابن وہب سے یہی روایت بیان کی ہے مگر اس میں بعض الفاظ قابل اعتراض ہیں اور دوسرے اسناد سے انکی تصدیق نہیں ہوتی اور ایک اور سند کے ساتھ انہوں نے انس بن مالک سے یہی روایت کی ہے مگر اسمیں بعض ایسی باتیں بیان کی ہیں جن کی دوسری احادیث سے تصدیق نہیں ہوتی۔ اور یہ روایت سنن نسائی کی ایک خلاصہ میں بھی میں نے دیکھی ہے مگر بڑی سنن نسائی میں وہ حدیث نہیں ملی۔

یہ وہ حدیث ہے جو ہمارے لئے معیار کے طور پر ہے کیونکہ میرے نزدیک یہ سب سے زیادہ صحیح اور سچی ہے۔ اور اسمیں صرف ایک غلطی ہے۔ اور وہ یہ کہ جہاں پیالے پیش کرنے کا ذکر ہے وہاں پانی کے بعد دودھ اور پھر شراب کا ذکر کیا ہے مگر ابن کثیر نے اس روایت کو اپنی کتاب کی جلد ششم صـ۹۰۸ پر جس طرح نقل کیا ہے اسمیں پانی کے بعد شراب اور پھر دودھ کا ذکر کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض نسخوں میں اسی ترتیب سے پیالوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ میں آگے چل کر بتاؤں گا کہ اس معمولی تغیر کی اصلاح کیوں ضروری ہے۔ اسوقت صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ بعض دوسری روایات میں زور سے اس امر کو بیان کیا گیا ہے کہ پہلے پانی کا پیالہ اور پھر شراب کا پیالہ اور پھر دودھ کا پیالہ پیش کیا گیا تھا۔ چنانچہ الطبرانی اور ابن مردویہ نے صہیب بن سنان سے روایت کی ہے جس کے یہ الفاظ ہیں :-

قَالَ لَمَّا عُرِضَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم لَیْلَۃَ اُسْرِیَ بِہِ الْمَاءُ ثُمَّ الْخَمْرُ ثُمَّ اللَّبَنَ اَخَذَ اللَّبَنَ۔ (خصائص الکبریٰ جلد اول صـ۱۵۹)۔ یعنی صہیب روایت کرتے ہیں کہ جس رات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسراء ہوا تھا۔ آپ کے سامنے تین پیالے پیش کئے گئے تھے۔ پہلے پانی کا اس کے بعد شراب کا اور اس کے بعد دودھ کا۔

اس حدیث میں پانی کے بعد شراب اور اس کے بعد دودھ کے پیش ہونے کو بالجزم بیان کیا گیا ہے۔ پس اس حدیث کی بناء پر اور ابن کثیر نے انس کی روایت کو جن الفاظ میں نقل کیا ہے۔ اسکی بناء پر یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ اس روایت میں بھی پہلے پانی۔ پھر شراب پھر دودھ کا ذکر ہے مگر بعض نسخوں میں الٹ لکھا گیا ہے۔ پس میں اس روایت کے جو معانی بیان کروں گا۔ انہیں اس امر کو مدنظر رکھوں گا کہ اس روایت میں بھی پہلے پانی۔ پھر شراب اور پھر دودھ کا ذکر ہے اور اس کے الٹ جو لکھا گیا ہے وہ کسی نسخہ میں کتابت کی غلطی کی وجہ سے سہواً لکھا گیا ہے۔

حدیث اسراء بروایت انس بطور معیار

ابن کثیر کی تصدیق دُرِّ منثور سے بھی ہوتی ہے۔ اس میں بھی اس روایت کو بیان کرتے ہوئے پہلے پانی پھر شراب پھر دودھ کے پیش کئے جانے کا ذکر ہے جیسا کہ میں نے اوپر بیان کیا ہے یہ روایت نہایت صحیح ہے اور اس کے صحیح ہونے کی اندرونی شہادت موجود ہے۔ اور وہ شہادت یہ ہے کہ اسمیں ذکر ہے کہ پہلے آپ نے ایک بڑھیا دیکھی پھر شیطان دیکھا پھر انبیاء کی جماعتوں کو دیکھا اس کے بعد بیت المقدس پہنچے۔ پھر پانی اور شراب اور دودھ تین چیزیں آپکے سامنے پیش کی گئیں۔ رسول اللہ نے پانی اور شراب کے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور دودھ کو لے لیا۔ اسپر جبرائیل نے کہا آپ نے صحیح فطرت کو پا لیا۔ اگر آپ پانی پیتے تو غرق ہو جاتے اور آپ کی امت بھی غرق ہو جاتی۔ اگر شراب پیتے تو آپ گمراہ ہو جاتے اور آپکی امت بھی گمراہ ہو جاتی۔ اور آپ نے جو دودھ لیا ہے گویا آپ فطرت صحیحہ کے راستہ پر چل پڑے۔ پھر وہ ان نظاروں کی تعبیر کرتے ہیں جو پہلے دیکھے تھے اور کہتے ہیں کہ وہ عورت دنیا تھی جس نے آپکو بلایا۔ اس کے بعد راستہ سے ہٹ کر

حدیث انس کی تصدیق دیگر روایات سے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کھڑا ہوا شخص جس نے آپکو بلایا ابلیس تھا۔ اس کے بعد جنہوں نے سلام کیا وہ خدا تعالیٰ کے نبی تھے۔

اسراء کے متعلق اپنی تحقیق

ان تعبیروں کو دیکھو کہ کیسی صحیح ہیں اور قرآن کریم کے مطابق ہیں۔ پانی دنیا کا قائم مقام ہے کیونکہ پانی سے حیات ہوتی ہے۔ جیسے فرمایا۔ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ (انبیاء ع ۳) پانی جب لبن کے مقابل میں آئے تو اس سے مراد دنیا کی مال و دولت ہوتی ہے۔ اور شراب شیطانی کاموں پر دلالت کرتی ہے۔ جیسے فرمایا۔ اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ (مائدہ ع ۱۲)۔ دودھ ماں کی چھاتی سے بنتا ہے اس میں کسی غیر چیز کی ملونی نہیں ہوتی اس لئے وہ فطرتِ صحیحہ پر دلالت کرتا ہے۔

واقعہ اسراء کشف تھا جس کی تعبیر کی گئی

اب دیکھو اسمیں کیسی ترتیب نظر آتی ہے۔ پھر تعبیر نہایت صاف اور صحیح ہے۔ پہلے آپ نے عورت کو دیکھا تھا۔ اور اسکی تعبیر جبرائیل علیہ السلام نے دنیا بتائی تھی اس کے مقابل پر پہلے پانی کا پیالہ پیش کیا گیا۔ اور اسکی تعبیر بھی دنیا ہی کی گئی۔ قرآن کریم میں بھی پانی کو دنیا سے تشبیہ دی گئی ہے۔ فرماتا ہے۔ وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ (کہف ع ۶) انہیں دنیوی زندگی کی مثال سُنا کہ وہ پانی کیطرح ہے جسے ہم اُتارتے ہیں۔ عورت کے بعد آپ نے شیطان کو دیکھا تھا۔ اسی ترتیب سے پانی کے بعد شراب کا پیالہ پیش کیا گیا اور بتایا گیا کہ جس طرح شیطان غاوی ہے اسی طرح شراب بھی غاوی ہے۔

اس روایت کے واقعات میں طبعی ترتیب ہے۔

اسراء میں پانی اور دودھ اور شہد کو پیش کئے جانے کی تعبیر

اس کے بعد کشف کے پہلے حصہ میں انبیاء کی جماعت کو دیکھا تھا اور انہوں نے سلام کیا تھا یعنی سلامتی کی دعا کی تھی۔ اس کے مقابل پر پیالوں میں سے دودھ کا پیالہ تیسرے نمبر پر پیش کیا گیا جس میں اس طرف اشارہ تھا کہ آپکی امت علوم الٰہیہ سے ہمیشہ حصہ لیتی رہے گی۔ اور تباہی سے بچی رہے گی پس یہ ترتیب اور تعبیر بتاتی ہیں کہ یہ خبر یقیناً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی گئی ہے۔

اب میں اسراء کے واقعہ کے متعلق جو کچھ قرآن کریم اور علوم روحانیہ سے سمجھتا ہوں بیان کرتا ہوں۔ بیرخ دیک اسراء بیت المقدس ایک لطیف کشف تھا اور اس کے ثبوت مندرجہ ذیل ہیں:۔

اوّل۔ وہی حدیث انس رض کی جسے میں نے سب روایتوں میں سے تفصیل کے لحاظ سے بہتر قرار دیا ہے۔ اسمیں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ایک بڑھیا کو دیکھا اور پھر ایک لاغر شخص کو دیکھا۔ اور پانی شراب اور دودھ کے پیالے دیکھے اور انہیں سے دودھ کا پیالہ پیا۔ ان تمام امور کی حضرت جبرائیل تعبیر کرتے ہیں۔ اگر یہ کشف نہ تھا تو تعبیر کا کیا مطلب؟ اگر آپ کا سفر مادی جسم کے ساتھ تھا تو اوّل آپ نے دنیا کو عورت کی شکل میں کیونکر دیکھا؟ کیا قرآن و حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دنیا اصل میں ایک عورت ہے۔ دنیا کو عورت کی شکل میں دیکھنا صاف بتاتا ہے کہ یہ ایک لطیف کشف تھا۔ اگر وہ کشف نہ ہوتا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فوراً جبرائیل سے کہتے کہ اے جبرائیل کس بات کی تعبیر کرتے ہو۔ اس عورت کو میں نے ابھی ابھی اپنی جسمانی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ جسمانی آنکھ سے دیکھی ہوئی چیز کی تم تعبیر کس طرح کرتے ہو مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ بھی اسے کشف ہی سمجھتے تھے۔ پانی کو رد کرنے پر جبرائیل کا خوشی کا اظہار کرنا بھی اسی امر کی تائید کرتا ہے۔ کیونکہ جاگتے ہوئے تو آنحضرت صلعم ہمیشہ پانی پیتے تھے۔ اگر آپ جسدِ عنصری میں وہاں گئے تھے تو پانی پینے سے آپکی امت کیوں غرق ہوتی؟

دنیوی زندگی میں آپ نے ہزاروں دفعہ پانی پیا تھا۔ اگر اس عمل سے امت نے غرق ہونا تھا تو پھر اس کے بچاؤ کی کیا صورت رہجاتی ہے۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

(۲) دوسرا ثبوت اسکا یہ ہے کہ قرآن کریم نے بھی اس کا ہم رؤیا ہی رکھا ہے۔ جیسے اسی سورۃ کے چھٹے رکوع میں فرمایا۔ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ ۔ کہ یہ رؤیا لوگوں کے فتنے کے لئے تھی۔ چنانچہ اس آیت کیوجہ سے کئی صحابہ اور سابق علماء نے بھی اسے رؤیا ہی قرار دیا ہے۔ چنانچہ ابن اسحاق اور ابن جریر نے حضرت معاویہؓ سے روایت کی ہے کہ اِذَا سُئِلَ عَنْ مَسْرٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ کَانَتْ رُؤْیَا مِنَ اللّٰہِ صَادِقَۃً۔ (در منثور جلد ۴ صـ۱۹۷)۔ یعنی جب حضرت معاویہؓ سے اسراء کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ واقعی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک رؤیا صادقہ ہی جو پوری ہوگئی۔ حضرت عائشہؓ کا بھی یہی مذہب بتایا جاتا ہے۔ (ابن ہشام ذکر الاسراء و زاد المعاد جزء اول)

(۳) تیسرا ثبوت اسکا یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب میں نے یہ بات لوگوں کو سنائی۔ تو لوگوں نے کہا کہ اگر آپ بیت المقدس سے ہو آئے ہیں تو اسکا نقشہ بتائیں۔ تو آپ فرماتے ہیں کہ میں بالکل بیت المقدس کو نہ جانتا تھا۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فی الحقیقت ظاہری طور پر بیت المقدس میں گئے تھے تو آپ کو چاہیئے تھا کہ آپ نقشہ بتا دیتے۔ یہ تو نہ فرماتے کہ میں نہ جانتا تھا۔ پھر آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ انکے سوال کرنے کے بعد پھر مجھ پر کشف کی حالت طاری ہوئی۔ اور کشف میں بیت المقدس کا نقشہ سامنے کر دیا گیا۔ تو میں اسکو دیکھتا جاتا تھا اور پھر لوگوں کو بتاتا جاتا تھا۔ چنانچہ جابر بن عبداللہ کی روایت ہے آپ نے فرمایا۔ فَجَلَّى اللّٰهُ لِيَ الْبَيْتَ الْمُقَدَّسَ فَطَفِقْتُ اُخْبِرُهُمْ وَاَنَا اَنْظُرُ اِلَيْهِ۔ کہ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو میرے سامنے کر دیا۔ میں اسکو دیکھتا اور لوگوں کو بتاتا جاتا تھا۔ (ابن کثیر جلد ۶۔ صـ۱۸)

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ چونکہ وہ کشف تھا آپ سمجھتے تھے کہ ممکن ہے جو میں نے دیکھا ہے اس طرح ظاہری طور پر نہ ہو۔ پس آپ نے اس کے بیان کرنے سے ہچکچاہٹ کی۔ مگر چونکہ اس واقعہ کے بیان کرنے سے لوگوں میں مخالفت اور استہزا کا ہیجان پیدا ہو گیا تھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اب ہم تم کو اصل صورت میں بیت المقدس دکھا دیتے ہیں۔ چنانچہ دوبارہ کشف ہوا اور آپ نے اسکے مطابق لوگوں کو بیت المقدس کا نقشہ بتا دیا۔ جس کی کفار میں سے واقف کار لوگوں نے تصدیق کی۔

قرآن کریم نے بیت المقدس کی طرف جانے کا نام رؤیا ہی رکھا ہے۔

معقب عیسائی مصنف اس موقعہ پر لکھتے ہیں کہ بیت المقدس کے نقشے اسوقت بن چکے تھے۔ ممکن ہے یہ درست ہو مگر ذرا یہ مصنف کسی ایسے شہر کے متعلق نقشہ دیکھ کر جو اُنپر سوال کئے جائیں ان کا جواب تو دے کر دیکھیں۔

کشف اور رؤیا کی تعریف میں فرق

اس جگہ یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ گو قرآن کریم میں اس کے متعلق رؤیاء کا لفظ آیا ہے مگر اس لفظ سے دھوکا کھا کر اسے عام خوابوں کی طرح نہیں سمجھنا چاہیئے۔ کیونکہ عربی میں رؤیاء کا مفہوم اور ہے اور اردو میں اور۔ اردو میں تو رؤیاء اس نظارہ کو کہتے ہیں جو انسان سوتے ہوئے دیکھتا ہے لیکن عربی میں کشف اور رؤیا خواب دونوں کے لئے رؤیاء کا لفظ بولا جاتا ہے۔ اور کشف عام رؤیاء سے مختلف ہوتا ہے۔ وہ سوتے میں نہیں دیکھا جاتا بلکہ بین النوم و الیقظۃ کی حالت میں دیکھا جاتا ہے یعنی جبکہ ایک ربودگی کی سی حالت تو انسان پر طاری ہوتی ہے مگر وہ سو نہیں رہا ہوتا۔ بلکہ اس کے ظاہری حواس بھی اسوقت اپنا کام کر رہے ہوتے ہیں۔ بلکہ بعض دفعہ دوسرے سے باتیں کرتے کرتے ایک نظارہ نظر آجاتا ہے انبیاء کا کشف دوسرے لوگوں کے کشوف سے زیادہ لطیف ہوتا ہے اور وہ کشفی نگاہ سے دور دور کے مادی امور کو بعینہٖ معائنہ کر لیتے ہیں۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کشف کی تین اقسام

کشف کی بھی تین قسمیں ہوتی ہیں :-

(۱) ایسا کشف جس میں دکھائی جانیوالے نظارے اسی شکل میں دکھائے جاتے ہیں جس شکل میں کہ وہ مادی دنیا میں موجود ہوتے ہیں اور وہ کشف بالکل ایسا ہوتا ہے جیسے دوربین سے دور کی چیز دیکھ لی جاتی ہے

(۲) ایسا کشف جس کا کچھ حصہ تو ایسا ہوتا ہے جو اوپر بیان ہوا ہے۔ اور کچھ حصہ تعبیر طلب ہوتا ہے۔

مسجد کو دیکھنے کی تعبیر

(۳) ایسا کشف جو سارا کا سارا تعبیر طلب ہوتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کشف دوسری قسم کا تھا یعنی بعض حصے تو اسی طرح دکھائے گئے تھے جس طرح کہ مادی دنیا میں واقعہ ہو رہا تھا۔ اور بعض حصے تعبیر طلب تھے۔ تعبیر طلب حصوں کا ذکر تو میں اوپر کر آیا ہوں۔ ظاہری شکل میں دکھائے جانے والے حصہ کے بارہ میں احادیث میں آتا ہے کہ واپسی کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ایک قافلہ مکہ کی طرف آرہا ہے اور اس قافلہ والوں کا ایک اونٹ گم ہو گیا ہے جس کی وہ تلاش کر رہے ہیں۔ اور چند دن بعد معلوم ہوا کہ بعینہٖ یہ واقعہ مکہ کے ایک قافلہ سے پیش آیا تھا۔ چنانچہ جب وہ قافلہ مکہ پہنچا تو انہوں نے اس امر کو تسلیم کیا۔ (الخصائص الکبریٰ جلد اول۔ صفحہ ۱۵۸ و ۱۵۹)

آنحضرت کے حق میں تعبیر کس طرح پوری ہوئی

اللہ تعالیٰ کے فضل سے میں کشوف کے متعلق خود صاحب تجربہ ہوں۔ اور یہ امور اپنے مشاہدہ کی تصدیق سے لکھ رہا ہوں۔

کشف کے متعلق ذاتی تجربہ

اب میں یہ بتاتا ہوں کہ اس کشف کا مقصد کیا تھا؟ میرے نزدیک اس کشف میں ہجرت مدینہ کی خبر دی گئی تھی اور بیت المقدس جو آپ کو دکھایا گیا اس سے مراد مسجد نبوی کی تعمیر تھی جسکو اللہ تعالیٰ کے فضل سے بیت المقدس سے بھی زیادہ عزت دیجانے والی تھی اور یہ جو دکھایا گیا کہ آپ نے سب انبیاء کی امامت کرائی اس میں یہ بتایا گیا تھا کہ آپ کا سلسلہ عربوں سے نکل کر

اسراء کے کشف کے غرض ہجرت تھی

دوسری اقوام میں بھی پھیلنے والا ہے اور سب انبیاء کی امتیں اسلام میں داخل ہونگی۔ اور یہ اشاعت مدینہ میں جانے کے بعد ہوگی۔ اور اسمیں اس طرف بھی اشارہ تھا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس کے علاقہ کی حکومت دیجائے گی۔ چنانچہ تعبیر الرؤیاء کی کتب میں لکھا ہے کہ تَدُلُّ رُؤْیَۃُ کُلِّ مَسْجِدٍ عَلٰی جِھَتِہٖ وَالتَّوَجُّہُ اِلَیْھَا کَالْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِ مَشْقَ وَمَسْجِدِ مِصْرَ وَمَاشَاکَلَ ذٰلِکَ رُبَّمَا دَلَّتْ عَلٰی عُلَمَاءِ جِھَاتِھِمْ اَوْ مُلُوْکِھِمْ اَوْ نُوَّابِ مُلُوْکِھِمْ۔ (تعطیر الانام زیر لفظ مسجد۔ جلد دوم)۔

یعنی رؤیاء میں مسجد دیکھنے سے مراد کبھی وہ جہت ہوتی ہے اور اس طرف جانا مراد ہوتا ہے۔ جیسے مسجد اقصیٰ کو دیکھنا یا مسجد حرام کو دیکھنا یا مسجد دمشق یا یا مسجد مصر کو دیکھنا۔ اور ایسے ہی اور مساجد کو دیکھنا اور کبھی مسجد سے مراد وہاں کے علماء یا بادشاہ یا گورنر ہوتے ہیں۔

اب میں ایک ایک کر کے ان معنوں کو لیتا ہوں کہ کس طرح اور کس دلیل سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں پورے ہوئے :-

پہلی تعبیر میں نے یہ کی تھی کہ مسجد اقصیٰ سے مراد اسجگہ مسجد نبوی ہے۔ اور یروشلم سے مراد مدینہ ہے۔ اور اُدھر جانے سے مراد آپ کی ہجرت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے سُبْحٰنَ کہہ کر اس رؤیاء کا ذکر کیا ہے جس سے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ یہ ہجرت اللہ تعالیٰ کی سُبوحیت کا اظہار کرنے والی ہوگی۔ سُبْحَان کا لفظ بھی بتاتا ہے کہ اس نظارہ میں ایک پیشگوئی تھی کیونکہ ظاہر میں بیت المقدس کو دیکھنے سے سُبوحیت ثابت نہیں ہوتی لیکن مدینہ میں جا کر اسلامی حکومت کا قیام چونکہ بہت سی ان پیشگوئیوں کو پورا کرنے والا تھا جو قرآن کریم میں بیان

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ہو چکی تھیں۔ اس واقعہ سے بیشک اللہ تعالیٰ کی سُبوحیت ظاہر ہوئی تھی اور اب تک ہو رہی ہے۔

غرض سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی کہہ کر فرمایا کہ پاک ہے وہ جو لیجائے گا اپنے بندہ کو راتوں رات مسجد اقصےٰ یعنی اسی کے مشابہ ایک مسجد کیطرف تاکہ وہ پیشگوئیاں پوری ہوں جن کے لئے ہجرت کرنی ضروری ہے! اور اللہ تعالیٰ دنیا کو دکھادے کہ کس طرح اسکی بات پوری ہوا کرتی ہے۔ مثلاً جنگ و جہاد وغیرہ کی خبریں جو ہجرت کے ساتھ تعلق رکھتی تھیں۔ پھر اسلامی حکومت کی خبر وغیرہ وغیرہ۔

لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا بھی اسی امر پر دلالت کرتا ہے کہ یہ کوئی ایسا سفر ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے خاص نشان ظاہر ہوں گے۔ اور وہ ہجرت ہی کا سفر تھا جس نے اسلام کا مستقبل جو دنیا کی نگاہ سے پوشیدہ تھا۔ ایسے شاندار طور پر ظاہر کر دیا۔

اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ میں بھی اسی مضمون کی تائید ہوتی ہے۔ کیونکہ بیت المقدس کو محض کشف میں دیکھ لینا خدا تعالیٰ کے سمیع و بصیر ہونے کا ثبوت پیش نہیں کرتا لیکن مدینہ کی ہجرت ان دونوں صفات کا ثبوت پیش کرتی ہے۔ سَمِیْعٌ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ کس طرح اپنے بندوں کی دعائیں سننے والا ہے اور بَصِیْر اس طرح کہ جن کامیابیوں کی ہجرت کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کیطرف سے خبر دی گئی تھی وہ بعینہٖ پوری ہو گئیں۔ نیز اس طرح کہ وہاں پر اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی جس طرح نگہداشت کی وہ ایک بصیر خدا کے وجود کی بیّن شہادت تھی۔

اور یہ جو مسجد نبوی کو مسجد اقصیٰ کہا گیا اور مدینہ کو یروشلم کی شکل پر دکھایا گیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جو برکات اس شہر کو اور اس مسجد کو ملی تھیں۔ وہی مسجد نبوی اور مدینہ منورہ کو ملنے والی تھیں۔

اگر کہا جائے کہ کیوں مسجد نبوی کو مسجد حرام سے تشبیہ نہ دی گئی اور مسجد اقصیٰ سے دی گئی؟ تو اسکا جواب یہ ہے کہ

اول تو مسجد حرام کو بعض ایسے خصوصیات حاصل ہیں جو ارکان حج سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور یہ خصوصیات بیت المقدس یا مسجد نبوی کو حاصل نہیں۔ دوسرے بیت المقدس کو کشف میں دکھانے سے یہ بھی بتانا مقصود تھا کہ آپکی امت ان علاقوں پر قابض ہو جائیگی۔ اور یہ مضمون مسجد حرام کے دکھانے سے ظاہر نہ ہوتا تھا پس چونکہ ابھی بعض سیاسی وجوہ کی بناء پر وہ وقت نہ آیا تھا کہ اصل نام ظاہر کیا جاتا۔ اس لئے تشبیہاً مسجد نبوی کا نام مسجد اقصیٰ رکھ دیا۔ اور مدینہ کو یروشلم کی شکل میں دکھایا۔ یہ پیشگوئی جس رنگ میں پوری کی گئی وہ ذیل کی روایت سے ظاہر ہے۔

لنزیہ من آیاتنا میں ہی ہجرت کی طرف اشارہ ہے

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلٰثَۃِ مَسَاجِدَ اَلْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِ الرَّسُوْلِ صلی اللہ علیہ وسلم وَالْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ سواری پر چڑھ کر کسی مسجد کیطرف نہ جانا چاہیئے۔ سوائے تین مساجد کے۔ ایک مسجد حرام۔ دوسری مسجد اقصےٰ اور تیسری مسجد نبوی۔ (بخاری ابواب فضل الصلوٰۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ)۔

اسجگہ مسجد نبوی اور مسجد اقصےٰ کو آپس میں مشابہت دی ہے پس مسجد نبوی کی بنیاد سے مسجد اقصےٰ میں نماز پڑھنے کی پیشگوئی پوری ہو گئی۔ اس مسجد کیطرف جانے کے علاوہ اس آیت میں ایک اور بات بھی بتائی گئی تھی۔ اور وہ یہ کہ مسجد اقصیٰ وہ جگہ ہے جس کے اردگرد کو بھی برکت دی گئی ہے۔ یعنی جس شہر میں وہ ہے اسے بھی معزز و مکرم بنا دیا گیا ہے۔ اس خبر کے مطابق نہ صرف مسجد نبوی کو برکت دی گئی بلکہ اس کے اردگرد کے علاقہ یعنی مدینہ کو بھی برکت دیگئی۔ اس کے مندرجہ ذیل ثبوت ہیں:-

مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ میں مشابہت

(۱) بخاری میں روایت ہے کہ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ بِالْمَدِیْنَۃِ ضِعْفَیْ مَا جَعَلْتَ بِمَکَّۃَ مِنَ الْبَرَکَۃِ۔ (بخاری کتاب الحج) یعنی حضرت انس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ اے اللہ مکہ میں جو تو نے برکت کی ہے

آنحضرت کی مدینہ کے لئے دعا

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اس سے بڑھ کر مدینہ میں برکت رکھ دے۔

(۲) اَللّٰھُمَّ حَبِّبْ اِلَیْنَا الْمَدِیْنَۃَ کَحُبِّنَا مَکَّۃَ اَوْ اَشَدَّ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ صَاعِنَا وَ فِیْ مُدِّنَا۔ (بخاری کتاب الحج جلد اول)۔ یعنی حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ رسول اللہ صلے علیہ وسلم نے دعا کی کہ الٰہی تو مدینہ بھی ہمیں ایسا ہی پیارا بنا دے جس طرح ہمیں مکہ پیارا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ اے اللہ اس کے صاع اور مُد میں برکت ڈال دے۔ یعنی اہل مدینہ کے گذارے کے لئے انکی زراعت اور تجارت میں برکت دے۔

اسروی کے لفظ میں بھی مجبوری سے سفر کا ثبوت پایا جاتا ہے۔

(۲) عَنْ زَیْدِ بْنِ عَاصِمٍ اَنَّ اِبْرَاھِیْمَ حَرَّمَ مَکَّۃَ وَ دَعَا لِاَھْلِھَا وَاِنِّیْ حَرَّمْتُ الْمَدِیْنَۃَ کَمَا حَرَّمَ اِبْرَاھِیْمُ مَکَّۃَ وَاِنِّیْ دَعَوْتُ فِیْ صَاعِھَا وَ مُدِّھَا بِمِثْلَیْ مَا دَعَا اِبْرَاھِیْمُ لِاَھْلِ مَکَّۃَ۔ (مسلم باب فضل المدینۃ)۔ یعنی زید بن عاصم کہتے ہیں کہ رسول کریم صلعم نے فرمایا کہ ابراہیم نے مکہ کو محفوظ مقام قرار دیا تھا اور اس کے باشندوں کے لئے دعا کی تھی۔ اور میں نے مدینہ کو محفوظ مقام قرار دیا ہے اور میں نے دعا کی ہے کہ مدینہ کے صاع اور مُد میں اس سے دگنی برکت دے جتنی کہ ابراہیمؑ نے مکہ کے لئے طلب کی تھی۔ (اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ کی فضیلت کے لئے جو دعا ہے وہ دینوی ترقی کے لئے ہے ورنہ آسمانی برکت کے لحاظ سے مکہ ہی سب دنیا کے شہروں سے افضل ہے۔)

مدینہ کے پہلے نام یثرب کی وجہ تسمیہ

ان روایات سے ظاہر ہے کہ مسجد اقصےٰ جسکے اردگرد کا علاقہ بھی بابرکت کیا گیا۔ اس سے مراد روحانی نہیں حقیقت مدینہ کو مرکز قرار دینا تھا۔

اسلامی حکومت کی ترقی کا

میں مسجد ہوگی تھی۔ اور ہر عقلمند سوچ سکتا ہے کہ مدینہ کو جو برکت ملی ہے کیا اسکا دسواں حصہ بھی یروشلم کو نصیب ہوئی ہے؟

یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ سے ظاہر ہوتا ہے کہ چلانے والا کوئی دوسرا تھا۔ اور اسمیں چلنے والے کا اپنا اختیار نہ تھا۔ ہجرت کا واقعہ بھی اسی طرح ہوا۔ کہ آپ رات ہی کو نکلے۔ اور یہ نکلنا اپنی مرضی سے نہ تھا بلکہ اس وقت مجبور ہو کر آپ نکلے جبکہ کفار نے آپ کے قتل کرنے کے لئے آپ کے گھر کا محاصرہ کر لیا تھا پس اس سفر میں آپکی مرضی کا دخل نہ تھا۔ بلکہ خدا تعالیٰ کی مشیت نے آپکو مجبور کیا۔ پھر جس طرح رؤیا میں جبریل بیت المقدس کے سفر میں آپ کے ساتھ تھے۔ ہجرت میں ابوبکرؓ آپ کے ساتھ تھے جو گویا اسی طرح آپ کے تابع تھے جس طرح جبریل خدا تعالیٰ کے تابع کام کرتا ہے۔ اور جبریل کے معنے خدا تعالیٰ کے پہلوان کے ہوتے ہیں حضرت ابوبکر بھی اللہ تعالےٰ کے خاص بندے تھے اور دین کے لئے ایک زبردست پہلوان کی حیثیت رکھتے تھے۔

مدینہ کو جو برکت دی گئی۔ اس کی ایک ظاہری صورت بھی تھی۔ اس کی حقیقت حضرت عائشہؓ کی ایک روایت سے ظاہر ہوتی ہے۔ آپ فرماتی ہیں کہ مدینہ میں آپ کی آمد سے پہلے بخار کی وبا سخت پھیلا کرتی تھی جب آپ وہاں تشریف لے گئے تو آپ کی دُعا کے طفیل سے وہ وبا دُور ہو گئی۔ اسی وبا کی وجہ سے پہلے مدینہ کا نام یثرب تھا۔ کیونکہ یثرب کے معنے رونا پیٹنا ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا کی وجہ سے وہ وبا دور ہو گئی اور آئندہ یثرب کی بجائے آپ نے اس کا نام مدینہ رکھا پھر کشف میں جو یہ دکھایا گیا تھا کہ مسجد اقصےٰ میں جا کر آپ نے تمام انبیاء کو نماز پڑھائی۔ یہ خبر بھی مدینہ میں جا کر پوری ہوئی اور اس مقام سے ہی اسلام کی اشاعت ساری دنیا میں ہوئی۔ بلکہ اس امر کو دیکھ کر حیرت آتی ہے کہ جب مدینہ سے اسلامی دارالخلافہ کو بدل دیا گیا، اسی وقت سے اسلام کی ترقی رک گئی۔ تیس سال کے عرصہ میں جس میں مدینہ اسلامی دارالخلافہ تھا اس قدر اسلام کو ترقی ہوئی اور اس قدر اس کی اشاعت ہوئی۔ کہ اس کے بعد تیرہ سو سال میں اس قدر نہیں ہوئی۔

اگر کہو کہ یہ برکات تو خود رسول کریم صلعم نے دی تھیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس قسم کی برکات کوئی انسان نہیں دے سکتا انسان میں کہاں طاقت ہے کہ ایسی پیشگوئی کرے اور

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اس کو پورا کر دکھائے۔ آپ نے جو دعا کی وہ اللہ تعالیٰ کی اس پیشگوئی کی تائید میں تھی۔

(۲) دوسری صورت میں نے یہ بتائی تھی کہ مسجد اقصیٰ سے مراد بنی اسرائیل والی مسجد اقصیٰ بھی ہے۔ اس صورت میں یہ تعبیر ہوگی کہ آپ کو اس ملک پر قبضہ دیا جائے گا۔ چنانچہ یہ تعبیر بھی پوری ہوئی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوسرے خلیفہ کے وقت میں اس جگہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا اور تیرہ صدیوں تک قبضہ رہا۔ اب عارضی طور پر یہ علاقہ عیسائیوں کے قبضہ میں چلا گیا ہے۔ مگر یہ بھی ایک پیشگوئی کے ماتحت ہے۔ اس کا زمانہ ختم ہونے پر پھر یہ ملک واپس رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اتباع کے ہاتھ میں آجائے گا۔ خواہ بہت جلد خواہ کچھ وقفہ کے بعد اس صورت میں راتوں رات وہاں جانے کے یہ معنے لئے جائیں گے کہ بیت المقدس کی فتح ظاہری جنگوں کے سبب سے نہ ہوگی بلکہ اس رات کے دیکھے ہوئے نظارہ کی وجہ سے ہوگی۔ چنانچہ واقعہ بھی یہی ہے ورنہ عربوں کا ایک چھوٹا سا لشکر قیصر جیسے بڑے بادشاہ کا مقابلہ کب کر سکتا تھا۔ یہ تو الٰہی کلام جو سورۃ اسراء والی رات میں نازل ہوا تھا۔ اسی کا اثر تھا کہ بے سروسامان عربوں کے سامنے قیصر کا باسامان اور فنونِ حرب کی تعلیم پایا ہوا لشکر اس طرح بھاگتا جاتا تھا جیسے شیر کے سامنے ہوں۔ اگر کوئی اعتراض کرے کہ یہ ملک تو حضرت عمرؓ کے زمانہ میں فتح ہوا تھا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ نبی کے اتباع کی پیشگوئیوں میں اسی کے وجود میں شامل سمجھے جاتے ہیں اور اس کی مثالیں کثرت سے اسلام اور پہلے انبیاء کے لٹریچر میں پائی جاتی ہیں۔

(۴) چوتھی بات تعبیر الرؤیاء کے مطابق میں نے یہ بتائی تھی کہ علاقے کے علاقے بھی مسجد کی شکل میں دکھائے جاتے ہیں۔ اس تعبیر کے مطابق ہم دیکھتے ہیں کہ اس ملک پر نہ صرف سیاسی قبضہ مسلمانوں کو حاصل ہوا بلکہ مذہباً بھی اکثر حصہ ملک کا مسلمان ہوگیا اور تیرہ سو سال میں یروشلم اسلامی علماء کا مرکز بنا رہا ہے۔ یہ تغیر پیدا کرنا بھی کسی انسان کی طاقت میں نہ تھا اللہ تعالیٰ ہی ایسا کر سکتا تھا۔

اسراء میں صلاح کے ملک شام پر قبضہ کرنے کی پیشگوئی

یہ عجیب بات ہے کہ موسےٰ کو بھی ایک نظارہ دکھایا گیا تھا اور اس کے متعلق جو الفاظ آتے ہیں وہ بھی اس واقعہ کے الفاظ سے ملتے جلتے ہیں۔ حضرت موسےٰ ایک سفر پر تھے کہ انہوں نے ایک جگہ آگ دیکھی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا بُوْرِكَ مَنْ فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا وَسُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (نمل ع ۱) کہ جو اس آگ میں پڑیگا وہ بھی بابرکت اور جو اسکے گرد آکر بیٹھیگا وہ بھی بابرکت ہوگا اور وہ آگ محبت الٰہی کی آگ تھی اور پھر جس طرح وہاں سبحان کا لفظ آیا تھا اسی طرح اس جگہ سبحان بھی آیا ہے۔ اور جس طرح وہاں حولہ آیا ہے اسی طرح یہاں بھی بارکنا حولہ فرمایا ہے۔ بعض نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آگ سے مراد اللہ تعالیٰ ہے مگر یہ غلط ہے۔ کیونکہ آیت کے الفاظ یہ ہیں کہ جو آگ میں ہے اسے برکت دی گئی ہے۔ پس آگ سے مراد اللہ تعالےٰ نہیں بلکہ محبت الٰہی ہے اور یہ بتایا ہے کہ جو محبت الٰہی کی آگ میں اپنے آپ کو ڈالدے اسے برکت دی جاتی ہے محبت کو دنیا کی کل نہ یا نوں میں آگ سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ بات یہ ہے کہ جس جگہ اللہ تعالےٰ اپنا جلال دکھاتا ہے اس کو برکت دیتا ہے اور وہاں سے اس کی سبوحیت کا ظہور ہوتا ہے۔ اور ان دونوں نظاروں میں یعنی اس میں جو موسیٰ نے دیکھا اور اس میں جو آنحضرت صلعم نے دیکھا ان دونوں باتوں کی طرف اشارہ ہے حضرت موسیٰ کا ایک اور واقعہ بھی اس واقعہ سے ملتا ہے اور وہ وہ واقعہ ہے جو اگلی سورۃ کہف میں بیان ہوا ہے اسکی اس واقعہ سے جو مشابہت ہے اس جگہ پر بیان کی جائے گی۔

آنحضرت کے واقعہ اسراء اور موسیٰ کے سفر میں فرق

مسجد اقصیٰ کو دیکھنے سے بیت اللہ اور سجودت پر اقتدار کی طرف اشارہ

میرے نزدیک اس کشف میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک روحانی سفر کی طرف بھی اشارہ ہے اور یہ بتایا ہے کہ جب اسلام پر تاریکی کا زمانہ آئے گا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپؐ کے تابع وجود کے واسطے سے پھر دنیا کی ہدایت کے لئے مقرر کرے گا۔ اور اس تابع

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ

ہم نے موسیٰ کو (بھی) کتاب دی تھی اور اس (کتاب) کو ہم نے بنی اسرائیل کے لئے ہدایت (کا ذریعہ)

اِسْرَآءِيْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ وَكِيْلًا ۝ ذُرِّيَّةَ

بنایا تھا (اور اس میں انہیں حکم دیا تھا) کہ تم میرے سوا کسی کو (اپنا) کارساز نہ ٹھہراؤ ۵۳ (اور

مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا ۝

یہ بھی کہا تھا کہ اے) ان لوگوں کی نسل جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ (کشتی پر) سوار کیا تھا وہ یقیناً (چارا) نہایت شکرگزار بندہ تھا ۵۴

کے واسطہ سے وہی برکات مسلمانوں کو پھر ملینگی جو انبیاء بنی اسرائیل کو اور ان کے اتباع کو ملی تھیں اسی کی طرف سورۂ جمعہ میں بھی اشارہ ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۙ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (جمعہ ع ۱) یعنی خدا ہی ہے جس نے امیوں میں ان میں سے ہی رسول بھیجا ہے جو ان سے اللہ تعالےٰ کے نشانات بیان کرتا ہے اور کتاب اور حکمت سکھاتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے حالانکہ اس سے پہلے وہ کھلی کھلی گمراہی میں مبتلا تھے۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک اور جماعت کو بھی دین سکھائیں گے جو اب تک ان مسلمانوں سے نہیں ملی بلکہ آئندہ زمانہ میں ظاہر ہوگی اور یہ بات اللہ تعالےٰ سے بعید نہیں کیونکہ خدا تعالےٰ غالب ہے اور وہ حکمت والا ہے یعنے یہ نہیں برداشت کرسکتا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت تباہ ہو اور وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی بعثت کرکے اس کی اصلاح نہ کرے۔

۵۳ حل لغات۔ هُدًى۔ هدی کا مصدر ہے اور هدی کے لئے دیکھو رعد ۸ ۲۸

بنی اسرآءیل:۔ اسرائیل حضرت یعقوب کا لقب ہے (پیدائش باب ۳۲۔ آیت ۲۸) اور بنو اسرائیل حضرت یعقوب کی اولاد کو کہتے ہیں۔ ذُرِّيَّةَ کے معنی ہیں بھوا۔ مزید تشریح کے لئے دیکھو نحل ۷۲ وکیلاً کے معنی کے لئے دیکھو یونس ۱۰۸

تفسیر۔ اس آیت سے حضرت موسیٰ اور انکی قوم کا ذکر شروع کیا ہے ان آیات کا گذشتہ آیت اور پہلی سورۃ سے کئی طرح تعلق ہے (۱) پہلی آیت میں رسول کریم صلعم اور آپ کے اتباع کو بیت المقدس دینے کا وعدہ کیا گیا تھا۔ یہ شہر اور اس کے گرد کا ملک پہلے الٰہی وعدہ کے مطابق حضرت موسیٰ اور انکی قوم کو ملا تھا۔ مگر انہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام کی پروا نہ کرکے اسے کھو دیا۔ پس انکے واقعہ کو یاد کرکے مسلمانوں کو توجہ دلائی ہے کہ جو سوسی قوم کی اچھی میراث تم کو دی جارہی ہے مگر ہوشیار رہنا۔ ایسا نہ ہو۔ بُری میراث بھی لے لو اور تباہ ہو جاؤ۔ (۲) سورۂ نحل کے آخر میں یہود سے تعلق پیدا ہونے کی پیشگوئی کی گئی تھی۔ اور ہدایت کی تھی۔ کہ ان سے عمدہ رنگ میں بحث کرنا۔ یعنی نہ تو ایک اہل کتاب قوم ہے ان سے مسلّمہ اصول کے مطابق اور ان دلائل کے مطابق جو انکی کتب میں مذکور ہیں بحث کرنا۔ اب اس طریق بحث کی مثال پیش کرتا ہے۔ یعنی انکی کتاب سے ہی وہ پیشگوئیاں پیش کرتا ہے جن سے ان کے بگڑ جانے کی خبر اور عذاب الٰہی میں مبتلا ہونے کی خبر ملتی ہے۔ اور بتاتا ہے کہ ان حالات میں یہود کے لئے بہترین راستہ یہ ہے کہ وہ اس نئے عہد کو قبول کرکے اس عذاب کو دُور کریں جو خدا تعالےٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے اور اگر ارض مقدس بحیثیت یہود ان کے ہاتھ سے نکل گئی ہے تو بحیثیت مسلمان وہ اس میں پھر داخل ہو جائیں اس کے سوا ان کے لئے اور کوئی ترقی کی راہ کھلی نہیں ہے۔ ۵۴

۵۴ حل لغات۔ ذرّیۃ کے لئے دیکھو یونس ۸۴

شکور:۔ شکر سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اور شکر کے معنی کے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

قَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ فِي الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ

اور ہم نے اس کتاب میں بنی اسرائیل کو یہ بات (کھولکر) پہنچادی تھی کہ تم یقیناً

فِي الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا ۝ فَاِذَا

اس ملک میں دوبار فساد کروگے۔ اور یقیناً تم بہت بڑی سرکشی (اختیار) کروگے ۵ اور جب

لئے دیکھو ابراہیم ۶

تفسیر یعنی اس کتاب کے نزول کے بعد ہم نے ان سے کہا کہ اے نوح کے ساتھیوں کی ذریت تمہارا دادا نوح تو بڑا شکرگذار بندہ تھا یعنی تم بھی اپنے باپ کے سپوت بننا اور شکرگذار بننے کی کوشش کرنا۔

بعض نے اس قول کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پر محمول کیا ہے۔ مگر میرے نزدیک یہ موسیٰ کی قوم ہی کے متعلق ہے کیونکہ اس آیت کے بعد بھی پھر موسیٰ کی قوم کا ذکر شروع ہوجاتا ہے ان الفاظ میں بنی اسرائیل کو اس طرف بھی توجہ دلائی گئی ہے کہ جس طرح نوح کو ہم نے طوفان سے بچایا تھا تم کو سمندر سے نجات دی ہے پس نوح اور ان کے ساتھیوں کی طرح تم بھی شکرگذار بنو۔

اس آیت میں مسلمانوں کو بھی توجہ دلائی گئی ہے کہ ایک مخالفت کے طوفان سے ہم تم کو نجات دینے والے ہیں۔ تم بھی اس کی قدر کرنا۔ امت محمدیہ اور موسوی میں یہ فرق ہے کہ موسیٰ کی امت نے شکرگذاری سے کام نہ لیا لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع نے شکرگذاری کا بے نظیر نمونہ دکھایا۔ گو کچھ عرصہ بعد میں مسلمانوں نے بھی ناشکری کا نمونہ دکھایا اور اسی کی طرف درحقیقت ان آیات میں توجہ دلائی گئی ہے۔

۵ حل لغات ۔ قَضَيْنَآ۔ قضی (یقضی) سے جمع متکلم کا صیغہ ہے۔ اور قَضَى الشیٔ کے معنی ہیں اَعْلَمَهٗ وَبَيَّنَهٗ۔ کسی چیز کو خوب کھول کر بتایا۔ (اقرب) پس قَضَيْنَا کے معنے ہونگے۔ اعلمنا و اخبرنا۔ ہم نے یہ بات کھولکر بتادی۔ قضی کی مزید تشریح کے لئے دیکھو حجر ۵۸

ولتعلن

وَلَتَعْلُنَّ :۔ علا (یعلو) سے مضارع کا صیغہ ہے۔ اور علا الشیٔ کے معنے ہیں ارتفع۔ کوئی چیز بلند ہوئی۔ عَلَا فلان فِی الْاَرْضِ۔ تکبر و تجبر اس نے تکبر اور سرکشی کی۔ عَلَا فلانًا۔ غَلَبَهٗ وقهرهٗ کسی پر غالب آیا۔ عَلَا فلانًا بالسیف :۔ ضربه۔ اسے تلوار ماری۔ علا المکان۔ صَعِدَهٗ۔ کسی جگہ پر چڑھا۔ علا فی المکارم۔ شرف۔ خوبیوں میں ممتاز ہوا (اقرب) پس وَلَتَعْلُنَّ کے معنے ہونگے۔ کہ تم سرکشی کروگے۔

تفسیر فرمایا کہ تمہارا نبی مثیل موسیٰ قرار دیا گیا ہے اس مشابہت کو پورا کرنے کے لئے اسے بیت المقدس اور اس کے گرد کا علاقہ دیا جانے والا ہے۔ پس تم کو اس امر میں احتیاط کرنی چاہیئے کہ جو کچھ بنی اسرائیل سے بعد میں معاملہ ہوا وہ تم سے نہ ہو اور وہ واقعہ یہ بیان فرماتا ہے کہ بنی اسرائیل کے متعلق ہم نے خبر دی تھی کہ دو دفعہ تم دنیا میں عظیم الشان فساد کے مرتکب ہوگے۔ اور سخت مظالم کروگے اور تم کو اس کی سزا میں تباہ کر دیا جائے گا گو سزا دینے کا یہاں لفظاً ذکر نہیں کیا گیا لیکن اگلی آیت سے یہ مضمون ظاہر ہے۔

۱ لفت مسلمانوں کو بھی طوفان سے نجات دینے کی پیشگوئی

۲ مسلمانوں کے لئے یہود سے عبرت حاصل کرنے کا موقعہ

قَضَيْنَا

اس آیت سے مندرجہ ذیل امور نکلتے ہیں (۱) اس میں قَضَيْنَا فِی الْكِتٰبِ کے الفاظ ہیں۔ جن سے مراد حضرت موسیٰ کی کتاب ہے (۲) اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ بنی اسرائیل کے دو دفعہ باغی ہوکر الٰہی عذاب میں مبتلا ہونے کی خبر اس کتاب میں پہلے سے دے دی گئی تھی۔ نئے اور پرانے مفسرین نے اس آیت

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کی تفسیر میں دو غلطیاں کی ہیں۔ اوّل تو یہ کہ بنی اسرائیل کی تباہی
اس آیت سے دو امور کا ثبوت کے بعض واقعات تو درج کر دئے ہیں لیکن قرآنی الفاظ کی
صداقت کے اظہار کے لئے وہ پیشگوئی درج نہیں کی جس کا
ذکر قرآن کریم نے کیا ہے۔ دوم جنہوں نے پیشگوئی بیان کرنے کی
طرف توجہ کی ہے انہوں نے یہ نہیں سوچا کہ اس آیت میں یہ بتایا
گیا ہے کہ پیشگوئی موسیٰ علیہ السلام کی کتاب میں بیان کی گئی تھی۔
پس ان دونوں امور کو مدنظر رکھا ہے اور موسیٰ کی کتب سے
پیشگوئیاں بیان کی ہیں اور واقعات تاریخی جمع کر کے لکھے ہیں۔

علا کے معنی

علا بمعنے ظلم ہے یعنی تم لوگوں کے اوپر ظلم کرو گے جبر کرنے
لگ جاؤ گے اور تکبر کرو گے اور ظلم سے کام لو گے کیونکہ عَلَا
(یَعْلُوْ۔ عُلُوًّا) فلانٌ کے معنی ہوتے ہیں تکبّر و تجبر یعنی
تکبر کیا اور ظلم سے کام لیا۔ وعَلَوْتُ فلانًا بالسیف فوبہ اسکو تلوار سے مارا

فی الکتب۔ کہکر یہ بتایا ہے کہ اس کا ذکر موسیٰ کی کتاب
یہود کی تباہی کا ذکر بائیبل میں۔ میں ہے۔ چنانچہ موسیٰ کی کتاب میں بھی اس کا ثبوت ملتا ہے
استثناء باب ۲۸۔ آیت ۱۵ میں لکھا ہے "لیکن اگر تُو
خداوند اپنے خدا کی آواز کا شنوا نہ ہوگا کہ اس کے سارے
شرعوں اور حکموں پر جو آجکے دن میں تجھے بتاتا ہوں دھیان
رکھ کے عمل کرے تو ایسا ہوگا کہ یہ ساری لعنتیں تجھ پر اتریں گی
اور تجھ تک پہنچیں گی۔" اس کے بعد ان لعنتوں کا ذکر کیا ہے
جو نافرمانی کی وجہ سے ان پر اتریں گی۔ چنانچہ فرماتا ہے "خداوند
تجھ کو اور تیرے بادشاہ کو جسے تُو اپنے اوپر قائم کرے گا ایک
گروہ کے درمیان جس سے تُو اور تیرے باپ دادے واقف
نہ تھے لے جائے گا۔" آیت ۳۶۔ پھر لکھا ہے "خداوند ایک
گروہ دُور سے زمین کی انتہا سے ایسا جلد بلکہ جیسا عقاب
اُڑتا ہے تجھ پر چڑھا لائے گا وہ ایک گروہ ہوگی جسکی زبان
تُو نہ سمجھے گا وہ ترشرو گروہ ہوگی جو نہ بوڑھے کا ادب نہ جوان
پر کرم کرے گی اور وہ تیری مواشی کا پھل اور تیری زمین کا پھل
کھا جائے گی یہاں تک کہ تو ہلاک ہو جائے۔ اس لئے کہ غلّے
اور مے اور تیل اور تیری گائے بیل کی بڑھتی اور بھیڑ بکری کے
گلوں سے تیرے لئے کچھ نہ چھوڑے گی یہاں تک کہ وہ تجھے
فنا کر دے گی اور وہ تجھے تیرے سب پھاٹکوں میں آگھیرے گی
یہاں تک کہ تیری اونچی اور محکم دیواریں جن کا تجھے اپنے سارے
ملک میں بھروسا تھا گر جائینگی اور وہ تجھے اس ساری زمین میں
جسے خداوند تیرے خدا نے تجھے دیا ہے ہر ایک شہر کے سب
پھاٹکوں میں آگھیرے گی۔ اور تو اپنے ہی بدن کا پھل ہاں اپنے
بیٹوں اور اپنی بیٹیوں کا گوشت جنہیں خداوند تیرے خدا
نے بخشا تھا اس محاصرہ کے وقت اور اُس تنگی میں جو تیرے
بیریوں کے سبب سے تجھ پر ہوگی کھائے گا وہ شخص جو تم میں
نرم دل اور بہت ناز پروردہ ہوگا اسکی بھی نظر اپنے بھائی کی
طرف اور اپنی ہمکنار جورو کی طرف اور اپنے باقی لڑکوں کی طرف
جنہیں اُس نے چھوڑ دیا ہوگا بُری ہوگی یہاں تک کہ وہ اپنے
بچوں کے گوشت میں سے جسے وہ کھائے گا انہیں ان میں سے
کسی کو کچھ نہ دے گا کیونکہ اس محاصرے اور تنگی میں جو تیرے
دشمنوں کے باعث سے تیرے سارے پھاٹکوں میں تجھ پر ہوگی
اس کے لئے کچھ نہ باقی رہے گا وہ عورت بھی جو تمہارے درمیان
نرم دل اور نہایت نازنین ہوگی۔ ایسی کہ نزاکت اور نرمی سے
اپنے پاؤں کا تلوا زمین پر لگانے کی جرأت نہیں رکھتی اسکی نظر
اپنے ہمکنار شوہر کی طرف اور اپنے بیٹے کی طرف اور اپنی بیٹی کی طرف
بُری ہوگی۔" آیت ۴۹ تا ۵۶۔ پھر لکھا ہے:۔

"اور یُوں ہوگا کہ جس طرح خداوند نے تم سے خوش ہو کر
تمہارے ساتھ نیکی کی اور تمہیں بہت کر دیا اُسی طرح خداوند
تمہاری بابت خوش ہوگا کہ تمہیں ہلاک کرے اور نیست و نابود
کر ڈالے اور تُو اس سرزمین سے جس کا تُو مالک ہونے جاتا ہے
جڑ سے اُکھاڑ ڈالا جائیگا۔ اور خداوند تجھ کو سب قوموں کے
درمیان زمین کے اس سرے سے اس سرے تک تتر بتر کریگا
اور وہاں تُو غیر معبودوں کی جو لکڑیاں اور پتھر ہیں جس سے نہ تُو
نہ تیرے باپ دادے واقف تھے پرستش کریگا" آیت ۶۳ و ۶۴

ان آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ
نے بنی اسرائیل کو خبردار کیا ہے کہ اگر وہ احکام الٰہی کو توڑ دینگے
تو ایک وقت ایسا آئے گا کہ ایک غیر قوم دُور سے ان پر چڑھ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِيْ

ان دو (بار کے فسادوں) میں سے پہلی (بار) کا وعدہ (پورا ہونے کا وقت) آیا۔ تو ہم نے اپنے بعض ایسے بندوں کو

بَاْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ ۭ وَكَانَ وَعْدًا

(تمہاری سرکوبی کے لئے) تم پر (مستولی کر کے) کھڑا کر دیا جو سخت جنگ جو تھے۔ اور وہ (تمہارے) گھروں کے اندر جا گھسے۔ اور یہ وعدہ

مَّفْعُوْلًا ۝ ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَ

بہرحال) پورا ہو کر رہنے والا وعدہ تھا ۵۶ پھر ہم نے تمہاری طرف (دشمن پر) دوبارہ حملہ کی طاقت کو لوٹا دیا اور ہم نے کئی

آئے گی۔ اور ان کا محاصرہ کرے گی محاصرہ کے وقت قحط اور وبا پڑیں گے۔ آخر ان کے شہروں کی فصیلیں توڑ دی جائینگی بادشاہ قید کر کے لے جایا جائے گا۔ اور قوم جلاوطن کر کے دُور علاقوں میں بھیج دی جائے گی۔ یہ پیشگوئی اُن دو فسادوں میں سے جن کا قرآن کریم نے ذکر کیا ہے پہلے فساد کی نسبت ہے۔

یہ جو فرمایا قَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اس کے یہ معنی ہیں کہ ہم نے ایک وحی کے ذریعہ سے بنی اسرائیل کو آئندہ آنے والی اس مصیبت سے خبردار کر دیا تھی مگر افسوس کہ وہ پھر بھی ہوشیار نہ ہوئے۔

دراصل پہلے بتانے سے غرض ہوشیار کرنا ہی ہوتا ہے اور ہوشیار کرنے کے دو مقصد ہوتے ہیں۔ (۱) انسان کوشش کرے اور بچ جاوے۔ (۲) اگر نہ بچے تو اس پر حجت پوری ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی امت کے متعلق فرمایا ہے لتتبعن سنن من کان قبلکم (بخاری جلد رابع کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ) کہ تم پہلے لوگوں کے طریقہ پر عمل کرو گے۔ اور بعض احادیث میں ہے کہ یہود و نصاریٰ کے نقش قدم پر چلو گے مگر افسوس کہ باوجود ہوشیار کر دینے کے مسلمان بھی اس آفت سے نہ بچے۔

۵۶ حل لغات۔ اولی باس:۔ اُولُو جمع ہے جس کے معنے ذُو کے ہیں (یعنی فلاں صفت والے) اس کا مفرد نہیں آتا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ اسم جمع ہے۔ اور اس کا مفرد ذو ہے جیسے غنم اسم جمع ہے۔ اور شاۃ اس کا مفرد ہے (اقرب) الباس:۔ العذاب۔ عذاب۔ الشدۃ فی الحرب گھمسان کی لڑائی (اقرب) مزید تشریح کے لئے دیکھو سورۃ نحل ع۱۴ میں اُولی باسٍ کے معنے ہونگے۔ جنگجو۔

قضاء کے معنی

جاسوا:۔ جَاسَ (یَجُوْسُ جَوْسًا) الشَّیْءَ کے معنی ہیں۔ طَلَبَهٗ بِالْاِسْتِقْصَاءِ۔ کسی چیز کو حاصل کرنے میں انتہائی محنت و کاوش سے کام لیا۔ اور جَاسُوْا خِلٰلَ الدِّیَارِ کے معنے ہیں۔ دَارُوْا فِیْهَا بِالْعَیْثِ وَالْفَسَادِ۔ علاقوں میں فساد اور تباہی مچاتے ہوئے گھس گئے وفسّرہ الجوھری بقولہ ای تخلّلوا فطلبوا ما فیھما یجوس الرجل الاخبار ای یطلبھا۔ اور جوہری نے جَاسُوْا خِلٰلَ الدِّیَارِ کے معنے یہ کئے ہیں۔ وہ علاقوں میں گھس گئے۔ اور مال و دولت کو حاصل کرنا چاہا۔ (اقرب)

جاسوا

انسان کو ہوشیار کرنے کے دو مقصد

دیار:۔ دار کی جمع ہے اور دار کے معنی المحلّ المکان والعرصۃ۔ صحن۔ میدان۔ البلد شہر۔ ملک۔ علاقہ (اقرب) خِلٰلَ الدِّیَارِ:۔ ما حوالی حدودھا وما بین بیوتھا ملکوں کی حدوں اور ان کے گھروں کے درمیان (اقرب)

دیار

آنحضرت کا اپنی امت کو ہوشیار کرنا

تفسیر۔ اب اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا حال بتاتا ہے اور فرماتا ہے کہ جب پہلے وعدہ کا وقت آگیا تو اے بنی اسرائیل ہم نے تم پر ایسے لوگ غالب کر دیئے جو سخت

اُولِی باسٍ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جنگ کرنے والے تھے۔ وہ آئے اور تمہارے گھروں میں گھس گھس کر انہوں نے تم کو ہلاک کر دیا۔

وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُولًا۔ وہ وعدہ ہمارا پورا ہو کر رہنے والا تھا۔ یا یہ کہ ہمارا وعدہ پورا ہو ہی گیا ہے۔

آیت میں یہود پر دو عذابوں کا ذکر

جن دو عذابوں کے متعلق اس آیت میں خبر دی گئی ہے اس کا ذکر قرآن کریم میں ایک دوسری جگہ یوں کیا گیا ہے لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ۔ (مائدہ ع ۱۱) اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت داؤد کے بعد عذاب آیا۔ اور ایک دفعہ حضرت عیسٰی کے بعد آیا۔

یہود پر پہلے عذاب کا ذکر بائبل میں

پہلے عذاب کا حال بائبل سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہود حضرت موسیٰ کے بعد طاقتور ہو گئے تھے۔ حتّٰی کہ حضرت داؤد کے زمانہ میں ایک زبردست حکومت کی بنیاد پڑ گئی جو ان کے بعد بھی ایک عرصہ تک قائم رہی اور آخر آہستہ آہستہ کمزوری ہوتی گئی اور آخری زمانہ میں بابل کے شمال کے علاقہ میں بسنے والی اشوری قوموں نے ان کو شکست دی یہ قوم نینوا کی بادشاہ تھی۔ انہوں نے یہود کو اپنا باجگزار بنا لیا۔ اس کے بعد "نیکو" ایک مصر کا شہزادہ تھا۔ اس نے اسوریوں کو شکست دی اور وہ نینوا کی بجائے مصریوں کے باجگذار بن گئے۔ ۶۰۰ سال قبل مسیح کے قریب اور حضرت داؤدؑ سے قریباً ۴۰۰ سال بعد یرمیاہ نبی کی معرفت ان کو انکی خرابیوں پر اللہ تعالےٰ نے پھر متنبہ کیا۔ اور ان کے گناہوں پر انہیں پھر تنبیہ کی اور فرمایا کہ اگر اب بھی توبہ کر لو تو وہ جو تمہارے لئے جلاوطنی کی پیشگوئی تھی ٹلا دی جائے گی مگر وہ باز نہ آئے (یرمیاہ باب)

آخر اللہ تعالےٰ نے بابلیوں کو ان کے عذاب کے لئے مسلط کیا۔ یہ واقعہ بائبل کی کتاب ۲ سلاطین باب ۲۵ میں یوں لکھا ہے "شاہ بابل نبوکدنضر نے اور اسکی ساری فوج نے یروشلم پر چڑھائی کی۔" آیت ۱۔ اور اس کا محاصرہ کیا۔ یہ محاصرہ بہت دیر تک رہا۔ اس وقت یروشلم کا بادشاہ صدقیاہ تھا۔ جب محاصرہ نے طول پکڑا تو شہر کے اندر غلہ کم ہو گیا لکھا ہے "تب شہر ٹوٹا" آیت ۴ یعنے بابل کی فوج نے فصیل توڑ دی۔ آخر لوگ ایک طرف کا دروازہ کھول کر بھاگے صدقیاہ بادشاہ بھی بھاگا مگر پکڑا گیا اس کی آنکھیں نکالی گئیں اور آنکھیں نکالنے سے پہلے اس کے بیٹوں کو اس کے سامنے ہلاک کر دیا گیا پھر اس کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر اسے بابل لے گئے آیت ۷ تا ۷۔ اس کے بعد شاہ بابل نے اپنے ایک افسر نبوزردان کو یروشلم بھجوایا۔ اس نے آکر "خداوند کا گھر اور بادشاہ کا قصر (محل) اور یروشلم کے سارے گھروں اور ہر ایک بڑے گھر کو جلا دیا۔ اور کسدیوں کے سارے لشکر نے جو نبوزردان کے ہمراہ تھا ان یوراس کو جو یروشلم کے گرد اگرد تھیں گرا دیا اور باقی لوگوں کو جو شہر میں چھوڑے گئے تھے اور ان کو جنہوں نے اپنوں کو چھوڑ کے شاہ بابل کی پناہ لی تھی تمام جماعت کے بقیہ کے ساتھ نبوزردان جلوداروں کا سردار پکڑ کر لے گیا" آیت ۹ تا ۱۱۔

یرمیاہ نبی کی کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ اس تباہی کا ایک بڑا باعث سبت کی بے حرمتی تھی۔ چنانچہ لکھا ہے "تب میں نے یہوداہ کے شریف لوگوں سے تکرار کر کے کہا کہ یہ کیا بُرا کام ہے جو تم کرتے ہو کہ سبت کے دن کو مقدس نہیں جانتے ہو کیا تمہارے باپ دادوں نے ایسا نہیں کیا اور ہمارا خدا ہم پر اور اس شہر پر یہ سب آفتیں نہیں لایا؟ تب بھی تم سبت کے دن کو پاک نہ مان کے اسرائیل پر زیادہ غضب بھڑکاتے ہو؟" باب ۱۳۔ آیت ۱۷ تا ۲۷۔

اسی طرح حزقیل نبی نے بھی اس وقت یہود کو ڈرایا تھا۔ انہوں نے ان کے بہت سے گناہوں کا ذکر کرتے ہوئے ان میں سے ایک گناہ یہ گنایا ہے کہ "تو نے میرے مقدسوں کو ناچیز جانا ہے اور میرے سبتوں کو ذلیل کیا ہے" حزقیل باب ۲۲ آیت ۸۔ پھر باب ۲۳ آیت ۳۸ میں ہے "اس کے سوا انہوں نے مجھ سے یہ کیا ہے کہ اسی دن انہوں نے میرے مقدس کو ناپاک کیا اور میرے سبتوں کو حرمت نہ دی۔"

یہ ہے سبت کی بے حرمتی کے حوالے اس لئے دیئے ہیں کہ اس

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

أَمْدَدْنٰكُمْ بِأَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَجَعَلْنٰكُمْ أَكْثَرَ

قسم کے مالوں اور (نیز) بیٹوں کے ذریعہ سے تمہاری مدد کی۔ اور ہم نے تمہیں جتھے کے لحاظ سے بھی (پہلے سے) زیادہ

نَفِيْرًا ۝ إِنْ أَحْسَنْتُمْ أَحْسَنْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ ۖ وَ

کر دیا ۝ (اب) اگر تم نیکو کار بنو گے تو نیکو کار بن کر اپنی جانوں کو ہی فائدہ پہنچاؤ گے۔ اور

یہود پر تباہی سبت کی بے حرمتی کی وجہ سے آئی

جگہ صرف سخت عذاب کی خبر بتائی گئی ہے مگر درحقیقت اشارہ سورہ نحل کی آیات کی طرف ہے جن میں کہا گیا تھا کہ اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ (نحل ع ۱۶) یعنی سبت کا عذاب ان لوگوں پر نازل کیا گیا تھا جنہوں نے الٰہی کلام میں اختلاف کرکے دین کو نقصان پہنچایا تھا۔ قرآن کریم کے مضامین کی ترتیب کی اس آیت میں ایک زبردست شہادت ہے کہ سورہ نحل جو بعد میں اُتری ہے اس میں سبت کا ذکر ہے سورۂ بنی اسرائیل اس سے پہلے کی نازل شدہ ہے اور اس کے مضامین سورۂ نحل سے اس طرح چسپاں ہو جاتے ہیں گویا سورہ نحل پہلے کی ہے اور اسرا بعد کی۔ اور اس میں سورۂ نحل کے مضامین کے جواب دیئے گئے ہیں اور انکی تکمیل کی گئی ہے۔

تاریخ سے بابلیوں کی اس چڑھائی کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ جب یہود کمزور ہو گئے تو اسوریوں نے فلسطین کو فتح کرکے اپنا تابع کر لیا۔ لیکن اس کے بعد ایک مصری بادشاہ فرعون نیکو (PHARAOH NECHO) نامی نے اسورین حکومت کو تباہ کر دیا۔ اور فلسطین اسوریوں کی حکومت سے نکل کر مصر کی حکومت تلے آ گیا۔ فرعون مصر نے یوسیاہ کے بیٹے الیاقیم (اس کا نام یہویقیم کر دیا گیا) ELIAKIM کو وہاں کا بادشاہ بنا دیا۔ لیکن اس دوران میں اسورین حکومت کی تباہی کو دیکھ کر اس کے ہمسایہ کلدانی (CHALDEAN) بادشاہ نے اپنے بیٹے نبوکدنضر (NEBUCHADNEZZAR) کو نیکو کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ اور نبوکد نضر نے مصر کو فتح کر لیا۔ اور فلسطین بابلیوں کے زیر اثر آ گیا۔ مگر فلسطین کا بادشاہ یہویقیم مصر کی طرف مائل رہا۔ اس پر نبوکد نضر نے اس پر چڑھائی کی (یہ چڑھائی نبوکد نضر کے جرنیل نے کی ۵۸۷ ق م جس کا نام نبوزر آدم تھا) مگر اس کے لشکر پہنچنے سے پہلے بادشاہ یہویقیم مر گیا۔ اس کا بیٹا یہویکین (JEHOICHIN) تاب مقابلہ نہ لا کر معافی کا طلبگار ہوا۔ اسے بابل بلا لیا گیا۔ اور صدقیاہ (ZED CHIAH) (یہ یہویقیم کا بھائی تھا اور اس کا اصل نام متنیاہ / MATTANIAH تھا) کو فلسطین کا بادشاہ بنا دیا گیا۔ مگر اس نے بھی مصر کے بادشاہ حوفرا (HOPHRA) کی طرفداری کی۔ اس پر بابلیوں نے ۵۸۸ قبل مسیح میں فلسطین کے دارالخلافہ کا محاصرہ کر لیا۔ آخر ۵۸۶ قبل مسیح میں شہر کی دیوار توڑ دی گئی۔ صدقیاہ بھاگا۔ مگر گرفتار کر لیا گیا۔ اور بادشاہ کے حکم سے قید کرکے بابل پہنچایا گیا۔ بابلیوں نے یہود کی مقدس عمارات کو جلا دیا۔ اور فصیل کو گرا دیا۔ اور شہر برباد کر دیا۔

۷ حل لغات ۲ الکرّۃ: کَرَّ الفارسُ کرًّا کے معنے ہیں فَرَّ للجولان ثم عاد للقتال یعنی سوار نے پہلے میدان جنگ میں چکر لگایا۔ پھر لڑنے کے لئے لوٹا۔ الکرّۃ کے معنے ہیں۔ المدّۃ۔ باری۔ دفعہ۔ الحملۃ فی الحرب۔ لڑائی میں حملہ (اقرب) پس ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ کے معنے ہیں۔ تمہاری طرف دوبارہ حملہ کی طاقت کو لوٹا دیا۔ نفیر:۔ النفیر لعادون العشرۃ من الرجال ۳ نفیر

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

إِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا ۚ فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ الْآخِرَةِ لِيَسُوءُوا

اگر تم برا کرو گے تو (بھی) ان (ہی) کے لئے (برا کرو گے) پھر جب دوسری بار والا وعدہ (پورا ہونے کا وقت) آگیا۔ تاکہ وہ (دیکھنے تمہارے دشمن) تمہارے

وُجُوهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوهُ أَوَّلَ

معزز لوگوں سے ناپسندیدہ معاملہ کریں اور (اسی طرح) مسجد میں داخل ہوں۔ جس طرح وہ اس میں پہلی بار داخل ہوئے تھے۔ اور جس چیز پر

مَرَّةٍ وَلِيُتَبِّرُوا مَا عَلَوْا تَتْبِيرًا ○ عَسَىٰ رَبُّكُمْ

غلبہ پائیں۔ اسے بالکل تباہ و برباد کر دیں۔ ۵۸ (اب بھی) کچھ بعید نہیں کہ تمہارا رب

دشمن سے کم لوگوں پر نفیر کا لفظ بولتے ہیں۔ القوم ینفرون معك ویتنافرون فی القتال۔ وہ لوگ جو لڑائی کے لئے گھروں سے اکٹھے نکلیں وقیل هم الجماعة یتقدمون فی الامر۔ اور بعض کہتے ہیں۔ کہ نفیر لوگوں کی اس جماعت کو کہتے ہیں جو کسی کام میں پیش قدمی کرے (اقرب)

تفسیر یعنی اس تباہی کے بعد پھر خدا تعالیٰ نے تم کو نجات دی اور طاقت عطا کی اور یہ اس طرح ہوا کہ یہود کی اس تباہی کے بعد میڈیا اور فارس کا بادشاہ بابل پر چڑھ آیا اور بنی اسرائیل اپنے ایک نبی کے حکم کے ماتحت اس کے ساتھ مل گئے اور اس نے ان کو قید سے آزاد کر دیا۔ اس کا تفصیلی ذکر سورۃ بقرہ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے واقعہ میں گذر چکا ہے

یہود کی پہلی تباہی کے بعد نجات کی خبر بائبل میں

اس واقعہ کی نسبت حضرت موسیٰ نے ان الفاظ میں پیشگوئی کی تھی" اور یوں ہوگا کہ جب یہ سب کچھ تجھ پر گذر جائیگا برکت اور لعنت جنہیں میں نے تیرے آگے رکھا اور تو ان سب قوموں میں جہاں جہاں خداوند تیرا خدا تجھ کو بھگائے انہیں یاد کریگا اور تو خداوند اپنے خدا کی طرف پھرے گا۔ اور ان حکموں کے موافق جو آج میں نے تجھے کہے تو اپنے بال بچوں سمیت اپنے سارے دل اور اپنے سارے جی سے اسکی آواز کو سن لے گا۔ تب خداوند تیرا خدا تیری اسیری کو بدلے گا۔ اور تجھ پر رحم کریگا پھر کے تجھ کو ان سب قوموں میں سے جن میں خداوند تیرے خدا نے تجھے تتر بتر کیا اکٹھا تجھے جمع کریگا۔ اگر تجھ میں سے کوئی آسمان کی اس انتہا تک بھگایا گیا ہوگا تو خداوند تیرا خدا وہاں سے تجھے جمع کریگا اور وہاں سے تجھے پھیر لائے گا۔ اور خداوند تیرا خدا تجھ کو اس زمین میں جس پر تیرے باپ دادے قابض ہوئے تھے لائے گا اور تو اس کا مالک ہوگا۔ اور وہ تجھ سے نیکی کرے گا اور تیرے باپ دادوں سے زیادہ تجھے بڑھائے گا" استثناء باب ۳۰ آیت ۱ تا ۵۔ ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ نے پہلی تباہی کے بعد بنی اسرائیل کی دوبارہ بحالی کی خبر دی تھی اور اسی کی طرف ان آیات میں اشارہ ہے اور اس بحالی کا حال یہ ہے کہ ۴۴۵ قبل مسیح میڈیا اور فارس کے بادشاہ نے جس نے بابل فتح کر لیا تھا۔ اس صلہ میں کہ یہود نے اسکی مدد کی تھی ان کو واپس یروشلم جانے کی اجازت دے دی۔ یہود کے ایک نبی نحمیاہ کو دوبارہ آباد کرنے کے لئے بھیجا گیا تا وہ یروشلم اور دوسرے یہودی مقامات کو دوبارہ آباد کریں اس بادشاہ کا نام خورس تھا اور انگریزی میں اسے سائرس لکھتے ہیں۔ اس نے نہ صرف یہود کو ان کے وطن میں واپس جانے کی اجازت دی بلکہ وہ سامان جو وہاں سے نبوکد نضر لے گیا تھا وہ بھی ان کو واپس دے دیا (عزرا باب ۱ آیت ۲ و ۳ و ۷ و ۸) (یہ عزرا وہی عزیر ہیں جن کا قرآن کریم میں ذکر آتا ہے کہ یہود انہیں خدا کا بیٹا کہتے تھے)

لِيَسُوءُوا

۵۸ حل لغات "لِيَسُوءُوا" :- ساءَ سے مضارع مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ اور ساءَهُ (یسوءهُ سَوْءٌ) کے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اَنْ يَّرْحَمَكُمْ ۚ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا ۘ وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا ۝

تم پر رحم کرے اور اگر تم (پھر اپنے اسی رویہ کی طرف) لوٹے تو ہم بھی (اپنی اسی سنت کی طرف) لوٹیں گے۔ اور (یاد رکھو کہ) جہنم کو ہم نے

منے ہیں۔ فعل ما یکرھہ او احزنہ۔ اس سے ایسا معاملہ کیا جس کو وہ ناپسند کرتا تھا یا اس کو غمگین کیا (اقرب)

وُجُوْهٌ:۔ وجہ کی جمع ہے۔ اور الوجہ کے معنے ہیں نفس الشیٔ۔ کسی چیز کی ذات۔ سیّد القوم۔ قوم کا سردار۔ الجاہ۔ عزت (اقرب)

وَلِيُتَبِّرُوْا:۔ تَبَّرَ سے مضارع مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ اور تبّرہ کے معنے ہیں۔ اھلکہ ودمّرہ۔ اس کو ہلاک و تباہ کر دیا۔ تَبَّرَ کلّ شیٔ:۔ کسّرہ وفتّتہ۔ کسی چیز کو توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

التباب: الھلاک۔ ہلاکت (اقرب) وَلِيُتَبِّرُوْا کے معنے ہوں گے۔ کہ وہ ہلاک کر دیں۔

تفسیر۔ اس آیت میں یہود کے دوسرے فساد کی خبر دی گئی ہے اور پھر اسکی سزا کا ذکر کیا گیا ہے۔ فساد ان کا حضرت مسیحؑ کو دُکھ دینا تھا۔ اور سزا ان کا رومیوں کے ہاتھوں سے تباہ ہونا تھا یہ واقعہ صلیب کے واقعہ کے ۴۰ سال بعد کا ہے۔ گویا حضرت عیسیٰؑ کی زندگی میں ہی یہ واقعہ ہوا کیونکہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انکی عمر ۱۲۰ سال تھی۔ اور تینتیس سال کی عمر میں وہ صلیب پر لٹکائے گئے تھے

اس عذاب کی تفصیل یہ ہے۔ کہ وسپیسین نامی ایک رومی جرنیل تھا اسے بادشاہ روم نے یہود کی سرکشیوں کی وجہ سے انکی سرکوبی کا حکم دیا تھا۔ جب یہ اس حکم کے بجا لانے میں مشغول تھا۔ اسے ایک کشف نظر آیا۔ جسکی تعبیر اس نے یہ کی کہ مجھے روم واپس جانا چاہیئے۔ کیونکہ وہاں سے فسادات کی خبریں آ رہی تھیں۔ اس کے واپس لوٹنے پر وہاں کچھ ایسے حالات پیدا ہوئے کہ اسے بادشاہ بنا دیا گیا اور اس نے اپنے بیٹے ٹائٹس کو فلسطینی مہم کا افسر مقرر کر دیا جس نے یروشلم کو ۷۰ء بعد مسیح فتح کر کے اس کے گرائے جانے کا حکم دیا۔ اور شہر کی دیواروں اور مسجد کو گرا دیا گیا اور یہودی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ گو ۱۳۵ء میں یہود نے پھر ایک ناکام بغاوت کی مگر وہ صرف چراغ سحری کے آخری شعلہ کی سی حیثیت رکھتی تھی۔ (انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا زیر لفظ جیو اور ہسٹوریئنز ہسٹری آف دی ورلڈ)

وُجُوْهَكُمْ

وَلِيُتَبِّرُوْا

اس واقعہ کی نسبت بائبل میں ان الفاظ میں حضرت موسیٰؑ کی پیشگوئی درج ہے۔ "انہوں نے اجنبی معبودوں کے سبب اُسے غیرت دلائی۔ اور وہ اُسے نفرتی کاموں سے غصے میں لائے۔ انہوں نے شیطانوں کے لئے قربانیاں گذرانیں نہ خدا کے لئے۔ بلکہ ایسے معبودوں کے لئے جنکو آگے وے نہ پہچانتے تھے۔ جو نئے تھے اور حال میں معلوم ہوئے اور ان سے تیرے باپ دادے نہ ڈرتے تھے۔ تو اس چٹان سے جس نے تجھے پیدا کیا غافل ہوا۔ اور اس خدا کو جس نے تجھے صورت بخشی بھول گیا۔ اور جب خداوند نے یہ دیکھا تو اُن سے نفرت کی اس لئے کہ اس کے بیٹوں اور اسکی بیٹیوں نے اسے غصہ دلایا۔ اور اس نے یہ فرمایا کہ میں اُن سے اپنا مُنہ چھپاؤں گا۔ تا کہ میں دیکھوں کہ انجام کیا ہوگا اس لئے کہ وہ کج نسل ہیں۔ ایسے لڑکے جن میں امانت نہیں۔ انہوں نے اس کے سبب سے جو خدا نے مجھے غیرت دلائی اور اپنی واہیات باتوں سے مجھے غصہ دلایا۔ سو میں بھی انہیں اس سے جو گروہ نہیں غیرت میں ڈالوں گا اور ایک بے عقل قوم سے انہیں خفا کرونگا کیونکہ میرے غصے سے ایک آگ بھڑکی ہے جو اسفل جہنم تک جلے گی اور زمین کو اس کے پیداوار سمیت کھا جائیگی اور پہاڑوں کی بنیادوں کو جلا دیگی۔ میں ان کی بلاؤں کو ان کے اوپر بڑھاؤنگا اور ان پر اپنے تیروں کو خرچ کروں گا۔ وہ بھوک سے جل جائینگے اور سوزندہ گرمی اور کڑوی ہلاکت کے لقمے ہونگے۔ میں ان پر درندوں کے دانتوں اور زمین کے زہردار سانپوں کو

وَلِيُتَبِّرُوْا

یہود کا دوسرا فساد اور اسکی سزا

بائبل میں یہود کی دوسری تباہی کا ذکر

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا ۝ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ

کافروں کے لئے قید خانہ بنایا ہے ۹ یہ قرآن یقیناً اس (راہ کی) طرف رہنمائی کرتا ہے جو سب سے

هِيَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ

زیادہ درست ہے اور مومنوں کو جو مناسب حال کام کرتے ہیں بشارت دیتا ہے

چھوڑوں گا۔ باہر سے تلوار اور اندر کے مکانوں سے خوف جو اُن کو اور کنواری کو بھی شیر خوار کو اور سر سفید کو بھی ہلاک کریں گے" استثناء باب ۳۲ آیت ۱۸ تا ۲۵۔ یہ پیشگوئی پہلی پیشگوئی کے بعد بلکہ اس پیشگوئی کے بھی بعد کہ پہلے فساد کے بعد اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کو واپس یروشلم میں لے آئے گا۔ بیان ہوئی ہے جس سے ظاہر ہے کہ اس سے پہلے عذاب کے بعد ایک دوسرے عذاب کی خبر دی گئی ہے۔ اور یہ عذاب وہ دوسرا عذاب ہے جس کا ذکر قرآن کریم نے لَتُفْسِدُنَّ فِي الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ کے الفاظ میں کیا ہے۔

آنحضرت کے متعلق پیشگوئی بائبل میں

الحصیر ۹ **حل لغات**۔ الحصیر: السجن قید خانہ (اقرب)

تفسیر یہ بنی اسرائیل کی کامل تباہی کی خبر دینے کے بعد اب قرآن کریم انہیں امید کا پہلو دکھاتا ہے اور فرماتا ہے کہ بائبل کا جہاں تک تعلق ہے تم ہمیشہ کے لئے ہلاک کر دیئے گئے ہو مگر موسوی مذہب سے باہر ہو کر تمہاری ترقی کی راہ ابھی کھلی ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ذریعہ سے دوبارہ ترقی کرنے کا تمہاری قوم کو موقعہ دیا ہے اس موقعہ سے فائدہ اُٹھاؤ اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث ہو جاؤ لیکن اگر تم نے اس موقعہ سے بھی فائدہ نہ اُٹھایا تو اللہ تعالیٰ کی سزائیں دوبارہ تم کو آگھیریں گی اور تم بالکل تباہ ہو جاؤ گے۔

بنی اسرائیل کے لئے کامل تباہی کے بعد ترقی کی امید قرآن کریم کے ذریعہ

مسلمانوں پر دوسری تباہی کی پیشگوئی

دیکھو ان آیات میں یہودی قوم کو سمجھانے کے لئے کیسا احسن طریق اختیار کیا ہے خود انکی کتب سے انکی تباہی کی خبر دی ہے اور بتایا ہے کہ خود یہودی کتب کے مطابق اب کوئی مستقبل یہودیت کے لئے باقی نہیں پس جب خود انکی کتب انکی ہلاکت کا فتویٰ دے چکی ہیں تو ان کو اس متروک راستہ کو چھوڑنے میں جسے خدا تعالیٰ چھڑوا چکا ہے عذر نہیں ہونا چاہیئے اور اسلام کو قبول کر کے دینی و دنیوی انعامات حاصل کرنے چاہئیں۔ اس نئے راستہ کے متعلق بھی بائبل میں خبر موجود ہے۔ استثناء باب ۳۳ آیت ۱ تا ۳ میں فرماتا ہے "اور یہ وہ برکت ہے جو موسیٰ مردِ خدا نے اپنے مرنے سے آگے بنی اسرائیل کو بخشی اور اس نے کہا کہ خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا۔ فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے داہنے ہاتھ ایک آتشی شریعت ان کے لئے تھی۔ ہاں وہ اس قوم سے بڑی محبت رکھتا ہے۔ اس کے سارے مقدس تیرے ہاتھ میں ہیں اور وہ تیرے قدموں کے نزدیک نزدیک بیٹھے ہیں اور تیری باتوں کو مانیں گے" یعنی اللہ تعالیٰ فاران سے جلوہ گر ہونے والے نبی کے ذریعہ سے پھر یہود کی برکت کا سامان پیدا کرے گا۔ اگر وہ چاہیں تو ہدایت پا کر ترقی کر سکتے ہیں۔ یہ پیشگوئی تباہی کی خبر کے معاً بعد دوسرے باب میں بیان ہوئی ہے۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ آیات مذکورہ بالا جہاں یہ بتا رہی ہیں کہ یہود کا مستقبل خود ان کی کتب کے رُو سے بالکل تاریک ہے وہاں مسلمانوں کو بھی توجہ دلاتی ہے کہ مسلمانوں پر بھی اسی طرح دوبارہ انکی بداعمالیوں کی وجہ سے عذاب آئے گا چنانچہ یہ عذاب خلافت عباسیہ کے خاتمہ پر آیا۔ اس کا موجب بھی یہی تھا جو بائبل نے یہود کی تباہی کا موجب بتایا ہے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا ۝ وَّاَنَّ الَّذِيْنَ

کہ ان کے لئے (بہت) بڑا اجر (مقدر) ہے ۱۰ اور یہ کہ جو لوگ

لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝ ع ۱۱

آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔ ۱۱

یعنے فرغانہ کی فتح کے بعد مسلمانوں نے کثرت سے وہاں کی خوبصورت لڑکیوں سے شادیاں کرلیں۔ یہ علاقہ بہت مشرک تھا۔ ان عورتوں کے اثر سے مسلمانوں میں بھی مشرکانہ عقائد پیدا ہونے لگے۔ اور اسلامی غیرت کمزور ہونے لگ گئی آخر ایک وحشی قوم نے بغداد پر حملہ کر دیا جو اپنی وحشت اور اجنبیت کے لحاظ سے اسلامی ممالک اور انکی تہذیب سے ویسی ہی بیگانہ تھی جیسی کہ بابل کی قوم جس نے فلسطین پر حملہ کیا تھا اٹھارہ لاکھ مسلمان صرف بغداد اور اس کے گرد و نواح میں قتل کیا گیا۔ شاہی خاندان کے تمام لوگوں کو انکی فہرستیں بنوا بنوا کر اور تلاش کر کر کے قتل کیا گیا۔ کہتے ہیں کہ صرف ایک شخص بھاگ بچ سکا اور اسی کی نسل سے بہاولپور کے والیان ریاست ہیں ان کے علاوہ کوئی بھی خاندان ایسا نہیں جو اپنے آپ کو عباس کی طرف منسوب کرے (اس نوٹ لکھنے کے بعد مجھے معلوم ہوا ہے کہ یوپی میں عباسی خاندان کی بعض شاخیں موجود ہیں ان میں سے ایک نے مجھے اپنا شجرہ نسب بھی بھجوایا ہے)۔

دوسری تباہی آخری زمانہ کے وقت مقدر تھی جس کے آثار اب نمودار ہو رہے ہیں۔ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا العیاذ باللہ۔

۱۰ تفسیر۔ یہ قرآن کریم یقیناً اس مقصد کی طرف ہدایت کرتا ہے جو پہلے لوگوں کے مقاصد سے بہت اعلیٰ ہے اس لئے ضروری ہے کہ اس کے نتائج بھی ان کتابوں سے اعلیٰ ہی نکلیں اور وہ انعام جو اس کے نتیجہ میں ملیں گے وہ روحانی بھی ہونگے اور جسمانی بھی۔ پس اس پر عمل کرو۔ اور انعام حاصل کرو۔ اسی طرح اس میں مسلمانوں سے کہا گیا ہے کہ تم کو پہلے لوگوں سے بڑھ کر اور بہتر انعام ملنے والا ہے۔ پس تم کو ان لوگوں سے زیادہ ہوشیار رہنا چاہیئے۔ تا ایسا نہ ہو کہ کسی وقت تمہاری نسلیں انعام پر اتر اکر خراب ہو جائیں اور الٰہی عذاب کی مستحق ہو جائیں۔

مسلمانوں کے لئے ڈرنے کا مقام ۲

۱۱ تفسیر۔ اس آیت میں اس مضمون کی طرف جو پہلی آیت میں اشارہ بیان ہوا تھا واضح کیا گیا ہے اور فرماتا ہے کہ جو قوم بھی اپنے انجام سے غافل ہو جائے آخر عذاب میں مبتلا ہو جاتی ہے۔

مسلمانوں پر پہلی تباہی یعنی بغداد پر خوفناک تباہی کے دن ۱

آخرت کے معنے بعد میں آنے والی چیز کے ہوتے ہیں قرآن کریم میں چونکہ یوم آخرت کا بار بار ذکر ہے لوگوں کے ذہن پر یہ امر مستولی ہو گیا ہے کہ آخرت کے معنے صرف یوم آخرۃ کے ہیں۔ حالانکہ یہ درست نہیں۔ آخرت کے اصل معنے بعد میں آنے والی شئے کے ہیں۔ پس جس موقعہ پر اس لفظ کا استعمال ہو اسی کے مطابق اس کے معنے کئے جانے چاہئیں اس جگہ موقعہ کے لحاظ سے قوموں کے انجام کے معنے نہایت مناسب ہیں اور معنے یہ ہیں کہ جو قومیں امر کو بھلا دیتی ہیں کہ ہر کمالے راز زوال۔ اور اپنے انجام کی اصلاح سے غافل ہو جاتی ہیں وہ ہمیشہ ذمہ واریوں کی ادائیگی میں بھی سست ہو جاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کی مستحق ہو جاتی ہیں پس ہر قوم کو اپنے انجام کو زیر نظر رکھنا چاہیئے اور ہر خرابی کے موقعہ پر اپنی قوم کی اصلاح کر لینی چاہیئے تا کہ اسے سچی زندگی ملتی رہے اور خدا تعالیٰ کے عذاب سے وہ بچ جائے۔

آخرت کے معنے ۲

مسلمانوں پر دوسری تباہی ۱

اس آیت سے پہلے جو دعا عاطفہ ہے وہ الٰہی معموں پر

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ ۭ وَكَانَ

اور جس طرح انسان بھلائی کو اپنی طرف بُلاتا ہے اسی طرح وہ بُرائی کو بھی اپنی طرف بلاتا ہے۔ اور

الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ۝ وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ

انسان بڑا جلد باز (واقع ہوا) ہے ۱۲ اور ہم نے رات اور دن (کے) دو نشان بنائے ہیں

دلالت کرتی ہے کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم مسلمانوں کو ہے اور مسلمان یوم آخر پر ایمان رکھتے تھے اس کے منکر نہ تھے۔

یدع الانسان

۱۲ حل لغات ۔ يَدْعُ الْاِنْسَانُ :۔ یدعو دعا سے مضارع واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے اور دعاءً (یدعُوْ دُعَاءً و دعوًا) کے معنے ہیں۔ رَغِبَ اِلَيْهِ اسکی طرف توجہ ہوا۔ دعا زیدًا :۔ استعانہ۔ زید سے مدد طلب کی۔ دعا فلانًا۔ ناداہ وصاح بہ۔ اس کو پکارا دعاہ الی الامرِ۔ ساقہ الیہ۔ کسی کام کی طرف اسے لے گیا۔ دعا فلانًا (دعوۃً۔ بدعاۃً) طلبہ لیاکل عندہ اسے کھانے کی دعوت دی (اقرب) دعابہ۔ استحضرہ۔ اسے آنے کی دعوت دی۔ (المنجد) وکل شیءٍ فی الاحتیاج الی شیءٍ فقد دعابہ۔ یقال لمن خلعت ثیابہ فقد دعت ثیابک ای احتجت ان تلبس غیرھا۔ جب کسی طرح کسی چیز کی احتیاج دوسری چیز کی طرف معلوم ہو تو اس احتیاج کو ظاہر کرنے کے لئے بھی دعا کا فعل باء کے صلہ کے ساتھ استعمال کرتے ہیں، چنانچہ کسی پرانے کپڑوں والے کو جب دَعَتْ ثیابک کہیں تو اس کے معنے یہ ہونگے کہ اس کے کپڑے اس بات کی ضرورت کو ظاہر کرتے ہیں کہ ان کو اُتار کر انکی جگہ اور کپڑے تبدیل کئے جائیں دعا بالکتاب کے معنے ہیں۔ استحضرہ۔ کہ کسی کتاب کو حاضر کرنے کی خواہش کی (تاج)

یدع الانسان کا مطلب اور دعاء کے مختلف معنی

الخبیر کے معنوں کے لئے دیکھو یونس ۱۲ نحل ۵۱

الخبیر

العجول۔ عجل سے مبالغہ کا صیغہ ہے اور العجول کے معنی ہیں۔ المُسْرِع۔ متعجل۔ الکثیر العجلۃ۔ جلد باز (اقرب) ۱۵

العجول

قرآنی الفاظ میں انسان کا لفظ بُرائی کو پکارنے کے ساتھ استعمال ہوا ہے اور وہ کی ضمیر بھلائی کو پکارنے کے فقرہ میں استعمال ہوئی ہے لیکن اُردو میں چونکہ بھلائی کا ذکر پہلے ہے اور بُرائی کا بعد میں کرنا پڑا۔ اس لئے انسان کا لفظ مجبوراً بھلائی کے ساتھ اور وہ کی ضمیر برائی کے ساتھ لگانی پڑی۔

تفسیر۔ یہ آیت ان معنوں کی تصدیق کرتی ہے جو مَیں نے اُوپر کی آیت کے کئے ہیں۔ کیونکہ اس میں اسی مضمون کی تشریح کی گئی ہے۔ قیامت کا ذکر نہیں کیا گیا۔ بلکہ اگلی آیتوں میں بھی وہی مضمون بیان ہوا ہے۔

اس سے پہلے کہ میں اس آیت کا مفہوم بتاؤں۔ میں اس آیت کا ترجمہ سمجھا دیتا ہوں۔ دعاء کے معنے اسے پکارنے اسکی طرف توجہ کرنے اور اس سے مدد مانگنے کے ہوتے ہیں لیکن دعابہ کے معنے اسے اپنے پاس آنے کی دعوت دینے کے ہوتے ہیں پس اس آیت کا مفہوم یہ نکلتا ہے کہ جبکہ انسان ظاہری طور پر خیر کو بُلا رہا ہوتا ہے وہ حقیقت میں شر کو بُلا رہا ہوتا ہے یا یہ نکلتا ہے کہ خیر کو بُلانے کا جو حق ہے اُسکی مانند وہ شر کو بُلاتا ہے۔ ان دونوں معنوں کے رُو سے آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب قوموں کو ترقی ملتی ہے وہ اس امر کو بھول جاتی ہیں کہ یہ ترقی انہیں اس لئے ملی ہے کہ تا وہ دین و دیانت کو قائم کریں اور بنی نوع انسان کے لئے امن اور ترقی کے سامان پیدا کر کے خدا کے فضلوں کو حاصل کریں۔ اور وہ دنیاوی نعمتوں کو جمع کرنے میں مشغول ہو جاتی ہیں۔ اور لوگوں کے حقوق کو نظر انداز کر دیتی ہیں۔ اور دنیوی عیش و آرام کے سامان جمع کرنے میں

قوموں کو ترقی دینے سے اللہ تعالیٰ کی غرض

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً

اس طرح پر کہ رات والے نشان کے اثر کو تو ہم نے مٹا دیا اور دن والے نشان کو ہم نے بینائی بخشنے والا بنا دیا۔

لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ

تاکہ تم (آسانی سے) سالوں کی گنتی اور حساب

ہیں کہ وہ اپنے لئے اور اپنی اولادوں کے لئے خیر کے سامان جمع کر رہی ہیں۔ حالانکہ حقیقت میں وہ اس ذمہ داری کو بھولکر جو ان کے کندھوں پر رکھی جاتی ہے اپنی تباہی کے سامان پیدا کر رہی ہوتی ہیں اور آخر تباہ ہو جاتی ہیں۔ پس کسی قوم کو ترقی ملنے کا وقت اس کے لئے بہت نازک ہوتا ہے کیونکہ اس کے بعد اصل خیر اسکی نظر سے پوشیدہ ہو جاتی ہے اور شر کو خیر سمجھ کر وہ اپنے راستہ سے بھٹک جاتی ہے وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا کہہ کر اس طرف اشارہ کیا ہے کہ مومن کو جو خیر ملتی ہے وہ تو مرنے کے بعد ملتی ہے۔ اس دُنیا کی فتوحات اس خیر کے حصہ کے لئے مواقع بہم پہنچانے کے لئے دی جاتی ہیں لیکن بعض لوگ جلدی کرتے ہیں اور اس دُنیا کی ترقی کو اصل خیر سمجھ کر اس کے سمیٹنے میں لگ جاتے ہیں۔ اور خود اپنے اعمال سے اپنی تباہی کے سامان جمع کر لیتے ہیں۔

غرض اس آیت میں اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ اگر کسی قوم کو ترقی ملے مثلاً حکومت ملے۔ جاہ و ثروت ملے تو اسے ایسے کام کرنے چاہئیں۔ کہ وہ نعمت قائم رہے۔ اور اس کے ذریعہ سے اُخروی خیر کا ذخیرہ جمع ہوتا رہے۔ نہ کہ ایسے کام جس سے وہ جلدی زائل ہو جائے اور اُخروی انعامات کے حصول کے مواقع ہاتھ سے نکل جائیں۔ دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ کے ایک معنی تو اوپر بتائے گئے ہیں۔ دوسرے معنے یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ انسان شر کو اسی طرح بُلاتا ہے جس طرح وہ خیر کو بُلا رہا ہوتا ہے۔ یعنی انسان بھی عجیب ہے کہ مُنہ سے تو خیر مانگ رہا ہوتا ہے۔ یعنی خواہش تو یہی رکھتا ہے کہ اُسے ہر قسم کی خیر مل جائے۔ مگر عمل کے لحاظ سے وہ شر کو بُلا رہا ہوتا ہے۔ گویا اپنی نادانی سے ایک ہی وقت میں دو متضاد باتیں طلب کرتا ہے۔ مُنہ سے خیر اور عمل سے شر۔

ان معنوں کے رُو سے اس آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ اصل کامیابی تب ہوتی ہے جب انسان کا دل اور اس کا عمل متفق ہوں۔ یعنی اگر دل سے خیر مانگتا ہے تو اعمال سے بھی خیر ہی مانگے۔

(۳) تیسری صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ہٗ کی ضمیر کو انسان کی طرف پھیرا جائے۔ اور اسے مفعول کی ضمیر قرار دیا جائے۔ اور دعا کا فاعل خدا تعالیٰ کو قرار دیا جائے۔ اس صورت میں معنے یہ ہوں گے کہ انسان شر کو اسی جوش سے بلاتا ہے جس جوش سے اللہ تعالیٰ اس کو یعنی بندہ کو خیر کی طرف بُلا رہا ہوتا ہے۔ یعنی ہم تو چاہتے ہیں کہ اے انسان تو بھلائی کی طرف آ۔ مگر وہ کہتا ہے اے بلا تو میری طرف آ۔

ان معنوں کے رُو سے اس آیت کا یہ مطلب ہوگا کہ ہم تو انسانوں کے لئے خیر کے سامان مہیا کر رہے ہیں۔ مگر ان میں سے بعض اپنے اعمال سے شر کو بُلانے میں لگے ہوئے ہیں اور اپنی تباہی کا سامان پیدا کر رہے ہیں۔

عَجُوْلًا کے لفظ میں اس حقیقت کو ظاہر کیا۔ کہ انسان غور و فکر سے کام نہیں لیتا۔ اگر وہ غور و فکر سے کام لے تو ضرور اسے معلوم ہو جائے کہ میں غلطی کر رہا ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غصے والا انسان اگر ذرا ٹھہر جائے تو اس کا غصہ ضرور کم ہو جائے۔ اور اُسے سوچنے کا موقعہ ملے۔ تمام بدیوں کی وجہ جلد بازی ہی ہوتی ہے۔ اگر ایک انسان بدی

۱ قوم کی ترقی کا وقت ہی زیادہ نازک ہوتا ہے

۲ تمام بدیوں کی وجہ جلد بازی ہوتی ہے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ۭ وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا ۝

معلوم کرسکو اور ہم نے ہر ایک چیز کو خوب کھول کر بیان کر دیا ہے ۱۳

وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰۗىِٕرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ۭ وَنُخْرِجُ

اور ہم نے ذمہ وار بنایا ہے ہر انسان کو (اسطرح کہ) ہمنے اس کی گردن میں اس کے عمل کو باندھ دیا ہے

کے وقت ذاتانی سے کام لے اور پہلے سوچ لے کہ یہ کام میرے لئے مفید ہے یا مضر تو یقیناً وہ اس بدی سے بچ جائے۔

مبصرۃ

۱۳ حل لغات۔ مُبْصِرَةً :۔ اَبْصَرَ سے اسم فاعل مؤنث کا صیغہ ہے۔ اور اَبْصَرَ (متعدی) کے معنے ہیں۔ جَعَلَهٗ بَصِيْرًا۔ اس کو دیکھنے والا بنا دیا۔ (یعنے دکھایا) اَبْصَرَهٗ :۔ رَاٰهُ۔ اس کو دیکھا۔ اَخْبَرَهٗ بِمَا وَقَعَتْ عَيْنُهٗ عَلَيْهِ۔ اس کو وہ بات بتائی جس پر اس کی نظر پڑی تھی۔ اَبْصَرَ الطَّرِيْقُ (لازم) اِسْتَبَانَ وَوَضَحَ راستہ واضح ہوگیا۔ (اقرب) پس مُبْصِرَةً کے معنے ہوئے۔ بینائی بخشنے والی۔

محونا

مَحَوْنَا :۔ مَحٰی سے جمع متکلم کا صیغہ ہے۔ اور مَحَا الشَّیْءَ (یَمْحُو) کے معنے ہیں۔ اَزَالَهٗ وَاَذْهَبَ اَثَرَهٗ۔ کسی چیز کو مٹا دیا۔ اور اس کے اثر کو دُور کر دیا (اقرب) والمحو السواد فی القمر۔ اور محو چاند کے بے نور حصہ کو بھی کہتے ہیں (تاج) پس محونا اٰيَةَ الَّيْلِ کے معنے ہونگے کہ رات والے نشان کو ہم نے مٹا دیا (۲) بے نور کر دیا۔

فضلا

فَضْلًا :۔ اَلْفَضْلُ (فَضَلَ الشَّیْءُ یَفْضُلُ) کا مصدر ہے۔ اور اس کے معنے ہیں۔ ضِدُّ النَّقْصِ۔ خوبی فضیلت۔ البقیۃ۔ یقیۃ۔ (حاصل تفریق کو بھی انہی معنوں میں فضل کہتے ہیں) الزیادۃ۔ زیادتی۔ الاحسان۔ احسان والفضل فی الخیر یُستعمل لمطلق النفع۔ نفع (اقرب)

سورج اور چاند کی گردش کا تعلق حساب سے

العدد

العدد :۔ اسم من عدّ بمعنی الاحصاء :۔ یہ عدّ کا اسم ہے۔ اور اس کے معنے ہیں۔ شمار۔ گنتی۔ المعدود۔ شمار کیا ہوا۔ اسکی جمع اعداد آتی ہے (اقرب) پس لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ کے معنے ہونگے کہ تم سالوں کی گنتی کو معلوم کرسکو۔

تفسیر۔ فَمَحَوْنَا اٰيَةَ الَّيْلِ میں فاء تعقیب کی نہیں یعنی یہ مطلب نہیں کہ خدا تعالیٰ نے پہلے رات اور دن بنائے پھر ان میں سے ایک کو مٹا دیا۔ بلکہ یہ فاء تفسیری ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ ہم نے رات اور دن کو اس صورت میں بنایا ہے کہ رات تو ایک مٹا ہوا نشان ہے۔ اور دن ایک روشن نشان ہے یعنی رات سے مخفی فائدہ پہنچتا ہے اور دن سے ظاہر۔ اور یہ دونوں اپنی اپنی جگہ نفع بخش ہیں۔ چنانچہ دونوں کے ذریعہ سے تم نفع حاصل کرتے ہو۔ اور تاریخوں کا علم ان کے ذریعہ سے حاصل کرتے ہو۔ نیز حساب کا فائدہ بھی حاصل کرتے ہو۔ تاریخ کا فائدہ تو ظاہر ہی ہے۔ حساب کا علم اس طرح کہ لمبی تاریخ کو یاد رکھنے سے ہی حساب پیدا ہوتا ہے نیز اس طرح کہ سال کا وقت تجویز کرنے کا تعلق چاند اور سورج سے ہے اور صحیح جنتری سورج کی رفتار کے علم کے بغیر نہیں بن سکتی۔ اسی طرح سورج اور چاند کی گردش کا تعلق بھی حساب سے ہے۔ اس پر غور کرتے ہوئے انسان کو باریک در باریک حساب سے واسطہ پڑتا ہے۔ چنانچہ آجتک شمسی حساب کو انسان مکمل نہیں کرسکا۔ اور شمسی سال کی تعیین میں غلطیاں کرتا چلا آیا ہے جسے علم حساب کی ترقی کے ساتھ ساتھ دُور کیا جا رہا ہے۔

اس آیت میں یہ بتلایا گیا ہے کہ نشان دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک ترقی کا نشان ہوتا ہے۔ اور ایک مٹنے کا نشان

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ۝ ۱۳ اِقْرَاْ

اور ہم قیامت کے دن اس (کے اعمال) کی ایک کتاب نکال کر اس کے سامنے رکھ دینگے جسے وہ (بالکل) کھلی ہوئی پائیگا ۱۴

ہے۔ پس تم ایسے نشان طلب کرو۔ جن کے ذریعہ سے ترقی ہو۔ ایسا نشان نہ مانگو جس سے تم مٹ جاؤ۔ اور ترقی اور تنزل دونوں حالتوں کو روحانی کمالات کے حصول کا ذریعہ بناؤ جس طرح رات جو تاریکی کا نشان ہے۔ اور دن جو روشنی کا نشان ہے۔ دونوں کو اللہ تعالےٰ نے تمہاری جسمانی ترقی کا ذریعہ بنا دیا ہے نہ تکلیف کے وقتوں میں خدا کو بھولو نہ کامیابی کے وقتوں میں اس کو چھوڑو۔

۱۴ حل لغات۔ اَلْزَمْنٰهُ۔ اَلْزَمَ سے جمع متکلم کا صیغہ ہے۔ اور اَلْزَمَ الشَّیْءَ کے معنے ہیں۔ اَثْبَتَهٗ وَاَدَامَهٗ۔ کسی چیز کو ہمیشہ رکھا۔ اَلْزَمَ فُلَانًا الْمَالَ وَالْعَمَلَ اَوْجَبَهٗ عَلَيْهِ۔ اس پر کسی کام کو کرنا یا کسی مال کو ادا کرنا واجب کر دیا۔ (اقرب)

طائر:۔ اَلطَّائِرُ كُلُّ ذِیْ جَنَاحٍ مِنَ الْحَيَوَانِ۔ پرندہ۔ نیز اس کے معنے ہیں۔ اَلْحَظُّ۔ نصیب۔ رزق الانسان۔ انسان کی روزی۔ عمله الذی قدّره وطار عنه من خیرٍ او شرٍّ۔ انسانی اعمال خواہ اچھے ہوں یا بُرے کہتے ہیں۔ هو میمون الطائر۔ ای مبارك الطلعة۔ وہ مبارک چہرے والا ہے۔ نیز مسافر کو رخصت کرتے وقت دعا کے طور پر کہتے ہیں۔ سِرْ عَلَى الطَّائِرِ الْمَيْمُوْنِ کہ مبارک شگون پر چل۔ اور جب هو ساکن الطائر کہیں تو اس کے معنے ہوتے ہیں حَلِيْمٌ هَادِئٌ کہ وہ بُردبار تحمل اور سنجیدہ ہے (اقرب) پس اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِیْ عُنُقِهٖ کے معنے ہونگے کہ ہم نے اس کے عمل کو اسکی گردن میں باندھ دیا ہے۔

مَنْشُوْرًا۔ نَشَرَ سے اسم مفعول ہے اور نَشَرَ الْكِتَابَ کے معنے ہیں بسطهٗ۔ اس کو کھولا (اقرب) پس منشور کے معنے ہونگے کھولا ہوا۔

تفسیر۔ اس آیت میں فرماتا ہے کہ ہم نے انسان کا عمل اسکی گردن میں باندھ دیا ہے۔ یا گردن کے ساتھ چسپاں کر دیا ہے اور قیامت کے دن اُسے اس کے سامنے ایک کتاب کی صورت میں نکالیں گے جسے وہ کھلی ہوئی پائے گا یعنی اس کے مطابق اس سے سلوک ہوگا۔ کیونکہ کھاتہ کا رجسٹر یا حساب لکھنے کے لئے کھولا جاتا ہے یا حساب چکانے کے لئے۔

ملائکہ کی تاریکی اور دن کی روشنی انسان کی جسمانی ترقی کا ذریعہ ہیں

اَلْزَمْنٰهُ

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ ہر انسان کو سمجھ لینا چاہیئے کہ اس کا کوئی فعل ضائع نہیں ہوتا کیونکہ ہم نے اس کے ساتھ اس کا عمل گردن میں چسپاں کر دیا ہے۔ گردن میں چسپاں کرنے کے الفاظ یہ بتانے کے لئے استعمال کئے ہیں۔ کہ اس کے ساتھ اس کا تعلق دائمی ہے جب تک وہ رہے گا اس کے اعمال کا اثر بھی رہے گا۔

انسان کا کوئی فعل ضائع نہیں ہوتا۔

طٰٓئِرَهٗ

عمل کے لئے جو طائر کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اس سے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ جیسے طائر اُڑ جاتا ہے اور نظر نہیں آتا۔ ویسے ہی انسان اپنے عمل کو بھول جاتا ہے بلکہ دوسرے لوگ بھی بھول جاتے ہیں لیکن یہ طائر وہ ہے جو ایک رسّی سے انسان کی گردن سے بندھا ہوا ہے۔ اس لئے گو وہ اُڑ جائے اور نظر نہ آئے مگر اس سے تعلق انسان کا نہیں ٹوٹتا۔ ایک نہ ایک دن اسکے نتائج ظاہر ہو کر ہی رہتے ہیں۔

دوسرے یہ بتایا ہے کہ جیسے پرندے کے پاؤں میں لمبی رسّی باندھ کر اُسے چھوڑ دیا جاتا ہے تو وہ اس رسّی کی حد تک اُڑ کر چلا جاتا ہے۔ اسی طرح انسانی اعمال کا حال ہے کہ بعض دفعہ وہ معمولی نظر آتے ہیں لیکن ان کا اثر دُور تک جاتا ہے

اس آیت میں انسان کو بتایا ہے کہ انسان کو اپنے اعمال میں بہت ہوشیار اور محتاط رہنا چاہیئے۔ کیونکہ جب کیا ہوا عمل اس کے اختیار میں نہیں رہتا۔ اور اس کا اثر بھی

مَنْشُوْرًا

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بہت وسیع ہے۔ نظروں سے بھی غائب ہے۔ اور ساتھ بھی لگا ہوا ہے۔ تو ان سب باتوں سے معلوم ہوا۔ کہ اس کا مٹانا بہت مشکل امر ہے۔ پس بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ اس کے عمل کا نتیجہ خواہ جلدی نکلے خواہ دیر سے۔ مگر نکلے گا ضرور۔

انسانی اعمال کی بد سے بدتر پرندے سے مشابہت۔

کیونکہ گو بعض دفعہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ پرندہ کی طرح اُڑ گیا ہے مگر چونکہ یہ پرندہ گردن سے بندھا ہوا ہے آخر ایک دن واپس آئے گا۔ اور انسان کو اپنے کئے کا مزہ چکھنا پڑے گا۔ دوسری جگہ قرآن کریم میں فرمایا کہ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ (سورہ زلزال) کہ کوئی شخص اگر مرغ چیونٹی کے برابر بھی نیک یا بد عمل کرے گا یا ہوا کے ذرہ کے برابر بھی نیک یا بد عمل کرے تو وہ اس کا انجام ضرور دیکھ لے گا۔ اس آیت کا یہ مطلب نہیں کہ توبہ قبول نہ ہوگی توبہ تو ضرور قبول ہوگی۔ مگر گناہ کرنے والا پیچھے ضرور رہ جائے گا مثلاً فرض کرو کہ دو انسان ہیں جو نیکی میں برابر ہیں ان میں سے ایک نے ایک بدی کی۔ اور پھر توبہ کی۔ اس کے گناہ کو تو خدا تعالےٰ ضرور معاف کر دے گا۔ مگر جب اس نے بدی کی۔ دوسرے شخص نے اس کے مقابل نیکی کی۔ تو یہ توبہ کرنے والا تو اسی پہلے درجے پر رہا۔ مگر دوسرا اس سے آگے نکل گیا پس اس غلطی کرنے والے شخص کو خدا تعالےٰ معاف تو کر دے گا۔ لیکن یہ نہ ہوگا کہ اس کو اس دوسرے شخص کے ساتھ ملا دے جس نے بدی نہیں کی تھی۔ وہ تو بہرحال اس سے ایک درجہ بڑھا ہی رہے گا۔ پس ہر عمل کا ایک اثر ہے جو باقی رہتا ہے۔ اب تو اللہ تعالےٰ نے اس مضمون کو سمجھانے کے لئے انسان کو وائرلیس ٹیلیگرافی یا ٹیلیفون کا علم بھی بخش دیا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ باریک سے باریک حرکت بھی جو میں دُور تک مرتعش ہوتی چلی جاتی ہے۔ پس انسان کو اپنے اعمال میں بہت محتاط ہونا چاہیئے۔ کیونکہ ہر عمل ایک بیج کی طرح ایک نیا پودہ پیدا کرتا ہے۔ جو بغیر اس کے علم کے بڑھتا رہتا ہے۔

دو قسم سے ایک سبق

ہر عمل بیج کی طرح بڑھتا رہتا ہے

حدیث میں آتا ہے کہ ہر عمل کا اثر انسان کے قلب پر ہوتا ہے۔ اگر نیکی کرے تو اس کے قلب پر نور کا ایک نشان پیدا ہو جاتا ہے۔ اور بدی کرے تو ایک سیاہ نشان پڑ جاتا ہے۔ اسی طرح نیکی کرنے والے شخص کے دل پر نیکیوں کا نور بڑھتا رہتا ہے۔ حتّٰی کہ اس کا سارا دل روشن ہو جاتا ہے اور وہ نجات پا جاتا ہے اور بدی کرنے والے کے دل پر سیاہ دھبے بڑھتے جاتے ہیں یہاں تک کہ ایک دن سارا دل سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ شخص ہلاک ہو جاتا ہے۔ بعض لوگوں نے طائر کے معنے قسمت کے کئے ہیں مگر یہ معنے اس کے نہیں ہو سکتے کیونکہ طائرہ کہہ کر بتایا گیا ہے کہ اپنے عمل کا پیدا کرنے والا خود انسان ہی ہے خدا تعالےٰ نے جو مقرر کر دیا۔ وہ تو پتھر کہلائے گا یا طوق۔ طائرہ نہیں کہلا سکتا۔

یہ معنے بھی اس کے ہو سکتے ہیں کہ ہر انسان کی نیک فالی اور بد فالی تو اسکی گردن میں بندھی ہوئی ہے اور وہ دوسری چیزوں میں جا کر فالیں تلاش کرتا پھرتا ہے۔ گردن کا لفظ اس لئے استعمال کیا۔ کہ انسان جب نیکی کرے تو سر اونچا کر لیتا ہے۔ اور جب بدی کرے تو ذلت کی وجہ سے گردن نیچی کر لیتا ہے۔ پس اس لفظ کے استعمال سے اس طرف توجہ دلائی کہ انسان اپنے اعمال کا جائزہ اپنی گردن سے کر لیا کرے یعنے دیکھے کہ وہ اپنے ہمرازوں اور ہم جلیسوں میں گردن اونچی کر سکتا ہے یا نہیں۔ اگر اس کا دل اور اسکے ہمراز اُسے بے عیب قرار دیتے ہوں تو سمجھ لے کہ اس کا قدم نیکی پر ہے۔ لیکن اگر اس کا اپنا دل اور اس کے ہمراز اس میں سو سو گند پاتے ہوں تو لوگوں میں فخر کرنے سے اسے کیا نفع ہو سکتا ہے۔

وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا۔ یہاں کتاب سے مراد جزاء ہے کیونکہ عربی میں کتب علیہ کذا کے معنے قضیٰ علیہ کذا کے ہوتے ہیں۔ اور يَلْقٰهُ مَنْشُوْرًا سے اس طرف اشارہ کیا ہے۔ کہ وہاں اس کے اعمال کی جزا ظاہر

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ۝

(اور اسے کہا جائے گا کہ) اپنی کتاب (آپ ہی) پڑھ۔ آج تیرا نفس ہی تیرا حساب لینے کے لئے کافی ہے ۱۵

مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ

(پس یاد رکھو کہ) جو ہدایت کو قبول کرے گا۔ تو اس کا ہدایت پانا اسی کی ذات کے لئے ہے۔ اور جو (اسے

ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ؕ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ

رد کرکے) گمراہ ہوگا۔ اس کا گمراہ ہونا اسی کے خلاف پڑے گا۔ اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان کسی دوسری (جان) کا بوجھ

اُخْرٰى ؕ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۝ وَ

نہیں اٹھائے گی اور ہم (کسی قوم پر) ہرگز عذاب نہیں بھیجتے جب تک (ان کی طرف) کوئی رسول نہ بھیج لیں ۱۶ اور

ہونے لگ جائے گی۔ وہ بیج کی طرح نہ رہے گی۔ بلکہ درخت کی طرح پھیل جائے گی۔ اور پھل پیدا کرنے لگے گی۔

۱۵ حل لغات۔ الحسیب والمحاسب من یحاسبك:۔ الحسیب کے معنے ہیں۔ حساب لینے والا (مفردات)

تفسیر۔ "اپنی کتاب کو پڑھ" کے الفاظ کا یہ مطلب ہے کہ اب اپنی سزا کو بھگتو۔ اور یہی سبق دُہراتے رہو۔ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا۔ تیرا نفس ہی آج تجھ پر کافی حساب لینے والا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سزا باہر سے نہ آئے گی۔ بلکہ انسان کے اندر سے ہی پیدا ہوگی۔ دوزخ میں جتنی چیزیں ہونگی وہ انسان کے اعمال سے ہی متمثل ہونگی۔ اور جنت کی چیزیں بھی اسی طرح نیکیوں سے ہی متمثل ہونگی۔ پس گویا کوئی دوسرا انسان کسی کو سزا یا جزا نہ دے گا۔ بلکہ انسان خود ہی اپنے آپ کو جزا دینے والا اور خود ہی سزا دینے والا ہوگا۔

۱۶ حل لغات۔ اِهْتَدٰى:۔ ھدٰی سے باب افتعال ہے۔ اور ھدی کے لئے دیکھو رعد ۳۸ ضل کے لئے دیکھو یونس ۱۰۹

تزر:۔ وَزَرَ سے مضارع مؤنث غائب کا صیغہ ہے اور وَزْرٌ کے معنے ہیں حملہ۔ اس کو اٹھایا۔ وفی اللسان حمل ما یثقل ظھرہ من الاشیاء المثقلۃ:۔ اس نے بھاری بوجھ اٹھایا (اقرب) وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى کے معنے ہونگے۔ کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسری جان کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔ الوزر کی تشریح کیلئے دیکھو نحل ۲۶

الحسیب

تفسیر۔ اس آیت میں پہلی آیت کے مضمون کی وضاحت کی گئی ہے۔ اور بتایا گیا ہے کہ انسان کے نیک اعمال اس کے فائدہ کا موجب ہوتے ہیں۔ اور بد اس کے نقصان کا پس جو کچھ انسان کرتا ہے دوسرے کے لئے نہیں کرتا۔ اپنے لئے کرتا ہے۔ قاتل دوسرے کو نہیں۔ اپنے آپ کو قتل کرتا ہے ظالم دوسرے پر نہیں اپنے آپ پر ظلم کرتا ہے۔ چور دوسرے کا نہیں اپنا مال چُراتا ہے۔ اسی طرح صدقہ کرنے والا دوسرے کو نہیں دیتا اپنے آپ کو دیتا ہے۔ دوسرے کو تعلیم دینے والا یا ہدایت دینے والا اسے تعلیم نہیں دیتا یا اسے ہدایت نہیں دیتا بلکہ اپنے آپ کو تعلیم دیتا ہے اور اپنے آپ کو ہدایت دیتا ہے۔

نیات میں سب متعلق اعمال سے متمثل ہوں گی۔

اھتدی مثل ضل

اس کے آگے فرماتا ہے کہ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اُخْرٰی۔ کوئی بوجھ اُٹھانے والی جان کسی اور جان کا بوجھ نہیں اٹھا سکتی۔ عیسائی اس آیت سے بڑے خوش ہوتے ہیں کہ لو کفارہ ثابت ہوگیا۔ کیونکہ ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ گناہگار گناہگار کا بوجھ نہیں اُٹھا سکتا۔ مگر جو نیک ہے وہ دوسرے کا بوجھ اُٹھا سکتا ہے۔ پس مسیح جو نیک تھا۔ اس نے دوسروں کے بوجھ اُٹھا لئے اور دوسرا کوئی نیک نہیں۔ پس اور کوئی بوجھ نہیں اٹھا سکا۔

میں اس جگہ اس سوال میں نہیں پڑنا چاہتا کہ مسیحی عقیدہ کے رُو سے مسیح نیک تھا یا نہیں۔ نہ اس سوال میں پڑنا چاہتا ہوں کہ اسلامی عقیدہ کے رو سے مسیح کے سوا بھی کوئی نیک ہے یا نہیں۔ اسکی تفصیل کا یہ موقعہ نہیں۔ اس وقت انکے جواب میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس آیت میں تو صرف یہ بتایا گیا ہے کہ جزاء انسانی اعمال بُرے ہوں یا اچھے۔ خود اس کے لئے ہوتے ہیں انہیں کوئی دوسرا نہیں اُٹھا سکتا۔ مطلب یہ کہ سزا جزاء کوئی بیرونی شے نہیں بلکہ ثمرۂ عمل کا نام ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جس جگہ بیج بویا گیا ہے وہیں وہ پھل دیگا دوسری جگہ وہ پھل نہیں دے سکتا۔ ایک آم جو لاہور میں لگا ہوا ہو اور سے میں پھل نہیں دے سکتا۔ پس جب جزاء سزاء خود عمل کرنے والے کے نفس سے پیدا ہوتی ہے تو اسے کوئی دوسرا نہیں بانٹ سکتا۔ یا اپنے ذمہ نہیں لے سکتا۔ پس اس مضمون میں تو کفارہ کا رد ہے نہ کہ اسکی تائید۔ کفارہ کی بنیاد تو اس خیال پر ہے کہ سزا ایک بیرونی بوجھ کی طرح ہے۔ پس دوسرا شخص بھی اسے اُٹھا سکتا ہے۔ مگر اس آیت میں اس عقیدہ کو رد کیا گیا ہے۔

کفارہ کا رد

عیسائیوں کا دوزخ کو مادی قرار دینا حماقت ہے۔

اسی اعتراض سے بچنے کے لئے مسیحیوں نے دوزخ کو مادی قرار دیا ہے۔ حالانکہ یہ حماقت کی بات ہے کہ جنت تو رُوحانی ہو۔ اور دوزخ مادی ہو۔ یا دونوں روحانی ہونگی یا دونوں مادی۔ اگر رُوحانی ہونگی تو پھر کوئی شخص کسی دوسرے کی سزا نہیں اُٹھا سکتا کیا کوئی شخص دوسرے کی ندامت، رنج، غضب وغیرہ کو بانٹ سکتا ہے؟ اسی لئے نہیں بانٹ سکتا۔ کہ یہ چیزیں انسان کے اندر سے پیدا ہوتی ہیں۔ اور ان کے پیدا کرنے میں خود اس کے نفس کا دخل ہوتا ہے اس قسم کی سزا اسی صورت میں مٹ سکتی ہے جب نفس حقیقتاً فنا ہو جائے یا معنوی طور پر فنا ہو جائے یعنی ندامت کے احساس کے ساتھ اس میں پاکیزگی پیدا ہو جائے۔ اس قسم کی فنا میں کوئی دوسرا شخص کسی طرح بھی شریک نہیں ہو سکتا۔ کوئی معقول آدمی کبھی دوسرے کو یہ نہیں کہہ سکتا کہ میاں بہت شرمندہ نہ ہو میں تمہاری جگہ شرمندہ ہو لیتا ہوں۔ ایک فاتر العقل ہی ایسا کہہ سکتا ہے پھر کیوں مسیحی خدا کے برگزیدہ مسیح کے مُنہ سے یہ الفاظ کہلا کر اسکی ہتک کرتے ہیں۔

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا۔ اور ہم سزا نہیں دیا کرتے۔ یہاں تک کہ ہم ایک رسول بھیج لیں۔ اسکے متعلق قرآن کریم میں دوسری جگہ آتا ہے۔ كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ (سورۂ ملک ع ۱) کہ جب کبھی کوئی گروہ اور قوم جہنم میں ڈالی جائے گی۔ تو ان سے دریافت کیا جائے گا۔ کہ تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا آیا۔ تو وہ کہیں گے کہ ہاں ہمارے پاس نبی آیا۔

اس سے پتہ لگتا ہے کہ ہر قوم میں نبی آئے۔ اسی طرح ایک اور جگہ فرمایا ہے۔ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا (زمر ع ۸) کہ کیا تمہارے پاس رسول نہ آتے رہے جو تم کو اس دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے۔ ایک اور جگہ فرماتا ہے اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ (فاطر ع ۲) کیا تم کو ہم نے اس قدر عمر نہیں دی کہ جسکی سمجھنے کی نیت ہوتی اس میں سمجھ سکتا تھا اور پھر اسی پر بس نہیں کی۔ بلکہ تمہارے پاس ہوشیار کرنے کے لئے رسول بھی بھیجے۔ اسی طرح قصص رکوع ۶ میں فرماتا ہے وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا۔ تیرے خدا کی شان کے خلاف ہے کہ وہ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

إِذَآ أَرَدْنَآ أَن نُّهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا

جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنے کا ارادہ کریں تو (پہلے) ہم اس کے خودسر لوگوں کو (کچھ) حکم دیتے ہیں

فَفَسَقُوا۟ فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا ٱلْقَوْلُ فَدَمَّرْنَٰهَا

جس پر وہ اس (بستی) میں نافرمانی (کی راہ اختیار) کرتے ہیں۔ تب اس (بستی) کے متعلق ہمارا کلام پورا ہو جاتا ہے۔

تَدْمِيرًا ۝ وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنَ ٱلْقُرُونِ مِنۢ بَعْدِ

اور ہم اسکو بیخ و بن سے تباہ کر دیتے ہیں ۱۷ اور (اسی قانون کے مطابق) ہم نے نوح (کی قوم کو اور اس) کے بعد

اس کے مرکزی مقام میں نبی بھیجے بغیر کسی بستی کو ہلاک کردے۔ اور پھر سورہ قصص ع ۵ میں فرمایا وَلَوْلَآ أَن تُصِيبَهُم مُّصِيبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ فَيَقُولُوا۟ رَبَّنَا لَوْلَآ أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُولًا فَنَتَّبِعَ ءَايَٰتِكَ وَنَكُونَ مِنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ یعنی اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ ان لوگوں کو اپنے اعمال کی وجہ سے کوئی عذاب پہنچا۔ تو یہ کہہ دیں گے کہ اے ہمارے رب کیوں نہ آپ نے ہماری طرف رسول بھیجا کہ ہم ذلیل و خوار ہونے سے پہلے آپ کے احکام کی تعمیل کرتے۔ تو ہم ان کو بغیر رسول بھیجے کے ہی عذاب دے دیتے مگر چونکہ یہ عذر ان کا معقول ہوتا۔ ہم نے اس عذر کو توڑ دیا ہے۔ اور ہمیشہ پہلے رسول بھیجتے ہیں۔ پھر اس کے انکار کے بعد عذاب لاتے ہیں۔

ان تمام آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ سنت الٰہی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ بغیر رسول بھیجنے کے کسی قوم پر عذاب نازل نہیں کرتا۔ یعنی اتنے وسیع علاقہ پر جو نبی وقت کا مخاطب ہو اس وقت تک عذاب نہیں آتا۔ جب تک پہلے ایک اور نبی خواہ وہ پہلے نبی کا تابع ہی کیوں نہ ہو ظاہر ہو کر لوگوں کو ہوشیار نہ کر دے۔

یہاں سوال ہو سکتا ہے کہ وہ لوگ جن پر حجت تمام نہیں ہوئی ان کا کیا حال ہوگا۔ تو اس کا جواب مسند احمد بن حنبل کی روایت میں ہے جو ابوہریرہؓ نے بیان کی ہے انّ النبی

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال اربعۃ یحتجون یوم القیامۃ رجل اصم لا یسمع شیئا ورجل احمق ورجل ھرم ورجل مات فی فترۃ فاما الاصم فیقول رب لقد جاء الاسلام وما اسمع شیئا واما الاحمق فیقول جاء الاسلام والصبیان یحذفونی بالبعر واما الھرم فیقول رب لقد جاء الاسلام وما اعقل شیئا واما الذی مات فی الفترۃ فیقول رب ما اتانی لک رسول فیاخذ مواثیقھم لیطیعنہ فیرسل الیھم رسولا ان ادخلوا النار فمن دخلھا کانت علیہ بردا وسلاما ومن لم یدخلھا سحب الیھا (روح المعانی جلد ۱۵)

یعنی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے پاس رسول بھیجے گا پھر اسکی اطاعت کرنے والوں اور اس کو نہ ماننے والوں کی فطرت ظاہر ہو جائے گی۔ اور اس کے مطابق ان کو بدلہ ملے گا۔

(دنیا میں جن پر حجت تمام نہیں ہوئی ان کے لئے قیامت میں بعثت رسول)

۱۷ حل لغات۔

مُتْرَفِيهَا ۲ مُتْرَفِيهَا:۔ المترف کے معنی ہیں۔ المتنعم لا یمنع من تنعمہ۔ عیاش۔ المترف یصنع ما یشاء۔ شریعت سے آزاد شخص۔ الجبار۔ خودسر (تاج) مترفون اسکی جمع ہے۔

فَسَقُوا ۲ فسقوا:۔ فسق سے جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ تشریح کے لئے دیکھو یونس ع ۳۴

دَمَّرْنَاهَا ۲ دمرنا۔ دمر سے جمع متکلم کا صیغہ ہے اور دمرھم (وعلیہم) کے معنے ہیں اھلکنھم یعنے دمر جب بغیر صلہ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

یا علیٰ کے صلہ کے ساتھ استعمال ہو۔ تو اس کے معنے ہوتے ہیں کہ اس کو ہلاک کر دیا (اقرب) پس دمّرنا کے معنی ہونگے ہم نے ہلاک کر دیا۔

خدا کا عذاب قوموں کے خراب ہونے پر آتا ہے

تفسیر۔ اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ جب قومیں خراب ہو جاتی ہیں اور ان کے عذاب کا فیصلہ ہو جاتا ہے تو ان کی طرف ایک رسول بھیجا جاتا ہے جو ان کو ہوشیار کرتا ہے لیکن لوگ اسکی بات کو نہیں مانتے اور رسول سے ٹھٹھا ہنسی کرتے ہیں۔ اور اسکی نافرمانی کرتے ہیں۔ تب خدا تعالیٰ کا عذاب انہیں آپکڑتا ہے۔

اَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا۔ بعض مخالفین اسلام نے اس آیت کے یہ معنے کئے ہیں کہ خدا تعالیٰ بڑے بڑے لوگوں کو یہ حکم دیتا ہے کہ بدکار ہو جاؤ۔ اور یہ غلط معنے کرکے اس پر اعتراض کیا ہے کہ آپ ہی پہلے گمراہ کیا پھر عذاب میں مبتلا کر دیا یہ تو انصاف کے خلاف ہے۔ حالانکہ فسق کے معنے حکم نہ ماننے کے ہیں اور ان معنوں کو مدنظر رکھتے ہوئے جو معنے انہوں نے کئے ہیں انکی بناء پر آیت کا ترجمہ یوں بنتا ہے کہ خدا تعالیٰ ان کو حکم دیتا ہے کہ تم بدکاری کرو فَفَسَقُوا فِيهَا تو وہ اس حکم کی نافرمانی کرنے لگ جاتے ہیں ظاہر ہے کہ اگر آیت کا مطلب یہ ہو تو اس میں تو ان لوگوں کی تعریف نکلتی ہے کہ باوجود خدا تعالیٰ کے کہنے کے کہ بدکار بن جاؤ وہ بدکار نہیں بنتے۔ بلکہ نیک ہو جاتے ہیں۔ اور یہ معنی بالبداہت غلط ہیں اور اگر یہ معنے کئے جائیں کہ خدا کے بدکار بنانے پر وہ بدکار ہو جاتے ہیں تو فَسَقُوا کا لفظ درست نہیں رہتا کیونکہ اس صورت میں وہ فرمانبردار بن جاتے ہیں ان کو نافرمان نہیں کہا جا سکتا۔ غرض یہ معنے بالبداہت غلط ہیں اور عربی زبان سے ناواقفیت کی وجہ سے کئے گئے ہیں۔ اور اعتراض قرآن کریم پر نہیں پڑتا۔ بلکہ ان لوگوں کے علم پر پڑتا ہے۔ اصل مطلب اس آیت کا یہ ہے کہ ہم ان کو حکم دیتے ہیں یعنی بعض خاص امور پر چلنے کا حکم دیتے ہیں جو حکم خدا تعالیٰ کی طرف سے ہونے کے سبب سے بہرحال نیکی کا حکم ہوتا ہے مگر وہ نافرمان ہو جاتے ہیں یعنے اس حکم کو نہیں مانتے غرض اس جگہ اَمَرْنَا کا مفعول ثانی محذوف ہے کیونکہ وہ ایک ظاہر بات ہے اور ایسے مواقع پر عربی زبان میں ایک یا دونوں مفعولوں کو محذوف کر دینا جائز ہوتا ہے۔ مفعول ثانی کا مضمون ظاہر اس طرح ہے کہ قرآن کریم نے بار بار اس امر کو بیان کیا ہے کہ خدا تعالیٰ جب حکم دیتا ہے نیکی کا حکم دیتا ہے چنانچہ سورۃ نحل رکوع ۱۳ میں ہی فرما چکا ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآءِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ یعنے اللہ تعالیٰ عدل اور احسان اور اس نیکی کا جس میں بدلہ کا خیال تک بھی دل میں نہیں ہوتا حکم دیتا ہے اور باطنی بدی اور ظاہری بدی اور ظلم سے روکتا ہے۔ اسی طرح سورۃ اعراف میں ہے۔ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَأْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ (اعراف ع ۳) تو کہدے اللہ تعالیٰ ہرگز بدی کا حکم نہیں دیتا۔ پس چونکہ یہ امر واضح ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نیکی کا ہی حکم دیتا ہے۔ مفعول ثانی کو محذوف کر دیا گیا ہے اور مطلب آیت کا یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اس قوم کو ایک رسول کے ذریعے سے نیک احکام پر چلنے کا حکم دیتا ہے مگر بجائے اس حکم سے فائدہ اٹھانے کے وہ خدا تعالیٰ کی نافرمانی میں بڑھ جاتے ہیں۔

مترف کے معنے

یہ جو فرمایا ہے کہ اَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا کہ ہم اس بستی کے مترفوں کو حکم دیتے ہیں۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ صرف مالداروں کو خدا کا حکم ملتا ہے بلکہ مترف کے معنے اس جگہ الذی یصنع ما یشآء ولا یمنع کے ہیں یعنی ایسا شخص جو اپنی مرضی پر چلتا ہے اور نیک بات کو نہیں مانتا اور اس لفظ میں سب کے سب وہ لوگ شامل ہیں جو بدی میں مبتلا ہوتے ہیں خواہ غریب ہوں یا امیر۔

اس آیت کے یہ معنے بھی ہو سکتے ہیں کہ ہم عام حکم دیتے ہیں مگر مترف یعنی باغی لوگ اس کو نہیں مانتے نیک لوگ مان لیتے ہیں یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ شیطان کے بارہ میں فرمایا

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

نُوْحٍ ۗ وَكَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًا

(یکے بعد دیگرے اور) بہت سی نسلوں کو ہلاک کیا اور تیرا رب اپنے بندوں کے گناہوں پر (ہمیشہ) اچھی طرح آگاہی رکھنے والا (اور انہیں) خوب

بَصِيْرًا ۝ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا

دیکھتا ہے ۱۸ جو شخص (صرف) دنیا کا خواہاں ہو ہم اسے (یعنی ایسے لوگوں میں سے) جس کے لئے ہم

مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰىهَا

(کچھ دینے کا) ارادہ کر لیتے ہیں اس (دنیا) میں جو کچھ چاہتے ہیں جلد (ہی) دیدیتے ہیں۔ پھر ہم اس کے لئے جہنم کو مخصوص

مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۝ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى

کر دیتے ہیں جس میں وہ مذموم ہو کر (اور) دھتکارا جا کر داخل ہوگا ۱۹ اور جس شخص نے آخرت کی خواہش کی اور اس کے

ہے کہ ما منعک اَنْ تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ (ص ع ۵) کہ تجھے کس چیز نے سجدہ سے روکا تھا جب میں نے تجھے حکم دیا تھا۔ یہاں یہ مراد نہیں کہ خاص اسے ہی حکم تھا بلکہ حکم عام تھا۔ جس میں وہ بھی شامل تھا پس جب نبی آتا ہے تو وہ عام حکم لاتا ہے۔ ماننے والے مان جاتے ہیں اور انکار کرنے والے انکار کرتے ہیں۔

قریہ سے مراد یہاں بستی نہیں بلکہ ام القریٰ مراد ہے یعنی جس بستی کو اس زمانہ کے لئے خدا تعالیٰ نے مرکز تجویز کیا ہو۔ جیسا کہ قرآن میں ایک اور جگہ فرمایا ہے حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا۔ کہ ہم عذاب نازل کرنے سے پہلے ام القریٰ میں رسول بھیج لیتے ہیں۔

۱۸ حل لغات ۔ القرون کے لئے دیکھو یونس ۳۴

تفسیر یعنی اس قسم کی مثالیں تم کو شروع سے دنیا میں نظر آئینگی نوح سے لے کر اس وقت تک نبی آتے رہے ہیں سب کے زمانہ میں اسی طرح ہوتا چلا آیا ہے۔ وَكَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًا بَصِيْرًا کہہ کر یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ جو خبیر و بصیر ہے بندوں کو غلط راستہ پر چلتے دیکھ کر کس طرح خاموش رہ سکتا ہے۔ یہ فقرہ بھی ان معنوں کو رد کرتا ہے جو اوپر کی آیت کے بعض نادانوں نے کئے ہیں کیونکہ اس میں بتایا ہے کہ معذب لوگ پہلے سے گنہگار ہوتے ہیں یہ نہیں کہ خدا تعالیٰ ان کو گنہگار بناتا ہے۔

۱۹ حل لغات ۔ العاجلۃ۔ عاجل (اسم فاعل عَجَل) سے مؤنث ہے۔ اور عجل الرجل کے معنے ہیں۔ اَسْرَعَ۔ اس نے جلدی کی۔ نیز العاجلۃ کے معنے ہیں الدنیا۔ دُنیا (اقرب) قولہ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ ای الاعراض الدنیویۃ آیت مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ میں العاجلۃ سے مُراد دنیوی سامان ہیں (مفردات)

جہنم کے لئے دیکھو رعد ۱۹

مَذْمُوْمًا۔ ذَمَّ (یذُمُّ۔ ذُمُوْمًا) سے اسم مفعول ہے۔ اور دَحَرَ کے معنے ہیں۔ طَرَدَہٗ۔ اس کو دھتکارا۔ ابعدہٗ۔ اس کو دُور کیا۔ دفعہٗ۔ اس کو ہٹایا (اقرب) پس مدحور کے معنے ہونگے (۱) دُور کیا ہوا (۲) دھتکارا ہوا۔ (۳) ہٹایا ہوا۔

تفسیر اس آیت میں بتایا ہے کہ قریب کے فائدہ کو مدنظر نہیں رکھنا چاہئے۔ بلکہ ایسے فائدے کو مدنظر رکھنا چاہئے جو بابرکت ہو۔ خواہ بعد میں ہی ملے۔ دوسرے یہ بتایا ہے کہ صرف دنیوی ترقیات کو خدا کا فضل نہیں قرار

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ

لئے اس کے مطابق کوشش (بھی) کی تو (اس کستحق اور رکھو کہ) ایسے ہی لوگ ہیں جنکی کوشش کی

مَّشْكُوْرًا ۝ كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ

قدر کی جائے گی ۲۰ ہم سب کو مدد دیتے ہیں۔ انکو بھی اور انکو بھی (اور یہ مدد) تیرے رب کی

رَبِّكَ ۚ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ۝ اُنْظُرْ

عطاؤں میں سے ہے۔ اور تیرے رب کی عطا (کسی خاص گروہ کے لئے) محدود نہیں ہے ۲۱ دیکھ

دینا چاہیئے۔ کیونکہ بسا اوقات اللہ تعالیٰ بعض اقوام کو دنیوی ترقیات دیتا ہے۔ لیکن وہ ان پر خوش نہیں ہوتا فضل الٰہی وہی ترقیات کہلا سکتی ہیں جن کے ساتھ روحانیت میں ترقی ہو۔

۲۰ تفسیر سعیھا میں ھا کی ضمیر آخرت کی طرف پھرتی ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ ایسی کوشش کرتے ہیں جو آخرت کے حصول کے مناسب حال ہو۔ اس میں اس طرف اشارہ کیا ہے۔ کہ عام کوشش مفید نہ ہوگی بلکہ وہ کوشش فائدہ بخش اور نتیجہ خیز ہوگی جو اخروی کامیابی کے مناسب حال ہوگی۔

وَهُوَ مُؤْمِنٌ کہہ کر یہ بتایا کہ حیاتِ آخرت کا مدار قلب کی صفائی پر ہے۔ دنیوی کام بعض دفعہ بغیر ایمان کے بھی نفع بخشتے ہیں لیکن آخرت کے لئے جو کوشش ہو۔ اس میں وہی کام نفع دیتا ہے جس کے ساتھ ایمان بھی ہو۔

مَشْكُوْر کے معنے مقبول کے ہیں۔ یعنی وہی خدا کے ہاں مقبول ہوگا۔ جس کے ساتھ ایمان شامل ہو۔ وَهُوَ مُؤْمِنٌ کا یہ مطلب نہیں کہ مومن کے سوا کسی کی نیکی قبول نہیں۔ بلکہ یہ مُراد ہے کہ اُخروی جزا پر ایمان رکھتے ہوئے جو نیک عمل کرے اُسے اُخروی جزا ملے گی جو اس پر ایمان لانے کے بغیر نیک عمل کرے اس کے عمل کا بدلہ اُسے اسی دنیا میں مل جائے گا۔

۲۱ حل لغات ۔ نُمِدُّ ۔ اَمَدٌ سے مضارع جمع متکلم کا صیغہ ہے۔ اور اَمَدٌ کے معنے ہیں۔ اَمْهَلَهٗ اسے مہلت دی۔ اَمَدَّ اَجَلَهٗ :۔ اَخَّرَهٗ۔ اسکی میعاد لمبی کی۔ اَمَدَّ الْجُنْدَ :۔ نصرهم بمجاعة۔ کمک بھیج کر انکی مدد کی۔ اَمَدَّ فُلَانًا بِمَالٍ۔ اعطاه۔ اس کو مال دیا۔ اَغَاثَهٗ واغاثهٗ۔ اَمَدَّ کے ایک معنے مدد کرنے اور فریاد رسی کرنے کے ہیں (اقرب) پس نمدّ کے ایک معنے ہونگے ہم مدد دیتے ہیں۔

اَلْمَحْظُوْر :۔ الممنوع۔ محظور کے معنے ہیں روکا ہوا۔ المحرم ومنه فی القرآن وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ محظورا ای محرّمًا اور محظور کے ایک معنے حرام کئے ہوئے کے بھی ہیں۔ اور آیت مَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ محظورًا میں محظور کے معنے یہی لئے گئے ہیں۔ وقیل مقصورًا علیٰ طائفةٍ من دون اخریٰ من حَظَرَ الشَّیْءَ اذا حازه لنفسه۔ اور بعض نے کہا ہے کہ چونکہ حظر کے ایک معنی کسی چیز کو اپنے نفس کے لئے مخصوص کرنے کے ہیں۔ اس لئے محظور کے معنے یہ ہونگے کہ ایک گروہ کے ساتھ مخصوص کی ہوئی (اقرب)

تفسیر پہلی آیت سے جو شبہ پیدا ہوتا تھا۔ کہ شاید مومن کے بغیر کسی کو نیک جزا نہیں ملتی۔ اس کا ازالہ اس آیت میں کیا گیا ہے اور بتایا ہے کہ نصرت الٰہی دو قسم کی ہوتی ہے ایک وہ جو مذہب کے ساتھ تعلق نہیں رکھتی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۚ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ

کس طرح ہم نے (دنیوی سامانوں کی رو سے بھی) ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی (ہوئی) ہے۔ اور آخرت (کی زندگی) تو

دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا ۝ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ

یقیناً (اور بھی) بڑے درجات والی اور زیادہ فضیلت والی (زندگی) ہوگی پس اللہ (تعالےٰ) کے ساتھ

اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ۝ وَقَضٰى ع ۱۲ ۲

کوئی دوسرا معبود نہ بنا ئیو ورنہ تو مذموم ہو کر (اور) نصرت (الٰہی) سے محروم ہو کر بیٹھ جائیگا ۲۲ تیرے رب نے

رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ

(اس بات کا) تاکیدی حکم دیا ہے۔ کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور (نیز اپنے) ماں باپ سے اچھا سلوک کرنے کا

بلکہ عام ہوتی ہے۔ جو کام کوئی کرتا ہے اور جس کسی کام کے لئے کوئی کوشش کرتا ہے اس کے مطابق اس کو پھل ملتا ہے۔ اس میں ہندو۔ مسلمان۔ عیسائی۔ موسائی وغیرہ کی کوئی قید نہیں۔ اور ایک ایسی نصرت ہوتی ہے جو مذہب کے نتیجہ میں ہوتی ہے۔ وہ صرف مومن کے شامل حال ہوتی ہے۔ اور کافر کو نہیں ملتی۔

۵۲۲ تفسیر۔ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا۔ فرمایا آخرت تو درجات اور فضیلت دینے میں بہت بڑی ہے۔ مسلم کی ایک حدیث ہے۔ عن ابی سعید الخدری اَنَّ رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اھل الجنۃ لیتراءون اھل الغرف من فوقھم کما تتراءون الکوکب الدری الغابر من الافق من المشرق او المغرب لتفاضل ما بینھم (مسلم جزو رابع کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمھا واھلھا) کہ بڑے بڑے درجات والے اپنے سے اوپر والے جنتیوں کو اسی طرح دیکھیں گے جیسے تم اس ستارہ کو دیکھتے ہو جو دور افق میں ہوتا ہے۔ اور یہ انکے مدارج کے فرق کی وجہ سے ہوگا۔

اس آیت میں پہلی آیت کے مضمون کا ثبوت پیش کیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ دیکھ او دنیا میں ہم نے بہت سے لوگوں کو جو مومن نہیں ترقیات دی ہیں یہ انکے اعمال کے قبول ہونے کے سبب سے ہی ہے انہوں نے دنیا کے لئے محنت کی۔ دنیا ہم نے ان کو دے دی۔ مگر اس سے یہ دھوکہ نہ کھانا چاہئے کہ غیر مومن بھی اعلیٰ ترقیات حاصل کر لیتے ہیں کیونکہ یہ ترقیات اخروی ترقیات کے مقابل پر حقیر ہیں۔

اس آیت میں مومنوں کو نیکی میں بڑھنے کی تحریص بھی دلائی گئی ہے اور بتایا ہے کہ خدا تعالےٰ کے ہاں بڑے بڑے انعامات ہیں پس نیکی کے کسی مقام پر کھڑا انہیں ہو جانا چاہئے۔

۵۲۳ تفسیر۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ کیوں اخروی نعماء بغیر ایمان کے نہیں ملتیں۔ اور وہ دلیل یہ ہے کہ جو جس کے ساتھ وابستہ ہوگا اسی کے ساتھ جائے گا۔ پس جو خدا تعالےٰ کے ساتھ وابستہ ہیں وہ تو اللہ تعالےٰ کے ساتھ آگے آگے بڑھتے جائینگے لیکن جو اللہ تعالےٰ سے وابستہ نہیں بلکہ جھوٹے معبودوں کے ساتھ وابستہ ہیں وہ وہیں بیٹھے رہیں گے جہاں ان کے معبود ہیں۔ یاد رہے کہ شرک کے ساتھ انسان

جنت میں مدارج

شرکوں کے ترقی نہ کرنے کی وجہ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا

اگر ان میں سے کسی ایک پر یا ان دونوں پر جب کہ وہ تیرے پاس ہوں بڑھاپا آ جائے

فَلَا تَقُل لَّهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُل لَّهُمَا قَوْلًا

تو انہیں (کسی کسی بات پر ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے) اف تک نہ کہہ اور نہ انہیں جھڑک اور ان سے (ہمیشہ) نرم لہجہ میں بات کر

كَرِيمًا ○ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ

۲۴ اور (ان پر) رحم کرتے ہوئے ان کے لئے خاکساری کا بازو جھکا دے

مشرک ترقی نہیں کر سکتا

نیچے ہی نیچے گر جاتا ہے۔ دنیا کی تاریخ میں کوئی قوم ایسی نہ ملے گی جو شرک کو اختیار کر کے ترقی کر گئی ہو۔ مشرک قوم جب ترقی کرے گی اپنے مذہب سے بیگانہ ہو کر ترقی کرے گی اس کے اُصول پر چلتے ہوئے کبھی ترقی نہ کرے گی۔

قضٰی

۲۴ حل لغات ۔ قضٰی:۔ عَلَيْهِ عَهْدًا اَوْصَاهُ۔ اس کو تاکیدی حکم دیا۔ قضی العهد۔ انفذه عہد و اقرار کو جاری کیا۔ اليه الامر انهاه وابلغه اس تک کسی امر کو پہنچایا۔ وفی الاساس قضٰی اليه امرًا وعهدًا اوصاه به وامره به۔ اور اساس میں قضٰی اليه امرًا کے معنے یہ کئے گئے ہیں کہ اسے تاکیدی حکم دیا (اقرب)

اُفّ

اُفّ:۔ ناپسندیدگی۔ بے قراری اور حقارت کے اظہار کے لئے یہ لفظ استعمال کیا جاتا ہے (اقرب)

تنھر

لَا تَنْهَرْهُمَا۔ نَهَرَ سے نہی مخاطب کا صیغہ ہے۔ اور نَهَرَ السائل کے معنی ہیں۔ زجرہٗ۔ سائل کو جھڑکا (اقرب) پس لَا تَنْهَرْهُمَا کے معنے ہونگے کہ انہیں نہ جھڑک۔

شرک کی شاخیں ہیں۔

قولًا کریمًا ای سهلًا لینًا۔ نرم پسندیدہ بات (اقرب)

تفسیر۔ اب اللہ تعالےٰ وہ ترکیب بتاتا ہے جس کے ذریعہ سے انسان اپنے نظام کو محفوظ رکھ سکتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید کی تعلیم کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے اس بات کی طرف توجہ دلائی ہے کہ ہدایت کے دونوں میں ان احکام کی پابندی کرنا اور ان کا خیال رکھنا تب ہی تم تنزل سے بچ سکو گے۔ ورنہ ترقیات قائم نہ رہ سکیں گی۔

قرآن مجید نے سب سے مقدم حکم توحید کے قیام اور شرک کے رد کا دیا ہے۔ جب دُنیا میں حکومتیں بنتی ہیں تو ساتھ ہی توہم پرستی اور شرک بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس لئے جہاں ترقیات کی پیشگوئی کی وہاں آئندہ کے خطرات سے بھی بچنے کا حکم دیا۔ اور ان سے آگاہ کر دیا۔ توحید کو اس لئے مقدم رکھا ہے کیونکہ کوئی گناہ بغیر شرک کے پیدا نہیں ہوتا۔

میرے نزدیک سب گناہ دراصل شرک ہی کی شاخیں ہیں گناہ کا مرتکب انسان اسی لئے گناہ میں مبتلا ہوتا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی ذات اور صفات پر کامل ایمان اور توکل نہیں رکھتا۔ توحید کا مسئلہ نیکیوں کے لئے بطور ایک بیج کے ہے۔ تمام مذاہب اور تمام اخلاق اسی مرکز کے گرد چکر لگاتے ہیں۔ اگر توحید کا عقیدہ نہ اختیار کیا جائے تو قانون قدرت اور قانون شریعت دونوں کی بنیاد ہل جاتی ہے۔ قانون شریعت کا تعلق تو واضح ہی ہے۔ مگر قانون قدرت کی تمام ترقیات اور سائنس کی تمام ترُبنیاد بھی توحید پر ہی ہے۔ کیونکہ اگر مختلف خدا مانے جائیں تو ان کے مختلف قانون ہونے چاہئیں یا پھر کم از کم اس میں مختلف تبدیلیاں

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِي صَغِيرًا ۝ رَبُّكُمْ

اور (ان کے لئے دعا کرتے رہو) کہا کرو کہ اے میرے رب ان پر (اسی طرح) مہربانی کر کیونکہ انہوں نے (میری) بچپن کی حالت میں میری پرورش کی تھی ۲۵ تمہارا رب

ہوتی رہنی چاہئیں۔ اور اگر ایسا ہو یعنی ایک اٹل قانون اور ایک قائم سلسلہ قانون قدرت کا دُنیا میں جاری نہ ہو۔ تو تمام علمی ترقیات یکدم بند ہو جائینگی کیونکہ سائنس کی ترقی اور ایجادات کی وسعت کی بُنیاد اسی پر ہے کہ دُنیا میں ایک منظم اور نہ بدلنے والا قانون جاری رہے۔ اگر انسان کو یہ خیال ہو کہ عالم میں کوئی نظام نہیں۔ یا یہ کہ نظام بدلتا رہتا ہے تو وہ کبھی بھی قانون قدرت کی باریکیوں کے دریافت کرنے کی طرف توجہ نہیں کر سکتا۔

توحید پر یقین رکھنے کا حکم دینے کے بعد والدین کے ساتھ حُسن سلوک کا حکم دیا ہے۔ کیونکہ وہ بھی خدا تعالیٰ کی طرف ہی توجہ دلاتے ہیں۔ وہ طبعی قانون کا ایک ایسا ظہور ہیں جو قانون شریعت کی طرف لے جاتا ہے۔ کیونکہ وہ مبدی (پیدا کرنے والی ذات) پر دلالت کرتے ہیں۔ والدین کے ذریعہ سے پیدائش بتاتی ہے کہ انسان اتفاقی طور پر پیدا نہیں ہو گیا۔ اس سے پہلے کوئی اور تھا۔ اور اس سے پہلے کوئی اور۔ غرض ایک لمبا سلسلہ تھا جس سے اللہ تعالیٰ کے وجود پر شہادت ملتی ہے۔

بغیر تناسل کے اصول کے انسان کا ذہن مبدأ کی طرف جا ہی نہیں سکتا تھا۔ اگر یہ نظام نہ ہوتا تو انسان کو اس لمبی کڑی کی طرف کبھی توجہ ہی نہ ہوتی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی سلسلہ تناسل یہ بھی بتاتا ہے کہ انسانی پیدائش کی غرض اور اس کا مقصد بہت بڑا ہے۔ پس توحید کے حکم کے بعد والدین کے متعلق احسان کا حکم دیا کیونکہ ایک احسان کی قدر دوسرے احسان کی قدر کی طرف توجہ پھراتی ہے۔

وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا۔ اس کا عطف اَنْ پر ہے پورا جملہ یہ ہے اَنِ اعْبُدُوا بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا یعنی اللہ تعالیٰ نے ایک تو یہ حکم دیا ہے کہ خدا کے سوا کسی کو معبود نہ بناؤ اور ایک یہ کہ والدین کے ساتھ حُسن سلوک کرو۔ اس جملہ میں کیا لطیف رنگ اختیار کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احسانات کا انسان بدلہ نہیں دے سکتا۔ اس لئے خدا تعالیٰ کے ذکر میں یہ بیان کیا کہ احسان تو تم کر نہیں سکتے پس ظلم سے تو بچو۔ لیکن والدین کے احسان کا بدلہ دیا جا سکتا ہے۔ اس لئے ان کے بارہ میں مثبت حکم دیا۔

عِنْدَكَ۔ کے لفظ میں یہ بتایا ہے کہ اگر وہ تمہاری کفالت میں بھی ہوں تو بھی کچھ نہ کہنا کیا یہ کہ وہ الگ رہتے ہوں۔ اور پھر بھی تمہارے ہاتھوں تکلیف پائیں۔

توحید کے بعد والدین سے حسن سلوک کے ذکر میں حکمت۔

کفالت کی خصوصیت اس لئے فرمائی۔ کہ ہر وقت کے پاس رہنے سے اختلافات زیادہ رونما ہوتے ہیں۔ اور پھر یہ بھی قاعدہ ہے کہ انسان جس پر خرچ کرتا ہے اس پر اپنا حق بھی سمجھنے لگتا ہے۔

اُفّ۔ کلمہ ضجر ہے یعنی ناپسندیدگی کا کلام۔ یعنی یہ کہنا کہ مجھے یہ بات پسند نہیں اور تمہاری ناپسندیدگی کو عملی جامہ پہنانے کو کہتے ہیں۔ یعنی نہ مُنہ سے نہ عمل سے ان کو دُکھ دو۔

اسلام نے والدین کی خدمت کے لئے خاص ہدایات دی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

ادرك احد والديه ثم لم يُغفر له فابعده الله عزّ وجلّ۔ رواه احمد (ابن کثیر جلد ۶ صـ۶) یعنی جس شخص کو اپنے والدین میں سے کسی کی خدمت کا موقع ملے اور پھر بھی اس کے گناہ نہ معاف کئے جائیں تو خدا اس پر لعنت کرے مطلب یہ کہ نیکی کا ایسا اعلیٰ موقعہ ملنے پر بھی اگر وہ خدا کا فضل حاصل نہیں کر سکا۔ تو جنت تک پہنچنے کے لئے ایسے شخص کے پاس کوئی ذریعہ نہیں۔

والدین کی خدمت کا موقع ملنے کے باوجود جنتی نہ بننا بدبختی ہے

۲۶ حل لغات۔ وَاخْفِضْ۔ خفض سے امر کا صیغہ ہے۔ اور خفض الشیٔ کے معنے ہیں

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اَعْلَمُ بِمَا فِیْ نُفُوْسِكُمْ ؕ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِیْنَ فَاِنَّهٗ

جو کچھ (بھی) تمہارے دلوں میں ہو اسے (سب سے) بہتر جانتا ہے اگر تم نیک ہو گے تو (یاد رکھو کہ) وہ

كَانَ لِلْاَوَّابِیْنَ غَفُوْرًا ۝ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ

بار بار رجوع کرنے والوں کو بہت ہی بخشنے والا ہے ۲۷ اور قرابت والے کو

وَالْمِسْكِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا ۝

اور مسکین کو اور (مسافر) راہرو کو اس کا حق دے اور اسراف کسی رنگ میں (بھی) نہ کر ۲۸

ضمّ رفعہ۔ اس کو نیچا کیا۔ وفی القرآن۔ واخفض جناحك للمومنین ای تواضع لہم۔ اور قرآن مجید کی آیت واخفض جناحك للمومنین میں واخفض کے معنے تواضع کرنے کے ہیں۔ خفض صوتہ کے معنے ہیں۔ اَخْفَاہُ وَغَضَّہٗ۔ آواز کو نیچا کیا۔ خفض الصوت۔ لان وسہل۔ آواز نرم ہو گئی (اقرب)

الجناح — الجناح۔ مایطیر بہ الطائر۔ پرندے کا بازو۔

اوّابین — ید الانسان۔ انسان کا ہاتھ۔ العضد۔ بازو۔ الجانب جانب۔ الکنف۔ پناہ (اقرب)

الذل — الذلّ۔ اللّین والسہولۃ۔ ذلّ کے معنے نرمی اور آسانی کے ہیں۔ والتواضع۔ تواضع۔ الانقیاد۔ فرمانبرداری (اقرب)

تفسیر۔ اور ان کے لئے رحمت کے ساتھ اپنے انکسار کے بازو نیچے گرا دے۔ اور یہ دعا کرتا رہ کہ اے میرے رب تو ان پر رحم کر۔ کیونکہ انہوں نے بچپن میں میری پرورش کی ہے۔ اس لطیف تشبیہ میں بتایا ہے کہ تیرا ہاتھ ہر وقت انکی خدمت میں لگا رہنا چاہیئے۔

والدین کے لئے ہمیشہ دعا کرنی چاہیئے۔

اس آیت میں یہ بھی اشارہ کر دیا کہ انسان بالعموم والدین کی ویسی خدمت نہیں کر سکتا۔ جیسی کہ ماں باپ نے اس کی بچپن میں کی تھی۔ اس لئے فرمایا کہ ہمیشہ دعا کرتے رہنا کہ

لا تبذر — اے خدا تو ان پر رحم کر۔ تاکہ جو کسر عمل میں رہ جائے دعا سے پوری ہو جائے۔ ك کے معنے تشبیہ کے بھی ہوتے ہیں۔ ان معنوں کی رو سے اشارہ کیا گیا ہے کہ بڑھاپے میں ماں باپ کو ویسی ہی خدمت کی ضرورت ہوتی ہے جیسے کہ بچہ کو بچپن میں۔

والدین کے لئے یہ دعا اس لئے بھی سکھائی گئی ہے کہ جو اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہے گا اسے خود بھی اپنا فرض ادا کرنے کا خیال رہے گا۔

۲۷ حل لغات۔ اوابین۔ اوّاب کی جمع اوابون آتی ہے۔ اور اوّاب آب سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ آب الی اللہ کے معنے ہیں۔ رَجَعَ عَنْ ذَنْبِہٖ وَتَابَ اپنے گناہ سے لوٹ کر اللہ کی طرف رجوع کیا (اقرب) پس اوّاب کے معنے ہونگے بار بار رجوع کرنے والا۔

تفسیر۔ یعنی اگر ایسی نیک نیتی اپنے دل میں پیدا کرے جو اوپر بیان ہوئی ہے تو پھر خدا تعالیٰ بھی اس کے عیوب پر پردہ ڈال دیتا ہے یعنی اس کے عمل میں جو کمی رہ جائے اللہ تعالیٰ اسے پوری کر دیتا ہے۔ اس آیت کا مضمون اس حدیث سے بھی ملتا ہے جو اوپر گذر چکی ہے اور جس کا یہ مضمون ہے کہ والدین کی خدمت کا موقع پا کر بھی جسکے گناہ نہ بخشے جائیں اس پر لعنت ہو کیونکہ اس آیت کا مضمون یہی بتاتا ہے کہ جو صلح ہو گا یعنے اوپر کے احکام کے مطابق عمل کرے گا تو اس سے خدا تعالیٰ مغفرت کا معاملہ کرے گا۔

۲۸ حل لغات۔ لا تبذّر۔ بَذَّرَ سے نہی

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مخاطب کا صیغہ ہے۔ اور بَذَّرَ مالہ المال کے معنے ہیں فَرَّقَہٗ اسرافاً۔ مال کے خرچ کرنے میں فضول خرچی سے کام لیا۔ پس لَا تُبَذِّرْ کے معنے ہونگے۔ تو اسراف نہ کر۔

تفسیر۔ اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ ہر شخص کے مال میں رشتہ داروں۔ مساکین اور مسافروں کا حق ہے رشتے دار انسان کی کمائی میں کئی طرح مدد کا موجب ہوتے ہیں۔ اس لئے اس کے مال میں ان سب کا حق ہوتا ہے مثلاً والدین نے ایک بیٹے کو پڑھا دیا، اور وہ کسی اعلیٰ عہدہ پر پہنچ گیا اور باقی بھائی علم سے محروم رہے تو اس عہدہ دار کے مال میں باقی بھائیوں کا بھی حق ہے کیونکہ جس روپے سے اس کو تعلیم دلائی گئی تھی اس میں ان سب کا حق تھا۔

مساکین اور ابن السبیل کا بھی اللہ تعالیٰ نے حق قرار دیا ہے اور دوسری جگہ کھول کر بھی بتایا ہے وَفِیْٓ اَمْوَالِہِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ (ذاریات ع ۱) کہ انسان کے اموال میں سائل وغیرہ کا بھی حق ہوتا ہے۔ مساکین کا حق قرار دینے کی ایک تو یہ وجہ ہے کہ دُنیا میں امیر غریب بدلتے رہتے ہیں۔ جو آج غریب ہیں کبھی امیر تھے اور جو آج امیر ہیں کبھی غریب تھے اور اس وقت کے امیروں نے اُن سے حُسنِ سلوک کیا تھا۔ پس ساری دنیا کو اگر مجموعی نگاہ سے دیکھا جائے تو کسی کا مال اس کا خالص مال نہیں بلکہ اس میں دوسروں کے حقوق شامل ہیں۔ دوسری وجہ اسکی یہ ہے کہ دُنیا کی سب اشیاء اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کے لئے بحیثیت جماعت پیدا کی ہیں نہ کہ زید یا بکر کے لئے۔ پس اگر زید اور بکر کسی وجہ سے زیادہ مالدار ہو گئے ہوں تو اس سے ان باقی لوگوں کا حق باطل نہیں ہو جاتا۔ جو دنیا کی چیزوں کی ملکیت میں زید اور بکر کے ساتھ برابر کے شریک ہیں۔ بیشک بوجہ خاص محنت کے زید یا بکر کا زائد حق اسلام تسلیم کرتا ہے لیکن ان کو مالک بلا شرکت غیر نہیں تسلیم کرتا۔

مسافروں کا حق اس طرح کہ جب یہ دوسری جگہ کی طرف جاتا ہے تو وہ اس سے حسنِ سلوک کرتے ہیں۔ پس دوسرے مقام کے مسافر کی خدمت کرنا اس کا فرض ہے تا حق ضیافت ادا ہوتا رہے۔ ابن السبیل کے حق کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کسی بستی میں جاؤ تو تین دن تک کی ضیافت کا تم کو حق ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر بستی والے نہ دیں۔ فرمایا چھین کر بھی لے سکتے ہو۔ (ابوداؤد جلد ثالث کتاب الاطعمۃ باب ماجاء فی الضیافۃ)

ہر شخص کے مال میں رشتہ داروں اور مساکین کے حق ہونے کی دلیل۔

یہ حکم اس وقت کے لئے ہے جب اسلامی تمدن جاری ہو کیونکہ ان ایام میں دوسرے لوگ اس سے ضیافت کا حق لے سکیں گے۔ اس حکم کو اگر دنیا میں جاری کیا جائے تو بہت سی خرابیاں جو ہوٹلوں اور سراؤں کی وجہ سے پیدا ہوئی ہیں دُنیا سے دُور ہو جائیں اور غربا کے لئے بھی دُنیا کا سفر جو اعلیٰ تربیت کا ایک ذریعہ ہے آسان ہو جائے مگر افسوس کہ خود مسلمانوں نے بھی اس حکم کو بھلا رکھا ہے۔

مسافروں سے حسنِ سلوک کا یہ عام حکم دنیا سے بہت سے فتنے مٹانے کا موجب ہے کیونکہ لڑائی جھگڑا منافرت سے پیدا ہوتا ہے۔ اگر اس طرح مہمان نوازی کا رواج ہو تو منافرت دُور ہو جائے۔ اور گاؤں اور مُلکوں کے جھگڑے مٹ جائیں۔ وہ لوگ جو کسی دوسرے مُلک کی مہمان نوازی سے فائدہ اُٹھا چکے ہوں کبھی بھی جلدی سے ان کے خلاف لڑنے پر آمادہ نہ ہونگے سوائے خبیث ارواح کے جو نسبتاً تھوڑی ہوتی ہیں۔ نیز اس حکم سے گاؤں اور قصبوں کے نظام کی بُنیاد بھی پڑتی ہے کیونکہ مہمان نوازی سارے گاؤں پر واجب کی گئی ہے۔ پس اس حکم کے پُورا کرنے کے لئے ہر گاؤں والے ایک ایسے نظام کی پابندی پر مجبور ہونگے جس کے ماتحت سارا گاؤں مہمانوں کی خدمت کر سکے اور یہ نظام ان کے دوسرے کاموں میں بھی مفید ثابت ہوگا۔

لَا تُبَذِّرْ۔ پھر فرمایا کہ اوپر کے احکام میں مال کو خرچ کرنے کی جو نصیحت کی گئی ہے۔ اس کا یہ مطلب نہ سمجھنا کہ مال کو لُٹا دینا چاہیئے۔ ہم نے انہی اخراجات کا حکم دیا ہے جو ضروری ہیں بے فائدہ مال لُٹانے کا حکم نہیں دیا۔

ہر شخص کے مال میں مساکین کے حق ہونے کی وجہ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ ۖ وَكَانَ

اسراف کرنے والے لوگ یقیناً شیطانوں کے بھائی ہوتے ہیں اور

الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا ۝ وَإِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ

شیطان اپنے رب کا بہت ہی ناشکر گذار ہے ۲۹ اور اگر تو اپنے رب کی طرف سے کسی

ابْتِغَاءَ رَحْمَةٍ مِّن رَّبِّكَ تَرْجُوهَا فَقُل لَّهُمْ قَوْلًا

رحمت کی جستجو میں جس کی تو امید رکھتا ہو ان سے اعراض کرے۔ تو (پھر بھی انہیں سختی سے رد نہ کر

مَّيْسُورًا ۝ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ

بلکہ) انہیں کوئی نرم بات کہدو ۳۰ اور تو نہ (تو بخل سے) اپنے ہاتھ کو باندھ کر اپنی گردن پر ڈال لے۔

ابن مسعود کا قول ہے اَلتَّبْذِیْرُ الْاِنْفَاقُ فِیْ غَیْرِ حَقٍّ یعنی ناجائز خرچ کو تبذیر کہتے ہیں۔ پس اس حکم میں دینی انفاق شامل نہیں۔ دین کی کسی ضرورت کے لئے اگر کوئی اپنا سارا مال بھی خدا کی راہ میں دیدے تو وہ مبذر نہ ہوگا۔ کیونکہ اس نے بے جا خرچ نہیں کیا۔

فضول خرچی کی تشریح۔

قرآن مجید نے فضول خرچی کی دوسری جگہ تشریح یوں فرمائی ہے۔ وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا وَکَانَ بَیْنَ ذٰلِکَ قَوَامًا (فرقان ع ۶) کہ تو اسراف کرنا چاہیئے اور نہ کنجوسی سے کام لینا چاہیئے مگر میانہ روی اختیار کرنی چاہیئے۔

۲۹ تفسیر۔ فرمایا کہ اگر تم ایسا کروگے تو ناشکری ہوگی۔ ہم نے تمہیں یہ مال اسی لئے دیا ہے کہ تم اسکو برمحل خرچ کرو۔ اب جو تم اس کو یوں پھینکو گے تو اسکے یہ معنے ہونگے کہ مال کے ساتھ جو ذمہ واریاں اللہ تعالیٰ عائد فرماتا ہے ان سے بچنا چاہتے ہو۔ اور یہ ایک گناہ ہے۔

رہبانیت کا رد

اس آیت میں کس لطیف طریق سے رہبانیت وغیرہ کا رد کیا ہے۔ رہبانیت کیا ہے۔ ذمہ واریوں سے بچنے کا ایک ذریعہ ہے۔ اور یہ فعل نیکی نہیں کہلا سکتا بلکہ ایک کھلی بدی ہے۔ اور شیطانی فعل ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے احسان کی ناقدری ہے۔

۳۰ حل لغات۔ مَیْسُوْرًا کے معنے ہیں مَا یُتَیَسَّرُ۔ خلاف المعسور وھو مصدر وعلی مفعول بمعنی الیسر۔ میسور اسم مفعول بھی ہے۔ اور مصدر بھی۔ اور اسکے معنی ہیں وہ چیز جو آسان کی گئی ہو۔ یا آسانی یا سہولت۔ ومنہ فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُورًا۔ اور فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُورًا میں قول میسور کے معنی نرم بات کے ہیں (اقرب)

تفسیر۔ اس آیت کے دو معنے ہیں:۔ (۱) جب تم اقرباء مساکین وغیرہ سے اعراض کرو یعنی انکی مدد نہ کرسکو۔ تو اس بات کی ضرورت نہیں کہ لوگ جب اللہ تعالیٰ دے گا تو ضرور دونگا۔ اور ساتھ ہی تم ان کو یہ بات نرمی سے سمجھا دو کہ توفیق ملنے پر تمہاری ضرور مدد کروں گا۔

(۲) دوسرے معنی یہ ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کے فضل کی امید میں یعنی یہ خیال کرتے ہوئے کہ میرا دینا انکی دینی یا اخلاقی حالت بگاڑ دے گا۔ غرباء کی مدد سے اعراض کرے۔ تو تو انکو نرمی سے سمجھا دے گویا اعراض ابتغاءً رحمۃٍ ہونا چاہیئے نہ کہ بخل کی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ۝

اور نہ (اسراف میں پڑکر) اسے بالکل کھول دے۔ ورنہ (یاتو) تو ملامت کا نشانہ بنکر (اور یا پھر) تھک کر بیٹھ جائیگا ۳۱ے

اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۚ اِنَّهٗ

تیرا رب یقیناً جس کے لئے چاہتا ہے رزق کو وسیع کر دیتا ہے اور (جس کے لئے چاہتا ہے) تنگ کرتا ہے۔ وہ یقیناً

كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًا ۢ بَصِيْرًا ۝ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ ع ۳

اپنے بندوں (کے حالات) کو جاننے والا (اور) دیکھنے والا ہے ۳۲ے اور تم مفلسی کے خوف سے اپنی

وجہ سے۔ مثلاً کوئی ہٹا کٹا آدمی سوال کرے اور جس سے سوال کیا جائے وہ اس غیبت سے اس کے سوال کو پورا نہ کرے کہ قوم میں سوال کی عادت نہ پیدا ہو جائے۔ تو یہ جائز ہے۔ مگر اس انکار کا باعث بخل اور کنجوسی نہ ہو۔ اسی طرح مثلاً سائل مسرف ہو یا نشہ شراب افیون کی بدعادت میں مبتلا ہو اسکی مالی مدد سے اگر یہ اس وجہ سے باز رہتا ہے کہ میں اسکی امداد کی تو اسکی صحت خراب ہوگی ملک میں بدی ترقی کریگی اور نہ دینے سے اسکی بد عادت چھوٹے گی اور ملک کو بھی فائدہ پہنچے گا تو یہ شخص گناہگار نہ ہوگا بلکہ نیکی کا مرتکب۔ حدیث میں آتا ہے بعض ایسے سائلوں کے آنے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہتے یا انہیں سمجھا دیتے تھے

۳۱ے حل لغات۔ مغلولۃً۔ غَلٌّ سے اسم مفعول مؤنث کا صیغہ ہے اور غَلَّ فلانًا کے معنی ہیں وضع فی یدہٖ او عنقہ الْغُلَّ۔ اس کے ہاتھوں یا گردن میں طوق ڈالا (اقرب) پس لَا تَجْعَلْ یَدَکَ مَغْلُوْلَۃً کے معنے ہونگے تو اپنے ہاتھوں کو باندھ کر اپنی گردن میں نہ ڈال لے۔

محسورا۔ حَسَرَ سے اسم مفعول ہے۔ وحَسَرَ نسی کے معنے ہیں کَشَفَہٗ۔ کسی چیز سے پردہ کو ہٹایا حسر بعضہم شعرہ ہنی کے چھلکے کو اتارا۔ حسر البعیر۔ سقط حسی۔ عیا۔ اونٹ کو اتنا چلایا کہ وہ تھک گیا۔ حَسَرَ البیت کنسہ گھر میں جھاڑو دیا (اقرب) پس محسور کے معنے ہونگے جھاڑو دیا ہوا۔ نکالا کیا ہوا۔ تھکایا ہوا۔

تفسیر۔ اس آیت میں بتایا ہے کہ خرچ کے متعلق اس امر کو مدنظر رکھو کہ نہ تو ہاتھ گردن سے بندھا رہے یعنی ضرورت کے وقت بھی خرچ کرنے سے دریغ ہو اور نہ ہاتھ ہر وقت مال لٹانے کے لئے

سائل سے حسن سلوک کی تاکید

دراز رہے۔ بلکہ چاہیئے کہ تم ضرورت کے مطابق خرچ کرو۔ تا بے ضرورت خرچ تم کو کسی وقت کی نیکی سے محروم نہ کر دے۔ جبکہ خرچ کرنیکی کوئی صحیح ضرورت پیدا ہوگئی ہو۔

بے ضرورت خرچ کرنے کے دو نقصان بتائے ہیں۔ ایک تو یہ کہ جو شخص بے ضرورت خرچ کرتا ہے ضرورت کے وقت جبکہ اس کے دوسرے ساتھی خرچ کر رہے ہوتے ہیں۔ یہ دیکھتا رہ جاتا ہے اور قوم اسے ملامت کرتی ہے کہ آج ملک یا قوم کو ضرورت تھی اور آج تم خاموش بیٹھے ہو اور دوسرا نقصان یہ کہ اس طرح انسان محسور یعنی تنگ ہو جاتا ہے یعنی جب ضرورت کے وقت یہ کام نہیں آسکتا تو قوم پر اس کا عیب ظاہر ہو جاتا ہے اور وہ کہنے لگتے ہیں کہ یہ جھوٹ ہے۔ اپنے مال کی حفاظت نہیں کر سکا اور یہ بھی کہ یہ دوسروں کا محتاج ہو جاتا ہے

حَسَرَ البیت نے معنے گھر میں جھاڑو دینے کے کر دیا ہے صاف کر دیا کے بھی ہیں پس محسور کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ تو اس حالت میں ہو جائے کہ گویا کہ تیرے گھر میں جھاڑو مل گیا

۳۲ے تفسیر۔ اس میں یہ بتایا کہ خدا تعالیٰ کسی کو فراخی دیتا ہے اور کسی کے رزق میں تنگی کرتا ہے تا یہ دیکھے کہ جو مالدار ہیں وہ غرباء کی کس طرح مدد کرتے ہیں۔ پس اگر تم دنیا کے اموال کی اس غیبت سے حفاظت کرو تو ان کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کے بندوں کی زیادہ سے زیادہ خدمت کر سکو تو یہ ایک بہت بڑی نیکی ہوگی۔

محسورا

قرآن کریم کی کیا ہی معجزانہ شان ہے کہ ابھی مسلمان مکہ میں تکلیف اٹھا رہے تھے کہ اس نے مسلمانوں کے لئے وہ احکام بیان کرنے شروع کر دیئے جو ان کے لئے ترقی کے زمانہ میں ضروری تھے۔ کیا اس کے سوا جو اپنی بات کو پورا کرنے پر کامل طور پر قادر ہو کوئی دوسرا اس طریق کو اختیار کر سکتا ہے۔ اگر یہ کلام انسان کا ہوتا تو مکہ میں اور ان حالات میں جن میں سے مسلمان گزر رہے تھے یہ الفاظ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ ۚ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ ۚ إِنَّ

اولاد کو قتل مت کرو انہیں (بھی) ہم ہی رزق دیتے ہیں اور تمہیں بھی (ہم ہی دیتے ہیں) یقیناً انہیں

قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْأً كَبِيرًا ۝ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَىٰ إِنَّهُ

قتل کرنا یقیناً (بہت) بڑی خطا ہے ۝۳۲ اور زنا کے قریب (بھی) نہ جاؤ۔ وہ یقیناً

املاق نکالتے وقت اس کا حلق خشک ہو جاتا اور انسان حلق میں ہی اٹک کر رہ جاتا۔

۳۲ حل لغات۔ املاق: اَملَقَ سے مصدر ہے اور املق الرجل کے معنے ہیں انفق مالہ حتی افتقر آنفاً مال خرچ کیا کہ پھر محتاج و مفلس ہو گیا (اقرب)۔ پس املاق کے معنے ہوں گے۔ مال ضائع ہو کر محتاج و مفلس ہو جانا۔

الخطاء الخِطْأ: الذنب۔ قصور۔ ما تعمد منہ۔ جان بوجھ کر کی ہوئی غلطی (اقرب)

تفسیر۔ پہلے رکوع میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ احسان تو لوگوں پر کرو لیکن یہ خیال رکھ لو کہ تمہارا احسان کرنا اس رنگ پر نہ ہو کہ اس کے نتیجہ میں لوگ بدیوں میں بڑھ جائیں یا تم خود بدی میں پڑ جاؤ۔ اب فرماتا ہے کہ لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ یعنی اس خوف سے کہ اولاد پر روپیہ خرچ ہوگا ان کو ہلاک نہ کرو۔ یہ حکم لڑکیوں کے قتل کرنے کے متعلق نہیں ہے کیونکہ قرآن کریم میں لڑکیوں کے قتل کی کسی جگہ بھی یہ وجہ بیان نہیں فرمائی کہ لوگ خرچ کے ڈر سے ان کو قتل کر دیتے ہیں۔ بلکہ یہ وجہ بتائی ہے کہ ان کی پیدائش کو اپنے لئے ذلت کا موجب سمجھتے ہیں اس لئے ان کو مار ڈالتے ہیں۔ اسی طرح اس آیت کے یہ معنے بھی نہیں ہو سکتے ہیں کہ بوجہ غربت اور تنگی کے اولاد کو قتل نہ کرو۔ کیونکہ املاق کے معنے غربت اور تنگی کے نہیں ہیں بلکہ اس کے معنے مال کے خرچ ہونے کے ہیں۔ اور آیت کے یہ معنے ہیں کہ اس ڈر سے نہ مارو کہ روپیہ خرچ ہوگا۔

آیت لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ کا مطلب

اس جگہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اس ڈر سے کہ روپیہ خرچ نہ ہو کوئی اولاد کو قتل کرتا بھی ہے؟ سو جہاں تک دنیا کا تجربہ ہے اس قسم کے واقعات صحیح الدماغ لوگوں میں تو ملتے نہیں۔ بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ لوگ جن کے پاس روپیہ نہیں ہوتا وہ بھی اولاد کو نہیں مارتے۔ پس معلوم ہوا کہ اس قتل کا کوئی اور مفہوم ہے۔ اور ہمیں انسانوں میں اس جرم کی تلاش کرنی چاہیئے۔ سو جب ہم مختلف انسانوں کی حالتوں کو دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ بعض لوگ بخل کی وجہ سے اولاد کی صحیح تربیت نہیں کرتے۔ پوری غذا نہیں دیتے یا ایسی غذا نہیں دیتے جو نشوونما کے لئے ضروری ہو۔ ایسے بخیل تو بے شک فاتر العقلوں میں ہی ملتے ہیں جو زہر سے یا گلا گھونٹ کر اپنی اولاد کو اس خوف سے مارتے ہوں کہ ان پر ہماری دولت خرچ ہوگی۔ مگر ایسے بخیل عام صحیح الدماغ لوگوں میں کثرت سے ملتے ہیں کہ پاس روپیہ ہے لیکن بچوں کو بخل کی وجہ سے اچھی غذا نہیں دیتے۔ لباس مناسب نہیں دیتے۔ حتیٰ کہ بعض دفعہ وہ خوراک کی کمی کی وجہ سے بیمار ہو جاتے ہیں بعض دفعہ لباس کی کمی کی وجہ سے نمونیہ وغیرہ کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اس قسم کے لوگ دنیا میں ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں ملتے ہیں اور ہر ملک میں ملتے ہیں۔ اسی طرح قتل سے مراد اخلاقی روحانی قتل بھی ہو سکتا ہے۔ کہ روپیہ کے خرچ کے ڈر سے اچھی تعلیم نہیں دلاتے اور گویا بچہ کی اخلاقی یا روحانی موت کا موجب ہو جاتے ہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو نصیحت کرتا ہے کہ اس فعل سے اجتناب کریں اور وہ اخراجات جو بچوں کی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

صحت اور اخلاق کی درستی کے لئے ضروری ہیں۔ اُن سے کبھی دریغ نہ کیا کریں۔ اور قتل کا لفظ اس لئے استعمال کیا ہے کہ اولاد کو قتل کرنے سے انسان فطرتاً تنفر کرتا ہے۔ پس اس لفظ کے استعمال سے اس کی توجہ اس طرف پھیرائی ہے کہ تم کسی صورت میں بھی اولاد کو اپنے ہاتھ سے قتل کرنے پر تیار نہیں ہوتے۔ لیکن یہ نہیں سوچتے کہ ایک اور قسم کے قتل کے تم مرتکب ہو رہے ہو۔ یعنی اولاد کی خوراک اور لباس کا خیال نہیں رکھتے اور ان کی صحتوں کو برباد کر دیتے ہو۔ یا ان کی تربیت کا خیال نہیں رکھتے اور ان کے اخلاق کو برباد کر دیتے ہو۔

قتل کا لفظ استعمال کرنے کی میرے نزدیک یہ بھی وجہ ہے کہ اگر صرف یوں کہا جاتا کہ اولاد پر ضرور خرچ کیا کرو۔ تو ان الفاظ میں ان بالواسطہ اثرات کی طرف اشارہ نہ ہوتا جو اولاد کی زندگی پر پڑتے ہیں۔ لیکن ان الفاظ کے استعمال نے تمام بالواسطہ تاثیرات کو بھی اپنے اندر شامل کر لیا ہے۔ مثلاً بیوی کی خوراک اور مناسب لباس کا خیال نہ رکھنا۔ یا دُودھ پلانے یا ایام حمل میں اس پر کام کا بہت بوجھ ڈال دینا یہ سب امور ہیں جن سے اولاد پر بُرا اثر پڑتا ہے اور یا تو بچے ضائع ہو جاتے ہیں یا ان کی صحتیں کمزور ہو جاتی ہیں۔

لَا تَقْتُلُوْا کے الفاظ میں ان سب امور کی نہی آ جاتی ہے اور یہ غرض دوسرے الفاظ سے پوری نہ ہو سکتی تھی۔

اس آیت کے یہ معنے بھی ہو سکتے ہیں جو بعض موفیاء کرتے ہیں۔ کہ اولاد کی پیدائش کو صرف اس خطرہ سے روکنا منع ہے کہ اگر اولاد زیادہ ہو جائے گی تو پھر کھائے گی کہاں سے۔ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے اولاد کی پیدائش بند کرنا قتل اولاد کے حکم میں ہے اور قتل اولاد ہر حال میں منع ہے اور بُرا ہے۔ تو معنے یہ ہوئے کہ اِملاق کی وجہ سے قتل اولاد (یعنی اسکی پیدائش کو روکنا منع ہے۔ البتہ بعض اور صورتوں میں جائز بھی ہو سکتا ہے۔ مثلاً عورت بیمار ہو۔ اس وقت جائز ہوگا کہ اولاد پیدا کرنا بند کر دے۔ کیونکہ جس چیز کی وجہ سے قتل اولاد کو روکا گیا ہے وہ غیر محسوس ہے۔ ایسی وجہ کی بناء پر اولاد کی پیدائش کو روکنا جائز ہے۔ لیکن کسی محسوس اور مشاہد نقصان کی وجہ سے اولاد کی پیدائش کو روکنا منع نہیں۔

لَا تَقْتُلُوْا اولاد کے قتل کے لفظ کے استعمال کی وجہ

علاوہ پیدائش میں روک ڈالنے کے جو بچہ بن چکا ہو بعض حالات میں اس کا مارنا بھی جائز ہوتا ہے مثلاً کسی حاملہ عورت کے متعلق زچگی کے وقت یہ شبہ ہو کہ اگر بچہ کو طبعی طور پر پیدا ہونے دیا گیا تو والدہ فوت ہو جائے گی۔ اس صورت میں بچہ کو ضائع کر دینا جائز ہے۔ کیونکہ بچہ کے متعلق نہیں کہہ سکتے کہ وہ مردہ پیدا ہوگا یا زندہ۔ یا زندہ رہے گا یا نہیں۔ مگر ماں سو سائٹی کا ایک مفید وجود ہے۔ اس لئے وہمی نقصان سے حقیقی نقصان کو زیادہ اہمیت دی جائے گی اور بچہ کو تلف کر دیا جائیگا۔

غرض لَا تَقْتُلُوْا کے الفاظ استعمال کرنے کے بعد خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ کی شرط لگا کر قرآن کریم نے اولاد کی تربیت، اس کی پرورش، ماں کی پرورش اور اس کی زندگی کی قیمت کے متعلق ایک وسیع مضمون بیان کیا ہے اور ایسے مختصر الفاظ میں کہ اس کی مثال دوسری کتاب میں نہیں مل سکتی۔ بلکہ حق یہ ہے کہ یہ مضمون ایسا اچھوتا ہے کہ دوسری کسی مذہبی کتاب نے اسے چھوا تک نہیں۔

لَا تَقْتُلُوْا کے بعد خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ کی شرط لگانے کی وجہ

اس آیت میں جو خِطْأً کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ گو اس کا مادہ اور خَطَأً کا مادہ ایک ہی ہے۔ لیکن خِطْأٌ جو خ کی زیر کے ساتھ ہے اس کے معنوں اور خَطَا جس میں خ پر زبر ہے اس کے معنوں میں فرق کیا جاتا ہے۔ خِطَا کے معنے اَلاثم ما تعمد منہ کے ہیں۔ اور خَطَا کے معنے مالم یتعمد منہ آؤ

خِطَاء کے معنے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ۝ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ

ایک کھلی بے حیائی اور بہت بُرا راستہ ہے ۳۴ اور جس جان کو (مارنا) اللہ تعالیٰ

تعمّد کے ہیں۔ یعنی اگر توخ پر فتح یعنی زبر ہو تو دیدہ دانستہ گناہ اور نادانستہ قصور دونوں معنوں میں مستعمل ہوگا اور اگر خ کے نیچے کسرہ یعنی زیر ہو تو اس سے مراد صرف وہ گناہ ہوگا جس میں ارادہ پایا جائے۔ اس لفظ سے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ اولاد کا قتل ایک ایسا جرم ہے کہ جس کو فطرت بھی رد کرتی ہے۔ یعنی جس کے احساسات طبعی مر چکے ہوں وہی ایسا فعل کر سکتا ہے دوسرا نہیں کر سکتا۔ اِنَّهٗ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا کے الفاظ بھی بتلاتے ہیں کہ یہاں وہ قتل مراد نہیں جو زہر یا آلہ سے کیا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ الفاظ بتاتے ہیں کہ یہ قتل کثرت سے پایا جاتا ہے۔ مگر اپنے ہاتھوں بچوں کا قتل ہرگز کسی ملک میں بھی ایسے رنگ میں نہیں پایا جاتا کہ اُسے قومی جرم قرار دیا جائے۔ اس امر کا ثبوت کہ یہ عام قتل سے جُدا قسم کا قتل ہے یہ بھی ہے کہ قتل کے خلاف حکم آگے چل کر بیان کیا گیا ہے۔ اس میں بچوں کا قتل بھی شامل ہے پس ظاہر ہے کہ اس جگہ قتل سے مراد کچھ اور ہے۔

لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى کے الفاظ استعمال کر کے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ مواقع زنا پیدا ہی نہ ہونے دو یعنی نامحرم عورتوں سے الگ رہو۔ ان سے زیادہ خلا ملا نہ رکھو وغیرہ وغیرہ۔ قرآن کریم کی یہ بہت بڑی فضیلت ہے کہ وہ نہ صرف گناہ سے روکتا ہے بلکہ گناہ سے رُکنے کے ذرائع بھی بتاتا ہے اور ایسی ہی تعلیم بنی نوع انسان کی حفاظت کر سکتی ہے۔ جو کتاب گناہ سے بچنے کے ذرائع نہیں بتاتی وہ انسان کو ایک پریشانی میں مبتلا کر دیتی ہے۔ اطمینان وہی کتاب پیدا کر سکتی ہے جو کسی بات سے منع کرنے کے ساتھ ہی اُس سے بچنے کے ذرائع بھی بتا دے تا انسان کو تسلی ہو کہ میں اس حکم پر عمل کر سکوں گا۔ انجیل کہتی ہے کہ تو کسی عورت کو بد نظری سے نہ دیکھ۔ لیکن قرآن کہتا ہے کہ تو کسی نامحرم عورت کی طرف نظر اُٹھا کر ہی نہ دیکھ۔ کیونکہ وہ کشش جو انسان کے دل میں لغزش پیدا کرتی ہے۔ جب اس کے لئے راستہ کھول دیا جائے تو حفاظت ناممکن نہیں تو نہایت مشکل ضرور ہو جاتی ہے۔ اس حکمت کے ماتحت اس جگہ فرمایا ہے کہ تم گناہ کے مقام سے اتنی دُور کھڑے رہو کہ جہاں سے تم بدی کا مقابلہ کر سکو۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ تو بزدلی ہے۔ مگر یہ بُزدلی نہیں یہ تو احتیاط ہے اور احتیاط کو کوئی عقلمند بُزدلی نہیں کہتا۔

ظاہر ہے کہ انسان دو ہی قسم کے ہو سکتے ہیں۔

لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى میں لفظ قرب کے استعمال میں حکمت۔

حاشیہ ۳۴ **حل لغات**۔ فَاحِشَة: کے معنے ہیں ما اشتد قبحہٗ من الذنوب۔ ہر وہ غلطی جو بہت بُری ہو۔ و قیل کُلّ ما نھی اللہ عنہٗ۔ ہر وہ بات جس سے اللہ نے روکا ہے (اقرب)

تفسیر:۔ اس آیت میں زنا سے بچنے کا حکم قتل اولاد کے ذکر کے بعد دیا ہے۔ اس میں یہ لطیف اشارہ ہے کہ زنا سے بھی اولاد کا قتل ہوتا ہے۔ کیونکہ اول تو حرام کی اولاد کو عام طور پر ضائع کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ دوسرے اگر ضائع نہ بھی ہو تب بھی اس کی تربیت اور پرورش میں مرد کھل کر حصّہ نہیں لے سکتا۔ اور وہ اولاد بالعموم بغیر والی والدہ کے رہ کر تباہ ہو جاتی ہے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَ مَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا

نے حرام ٹھہرایا ہے اسے (شرعی) حق کے سوا قتل نہ کرو اور جو شخص مظلوم مارا جائے اس کے

فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِیِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا یُسْرِفْ فِّی الْقَتْلِ ؕ

وارث کو ہم نے (قصاص کا) اختیار دیا ہے۔ پس (اس کیلئے یہ ہدایت ہے کہ) وہ (قاتل کو) قتل کرنے میں (ہماری مقرر کردہ) حد سے

اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ۝ وَ لَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْیَتِیْمِ اِلَّا

آگے نہ بڑھے (اگر وہ حد سے نہ بڑھیگا تو یقیناً (ہماری) مدد اسکے شامل حال ہوگی ۵۳ اور تم اس طریق کے سوا جو یتیم کے حق میں (زیادہ اچھا ہو

اوّل وہ جو گناہ کے پاس جا کر بھی بچ سکتا ہے۔ ایسے شخص کو گناہ کے مقام سے دُور رہنے کی اس لئے تاکید کی کہ گو یہ تو بچ سکتا ہے مگر ممکن ہے کہ اس کی طرف دیکھ کر دُوسرے لوگ بھی اس مقام تک چلے جائیں۔ اور اپنی کمزوری کی وجہ سے گناہ میں مبتلا ہو جائیں پس ایسے شخص کو لوگوں کے لئے ٹھوکر کا موجب نہ بننا چاہئے۔

دوسری قسم کے وہ لوگ ہیں جو گناہ کے مواقع پیدا ہونے کی صورت میں اس سے بچ ہی نہیں سکتے۔ ان کو اس سے قریب بھی نہ جانے دینے کی حکمت تو ظاہر ہی ہے۔ پس خواہ انسان گناہ کے قریب ہو کر بچ سکتا ہو۔ خواہ نہ بچ سکتا ہو۔ دونوں صورتوں میں اس کو گناہ کے قریب تک بھی نہیں جانا چاہیئے۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ جس مقام کی طرف جانے میں کوئی خاص فائدہ مدنظر ہو اس کی طرف نہ جانا بزدلی کہلا سکتا ہے۔ مگر جس جگہ کی طرف جانا یا نہ جانا کوئی خاص فائدہ نہ رکھتا ہو اس سے الگ رہنا ہرگز بزدلی نہیں کہلا سکتا

سَآءَ سَبِیْلًا ۔ ان الفاظ سے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ علاوہ اخلاقی گناہ ہونے کے زنا میں اور بھی بہت سے نقصانات ہیں۔ جو انسان شادی کرتا ہے وہ ضرور احتیاط کر لیتا ہے کہ ایسی لڑکی سے شادی کرے جس کی صحت اچھی ہو۔ اُسے کوئی متعدی مرض نہ ہو۔ عادات و اخلاق اچھے ہوں۔ اسی طرح لڑکی کے رشتہ دار لڑکے کے متعلق سوچ سمجھ لیتے ہیں۔ مگر زنا میں یہ احتیاط نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ زنا ہوتا ہی شہوانی جذبات کے جوش میں آ جانے کی صورت میں ہے۔ اور اس وقت انسان کسی قسم کی احتیاط نہیں کر سکتا جس کا نتیجہ کئی قسم کی امراض یا مالی تباہی کی صورت میں نکلتا ہے پس فرمایا شہوانی تقاضوں کے پورا کرنے کا یہ راستہ نہایت خطرناک ہے۔

یہ امر روزانہ تجربہ میں آ رہا ہے کہ گو بیوی سے جو تعلق خاوند پیدا کرتا ہے اسی قسم کا تعلق زانی، زانیہ سے کرتا ہے لیکن باوجود اس کے زنا کے نتیجہ میں جس قسم کی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں وہ بیوی کی صورت میں نہیں پیدا ہوتیں یا بہت کم پیدا ہوتی ہیں۔ دنیا میں جس قدر لوگ آتشک یا سوزاک کی مرضوں میں مبتلا ہوتے ہیں ان میں سے کس قدر بیویوں سے اس مرض کو قبول کرتے ہیں؟ شاید سو میں سے ایک بھی نہیں۔ بقیہ ننانوے فی صدی یا اس سے زیادہ حصہ ان مریضوں کا زنا سے مرض کو حاصل کرتا ہے اور جو مرض میاں یا بیوی کو ایک دوسرے سے لگتی ہے وہ حَسُنَ سَبِیْلًا کے الفاظ میں زنا کے نقصانات کی طرف بھی درحقیقت کسی پہلے زنا کے نتیجہ میں ہوتی ہے پس سَآءَ سَبِیْلًا کہہ کر ایک زبردست سچائی کی طرف انسان اشارہ۔ کو توجہ دلائی ہے جو ہے تو ہر اک کے سامنے لیکن اس کی طرف توجہ بہت کم لوگوں کو ہوتی ہے۔

۵۳ حل لغات: سلطان: کے لئے دیکھو ابراہیم ۱۱

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

وَلَا یُسْرِفْ : اَسْرَفَ سے نہی غائب کا صیغہ ہے اور اسرف فی کذا کے معنے ہیں۔ جاوز الحدَّ فیہ وَاَفْرَطَ حد سے تجاوز کر گیا۔ (اقرب) پس فلا یسرف فی القتل کے معنے ہوں گے۔ کہ وہ قتل کرنے میں مقررہ حد سے آگے نہ بڑھے۔

تفسیر:- اوپر کی دو آیتوں میں قتل کے دونوں مخفی ذرائع بیان کئے تھے۔ اب کھلے قتل کے بارہ میں حکم بیان فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے کہ کسی جان کو جس کے قتل کو خدا تعالیٰ نے حرام کیا ہے قتل نہ کرنا چاہیئے۔ بالحق اس لئے فرمایا کہ نفس ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو سانس لیتی ہو اور اس لئے سب جاندار اس میں شامل ہیں۔ بلکہ آج کل کی سائنس کی تحقیق کے رو سے تو نباتات کے بارہ میں بھی سانس کا لینا ثابت ہے۔ پس نفس کے ساتھ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ رکھ دیا۔ کیونکہ دوسری چیزوں کا قتل اپنی ذات میں حرام نہیں گو بعض وجوہات سے حرام ہو جاتا ہے مثلاً حرم شریف میں کسی جانور کو قتل نہ کرنا چاہیئے۔ اسی طرح اگر کوئی جانور کسی دوسرے کی ملکیت میں ہو تو اس کو بھی قتل کرنا حرام ہے۔ اسی طرح ذبح کے طریق کے سوا جو حلال جانوروں کے لئے جائز ہے اور بعض طریقوں سے جانوروں کا قتل بھی ناجائز ہے۔ پس اِلَّا بِالْحَقِّ کہہ کر ایک تو انسان کو اس حکم کے لئے مخصوص کر دیا۔ دوسرے انسانوں میں سے ان کو حکم سے باہر نکال دیا جن کا بعض اسباب کے ماتحت مارنا جائز ہو مثلاً قاتل۔ یا جو لوگ دوسرے کو قتل کرنے کے لئے حملہ آور ہوں وغیرہ وغیرہ۔

ولی کے معنے

غیر حق کسی کو قتل کرنا منع ہے

سلطان سے مراد

حق کی تشریح

بالحق کے لفظ سے اس طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ جس وقت اللہ کی طرف سے حق ملے اس وقت قتل جائز ہے۔ گویا نہی بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھی اور اجازت بھی اسی کی طرف سے ہونی چاہیئے۔ اس شرط سے مواقع جنگ کو محدود کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح حکومت کے اختیارات جان لینے کے متعلق محدود کر دئے گئے ہیں۔

اس شرط کی وجہ سے اگر کوئی دایہ یہ کہے کہ چونکہ بچہ کی والدہ نے کہا تھا کہ بچہ کو مار ڈال اس لئے میں نے مار ڈالا یا کوئی حاکم کسی کو جبراً مروا دے تو وہ جرم سے بری نہیں سمجھے جائیں گے۔ کیونکہ قتل اسی صورت میں جائز ہے جبکہ اس جان کو پیدا کرنیوالے کی طرف سے قتل کرنے کا حق کسی کو عطا ہوا ہو۔

وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِیِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا یُسْرِفْ فِّی الْقَتْلِ ۔ اور جو مظلوم قتل کیا جاوے ہم نے اس کے ولی کو غلبہ یا حجت دی ہے۔

ولی ہر وہ شخص ہے جو کسی کی وراثت کا حقدار ہو۔ اور ایسے شخص کو بھی ولی کہتے ہیں کہ جس کو وہ خود مقرر کر دے۔ جیسے کہ مروی ہے کہ جب دشمن حضرت عثمانؓ کے خلاف منصوبے کر رہے تھے حضرت معاویہؓ نے ان سے درخواست کی کہ آپ مجھے اپنا ولی بنا دیں تاکہ ان لوگوں پر رعب ہو اور وہ سمجھیں کہ عثمان کے قتل کا بدلہ لینے والا ایک شخص موجود ہے۔ تو اس کے جواب میں حضرت عثمان نے فرمایا کہ تمہارے متعلق احتمال ہے کہ تم مسلمانوں پر سختی کرو گے میں تم کو ولی نہیں مقرر کرتا۔ اس سے یہ مستنبط ہوتا ہے کہ ایسا ولی بنانا جائز ہے۔

سُلْطَان سے مراد غلبہ یا حجت ہے یعنی ہم نے اس کے ولی کو اختیار دیا ہے کہ وہ گورنمنٹ کے پاس شکایت کرے اور اپنا حق لے لیوے اور پھر حاکم کے فیصلہ کر چکنے کے بعد خواہ قاتل کو قتل کرے خواہ معاف کرے۔ لیکن اگر گورنمنٹ سمجھے کہ مقتول کا ولی شرارت سے معافی دے رہا ہے تو پھر اسے بھی حق ہے کہ وہ قتل کی سزا جاری کر دے۔ کیونکہ اپنے حقوق کو جائز طور پر ادا نہ کرنے کی صورت میں یا بوجہ خوف ادا نہ کرا سکنے کی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ حَتّٰی یَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۪ وَاَوْفُوْا

(کسی اور طور پر) یتیم کے مال کے پاس (بھی) نہ پھٹکو یہاں تک کہ وہ اپنی منصوبی کی عمر کو پہنچ جائے۔ اور (اپنے) عہد کو

صورت میں ولایت حکومت کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔

تمام قصاص کے مسائل میں یہ حکم جاری ہے اور اس کی ایک عمدہ مثال حضرت علیؓ کے عمل سے ملتی ہے آپ نے ایک دفعہ دیکھا کہ ایک شخص نے دوسرے کو پیٹا ہے حضرت علی نے اس کو روکا اور مضروب کو کہا کہ اب تم اس کو مارو۔ مگر مضروب نے کہا کہ میں اس کو معاف کرتا ہوں۔ حضرت علیؓ نے سمجھ لیا کہ ڈر کے مارے اُس نے اُسے مارنے سے انکار کیا ہے کیونکہ وہ مارنے والا بڑا جبار شخص تھا۔ اس لئے آپ نے فرمایا تم نے اپنا ذاتی حق معاف کر دیا ہے مگر میں اب قومی حق کو استعمال کرتا ہوں۔ اور اُسے اسی قدر پٹوا دیا جس قدر کہ اُس نے دوسرے کمزور شخص کو پیٹا تھا۔

یہ جو فرمایا کہ فَلَا یُسْرِفْ فِّی الْقَتْلِ اس میں قاتل کے حقوق کی حفاظت کی ہے۔ قصاص میں کئی قسم کی زیادتیاں ہو سکتی ہیں (۱) تکلیف سے قتل کیا جاوے مثلاً کسی کو جلا دمقرر کیا جائے اور وہ کُند آلہ سے قتل کرے (۲) موقعہ معافی کا ہو مگر وہ زور دے کہ نہیں میں ضرور قتل ہی کروں گا۔ اسی طرح اور کئی طریقے اسراف کے ہو سکتے ہیں۔

لَا یُسْرِف کے الفاظ سے اس طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ گو جان کے بدلہ میں جان کا عام قانون ہے۔ مگر وارثانِ مقتول کو ہمیشہ قتل کے بعد قتل پر عمل نہیں کرنا چاہیئے اور قتل کے فعل کو بڑھانا نہیں چاہیئے یعنی جہاں تک ہو سکے قاتل اگر کسی طرح بھی اسکی اصلاح کی امید کی جا سکتی ہو۔ معاف کر دینا چاہیئے اسی حکم سے اسلام نے ملک کے امن کی بنیاد قائم کر دی ہے۔ دنیا کا امن دو غلطیوں میں سے ایک کی وجہ سے برباد ہوتا ہے۔ یا تو جب قاتلوں کو ان کے کئے کی سزا نہیں ملتی یا جب اندھا دھند سزا دی جاتی ہے۔ بعض دفعہ معاف کر دینا ہی آئندہ امن پیدا کرنے کا موجب ہو سکتا ہے۔ مگر موجودہ قانون وارثانِ مقتول کو ایسا کوئی اختیار نہیں دیتا اور ہر قتل کے بدلہ میں قتل ہی کرتا ہے۔ اس سے ملک کا امن برباد ہوتا ہے اور دشمنیاں بڑھتی جاتی ہیں۔ اگر اسلامی تعلیم پر عمل ہوتا تو قتل بہت کم ہو جاتا اور بغض کم ہو جاتے۔

(دنیا میں امن دو ہی طرح قائم ہو سکتا ہے حق کے طلاء، یا محبت ہو تو ہے)

یہ بھی یاد رہے کہ شرعاً یہ بھی منع ہے کہ کوئی شخص آپ ہی کسی کو مجرم قرار دے کر اُسے سزا دیدے۔ اگر کوئی ایسا کرے تو یہ بھی اسراف فی القتل سمجھا جائے گا۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ قال یارسول اللہ اِنْ وجدتُ مع امرأتی رجلاً امھلہ حتی اٰتی باربعۃ شھداء قال نعم (مسند احمد بن حنبل جلد ۵ ص ۳۴۶) ایک شخص نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ اگر میں کسی شخص کو اپنی بیوی کے پاس دیکھوں تو اسے قتل کروں یا انتظار کروں اور چار گواہ لاؤں۔ آپؐ نے فرمایا چار گواہ لاؤ۔ ایک اور حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ اگر تم خود ہی قتل کر دو گے تو قتل کے مرتکب سمجھے جاؤ گے۔ اِنَّہٗ کَانَ مَنْصُوْرًا میں اسی طرف اشارہ کیا ہے۔ کیونکہ اس کے معنے ہیں کہ مقتول کے ولی کو حکومت کی طرف سے مدد دی جائیگی اس لئے خود ہی فیصلہ اور خود ہی اجراء نہ کرے بلکہ حکومت کے ذریعہ فیصلہ کرائے۔

(قاتل کے حقوق کی حفاظت)

اِنَّہٗ کَانَ مَنْصُوْرًا کے الفاظ میں لَا یُسْرِف فی القتل کی دلیل بھی بیان کی گئی ہے۔ یعنی وارث کو یاد رکھنا چاہیئے کہ دنیا میں امن قائم رکھنے کا فرض اسی کے ذمہ بھی ہے۔ پس چاہیئے کہ وہ بھی ظلم نہ کرے اور یاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے حقوق کی حفاظت کی ہے۔ پس اُسے بھی دوسروں کے حقوق کا خیال رکھنا چاہیئے

(مقتول کے وارث کو معاف کرنے کی تلقین)

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا ۝ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ

پورا کرو (کیونکہ) ہر عہد کی نسبت یقیناً (ایک نہ ایک دن) باز پرس ہوگی ۳۵ اور جب تم (کسی کو کچھ) ماپ کر

اور جس حکومت نے اس کے حقوق کی حفاظت کی ہے ظلم کرکے اس کے نظام میں خلل نہیں ڈالنا چاہیئے۔

۳۶ حل لغات ۔ العہد کیلئے دیکھو رعد ۲۱

تفسیر:۔ بچے زیادہ طور پر اتفاقی حادثات کے نتیجہ میں یتیم ہوتے ہیں جن میں قتل، وبائیں وغیرہ شامل ہیں۔

یتیم کی عدم جوانی سزا

پس قتل کے حکم کے بعد جس سے دو گھروں میں بچے یتیم رہ جائینگے مقتول کے گھر میں بھی اور قاتل کے گھر میں بھی۔ جب وہ قتل کی سزا میں قتل کیا جائے گا۔ یتامیٰ کے حقوق کو بیان کیا گیا۔

یتامیٰ کے مال کی حفاظت کا طریق

اس بارہ میں فرماتا ہے کہ یتامیٰ کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ یعنی صرف ایک طریق ایک کے مال پر تصرف کرنے کا ہے کہ اس سے بہتر سے بہتر نتیجہ پیدا کیا جائے۔ یعنی صرف یہی نہیں کہ ان کے مال کو ناجائز طور پر استعمال نہ کرو بلکہ ان کو اس طرح استعمال کرو کہ وہ مال بڑھیں اور یتیموں کا فائدہ ہو اس آیت میں اسلامی نظام کا ایک اور ایسا حکم بیان کیا گیا ہے جس میں اسلام دوسرے مذاہب سے ممتاز اور منفرد ہے یتیموں سے حسنِ سلوک کا حکم تو سب مذاہب میں ملتا ہے لیکن یہ حکم کہ ان کے اموال کی حفاظت کرو اور انکو بڑھانے کی کوشش کرو کسی اور مذہب میں نہیں ملتا۔ گویا اس آیت میں ایک عام کورٹ آف وارڈز مقرر کیا گیا ہے یعنی نابالغوں کی جائداد کی حفاظت کرنے والا محکمہ۔ آج کل مغربی حکومتوں کے ماتحت اس حکم پر عمل ہو رہا ہے۔ مگر اس خیال کی بنیاد اسلام نے آج سے تیرہ سو سال پہلے قائم کی ہے۔

حتّٰی یبلغ اشدہ سے یہ مراد نہیں کہ جب وہ جوان ہو جائیں تو ان کے اموال کھانے جائز ہیں۔ کیونکہ اول تو یتیم جب بڑا ہو جائے گا تو وہ اپنا مال کھانے ہی کیوں دے گا۔ دوسرے یہ خلاف عقل ہے کہ جب تک یتیم اپنے مال کو استعمال نہ کر سکتا تھا۔ اس وقت تک تو اس کے مال کو بڑھایا جائے اور جب اس کے استعمال کرنے کا موقع آئے تو اس کو کھانا شروع کر دیا جائے۔ اسلام کسی کا مال کھانے کی اجازت نہیں دیتا خواہ وہ یتیم ہو یا غیر یتیم۔ پس اس آیت کے یہ معنے ہیں کہ جب تک وہ عقل کی اس حد کو نہ پہنچ جائے کہ وہ خود اپنے مال کو سنبھال سکے اس وقت تک حفاظت کرنی چاہیئے اور درمیان میں ہی اس کی حفاظت نہ چھوڑ دینی چاہیئے۔ مثلاً جب دس بارہ سال کا ہو گیا تو کہہ دیا کہ اب بڑا ہو گیا ہے خود مال سنبھال لیگا۔ غرض جوانی تک پہنچنے کی قید اس لئے نہیں کہ اس کے بعد بے شک اس کا مال کھاؤ۔ بلکہ یہ قید اس لئے لگائی گئی ہے کہ پوری جوانی سے پہلے جبکہ وہ مال کی حفاظت کے قابل ہو جائے۔ رشتہ داروں یا حکومت کو اس کی امداد چھوڑ نہ دینی چاہیئے۔ دوسرے ان الفاظ سے اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ جب وہ اپنی بلوغت کو پہنچ جاوے اور اپنی اس عقل کو پہنچ جاوے کہ جس میں وہ اپنے مال کی حفاظت کر سکتا ہو تو اس وقت اس کے مال کو یہ کہہ کر کہ ابھی چھوٹا ہے دیا نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ غرض حتّٰی یبلغ اشدہ نے دونوں صورتوں سے جو یتیم کو نقصان پہنچانے والی ہیں اس کے رشتہ داروں اور حکومت کو روک دیا ہے ایسے بہت سے نظارے دنیا میں ملتے ہیں کہ رشتہ دار ایک مدت تک یتامیٰ کا کام کرنے کے بعد تھک کر کام چھوڑ بیٹھتے ہیں اور یتامیٰ کا نقصان ہو جاتا ہے یا وہ جوان ہو جاتے ہیں لیکن ان کا حق ان کو نہیں دیا جاتا۔ ریاستوں

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

إِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ ۚ ذَٰلِكَ

دینے لگو تو ماپ پورا دیا کرو اور (جب تول کر دو تو) سیدھے ترازو کے ساتھ تول کر دو یہ بات سب سے

خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ۝ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ

بہتر اور انجام کے لحاظ سے سب سے اچھی ہے ۳۶ اور (اے مخاطب) جس بات کا تجھے علم نہ ہو اس کی

میں ایسے نظارے بہت دیکھنے میں آتے ہیں کہ زمیں جوان ہو جاتا ہے مگر جو افسر ریاست کے انتظام کے لئے مقرر ہوتے ہیں اپنے ذاتی اغراض کو پورا کرنے کے لئے انہیں نابالغ یا غیر عاقل ہی قرار دیتے جاتے ہیں۔

وَ اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ۔ اپنے عہد کو پورا کرو۔ بظاہر تو یہ فقرہ یتامیٰ کے ذکر میں بے جوڑ معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ یتیم کا عہد سے کوئی خاص تعلق نظر نہیں آتا۔ لیکن حقیقت میں ایسا نہیں کیونکہ (۱) عہد کے معنے ذمہ واری کے بھی ہوتے ہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں۔ قلانٌ ھو ولی العھد یعنی حکومت کی ذمہ واری کا ولی جہاں معنوں کے رُو سے اس جملہ کے معنی ہونگے کہ یتامیٰ کے متعلق اپنی ذمہ واری کو پورا کرو۔ جب ان کے مال کے انتظام کی ضرورت ہے۔ انتظام کرو۔ اور جب ان کا مال انکے سپرد کرنے کا وقت آئے تو ان کا مال انہیں دے دو دوسرے اس طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ یتامیٰ کے مال کی حفاظت کوئی احسان نہیں بلکہ خدا تعالےٰ کا حکم اور اسلامی نظام کا ایک حصہ ہے اس لئے احسان سمجھ کر اس کام کو نہ کرو بلکہ فرض سمجھ کر کرو۔ (۲) چونکہ یتیم اپنے مال کی کمی بیشی کے متعلق کچھ دریافت نہیں کر سکتا اس لئے خدا تعالےٰ نے یتیم کے مال کو اپنے عہد میں شامل کر لیا ہے تاکہ کوئی یہ سمجھ کر مال کو کھا نہ جاوے کہ اگر ہم کھا جائیں گے تو کون پوچھے گا۔ اس لئے فرمایا کہ اگر کوئی ایسا کرے گا تو ہم ہوں گے جو اس سے یہ ہمارا عہد ہے۔

(۳) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یتیم کا ذکر کر کے ان لوگوں کا ذکر بھی ساتھ کر دیا جو یتامیٰ تو نہیں ہوتے مگر یتامیٰ سے مشابہ ہوتے ہیں۔ مثلاً کمزور اقوام جو اپنے آپ کو طاقتور اقوام کی حفاظت میں دے دیتی ہیں۔ پس یتامیٰ کے ذکر کے ساتھ ان کے حقوق کی طرف بھی توجہ دلائی کہ بعض اقوام بمنزلہ یتامیٰ ہوتی ہیں اور ان کے حقوق تمہارے قبضہ میں آجاتے ہیں، بے شک تمہارا فرض ہے کہ اس وقت تم ان کے حقوق کی نگہداشت کرو لیکن ہمیشہ کے لئے ان پر تصرف قائم نہ رکھو بلکہ جب ان میں اہلیت پیدا ہو جائے انہیں اُن کے مال سپرد کر دو۔ اگر دنیا اس حکم پر عمل کرے تو یہ قومی تفاخر جو آج پیدا ہو رہا ہے یکدم دور ہو جائے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض وقت ایک زبردست قوم کمزور قوم کے حقوق کی حفاظت کے لئے اس کی نگرانی کا کام اپنے ہاتھ میں لینے پر مجبور ہو جاتی ہے مگر اس کا فرض ہونا چاہیئے کہ اس ماتحت قوم کے اندر صلاحیت پیدا ہو جانے پر جلد سے جلد اُسے اپنے اموال میں تصرف دیدے اور اس کی بلوغتِ قومی کے بعد اس کے ملک اور مال پر قبضہ نہ رکھے۔

اوفوا بالعھد کا یتامیٰ کے ذکر سے تعلق

۳۷ حل لغات۔ اکیل کیلئے دیکھو یوسف ۶۰ الکیل قسطاس

قِسْطَاس: کے معنے ہیں۔ المیزان۔ ترازو۔ و اقوم الموازین و قیل ھو میزان العدل۔ سیدھا اور درست ترازو (اقرب)

تفسیر:۔ چونکہ پچھلی آیت میں حقوق کی واپسی کا حکم دیا تھا۔ اس لئے اس کے ساتھ ملتا ہوا حکم اس کے بعد بیان کر دیا اور فرمایا کہ جس طرح یتیم کو اس کا مال ادا کرنے کا حکم ہے اسی طرح آپس کے کاروبار میں ایک دوسرے کا حق بوقت ادا کرنے کا بھی ہم حکم دیتے ہیں۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ

اتباع نہ کیا کر۔ (کیونکہ) کان اور آنکھ اور دل ان سب کے

كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا ۝ وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ

متعلق پوچھا جائے گا ۳۸ اور زمین پر اکڑ کر مت چل۔

ذٰلِكَ خَبِیْرٌ ۚ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا کہہ کر اس طرف اشارہ کیا ہے کہ یہ عمل دینی لحاظ سے بھی بہت بہتر ہے اور دنیوی انجام کے لحاظ سے بھی۔ کیونکہ جس تاجر کے متعلق لوگوں کو علم ہو جائے کہ وہ کم تولتا ہے یا جس قوم کے متعلق یہ یقین ہو جائے کہ اس کا لین دین اچھا نہیں اس کی تجارت کو آخر نقصان پہنچ جاتا ہے۔

بدظنی کے موجبات

۳۸ حل لغات - لَا تَقْفُ: قفا سے نہی مخاطب کا صیغہ ہے۔ اور قفاہ اثرہٗ (یَقْفُوْ) کے معنے ہیں۔ تبعہٗ۔ اس کی پیروی کی۔ قفا فلانًا باھر اثرہ بہ کسی چیز کے متعلق اُسے ترجیح دی (اقرب) پس لَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ کے معنے ہوں گے اے مخاطب تو اس کی پیروی نہ کر جس کا تجھے علم نہیں۔

لا تقف

تفسیر :- اس سے یہ مطلب نہیں کہ کوئی نیا علم نہ سیکھو اور نئی نئی تحقیقاتیں نہ کرو۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ بدظنی نہ کرو اور بغیر تحقیق کے دوسروں پر الزام نہ لگاؤ۔ چنانچہ اس کے آگے وہ اسباب جن سے بدظنی پیدا ہوتی ہے بیان کئے ہیں۔ یعنی کان آنکھ اور دل۔ بعض دفعہ انسان دوسرے کے متعلق بات سُن کر اس بات کو پلّے باندھ لیتا ہے اور بغیر تحقیق دشمنی شروع کر دیتا ہے۔ بعض دفعہ ایک واقعہ دیکھتا ہے اور اس سے غلط نتیجہ نکال لیتا ہے اور یہ تحقیق نہیں کرتا کہ ممکن ہے کہ اس فعل کی کوئی جائز وجہ ہو جسے دیکھ کر اس نے بُرا سمجھ لیا۔ اور بعض آپ ہی آپ اپنے دل میں ایک بات پیدا کر لیتے ہیں۔ ان سب باتوں سے روکا اور فرمایا کہ

بدظنی کی تشریح

ظنی باتوں کے پیچھے نہیں پڑنا چاہیئے۔

بدظنی کے موجبات میں کان سب سے بڑا موجب ہے۔ زیادہ تر لوگوں سے باتیں سُن کر لوگ بدظنی کرتے ہیں۔ اس لئے اس کا ذکر پہلے کیا۔ اس کے بعد دوسرا بڑا ذریعہ آنکھ ہے اسے دوسرے نمبر پر بیان کیا۔ اس کے بعد انتہاء کی بدظنی کرنے والا شخص وہ ہوتا ہے کہ نہ شکایت سنتا ہے نہ کوئی مشتبہ بات دیکھتا ہے بلکہ آپ ہی آپ دل میں ایک وجہ بنا کر دوسروں کے پیچھے پڑ جاتا ہے۔ اس کو سب سے آخر میں رکھا کہ یہ موجب سب سے کم ہے۔ کیونکہ خطرناک مریض عام مریضوں سے ہمیشہ کم ہوتے ہیں۔

اِنَّ السَّمْعَ الخ - اس جملہ سے یہ بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ یہ مت خیال کرو کہ صرف مال و جان کے معاملہ میں ظلم میں گرفت ہوگی۔ بلکہ انسانی عزت پر حملہ کے متعلق بھی پرسش کی جائے گی۔ اگر کوئی کان دوسرے کی نسبت وہ بات سنے گا جس کے سننے کا اس کو حق نہ تھا تو اس پر بھی پرسش ہوگی۔ اگر آنکھ اس بات کو دیکھنے کی کوشش کرے گی جس کے دیکھنے کا اس کو حق نہیں تو اس کے بارہ میں بھی پرسش ہوگی۔ اگر کوئی دل ایسے خیالات رکھے گا جن کے رکھنے کا اُسے حق نہیں تو اس کے متعلق بھی پرسش ہوگی۔ یہ ایسی اعلیٰ درجہ کی پاکیزگی کی تعلیم ہے کہ اس پر عمل کر کے کسی قسم کا گند انسان میں باقی نہیں رہ سکتا۔

اس تعلیم میں اخلاق کے متعلق نہایت اعلیٰ تعلیم

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

إِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ○

تو نہ (تو) زمین کو پھاڑ سکتا ہے اور نہ پہاڑوں کی بلندی کو پا سکتا ہے ۳۹

دی گئی ہے انسان کو اپنے فیصلوں کی بنیاد ظن پر نہیں رکھنی چاہیئے بلکہ علم پر رکھنی چاہیئے۔ محض کان کی شہادت یا آنکھ کی شہادت یا دل کی شہادت کافی نہیں۔ بلکہ تمام ذرائع سے تحقیق کر کے پھر فیصلہ کرنا چاہیئے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رح کا ایک مشہور قول ہے کہ "اگر کسی میں ننانوے وجوہ کفر کے ہوں اور ایک وجہ ایمان کی تو اس کو کافر مت کہو" اس پر حکمت ارشاد کا یہی مطلب ہے کہ اگر ننانوے دلائل اس کے کفر کے ہوں اور ایک دلیل ایمان کی ہو تو بھی اُسے کافر نہ کہو یہ مطلب ہرگز نہیں جیسا کہ بعض احمق خیال کرتے ہیں کہ ننانوے شرعی وجوہ کفر کے ہوں تب بھی اُسے کافر نہ کہو۔ کفر کے اسباب تو ہیں ہی سات آٹھ۔ اللہ کا انکار۔ ملائکہ کا انکار۔ کتب سماویہ کا انکار۔ انبیاء کا انکار۔ دعا کا انکار۔ قضا و قدر کا انکار۔ اور حشر بعد الموت کا انکار۔ پس اگر اس کے یہ معنے لے جائیں کہ ننانوے اسباب کفر کے ہوں پھر بھی کافر نہ کہو تو کسی دہریہ کو بھی کافر نہیں کہا جا سکتا۔

۳۹ حل لغات۔ مَرَحًا: مَرِحَ الرَّجُلُ (یمرح) مَرَحًا کے معنے ہیں۔ اشتدّ فرحہٗ ونشاطہ حتّٰی جاوز القدر و تبختر۔ حد درجہ کا خوش ہو کر متکبرانہ چال چلا۔ واختال۔ اکڑ کر چلا (اقرب) پس لا تمش فی الارض مَرَحًا کے معنے ہوں گے زمین پر اکڑ کر نہ چل۔

لَنْ تَخْرِقَ: خرق سے مضارع واحد مخاطب کا صیغہ ہے۔ اور خرق الثوب کے معنے ہیں مزّقہ فتمزّق۔ کپڑے کو پھاڑا تو وہ پھٹ گیا۔ خَرَقَ المفازۃ۔ قطعھا حتّٰی بلغ اقصاھا۔ جنگل کو طے کیا اور اس کے آخر تک پہنچا (اقرب) پس لن تخرق الارض کے معنے ہوں گے۔ تو زمین کے سفر کو طے کر کے اس کے باہر نہیں نکل سکتا۔

کسی فیصلہ کی بنیاد سوءِ ظن پر نہ ہو۔

تفسیر:۔ پہلے اس وقت تک تو ان اخلاق کا ذکر فرمایا گیا تھا جن کا تعلق خدا تعالےٰ سے یا دوسرے انسانوں سے ہے۔ اب ان اخلاق کے متعلق ارشاد فرماتا ہے جو اس کی ذات سے تعلق رکھتے ہیں۔ چنانچہ فرماتا ہے کہ اگر تمہارے اندر کوئی خوبی کی بات ہو تو اس کو تکبر کا ذریعہ نہ بناؤ کیونکہ اس طرح تم نیکیوں سے محروم ہو جاؤ گے اور آئندہ ترقی کی طرف قدم نہ اٹھا سکو گے۔ کیونکہ جو متکبر ہو جاتا ہے وہ یہ سمجھنے لگ جاتا ہے کہ میں نے انتہائی عروج پا لیا ہے اور اس طرح وہ مزید ترقی سے محروم ہو جاتا ہے۔

دوسرے اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اے انسان تیری کامیابی آخر انسانی کامیابی ہے اس لئے اتنی ہی خوشی کر جو انسانوں کے لئے مقدر ہے اور یہ یاد رکھ کہ تو اپنے کمالات کے باوجود زمین کو نہیں پھاڑ سکتا یعنی اس کے باہر نہیں جا سکتا۔ مَرَحًا عربی محاورہ ہے خرق المفازۃ جنگل کو طے کر کے نکل گیا۔ یہی معنے اس جگہ لگتے ہیں اور مراد یہ ہے کہ آخر تو نے اسی دنیا میں رہنا ہے تیری ترقیاں محدود ہیں پس اپنے آپ کو ایسا نہ بنا کہ دوسرے انسانوں سے تیرا گذارہ مشکل ہو جائے۔ جن لوگوں کو متکبر لوگوں کے دیکھنے کا موقع ملا ہے وہ جانتے ہیں کہ متکبر آدمی کی زندگی سخت تلخ گذرتی ہے۔ کیونکہ ایک طرف تو وہ اپنے آپ کو کوئی عجیب چیز سمجھنے لگتا ہے دوسری طرف اُسے اپنے اہل و وطن کے ساتھ مل کر رہنا پڑتا ہے۔ پس عجیب متضاد جذبات میں اس کی زندگی بسر ہوتی ہے۔ تمحوق

متکبر انسان کا مرتع زمین

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ۝

ان میں سے ہر ایک (فعل) کی بُری صورت تیرے رب کے نزدیک ناپسندیدہ ہے ۴۰

ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ۭ وَلَا

یہ (تعلیم) اس (علم اور) حکمت میں سے (ایک حصہ) ہے جو تیرے رب نے وحی کے ذریعہ سے تیری طرف بھیجی ہے ۔ اور

آج کل کا انگریزی خوان طبقہ جو اپنے آپ کو دوسرے ہندوستانیوں سے اعلیٰ سمجھتا ہے اور یورپین اُن کو منہ نہیں لگاتے اسی عذاب میں مبتلا ہے ۔ جو اس کے ہیں وہ ان میں رہنا پسند نہیں کرتا اور جن میں وہ رہنا چاہتا ہے وہ اسے حقیر سمجھتے ہیں ۔ پس فرمایا کہ آخر اپنے لوگوں میں تو نے رہنا ہے پس دل کی ایسی کیفیت نہ بنا کہ تیری زندگی تجھ پر وبال ہو جائے ۔

لَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ۔ جبل کے معنے پہاڑ بھی ہوتے ہیں اور سید القوم اور عالمِ قوم کے بھی ۔ یعنی قوم کا سردار اور قوم کا عالم ۔ اس جگہ جبال سے مراد دوسرے معنے ہیں یعنی سردارانِ قوم اور علماء قوم ۔ اور یہ جو فرمایا کہ تو سردارانِ قوم اور علماء قوم کے برابر نہیں ہو سکتا اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ قوم میں بڑائی خدمت سے ملتی ہے یا علم سے اور یہ دونوں قسم کے لوگ انکسار کا نمونہ ہوتے ہیں جیسے کہ عرب کا محاورہ ہے سید القوم خادمھم یعنی قوم کا سردار درحقیقت قوم کا خادم ہوتا ہے ۔ اسی طرح فرماتا ہے اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (فاطر) اللہ تعالیٰ سے عالم بندے ہی ڈرتے ہیں یعنی جس قدر انسان علم میں ترقی کرتا جاتا ہے اس کی خشیت بڑھتی جاتی ہے ۔ پس اس جملہ سے یہ بتایا ہے کہ تکبر کر کے تو قوم کا سردار نہیں بن سکتا نہ قوم کے علماء میں شامل ہو سکتا ہے کیونکہ تکبر تو تجھ کو اپنی قوم سے دُور کر دیتا ہے اور اسی طرح خدا سے بھی دُور کر دیتا ہے پس اگر تو بڑائی کا ہی طالب ہے تو بھی تو تکبر سے اپنا نقصان کرتا ہے کیونکہ اس فعل سے تو اپنے آپ کو اسی چیز سے محروم کرتا ہے جس چیز کی تیرے دل میں خواہش ہے ۔ پس تکبر نہ کر اگر تیرے اندر کوئی دنیوی خوبی ہے تو اس کی مدد سے قوم کو فائدہ پہنچا تاکہ تو قوم کا سردار بن جائے اور اگر کوئی دینی خوبی ہے تو اس کے ذریعہ سے قوم کو فائدہ پہنچا تاکہ تو خدا تعالیٰ کی نظر میں پسندیدہ ہو جائے ۔

جبال ۱ مراد قوم کے سردار اور عالم ۲ السیّد

کس لطیف پیرایہ میں یہاں تکبر سے روکا گیا ہے ! اس کی نظیر بھی دنیا کی کوئی کتاب پیش نہیں کر سکتی ۔

۴۰ حل لغات ۔ السَّيِّئُ کے معنے ہیں القَبِیْحُ ۔ بُری صورت (اقرب)

ہر حکم کی تعمیل میں اعتدال کو ملحوظ رکھنے کی تلقین ۔

تفسیر :۔ اس چھوٹے سے فقرہ میں گویا دریا کو کوزہ میں بند کر دیا گیا ہے ۔ فرماتا ہے جس قدر احکام اوپر بیان ہوئے ہیں ان کے بُرے پہلو بھی ہیں اور اچھے بھی ۔ جو بُرے پہلو ہیں ان کو اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے اچھوں کو نہیں یعنی کوئی فعل بھی دنیا کا ایسا نہیں جسے ہر حال میں بُرا کہا جا سکے ۔ توحید اچھی بات ہے لیکن اگر انسان توحید کو فساد کا موجب بنا لے اور دوسری اقوام کے معبودوں پر آوازے کسے تو یہی توحید بُری ہو جائے گی ماں باپ کا ادب اچھا فعل ہے لیکن ان کے کہنے پر شرک یا ظلم کرنے لگ جائے تو یہ بُرا ہو جائے گا قتل بُرا فعل ہے لیکن دفاع قوم سے یا ضروری قصاص سے جی چرائے تو یہ بُرا ہو گا ۔ یتیموں کے مال کو ہاتھ نہ لگانا اچھا ہے لیکن اگر گناہ کے ڈر سے ان کے مال کی حفاظت چھوڑ دے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِیْ جَهَنَّمَ

تو اللہ (تعالیٰ) کے ساتھ کوئی اور معبود مت بنا ورنہ تو ملامت کا نشانہ بن کر (اور) دھتکارا جا کر۔

مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۝ اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِیْنَ

دوزخ میں ڈال دیا جائے گا ۝۴۱ کیا تمہارے رب نے تم کو لڑکوں (کی نعمت) سے مخصوص کر دیا

وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا ؕ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ

اور (خود) اس نے بعض فرشتوں کو (اپنی) لڑکیاں بنایا ہے۔ تم یقیناً (یہ) بڑی (خطرناک) بات

تو یہ بھی بُرا ہوگا۔ سود کے میں دیانت اچھی چیز ہے مگر بددیانتی سے ڈر کر کسب حلال بھی چھوڑ دے تو بُرا ہوگا۔ شہوانی قوتوں کو ان کے دائرہ میں رکھنا اچھا ہے لیکن ان کو بالکل نظرانداز کر دینا اور رہبانیت اختیار کر لینا یا ان کو ناجائز طور پر استعمال کرنا بُرا فعل ہوگا۔ بدظنی نہ کرنا اچھا فعل ہے لیکن ایک پہرہ دار حسن ظنی سے کام لیتے ہوئے دوسروں کو اپنی حفاظت کی اشیاء کے پاس جانے دے تو یہ بُرا ہوگا۔ تکبر نہ کرنا اچھا فعل ہے لیکن بہادری اور جرأت دکھلانے کے موقع پر انکسار دکھائے تو یہ بھی بُرا ہوگا۔ پس فرمایا کہ احکام کی حکمتوں کو سمجھو اور موقع اور محل پر ہر قوت کو استعمال کرو۔ اللہ تعالیٰ تم کو اپنی قوتوں کے استعمال سے نہیں روکتا بلکہ ان کے غلط استعمال سے روکتا ہے۔ انسانی اعمال کی تشریح ایسی کامل ہے کہ اس کو نہ سمجھنے سے ہی صدہا خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ مگر کتنے لوگ ہیں جو اس میانہ روی پر کاربند ہیں۔

۴۱ تفسیر:۔ سبحان اللہ! کیا عجیب ترتیب ہے۔ پہلے سورۃ نحل میں فرمایا تھا کہ حکمت آنے والی ہے اب اس میں بتایا کہ ان حکمت کی باتوں میں سے چند ایک ہم نے اوپر بیان کی ہیں۔ اب لاؤ ان کتابوں کو جو اس قرآن کریم سے پہلے تھیں اور دکھاؤ کہ ان میں ایسی تعلیم کہاں ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے چند ایک امور ایسے بیان فرمائے ہیں کہ جن کو لے کر ہم اہل کتاب سے مباحثہ کر کے ان کو شکست دے سکتے ہیں۔

ملہ دیانتداری کے غلط مفہوم سے بچنے کی تلقین

پہلے رکوع میں فرمایا تھا وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ۔ اس کے بعد توحید کے عملی پہلو کو پہلے بیان کیا اور بتایا کہ اسلام کی توحید نے دنیا کو عملی طور پر کیا فائدہ پہنچایا ہے۔ اب توحید کا دوسرا پہلو بیان کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ صرف دوسرے معبود کی عبادت سے انسان مشرک نہیں ہوتا بلکہ اگر کوئی شخص اپنے ذہن میں بھی کسی کو خدا کا شریک خیال کرتا ہو تو وہ بھی مشرک ہے۔

تُلْقٰى فِیْ جَهَنَّمَ۔ اس کا صرف یہی مطلب نہیں کہ آخرت کو جہنم میں ڈالا جائے گا بلکہ شرک کرنا خود ایک جہنم ہے کیونکہ جب کئی ایک کو معبود بنائے گا تو کس کس کو خوش رکھے گا اور کس کو ناراض کرے گا۔

ملہ موحد کے سامنے مشرک ہمیشہ ذلیل ہوتا ہے

دوسرے اسطرح بھی یہ جہنم ہو جاتا ہے کہ شرک کی کوئی دلیل نہیں ہوتی اور مشرک ہمیشہ موحدوں کے سامنے ذلیل ہوتا ہے۔ آج عیسائیوں کو ہی دیکھ لو کہ ان کیلئے تثلیث کا مسئلہ کس طرح ایک جہنم بن رہا ہے۔ کسی سے پوچھ کر دیکھ لو خواہ کتنا بڑا پادری ہو وہ اس کی کوئی دلیل نہ دے سکیگا۔ صرف اور صرف توحید ہی ایک ایسا مسئلہ ہے کہ جس کو مان کر انسان آرام میں آجاتا ہے اور اسی سے ٹھنڈک نصیب ہوتی ہے۔

مَلُوْمًا میں بتایا کہ مشرک کے سر پر ہمیشہ ملامت ہی رہتی ہے۔ ایک معبود کو مانا تو دوسرے کی ملامت سر پر آگئی۔ سکوما تو

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ع ۱۲ قَوْلًا عَظِيْمًا ۝ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ

کہتے ہو ۵۴۲ اور ہم نے اس قرآن میں (ہر ایک بات کو) اس لئے بار بار بیان کیا ہے

تیسرے کی ملامت کا ہار گلے میں۔ پھر مدحوراً کہکر بتایا کہ ادھر تو ہر وقت کے دکھ میں مبتلا ہوتا ہے ادھر تو دم و راحت کے سرچشمہ یعنی خدا تعالیٰ سے بھی دور پھینکا جاتا ہے گویا نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم کی سی حالت اس کی ہو جاتی ہے۔

اَفَاَصْفٰىكُمْ ۵۴۲ **حل لغات**۔ اَفَاَصْفٰىكُمْ: اصفا فلانا بکذا کے معنے ہیں اثرہ بہ واختصہ کسی چیز کے متعلق اسے ترجیح دی۔ اور اسکو اس کیلئے خاص کیا (قرب) پس اَفَاَصْفٰىكُمْ بِالْبَنِيْنَ کے معنے ہونگے کیا تمکو خدا تعالےٰ نے بیٹوں کے ساتھ مخصوص کیا۔

تفسیر:۔ اس آیت میں اس ذہنی کش مکش اور شرمندگی کی ایک مثال بیان کی گئی ہے فرماتا ہے کہ مشرکوں کے عقیدوں کو دیکھو کیسے عجیب ہیں۔ مثلاً یہ کہ بعض خدا تعالےٰ کے لئے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں اور اپنے لئے لڑکے۔ پھر ان ہی لڑکیوں کی پوجا کرتے ہیں جن کو وہ ذلیل قرار دیتے ہیں گویا خدا تعالےٰ کو چھوڑ کر انہیں دیوتاؤں کے آگے جھکنا پڑتا ہے۔ جن کو ان کے دل ذلیل سمجھتے ہیں۔

قَوْلًا عَظِيْمًا سے مراد بیوقوفی کی بات ہے۔ عظیم بُری چیز کیلئے آئے تو اس کے معنے بُرائی میں زیادتی کے ہوتے ہیں اور اچھے معنوں میں آئے تو اچھی بات میں بڑائی مراد ہوتی ہے۔ اس جگہ اس لفظ سے یہ بتایا ہے کہ مشرک کی عقل بھی ماری جاتی ہے وہ ایسی باتیں کرتا ہے جو کوئی سمجھدار آدمی نہیں کر سکتا۔

مشرک کی ذہنیت کو ظاہر کرنے کیلئے مہاراجہ کا واقعہ

اس موقعہ پر ایک لطیف واقعہ مجھے یاد آگیا وہ مشرک کی ذہنیت کو خوب منکشف کرتا ہے۔ جموں کے ایک سابق مہاراجہ صاحب کے پاس استاذی المکرم حضرت مولوی نور الدین صاحب (اللہ تعالیٰ انکے مدارج بلند کرے) قرآن انہوں نے ہی مجھے پڑھایا تھا اللہ تعالےٰ نے اب مجھے بہت علم بخشا ہے بلکہ وہ خود فرماتے تھے کہ میں نے تم سے ایسے ایسے معارف قرآن کے سنے ہیں جو نہ مجھے معلوم تھے اور نہ پہلی کتب میں درج ہیں۔ لیکن اس کتاب کی چاٹ انہوں نے ہی مجھے لگائی اور اس کی تفسیر کے متعلق صحیح راستہ پر ڈالا اور وہ بنیاد ڈالی جس پر میں عمارت تعمیر کر سکا۔ اس لئے دل ہمیشہ ان کیلئے دعاگو رہتا ہے) بطور طبیب ملازم تھے اور شاہی طبیب کے عہدہ پر فائز تھے بعد میں مہاراجہ صاحب کے فوت ہونے پر ان کے بیٹے مہاراجہ پرتاپ سنگھ صاحب نے انکو جموں سے اس الزام پر نکال دیا کہ موجودہ مہاراجہ صاحب کے والد اور چچا راجہ امر سنگھ صاحب اور راجہ رام سنگھ صاحب سے ان کے گہرے تعلقات ہیں ایسا نہ ہو کہ انکی خاطر مجھے زہر دے دیں۔ اس کے بعد وہ قادیان ہجرت کر کے آگئے اور آخر اپنے تقویٰ اور علم کی وجہ سے جماعت احمدیہ کے پہلے خلیفہ ہوئے۔ دوران ملازمت کا وہ قصہ سنایا کرتے تھے کہ ایک دن مہاراجہ صاحب نے مجھ سے کہا کہ مولوی صاحب آپ بھی کوئی بُت اپنے گھر رکھتے ہیں کہ نہیں۔ فرماتے تھے میں نے کہا مہاراجہ صاحب نہیں ہم بُت نہیں رکھتے ہمارے مذہب میں یہ منع ہے۔ اس پر کچھ حیران سے ہو کر کہنے لگے کہ ایک نصیحت آپکو کرتا ہوں کہ کالی دیوی کا بُت ضرور رکھ لیں یہ بڑی سخت دیوی ہے اور بڑا نقصان پہنچا دیتی ہے۔ فرماتے تھے میں نے کہا مہاراجہ صاحب ہم تو کالی کو بھی نہیں رکھ سکتے اس پر وہ کہنے لگے کہ پھر آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ میں نے کہا نہیں مہاراج کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ یہ سُن کر وہ کچھ تردد میں پڑ گئے۔ تھوڑی دیر غور کرنے کے بعد بولے مولوی صاحب میں سمجھ گیا آپ کو میں جموں کی ریاست میں سزا دینی چاہوں تو دے سکتا ہوں لیکن آپ سیالکوٹ چلے جائیں تو پھر کچھ نہیں کر سکتا۔ یہی معاملہ یہاں ہے۔ ہم تو کالی دیوی کو مان کر اس کے اختیار میں آگئے ہیں وہ ہمیں سزا دے لیتی ہے لیکن آپ لوگ سرے سے انکار کر کے اس کی حکومت سے نکل گئے ہیں اس لئے وہ آپ کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی۔ فرماتے تھے میں نے اس پر کہا مہاراج آپ خوب سمجھے ہم ایک خداوند کو مان کر ان بُتوں کے قبضے سے نکل چکے ہیں۔ اس پر مہاراجہ صاحب تو اپنی جگہ خوش کہ میں نے صحیح بات دریافت کر لی اور میں اپنی جگہ خوش کہ توحید نے ہم کو کیسی کیسی لغویات سے بچا لیا ہے ؛

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

لِيَذَّكَّرُوْا ۚ وَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ۝ قُلْ لَّوْ

کہ وہ (اس سے) نصیحت حاصل کریں اور (باوجود اس کے) وہ انہیں (عجب و) نفرت ہی میں بڑھا رہا ہے ۴۲ تو کہہ کہ اگر

۴۲ حل لغات ۔ صَرَّفْنَا: صَرَّفَ سے جمع متکلم کا صیغہ ہے جو صَرَفَ سے مزید ثلاثی ہے اور صَرَفَهٗ (صَرْفًا) کے معنے ہیں رَدَّهٗ عَنْ وَجْهِهٖ اس کے ارادہ سے اسے پھیرا۔ اور صَرَّفَ الْكَلَامَ کے معنے ہیں اِشْتَقَّ بَعْضَهٗ مِنْ بَعْضٍ کلام کے ایک حصہ کو دوسرے سے مشتق کیا۔ صَرَّفَ اللّٰهُ الرِّيَاحَ ۔ حَوَّلَهَا مِنْ وَجْهٍ اِلٰى وَجْهٍ ۔ اللہ تعالیٰ نے ہواؤں کا رُخ ادھر سے ادھر پھرایا۔ صَرَّفَ فُلَانًا فِى الْاَمْرِ ۔ قَلَّبَهٗ فِيْهِ وَ فَوَّضَهٗ اِلَيْهِ کسی کو کام میں لگایا اور وہ کام اس کے سپرد کیا۔ (اقرب)۔ پس وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ کے معنے ہوں گے۔ ہم نے قرآن مجید میں ہر بات کو بار بار بیان کیا ہے۔

نُفُوْرًا: نُفُوْر۔ نَفَرَ کا مصدر ہے۔ اور نفرت (نَفِرَ) النَّابَّةُ ۔ کے معنے ہیں جَزِعَتْ وَ تَبَاعَدَتْ۔ جانور ڈر کر دُور بھاگا نَفَرَ الْقَوْمُ نَفْرًا۔ نَفَرَ هُوَا۔ لوگ پراگندہ ہوگئے نَفَرَ الْقَوْمُ عَنْ كَذَا۔ اَعْرَضُوْا وَصَدُّوْا لوگوں نے کسی بات سے اعراض کیا اور اس سے رُکے۔ نَفَرَ الْقَوْمُ مِنْ كَذَا۔ انفوا وكرهوه لوگوں نے اس سے ناک چڑھایا اور اس کو ناپسند کیا۔ (اقرب) پس نُفُوْر کے معنے ہوں گے دُور ہونا۔ پراگندہ ہونا۔ اعراض کرنا۔ ناپسند کرنا۔

تفسیر۔ نُفُوْرًا کے معنے اوپر بتائے جا چکے ہیں کہ دُور ہونے۔ پراگندہ ہونے۔ ناپسند کرکے۔ اعراض کرنے کے ہوتے ہیں۔ ان معنوں کے لحاظ سے وَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا کے یہ معنے ہوئے کہ نہیں زیادہ کرتا انکو مگر دور ہونے میں۔ پراگندہ ہونے میں۔ ناپسند کرنے میں یا اعراض کرنے میں۔ یعنی ہم نے قرآن کریم میں قسم قسم کے دلائل بیان کئے ہیں مگر لوگ اس سے فائدہ اٹھانے کی بجائے نفرت ہی کرتے ہیں۔ اس سے اعراض ہی کرتے ہیں۔

صرفنا

بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ قرآن شریف میں تکرار ہے۔ مگر دیکھو قرآن کریم نے خود ہی اس کا جواب دیدیا ہے فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ ہم نے اس قرآن میں ہر پہلو سے مسائل کی بحث کی ہے تاکہ کسی پہلو سے ہی لوگ سمجھیں تب بھی لوگ اعراض کرتے ہیں۔ صَرَّفَ کے معنے کسی چیز کو اچھی طرح رد کرنے کے بھی ہوتے ہیں اور ادھر سے ادھر پھرانے کے بھی۔ چنانچہ عربی کا محاورہ ہے صَرَّفَ اللّٰهُ الرِّيَاحَ جسکے معنے ہیں حَوَّلَهَا مِنْ وَجْهٍ اِلٰى وَجْهٍ یعنی ہواؤں کا رُخ اِدھر سے اُدھر پھرا دیا۔ ان دونوں معنوں کو ملحوظ رکھ کر آیت کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ (۱) اللہ تعالیٰ خوب اچھی طرح تمام اعتراضات کو دور کرتا ہے۔ (۲) اللہ تعالیٰ ہر مضمون کو مختلف پہلوؤں سے بیان کرتا ہے۔ یہ دونوں باتیں قرآن کریم میں پائی جاتی ہیں۔ تمام اعتراضات جو قرآن پر وارد ہوتے ہیں ان کو اس میں خوب اچھی طرح رد کیا گیا ہے۔ اور تمام ضروری امور کو مختلف پہلوؤں سے کھولا گیا ہے۔ پس جس کلام نے ہر مسئلہ پر بالاستیعاب بحث کرنی ہو لازماً اس میں وہ امور متعدد بار بیان ہوں گے۔ اور اسے کوئی عقلمند تکرار نہیں کہہ سکتا۔ تکرار تو یہ ہے کہ بے وجہ ایک بات کو دُہرایا جائے مگر جب ہر دفعہ دوسرے پہلو سے یا دوسری ضرورت سے بات بیان کیجائے تو یہ تکرار کس طرح کہلا سکتی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ لوگ غور کرکے قرآن

نفورا

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا ۝ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ

(بعض مشرکین) کہتے ہیں پاک اور بہت ہی بالا ہے ۴۵ ساتوں آسمان اور زمین اور جو انہیں (بسنے والے) ہیں اسکی

السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ۭ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ

تسبیح کرتے ہیں۔ اور جو بھی چیز ہے وہ اسکی تعریف کرتی ہوئی اس

اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ۭ

کی تسبیح کرتی ہے۔ لیکن (اے لوگو) تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے وہ

اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ۝ وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ

یقیناً پردہ پوشی کرنے والا اور بہت (ہی) بخشنے والا ہے ۴۶ اور جب تو قرآن کو پڑھتا ہے تو (اسوقت)

اور انکا بتوں کی پرستش کرنے اور ان کی مدد حاصل کرنے کے باوجود گھمنڈ اس امر کی علامت ہے کہ شرک کا عقیدہ صحیح نہیں اور نہ اس میں کوئی فائدہ ہے۔

نومسلم مشرک کی واضح دلیل بتوں کا انکار کرنا ہے۔

یہ دلیل بعض بڑے بڑے مشرکوں کے لئے ہدایت کا موجب ہوئی ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ فتح مکہ کے موقعہ پر نبی کریم صلعم نے عورتوں کی بیعت لیتے وقت فرمایا کہ اس امر کا اقرار کرو کہ ہم شرک نہیں کریں گی۔ اس موقعہ پر ہند ابوسفیان کی بیوی بھی موجود تھی۔ وہ بے اختیار بول اٹھی کہ یا رسول اللہ! کیا اب بھی ہم شرک کریں گی۔ اگر ان بتوں میں کچھ طاقت ہوتی اور اگر یہ ہماری مدد کر سکتے تو آپ اکیلے ہو کر بھلا ہم پر غالب آ سکتے تھے؟

انبیاء کی آمد کا مقصد بندہ اور خدا کی درمیانی روک کو دور کرنا ہے

۴۵ حل لغات۔ تَعٰلٰى: اِرْتَفَعَ۔ تعالیٰ کے معنے ہیں بلند ہوا (اقرب) پس تَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ کے معنے ہوں گے وہ اس بات سے بلند و بالا ہے جو وہ کہتے ہیں۔

عُلُوًّا: عَلَا کا مصدر ہے۔ اور علا کے

لاتفقھون معنے کے لئے دیکھو سورۃ بنی اسرآئیل ۵

تفسیر۔ اس آیت میں تَعٰلٰى کی تاکید غیر باب سے یعنی عُلُوًّا سے کی گئی ہے۔ قرآن کریم میں اس کی اور مثالیں بھی پائی جاتی ہیں۔ مثلاً فرماتا ہے اَنْۢبَتَكُمْ نَبَاتًا حَسَنًا۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ ایسا کرنے سے تاکید میں زیادتی ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اس میں دو چیزیں ایک فعل اور ایک مصدر کی پڑتے ہیں۔ گویا عبارت یوں ہوگی تَعَالٰى تَعَالِيًا وَ عَلَا عُلُوًّا وہ پاک ہے اور بہت ہی بڑا ہے اس بات سے جو یہ لوگ کہتے ہیں۔ یعنی خدا کی شان کے خلاف ہے کہ وہ اپنا قرب کسی کی معرفت دے۔ خود پیدا کر کے پھر اپنی معرفت کے لئے روکیں پیدا کرنا دانائی کے خلاف ہے اگر کوئی کہے کہ پھر اللہ تعالیٰ نبی کیوں بھیجتا ہے اور ان کا ماننا کیوں فرض کیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ نبی تو صرف اس کام کے لئے آتے ہیں کہ جو روکیں خدا تعالیٰ کی راہ میں ہوں انکو دور کیا جائے اور خدا تعالیٰ کی طرف لوگوں کو متوجہ کیا جائے۔ نبی خدا تعالیٰ اور بندہ کے درمیان روک بن کر کھڑا نہیں ہوتا بلکہ نبی کے باوجود ہر بندہ کا تعلق اللہ تعالیٰ سے براہ راست ہوتا ہے۔

۴۶ حل لغات۔ لَا تَفْقَهُوْنَ: فقہ سے مضارع کا صیغہ ہے۔ اور فَقِهَ الشَّيْءَ (یفقہ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

شر سے بھی محفوظ ہو جاتے ہیں۔ اور ہر ایک شخص دوسرے کی سلامتی کا خواہش کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے بھی اسے سلامتی طلب ہے۔ یہ معیار بھی ایسا نہیں کہ کوئی مشرک اس کا انکار کر سکے۔ ظاہر ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے قریب ہوگا لغو باتوں سے اور گناہ سے بچیگا۔ اور خدا کا بندہ ہو کر اس کے دوسرے بندوں کی بھلائی میں لگا رہیگا فساد نہیں کرے گا۔

یہ علامتیں بھی کسی مشرک میں نہیں پائی جا سکتیں پہلی بات لغو باتوں سے محفوظ ہونا ہے مشرک میں یہ بات کہاں پائی جا سکتی ہے۔ وہ تو شرک کی وجہ سے مضحکہ خیز باتیں کرتا ہے۔ ایک بیخبر اور بے شعور چیز کے سامنے سجدے کرتا ہے۔ اس کی عظمت کرتا ہے۔ حتیٰ کہ عقلمند اس کی حرکات کو دیکھ کر حیران ہو جاتا ہے۔ بھلا یہ خوفناک جوگائے کے تقدس کا ہندوستان میں برپا ہے کونسا معقول شخص اسے جائز قرار دے سکتا ہے گائے کے پرستار اس کا دودھ اس کے بچے سے چھڑا لیتے ہیں۔ آپ غلہ کھاتے ہیں اسے گھاس کھلاتے ہیں۔ اسے باندھ کر رکھتے ہیں۔ نر پر بوجھ لادتے ہیں۔ سواری کا کام لیتے ہیں۔ مارتے پیٹتے ہیں۔ اور پھر وہ ماتا کی ماتا ہے۔ پھر لطیفہ یہ کہ ہندو عیسائیوں پر تمسخر اڑاتے ہیں کہ وہ ایک کمزور بندہ کو خدا بنا رہے ہیں اور وہ ان پر ہنستے رہتے ہیں کہ ایک کمزور جانور کو دیوی سمجھ رہے ہیں۔ ان لغو باتوں کو دیکھ کر ایک موحد بے ساختہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہ کہہ اٹھتا ہے۔ دوسری علامت گناہ سے بچنا ہے۔ مشرک شرک کرتے ہوئے گناہ سے بچ ہی نہیں سکتا۔ بیشک مشرکوں میں سے بھی بعض نیک ہیں لیکن ان کی نیکی شرک کی وجہ سے نہیں بلکہ شرک کے باوجود ہے۔ ایسے لوگوں کی فطرت اچھی ہوتی ہے۔ پس شرک ان کے اندر جڑ نہیں پکڑتا۔ مثلاً گائے ہی کو لے لو۔ جو لوگ گائے کو پوجتے ہیں اس کو طرح طرح سے دکھ بھی دیتے ہیں۔ اور اس پر مجبور ہیں۔ کیونکہ گائے خدا تعالیٰ نے انسان کے کام کے لئے بنائی ہے۔ انہیں اس سے کام لینے کے بغیر کوئی چارہ نہیں اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ گائے سے کام بھی لیتے جاتے ہیں اور ساتھ ہی دل میں احساس گناہ بھی بڑھتا جاتا ہے اور ضمیر ناپاک ہو جاتی ہے۔ پھر دیکھو مشرک بندر و دسہرہ مناتے ہیں مگر پھر اس خیال سے کہ راون برہمن تھا اور رام کھتری۔ دسہرہ منا کر ایک دن تو بہ کار رکھتے ہیں۔ برہمن کی ہتک کا ازالہ ہو جائے۔ عیسائیوں کا بھی یہی حال ہے مسیح کو ایک طرف خدا بناتے ہیں دوسری طرف اپنے گناہ اس پر لادتے ہیں۔ اور شرک کا عقیدہ ان کے لئے ہر بدی کا رستہ کھولتا ہے کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ خداوند یسوع نے ہمارے گناہ اٹھائے ہیں۔

قرب الٰہی کا بعض اوقات لغو اور گناہ سے بچنا ہے۔

تیسری علامت قرب کی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے مقرب کو حفاظت ملتی ہے۔ یہ علامت بھی مشرک کو حاصل نہیں ہوتی اور نہ ہو سکتی ہے۔ جو ان چیزوں کے تابع ہو جاتا ہے۔ جن کو خدا تعالیٰ نے اس کے تابع بنایا تھا اس کے لئے حفاظت کا کونسا ذریعہ باقی رہ جاتا ہے۔

تیسری علامت قرب الٰہی کا بنا کا حفاظت ہے۔

چوتھی علامت یہ ہے کہ خدا کا ہو کر اس کے بندوں سے نیک سلوک کرنے اور آپس میں صلح صفائی پیدا ہو۔ یہ علامت بھی مشرک میں پیدا نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ توحید ہی دنیا میں امن قائم کر سکتی ہے۔ مختلف خداؤں کی موجودگی میں تو تفرقہ اور فساد ہی پیدا ہو سکتا ہے۔ قومی دیوتاؤں ہی کی وجہ سے اقوام میں جنگیں ہوتی ہیں۔ ہندو مسیح کو نہیں مان سکتا مسیحی گائے کی پوجا نہیں کر سکتا۔ مگر یہ سب ایک خدا کی پوجا کر سکتے ہیں اور دنیا کا امن اس ذریعہ سے محفوظ ہو سکتا ہے۔

چوتھی علامت قرب الٰہی کی باہمی صلح صفائی ہے۔

اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰی ذِی الْعَرْشِ سَبِیْلًا کے یہ بھی معنے ہیں کہ اگر دوسرے معبود سچے ہوتے تو یہ لوگ ان کے ساتھ تعلق پیدا کر کے کوئی کامیابی کی راہ میرے خلاف ڈھونڈھ لیتے اور مجھے نقصان پہنچانے اور تباہ کرنے کا راستہ نکال لیتے اور انکی معرفت میرے خلاف کوئی تدبیر ہی ذی العرش سے پوچھ لیتے جس سے انہیں کامیابی حاصل ہو جاتی۔ مطلب یہ کہ کمزوری کے باوجود میرا دن بدن بڑھنا

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا ۝ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ

بعض مشرکین) کہتے ہیں پاک اور بہت ہی بالا ہے ۴۵ ساتوں آسمان اور زمین اور جو انہیں (بسنے والے) ہیں اسکی

السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ۭ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ

تسبیح کرتے ہیں۔ اور جو بھی چیز ہے وہ اسکی تعریف کرتی ہوئی (اس

اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ۭ

کی) تسبیح کرتی ہے۔ لیکن (اوہ تم) ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے وہ

اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ۝ وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ

یقیناً پردہ پوشی کرنے والا اور بہت (ہی) بخشنے والا ہے ۴۶ اور جب تو قرآن کو پڑھتا ہے تو (اسوقت)

اور انکا بتوں کی پرستش کرنے اور ان کی مدد حاصل کرنے کے باوجود گھٹنا اس امر کی علامت ہے کہ شرک کا عقیدہ صحیح نہیں اور نہ اس میں کوئی فائدہ ہے۔

یہ دلیل بعض بڑے بڑے مشرکوں کے لئے ہدایت کا موجب ہوئی ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ فتح مکہ کے موقعہ پر نبی کریم صلعم نے عورتوں کی بیعت لیتے وقت فرمایا کہ اس امر کا اقرار کرو کہ ہم شرک نہیں کریں گی۔ اس موقعہ پر ہندہ ابوسفیان کی بیوی بھی موجود تھی۔ وہ بے اختیار بول اٹھی کہ یا رسول اللہ! کیا اب بھی ہم شرک کریں گی۔ اگر ان بتوں میں کچھ طاقت ہوتی اور اگر یہ ہماری مدد کر سکتے تو آپ اکیلے ہو کر بھلا ہم پر غالب آسکتے تھے؟

نوٹ: شرک کی واضح دلیل بتوں کا انکار کرنا ہے۔

انبیاء کی آمد کی غرض بندے اور خدا کی درمیانی بیچ کو دور کرنا ہے

۴۵ حل لغات۔ تَعٰلٰى: اِرْتَفَعَ۔ تعالیٰ کے معنے ہیں بلند ہوا (اقرب) پس تَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ کے معنے ہوں گے وہ اس بات سے بلند و بالا ہے جو وہ کہتے ہیں۔

عُلُوًّا: عَلَا کا مصدر ہے۔ اور علا کے معنے کے لئے دیکھو سورۃ ہذا ۵۔

تفسیر۔ اس آیت میں تَعٰلٰى کی تاکید غیر بابت سے یعنی عُلُوًّا سے کی گئی ہے۔ قرآن کریم میں اس کی اور مثالیں بھی پائی جاتی ہیں۔ مثلاً فرماتا ہے اَنْۢبَتَكُمْ نَبَاتًا حَسَنًا۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ ایسا کرنے سے تاکید میں زیادتی ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اس میں دو چیزیں ایک فعل اور ایک مصدر کی پڑتے ہیں۔ گویا عبارت یوں ہوگی تَعَالٰى تَعَالِيًا وَ عَلَا عُلُوًّا وہ پاک ہے اور بہت ہی بڑا ہے اس بات سے جو یہ لوگ کہتے ہیں۔ یعنی خدا کی شان کے خلاف ہے کہ وہ اپنا قرب کسی کی معرفت دے۔ خود پیدا کر کے پھر اپنی معرفت کے لئے روکیں پیدا کرنا دانائی کے خلاف ہے اگر کوئی کہے کہ پھر اللہ تعالیٰ نبی کیوں بھیجتا ہے اور ان کا ماننا کیوں فرض کیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ نبی تو صرف اس کام کے لئے آتے ہیں کہ جو روکیں خدا تعالیٰ کی راہ میں ہوں انکو دور کیا جائے اور خدا تعالیٰ کی طرف لوگوں کو متوجہ کیا جائے۔ نبی خدا تعالیٰ اور بندہ کے درمیان روک بن کر کھڑا نہیں ہوتا بلکہ نبی کے باوجود ہر بندہ کا تعلق اللہ تعالیٰ سے براہ راست ہوتا ہے۔

لاتفقھون

۴۶ حل لغات۔ لَا تَفْقَهُوْنَ: فقہ کے مضارع کا صیغہ ہے۔ اور فَقِهَ الشَّيْءَ (یفقہ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

ہم تیرے درمیان اور ان لوگوں کے درمیان جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ایک مخفی (اور عام

بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ۝ وَّجَعَلْنَا عَلٰى

نظروں سے پوشیدہ) پردہ پیدا کر دیتے ہیں ۴۷ اور ہم ان کے دلوں پر (بھی)

فقہا) کے معنے ہیں فَہِمَہٗ اسکو سمجھا۔ وَ فَقِہَ الرَّجُلُ (یَفْقَہُ) فِقْہًا کے معنے ہیں عَلِمَ کَانَ فَقِیْہًا فلاں شخص عالم ہو گیا (اقرب)۔ پس لَا تَفْقَہُوْنَ تَسْبِیْحَہُمْ کے معنے ہوں گے کہ تم انکی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔

حَلِیْمٌ : حَلُمَ (یَحْلُمُ حِلْمًا) سے صفتِ مشبہ کا صیغہ ہے۔ اور حَلُمَ کے معنے ہیں صَفَحَ وَ سَتَرَ درگذر کیا اور پردہ پوشی کی۔ (اقرب) پس حَلِیْمٌ کے معنے ہوں گے۔ درگذر کرنے والا اور پردہ پوشی کرنے والا۔

حلیم

تفسیر۔ اس آیت میں فرمایا کہ دنیا کو اگر مجموعی نظر سے دیکھا جائے تو وہ بھی خدا کے واحد ہونے پر دلالت کرتی ہے اور اسکی ایک ایک چیز کو دیکھا جائے تو وہ علیحدہ علیحدہ بھی اسبات پر دلالت کرتی ہے کہ خدا واحد ہے۔

اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ ۔ میں اس کے فرداً فرداً تسبیح کرنے کا ذکر ہے اور پہلے جملے میں مجموعی طور پر توحید ظاہر کرنے کا اشارہ ہے۔ ورنہ اگر تُسَبِّحُ لَہُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَ الْاَرْضُ وَ مَنْ فِیْہِنَّ میں بھی فرداً فرداً توحید پر دلالت کرنا مقصود ہوتا تو بعد میں یہ جملہ نہ آتا۔ پس اس جملے کا دوبارہ بیان کرنا بتاتا ہے کہ پہلے جملے میں دنیا کی تمام چیزوں کا مجموعی طور پر توحید ثابت کرنا ظاہر کیا گیا ہے۔ اور دوسرے جملے میں دنیا کی ہر ایک چیز کا علیحدہ علیحدہ توحید کی دلیل ہونا بتایا گیا ہے۔ دنیا کی اشیاء کو دیکھ لو ایک دوسرے سے کیسی پیوستہ ہیں بعض چیزیں آپس میں ہزاروں لاکھوں کروڑوں میل پر ہوتی ہیں لیکن سب کا وجود ایک دوسرے سے وابستہ ہوتا ہے اور سب آپس میں ایک نظام میں منسلک ہوتی ہیں۔ پس ان کا ایک ہی قانون سے وابستہ ہونا ظاہر کرتا ہے کہ دنیا میں کوئی دوسرا قانون نہیں ورنہ ضرور خلل ہوتا۔ اور جب دوسرا قانون ہی نہیں تو دوسرے متقن کا وجود کس طرح ممکن ہوگا!

اشیاء کی تسبیح سے مراد توحید کا اقرار ہے

دنیا کی سب چیزیں فرداً فرداً بھی تسبیح کرتی ہیں۔ اس طرح کہ ہر چیز میں خدا کی صفات کی جھلک ہے۔ خدا کی ستاری، غفاری۔ اسکی خلق۔ اس کی حکمت وغیرہ تمام صفات ہر ایک چیز میں پائی جاتی ہیں یعنی وہ چیز ان باتوں پر عمل کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔ دنیا کا کوئی ذرہ بھی لے لو۔ اس میں یہ سب صفات عام کرتی نظر آئیں گی۔ پس جب ہر چیز خدائے واحد کی صفات کو ظاہر کر رہی ہے تو اسے کسی اور خدا کی طرف کس طرح منسوب کیا جا سکتا ہے۔

وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ سے بعض لوگوں نے یہ مراد لی ہے کہ انکی علیحدہ علیحدہ بولیاں ہیں جو سمجھ میں نہیں آتیں۔ مگر ہر چیز کا علیحدہ علیحدہ بولی ماننا بے سمجھ نہ سکنے تو ہمارے لئے یہ امر دلیل کیسے بن سکتا۔ دلیل تو وہ ہوتی ہے جسے ہم سمجھ بھی سکیں۔ پس یہاں پر تَفْقَهُوْنَ سے مختلف اشیاء کی بولی سمجھنا مراد نہیں بلکہ یہ بتایا ہے کہ تم یہ نہیں سمجھتے کہ وہ تسبیح کر رہی ہیں اِنَّہٗ کَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا وہ حلیم و غفور ہے۔ اس میں اس طرف اشارہ کیا ہے کہ اسکے علم کی وجہ سے تم ہمیشہ فائدہ اٹھانے کے شعاروں میں بڑھ رہے ہو کیا تم خیال نہیں کرتے کہ ایسے نظام اور دلائل کے ہوتے ہوئے تمہارا ان سے فائدہ نہ اٹھانا بلکہ شعاروں میں بڑھتے جانا اور فوراً نہ پکڑے جانا خدا تعالیٰ کے علم کی وجہ سے ہی ہے۔ پس شرافت کا جذبہ ظاہر کرو اور اللہ تعالیٰ کے اس علم کی قدر کرو۔

۴۷ حل لغات حِجَابًا اَلْحِجَابُ : (حَجَبَ یَحْجُبُ) الحجاب

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۭ

کئی پردے ڈال دیتے ہیں تا وہ اس (سچائی کے انکار کی حقیقت) کو سمجھیں اور انکے کانوں میں بہرہ پن

وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰٓى

ہے - اور جب تو قرآن میں اپنے رب کو جو ایک ہی ہے یاد کرتا ہے تو وہ نفرت سے (تیری طرف) اپنی

کا مصدر ہے۔ اور نیز اس کے معنے ہیں۔ پردہ۔ وَكُلُّ مَا احْتُجِبَ بِهٖ فَهُوَ حِجَابٌ ہر وہ چیز جسکے ذریعہ پردہ کیا جائے (اقرب)۔

آنحضرت اور مخالفین کے درمیان حجاب کی تشریح

تفسیر - اس آیت کے دو معنے ہیں۔ (۱) کہ جب تو قرآن شریف پڑھتا ہے تو ہم تیرے درمیان اور ان لوگوں کے درمیان جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ایک ایسا پردہ ڈال دیتے ہیں کہ وہ پردہ خود بھی چھپا ہوا ہوتا ہے یعنی وہ حجاب بھی انکی نظروں سے پوشیدہ ہوتا ہے۔ یہ اس لئے فرمایا تا کوئی یہ سمجھ حجاب کے لفظ سے ظاہری پردہ نہ سمجھ لے۔

بعض لوگوں نے پردہ سے ایسا پردہ مراد لیا ہے۔ کہ جس سے نبی کریم صلعم چھپ جاتے تھے اور انہوں نے تدوجہ ابولہب کا قصہ لکھا ہے۔ کہ جب سورۃ تبت یدا الخ اتری تو فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ سن کر وہ غصہ میں بھری ہوئی نبی کریم صلعم کو تکلیف پہنچانے کی نیت سے چلی۔ نبی کریم صلعم نے دعا کی کہ الٰہی! تو مجھے اس کے شر سے بچالے۔ تو خدا تعالےٰ نے آپ کے آگے پردہ حائل کر دیا اور اس وجہ سے وہ آپ کو دیکھ نہ سکی۔ یہ محض خرافات ہیں۔ خدا کا وہ رسولؐ جو ساری دنیا سے نہ ڈرا۔ اس کمزور عورت سے اس قدر خائف ہو گیا کہ اللہ تعالےٰ کو اسے غائب کرنا پڑا۔ اس غیر معقول بات کو کوئی عقلمند تسلیم نہیں کر سکتا۔ اس روایت کو پیش کرنے والے یہ بھی نہیں سوچتے۔ کہ خدا تعالیٰ تو اس حجاب کو مَسْتُوْرًا قرار دیتا ہے یعنی وہ پردہ نظر نہیں آتا۔ مگر یہ لوگ پردے کو ظاہر کر کے نبی کریم صلعم کو مستور قرار دیتے ہیں۔

(۲) دوسرے معنے اس جملہ کے یہ ہو سکتے ہیں۔ کہ وہ پردہ بھی آگے ایک اور پردے کے پیچھے ہوتا ہے۔ یعنی ایک پردہ ہی تیرے اور انکے درمیان نہیں ہوتا بلکہ کئی پردے حائل ہوتے ہیں۔ کوئی پردہ قومی عنصر کا۔ کوئی مال کا۔ کوئی اخلاق کا وغیرہا۔ وغیرہا۔ یعنی کبھی لوگ اس خیال سے ایمان نہیں لاتے کہ اس کو مانا تو قوم چھوٹی پڑے گی۔ کبھی یہ خیال حائل ہو جاتا ہے۔ کہ مال جاتا رہے گا۔ کبھی یہ بات راستہ روک کر کھڑی ہو جاتی ہے۔ کہ کئی قسم کے بد اخلاق جن کی عادت پڑی ہوئی ہے چھوڑنے پڑیں گے۔ پس اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ جب تک یہ لوگ ان پردوں کو نہ ہٹائیں گے حق تک نہ پہنچ سکیں گے مگر مصیبت یہ ہے کہ وہ پردے ایسے ہیں کہ انکو نظر نہیں آتے۔ ان کی نظروں سے پوشیدہ ہیں۔ وہ اپنے خیال میں یہ سمجھ رہے ہیں کہ قرآن کریم ہی بڑی چیز ہے۔ اگر وہ اچھی چیز ہوتی تو جلدی ہی ہمارے دلوں پر اس کی قبولیت کا اثر ہو جاتا۔ گویا ان کے دلوں پر ایسے زنگ ہیں کہ انکو اچھی چیز بری لگتی ہے۔ اور بری چیز اچھی لگتی ہے۔ اس لئے ایمان کا نصیب ہونا مشکل ہو رہا ہے۔ ان معنوں کی تصدیق اگلی آیت وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

أَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا ۝ نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُوْنَ بِهٖ

پیٹھیں پھیر کر چلے جاتے ہیں ۴۸ (اور) جب وہ (بظاہر) تیری باتیں سُن رہے ہوتے ہیں تو جس غرض سے وہ

إِذْ يَسْتَمِعُوْنَ إِلَيْكَ وَإِذْ هُمْ نَجْوٰٓى إِذْ يَقُوْلُ

سُن رہے ہوتے ہیں اس (کی حقیقت) کو ہم (رب) زیادہ جانتے ہیں اور (نیز اسکی حقیقت کو بھی جب وہ باہم سرگوشی

الظّٰلِمُوْنَ إِنْ تَتَّبِعُوْنَ إِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۝

کر رہے ہوتے ہیں (اور) جب وہ ظالم (ایکدوسرے) کہہ رہے ہوتے ہیں (کہ) تم ایک فریب خوردہ شخص ہی کی پیروی کر رہے ہو ۴۹

ہوتا ہے کہ ان کے دلوں پر ایک پردہ نہیں بلکہ کئی پردے ہیں ؛

۴۸ حل لغات . اَکِنَّۃ : اَلْاَکِنَّۃ ۔ اَلْکِنُّ کی جمع ہے ۔ اور اَلْکِنُّ کے معنے ہیں وِقَاءُ کُلِّ شَیْءٍ وَسَتْرُہٗ ہر چیز کے اوپر کا پردہ جو اس کے جسم کی حفاظت کرتا ہے ۔ (اقرب)

وَقْرًا : وَقَرَ (یَقِرُ) سے ہے اور وَقَرَتْہُ اُذُنُہٗ کے معنے ہیں ثَقُلَتْ اَوْ ذَھَبَ سَمْعُہَا کُلُّہٗ وَصَمَّتْ اس کے کان بوجھل ہو گئے یا اس کی شنوائی جاتی رہی اور کان بہرے ہو گئے ۔ (اقرب) پس وَقْرٌ کے معنے ہوں گے ۔ بہرا پن ۔ کان کا بوجھ ۔

وَلَّوْا : وَلّٰی سے جمع کا صیغہ ہے ۔ اور وَلّٰی ھَارِبًا کے معنے ہیں اَدْبَرَ پیٹھ دے کر بھاگ گیا ۔ وَلَّی الشَّیْءَ وَعَنِ الشَّیْءِ ۔ اَعْرَضَ وَنَاٰی ۔ اس نے کسی سے اعراض کیا اور پہلو تہی کی (اقرب) ۔ پس وَلَّوْا عَلٰٓی اَدْبَارِھِمْ کے معنے ہوں گے کہ وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے ہیں ۔

تفسیر ۔ اَنْ یَّفْقَھُوْہُ محذوف مفعول کا متعلق ہے ۔ اور مراد یہ ہے کہ اس کراہت کی وجہ سے ہم نے پردے ڈال دئے ہیں کہ ایسے گندے لوگ جنہوں نے اپنے دلوں کو مختلف ظلمتوں میں چھپا رکھا ہے ۔ اسلام میں داخل ہو کر اس کی بدنامی کا موجب نہ ہوں ۔

اَکِنَّۃ

اس پر اعتراض ہو سکتا ہے کہ جب خدا تعالیٰ نے ہی پردے ڈال دیئے ہیں تو وہ کیسے سمجھیں اور ان پر الزام کیسا؟ تو اس کا جواب دوسری جگہ بطور اصول کے بیان فرما دیا ہے ۔ اور وہ یہ ہے ۔ وَمَا یُضِلُّ بِہٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِیْنَ (بقرہ ع ۳) کہ اس قسم کے پردے انسان کے اپنے نفس سے ہی پیدا ہوتے ہیں کوئی باہر سے نہیں آتے ۔ تیسری جگہ فرمایا ۔ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُھَا (سورۃ محمد ع ۳) کہ ان کے دلوں پر قفل ہیں جو ان کے دلوں سے ہی پیدا ہوئے ہیں ۔ پس انسان ہی اپنے لئے پردے اور قفل تجویز کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے اپنے تجویز کئے ہوئے پردوں کو اس کے دل پر ڈال دیتا ہے ۔ کیونکہ جب تک دل صاف نہ ہو الٰہی سلسلہ میں داخل ہونے والے کو کوئی نفع نہیں ہوتا نہیں ۔ الٰہی سلسلہ سخت میں بدنام ہو جاتا ہے ۔

وَقْر

وَاِذَا ذَکَرْتَ رَبَّکَ فِی الْقُرْاٰنِ وَحْدَہٗ وَلَّوْا عَلٰٓی اَدْبَارِھِمْ نُفُوْرًا اس میں وَحْدَہٗ کا لفظ اس پر دلالت کرتا ہے کہ مشرک لوگ خدا تعالیٰ کو تو مانتے ہیں لیکن توحید انہیں چھو کر نہیں ہوتی ۔ یہ بھی پردوں میں سے ایک پردہ ہے ؛

۴۹ حل لغات . یَسْتَمِعُوْنَ : اِسْتَمَعَ سے جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے اور اِسْتَمَعَ لَہٗ وَاِلَیْہِ کے معنے ہیں اَصْغٰی اس نے اس کی طرف

اس اعتراض کا جواب کہ جب پردے خدا نے ڈالے پھر توبہ والوں کا کیا قصور ۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا

دیکھ انہوں نے تیرے متعلق کس طرح باتیں بنائی ہیں جس کے نتیجہ میں وہ گمراہ ہو گئے ہیں اور (اب) وہ

يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ۝ وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّ

(اس گناہ سے بچنے کی) کوئی راہ نہیں پا سکتے ۵۰ اور انہوں نے (یہ بھی) کہا ہے (کہ کیا جب ہم (مر کر) ہڈیاں اور

کان لگا کر بات سنی (اقرب)۔

نجوٰی — نجوٰی کے معنے ہیں اَلسِّرُّ بعید۔ اَلْمُسَارُّوْنَ رازکی باتیں کرنیوالے۔ وَهُوَ وَصْفٌ بِالْمَصْدَرِ يَسْتَوِيْ فِيْهِ الْمُفْرَدُ وَالْجَمْعُ۔ نجوٰی مصدر ہے جو بطور صفت بیان ہوا ہے اس لئے مفرد اور جمع دونوں طرح استعمال ہو سکتا ہے۔ (اقرب)۔ پس اِذْ هُمْ نَجْوٰى کے معنے ہیں کہ جب وہ باہم سرگوشی کر رہے ہوتے ہیں۔

مسحور — مَسْحُوْر کے معنے جس کو دھوکہ دیا گیا جسکو کسی چیز سے روکا گیا جسکی عقل ماری گئی مسلول۔ ان سب معنوں کے لحاظ سے اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا کے یہ معنے ہوں گے کہ تم نہیں اتباع کرتے مگر اس کی جو دھوکہ خوردہ ہے یا سچائی سے پھیر دیا گیا ہے یا جس کی عقل ماری گئی ہے یا لاعلاج بیماری میں مبتلا ہے۔ قوم کی حالت کے غم میں انبیاء کی صحت عموماً اچھی نہیں رہتی۔ اس لئے وہ کہدیتے ہوں گے کہ یہ کمزور اور بیمار ہے یونہی چند یوم کا شور ہے۔ تھوڑے ہی دن میں مر جائے گا۔

تفسیر۔ اس آیت میں بِهٖ کی بَاء لام کے معنوں میں ہے اور مطلب یہ ہے کہ ہم اس امر کو خوب جانتے ہیں جس کی خاطر یہ تیری باتیں سنتے ہیں یعنی یہ صرف انکار و الزام کی خاطر سنتے ہیں۔ ان الفاظ میں وقف کی تشریح کی گئی ہے۔

بِهٖ میں یہ بات بھی ہو سکتی ہے کہ جس چیز کے ساتھ وہ سنتے ہیں اسکو ہم جانتے ہیں۔ یعنی سنتے وقت جو حالت ان کے دل کی ہوتی ہے ہم اس سے واقف ہیں۔ وہ قلبی حالت کیا ہے؟ وہ استہزاء اور مخالفت کے خیالات ہیں جو سنتے وقت ان کے دلوں میں پیدا ہو رہے ہوتے ہیں۔

اس آیت میں چند اور پردوں کا ذکر کیا گیا ہے فرماتا ہے کہ ایک تو شرک ان کے رستہ میں روک ہے۔ دوسرا پردہ یہ ہے کہ یہ غور سے بات سنتے ہی نہیں۔ الزام لگانے اور تمسخر کرنے کے خیال سے سنتے ہیں۔ جب دل کی یہ حالت ہو تو بات سمجھ کس طرح آئے۔ تیسرا پردہ ان کے دل پر یہ پڑا ہوا ہے کہ محمد رسول اللہ کو کمزور سمجھتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ زیادہ دن تک یہ بات نہیں چلا سکتا۔ پھر اسے مان کر کیوں ذلیل ہوں۔ چوتھا پردہ یہ ہے کہ بعض نادان محمد رسول اللہ کو دیوانہ خیال کرتے ہیں۔ اس لئے آپکی بات سن کر توجہ کی ضرورت ہی نہیں سمجھتے۔ پانچواں پردہ یہ ہے کہ بعض خیال کرتے ہیں کہ اسے دھوکا لگ گیا ہے اور وہ اس خیال میں خوش ہیں کہ ہم نے اسکی حقیقت معلوم کر لی ہے اور غور اور فکر سے آزاد ہو گئے ہیں۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جب وہ مسلمانوں پر ظلم کرتے کرتے تھک گئے اور اس طرح کامیابی نہ ہوئی تو وہ چھپ چھپ کر لوگوں کو سمجھانے لگے اور نرمی کا پہلو اختیار کر کے لوگوں کو اسلام سے برگشتہ ہونیکی تلقین کرنی شروع کر دی۔

۵۰ تفسیر۔ اس آیت میں اَمْثَال (جمع کا لفظ) کہہ کر بتا دیا کہ اوپر کی آیت میں مَسْحُوْرًا کے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

رُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ۝ قُلْ كُوْنُوْا

چورا چورا ہو جائیں گے (تو ہمیں از سر نو زندہ کیا جائیگا اور) کیا واقعی ہمیں ایک نئی مخلوق کی صورت میں اٹھایا جائیگا ۵۱

حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا ۝ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ

تو (انہیں) کہہ (کہ) تم (خواہ) پتھر بنجاؤ یا لوہا یا کوئی اور ایسی مخلوق جو تمہارے دلوں میں عظمت

صُدُوْرِكُمْ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا ۭ قُلِ

رکھتی ہو (تب بھی تم کو دوبارہ زندہ کیا جائیگا) اسپر وہ ضرور کہیں گے (کہ) کون ہمیں دوبارہ (زندہ کرکے) وجود

الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ

میں لائیگا تو (انہیں) کہہ (کہ) (ہی) جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا۔ پھر وہ لانے تعجب سے تمہاری طرف

رُءُوْسَهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ ۭ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ

(کھیجتے ہوئے) اپنے سر ہلائیں گے اور کہیں گے (کہ) وہ (از سر نو زندہ کیا جانا) کب ہوگا (جواب) وہ ایسا کہیں تو) تو (ان

قَرِيْبًا ۝ يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَ

سے) کہہ (کہ) بالکل ممکن ہے کہ وہ (وقت اب) قریب (آچکا) ہو ۵۲ (یہ وعدہ اسدن پورا ہوگا) جسدن وہ تمہیں بلائیگا

سارے ہی معنے مراد تھے ورنہ مَثَل کا لفظ چاہیئے تھا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ قرآن کریم کے جو الفاظ کئی معنے رکھتے ہیں جب وہ سیاق و سباق سے مناسبت رکھتے ہوں تو سب کے سب معنے بیک وقت مراد ہوتے ہیں۔

۵۱ حل لغات ۔ عِظَامًا : اَلْعِظَامُ اَلْعَظْمُ کی جمع ہے اور اَلْعَظْمُ کے معنے ہیں۔ ہڈی (اقرب)۔

رُفَاتًا : اَلرُّفَاتُ کے معنے ہیں اَلْحُطَامُ سوکھی ہوئی چیز کے ٹکڑے ۔ کُلُّ مَا تکسر و بَلِیَ ۔ بوسیدہ اور چورا چیز ۔ (اقرب) ۔

تفسیر ۔ پہلے ذکر ترقیات کا تھا اور پھر کفار کے جہنم میں گرائے جانے کا ذکر تھا۔ اس کے متعلق کفار کو شبہ پیدا ہو سکتا تھا اس آیت میں اس کا ذکر کیا گیا۔ فرماتے کفار ان باتوں کو سنکر اعتراض کرتے ہیں کہ جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا پھر ہماری نئی پیدائش ہوگی؟

۵۲ حل لغات ۔ فَسَيُنْغِضُوْنَ : اَنْغَضَ سے مضارع جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ اور فَسَيُنْغِضُوْنَ اَنْغَضَ فُلَانٌ رَاْسَهٗ کے معنے ہیں حَرَّكَهٗ کَالْمُتَعَجِّبِ مِنَ الشَّیْءِ اپنے سر کو حرکت دی رِفَاتًا جیسے کوئی متعجب سر کو حرکت دیتا ہے۔ (اقرب) پس فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ کے معنے ہونگے۔ کہ وہ تمہاری طرف اپنے سر کو ہلائیں گے ۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

تَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا ۝ وَقُلْ لِّعِبَادِیْ

تو تم اسکی تعریف کرتے ہوئے اسکا حکم مانو گے (اور فوراً حاضر ہو گے) اور تم سمجھ رہے ہو گے کہ تم (دنیا میں) تھوڑا ہی ٹھیرے تھے ۵۲

یَقُوْلُوا الَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَنْزَغُ

اور تو میرے بندوں سے کہہ (کہ) وہ وہی بات کہا کریں جو (سچ) زیادہ اچھی ہو کیونکہ شیطان یقیناً ان کے

تفسیر۔ پہلی آیت میں جو اعتراض پیش کیا گیا تھا اس کے جواب میں فرماتا ہے کہ تمہارے اندر کتنا ہی تغیر آجائے۔ پتھر ہو جاؤ یا لوہا یا اس سے بھی بڑی کوئی چیز تو بھی تم خدا کی سزا سے بچ نہیں سکتے۔ یا اس کے یہ معنے ہیں کہ تم اپنے دلوں کو کتنا ہی سخت بنا لو۔ پھر بھی ہمارے رسول کی ترقی ضرور ہو گی۔ تم میں سے بہت سے لوگ مسلمان ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں حشر برپا کر دے گا۔

حشر سے مراد تمام عرب کا مسلمان ہونا ہے۔

ممکن ہے کہ انسانی جسم زمین میں ایک لمبا عرصہ تک مدفون ہو کر پتھر بن جائے۔

میں اس آیت سے نتیجہ نکالتا ہوں کہ ممکن ہے انسانی جسم لمبے عرصہ کے بعد ایسا تغیر پیدا ہو جاتا ہو کہ وہ کسی دوسرے مادہ کی شکل میں تبدیل ہو جاتا ہو۔ سائنس کی تحقیقات سے تو ثابت ہے کہ کئی درخت جو کسی وقت زمین میں دب گئے تھے۔ تغیراتِ زمانہ کے بعد پتھر کا کوئلہ بن گئے۔ اسی طرح یہ کہ ہیرا کوئلہ سے ہی بنا ہے پس یہ تعجب کی بات نہیں۔ کہ انسانی جسم مرنے کے بعد زمین میں ایک لمبا عرصہ دفن رہنے پر پتھر بن جائے گو ابھی تک آثارِ قدیمہ سے ایسا کوئی نشان نہیں ملا مگر یہ عقل کے خلاف نہیں پس میرے نزدیک اس جملہ سے اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ خواہ انسانی دورِ حیات پر لاکھوں کروڑوں سال کا عرصہ گزر جائے جس سے انسانی اجزاء کی جو زمین میں دفن ہیں شکل ہی تبدیل ہو جائے تب بھی انسان دوبارہ بعث سے نہیں بچ سکتا بعث ضرور ہو گا۔

مَنْ یُّعِیْدُنَا سے یہ مراد نہیں کہ وہ سنجیدگی سے سوال کرتے ہیں کہ انہیں کون پیدا کرے گا بلکہ یہ تمسخر ہے کہ دکھلاؤ تو سہی جو کہتا ہے کہ ایسا ہو گا۔ جیسے ہمارے ہاں کہتے ہیں کہ ذرا اس کا منہ تو دکھلاؤ جو ایسا کرنے کا دعویدار ہے مطلب اس سے صرف انکار ہوتا ہے۔

فَسَیُنْغِضُوْنَ اِلَیْكَ رُءُوْسَهُمْ۔ اَنْغَضَ فُلَانٌ رَأْسَهٗ۔ حَرَّكَهٗ كَالْمُتَعَجِّبِ مِنَ الشَّیْءِ۔ یعنی سر کو ہلایا ایسے انسان کی طرح جو کسی بات سے تعجب کر رہا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ سر ہلا کر تمسخرانہ رنگ میں باتیں کریں گے۔ اور کہیں گے اچھا یہ بات ہو؟ اب ہم سمجھے۔

عَسٰۤی اَنْ یَّكُوْنَ قَرِیْبًا۔ اسمیں یہ بتایا ہے کہ جس حشر کا ہم اس سورۃ میں ذکر کر رہے ہیں وہ وہ نہیں جس تم اعتراض کرتے ہو۔ ہماری مراد اس سورۃ میں اس حشر سے ہے جو مسلمانوں کے ذریعہ سے اس دنیا میں ہونیوالا ہے اور بتایا ہے کہ وہ حشر جس کا ہم نے یہاں ذکر کیا ہے وہ تو بس قریب ہی ہے۔ چنانچہ اس کے کچھ عرصہ بعد عرب کے لوگ مسلمان ہو گئے۔ اور اس سورۃ میں جس حشر کی خبر تھی وہ ظاہر ہو گیا۔

۵۳ **تفسیر**۔ اس آیت نے ظاہر کر دیا کہ وہ حشر جس کا یہاں ذکر ہے۔ اسی دنیا میں ہو گا۔ چنانچہ فرماتا ہے کہ حشر اسدن مقرر ہے جب تم کو خدا تعالیٰ یا اس کا رسول بلائے گا اور تم مردوں کی طرح خاموش نہیں ہو گے جس طرح آج خاموش ہو۔ بلکہ اسدن تم میں سے اکثر محمد رسول اللہ کی بات پر لبیک کہتے ہوئے دوڑ پڑیں گے اور تسبیح کہنے لگیں گے اور اسوقت تم حیران ہو گے کہ خواہ مخواہ ہم اسلامی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بَیْنَهُمْ ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِیْنًا ۝

درمیان فساد ڈالتا ہے۔ شیطان انسان کا کھلا (کھلا) دشمن ہے ۵۴ھ

رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ ؕ اِنْ یَّشَاْ یَرْحَمْكُمْ اَوْ اِنْ یَّشَاْ

تمہارا رب تمہیں (مجھ سے) زیادہ جانتا ہے اگر وہ چاہے گا تو تم پر رحم کرے گا اور اگر وہ چاہے گا

ترقی کے ظہور کے زمانہ کو لمبا سمجھتے رہے۔ اسلامی ترقی کا زمانہ تو بڑی جلدی آ گیا۔

یہ بھی معنے ہو سکتے ہیں کہ جب لوگ ایمان لائیں گے اپنی کفر کی زندگی کو بہت حقیر سمجھیں گے اور سمجھیں گے کہ اصل پیدائش تو ہماری اب ہوئی ہے۔ اسی طرح مومن بھی تکالیف کے ایام کو بھول جائیں گے۔ اور سمجھیں گے کہ یہ دن تو آنکھ جھپکنے گذر گئے۔ غرض آیت میں زمانہ کی لمبائی کا ذکر نہیں بلکہ ان احساسات کا ذکر ہے جو اس وقت پیدا ہوں گے۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ لَیْسَ عَلٰی اَهْلِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْشَةٌ فِیْ قُبُوْرِهِمْ وَلَا فِیْ مَنْشَرِهِمْ وَكَاَنِّیْ بِاَهْلِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یَنْفُضُوْنَ التُّرَابَ عَنْ رُءُوْسِهِمْ وَیَقُوْلُوْنَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ (روح المعانی بحوالہ ترمذیؒ طبری) ۔ کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنے والوں کو قبر میں اور حشر میں بھی آرام ہی رہے گا۔ اور انکی وہ حالت گویا میں اب دیکھ رہا ہوں جبکہ وہ حشر کے دن اٹھیں گے اور اپنے سر سے مٹی جھاڑ رہے ہوں گے اور یہ کہتے جاتے ہوں گے کہ اللہ کا شکر ہے جس نے ہر قسم کے غم ہم سے دور کر دئے۔ گویا راحت اور ترقی کے ملتے ہی سب غم و حزن دور ہو جائیں گے اور اس زمانہ کو وہ نہایت مختصر خیال کرنے لگیں گے ؂

۵۴ھ حل لغات ۔ یَنْزَغُ : نَزَغَ سے مضارع واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ اور نَزَغَ کے لئے دیکھو یوسف ع۹۔

۵۴ھ تفسیر ۔ قرآن کریم کو پڑھ کر کیا ہی لطف آتا ہے ایک سورۃ پہلے نازل ہوئی ہے اور دوسری سورۃ بعد میں پھر پہلی کو ترتیب میں بعد میں رکھ دیا گیا ہے اور بعد والی کو پہلے۔ لیکن ان کے مضمون اس طرح ایک جان ہو جاتے ہیں جیسے کہ ایک وقت میں لکھی ہوئی کتاب کے دو باب سورۃ النحل میں فرمایا تھا۔ اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ۔ اسی ترتیب کے مطابق سورۃ بنی اسرائیل کے شروع کیا گیا ہے۔ چنانچہ قرآن پاک کی تعلیمی خوبیوں کے بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ذٰلِكَ مِمَّاۤ اَوْحٰۤی اِلَیْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ (رکوع ۴) کہ یہ حکمت کی باتیں ہیں۔ اس کے بعد وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ سے کلام شروع کیا اور اَلْمَوْعِظَةُ الْحَسَنَةُ والی شق کو پورا کیا۔

تیسری بات یہ فرمائی تھی وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ۔ اس کا جواب اب قُلْ لِّعِبَادِیْ کو شروع فرمایا۔ اس ترتیب کو دیکھ کر کوئی شخص کبھی کہہ سکتا ہے کہ قرآن کریم میں کوئی ربط نہیں ہے۔ اس آیت میں نصیحت کی گئی ہے کہ نہایت سوچ سمجھ کر کلام کیا کرو اور دوسرے لوگوں سے ایسے رنگ میں گفتگو کرو جس سے ان کے دلوں پر اچھا اثر ہو۔

اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَنْزَغُ بَیْنَهُمْ اس آیت میں اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ انسان کو تو اپنے دوستوں سے بھی اچھی بات کرنی چاہیئے۔ لیکن جبکہ دشمن دوسرے

یا وہ سورتوں کے آگے پیچھے نازل ہونے سے پر بھی مضامین میں ترتیب ہے

حشر کے دن اس کے کہنے کا مطلب ہے کہ بہت تھوڑا عرصہ دنیا میں ٹھہرے

یَنْزَغ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

يُعَذِّبْكُمْ ۚ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ۝ وَرَبُّكَ

تو تمہیں عذاب دے گا اور (اے رسول) ہم نے تجھے ان کا ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا۔ ۵۵ اور جو (کوئی بھی)

اَعْلَمُ بِمَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا

آسمانوں اور زمین میں (بسنے والے) ہیں انہیں تمہارا رب (سب سے) زیادہ جانتا ہے اور ہم نے یقیناً انبیاء میں

بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ وَّاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۝

سے بعض کو بعض (دوسرے انبیاء) پر فضیلت دی ہے اور داؤد کو (بھی) ہم نے ایک زبور دی تھی ۵۶

لوگوں کے دلوں میں نفرت اور عداوت پیدا کر رہا ہو۔ تب تو اور بھی زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے پس ایسے طریق سے کلام کرو اور گفتگو میں ایسی راہ اختیار کرو جو دوسروں کو بھی نرم کر لے۔

طریق گفتگو کے متعلق زریں نکتہ

شیطان سے بدکردار انسان بھی مراد ہو سکتے ہیں اور وہ مخصوص ہستی بھی کیونکہ وسوسہ اندازی اسکا کام ہے۔

اس آیت میں یہ بھی اشارہ کیا ہے کہ اگر تم چاہتے ہو کہ يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ والی بعثت اسلامی جلد ظہور پذیر ہو تو ایسا طریق اختیار کرو کہ یہ لوگ جلد مسلمان ہوں۔ اس سے یہ بھی پتہ لگ گیا کہ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ سے اسلام قبول کرنا ہی مراد ہے۔

۵۵ تفسیر۔ فرمایا ہم ہی انسان کی دونوں حالتوں کو جاننے والے ہیں۔ نیکی کی حالت کو بھی اور بدی کی حالت کو بھی اور دل کا حال ہمارے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اس لئے ہم نے جزا سزا کا معاملہ اپنے ہاتھ میں رکھا ہوا ہے اور کسی کے ہاتھ میں نہیں دیا۔ حتیٰ کہ رسول اللہ کے سپرد بھی نہیں کیا پس جیسے جیسے تمہاری حالتیں بدلتی جائیں گی ہمارا معاملہ بھی بدلتا جائے گا۔

۵۶ تفسیر۔ پہلی آیت میں انبیاء کے مخاطبین کو جاننے کا ذکر فرمایا تھا اب اس آیت میں فرماتا ہے جس طرح ہم انکو جانتے ہیں اسی طرح انبیاء کو بھی جانتے ہیں

خواہ آسمان پر ہوں یعنی وفات یافتہ ہوں یا زمین پر ہوں یعنی زندہ ہوں۔ یا دوسرے لفظوں میں یہ کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی خوب جانتے ہیں اور اس سے پہلے کے نبیوں کو بھی۔ اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ کس زمانہ میں کیسے نبی کی ضرورت ہوتی ہے اور اسی خیال سے ہم نے انبیاء کے بھی مدارج مقرر فرمائے ہیں تاکہ ہر زمانہ کی ضرورت کیمطابق نبی آئے۔

ان انبیاء میں سے داؤد علیہ السلام کا ذکر الگ بھی بیان فرمایا ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ یہود کے ذکر میں ان کے دو عذابوں کا ذکر فرمایا تھا۔ ایک حضرت داؤدؑ کے بعد جب کہ یہود میں دولت بہت ہو گئی اور تعیش پیدا ہو گیا۔ اور دوسرے حضرت مسیحؑ کے بعد انکے انکار کی وجہ سے۔ چونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ مثیل موسیٰ ہیں جیسا کہ فرمایا۔ اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا (المزمل ع ۱) ہم نے تم پر گواہ بنا کر تمہارے اندر اپنا رسول بھجوایا ہے اور یہ بعثت ویسی ہی ہے جیسا کہ فرعون کی طرف موسیٰؑ کی بعثت تھی۔ اور تورات میں ایک مثیل موسیٰ کی خبر دی گئی تھی۔ استثناء باب ۱۸ آیت ۱۸ اور اس کے مقابل پر امت محمدیہ کے مثیل بنی اسرائیل ہونے کی خبر سورۃ فاتحہ میں

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا

تو (انہیں کہہ کہ) اس کے سوا جن لوگوں کے متعلق تمہارا دعویٰ ہے (کہ وہ الوہیت رکھتے ہیں) انہیں (اپنی

یَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِیْلًا ۝ ع ۶

حاجتیں) پکارو (تو) پس (تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ) نہ وہ (تمہاری کسی) تکلیف کو تم سے دور کرنے کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ (تمہاری حالت میں) کوئی تبدیلی

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی دی گئی تھی۔ اس لئے اسی مشابہت کی بنا پر حضرت داؤد کا نام مسلمانوں کو نصیحت کرتے وقت خاص طور پر لیا۔ تا انہیں توجہ دلائی جائے۔ کہ اے مسلمانو! ترقی اور کامیابی کے وقت داؤد کا واقعہ یاد رکھنا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جس طرح داؤد کے زمانہ میں یہود نے دنیوی ترقیات سے فائدہ کی بجائے نقصان اٹھایا۔ اور دین سے غافل ہو گئے۔ تم بھی کہیں ایسا نہ کرنا اور اس وقت کو خوف اور خشیت سے گذارنا۔

باوجود اس انذار کے مسلمان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتنے ہی عرصہ کے بعد بگڑے جتنے عرصہ کے بعد بنی اسرائیل حضرت موسیٰ کے بعد بگڑے تھے۔ اور گو اس وقت انہیں داؤد کی طرح نبی نہیں آیا لیکن ایسے نیک بادشاہ ضرور پیدا ہوئے جنہوں نے حضرت داؤد اور سلیمان کی طرح نیکی کا نمونہ دکھایا۔ مگر اس وقت دولت کے نشہ میں سرشار تھے اور اسلام کی خدمت سے غافل ہو رہے تھے۔ چنانچہ قریباً اتنا ہی زمانہ گذرنے پر جتنا حضرت موسیٰ اور یروشلم کی تباہی پر گذرا تھا۔ بغداد ہلاکو خان کے ہاتھ سے تباہ ہو گیا۔ اور اسلامی شوکت مٹ گئی جس کے بعد اسے کبھی پوری شان کے ساتھ قائم ہونے کا موقعہ نہیں ملا۔

حل لغات۔ زَعَمْتُمْ : زَعَمَ کی جمع مخاطب کا صیغہ ہے۔ اور زَعَمَ الرَّجُلُ (یَزْعُمُ) کے معنے ہیں۔ قَالَ قَوْلًا حَقًّا اس نے سچی بات کہی۔ وَکَذَا بَاطِلًا وَکِذْبًا (ضد) چونکہ یہ لفظ اضداد میں سے ہے۔ اس لئے اس کے معنے جھوٹی بات کرنے کے بھی ہیں۔ وَاَکْثَرُ مَا یُقَالُ فِیْ مَا یَشُكُّ فِیْهِ اَوْ یَعْتَقِدُ کِذْبَهٗ اور اس کا اکثر استعمال ان باتوں میں ہوتا ہے جن میں شک و شبہ ہو یا جس کے جھوٹ ہونے پر یقین ہو (اقرب)۔

فَلَا یَمْلِكُوْنَ : مِلْكٌ سے مضارع جمع کا صیغہ ہے۔ اور ملک کے لئے دیکھو رعد ۵۱۔

کَشْفَ : کَشَفَ (یَکْشِفُ) کا مصدر ہے۔ کشف اور کَشَفَ الشَّیْءَ کے معنے ہیں اَظْهَرَهٗ وَ رَفَعَ عَنْهُ مَا یُوَارِیْهِ وَ یُغَطِّیْهِ۔ کسی چیز سے پردہ ہٹا کر اسے ظاہر و ننگا کر دیا۔ کَشَفَ اللّٰهُ غَمَّهٗ۔ اَزَالَهٗ۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے غم کو دور کر دیا۔ (اقرب) (امت محمدیہ کی مماثلت بنی اسرائیل سے)

اَلضُّرُّ کے لئے دیکھو یوسف ۸۹۔ الضر

تَحْوِیْلًا : تَحْوِیْل حَوَّلَ کا مصدر ہے یہ لفظ لازم اور متعدی دونوں طور پر استعمال ہوتا ہے۔ حَوَّلَهٗ (متعدی) نَقَلَهٗ مِنْ مَوْضِعٍ اِلٰی اٰخَرَ اسے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر دیا۔ حَوَّلَ الشَّیْءَ اِلَیْهِ : قَلَبَهٗ وَ اَزَالَهٗ کسی چیز کو کسی اور صورت میں تبدیل کر دیا۔ حَوَّلَ هُوَ۔ (لازم) اِنْتَقَلَ کوئی چیز اپنی جگہ سے دوسری جگہ چلی گئی (اقرب) حوّلہ

زَعَمْتُمْ

تفسیر۔ پچھلی تین چار سورتوں میں یہ مضمون بیان ہوا تھا کہ کفار حشر اسلام کی آیات سن کر یہ دھوکا کھا جاتے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ

وہ لوگ جنہیں وہ پکارتے ہیں یعنی انبیاء جو (خدا تعالیٰ کے) زیادہ قریب ہیں وہ (بھی) اپنے رب کا

الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَ

(مزید) قرب چاہتے ہیں اور اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور

يَخَافُونَ عَذَابَهُ ۚ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا ۝

اسکے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں۔ تیرے رب کا عذاب یقیناً ایسا ہے جس سے خوف کیا جاتا ہے ۵۸

ہیں کہ شاید اس سے حشر اجساد مراد ہے اور اسپر اعتراض کرنے لگ جاتے ہیں۔ لیکن وہ بھی مراد ہو تب بھی ان

الوسیلۃ کا اعتراض درست نہیں لیکن اس موقعہ پر حشر اجساد

حشر ارواح کا ذکر نہیں بلکہ حشر ارواح کا ذکر ہے۔ اور یہ ذکر ہے کہ

جب اللہ تعالیٰ ایک خاص وقت پر اپنے بندوں کو

آواز دے گا تو آئمہ کفار کے پتے ہوئے حال لوٹ کر

تاگر تاگر ہو جائیں گے اور ان کے شکار انہیں نے نکل کر

محمد رسول اللہ صلعم کیطرف چلے جائیں گے۔ پھر مسلمانوں

کو اس ترقی کے زمانہ میں ہوشیار رہنے کا حکم دیا تھا۔

اب پھر پہلے مضمون کی طرف رجوع فرماتا ہے اور کفار

سے خطاب فرماتا ہے کہ یہ جو مسلمانوں کی ترقی اور تمہاری

ہلاکت کی پیشگوئی کی گئی ہے اسی سے اپنی دین کی سچائی اور

شرک کی حقیقت کا پتہ لگا لو۔ ہم کہتے ہیں کہ تم پر عذاب آئیگا

تم اپنے معبودوں سے دعائیں کر کے دیکھو کہ کیا وہ تمہاری

محذورا دعائیں سن سکتے ہیں اور عذاب کو ہٹانا تو الگ رہا کیا اسے کچھ

کمی کے لئے ملتوی کرنے کی طاقت بھی رکھتے ہیں

چونکہ آئندہ تباہی شرک سے ہونے والی تھی اس لئے

اس کی تفصیل بتائی ہے مسلمانوں میں بھی بغداد کی تباہی کے

وقت شرک ہی پیدا ہو گیا تھا۔ مسلمانوں نے فتوحات

کے زمانہ میں ایرانی اور ترکی عورتوں سے شادیاں

کیں جو کہ خوبصورت تو تھیں مگر ساتھ ہی متعصب

مشرکہ بھی تھیں۔ آخر اولاد میں اس کا اثر ظاہر ہو گیا

ابن مقنع۔ عبداللہ بن صباح اسی زمانہ میں ہوئے تھے۔

۵۸ حل لغات۔ اَلْوَسِيلَةُ: وَسَلَ (يَسِلُ) کا مصدر ہے اور وَسَلَ إِلَى اللّٰهِ بِالْعَمَلِ کے معنے ہیں رَغِبَ وَ تَقَرَّبَ متوجہ ہوا اور قرب چاہا وَسَّلَ وَ تَوَسَّلَ إِلَيْهِ بِوَسِيلَةٍ کے معنے ہیں عَمِلَ عَمَلًا تَقَرَّبَ بِهِ إِلَيْهِ تَعَالٰى نیک عمل کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کا قرب چاہا۔ تَوَسَّلَ إِلَى فُلَانٍ بِكَذَا کے معنے ہیں تَقَرَّبَ إِلَيْهِ بِحُرْمَةِ آصِرَةٍ تعطف کسی شخص تک ایسے مضبوط ذریعہ سے رسائی کی کوشش کی جس سے وہ مہربان ہو جائے۔ اَلْوَسِيلَةُ مَا يُتَقَرَّبُ بِهِ إِلَى الْغَيْرِ: ذریعہ قرب۔ اس کی جمع وَسَائِل آتی ہے۔

مَحْذُورًا: حَذَرٌ سے اسم مفعول ہے اس کے معنے ہیں مَا يُحْتَرَزُ مِنْهُ جس سے ڈرا اور بچا جائے۔

تفسیر۔ اُولٰئِكَ کا اشارہ اَلشَّيَاطِين کی طرف ہے۔ یعنی وہ (انبیاء ایسے لوگ تھے جو بنی نوع انسان کو خدا کی طرف بلاتے تھے یا یہ کہ وہ خود خدا تعالیٰ کے حضور عجز و انکسار سے دعا کیا کرتے تھے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

وَاِنْ مِّنْ قَرْیَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ یَوْمِ

اور (روئے زمین پر) کوئی ایسی بستی نہیں (ہوگی) جسے ہم قیامت کے دن سے پہلے ہلاک نہ کر دیں

الْقِیٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِیْدًا ؕ كَانَ

یا اسے بہت سخت عذاب نہ دیں ۔ یہ بات تقدیر

ذٰلِكَ فِی الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝ وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ

(الٰہی) میں (پہلے سے) لکھی ہوئی ہے ۵۸ اور پہلے لوگوں کی تکذیب

یَّبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّهِمُ الْوَسِیْلَةَ خبر ہے اُولٰٓئِكَ کی۔ اور مطلب یہ ہے کہ انبیاء جن کی صفت یہ ہے کہ وہ تبلیغ میں لگے رہتے ہیں یا یہ کہ دعائیں لگے رہتے ہیں وہی باوجود اس تقدیر کے نیک اور عاشق الٰہی ہونے کے صرف اپنے رب کا قرب تلاش کرتے ہیں۔ دوسرے کسی وجود کو معبود بنا کر اس کا قرب تلاش نہیں کرتے۔

اَیُّهُمْ اَقْرَبُ ۔ علامہ زمخشری کا قول ہے اور اکثر مفسرین نے اسی کی تائید کی ہے کہ اَیُّ موصولہ ہے اور اَیُّهُمْ اَقْرَبُ کے معنے مَنْ هُمْ اَقْرَبُ کے ہیں اور یہ جملہ یَبْتَغُوْنَ کی ضمیر فاعل کا بدل ہے۔ یعنی یہ قرب حاصل کرنے کی کوشش کرنے والے وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب ہیں۔ اس میں اشارہ ہے کہ جب زیادہ قرب والے لوگ بھی اللہ تعالیٰ کے مزید قرب کی تلاش میں لگے ہوئے ہیں تو جن کو قرب حاصل نہیں انکو تو بہت ہی زیادہ کوشش کرنی چاہیئے۔

خلاصہ یہ کہ خدا کا قرب ایسی چیز نہیں ہے۔ جو دوسروں کی پرستش کے ذریعہ سے حاصل ہو سکے۔ اور پھر جب بڑے سے بڑا نبی بھی خدا کے قرب کی تلاش میں ہے اور ابھی وہ قرب الٰہی میں ترقی کی جستجو کر رہا ہے تو وہ تمہارے لیے زعیم اور ٹھیکیدار کیسے بن سکتا ہے۔ فرمایا جو اقرب ترین نبی ہے وہ بھی اور قرب حاصل کرنا چاہتا ہے دوسرے تو الگ رہے۔ جب نبیوں تک کی یہ بات ہے تو تمہاری تو ہستی ہی کیا ہے۔

ایک اور معنے بھی آیت کے ہو سکتے ہیں اور وہ یہ مقربین کے اشتیاق قرب کی بھی یہ دلیل کے لئے سبق۔ کہ اُولٰٓئِكَ کا اشارہ معبودین کی طرف سمجھا جائے اور یَبْتَغُوْنَ کا فاعل مشرکوں کو۔ اس صورت میں آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ معبود جن کو مشرک بلاتے ہیں وہ تو اپنے رب کے قرب کی تلاش کر رہے ہیں اور اس کا خیال رکھتے ہیں کہ کون خدا تعالیٰ کا زیادہ مقرب ہوتا ہے۔ ان معنوں میں اَیُّ استفہامیہ سمجھا جائیگا اور اس کا عامل فعل محذوف، یا مصدر محذوف سمجھا جائیگا۔ جیسے یَحْذَرُوْنَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ یا یہ کہ بِغَیْتِهِمْ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ ۔

۵۸ حل لغات ۔ مَسْطُوْرًا ۔ سَطَرَ سے مَسْطُوْر اسم مفعول ہے۔ اور سَطَرَ الْكَاتِبُ کے معنے ہیں كَتَبَ الْكَاتِبُ نے لکھا۔ (اقرب)۔ پس مَسْطُوْر کے معنے ہوں گے لکھی ہوئی۔

تفسیر۔ پہلے فرمایا تھا کہ اپنے معبودوں کو پکار۔ وہ تمہاری تکلیف کو نہ تو دور کر سکتے ہیں اور نہ اسے بٹا سکتے ہیں۔ اب اس کی ایک مثال بیان فرماتا ہے اور وہ یہ کہ ایک زمانہ ایسا آنیوالا ہے کہ دنیا کے پردہ پر مشرک قوموں کا غلبہ ہو جائے گا اور توحید قریباً مٹ جائے گی۔ اسوقت جب شرک اپنی انتہا کو پہنچ جائے گا

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

نُرْسِلَ بِالْاٰیٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ؕ وَ

کے سوا ہمیں نشانات کے بھیجنے سے کسی امر نے نہیں روکا (یعنی ہم نشان بھیجنے سے کسی طرح رک سکتے تھے اور جب ہم نے خود

اٰتَیْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ؕ وَمَا

کو (صالح کی) اونٹنی ایک روشن نشان کے طور پر دی۔ تو انہوں نے اس پر ظلم (ہی) کیا۔ اور

نُرْسِلُ بِالْاٰیٰتِ اِلَّا تَخْوِیْفًا ۝ وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ

ہم نشانوں کو (بہ انجام) ڈرانے کے لئے ہی بھیجا کرتے ہیں ۝ اور جب ہم نے تجھے کہا تھا۔ (کہ)

ہم ساری دنیا پر عذاب لائیں گے۔ کیونکہ شرک تمام دنیا پر غالب ہوگا۔ اس کو مٹانے کے لئے ساری دنیا کو عذاب میں مبتلا کرنا ہوگا۔ اس وقت تمہارے اس دعوے کی صداقت نہایت واضح ہو جائے گی کیونکہ اس پیشگوئی کے ماتحت ساری دنیا پر عذاب آئیگا۔ لوگ جھوٹے معبودوں کو پکاریں گے مگر کچھ نہ بنے گا۔ اس کی تفصیل آگے سورۃ کہف میں بیان ہوگی۔

جب شرک ساری دنیا میں پھیلے گا تو عذاب بھی ساری دنیا پر آئے گا۔

اس آیت میں مسلمانوں کو بھی اس دوسرے عذاب سے ہوشیار کیا گیا ہے جس سے بوجہ محمدی سلسلہ اور موسوی سلسلہ میں مشابہت تامہ پائے جانے کے انہیں خطرہ ہو سکتا تھا۔

۱ آسمانی معجزات کا سلسلہ کسی وقت بھی بند نہ ہوگا

۶۰ حل لغات۔ ظَلَمُوْا بِهَا: ظَلَمَ سے جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے اور اَلظُّلْمُ کے معنے ہیں۔ اَلتَّصَرُّفُ فِیْ مِلْكِ الْغَیْرِ وَجَاوَزَةُ الْحَدِّ حد سے بڑھ جانا اور دوسرے کی ملکیت پر دست درازی کرنا۔ انہی معنوں کے پیش نظر لفظ ظلم کی نسبت اللہ تعالیٰ کیطرف نہیں کیجاتی۔ نیز اس کے معنے ہیں وَضْعُ الشَّیْءِ فِیْ غَیْرِ مَوْضِعِهٖ کسی بات یا کام کو بیجا اور بے محل کرنا۔ وَظَلَمَ الْبَعِیْرُ ظُلْمًا اِذَا نَحَرَهٗ مِنْ غَیْرِ دَاءٍ۔ اور ظَلَمَ الْبَعِیْرَ کے معنے ہیں کہ اونٹ کو بغیر کسی بیماری کے ذبح کر دیا۔

(تاج)

تفسیر۔ اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ کسی زمانہ میں بھی آسمانی معجزات کے متعلق یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ اب ان کا سلسلہ بند ہو گیا ہے۔ یہ مسلمانوں کو نصیحت ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کے لئے بھی خطرہ تھا کہ جب وہ اللہ تعالیٰ سے غافل ہو جائیں اور اس کے تازہ نشانات دیکھنے سے محروم ہو جائیں تو یہ سمجھنے لگیں کہ اب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نشانات کا آنا بند ہو گیا ہے۔ پس انہیں ہوشیار کر دیا گیا کہ ایسا کبھی خیال نہ کرنا کیونکہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ نشانات دکھاتا رہتا ہے تاکہ اس کے بندوں کے ایمان تازہ ہوتے رہیں۔

نشانات کے ہمیشہ جاری رکھنے کے لئے مندرجہ ذیل دلائل بیان کئے گئے ہیں:۔

(۱) نشانات دکھانے کے خلاف صرف یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان نشانوں سے پہلوں نے کیا فائدہ اٹھایا کہ اب اٹھائیں گے۔ فرماتا ہے کہ اگر یہ وجہ نشان بھیجنے کے خلاف ہوتی تو پہلے نبی کے بعد پھر کوئی نشان ہی ظاہر نہ ہوتا مگر ایسا نہیں ہوا۔ انبیاء کے دشمن نشانات کا انکار کرتے ہی چلے گئے ہیں اور ہم بھی نشانات بھیجتے چلے گئے ہیں پس کسی وقت بھی اس وجہ سے نشانات کا بھیجنا بند نہیں ہو سکتا۔ آدمؑ کے وقت میں بھی نشانات دکھائے گئے۔ نوحؑ کے وقت میں بھی نشان دکھائے گئے۔ اور پھر باقی

۲ دلائل اس بارہ میں کہ نشانات ہمیشہ جاری رہیں گے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ؕ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ

تمہارا رب ضرور ان لوگوں کو ہلاک (کرنے کا فیصلہ) کر چکا ہے۔ (تب) انہوں نے کیا فائدہ اٹھایا)

اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ

اور جو رویا ہم نے تجھے دکھائی تھی۔ اسے (بھی) اور اس درخت کو (بھی) جسے قرآن میں ملعون قرار دیا گیا

فِي الْقُرْاٰنِ ؕ وَنُخَوِّفُهُمْ ۙ فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا

ہے۔ ہم نے لوگوں کے لئے صرف امتحان کا ذریعہ بنایا تھا۔ اور باوجود اس کے کہ ہم انہیں ڈراتے (رہے تھے) ہیں۔ پھر (بھی)

طُغْيَانًا كَبِيْرًا ۝ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ع ۶۱

(بجائے ڈرنے) انہیں (ایسی) بہت بڑی سرکشی میں مبتلا پاتے ہیں ۝ اور (اس وقت کو بھی یاد کرو) جبکہ ہم نے فرشتوں کو کہا تھا کہ تم آدم کیلئے (احترام) سجدہ کرو

تکذیب ثمود کی قوم کو بھی نشان دکھائے گئے جو آدمؑ اور نوحؑ کے بعد گذری ہے۔

ثمود کی مثال اس لئے دی گئی ہے کہ ثمود عرب قوموں میں سے تھے اور ان کے مٹے ہوئے آثار عرب کے کفار۔ یہود اور نصاریٰ سب کے سامنے موجود تھے۔ اور تینوں قومیں ان کے حالات سے عبرت حاصل کر سکتی تھیں۔

اس کے بعد دوسری دلیل یہ دی کہ جب عذاب آئے اس سے پہلے نشانات کا بھیجنا ضروری ہوتا ہے۔ تاکہ جو لوگ عذاب سے بچ کے جا سکیں بچا لئے جائیں۔ پس جب ہم یہ خبر دے رہے ہیں کہ آئندہ زمانہ میں شدید عذاب آئیں گے حتیٰ کہ دنیا کی کوئی بستی ان عذابوں سے محفوظ نہ رہیگی تو مسلمانوں کو سمجھ لینا چاہیئے کہ اس وقت آسمانی نشانات بھی ضرور دکھائے جائیں گے کیونکہ بغیر تخویف کے عذاب کا بھیجنا ہماری سنت کے خلاف ہے۔

۶۱ حل لغات۔ اَحَاطَ بِالنَّاسِ: اَحَاطَ بِالْاَمْرِ کے معنے ہیں اَحْدَقَ بِهٖ مِنْ جَوَانِبِهٖ کسی امر پر پورے طور پر قابو پا لیا۔ اُحِيْطَ بِهٖ۔ دَنَا هَلَاكُهٗ اسکی ہلاکت قریب ہو گئی (اقرب) پس اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ کے معنے ہوں گے کہ (۱) تمہارا رب ان لوگوں کو ہلاک کر چکا ہے۔ (۲) لوگ ہر رنگ میں اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔

فِتْنَةً: فَتَنَ سے مصدر ہے اور اس کے معنے فتنہ ہیں اَلْخِبْرَةُ وَالْاِبْتِلَاءُ۔ آزمائش اور امتحان اَلضَّلَالُ وَالْاِثْمُ وَالْكُفْرُ۔ گمراہی گناہ۔ کفر۔ اَلْفَضِيْحَةُ۔ رسوائی۔ ذِلَّت۔ اَلْعَذَابُ عذاب۔ اَلْمَرَضُ۔ مرض اَلْعِبْرَةُ عبرت۔ اِخْتِلَافُ النَّاسِ فِي الْاٰرَاءِ وَمَا يَقَعُ بَيْنَهُمْ مِنَ الْقِتَالِ۔ اختلاف آراء اور اس کی وجہ سے لڑائی جھگڑا۔ (اقرب)

طُغْيَان: طَغٰى يَطْغٰى اور طَغِيَ يَطْغٰى کا مصدر طُغْيَان ہے۔ اور طَغٰى کے معنے ہیں جَاوَزَ الْقَدْرَ وَالْحَدَّ۔ اندازہ اور حد سے بڑھ گیا۔ طَغٰى فُلَانٌ اَسْرَفَ فِي الْمَعَاصِيْ وَالظُّلْمِ گناہوں اور ظلم میں بڑھ جانا۔ (اقرب)۔

احاط باالناس

تفسیر۔ اَحَاطَ بِهٖ کے معنے کسی چیز کا احاطہ کر لینے کے بھی ہوتے ہیں یعنی اس کے سب اجزاء کو قبضہ میں کر لیا جائے اور اس کے معنے عذاب کامل کے بھی ہوتے

نشانات کا دکھایا جانا ضروری ہوتا ہے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ہیں۔ کیونکہ کسی قوم کا احاطہ کر لیا جاوے تو وہ بھاگ کر بچ نہیں سکتی اس جگہ اَحَاطَ کے معنے سب کو گھیر لینے یا ایک حلقہ میں لے آنے کے ہیں۔ فرماتا ہے کہ یاد کرو جب ہم نے تم کو کہا تھا کہ ہم سب دنیا کا احاطہ کرنے والے ہیں یا یہ کہ سب کو ایک حلقہ میں لانے والے ہیں۔

آنحضرت کے سب انبیاء کو نماز پڑھانے کی تعبیر

اس سے اشارہ اسی سورۃ کی پہلی آیت کی طرف ہے جسمیں اسراء والا کشف بیان کیا گیا ہے۔ اس کشف میں آپکو دکھایا گیا تھا کہ آپؐ نے سب نبیوں کو نماز پڑھائی ہے جس کی تعبیر یہ تھی کہ سب نبیوں کی امتیں آپکے دین میں داخل ہونگی۔ سو اَحَاطَ بالنَّاس کہہ کر اس کشف کے مضمون کو بیان کیا گیا اور اس کے ذکر کا موقعہ یہ ہے کہ پہلی آیتوں میں بتایا گیا تھا کہ سب دنیا پر عذاب آنیوالا ہے اب اسکی وجہ بیان فرماتا ہے کہ اس عذاب کی وجہ یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ اس کشف کو پورا کرے جو اسراء کی صورت میں تجھے دکھایا گیا تھا اور اس پیشگوئی کو پورا کرے کہ سب نبیوں کی امتیں اسلام میں داخل ہو جائینگی۔ اس عالمگیر عذاب کے بعد سلسلۂ اسلام کا راستہ کھل جائیگا اور سب اقوام کو مذہب کیطرف توجہ ہو جائیگی اور ہدایت سے لوگ یوں ہو جائیں گے تب اللہ تعالیٰ اپنے فضل اور احسان سے ان کے دل سچائی کے قبول کرنیکے لئے کھول دیگا اور وہ محمد رسول اللہ صلعم کے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں گے اس موعود عذاب کے آثار اس وقت دنیا میں ظاہر ہو رہے ہیں اور اسکے بعد انشاء اللہ اسلام کے پھیلنے کے سامان بہت کثرت سے پیدا ہو جائیں گے۔

آیت کے اگلے حصہ میں اس مضمون کو واضح کر دیا گیا ہے چنانچہ فرماتا ہے کہ یہ نظارہ جو ہم نے دکھایا تھا یہ لوگوں کے لئے امتحان کا ذریعہ تھا یعنی ہم پیشگوئی کو تو صاف لفظوں میں بھی کر سکتے تھے مگر ہم نے اس نظارہ کو تمثیلی زبان میں اس لئے بیان کیا۔ لوگوں کا امتحان بھی لے لیا جائے۔ جو ابوجہلی صفات کے تھے انہوں نے اس نظارہ کا ذکر سنا اور پھر یاد رکھا اور جن کے دل تقویٰ سے خالی تھے انہوں نے اسپر اعتراض کرنا شروع کر دیا۔

اللہ تعالیٰ کے ہر ایک پیغام کا لوگ مذاق اڑاتے ہیں

اس آیت سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نشان ایک پہلو امتحان کا بھی رکھتے ہیں مگر اس کے باوجود آج مسلمان بھی اس نشان میں مبتلا ہیں کہ پیشگوئیاں بجائے اس کے کہ انہیں متقی بنائیں الٹا ان کے لئے ٹھوکر کا موجب ہو رہی ہیں۔ ایسے الفاظ میں نہیں کہ احمق سے احمق بھی ان کا انکار کرے انہیں سچا نہیں کہا جا سکتا۔

وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ۔ فرمایا وہ رؤیا جو ہم نے تجھکو دکھائی ہے اسے بھی ہم نے لوگوں کیلئے فتنہ یعنی آزمائش کا ذریعہ بنایا ہے اور اس شجرہ کو بھی ہم نے لوگوں کیلئے آزمائش کا ذریعہ بنایا ہے جسکے متعلق قرآن کریم میں آتا ہے کہ وہ ملعونہ ہے۔

شجرۂ ملعونہ سے کیا مراد ہے

یہ شجرۂ ملعونہ کیا ہے؟ اس بارہ میں مفسرین میں بہت اختلاف ہوا ہے بعض کہتے ہیں اس سے مراد شجرۃ الزقوم ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں تین جگہ آیا ہے یعنی سورۂ واقعہ سورۂ صافات اور سورۂ دخان میں۔ اور اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ قرآن کریم میں جب یہ بیان ہوا کہ دوزخیوں کا کھانا زقوم ہے تو کفار نے اس پر ہنسی اڑائی۔ کیونکہ یمن کی لغت میں زقوم اس کھانے کو کہتے ہیں جو مکھن اور کھجور ملا کر تیار کیا جاتا ہے۔ کفار نے اس لفظ کو سن کر خوب شور مچایا کہ محمد صلعم ہمیں زقوم کی خبر دیتا ہے یہ تو اعلیٰ درجہ کا کھانا ہے۔ ہمیں اور کیا چاہیئے۔ ان بعض کے حق میں وہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ شجرۃ زقوم کے متعلق بھی قرآن کریم میں آتا ہے۔ اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ ۝ (صافات ع ۴) ہم نے زقوم کو ظالموں کے لئے فتنہ کا موجب بنایا ہے۔ اور یہی الفاظ فتنہ کے شجرۂ ملعونہ کی نسبت آتے ہیں۔ مگر انہیں یہ مشکل پیش آئی ہے کہ قرآن میں اس کے ملعون ہونے کا کہیں ذکر نہیں۔ اس کا جواب انہوں نے یوں دیا ہے۔ کہ زقوم کی نسبت قرآن کریم میں آتا ہے کہ وہ جہنم میں ہوگا۔ اور جو چیز جہنم میں ہو وہ ملعون ہے۔ کیونکہ جہنم خدا کے غضب کا مقام ہے۔ پھر اس توجیہ پر خود ہی انہوں نے یہ اعتراض اٹھایا ہے کہ شجرہ کیونکر ملعون ہو سکتا ہے۔ ملعون تو نافرمان وجود کہلا سکتا ہے اور شجرہ تو بے جان چیز ہے۔ اس کا جواب انہوں نے یہ دیا ہے کہ چونکہ اس کے کھانے والے ملعون ہو گئے۔ اس لئے وہ شجرہ بھی ملعون کہلائیگا۔

بعض نے کہا ہے کہ شجرۂ ملعونہ سے مراد شجرۂ کشوث ہے۔ یعنی وہ بیل جو درختوں پر چڑھتی ہے تو درخت سوکھ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جاتا ہے۔ (کشوث افتیمون کے بیجوں کو کہتے ہیں۔ افتیمون ایک بیل ہوتی ہے جس کی باریک روشنیں ہوتی ہیں جس درخت کے گرد لپٹ جائے۔ وہ درخت خشک ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اس کی جو قسم ہندوستان میں پائی جاتی ہے۔ اسے اکاس بیل یا امربیل یا امرلتہ کہتے ہیں۔ پنجاب میں فالسٹ، سی کا نام کوڑی ویل ہے یعنی کڑوی بیل پنجابی میں ایک دعا ہے۔ "تُو کوڑی ویل دی طرح ودھیں"۔ یعنی اکاس بیل کی طرح جو بہت جلد پھیل جاتی ہے۔ تیری ترقی ہو۔ اور جس کے تُو مخالف ہو وہ تباہ ہو جائے۔ کیونکہ یہ بوٹی جس درخت سے لپٹ جاتی ہے۔ اسے خشک کر دیتی ہے) لیکن ان معنوں کا اتنا بھی ثبوت قرآن کریم سے نہیں ملتا جتنا ثبوت کہ شجرۂ زقوم کا ملتا ہے۔ بعض روایات میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف یہ روایت منسوب کی گئی ہے۔ کہ آپ نے مروان بن الحکم سے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے تیرے باپ اور دادا سے کہا کہ اِنَّکُمُ الشَّجَرَةُ الْمَلْعُوْنَةُ فِی الْقُرْاٰنِ۔ یعنی قرآن کریم میں جو شجرۂ ملعونہ کا لفظ آتا ہے اس سے مراد تمہارا خاندان ہے۔ بعض نے اس سے مراد وہ شجرۂ خبیثہ لیا ہے جس کا ذکر سورۂ ابراہیم ع ۴ میں گذر چکا ہے۔ میں خود بھی اس وقت تک یہی معنے کرتا رہا ہوں۔ کیونکہ اس کے سوا باقی جسقدر معنے کئے گئے ہیں ان کا کوئی تعلق آیت قرآنی کے الفاظ سے نہیں معلوم ہوتا۔ میں اس کی تشریح یہ کیا کرتا ہوں کہ خبیث اس چیز کو کہتے ہیں جس میں کوئی خیر نہ ہو۔ اور جس چیز میں کوئی خیر نہ ہو اس کی نسبت قرآن کریم فرماتا ہے کہ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَیَذْهَبُ جُفَآءً۔ یعنی جو چیز جھاگ کی طرح بیکار ہو اسے پھینک دیا جاتا ہے۔ اور لغت بھی دور کر کے کہتے ہیں۔ پس جس چیز کی نسبت یَذْهَبُ جُفَآءً کہا جائے۔ دوسرے لفظوں میں اسے ملعون بھی کہہ سکتے ہیں۔

بعض کے نزدیک شجرہ ملعونہ سے مراد اکاس بیل

مگر اس وقت کہ میں یہ نوٹ لکھنے بیٹھا ہوں مجھے اللہ تعالیٰ نے ایک اور معنے بھی سکھائے ہیں اور میں وہ معنے بھی لکھ دیتا ہوں کیونکہ ان معنوں کا آیت کے سیاق و سباق سے زیادہ گہرا ربط معلوم ہوتا ہے۔ ان معنوں کو سمجھنے کے لئے پہلے شجرۃ کے معنے سمجھ لینے چاہئیں۔ شجرۃ کے معنے درخت کے بھی ہوتے ہیں اور شجرہ کے معنے خاندان یا قبیلہ کے بھی ہیں۔ چنانچہ لغت میں لکھا ہے شَجَرَةُ النَّسَبِ مَا یُبْنٰی عَلَیْهَا مِنَ الْجُمْلَةِ الْاَعْلٰی اِلَی الْاَوْلَادِ ثُمَّ اِلٰی اَوْلَادِهِمْ وَهٰلُمَّ جَرًّا (اقرب) یعنے شجرۂ نسب اسے کہتے ہیں کہ کسی جماعت سے لیکر اس کی اولاد اور پھر اسکی اولاد اور پھر انکی اولاد کا ذکر کیا جائے۔ ان معنوں کے رو سے شجرۂ ملعونہ کے معنے ایسے خاندان کے ہو سکتے ہیں جو کئی پشت کے خاندان کو تک خدائی لعنت کے ماتحت رہا ہو یا رہنے والا ہو۔ ان معنوں میں شجرہ ملعونہ کی سند حضرت عائشہ رضؓ کا صرف منسوب ہونے والی اس روایت سے بھی ملجاتی ہے جو میں اوپر بیان کر آیا ہوں۔ یہ روایت تو بیسرے تردید غلط ہے لیکن اس سے ہم عرب کے محاورہ کی سند لے سکتے ہیں کیونکہ بہرحال راوی اور جامع حدیث عرب ہیں اور عربی کے محاورہ کو سمجھتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضؓ کا صرف منسوب ہونے والی روایت

پس تشریح کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ کیا قرآن کریم میں کسی خاندان کو ایک لمبے عرصہ تک خدائی لعنت کے نیچے آنے والا بتایا گیا ہے کہ نہیں۔ اگر ایسا ہے تو وہی خاندان شجرۂ ملعونہ ہے۔

قرآن کریم کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک قوم اور خاندان کے لوگ ایسے ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے ایک لمبے عرصہ کے لئے ملعون قرار دیا ہے۔ اور وہ حوالہ یہ ہے

شجرۂ ملعونہ سے مراد وہ قوم ہے جس پر خدا کی لعنت ہوگی یعنی بنی اسرائیل

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

لُعِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ (مائدہ ع ۸) بنی اسرائیل میں سے جنہوں نے کفر کیا ان پر داؤد اور عیسیٰ بن مریم نے لعنت کی ہے۔ اسی طرح سورۃ نساء میں یہود کا ذکر کر کے فرمایا ہے کہ اے اہل کتاب محمد رسول اللہ پر اسدن سے پہلے ایمان لے آؤ کہ تمہاری قوم پر عذاب آجائے یا ہم اپنی لعنت ڈالیں جس طرح کہ ان کے باپ دادوں پر سبت کے انکار کی وجہ سے لعنت نازل کی گئی تھی۔ اسی طرح یہود کی نسبت آتا ہے فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ (مائدہ ع ۱۳) یعنی یہود سے وعدہ لیا گیا تھا کہ وہ محمد رسول اللہ صلعم پر جب وہ ظاہر ہوں ایمان لائیں گے لیکن انہوں نے چونکہ اس عہد کو پورا نہیں کیا اس لئے ہم نے اپنی لعنت بھیجی ہے اسی طرح سورہ مائدہ میں یہود کی نسبت آتا ہے مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ (مائدہ ع ۸) یعنی اے اہل کتاب تم تو وہ قوم ہو جسپر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی اور غضب نازل کیا اور بندر اور سور بنا دیا۔ اس کے کچھ آیات آگے چل کر پھر آتا ہے وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا (ع ۹) یعنی یہودی چندہ اور زکوٰۃ وغیرہ کے مسائل پر تمسخر کر کے کہتے ہیں خدا کو مال نہیں دیتا اسکے ہاتھ بند ہو گئے ہیں ان کے اس گستاخانہ کلام کو دیکھ کے اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اس قوم میں بخل پیدا ہو جائیگا اور مال کی محبت بڑھ جائیگی اور اپنی خدا تعالیٰ کی لعنت پڑتی رہیگی اس کے علاوہ اور متعدد مقامات پر یہود کے ملعون ہونیکا ذکر آتا ہے موجودہ اور سابقہ بس بنی اسرائیل جو ایک نسل کے لوگ تھے انپر متواتر لعنت پڑتی رہی اور سبب یہود کی جہالت قرآن کریم نے بھی انکی قوم پر لعنت ڈالی اور فرمایا کہ اس قوم کو صرف دو طرح امن ملیگا یا تو یہ دوسری زبردست قوتوں کی پناہ میں چلی جائیگی پھر مسلمان ہو جائے ان دونوں طریقوں کے سوا انکو کبھی امن نہ ملیگا پس ہمارے نزدیک آیت زیر بحث میں شجرۃ ملعونہ سے مراد بنی اسرائیل کی قوم ہے اور چونکہ یہ سورۃ بھی خصوصاً سورۃ بنی اسرائیل کے متعلق ہے۔ حتیٰ کہ اس کا ایک نام رسول کریم صلعم نے سورۃ بنی اسرائیل بتایا ہے اور چونکہ اس آیت میں بنی اسرائیل ہی کا ذکر ہے کیونکہ

اس آیت کا تعلق پہلی آیت سے ہے

اس آیت میں اسراء کا ذکر کیا گیا ہے جس میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپکو بنی اسرائیل کے مرکز میں دیکھا اور وہاں نماز پڑھائی پس اسراء والی رؤیا کا ذکر کر کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرما دیا کہ یہ رؤیا بھی لوگوں کے امتحان کا ذریعہ ہے اور بنی اسرائیل جن کا اس رؤیا میں خصوصیت کے ساتھ ذکر ہے وہ بھی ایک امتحان ہیں یعنی وہ ہمیشہ اسلام کی بلاوجہ مخالفت کرتے رہیں گے۔ چنانچہ دیکھ لو کہ یہود کو سب سے زیادہ امن اسلامی ممالک میں ملتا ہے اور پھر بھی یہ لوگ اسلام سے دشمنی ہی کرتے چلے جاتے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ ان کے امن کا واحد ذریعہ اسلام ہے یہودی کہ وہ دنیا کے ظلموں کا تختہ مشق ہی بنتے رہیں گے۔ آیت کے آخر میں فرمایا کہ ہم تو اس قوم کو ان کا انجام بتا بتا کر ڈراتے ہیں لیکن یہ سرکشی میں اور زیادہ بڑھتی جاتی ہے۔

اس آیت کا تعلق پہلی آیات سے یہ ہے کہ انمیں آخری زمانہ کے خطرناک عذاب کو بطور مثال پیش کیا گیا تھا۔ اب اس آیت میں بتایا ہے کہ وہ عذاب اسراء والے کشف کا طبعی نتیجہ ہے کیونکہ اس عذاب سے اسلام کی ترقی وابستہ ہے اور اس کے بعد اسلام کی وسیع اور عالمگیر اشاعت مقدر ہے۔ اور ساتھ ہی یہود کا ذکر کر کے یہ بتایا کہ یہ قوم بھی فتنہ ہے یعنی وہ دوسرا فتنہ اس فتنہ گر قوم کے ذریعہ سے پیدا ہو گا چنانچہ دیکھ لو کہ گذشتہ جنگ عظیم میں یہود کی دخل اندازی کی وجہ سے ہوئی تھی اور موجودہ جنگ بھی انہی کی وجہ سے ہے۔ پہلی جنگ میں یہود نے منظم طور پر جرمنی قوم کے خلاف کام کیا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اب جرمنوں نے یہود پر ظلم کرنا شروع کیا اور بدلہ لیا۔ انہوں نے پھر ان کے خلاف پروپیگنڈا کیا اور موجودہ جنگ شروع ہوئی۔ روس کے انقلاب میں بھی کہ وہ اس عذاب کا ایک حصہ ہے یہود کا سب سے بڑا دخل ہے اور روس کے کئی بڑے بڑے لیڈر یہودی النسل ہیں۔

پہلی جنگ عظیم سے پہلے بعض اخبارات نے یہود کی بعض تحریرات شائع کی تھیں کہ یہود سازش کر رہے ہیں کہ ایک بڑی جنگ کرا کے فلسطین واپس لینے کے سامان پیدا کریں۔ آئندہ واقعات نے اس کی تصدیق کر دی مگر جیسا کہ قرآن کریم نے بتایا ہے یہود کا فلسطین میں آنا عارضی ہوگا ان کو یہ ملک دائمی طور پر نہیں مل سکتا کیونکہ دائمی طور پر تو یہ مسلمانوں کے لئے مقدر ہو چکا ہے ۞

آدم تا محمد رسول اللہ کے مصاف سے صداقت کی عالمگیر اشاعت

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ

تو انہوں نے (تو اس حکم کے مطابق) سجدہ کیا۔ مگر ابلیس (نے نہ کیا)

طِيْنًا ۝ قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ ۚ

۶۲ ۵ اسنے کہا کہ کیا میں اسکے ساتھ سجدہ کروں جسے تو نے کیچڑ سے پیدا کیا ہے (اور نیز) اسنے کہا کہ تو ہی مجھے) بتا (کہ کیا) یہ (میرا مطاع ہونیکا)

لَىِٕنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ

ہے جسے تو نے مجھ پر شرف دیدیا ہے۔ اگر تو نے مجھے قیامت کے دن تک مہلت دی تو (مجھے تیری ہی ذات کی قسم ہے کہ میں اسکی (تمام) اولاد کو

اِلَّا قَلِيْلًا ۝ قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ

قابو میں کرلونگا سوائے تھوڑے سے لوگوں کے (جنہیں تو بچالے) ۶۳ ۵ (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا چل (دور ہو) کیونکہ (تیری اور ان لوگوں کی)

۶۲ ۵ حل لغات۔ لاٰدم۔ ل جارہ کے بائیس معنے ہیں۔ ان میں سے ایک معنے مع کے ہیں چنانچہ ایک شاعر کا شعر ہے۔

فَلَمَّا تَفَرَّقْنَا كَاَنِّيْ وَمَالِكًا
لِطُوْلِ اجْتِمَاعٍ لَمْ نَبِتْ لَيْلَةً مَعَا

یہاں لطول میں ل کے معنے مع کے گئے ہیں (مغنی اللبیب) پس اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ کے معنے ہوں گے۔ کہ جب ہم نے فرشتوں کو کہا کہ تم آدم کے ساتھ سجدہ کرو۔ ابلیس کے معنے کے لئے دیکھو حجر ۳۱ ۵

الطین

الطین:۔ تراب اور رمل (ریت) وکلس بجبل یالماء ویطلی بہ مٹی یا ریت اور چونہ جسمیں پانی ملایا گیا ہو۔ اور اس کے ساتھ لپائی کی جائے (اقرب)

تفسیر۔ چونکہ پہلی آیات میں یہود کی سرکشیوں کا ذکر کیا تھا۔ اب اسپر روشنی ڈالنے کے لئے آدم کے واقعہ کو بطور تمثیل پیش کیا ہے کہ انبیاء کی مخالفت ہمیشہ سے ہوتی چلی آئی ہے۔ ابوالبشر آدم جو سب سے پہلے نبی تھا۔ اس کی بھی ایک ابلیس نے مخالفت کی اور کہا کہ یہ ہوائی ہے۔ میں اسکی اچھا ہوں۔ پھر اس کی اطاعت کیونکر کروں۔ یہی ابتداء یہود کے سامنے ہے۔ وہ بھی اپنے آپکو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور ان کی قوم سے افضل سمجھتے ہیں کیونکہ ان کے دل میں یہ خیال راسخ ہے کہ بنو اسحٰق سب ابراہیمی برکات کے وارث ہیں۔ اور بنو اسماعیل گویا محروم الارث کئے ہوئے ہیں۔ پس یہ تکبر ان کے راستہ میں روک بننے والا ہے۔

۶۳ ۵ حل لغات۔ کَرَّمْتَ عَلَيَّ:۔ کرّمہ (تکریماً و تکرمۃً) کے معنے ہیں عظمہ و نزّھہ اسکو اعزاز و شرف دیا اور اس کو پاک ٹھیرایا (اقرب) پس هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ کے معنے ہوں گے کہ (کیا) یہ (میرا مطاع ہونیکا) ہے جسے تو نے مجھ پر شرف دیدیا۔ لَاَحْتَنِكَنَّ۔ احتنک سے مضارع واحد متکلم کا صیغہ ہے اور احتنک الفرس کے معنے ہیں جعل الرسن فی نیہ۔ گھوڑے کے منہ میں لگام دیا۔ اور اسکو قابو میں کرلیا) احتنکہ۔ استولیٰ علیہ۔ اسپر غالب آگیا۔ اسپر قابو پالیا۔ احتنک زیداً اخذ مالہ کلہ۔ زید کا سارا مال لے لیا۔ احتنک الجراد الارض کے معنے ہیں اکل ما علیھا واتی علی

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جَهَنَّمُ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا ۝ وَاسْتَفْزِزْ مَنِ

جو بھی تیری پیروی کریں تو جہنم یقیناً تمہاری (اور ان کی) سب کی جزا ہے (یہ) پورا پورا بدلہ ہی ہوگا ۶۴ اور (ہم نے کہا جا) ان میں سے

اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ

جس پر تیرا بس چلے۔ اُسے اپنی آواز سے فریب دیکر (اپنی طرف) بُلا۔ اور اپنے سواروں (اور) پیادوں کو ان پر چڑھا لا۔ اور

وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ؕ

(ان کے) مالوں اور اولادوں میں ان کا حصہ ڈال۔ اور ان سے (جھوٹے) وعدے کر (اور پھر اپنی کوششوں کا نتیجہ دیکھ)

نباتات، ٹڈیوں نے زمین کی سب چیزوں کو ختم کر دیا (اقرب) پس لاحتنکن کے معنے ہوں گے کہ میں ضرور ان پر قابو پالوں گا۔

تفسیر۔ یعنی شیطان نے زبان حال سے مطالبہ کیا کہ مجھے اس وقت تک موقعہ مل جائے جو نسلِ انسانی کی ترقی کے لئے مقدر ہے۔ تو میں ان کے منہ میں لگام دیکر جدھر چاہونگا لے پھرونگا (آدم اور شیطان کے واقعہ کیلئے دیکھو سورۃ حجر حاشیہ آیت ۳۹) قیامت سے مراد مومنوں کی ترقی کا وقت ہے کیونکہ اسوقت کافروں کی قیامت بذریعہ تباہی کے۔ اور مومنوں کی قیامت بذریعہ کامیابی کے آجاتی ہے۔

اِلَّا قَلِيْلًا کے یہ معنے بھی ہو سکتے ہیں کہ تھوڑے سے آدمی میرے تصرف سے بچیں گے۔ اور یہ بھی کہ ان کے اعمال اکثر میری فرمانبرداری میں ہوں گے۔ تھوڑے اللہ تعالیٰ کے لئے ہوں گے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ شیطان نے ایک دعویٰ کیا اور اُسے پُورا کر دکھایا۔ اُسنے کہا تھا لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗ چنانچہ دنیا میں بدی بہت ہے اور نیکی کم۔ اس کے مقابل خدا تعالیٰ نے ایک دعویٰ کیا مگر اس کو پورا نہ کر سکا۔ اس نے فرمایا تھا۔ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ۔ مگر اکثر انسان خدا کے بندے نہیں شیطان کے بندے ہیں۔

یہ اعتراض قلت تدبر کا نتیجہ ہے کیونکہ حقیقتاً بدی نیکی کے مقابلہ میں بہت ہی کم ہے۔ بڑے سے بڑے جھوٹ بولنے والے کو ہی لے لو۔ اس کی ساری عمر کے کلام کو جمع کرو تو ضرور اس کے سچ زیادہ ہونگے اور جھوٹ بہت تھوڑے۔ یہی حال دُوسری بدیوں کا ہے۔ دنیا میں اکثر انسان نیک نیت ہیں۔ اور اپنی طرف سے نیکی کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ گو بعض حالات میں جذبات سے دب بھی جاتے ہوں پس یہ غلط ہے کہ شیطان کامیاب ہو گیا میں تو کہتا ہوں کہ تھوڑی سی بدی کا زیادہ مشہور ہو جانا بھی شیطان کی ناکامی کا ثبوت ہے۔ کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانی فطرت نیک ہے اور وہ تھوڑے سے گناہ کی بھی برداشت نہیں کر سکتی۔

۶۴ حل لغات۔ موفورًا۔ وفر (یفر) سے اسم مفعول ہے اور اس کے معنے ہیں الشیٔ التام کامل چیز جزاء موفورًا۔ لم ینقص منہ شیٔ پورا پورا بدلہ (اقرب)

تفسیر۔ شیٔ موفورٌ پوری چیز اور وہ چیز جس میں کسی قسم کی کمی نہ ہو۔ یعنی ہر ایک کے لئے اس مقام میں جزاء تام ہوگی۔ یہ مراد نہیں کہ سزا کم نہ ہوگی۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ سزا ایسی چیز ہے کہ انسان اسکی نسبت یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھے اور چاہیئے۔ پس ہر شخص جہنم میں اپنی سزا میں مشغول ہوگا اور طرف توجہ نہ ہو سکیگی ورنہ جیسا کہ قرآن کریم سے ثابت ہے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ۝ اِنَّ عِبَادِيْ

اور شیطان جو وعدے بھی کرتا ہے فریب کی نیت سے ہی کرتا ہے۔ ۶۵ جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا

اللہ تعالیٰ سزا کے معاملہ میں ہمیشہ عفو اور رحمت کو مدنظر رکھتا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ سزا قلبی ہوگی اور ہر ایک اپنے اپنے قلب کی کیفیت کے مطابق سزا پائیگا جیسے درخت زمین سے اپنی حالت کے مطابق غذا حاصل کر لیتا ہے۔ ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ دو انسانوں کے دل بھی پوری طرح مشابہ نہیں حالانکہ کروڑہا انسان پیدا ہوئے اور ہوں گے۔ مگر ہر ایک کے دل کی کیفیت و حالت الگ الگ ہے۔ اسی طرح ہر اک کی سزا بھی الگ الگ ہونی ضروری ہے۔ اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ سزا قلبی ہو۔ اور ہر اک اپنے اعمال کے طبعی نتائج کو بھگتے۔

۶۵ حل لغات ۔ اِسْتَفْزِزْ :۔ استفزّ سے امر کا صیغہ ہے۔ اور استفزہ (الخوفُ) کے معنے ہیں۔ اَسْتَفَزَّهُ خوف نے اسے حواس باختہ کر دیا۔ اِسْتَدْعَاهُ اسے بلند آواز سے بلایا۔ اَخْرَجَهُ من دارہ۔ اس کو گھر سے نکال دیا۔ اَزْعَجَهُ اسے بنیاد سے اکھیڑ دیا..... ویقال خَتَلَهُ حتی القاہ فی مہلکۃ۔ بعض کہتے ہیں کہ استفز کے معنے کسی کو دھوکا دے کر ہلاکت میں ڈالنے کے ہیں۔ قَتَلَهُ۔ نیز اس کے معنے ہیں اس کو قتل کر دیا (اقرب) وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ :۔ اَجْلَبَ سے امر کا صیغہ ہے اور اجلب القوم کے معنے ہیں اِخْتَلَطَتْ اَصْوَاتُهُمْ وَضَجُّوْا۔ لوگوں کی آوازیں مخلوط ہوگئیں اور انہوں نے شور برپا کیا۔ تجمّعوا من کل وجہ للحرب۔ ہر طرف سے لڑائی کے لئے جمع ہو گئے۔ وفی القرآن واجلب علیھم بخیلک ورجلک ای صِحْ اور قرآن مجید کی آیت واجلب علیھم میں اجلب کے معنے آواز بلند کرنے کے ہیں (اقرب)

الخیل :۔ جماعۃ الافراس۔ گھوڑوں کی جماعت۔ اس کا مفرد نہیں آتا۔ والفرسان علی الجاز ای رکاب الخیل اور خیل بولکر سوار مراد لینے مجازی معنے ہیں ومنہ فی القرآن واجلب علیھم بخیلک ورجلک ای بفرسانک و مشاتک اور آیت واجلب علیھم میں خیل سے مراد سوار اور رَجِل سے مُراد پیدل چلنے والے کے ہیں (اقرب) رَجِلٌ۔ رَاجِلٌ کی جمع ہے اور راجل اس شخص کے لئے بولتے ہیں جس کے پاس سواری نہ ہو (اقرب)

تفسیر ۔ استفزز کے معنے ہیں اپنی جگہ سے ہٹا لے اس سے معلوم ہوتا کہ انسان پہلے نیکی کے مقام پر کھڑا ہوتا ہے۔ پھر اگر اس پر شیطان کا اثر ہو جائے۔ تو اپنے اصل مقام کو چھوڑ کر بدی کی طرف چلا جاتا ہے۔ اس بارہ میں عیسائی تعلیم اور اسلام کی تعلیم میں کتنا بڑا فرق ہے۔ عیسائیت تو کہتی ہے کہ انسان کی فطرت میں بدی اصل ہے۔ اور کفارہ کے ذریعہ اُسے بدی کے مقام سے ہٹا کر نیکی کی طرف لایا گیا ہے۔ مگر اسلام کہتا ہے کہ اصل مقام نیکی ہے۔ مگر شیطان اس سے ہٹا کر لے جاتا ہے۔

بصوتک میں اس طرف اشارہ ہے کہ بعض طبائع اس قدر کمزور ہوتی ہیں کہ وہ صرف دھمکیاں سنکر ہی ڈر جاتی ہیں یا اعتراض سنکر ہی شک میں پڑ جاتی ہیں۔ انہیں مقابلہ کی جرأت نہیں ہوتی اور نہ تحقیق کی ہمت۔

اس آیت میں شیطانی حملوں کی اقسام بیان فرمائی ہیں۔ بعض کو وہ دھمکا کر اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کرتا ہے۔ یعنی شیطانی لوگ غرباء اور بیکس لوگوں کو ڈرا ڈرا کر نیوں کے ساتھ شامل ہونے سے روکتے ہیں۔ بعض کو سواروں اور پیادوں کے ذریعے سے نیکی سے روکنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یعنی انہیں قسم قسم کے دُکھ دیئے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ۚ وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا ○

ہرگز کچھ تسلط نہیں (ہو سکتا) اور (اے میرے بندے) تیرا رب کارساز ہو کر (تیرے لئے) کافی ہے۔ ۶۵

رَبُّكُمُ الَّذِيْ يُزْجِيْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا

(اور اے میرے بندو) تمہارا رب وہ (کریم ذات) ہے۔ جو تمہارے لئے کشتیوں کو سمندر میں چلاتا ہے۔ تاکہ

مِنْ فَضْلِهٖ ۚ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ○ وَاِذَا مَسَّكُمُ

تم اس کے فضل کو ڈھونڈو۔ وہ یقیناً تم پر بار بار رحم کرنے والا ہے۔ ۶۶ اور جب سمندر میں

جاتے ہیں۔ اور بعض کو بدرسوم اور مصیبت کے ذریعہ سے تباہ کیا جاتا ہے۔ اور بعض کو مال اور دولت کی لالچ دیکر حق کے ماننے سے روکا جاتا ہے۔ مگر جن کے دل میں ایمان ہوتا ہے وہ ان باتوں سے قابو میں نہیں آتے، وہی لوگ متأثر ہوتے ہیں جن کے دل میں مرض ہوتی ہے۔

یہ جو فرمایا ہے شَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ

شیطانی حملوں سے بچنے کا گر

اس کا یہ مطلب ہے کہ شیطانی لوگ انبیاء کے خلاف جتھے بھی بناتے ہیں اور اپنے چالوں اور اولاد کو جمع کر کے متفقہ طور پر نبیوں پر حملہ کرتے ہیں۔ گویا اپنی سب طاقتوں کو جمع کر لیتے ہیں۔

یزجی

ان اقسام پر اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آئمہ کفار تین قسم کی چالیں انبیاء کے خلاف چلتے ہیں۔ جو لوگ کمزور ہوں۔ ان کے لئے ڈرانے اور تکلیف دینے کا ہتھیار استعمال کرتے ہیں۔ جو برابر والے ہوں، اُن سے جتھہ بازی کے اصول پر اتحاد کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور جو طاقتور ہوں انہیں منافع کے وعدے دیکر یا لیڈری کی امیدیں دلا کر پھنساتے ہیں۔ نبیوں کے مقابلہ پر ان تینوں گروہوں کو ان تینوں طریق سے پھنسانے کی مثالیں اسقدر کثرت اور تواتر سے ملتی ہیں کہ اس کے متعلق مزید کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں۔

آئمہ کفر کی چالوں کے خلاف چار اقسام

۶۶ تفسیر۔ اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کا بندہ بن جاتے۔ اس پر شیطان کو کوئی اختیار حاصل نہیں ہوتا کیونکہ شیطان کو صرف یوم قیامت تک کی مہلت حاصل ہوتی ہے۔ یعنی جب تک انسان روحانیت میں کمزور ہو۔ شیطان کے حملہ سے دبتا ہے۔ جب اس میں رُوحانی طاقت پیدا ہو جائے اس میں دلیری آجاتی ہے۔ اور وہ دھمکیوں، تخلیفوں اور لالچوں سے نہیں ڈرتا۔

دوسرے اس آیت میں شیطانی حملوں سے بچنے کا گر بھی بتایا گیا ہے۔ اور وہ یہ کہ انسان اللہ تعالیٰ کا عبد بن جائے یعنی اپنے آپکو اس کے سپرد کر دے اور اپنی طاقتوں کی بجائے اسپر توکل کرے۔ جس کا خدا تعالیٰ وکیل ہو جائے شیطان اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

۶۷ حل لغات۔ یُزْجِیْ:۔ ازجی سے مضارع واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے اور ازجاء (ازجاءٌ) کے معنی ہیں زجاہ یعنی اس کو چلایا اور آہستگی سے آگے کیا ومنه فی القرآن ربکم الذی یزجی لکم الفلك۔ ای یجریه ویسوقه اور آیت یزجی الفلك الخ میں یزجی کے معنے چلانے کے ہیں (اقرب) پس ربکم الذی یزجی لکم الفلك فی البحر کے معنے ہوئے۔ تمہارا رب وہ ہے جو تمہارے لئے کشتیوں کو سمندر میں چلاتا ہے۔

تفسیر۔ اس میں بتایا ہے کہ حقیقی انعامات تو اللہ تعالیٰ نے پیدا کئے ہیں۔ مگر لوگ ان کی قدر نہیں کرتے بیشک برتو

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا

(طغیانی پیدا ہونے کی وجہ سے) تمہیں تکلیف پہنچے۔ تو (اس کے سوا (وہ سرے دیوی) جن کو تم پکارتے ہو (تمہارے ذہنوں سے)

نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ

غائب ہو جاتے ہیں۔ پھر جونہی تمہیں بچا کر خشکی پر لاتا ہے۔ تو تم (اس کی طرف سے) اعراض کر لیتے ہو۔ اور انسان بہت ہی

كَفُوْرًا ۝ اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ

ناشکرگذار ہے۔ ۶۸ تو کیا تم اس بات سے بےخوف (اور محفوظ) ہو کہ وہ تمہیں خشکی کے کنارہ پر ہی (زمین میں)

اَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ

دھنسا دے یا تم پر سنگریزے نازل کرے۔ (اور) پھر تم اپنا کوئی کارساز (اور چارہ گر)

وَكِيْلًا ۝ اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ يُّعِيْدَكُمْ فِيْهِ تَارَةً اُخْرٰى

نہ پاؤ۔ ۶۹ یا تم اس بات سے بےخوف ہو کہ وہ تمہیں (پھر) دوسری بار اس (یعنی سمندر) میں

سامان ہیں ہی سمندر میں کشتیاں بنا کر اسنے باہمی تعلقات کو وسیع کر دیا ہے۔ ورنہ جزائر میں بسنے والے لوگ براعظموں کے لوگوں سے اور براعظموں کے لوگ جزائر والوں سے غافل رہتے۔

میرے نزدیک یہ مثال اس جگہ اس امر کی طرف اشارہ کرنے کیلئے دی ہے کہ اسلام عالمگیر مذہب ہے اور سب دنیا میں پھیلیگا۔ اور یہ امر چونکہ جہازوں کیساتھ وابستہ ہے جن کے بغیر سمندروں کا سفر طے نہیں کیا جا سکتا۔ اسلئے اس جگہ خصوصاً سمندر اور جہازوں کی نعمت کا ذکر فرمایا کہ یہ نعمت مسلمانوں کو خاص طور پر ملنے والی ہے۔ چنانچہ مسلمان گو آجکل جہازرانی میں کمزور ہیں۔ لیکن ایک زمانہ ایسا تھا کہ سب دنیا میں مسلمانوں کے جہاز چلتے تھے۔ بحری نقشے اور راستے سب مسلمانوں کے تیار کئے ہوئے ہیں۔ ہندوستان کی طرف یورپ کے لوگوں کا بحری سفر بھی ایک عرب مسلمان کا ممنون احسان ہے۔ جو بھٹکتے ہوئے پرتگیزی جہازوں کو افریقہ کے اوپر سے لاکر ہندوستان تک پہنچا گیا۔

۶۸ تفسیر۔ وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ ۔ الآیۃ اور اگر سمندر میں کسی قسم کی تکلیف ہوتی ہے تو سارے معبودانِ باطلہ تمہیں بھول جاتے ہیں۔ صرف اسوقت خدا تعالیٰ ہی یاد آتا ہے۔ مگر جب تم کو نجات دیکر خشکی پر پہنچاتا ہے۔ تو پھر اعراض کرنے لگ جاتے ہو۔ یعنی انسان بڑا ہی ناشکرا ہے۔ ہمیشہ اپنی حالت کو بھول جاتا ہے۔ جب مصیبت میں ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ اگر اس سے نجات پاؤنگا تو ضرور نیکی کرونگا۔ مگر جب وہ تکلیف کی حالت گذر جاتی ہے تو پھر سب قول و قرار بھول جاتا ہے۔ اس آیت میں مسلمانوں کو ہوشیار کیا ہے کہ کفار کے طریق کو اختیار نہ کرنا اور ترقی کے زمانہ میں بھی خدا تعالیٰ کو یاد رکھنا تا مصیبت کے وقت وہ تمہاری مدد کا خیال رکھے۔

سمعہ حاکم غیر مذہب ہے

سمندری خطرناک دیگر مصیبتوں کو جہازرانی کی طرف توجہ دلائی۔

۶۹ حل لغات۔ يَخْسِفَ ۔ خَسْفٌ سے مضارع ہے۔ اور اس کے لئے دیکھو نحل ۴۷ حَاصِبًا ۔ حَصَبَ سے اسم فاعل ہے اور حَصَبَهٗ (یحصب) کے معنے ہیں رماہ بالحصباء ۔ اس کو کنکر مارا۔ حاصب کے معنے ہیں ریح شدیدۃ

یخسف

حاصبا

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّيحِ فَيُغْرِقَكُمْ

توڑا لائے۔ اور تم پر ایک تند ہوا چھوڑ دے۔ اور تمہارے کفر کی وجہ سے تمہیں غرق

بِمَا كَفَرْتُمْ ثُمَّ لَا تَجِدُوا لَكُمْ عَلَيْنَا بِهِ تَبِيعًا ۝

کر دے۔ (اور) پھر اس (عذاب) پر تم ہمارے خلاف اپنا کوئی مددگار نہ پاؤ ۔

تحمل التراب والحصباء سخت ہوا جو مٹی اور کنکر اٹھا کر پھینکے۔ وقیل ھوما تناثر من دقاق الثلج والبرد۔ بعض کہتے ہیں۔ وہ اولے جو ہوا کے ساتھ گرتے ہیں۔ السحاب لانہ یرمی بالثلج والبرد بادل کیونکہ وہ بھی اولے برساتے ہیں۔ (اقرب)

قاصفا

تفسیر۔ فرماتا ہے خشکی میں دلیر ہوتے ہو مگر کیا خدا تعالیٰ تم پر خشکی میں عذاب نہیں بھیج سکتا۔ کیا وہ تم کو زمین میں غائب نہیں کر سکتا، یا پتھروں کا مینہ تم پر نہیں برسا سکتا۔ پھر سمندر اور خشکی میں فرق کرنے سے تم کیا فائدہ حاصل کر سکتے ہو۔

جنگ بدر کی پیشگوئی

تبیعا

میرے نزدیک اس آیت میں جنگ بدر کی پیشگوئی ہے۔ جنگ بدر کے موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مٹھی میں کنکر پکڑ کر پھینکے تھے۔ اسی وقت ایک تیز ہوا چل پڑی جسکے ساتھ کنکر اڑ اڑ کر کفار کی آنکھوں میں پڑنے لگے۔ نیز چونکہ کفار کے سامنے کیطرف سے ہوا آتی تھی۔ کفار کے تیروں کا زور اس ہوا کی وجہ سے کم ہو جاتا تھا۔ اور مسلمانوں کے تیروں کا زور بوجہ باد موافق کے بڑھ جاتا تھا۔ عرب کے بسنے والے کیا مسلمان، کیا یہودی، کیا مسیحی سمندر سے سخت ڈرتے تھے۔ اسلئے سمندر کی مثال سے انہیں سمجھایا ہے کہ سمندر میں جاتے ہو تو ذرا سے طوفان سے گھبرا جاتے ہو کہ شائد بداعمالیوں کی وجہ سے عذاب آنے لگا ہے لیکن خشکی پر دلیر ہوتے ہو۔ مگر یاد رکھو ہم تم کو خشکی میں تباہ کر دیں گے۔

اس جگہ مسلمانوں کو سمندری سفروں کی طرف بھی توجہ دلائی ہے کہ جب خشکی تری دونوں میں خطرات ہیں تو تم اس حماقت میں مبتلا نہ ہونا کہ خشکی پر بیٹھے رہو، اور سمندر کے سفر کو نظر انداز کر دو۔

حل لغات۔ قاصفا:۔ قصف (یقصف) سے اسم فاعل ہے۔ اور قصف الشیٔ کے معنے ہیں۔ کسرہ فانکسر کسی چیز کو توڑا تو وہ ٹوٹ گئی۔ قصف الرعد: اشتد صوتہ بجلی کی کڑک کی آواز سخت ہوگئی اور رعد قاصف کے معنے ہیں ای صیت خوب گرجنے والی بجلی۔ ریح قاصف ای شدیدۃ تکسر ما مرت بہ من الشجر وغیرہ اور ریح قاصف اس ہوا کو کہینگے جو درخت یا اور کسی چیز پر سے گزرے تو اس کو توڑ دے۔ (اقرب)

تبیعا:۔ التبیع کے معنے ہیں الناصر مددگار۔ التابع۔ تابع (اقرب)

تفسیر۔ ان یعیدکم فیہ تارۃ اخری۔ اس میں میرے نزدیک فتح مکہ کے وقت کی خبر دی ہے۔ اسوقت بہت سے کفار مکہ چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ اور کشتیوں میں سوار ہو کر یمن یا حبشہ کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔ مگر سمندر میں طوفان آ گیا۔ اور بہت سے غرق ہو گئے۔ عکرمہ بن ابی جہل بھی بھاگنے والوں میں سے تھے۔ مگر ان کو جہاز نہ ملا اور پیچھے رہ گئے۔ اتنے میں ان کی بیوی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کے لئے معافی حاصل کر لی۔ اور ساحل پر جا کر واپس لے آئی۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ

اور ہم نے بنی آدم کو (بہت) شرف بخشا ہے۔ اور ان (کو اور ان کے سامانوں) کو خشکی اور تری میں اٹھایا ہے۔ اور انہیں

وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰي كَثِيْرٍ

پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا ہے۔ اور جن (اقسام کی مخلوقات) کو ہم نے پیدا کیا ہے۔ ان میں سے بہتوں پر ہم نے

مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ۝ يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۢ ع ۱۰

انہیں بڑی فضیلت دی ہے۔ ۱۰ اور (اس دن کو بھی یاد کرو) جس دن ہم ہر ایک گروہ کو

بِاِمَامِهِمْ ۚ فَمَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَاُولٰٓئِكَ

ان کے پیشوا سمیت بلائیں گے۔ پھر جن کے دائیں ہاتھ میں ان (کے اعمال) کی کتاب دی جائے گی۔

۱۰ تفسیر۔ اس میں بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب انسانوں کو عزت بخشی ہے۔ نہ کہ خاص اقوام کو پس قوموں کو ایک دوسرے پر تفاخر نہیں کرنا چاہیئے۔ اس سے یہود اور قریش کو نصیحت کی ہے جو اپنے آپکو دوسروں سے معزز سمجھتے تھے۔ اور بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر اک قوم کو عزت دی ہے۔ مگر بعض اقوام اس عزت سے فائدہ نہیں اٹھاتیں اور خدا تعالیٰ کے کھولے ہوئے راستوں کو اپنے لئے بند کر لیتی ہیں۔ وحملناھم فی البحر کہہ کر اس طرف اشارہ کیا ہے۔ کہ سمندر اور خشکی کو یکساں طور پر اللہ تعالیٰ نے انسانی ترقی کے لئے مقرر کیا ہے۔ پس اگر کوئی قوم عزت حاصل کرنا چاہے تو اسے یکساں طور پر دونوں سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔

لوگ کہتے ہیں کہ قرآن کریم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا بنایا ہوا ہے۔ کیا یہ باتیں جو اس جگہ بیان ہوئی ہیں۔ ایک عرب کے کہنے والے کے منہ سے نکل سکتی ہیں۔ خصوصاً اس کے منہ سے جس نے کبھی کشتی میں سفر تک نہیں کیا۔

افسوس کہ مسلمانوں نے چند گذشتہ صدیوں سے اس نصیحت کو بھلا دیا۔ اور ان کی طاقت کمزور ہو گئی۔ اگر وہ سمندری بیڑوں کا خیال رکھتے تو اسلام کبھی اس قدر کمزور نہ ہوتا جس قدر کہ اب ہے۔

قوموں کو ایک دوسرے پر تفاخر نہیں کرنا چاہیئے۔

فضلنا ھم علیٰ کثیر ممن خلقنا سے بعض لوگ یہ استدلال کرتے ہیں کہ انسان بعض قسم کی مخلوق سے افضل ہے۔ سب قسم کی مخلوق سے نہیں۔ مگر یہ استدلال غلط ہے کیونکہ اس جگہ بنی آدم کا ذکر بہ حیثیت جماعت ہے۔ اور اس میں کیا شک ہے کہ سب انسان تو سب مخلوق سے افضل نہیں ہیں انسانوں میں سے بعض تو نہایت گندے ہیں اور جانوروں سے بھی بدتر ہیں۔ بعض معمولی بھلے مانس ہیں۔ اور جانوروں سے اچھے ہیں۔ بعض بہت اچھے ہیں۔ اور عام فرشتوں سے بھی اچھے ہیں۔ بعض اعلیٰ مقام پر ہیں اور اعلیٰ فرشتوں سے بھی اعلیٰ ہیں۔ غرض سب انسان سب مخلوق سے افضل نہیں۔ بلکہ بعض انسان سب مخلوقات سے اچھے ہیں۔ اور انسان بحیثیت انسان کے اکثر مخلوق سے اچھا ہے۔ کیونکہ سورج۔ چاند، ستارے۔ گھوڑے بیل۔ اونٹ بکریاں یہ کا دنیا سب ہی کے کام کر رہی ہیں اور

سمندر اور خشکی یکساں طور پر انسانی ترقی کے لئے مقرر ہے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

يَقْرَءُونَ كِتٰبَهُمْ وَلَا يُظْلَمُونَ فَتِيلًا ۝ وَمَنْ

وہ (بڑے شوق سے) اپنی کتاب کو پڑھیں گے۔ اور ان پر ذرہ بھر (بھی) ظلم نہیں کیا جائیگا۔ ۷۵ اور جو اس (دنیا)

سب ہی کی خدمت پر لگائی گئی ہیں۔ پس انسان بلحاظ جنس کے اکثر مخلوق سے افضل ہے۔ اور انسان بلحاظ کامل فرد کے سب مخلوق سے افضل ہے۔

۷۵ حل لغات ۔ فتیلاً:۔ الفتیل۔ المفتول بٹی ہوئی چیز۔ حبل دقیق من خزم او لیف کھجور کے ریشوں کی باریک بٹی ہوئی رسی۔ السحاۃ القی فی شق النواۃ گٹھلی کے شگاف کا ریزہ۔ ما قتلته بین اصابعك من الوسخ۔ وہ قلیل سی میل جو ہاتھوں کے درمیان بٹی جائے (اقرب) آیت کا مطلب یہ ہے۔ کہ ان پر ذرہ بھر بھی ظلم نہ کیا جاویگا

تفسیر مفسرین نے بامامھم کے معنے کتابھم کے لئے ہیں۔ یعنی ہر ایک کو اس کے نامۂ اعمال کے ساتھ بلایا جائیگا۔ مگر ہم کہتے ہیں جب ہر امت میں امام گذرا ہے تو پھر امام کے لفظ کے وہی معروف معنے کرنے چاہئیں جن معنوں میں یہ لفظ اکثر استعمال ہوتا ہے۔ اور آیت کا مفہوم یہی ہے کہ ہر قوم کو اس کے نبی کے نام سے بلایا جائیگا کہ فلاں نبی کی قوم آئے۔ اور فلاں کی امت آئے۔ کیونکہ انہیں شہادت دینی ہوگی کہ ہم نے تبلیغ وغیرہ کر دی۔ جیسے قرآن کی دوسری جگہ سے ثابت ہوتا ہے اور حدیثوں سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے کہ نبی کے نام سے بلایا جائیگا۔

قیامت کے دن ہر ایک امت کو اپنے امام کے ساتھ بلائے جانے کی حکمت

فمن اوتی کتابه بیمینه۔ اس میں کتابه سے مراد اعمال نامہ ہے۔ جیسے دوسری جگہ میں فرمایا۔ یالیتنی لم اوت کتابیه ولم ادر ما حسابیه (الحاقۃ ع) یعنی کاش مجھے میری کتاب نہ دیجاتی اور مجھے یہ معلوم ہی نہ ہوتا کہ میرا حساب کیا ہے۔

دائیں ہاتھ میں کتاب دیئے جانے میں حکمت

دائیں ہاتھ کو اسلام نے برکت کا نشان قرار دیا ہے اور بائیں کو سزا کا نشان۔ انسانی خلقت میں بھی دائیں کو بائیں پر فوقیت معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ دائیں طرف کے اعضاء میں بالعموم کام کی طاقت زیادہ ہوتی ہے۔ پس دائیں ہاتھ میں حساب کی نقل دینے سے یہ مربوط ہے کہ ایسے لوگوں کا حساب بابرکت ہوگا۔

دائیں ہاتھ کے استعمال کے متعلق ہم دیکھتے ہیں کہ انسانی شہادت یا الاجماع موجود ہے یہ کوئی مذہبی حکم نہیں کہ اسے مصنوعی فعل سمجھا جائے۔ بلکہ ہر مذہب و ملت کے متمدن مہذب یا غیر مہذب دائیں ہاتھ کو استعمال خاص طور پر کرتے چلے آئے ہیں۔ ایشیاء کے لوگ ہوں یا یورپ کے یا افریقہ کے یا امریکہ کے جاہل ہوں یا تعلیم یافتہ کسی مذہب کے پابند ہوں یا ہر مذہب سے آزاد۔ سب ہی آدمی جو بیمار نہیں یا کسی غیر طبعی اثر کے نیچے نہیں۔ دائیں ہاتھ سے کام کرتے ہیں۔ اسی طرح تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ دائیں آنکھ بائیں سے بالعموم زیادہ مضبوط ہوتی ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ عادت کی وجہ سے دائیں کو انسان ترجیح دیتا ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ یہ عادت کیوں پڑی۔ شروع میں انسان کو اس عادت کے ڈالنے پر کس نے مجبور کیا۔ آخر پہلے انسانوں نے طبعاً دائیں ہاتھ سے کام لینا شروع کیا تو تبھی آئندہ نسلوں کو عادت پڑی۔ پھر کیوں نہ کہا جائے کہ جس طرح ابتدائی انسانوں کو طبعی تقاضی کے تحت دائیں ہاتھ سے کام کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ اسی طرح آئندہ نسلوں کو ہوا۔

بعض ڈاکٹر دائیں ہاتھ کے استعمال کی یہ وجہ بیان کرتے ہیں کہ چونکہ دل بائیں طرف ہے بائیں طرف کے حصۂ دماغ کی طرف خون نسبتاً زیادہ جاتا ہے۔ اور وہ زیادہ طاقتور ہوتا ہے۔ اور چونکہ دائیں طرف کا دماغ بائیں طرف کے اعصاب سے کام لیتا ہے۔ اور بائیں طرف کا دماغ دائیں طرف کے اعصاب سے۔ پس بائیں طرف کے دماغ کی زیادتی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

كَانَ فِي هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى

میں اندھا ہیگا۔ وہ آخرت میں (بھی) اندھا (ہوگا) اور (اسی طرح وہ) اپنے (مطلوبہ) طریق میں سب سے

گی وجہ سے دائیں طرف کے اعصاب مضبوط ہوتے ہیں اور اس وجہ سے انسان دائیں طرف کے اعضاء سے کام لینے کی طرف طبعاً راغب ہوتا ہے۔ یہ توجیہہ درست ہو یا غلط ہمیں اس سے تعلق نہیں۔ ہمیں تو بس اتنی بات سے تعلق ہے کہ دائیں کو بائیں پر سب دُنیا ترجیح دیتی آئی ہے۔ اور دائیں بازو سے کام لینا ایک طبعی تقاضا ہے۔

دائیں بائیں کے فرق کے متعلق ایک اور عجیب بات بھی قابل غور ہے۔ علم اعداد و شمار سے معلوم ہوا ہے کہ صحیح الدماغ لوگوں میں سے صرف چار سے آٹھ فیصدی تک بائیں ہاتھ سے کام کرنے والے لوگ ہیں۔ باقی سب دائیں ہاتھ سے کام لیتے ہیں۔ لیکن مجنونوں میں بہ نسبت بہت بڑھ جاتی ہے۔ اس سے بھی اس امر کا ثبوت ملتا ہے کہ قانون قدرت نے دائیں کو بائیں پر فضیلت دی ہے۔ (انسائیکلو پیڈیا برٹینکا جلد گیارہ زیر لفظ ہینڈ ڈنس)

اُوپر کے حوالہ جات سے یہ امر ثابت ہو جاتا ہے کہ دایاں ہاتھ کام کرنے کے لئے زیادہ موزون ہے اور اکثر افراد عالم اسی ہاتھ سے کام کرتے ہیں۔ پس دایاں بازو قوت عملیہ کا نشان قرار دیا جا سکتا ہے۔ اور قرآن کریم میں نیک لوگوں کے دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ دینے کا جہاں جہاں ذکر ہے درحقیقت اس سے اسی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ وہ لوگ کام کرنے والے، محنت کرنے والے اور قربانی کرنے والے تھے۔ اور بائیں ہاتھ میں اعمال نامہ دینے کا جہاں جہاں ذکر ہے۔ اس سے اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ وہ لوگ نکمے قربانی سے بچنے والے اور سست تھے۔ کیونکہ بایاں ہاتھ بہت کم کام کرتا ہے۔

ایک اور بات بھی یاد رکھنی چاہیئے۔ کہ دایاں ہاتھ اسلامی شریعت نے پاکیزہ کاموں کے لئے، اور بایاں ہاتھ گندگی کی صفائی وغیرہ کے لئے تجویز کیا ہے۔ پس دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ دینے سے یہ مراد بھی ہو سکتی ہے کہ تم لوگ پاکیزہ کام کرتے تھے۔ اور بائیں میں اعمال نامہ دینے سے مراد ہے کہ تم ناپاک کام کرتے تھے۔

دائیں کے لفظ سے ایک اور امر کی طرف بھی اشارہ ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں خدا تعالےٰ کے متعلق فاخذناہ بالیمین آتا ہے (الحاقۃ) جس کے معنے مفسرین نے کئے ہیں بالقدرۃ والطاقۃ۔ یعنی ہم اس کو مضبوطی سے پکڑ لینگے۔ پس دائیں ہاتھ سے اعمال نامہ دینے سے اس طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے کہ انہوں نے مضبوطی سے نیکی کو پکڑا تھا اسلئے نجات پا گئے۔ اور جن کے بائیں ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے گا۔ انہیں یہ بتایا جائیگا کہ تم نے نیکی اور تقویٰ کے لئے پورے زور سے کوشش نہ کی تھی۔ اور گویا بایاں ہاتھ جو کمزور ہوتا ہے استعمال کیا تھا۔ اس لئے آج تمہارا انجام خراب ہوا ہے۔ علاوہ ازیں یُمن برکت کو بھی کہتے ہیں۔ حدیث میں خدا تعالیٰ کے متعلق آتا ہے۔ کلتا یدیہ یمین کہ میرے رب کے دونوں ہاتھ برکت والے ہیں۔ اس کا کوئی شمال نہیں پس دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ دینے سے اس طرف اشارہ ہوگا کہ تمہارا انجام بابرکت ہوگا۔

اولئک یقرؤن کتابھم سے مراد یہ ہے کہ جسے انعام ملتا ہے وہ خوب شوق سے اپنے فیصلہ کو پڑھتا ہے لیکن جسے سزا ملتی ہے وہ اپنے فیصلہ کو پڑھنے کی تاب نہیں لاتا۔ اور حتی الوسع اس کے پڑھنے سے گریز کرتا ہے۔

ولا یظلمون فتیلا۔ فتیل تاگہ کو بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ بٹا جاتا ہے۔ اور کھجور کی گٹھلی کے سوراخ میں جو بٹی ہوتی ہے اس کو بھی کہتے ہیں۔ استعارۃً تھوڑی سی چیز کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔ پس آیت کا مطلب یہ ہے کہ ان پر ذرہ بھر ظلم بھی نہ کیا جائے گا۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

وَاَضَلُّ سَبِيْلًا ۝ وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ

بڑھ کر بھٹکا ہوا ہوگا۔ ۷۳ اور قریب تھا کہ وہ اس (کلام) کی وجہ سے جو ہم نے تجھ پر وحی سے نازل کیا ہے تجھے (سخت سے سخت)

الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ ۖ وَ

عذاب میں مبتلا کرتے، تاکہ تو ان سے ڈر کر اس (کلام) کے سوا کچھ اور (اپنے پاس سے) گھڑ کر ہماری طرف منسوب کرے۔ اور (اگر تو ایسا کرتا تو

اِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا ۝ وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ

اس صورت میں) یقیناً تجھے (اپنا) گہرا دوست بنا لیتے ۷۴ اور (تیرا تو یہ حال ہے کہ) اگر ہم تجھے (قرآن دیکر) ثبات نہ بخشتے (اور وحی ہی تجھ پر نازل

۷۳ **تفسیر**۔ جو اس جگہ اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا۔ یعنی جس شخص نے یہاں پر روحانی آنکھوں سے کام نہیں لیا وہاں پر بھی اسے روحانی آنکھیں نہیں ملینگی اور دیدار الٰہی سے محروم ہوگا۔ قرآن کریم میں دوسری جگہ فرمایا ہے۔ قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا (انعام ع۱۴) کہ تمہارے پاس دلائل تمہارے رب کی طرف سے آگئے ہیں جو دیکھے گا فائدہ پائیگا۔ اور جو نہ دیکھیگا وہ نقصان اٹھائیگا۔ پھر فرمایا وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا (فرقان ع۷) یعنی مومن وہ ہوتے ہیں کہ جب ان کے سامنے ان کے رب کی آیات کا ذکر کیا جائے تو وہ ان کی طرف بہرے اور اندھے ہوکر توجہ نہیں کرتے بلکہ کان اور آنکھیں کھول کر اللہ تعالیٰ کی آیات کو سنتے ہیں۔ اس آیت میں انکو بھی اندھا کہا ہے جو کسی بات کو بغیر تحقیق کے مان لیتے ہیں۔ پھر فرمایا ہے۔ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى (طٰہٰ ع۵) یعنی کسی شخص کا آیات سے منہ پھیرنا ہی اس کا اندھا ہونا ہے۔

غرض اعمیٰ وہ ہے جو حقیقت اور ان بصائر کو جو خدا تعالیٰ کی طرف سے آتے ہیں۔ نہ دیکھے تو ایسا شخص وہاں بھی خدا تعالیٰ کا دیدار نہ کر سکیگا اور اندھا رہیگا۔ کیونکہ اس نے دنیا میں اپنی مرضی سے اپنے لئے اندھا ہونا پسند کیا تھا۔

خلیل

دل کے اندھے قیامت کے دن دیدار الٰہی سے محروم رہیں گے

اس آیت کا یہ مطلب نہیں کہ دنیاوی اندھے اگلے جہان میں بھی اندھے ہونگے۔ جسمانی نقص تو بعث بعد الموت کے وقت سب کے سب دور ہو جائیں گے۔ کیونکہ پہلا جسم ہی یہاں رہ جائے گا۔ پس اس سے مراد روحانی اندھا پن ہے

۷۴ **حل لغات** خلیل کے معنی ہیں الصدیق المختص خاص کیا ہوا دوست۔ وَقِيْلَ هُوَ الَّذِيْ صَادَقْتَهٗ بَعْدَ اِذْ جَرَّبْتَهٗ اور بعض کہتے ہیں۔ کہ خلیل اس دوست پر بولتے ہیں کہ جس کا تجربہ کر لینے کے بعد اس سے دوستی ڈالی جائے (اقرب)

تفسیر۔ اس آیت کی تفسیر میں مفسرین بعض روایات لکھتے ہیں جن کا مفہوم یہ ہے کہ کفار نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خواہش ظاہر کی کہ اگر آپ ہمارے بتوں کو ادب سے چھولیں تو ہم آپ کے ساتھ ہو جائیں گے۔ اسپر نعوذ باللہ من ذالک رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل میں خیال گذرا کہ اللہ تعالیٰ کو تو میرے توحید کے عقیدہ کا علم ہے۔ اگر میں اس طرح کرلوں اور قوم کو ہدایت ہو جائے تو کیا حرج ہے۔ (فتح البیان جلد ۵)

یہ معنے اس آیت سے ہرگز نہیں نکلتے اور نہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کے مطابق یہ معنے ہیں اور

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

علاوہ ازیں اگلی آیات اس مضمون کے بالکل الٹ مضمون بیان کر رہی ہیں۔

اس آیت میں کاد کا لفظ آیا ہے۔ کاد کا لفظ جب استعمال کیا جائے تو اگر وہ مثبت ہو تو معنے یہ ہوتے ہیں کہ کاد کے بعد کا فعل نہیں ہوا۔ اور اگر کاد سے پہلے نفی کا حرف آئے تو کاد کے بعد کے فعل کے متعلق یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ فعل ہو گیا۔ اس آیت میں کاد مثبت استعمال ہوا ہے۔ اس لئے کاد کے بعد کے فعل کے متعلق یہ سمجھا جائیگا کہ وہ فعل صادر نہیں ہوا۔

اس آیت میں کاد کے بعد لیفتنونک کے الفاظ ہیں۔ پس کاد کے استعمال کے مطابق اس آیت کا یہ مطلب ہوگا کہ فتنہ کا فعل صادر نہیں ہوا۔ فتنہ کے معنے ابتلا میں ڈالنے کے بھی ہوتے ہیں اور اس کے معنے عذاب میں مبتلا کرنے کے بھی ہوتے ہیں۔ اگر اس کے معنے ابتلا میں ڈالنے کے لئے جاویں تو آیت کے یہ معنے ہوں گے کہ قریب تھا کہ کفار تجھے ابتلا میں ڈال دیتے۔ مگر وہ ڈال نہ سکے اور اگر فتنہ کے معنے عذاب کے کئے جائیں تو معنے یہ ہونگے کہ قریب تھا کہ یہ لوگ تجھ کو عذاب میں ڈال دیتے مگر وہ اس میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ ابتلاء کے معنوں سے اس طرف بھی اشارہ نکلتا ہے کہ گویا قریب تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کفار کے دباؤ کو مان کر قرآن میں تبدیلی کرنے پر تیار ہو جاتے۔ گو آپ نے ایسا کیا نہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ معنے بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے خلاف ہیں۔ کسی شریف آدمی کی نسبت یہ کہنا کہ قریب تھا کہ وہ چوری کر لیتا۔ قریب تھا کہ وہ ظلم کرتا۔ قریب تھا کہ وہ اپنے ماں باپ کو پیٹتا یقیناً اس کی ہتک کرنے والا فقرہ ہے پس خدا کے رسول کی نسبت یہ کہنا کہ قریب تھا کہ وہ خدا پر افتراء کر لیتا بالکل غلط اور خلاف واقعہ ہے مفسرین کا اس امر پر خوش ہو جانا کہ آپ نے ایسا کیا تو نہیں کافی نہیں۔ کیونکہ خدا کے نبی بدی کے قریب بھی نہیں جاتے۔

اور خدا تعالیٰ پر افتراء تو ایسا فعل ہے کہ ایک ادنیٰ مومن کے متعلق بھی شبہ نہیں کیا جا سکتا کہ اس کا ارتکاب تو الگ رہا اس کے قریب بھی جائے گا۔ پس میرے نزدیک اس قسم کے معنے کرنے میں قدیم و جدید مفسرین نے سخت غلطی کی ہے۔

کاد کے استعمال کا اصل

میرے نزدیک اس آیت میں فتنہ کے معنے عذاب کے ہیں اور عن کا لفظ تعلیل کے معنوں میں آیا ہے چنانچہ قرآن کریم میں ایک دوسری جگہ پر بھی ان معنوں میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے فرماتا ہے کفار نے کہا کہ مَا نَحْنُ بِتَارِكِيْٓ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ (ھود ع۵) ہم تیرے کہنے کی وجہ سے اپنے معبودوں کو نہیں چھوڑ سکتے۔ عن کے یہ معنے لیکر آیت کا یہ مطلب بنے گا کہ قریب تھا کہ کفار تجھ کو اس کلام کیوجہ سے جو تجھ پر وحی کیا گیا ہے عذاب میں مبتلا کرتے۔ اور ان کی غرض ایسا کرنے کی یہ ہوتی۔ کہ تو ہم پر افترا کر کے قرآن کی تعلیم کے خلاف کوئی اور تعلیم بیان کرے۔ ان معنوں کے رو سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان پر کوئی حرف نہیں آتا بلکہ اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ کفار کے ارادے تیرے متعلق بڑے بڑے سخت تھے وہ چاہتے تھے کہ تجھے پکڑ کر سخت عذابوں میں مبتلاء کریں اور ان عذابوں سے تجھے مجبور کریں کہ تو قرآن کو چھوڑ کر ان کے مطلب کی بات بیان کرے۔ اس سارے مضمون میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی فعل یا ارادہ فعل کا ذکر نہیں بلکہ سارا کا سارا فعل کفار کا ہے اور بتایا گیا ہے کہ کلام سے پھرانا تو ان کی طاقت میں نہ تھا۔ اس غرض سے عذاب دینے کے ارادہ سے بھی وہ رو کے گئے۔ اور اس ارادہ میں بھی خدا تعالیٰ نے انکو ناکام رکھا قرآن کریم میں کفار کے ان ارادوں کا ایک دوسری جگہ ان الفاظ میں ذکر آیا ہے۔ وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ (انفال ع۴) یعنی یاد کر اس وقت کو کہ کفار تیرے متعلق یہ ارادے کر رہے تھے کہ

ان آیات کے معنی آنحضرت کی شان کے مطابق

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

تجھے قید کر دیں یا تجھے قتل کر دیں یا تجھے نکال دیں۔ وہ تیرے ذلیل کرنے کی تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ اپنی تدبیروں میں لگا ہوا تھا اور اللہ ہی بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔ یعنی آخر خدا تعالیٰ کی تدبیر کامیاب ہوئی اور کفار کے ارادے باطل ہوئے۔ اس آیت سے ظاہر ہے کہ کفار رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر دباؤ ڈالنے کے لئے قید، قتل اور جلاوطنی کے ارادے کر رہے تھے۔ مگر خدا تعالیٰ نے ان کو ناکام رکھا۔ اسی مضمون کی طرف یہاں اشارہ ہے اور یہاں بھی یہی بتایا گیا ہے کہ کفار عذاب دینے کے ارادہ میں ناکام رہے۔

کفار نے اپنے سب ارادوں میں ناکام رہنے

اس جگہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ قید اور قتل کے ارادوں میں تو وہ ناکام ہوئے مگر اخراج کے ارادہ میں تو کامیاب ہو گئے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس ارادہ میں بھی وہ ناکام رہے کیونکہ کفار کا ارادہ یہ نہ تھا کہ آپ کو صرف وہاں سے نکال دیں۔ کیونکہ اس سے ان کی غرض پوری نہ ہوتی تھی۔ ان کا ارادہ تو یہ تھا کہ ذلیل کر کے نکالیں تا دنیا میں آپ کی بدنامی ہو۔ مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو قبل از وقت خبر دیدی اور آپ خود ہجرت کر گئے اور یہ امر ان کی سازش کے مطابق نہ تھا۔ بلکہ خلاف تھا۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے جب معلوم کیا کہ آپ عزت کے ساتھ ہجرت کر گئے ہیں تو آپ کا تعاقب کیا اور جب خود پکڑنے میں کامیاب نہ ہوئے تو آپ کو پکڑ کر لانے والے کے لئے سو اونٹ کا انعام مقرر کیا۔ (بخاری الجزء الثانی باب ہجرۃ النبی صلعم) اگر صرف نکال دینا انکے ارادوں میں شامل ہوتا تو آپ کے جانے پر وہ لوگ خوش ہوتے۔ نہ یہ کہ آپ کا تعاقب کرتے اور پھر آپ کے پکڑ لانے والے کے لئے انعام مقرر کرتے۔ پس کفار کا آپ کی ہجرت کے بعد کا فعل بتاتا ہے کہ وہ آپ کے نکل جانے کو کافی نہ سمجھتے تھے بلکہ چاہتے تھے کہ آپ کو اس طرح ذلیل کر کے نکالیں کہ یا تو آپ نعوذ باللہ اپنی تعلیم سے باز آجائیں یا آپ کی ایسی سبکی ہو کہ جس جگہ جائیں وہ داغ آپ کے ساتھ جائے۔ اور اس ارادہ میں اللہ تعالیٰ نے انہیں ناکام رکھا۔

خلاصہ کلام یہ کہ یہ سورۃ ہجرت کے قریب کی ہے جس وقت کفار مقابلے سے ہر طرح عاجز آ کر مایوسی کے جوش میں اس بات پر تُل گئے تھے کہ قید کر کے، قتل کی دھمکی دے کر یا ذلیل کر کے نکالنے کا ڈراوا دیکر آپ کو قرآن کی تعلیم سے پھرائیں اور اگر اس کا اثر نہ ہو تو پھر اپنے بداردوں کو مکمل کر کے آپکی جسمانی یا اخلاقی زندگی کا خاتمہ کر دیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو اس ارادہ میں بری طرح ناکام رکھا اور اسی ناکامی کی طرف اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے۔ غرض اس امر کی طرف کہ نعوذ باللہ من ذالک رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم میں کوئی کمزوری ہو سکتی تھی یا آئیگا امکان تھا۔

وَاِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا میں یہ بتایا ہے کہ اگر یہ عذاب دیکر تجھے سچائی سے پھرانے میں کامیاب ہو جاتے تو تجھے اپنا دوست بنا لیتے۔ اس میں بھی کفار کی ہی اخلاقی حالت کو بیان کیا گیا ہے نہ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی کمزوری کو۔ کفار بار بار کہتے تھے کہ اگر محمد رسول اللہ صلعم اپنی تعلیم میں کفار کی خاطر کچھ بھی نرمی کر لیں تو وہ انہیں اپنا سردار بنا لیں گے۔ چنانچہ ایک دفعہ ان کا وفد آپ کے چچا ابوطالب کے پاس آیا اور یہ تجویز کی کہ ہم اب یہ بھی نہیں کہتے کہ محمد (صلعم) شرک کرے بلکہ صرف یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے معبودوں کو بُرا نہ کہے اگر یہ اتنا ہی کر دے تو ہم اسے اپنا سردار بنا لیں گے۔

انہی واقعات کی طرف اس آیت میں اشارہ فرمایا ہے اور بتایا ہے کہ جب لالچ دے کر کامیاب نہ ہو سکے۔ تو انہوں نے ظلم کر کے تجھے مجبور کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر خدا تعالیٰ نے اس میں بھی انہیں ناکام رکھا۔ اور ناکام رکھیگا۔ مگر ان کے یہ ارادے خود ان کے اخلاق پر جو روشنی ڈالتے ہیں وہ ان کے لئے کیسی شرمناک ہے۔ ان کی یہ کوششیں بتاتی ہیں۔ کہ انہیں تیری عظمت کا اقرار ہے۔ تبھی تو کسی نہ کسی صورت سے تیری تائید حاصل کرنا چاہتے ہیں مگر اس قسم کی تائید پر خوش ہونا نہایت پست اخلاق پر دلالت کرتا ہے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيْلًا ۝ اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ

نہ ہوتی) تو تُو (اس صورت میں بھی اپنی فطرت کی پاکیزگی کی وجہ سے) قریب ہوتا کہ تھوڑی سی طرف کچھ (چھوٹی چھوٹی) باتوں میں جھک جاتا۔ اگر ہم تجھے ثابت قدم نہ رکھتے اور

ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ

(جیسا کہ انکا خیال ہے تو ہم پر افترا باندھنے والا ہوتا) تو اس صورت میں ہم تجھے زندگی کا بڑا عذاب اور موت کا بڑا عذاب چکھاتے (اور) پھر تو ہمارے مقابل پر

لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا ۝ وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ

اپنا کوئی (بھی) مددگار نہ پاتا۔ ۷۵ اور وہ یقیناً تجھے اس ملک سے نکالنے پر تُلے ہوئے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ وہ تجھے

۷۴ حل لغات ۔ ثبتناك :۔ ثبت سے جمع متکلم کا صیغہ ہے۔ ثبت کے لئے دیکھو ابراہیم ۲۸

ترکن :۔ رکن سے واحد مخاطب کا صیغہ ہے اور رکن الیہ کے معنے ہیں مال الیہ اس کی طرف مائل ہونا قرب پس کِدْتَ تَرْكَنُ کے معنے ہوں گے کہ تو مائل ہو جاتا۔

تفسیر ۔ یہ آیت اس تشریح کی تائید کرتی ہے۔ جو میں نے اوپر بیان کیا ہے۔ کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر ہم نے تجھے ثبات نہ بخشا ہوتا تو پھر ممکن تھا کہ تُو تھوڑا سا ان کی طرف مائل ہو جاتا۔ یعنی ثبات اگر حاصل نہ ہوتا تب بھی تو ان لوگوں کے ساتھ پوری طرح نہ مل سکتا تھا بلکہ ایک خفیف سا اشتراک تیرے اور ان کے خیالات کا ہو سکتا تھا۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کریم کے رو سے ثبتناك کے کیا معنے ہیں۔ قرآن کریم میں دوسری جگہ فرماتا ہے۔ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ (ابراہیم ع۴) یعنی اللہ تعالیٰ مومنوں کو قول ثابت یعنی وحی کے ذریعہ سے اس دنیا کی زندگی اور آخری زندگی کے اعمال پر ثابت قدم رکھتا ہے۔ اسی طرح سورۃ فرقان میں فرماتا ہے كَذٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ (ع۴) یعنی کفار اعتراض کرتے ہیں کہ قرآن یکدم کیوں نازل نہ ہوا۔ فرمایا ٹھیک ہے قرآن یک دم نازل نہیں ہوا اور اس کی غرض یہ ہے کہ ہم اپنے رسول

ثبتناك

کے دل کو مضبوط کریں اور قرآن کریم کو آہستہ آہستہ نازل کر کے اس کے دل کے گوشوں میں رچا دیں۔ ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ تثبیت کا ذریعہ کلام الٰہی کا نزول ہے۔ پس لو کاد ثبتناك کے معنے یہ ہوں گے کہ اگر قرآن نازل کر کے ہم نے تیرے دل کو ایمان پر ثبات نہ بخشا ہوتا تو ممکن تھا کہ تو کچھ تھوڑا سا ان کی طرف جھکتا۔

آنحضرت ﷺ کسی وقت بھی کفار کی طرف مائل نہیں ہو سکتے

اس تشریح کے بعد یہ امر آسانی سے سمجھا جا سکتا ہے، کہ اس آیت میں یہ ذکر نہیں کہ قرآن کریم کے نزول کے بعد آپ کفار کی طرف مائل ہو سکتے تھے۔ بلکہ بتایا یہ گیا ہے کہ قرآن کے نزول کے بعد تو تیرا ان کی کوئی بات ماننا ناممکن ہے۔ اگر قرآن نہ بھی نازل ہوا ہوتا اور اللہ تعالیٰ کے منشاء کا کامل علم تجھے نہ ہوتا تب بھی تیری فطرت اتنی پاک تھی کہ مشرکانہ باتوں میں تو ان کے ساتھ شریک نہ ہو سکتا تھا۔ ہاں ممکن تھا کہ وحی کی روشنی کے نہ ہونے کے سبب سے بعض چھوٹی چھوٹی باتوں میں تو انکے طریق پر عمل کر لیتا۔ پس یہ آیت تو انتہائی مدح کے مقام پر ہے اور اس میں یہ بتایا ہے کہ بغیر قرآن کے بھی کفار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے ساتھ کامل اتفاق کی امید نہیں کر سکتے تھے۔ پھر قرآن کے نزول کے بعد وہ ایسی امید کیونکر رکھتے ہیں۔

۷۵ حل لغات ۔ ضعف الحیوٰۃ وضعف الممات

ضعف الحیوٰۃ

عربی میں کبھی درمیانی مضاف الیہ کو حذف کر کے دوسرے مضاف الیہ کی طرف مضاف کی اضافت پھیر دیتے ہیں اس قانون

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ

نکال ہی دیں گے۔ اور اس صورت میں وہ تیرے بعد (خود بھی) تھوڑا (عرصہ) ہی

خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ

(یہاں) رہیں گے۔ ۷۷ (اور تجھ سے بھی) ان (گذشتہ انبیاء) کی طرح (سلوک ہوتا)

مِنْ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا ۝ اَقِمِ

جنہیں ہم نے تجھ سے پہلے (رسول بنا کر) بھیجا تھا۔ اور تو ہماری سنت میں کوئی تبدیلی نہ پائے گا ۷۸

ع ۸

کیطابق یہاں ضعف عذاب الحیٰوۃ اور ضعف عذاب الممات کے جملوں کو درمیانی مضاف الیہ کو حذف کر کے ضعف الحیٰوۃ اور ضعف الممات کی صورت میں بدل دیا گیا ہے نیز ضعف کسی چیز کی مثل یا اس سے دگنی یا تگنی وغیرہ کو کہتے ہیں۔ کم سے کم ایک مثل اور زیادہ خواہ کتنے گنے ہو جو کبھی دو سے کم کا ترجمہ نہیں ہو سکتا۔ اس لئے زیادتی پر دلالت کرنے کیلئے بڑے کے لفظ سے ضعف کا ترجمہ کر دیا ہے

تفسیر۔ اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ اگر تو رسول نہ ہوتا اور بعض چھوٹی باتوں میں اپنی قوم کے ساتھ شامل ہو جاتا تو پھر انکو کیا فائدہ ہوتا۔ اسوقت تو انکی نجات کا موجب تو نہیں ہو سکتا تھا بلکہ خود عذاب کا مستحق ہوتا۔ پھر انکو تیری تائید سے کیا فائدہ تھا یہ مطلب ہے کہ نبی کی سب عظمت کلام الٰہی کی وجہ سے ہوتی ہے۔ کفار اس امر کو محسوس نہیں کرتے اور سمجھتے ہیں کہ یہ کوئی خاص لیاقت کا آدمی ہے۔ اگر اپنی تعلیم میں تبدیلی کرے اور ہمارے ساتھ مل جائے تو ہماری قوم سنا ہے خاصی ترقی کر جائے۔ حالانکہ انکا یہ خیال باطل ہے۔ نبی کو کمال وحی سے حاصل ہوتا ہے۔ وہ وحی جاتی رہے تو وہ بھی دوسرے آدمیوں کی طرح ہو جائے پس ایسی خواہشات محض لغو اور بے فائدہ ہیں۔

مخالفین کے ہتک آمیز سلوک سے ان پر توبہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔

یہاں پر ضعف کے معنے مثل کے ہیں اور مضاف حذف کر دیا گیا ہے گویا اصل یوں ہے۔ مثل عذاب الحیٰوۃ و مثل عذاب الممات یعنی جس طرح دوسروں کو دنیا کا عذاب اور آخرت کا عذاب ملتا ہے، ویسا ہی اگر نبی خدا تعالیٰ کی وحی سے ہدایت پا کر خدا تعالیٰ کی رضا حاصل نہ کرے۔ تو وہ بھی باقی قوم کی طرح عذاب میں پکڑا جائے۔

۷۷ تفسیر۔ استفزہ من الارض کے معنے زمین سے نکالدینے کے ہیں۔ پس آیت کے یہ معنے ہونگے کہ قریب تھا کہ یہ لوگ تجھے اس زمین سے نکالدیتے مگر اسکے آگے فرماتا ہے "تاکہ یہ تجھے نکالدیں"۔ ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ استفزاز کے معنے کچھ اور ہیں۔ جو بکثرت فصل اللام آتا ہے لیکن اگر لیخرجوک کے معنے صرف اخراج کے لئے جائیں تو تکرار نہیں ہوتا۔ اس صورت میں آیت کے معنے یہ ہونگے کہ یہ لوگ قریب تھا کہ تجھے مکہ سے اسطرح نکالدیتے کہ اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ تو انکی قومی زندگی سے نکلا جاتا یعنی تجھے ذلیل کر کے نکالدیتے جس کی وجہ سے تیرا ان عرب سے پٹ جانا اور گویا تیرا معنوی طور پر فنا ہو جانا۔ یہ معنے پہلی آیات کے بالکل مطابق آتے ہیں اور میرے نزدیک یہی مراد ہے اور بتایا ہے کہ اگر یہ اس ارادے میں کامیاب ہو جاتے کہ ہجرت کر کے تجھے مکہ سے نکالتے تو اس کا نتیجہ یہ نکلتا کہ تیرے بعد جلد ہی عذاب میں مبتلا کر کے انکو تباہ کر دیا جاتا مگر اللہ تعالیٰ نے فضل کر کے تجھے آپ ہی ہجرت کا حکم دیدیا اور انکو تیری ہتک کے گناہ سے بچا کر شدید سزا سے محفوظ کر دیا اور تیری عزت کو قائم رکھکر اپنی جماعت کا نبوت دیا۔

۷۸ تفسیر۔ اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ ہماری یہ قدیم سے سنت ہے۔ کہ جب کسی نبی کو اسکی قوم ہتک آمیز سلوک کر کے نکالتی ہے تو اسپر توبہ کا دروازہ قریباً بند ہو جاتا ہے اور سخت تباہ کر دینے والے قومی عذاب میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ اسکی مثال قوم صالح ہے جنہوں نے صالح کی اونٹنی کو مار کر انکے تبلیغی سفروں کو بند کر دیا یا پھر یہود ہیں کہ انہوں نے مسیح کو صلیب پر لٹکایا اور اسکے بعد حضرت مسیح کو ملک چھوڑنا پڑا۔ یہ دونوں قومیں بالکل برباد کر دی گئیں قوم صالح تو ظاہری طور پر تباہ ہو گئی اور یہود اخلاقی اور سیاسی موت میں مبتلا ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے چونکہ عربوں کو ایسی موت سے بچانے کا فیصلہ کیا تھا ان کو اپنے ارادہ میں کامیاب نہ ہونے دیا اور اس طرح اس عذاب سے بچا لیا۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَ

(سورج کے ڈھلنے (کے وقت) سے لیکر رات کے خوب تاریک ہو جانے (کے وقت) تک (کی مختلف گھڑیوں میں) نماز کو عمدگی سے ادا

قُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ۝

کیا کر۔ اور صبح کے وقت (قرآن) کے پڑھنے کو (کبھی الام سمجھ) کیونکہ وقت (قرآن) کے پڑھنے (یعنی اللہ تعالیٰ کے حضور میں ایک) مقبول (عمل) ہے

حل لغات دُلُوك - دلكت الشمس دُلوكاً - غربت - سورج غروب ہوگیا - صفوت - سورج ڈھل گیا - زوال ہوگیا - وقیل مالت وزالت عن کبد السماء بعض نے کہا ہے کہ دلکت الشمس کے معنی سورج ڈھلنے کے ہیں (اقرب)

غَسَق - غَسَقَتْ عينُه غسوقاً - دمعت وقیل انصبت - وقیل اظلمت - آنکھ ڈبڈبا آئی بعض محققین لغت کے نزدیک اس کے معنی آنکھ کے بہنے یا آنکھ پر تاریکی چھا جانے کے ہوتے ہیں - غسق اللیل غَسَقاً اشتدّ ظلمتُه یعنی رات سخت تاریک ہوگئی - الغسقُ - ظلمةُ اوّل اللیل او دخول اوّله حین یختلط الظلامُ - غسق رات کے پہلے حصے کی تاریکی کو کہتے ہیں یا رات کی ابتداء میں تاریکی شروع ہونے کو غسق کہتے ہیں - (اقرب)

مشهودا - یہ شهد سے اسم مفعول کا صیغہ ہے - شهد کا لفظ کسی جگہ پر حاضر ہونے اور اس پر اطلاع پانے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے کہتے ہیں شهد المجلس شهوداً حضرَ فاطّلع علیه کہ وہ مجلس میں حاضر ہوا - اور اس نے اسے دیکھا - شهدَ اللهُ ای علمَ اللهُ وقبلَ اللهُ جب اللہ تعالیٰ کے متعلق شهد کا لفظ استعمال ہو تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو جانا اور اسے قبول فرمایا وقیل کتبَ اللهُ - بعض کے نزدیک اس کے معنی یہ ہوتے ہیں - کہ اللہ تعالیٰ نے عمل کو لکھ لیا (اقرب)

تفسیر - ان آیات میں مسلمانوں کو آنے والی خطرناک مشکلات کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار کیا گیا ہے - ایک طرف ہجرت کے بعد ان قوموں سے مقابلہ ہونے والا تھا - جو ظاہر میں عبادت گزار تھیں - اور مسلمانوں کی سستی بھی ان کا موقعہ دے سکتی تھی - دوسری طرف مسلمانوں کو جلد فتوحات ملنے والی تھیں جس سے عبادات میں سستی پیدا ہو جاتی ہے پس دونوں امور کو ملحوظ رکھتے ہوئے مسلمانوں کو ہوشیار کیا - کہ دشمن کے طعن کا نشانہ اسلام کو نہ بنانا - اور نہ سست ہو کر خدا تعالیٰ کے فضلوں کو کھو دینا -

دلوک

غسق

پانچوں نمازوں کے اوقات کا ذکر اس آیت میں

مشهوداً

اس آیت میں پانچوں نمازوں کے اوقات بتائے گئے ہیں - دلوک کے تین معنی ہیں - اور ہر ایک معنی کے رو سے ایک ایک نماز کا وقت مقرر کر دیا گیا -

(۱) مالت وزالت عن کبد السماء یعنی زوال کو دلوک کہتے ہیں - اس میں ظہر کی نماز آگئی (۲) صفرت جب سورج زرد پڑ جائے تو اس کو بھی دلوک کہتے ہیں - اس میں نماز عصر کا وقت بتا دیا گیا - (۳) تیسرے معنی غربت یعنی غروب شمس کے ہیں اس میں نماز مغرب کا وقت بتایا گیا ہے (۴) غسق اللیل کے معنی ظلمة اول اللیل کے ہیں یعنی رات کے ابتدائی حصہ کی تاریکی - اس میں نماز عشاء کا وقت مقرر کر دیا گیا - (۵) قرآن الفجر کہہ کر صبح کی نماز کا ارشاد فرمایا - اس کے سوا کوئی اور تلاوت صبح کے وقت فرض نہیں ہے -

ان قرآن الفجر کان مشهودا - احادیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا - کہ صبح کی نماز کے وقت دن کے فرشتے آتے ہیں - اور رات کے فرشتے چلے جاتے ہیں - وہ فرشتے جب خدا کے پاس جاتے ہیں - تو دریافت

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰٓى اَنْ

اور رات کو بھی تو اس (یعنی قرآن) کے ذریعہ سے کچھ سو لینے کے بعد شب بیداری کیا کر۔ جو تجھ پر ایک زائد انعام ہے

يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ○ وَقُلْ رَّبِّ

(اس طرح پر) بالکل متوقع ہے۔ کہ تیرا رب تجھے حمد والے مقام پر کھڑا کر دے ۸۰ اور کہہ (کر) اے میرے رب

کرنے پر کہتے ہیں۔ کہ ہم جب دنیا میں گئے۔ تو تیرے بندوں کو نماز پڑھتے ہی دیکھا۔ اور واپس آئے ہیں تو نماز پڑھتے ہی چھوڑ کر آئے ہیں عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال تشھد ملائکۃ اللیل و ملائکۃ النھار۔ (الحدیث) اس کا مطلب یہ ہے کہ صبح کی نماز خاص طور پر اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کی جاتی ہے۔ اور خاص ہی طور سے مقبول ہوتی ہے۔ کیونکہ اس وقت انسان میٹھی نیند کو چھوڑ کر اٹھتا ہے۔ صبح کی نماز دراصل عام مسلمان کی تہجد ہی کی نماز ہے۔ بلاشبہ جو انسان صبح کی نماز پڑھے گا۔ اگر اس نے دو نماز ایمانداری سے پڑھی ہوگی تو باقی نمازیں بھی اس کے لئے آسان ہو جائیں گی۔

۸۰ حل لغات۔ تَتَهَجَّدْ۔ تَهَجَّدَ۔ يَتَهَجَّدُ۔ هُجُوْدًا سے باب تفعّل کا واحد مذکر امر کا صیغہ ہے۔ تھجد الرجل۔ نام باللیل آدمی رات کو سویا۔ وتھجّد رات کو بیدار ہوا وفی اللسان تھجد القوم ۱۔ استیقظوا للصلوٰۃ او غیرھا۔ لسان العرب میں لکھا ہے۔ کہ تھجد القوم کے معنی لوگوں کے سونے کے بعد نماز وغیرہ کے لئے بیدار ہونے کے ہیں۔ (اقرب)

نماز تہجد کی زیادت ہے۔

نَافِلَةً۔ نفل (ینفل۔ نفلاً) الرجلُ فلاناً۔ عطاً نافلۃً من المعروف مما لا یریدُ ثوابہ منہ یعنی ایک شخص نے دوسرے پر ایسی بخشش کی جس کے بدلے کا اس سے خواہشمند نہیں۔ نفل الامامُ الجُندَ۔ جعل لھم ما غنموا۔ امام نے لشکر کو مال غنیمت دے دیا۔ لفظ نافلہ نفل سے اسم فاعل مؤنث بمعنی مفعول ہے۔ یعنی دی ہوئی

نافلۃ

چیز۔ دیا ہوا انعام النافلۃ کے معنی الغنیمۃ فغنیمت العطیۃ بخشش۔ ما تفعلہ مما لا یجب۔ فرض سے زائد عمل کرنا۔ ولد الولد پوتا۔ اس کی جمع نوافل آتی ہے (اقرب)

تفسیر۔ تھجد بہ میں ہ کی ضمیر قرآن کریم کی طرف پھرتی ہے۔ اور مراد یہ ہے۔ کہ اس نماز میں تلاوت قرآن پر خاص زور ہونا چاہیئے۔

تہجد کے معنی سو کر اٹھنے کے ہوتے ہیں۔ اس لئے تہجد کی نماز سے پہلے سونا ضروری ہے۔ جو لوگ ساری رات جاگنے کے چلّے کھینچتے ہیں۔ وہ عبادت نہیں کرتے شریعت کے منشاء کو باطل کرتے ہیں۔ ایسی عبادت قرآن کریم کے منشاء کے خلاف ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ پہلی رات سوتے تھے۔ اور آخر رات میں اٹھ کر تہجد پڑھتے تھے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے۔ کہ عبادت کا موقعہ دینا ایک احسان الٰہی ہے۔ مگر افسوس ان لوگوں پر جو نماز کو چٹی سمجھتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز اپنے رب کی زیارت ہے۔ اور زیارت الٰہی ایک انعام ہے۔ اور کوئی عقلمند انسان اپنے محبوب کی زیارت کو چٹی نہیں سمجھے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو عبادت کی شان ہی یہ بتائی ہے کانک تراہ وان لم تکن تراہ فانہ یراک (مسلم جلد اول کتاب الایمان) یعنی صحیح نماز یہ ہے کہ تو خدا تعالیٰ کو دیکھ لے۔ یا کم سے کم نماز کے وقت یہ یقین ہو کہ خدا تعالیٰ مجھے دیکھ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

رہا ہے۔ پس اتنے بڑے انعام کو چھوٹی سمجھنا سخت ظلم ہے نماز اللہ تعالیٰ کے بڑے انعامات میں سے ہے میرا تو یہ عقیدہ ہے۔ کہ انسان ایک نماز بھی چھوڑے تو وہ نمازی نہیں کہلا سکتا۔ کیونکہ حکم اقامۃ الصلوٰۃ کا ہے۔ اور وہ دوام کو چاہتا ہے جب ایک بھی نماز چھوڑ دی گئی تو دوام نہ رہا۔

نَافِلَةً لَّكَ سے اس بات کا اظہار کیا گیا ہے۔ کہ عبادت کا تجھ سے ہمارا ایک احسان ہے۔ یا ممکن ہے۔ کہ تجھ کی نماز پہلے انبیاء پر واجب نہ کی گئی ہو۔ اس صورت میں اس کے یہ معنی ہوں گے۔ کہ یہ عبادت کا موقعہ خاص تیرے لئے انعام ہے۔

مقاماً محموداً۔ مقاماً محموداً میں ایک بہت بڑی پیشگوئی کی گئی ہے۔ دُنیا میں کسی شخص کو بھی اتنی گالیاں نہیں دی گئیں جتنی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دی گئیں ہیں۔ ڈاکو۔ بدکار۔ بدمعاش۔ فاسق سے فاسق انسان کو ان گالیوں کے کروڑویں حصہ کے برابر بھی گالیاں نہیں دی جاتیں جتنی کہ آج تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دی گئی ہیں۔ مقام محمود عطا فرما کر اللہ تعالیٰ نے ان گالیوں کا آپ کو حل دیا ہے۔ فرماتا ہے جس طرح دشمن گالیاں دیتا ہے۔ ہم مومنوں سے تیرے حق میں درود پڑھوائینگے اسی طرح عرش سے خود بھی تیری تعریف کریں گے۔ اس کے مقابل پر دشمن کی گالیاں کیا حیثیت رکھتی ہیں۔

مقام محمود سے مراد مقام شفاعت بھی ہے۔ کیونکہ جیسا کہ حدیثوں سے ثابت ہے۔ سب اقوام کے لوگ سب رسول کے پاس سے مایوس ہو کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس شفاعت کی غرض سے آئیں گے۔ اور آپ شفاعت کریں گے۔ اس طرح گویا ان سب اقوام کے مونہہ سے آپ کے لئے اظہار عقیدت کروا دیا جائیگا۔ جو اس دنیا میں آپ کو گالیاں دیتی تھیں۔ اور یہ ایک نہایت اعلیٰ درجہ کا مقام محمود ہے۔

مقام محمود سے مراد میرے نزدیک غرض مہدی بھی ہے۔ کیونکہ اس کے ظہور کا وقت وہی بیان ہوا ہے۔ جب مسلمانوں کے اسلام سے روگردان ہو جانے کی اور کفر کے گھر میں ترقی کر جانے کی خبر دی گئی ہے۔ ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ کے اس پہلوان کا ظہور جو ان گالیوں کی رو کو تعریف سے بدلوا دے۔ مقام محمود کا ہی ایک رخ ہے۔ میں نے اسی خدمت میں حصہ لینے کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حالات بیان کرنے کے لئے سال میں ایک دن مقرر کیا ہوا ہے جس میں ہر مذہب وملت کے لوگ اپنے ان تاثرات کو بیان کرتے ہیں۔ جو آپ کے حالات پڑھنے سے ان کے دلوں پر پڑتے ہیں۔ اقسم الصلوٰۃ الآیتین۔ نماز پنجگانہ اور تہجد کے ذکر کے بعد جو مقام محمود کا ذکر کیا ہے۔ اس میں اس طرف اشارہ ہے۔ کہ جس شخص کے دشمن زیادہ ہوں۔ اور بیگانہ لوگوں کی تعداد بڑھ جائے اس کا علاج یہ نہیں۔ کہ وہ ان سے الجھتا پھرے۔ بلکہ ایسے وقت میں انابت الی اللہ اور بارگاہ الٰہی میں فریاد کرنا ہی ان فتنوں کو دُور کرتا ہے۔ بلکہ اگر انابت بہت بڑھ جائے تو مذمت تعریف سے اور گالیاں دُعاؤں سے بدل جاتی ہیں چنانچہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسا ہی ہوا۔ کہ جو لوگ آپ کو گالیاں دیتے تھے ایک دن عاشق صادق ہو گئے عمر و بن عاص۔ خالد۔ عکرمہ۔ مردوں میں سے اور ہند جگر خوار میں سے اس کی زبردست مثالیں ہیں۔ یہ لوگ آپ کی دعاؤں سے ہی کھنچ کر آ گئے۔ ورنہ جس قدر عداوت ان کے دل میں تھی۔ اس کا دور کرنا انسانی بس کی بات نہ تھی۔

بعض نادان کہتے ہیں۔ کہ معلوم ہوتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں (نعوذ باللہ من ذالک) کوئی نقص تھا۔ تب ہی تو آپ کو اتنی گالیاں دی جاتی ہیں۔ میں کہتا ہوں یہ بات نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالیاں کسی عیب کی وجہ سے نہیں۔ بلکہ حضور کی خوبیوں کی وجہ سے دی جاتی ہیں۔ دنیا کے کسی اور نبی کو تمام انسانوں کے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ

مجھے ظاہراً و باطناً اچھے طور پر (ہی) داخل کر اور ظاہراً و باطناً اچھے طور پر (ہی) اس

صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا ۝

سے باہر لا ۔ اور مجھے اپنے حضور سے کامل نصرت والا غلبہ عطا کر ۸۱

لئے اسوۂ حسنہ نہیں بنایا گیا تھا۔ اس لئے کسی نبی کی زندگی کے مکمل سوانح محفوظ نہیں کئے گئے ۔ اگر دنیا کے مذہبی پیشواؤں میں سے کسی پیشوا کی زندگی کے حالات تفصیلاً موجود ہیں۔ تو وہ فخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں۔ آپ کی زندگی کا ہر واقعہ تاریخ میں موجود ہے۔ آپ کا کھانا ۔ آپ کا پینا۔ آپ کا چلنا پھرنا اور بولنا اور بیٹھنا غرض ہر حرکت و سکون آپ کا محفوظ کر لیا گیا ہے۔ گویا جس طرح سے کسی شخص کی تلاشی لی جاتی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضور کے اعمال و خیالات کو اکٹھا کر کے دنیا کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ اس کے باوجود آپ کا دشمنوں کے سامنے میدان میں جمے رہنا اور عقل سے کام لینے والوں کی نگاہ میں عزت پا جانا کوئی معمولی معجزہ نہیں۔ اور اگر یہ عزت جو پورے امتحان کے بعد حاصل ہوئی ہے مقام محمود نہیں کہلا سکتی تو پھر کوئی اور عزت مقام محمود نہیں کہلا سکتی۔ حق یہ ہے کہ آپ کی زندگی کے صرف ایک دن کے واقعات کے برابر بھی دوسری نبیوں کی عمر بھر کے واقعات محفوظ نہیں پس ایسے مخفی وجودوں کی زندگی پر کوئی جرح کرے تو کیا کرے پس کسی قوم کا اس پر خوش ہونا کہ اس کے نبی پر اس قدر اعتراض نہیں ہوتے کوئی معقول خوشی نہیں۔

صدق

آنحضرت کی زندگی کا ہر واقعہ تاریخ میں موجود ہے

میرے نزدیک آپ کے لئے جو مختلف مقامات محمود مقرر ہیں۔ ان میں سے سب سے پہلا مقام محمود جو اس آیت کے نزول کے بعد آپ کو ملا۔ مدینہ منورہ تھا۔ وہاں کی زندگی سے آپکی حمد و ستائش دنیا میں پھیل گئی چنانچہ درج ذیل آیت اسی طرف اشارہ ہے

پہلا مقام محمود آنحضرت کا مدینہ تشریف لے جانا ہے

۸۱ حل لغات۔ مُدْخَلَ صِدْقٍ۔ لفظ مدخل دَخَلَ سے باب افعال کا مصدر میمی۔ اسم مفعول اور ظرف زمان و مکان ہے۔ اس کے معنی داخل ہونا۔ داخل کیا ہوا۔ داخل ہونے کا وقت اور داخل ہونے کی جگہ کے ہیں (اقرب) صدق کے معنی ہیں نقیض الکذب۔ سچائی۔ الفضل فضیلت۔ الصلاح خوبی اور اچھائی۔ الشدۃ والصلابۃ سختی اور مضبوطی فاذا اضیفت الیہ قلت رجل صدق ای نعم الرجل اگر لفظ صدق مضاف الیہ واقع ہو تو مضاف کی ہر رنگ کی خوبی پر دلالت کرتا ہے۔ چنانچہ رجل صدق کے معنی ہوں گے۔ ہر لحاظ سے خوبیوں والا شخص (اقرب) و یعبر عن کل فعل فاضل ظاھراً و باطناً بصدق فیضاف الیہ فالاول الفعل الذی یوصف بہ کسی فعل کی ظاہری و باطنی خوبی کا اظہار کرنے کے لئے اسے لفظ صدق کی طرف مضاف کیا جاتا ہے۔ (مفردات) مزید تشریح کے لئے دیکھیں یونس ۳ پس مدخل صدق کے معنی ہوں گے ظاھراً و باطناً اچھے طور پر داخل کر۔

مدخل

تفسیر۔ صدق کے معنی بتائے جا چکے ہیں یعنی اندرونی و بیرونی دونوں حالتیں یکساں طور سے اچھی ہوں۔ اس آیت میں دعا اور انابت کے جواب میں جو مقام محمود رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ملنے والے تھے۔ ان میں سے پہلے مقام محمود کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ اب تجھے اسراء کی خبر کے ماتحت مکہ سے نکال کر ہم ایک اور جگہ کی طرف جو مقام محمود ہے لے جائیں گے۔ اس لئے اس کے متعلق ابھی سے دعائیں شروع کر دے۔ اور کہہ کہ اے خدا

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ

اور (سب لوگوں سے) کہہ دے (کہ بس اب) حق آگیا ہے۔ اور باطل بھاگ گیا ہے اور باطل تو ہے ہی

كَانَ زَهُوْقًا ۝ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ

بھاگ جانے والا ۸۲ اور ہم قرآن میں سے آہستہ آہستہ وہ (تعلیم) اتار رہے ہیں جو

مجھے اس شہر میں ظاہری اور باطنی خوبیوں کے ساتھ داخل کر اور اس مقام سے بھی جس میں اس وقت ہوں یعنی مکہ سے ظاہری و باطنی خوبیوں کے ساتھ نکال یعنی کفار جو ارادہ کر رہے ہیں۔ کہ مجھے ذلت سے نکالیں جس سے میرا رعب اور اثر جاتا رہے۔ اس میں وہ کامیاب نہ ہوں۔ چنانچہ یہ دونوں دعائیں قبول ہوئیں۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کفار اپنی مرضی کے مطابق نہ نکال سکے بلکہ خدا تعالیٰ کے علم دینے سے آپ خود ہی مناسب موقعہ پر مکہ سے ہجرت کر گئے۔ اسی طرح آپ کا دخول مقام محمود میں بھی نہایت اعلیٰ ہوا اللہ تعالیٰ نے وہاں آپ کی شمع نور کے ہزاروں پروانے پیدا کر دیئے جو آپ کے مونہہ کی طرف ہر وقت دیکھتے رہتے تھے۔ اور جن کو آپ سے وہ عشق تھا۔ کہ اس عشق کی نظیر دنیا میں اور کہیں نہیں ملتی۔

ان معنوں پر ایک اعتراض ہو سکتا ہے۔ اور وہ یہ کہ خروج مکہ پہلے ہوا ہے۔ اور دخول مدینہ بعد میں۔ پھر قرآن کریم نے دخول کو پہلے کیوں بیان فرمایا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ خروج کی خبر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لازماً تکلیف ہوتی تھی۔ اور یہ خیال پیدا ہوتا تھا۔ کہ مکہ سے نکل کر ہم کہاں جائیں گے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی محبت کی وجہ سے اس امر کا پہلے ذکر فرمایا کہ عنقریب تجھ کو ایک مبارک مقام ملنے والا ہے مکہ سے نکلنے کے ذکر کو اس کے بعد رکھا۔ تاکہ تسلی پہلے مل جانے اور غم کی خبر بعد میں ملے۔

دوسرے معنی اس آیت کے یہ بھی ہو سکتے ہیں۔ کہ دخول سے مراد آپ کا دوبارہ مکہ میں واپس آنا ہے۔ اور خروج سے مراد آپ کی ہجرت ہے۔ اس صورت میں بھی ترتیب کے متعلق اعتراض پڑے گا۔ کہ ہجرت پہلے تھی۔ اور فتح مکہ بعد میں۔ لیکن اس کا بھی وہی جواب ہے۔ جو پہلے بیان ہوا۔ کہ مکہ سے نکلنے کے صدمہ کو اس خبر سے کم کر دیا۔ کہ آپ پھر مکہ میں آنے والے ہیں۔ اور اس کے بعد مکہ سے نکلنے کا ذکر کیا۔ تا تسلی پہلے ہو جائے۔ اور غم کی خبر بعد میں بتائی جائے۔ اس صورت میں مقام محمود کے معنی یہ ہوں گے۔ کہ فتح مکہ کے بعد دشمنوں کے سب اثرات دور ہو جائیں گے۔ اور عربوں پر آپ کی سچائی ظاہر ہو جائیگی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ سلطاناً نصیراً مجھے اپنے پاس سے ایسا غلبہ دے۔ جو کہ نصیر ہو۔ یعنی وہ میرے کاموں میں میرا معاون و مددگار ہو مغلوب نہ ہو کیونکہ بعض غلبے انسان کے لئے بجائے فائدہ پہنچانے کے نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں۔ یعنی مجھے غلبہ تو ملے۔ مگر ایسا نہ ہو جس کا انجام میرے کاموں کی تباہی ہو۔

یہ دعا اسراء کے ان معنوں کی تائید کرتی ہے جو میں اوپر بیان کر چکا ہوں۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسراء کے کشف کی ایک تعبیر مدینہ کی طرف ہجرت کرنا تھی۔

۸۲ حل لغات۔ زھق۔ زھق الباطل کے معنے ہیں اضمحل۔ باطل کمزور ہو گیا۔ الشئ بطل وھلك کسی چیز کے بے اثر ہو گئی مٹ گئی۔ (اقرب)

تفسیر۔ اس میں اشارہ کیا گیا ہے۔ کہ مدنی زندگی کے شروع ہونے کے ساتھ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ

مومنوں کے لئے تو شفاء اور رحمت (کا موجب) ہے۔ اور جو ظالموں کو ہمرت خسارہ میں بڑھاتی

اِلَّا خَسَارًا ۝ وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ

ہے ۝ اور جب ہم انسان پر انعام کرتے تو وہ روگردان ہو ہے

طاقت مضبوط ہوتی ۔ اور بڑھتی جائے گی۔ اور دشمن کی کمزوری اور ضعف و ناتوانی کے سامان پیدا ہوتے جائیں گے۔ یہاں تک کہ آخر باطل کمزور پڑتے پڑتے فنا ہو جائیگا۔ اور مکہ کی فتح کے وقت عرب سے بت پرستی کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا جائیگا۔ قرآن کریم کا یہ بےنظیر کمال ہے۔ کہ وہ ہر موقعہ کے لئے ایسے الفاظ چنتا ہے جو ایک لمبے مضمون پر دلالت کرتے ہیں۔ اس آیت میں جو

زھوق کا لفظ استعمال کرنے میں حکمت

زھوق کا لفظ زھق کا لفظ رکھا ہے۔ اس کی جگہ ھلاک اور بطل وغیرہ الفاظ بھی رکھے جا سکتے تھے مگر ان سے باطل کی تباہی کی اس تدریج کا علم نہ ہوتا۔ جو زھوق کے الفاظ سے پائی گئی ہے۔ زھوق کے معنی کمزور ہو جانے اور ہلاک ہو جانے کے ہیں۔ اور اسی طرح مکہ والوں سے گو ری یہ نہیں کہ وہ یکدم تباہ ہو گئے۔ بلکہ کمزور ہونے شروع ہوئے۔ پھر آہستہ آہستہ وہ وقت آیا۔ کہ باطل فنا ہو گئے پس زھوق کے لفظ نے ہلاکت کی تفصیل بھی بتا دی۔

خسارًا

جب مکہ فتح ہوا اور خانہ کعبہ میں رکھے ہوئے بتوں کو توڑ توڑ کر پھینکا گیا۔ اس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہی آیت پڑھتے جاتے تھے۔ ایک ایک بت پر ضرب لگاتے اور فرماتے جاتے تھے۔ قل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔ یہ بھی قرآن کا معجزہ ہے۔ کہ اس نے کعبہ سے بتوں کے دور کئے جانے کے موقعہ کے لئے جو آیت رکھی ہے۔ وہ شعر کی طرح موزون ہے۔ اس قسم کی خوشی کا موقعہ انسانی طبیعت کو شعر کی طرف راغب کرتا ہے قرآن شعر نہیں مگر اس کی آیات کے بعض ٹکڑے شعر کی سی موزونیت رکھتے ہیں۔ یہ آیت بھی اگر اس کے شروع سے قُلْ کا لفظ اڑا دیا جائے تو شعر کی طرح موزون ہو جاتی ہے۔ جاء الحق وزھق الباطل ایک مصرعہ اور ان الباطل کان زھوقا۔ دوسرا مصرعہ ہوتا ہے۔ قل نے اس کو شعر کی تعریف سے نکال دیا۔ لیکن جب اس کے پڑھنے کا موقعہ آیا تو چونکہ اس آیت کو قل کے بغیر پڑھنا تھا اس وقت یہ آیت اپنے شاندار معانی کے علاوہ ایک موزون کلام کا بھی کام دیتی تھی۔ اور اس خوشی کے موقعہ کے عین مناسب حال تھی۔ جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ آیت پڑھتے دیکھ کر صحابہ کس طرح لہریں لے لے کر اس آیت کو پڑھتے ہوں گے۔ اور کس طرح ان کے ایمان ہر لحظہ اور ہر نئے بڑھتے ہوں گے۔ اس کا اندازہ اصحاب ذوق ہی لگا سکتے ہیں۔

۸۳ حل لغات۔ خسارًا خَسِرَ کا مصدر ہے خَسِرَ التاجر فی بیعہ کے معنے ہیں تاجر کو اپنی تجارت میں گھاٹا ہوا خطار جلُّ ۔ ضلَّ گمراہ ہو گیا۔ ھلک ہلاک ہو گیا (اقرب)

تفسیر۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ ایک ہی چیز مختلف نظروں سے دیکھی جاتی ہے۔ اور جیسی کسی کی فطرت ہوتی ہے۔ ایسا ہی وہ دوسری چیزوں کو سمجھتا ہے۔ کتنا ہی اعلیٰ اور پاک کلام کیوں نہ ہو۔ لیکن گندے دل والے انسان کو اس میں گند ہی نظر آتے ہیں۔ میں یہ دیکھ کر حیران رہ جاتا ہوں۔ کہ چڑت دیانند صاحب کو قرآن مجید کے ابتدا سے لے کر آخر تک اعتراض ہی اعتراض نظر آئے۔ اور انہیں کوئی

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَـُٔوْسًا ۝ قُلْ

اور اپنے پہلو کو (اس سے) دور کر لیتا ہے۔ اور جب اسے تکلیف پہونچے تو وہ بہت ہی مایوس ہو جاتا ہے (تو انہیں)

كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ۭ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ

کہہ (کہ ہم میں سے) ہر ایک (فریق) اپنے (اپنے) طریق پر عمل کر رہا ہے۔ پس (اپنے رب پر ہی فیصلہ چھوڑ دو۔ کیونکہ)

هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا ۝ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ۭ ع ۹

تمہارا رب اسے جو زیادہ صحیح راستہ پر ہے بہتر جانتا ہے۔ (اس لئے اس کا فیصلہ سچے کی سچائی کو ضرور روشن کر دیگا) اور وہ تجھ

قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ

سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں تو (انہیں) کہہ (کہ) روح میرے رب کے حکم سے (پیدا ہوئی) ہے۔ اور تمہیں (اسکے متعلق) علم سے کم ہی

خوبی اس میں دکھائی نہ دی یہی معنی اس آیت کے ہیں۔ کہ ظالم اس پر نکتہ چینیاں کر کے اور بھی اپنے گناہوں کو بڑھاتے ہیں۔

ان عام معنوں کے علاوہ میرے نزدیک اس آیت کے یہ معنی بھی ہیں۔ کہ اس جگہ قرآن سے مراد وہ خاص حصہ ہے جو پہلے اتر چکا ہے۔ یعنی مومنوں کی ترقی اور کامیابی کی پیشگوئیاں اور دشمنوں کی بربادی اور تباہی کی خبریں۔ فرمایا کہ ان خبروں کے پورا ہونے کا وقت آگیا ہے۔ ان پیشگوئیوں کے نتیجہ میں مسلمانوں کے زخمی دلوں کو شفا حاصل ہوگی۔ اور ان کے زخم مندمل ہوں گے۔ ان کے ترقی کے سامان پیدا ہونگے مگر یہی پیشگوئیاں کافروں کے حق میں نقصان اور تباہی کے سامان ساتھ لائیں گی۔

۸۴ حل لغات۔ نَاٰ بِجَانِبِهٖ۔ نَاٰ مضارع بَعُدَ دور ہوا۔ ب لازم فعل کو متعدی بنانے کے لئے ہے پس نَاٰ بِجَانِبِهٖ کے معنی ہوں گے اس نے اپنے پہلو کو دور کر لیا (اقرب)

يَـُٔوْسًا۔ یہ یَئِسَ سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ یَئِسَ کے معنی ہیں بہت مایوس ہونے والا (اقرب)

تفسیر۔ اس میں بتایا کہ مومن اور کافر میں بڑا فرق ہے۔ مسلمانوں نے متواتر تیرہ سال تک مشکلات اور مصائب برداشت کئے۔ ماریں کھائیں اور عذاب سہے مگر اف تک نہ کی۔ لیکن ان کافروں پر جب عذاب شروع ہوگا اور مومنوں کی ترقی کے سامان ہوں گے تو یہ کفار اسی دن ہتھیار ڈال دیں گے۔ اور نا امید ہو جائیں گے۔ چونکہ کافر کو خدا پر ایمان نہیں ہوتا۔ اس لئے وہ فوراً تکلیف سے بھی گھبرا جاتا ہے مگر مومن خدا کے لئے سب کچھ دلیری اور جرأت سے برداشت کرتا ہے

شَاكِلَتِهٖ

۸۵ حل لغات۔ شَاكِلَةٌ اس کا مادہ شَكَلٌ ہے۔ اس کے معنی ہیں الشکل صورت۔ مثل الناحیۃ طرف۔ النیۃ نیت۔ الطریقۃ طریق۔ الدین مذہب راستہ۔ ذہب الحاجۃ ضرورت (اقرب)

نَاٰ بِجَانِبِهٖ

تفسیر۔ فرماتا ہے منکرین سے کہہ دے کہ ہر شخص اپنے اپنے طریق پر اور اپنی اپنی شکل و صورت پر اپنی اپنی قابلیت۔ اپنے اپنے دین اور اپنی اپنی نیت کے مطابق عمل کرتا ہے۔ مومن کی نیت چونکہ خدا تعالیٰ کا حصول ہوتی ہے۔ اس لئے وہ دنیا کے چلے جانے پر گھبراتا نہیں۔ بلکہ سب ابتلاؤں کا دلیری سے مقابلہ کرتا ہے۔ لیکن کافر چونکہ دنیا پر

يَـُٔوْسًا

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اِلَّا قَلِيْلًا ۝ وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ

(حصہ) دیا گیا ہے ۱۰۵ اور اگر ہم چاہیں تو یقیناً جو (کلام الٰہی) ہم نے تجھ پر وحی (کے ذریعہ سے نازل)

ہوتا ہے۔ اور اس کا سارا عمل دنیا کی خاطر ہوتا ہے جب وہ دنیا کو جاتے دیکھتا ہے تو گھبرا کر ہتھیار ڈال دیتا ہے۔ فرمایا تمہارا رب خوب جانتا ہے کہ کون ہدایت کی راہ پر عمل کر رہا ہے۔ یعنی خدا تعالیٰ نے بھی اس کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرنا ہے جیسی کہ اس شخص کی نیت ہوتی ہے۔ فرمایا ہم عمل کو بھی دیکھیں گے۔ اور نیت کو بھی۔ اور پھر دونوں کے مطابق معاملہ کریں گے۔ جو خدا تعالیٰ کی رضا کو مدنظر رکھیں گے اور اس کے دین کے لئے قربانیاں کریں گے۔ ان کی تائید و نصرت کی جائیگی۔

میں نے پچھلی آیات کی تفسیر میں کفار مکہ کو مدنظر رکھا ہے۔ لیکن ہی مضمون یہود کے متعلق بھی چسپاں ہوتا ہے۔ اور وہ بھی اس میں شامل ہیں۔ انہوں نے بھی مدینہ کیطرف ہجرت کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ کیا۔ اور آخر تباہ و برباد ہوئے۔ اور خیبر کی جنگ کے بعد ان کا عرب سے صفایا ہو گیا۔ اور انہوں نے بھی دعوے تو بڑے کئے مگر جب مسلمان مجبور ہو کر دفاع کے لئے کھڑے ہو گئے تو اس طرح بزدلی سے ہتھیار ڈال دیئے۔ کہ ہمیشہ تاریخ ان کی بزدلی کی داستان بطور مثال قائم رکھے گی۔

حضرت مسیح ؑ کے نزدیک اس جگہ روح سے مراد روح انسانی ہے

۸۶ حل لغات۔ الشاذ کے لئے دیکھو حجر ۹۵

تفسیر۔ یہ رُوح جس کے متعلق سوال کیا گیا ہے کیا چیز ہے؟ مفسرین نے اس کی مختلف تاویلیں کی ہیں بعض نے اس سے جبرائیل مراد لیا۔ اور بعض نے اس سے مراد قرآن کریم کو لیا ہے۔ کیونکہ اس سے پہلے بھی اور بعد میں بھی قرآن کریم کا ذکر ہے (بحر محیط) بعض نے وُہ فرشتہ مراد لیا ہے جس کے سپرد دُنیا کی پیدائش ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ ہر ایک فرشتہ کو رُوح کہتے ہیں۔ اور بعض کے نزدیک خاص فرشتہ ہے

روح کے متعلق مفسرین کے اقوال

جس کو اللہ تعالیٰ نے صرف اپنی تسبیح کے لئے پیدا کیا ہے بعض نے تو اس روایت کو صحابہ رضوان اللہ علیہم تک پہونچایا ہے کہ اس کے سو سر ہیں۔ ہر ایک سر میں سو منہ ہیں۔ اور ہر ایک منہ میں سو زبان ہے۔ اور ہر ایک زبان سو سو بولی میں خدا تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے۔ انہوں نے غالباً اس روایت کو بیان کر کے سمجھ لیا ہے۔ کہ شاید اس طرح خدا کی تسبیح کا حق پُورا ہو جائیگا۔ حالانکہ اس تسبیح سے زیادہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت ہی اللہ تعالیٰ کی تعریف کر رہی ہے۔ ساری دنیا میں مسلمان پھیلے ہوئے ہیں۔ ہزاروں بولیاں بولتے ہیں۔ اور ہر زبان میں آپ کی تعریف کر رہے ہیں۔ استاذی المکرم حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ اس جگہ رُوح کے معنی کلام الٰہی کیا کرتے تھے۔ اور یہ معنی اوپر کے تمام معنوں سے اچھے ہیں۔ اور زیادہ صحیح ہیں۔ کیونکہ اس سے پہلے اور اس آیت کے بعد بھی قرآن کریم کا ہی ذکر ہے۔ مگر حضرت مسیح موعودؑ بانی سلسلہ احمدیہ نے نہایت وضاحت سے اس آیت پر بحث کی ہے۔ اور اس کے معنی انسانی رُوح ہی کے لئے ہیں۔ اور فرمایا ہے کہ اس آیت میں رُوح کے متعلق بہت بڑے معارف بیان کئے گئے ہیں۔

اس آیت میں جو یہ فرمایا ہے کہ لوگ سوال کرتے ہیں کہ رُوح کیا ہے۔ اس کے متعلق احادیث میں مختلف روایات آتی ہیں۔ بعض میں تو لکھا ہے۔ کہ یہ سوال یہود نے مدینہ میں کیا تھا۔ مگر اس کے خلاف یہ بات پیش کی جاتی ہے۔ کہ یہ سورۃ مکی ہے۔ اس کا جواب وہ لوگ یہ دیتے ہیں۔ کہ اس سورۃ کی بعض آیتیں مدنی ہیں (مگر جب کہ میں اوپر بیان کر آیا ہوں یہ درست نہیں)

بعض نے کہا ہے کہ یہ سوال پہلے مکہ میں ہوا تھا۔ اور پھر دوبارہ مدینہ میں ہوا۔ عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے۔ کہ یہ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سوال مدینہ میں ہوا تھا۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ وہی اس بات کے راوی ہیں۔ کہ یہ سورۃ مکی ہے۔ اس کا جواب بعض علماء نے یہ دیا ہے۔ کہ یہی سوال دوبارہ پھر مدینہ میں ہوا ہوگا جو لوگ اس کو مکہ کی روایت قرار دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ مکہ کے بعض لوگ مدینہ گئے تھے۔ اور وہاں جاکر انہوں نے یہود سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کیا اور کہا کہ اس طرح پر ایک مدعی نبوت ہم میں کھڑا ہوا ہے ہم اس سے کیا سوال کریں جس سے اس کا جھوٹ کھل جائے انہوں نے جواب دیا کہ رُوح اور اصحاب کہف اور ذوالقرنین کے متعلق اس سے سوال کرو۔ اس پر ان لوگوں نے مکہ میں واپس آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سوال کیا اور یہ آیت نازل ہوئی۔

میرے نزدیک پہلی دفعہ سوال مکہ میں ہی ہوا ہے۔ اور وہیں اس کا جواب ملا ہے۔ ممکن ہے مدینہ میں بھی یہود نے سوال کیا ہو۔ بلکہ اغلب ہے کیونکہ جب یہود کی انگیخت سے یہ سوال ہوا تھا تو انہوں نے بھی ضرور یہ سوال کیا ہوگا۔ مگر یہ درست نہیں۔ کہ دوبارہ یہ آیت اتری۔ بلکہ جب مدینہ میں یہ سوال ہوا ہوگا۔ تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت جواب میں پڑھ دی ہوگی۔ اس واقعہ کو کسی راوی نے بیان کیا۔ اور بعد کے راویوں میں سے کسی نے سمجھ لیا۔ کہ شائد اس سوال کے جواب میں یہ آیت مدینہ میں نازل ہوئی تھی ؂

سوال کی حقیقت بیان کرنے کے بعد میں جواب کو لیتا ہوں مفسرین لکھتے ہیں۔ کہ اصحاب کہف اور ذوالقرنین کے متعلق سوالوں کے جواب تو اللہ تعالےٰ نے تفصیلاً دیئے۔ اور اس سوال کا جواب یہ دیا ہے۔ کہ رُوح خدا کے حکم سے ہوتی ہے۔ اور تم کو اس بارہ میں بہت ناقص علم دیا گیا ہے۔ اس لئے تم اس کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے۔ اس لئے ہم تفصیل سے جواب نہیں دیتے اس پر یہود شرمندہ اور خاموش ہو گئے۔

اس جواب پر آریہ مصنفین نے بہت اعتراض کئے ہیں۔ اور لکھا ہے۔ کہ اس جواب سے یہود کو شرمندہ ہونے کی کیا ضرورت تھی۔ کوئی مدلل و مسکت جواب دیا گیا تھا کہ وہ شرمندہ ہو جاتے

جیسا کہ میں اوپر لکھ آیا ہوں۔ استاذی المکرم حضرت مولوی نورالدین صاحب اس کے یہ معنی کرتے تھے۔ کہ رُوح سے مراد اس جگہ کلام الٰہی ہے۔ اور جواب یہ دیا گیا ہے۔ کہ کلام الٰہی حکم الٰہی سے نازل ہوتا ہے۔ اور اس کی ضرورت ہے۔ کہ تم کو بہت کم علم دیا گیا ہے۔ پس انسانی علم کے ناقص ہونے کی صورت میں ضروری تھا کہ اللہ تعالےٰ انسان کے علم کو روحانیات کے بارہ میں مکمل کرتا۔ سو اس ضرورت کے ماتحت اس نے اپنا کلام نازل کیا ہے۔ جیسا کہ میں بحر محیط کے حوالے اوپر لکھ آیا ہوں۔ پرانے مفسروں میں سے بھی بعض نے رُوح سے قرآن کریم مراد لیا ہے۔ اور ان کی تفسیر حضرت استاذی المکرم کی تفسیر سے ملتی ہے۔ لیکن جیسا کہ ظاہر ہے روح سے قرآن کریم مراد لینا اس قدر واضح نہیں جس قدر کہ کلام الٰہی مراد لینا۔ اس لئے اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ مفسر استاذی المکرم کا قول زیادہ واضح اور موقعہ کے مناسب ہے۔

میں ایک عرصہ تک انہی معنوں پر حصر کیا کرتا تھا۔ مگر جب میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانی سلسلہ احمدیہ کی بعض تحریرات کو غور سے پڑھا۔ تو مجھے اپنے خیال میں کچھ تبدیلی کرنی پڑی۔ اور تسلیم کرنا پڑا۔ کہ رُوح انسانی کی طرف بھی اس میں اشارہ ہے۔ اور ان معنوں سے آیت کا مضمون بہت وسیع اور بہت لطیف ہو جاتا ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ کی خلق دو طرح کی ہے (۱) ابتدائی خلق جو بغیر مادہ کے ہوتی ہے (۲) بعد کی خلق جو پہلے سے پیدا شدہ مادہ سے ہوتی ہے۔ جس خلق میں اللہ تعالےٰ دنیوی اسباب سے کام لیتا ہے۔ یعنی ایسے ذرائع کو استعمال کرتا ہے۔ جو کسی چیز کی پیدائش سے پہلے موجود ہوں۔ اس کا نام خلق رکھا جاتا ہے اور جس چیز کو اللہ تعالےٰ بغیر ان ذرائع کے جو پہلے موجود ہوں پیدا کرتا ہے۔ اس کا نام امر رکھا جاتا ہے۔ جس کی طرف کُنْ فَیَکُوْنُ کے الفاظ میں اشارہ کیا گیا ہے۔ اس آیت میں بھی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک الرُّوح میں رُوح انسانی کی طرف اشارہ ہے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

قسم کی تخلیق کے متعلق جواب دیا گیا ہے۔ جو اذن الٰہی سے ہوتی ہے۔ آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر کوئی آریہ اس پر اعتراض کرے گا اور میرے مقابل آئے گا تو میں ایک رسالہ لکھوں گا جس میں بتاؤں گا کہ قرآن کریم نے رُوح کے اندر کیا کیا قوتیں اور طاقتیں بیان فرمائی ہیں۔ مگر افسوس کہ کوئی آریہ مقابل پر نہ آیا۔ اور ہم اس قیمتی خزانہ سے محروم رہ گئے۔ جو ہم کو مفت میں ملنے والا تھا۔ مگر پھر بھی آپ کی بعض کتب سے رہنمائی حاصل کر کے ہم ایک کافی علم اس بارہ میں حاصل کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے بقیہ علم کو کسی حکمت کے ماتحت کسی اور زمانہ کے لئے محفوظ رکھ چھوڑا ہو۔

اب میں ان معنوں کی بناء پر جو بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے کئے ہیں۔ اس آیت کی تشریح اپنی سمجھ کے مطابق کرتا ہوں۔ اور مجھے یقین ہے کہ جو شخص بھی تعصب سے خالی ہو کر ان معنوں پر غور کرے گا۔ وہ محسوس کرے گا۔ کہ اس آیت میں یہود کے سوال کو بے جواب نہیں چھوڑا گیا بلکہ اس کا نہایت لطیف اور مسکت جواب دیا گیا ہے۔

جھوٹے تصوف کی طرف رجحان کلام الٰہی کے نہ ہونے کی وجہ سے ہوا

اس جواب سے یہ بھی معلوم ہو جائیگا۔ کہ جن لوگوں نے اس جگہ رُوح کے معنی کلام الٰہی کے کئے ہیں۔ یا قرآن کریم کے کئے ہیں۔ انہوں نے بھی غلطی نہیں کی۔ بلکہ صداقت ہی کو بیان کیا ہے۔

یہود کے نزدیک روح کی دو قسمیں اسم اعظم اور بعل سے متعلق

بات یہ ہے کہ پہلی آیات میں قرآن کریم کی فضیلت اور اس کی ضرورت کو بیان کیا گیا تھا۔ بلکہ پہلی دو سورتوں میں تو اسی مضمون پر سارا زور تھا۔ سورۃ حجر اور سورۃ نحل جیسا کہ میں ثابت کر آیا ہوں۔ قرآن کریم کی طاقت اور اس کی قوت کے متعلق ہی دلائل بیان کرتی ہیں۔ اس سورۃ میں بھی یہی بیان کیا گیا ہے۔ کہ جب تک یہود کلام الٰہی سے وابستہ رہے ترقی کرتے رہے جب انہوں نے کلام الٰہی کو چھوڑ دیا۔ تو ان پر عذاب نازل ہوا۔ یہود چونکہ اپنے خیال میں یہ سمجھ رہے تھے۔ کہ ہم پر سبت کی بے حرمتی کی وجہ سے عذاب آیا ہے۔ انہیں یہ مسئلہ عجیب معلوم ہوا۔ بلکہ بُرا بھی لگا۔ خصوصاً اس لئے کہ عیسائی لوگ مسیح کو کلمۃ اللہ کے نام سے موسوم کرتے تھے۔ پس یہ الفاظ کہ خدائی کلام کے انکار کی وجہ سے ان پر عذاب آیا ہے۔ انہیں بہت دکھ دیتے تھے۔ ادھر یہود میں ایک اور نقص بھی پیدا ہو گیا تھا۔ جو مایوس اقوام میں عام طور پر پیدا ہو جایا کرتا ہے۔ اور وہ یہ کہ جب کلام الٰہی سے محروم ہو گئے۔ اور نبوت کا سلسلہ ان میں بند ہو گیا۔ تو وہ جھوٹے تصوف کی طرف راغب ہو گئے۔ اور فاضل مشنقوں کے ذریعہ سے بزعم خود اپنی روحانی قوتوں کے بڑھانے میں مشغول ہو گئے کوئی تو ذکر اذکار کے ذریعہ سے اپنی قوتوں کو بڑھاتا۔ اور کوئی اسم اعظم کو قابو میں لا کر اپنی روحانیت کو ترقی دیتا تھا۔ اور یہ سب لوگ خیال کرتے تھے۔ کہ جو کمی وحی الٰہی کے نہ آنے سے پیدا ہو گئی تھی۔ وہ اس طرح انہوں نے دور کر لی ہے۔ یہ مرض حضرت داؤد کے زمانہ سے پیدا ہوئی اور حضرت مسیح کے نزول کے وقت تک بہت ترقی کر گئی۔ ان کا خیال تھا کہ ارواح کو قابو میں لا کر یا اپنی روح کو جلا دیکر انسان بہت بڑے بڑے معجزات دکھا سکتا ہے۔ اور علوم غیبیہ کو پا سکتا ہے۔ اور وہ اس علم کو دو حصوں میں تقسیم کرتے تھے ایک جائز علم جسے وہ اسم اعظم سے وابستہ کرتے تھے۔ اور ایک ناجائز جسے وہ بعل سے تعلق کا نتیجہ بتلاتے تھے۔ چنانچہ جب حضرت مسیح علیہ السلام نے دعوے کیا۔ اور معجزات دکھائے تو انہوں نے ان کے معجزات کی یہی تشریح کی۔ کہ اس کا بعل کے ساتھ تعلق ہے۔ چنانچہ اس کا ذکر انجیل میں ان الفاظ میں آتا ہے۔ "فقیہہ جو یروشلم سے آئے تھے یہ کہتے تھے۔ کہ اس کے ساتھ بعلزبول ہے۔ اور یہ بھی کہ وہ بدروحوں کے سردار کی مدد سے بدروحوں کو نکالتا ہے۔ وہ انہیں پاس بلا کر تمثیلوں میں ان سے کہنے لگا۔ شیطان کو شیطان کس طرح نکال سکتا ہے۔" (مرقس باب ۳ آیت ۲۲-۲۳)

(یہی ذکر متی باب ۹ آیت ۳۴ و باب ۱۰-۲۵۔ لوقا باب ۱۱-۱۵۔ اور یوحنا باب ۷-۲۰ اور باب ۸-۴۸ و ۵۲ و باب ۱۰-۲۰ میں بھی آتا ہے) بعل زبوب یا بعل زبول یا بعل زیوب

Presented by: Rana Jabir Abbas

درحقیقت ایک ہمسایہ قوم کا دیوتا تھا۔ چونکہ اس کی نسبت لوگوں میں بہت مشہور تھے۔ یہود میں جب جادو کا خیال پیدا ہوا۔ تو وہ اس کے متعلق یہ خیال کرنے لگے۔ کہ یہ بعل سفلی دنیا کا سردار ہے۔ اور اس سے تعلق پیدا کرکے کفار لوگ معجزات دکھاتے ہیں۔ (انجیل کے مذکورہ بالا حوالہ جات نیز انسائیکلو پیڈیا بیبلیکا نیز جوئش انسائیکلو پیڈیا زیر لفظ بیل زبول) اس کے برخلاف جو روحانی طاقتیں بزعم خود وہ آپ حاصل کرتے تھے۔ انہیں اسم اعظم کا نتیجہ بتاتے تھے۔ اور اس جادو کو جائز سمجھتے تھے۔ جوئش انسائیکلو پیڈیا میں لکھا ہے۔ کہ مسیح سے کم سے کم تین سو سال پہلے سے اسم اعظم کا رواج یہود میں پایا جاتا ہے (میں بتا چکا ہوں۔ کہ میری تحقیق میں حضرت داؤد کے زمانہ سے ان میں یہ خیال پیدا ہو چکا تھا۔ حضرت سلیمان کے زمانہ میں اور ترقی کر گیا۔) وہ اسم اعظم کی نسبت یہ شبہ کرتے تھے۔ کہ وہ نہ بولا جا سکنے والا نام ہے (جوئش انسائیکلو پیڈیا زیر لفظ NAMES) یہود میں جو جادوگر تھے۔ وہ اس کا نام خاص طور پر اشاروں میں لکھتے تھے۔ یہ لوگ خصوصاً مصر میں پائے جاتے تھے۔ (حوالہ متذکرہ بالا) یہود کا خیال تھا کہ سیاہ جادو اور سفید جادو دونوں حق ہیں۔ سیاہ جادو شیطانوں سے تعلق کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے۔ اور سفید جادو اسماء الٰہی سے تعلق کی وجہ سے۔ سیاہ جادو منع ہے۔ اور سفید جادو جائز ہے لکھا ہے کہ علماء یہود سیاہ جادو کے مخالف تھے۔ مگر سیاہ جادو کا مقابلہ کرنے کے لئے وہ سفید جادو کے استعمال میں ہرج نہ دیکھتے تھے۔ علماء یہود میں (بقول ان کے) اس جادو کے ذریعہ سے اس قدر طاقت پیدا ہو جاتی تھی کہ وہ ایک نظر ڈالکر دشمن کو بھسم کر دیتے تھے۔ یا اسے ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ بنا دیتے تھے۔ بیماروں کو اچھا کرتے تھے۔ ان امور کا ان میں اس قدر رواج تھا۔ کہ یونانی اور رومی لوگ یہود کو جادوگر کہا کرتے تھے۔ (جوئش انسائیکلو پیڈیا زیر لفظ میجک یعنی جادو جلد ۸)

اس کے علاوہ یہود کا یہ بھی عقیدہ تھا۔ کہ مُردہ ارواح سے تعلق پیدا کرکے غیب کے علوم معلوم کئے جا سکتے ہیں۔ چنانچہ تورات میں بھی اس کا ذکر ہے۔ اور اس سے منع کیا گیا ہے۔ استثناء باب ۱۸ - ۱۱ میں بھی اس کا ذکر آتا ہے۔ اور اور بہت سی آیات میں بھی۔ اسی طرح یسعیاہ باب ۸ - ۱۹ میں بھی ایسے لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ جو ارواح سے تعلق پیدا کرکے غیب کا حال معلوم کرتے تھے۔ اور ان سے تعلق پیدا کرنا منع کیا گیا ہے۔ یسعیاہ کہتے ہیں کہ جب لوگ تجھے ایسے لوگوں سے تعلق پیدا کرنے کو کہیں تو ان سے کہہ کہ "کیا زندوں کی نسبت مردوں سے سوال کریں"۔ جوئش انسائیکلو پیڈیا میں لکھا ہے بنی اسرائیل نے غالباً یہ فن ایرانیوں سے سیکھا تھا۔ اور ان میں کثرت سے اس کا رواج پایا جاتا تھا۔ (جلد ۹ زیر لفظ نیکرومنسی یعنی علم الارواح) خلاصہ یہ کہ یہود کا عقیدہ تھا۔ کہ ارواح سے تعلق پیدا کرکے غیب کے علوم دریافت کئے جا سکتے ہیں اور گو ان کو اس سے منع کیا گیا تھا۔ مگر پھر بھی وہ کثرت سے اس علم کو سیکھتے۔ اور اس پر عمل کرتے تھے۔

اسم اعظم کی طرف توجہ حضرت داؤد کے زمانہ سے ہوئی

موجودہ زمانہ میں بھی اس کا بہت رواج ہے۔ یورپ میں اس علم والوں کو سپر چولسٹ کہتے ہیں۔ یعنی روحانیین تھیاسوفیکل سوسائٹی کی بنا ہی اس علم پر ہے۔ موجودہ تھیاسوفی کی بانی مسز اینی بسنٹ کا یہ عقیدہ تھا۔ کہ ارواح سے وہ بہت کچھ سیکھتی ہیں۔ اور وہ اس کے ماتحت غیب کی خبریں بھی بتاتی تھیں چنانچہ بزعم خود انہوں نے اس علم سے کام لے کر ایک بڑے اوتار کے آنے کی خبر دی تھی جس کی نسبت ان کا خیال تھا کہ کرشنا مورتی اس کا مصداق ہے۔ اب یہ نوجوان جو تعلیم دیتا ہے۔ وہ قریباً دہریت کی تعلیم ہے۔

سیاہ جادو اور سفید جادو کی تشریح

گزشتہ جنگ یورپ میں جب بہت سے گھرانوں کے نوجوان مارے گئے۔ اس کی طرف خاص توجہ ہو گئی۔ اور

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سرکینن ڈائل مشہور مصنف نے اپنی آخری عمر اپنے ایک لڑکے کی یاد میں اس علم میں گزار دی مشہور ادیب اور سیاستدان ڈبلیو ٹی سٹڈ بھی اسی خیال کے تھے۔ اور انہوں نے اپنے تجربوں کی کتاب بھی شائع کی ہے۔ مشہور سائنسدان سر آلیور لاج بھی آخری عمر میں اس عقیدہ کے ہو گئے تھے۔ کہ ارواح سے تعلق پیدا کیا جا سکتا ہے اور انہوں نے بھی کئی کتب اس بارہ میں لکھی ہیں۔ ہندوؤں میں یوگا کے نام سے یہ علم رائج ہے۔ اور ان کے ایک شاستر میں جسے پتنجلی کا یوگ شاستر کہتے ہیں اس مضمون پر خاص بحث کی گئی ہے۔ مسلمان صوفیاء نے بھی تنزل کے زمانہ میں اس علم کی طرف توجہ کی۔ اور علم اشراق اور حاضرات وغیرہ کے نام سے بہت کچھ رطب و یابس اس پر لکھا ہے۔ اور کہا ہے اور اس نام نہاد علم کو استعمال کیا ہے۔

ہندوؤں کا یوگا علم الارواح

خلاصہ یہ کہ علم الارواح ایک قدیم علم ہے۔ اور یہود میں اس کا خاص رواج تھا۔ خصوصاً جب ان کا تعلق دین سے کم ہوا اور الہام کا دروازہ بند ہوا تو وہ اس کی طرف بہت متوجہ ہو گئے۔ حضرت مسیح ناصری کے وقت میں ان میں اس کا رواج بہت بڑھا ہوا تھا۔ چنانچہ حضرت مسیح کے وقت میں ایک فرقہ یہوداہ کا اسینیوں کے نام سے تھا جن کی نسبت انجیل میں فریسیوں کے لفظ سے اشارہ کیا گیا ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے۔ کہ حضرت مسیح اسی فرقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ چنانچہ ایک پرانا نسخہ کتاب کا جرمنی میں ملا ہے جس میں ایک اسینی نے دعوے کیا ہے کہ مسیح ہمارے فرقہ کے ایک آدمی تھے۔ اور مسیح کی زندگی کے حالات عجیب پیرایہ میں اس میں لکھے ہیں۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ وہ صلیب پر سے زندہ اتر آئے تھے۔ دیکھو THE CRUCIFIXION BY AN EYE WITNESS یہ کتاب میرے کتب خانہ میں موجود ہے۔ اس فرقہ کی نسبت انسائیکلوپیڈیا

عبداللہ بن صیاد ارواح سے تعلق کا دعویٰ

عیسائیوں کے فرقہ ہسیریا کے حالات

برٹینیکا میں لکھا ہے۔ کہ یہ لوگ روزے رکھتے۔ اور بڑی پاک زندگی بسر کرتے تھے۔ اور غیب کی خبریں بتاتے تھے۔ اور معجزے دکھاتے تھے۔ چنانچہ فائلو Philo ان کی نسبت لکھتا ہے۔ کہ غیر قوموں کے جادوگروں سے مرعوب نہ ہونا چاہیئے۔ ہمارے اندر بھی ایسے لوگ موجود ہیں۔ اور اس نے مثال کے طور پر اسینیوں کو پیش کیا ہے جوزیفس مشہور یہودی مصنف بھی ان کے ذکر میں لکھتا ہے کہ وہ پیشگوئیاں کرتے تھے۔ اور غیب کی خبریں بتاتے تھے ان کی نسبت لکھا ہے کہ عبادت کے وقت مراقبہ کرتے تھے۔ تا ان کی ارواح کا تعلق آسمانی باپ سے پیدا ہو جائے اور ان کے لیڈر راسم اعظم کے جاننے کا دعوے کرتے تھے جو بقول ان کے بیالیس حرفوں کا ہے۔ یہ لوگ عورتوں سے الگ رہنے کو پسند کرتے تھے۔ تاکہ "مزید الہام ان پر نازل ہو" (انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا جلد ۸ صفحہ ۱۸۷ تا ۲۰۲) ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ مدینہ کے یہود اسی فرقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ کیونکہ حدیث میں آتا ہے۔ کہ مدینہ کے یہود میں سے ایک شخص عبداللہ بن صیاد پیشگوئیاں کیا کرتا تھا جب اس کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی تو آپ اس کا امتحان کرنے کے لئے گئے۔ اور چونکہ وہ غیب کے علم کا دعویٰ کرتا تھا۔ آپ نے اس سے پوچھا۔ کہ میں نے اپنے ذہن میں ایک لفظ رکھا ہے۔ تم بتاؤ کہ وہ کیا ہے آپ نے سورہ دخان کی آیت "فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُبِينٍ" ذہن میں رکھی تھی۔ اس نے سوچا کہ ہو بہ دخ۔ دخ اور آگے خاموش ہو گیا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لن تعدو قدرك تو جس حیثیت کا ہے۔ اس سے آگے نہ بڑھے گا۔ یعنی تیرا علم دماغی ہے۔ تو اہل اخبار کو نہیں بتا سکتا۔ اس شخص کے متعلق صحابہ کو خیال تھا۔ کہ یہ دجال ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اسے قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو یہ کہکر منع فرمایا۔ کہ اگر یہ دجال ہے تو تم اس کو مار نہیں

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سکتے اور اگر یہ دجال نہیں تو پھر اس کا مارنا جائز ہے بہرحال اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مدینہ کے یہود میں اس قسم کے لوگ موجود تھے۔ جو ارواح سے تعلق رکھنے کے مدعی تھے۔ اور یہ اس امر کا ثبوت ہے۔ کہ وہ آسمانی فرقہ کے لوگوں سے تعلق رکھتے تھے۔

اس تمہید کے بعد میں یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ جب قرآن کریم نے غیب کی خبریں بتائیں۔ اور کفار نے جو یہود سے طاجز آکر یہود سے اس بارہ میں مدد چاہی تو انہوں نے ان سے کہا کہ اس شخص سے رُوح کے متعلق سوال کرو یعنی روح میں کیا کیا قوتیں ہیں۔ اس سوال کے جواب سے وہ پکڑا جائے گا۔ ان کا خیال تھا کہ اگر تو آپ یہ جواب دیں گے۔ کہ رُوح میں بڑی بڑی طاقتیں ہیں۔ جن سے وہ علم غیب معلوم کر لیتی ہے۔ تو ہم کہیں گے کہ پھر قرآنی علوم کو ہم خدا تعالےٰ کی طرف سے کیوں سمجھیں۔ کیوں نہ اسے آپ کی بعض روحانی مشقوں کا نتیجہ قرار دیں۔ اور اگر آپ یہ جواب دیں گے۔ کہ رُوح میں کوئی ایسی طاقت نہیں ہے۔ تو ہم آپ کے اس جواب پر آپ کی جہالت کو ثابت کریں گے۔ گویا ان کے نزدیک قرآنی علوم محض ایک دماغی مشق کا نتیجہ تھے۔

اس امر کا ثبوت کہ یہود میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ارواح سے تعلق پیدا کرنے کا خیال پایا جاتا تھا۔ قرآن کریم سے بھی ملتا ہے۔ چنانچہ سورۂ جن میں ایک ایسی جماعت کا ذکر کر کے جو موسےٰ پر ایمان لائی تھی۔ اور جن کی نسبت میں پہلے ثابت کر آیا ہوں۔ کہ وہ انسان ہی تھے۔ ان کا یہ قول نقل فرمایا ہے۔ انا کنا نقعد منھا مقاعد للسمع (سورہ جن رکوع ۱) کہ ہم آسمانی خبروں کے معلوم کرنے کے لئے آسمان کی طرف توجہ کر کے بیٹھا کرتے تھے۔ یعنی مراقبہ کیا کرتے تھے۔

اگر یہود ایسا سوال نہ کرتے تب بھی قرآن کریم میں اس سوال پر روشنی ڈالنی ضروری تھی۔ کیونکہ یہ عقیدہ درحقیقت سب سچے مذہبوں پر حملہ ہے۔ اور اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ خدا تعالےٰ کے بتائے بغیر بھی انسان ارواح کی مدد سے ہدایت کے اصول دریافت کر سکتا ہے۔ جیسا کہ تھیاسوفی والے ظاہر کرتے ہیں۔ اور اس عقیدہ کے رو سے ہر شخص جو بعض نام نہاد روحانی مشقوں کے علوم غیبیہ سے آگاہ ہو سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر یہ عقیدہ صحیح ہو تو مذہب کے بارہ میں امن بالکل اٹھ جاتا ہے۔

کفار کے آنحضرت سے روح کے متعلق سوال کرنے کی وجہ

قرآن کریم اس سوال کا جواب یہ دیتا ہے کہ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ۔ اے محمد رسول اللہ تو ان سے کہہ دے کہ رُوح کا کُل یعنی جو رُوح خدا تعالےٰ سے صحیح تعلق رکھتی ہے اور بعض علوم غیبیہ سے آگاہ کی جاتی ہے من امر ربی ہے۔ یعنی اللہ تعالےٰ کے حکم سے تیار ہوتی ہے۔ بغیر امر رب کے کوئی رُوح کامل نہیں ہو سکتی۔ اور جس قسم کی مشقوں اور جادوؤں اور یوگا کو تم روح کے کامل کرنے کا ذریعہ بتاتے ہو۔ یہ بالکل غلط خیال ہے۔ رُوح صرف اور صرف اللہ تعالےٰ کے حکم سے کامل ہوتی ہے گویا اس جگہ الروح سے مراد کامل رُوح ہے جو سب روحانی صفات کو اپنے اندر رکھتی ہو۔ جیسے کہ قرآن کریم کے شروع میں ہی آتا ہے۔ الحمد للہ کامل حمد جس میں حمد کی سب ضروری صفات پائی جائیں اللہ تعالےٰ ہی کو حاصل ہے۔ انہی معنوں میں الروح کا لفظ اس جگہ استعمال ہوا ہے۔ اور یہ بتایا گیا ہے۔ کہ روح کو کامل کرنے کا کام اللہ تعالےٰ نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔ بغیر اذن الٰہی کے کوئی روح کامل نہیں ہو سکتی۔ خواہ اس کے کامل کرنے کے لئے کتنے ہی یوگ استعمال کئے جائیں۔ اور کتنی ہی مشقیں کی جائیں۔ اس دعوےٰ کی ایک تازہ مثال کرشنا مورتی کا وجود ہے۔ مسز اینی بیسنٹ نے اس نوجوان کو اور ان کے ایک اور بھائی کو خاص طور پر یوگا کے اصول کے ماتحت پالا تھا۔ اور بڑے بڑے ماہر فن ان کی تربیت پر مقرر کئے تھے۔ کہ روزانہ توجہ سے ان کے خیالات

روح کے امر ربی ہونے کی تشریح

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهِۦ عَلَيْنَا وَكِيلًا ۝

کیا ہے۔ اسے (دنیا سے) اٹھالیں۔ پھر تو اس امر میں اپنے لئے ہمارے خلاف کوئی کارساز نہیں پا سکیگا

کو درست رکھیں۔ لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ جو بڑا بھائی تھا وہ تو ہر وقت شکائت کرتا تھا۔ کہ ہم قیدیوں کی طرح ہیں۔ اور خواہ مخواہ ہم پر جبر کیا جاتا ہے۔ اور چھوٹا بھائی جسے بغاوت کی وجہ سے چنا گیا۔ اب علی الاعلان سزا بھگت رہا ہے۔ اس کے خیالات کی تردید کر رہا ہے۔

اگر کہا جائے کہ قرآن کریم کا یہ جواب تو ایک دعویٰ ہے جو اب کہلانے کا مستحق نہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس حد تک تو صرف اصل بتایا گیا ہے۔ سوال کا جواب آیت کے اگلے حصہ سے شروع ہوتا ہے وما اوتیتم من العلم الا قلیلا کہہ کر یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ روح کی قوتوں کو نشو و نما دینے کے لئے جو مشقیں انسانوں نے بنائی ہیں۔ گو ان کے نتیجہ میں بعض قوتیں روح کو حاصل ہو جاتی ہیں۔ مگر وہ حقیقی قوتوں کے مقابلہ میں بالکل ناقص اور تھوڑی ہیں۔ پس ان کی بناء پر کلام الٰہی کا انکار عقل کے خلاف ہے۔ ناقص شئی کامل کی قائم مقام کسی صورت میں نہیں ہو سکتی۔

علوم الارواح کے ناقص ہونے کا ثبوت اس سے حاصل شدہ خبروں میں شدید اختلاف

اس امر کا ثبوت کہ یہ علم بالکل ناقص ہے میں ہمیشہ یہ دیا کرتا ہوں۔ کہ مختلف مذاہب کے لوگ جو اس علم کی مدد سے روحانی باتیں دریافت کرتے ہیں۔ ان کی معلوم ہوئی خبروں میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔ اگر روحانی منقوں سے سابق ارواح سے حقیقی طور پر علوم دریافت کئے جا سکتے۔ تو یہ اختلاف کبھی نہ ہوتا۔ بھلا یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام کی روح ایک ہندو یوگی کو کچھ اور بتا جاتی ہے۔ اور ایک مسیحی روحانی کو کچھ اور بتا جاتی ہے۔ اور ایک یہودی کو کچھ اور بتا جاتی ہے۔

جو لوگ اس علم کے ماہر ہیں۔ ان میں سے ایک صاحب مسٹر انکسنس امریکن جو بہت سی کتب کے مصنف ہیں صاف لکھتے ہیں کہ ہم کو بری اور مندر باتوں کا علم ہو جاتا ہے اور آئندہ کی اچھی خبریں نہیں ملتیں۔ یہ گویا اپنے مونہہ سے اقرار ہے کہ وما اوتیتم من العلم الا قلیلا۔ حالانکہ انبیاء کی نسبت قرآن شریف یہ فرماتا ہے وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ (کہف) رسولوں کا پہلا کام اخبار غیبیہ بتانا ہے۔ جو بشارتوں پر مشتمل ہوتی ہیں اور دوسرا کام انذاری خبروں کا بتانا ہے۔

تفسیر - اس آیت میں گو خطاب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے۔ مگر مراد انسان ہے۔ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تو نہ کوئی اعتراض تھا نہ سوال۔ جن کا سوال تھا انہی کو جواب دیا گیا ہے پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب صرف مضمون پر زور دینے کے لئے ہے

فرماتا ہے کہ رُوح بغیر الہام الٰہی کے ایسی ناقص شے ہے۔ کہ علوم روحانیہ کا براہ راست لے آنا تو بڑی بات ہے جو علوم اللہ تعالےٰ کی طرف سے نازل ہو چکے ہیں۔ وہ اگر مٹ جائیں تو ان کو بھی روحانی لوگ واپس نہیں لا سکتے خواہ کتنے لوگ مل کر کوشش کریں۔ مثلاً قرآن کریم ہی ہے اس کے علوم کو اگر ہم مخفی کر دیں۔ تو کوئی ان علوم کو واپس نہیں لا سکتا۔ شاید کوئی کہے کہ یہ ایک دعویٰ ہے تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ یہ دعویٰ نہیں بلکہ زبردست ثبوت ہے۔ کیونکہ قرآن کریم آسمان پر تو جا نہیں گیا۔ مگر جن کے دماغوں میں قرآنی برکات نہیں۔ ان کے لئے قرآنی علوم ویسے ہی ہیں جیسے کہ دنیا سے چلے گئے۔ وہ لوگ اگر چاہیں کہ قرآنی تعلیم جیسی کوئی تعلیم پیش کر دیں۔ تو وہ ایسا نہیں کر سکتے چنانچہ اگلی ہی آیت میں اس شبہ کا بھی ازالہ کر دیا گیا ہے۔

اس آیت میں اس طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے۔ کہ قرآن کریم

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

إِلَّا رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ ۚ إِنَّ فَضْلَهُ كَانَ عَلَيْكَ

اپنے رب کی (خاص) رحمت کے سوا (کہ وہی اسے واپس لاسکتی ہے) کیونکہ یقیناً تجھ پر اس کا بڑا (بھاری) فضل

كَبِيرًا ۝ قُل لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنسُ وَالْجِنُّ

ہے ۸۸ تو (انہیں) کہہ (کہ) اگر تمام انسان (بھی) اور جن (بھی) اس کی نظیر لانے کے لئے) جمع ہو جائیں۔

عَلَىٰ أَن يَأْتُوا بِمِثْلِ هَٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ

(تو پھر بھی) وہ اس کی مثل نہیں لاسکیں گے خواہ وہ ایک دوسرے

بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا ۝ وَلَقَدْ

کے مددگار (ہی کیوں نہ) بن جائیں ۸۸ اور ہم نے

زمین سے اٹھ جائیگا۔ اور احادیث میں بھی یہ ذکر آتا ہے۔ ابن مسعود اور ابن عمر سے ابن مردویہ نے روایت کی ہے کہ قرآن کریم دنیا سے اٹھ جائیگا۔ اور صرف لا الہ الا اللہ رہ جائیگا۔ اسی طرح بیہقی اور ابن ماجہ نے حذیفہ سے روایت کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام اور قرآن دنیا سے اٹھ جائیں گے۔ ان روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس آیت میں ایک پیشگوئی بھی کی گئی ہے۔ اور بتایا گیا ہے کہ ایک وقت میں صرف قرآن کریم کے الفاظ رہ جائیں گے۔ مگر حقیقت مٹ جائیگی۔ اور جھوٹے صوفی جو ارواح سے تعلقات کے دعوے کرتے ہیں قرآن کے معارف کو واپس نہ لاسکیں گے۔

میرا ہمیشہ یہ طریق ہے کہ ان جھوٹے صوفیوں کے بارہ میں یہ کہا کرتا ہوں کہ قرآن کریم کی مثل آیات میں ان کے سامنے رکھتا ہوں وہ اپنی ارواح سے ان کے مطالب حل کر کے ہمیں بتادیں۔ اگر قرآنی علوم انہوں نے معلوم کرلئے تو سچے ورنہ جھوٹے مگر یہ کام نہ آج تک کوئی کرسکا نہ کرسکتا ہے۔

۸۸ تفسیر۔ تیرے رب کا فضل تجھ پر بڑا ہے۔ جب قرآن کریم دنیا سے اٹھ جائیگا تو پھر تیرا رب ہی اسکو لائیگا۔ اس سے مراد یہ ہے۔ کہ اسکی مثل لانا تو الگ رہا اس کے علوم کے مخفی ہونے پر کوئی شخص بغیر الٰہی مدد کے ان کو ظاہر بھی نہیں کرسکتا۔

۸۹ حل لغات۔ ظھیر۔ ظھر سے صفت مشبہ ہے۔ اور ظھر ظھور علی کے معنی ہیں اعانتی اس نے میری مدد کی ظھر فلان فلانا علیہ۔ غلبہ۔ غلبہ اس پر غالب آیا۔ ظھر بزید علی بہ رفع مرتبتہ۔ زید کو ترقی دی اور اس کا مرتبہ بلند کیا۔ الظھیر والمعین مددگار معاون (اقرب)

قرآن کی حقیقت کے مخفی رہنے کی پیشگوئی

تفسیر۔ اس آیت سے روز روشن کی طرح ثابت ہو جاتا ہے کہ جو معنی میں نے اوپر کی آیات کے کئے تھے وہی صحیح ہیں کیونکہ اس کی آگے اسی دلیل کو جو میں نے اوپر دی تھی مکمل کیا گیا ہے۔ فرماتا ہے کہ تم کہتے ہو کہ بعض روحانی مشقوں سے ترقی کر کے انسان سابق ارواح سے روحانی تعلیمات حاصل کرسکتا ہے۔ اگر تمہارا یہ دعوے سچا ہے تو اے انسانو تم سب کے سب اکٹھے ہو جاؤ۔ اور ان فنی ارواح کو بھی اپنی مدد کے لئے بلا لو۔ جن کی نسبت تمہارا خیال ہے کہ تم کو علوم آسمانی سے خبردار کرتی ہیں۔ اور سب مکر قرآن کی مثل کوئی کتاب پیش کر دو۔ اور اگر تم نے اسکی مثل پیش کر دی تب قرآن کی مثل لانے سے عجز کی دعوی کی سچائی تو بے شک تمہارا دعوی سچا ہوگا۔ ورنہ صاف ظاہر ہے۔ کہ تم اس دعوی میں جھوٹے ہو۔ جب تم سب کے سب مکر اور تمہاری ساری مخفی ہستیاں مکر بھی قرآن کی مثل نہیں لاسکتیں۔ تو یہ کہنا کہ محمد رسول اللہ نے کا ثبوت ہے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ فَاَبٰٓى

اس قرآن میں یقیناً ہر (ضروری) بات کو مختلف پیرایوں سے بیان کیا ہے۔ پھر (بھی) اکثر لوگوں نے (اس کے متعلق) کفر (کی راہ)

اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ۝ وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ

اختیار کرنے) کے سوا ہر بات سے انکار کر دیا ہے۔ ۹۰ اور انہوں نے (یہ بھی) کہا ہے (کہ) ہم ہرگز تیری (کوئی) بات نہیں

حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ۝ اَوْ تَكُوْنَ

مانیں گے۔ جب تک (ایسا نہ ہو کہ) تو ہمارے لئے زمین سے کوئی چشمہ جاری کر دے ۔ یا تیرا کچھ ہو

لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ

اور انگوروں کا کوئی باغ ہو اور تو اس کے اندر خوب (کثرت سے)

خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ۝ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ

نہریں جاری کر دے ۹۱ یا جیسا کہ تیرا دعوے ہے تو ہم پر آسمان کے ٹکڑے گرا دے

بعض روحانی مشقتوں سے ان علوم کو حاصل کر لیا ہے۔ کتنا جھوٹا دعوے ہے۔

۱ اس آیت میں جن سے مراد وہ ارواح ہیں جن سے مدد سے علوم لدنی سیکھنے کا یہ لوگ دعویٰ کرتے ہیں۔ چونکہ وہ ارواح بقول ان کے نظروں سے غائب ہیں۔ انکو جنات کے نام سے یاد کیا گیا ہے

۹۰ تفسیر۔ فرمایا یہ لوگ مثال لائینگے کہاں سے انکے باغ موجود ہیں جس قسم کی یہ تربیت پائینگے اسی قسم کی باتیں پیش کر سکیں گے اور ربانی باتیں ان سے وہ جائینگی۔ لیکن اس قرآن کریم میں سیاسیات کے متعلق مسائل کے متعلق، اخلاق، تمدن اور اقتصادیات کے متعلق سیر کن بحثیں ہیں۔ پھر مختلف مذاہب کے اختلافات کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ ان کو تو ان باتوں کو سمجھنے کی بھی قابلیت نہیں یہ مثل کس طرح لا سکتے ہیں۔ ہاں اپنی ضد کی وجہ سے انکار کر نا خوب جانتے ہیں سو مختلف بہانے اور اعتراض بنا بنا کر انکار کرتے چلے جائیں گے۔ آخر ایک دن تو بھگتنا پڑیگا۔

۹۱ حل لغات۔ تفجر۔ فجر سے مضارع واحد مذکر مخاطب کا صیغہ ہے۔ اسکا مادہ فجر ہے۔ فجر الماء کے معنی ہیں بجسہ (فتح لہ

تفجر

طریقاً جوی۔ پانی کو کھود کر بہا لا۔ اور اس کے بہنے کیلئے راستہ بنا یا جو میں عربی زبان کے قاعدہ کے مطابق ان معنوں میں تشدید کے ساتھ تیاد زور پیدا ہو گیا۔

ینبوعاً کے معنی ہیں عین الماء پانی کا چشمہ ہے الجدل الکثیر الماء بہت پانی والی نہر۔ اسکی جمع ینابیع آتی ہے۔ (اقرب)

تفسیر۔ جب یہود کے بتائے ہوئے اعتراض کا ایسا دندان شکن جواب دیا گیا۔ تو اب انہوں نے پہلو بدلا۔ اور یہ اعتراض کیا کہ اچھا قرآن میں ہر علم موجود ہے! اگر ایسا ہے تو زمین میں چشمہ پھوڑ کر دکھا دو یا باغ اگا کر دکھا دو جس میں نہریں چلتی ہوں۔ اپنی طرف سے کفار نے یہ بہت بڑا اعتراض سوچا۔ حالانکہ یہ اعتراض اعتراض کرنے والے کی عقل کی کوتاہی کا ثبوت ہے۔ اس اعتراض کی وجہ جیسا کہ میں اوپر بتا آیا ہوں۔ یہود اور دوسرے جاہل لوگوں کا یہ خیال تھا۔ کہ ارواح سے تعلق رکھنے والے یا اسم اعظم جاننے والے جادو یا اسم کے زور سے جو چاہیں کر سکتے ہیں۔

اس بناء پر بعض علماء نے یہ طریق اختیار کر رکھا تھا۔ کہ بانی سلسلہ احمدیہ کے پاس آدمی بھجوائے کہ جا کر دو چار لاکھ روپے مانگو۔ اور جب وہ انکار کریں تو کہنا کہ مسیح کی نسبت آتا ہے کہ دولت لٹائیں گے۔ آپ کا دعوے بھی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

عَلَيْنَا كِسَفًا أَوْ تَأْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيلًا ۝ أَوْ

یا اللہ (تعالیٰ) اور فرشتوں کو (ہمارے) آمنے سامنے لا کھڑا کرے۔ ۹۹۲ یا تیرا

يَكُونَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ أَوْ تَرْقَىٰ فِي السَّمَآءِ ۚ

سونے کا کوئی گھر ہو۔ یا تو آسمان پر چڑھ جائے۔ اور ہم تیرے

وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا

(آسمان پر) چڑھ جانے پر بھی نہیں مانیں گے۔ جب تک کہ تو (اوپر جاکر) ہم پر کوئی کتاب (نہ)

نَّقْرَؤُهٗ ۗ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا

اتارے۔ جسے ہم (خود) پڑھیں۔ تو (انہیں کہہ دے کہ) میرا رب (ایسی بیہودہ باتوں کے اختیار کرنے سے) پاک ہے

رَّسُولًا ۝ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنْ يُّؤْمِنُوٓا إِذْ جَآءَهُمُ ع ۱۰

میں (تو) صرف بشر رسول ہوں۔ ۹۹۵ اور ان لوگوں کو جو ان کے پاس ہدایت

بھی ہے جس کے سننے منتر اور جھاڑ پھونک کرتا ہے۔ (اقرب)

کِسَفًا

تفسیر۔ یعنی ہم کو کچھ نہیں دیتے تو چاہے اپنے ہی کچھ کردو۔ فرعون نے بھی کہا تھا کہ موسیٰ کے ہاتھوں میں سونے کے کڑے نہیں ہیں اس لئے سچا نہیں۔ انہوں نے ترقی کرکے کہا کہ سونے کا گھر ہو تب سچا ہو سکتا ہے۔ أَوْ تَرْقَىٰ فِي السَّمَآءِ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ اسمیں انہوں نے معراج کے واقعہ پر اعتراض کیا ہے کہ ہماری قسم کا قصہ نہ سنا دینا ہم تو تب مانینگے کہ تو آسمان پر چڑھ جائے اور تو وہیں سے ہے اور کتاب ہماری طرف بھیجدے تاکہ ہمیں تسلی ہو جائے کہ واقعہ میں آسمان پر چڑھا ہے فرماتا ہے قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا۔ تو انکو جواب دے کہ میرا رب اس قسم کے تماشوں اور لغو باتوں سے پاک ہے۔ خدا کا کلام جس طرح رسولوں پر نازل ہوتا رہا ہے اسی طرح مجھ پر نازل ہوتا ہے اور جو معاملہ رسولوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کرتا رہا ہے وہی میرے ساتھ بھی کر رہا ہے مگر جن باتوں کا تم مطالبہ کرتے ہو وہ اسکی شان کے بھی خلاف ہیں اور میری رسالت اور بشریت کے بھی خلاف ہیں ذکر اسکے یہ معنے ہیں کہ جو باتیں تم پیش کرتے ہو۔ انمیں سے بعض تو تمسخر کے طور پر ہیں جو خدا کی شان کے خلاف ہیں اس قسم کی باتوں سے اللہ تعالیٰ پاک ہے وہ تو روحانیت کی ترقی کیلئے کلام نازل کرتا ہے اور بعض باتیں بشریت اور رسالت کے خلاف ہیں مثلاً آسمان پر جانا اور وہاں سے کتاب لے آنا۔ باوجود اس کے کہ اس کے معنے مانتے ہیں کہ یعنی آسمان پر ہیں حالانکہ وہ بشر رسول تھے نہ کہ ملائکہ میں سے

قَبِيلًا

کفار کے مطالبات منجملہ معجزات بعلہ تمسخر ہیں۔

الزخرف

مسیح ہونے کا ہے۔ کہ آپ چند لاکھ روپیہ بھی نہیں دے سکتے۔

۹۹۲ حل لغات۔ کِسَفًا یہ کِسْفَةٌ کی جمع ہے۔ اسکے معنے ہیں۔ القطعة من الشيء۔ کسی چیز کا ٹکڑا۔ (اقرب) قَبِيلًا القبيلُ کے معنی ہیں الجماعة من الثلاثة فصاعدًا تین یا تین سے زیادہ آدمیوں کی جماعت اور رأيته قبيلا کے معنے ہیں رأيته عيانا و مقابلة کہ میں نے اسے اپنی آنکھوں سے آمنے سامنے دیکھا (اقرب)

تفسیر۔ یعنی انعامات نہیں لا سکتے چلو عذاب ہی سہی آسمان ہم پر گرادو، خدا اور فرشتوں کو سامنے لاؤ کہ آکر ہمیں تباہ کردیں۔

استاذی المکرم حضرت خلیفۃ اول فرمایا کرتے تھے کہ یہ عجیب قرآن کریم میں موجود ہیں اسلئے وہ انکا مطالبہ کرتے ہیں مگر حیرت یہ ہے کہ یہ مطالبہ نہیں کرتے بلکہ تمسخر کے رنگ میں یہ باتیں پیش کرتے ہیں کیونکہ ان معجزوں سے اکثر مرتبہ رسولوں میں بیان ہوئے ہیں اور یہ مکی سورۃ ہے۔ درحل کفار تمسخر کے رنگ میں کہتے ہیں کہ جب سب کچھ قرآن میں موجود ہے تو اسکے زور سے چشمے چھوڑ دو اور بلغا گا یا عذاب ہی لاؤ۔ کیونکہ ان کے ذہن میں یہ وہم سمایا ہوا تھا کہ جادو اور کلام کے زور سے ان باتوں کو پیدا کیا جا سکتا ہے۔ یہود کا بھی یہی خیال تھا۔ جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے۔

۹۹۳ حل لغات۔ الزخرف الذهب سونا کمال حسن الشيء انتہائی تو بصورتی (اقرب) ترقی۔ رقی سے مضارع واحد مذکر مخاطب ہے۔ رَقِيَ کے معنے ہیں صَعِدَ اوپر چڑھا مصدر رُقِيٌّ اور رُقًى آتا ہے لیکن رَقِيَ یرقی کا مصدر

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ○

پہنچی ایمان لانے سے صرف اس بات نے (روکا) کہ انہوں نے (اپنے دلوں میں) کہا (کہ) کیا اللہ (تعالیٰ) نے ایک

قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ

بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے ۹۴ تو (انہیں) کہہ (کہ) اگر زمین پر فرشتے (بستے) ہوتے جو زمین پر اطمینان سے چلتے پھرتے تو

لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ○ قُلْ

(اس صورت میں) ہم ضرور ان پر آسمان سے کسی فرشتہ کو (ہی) رسول بنا کر اتارتے۔ ۹۵ تو (انہیں) کہہ

۹۴ تفسیر پہلی آیت میں بتایا تھا کہ میں تو بشر رسول ہوں۔ اس سے زیادہ میرا کوئی دعویٰ نہیں۔ اب اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ انبیاء پر جو بڑے بڑے اعتراض ہوتے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ بشر رسول ہیں۔ یہ اعتراض ایک نہیں بلکہ ان الفاظ میں کئی قسم کے اعتراض آجاتے ہیں۔ بعض لوگوں کو یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جو بڑی شان کا ہے بشر کو رسول بنا ہی کیونکر سکتا ہے یہ لوگ کلام الٰہی کے نزول ہی کے منکر ہوتے ہیں۔ بعض لوگ بشر رسول کے منکر تکبر اور ضد کی وجہ سے ہوتے ہیں یعنی وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم بھی ایسے ہی انسان ہیں جیسا کہ یہ ہے اگر اللہ تعالیٰ نے کلام بھیجنا تھا۔ تو ہم سب پر نازل کرتا۔ اسے کیوں مخصوص کیا گیا۔ اس لئے ہم اسے نہیں مان سکتے یہ لوگ کلام الٰہی کے نزول کو ناممکن قرار نہیں دیتے بلکہ اپنے آپ کو بڑا سمجھنے کی وجہ سے یہ نہیں تسلیم کر سکتے کہ اللہ تعالیٰ ان جیسے بڑے آدمیوں کی طرف بقول انکے ایک گھٹیا درجے کے انسان کو پیغام دے کر بھجوائے گا۔ ایک تیسرا گروہ بشر رسول کا انکار اس وجہ سے کرتا ہے کہ اس کے نزدیک بشر اپنی ذات میں کامل ہے اور کسی بشر کو الہام کی ضرورت نہیں بلکہ اپنی جبلی طاقتوں کی وجہ سے وہ اپنے لئے خود صحیح راستہ تلاش کر سکتا ہے۔ ایک چوتھا گروہ بشر رسول پر اس لحاظ سے معترض ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک رسول کیلئے بشریت سے زیادہ طاقتوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان کے سامنے ایک کمزور سے کمزور وجود کو یہ کہہ کر پیش کر دو کہ یہ مافوق الانسانیت طاقتیں رکھتا ہے۔ تو فوراً اس کے ماننے کے لئے تیار ہو جائیں گے لیکن قوت قدسیہ اور قوت عملیہ کا عملی نمونہ دکھانے والا انسان جو جھوٹے فخر اور جھوٹے دعووں سے بچتا ہو۔ ان کے نزدیک ہرگز قابل اعتنا نہ ہوگا۔ کیونکہ ان کی طبائع عجوبہ پسندی کا شکار ہوتی ہیں۔

انبیاء کے بشر رسول ہونے کے اعتراض کا جواب

ایسے لوگ بعض دفعہ بعض پہلے نبیوں کو بھی مانتے ہیں لیکن نئے نبی کے آنے پر ان کی طبیعت کے اس نقص کا ظہور بتا دیتا ہے کہ پہلے نبی پر بھی ان کا ایمان محض رسمی اور ورثہ کا ایمان تھا۔

۹۵ تفسیر۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ملائکہ سے مراد فرشتہ خصلت انسان ہیں۔ ورنہ فرشتے پر دوسرا فرشتہ آنے کی کیا ضرورت ہے۔ اس آیت میں اس قسم کے لوگوں کے خیال کا جواب دیا ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ وہ بڑے لوگ ہیں۔ اور ان کو براہ راست الہام ہونا چاہیئے تھا۔ فرماتا ہے کہ فرشتہ فرشتہ خصلت پر اترتا ہے غیر جنس پر نہیں۔ تم فرشتے بنجاتے تو تم پر بھی فرشتے اترتے پر تم تو شیطان بن گئے ہو۔ تم پر فرشتے کس طرح اتریں۔ دوسرے ان لوگوں کو جواب دیا ہے جو یہ سمجھتے ہیں۔ کہ بشر سے بڑی

ملائکہ سے مراد فرشتہ خصلت انسان ہیں۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ

(کہ) میرے درمیان اور تمہارے درمیان گواہ کے طور پر اللہ ہی کافی ہے۔ وہ اپنے بندوں کو

خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ۝ وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَ

جاننے والا (اور) دیکھنے والا ہے ۵۹۶ اور جسے اللہ (تعالیٰ) ہدایت دے وہی ہدایت پر ہوتا ہے۔ اور

مَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَاۗءَ مِنْ دُوْنِهٖ ۭ

جنہیں وہ گمراہ کرے تو تُو اس کے (یعنی اللہ کے) مقابل پر اس کا کوئی بھی مددگار نہیں پائے گا۔ اور

وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰي وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّ

قیامت کے دن ہم انہیں ان کے مقاصد کے مطابق اندھے اور گونگے اور بہرے ہونے کی حالت میں جمع

بُكْمًا وَّصُمًّا ۭ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ

کریں گے۔ ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ جب بھی وہ (ذرا) ٹھنڈی ہوگی تو ہم ان پر آگ (کا عذاب)

سَعِيْرًا ۝ ذٰلِكَ جَزَاۗؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا

اور بھی) بڑھا دینگے ۵۹۷ یہ (آگ) ان (ہی کے اعمال) کی جزا ہوگی کیونکہ انہوں نے ہمارے نشانوں کا انکار کیا۔

النصف

طاقتوں والے وجود کی ضرورت تھی۔ بشر کام نہیں دے سکتا۔ انہیں یہ بتایا ہے۔ کہ ہر جنس کے لوگوں کو ان کا ہم جنس ہی نجات دے سکتا ہے۔ کیونکہ نمونہ وہی ہو سکتا ہے جو ان میں سے ہو۔ پس بشر کے سوا دوسری جنس بطور رسول انسانوں میں نہیں آسکتی۔ کیونکہ وہ ان کیلئے نمونہ نہیں بن سکتی۔ ان معنوں کے رُو سے رسول کے معنی صرف وحی لانیوالے کے نہیں ہونگے بلکہ رسالت کی وہ سب شرائط جن کے ساتھ بشر رسول آتے ہیں مُراد لی جائیں گی۔

۵۹۶ تفسیر۔ یہیں اس اعتراض کے دوسرے پہلوؤں کا جواب دیا ہے۔ یعنی ان کو بھی جو انسان کو حقیر سمجھتے ہیں اور الہام کے ناقابل۔ اور ان کو بھی جو انسان کو کامل سمجھتے ہیں اور الہام سے مستغنی۔ اور جواب یہ دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو خوب سمجھتا ہے کہ وہ کتنے کمزور ہیں یا کتنے طاقتور ہیں۔ پس جب اس نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے تو تمہارا یہ تو حق ہے کہ اس امر کی تحقیق کرو کہ میں نبی ہوں یا نہیں۔ اور اس کے لئے میں خدا تعالیٰ کی فعلی گواہی پیش کرتا ہوں۔ جب قول کے ساتھ اس کا فعل شامل ہے تو تم میرے دعویٰ کو جھوٹا کس طرح کہہ سکتے ہو۔ مگر بہرحال تم یہ دو اعتراض معقولیت کو چھوڑے بغیر نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اگر یہ ثابت ہو جائے۔ کہ مجھے خدا نے بھیجا ہے۔ تو ماننا پڑے گا۔ کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہ تو انسان اس قدر حقیر ہے کہ اسے وہ مکالمہ مخاطبہ کا فخر نہیں دے سکتا۔ اور نہ اس قدر کامل کہ اُسے الٰہی کلام کی اصلاح ہی نہیں۔

انسان کو حقیر ناقابل الہام سمجھنے والے معترضین کو جواب

۵۹۷ حل لغات۔ وجوھھم :۔ وُجُوْہٌ دیکھو

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ

اور کہا (کہ) کیا جب ہم (مر کر) ہڈیاں اور چورا چورا ہو جائیں گے (تو) ہمیں از سرِ نو زندہ کیا جائے گا اور)

قیامت کے دن موٹوں کے بل گھسیٹے جانے سے مراد۔

وَجْہٌ کی جمع ہے۔ اور وجہ کے معنے ہیں اَلْمَقْصِدُ مقصد۔ اَلطَّرِیْقُ الْمُرْضِیْ۔ پسندیدہ طریق۔

خبت

خَبَتِ النَّارُ وَالْحَرْبُ وَالْحِدَّۃُ کے معنے ہیں سَکَنَتْ وَخَمَدَتْ وَطَفِئَتْ۔ آگ۔ جنگ یا تیزی دھیمی یا ٹھنڈی پڑ گئی۔ کمزور ہو گئی۔ بجھ گئی۔ (اقرب)

سعیرا

سَعِیْرًا۔ اَلسَّعِیْرُ کے معنے ہیں اَلنَّارُ وَلَھَبُھَا آگ۔ شعلے۔ (اقرب)

اولیاء

اولیاء ولی کی جمع ہے جس کے ایک معنی مددگار کے ہیں لیکن ترجمہ میں جمع کی جگہ مفرد ترجمہ کیا گیا ہے۔ کیونکہ اردو میں ایسے موقعہ پر مفرد ہی بولا جاتا ہے۔

تفسیر۔ چونکہ پچھلے سوالوں اور جوابوں سے کفار کی کج بحثی کا ثبوت ملتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو تسلی دلائی کہ ان باتوں سے گھبرانا نہیں چاہیئے۔ ہدایت اور گمراہی کا فیصلہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔ جو مستحق ہدایت ہو اُسے ہدایت مل جاتی ہے خواہ درمیان میں کتنی روکیں پیدا ہوں۔ اور جو مستحق ہدایت نہ ہو وہ گمراہ ہی رہتا ہے یا آخر گمراہ ہو جاتا ہے خواہ بظاہر اسکے لئے سہولتیں میسر ہوں پس ان ظاہری حالات سے مایوس نہ ہونا چاہیئے۔ بعض دفعہ شدید مخالف اور بظاہر کج بحث لوگ آخر میں ایمان لے آتے ہیں۔ اور اخلاص کا نہایت اعلیٰ نمونہ دکھاتے ہیں اصل تو انجام کو دیکھنا چاہیئے۔ جس کا انجام خراب ہو خطرہ تو اس کے لئے ہے۔

انجام بالخیر کن ہوتا ہے

منہ کے بل چلنے کے معنے دوڑنے کے بھی ہیں۔

خَبَتِ النَّارُ وَالْحَرْبُ وَالْحِدَّۃُ۔ سَکَنَتْ وَخَمَدَتْ وَطَفِئَتْ۔ یعنی آگ۔ لڑائی اور تیزی کے متعلق خبت آتا ہے۔ جس کے معنے ہیں جوش جاتا رہا۔ کم ہو گیا۔ بالکل ٹھنڈا پڑ گیا۔

علیٰ وجوھھم کے متعلق قرآن کریم میں دوسری جگہ آتا ہے یَوْمَ یُسْحَبُوْنَ فِی النَّارِ عَلٰی وُجُوْھِھِمْ (القمر ۴۹) جس دن وہ مونہوں کے بل گھسیٹ کر آگ میں ڈالے جائیں گے۔ اس آیت کا بھی یہی مطلب ہو سکتا ہے کہ کفار مونہوں کے بل گھسیٹ کر ڈالے جائیں گے۔

بخاری اور مسلم میں انس سے روایت ہے کہ اِنَّ الَّذِیْ اَمْشٰھُمْ عَلٰی اَرْجُلِھِمْ قَادِرٌ عَلٰی اَنْ یُّمْشِیَھُمْ عَلٰی وُجُوْھِھِمْ کہ جس نے ان کو پاؤں کے بل چلایا ہے۔ وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ ان کو مونہوں کے بل چلائے پھر ایک روایت میں ہے کہ تین طرح حشر ہوگا کچھ سوار ہونگے۔ کچھ پیدل اور بعض مونہوں کے بل (رُوح المعانی جلد ۱۵) ایک اور روایت میں ہے تُجَرُّوْنَ عَلٰی وُجُوْھِکُمْ۔ دوزخیوں کو ان کے مونہوں کے بل گھسیٹا جائے گا۔ (رُوح المعانی جلد ۱۵)

معلوم ہوتا ہے کہ سوار تو انبیاء ہیں اور پیدل چلنے والے مومن ہیں اور مونہوں کے بل گھسیٹے جانے والے کافر ہیں۔

چونکہ آخرت میں ہر چیز ایک انعکاسی رنگ رکھے گی۔ اس لئے ان کے وہ اعمال جن کو وہ دنیا میں کرتے ہوئے خدا تعالیٰ کی طرف نظر نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ سفلی اور ارضی اغراض پر ان کی نظر ہوتی تھی۔ قیامت کے دن ان پر اس رنگ میں متمثل ہونگے کہ اوندھے منہ زمین پر چلیں گے۔

(۲) عربی کا ایک اور محاورہ ہے۔ مَرَّ الْقَوْمُ عَلٰی وُجُوْھِھِمْ اَیْ اَسْرَعُوْا۔ یعنی وہ قوم دوڑ کر چلی گئی۔ اس محاورہ کے رُو سے آیت کے یہ معنے ہوں گے کہ قیامت کے دن جب ہم ان کا حشر کریں گے تو وہ دوڑ رہے ہونگے جیسے دوسری جگہ فرماتا ہے مُھْطِعِیْنَ مُقْنِعِیْ رُءُوْسِھِمْ کہ کفار سر اٹھائے ہوئے دوڑے چلے آئیں گے۔ اس میں

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

خَلْقًا جَدِيْدًا ۝ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ

کیا (تو) ہمیں ایک نئی مخلوق کی صورت میں اٹھایا جائیگا ۹۹۸ کیا وہ (ابھی تک) سمجھ نہیں سکے کہ وہ (ہستی) جس نے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ وَ

آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے۔ اس بات پر (بھی) قادر ہے کہ وہ ان جیسے (اور لوگ) پیدا کرے اور

جَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۭ فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ

اس میں کوئی شک نہیں کہ اس نے ان کے لئے ایک میعاد مقرر کر دی ہے۔ پھر (بھی) ان ظالموں نے کفر (کی راہ) اختیار کرنے

اِلَّا كُفُوْرًا ۝ قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَاۗىِٕنَ رَحْمَةِ

کے سوا ہر بات سے انکار کر دیا ہے ۹۹۹ تو (نہیں) کہہ (دو) اگر تم میرے رب کی رحمت کے (غیر متناہی) خزانوں کے (بھی) مالک ہوتے

گھبراہٹ کی کیفیت کا اظہار کیا ہے یعنی اس وقت ان میں بے اطمینانی اور گھبراہٹ پائی جائے گی۔

(۳) الوجہ کے معنے عربی زبان میں مَا يَتَوَجَّهُ اِلَيْهِ الْاِنْسَانُ مِنْ عَمَلٍ وَغَيْرِهٖ۔ القصد والنیۃ کے بھی ہوتے ہیں۔ یعنی وہ کام جن کی طرف انسان توجہ کرتے ہیں اور قصد اور نیت کو بھی وجہ کہتے ہیں۔ ان معنوں کی رُو سے آیت کا یہ مطلب ہوگا کہ ان کے مقاصد اور نیتوں کے مطابق ہم ان کا حشر کرینگے۔ اگر ان کا مقصد الٰہی سلسلوں سے دشمنی کرنا تھا تو وہاں بھی وہ خدا تعالیٰ سے دُور اور اس کے دشمنوں کے ساتھ رکھے جائینگے۔ گویا ہر انسان اپنی اپنی نیت کے مطابق جزاء پائیگا۔ چونکہ اگلے جہان کے متعلق کفار کا کوئی مقصد نہیں ہوتا۔ اس لئے فرمایا کہ وہ وہاں اندھے گونگے اور بہرے ہونگے۔

خَبَت سے یہ مُراد نہیں کہ آگ بُجھ جائے گی۔ بلکہ بعض دفعہ کوئی مصیبت زیادہ دیر رہے تو حِس مٹ جاتی ہے۔ اسی جگہ ایسی ہی کیفیت کی طرف اشارہ ہے فرماتا ہے کہ جب عذاب محسوس کرنے کی حِس کمزور ہو جائے گی۔ ہم ان کی حِس کو تیز کر دینگے۔ جیسے فرمایا كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ

نوٹ ۱ انسان کو نیت کے مطابق اجر

جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ (نساء ع۸) جب انکے چمڑے پک جائینگے اور عذاب کی حِس کم ہو جائے گی تو ہم ان کی جلدیں بدل دینگے تاکہ عذاب کا مزہ چکھتے رہیں۔ تو آگ کا ٹھنڈا ہونا کفار کی حِس کے لحاظ سے ہے نہ کہ خود آگ کی تیزی یا کمی کے لحاظ سے۔ یہ ایسی ہی بات ہے جیسے کہتے ہیں کہ پرنالہ چلتا ہے۔ حالانکہ پرنالہ نہیں چلتا۔ بلکہ پرنالہ میں سے پانی بہہ رہا ہوتا ہے۔

۹۹۸ تفسیر۔ یعنی یہ عذاب کلام الٰہی کے انکار کے سبب سے ہوگا۔ اور یہ کلام الٰہی کا انکار درحقیقت بعد الموت زندگی پر ایمان نہ ہونے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔

قرآن کریم نے اس امر پر بہت ہی زور دیا ہے کہ مذہب کے انکار یا اسکی تخفیف کی اصل وجہ بعد الموت زندگی کا انکار ہے۔ اس میں واعظوں اور استادوں اور ماموں اور مربیوں کیلئے ایک بہت بڑا سبق ہے۔ بچپن سے بعث بعد الموت کے دلائل نوجوانوں کے ذہن نشین کرنے چاہئیں۔ اس کے بغیر کبھی صحیح اور عمدہ تربیت نہیں ہو سکتی۔ یہ آیات یہود پر بھی چسپاں ہوتی ہیں۔ کیونکہ ان میں سے اکثر بعث بعد الموت کے منکر تھے۔

۹۹۹ تفسیر۔ ان کے جواب میں یہ نہیں فرمایا کہ تم کو

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

رَبِّیْٓ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْیَةَ الْاِنْفَاقِ ؕ وَكَانَ

تو (بھی) تم (ان کے) خرچ ہوجانے کے ڈر سے (انہیں) روک ہی رکھتے۔ اور

ع ۱۱ ۱۱ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ۝ وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰی تِسْعَ اٰیٰتٍ

انسان بڑا ہی کنجوس ہے ۱۰۰ اور ہم نے موسیٰ یقیناً نو روشن نشان دیئے تھے۔

اللہ تعالیٰ دوبارہ پیدا کر سکتا ہے کیونکہ یہ صرف دعویٰ ہوتا جس کے پیش کرنے کا کوئی فائدہ نہ تھا۔ پس جواب میں یہ فرمایا کہ کیا تم اس پر یقین رکھتے ہو کہ تم کو ہلاک کر کے خدا تعالیٰ تمہاری شان و شوکت کسی دوسری قوم کو دیدے۔ پھر خود ہی جواب دیتا ہے کہ کفار اس بات پر کبھی یقین نہ کرینگے بلکہ بڑی شدت سے اس کا انکار کرینگے پس یہی دلیل ہم انکے سامنے بعث بعد الموت کی پیش کرتے ہیں کہ قرآن کریم جو بعث بعد الموت کی خبر دیتا ہے۔ اسنے یہ خبر بھی دی ہے کہ دشمنان اسلام کی حکومت مٹا دیجائیگی اور انکی جگہ مسلمانوں کو دے دیجائیگی۔ اگر یہ بات پوری ہوجائے تو انکو سمجھ لینا چاہیئے کہ دوسری بات بھی عالم الغیب اور قادر خدا کی طرف سے ہے یہ بات کس شان سے پوری ہوئی؟ عرب ایران، روم اور مصر چند سالوں میں یکے بعد دیگرے اسلامی ضرب کی تاب نہ لاکر سرنگوں ہوگئے۔ اور فاقہ کش مزدور دنیا کے بادشاہ ہوگئے۔ اس حشر کا پیدا کرنیوالا کیا دوسرے حشر سے عاجز ہو سکتا ہے بعث بعد الموت کو عجیب سمجھنے والے وقوع سے پہلے کیا اس خبر کو بھی ویسا ہی عجیب نہ سمجھتے تھے۔

مسلمانوں کی ترقی قیامت کا ثبوت ہے۔

۱۰۰ حل لغات۔ اَمْسَكْتُمْ یہ اَمْسَكَ سے جمع کا صیغہ ہے۔ اَمْسَكَ الشَّیْءَ بِیَدِہٖ۔ قَبَضَہٗ کسی چیز کو ہاتھ سے پکڑا۔ اَمْسَكَ الْمَتَاعَ عَلٰی نَفْسِہٖ مال اپنے لئے روک رکھا۔ اَمْسَكَ عَنِ الْاَمْرِ۔ كَفَّ عَنْہُ وَاِمْتَنَعَ۔ کسی امر سے رک گیا۔ (اقرب)

امسکتم

قَتُوْرًا:۔ یہ قتر سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ قَتَرَ عَلٰی عَیَالِہٖ۔ ضَیَّقَ علیھم فی النفقۃ۔ اہل وعیال کے خرچ میں تنگی کی۔ قَتَرَ الشَّیْءَ۔ ضَمَّ بعضہٗ الی بعض۔ کسی چیز کو اکٹھا کیا اور جوڑ جوڑ کر رکھا۔ القتور المضیق علی عیالہ فی النفقۃ۔ اپنے عائلی خرچ میں بخل کرنے والا۔ البخیل۔ کنجوس (اقرب)

قتورا

اَلْاِنْفَاقُ:۔ اَنْفَقَ الرَّجُلُ کے معنے ہیں اِفْتَقَرَ فَنِیَ زَادُہٗ وہ مفلس ہوگیا۔ اور اس کا خرچ ختم ہوگیا۔ اَنْفَقَ مَالَہٗ:۔ صَرَفَہٗ وَاَنْفَدَہٗ۔ اس نے اپنا مال خرچ کر کے ختم کر دیا (اقرب) پس اَلْاِنْفَاقُ کے معنے ہوں گے (۱) مفلس ہو جانا (۲) مال خرچ کر دینا (۳) مال کا خرچ ہو جانا۔

انفاق

تفسیر۔ یہاں پھر قل الروح والے مضمون کی طرف رجوع کیا ہے۔ اور بتایا ہے۔ کہ خدائی الہام اور روحانیوں میں یہ فرق ہے کہ خدا کا کلام لانے والے تو بے دریغ آسمانی خزانے لٹاتے ہیں۔ اور انہیں حکم ہوتا ہے بَلِّغْ بَلِّغْ لیکن یہ روحانی کہلانے والے اسرار اور اشاروں میں عمر بسر کرتے ہیں قسمیں لے لے کر اپنے شاگردوں کو گرماتے ہیں یہ لوگ دنیا کیلئے ہادی اور راہنما کس طرح ہو سکتے ہیں۔ یہ مرض آجکل کے صوفیاء میں بھی پیدا ہوگیا ہے۔ ایکدفعہ میں نے ذکر الٰہی کے متعلق تقریر کی۔ اور اسکے بہت سے طریقے اور فائدے بیان کئے۔ ایک صاحب نے دوران تقریر میں رقعہ لکھا کہ آپ کیا غضب کر رہے ہیں۔ ان میں سے ایک ایک نکتہ صوفیاء دس دس سال خدمت لے کر بتایا کرتے تھے۔ آپ ایک ہی مجلس میں سب راز کھولنے لگ گئے ہیں۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بَيِّنٰتٍ فَسْـَٔلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ

چنانچہ تو بنی اسرائیل سے (ان حالات کو پوچھ) جب وہ ان (یعنی اہل مصر) کی طرف آیا تھا۔ تو فرعون نے اس سے کہا تھا

فِرْعَوْنُ اِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا ۝ قَالَ لَقَدْ

(کہ) اے موسیٰ میں یقیناً تجھے فریب خوردہ سمجھتا ہوں۔ ۱۰۱ اس نے کہا (کہ)

حق یہ ہے کہ مذہب میں کوئی راز نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے سب بندوں کے متعلق یہ چاہتا ہے کہ وہ اس کے قرب کے اعلیٰ درجوں کو حاصل کریں اور اسکے بندوں کی ترقیات میں روک ڈالنے کی کوئی ضرورت بھی نہیں کیونکہ وہ غیر محدود ہے۔ اور اس تک پہنچنے کی منازل بھی غیر محدود ہیں اسے یہ ڈر نہیں کہ ایک دن علم ختم ہو جائیگا۔ اور پھر میرے پاس بنانے کو کچھ نہ رہے گا۔ اور میں اور میرے بندے برابر ہو جائیں گے لیکن یہ نام نہاد روحانی ایک محدود علم رکھتے ہیں جس کا اکثر حصہ جھوٹا ہوتا ہے۔ وہ اگر اپنی سب باتیں بتا دیں تو دوسرے ہی دن انکو پوچھنے والا کوئی نہ رہے۔ چنانچہ آئے دن یہ نظارے نظر آتے ہیں کہ ایک پیر نے دوسرے کو خلیفہ بنایا اور اس نے جھٹ جا کر الگ گدی بنالی۔ مگر خدا رسیدہ شخص کا کوئی شاگرد اس پر ایمان رکھتے ہوئے جدا نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس کا علم جو خدا سے آتا ہے کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اس سے جدائی اپنے علم کی ترقی روکنے کے مترادف ہے۔ غرض نام نہاد روحانی لوگ سالہا سال خدمت لیکر ایک اسم یا نقش اسی لئے بتلاتے ہیں کہ جانتے ہیں کہ ہمارے پاس جو کچھ ہے جلد ختم ہو جائیگا مگر اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے علوم اول تو ختم نہیں ہوتے اور اگر ہو جائیں تو وہ اور پیدا کر دیتا ہے۔ اس لئے یہ جسمانی کسب الہام کا قائم مقام کسی صورت میں نہیں ہو سکتا۔

۱۰۱ حل لغات ۔ مَسْحُوْرًا:۔ یہ سحر سے اسم مفعول ہے۔ سَحَرَهٗ:۔ عمل لہ السحر و خدعہ سحر کے معنے ہیں اس پر جادو کیا۔ اُسے فریب دیا۔ سَحَرَ عَنِ الْاَمْرِ: صَرَفَہ ۔ اس کو کسی بات سے ہٹا دیا سحر بکلامہ والحاظہ: استمالہ وسلب لُبَّہٗ اُسے باتوں اور نظروں سے اپنی طرف مائل کر لیا۔ اور اس کی عقل کو لُبھا لیا۔ (اقرب)

تفسیر۔ تِسْعُ اٰيٰتٍ ۔ قرآن مجید میں دوسری جگہ ان نشانوں کی تفصیل موجود ہے اور وہ یہ ہیں۔

بنی اسرائیل کے نشانوں کی تفصیل

(۱) عصا ۔ جیسا کہ فرماتا ہے فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ (اعراف ع ۱۳) (۲) ید بیضاء جیسے کہ فرماتا ہے ۔ وَنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ (اعراف ع ۱۳) (۳) قحط جیسا کہ فرماتا ہے وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ (اعراف ع ۱۶) (۴) پھلوں کی موت ۔ جیسے فرماتا ہے وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ۔ (اعراف ۱۶) اس جگہ ثمرات سے مراد ثمرۂ قلب یا ثمرۂ فواد ہے جس نام سے بیٹوں کو پکارا جاتا ہے۔ (۵) طوفان (۶) ٹڈی (۷) جوئیں یا کھٹمل کا عذاب (۸) مینڈکوں کا عذاب (۹) خون کا عذاب ۔ یعنی ایسی امراض کا عذاب جن سے انسان کا خون ضائع یا خراب ہو۔ جیسے نکسیروں کا پھوٹنا۔ اور ایک خاص مرض بھی اس وقت پیدا ہوا تھا۔ یعنی ایک قسم کے پھوڑے نکلتے تھے جن میں سے کثرت سے خون بہتا تھا۔ جیسا کہ فرماتا ہے۔ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ ۔ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ (اعراف ع ۱۶) بائیبل میں ان نو عذابوں کی عجیب و غریب تشریح لکھی ہے۔

مسحورا

Presented by: Rana Jabir Abbas

عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

تجھے یقیناً علم ہو چکا ہے کہ ان (نشانات) کو آسمانوں اور زمین کے رب نے ہی بصیرت بخشنے والا بنا کر

بَصَآئِرَ ۚ وَاِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ۝ فَاَرَادَ

اُتارا ہے اور اے فرعون میں تیری نسبت یقین رکھتا ہوں کہ تو ہلاک ہو چکا ہے ۵۱۰۲ اس پر اس نے ان

اَنْ یَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ فَاَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ

(کی بنیادوں) کو اس ملک سے اکھاڑ دینے کا ارادہ کر لیا۔ تو ہم نے اُسے اور جو اس کے ساتھ تھے سب کو غرق

جَمِیْعًا ۝ وَّقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اسْكُنُوا

کر دیا۔ ۵۱۰۳ اور اس کے (ڈوب مرنے کے) بعد بنی اسرائیل کو ہم نے کہہ دیا (کہ) تم اس (موعود) ملک میں (جاکر آباد ہو)

جس کے ماننے اور جاننے کی ہمیں ضرورت نہیں۔ ہمیں صرف اس امر سے تعلق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نو نشان عطا فرمائے جو وقفہ وقفہ کے بعد ظاہر ہوئے جیسا کہ مفصلات کے لفظ سے ظاہر ہے۔

حضرت موسیٰ اور انکے نشانات کا ذکر کر کے یہود کو توجہ دلائی ہے کہ جس طرح فرعون کو نشان دکھائے گئے تھے یہود کو بھی نشان دکھائے جائیں گے۔ مگر جس طرح فرعون نے فائدہ نہ اٹھایا وہ بھی نہ اٹھائینگے اور آخر معنوی طور پر غرق کئے جائینگے۔

اس آیت سے اس امر کی طرف بھی اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہود پر بھی نو قسم کے عذاب نازل ہونگے یا نو نشان دکھائے جائینگے مگر مجھے اب تک تاریخ پر اس بارہ میں غور کرنے کا موقعہ نہیں ملا۔

بَصَآئِرَ ۵۱۰۲ **حل لغات**۔ بَصَآئِرَ:۔ یہ بَصِیْرَۃٌ کی جمع ہے البصیرۃ کے معنے ہیں العقل۔ عقل۔ الفطنۃ ذہانت۔ مایُستدلّ بہ جس کے راہنمائی اور بصیرت حاصل ہو۔ الحُجّۃ۔ دلیل۔ العبرۃ۔ عبرت۔ الشاھد گواہ (اقرب)

مَثْبُوْرًا:۔ یہ ثَبَرَ سے اسم مفعول ہے ثَبَرَہٗ کے معنے ہیں۔ خیّبہ۔ اسے نامراد و ناکام کیا۔ لَعَنَہٗ۔ اس پر لعنت کی۔ طردہ۔ اُسے دھتکارا۔ ثَبَرَہٗ عن الامر:۔ مَنَعَہٗ وَصَرَفَہٗ اُسے روک دیا۔ ہٹا دیا۔ ثَبَرَاللّٰہُ زَیْدًا:۔ اَھْلَکَہٗ اَھْلَاکًا دَائِمًا لَا یَنْتَعِشُ بعدہٗ۔ اللہ نے اُسے ایسا تباہ کیا کہ پھر وہ سنبھلنے کے قابل نہ رہا۔ (اقرب)

تفسیر۔ موسیٰ نے کہا اے فرعون تیرا دل جانتا ہے۔ کہ ان نشانات کو آسمان و زمین کے خدا نے بصیرت کے طور پر نازل کیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ تُو ہلاک کیا جائیگا۔ یا یہ کہ تُو نے جو مجھے مسحور کہہ کر بدنام اور کمزور کرنے کی تدبیر سوچی ہے خدا تجھے اس میں کامیاب نہ کریگا بلکہ تُو اس ارادہ میں خائب و خاسر ہوگا۔ کیونکہ مثبور کے ایک معنے ناکام و نامراد کے بھی ہیں۔ اس ذکر سے یہ بتانا مقصود ہے کہ جس طرح تم نشان پر نشان دیکھتے ہو مگر فریبی اور دھوکا باز کہتے جاتے ہو۔ ایسا ہی اس سے پیشتر فرعون نے موسیٰ کو کہا تھا۔ مگر جانتے ہو اس کا انجام کیا ہوا تھا؟

۵۱۰۳ **تفسیر**۔ یعنی اس نے بھی چاہا تھا کہ انکو ملک سے ذلیل کر کے نکال دے۔ مگر خود غرق ہو گیا۔ اہل کتاب نے بھی کفار سے سازش کر کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قیصر کی فوج سے لڑانے کے لئے بھجوا دیا تھا مگر خدا نے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًا ۝ وَ

رہو۔ پھر جب پچھلی بار کا وعدہ (پورا ہونے کا وقت) آئے گا۔ تو ہم تم (سب) کو جمع کرکے لے آئینگے ۱۰۴ اور

بِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ ۭ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا

اس (قرآن) کو ہم نے حق (وحکمت) کے ساتھ ہی اُتارا ہے اور حق (وحکمت) کے ساتھ ہی یہ اُترا ہے۔ اور ہم نے تجھے صرف

ان کی تدبیر کو ناکام کیا۔ اور آپؐ تبوک سے بغیر کسی نقصان کے باعزت واپس آئے۔

۱۰۴ حل لغات - لَفِيْفًا۔ یہ لَفٌّ سے فعیل کے وزن پر بمعنی مفعول ہے۔ لَفٌّ کے معنے ہیں۔ ضَمٌّ سمیٹنا جَمْعٌ۔ اس کو جمع کیا۔ لَفَّ الشَّیْءَ بِالشَّیْءِ ضَمَّهٗ اِلَیْهِ وَ وَصَلَهٗ ایک چیز کو دوسری سے ملا دیا۔ لَفُّ الْکَتِیْبَیْنِ خَلْطُ بَیْنِهِمَا فِی الْحَرْبِ۔ جنگ میں دو دستوں کو آپس میں ملا دینا اللفیف۔ المجموع جمع کیا ہوا۔ مَا اجْتَمَعَ مِنَ النَّاسِ مِنْ قَبَائِلَ شَتّٰی۔ مختلف قوموں کے آدمیوں کی جماعت (اقرب)

تفسیر - اسکنوا الارض۔ اس سے مُراد مصر کی سرزمین نہیں۔ کیونکہ مصر میں تو وہ نہیں آباد ہوئے اس سے مُراد ملک کنعان ہے یعنی وہ مُلک جس کا تمہیں وعدہ دیا گیا ہے گویا الارض سے مُراد معہود ذہنی ہے۔ رسول کریم صلعم کو موسیٰ علیہ السلام پر یہ فضیلت ہے کہ ان کو جو جگہ ملی وہ مصر کے قائم مقام تھی۔ مصر نہیں ملا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عین وہ جگہ ملی جو آپ کا وطن تھا اور پھر دشمنوں کے ملک بھی ہاتھ آئے فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ۔ یعنی اب تم کنعان میں جاؤ لیکن ایک وقت کے بعد تم کو وہاں سے نکلنا پڑے گا پھر خدا تعالےٰ تم کو واپس لائے گا پھر تم نافرمانی کروگے اور دوسری دفعہ عذاب آئے گا اس کے بعد تم جلا وطن رہوگے یہاں تک کہ تمہاری شیل قوم کے متعلق جو دوسری تباہی کی خبر ہے اس کا وقت آجائے اس وقت پھر تم کو مختلف ملکوں سے اکٹھا کرکے ارض مقدس میں واپس لایا جائے گا۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ جس طرح بنی اسرائیل کے لئے دو تباہیوں کی خبر اس سورۃ کے شروع میں دی گئی تھی ویسی ہی خبر مسلمانوں کے لئے بھی دی گئی ہے کیونکہ مسلمانوں کو بنی اسرائیل کا مثیل قرار دیا گیا ہے جس سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو موسیٰؑ کا مثیل قرار دیا گیا ہے۔ اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ سورۃ کے شروع میں دو وعدوں کا ذکر ہے اور دونوں عذاب کے وعدے ہیں۔ ایک بخت نصر شاہ بابل کے ہاتھوں پورا ہوا۔ اور دوسرا ٹیٹس شاہ روم کے ہاتھ سے پورا ہوا (دیکھو رکوع اوّل) ان دو نوں وعدوں میں بنی اسرائیل کے اکٹھا کرنے کا ذکر نہیں بلکہ ان کے پراگندہ کرنے کا ذکر ہے۔ اس کے برخلاف اس آیت میں یہ ذکر ہے کہ دوسرے وعدے کے وقت بنی اسرائیل کو پھر ارض مقدس میں لایا جائے گا۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ یہ دوسرا وعدہ کوئی اور ہے اور دوسرے وعدے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس دوسرے وعدے کے ساتھ کوئی پہلا وعدہ بھی ہے۔ اب ہم غور کرتے ہیں تو ان دو وعدوں کا ذکر قرآن کریم میں صرف اس طرح ملتا ہے کہ محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مثیل موسیٰ قرار دیا گیا ہے۔ اور سورۃ فاتحہ میں مسلمانوں کے ایک حصہ کے متعلق یہ خبر دی ہے کہ وہ اہل کتاب کے نقش پر چلیں گے۔ پس ان دونوں باتوں کو ملا کر ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں۔ کہ بنی اسرائیل کی طرح دو وعذاب کے وعدے مسلمانوں کے لئے بھی کئے گئے ہیں۔ اور اس جگہ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ سے مُراد مسلمانوں کے دوسرے عذاب کا وعدہ ہے۔ اور بتایا یہ ہے کہ مسلمانوں پر جب یہ عذاب

لفیفا — مسلمانوں کی مخالفت بنی اسرائیل سے تمثیلی اور تنزل کے لحاظ سے

آنحضرت کی تشبیہ موسیٰ پر وطن واپس ملنے کے لحاظ سے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

وقفِ لازم مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۙ وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى

بشارت دینے والا اور (عذاب سے) آگاہ کرنیوالا بنا کر بھیجا ہے ۱۰۶ اور (اسے) قرآن بنا کر (اُتارا ہے) اس حال میں کہ ہم نے اسے (کئی)

النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ۝ قُلْ اٰمِنُوْا

ٹکڑوں میں تقسیم کیا ہے تاکہ تُو اسے (سہولت اور) آہستگی کے ساتھ لوگوں کو پڑھ کر سُنا سکے اور ہم نے اسے تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا ہے ۱۰۷ تُو (ان سے)

آنحضرت کی وحی میں شیطان کی دخل اندازی

آئے گا کہ دوسری دفعہ ارض مقدس کچھ عرصہ کے لئے ان کے ہاتھ سے نکل جائے گی تو اس وقت اللہ تعالیٰ پھر تم کو اس ملک میں واپس لے آئے گا۔ چنانچہ دیکھ لو اسی طرح واقعہ ہوا ہے جس طرح بخت نصر کے وقت میں پہلی دفعہ ارض مقدس یہود کے ہاتھ سے نکلی۔ اسی طرح صلیبی جنگوں کے وقت میں مسلمانوں کے ہاتھ سے نکلی۔ پھر جس طرح موسیٰؑ سے تیرہ سو سال بعد حضرت مسیح کے صلیب کے واقعہ کے بعد جبکہ گویا وہ بظاہر اس ملک کے لوگوں کے لئے مر گئے تھے۔ بنی اسرائیل کو ارض مقدس سے دوبارہ بیدخل کر دیا گیا۔ اسی طرح اس زمانہ میں جبکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر اتنا ہی عرصہ گذرا ہے مسلمانوں کی حکومت پھر ارض مقدس سے جاتی رہی ہے۔ اور جیسا کہ قرآن کریم نے فرمایا تھا مسلمانوں کا یہ دوسرا عذاب یہود کے لئے ارضِ مقدس میں واپس آنے کا ذریعہ بن گیا ہے۔

فرقنٰہ

تفسیر فتح البیان کے مصنف اس آیت کے متعلق لکھتے ہیں کہ بعض علماء کے نزدیک وعد الاخرۃ سے اس جگہ مسیح موعود کا نزول مُراد ہے ان علماء کا یہ قول میری تفسیر کی تائید کرتا ہے۔

مکث

۱۰۵ **تفسیر**۔ یعنی یہ خبر ضرور پوری ہو کر رہے گی چونکہ موسیٰؑ کی پیشگوئی کے سلسلہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشگوئی کا بھی ذکر آ گیا کہ مسلمانوں پر بھی دو کٹھن زمانے آنے والے ہیں۔ اس لئے اس آیت سے اس مضمون کی تاکید کی گئی ہے۔

اس آیت سے ضمناً اس خیال کی بھی تردید ہوتی ہے جو لوگ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی میں شیطان دخل دے دیتا تھا۔ کیونکہ فرماتا ہے کہ ہم نے قرآن کو حق سے اُتارا ہے اور وہ محمد رسول اللہ تک حق ہی اُترا ہے۔ پس جبکہ قرآن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک حق سے اُتر آیا تو شیطان کو دخل دینے کا موقعہ کب ملا۔

آخر میں فرمایا کہ تجھے بھی موسیٰ کی طرح بشیر و نذیر بنا کر ہم نے بھیجا ہے۔ پس جس طرح اس کی قوم نے ترقی کی۔ اسی طرح تیری قوم ترقی کرے گی۔ اور جس طرح اس کے دشمن ہلاک ہوئے تیرے دشمن ہلاک ہونگے۔

۱۰۶ حل لغات۔ فَرَقْنٰهُ۔ فَرَّقَ بَيْنَهُمَا: فَصَلَ اَبْعَاضَهُمَا۔ دو چیزوں کے ٹکڑوں کو علیحدہ علیحدہ کیا۔ فَرَقَ لَهٗ عَنِ الشَّیْءِ: بَيَّنَهٗ۔ اسے کھول کر بات بتائی (اقرب) وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ اَیْ بَيَّنَّا فِيْهِ الْاَحْكَامَ وَ فَصَّلْنٰهُ۔ وَقُرْاٰنًا فَرَقْنَا کے معنے ہیں ہم نے اس میں احکام بیان کئے ہیں۔ اور اس کے جُدا جُدا حصے بنائے ہیں۔ وَقِيْلَ اَنْزَلْنٰهُ مُفَرَّقًا۔ اور فَرَقْنٰهُ کے یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ ہم نے اُسے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اُتارا ہے (مفردات)

مُكْثٍ:۔ مَكَثَ يَمْكُثُ کا مصدر ہے۔ مَكَثَ کے معنی ہیں لَبِثَ۔ رُکا۔ ٹھہرا۔ تَرَزُّن:۔ آہستہ و باوقار ہونا۔ (اقرب) المکث:۔ ثباتٌ مع الانتظار۔ ایسا توقف جس میں انتظار بھی ہو۔ (مفردات)

تفسیر۔ فُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ۔ کے معنے ہیں کہ ٹکڑے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بِهٖٓ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ

لاؤ یا نہ لاؤ۔ جن لوگوں کو اس (کے نزول) سے پہلے (الہامی صحیفوں یا فطرت صحیحہ کے ذریعہ سے) علم دیا جا چکا ہے

قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ۝ ۱۰۷

جب ان کے سامنے اسے پڑھا جاتا ہے تو وہ (اسے سن کر) کامل فرمانبرداری اختیار کرتے ہوئے ٹھوڑیوں کے بل گر جاتے ہیں

وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا

اور وہ کہتے ہیں (کہ) ہمارا رب (ہر ایک عیب سے) پاک ہے (اور یہ کہ) ہمارے رب کا وعدہ ضرور پورا ہو کر

ٹکڑے کر کے نازل فرمایا ہے یعنی ایک ہی وقت میں کئی کئی سورتوں کی آیات اترتی رہتی ہیں۔ اور پھر پہلی اُتری ہوئی سورۃ پیچھے کر دی جاتی ہے اور بعد کی پہلے۔ اس پر جو اعتراض پڑتا تھا اس کا جواب دیا ہے کہ ایسا اس لئے کیا گیا ہے کہ تُو اسے اپنی جگہ ٹھہر کر پڑھ سکے یعنی تیرے اندر بے اطمینانی اور گھبراہٹ پیدا نہ ہو۔ یہ جواب دیکھو اعتراض کرنے والوں کے لئے کیسا مُسکت ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مخاطب دو قسم کے تھے۔ ایک عارضی یعنی اس وقت کے کفار اور ایک مستقل یعنی مومن اور بعد میں آنے والے لوگ۔ مستقل ضرورت کے لئے قرآن کریم کی اَور ترتیب چاہیئے تھی اور عارضی ضرورت کے لئے اَور۔ مستقل ضرورت کے لئے جن سورتوں کو آخر میں نازل کرنا چاہیئے تھا، عارضی ضرورت کے لئے ان کی فوری ضرورت تھی۔ اسی طرح ایک سورۃ کے بعض مضامین کی ضرورت آخر میں تھی، بعض کی شروع میں۔ اگر عارضی ضرورت کو مدنظر نہ رکھا جاتا تو سالہا سال تک مسلمان کفار کو صحیح جواب نہ دے سکتے اور اگر مستقل ضرورت کو نظر انداز کیا جاتا۔ تو قرآن آئندہ زمانہ میں ایسا مفید نہ ہوتا جیسا اب ہے۔ پس فرمایا ہم نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے اُتارا۔ جُوں جُوں ضرورت تھی اُتارتے گئے۔ بعد والے مضمون کو پہلے۔ پہلے کے مضمون کو بعد میں۔ تا کہ وقتی ضرورت پوری ہو جائے۔ اور بعد میں حکم دے کر مستقل ضرورت کے مطابق اسکی ترتیب کر دی جیسے دوسری جگہ فرماتا ہے اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ (القیامۃ ع ۱) کہ اسکی آخری ترتیب ابھی نہیں ہوئی جب یہ وحی کے متفرق ٹکڑے اُتر چکیں گے تو ہم از سرِ نو اس کتاب کو ترتیب دیں گے۔ اور پھر وہ اس ترتیب کے مطابق پڑھی جائے گی۔

اس آیت میں اس شبہ کا جواب دیا گیا ہے کہ اس سورۃ میں بعض ایسے مضامین کا جواب ہے جو بعد میں نازل ہونے والی سورتوں سے تعلق رکھتے ہیں۔

۱۰۸ حل لغات۔ الاذقان:۔ ذقن کی جمع ہے۔ اور ذقن کے معنے ٹھوڑی کے ہیں۔ ذقن کا لفظ عربی محاورہ کے رُو سے تذلّل پر دلالت کرنے کے لئے بولا جاتا ہے۔ کہتے ہیں۔ مثقل استعان بذقنہ:۔ یضرب لمن استعان باذلّ منہ۔ کہ فلاں نے اپنے سے بھی ذلیل انسان سے مدد چاہی (اقرب) پس یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ میں انتہائی تذلّل کا اظہار کیا گیا ہے کہ وہ ٹھوڑیوں کے بل گر جاتے ہیں۔

(نزول قرآن میں عارضی اور مستقل ضرورتوں کو ملحوظ رکھا گیا ہے)

تفسیر۔ اُوتوا العلم من قبلہ سے مراد اس جگہ مسلمان ہیں جن کو پہلے سے یعنی اس آیت کے نزول سے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ
خُشُوْعًا ۝ قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ۭ اَيًّا مَّا
تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى ۚ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ
وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۝ وَ

رہنے والا ہے ۱۰۸ اور وہ روتے ہوئے ٹھوڑیوں کے بل گر جاتے ہیں۔ اور وہ (یعنی قرآن) انکی فروتنی کو (اور بھی)
بڑھاتا ہے ۱۰۹ تو (انہیں) کہہ (کہ) تم (خدا تعالےٰ کو) اللہ (کہہ کر) پکارو یا رحمٰن (کہہ کر) جو (نام لیکر بھی)
تم (اسے) پکارو (پکار سکتے ہو) کیونکہ تمام (بہترے) بہتر صفات اسی کی ہیں۔ اور تُو اپنے دُعا کے الفاظ اونچی آواز سے نہ کہا کر
اور نہ (بہت) آہستہ کہا کر۔ اور اس کے درمیان (درمیان) کوئی راہ اختیار (کیا) کر ۱۱۰ اور

قبل علم مل چکا تھا اور وہ اسلام کی سچائی کے قائل ہو چکے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ آئندہ دنیا کی ترقی قرآن مجید سے ہوگی۔ اس جگہ اوتوا العلم سے اہل کتاب مراد نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ وہی تو اس سورۃ میں سب سے اہم مخاطب ہیں۔

يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ۔ ذقن۔ ٹھوڑی کو کہتے ہیں۔ اور ٹھوڑی نیچے کی طرف ہوتی ہے۔ پس ٹھوڑی کے بل گرنے یا ٹھوڑی پر گرنے سے مراد نیچے کی طرف جھکنے یا سجدہ کرنے کے ہوتے ہیں۔

اظہار خشوع کے لئے اسلامی اور عیسائی طریق کا فرق عیسائیوں کے

اس آیت میں خشوع و خضوع کے اظہار کا اسلامی طریق بتایا گیا ہے۔ بعض قومیں مثلاً عیسائی وغیرہ سجدہ کے موقعہ پر نیچے کو جھکتے ہیں۔ مگر مُنہ کو اوپر کی طرف اُٹھاتے ہیں۔ چنانچہ عیسائیوں کی تصویروں میں جہاں حضرت مسیح یا حضرت مریم کو عبادت کی حالت میں دکھایا ہے وہاں پر اُن کا مُنہ آسمان کی طرف دکھایا گیا ہے۔

لَا تَجْهَرْ ۲ **۱۰۸ تفسیر۔** اس آیت میں صاف ظاہر کر دیا کہ اس سے پہلے مومنوں کے لئے ترقیات کے وعدے دیئے گئے ہیں اور "اسراء" کا ذکر صرف ایک خبر ہی نہ تھا بلکہ مومنوں کی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ترقی کا وعدہ تھا۔

سورۃ کے شروع میں بھی اسراء کے ذکر پر سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی" رکھا اور یہاں بھی "سُبْحَانَهٗ وَتَعٰلٰى" فرما کر بتایا کہ اس مقام میں مسلمانوں کی ترقی اور کامیابی کا وعدہ کیا گیا ہے۔ پھر سُبْحَان کے لفظ سے یہ اشارہ کرنا بھی مقصود ہے کہ مسلمان ضرور کامیاب ہونگے اور تم ضرور تباہ و برباد کئے جاؤ گے کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو خدا تعالیٰ کی قدوسیت پر حرف آتا ہے۔

۱۰۹ تفسیر۔ اس میں مومن کے سجدہ کے وقت کی قلبی کیفیت بیان فرمائی ہے کہ وہ انابت کے اعلیٰ مقام پر ہوتا ہے اس کا سجدہ دکھاوے کا نہیں ہوتا۔ بلکہ جبکہ وہ سجدہ کر رہا ہوتا ہے اُس کے آنسو آپ ہی آپ بہنے لگ جاتے ہیں۔ پھر اس میں یہ صفت بھی پائی جاتی ہے کہ عبادت اسے متکبر نہیں بناتی۔ بلکہ اس کا سجدہ کرنا اسے خشوع و خضوع میں اور بڑھا دیتا ہے۔

۱۱۰ حل لغات۔ لَا تَجْهَرْ۔ جَهْرٌ سے نہی کا صیغہ ہے۔ اور جَهَرَ بِالْكَلَامِ وَبِالْكَلَامِ کے معنے ہیں اَعْلَنَهٗ۔ کسی بات کا اعلان کیا۔ جَهْرُ الصَّوْتِ۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اَعلاہ۔ آواز کو اونچا کیا۔ (اقرب) پس لَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا کے معنے ہونگے کہ تو اپنے دُعائیہ الفاظ اونچی آواز سے نہ کہا کر اور نہ آہستہ۔

لَا تُخَافِتْ:۔ خَافَتَ سے فعل نہی ہے۔ اور خَفَتَ سے نکلا ہے۔ خفت او خافت بکلامہ کے معنے ہیں۔ آسَرَّ منہ۔ پوشیدہ بات کی خَفَتَ بِصَوْتِہٖ۔ خَفَضَہٗ وَاَخْفَاہُ ولم یَرْفَعْہُ بہت ہی آہستہ بولا۔ آواز کو نیچا کیا۔ اور بلند نہ ہونے دیا۔ (اقرب)

تفسیر: پہلی آیات میں چونکہ سجدہ اور عبادت کا ذکر کیا گیا تھا (جس کی مسلمانوں سے ترقیات کے زمانہ میں امید کی جاتی تھی) اب سجدہ میں دُعا کا طریق بیان فرماتا ہے کہ ان سجدوں میں اللہ تعالےٰ سے اس کے وعدوں کے پورا ہونے کے متعلق اور اپنی اصلاح کے متعلق اس طریق پر دُعا کرو۔ جو ہم بتاتے ہیں۔ اس حکم کی تفصیل یہ ہے۔

قرآن مجید میں اور حدیث میں مختلف دُعائیں اور ان کے مواقع کا ذکر ہے اس لئے فرماتا ہے کہ لَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ہر کام کے لئے اس کے مناسب حال اللہ تعالیٰ کا ایک نام ہوتا ہے۔ اس کے مطابق دُعا کیا کرو۔ جب تمہیں رحمانیت کی صفت کو جوش دلانے کی ضرورت ہو تو صفتِ اَلرَّحْمٰن کو پیش کر کے دُعا کرو۔ جب تمہیں رحیمیت۔ رزاقیت اور ربوبیت کے متعلق کوئی مشکل درپیش ہو تو اللہ تعالےٰ کو اس وقت اسی نام سے پکارو۔ کیونکہ سارے اچھے نام اسی کے ہیں جیسا موقعہ ہو ویسی ہی قسم کی صفت کے ساتھ دعا کرنی چاہیئے۔ میرا تجربہ ہے کہ اس طریق پر دُعا نہایت مؤثر ہوتی ہے۔ بعید نہیں کہ اس آیت میں یہود کے اسم اعظم والے دعویٰ کا بھی جواب دیا گیا ہو۔ اور بتایا ہو کہ کسی ایک نام کو اسم اعظم کہنا غلطی ہے۔ حصول مقاصد کے لئے خدا تعالےٰ کے اس نام کو لینا چاہیئے۔ جو موقعہ کے مناسب ہو اور اگر وہ نام ذہن میں نہ آئے تو اللہ تعالےٰ کے سب نام ہی بڑے ہیں کسی نام کو لے کر دعا کر لو۔ اللہ تعالےٰ تمہارے دل کی کیفیت کو دیکھ کر دُعا سُن لے گا۔

لاتخافت

وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا۔ صلوٰۃ کے معنے نماز کے بھی ہوتے ہیں۔ اور دُعا کے بھی۔ اس جگہ چونکہ دُعا کا ذکر ہے اس لئے دُعا ہی کے معنے زیادہ مناسب ہیں۔

فرمایا اپنی دُعا بہت بلند آواز سے نہ مانگا کرو اور نہ ہی بالکل دھیمی بلکہ درمیان کا راستہ اختیار کرو۔ حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چند صحابہ کے پاس سے گذرے تو آپ نے دیکھا کہ وہ پکار پکار کر دُعا کر رہے تھے۔ آپ نے اُن کو منع فرمایا اور کہا کہ تمہارا خدا بہرہ نہیں اس قدر اونچے پکارتے ہو وہ تو چیونٹی کے چلنے کی آواز کو بھی سُنتا ہے قرآن مجید نے بالکل آہستہ دُعا کرنے سے بھی منع کیا ہے کیونکہ اس سے توجہ قائم نہیں رہتی۔ دعا اس طرح کرنی چاہیئے کہ انسان کو کلمات زبان سے نکلتے ہوئے محسوس ہوں تاکہ اس کی توجہ بھی قائم رہے۔

متوسط درجہ کا دُعا کا طریق

غرض دُعا بہت بلند آواز سے مانگنے سے تو خدا تعالےٰ کی شان کو مدنظر رکھتے ہوئے منع فرمایا ہے اور نہایت آہستہ دُعا مانگنے سے انسان کی کمزوری کو مدنظر رکھتے ہوئے منع فرمایا ہے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ

(سب دُنیا کو سُنا سُنا کر) کہہ (کہ) کامل تعریف اللہ (تعالیٰ) کے لئے (ہی) مخصوص ہے۔ جو نہ (تو) اولاد رکھتا ہے اور نہ حکومت

لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ

میں اس کا کوئی شریک ہے۔ اور نہ (اس کے) عجز کی وجہ سے اس کا کوئی دوست (بنا) ہے (بلکہ جو بھی اس کا دوست ہوتا ہے اس سے

وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ۝ ع ۱۲

مدد لینے کے لئے ہوتا ہے) اور اس کی خوب (اچھی طرح) بڑائی بیان کر ۱۱۱ے

۱۱۱ے **تفسیر** ۔ اس اسراء کے انجام کی خبر دی ہے یعنی وہ خدا اپنے اس وعدہ کو ضرور پورا کرے گا۔ اور اسی واحد لاشریک خدا کی تعریف کے گیت گائے جائیں گے اگر اس کا کوئی بیٹا ہوتا جیسا کہ بیت المقدس والوں کا خیال ہے تو مسلمانوں کو کس نے پوچھنا تھا ایسا ہی اگر اس کے شریک ہوتے جیسا کہ مکے والے کہتے ہیں تو مسلمانوں کو حکومت کون دیتا یعنی یہ دونوں قومیں جو مشرک ہیں مسلمانوں کی دشمن تھیں اگر شرک صحیح ہوتا تو مسلمان دُنیا میں ہرگز کامیاب نہ ہوسکتے لیکن جب اس خدا نے باوجود انتہائی کمزوری کے مسلمانوں کو ان سب پر غالب کر دیا تو یقیناً سمجھا جائے گا کہ وہ خدا واحد اور لاشریک ہے۔

مسلمانوں کی قوتی شرک کی تردید ہے

مِنَ الذُّلِّ :۔ دوست دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک دوست جو رحم کی وجہ سے اور احسان کرنے کے لئے بنایا جاتا ہے ایسے دوست اللہ تعالےٰ کے ہوتے ہیں یہ اس کی شان کے خلاف نہیں دوسرے وہ دوست جو امداد اور موقعہ پر کام آنے کے لئے بنائے جاتے ہیں ایسے دوست اللہ تعالےٰ کی شان کے خلاف ہیں۔

كَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا کہہ کر سورۃ کو ختم کیا گیا ہے۔ اور اس میں گویا پھر اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ مسلمانوں کو اہل کتاب پر غلبہ ملے گا اور جس طرح اہل مکہ پر غلبہ بتوں کے جھوٹے ہونے کی علامت ہوگا اہل کتاب پر غلبہ ان لوگوں کے جھوٹا ہونے کی دلیل ہوگا جو مسیح ابن اللہ یا عزیر ابن اللہ کہتے ہیں اور اس غلبہ کے ذریعہ سے خدائے واحد کی توحید تمام مُلک میں پھیلا دی جائیگی۔ اور خدا کا بیٹا ماننے والے یا اس کا شریک قرار دینے والے سب کو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی میں داخل کر دیا جائیگا اور اس کمزور اور ناتوان انسان کو طاقت بڑائی اور غلبہ دے کر ظاہر کیا جائے گا کہ وہ خدا تمام طاقتوں سے بڑا اور بلند ہے۔ اسی وجہ سے آخر میں فرمایا كَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا۔

آؤ ہم بھی امتثال امر کے طور پر کہیں اَللّٰہُ اَکْبَر اللّٰہُ اَکْبَر! اللّٰہُ اَکْبَر!

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سُوْرَةُ الْكَهْفِ مَكِّيَّةٌ

سورہ کہف ۱ یہ سورۃ مکی ہے

وَهِيَ مَعَ الْبَسْمَلَةِ مِائَةٌ وَاحِدَى عَشْرَةَ آيَةً وَثِنْتَا عَشْرَةَ رُكُوعًا

اور بسم اللہ سمیت اس کی ایک سو گیارہ آیتیں ہیں اور بارہ رکوع ہیں

۱ ابن عباسؓ اور ابن زبیر کے نزدیک یہ سورۃ سب کی سب مکی ہے (درمنثور) تمام مفسرین کا بھی اس امر پر اتفاق معلوم ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ نہ صرف مکی ہے بلکہ ابتدائی ایام کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کہف اور مریم ابتدائی سورتوں سے ہیں اور میرے پرانے مال میں سے ہیں۔ (بخاری جلد ۳ صفحہ ۲۰۶)

بعض کے نزدیک یہ سورۃ ان سورتوں میں سے ہے جو یکدم نازل ہوئی ہیں۔ دیلمی نے ابن عباسؓ سے یہی روایت کی ہے کہ یہ سورۃ یکدم نازل ہوئی تھی اور ستر ہزار فرشتہ ساتھ تھا اور اس کی خاص طور پر حفاظت کی گئی تھی۔

ان روایات کا یہ مطلب نہیں کہ بعض سورتوں کی حفاظت کم ہوئی ہے اور بعض کی زیادہ۔ کیونکہ اگر یہ تسلیم کیا جائے تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ بعض سورتوں کا محفوظ ہونا زیادہ یقینی ہے اور بعض کا کم۔ لیکن یہ امر بالبداہت غلط ہے پس جہاں جہاں حدیثوں میں آتا ہے کہ فلاں سورۃ کی حفاظت کے لئے اتنے فرشتے اترے۔ اس سے نزول کے وقت کی حفاظت مراد نہیں بلکہ نزول کے بعد کی حفاظت مراد ہوتی ہے اور وہ اس طرح کہ ہر سورۃ کسی خاص مضمون کے بارہ میں ہوتی ہے اور بعض دفعہ اس میں پیشگوئیاں ہوتی ہیں جن کے پورا ہونے پر اس سورۃ کی سچائی کا انحصار ہوتا ہے یہ پیشگوئیاں بعض دفعہ طبعی تغیرات کے متعلق ہوتی ہیں اور بعض دفعہ انسانی اعمال کے متعلق۔ انسانی اعمال کے متعلق جو پیشگوئیاں ہوتی ہیں وہ اس لحاظ سے خاص اہمیت رکھتی ہیں کہ جنکے عذاب کی ان پیشگوئیوں میں خبر ہو۔ وہ اس عذاب کو ٹالنے کی پوری کوشش کرتے ہیں اور چونکہ پیشگوئیاں بالعموم غیر معمولی طور پر مخالف حالات میں کی جاتی ہیں۔ اس لئے دنیوی سامانوں کے لحاظ سے ان کا پورا ہونا بظاہر ناممکن یا غیر اغلب نظر آتا ہے اور اسی وقت ان کے پورا ہونے کی کوئی صورت پیدا ہو سکتی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے غیبی امداد کا انتظام کیا جائے پس جس سورۃ میں اس قسم کی پیشگوئیاں ہوں جن کے بامل جانے کے متعلق زبردست قوموں نے زور لگانا ہو انکے بارہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان ملائکہ کو جو دنیا کے مختلف کاموں پر بطور مدبر مقرر ہیں ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ ایسے سامان پیدا کریں کہ وہ پیشگوئیاں بغیر روک کے پوری ہو جائیں۔ یہ ظاہر ہے کہ جس قدر وسیع الاثر پیشگوئی ہوگی اسی قدر وسیع اس کے مخالفوں کی تعداد ہوگی اور اسی قدر وسیع ذرائع اس کے باطل کرنے کے لئے دشمن استعمال کرے گا۔ اور اسکے مقابل پر اسی قدر وسیع ذرائع اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسکی تائید میں استعمال کئے جائیں گے۔ پس چونکہ دنیا کے تمام اسباب ملائکہ کے سپرد ہیں اور وہ خدا تعالیٰ کے مقرر کردہ قوانین کے مطابق ان کے لئے بطور مدبر ہیں اس لئے جب کوئی ایسی پیشگوئی کی جاتی ہے۔ اسی قدر ملائکہ کو جن کے زیر تدبیر سامانوں سے اس کے پورا ہونے کا تعلق ہو حکم دیا جاتا ہے کہ تم اس سورۃ کے مضمون کی حفاظت کرو یعنی ان تدابیر میں لگ جاؤ جو اس پیشگوئی کے پورا کرنے کے لئے ضروری ہیں پس حفاظت آسمان سے زمین کے نزول تک نہیں ہوتی بلکہ حفاظت کا اصل کام نزول کے بعد شروع ہوتا ہے اور اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک کہ اس سورۃ میں بیان کردہ پیشگوئیاں

۱ سورۃ مکی ہے

۱ یہ سورۃ یکدم نازل ہوئی

۱ سورۃ کے یکدم نازل ہونے کا مطلب اس کے ساتھ فرشتوں کے نزول

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

پوری نہ ہو جائیں خدا نہ شیطانی یا انسانی دخل اندازی کے لحاظ سے ہر سورۃ ہر آیت ہر لفظ بلکہ ہر حرف اور حرکت قرآن کریم کی یکساں محفوظ ہے اور اسکی یکساں حفاظت کی جاتی ہے اور کسی سورۃ یا کسی آیت یا کسی حرف یا حرکت کو دوسری سورتوں یا دوسری آیتوں یا دوسرے حرفوں اور حرکات سے امتیاز حاصل نہیں۔

غرض اس سورۃ کے ساتھ ستر ہزار فرشتے اُتارنے کا یہ مطلب ہے کہ چونکہ اس میں یاجوج ماجوج جیسی طاقتور قوموں اور آخری مسیحی فتنہ کے استیصال کی خبر دی گئی ہے اس لئے ہزاروں فرشتوں کو اس پیشگوئی کے پورا کرنے کے لئے نزول قرآن کے زمانہ سے لگا دیا گیا ہے۔

زمانۂ نزول

زمانۂ نزول مسیحی مصنف اس کے نزول کا زمانہ زیادہ تر نبوت کے چھٹے سال میں قرار دیتے ہیں مگر میرے نزدیک یہ چوتھے یا پانچویں سال کی معلوم ہوتی ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود کی مذکورہ بالا روایت سے ایسا ہی ثابت ہوتا ہے۔

مفسرین کے نزدیک اس سورۃ کا پہلی سورۃ سے تعلق

اس سورۃ کا اِسراء سے تعلق اس کا تعلق پہلی سورۃ سے مفسرین یہ قرار دیتے ہیں کہ یہود نے تین سوال کئے تھے۔

(۱) رُوح کے متعلق۔ (۲) اصحاب کہف کے متعلق (۳) ذوالقرنین کے متعلق۔ ان تین سوالوں میں سے ایک کا جواب دیر سے آیا (یعنی روح القدس کے متعلق) اور وہ سورۃ اسراء میں درج ہوا۔

دوسرے دو سوالوں کا جواب جلدی اور اکٹھا آگیا۔ اس لئے ان دونوں کو ایک ہی سورۃ یعنے کہف میں اکٹھا بیان کر دیا (بحر محیط) لیکن یہ جواب کافی نہیں۔ کیونکہ اس سورۃ میں اور بھی کئی واقعات ہیں۔ مثلاً دو باغ والوں کی تمثیل موسیٰ کا سفر وغیرہ۔ سوال یہ ہے کہ ان واقعات کو یہاں کیوں بیان کیا گیا ہے۔ مفسرین اس کے جواب میں خاموش ہیں۔

مفسرین کے بیان کردہ تعلق پر بحث

پادری ہیری اپنی تفسیر میں اس سورۃ کے واقعات کی بناء پر لکھتے ہیں کہ اس سورۃ کو سورۃ العجائب کہنا چاہیئے میرے نزدیک نہ مفسرین کی توجیہ صحیح ہے اور نہ ہیری کا اعتراض معقول۔ یہ توجیہ بھی اور یہ اعتراض بھی سورۃ کا مضمون اور اسکی غرض نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں۔

چونکہ بعض نامکمل یا کمزور روایات کی وجہ سے مفسرین کے دماغوں میں یہ بات سمائی ہوئی تھی کہ یہود نے آنحضرت صلعم سے تین عجیب سوال کئے تھے اور یہاں ان کا جواب دیا گیا ہے اس لئے انہوں نے کسی اور پہلو پر غور کرنے کی کوشش ہی نہیں کی۔ اور ان کا خیال ان کمزور روایات میں ہی الجھا رہا۔ حالانکہ یہ امر بالکل ماننے کے قابل نہیں کہ قرآن کریم میں کوئی واقعہ یہود کے سوال کی وجہ سے نازل ہوا ہو۔ قرآن کریم تو ایک مکمل ہدایت نامہ ہے اسے اس سے کیا تعلق کہ کوئی سوال کرتا ہے یا نہیں۔ اس نے تو بہرحال ہر وہ علم جو اخلاق عبادت۔ روحانیت۔ تقویٰ۔ تمدن۔ اقتصاد اور سیاست وغیرہا کے متعلق ہو بیان کرنا ہی تھا۔ پس اگر ان واقعات کا دین اور دیانت سے کوئی تعلق ہے تو انہوں نے بہرحال بیان ہونا تھا۔ اور اگر نہیں تو یہودی لاکھ سوال کرتے ان کے بیان کرنے کی قرآن کریم کو کوئی ضرورت نہ تھی۔ یہ امر بھی ناقابل تسلیم ہے کہ ان واقعات کو اس لئے اکٹھا بیان کیا گیا ہے کہ یہود نے اکٹھا سوال کیا تھا۔ ایک وقت میں انسان مختلف مضامین کے متعلق سوال کر دیتا ہے اس مجلس میں اس ترتیب سے ان کا جواب دینا تو معقول ہو سکتا ہے لیکن ایک مستقل کتاب میں جس کا تعلق کسی خاص قوم یا زمانہ سے نہیں۔ ان سوالوں کا جواب اکٹھا دینا قطع نظر اس کے کہ ان کا آپس میں کوئی جوڑ بھی ہو یا نہ ہو ہرگز پسندیدہ امر نہیں کہلا سکتا۔ پس میرے نزدیک یہ خیالات قلت تدبر سے پیدا ہوئے ہیں یا شائد اس وقت ابھی ان سوالات کے حل ہونے کا زمانہ نہ آیا تھا۔

میرے نزدیک یہ امر بھی بالکل خلاف عقل ہے اور قرآن کریم کی شان کے خلاف ہے کہ دو سوالوں کا جواب

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جلدی آگیا اس لئے اسے کہف میں رکھ دیا اور ایک کا جواب بعد میں آیا اس لئے اسے سورۃ اسرا میں بیان کر دیا کیونکہ اس جواب پر یہ معقول اعتراض ہوتا ہے کہ کیوں دو سوالوں کے جواب پہلے آگئے۔ بعض مفسرین نے اس فرق کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ دو سوالوں کا جواب چونکہ دیا گیا ہے اور ایک کے جواب سے لاعلمی ظاہر کی گئی ہے اس لئے جن کا جواب دیا گیا تھا انہیں ایک سورۃ میں بیان کر دیا۔ اور جس سوال کے جواب سے معذوری ظاہر کی اسے سورۂ اسرا کے ساتھ شامل کر دیا۔ اوّل تو یہ جواب جواب دینے والے کی لاعلمی پر دلالت کرتا ہے۔ قرآن کریم نے ہرگز کسی معذوری یا لاعلمی کا اظہار نہیں کیا بلکہ رُوح کے متعلق جو سوال تھا اس کا مکمل جواب دیا ہے دوسرے یہ جواب بھی اس خیال پر مبنی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی آخری اور جامع کتاب کے مضامین کے لئے یہود کے سوالوں کا محتاج تھا۔ یا مجبور تھا کہ وہ سوال کریں تو ان کا جواب دے۔ قرآن کریم میں یہود و مشرکین کے سارے ہی شبہات کا جواب ہے مگر اس طرح نہیں کہ انہوں نے سوال کیا اور قرآن نے جواب دیا۔ بلکہ جو مضمون قرآن میں بیان ہوتا ہے اس کے متعلق۔ جو شبہات اور وسوسے پیدا کئے جا سکتے ہیں وہ ان کا جواب اس جگہ دے دیتا ہے خواہ عملاً کفار و مشرکین نے وہ وسوسے پیش کئے ہوں یا نہ کئے ہوں اور کسی اور وقت پیش کئے ہوں یا اس وقت پیش کئے ہوں۔ درحقیقت قرآن ان عارضی موجیات کی ذرہ بھر بھی پرواہ نہیں کرتا۔ وہ تو اپنے مضمون سے کام رکھتا ہے کیونکہ وہ صرف اس زمانہ کے لوگوں کے لئے نہیں اُترا تھا بلکہ ہر زمانہ کے لوگوں کے لئے اُترا تھا۔ پس اس کے جوابات صرف اس مضمون پر پڑنے والے اعتراضات کے متعلق ہوتے ہیں جو وہ بیان کر رہا ہوتا ہے۔

یہ امر بھی قابلِ غور ہے کہ مفسرین نے اپنے خیالات کی بنا جن روایتوں پر رکھی ہے وہ خود عقلاً اور نقلاً مجروح معلوم ہوتی ہیں وہ روایتیں یہ ہیں۔ (۱) مکہ والوں نے ایک وفد مدینہ کے یہود کی طرف بھجوایا کہ مکہ میں ایک مدعی پیدا ہوا ہے اس کے بارہ میں ہمیں مشورہ دو کہ ہم کیا کریں انہوں نے جواب دیا کہ اس سے تین سوال کرو اگر وہ جواب دے دے تو سچا ہے ورنہ جھوٹا ہے ان لوگوں نے واپس آکر وہ تین سوال رسول کریم صلعم پر کئے (الف) اصحاب کہف کون تھے (ب) ذوالقرنین کے واقعات کیا ہیں (ج) رُوح کیا چیز ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں کل جواب دُوں گا۔ مگر دس پندرہ دن تک وحی نہ آئی آپ بہت گھبرائے اور کفار بہت خوش ہوئے۔ آخر جبریل وحی لائے اور آپ نے ان سے شکایت کی کہ اس قدر دیر کیوں کی۔ انہوں نے کہا کہ آپ نے چونکہ انشاء اللہ نہ کہا تھا اللہ تعالیٰ نے سزا دی ہے اور تینوں سوالوں کے جواب بتا دیئے جو میں سے دو سورہ کہف میں بیان ہوئے ہیں اور ایک سورۃ اسرا میں بیان کیا گیا ہے یہ روایت ابن عباسؓ کی طرف منسوب کے بیان کی گئی ہے (درمنثور بہ حوالہ ابن اسحاق ابن جریر وغیرہما) دوسری روایت بھی حضرت ابن عباسؓ کی طرف منسوب ہے اور وہ یہ ہے کہ کفار نے ایک وفد مدینہ کے یہود کی طرف بھجوایا اور ان سے آپ کے بارہ میں مشورہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ اس سے تین سوال پوچھو کہ اصحاب کہف۔ ذوالقرنین اور رُوح کیا ہیں۔ ان میں سے پہلے دو کا جواب اگر وہ دے دے اور تیسرے کے جواب سے معذوری ظاہر کرے تو وہ سچا ہے اور اگر تینوں کا جواب وہ نہ دے یا رُوح کے متعلق بھی وہ کوئی جواب دے دے تو وہ جھوٹا ہے اور یہ بھی کہا کہ ہم نے مسیلمہ کذاب سے بھی یہ سوال کیا تھا مگر وہ کوئی جواب نہ دے سکا۔ آگے پہلی روایت کی طرح کی روایت ہے سوائے اسکے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب کہف اور ذوالقرنین کی بابت سوالوں کا جواب تو دے دیا لیکن رُوح کے بارہ میں یہ کہا کہ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ (اسراء ع) اور اس طرح معذوری ظاہر کر دی (درمنثور بحوالہ دلائل النبوۃ ابونعیم)

اوّل تو یہ روایتیں حضرت ابن عباسؓ کی طرف منسوب

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ہیں جو اس واقعہ کے تین چار سال بعد پیدا ہوئے تھے مگر یہ واقعہ اہم نہ ہوتا تو ہم کہتے کہ باقی صحابہؓ نے اس کا ذکر کرنے کی ضرورت نہ سمجھی یا کوئی گھر کا معاملہ ہوتا تو بھی ہم سمجھتے کہ گھر کے کسی فرد کو اس کا بہتر علم ہو سکتا تھا لیکن اہم تو وہ اس قدر ہے کہ مکہ کے لوگ ایک وفد تین سو میل مدینہ کی طرف بھیجتے ہیں پھر وہ لوگ آکر رسول کریم صلعم پر سوال کرتے ہیں پھر کئی دن تک جواب نہ آنے کے سبب سے مکہ کے لوگ خوش اور رسول کریم صلعم غمگین ہوتے ہیں لیکن اس زمانہ کے صحابہ میں سے ایک بھی اس واقعہ کو بیان نہیں کرتا۔ اگر کرتا ہے تو وہ شخص جو وقت پیدا بھی نہ ہوا تھا

دوسرا اعتراض ان روایات پر یہ ہے کہ دونوں ہی روایات حضرت ابن عباسؓ کی طرف منسوب ہیں اور دونوں ایک دوسرے کے خلاف ہیں۔ ایک روایت تو کہتی ہے کہ اگر ان تین سوالوں کا جواب اس شخص نے نہ دیا تو وہ جھوٹا۔ دوسری یہ کہتی ہے کہ اگر ان تین سوالوں میں سے دو کا جواب اس نے دیا تو سچا۔ اور اگر تیسرے سوال کا جواب بھی دے دیا تو جھوٹا۔ اب ہم کس روایت کو مانیں جو روایت یہ کہتی ہے کہ تینوں کا جواب دیں تو سچے ہیں یا جو یہ کہتی ہے کہ تینوں کا جواب دیں تو جھوٹے ہیں۔ اگر اس روایت کو مانا جائے جو کہتی ہے کہ تینوں کا جواب دیں تو سچے ہیں تو جو لوگ کہتے ہیں کہ تیسرے سوال کا جواب نہیں ملا وہ کیا کریں کیا اس حدیث کو جھوٹا کہیں یا (نعوذ باللہ من ذالک) رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو۔ اور اگر اس حدیث کو سچا کہا جائے جو یہ بتاتی ہے کہ اگر روح کے متعلق سوال کا جواب محمدؐ (رسول اللہ صلعم) دے دیں تو وہ جھوٹے ہیں تو بتاؤ کہ جو شخص قرآن کریم کے اس جواب کو کہ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ کو ایک مکمل اور شافی جواب سمجھتا ہے وہ اس حدیث کو جھوٹا کہے یا نعوذ باللہ محمد رسول اللہ صلعم کو۔ میرے نزدیک تو چونکہ دونوں حدیثوں میں جو دعویٰ پیش کیا گیا ہے وہ خلاف عقل ہے اس لئے دونوں ہی جھوٹی ہیں خدا کا رسول بہرحال سچا ہے۔

یہ روایات خلافِ عقل اس طرح ہیں کہ جن سوالات کا ان میں ذکر ہے سوال یہ ہے کہ ان کے جواب یہود جانتے تھے یا نہیں۔ اگر وہ جانتے تھے تو کیا اس سے احمقانہ طریق بھی کسی نبی کے پرکھنے کا ہو سکتا ہے کہ اس سے ایک ایسے امر کے متعلق سوال کیا جائے جسے سینکڑوں ہزاروں لوگ جانتے تھے فرض کرو کسی کذاب کو بھی ان باتوں کا یہود سے سُن کر علم ہوتا۔ تو کیا ان سوالوں کا جواب دیکر وہ سچا نبی ہو جاتا۔ اگر مذکورہ بالا سوال کا جواب یہ ہے کہ یہود ان سوالوں کا جواب نہیں جانتے تھے تو پھر بھی اس سے زیادہ احمقانہ طریق کسی مدعی کے پرکھنے کا کیا ہو سکتا ہے جب وہ جواب جانتے ہی نہ تھے تو انہیں کس طرح معلوم ہوتا کہ جو جواب دیئے گئے ہیں وہ غلط ہیں یا صحیح اور کیا محض جواب دے دینے سے مدعی کی سچائی ثابت ہو سکتی تھی۔ یہی اعتراضات کم سے کم دوسری روایت کے دو سوالوں کے بارہ میں بھی پیدا ہوتے ہیں اور چونکہ ان سوالات کا کوئی معقول جواب نہیں دیا جا سکتا اس لئے ظاہر ہے کہ یہ روایات بعض وضاعین کی بنائی ہوئی ہیں۔

تیسرا اعتراض دوسری روایت پر یہ پڑتا ہے کہ اس میں لکھا ہے کہ ہم نے مسیلمہ کذاب سے بھی پوچھا ہے وہ بھی جواب نہیں دے سکا۔ یہ حصہ روایت کا روایت کو جھوٹا ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کیونکہ گو مسیلمہ بنو حنیفہ میں معزز آدمی تھا مگر تاریخ سے ثابت ہے کہ بنو حنیفہ اسلام لانے سے پہلے عیسائی تھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر صلح حدیبیہ کے بعد مسلمان ہوئے اور مسلمان ہونے کے بعد مسیلمہ مرتد ہو کر مدعی نبوۃ بنا۔ اور یہ خود مدینہ آیا اسلام لایا۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قوم کو حکم دیا کہ واپس جا کر اپنے گرجا کو مسجد بناؤ اور نمازوں کے پابند رہو (زرقانی جلد ۴۔ اور لائف آف محمد مصنفہ سر میور) اب یہ ظاہر ہے کہ جس شخص نے نبوۃ کا دعویٰ رسول کریم صلعم

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کی مدنی زندگی کے آخری سالوں میں کیا۔ اس سے مدینہ کے یہود اس وقت یہ سوال کہاں سے کرنے لگے تھے جبکہ رسول کریم صلعم ابھی مکہ میں تھے اور اس شخص نے نبوت کا دعویٰ ہی اس وقت تک نہ کیا تھا۔

خلاصہ یہ کہ یہ روایات بالکل غلط اور باطل ہیں۔ اور ان پر کسی صورت میں بھی تفسیر کی بنیاد نہیں رکھی جا سکتی۔

جب یہ روایات غلط ثابت ہو گئیں تو اب ہمیں یہ دیکھنا چاہیئے کہ قرآن کریم سے اس سورۃ کے مضامین کی ترتیب کی کیا وجوہ معلوم ہوتی ہیں اور ایسی روایات کی طرف ہمیں توجہ ہی نہیں کرنی چاہیئے۔

اب میں بتاتا ہوں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اس بارہ میں کیا علم دیا ہے اور اس کے مطابق سورۃ کہف کا جوڑ پہلی سورۃ سے کیا ہے اور جو واقعات اس میں بیان ہیں ان کا سورۂ بنی اسرائیل سے کیا تعلق ہے۔ سو یاد رکھنا چاہیئے کہ جیسا کہ سورۂ نحل میں ثابت کیا جا چکا ہے۔ سورۂ نحل میں یہود و نصاریٰ سے مقابلہ کی پیشگوئی کی گئی تھی اور سورۂ اسراء میں اسکی مزید تشریح اس طرح کی گئی تھی کہ اللہ تعالیٰ محمد رسول اللہ صلعم کو ایک ایسے علاقہ میں لے جائے گا جہاں ان کا تعلق یہود و نصاریٰ سے پیدا ہوگا اور وہ بھی آپ کی مخالفت کریں گے اور شکست کھائیں گے اور ساتھ ہی ایک کشف کا ذکر کیا گیا تھا جس میں خبر دی گئی تھی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان علاقوں پر قابض ہو جائینگے جو یہود کے لئے موعود تھے اور یہ کہ یہود کے لئے مقدر ہو چکا ہے کہ وہ دو بغاوتیں کرینگے۔ ایک بغاوت حضرت داؤد کے بعد جس کے نتیجہ میں وہ اپنے ملک سے نکالے جائینگے لیکن اس کے بعد توبہ کر کے اپنے ملک میں واپس آنے کی توفیق پائینگے۔ دوسری بغاوت وہ مسیح کے زمانہ میں کرینگے جس کے نتیجہ میں پھر انکے معبد گرائے جائیں گے اور انہیں اپنے موعود وطن سے نکال دیا جائے گا۔ ان پیشگوئیوں میں موسوی سلسلہ کی پہلی کڑی کے حالات بتلائے گئے تھے اب ایک سوال تو یہ رہ جاتا تھا کہ موسوی سلسلہ کی دوسری کڑی تو موجود ہے جو ان عذابوں میں پہلی کڑی یعنی یہود کے شریک حال نہیں پس کیوں نہ سمجھا جائے کہ یہود کی تباہی کے بعد وہ ان پیشگوئیوں کے مصداق بنیں گے جو موسوی سلسلہ کی ترقی کی نسبت پہلی کتب میں بیان ہو چکی ہیں۔ اور دوسرا سوال یہ رہ جاتا تھا کہ مسلمانوں کو جو ہوشیار کیا گیا ہے کہ تم یہود کے نقش قدم پر چلکر اپنے آپ کو یہود کی طرح ان دو عذابوں میں مبتلا نہ کر لینا۔ اس کے متعلق آیندہ کیا ہونے والا ہے؟ ان دونوں سوالوں کا جواب سورۂ کہف میں دیا گیا ہے اور موسوی سلسلہ کی دوسری کڑی کے حالات بیان کئے گئے ہیں اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ وہ مسلمان جو یہود کے نقش قدم پر چلیں گے انکے ساتھ کیا معاملہ گذرے گا اور کس طرح گذرے گا۔

اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے علم کے مطابق اس سورۃ کا پہلی سورۃ سے تعلق

رہا یہ سوال کہ اصحاب کہف اور دو باغوں کی تمثیل سے اور موسیٰ کے اسراء کے واقعہ اور پھر ذوالقرنین اور یاجوج ماجوج کے ذکر کا ان امور سے کیا تعلق ہے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ ان واقعات میں مسیحی قوم کی ابتداء اور انتہاء کا ذکر کیا گیا ہے اور ساتھ ہی ان مشکلات کا ذکر کیا گیا ہے جو مسلمانوں پر اتالی بے دینی کی وجہ سے مسیحی اقوام کی طرف سے پیش آنے والی تھیں۔

اصحاب کہف وہ ابتدائی مسیحی ہیں جنہوں نے دین کی خاطر بڑی بڑی تکالیف اٹھائیں اور آخر اللہ تعالیٰ کی طرف سے انکی قربانیوں کا بدلا ملا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان پر فضل کر کے دینی اور دنیوی ترقیات انہیں دیں۔ یہ واقعات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے پہلے گذر چکے تھے کیونکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت نصاریٰ بھی سیدھے راستہ کو چھوڑ چکے تھے ان کے ذکر سے اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ جب یہود نے اللہ تعالیٰ کو ناراض کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کے لئے اصحاب کہف یا دوسرے لفظوں میں ابتدائی مسیحیوں کو جو سنّی پر قائم تھے اپنے فضلوں کے لئے چن لیا۔ اس کے بعد مضمون کا گریز اس طرف ہونا چاہیئے تھا کہ پھر ان پر یہ فضل کو کیوں ہٹایا گیا تو اس کا جواب دو باغوں والے کی تمثیل سے دیا کہ موسوی سلسلہ کو ہم نے دو باغ دیئے تھے یعنی یہود کی

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کی ترقی کا باغ۔ اور مسیح کی امت کی ترقی کا باغ۔ جن دونوں میں سے ایک کا ذکر سورۂ اسراء میں کیا گیا۔ اور دوسرے کا ذکر اصحاب کہف کے ذکر سے کیا گیا ہے پھر یہ بتایا کہ ان دو باغوں کی مالکیت سے یہ قوم منکر ہو گئی اور خدا تعالیٰ کو بھول گئی اور اپنے بھائیوں یعنے بنو اسمٰعیل کو حقیر سمجھنے لگ گئی اور یہ سمجھ بیٹھی کہ گویا اس پر یہ فضل کسی ذاتی حق کی بناء پر نازل ہو رہے ہیں تب اللہ تعالیٰ نے مظلوموں اور انکی جو حقیر سمجھے گئے تھے فریاد کو سُنا۔ اور موسوی سلسلہ کے باغوں کو جلا دیا یعنے دونوں قوموں کی شان و شوکت کو توڑ دیا اور اسمٰعیلی نسل پر جو حقیر سمجھی گئی تھی فضل کر کے ان سے اچھے باغ ان کو دے دیئے

سورۃ کا خلاصہ مضمون

اس تمثیل کے بعد مضمون کو اور واضح کرنے کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ایک اسراء کا ذکر فرمایا جس میں انہیں موسوی سلسلہ کی ترقیات اسی طرح دکھائی گئی تھیں جس طرح محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سورۂ اسراء میں بیان شدہ اسراء میں محمدی سلسلہ کی ترقیات دکھائی گئی تھیں اور اس اسراء کے ذکر سے وضاحت سے اس مضمون کو بیان کیا کہ موسوی سلسلہ کی ترقی جسے اسراء کی شکل میں دکھایا گیا تھا کس طرح ہوگی اور کس مقام پر پہنچ کر وہ ترقی رُک جائے گی اور اسمٰعیلی نسل کی طرف برکات منتقل ہو جائینگی۔ اس امر کے بیان کرنے کے بعد اس ذکر کو شروع کیا کہ اسمٰعیلی نسل کی طرف برکات سماوی کے منتقل ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ ان نافرمانوں کو جو محمدی سلسلہ میں سے دین سے غافل ہو جائینگے موسوی سلسلہ کی بگڑی ہوئی دوسری کڑی کے ہاتھوں سے سزا دلوائے گا اور یہ سزا یاجوج ماجوج کے ذریعہ سے ہوگی جو نصرانی دین کے پابند ہونگے اور ایک دن سب دُنیا پر چھا جائینگے۔ اور یہ سمجھانے کے لئے کہ یہ اقوام اب بھی موجود ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی حکمت کاملہ نے ابھی ان کو پھیلنے اور ترقی کرنے سے روکا ہوا ہے ان وجوہ کو بیان کیا جو ان اقوام کو روک رہی ہیں اور یاجوج ماجوج کے ایک عرصہ تک باقی دُنیا سے الگ رہنے کا سبب نیک وجود کو بتایا جس کا نام ذوالقرنین بیان فرمایا ہے اور اس طرح نصرانی قوم کے دونوں حصوں کے واقعات بیان کر دیئے ایک وہ جو اصحاب کہف کی شکل میں سچے اور اصل نصرانی تھے اور ایک وہ جو اصحاب کہف کی رُوح کے نکلے جانے کے بعد مسیحیت کو قبول کرینگے اور وہ نصرانی دین پر صرف ظاہر میں قائم ہونگے درحقیقت وہ اس دین کی روح سے بالکل بے خبر ہوں گے۔

آخر میں بتایا کہ آخر اللہ تعالیٰ اپنے عذاب بھیج کر اس یاجوج ماجوج فتنہ کو کچل دے گا۔ اور ایک ذوالقرنین ثانی کے ذریعہ سے مسلمانوں کی نجات کے سامان پیدا کرے گا۔

خلاصہ یہ کہ اس سورۃ میں مسیحی سلسلہ کے دو دوروں کا ذکر کیا گیا ہے اس دور کا بھی جو نیکی کا دور تھا اور اس کا بھی جو بدی کا دور تھا۔ اور بتایا ہے کہ ان دونوں دوروں کے درمیان محمدی سلسلہ کا قیام مقدر ہے اور محمدی سلسلہ کے نافرمانوں کی سزا کے لئے اللہ تعالیٰ نے عیسوی سلسلہ کے بے دین لوگوں کو چھپا رکھا ہے ایک دن وہ ظاہر ہونگے اور اسلامی شوکت کو توڑ دیں گے مگر پھر اللہ تعالیٰ فضل کر کے اسلام کو فتنہ سے محفوظ کر لے گا۔

یہ خلاصہ ہے۔ باقی تفصیلات سورۃ کے مختلف حصوں میں ساتھ کے ساتھ بیان کی جائینگی۔

یہ ترتیب تو وہ ہے جو اس سورۃ کے دوسری سورتوں سے تعلق کو مدنظر رکھ کر بیان کی گئی ہے۔ باقی رہا اس سورۃ کی ابتداء کا تعلق پہلی سورۃ کے آخر سے سو وہ بھی ظاہر ہے۔ اسراء کے آخر میں فرمایا تھا وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيرًا اور اس سورۃ کے شروع میں فرماتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلعم پر قرآن ہم نے جن اغراض سے نازل کیا ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وَيُنْذِرَ الَّذِينَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا۔ پس پہلی سورۃ کو ختم اس ذکر سے کیا تھا کہ خدا کا کوئی بیٹا نہیں اور اس سورۃ کو شروع اس ذکر سے کیا ہے کہ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قوم کی تباہی کی خبر دیتے ہیں جو خدا کا بیٹا تجویز کرتی ہے۔ اسی طرح پہلی سورۃ کے آخر میں فرمایا تھا کہ علم والے لوگ وہ ہوتے ہیں جو خدا تعالےٰ کی عبادتیں کرتے اور اس کے وعدوں پر یقین رکھتے ہیں اور کہف کے شروع میں یہ بتایا ہے کہ جو خدا تعالیٰ کا بیٹا تجویز کرتے ہیں وہ علم والے نہیں کہلا سکتے۔ گویا پہلی سورۃ میں علم کی تشریح کی۔ اور دوسری میں جہالت کی۔ تیسرا تعلق سورۂ اسرا کے آخری حصہ اور سورۂ کہف کے ابتدائی حصہ میں یہ ہے کہ سورۂ اسراء کے آخر میں تو یہ بیان فرمایا ہے کہ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ اللہ تعالیٰ کا حکومت میں کوئی شریک نہیں۔ اور سورۂ کہف کے شروع میں یہ بیان فرمایا ہے کہ لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ قرآن محمد رسول اللہ صلعم کو اس لئے ملا ہے تا کہ لوگوں کو اس عذاب سے ڈرائیں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے یعنے جو لوگ اپنی حکومتوں پر گھمنڈ کرتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ دنیوی سامانوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کا مقابلہ کرنے والا اور انہیں تباہ کرنے والا کوئی نہیں ان کو بتا دے کہ تباہیاں ایسے ذرائع سے بھی ہوا کرتی ہیں جو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتے۔ پس اس خدا کے عذاب سے مطمئن نہ رہو جو اس دنیا کا اصل بادشاہ ہے

پہلا تعلق دونوں سورتوں کے آخری اور ابتدائی حصوں میں یہ ہے کہ سورہ اسراء کے آخری الفاظ یہ تھے کہ کبّرہ تکبیرًا خدا تعالیٰ ہی کی بڑائی بیان کرو اور اس سورۃ کی شروع کی آیات میں خدا کا بیٹا بنانے والوں کا ذکر کر کے فرماتا ہے كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ۔ یہ بہت بڑی بات ہے جو ان کے مونہوں سے نکل رہی ہے یعنے بڑائی تو اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور یہ ظلماً وہ حق اسکی ناچیز مخلوق کو دے رہے ہیں

اب میں بعض احادیث درج کرتا ہوں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس سورۃ کو نصاریٰ کے متعلق ہی کہا ہے اور انہی پر چسپان کیا ہے۔

امام احمد بن حنبل ابو الدرداءؓ سے روایت کرتے ہیں کہ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَفِظَ عَشْرَ اٰيَاتٍ مِّنْ اَوَّلِ سُوْرَةِ الْكَهْفِ عُصِمَ مِنَ الدَّجَّالِ۔ یعنی جس شخص نے دس آیتیں سورۂ کہف کی ابتداء سے یاد کر لیں وہ دجال کے فتنہ سے بچایا جائے گا۔ (مسند احمد بن حنبل جلد ۶ صفحہ ۴۴۹)

نصاریٰ کے متعلق اس سورۃ کے ہونے کا ثبوت احادیث سے

اس حدیث سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورۃ دجال کے فتنہ سے تعلق رکھتی ہے۔ اور احمد اور مسلم اور نسائی نے ابو الدرداء سے روایت کی ہے کہ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَنْ قَرَأَ عَشْرَ الْاٰوَاخِرِ مِنْ سُوْرَةِ الْكَهْفِ عُصِمَ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ۔ کہ جس شخص نے سورۂ کہف کی آخری دس آیتیں یاد کر لیں وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ ہو جائے گا (مسند امام احمد بن حنبل جلد ۶ صفحہ ۴۴۲)

سورہ اسراء کے آخر اور کہف کے ابتدائی حصہ کا تعلق

ان احادیث سے ظاہر ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سورۃ کو دجال کے فتنہ کے متعلق سمجھا ہے لیکن دجال کا نام اس سورۃ میں نہیں آیا۔ ہاں پہلی آیات میں خدا کا بیٹا بنانے کا ذکر ہے جو عیسائیوں کا عقیدہ ہے اور آخری آیات میں اسی قوم کا ذکر ہے جو رات اور دن دنیا کی ترقیات کی سعی میں خرچ کر دیں گے اور ایجادات اور اختراعات میں اس طرح لگ جائیں گے کہ انہیں خیال ہو جائے گا کہ شائد اب کائنات کا راز ہم دریافت کر لینگے لیکن جس قدر ایجادات وہ کریں گے اسی قدر یہ بات کھلتی جائے گی کہ ہر راز قدرت کے بعد ایک اور راز قدرت موجود ہے اور اللہ تعالےٰ کے کاموں کی کوئی حد بندی نہیں کر سکتا۔ اور یہ فقرہ بھی مسیحی اقوام کا ہے پس جب پہلی اور پچھلی سورتوں میں مسیحی مذہب اور مسیحی ترقیات کا ذکر ہے۔ تو یہ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بھی پہلی دس اور آخری دس آیتیں سورہ کہف کی پڑھے گا دجال کے فتنہ سے محفوظ ہو جائے گا اس کے یہی معنے بنتے ہیں کہ آپ نے بگڑی ہوئی مسیحیت کا نام ہی دجال رکھا ہے اور اگر یہ نہ سمجھا جائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نعوذ باللہ من ذالک۔ یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ آپ نے

سورۂ کہف میں نصاریٰ کا ذکر ہے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

دجّال کے فتنہ سے بچنے کے لئے بالکل بے جوڑ آیتیں بتائیں لیکن آپؐ کی شان ایسے فضل سے بلند و بالا ہے۔

خلاصۂ سورۃ

اس سورۃ کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے یہ کتاب اس لئے اتاری ہے کہ پہلی کتب کی غلطیوں کو دُور کرے۔ اور خدا کا بیٹا بنانے والوں کو ڈرا دے ان لوگوں کو بہت کچھ ترقی ملے گی اور وہ اسلام سے بہت کچھ تنفر کریں گے۔ لیکن انکی ابتداء اس قسم کی نہ تھی جس قسم کی انتہاء ہوگی۔ ابتداء میں یہ لوگ نہایت کمزور تھے اور ان کو بہت سخت تکالیف دی جاتی تھیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم کیا اور ان کو مصائب سے بچایا۔ اور ترقی کا راستہ دکھایا مگر وہ ترقی حاصل کرکے شرک میں مبتلا ہو گئے اور بجائے دین کی طرف جھکنے کے دُنیا کی طرف جھک گئے اور اسی میں مشغول ہو گئے۔ پس مسلمانوں کو بھی چاہیئے کہ اس قوم کے حالات سے عبرت حاصل کرتے ہوئے اپنی ترقی کے زمانے میں تین مفاسد سے بچیں۔ (۱) عبادت میں سستی نہ ہو (۲) دنیوی اموال کی طرف حد سے زیادہ رغبت نہ ہو (۳) عیش و عشرت کو اختیار نہ کریں۔

سورۃ کہف سورۃ اسراء کا نتیجہ ہے

پھر فرمایا اس وقت مسلمانوں اور ان کے اہل کتاب بھائیوں کی مثال ایک دولتمند اور غریب بھائی کی طرح ہو گی۔ ایک بھائی تو دولت پر غرور کرے گا اور دوسرا خدا کی طرف توجہ کرے گا۔ آخر تکبّر کا سر نیچا ہوگا اور بغیر انسانی ذرائع کے ایسے سامان پیدا ہوں گے کہ دولتمند کی قوت زائل ہو جائے گی۔

پھر ان تفصیلات کو بیان کیا۔ جو ان تغیرات کے متعلق حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پہلے سے بتا دی گئی تھیں اور اس سلسلہ میں یہ بتایا کہ حضرت موسیٰؑ علیہ السلام کو اس اسراء میں یہ بتا دیا گیا تھا کہ ان کے سلسلہ کی ترقی ایک اور شخص کی ترقی کے بالمقابل بہت کم اور ادنیٰ ہوگی۔ اور وہ آنے والا ان تمام امور کی تکمیل کرے گا جن کو موسیٰ نہ کر سکیں گے۔ پس اسراء کی تعبیر کے مطابق مسیحی قوم کے زوال کے وقت اسلام کو فتح ہوگی۔ اور پھر اس فتح کے بعد کے حالات بیان فرماتا ہے کہ آخر ایک وقت مسلمان بھی دین کو بھول جائیں گے اور اللہ تعالےٰ ان کو سزا دینے کے لئے پھر مسیحیوں کو ترقی دے گا۔ اور یہ ان اقوام کے ذریعہ سے ہوگا۔ جن کو کچھ زمانہ پہلے جنوبی اور مشرقی علاقوں کی طرف بڑھنے سے روک دیا گیا تھا۔ اس وقت دُنیا پر سخت تباہی آئے گی۔ اور سب اقوام دو بڑی نسلوں یا دو بڑے اصولوں کے تابع ہو جائیں گی۔ اور ظلم بڑھ جائے گا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ پھر ایسے سامان پیدا کرے گا۔ کہ اس بڑھتے ہوئے سیلاب کو روک دیا جائے گا۔ اور اس طرف بھی اشارہ فرمایا کہ اس سیلاب کو روکنے میں پھر اس قوم کا حصّہ ہوگا۔ جس نے ایک دفعہ پہلے یاجوج ماجوج کے سیاسی زور کو توڑا تھا۔

غرض یہ سورۃ اسراء کا تتمہ ہے اور اس کے واقعات بے جوڑ نہیں ہیں جیسا کہ بعض مفسرین نے سمجھا ہے بلکہ یہ سورۃ نہایت اعلےٰ ترتیب پر مشتمل ہے اور پہلی سورتوں سے اس کا گہرا تعلق ہے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

(میں) اللہ (تعالےٰ) کا نام لیکر (شروع کرتا ہوں) جو بے حد کرم کرنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ

کامل تعریف اللہ (تعالےٰ) کے لئے (ہی) ہے۔ جس نے یہ کتاب اپنے (اس) بندہ پر اتاری ہے اور اس میں

يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ۜ قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ

کوئی کجی نہیں رکھی (اور اس نے اسے) اس حال میں (اتارا ہے) کہ وہ سیدھی ہے اور صحیح راہنمائی کرنیوالی ہے تاکہ وہ (لوگوں کو)

لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ

اسکی (یعنی اللہ تعالیٰ کی) طرف سے (آنے والے) ایک سخت عذاب سے آگاہ کرے اور ایمان لانیوالوں کو جو نیک (اور مناسب حال)

الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ۙ مَّاكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا ۙ

کام کرتے ہیں بشارت دے کہ ان کے لئے (خدا تعالےٰ کی طرف سے) اچھا اجر (مقدر) ہے وہ اس (اجر کے مقام) میں ہمیشہ رہینگے

۲ حل لغات

اَلْعَبْدُ

اَلْعَبْدُ:۔ کے لئے دیکھو سورۃ بنی اسرائیل ۱

عِوَجًا

عِوَجًا:۔ اَلْعِوَجُ مَعْوِجٌ (یعوج عَوَجًا) سے اسم ہے اور اس کے معنے ہیں ٹیڑھا ہونا کبھی جسموں کے ٹیڑھا ہونے کیلئے عَوَج کا لفظ استعمال ہوتا ہے معانی وصفات کی کجی اور نادرستی کے لئے عِوَج کا لفظ استعمال ہوتا ہے (اقرب) مزید تشریح کے لئے دیکھو سورۃ ۱۴

عِوَجُ الطَّرِيْقِ:۔ زیغہ۔ راستے کا ٹیڑھا پن۔ عِوَجُ الدِّيْنِ وَالْخُلُقِ:۔ فسادہ۔ دین اور اخلاق کی خرابی (تاج)

قَيِّمًا

قَيِّمًا:۔ قَيِّمُ الْاَمْرِ کے معنے ہیں مُقِيْمُهٗ کسی کام کو سنبھالنے والا۔ وَاَمْرٌ قَيِّمٌ مستقیم درست امر۔ وَخُلُقٌ قَيِّمٌ۔ اچھے اخلاق۔ وَدِيْنٌ قَيِّمٌ مستقیم لَا زَيْغَ فِيْهِ ایسا درست مذہب جس میں کوئی کجی نہ ہو۔ وَكُتُبٌ قَيِّمَةٌ اَیْ مستقیمۃ۔ تبیّن الحقّ من الباطل صحیح کتب جو حق کو باطل سے واضح اور جُدا کردیں۔ اَلْقَيِّمُ السَّيِّدُ وَسَائِسُ الْاَمْرِ سردار اور کسی کام کا متولی (تاج) دِيْنًا قَيِّمًا کے معنے ہیں ثَابِتًا مُقَوِّمًا لِاُمُوْرِ مَعَاشِهِمْ وَمَعَادِهِمْ دائم رہنے والا۔ اور دنیا و آخرت کے امور کو درست کرنے والا دین (مفردات)

لِّيُنْذِرَ

لِيُنْذِرَ:۔ اَنْذَرَ سے مضارع کا صیغہ ہے اَنْذَرَهٗ کے معنے ہیں کسی امر کی حقیقت سے اسے آگاہ کیا (۲) اس امر کے نتائج[1] ظاہر ہونے سے پہلے اسے ہوشیار کردیا (۳) خبر دیتے ہوئے اچھی طرح ہوشیار کرنے کو بھی انذار کہتے ہیں (اقرب) تفصیل کے لئے دیکھو یونس ۱۴

بَاْسًا

اَلْبَأْسُ:۔ کے معنے ہیں اَلْعَذَابُ۔ عذاب وَالْبَأْسُ۔ اَلشِّدَّةُ فِی الْحَرْبِ۔ گھمسان کی جنگ۔ وَقَالَ ابْنُ سِيْدَهٗ اَلْبَأْسُ۔ اَلْحَرْبُ ثُمَّ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

كُنْتُ حَتّٰى قِيلَ لَا بَأْسَ عَلَيْكَ اَیْ لَا خَوْفَ ابن سیدہ نے کہا ہے کہ بأس کے اصل معنے تو لڑائی کے ہیں لیکن اس کا استعمال اس کے علاوہ دوسرے معنوں میں بھی بکثرت ہوتا ہے چنانچہ لا بأس علیك بول کر یہ معنے مراد لیتے ہیں کہ لا خوف علیك یعنی کوئی خوف نہیں۔ (تاج)

یُبَشِّرُ

یُبَشِّرُ:۔ بشّر سے مضارع واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے اور بشّر کے لئے دیکھیں نحل ۵۹

اَجْر

اجر:۔ کے لئے دیکھو سورۃ یوسف ۵۷

مَاكِثِيْنَ

مَاكِثِيْنَ:۔ مَكَثَ سے اسم فاعل ماكِثٌ آتا ہے اور ماكِثُوْنَ اس کی جمع ہے مَكَثَ بالمكان (یَمْكُثُ مَكْثًا) کے معنے ہیں لبث و اقام کسی جگہ ٹھہرا (اقرب)

اَبَدًا

اَبَدًا:۔ الأبدُ کے معنے ہیں الدّهرُ لمبا زمانہ الدّائم ہمیشہ رہنے والا۔ القَدِيْمُ قدیم۔ الازليّ ازلی (اقرب) الأبدُ عبارةٌ عَنْ مدة الزمان۔ الممتدّ الذي لا يتجزء غیر معین زمانہ (مفردات)

قَيِّمًا

قَيِّمًا..... الخ وہ بطور داروغہ کے ہے (۱) پچھلی کتابوں پر تاکہ ان کی غلطیوں کو دور کرے (۲) نیز داروغہ ہے آئندہ زمانے کے لوگوں پر کیونکہ انہیں ان اعمال کی اطلاع دیتی ہے جو انہیں کرنے چاہئیں یہی وجہ ہے کہ قیّمًا کا حال نہیں بیان کیا تاکہ دونوں زمانوں کے متعلق حکم سمجھا جائے۔

اس کتاب کا پہلا کام

لغت میں قيّمُ الأمر کے معنے متولّی کے لکھے ہیں یعنی قیّم الامر وہ ہے جس کے سپرد نگرانی اور تربیت ہو۔ ان معنوں کے رُو سے آیت کے یہ معنے ہوں گے کہ یہ کتاب آنے والے لوگوں کے لئے مربّی ہے اور پہلوں کے لئے نگران۔

لِيُنْذِرَ بَأْسًا شَدِيْدًا کا مطلب

لِيُنْذِرَ بَأْسًا شَدِيْدًا۔ عربی زبان میں بؤس کے معنے تنگی اور فقر کے بھی آتے ہیں اور بأس کے معنے بہادری اور طاقت کے یا خوف۔ عذاب اور جنگ کے ہوتے ہیں۔ اس جگہ خوف اور عذاب کے معنے ہیں۔

وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا۔ اس آیت میں مومنوں سے اجرِ حسن کا وعدہ کیا گیا ہے اجرِ حسن سے مُراد صرف یہ نہیں کہ انہیں انعامات ملیں گے کیونکہ یہ معنے خالی اجر سے بھی نکل آتے ہیں۔ چنانچہ کئی جگہ قرآن کریم میں صرف اجر کا لفظ مومنوں کے لئے استعمال ہوا ہے مثلاً اس سورۃ میں آگے چل کر فرماتا ہے اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا۔ ہم نیکوں کے اجر کو ضائع نہیں کریں گے یہاں موقعہ کے لحاظ سے اجر کے معنے اچھے اجر کے ہیں۔ اسی طرح اس آیت میں بھی خالی اجر کا لفظ استعمال کیا جاتا تو اس کے معنی موقعہ کے مطابق اچھے اجر کے ہی ہوتے۔ پس اَجْرًا حَسَنًا کہہ کر اس طرف اشارہ کیا ہے کہ یہ اجر نیک نتیجہ پیدا کرنے والا ہوگا۔ اس کے ملنے سے مومن بگڑیں گے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نعمتوں کو اچھے طور پر استعمال کر کے مزید ثواب اپنے لئے جمع کریں گے۔

مَاكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے یعنی ان کا وہ اجر کبھی ختم نہ ہوگا۔ اس سے یہ مُراد نہیں کہ کسی صورت میں بھی ختم نہ ہوگا بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب تک وہ مومن رہیں گے اجر ملتا رہے گا۔ یہ معنے اس صورت میں ہیں کہ اس آیت کو ان انعامات کے متعلق سمجھا جائے جو مومنوں کو دُنیا میں ملنے والے ہیں۔ لیکن اگر اُخروی انعامات لئے جائیں تو پھر یہی معنے ہوں گے کہ وہ ہمیشہ اس اجر سے فائدہ اُٹھاتے رہیں گے کبھی بھی ان کا اجر ختم نہ ہوگا اس آیت میں اشارہ کیا ہے کہ اگر دائمی فضل چاہتے ہو تو ایمان کو کبھی ہاتھ سے نہ دینا۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

وَّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۝

اور (نیز اس نے اس لئے اُتارا ہے کہ) تا وہ ان لوگوں کو آگاہ کرے جو کہتے ہیں (کہ) اللہ (تعالیٰ) نے (فلاں شخص کو) بیٹا بنا لیا ہے

مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ ؕ كَبُرَتْ كَلِمَةً

انہیں اس بارہ میں کچھ بھی تو علم (حاصل) نہیں اور نہ ان کے بڑوں کو (اس بارہ میں کوئی علم) تھا۔ یہ بہت بڑی (خطرناک) بات

تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ؕ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ۝

ہے۔ جو ان کے مونہوں سے نکل رہی ہے (بلکہ) وہ محض جھوٹ بول رہے ہیں ۵۳

۵۳ حل لغات۔ الولد:۔ ولد کے اصل معنے اولاد کے ہیں۔ خواہ نر ہو یا مادہ۔ لیکن چونکہ اس جگہ بیٹا مُراد ہے۔ ترجمہ میں بیٹے کا لفظ استعمال کیا گیا ہے

الکلمۃ:۔ کے معنے ہیں لفظ یا جو کچھ بولیں خواہ مفرد ہو یا مرکب۔ مزید تشریح کے لئے دیکھو یونس ۳۴ ع ۹

الکذب:۔ کذب کا مصدر ہے۔ اور کذب الرجل کے معنے ہیں۔ اَخْبَرَ عَنِ الشَّیْءِ بِخِلَافِ مَا ھُوَ مَعَ الْعِلْمِ بِہٖ ھٰذَا صِدْقٌ کسی چیز کے متعلق باوجود علم کے خلاف واقعہ خبر دینا کذب کہلاتا ہے اور یہ لفظ صدق کے مخالف معنوں کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ وَسَوَاءٌ فِیْہِ الْعَمْدُ وَالْخَطَأُ اور اس صورت میں جان بوجھ کر خلاف حقیقت بات کہنا یا غلطی سے کہنا دونوں کذب میں شامل ہوتے ہیں (اقرب)

تفسیر:۔ دوسرا کام اس کتاب کا یہ ہے کہ ان لوگوں کو ڈراوے جنہوں نے کہا ہے کہ خدا نے بیٹا بنا لیا ہے (العیاذ باللہ)

عجیب بات ہے کہ پہلے کتاب کا کام انذار بتایا پھر مومنوں کو بشارت دینا اس کا کام بتایا۔ اس کے بعد پھر انذار کا ذکر کیا۔ اور یہ انذار خاص اس قوم کے متعلق بتایا جو اللہ تعالےٰ کا بیٹا بناتے ہیں۔ اس پر سوال پیدا

الولد

ہوتا ہے کہ کیوں انذار کا ذکر اکٹھا نہ رکھا اور بشارت کا ذکر بعد میں نہ رکھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس ترتیب سے قرآن کریم نے ان زمانوں کا بھی اظہار کر دیا ہے جن میں قرآن کریم کا انذار تبشیر اور پھر دوسرا انذار ظاہر ہوگا۔ پہلے انذار سے مکے والوں اور دوسری تامّ قوام کا انذار مراد ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اسلام کی مخالف تھیں چنانچہ قرآن کریم کے اس انذار کے نتیجے میں وہ اقوام تباہ کی گئیں۔ اس کے بعد مومنوں کی بشارت کا ذکر کیا چنانچہ مخالفین اسلام کی تباہی کے بعد مسلمانوں کو انعام ملے اور مَاکِثِیْنَ فِیْہِ اَبَدًا کے حکم کے ماتحت مسلمانوں نے صدیوں تک دُنیا میں حکومت کی۔ اس کے بعد صرف مسیحی قوم کے انذار کا ذکر کیا جس سے اس طرف اشارہ ہے کہ اسلامی ترقی کے بعد پھر مسیحیت زور پکڑے گی اور دُنیا پر اس طرح چھا جائے گی کہ گویا وہی ایک قوم اسلام کے مخالف رہ جائے گی اس وقت قرآن کا انذار خصوصیت سے مسیحی اقوام کے لئے ہوگا اگر اس طرح انذار کو دو ٹکڑوں میں تقسیم نہ کیا جاتا اور مسلمانوں کے انعامات کو درمیان میں بیان نہ کیا جاتا تو یہ لطیف معنے جو عذاب کے اوقات اور آئندہ زمانے کے سیاسی تغیرات کو بھی ظاہر کر رہے ہیں پیدا نہ ہو سکتے تھے۔

ماکثین فیہ ابداً کے ماتحت مسلمانوں کی حکومت

اس کتاب کا دوسرا کام

مسیحیت

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا

تو کیا اگر وہ اس عظیم الشان کلام پر ایمان نہ لائیں تو تُو اُن کے پیچھے شدت غم سے اپنی

بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ۝ اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ

جان کو ہلاکت میں ڈال دے گا ۵۴ جو کچھ (روئے) زمین پر (موجود) ہے اسے یقیناً ہم نے اس کی

کَبُرَتْ كَلِمَةً وہ بڑی بات ہے جو ان کے مُنہ سے نکلتی ہے یہ کلمہ تمیز واقعہ ہوا ہے یعنی كَبُرَتْ هِيَ كَلِمَةً یعنی یہ بات کہنے کے لحاظ سے بہت ہی بڑی ہے

باخع یا دوسرے لفظوں میں اس بات کا تو مُنہ پر لانا بھی بڑا خطرناک ہے اور نیز خلاف عقل ہے۔ اس میں بتایا ہے کہ نہایت گستاخی کا عقیدہ ہونے کے علاوہ اس عقیدے کو تو انسانی عقل بھی رد کرتی ہے یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ایک انسان پھانسی پر چڑھایا جائے اور پھر وہ خدا کا بیٹا کہلائے۔

۱ انذار کی خبر دیتے ہوئے مسیحیت پر ایک کاری ضرب بھی لگا دی فرماتا ہے کہ بیٹا تو خدا کا بناتے ہیں لیکن بیٹا بنانے کی کوئی دلیل ان کے پاس موجود نہیں نہ ان کے باپ دادوں کے پاس تھی یعنی باپ دادوں نے یہ دیکھتے ہوئے کہ مسیح کے حواری اور ان کے شاگرد موحد تھے شرک بعد میں پیدا ہوا ہے اسے خدا کا بیٹا بنا دیا اور ان کے پاس اعلیٰ توحید کی تعلیم اسلام نے پیش کر دی ہے اور مشرکانہ خیالات کا پوری طرح قلع قمع کر دیا ہے مگر نہ پہلوں نے اپنی آنکھوں دیکھی باتوں سے فائدہ اُٹھایا۔ اور نہ بعد میں آنے والوں نے اسلام کے دلائل سے نفع حاصل کیا۔ دونوں گروہوں نے بغیر دلیل اور بغیر ثبوت کے اپنے رب کو چھوڑ کر ایک انسان کو خدا بنا لیا۔

۲ اِلَّا کَذِبًا کہکر بتایا۔ کہ خود مسیح بھی اس قسم کی ابنیت سے منکر ہے چنانچہ موجودہ اناجیل سے بھی مسیح کے خدا کا بیٹا ہونے کا کوئی ثبوت نہیں ملتا

بیشک مسیح علیہ السلام کی نسبت بیٹے کے الفاظ آتے ہیں لیکن یہ الفاظ دیگر انسانوں کیلئے بھی آئے ہیں چنانچہ خروج باب آیت ۲۲ میں لکھا ہے کہ خداوند نے یوں فرمایا ہے۔ کہ اسرائیل میرا بیٹا بلکہ میرا پوٹھا بیٹا ہے۔

۵۴ حل لغات ملعل کے لئے دیکھو سورہ ہود ۱۲

بَاخِعٌ:۔ بَخَعَ سے اسم فاعل ہے۔ اور بَخَعَ نَفْسَهٗ کے معنے ہیں قَتَلَهَا من وَجْدٍ او غيظٍ کہ اپنے نفس کو غم یا غصہ سے ہلاک کر دیا (اقرب) نیز تاج العروس میں ہے بَخَعَ نَفْسَهٗ قَتَلَهَا غَمًّا۔ اپنے نفس کو غم کی وجہ سے ہلاک کر دیا۔ بَخَعَ بالحق بخوعًا:۔ اَقَرَّ بِهٖ وخَضَعَ لَهٗ۔ صداقت کا اقرار کیا اور اس کے لئے سر تسلیم خم کیا۔ بَخَعَ له نُصْحَهٗ اى اَخْلَصَهٗ وبالغَ۔ اس کے لئے اپنی نصیحت کو خالص کیا اور نصیحت میں کوئی کمی نہ رہنے دی اور فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ کے معنی ہیں مهلكها مبالغا فيها حرصًا على اسلا مهم۔ کہ شائد تو اپنے نفس کو اُن کے اسلام میں داخل ہونے کی شدید خواہش سے ہلاکت میں ڈال دے گا۔ (تاج)

اٰثار:۔ اثر کی جمع ہے۔ اور الاثر کے معنے ہیں۔ ما بقى من رسم الشئ:۔ کسی چیز کا باقیماندہ نشان۔

الحدیث:۔ حدیث السنۃ۔ سنت (اقرب)

اَسَفًا:۔ اسف سے مصدر ہے اور اسف علیہ کے معنے ہیں۔ حَزِنَ اشد الحزن وتلهف:۔ وہ سخت رنجیدہ اور غمزدہ ہوا (اقرب)

تفسیر:۔ اس آیت میں بتایا ہے کہ جس طرح یہود کی تباہی کی خبر پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں درد

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۝ وَاِنَّا

زینت (کا موجب) بنایا ہے۔ تاکہ ہم ان کا امتحان لیں (کہ) ان میں سے سب سے اچھے کام کرنے والا کون ہے اور

اُٹھاتا (نحل ع ۱۶) . . . . . .

اسی طرح اس قوم کی تباہی کی خبر پر بھی آپؐ کو سخت صدمہ ہوگا۔ پس اللہ تعالیٰ صدمہ پہنچنے سے پہلے ہی آپ سے اظہارِ ہمدردی فرماتا ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتا ہے کہ اب اس خبر کو سُن کر بھی تیرے دل کو ایسا صدمہ ہوگا کہ گویا تُو اپنی جان کو ہلاک کرنے لگا ہے لیکن تُو صبر سے کام لے کر یہ تیرے رب کی مشیت ہے دیکھو اس جگہ دوسرے مشرکین کا کوئی ذکر نہیں صرف عیسائیوں کا ذکر ہے پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جس غم کی اس آیت میں خبر دی گئی ہے وہ عیسائیوں کی تباہی پر ہی ہو سکتا تھا۔ لیکن کیسے افسوس کی بات ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو اس عذاب پر جو مسیحیوں پر تیرہ سو سال بعد آنا تھا ایسا غم محسوس کرتے ہیں کہ گویا اپنی جان کو ہلاک کر دیتے ہیں مگر مسیحیوں کے بعض مصنف اپنے محسن کو رات دن گالیاں نکالتے رہتے ہیں۔

بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا میں اس طرف اشارہ کیا ہے کہ قرآن کریم تو اپنی صداقت کی آپ ہی دلیل ہے اور مسیحی اقوام کو جو مشکلات پیش آنے والی ہیں ان کا حل اس میں موجود ہے۔ پس تجھے اس کا سخت صدمہ ہوگا کہ اس علاج کی موجودگی کے باوجود یہ قوم جو دُنیوی شان و شوکت میں خاص طور پر ترقی کر چکی ہوگی اس سے فائدہ نہ اُٹھا سکے گی اور اس کا انکار کر کے تباہ ہو جائے گی۔

۵ **تفسیر** فرماتا ہے ہم نے دنیا میں ہزاروں چیزیں پیدا کی ہیں اور غرض یہ ہے کہ انسان کے لئے ایک شغل پیدا کریں تا وہ ان اشیاء کو دریافت کرنے پھر ان سے کام لے اور زِيْنَةً کہہ کر اس طرف اشارہ کیا ہے کہ دنیا کی ہر چیز کوئی نہ کوئی فائدہ رکھتی ہے۔ کوئی بھی ایسی چیز نہیں جس میں کوئی فائدہ نہ ہو اسی ایک لفظ سے کس طرح اس نکتہ کو واضح کر دیا گیا ہے کہ دُنیا کی کوئی چیز لغو نہیں اگر بعضها زِيْنَةً ہوتا تو یہ خیال کیا جا سکتا تھا کہ بعض اشیاء مفید ہیں اور بعض غیر مفید۔ مگر اللہ تعالیٰ سب اشیاء کو جو دنیا پر ہیں دُنیا کے لئے زینت کا موجب قرار دیتا ہے پس معلوم ہوا کہ اسلام کے نزدیک دنیا کی ہر شے میں فوائد ہیں اور وہ ایک حُسن یعنی خوبی اپنے اندر رکھتی ہے اور کوئی چیز بھی نہیں کہ جو دُنیا کا حُسن بڑھانے والی نہ ہو افسوس کہ اس حکم سے مسلمانوں نے فائدہ اُٹھانا چھوڑ دیا اور تحقیق اور ایجاد کے کام کو نظر انداز کر دیا۔ اور یورپ والوں نے باوجود قرآن کریم کو نہ ماننے کے اس حکم پر عمل کیا اور علوم میں اس قدر ترقی کی کہ ساری دنیا پر غالب آ گئے۔

لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا میں اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ دنیا کی اشیاء اس لئے پیدا کی گئی ہیں تا کہ لوگ ان کے متعلق تحقیق کریں دنیا کی حالت کو سدھاریں۔ اس حصّے کے متعلق مسیحیوں سے کوتاہی ہوئی ہے انہوں نے دنیا کے راز تو دریافت کئے مگر اچھے عمل کا نمونہ نہ دکھایا یعنی اس تحقیق اور تدقیق کے نتیجہ میں انہوں نے دُنیا میں ظلم اور فساد کی بُنیاد رکھ دی اور غالباً اس طرف اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے۔

۱ مسیحی قوم کی ترقی کے بعد زوال کی پیشگوئی۔

۲ مسیحی قوم کی تباہی پر آنحضرتؐ کو غم

۳ لنبلوھم ایھم احسن عملا دُنیا کی اشیاء کی تحقیقات کرنے کی طرف اشارہ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا ۝ اَمْ حَسِبْتَ

جو کچھ اس (زمین) پر (موجود) ہے اسے ہم یقیناً (ایک دن مٹا کر) ویران سطح بنا دینے والے ہیں ۝ کیا تو سمجھتا ہے کہ

اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا

کہف اور رقیم والے (لوگ) ہمارے نشانوں میں سے کوئی اچنبھا (نشان) تھے (جن کی نظیر پھر کبھی نہ پائی جا سکتی ہو)

صَعِيْدًا

۶ حل لغات:- صَعِيْدًا:- صعید کے معنے ہیں۔ التراب مٹی۔ وقیل وجہ الارض ترابًا کان او غیرہ:- زمین کی سطح خواہ مٹی کی ہو یا کسی اور چیز کی۔ الموقع من الارض۔ بلند زمین۔ وقیل ھو مالا یخالطہ رمل ولا سبخۃ اور بعض نے صعید اسی مٹی کو قرار دیا ہے جس میں ریت اور کلر نہ ہو۔ الطریق رستہ۔ القبر۔ قبر (اقرب) کہتے ہیں صارت الحدیقۃ صعیدًا:- باغ چٹیل میدان ہو گیا یعنی اس میں کھیتی نہ رہی (مفردات)

جُرُزًا

جُرُزًا:- جرزہ (یجرزُ) کے معنے ہیں قطعہ اسے کاٹا۔ جَرَزَ الزمانُ زیدًا:- اجتاحہ۔ زمانے نے اس کو تباہ کر دیا۔ ارضٌ جَرَزٌ و جُرُزٌ کے معنی ہیں التی لا تنبت او اکل نباتھا او قُطِع وہ زمین جس میں کوئی چیز نہ اُگے۔ یا اسکی نباتات کاٹ کر استعمال کر لی گئی ہو۔ اور پھر وہ چٹیل رہ جائے (اقرب) نیز صعیدٌ جُرُزٌ کے معنے ہیں ای منقطع النبات چٹیل میدان جس میں کوئی سبزی نہ ہو (مفردات)

تفسیر فرمایا وہ دنیا کا سامان تو ایک عارضی چیز اور عارضی سامان ہے حقیقی نہیں۔ صرف قومی مقابلہ کا ایک ذریعہ خدا تعالیٰ نے بنایا ہے تا بنی نوع انسان کی خدمت کر کے ثواب حاصل کریں۔ لیکن مسیحی لوگ اس غرض کو پوری نہ کریں گے خدا کے پیدا کئے ہوئے سامانوں کی جستجو تو کریں گے لیکن ان کو حسن عمل کا ذریعہ نہ بنائیں گے۔ اور لڑائی جھگڑے کا ذریعہ بنا لیں گے۔ پس چونکہ ہمارا مقصد تو ان اشیاء کے پیدا کرنے سے دُنیا کو زینت دینا ہے چونکہ وہ مقصد انکی تحقیقاتوں اور ایجادوں سے پورا نہ ہوگا ہم ان کے کام کو مٹا دیں گے غرض اس جگہ سب دُنیا کی تباہی مراد نہیں بلکہ ان کاموں کی تباہی مراد ہے جو اللہ کا بیٹا بنانے والی قوم کرے گی۔

اس آیت کے الفاظ میں نہایت لطیف طور پر ایک تمثیل کی طرف جو اس سورۃ میں آگے چل کر بیان ہوئی ہے اشارہ فرمایا گیا ہے اور وہ اشارہ صَعِيْدًا جُرُزًا کے الفاظ میں ہے۔

صعید کے معنے اس زمین کے ہوتے ہیں جس میں سے درخت وغیرہ کٹ جائیں۔ چنانچہ عرب کا محاورہ ہے صارت الحدیقۃ صعیدًا (تاج) باغ اُجڑ گیا اس کے درخت فنا ہو گئے۔ اور جُرُز کے معنے بھی اس زمین کے ہوتے ہیں جس کی سبزی تباہ ہو گئی ہو آگے چل کر جہاں دو باغوں کی تمثیل دی گئی ہے (کہف ع ۵) وہاں بھی متکبر باغوں والے کو اس کا ناصح بھائی کہتا ہے کہ تو تکبر نہ کر ایسا نہ ہو کہ آسمانی عذاب نازل ہو کر تیرے باغوں کو صعیدًا زلقا بنا دے۔ صعیدًا کا لفظ تو وہی ہے جو یہاں استعمال ہوا ہے۔ جُرُزًا کی جگہ وہاں زلقا کا لفظ رکھا گیا ہے اور اس کے معنے بھی یہی ہیں کہ جہاں کوئی کھیتی نہ ہو۔ عرب کہتے ہیں ارض زلقٌ ایسی زمین جس پر کوئی کھیتی نہ ہو پس اس آیت سے اس طرف اشارہ ہے کہ آگے جو تمثیل بیان کی گئی ہے مسیحی قوم بھی اس میں شامل ہے اور اللہ تعالیٰ ان کے لگائے ہوئے باغوں کو تباہ کر دے گا۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

عَجَبًا ۝ اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ

۱۰ جب وہ (چند) نوجوان وسیع غار میں پناہ گزین ہوئے اور (دعا کرتے ہوئے) انہوں نے کہا

اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ۝ ۱۰

(کہ) اے ہمارے رب ہمیں اپنے حضور سے (خاص) رحمت عطا کر۔ اور ہمارے لئے ہمارے (اس) معاملہ میں درستی کی راہ مہیا

فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ۝

جس پر ہم نے اس وسیع غار میں چند گنتی کے سالوں کے لئے انہیں (بیرونی حالات کے) سننے سے محروم کر دیا ۱۱

۷ حل لغات ۔ الکھف ۔ کا بیت المنقور فی الجبل گھر کی شکل پر پہاڑ میں کھود کر بنایا ہوا مکان ۔ اسکی جمع کھوف آتی ہے ۔ غار اور کہف میں یہ فرق ہے کہ کہف وسیع ہوتی ہے اور غار تنگ ۔ الکھف ایضاً الوزر ۔ حفاظت کی جگہ ۔ الملجاء ۔ پناہ کی جگہ ۔ (اقرب)

(قیم) ۔ (رقم (یرقم رقما) کے معنے ہیں کتبہ اس کو لکھا ۔ رقم الکتاب اعجمہ وبینہ ۔ کسی کتاب یا خط کے الفاظ کو واضح طور پر لکھا ۔ (رقم الثوب ۔ خطّطہ و اعلمہ ۔ اس پر لکیریں ڈالیں اور نشاندار کیا ۔ کسی چیز پر تصویر بنانا ۔ لکھنا ۔ نقش بنانا ۔

الرقیم ۔ الکتاب ۔ المرقوم ۔ لکھی ہوئی چیز اصحاب الرقیم کے معنے ہونگے ۔ نقش یا تصویریں بنانے والے لوگ ۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ پتھر یا لوہے پر کھودنے والے لوگ ۔ تو اس لحاظ سے یہ معنی ہونگے کہ پتھروں پر یا کاغذوں پر لکھنے والے یا نقش و نگار کرنے والے یا تصویریں بنانیوالے یا کھودنے والے ۔ رقیم بمعنے مرقوم بھی ہو سکتا ہے اس لحاظ سے اصحاب الرقیم کے معنے ہونگے جن کے پاس لکھی ہوئی چیز یا ہو یعنی کتابیں یا سامان جن پر نام لکھا ہوا ہو یا کتبہ والے وغیرہ وغیرہ ۔

العجب (۱) جب کوئی ایسا امر پیش آئے کہ اس کے ماننے میں طبیعت کو انقباض اور انکار ہو ۔ تو اس انکار کی حالت کو عجب کہتے ہیں ۔ (۲) پیش آمدہ امر کو پسند کرنے کو بھی عجب کہتے ہیں ۔ (۳) اس حالت رغب کو بھی عجب کہتے ہیں جو انسان پر کسی چیز کو بہت ہی بڑا سمجھنے کے وقت طاری ہوتی ہے (اقرب) تفصیل کے لئے دیکھو سورہ یونس ۷

تفسیر ۔ کیا لطیفہ ہے بلکہ رونے کا مقام ہے کہ خدا تعالیٰ تو کہتا ہے کہ اصحاب کہف کوئی عجوبہ چیز نہ تھے بلکہ اور آیتوں کی طرح یہ بھی ایک آیت ہی تھے ۔ مگر ہمارے مسلمان اس کو ایک عجوبہ بنا رہے ہیں ۔ (اصحاب کہف کی تفصیل کے لئے دیکھو اگلی آیات)

۸ حل لغات ۔ اَوَى ۔ اوی الی منزلہ ومنزلہ کے معنے ہیں نزل بہ لیلاً او نہاراً وہ اپنے مقام میں رات کو یا دن کو اترا ۔ (اقرب) الفتیۃ ۔ الفتی کی جمع ہے اور الفتی کے معنے ہیں الشاب الحدث ۔ نوجوان ۔ السخی الکریم ۔ فیاض اور سخی (اقرب)

الرحمۃ ۔ الرحمۃ : رقۃ القلب والانعطاف یقتضی التفضل والاحسان والمغفرۃ : رقت قلب جو ترس احسان اور بخشش کی مقتضی ہوتی ہے نیز رحمت کے معنے مغفرت کے بھی ہوتے ہیں (اقرب)

الرقیم ۔ تفسیر ۔ رشد کے معنی ہدایت کے ہیں مگر رشد زیادہ تر دینی امور میں اور رُشد دینی اور دنیوی امور کی ہدایت کے لئے آتا ہے ۔ پس دعا کا مطلب یہ ہوا کہ اے اللہ ہمارے لئے اس معاملہ میں آزادی اور کامیابی کا رستہ نکال ۔

۹ حل لغات ۔ ضرب علی اذنہ : منعہ ان یسمع اس کو سننے سے روک دیا ۔ (اقرب)

ضرب ۲ علی اللہ

تفسیر ۔ ضربنا علی اذانھم کے معنے ہیں ہم نے ان کو سننے سے روک دیا ۔ یعنی کچھ سال تک ان کو کہف میں رکھ کر باقی لوگوں کے حال سے ناواقف رکھا ۔ ان کو معلوم نہ ہوتا تھا کہ زمانہ کا کیا حال ہے ۔ (اصحاب کہف کون تھے اس کے لئے دیکھو اگلی آیت)

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَيُّ الْحِزْبَيْنِ اَحْصٰى لِمَا

پھر ہم نے انہیں اٹھایا تاکہ ہم جان لیں کہ جتنی مدت وہ (وہاں) ٹھہرے رہے تھے اسے دو لوگوں میں سے

لَبِثُوْٓا اَمَدًا ۝ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ۭ ع ۱۳/۱۲

زیادہ محفوظ رکھنے والا کونسا گروہ ہے۔ ۱۵ ہم انکی اہم خبر بالکل صحیح طور پر تیرے پاس بیان کرتے ہیں۔

بَعَثْنٰهُمْ

۱۵ حل لغات ۔ بَعَثْنَا : بَعَثَ سے جمع متکلم کا صیغہ ہے۔ اور بَعَثَ کے لئے دیکھو حجر ۳۷

اَلْحِزْبَيْنِ : اَلْحِزْبُ سے تثنیہ کا صیغہ ہے اور اَلْحِزْبُ کے لئے دیکھو رعد ۳۷

الْاَمَد

اَلْاَمَدُ کے معنے ہیں اَلْغَايَةُ الْمَدٰى۔ آخری حد غایت و انتہاء۔ اَلْاَمَدُ وَالْاَبَدُ يَتَقَارَبَانِ لٰكِنَّ الْاَبَدَ عِبَارَةٌ عَنْ مُدَّةِ الزَّمَانِ الَّتِيْ لَيْسَ لَهَا حَدٌّ مَحْدُوْدٌ وَلَا يَتَجَزَّأُ۔ وَالْاَمَدُ مُدَّةٌ لَهَا حَدٌّ مَجْمُوْلٌ۔ اَمَدُ اور اَبَدُ تقریباً ایک جیسے ہی معنے رکھتے ہیں لیکن ابد اس زمانہ کو کہتے ہیں جو غیر محدود ہو۔ اور اَمَدُ اس مدت کو کہتے ہیں جس کی انتہاء معلوم نہ ہو وَالْفَرْقُ بَيْنَ الزَّمَانِ وَالْاَمَدِ۔ اَنَّ الْاَمَدَ يُقَالُ بِاعْتِبَارِ الْغَايَةِ وَالزَّمَانُ فِي الْمُبْتَدَءِ وَالْغَايَةِ۔ وَلِذٰلِكَ قَالَ بَعْضُهُمُ الْمَدٰى وَالْاَمَدُ يَتَقَارَبَانِ۔ اور زمان اور امد کے لفظ کے درمیان یہ فرق ہے کہ امد کا لفظ انتہاء کا اعتبار کرتے ہوئے بولا جاتا ہے اور زمانہ عام ہے۔ وہ مبداء پر بھی اور انتہاء پر بھی بولا جاتا ہے اس فرق کے پیش نظر بعض نے مدی اور امد کو متقارب المعنی قرار دیا ہے۔ (مفردات)

اصحاب کہف کے حالات

اصحاب کہف کون تھے

تفسیر۔ اصحاب کہف کون تھے؟ کہاں تھے؟ اور ان کے حالات کیا ہیں؟ یہ ایک نہایت اہم سوال ہے جو صدیوں سے مفسرین کے دلوں میں ہیجان پیدا کرتا چلا آیا ہے۔

میں اس سوال کو حل کرنے کے لئے سب سے پہلے بعض روایات بیان کرتا ہوں جو اصحاب کہف کے متعلق پرانے مفسروں نے بیان کی ہیں۔

(۱) مشہور مؤرخ ابن اسحاق اور بعض دوسرے مصنفوں نے یہ لکھا ہے کہ جب مسیحیوں میں شرک پیدا ہوگیا۔ بتوں کی پوجا اور ان کے لئے قربانی شروع ہوگئی تو ان میں سے کچھ لوگوں کو جو موحد تھے۔ یہ امر بُرا لگا اس زمانہ میں دقیانوس نامی مسیحی بادشاہ تھا۔ بعض روایات میں اس کا نام دقیوس آیا ہے۔ یہ بادشاہ موحد نصاریٰ کو قتل کرتا تھا۔ انہی ایام میں موحد نصاریٰ میں سے کچھ امراء نوجوانوں کو جو افیوس یا بعض روایات میں لکھا ہے کہ طرسوس کے رہنے والے تھے شاہی سپاہیوں نے پکڑ لیا اور بادشاہ کے سامنے پیش کیا۔ اس نے انہیں بتوں کو سجدہ نہ کرنے پر ڈانٹا مگر وہ توحید پر قائم رہے۔ اس پر بادشاہ نے انکو کچھ مہلت دی کہ اس عرصہ میں سوچ لو۔ انہوں نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھا اور وہاں سے بھاگ کر ایک غار میں چھپ گئے جس کا نام منجلوس تھا۔ باقی تو عبادت میں مشغول ہوگئے اور اپنے میں سے ایک کو جس کا نام تملیخا تھا۔ سودا سلف لانے پر مقرر کر دیا۔ وہ بھیس بدلکر شہر میں جاتا اور سودا لے آتا۔ ایک دن اسے معلوم ہوا کہ بادشاہ جو باہر کسی مہم پر گیا ہوا تھا واپس آگیا ہے اور اس نے ان نوجوانوں کو پھر طلب کیا ہے۔ وہ روتا ہوا آیا اور سب کو اس کی خبر دی۔ انہوں نے خوب رو رو کر دعائیں کرنی شروع کیں۔ جب دعائیں ختم ہوئیں تو اللہ تعالیٰ نے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ان کو سُلا دیا۔ ان کا سامان ان کے سرہانے پڑا تھا اور کتا دہلیز پر تھا۔ بادشاہ نے ان کا پتہ لے کر ان کا پیچھا کیا۔ مگر جب غار میں بعض لوگوں کو بھیجا تو کوئی غار میں نہ جا سکا۔ اس پر ایک مصاحب نے کہا کہ اے بادشاہ آپکی غرض ان کو مارنا ہی تو ہے۔ آپ اس غار کے دروازہ پر دیوار کھنچوا دیں آپ ہی بھوکے پیاسے مر جائینگے۔ بادشاہ نے اسکے مشورہ کے مطابق دیوار کھنچوا دی۔ اس کے بعد وہ کچھ گنڈا جو اللہ تعالیٰ نے اگلی آیات میں بیان فرمایا ہے۔ (روح المعانی جلد ۱۵ بحوالہ ابن اسحاق)۔

(۲) بعض نے لکھا ہے کہ حضرت مسیحؑ کے ایک حواری تھے وہ سفر کرتے ہوئے ایک ایسے شہر میں پہنچے جس کا بادشاہ بُت پرست تھا۔ اور اس نے حکم دے رکھا تھا کہ جو شہر میں داخل ہو پہلے دروازہ پر نصب کئے ہوئے بُت کو سجدہ کرے انہوں نے ایسا نہ کیا۔ اور شہر کے باہر ایک حمام میں ٹھیر گئے اور وہیں تبلیغ شروع کر دی۔ جس کی وجہ سے کئی لوگ ان کے ہمخیال ہو گئے۔ ایک دن بادشاہ کا لڑکا ایک فاحشہ کو لے کر حمام کرنے کے لئے آیا۔ اس حواری نے اسے نصیحت کی وہ اس دن رک گیا۔ دوسری دفعہ پھر آیا تو انہوں نے اسے ڈانٹا اس نے بات نہ مانی اور اس فاحشہ سمیت حمام میں چلا گیا۔ صبح کے وقت وہ مردہ پایا گیا۔ بادشاہ کو لوگوں نے کہا کہ حمام والے نے مار دیا ہے۔ بادشاہ نے تحقیق شروع کی۔ حمام والا بھاگ گیا اور اس کے سب دوست بھی۔ کچھ نوجوان جو مسیحی ہو چکے تھے وہ بھی ڈر کر بھاگے اور ایک زمیندار کے پاس جو اُن کا دوست تھا گئے وہ بھی ان کا ہم خیال تھا۔ وہ ان کو لے کر ایک غار میں جا چھپا۔ بادشاہ کو علم ہوا۔ تو وہ پکڑنے گیا۔ اس سے آگے وہی لوگوں کے ڈرنے اور بادشاہ کے دیوار بنانے کا واقعہ ہے۔ (اخرجہ عبدالرزاق وابن المنذر عن وھب بن منبہ۔ روح المعانی جلد ۱۵ صفحہ ۱۹)۔

ابن المنذر اور ابن ابی شیبہ اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ میں حضرت معاویہؓ کے ساتھ رومیوں کے مقابلہ پر جہاد کے لئے گیا تھا۔ اس سفر میں ہم نے اصحاب کہف کی غار دیکھی۔ معاویہؓ نے کچھ لوگ اس غار کو دیکھنے کے لئے بھیجے مگر آندھی آگئی اور وہ لوگ اندر نہ جا سکے۔ (در منثور جلد ۴ صفحہ ۲۱۴)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں نے اصحاب کہف کی ہڈیاں دیکھیں۔ وہ تین سو سال کی پرانی تھیں۔ (در منثور جلد ۴ صفحہ ۲۲)۔

اصحاب کہف کے متعلق تفاسیر کے واقعات

ان کے انجام کے متعلق مندرجہ ذیل روایات کتب تفسیر میں بیان کی گئی ہیں۔ (۱) ایک لمبے عرصہ تک اللہ تعالیٰ نے انکو سُلائے رکھا پھر جگا دیا۔ انہوں نے اپنے میں سے ایک شخص کو کھانا لینے بھیجا۔ اسنے دوکاندار کو جو سکہ دیا۔ اسے دیکھ کر وہ حیران رہ گیا کیونکہ وہ سکہ پرانا تھا۔ اس نے اور دوکانداروں کو دکھایا۔ سب اس سکہ کو دیکھ کر حیران ہوئے کہ یہ کس ملک کا سکہ ہے۔ آخر بادشاہ تک معاملہ پہنچا جس کا نام تندوسیس تھا۔ بادشاہ نے اس نوجوان سے سب واقعہ سُنا اور اس کے ساتھ غار تک آیا۔ وہاں سب اصحاب کہف سے ملا اور ان سے بغلگیر ہوا۔ کچھ دیر باتیں ہوئیں۔ پھر اصحاب کہف نے اسکو نصائح کیں اور لیٹ گئے اور اسی وقت مر گئے۔ (روح المعانی و ابن کثیر)۔

(۲) بعض دوسری روایات میں آتا ہے کہ جب لوگ غار پر پہنچے تو وہ لوگ اسی وقت مر گئے اور وہ انکو زندہ نہ دیکھ سکے۔ اور جو کھانا لینے گیا تھا وہ بھی وہاں پہنچ کر مر گیا۔ (عبدالرزاق و ابن ابی حاتم عن عکرمہؓ در منثور جلد ۴ صفحہ ۲۱۴)

وقیس والا واقعہ مسیحی کتب میں بھی لکھا ہوا ہے مشہور انگریز مؤرخ گبن اپنی کتاب "رومن حکومت کی ترقی اور تباہی" میں لکھتا ہے کہ ایک کہانی سات سونے والوں کے متعلق طوس کے پادری گریگوری نے لکھی ہے جسے میں لکھنا ضروری سمجھتا ہوں۔ یہ کہانی شامی مسیحیوں میں مشہور تھی۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اصحاب رقیم کے متعلق تفاسیر کے واقعات

اوران کی کتب سے گریگوری نے نقل کی ہے۔ گبن نے اسکے جو کہانی نقل کی ہے وہ ابن اسحٰق کی روایت سے بہت ملتی ہے۔ انمیں لکھا ہے کہ دقیوس بادشاہ کے وقت یہی انیس شہر کے چند امراء نوجوان جو مسیحی تھے انہوں نے مسیحیوں پر بادشاہ کا ظلم دیکھ کر اپنے آپکو ایک غار میں چھپا دیا۔ بادشاہ نے غار کا منہ بند کروا دیا۔ ایک سو اسّی سال تک اللہ تعالیٰ نے انکو سُلائے رکھا۔ ایڈولیس جس کے پاس وہ علاقہ تھا اس کے غلاموں نے کسی ضرورت کے لئے غار کے منہ پر سے پتھر ہٹائے اور سورج کی شعاع اندر جانے پر اللہ تعالیٰ نے انکو زندہ کر دیا۔ وہ جاگے تو سمجھے کہ چند گھنٹے ہم سوئے ہیں انکو بھوک لگی تو انہوں نے اپنے ایک ساتھی جیمبلیکس کو خوراک لینے بھجوایا۔ اس نے شہر کو بدلا ہوا پایا اور دروازہ پر صلیب دیکھی تو اس کی حیرت کی کوئی حد نہ رہی۔ نان پز کو جب اس نے سکہ دیا تو اس کے لباس اور عجیب سکہ کو دیکھ کر وہ حیران رہ گیا اور یہ سمجھ کر کہ اسے کوئی خزانہ ملا ہے اسے قاضی کے سامنے پیش کیا۔ جب انہوں نے واقعہ سُنا بادشاہ تھیوڈوسیس اور سب امراء مل کر غار پر گئے جہاں اصحاب کہف نے انہیں برکت دی۔ اپنا قصہ سُنایا اور فوت ہو گئے۔ (جلد اول صفحہ ۴۱۹)۔

علامہ ابوحیان بحر محیط میں لکھتے ہیں کہ سپین میں ایک جگہ تو شا ہے اس میں ایک غار ہے وہاں اصحاب کہف کی لاشیں بتائی جاتی ہیں اور اس میں ان کا کتا بھی ہے ابن ابی عطیہ کہتے ہیں کہ میں نے وہ جگہ دیکھی ہے۔ چار پانچ سو سال سے وہاں انکی لاشیں پڑی ہیں۔ (بحر محیط جلد ۲۔ صفحہ ۱) اسی طرح وہ لکھتے ہیں کہ عرقاطہ کے پاس ایک اُجڑا ہوا شہر ہے جسے دقیوس کا شہر کہتے ہیں جو بڑے بڑے پتھروں سے بنا ہوا ہے اس میں عجیب عجیب قبریں ہیں۔

مفسرین نے اصحاب کہف کے نام بھی لکھے ہیں۔ چنانچہ ابن عباس رضؓ سے مروی ہے۔ وہ یہ نام بتاتے ہیں میکسلمینا۔ تملیخا۔ مرطونس۔ کشطونس۔ بیرونس۔ دبنموس۔ یطونس اور قالوس (ابن کثیر جلد ۴ صفحہ ۱۳)

رقیم کے متعلق بھی مختلف روایات ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ تانبے اور پتھر کی لوح پر ان کے نام لکھے تھے اس لئے ان کا نام رقیم ہو گیا۔ بعض کے نزدیک ان کے شہر کا نام رقیم تھا۔ بعض کے نزدیک دریوں کا نام تھا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ان کے کتے کا نام تھا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ان کی شریعت کا نام تھا۔ اور بعض کے نزدیک ان کی وادی کا نام تھا۔ اور بعض کے نزدیک پہاڑ کا نام تھا جس پر وہ غار تھی۔

ان روایات سے جو مسلمانوں کی کتب اور مسیحیوں کی کتب میں آئی ہیں یہ بات تو ثابت ہو جاتی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے پہلے اصحاب کہف کے قصے سے ملتے جلتے واقعات لوگوں میں مشہور تھے۔ لیکن ان میں اس قدر اختلاف تھا کہ جیسا کہ قرآن کریم فرماتا ہے ان پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا کیونکہ جھوٹ سچ ان میں ملا ہوا تھا۔

ان روایات کے علاوہ مفسرین نے ایسی بہت سی روایات بھی لکھی ہیں جن میں کتے کے حالات بیان کئے گئے ہیں یہاں تک کہ کہا گیا ہے کہ جنت میں صرف دو حیوان ہوں گے۔ ایک اصحاب کہف کا کتا اور ایک بلعم کا گدھا۔

صاحب فتح البیان اس قسم کی بعض روایات نقل کر کے لکھتے ہیں۔ لَا اَدْرِیْ اَیَّ شَیْءٍ مِّنْ ھٰذَا التَّدْقِیْقِ وَالتَّحْقِیْقِ بِتَفْسِیْرِ الْکِتَابِ الْعَزِیْزِ وَمَا الَّذِیْ حَمَلَھُمْ عَلٰی ھٰذَا الْفُضُوْلِ الَّذِیْ لَا مُسْتَنَدَ لَہٗ فِی السَّمْعِ وَلَا فِی الْعَقْلِ۔ (جلد ۵) یعنی میں نہیں سمجھتا کہ اس نام نہاد تدقیق اور تحقیق کا تعلق قرآن کریم کی تفسیر کے ساتھ کیا ہے۔ اور ان مفسرین کو ان لغویات کے نقل کیطرف جن کا نہ کوئی عقلی ثبوت ہے نہ نقلی۔ کیوں رغبت ہوئی ہے۔

سابق مفسرین کے خیالات لکھنے کے بعد میں استاذی المکرم

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

حضرت مولوی نورالدین رضؓ خلیفۂ اوّل جماعت احمدیہ کی تحقیق اس بارہ میں لکھتا ہوں۔ آپ کا خیال تھا کہ اصحاب کہف ابتدائی زمانہ کے مسیحیوں میں سے ایک موحد جماعت تھی۔ ان لوگوں نے شرک کی اشاعت سے ڈر کر کسی دوسرے ملک کا سفر کیا۔ اور وہاں مدتوں تک گمنامی میں پڑے رہے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے انہیں ترقی دی اور سب دنیا میں پھیلا دیا۔ آپ کا خیال تھا کہ اس واقعہ میں یوسف آرمیتیا کے ایک سفر کیطرف اشارہ ہے جب کہ وہ اپنے بعض ساتھیوں کو لے کر انگلستان چلے گئے تھے۔ وہاں انہوں نے پہلے مسیحی گرجا کی بنیاد رکھی۔ آپ کا اشارہ اس روایت کیطرف ہے جو انگلستان میں صدیوں سے مشہور چلی آتی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ فلپ حواری نے یوسف آرمیتیا اور چند اور لوگوں کو انگلستان تبلیغ کے لئے بھجوایا تھا۔ وہاں انہوں نے GLOSTONBURY کے مقام پر ایک گرجا بنایا اور عیسائیت کی تبلیغ شروع کی۔ یہ قصہ "گلاسٹنبری کے گرجا کی قدامت" نامی کتاب میں مذکور ہے جو ولیم نامی ایک شخص نے جو مالمس بری MALMES BURY کا باشندہ تھا گیارہ سو پچیس ۱۱۲۵ عیسوی میں لکھا تھا۔ لیکن اس کے اس نسخہ میں جو اس نے خود لکھا اس واقعہ کا ذکر نہیں بلکہ یہ لکھا ہے کہ معتبر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ انگلستان کے ایک بادشاہ لوسیئس (LUCUIS) کے کہنے پر پوپ نے ۱۶۶ء میں ایک تبلیغی مشن انگلستان بھجوایا تھا جس نے یہ گرجا بنایا۔ ساتھ ہی اس نے یہ بھی لکھا ہے کہ ایک روایت اس گرجے کو اس سے بھی پہلے کا بتاتی ہے مگر میں اس روایت کی تصدیق نہیں کر سکتا۔ ولیم کے مرنے کے بعد اس کی ایک کتاب کو دوبارہ لکھوایا گیا۔ تو اس میں اوپر والا واقعہ درج کر دیا گیا۔ گویا یہ واقعہ ولیم کے بعد اس کتاب میں کسی اور نے لکھ دیا ہے اور اس کی سند اس نے کوئی نہیں دی۔

یہ جو کہف کا لفظ قرآن کریم میں آتا ہے اس کے متعلق حضرت مولوی صاحبؓ کا خیال تھا کہ اس سے مراد وہ (CAPE) ہے جو گلاسٹنبری کے پاس ساحل پر ہے جہاں تک کیپ کے لفظ کا تعلق ہے میرے نزدیک آپ کی رائے درست نہیں کیونکہ کیپ انگریزی کا لفظ فرانسیسی لفظ CAP اور لاطینی CAPUT سے بنا ہے۔ جن کے معنے سر کے ہیں۔ اور خشکی کا ایک حصہ جس کی نوک سمندر میں آگے نکلی ہوئی ہو اسے کیپ (CAPE) کہتے ہیں۔ لیکن عربی لفظ کہف کے معنے وسیع غار کے ہیں جو پہاڑی جگہ پر ہو یا پتھریلی زمین میں ہو اور اسے کیپ جسے عربی جغرافیہ نویس راس کے لفظ سے یاد کرتے ہیں (جیسے ہندوستان کی ایک کیپ کا نام راس کماری ہے) دور کا بھی کوئی تعلق نہیں۔ میرے نزدیک جس حد تک ممکن کہف کے واقعہ کا تعلق یوسف آرمیتیا کے سفر سے ہے۔ میں اس کے متعلق بھی آپ کی تحقیق سے متفق نہیں۔ کیونکہ یوسف آرمیتیا کا یہ سفر محض کہانی کے طور پر انگلستان میں مشہور رہا ہے۔ اور سوا گیارہ سو سال بعد مسیح اس کا ذکر پہلی دفعہ ولیم کی کتاب میں ملتا ہے اور وہ بھی ایک نامعلوم شخص نے اس کی موت کے بعد اس کتاب میں لکھا ہے۔ ایسے اہم امور کے متعلق تو ایک صدی کی فراموشی بھی شبہ ڈال دیتی ہے۔ کجا یہ کہ ایک ہزار سال تک دنیا میں اس بارہ میں کوئی روایت نہ ہو اور ہزار سال کے بعد جا کر یہ روایت لکھی جائے۔ اگر آج کوئی شخص ایک نئی روایت جو کتب احادیث اور تاریخ میں موجود نہ ہو۔ لوگوں کی زبانی روایات پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بیان کرے تو ایک شخص بھی اسے تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہوگا جبتک کہ کوئی ایسے تاریخی شواہد اس کی تائید میں نہ ملیں جو اس واقعہ کو دوسرے ثابت شدہ واقعات کی کڑی میں اسی طرح پروویں کہ انکار کی گنجائش نہ رہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح اول کی تحقیقات کے متعلق اصحاب کہف

نیز اہل انگلستان جن کو اس قسم کی روایات پر فخر ہے چاہیئے اور ایسی جھوٹی روایتوں کو بھی سچا بنانا ان کے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

فائدہ کا موجب ہے۔ وہ بھی تحقیق کر کے ان امور کو غلط قرار دے چکے ہیں۔ چنانچہ ولیم آف ملمسبری کے بعد اس گرجا کے قدیم کاغذات ملے ہیں۔ جن کو پڑھ کر یہ نتیجہ نکالا گیا ہے کہ یہ گرجا اس وقت سے زیادہ سے زیادہ تین ساڑھے تین سو سال پہلے بنا تھا یعنی اس کی تعمیر کا وقت زیادہ سے زیادہ آٹھویں صدی مسیحی کے آخر میں تجویز کیا جاسکتا ہے۔ اور ان کاغذات میں بھی اس روایت کا کوئی ذکر نہیں۔ اس لئے تحقیقات کے بعد انگریز مؤرخوں نے لکھا ہے کہ "بہرحال یہ تاریخی واقعہ نہیں ہاں ایک شاعرانہ خیال ضرور ہے۔"

(انسائیکلوپیڈیا برٹینکا۔ جلد ۱۳۔ صفحہ ۱۵۲)

اصحاب کہف کے متعلق انگریز کی تحقیق

ان معمولی اختلافات کے اظہار کے بعد جو صرف افراد اور ابتدائی مقام کے ساتھ رکھتے ہیں میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جہاں تک اصحاب کہف کا تعلق گزرے ہوئے واقعات سے ہے۔ ان کے بارہ میں حضرت مولوی صاحبؓ کی تحقیق ایک ایسی شمع ہدایت ہے جس کی قیمت کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ اور بغیر اس روشنی کے جو انہوں نے اس مضمون پر ڈالی ہے یہ حصہ قرآن کریم کا تاریخی طور پر حل نہیں ہوسکتا تھا۔ فَجَزَاهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ الْجَزَاءِ۔

میں جو تشریح آگے بیان کروں گا وہ جزئی اختلاف کو چھوڑ کر مقام اور قوم اور زمانہ کے سوا ایک حد تک حضرت مولوی صاحب کی تحقیق پر مبنی ہوگی۔ ہاں ایک حصہ جو ان آیات کے اصل مقصد کے ساتھ وابستہ ہے آپ کی تحقیق سے باہر رہ گیا تھا۔ اس کی طرف ہم کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بانی سلسلہ احمدیہ نے توجہ دلائی ہے اور وہ یہ کہ اس پیشگوئی میں مسیح موعود کے دوبارہ نزول کے متعلق خبریں ہیں۔ اور مسلمانوں کو بتایا ہے کہ ویسے ہی حالات آئندہ زمانہ میں مسلمانوں کی ایک جماعت کو بھی پیش آنے والے ہیں۔

اصحاب کہف کے واقعات جس طرح مسیح موعود کے زمانہ پر چسپاں ہوتے ہیں

ان تمہیدوں کے بعد میں اب اصحاب کہف کے بارہ میں اپنی تحقیق بیان کرتا ہوں۔ میں نے جب یہ دیکھا کہ یوسف آرمیتیا کا واقعہ ایک قصہ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا تو میں نے اصحاب کہف کے بارہ میں مزید تحقیق شروع کی۔ اس تحقیق کے دوران میں میرے خسر ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم ایک کتاب میرے پاس لائے اور کہا کہ اس کتاب میں جو واقعات بیان ہوئے ہیں وہ اصحاب کہف کے واقعات سے ملتے ہیں۔ اس کتاب کا نام روم کے کیٹاکومبز CATACOMBS OF ROME تھا میں نے وہ کتاب لیکر پڑھی اور میری بھی یہ رائے ہوئی۔ کہ اس میں بیان کردہ روایات پر اصحاب کہف کی تحقیق کا بنیاد رکھی جاسکتی ہے۔ اس کتاب کے مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ مسیحی ابتدائی زمانہ میں مشرک نہ تھے اور اس کا ثبوت اس نے یہ پیش کیا ہے کہ روم کے پاس ایسے غار ملے ہیں جنہیں ابتدائی زمانہ میں مسیحی لوگ رومی حکومت کے ظلم سے بچنے کے لئے چھپ جایا کرتے تھے۔ وہاں بہت سے کتبے پائے گئے ہیں جن میں اس وقت کے حالات ہیں۔ اور ان سے معلوم ہوتا ہے کہ شروع عیسائیت میں شرک کا نام نہ تھا اور وہ لوگ مسیح علیہ السلام کو صرف ایک نجات دہندہ نبی سمجھتے تھے یہ ظلم اس کتاب کے بیان کے مطابق صدیوں تک ہوتا رہا۔ اور جب ظلم زیادہ ہوتا وہ لوگ ان مقامات میں جا کر چھپ جاتے۔ اور خفیہ طور پر رسد جمع کر کے وہاں رہتے۔ حتیٰ کہ بعض دفعہ انہیں کئی کئی سال تک وہاں چھپنا پڑا۔ آخر تین سو سال کے بعد جب روم کا ایک بادشاہ عیسائی ہوگیا تو عیسائیوں کی تکلیف دور ہوئی۔ اس کے بعد گاتھ قوم نے روم پر حملہ کیا اور ان تہ خانوں کو لوٹ لیا۔ اور توڑ دیا۔ جس کی وجہ سے آہستہ آہستہ ان کا ذکر مٹ گیا۔ مگر آثار قدیمہ کے بعض محققین نے روم کے کھنڈرات کی تلاش کرتے ہوئے ان کو معلوم کیا۔ اور ایک ہزار سال بعد پھر یہ چھپا ہوا تاریخی مواد دنیا کو معلوم ہوا۔

میں نے جب یہ کتاب پڑھی۔ تو میں نے یہ سمجھا کہ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ہماری تفسیروں میں جو امور بیان کئے گئے ہیں۔ گو وہ بہت کچھ رطب و یابس پر مشتمل ہیں۔ مگر ان واقعات کی موجودگی میں انہیں اصل واقعہ سے کلی طور پر مختلف نہیں کہا جا سکتا۔ اور میں نے نئے سرے سے تفسیروں کے بیان کردہ واقعات پر غور کیا۔ چنانچہ میں نے اوپر جو تین روایات بیان کی ہیں ان میں ایک ابن اسحاق کی اور دو کتب احادیث کی۔ انکو دیکھ کر میں نے محسوس کیا کہ صداقت کا بیج ان روایات میں موجود ہے۔

اگر اس تفسیر کو پڑھنے والے ایک دفعہ پھر ان روایات کو پڑھ کر دیکھیں گے تو انہیں معلوم ہوگا کہ ان روایات میں یہ امور بیان ہوئے ہیں۔ (۱) یہ واقعہ مسیحیوں کی ایک قوم سے گزرا ہے۔ (۲) یہ مظالم رومیوں کے ہاتھ سے ہوئے ہیں۔ (۳) ایک روایت کہتی ہے کہ ایک حواری ردمی بادشاہ کے دارالحکومت میں گیا تھا اس وقت وہاں یہ واقعہ گزرا ہے۔ (۴) دوسری روایت کہتی ہے کہ دقیوس جس کا دوسرا نام عربوں اور ہندوستانیوں میں دقیانوس بھی مشہور ہے اور جسے لاطینی میں وسیس DECUIS کہتے ہیں اس کے زمانہ میں اصحاب کہف کا واقعہ ہوا ہے۔ اور اس سے ڈر کر کچھ مسیحی غار میں چلے گئے تھے۔ (۵) سب روایات متفق ہیں کہ وہ قوم جس نے مظالم کئے تھے بت پرست تھی۔ (۶) ایک روایت جسے میں نے لکھا نہیں یہ بھی کہتی ہے کہ اس ملک کے بادشاہ اپنے ہتھوں کے آگے سجدہ کرنے اور ان پر قربانیاں چڑھانے کے لئے مجبور کرتے تھے۔ (۷) حضرت ابن عباسؓ کی روایت بتاتی ہے کہ ان کے زمانہ سے تین سو سال پہلے یہ واقعہ گزرا ہے۔ (۸) ایک روایت بتاتی ہے کہ تندوسیس کے زمانہ میں اصحاب کہف غار سے باہر نکلے تھے۔ یہ تندوسیس بھی ایک رومی بادشاہ تھا اور اس کا نام لاطینی میں THEODOSIS لکھتے ہیں۔

کیٹا کومبز کی تاریخ پڑھنے کے بعد یہ روایات بجائے ہمارا دماغ پریشان کرنے کے ہماری تسلی کا موجب ہو جاتی ہیں۔ اور وہ اس طرح کہ کیٹا کومبز اور کلیسیا کی تاریخ سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ فرداً فرداً مسیحیوں پر ظلم تو حضرت مسیح کے واقعہ صلیب سے شروع ہوا تھا مگر بحیثیت جماعت نیرو کے زمانہ سے روم میں مسیحیوں پر ظلم شروع ہوئے ہیں۔ اور نیرو بادشاہ حواریوں کا ہم عصر ہے۔ اسکا زمانہ حکومت ۵۴ء بعد مسیح سے ۶۸ء بعد مسیح تک ہے۔ پرانے عیسائیوں میں یہ عام خیال پایا جاتا ہے کہ پطرس کو اس کے زمانہ میں پھانسی دیا گیا۔ ہمیں کوئی شک نہیں کہ تفسیری روایات جدید ناقدین تاریخ جو ہر تاریخی واقعہ میں شک پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں انہوں نے اس بارہ میں شک پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن پوری تنقید کے بعد بھی وہ اسے رد نہیں کر سکے کہ پطرس روم گیا اور وہاں ہی مرا۔ پرانے مسیحی لٹریچر سے قریباً ۱۷۰ء بعد صلیب کی ایک تحریر پشپ ڈایونیسیس کی ملتی ہے جو پیٹر کے روم جانے کی خبر دیتی ہے۔ چونکہ پطرس واقعہ صلیب کے بعد ستائیس سے ستر انہتر سال تک زندہ رہا ہے۔ یہ تحریر کوئی اسّی سے ستو سال تک پطرس کی وفات کے بعد لکھی گئی ہے اور اتنے قریب کے زمانہ کی شہادت معمولی شہادت نہیں ہو سکتی۔ خصوصاً جب کہ اس کا لکھنے والا گریک کا بڑا بادری ہو۔ (انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا زیر لفظ سائمن پیٹر)۔

انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا میں لکھا ہے کہ یہ امر تاریخ سے ثابت ہے کہ واقعہ صلیب کے دو سو سال بعد کے زمانہ میں روم میں پیٹر کی قبر والوں کو دکھائی جاتی تھی اور یہ کہ ۲۵۸ء میں اس کی ہڈیاں کیٹا کومبز میں منتقل کی گئی تھیں۔ یہ کہ واقعہ میں وہ قبر اور ہڈیاں پیٹر کی تھیں یا نہیں انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا اس بارہ میں لکھتا ہے کہ اس کی تحقیق کا سامان ہمارے پاس موجود نہیں مگر یہ ظاہر ہے کہ جو سامان اور باتوں کی تحقیقات کے ہیں وہ یہاں بھی ہیں۔ قریب زمانہ کے لوگ اس واقعہ کو بیان کرتے ہیں اور اس کی وفات کے

اصحاب کہف روم کے تھے یا نہیں

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

صرف سوا سو سال بعد کے زمانہ کا تاریخی ثبوت موجود ہے کہ روم میں اس کی قبر دکھائی جاتی تھی۔ غرض یہ امر کہ اسے نیرو نے قتل کیا یا نہ کیا۔ اگر ثابت بھی نہ ہو تب بھی یہ امر ثابت ہے کہ پطرس روم میں گیا اور وہیں مرا اور یہ کہ اس زمانہ میں مسیحیوں پر سختیاں ہوتی تھیں اور انکو ادھر ادھر بھاگ کر جانیں بچانی پڑتی تھیں۔ (سٹوری آف روم مصنفہ مسٹر نارہ ڈیگ)۔

پھر ہم کو تاریخ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ڈیسس کا وقیانوس کے زمانہ میں مسیحیوں پر سختیاں بہت بڑھ گئی تھیں اور قانون بنا کر انہیں برباد کیا جاتا تھا۔ اور جو بتوں کو سجدہ نہ کرتے تھے انکو مسیحی سمجھ کر قید یا قتل کیا جاتا تھا۔ انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا زیر لفظ ڈیسیس نیز زیر لفظ تاریخ کلیسیا) ڈیسیس کا زمانہ حکومت ۲۴۹ء تا ۲۵۱ء تھا۔ اور اس نے ۲۵۰ء میں مسیحیوں کے خلاف سختی کے قانون پاس کئے تھے۔

پھر تاریخ سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ۳۱۱ء میں گالیس بادشاہ روم نے مرتے وقت مسیحیوں کے خلاف قانون تھا اسے منسوخ کیا۔ قسطنطین شاہ روم ۳۱۳ء میں عیسائی ہوا۔ اور تھیوڈوسیس مشرقی رومی حکومت کے وقت میں مسیحیت بہت پھیل گئی اور پبلک کی طرف سے بھی اسے امن حاصل ہو گیا۔

ان تاریخی شواہد سے ہم پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ہیرودیس کے واقعہ سے فلسطین میں اور نیرو کے زمانہ سے لیکر ۳۱۱ء تک روم میں مسیحیوں پر سخت ظلم ہوئے اور یہ کہ مظالم کے زمانہ میں وہ وہاں سے بھاگ کر ادھر اُدھر غاروں میں پناہ لیا کرتے تھے۔

اصحاب کہف ابتدائی زمانہ کے رومی مسیحی تھے

ان واقعات پر نظر ڈال کر ہم کو آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے کہ اصحاب کہف ابتدائی زمانہ کے رومی مسیحی تھے نیز سینکڑوں سال تک ان پر ظلم ہوتا رہا۔ جس کی ابتدا ایک مسیح کے حواری کے زمانہ میں ہوئی۔ ڈیسیس کے زمانہ میں ظلم انتہا کو پہنچا اور گالیس کے زمانہ میں انکو معاف کیا گیا۔ قسطنطین کے زمانہ میں ان کے مظالم قانونی طور پر روکے گئے۔ اور تھیوڈوسیس کے زمانہ میں انہیں عام ترقی حاصل ہو گئی۔

اب اگر ان واقعات کی روشنی میں مفسرین کی روایات کو دیکھیں تو اس مبالغہ کو نظر انداز کر کے جو مسیحی اور یہودی راویوں نے کئے ہوں گے۔ وہ روایات اصحاب کہف کا صحیح پتہ ہمیں دے دیتی ہیں۔ اور ان میں اختلاف بھی کوئی نہیں۔ اختلاف صرف اس وجہ سے معلوم ہوتا تھا کہ لوگ اصحاب کہف کے واقعہ کو کسی ایک جماعت کا واقعہ سمجھتے تھے لیکن یہ واقعہ درحقیقت ایک جماعت سے یا ایک زمانہ میں نہیں گزرا۔ بلکہ کئی جماعتوں سے مختلف زمانوں میں گذرا ہے۔ یہ واقعہ نیرو کے وقت میں بھی ہوا جبکہ پیٹر پطرس روم میں موجود تھے۔ اور ابن اسحٰق کی روایت اسی وقت کے متعلق ہے۔ اور یہ واقعہ ڈیسیس کے وقت میں بھی ہوا۔ اور ابن المنذر کی روایت اس کے متعلق ہے معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ تین سو سال تک مسیحیوں پر ظلم ہوتا رہا۔ اور وہ ظلم کے خاص ایام میں غاروں میں چھپ کر گذارہ کیا کرتے تھے۔ انکی قربانیوں کے کئی واقعات لوگوں میں مشہور ہو گئے تھے۔ کسی کو پطرس کے زمانہ کا واقعہ معلوم ہوا تو اس نے سمجھ لیا کہ اصحاب کہف کا واقعہ بس اتنا ہی ہے کسی کو ڈیسیس کے وقت کا کوئی واقعہ معلوم ہوا تو اس نے سمجھ لیا کہ یہی واقعہ اصحاب کہف کا ہے۔ غرض مختلف زمانوں کے مظالم اور مسیحیوں کی قربانیوں کی داستانوں کو مظالم کی ساری تاریخ قرار دینے سے اختلاف پیدا ہوا ہے۔ جب روایات کو مختلف واقعات سمجھا جائے تو پھر عام مبالغہ کو خارج کر کے جو ایسی روایات میں ہو جایا کرتا ہے۔ وہ سب ہی روایات درست معلوم ہوتی ہیں اور ابتدائی مسیحیوں کی پُر درد داستان کا ایک مختصر نقشہ ہیں۔

اب میں کہف کے بارے میں مختصراً بعض واقعات

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بتاتا ہوں جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں کہف سے مراد کیٹاکومبس ہیں جو زمین دوز تہ خانوں کا نام ہے۔ رومیوں اور یہود میں رواج تھا کہ وہ مُردوں کو کمروں میں رکھتے تھے۔ رومی حکومت کے بڑے بڑے شہروں میں شہروں سے باہر ایسی جگہیں بنی ہوئی تھیں اور کیٹا کومبز کہلاتی تھیں جب مسیحیوں پر ظلم ہوئے تو انہوں نے جان بچانے کے لئے ان قبرستانوں میں پناہ لینی شروع کی جس کی دو وجہیں معلوم ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ زمین دوز کمروں میں وہ آسانی سے چھپ سکتے تھے۔ اور بیٹھنے۔ سونے اور موسم کی شدت سے محفوظ رہنے کا بھی سامان ہوتا تھا۔ دوسرے اس لئے بھی کہ عام طور پر لوگ قبرستانوں سے ڈرتے ہیں اور اس طرح لوگوں کی نظروں سے بچنے کا وہاں امکان زیادہ تھا۔ یہ کیٹا کومبز روم کے پاس سکندریہ جو مصر کا شہر ہے اس کے پاس سسلی میں۔ مالٹا میں۔ نیپلز کے پاس اس وقت تک دریافت ہوئے ہیں مسٹر بنجمین سکاٹ اپنی کتاب "دی کیٹا کومبز آف روم" میں لکھتے ہیں۔ کہ "میری رائے ہے کہ اس ابتدائی زمانہ میں بھی (جب پولوس روم گیا ہے) عیسائی اپنی حفاظت کے خیال سے لوگوں کے غصہ اور یہودیوں کے ظلموں اور رومی حکومت کے مظالم سے بچنے کے لئے ان تہ خانوں میں پناہ لیا کرتے تھے۔" (صفحہ ۶۳) پھر وہ ذرا آگے چل کر لکھتے ہیں۔ "وہ یقیناً مجبور تھے کہ ان گڑھوں اور زمین دوز غاروں میں پناہ لیتے۔" جس جگہ مصنف نے ان تہ خانوں کے لئے کیوا CAVE کا لفظ استعمال کیا ہے۔ جو عربی زبان کے لفظ کہف کا ہی بگڑا ہوا ہے۔ گویا اس طرح اس انگریز مصنف نے عین وہی لفظ استعمال کر دیا ہے جو قرآن کریم نے کیا ہے۔ یہ کہ انکو ایسا کرنے کی ضرورت تھی رومی مؤرخ ٹیسیٹس (TACITUS) کی شہادت سے ثابت ہو جاتا ہے وہ کہتا ہے کہ نیرو نے لوگوں کو خوش کرنے کے لئے مسیحیوں کو زندہ جلانے۔ کتوں سے پھڑوانے اور مصلوب کرنے کے مختلف طریق اختیار کر رکھے تھے۔ اور اس غرض سے اس نے اپنا شاہی باغ دیا ہوا تھا۔ جس قوم پر اسقدر اور ایسے کیٹا کومبز کے تاریخی ثبوت ظلم ہوگا۔ ظاہر ہے کہ وہ ادھر اُدھر بھاگ کر پناہ لے گی۔

جب مسیحیوں نے ان جگہوں پر پناہ لینی شروع کی تو پناہ کے دنوں میں انہوں نے زیادہ حفاظت کی خاطر ان کے اندر اور کمرے بنانے شروع کر دیئے۔ اسی طرح جو لوگ شہید ہوتے تھے انکی لاشوں کو بیحرمتی سے بچانے کے لئے بھی وہ ان تہ خانوں میں لاکر دفن کرتے تھے۔ اور چونکہ یہ سلسلہ تین سو سال تک چلا گیا۔ اس لئے یہ تہ خانے اس کثرت سے ہو گئے کہ بعض لوگوں کے اندازے کے مطابق وہ پندرہ میل کی لمبائی تک چلے گئے ہیں۔

چونکہ ظلم یکساں نہیں چلتا۔ درمیان میں بعض بادشاہ نرمی کرنے لگ جاتے تھے اور مسیحی پھر واپس شہر میں آجاتے تھے۔ پھر جب سختی کا دور آتا تو بھاگ کر ان جگہوں میں چھپ جاتے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ بعض دفعہ انہیں وہاں مہینوں یا سالوں رہنا پڑتا تھا کیونکہ ان کے اندر سکولوں اور گرجوں کے کمرے بھی پائے گئے ہیں۔

یہ تہ خانے تین منزل میں بنے ہوئے ہیں۔ اور ۱۹۲۴ء میں انگلستان جاتے ہوئے روم میں میں نے کیٹا کومبز کے چشمہ خود ان کو اپنی آنکھ سے دیکھا ہے۔ پہلی منزل کے کمروں حالت کو تو انسان بغیر زیادہ تکلیف کے دیکھ سکتا ہے۔ دوسری منزل میں بہت دم گھٹتا ہے۔ اور تیسری منزل یعنی سب سے نیچے کے تہ خانہ میں جانا تو نمی اور تاریکی کی وجہ سے قریباً ناممکن ہوتا ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ ان تہ خانوں کے بنانے والوں نے اپنی ضرورت کے مطابق اس طرح بنا لیا تھا جیسے بھول بھلیاں ہوتی ہے۔ اور حفاظت کے مندرجہ ذیل طریق ان میں استعمال کئے گئے ہیں:۔

(۱) وہ لوگ دروازوں پر کتے رکھتے تھے تا اجنبی آدمی کے آتے ہی انکو اس کے بھونکنے سے علم ہو جائے۔ (۲) زمین دوز کمرے جن میں وہ رہتے تھے جہاں سے انہیں

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

دہنے کی سطح پر سے داخل ہونے کا راستہ تھا۔ وہاں مٹی کی سیڑھی نہ ہوتی تھی۔ بلکہ لکڑی کی سیڑھی رکھتے تھے تاکہ اپنا آدمی اترنے کے بعد وہاں سے سیڑھی ہٹا دی جا سکے۔ اور تاکہ دشمن آئیں تو فوراً کمروں میں نہ پہنچ سکیں۔ (۳) لیکن اگر وہ کود کر یا سیڑھیاں اپنے ساتھ لا کر اتر ہی آئیں۔ تو اس کے آگے حفاظت کا یہ علاج کیا گیا تھا کہ ہر کمرہ سے چار راستے بنا دئے گئے تھے۔ ان میں سے ایک راستہ تو اگلے کمرہ کی طرف جاتا تھا اور باقی راستے کچھ دور جا کر بند ہو جاتے تھے۔ اس کا یہ فائدہ تھا کہ عیسائی تو واقف ہونے کی وجہ سے جھٹ اگلے کمرہ کی طرف دوڑ جاتے تھے اور تعاقب کرنے والے غلط راستہ کی طرف چلے جاتے اور آگے راستہ بند دیکھ کر پھر دوسرے راستہ کی طرف لوٹتے۔ اس طرح بار بار غلط راستوں کی طرف جانے کی وجہ سے بھاگنے والے عیسائیوں سے بہت پیچھے رہ جاتے۔ اوّل تو یہ تعاقب ہی پولیس کو پریشان کر دیتا تھا۔ لیکن اگر آخری حد تک تعاقب کر بھی لیتے تو (۴) عیسائی دوسری منزل یعنی نچلے تہ خانوں میں چلے جاتے جو پہلوں سے زیادہ تنگ زیادہ تاریک اور زیادہ پیچیدہ ہیں۔ اگر بالفرض یہاں تک بھی کامیاب تعاقب کیا جاتا تو (۵) ان سے نیچے تیسرے تہ خانے موجود تھے۔ جن میں ہم لوگ تو دو چار منٹ بھی نہیں ٹھیر سکے۔ گو اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اب وہ گر کر بہت زیادہ نمناک ہو گئے ہیں۔ مگر بہرحال وہ بھیانک جگہیں ہیں جہاں غالباً صرف تعاقب کے وقت میں تھوڑی دیر کے لئے مسیحی پناہ لیتے تھے۔ چونکہ سارے راستوں کی لمبائی کئی سو میل تک جاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ ان جگہوں میں عیسائیوں کا پکڑنا آسان کام نہ ہوتا تھا۔ مگر گورنمنٹ آخر گورنمنٹ ہوتی ہے کئی دفعہ پولیس پکڑ بھی لیتی تھی۔ اور وہیں ان لوگوں کو قتل کر دیتی تھی۔ بیسیوں ایسے شہداء کی بہت سی قبریں وہاں دیکھی ہیں۔ ہم نے بعض کتبے پادری سے پڑھوا کر معلوم کیا۔ کہ ان میں وہ دردناک واقعات بیان کئے گئے ہیں جو شہادت کے وقت انکو پیش آئے تھے۔

قریب زمانہ میں جو نئی قبریں اور کتبے دریافت ہوئے ہیں۔ ان میں ان لوگوں کی قبریں بھی ملی ہیں جن کے پاس پطرس ٹھیرے تھے یا جن کا بائبل میں ذکر ہے۔ (انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا زیر لفظ کیٹاکومبز)۔

ڈیسیس کے وقت میں چونکہ قانون بنا دیا گیا تھا کہ مسیحی بتوں کو سجدہ کرنے پر مجبور کئے جائیں اور بہت سختی سے مسیحیوں کو مارا جاتا تھا۔ یہ زمانہ قریباً سارا کا سارا عیسائیوں نے کیٹاکومبز میں گذارا۔ سوائے ان کے جنہوں نے ڈر کر مذہب کو ظاہراً خیرباد کہدیا۔ اس لئے اس زمانہ میں اصحاب کہف نے ایک نہایت شاندار مثال قربانی کی پیش کی تھی۔

ان کتبوں سے جو کیٹاکومبز میں لگے ہوئے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ اسفنٹ مسیحیوں میں شرک تھا۔ ان کتبوں میں کوئی لفظ شرک کا نہیں۔ مسیح کو خدا کا بیٹا نہیں بلکہ محض ایک گڈریئے کی شکل میں دکھایا جاتا ہے۔ انکی والدہ کے لئے کوئی غیر معمولی عزت کا نشان نہیں ملتا۔ زیادہ تر یونس نبی کے واقعہ کو اور حضرت نوح کے طوفان کے آخر میں جو کبوتر اس بات کی خبر لایا تھا کہ پانی ہٹ کر زمین ننگی ہو گئی ہے۔ اس واقعہ کو تصویروں میں دکھایا جاتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد نامہ قدیم کو ان لوگوں نے نہیں چھوڑا تھا اور مسیح کو صرف ایک نبی اور روحانی گڈریا خیال کرتے تھے۔ (کیٹاکومبز کے واقعات کے لئے دیکھو انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا۔ دی کیٹاکومبز اینڈ دی کیٹاکومبز روم۔ مصنفہ بنجمن سکاٹ اور ڈاکٹر میٹ لینڈ کی کتاب (وغیرہ)۔

خلاصہ یہ کہ اصحاب کہف کے واقعہ میں مسیحیوں کے

کیٹاکومبز کے کتبوں سے پتہ چلتا ہے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى ۝

وہ چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر (حقیقی) ایمان لائے تھے اور انہیں ہم نے ہدایت میں (اور بھی) بڑھایا تھا ۱۴

وَّرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ

اور جب وہ (اپنے وطن سے نکلنے کے لئے) اٹھے تو ہم نے (انکے) دلوں کو مضبوط کر دیا تب انہوں نے (ایکدوسرے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَاْ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰهًا

سے) کہا (کہ) ہمارا رب (وہ ہے جو) آسمانوں اور زمین کا (بھی) رب ہے ہم اسکے سوا کسی (معبود) کو ہرگز (کبھی) نہیں پکاریں گے

ابتدائی زمانہ کے حالات کو پیش کیا گیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ مسیحی قوم کی ابتداء اس طرح ہوئی تھی کہ وہ بُت پرستی کے خلاف جہاد کرتے تھے اور شرک سے بچنے کے لئے انہوں نے صدیوں تک بڑی بڑی قربانیاں کیں۔ لیکن انتہا اس طرح ہوئی ہے۔ کہ اصل دین کا کوئی نشان بھی اب مسیحیوں میں نہیں پایا جاتا۔

۱۴ حل لغات۔ نَقُصُّ: قَصَّ سے جمع متکلم کا صیغہ ہے۔ اس کے لئے دیکھو یوسف ۴ع۔

نَبَأَ کے لئے دیکھو یوسف ۱۱ع۔

اَلْحَقُّ کے لئے دیکھو ساعد ۱۵ع۔

تفسیر۔ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ۔ یعنی ہم تیرے سامنے ان کے واقعات جس طرح ہوئے ہیں اسی طرح بیان کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو پرانے قصے تھے وہ صحیح نہ تھے۔ اور یہ بھی پتہ لگا کہ اس وقت کچھ قصے ان کے متعلق ضرور مشہور تھے۔

اس امر کا ثبوت کہ ان کے بارہ میں کچھ قصے ضرور مشہور تھے پہلی آیات سے بھی ملتا ہے۔ کیونکہ قرآنی واقعہ تو اس آیت سے شروع ہوتا ہے۔ اس سے پہلے جو بیان کیا گیا تھا معلوم ہوتا ہے وہ اس وقت کی مشہور روایتوں کا صحیح خلاصہ تھا۔

اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ۔ وہ نوجوانوں یا شریف اور سخی لوگوں کی ایک جماعت تھی جو اپنے رب پر ایمان لائی۔ فَتًی کے معنے سخی۔ شریف۔ لوگوں کے لئے مال خرچ کرنے والا۔ یا نوجوان کے ہیں۔ کیونکہ دینی کاموں میں نوجوان ہی زیادہ حصہ لیتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والے سوائے چند کے باقی سب آپ سے عمر میں کم تھے۔

فتیٰ کے معنی

نقص

وَزِدْنٰهُمْ هُدًى۔ اور ہم نے ہدایت میں ان کو زیادہ کر دیا تھا۔ یعنی ان کی قربانیوں کی وجہ سے ہم نے ان کے ایمانوں کو بہت بڑھا دیا تھا۔

فِتْيَةٌ سے یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ مختلف پناہ لینے والی پارٹیوں میں سے کسی خاص پارٹی کا جو سب سے زیادہ قربانی کرنے والی تھی۔ اس جگہ ذکر کیا گیا ہو۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ اس آیت میں کسی خاص جماعت کا ذکر نہ ہو بلکہ یہ مراد ہو کہ شریف مسیحی جو اپنے دین میں پکے ہوتے تھے۔ ایسا کیا کرتے تھے۔ اور اس طرح اس آیت میں تین سو سال کے عرصہ میں جسقدر لوگوں نے قربانیاں کی تھیں۔ سب ہی کا ذکر ہو۔ میں ذاتی طور پر ان آخری معنوں کو ترجیح دیتا ہوں ؂

انھم فتیۃ میں خاص پارٹی کا ذکر۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

لَّقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا ○ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا

ورنہ ہم ایک حق سے دور بات کہنے والے ہونگے ۱۲ ان لوگوں نے یعنی ہماری قوم نے اس (معبود برحق) کو

مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ؕ لَوْلَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍ

چھوڑ کر (اپنے لئے) اور (اور) معبود بنالئے ہیں وہ انکے ثبوت میں کیوں کوئی روشن دلیل نہیں

بَيِّنٍ ؕ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ○

لاتے پھر (وہ کیوں نہیں سمجھتے کہ) جو شخص اللہ (تعالیٰ) پر جھوٹ باندھے اس سے بڑھ کر ظالم کون (ہوسکتا) ہے ۱۳

وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗٓا

اور (اب سوقت) جب (کہ) تم نے ان سے اور (نیز) اللہ (تعالیٰ) کے سوا جس چیز کی (بھی) وہ پرستش کرتے ہیں

اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَ

اس سے کنارہ کشی کرلی ہے تو (اب) تم اس مسیح پہاڑی پناہ گاہ میں پناہ لو (ایسا کروگے تو) تمہارا رب اپنی رحمت (کی کوئی راہ) تمہارے لئے کھولدیگا

۱۲ حل لغات ۔ رَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ : رَبَطَ الشَّیْءَ (یَرْبِطُ وَیَرْبُطُ) کے معنے ہیں اَوْثَقَهٗ وَشَدَّهٗ کسی چیز کو مضبوط طور پر باندھ دیا۔ رَبَطَ جَاْشَهٗ (رِبَاطَةً) کے معنے ہیں اِشْتَدَّ قَلْبُهٗ اس کا دل مضبوط ہوگیا۔ رَبَطَ اللّٰهُ عَلٰى قَلْبِهٖ صَبَّرَهٗ۔ اللہ نے مصائب کے برداشت کی اسے طاقت دی اور قدم نہ لڑکھڑانے دیا۔ (اقرب)

ربط علی قلبہ

شَطَطًا : شَطَّ (شَطًّا) کے معنے ہیں جَارَ۔ ظلم کیا۔ اَفْرَطَ۔ زیادتی کی۔ شَطَطَ فِیْ سَلْعَتِهٖ شَطَطًا: جَاوَزَ الْقَدْرَ الْمَحْدُوْدَ اپنے سامان میں مقرر اندازہ سے بڑھ گیا۔ تَبَاعَدَ عَنِ الْحَقِّ حق سے دور ہوگیا۔ شَطَّ فِی السَّوْمِ۔ غَالٰی فِی الثَّمَنِ قیمت کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا۔ نیز شَطَطٌ کے معنے ہیں مُجَاوَزَةُ الْقَدْرِ الْحَدِّ۔ حد اور اندازہ سے آگے گذر جانا۔ (اقرب)

شطط

تفسیر۔ باوجود اس کے کہ بادشاہ اور رعایا سب ہی ان کے مخالف تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل کو طاقت دی اور صبر بخشا۔ اور وہ سب کے مقابل پر کھڑے ہوکر اپنے عقیدہ کا اظہار کرتے رہے۔

۱۳ حل لغات ۔ سُلْطٰنٍ کے لئے دیکھو ابراہیم ۱۱۔

بَیِّنٍ : اَلْبَیِّنُ۔ اَلْوَاضِحُ۔ اَلْجَلِیُّ۔ بالکل واضح۔ (اقرب)۔

تفسیر۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم کے نزدیک جس قوم میں سے اصحاب کہف نکلے تھے وہ بت پرست تھی اور کئی معبود انہوں نے بنائے ہوئے تھے یہی حال رومیوں کا تھا۔ ان میں بھی کئی بت پوجے جاتے تھے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ موحدوں کی جماعت کوئی پراگندہ نوجوان نہ تھے۔ بلکہ ایک مذہب سے تعلق رکھتے تھے اور آپس میں ملتے رہتے تھے۔ کیونکہ اس آیت کا مضمون بتاتا ہے کہ وہ لوگ یہ باتیں باہم علیحدگی میں کیا کرتے تھے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

يُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ﴿۱۷﴾ وَتَرَى الشَّمْسَ

اور تمہارے لئے تمہارے (اس) معاملہ میں کوئی سہولت کا سامان مہیا کر دے گا ۱۷ اور (اے مخاطب) تو سورج کو

اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ

دیکھتا ہے کہ جب وہ چڑھتا ہے تو ان کی وسیع جائے پناہ سے دائیں طرف کو ہٹ کر گذرتا ہے۔ اور جب

وَاِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِيْ

وہ ڈوبتا ہے تو ان سے بائیں طرف کو ہٹ کر گذرتا ہے اور وہ اس (کہف) کے اندر ایک

فَجْوَةٍ مِّنْهُ ۭ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ

فراخ جگہ میں (رہتے) ہیں۔ یہ بات اللہ (تعالیٰ کی نصرت) کے نشانوں میں سے (ایک نشان) ہے جسے اللہ (تعالیٰ ہدایت) کا راستہ

فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا

دکھائے وہی ہدایت پر ہوتا ہے اور جسے وہ گمراہ کرے اس کا تو (کبھی) کوئی دوست (اور) راہ نما

۱۷ حل لغات۔ يَنْشُرُ: نَشَرَ سے مضارع واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ اور نَشَرَ الثَّوْبَ وَ الْكِتَابَ کے معنے ہیں بَسَطَهٗ خِلَافَ طَوَاهُ کسی کتاب کو کھولا اور کپڑے کو پھیلایا۔ نَشَرَتْ اَوْرَاقُ الشَّجَرِ اِمْتَدَّتْ وَانْبَسَطَتْ۔ درخت کے پتے پھیل گئے۔ نَشَرَ الْخَبَرَ نَشْرًا۔ اَذَاعَهٗ۔ کسی خبر کو پھیلایا۔ (اقرب)

مِرْفَقًا: رَفَقَ بِهٖ وَعَلَيْهِ وَلَهٗ (يَرْفِقُ مِرْفَقًا)۔ کے معنے ہیں لَطُفَ وَلَمْ يُعَنِّفْ۔ اس پر نرمی کی اور سختی سے کام نہ لیا (اقرب) پس مِرْفَق کے معنے ہوئے نرمی۔

تفسیر۔ یہاں جو اَلْكَهْف کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان لوگوں کے ذہن میں کوئی خاص جگہ تھی۔ ورنہ وہ اِلَى كَهْفٍ کہتے کہ کسی غار کی طرف چلے جانا۔ مگر وہ اِلَى كَهْفٍ نہیں کہتے۔ بلکہ اِلَى الْكَهْفِ کہتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے علاقہ میں کوئی خاص کہف (غار) تھی۔ جو مشہور تھی۔ اور اس کی طرف اشارہ کرنے سے ہر ایک شخص اس مقام کو پہچان جاتا تھا۔ ینشر

دوسرے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کہف میں جانے سے پہلے دیر سے ان پر ظلم ہو رہا تھا اور انہوں نے آپس میں یہ سکیم کر رکھی تھی کہ جب ظلم حد سے بڑھ جائے اور باہر رہنا مشکل ہو تو اس کہف میں چلے جائیں گے کیونکہ اِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ بتاتا ہے کہ ان کا بائیکاٹ ہو چکا تھا اور وہ اپنی قوم سے الگ اپنے حجتے میں رہتے تھے۔ مرفقا

اس کہف (غار) کی شہرت پہلے سے اس وجہ سے تھی کہ رومی غلاموں پر جب ان کے آقا بہت ظلم کیا کرتے تھے تو وہ بھاگ کر وہاں چلے جایا کرتے تھے۔ وہ بھی ان کی مثال پر عمل کرنا چاہتے تھے۔ پس انہوں نے باہم مشورہ کر کے فیصلہ کر لیا کہ اگر ظلم بڑھ جائے اور باہر رہنا دین کے لئے مضر ہو تو اس غار میں چلے جائیں جہاں غلام بھاگ کر جایا کرتے ہیں۔ اگرچہ وہ غار انہی لوگوں نے بہت کچھ بڑھائی لیکن وہ پہلے بھی وسیع تھی۔

الکہف سے خاص جگہ کی طرف اشارہ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مُّرْشِدًا ﴿۱۸﴾ وَتَحْسَبُهُمْ اَیْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ ۚ وَنُقَلِّبُهُمْ ع ۲ ۵ ۱۴

نہیں پائے گا ۱۵ اور (اے مخاطب) تو انہیں بیدار سمجھتا ہے۔ حالانکہ وہ سوتے ہیں۔

تزاور

۱۵ حل لغات۔ تَزٰوَرُ: اصل میں تَتَزَاوَرُ ہے اور تَزَاوَرَ سے مضارع مؤنث غائب کا صیغہ ہے۔ اور تَزَاوَرَ عَنْهُ کے معنے ہیں عَدَلَ وَانْحَرَفَ منحرف ہوگیا اور علیحدہ ہوگیا (اقرب) باب تفاعل سے پہلے جو مضارع کی تاء آتی ہے۔ پھر دو تاء جمع ہو جانے کے ان میں سے پہلی تاء کو حذف کر دینے کی عربی میں اجازت ہے۔

تقرضهم

تَقْرِضُهُمْ: قَرَضَ سے مضارع مؤنث غائب کا صیغہ ہے۔ قَرَضَ الشَّیْءَ (یَقْرِضُ قَرْضًا) کے معنے ہیں قَطَعَهُ کسی چیز کو کاٹا۔ قَرَضَ الْوَادِیَ: جَازَهُ۔ وادی کو طے کیا قَرَضَ الْمَکَانَ عَدَلَ عَنْهُ وَتَنَکَّبَهُ کسی جگہ سے علیحدہ اور ایک طرف ہوگیا۔ (اقرب)

اَلْفَجْوَةُ: اَلْفُرْجَةُ بَیْنَ الشَّیْئَیْنِ دو چیزوں کے درمیان کشادہ جگہ۔ مَا اتَّسَعَ مِنَ الْاَرْضِ وسیع زمین مَاحَةٌ امتداد۔ کھلا میدان (اقرب)

مرشدا

مُرْشِدًا: اَرْشَدَ سے اسم فاعل ہے اور اَرْشَدَ کے معنے ہیں ھَدَاهُ اسے راستہ دکھایا۔ ۲۔ بتایا اور واضح کیا۔ ۳۔ اور اس کے آگے چل کر منزل مقصود تک لے گیا۔ ۴۔ ایمان کی طرف راہ نمائی کی۔ (اقرب)

تفسیر۔ اس آیت میں غار کا مقام بتایا گیا ہے آیتیں جو علامات بتائی گئی ہیں ان سے ظاہر ہے کہ یہ قوم اونچے شمالی عرض البلد میں بسنے والی تھی۔ کیونکہ جب شمال کی طرف جائیں اور مشرق کی طرف منہ کر کے کھڑے ہوں تو سورج دائیں طرف رہتا ہے اور جب جنوب میں آئیں اور مشرق کی طرف منہ کریں تو بائیں طرف رہتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس غار کا منہ شمال مغرب کی طرف تھا۔ جو عمارت شمال رُخ ہوگی اس سے سورج دائیں سے بائیں کو ہی گزرے گا۔

اصحاب کہف کے غار کا پتا دینے والے

فَجْوَة سے پتہ لگتا ہے کہ اندر وسیع علاقہ تھا۔ چنانچہ ان غاروں کے دیکھنے سے تصدیق ہو جاتی ہے۔ کیونکہ وہ بہت ہی وسیع جگہ ہے۔ بعض نے اس کی گلیوں اور اوپر نیچے کے تہ خانوں کا مجموعی اندازہ ۷۰، ۸ میل تک کا لگایا ہے (یعنی اگر سب گلیوں اور رکھوں کو ایک دوسرے کے آگے رکھتے چلے جائیں)۔ اور یہ بھی پتہ لگتا ہے کہ وہاں روشنی بہت کم پڑتی تھی۔ ورنہ لوگ بکڑے جاتے۔ انہوں نے غار کو ایسی طرز پر بنایا کہ ہوا بھی آئے اور ان کا پتہ بھی نہ لگے۔ چنانچہ سینٹ جیروم چوتھی صدی میں لکھتا ہے کہ وہ کمرے اس قدر تاریک ہیں کہ حیرانی ہوتی ہے۔ کہیں سے عمارت پھٹی ہوئی ہی ہو تو سورج کی کوئی شعاع پڑ سکتی ہے ورنہ نہیں۔

اس کی جائے وقوع بتانے سے یہ مقصد تھا کہ شمال میں کوئی مسلمانوں کا دشمن ہے مسلمان اس سے ہوشیار رہیں مگر مسلمانوں کی غفلت ہے کہ انہوں نے اس طرف توجہ نہیں کی۔ اور پھر مَنْ یَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ میں یہ بتایا ہے کہ ہم نے اشارہ تو کر دیا ہے مگر سمجھ وہی سکتا ہے جو ہدایت پر ہو۔ یعنی ان قوموں سے جو دوستانہ سلوک کرے گا وہ ہاں کہ ہوگا اور جو آپس میں اتفاق کریں گے کامیاب ہوں گے مگر مسلمانوں نے آپس میں لڑائیاں کیں یہاں تک روم کے بادشاہوں سے صلح رکھی۔ سوائے ابتدائی زمانہ کے کہ جب رومی بادشاہ نے حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کی جنگ کی خبر معلوم کر کے اسلامی مملکت پر حملہ کرنا چاہا تو حضرت معاویہؓ نے اسے لکھا کہ ہوشیار رہنا ہمارے آپس کے اختلاف سے دھوکا نہ کھانا اگر تم نے حملہ کیا تو حضرت علیؓ کی طرف سے جو پہلا جرنیل تمہارے مقابلہ کے لئے نکلے گا وہ میں ہوں گا۔

اس کے برخلاف جب مسلمان اسلام سے دور جا پڑے تو نہ صرف بادشاہوں نے بلکہ پوپوں نے کیتھولک نصاریٰ کو نقصان پہنچانے کیلئے مشرقی رومی حکومت سے جو بازنطینی حکومت کہلاتی تھی صلح کی۔ اور پوپوں کے مسلمان بادشاہوں نے بغداد کی حکومت کے خلاف مدد لینے کے لئے پاپائے روم کو تحفے بھیجے۔ اور اس سے صلح کی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ۔ اس نکتہ کی طرف مجھے قرآنی حروف مقطعات السمٓ نے توجہ دلائی اور مسلمانوں کی یہ دردناک اور عبرتناک غلطی مجھے معلوم ہوئی۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ۖ وَ

اور ہم انہیں دائیں طرف (بھی) پھرائیں گے اور بائیں طرف (بھی) اور

كَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ ۭ لَوِ اطَّلَعْتَ

ان کا کتا (بھی ان کے ساتھ ساتھ) صحن میں ہاتھ پھیلائے (موجود) رہے گا۔ اگر تو ان کے حالات سے آگاہ

عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ

ہو جائے تو تو اُن سے بھاگنے کے لئے پیٹھ پھیرلے اور ان کی وجہ سے رعب سے

رُعْبًا ۝ وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَاۗءَلُوْا بَيْنَهُمْ ۭ

بھر جائے ۱۹ اور اسی طرح ہم نے انہیں (نیند کی حالت سے) اٹھایا اس پر وہ آپس میں (حیرت سے) ایک دوسرے سے سوال کرنے لگے

۱۹ حل لغات۔ تَحْسَبُهُمْ: حَسِبَ (یحسَبُ) سے مضارع کا صیغہ ہے۔ اور حسبۃ کے معنے ہیں ظَنَّهُ۔ اس کے بارے میں گمان کیا (اقرب)

اَيْقَاظًا: یہ یقظٌ و یقِظٌ و یَقُظٌ کی جمع ہے اور یقِظٌ و یَقُظٌ و یَقْظَانٌ صفت مشبہ کے صیغے ہیں اور یَقِظَ الرَّجُلُ (یَقَظًا) کے معنے ہیں۔ ضِدَّ نَامَ و تَنَبَّهَ للامور و حَذِرَ و فَطِنَ۔ وہ بیدار رہا۔ معاملات میں محتاط ہوا۔ چوکس ہوا۔ سمجھدار ہوا (اقرب)

رُقُوْدٌ: رَاقِدٌ کی جمع ہے۔ اور یہ رَقَدَ سے اسم فاعل ہے۔ اور رَقَدَ الرجلُ (یرقُدُ۔ رَقْدًا و رُقُوْدًا و رُقَادًا) کے معنے ہیں۔ نَامَ سو گیا۔ رَقَدَ الحرُّ سکن۔ گرمی ہٹ گئی۔ رَقَدَ عن الامر غفل۔ کسی کام سے غافل ہوا۔ رَقَدَ الثَّوْبُ: اَخْلَقَ۔ کپڑا بوسیدہ ہو گیا۔ اور الرّاقد کے معنے ہیں۔ النَّائِمُ۔ سویا ہوا۔ اس کے علاوہ اس کی جمع رُقَّدٌ بھی آتی ہے۔ (اقرب)

نُقَلِّبُهُمْ: قَلَّبَ (بابِ تفعیل) سے مضارع جمع متکلم کا صیغہ ہے۔ اور قَلَّبَهٗ کے معنے ہیں۔ حَوَّلَهٗ عن وجهه۔ اس کو اصل مقصد سے پھیر دیا۔ قَلَّبَ الشَّيْءَ۔ حَوَّلَه وجعل اعلاہ اسفلَه۔ کسی چیز کو اس طرح تبدیل کیا کہ اس کے نیچے کی سطح اوپر آ گئی۔ قلّب الشیءَ للابتیاع۔ تصفحه فرأی داخله و باطنه۔ کسی چیز کو خریدنے کے لئے اس کے متعلق پوری واقفیت اور پورا علم حاصل کر لیا۔ قلّب الامرَ ظهرًا لبطنٍ۔ اختبرهٗ۔ معاملہ کا امتحان کیا۔ قلّب القومَ۔ صَرَفَهم۔ لوگوں کو پھیر دیا (اقرب)

وَصِيْدٌ: الفناءُ: گھر کا صحن۔ العَتَبَةُ۔ دروازہ کی دہلیز۔ بَيْتٌ کالحظيرة يُتَّخَذُ من الحجارة للمال اي الغنم وغيرها في الجبال۔ پتھروں سے پہاڑی جگہوں میں جانوروں کے لئے بناتے ہیں۔ الجبَلُ۔ پہاڑ۔ النَّبَاتُ المتقارب الاصول۔ چھوٹے تنوں والے پودے۔ الضيقُ و المطبق۔ تنگ (اقرب)

تفسیر:۔ میرے نزدیک اس آیت میں اصحاب کہف کے ابتدائی ایام کا ذکر نہیں بلکہ ان کی اس وقت کی کیفیت بیان کی گئی ہے جو قرآن کریم کے وقت میں تھی اور یہ بتایا گیا ہے کہ تم سمجھتے ہو کہ یہ شمالی اقوام جاگ رہی ہیں۔ وہ جاگ نہیں رہیں اس وقت وہ سو رہی ہیں۔

تَحْسَبُهُمْ

اَيْقَاظًا

وَصِيْدًا

رُقُوْدًا

نُقَلِّبُهُمْ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

آئندہ زمانہ میں جاگیں گی۔ گویا ان کی موجودہ حالت آئندہ کی حالت کے مقابل پر ایسی ہے کہ ان کو سوتے ہوئے سمجھنا چاہیئے۔ اس سے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ ان دنوں میں تم اُن کے زور کو توڑ دو تو آئندہ ان کے شر سے محفوظ رہو گے۔ مگر افسوس حضرت عثمانؓ کے بعد سے اس قوم کی طرف مسلمانوں کی توجہ کم ہو گئی۔ اگر اس وقت مسلمان حملہ کر کے بازنطینی حکومت کو تباہ کر دیتے اور اس کا ان کو حق تھا۔ کیونکہ رومیوں نے حملہ کرنے میں پہل کی تھی۔ تو یقیناً آج دنیا کا نقشہ مختلف ہوتا۔

وَنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ میں بتایا ہے کہ ان کو آئندہ زمانہ میں ہم دنیا پر پھیلانے والے ہیں وہ وقت ان کی بیداری کا ہوگا۔ پس اس وقت کے آنے سے پہلے مسلمانوں کو اپنی حفاظت کے لئے تدابیر کر لینی چاہئیں۔

اصحاب کہف کے کتے کی تشریح

وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ سے رومی بازنطینی حکومت کی طرف اشارہ ہے جو بحیرہ مارمورہ کے دونوں جانب یورپ کی حفاظت کر رہی تھی۔ اگر بحیرہ مارمورہ کو دیکھا جائے تو بالکل یوں معلوم ہوتا ہے کہ کوئی کُتّا دائیں بائیں لاتیں پھیلائے پہرہ دے رہا ہے۔ ترکوں نے اس علاقہ کو فتح کیا مگر اس وقت تک مقابلہ کا اصل موقعہ نکل چکا تھا اور شمالی قومیں طاقت پکڑ چکی تھیں۔ جن کا ترک مقابلہ نہ کر سکتے تھے۔ اگر بغداد اور سپین کی حکومتیں مل کر اپنے زمانہ میں شمالی ملکوں میں پھیل جاتیں تو وہ ایک زرّیں موقعہ تھا۔ یقیناً اس وقت اسلام ان ممالک میں پھیل جاتا اور آج کے تاریک دن دیکھنے میں نہ آتے۔

کہا جا سکتا ہے کہ الٰہی تقدیر کو کس طرح روکا جا سکتا تھا لیکن یہ اعتراض یا الٰہی کلام کی حقیقت کی ناواقفی سے پیدا ہوگا۔ الٰہی قانون یہ ہے کہ اندازی پیشگوئیاں ٹل بھی جاتی ہیں۔ کم سے کم اسلام کو جو ضعف آج پہنچ رہا ہے۔ ان حالات میں وہ ایسا شدید نہ ہوتا اور یورپ میں اسلام کے ہمدرد اور مددگار موجود ہوتے جو مسیحی حملہ کی شدت کو بہت کم کر دیتے۔

یہ جو فرمایا کہ اگر تجھے ان کا علم ہو تو تُو ان سے مرعوب ہو جائے۔ اس کا تعلق اس وقت سے ہے جبکہ ان کو شمال اور جنوب میں پھیلا دیا جائے گا۔ چنانچہ دیکھ لو۔ اس وقت ان شمالی قوموں کا کس قدر رُعب ہے۔ دنیا کی دوسری حکومتیں اگر کوئی ہیں بھی تو اُن کے رحم پر ہیں۔ اور ان کا رُعب سب دنیا پر چھایا ہُوا ہے۔

وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ سے اس طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے کہ ان قوموں میں کُتّے رکھنے کا بہت رواج ہوگا۔ چنانچہ دیکھ لو۔ یورپین قومیں عام طور پر کُتّے رکھتی ہیں جو ان کے گھروں کے پہرے دیتے ہیں اور پہلا خوف ان کی کوٹھیوں پر جانے والے کے لئے ان کے کتّوں سے ہی پیدا ہوتا ہے۔

لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مخاطب نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ یہ نُقَلِّبُهُمْ کے بعد کی حالت کے اثر کا بیان ہے۔ پس اس میں ہر سننے والا ہی مخاطب ہو سکتا ہے۔ یعنی ہر ایک پر اُن کا رُعب طاری ہو جائے گا۔ چنانچہ کچھ عرصہ پیشتر تو ساری دنیا میں ہی اس قوم کا رُعب مانا جاتا تھا۔ اب اللہ تعالیٰ نے اس قوم کی تباہی کے سامان پیدا کر کے دنیا سے اس کے رُعب کو کم کر دیا ہے۔ ورنہ اس قوم کا پہلے اس قدر رُعب تھا کہ لوگ ریل گاڑی کے اول و دوم درجہ میں بیٹھنے تک سے بھی خوف کھاتے تھے۔ اور یورپین لوگوں کی شکل تک دیکھنے سے مرعوب ہو جاتے تھے ۞

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ۭ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا

(اور) ان میں سے ایک کہنے لگا کہ، تم (یہاں) کتنی دیر ٹھہرے رہے ہو (جو اس کی مخالفت) انہوں نے کہا کہ، ہم ایک دن

اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۭ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ۭ

یا دن کا کچھ حصہ ٹھہرے ہیں۔ (تب) انہوں نے (یعنی دوسروں نے) کہا کہ، جو (عرصہ) تم (یہاں) ٹھہرے ہو اسے تمہارا رب ہی بہتر جانتا ہے

فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ

پس (اس بحث کو چھوڑ دو اور) یہ اپنے روپے دے کر اپنے میں سے کسی ایک کو اس شہر کی طرف بھیجو

فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ

اور وہ (جا کر) دیکھے کہ اس (شہر) میں سے کس کا غلہ سب سے اچھا ہے پھر جس کا غلہ سب سے اچھا ہو) اس سے کچھ کھانے کا سامان لے آئے

وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا ۝ اِنَّهُمْ اِنْ

اور وہ ہوشیاری سے لوگوں کی) راز کی باتیں معلوم کرنے کی کوشش کرے۔ اور تمہارے متعلق کسی کو ہرگز کوئی علم نہ ہونے دے ۱۹ (کیونکہ) اگر وہ

۱۹ حل لغات۔ بِوَرِقِكُمْ: اَلْوَرِقُ: اَلدَّرَاهِمُ الْمَضْرُوْبَةُ سرکاری مہر والے سکے (اقرب)

اَزْكٰى: زَكَا كَاهُ (یَزْکُوْ زَکَاءً) اَلْفَ دِرْهَمٍ۔ نَقَدَهُ اِيَّاهُ اَوْ عَجَّلَ لَهُ نَقْدَهَا۔ اس کو ہزار درہم نقد دے دئے یا جلدی ہی ادا کر دئے۔ زَكَا فُلَانًا حَقَّهُ۔ قَضَاهُ اِيَّاهُ۔ اس کے حق کو ادا کیا (اقرب) زَكَا الشَّيْءُ (یَزْکُوْ) نَمَا۔ کوئی چیز بڑھ گئی۔ زَكَا الرَّجُلُ صَلُحَ وَتَنَعَّمَ وَكَانَ فِيْ خَصْبٍ۔ کسی شخص کی حالت درست ہوگئی۔ اور وہ آسودہ حال ہوگیا اور خوب عیش سے رہنے لگا (اقرب) اَلزَّكَاةُ کے معنے اَلطَّهَارَةُ۔ پاکیزگی۔ وَالنَّمَاءُ وَالْبَرَكَةُ ہر چیز کا بڑھنا اور اس میں برکت کا ہونا (تاج)

اَلطَّعَامُ: اِسْمٌ لِمَا يُؤْكَلُ۔ خوراک۔ کھانا۔ وَقَدْ غَلَبَ الطَّعَامُ عَلَى الْبُرِّ۔ اور زیادہ گندم پر طعام کا لفظ بولا جاتا ہے وَرُبَّمَا اُطْلِقَ عَلَى الْحُبُوْبِ كُلِّهَا۔ اور بسا اوقات تمام قسم کے دانوں کیلئے استعمال ہوتا ہے (اقرب)

اَلْوَرِق

الورق: ما يُنْتَفَعُ به۔ ہر وہ چیز جس سے نفع اٹھایا جائے۔ ما يُخْرَجُ للجندي (أو كل شهر) في كل شهر او راه کے اخیر پر جو تنخواہ سپاہی کو دی جائے (اقرب)

اَزْكٰى

وَلْيَتَلَطَّفْ: تَلَطَّفَ (باب تفعّل) سے امر کا صیغہ ہے اور تلطّف الامرو فی الامر کے معنے ہیں ترفق فیہ۔ اس نے کسی معاملہ میں نرمی کی بخشش۔ عاجزی کی تلطّف بفلان: احتال لہ حتّی اطّلع علی اسرارہ اس نے حیلوں کے ذریعہ سے اس کے بھیدوں پر اطلاع پائی (اقرب) وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ: يشعرن فعل کے باب افعال کا صیغہ مضارع واحد مذکر غائب ہے۔ شعر کے لئے دیکھو سورہ یوسف ۱۱

وَلْيَتَلَطَّفْ

تفسیر:۔ اس جگہ بھی ان اصحاب کہف کا ذکر نہیں جو ابتدائی ایام میں غاروں میں چھپتے تھے۔ بلکہ نُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ کے وقت کا حال بتایا ہے اور بَعَثْنٰهُمْ سے مراد آئندہ زمانہ میں شمالی اقوام کی ترقی کا جو سمجھا ہوچکی ہوں گی ذکر

اَلطَّعَام

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

گیا ہے۔ ماضی کے صیغہ سے آئندہ کی خبر دینا قرآن کریم کا عام محاورہ ہے اور جیسا کہ متعدد بار پہلے ثابت کیا جا چکا ہے۔ ماضی کے صیغہ سے آئندہ کی خبر دینے سے اس کے یقیناً واقع ہو جانے کی طرف اشارہ ہوتا ہے جیسا کہ اَتٰٓی اَمْرُ اللّٰہِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْہُ (نحل ع ۱) وغیرہ بہت سی آیات ہیں۔ اسی طریق کلام کو یہاں اختیار کیا گیا ہے غرض اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ ہم ایک دن ان قوموں کو جو اس وقت سو رہی ہیں بیدار کریں گے اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ آپس میں یہ سوال کریں گی کہ تم کس قدر عرصہ تک سوتے رہے ہو یعنی اب بیدار ہونا چاہیئے چنانچہ صلیبی جنگوں کے وقت ان اقوام میں بیداری پیدا ہوئی اور انہوں نے اسلام کے خلاف جتھہ بازی کی اور اسلامی ممالک پر حملہ شروع کیا۔ یہ جو فرمایا ہے کہ لَبِثْنَا یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ اُن کو شک تھا کہ ہم دن یا دن کا کوئی حصہ سوتے رہے ہیں۔ بلکہ اس کے معنے عربی محاورہ میں غیر معین اور لمبی مدت کے بھی ہوتے ہیں۔ چنانچہ قیامت کے دن کفار کے سوال و جواب میں بھی یہ الفاظ استعمال ہوئے ہیں فرماتا ہے قیامت کے دن ہم کفار سے پوچھیں گے۔ کَمْ لَبِثْتُمْ فِی الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِیْنَ قَالُوْا لَبِثْنَا یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ فَسْئَلِ الْعَآدِّیْنَ۔ ہم دن یا دن کا کچھ حصہ رہے۔ پس آپ اُن سے پوچھئے جو گننے پر مقرر ہیں۔ (مومنون ع ۶) ان آیات میں سوال کی عبارت سے بھی اور جواب سے بھی ظاہر ہے کہ ان کی مراد یہ ہے کہ ایک غیر معین عرصہ تک ہم رہے۔ یہی معنے اس جگہ ہیں۔ کہ ایک غیر معین عرصہ تک ہم سوئے رہے۔ ایک اور جگہ قرآن کریم میں اس عرصہ کو ایک ہزار سال بتایا گیا ہے۔ سورۃ طٰہٰ میں فرماتا ہے۔ یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ وَ نَحْشُرُ الْمُجْرِمِیْنَ یَوْمَئِذٍ زُرْقًا یَّتَخَافَتُوْنَ بَیْنَھُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا (طٰہٰ ع ۵) یعنی جب صور پھونکا جائے گا اور ہم مجرموں کو ہوشیار کر کے کھڑا کریں گے جو نیلی آنکھ والے رومی قوم کے ہوں گے وہ آپس میں آہستہ آہستہ باتیں کریں گے اور کہیں گے کہ تم دس تک سوتے رہے۔ دس سے مراد دس صدیاں ہیں یعنی ہزار سال تک سوتے رہے۔

اصحاب کہف کی بعثت سے مُراد

اصحاب کہف کے عرصہ قیام کی تشریح

زُرْق کا لفظ جو آیت میں آیا ہے اس کے معنے نیلی آنکھوں والوں کے ہیں۔ یورپین لوگوں کی آنکھیں بوجہ رنگ کی سفیدی کے نیلی ہوتی ہیں اور عرب لوگ رومیوں کو ازرق کہتے تھے یعنی نیلی آنکھوں والے۔ چنانچہ لغت میں لکھا ہے ازرق کے معنے دشمن کے بھی ہوتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ رُوم اور دیلم کی آنکھیں نیلی ہوتی ہیں اور عرب لوگ ان کو اپنا بڑا دشمن سمجھتے تھے اس لئے آہستہ آہستہ اس لفظ کے معنے عربوں میں دشمن کے ہو گئے (اقرب)

خلاصہ یہ کہ اس آیت کا یہ مفہوم نہیں کہ انہیں شبہ تھا کہ وہ شاید تھوڑی دیر تک اس غفلت کی حالت میں رہے ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ ایک لمبا غیر معین عرصہ اس حالت میں رہے ہیں۔ سورۃ طٰہٰ میں اس عرصہ کی مقدار ایک ہزار سال بتائی ہے۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے ایک ہزار سال کا عرصہ شمار کیا جائے تو حساب یوں بنتا ہے۔ رسول کریم صلعم کی پیدائش مطابق شمار سر ولیم میور ۵۷۰ء میں ہوئی۔ (لائف آف محمدؐ) دعویٰ نبوت چالیس سال بعد ۶۱۰ء دعویٰ کی تاریخ ہوئی ۶۱۱ء۔ اس میں ہزار سال جمع کئے جائیں تو ۱۶۱۱ء یا ۱۶۱۲ء بنتے ہیں۔ اور یہی وہ تاریخیں ہیں جن میں ہندوستان میں انگریزوں کے قدم جمے۔ ۱۶۱۱ء میں مغلیہ حکومت نے خلیج بنگال میں کام کرنے کی انگریزوں کو اجازت دی۔ اور ۱۶۱۲ء میں سُورت میں پہلا

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

یَظْهَرُوْا عَلَیْكُمْ یَرْجُمُوْكُمْ اَوْ یُعِیْدُوْكُمْ فِیْ

تم پر غلبہ پا لیں تو یقیناً تمہیں سنگسار کر دیں گے یا (جبراً) تمہیں واپس اپنے

کارخانہ کھولنے کی اجازت دی (مارچ آف مین MARCH OF MAN مطبوعہ انسائیکلو پیڈیا برٹینکا سوسائٹی) دنیا جانتی ہے کہ یورپ کی ترقی اور اس کے دنیا میں پھیلنے کی یہ پہلی بنیاد تھی۔ یورپ نے انگریزوں کے نقش قدم پر اور ان کے سہارے پر ترقی کی ہے۔ اور انگریزوں کی ترقی کا راز ہندوستان میں ان کا وارد ہونا ہے۔ ہندوستان ہی میں قدم جمنے پر انہوں نے دوسرے ایشیائی ممالک پر اور افریقہ پر قبضہ کیا۔ اور ان کے اس طرح اقتدار حاصل کرنے پر دوسری یوروپین اقوام نے دنیا میں ترقی کی۔

شاید کوئی کہے کہ ذکر تو رومیوں کا تھا انگریزوں کا ان امور سے کیا تعلق؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یورپ کا موجودہ تمدن رومی اثر کا ہی نتیجہ ہے اور سب یورپ روم کا شاگرد ہے اور اسی کی تہذیب کی یادگار۔ اور یورپ میں عیسائیت بھی روم کے ہی ذریعہ سے قائم ہوئی ہے اس لئے شاخوں کا کام جڑ ہی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔

ازکیٰ۔ ازکیٰ کے معنے اَصلح کے ہوتے ہیں یعنی مناسب حال۔ اور اس کے معنے اعلیٰ درجہ کے بھی ہیں یورپ کی قوموں کے پھیلنے کی بڑی وجہ یہی ہوئی ہے کہ ان کے ملکوں میں غلّہ کافی نہیں ہوتا اور وہ غلّے اور مصالح ایشیا سے لے جاتے تھے۔ پہلے عربوں کی معرفت وہ چیزیں خریدتے تھے لیکن جب ہندوستان کا راستہ دریافت ہو گیا تو انہوں نے براہ راست ان اشیاء کی تجارت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اور آہستہ آہستہ دوسری چیزوں کی تجارت بھی ان کے ہاتھ میں آ گئی۔

طعام کے معنے اس جگہ پکے ہوئے کھانے کے نہیں۔ عربی زبان میں طعام ہر کھانے کی چیز کو کہتے ہیں۔ خصوصاً گندم کو۔ اور جب تک امریکہ نے گندم کی پیداوار میں کوشش نہیں کی جو بالکل قریب زمانہ کی بات ہے دو سو سال تک یورپ کو ہندوستان ہی گندم مہیا کرتا رہا ہے۔

گویا انہوں نے اس غلّہ خریدنے والے کو ہدایت کی کہ چونکہ ہم نے اس غلہ کو ذخیرہ کرنا ہے اور دیر تک جمع رکھنا ہے اس لئے مناسب طعام دیکھ کر لانا۔

یہ جو فرمایا ہے وَلْیَتَلَطَّفْ یہ مغربی قوموں کا خاصہ ہے۔ ان کے باہر جانے والے افسروں کو خاص ہدایت ہوتی ہے کہ وہ بہت میٹھے طور پر باتیں کریں اور تاجر بھی ایسے میٹھے رہتے ہیں کہ لوگوں میں جوش پیدا نہیں ہوتا۔

وَلَا یُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا اس آیت میں گو اَحَدًا کا لفظ آیا ہے۔ اور ضمائر بھی مفرد کے استعمال ہوئے ہیں۔ لیکن میرے نزدیک یہ ضروری نہیں کہ ایک ہی آدمی کا بھیجا جانا یہاں مراد ہو۔ قرآن کریم میں حضرت آدم کے قصے میں ابلیس کا ذکر آتا ہے اور سب باتیں اسی کو مخاطب کر کے کہی گئی ہیں لیکن دوسرے مقامات پر اس کے ساتھ اور جماعت بھی شریک کی گئی ہے جیسے کہ فرماتا ہے۔ بعضکم (بعض عدو تم میں سے بعض بعض کے دشمن ہو گے) اسی طرح بعض دوسرے مقامات پر ابلیس کی ذریت کا بھی ذکر کیا ہے پس گو لفظ احد کا استعمال ہوا ہے مگر مراد یہ ہے کہ اپنے میں سے بعض کو روٹی خرید کے لئے بھیجو اور مفرد کا لفظ میرے نزدیک اس نظام پر دلالت کرنے کے لئے رکھا گیا ہے کہ ایک نظام کے ماتحت جائیں اور ذمہ دار اور جوابدہ ایک ہی شخص ہو

کسی کو تمہارا علم نہ ہونے سے یہ مراد ہے کہ اپنے وجود کو محسوس نہ ہونے دینا اور یہ ظاہر نہ ہونے دینا کہ تمہاری قوم کی نیت ان ممالک میں نفوذ پیدا کرنے کی ہے بلکہ ایسی طرح معاملہ کرنا کہ تمہاری آمد کی اغراض کو لوگ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا اِذًا اَبَدًا ۝ وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا

مذہب میں داخل کرلینگے اور اس صورت میں کبھی (بھی) کامیاب نہیں ہوگے ۵۱۷ اور اسی طرح ہم نے (لوگوں کو)

عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ

ان (کے حالات) سے آگاہ کیا ہے تاکہ انہیں معلوم ہو کہ اللہ (تعالےٰ) کا وعدہ پورا ہو کر رہنے والا ہے اور (یہ بھی) کہ اس (موعودہ) گھڑی

لَا رَيْبَ فِيْهَا ۚ اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ

(کے آنے) میں کچھ بھی شک نہیں (اور اسوقت کو بھی یاد کرو) جب وہ اپنے کام کے متعلق آپس میں گفت گو کرنے لگے

فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ۭ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ۭ

اور انہوں نے (ایک دوسرے سے) کہا (کہ) تم ان (کے رہنے) کے مقام پر کوئی عمارت بناؤ۔ ان کا رب ان (کے حال) کو سب سے بہتر جانتا تھا۔

قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓى اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ

(آخر) جنہوں نے اپنے قول میں غلبہ حاصل کر لیا انہوں نے کہا (کہ) ہم (تو) ان (کے رہنے کے مقام) پر

تاڑ نہ جائیں اور تمہارے اصلی منشاء کو نہ پہچانیں۔

اور ایسی تشویش دلانے کے لئے اور جن کو مشورہ دیا گیا ہے اُن کیلئے جو چیز کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے اس سے میرے نزدیک اس طرف اشارہ ہے کہ یہ وفد بھیجنے والی ایک کمپنی ہوگی کوئی بادشاہ یہ کام نہ کریگا۔ چنانچہ انگریزی وفد جو ہندوستان آیا۔ یا فرانسیسی وفود جو آئے یہ سب کمپنیوں کی طرف سے تھے۔ ان کا آقا کوئی ایک فرد نہ تھا بلکہ کمپنیاں تھیں۔

۵۱۸ حل لغات یَظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ : ظَهَرَ (یظھرُ علیہ) عَلَيْهِ۔ اس پر غالب آیا۔ ظھر فلانٌ علیٰ سِرِّہٖ۔ اطلع علیہ۔ کسی بھید پر مطلع ہوا (اقرب)

یَرْجُمُوْكُمْ : رَجَمَ سے مضارع جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ رَجَمَ کے معنے کے لئے دیکھو سورۃ حجر ۱۶

الْمِلَّةِ۔ اس کے لئے دیکھو ابراہیم ۱۴

تفسیر:۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ اگر ان اقوام کو جن کی طرف تم وفد بھیجنے ہو تمہارا علم ہو گیا (ظھر علی السر کے معنے ہوتے ہیں اس کو راز معلوم ہو گیا) یا یہ کہ اگر جھگڑا ہو گیا اور قدم جمانے سے پہلے ان سے لڑائی ہو گئی اور تم مغلوب ہو گئے تو وہ تم کو اپنے ملکوں سے نکال دیں گے۔ (رجم کے معنے دھتکار دینے کے بھی ہوتے ہیں) یا اگر نہ نکالیں تو تم کو مجبور کریں گے کہ ان کے مذاہب میں داخل ہو جاؤ۔ اور اگر ایسا ہُوا یعنی تم کو انہوں نے ملک سے نکال دیا۔ یا یہ کہ تم کو اپنے مذاہب میں داخل کر دیا۔ تو تمہارا زور ہمیشہ کے لئے ٹوٹ جائیگا اور پھر کبھی ترقی نہ کر سکو گے۔ چنانچہ دیکھ لو کہ یورپین قومیں سیاسی اغراض کی وجہ سے ہمیشہ عیسائی مذہب کی مدد کرتی ہیں اور دوسری اقوام کے خیالات اپنے اندر پھیلنے سے روکنے کے لئے ہر قسم کی تدابیر اختیار کرتی رہتی ہیں۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مَّسْجِدًا ۝ سَيَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ وَ

مسجد (ہی) بنائیں گے ۵۱ وہ (لوگ جو حقیقت حال سے بیخبر ہیں ضرور) غیب کے متعلق نشانہ بازی کرتے ہوئے (کبھی) کہیں گے (کہ وہ تعداد میں) تین (تھے) (تیسرا)

يَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًۢا بِالْغَيْبِ ۚ

تھے جن کے ساتھ چوتھا ان کا کتا تھا اور (کبھی) کہیں گے (کہ وہ) پانچ تھے جن کے ساتھ چھٹا ان کا کتا تھا۔

۵۲ حل لغات۔ اَعْثَرْنَا: اَعْثَرَ سے جمع متکلم کا صیغہ ہے اور اعثر فلانًا علی السر وغیرہ کے معنے ہیں۔ اَطْلَعَهٗ۔ اس کو بھیدوں پر مطلع کیا۔ اَعْثَرَ فلانًا علی اصحابِہٖ دَلَّهٗ علیہم۔ کسی کو اپنے دوستوں کے متعلق آگاہ کیا۔ اَعْثَرَ بِہٖ عند السلطان قَدَحَ فِیْہِ و طلب تورطه اَن یقع فی عاتوہ۔ بادشاہ کے ہاں اس پر جرح کی اور اس کے مرتبہ کو گرایا۔ (اقرب)

الساعة: کے لئے دیکھو سورۃ نحل ۳۵

رَیْبٌ: راب (یَرِیْبُ رَیْبًا) کا مصدر ہے اور رَابَ کے معنے ہیں۔ اَوْقَعَهٗ فی الرِّیْبِ وَاَوْصَلَ الیہ الرِّیْبَةَ۔ اسے شک میں ڈالا نیز الریب کے معنے ہیں الظَّنَّةُ و التهمةُ۔ ظن، تہمت۔ الشك۔ شک۔ الحاجة۔ حاجت (اقرب)

یَتَنَازَعُوْنَ: تنازع سے مضارع جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے اور تنازَعُوْا کے معنے ہیں اِخْتَلَفُوْا۔ انہوں نے آپس میں اختلاف کیا۔ تنازعوا فی الشیٔ تخاصموا کسی چیز میں جھگڑا کیا (اقرب)

بُنْیَانًا: بنی کا مصدر ہے اور بناہ (یبنیہ بنیانًا) کے معنے ہیں۔ نقیضُ هَدَمَهٗ۔ کسی چیز کو بنایا۔ بنی الارضَ۔ بنی فیها دارًا و نحوها۔ کسی زمین میں مکان بنایا (اقرب)

المسجدُ والمسجَدُ: الموضع الذی یسجد فیه وہ جگہ جہاں سجدہ کیا جائے۔ کلُّ موضعٍ یتعبَّدُ فیه۔ ہر وہ جگہ جہاں عبادت کی جائے۔ وقیل انّ المسجِدَ بالکسر اسم لموضع العبادة یُسْجَدُ فیه اَوْ لم یُسْجَدْ۔

اعثرنا

اور بعض نے کہا ہے کہ مسجد (بکسر جیم) مطلق عبادت کی جگہ کو کہتے ہیں۔ خواہ اس میں سجدہ کیا جائے یا نہ (اقرب)

تفسیر: اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ یہ اقوام جو عرصہ تک دنیا سے الگ رہی تھیں۔ اس طرح پھر دنیا سے روشناس ہو گئیں اور دنیا کو معلوم ہو گیا کہ مسیحی اقوام کے آخری ایام میں غلبہ کی جو خبر ہم نے دی تھی وہ بالکل سچی تھی اور یہ کہ وہ موعود گھڑی جس سے ہم ڈرا رہے تھے ظاہر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی تھی۔

رَیْبٌ

اِذْ یَتَنَازَعُوْنَ سے پھر اصحاب کہف کی ابتدائی حالت کا کچھ ذکر فرمایا اور ان کی ایک علامت بتائی فرماتا ہے کہ اس قوم نے جب سے ہوش سنبھالی ہے ان میں یہ عادت ہے کہ اپنے وفات یافتوں کے نام پر مساجد یعنی معابد بناتے ہیں۔ جو ان کے بزرگ گذرے ہیں ان کی یاد میں ہر گرجے بناتے ہیں۔ چنانچہ دیکھ لو مسیحی ہی ایک قوم ہے جن میں بزرگوں کے نام پر گرجے بنائے جاتے ہیں مسلمانوں کی کوئی مسجد کسی بزرگ کے نام پر نہیں بنائی جاتی اور نہ یہود میں ایسا ہوتا ہے۔ مگر مسیحیوں کے ہزاروں گرجے بزرگوں کی یاد میں ہیں۔ بلکہ گرجوں میں یہ لوگ مُردوں کو دفن بھی کرتے ہیں۔ ابتدائی اصحاب کہف کی یادگار میں بھی کیتھا کو مبز میں بہت سے گرجے بنے ہوئے ہیں۔

مسیحیوں میں مردوں کے نام گرجے بنانے کی عادت

یَتَنَازَعُوْنَ

بُنْیَانًا

المسجد

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

وَيَقُولُونَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ قُلْ رَّبِّيْ أَعْلَمُ

اور (ان میں سے بعض یوں بھی) کہیں گے (کہ وہ) سات تھے اور ان کے ساتھ آٹھواں ان کا کتا تھا تو (انہیں) کہدے، ان کی صحیح گنتی

بِعِدَّتِهِمْ مَّا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا قَلِيلٌ ۬ فَلَا تُمَارِ فِيهِمْ

کو اللہ (تعالےٰ ہی) بہتر جانتا ہے (اور) تھوڑے لوگوں کے سوا انہیں کوئی نہیں جانتا - پس تو ان کے متعلق مضبوط بحث

ع ۳ ۱۵ إِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا ۖ وَّلَا تَسْتَفْتِ فِيهِمْ مِّنْهُمْ أَحَدًا ۝

کے سوا کوئی بحث نہ کر اور ان کے بارہ میں ان میں سے کسی سے حقیقت حال دریافت نہ کر ۵۳۰

رَجْمًا

۵۳۰ حل لغات رجمًا بالغیب۔ الرجم: اَنْ یُّتَکَلَّمَ بالظنِّ۔ یقالُ رَجَمًا بالغیبِ ای لا یوقف علی حقیقتہ۔ رجم کے معنے ظنی طور پر بات کرنے کے ہیں اور رجما بالغیب انہی معنوں میں ہے کہ اس نے بات تو کی لیکن اس کی حقیقت سے بے خبر تھا۔ مزید تشریح کے لئے دیکھو سورہ حجر ۳۰

اصحاب کہف کی گنتی کو صرف اللہ ہی جانتا ہے

تُمَارِ

تُمَارِ: مَارَاہُ (مَمَارَاۃً وَمِرَاءً) کے معنے ہیں جَادَلَہٗ مُنَازَعَۃً۔ اس سے جھگڑا کیا۔ وَکَاجَّہٗ وَطَعَنَ فِیْ قَوْلِہٖ تَزْیِیْفًا لِلْقَوْلِ وَتَصْغِیْرًا لِلْقَوْلِ اس نے نہایت سختی سے جھگڑا کیا اور مدمقابل کی بات کو ساقط قرار دیتے ہوئے طعنہ زنی کی اور کلام کی اہانت کی۔ (اقرب)

لَا تَسْتَفْتِ

لَا تَسْتَفْتِ: اِسْتَفْتٰی سے نہی کا صیغہ ہے۔ اور اِسْتَفْتٰی فُلَانٌ الْعَالِمَ فِیْ مَسْئَلَۃٍ (استفتاءً) کے معنے ہیں سَاَلَہٗ اَنْ یُّفْتِیَہٗ فِیْہَا۔ اس نے کسی عالم سے چاہا کہ وہ اس کے متعلق اُسے واقفیت بہم پہنچائے (اقرب)

تفسیر:- اس آیت میں پھر ابتدائی اصحاب کہف کی نسبت ایک اور بحث کا ذکر فرمایا ہے کہ کوئی ان کو تین بتاتا ہے کوئی چار کوئی پانچ، مگر یہ سب ظنی باتیں ہیں اور کوئی کہتا ہے کہ سات ہیں آٹھواں ان کا کتا ہے۔

بعض نے اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ سات تھے۔ کیونکہ پہلے اعداد کے ساتھ تو فرمایا یہ ظنی باتیں ہیں اور اس آخری تعداد کو بعد میں بیان کیا ہے معلوم ہوا یہ قول درست ہے۔ حالانکہ یہ قول بھی اللہ تعالےٰ نے اپنی طرف منسوب نہیں کیا۔ بلکہ دوسروں کی طرف منسوب کیا ہے اور اس کے بعد فرمایا ہے کہ تو ان سب لوگوں سے کہہ دے کہ اللہ ان کی گنتی کو جانتا ہے۔ اگر یہ آخری گروہ صحیح اندازہ بیان کرنے والا ہوتا تو ان کو یہ کیوں کہا جاتا کہ اللہ تعالےٰ ان کی گنتی کو جانتا ہے۔ پھر تو یہ کہنا چاہیئے تھا کہ تو ان لوگوں سے کہہ دے کہ تمہارا بیان صحیح ہے۔ پس درحقیقت اس قول والوں کی بھی تردید کی گئی ہے کیونکہ اصحاب کہف پانچ سات نہ تھے۔ بلکہ وہ تو مختلف اوقات میں غاروں میں پہنچے رہے اور ہزاروں کی تعداد میں تھے۔ پس اصل بات یہی ہے کہ اللہ تعالےٰ کے سوا ان کی گنتی کو کوئی نہیں جانتا۔ مَا یَعْلَمُہُمْ اِلَّا قَلِیْلٌ۔ کے یہ معنے نہیں کہ تھوڑے سے لوگوں کو ان کی گنتی معلوم ہے۔ بلکہ یا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی گنتی کوئی بھی نہیں جانتا۔ کیونکہ قلیل کا لفظ عربی میں اسی طرح نفی کے لئے آتا ہے جس طرح انگریزی میں فیو FEW کا لفظ نفی کے لئے آتا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں قلیل من الرجال یقول ذالک۔ اور اس کے معنے یہ ہوتے ہیں۔ کہ کوئی یہ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ۝ اِلَّآ

اور تُو کسی بات کے متعلق (دعویٰ سے) ہرگز نہ کہہ دیکھ) میں کل یہ (کام) ضرور کروں گا سوائے اس (صورت)

اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ۚ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِیْتَ وَقُلْ

کے کہ اللہ تعالیٰ کسی امر کے متعلق (ایسا کہنا) پسند کرے۔ اور جب (کسی وقت) تو بھول جائے تو (یاد آجانے پر) اپنے رب کو یاد کیا کر اور (لوگوں سے) کہہ دے

عَسٰٓى اَنْ یَّهْدِیَنِ رَبِّیْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا ۝

(کہ مجھے کامل) امید ہے کہ میرا رب مجھے اس (آیت) پر جلائیگا جو ہدایت پانے کے لحاظ سے اس (سے موجودہ طریق) کی (بہ تکمیل کے) زیادہ قریب ہوگا ۲۵

نہیں کہنا (اقرب) یا پھر اس آیت میں چونکہ گنتی کا لفظ نہیں اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ اصحاب کہف کی حقیقت کو تھوڑے آدمی جانتے ہیں۔ یعنی وہ جو صحیح تاریخ سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہ ابتدائی مسیحی لوگ تھے جو کیٹا کومبز میں چھپا کرتے تھے۔ باقی لوگ ان کے بارہ میں مختلف قصوں سے دھوکا کھا رہے ہیں۔ چنانچہ ان قلیل کے علم کا ہی نتیجہ ہے کہ آخر ان کی اصل حقیقت ظاہر ہوگئی۔

آگے فرمایا کہ ان کے بارہ میں سوائے اصولی بات کے اور کوئی بات نہ کرو۔ یعنی تفاصیل دنیا کو معلوم نہیں ہیں۔ پس صرف اصولی باتیں کرو اور تفاصیل میں نہ پڑو۔ اور یہ کہہ کر کہ لوگوں سے ان کے بارہ میں سوال نہ کرو یہ بتایا ہے کہ تاریخ کا یہ حصہ مٹ گیا ہے کوئی بھی پوری تفصیل اس واقعہ کی نہیں بتا سکتا۔ اس لئے اگر تفصیلی معلومات حاصل کرنا چاہو گے تو غلطی کرو گے۔ مگر افسوس کہ مسلمانوں نے اس حکم کے باوجود کتنے کا رنگ اور اس کا قد تک یہود و نصاریٰ سے پوچھنے کی کوشش کی اور اسطرح تفاسیر میں بے ثبوت روایات کا وہ ذخیرہ جمع کر دیا کہ اُسے پڑھ کر رونا آتا ہے۔

۲۱ حل لغات۔ الغد: کے معنے ہیں۔ اَلْیَوْمُ الَّذِیْ یَاْتِیْ بَعْدَ یَوْمِكَ عَلَی اثْرِ ثُمَّ تَوَسَّعُوْا فِیْهِ حَتّٰی اُطْلِقَ عَلَی الْبَعِیْدِ الْمُتَرَقَّبِ۔ کل۔ دوسرا دن۔ آئندہ زمانہ کا کوئی دن جس کا انتظار ہو (اقرب)

تفسیر:۔ اس آیت میں پھر اس قوم کی ترقی کے زمانہ کے متعلق ایک خبر دی ہے اور وہ یہ کہ اس قوم کے مقابلہ پر دعویٰ نہ کرنا اور یہ نہ کہنا کہ بس ہم کل ان کو تباہ کر دیں گے سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ تم کو ان کے متعلق کوئی خبر دے یعنی الہام سے بتائے کہ ان سے اب فلاں سلوک ہونے والا ہے۔

بعض لوگوں نے اس آیت کے یہ معنے کئے ہیں کہ اے محمد رسول اللہ کوئی بات بغیر اِنْ شَآءَ اللّٰهُ کے نہ کہا کرو۔ اور اس حکم کے متعلق بعض نہایت افسوسناک روایات نقل کی ہیں جن میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی صریح ہتک ہے حالانکہ آیت کے الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ یہاں اِنْ شَآءَ اللّٰهُ کہنے کا کوئی ذکر نہیں۔ اگر وہ مضمون ہوتا تو الفاظ یوں چاہیئے تھے اِلَّآ اَنْ تَقُوْلَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ۔ مگر یہاں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ۔ یعنے اوپر والا فقرہ اس وقت تک نہ کہیو جب تک کہ اللہ تعالیٰ تجھے اس فقرہ کے کہنے کا حکم نہ دے۔ پس آیت کا مطلب تو صرف یہ ہے کہ اس قوم کا مقابلہ مسلمان اپنی طاقت سے نہ کر سکیں گے۔ بلکہ وہ ان کا مقابلہ کر سکے گا جسے اللہ تعالیٰ اپنی مشیت سے ان کے مقابلہ کے لئے کھڑا کرے گا۔

الغد

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

وَلَبِثُوْا فِیْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِیْنَ وَازْدَادُوْا

اور (یہ بھی کہتے ہیں کہ) وہ (اس) اپنی وسیع پہاڑی پناہ گاہ میں تین سو سال تک رہے تھے اور (اس عرصہ پر) نو سال (انہوں نے)

تِسْعًا ۝ قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا ۚ لَهٗ غَیْبُ

اور بڑھائے تھے ۵۲۲ تو (انہیں) کہہ (کہ) جو (عرصہ) وہ ٹھہرے ہوئے تھے اسے اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ آسمانوں اور زمین کا غیب

اس آیت میں مسلمانوں کی اس وقت کی حالت کی طرف اشارہ ہے جب وہ ان اقوام کی ترقی کو دیکھ کر جوش میں آئیں گے اور ان کا مقابلہ کرنے کی تیاریاں کریں گے۔ لیکن وہ اس میں کامیاب نہ ہوں گے۔ دوسرے اس زمانہ کے مسلمانوں کی حالت بتائی ہے کہ وہ کام کی بجائے کل کی امیدوں پر آجائیں گے اور ہمیشہ یہ کہیں گے کہ ہم کل یہ کر دکھائیں گے یعنی قوتِ عملیہ مفقود ہو جائیگی اور ڈراوے اور دھمکیاں رہ جائیں گی اور ہمیشہ کل کا لفظ بولتے رہینگے کبھی وہ کل آج کی صورت اختیار نہ کرے گا چنانچہ دیکھ لو کہ اس زمانہ میں یہ صداقت ساری مسلمان اقوام کے اعمال سے اس طرح ظاہر ہو رہی ہے کہ افسوس بھی آتا ہے۔ اور تعجب بھی۔

مسلمانوں کی موجودہ حالت کی طرف اشارہ

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِیْتَ کہہ کر یہ بتایا کہ اگر کبھی جوش میں آکر ان قوموں کے مقابلہ کا خیال تمہارے دل میں پیدا ہو تو اللہ تعالےٰ کے وعدوں کو یاد کر لیا کرو کہ خدا تعالےٰ کا وعدہ ہے کہ ایک دن مسلمانوں کو ان کے حملہ سے بچائے گا اور غیب سے مسلمانوں کی نجات کے سامان پیدا کرے گا۔ اس لئے الٰہی تدابیر کے سوا دوسری تدابیر کا خیال دل سے نکال دینا چاہیئے۔

اصحاب کہف کے قیام کے عرصہ ۳۰۹ سال کا ثبوت

وَقُلْ عَسٰۤی اَنْ یَّهْدِیَنِ رَبِّیْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا میں بھی یہ سبق دیا کہ تمہاری ظاہری تدابیر تو سینکڑوں سالوں میں ان اقوام کو تباہ نہیں کر سکتیں لیکن اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے بہت جلد ایسے سامان پیدا کر دیگا کہ تم ان فتنوں سے محفوظ ہو جاؤ۔

مسلمانوں کو نصیحت کہ اللہ کے فضل سے ہی اقوام کے فتنوں سے بچ سکیں گے۔

افسوس مسلمانوں نے اس نصیحت سے بھی فائدہ نہ اٹھایا اور یوروپین اقوام کے مقابل پر بار بار جہاد کے اعلانات کر کے اسلام کے مرعب کو اور بھی مٹا دیا۔ بلکہ جن خیر خواہوں نے ان کو اس قسم کی باتوں سے روکا ان کو اسلام کا دشمن قرار دیا اور یہ نہ سمجھے کہ جو قرآن کریم کی تعلیم کی طرف بلاتے ہیں وہ اسلام کے دشمن نہیں بلکہ وہ دشمن ہیں جو باوجود قرآن کریم کے منع کرنے کے پھر بھی غلط طریقہ کو استعمال کرتے چلے جاتے ہیں۔

۵۲۲ تفسیر:- اس آیت میں قدیم اصحاب کہف کی مصیبتوں کا زمانہ بتایا ہے جس (زمانہ تک) کہ ان پر ظلم ہوتے رہے اور ان کو بار بار غاروں میں جا کر چھپنا پڑا۔ فرماتا ہے کہ وہ تین سو نو سال کا زمانہ ہے۔ تاریخ سے اس امر کی تصدیق ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ مصائب کا زمانہ حضرت مسیح کے صلیب پانے کے وقت سے شروع ہوتا ہے اور پورا امن کانسٹنٹائن (بانی قسطنطنیہ) کے عیسائی ہو جانے کے وقت حاصل ہوا ہے۔ کانسٹنٹائن ۳۳۳ء میں عیسائی ہوا ہے جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے (انسائیکلوپیڈیا برٹینکا جلد ۵ صفحہ ۶۷۶) بظاہر یہ زمانہ قرآنی بیان کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ لیکن جب ہم مسیحی تاریخ پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ تاریخ غلط ہے۔ اصل سال جس میں کانسٹنٹائن بادشاہ روم عیسائی ہوا ۳۰۹ء ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ خود مسیحی جغرافیہ نویسوں نے تسلیم کیا ہے کہ مسیحی کلنڈر میں غلطی ہو گئی ہے چنانچہ آرچ بشپ اشر (USHER) نے اپنی کتاب علم تاریخ (CHRONOLOGY) میں

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ ۭ مَا لَهُمْ مِّنْ

(کا علم) اسی کے لئے (مسلم) ہے۔ وہ خوب ہی دیکھنے والا اور خوب ہی سننے والا ہے۔ ان لوگوں کا اس کے سوا

دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ ۠ وَّلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا ۝

کوئی بھی مددگار نہیں ہے اور وہ اپنے حکم (اور اپنے فیصلوں) میں کسی کو (اپنا) شریک نہیں بناتا ۲۷ اور

وَاتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ۭ لَا مُبَدِّلَ

تیرے رب کی کتاب میں سے جو (حصہ) تجھ پر وحی (کے ذریعہ سے نازل) ہوتا ہے اسے پڑھ (کر لوگوں کو سنا) اس کی باتوں کو کوئی بھی

اور ڈاکٹر کٹو KITTO نے اپنی کتاب "ڈیلی بائبل السٹریشنز" میں ثابت کیا ہے کہ جو تاریخ مسیحی کلنڈر میں واقعہ صلیب کی دی گئی ہے وہ غلط ہے اور یہ غلطی ۵۲۷ء میں لگی ہے حقیقت یہ ہے کہ اس تاریخ سے صرف چار یا چھ سال پہلے مسیح پیدا ہوئے تھے۔ پس اس وقت انکی عمر صرف چار سے چھ سال تک کی ہوتی ہے لیکن وہ صلیب پر تینتیس سال کی عمر میں لٹکائے گئے تھے۔ اب اس بیان کے مطابق اگر چار اور چھ کی اوسط نکال لی جائے تو پانچ بنتی ہے۔ چونکہ مسیح کو صلیب تینتیسویں سال میں دیا گیا تھا اس لئے مسیحی سن میں سے اٹھائیس سال منہا کرنے پڑینگے کیونکہ مسیحی کلنڈر سے اٹھائیس سال بعد صلیب کا واقعہ ہوا ہے۔ اب اٹھائیس سال کو ۵۳۳ء میں سے نکالو تو پورے ۵۰۵ء سال ہوتے ہیں۔ یہ تو مسیحی روایات کو صحیح تسلیم کر کے ہے ورنہ اگر یہ شہادت نہ بھی ہو تب بھی قرآن کریم جس کی سب خبریں بائبل کے مقابل میں صحیح ثابت ہوتی ہیں اسکی بات کو بہرحال مقدم رکھنا ہوگا۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ لمبے مصائب سے گھبرانا نہیں چاہیئے۔ ہم سے پہلے مسیحی جماعت کو تین سو نو سال تک دکھ دیئے گئے۔ لیکن انہوں نے صبر سے کام لیا اور آخر اس صبر کا نہایت شیریں پھل کھایا۔ پس تم کو جلدی نہیں کرنی چاہیئے بلکہ اپنے کام میں لگے رہنا چاہیئے اور استقلال سے مصائب کا مقابلہ کرنا چاہیئے۔

الکتاب — یہی کہ سنہ ۱۰ پر

۲۳ حل لغات ۔ اَلْغَيْبُ۔ غَيْبٌ غَابَ کا مصدر ہے اور غیب کے معنے کے لئے دیکھو (عد ۱۰)

اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ ۔ دونوں فعل تعجب ہیں۔ یعنی وہ کیا ہی خوب دیکھنے والا ہے۔ اور کیا ہی خوب سننے والا ہے

تفسیر ۔ قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا کہہ کر بتایا کہ مسیحیوں کی تاریخیں اس بیان کی مخالفت کریں گی جیسے کہ ان کے ہاں ۳۰۹ء کی مدت لکھی ہے لیکن ان کی بات کا اعتبار نہ کرنا اللہ جانتا ہے کہ ان کی غلطی ہے۔ چنانچہ بعد کی تحقیق نے ان کی غلطی ثابت بھی کر دی۔

اگر کہا جائے کہ اس جگہ قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا آیا ہے اس سے تو پتہ لگتا ہے کہ پہلی بات غلط تھی اس کا جواب یہ ہے کہ اگر پہلا قول لوگوں کا ہوتا تو اس فقرہ سے اس کی تردید نکلتی۔ لیکن پہلی آیت میں چونکہ کفار کا قول نقل نہیں کیا بلکہ بغیر ان کے حوالہ کے زمانہ بتایا ہے اس لئے اس جملہ سے تردید نہیں نکلے گی بلکہ تاکید نکلے گی اور مطلب یہ ہوگا کہ اس زمانہ کے بارہ میں لوگ اختلاف کریں گے مگر وہ غلطی پر ہوں گے صحیح زمانہ یہی ہے۔

اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ ۔ وہ خوب دیکھنے والا اور سننے والا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا بیان درست ہے دوسروں کا نہیں نیز ان الفاظ سے اس طرف اشارہ کیا

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ۝ وَاصْبِرْ

تبدیل کرسکنے والا نہیں، اور اسے چھوڑ کر تو کوئی پناہ کی جگہ نہیں پائے گا ۲۷ اور اپنے آپ کو

نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ

ان لوگوں کے ساتھ رکھ جو اپنے رب کو اس کی خوشنودی چاہتے ہوئے

وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ۚ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ

صبح و شام پکارتے ہیں اور دنیا کی زندگی کی زینت چاہتے

عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَا تُطِعْ

ہوئے تیری آنکھیں ان سے آگے نہ بڑھیں۔ اور جس کے دل کو

کہ انسانوں کے حالات کو اللہ تعالےٰ خوب جانتا ہے جب تک انسان شرک سے پاک رہیں وہ ان کی مدد کرتا ہے جب شرک میں مبتلا ہو جائیں اللہ تعالیٰ کی نصرت جاتی رہتی ہے۔

اُتْلُ

۲۷ حل لغات ۔ اُتْلُ : تَلَا یَتْلُوْ سے امر کا صیغہ ہے اور تلا الکلام تلاوۃً کے معنے ہیں قرأہٗ۔ اس کو پڑھا (اقرب) پس اُتْلُ کے معنے ہیں پڑھ۔

الملتحد

اَلْمُلْتَحَدُ : الملجأ۔ پناہ گاہ (اقرب)

تفسیر:۔ اس آیت میں یہ مضمون آکر کھول دیا کہ اس واقعہ کو ہم بطور قصہ نہیں بیان کر رہے بلکہ اسی طرح تیری امت کے ساتھ بھی ہونے والا ہے اور یہ بھی کہ جو مضمون اوپر بیان ہوا ہے اس کے بعض حصے پیشگوئی کے طور پر ہیں اور بعض اخبار صادقہ ہیں۔ اس مضمون کا اشارہ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهٖ کے الفاظ سے نکلتا ہے اگر یہ پیشگوئی نہ ہوتی تو یہ کیوں فرماتا کہ خدا کی باتوں کو کوئی نہیں بدل سکتا۔ سابق کے واقعات کے بدلنے یا نہ بدلنے کا تو کوئی سوال ہی نہیں ہوتا۔ پس اس آیت نے میری اوپر کی تفسیر کی تصدیق کر دی ہے اور اس سے ظاہر

اصحاب کہف کا واقعہ بطور پیشگوئی ہے۔

ہوتا ہے کہ جنہوں نے اوپر کی آیات کو صرف ماضی کا ایک واقعہ سمجھا ہے انہوں نے غلطی کی ہے۔ ان میں کچھ سابق کے واقعات ہیں اور کچھ اصحاب کہف کے قائم مقاموں اور ان کی آئندہ نسل کے متعلق پیشگوئیاں ہیں۔

ایک اور رنگ میں بھی یہ آیات پیشگوئیوں پر مشتمل ہیں۔ اور وہ اس طرح کہ جیسا کہ میں بتا چکا ہوں اس قصہ کے بتانے میں یہ بھی حکمت ہے کہ ایسے ہی واقعات مسلمانوں کے ایک حصہ کو بھی پیش آنے والے ہیں۔ یعنی ان کو بھی اللہ تعالےٰ کے کلام پر ایمان لانے کی وجہ سے تکالیف دی جانے والی ہیں۔ چنانچہ اس کی تصدیق حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت سے بھی ہوتی ہے آپ فرماتے ہیں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب الکہف اَعْوَانُ الْمَہْدِیِّ (درمنثور بحوالہ ابن مردویہ) یعنی اصحاب کہف مہدی کے مرید اور اس پر ایمان لانے والے لوگ ہیں۔ اب اس کے یہ معنے نہیں کہ پہلے کوئی اصحاب کہف نہیں گذرے۔ کیونکہ خود حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اصحاب کہف کی ہڈیاں تک دیکھی ہیں (جیسا کہ اوپر روایت گذر چکی ہے) بلکہ اس کے صرف

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ

ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہو اور اس نے اپنی گری ہوئی خواہش کی پیروی اختیار کی اور اس کا معاملہ حد سے بڑھا ہوا ہو

اَمْرُهٗ فُرُطًا ۝ وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۫ فَمَنْ شَآءَ

اس کی فرمانبرداری مت کر ۲۵ اور (لوگوں کو) کہدے کہ یہ سچائی تمہارے رب کی طرف سے ہی نازل ہوئی ہے پس جو چاہے

یہ معنے ہیں کہ اصحاب کہف کا سا معاملہ مہدی پر ایمان لانے والوں سے بھی گذرے گا اور ان کو بھی خدا کے کلام پر ایمان لانے کی وجہ سے تکالیف دی جائیں گی۔

۲۵ حل لغات۔ وَاصْبِرْ: صَبَرَ سے امر کا صیغہ ہے۔ اور صَبَرَ نَفْسَہٗ علی کذا کے معنے ہیں حَبَسَھَا۔ نفس کو کسی بات پر روکے رکھا (اقرب) مزید تشریح کے لئے دیکھو رعد ۲۳۔

الْغَدٰوۃ: الغداۃ کے معنے صبح۔ صبح کی نماز سے لے کر سورج کے طلوع ہونے تک کا وقت۔ اس کی جمع غُدُوّ ہے۔ مزید تشریح کے لئے دیکھو رعد ۱۶۔

العشیّ: اٰخر النّھار وقبیل من صلوٰۃ المغرب الی العتمۃ۔ دن کے آخری حصہ کو عشی کہتے ہیں بعض کے نزدیک مغرب سے عشاء تک کا وقت عشی کا ہے (اقرب) اَلْوَجْہُ۔ نفس الشیٔ۔ خود ہی چیز۔ الوجہ من الدھر: اوّلہ۔ زمانہ کی ابتداء۔ سیّدُ القوم۔ قوم کا سردار۔ اَلْجَاہُ۔ عزت۔ اَلْجِھَۃُ: طرف۔ مایتوجہ الیہ الانسانُ من عملٍ وغیرہٖ مطمح نظر۔ القصدُ والنیّۃُ۔ قصد اور ارادہ۔ السمرضاۃ: رضامندی (اقرب)

لَا تَعْدُ: عَدَا (یَعْدُو عَدْوًا) سے نہی مخاطب کا صیغہ ہے اور عَدَی فلانًا عن الامر کے معنے ہیں صَرَفَہٗ وشغلہ۔ اس کو کسی کام سے ہٹایا اور روکے رکھا۔ عَدَا الامرَ وعَنِ الامرِ تجاوزہٗ وترکہٗ۔ کسی کام کو ترک کر دیا اور چھوڑ دیا۔

اَغْفَلْنَا: اَغْفَلَ سے جمع متکلم کا صیغہ ہے اور اَغْفَلَ الشیٔ یعنی غفل عنہ (ترکہ وسھا عنہ) کسی چیز کو ترک کر دیا۔ اور اسے بھول گیا۔

اَلْھَوٰی: ارادۃُ النفسِ۔ نفس کا ارادہ خواہش۔ الھوٰی العشقُ یکونُ فی الخیر والشرّ۔ کسی عمدہ یا بری چیز کی خواہش کی شدت الھوٰی محمودًا کان او مذمومًا ثُمَّ غَلَبَ علی غیر المحمود۔ جس سے محبت کی جائے۔ خواہ وہ محبوب پسندیدہ ہو یا ناپسندیدہ۔ لیکن آہستہ آہستہ اس کا استعمال برے معنوں میں ہونے لگ گیا ہے۔ اور جب فلان اتّبع ھواہُ کا محاورہ بولتے ہیں تو اس کے معنے یہ ہوتے ہیں۔ کہ وہ اپنی خواہشات کے پیچھے لگا رہا۔ اور یہ بول کر مذمت مقصود ہوتی ہے (اقرب)

فُرُطًا: الفُرُطُ: الظلمُ والاعتداءُ: ظلم اور زیادتی۔ الامرُ المجاوزُ عن الحدِّ۔ حد اور انتہاء سے بڑھا ہوا۔ الامرُ المتروکُ چھوڑا ہوا کام۔ جسے کہتے ہیں۔ کان اَمْرُہٗ فرطا۔ وقیل اسرافًا وتضییعًا۔ اور بعض نے فرط کے معنے اسراف اور تضییع کے کئے ہیں (اقرب)

تفسیر:۔ اس آیت نے اوپر کے معنوں کو اور واضح کر دیا ہے۔ اس آیت کے مخاطب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نہیں ہیں۔ بلکہ قرآن کریم کے پڑھنے والے وہ شخص ہیں جن کو اس زمانہ کے دیکھنے کا موقعہ ملے۔ ورنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو خود نمازیں پڑھایا کرتے تھے ان کو کس طرح کہا جا سکتا تھا کہ جو صبح و شام نمازیں

لا تعد اس آیت کا مخاطب ہر پڑھنے والا ہے خود آنحضرت صلعم

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۚ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ

(اس پر) ایمان لائے۔ اور جو چاہے (اس کا) انکار کر دے (مگر یہ یاد رکھے کہ) ہم نے ظالموں کے لئے یقیناً ایک

نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ۭ وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا

آگ تیار کی ہے جس کی چار دیواری نے (اب بھی) انہیں گھیرا ہوا ہے اور اگر وہ فریاد کریں گے تو ایسے پانی

بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ ۭ بِئْسَ الشَّرَابُ ۭ

سے (ان کی) فریاد رسی کی جائیگی جو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہوگا (اور) چہروں کو جھلس دیگا۔ وہ بہت بُری پینے کی چیز ہوگی۔

وَسَاۗءَتْ مُرْتَفَقًا ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

اور وہ (یعنی آگ) بُرا ٹھکانا ہے ۝۲۶ (ہاں) یقیناً جو لوگ ایمان لائے ہیں اور انہوں نے نیک اور مناسب حال عمل کئے ہیں

پڑھ رہے ہیں تو ان کے ساتھ رہ۔

اصل میں یہاں یہ بتایا ہے کہ مسیحی اقوام کی ترقی کے وقت ایک ایسی جماعت ہوگی جو اسلام پر قائم ہوگی اور ان کے ساتھ لوگوں کو ملنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس آیت کے مخاطب یقیناً وہ مسلمان ہیں جو اس زمانہ میں اسلام کی ترقی کو سیاسی اسباب کے ساتھ وابستہ قرار دیتے ہونگے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس غلطی میں مبتلا نہ ہونا بلکہ ان لوگوں کے ساتھ شامل ہو جانا جو صبح شام نمازوں میں دُعائیں کرتے ہونگے اور اللہ تعالیٰ کے فضل کو دعاؤں کے ذریعہ سے بلا رہے ہونگے۔ پھر فرماتا ہے اس نمازی جماعت سے اپنی نظریں ہٹا کر اور طرف نہ لے جانا کیونکہ گو دنیا کی زینت اور اس کی ترقی کے سامان اس سے باہر ملینگے لیکن اس میں خدا تعالیٰ کی رضا تو حاصل نہ ہوگی۔ پس دنیاوی لالچوں کی وجہ سے اس بظاہر حقیر نظر آنیوالی جماعت کو حقیر مت جاننا اور ان لوگوں کی پیروی نہ کرنا جو ذکر الٰہی اور تبلیغ سے غافل ہونگے اور ڈنڈے کے زور سے ان قوموں کو سیدھا کرنا چاہیں گے اور افراط و تفریط کی مرض اور سیاسیات کی ہوا و ہوس میں مبتلا ہوں گے۔

اس آیت میں اس طرف بھی توجہ دلائی ہے کہ اس زمانہ میں تین باتیں مسلمانوں کے مصائب کا موجب ہونگی۔ ایک تو لوگ عبادات سے غافل ہو جائیں گے عبادت کیطرف توجہ نہ رہیگی دوسری بات یہ ہے کہ لوگوں کے دل میں دنیا کے اموال کی محبت بڑھ جائیگی تیسری بات یہ ہے کہ عیش و عشرت کا بڑا زور ہوگا۔ ایسے وقت میں مومن کیلئے ضروری ہوگا کہ وہ عبادت میں مشغول رہے اور مال کیطرف رغبت نہ کرے اور اپنی جائز ضروریات پوری کر کے باقی حصہ مال کا دین کی اشاعت میں خرچ کرے۔

۲۶ حل لغات۔ سُرَادِق: کے معنے ہیں (۱) وہ سائبان جو صحن پر لگایا جاتا ہے (۲) پردہ یا قنات۔ یا خیمہ کے چاروں طرف کا پردہ (۳) کپڑے کا خیمہ (۴) غبار (۵) دھوئیں کا بگولہ (اقرب) اَلْمُهْلُ: مہل سب معدنیات کو کہتے ہیں مثلاً چاندی لوہے وغیرہ کو (۲) پتلا تیل۔ سیال چیز جس میں جل اٹھنے کا مادہ ہوتا ہے (۳) زہر (۴) پیپ (۵) خصوصاً مُردہ کی پیپ (۶) پگھلا ہوا تانبا (۷) تیل (۸) لمچھٹ یعنی تیل کی میل جو اس کی تہ میں بیٹھ جاتی ہے (اقرب) يَشْوِي۔ شَوٰی سے مضارع ہے اور شوی اللحم کے معنی ہیں جَعَلَهٗ شِوَاءً گوشت کو بھونا۔ الماء اسخنہ۔ پانی کو گرم کیا (اقرب) مُرْتَفَقًا: ارتفق الرجل۔ طلب رفیقاً۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ۝

(وہ بڑے اجر پائیں گے) جنہوں نے اچھے کام کئے ہوں ہم ان کا اجر ہرگز ضائع نہیں کیا کرتے ۝۳۱

اُولٰٓئِکَ لَھُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھِمُ

ان لوگوں کے لئے دائمی رہائش کے باغات (مقدر) ہیں (ان میں) ان کے (اپنے انتظام کے) نیچے

الْاَنْھٰرُ یُحَلَّوْنَ فِیْھَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَھَبٍ وَّ

نہریں بہتی ہوں گی ان کے لئے ان میں سونے کے کنگنوں کی قسم کے زیور بنوائے جائیں گے

یَلْبَسُوْنَ ثِیَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ

وہ باریک ریشم کے اور موٹے ریشم کے سبز کپڑے پہنیں گے۔

اس نے کسی ساتھی کی تلاش کی۔ اِسْتَعَانَ - مدد مانگی۔ اِتَّکَأَ علی رفیقٍ وقیل علیٰ مِخدَۃٍ۔ کہنی یا تکیہ پر ٹیک لگائی۔ اِرْتَفَقَ الماءُ - امتلأَ۔ برتن (پانی وغیرہ سے) بھر گیا۔ ارتفق القومُ: ترافقوا فی سفرٍ۔ لوگ سفر میں ایک دوسرے کے رفیق بنے۔ المرتفَقُ ارتفق سے اسم مفعول ہے اس کے معنے ہیں المتکأ۔ تکیہ اور سہارا لگانے کی چیز (اقرب)

تفسیر:- وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّکُمْ - تو کہہ دے۔ کہ یہ بات جو میں نے بتائی ہے یعنی مسلمانوں کی ترقی اور ان قوموں کی تباہی۔ یہ ہو کر رہے گی۔ اس سے صاف پتہ لگتا ہے کہ یہ پیشگوئی ہے۔

فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ الآیۃ

یعنی دین کے معاملہ میں زبردستی تو ہے نہیں۔ جو شخص جس بات کو چاہے اختیار کرے وہ اپنے عمل کا نتیجہ بھگتے گا مگر اسے جبراً نہیں منوایا جائے گا۔

اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ وہ جہاد کا زمانہ نہ ہوگا۔ بلکہ تبلیغ کا زمانہ ہوگا۔ لوگوں کے سامنے صداقت رکھنا مسلمانوں کا فرض ہوگا آگے کوئی مانے یا نہ مانے۔ کسی سے جنگ کرنی جائز نہ ہوگی۔

چونکہ یہ سوال ہو سکتا تھا کہ اگر جنگ اور جہاد نہ ہوگا تو مسلمانوں کی کمزور حالت کس طرح بدلے گی۔ اس کا جواب دیا کہ ہم اس کے سامان خود پیدا کریں گے اور یورپین اقوام کو جنگ کا عذاب گھیر لے گا۔ اور گویا جنگ ان کے گھروں کے گرد خیمے لگالے گی۔ اور جس قدر وہ امن کے لئے کوشش کریں گے اور امن امن کہہ کے چلائیں گے۔ اسی قدر پگھلتا ہوا لوہا اور تانبا ان کے مونہوں پر ڈالا جائے گا۔ یعنی امن کی پکار تو ہوگی لیکن نتیجہ توپوں کے گولے اور بم ہی نکلے گا۔ اور ان کے ملک رہائش کے قابل نہ رہیں گے بلکہ برباد کا نا بن جائیں گے۔

یورپین اقوام کی تباہی جنگ کے ذریعہ مقدر ہے۔

اس تفرق کے معنے تعاون اور رفاقت کے بھی ہوتے ہیں۔ ان معنوں کے رُو سے معنے یہ ہوں گے کہ قومیں امن کی خاطر دوسری قوموں سے دوستیاں کریں گی۔ لیکن ان دوستیوں کا نتیجہ جنگ ہی نکلے گا نہ کہ صلح۔

۳۲ تفسیر:- یعنی اس کے مقابل پر جو لوگ خدا کے کلام پر ایمان لائیں گے اور اس ایمان کے مطابق عمل کریں گے ان کے اجر ضائع نہ ہوں گے۔ یعنی باوجود

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ؕ نِعْمَ الثَّوَابُ ؕ وَ

ان (بہشتوں) میں آراستہ پلنگوں پر تکئے لگائے (ہوئے بیٹھے) ہونگے یہ کیا ہی اچھا اجر ہے اور

ع ۴ ۱۶ حَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ۝ وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ

وہ بہت ہی اچھا ٹھکانا ہے ۵۲۸ اور تو ان کے سامنے ان دو شخصوں کی حالت بیان

اس کے وہ ظاہر شان و شوکت سے محروم ہوں گے پھر بھی ان کے اعمال آہستہ آہستہ دنیا میں امن کی صورت پیدا کرتے چلے جائیں گے۔

یحلّون

۵۲۸ حل لغات - یُحَلَّوْنَ : حَلّٰی سے مضارع جمع مذکر غائب کا صیغہ یُحَلُّوْنَ ہے اور یُحَلَّوْنَ اس سے مجہول کا صیغہ ہے۔ اور حلی المرأۃ تحلیۃ کے معنے ہیں البسہا حلیًا۔ عورت کو زیور پہنائے (اقرب)

ثیابًا

ثیابًا : ثوب کی جمع ہے اور ثوب کے معنے ہیں۔ اللباس من کتانٍ وقطنٍ وصوفٍ خز وفراء۔ روئی۔ اُون۔ ریشم۔ پوستین وغیرہ کے کپڑے (اقرب)

سُنْدُس

سُنْدُس : کے معنے ہیں نہایت باریک اور نفیس ریشمی کپڑا یا دیبائے نازک۔ اور کلیات میں اس کے معنی ریشمی گدیلے اور بستروں کے کئے ہیں (اقرب)

اِسْتَبْرَق

اِسْتَبْرَق - الدیباج الغلیظ : موٹا ریشم۔ اسے معرب یعنی غیر عربی زبان کا قرار دیا گیا ہے (اقرب)

اَلْاَرَائِك - اَرِیْکَۃ کی جمع ہے اور اریکۃ کے معنے ہیں۔ سریرٌ منجدٌ مزینٌ فی قُبّۃٍ اَوْ بیت - ایسا مزین تخت جو کسی قبہ یا خیمہ میں لگایا گیا ہو۔ (اقرب)

سونے کے کڑے اور ریشمی کپڑے پہننے کا حکم

تفسیر ۱۔ سونے کے کڑوں پر اعتراض ہوتا ہے کہ مردوں کے لئے سونے کے کڑے پہننا ناجائز ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر تو اس سے مُراد دنیا ہو تو اس سے مراد یہ لی جائے گی کہ ان کو بادشاہتیں ملیں گی۔ سونے کے کنگن پہننے سے مراد بادشاہت ہے۔ پرانے زمانہ میں سونے کے کنگن بادشاہ پہنا کرتے تھے۔ پس یہاں بتایا ہے کہ مسلمانوں کو بادشاہ بنایا جائے گا اور اگر اس سے مراد اگلا جہان ہو تو اس جہان کی ہر شئے روحانی ہے۔ وہاں سونے کے کڑوں سے مادی سونے کے کڑے مراد نہیں ہو سکتے۔ بلکہ خاص قسم کے اعزاز مراد لئے جائیں گے۔

مِنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ۔ یعنی جیسے ریشمی کپڑا پہننے سے آرام اور لذت محسوس ہوتی ہے۔ اسی طرح وہاں بھی ایسا لباس ملے گا جس سے لذت اور آرام محسوس ہوگا اور اس کے یہ معنے بھی ہو سکتے ہیں کہ یہ چیزیں جن کے لائق ہوں گی ان کو پہنائی جائیں گی۔ جیسے حضرت عمرؓ کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک ریشمی کپڑا دیا تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ مجھے آپ نے یہ کیسے دیا۔ مردوں کے لئے تو ریشم پہننا ناجائز ہے اس پر آنحضرت صلعم نے فرمایا تم اسے اپنی بیوی کو پہنا سکتے ہو۔

نِعْمَ الثَّوَابُ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا۔ یعنی قرآن کریم پر سچا ایمان لانے والوں کو جو انعامات ملیں گے وہ تباہی کی طرف نہ لے جائیں گے بلکہ ان کے نتیجہ میں امن اور اطمینان پیدا ہوگا اور حسنت مرتفقا سے یہ بتایا۔ کہ قرآنی تعلیم پر چل کر جو دوستیاں اور رفاقتیں ہوں گی وہ چونکہ اخلاص پر مبنی ہوں گی اور ذاتی اغراض ان کے پیچھے پوشیدہ نہ ہوں گی۔ ان دوستیوں کے نتیجہ میں لڑائیاں نہیں ہوں گی بلکہ امن حاصل ہوگا ؛

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جَعَلْنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ اَعْنَابٍ وَّحَفَفْنٰهُمَا

کہ جن میں سے ایک کو ہم نے انگوروں کے دو باغ دیئے تھے۔ اور انہیں ہم نے کھجوروں کے درختوں

بِنَخْلٍ وَّجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ۝ كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ

سے ہر طرف سے گھیر رکھا تھا۔ اور ہم نے ان کے درمیان کھیتی (بھی) پیدا کی تھی۔ ان دونوں باغوں نے اپنا (اپنا)

اٰتَتْ اُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْـًٔا ۙ وَّفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا

پھل (خوب) دیا۔ اور اس میں سے کچھ (بھی) کم نہ کیا۔ اور ان کے درمیان ہم نے ایک نہر جاری کی

نَهَرًا ۝ وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ ۚ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ

(ہوئی تھی) ۲۵ اور اسے بہت پھل حاصل (ہوتا) تھا۔ اسی وجہ سے اس نے اپنے ساتھی کو اس سے باتیں

۲۵ حل لغات وَاضْرِبْ لَهُمْ مثلاً کے معنی ہیں ان کے سامنے مثال بیان کر مزید تشریح کے لئے دیکھو ابراہیم ۲۵

جنّتین: جنۃٌ کا تثنیہ مزید تشریح کے لئے دیکھو رعد ۳۶

حففنٰھما حففنا۔ حق سے جمع متکلم کا صیغہ ہے۔ اور حفّہ القوم وبہ وحوالیہ کے معنی ہیں اَحدقوا بہ اطافوا واستداروا لوگوں نے اسے ہر طرف سے گھیر لیا اور اس کے گرد حلقہ بنا لیا (اقرب) پس حَفَفْنٰھما کے معنی ہوں گے۔ کہ ان دونوں کو ہم نے گھیر رکھا تھا۔

ولم تَظْلِمْ منہ شیئاً۔ تظلم ظلم سے واحد مؤنث غائب کا صیغہ ہے۔ اور ظلم فلاناً حقہ کے معنی ہیں نَقَصَہ اِیّاہ اسے اس کے حق سے کم دیا۔ اور لَمْ تَظْلِمْ منہ شیئاً کے معنی ہیں لم تَنْقص۔ کہ اس نے کچھ بھی کم نہ دیا۔ (اقرب)

تفسیر۔ بعض نے کہا ہے کہ اس آیت میں کسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ لیکن اکثر مفسرین کا خیال ہے۔ کہ یہ ایک مثال ہے۔ جنہوں نے اس کو واقعہ کہا ہے۔ ان میں سے بعض کہتے ہیں۔ کہ دو آدمی یہود میں سے تھے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ عرب میں سے تھے۔ لیکن دو باغ کی حیثیت والا کوئی آدمی اس رتبہ کا نہیں سمجھا جا سکتا جس کا ذکر تاریخ میں کیا جائے۔ یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ یا تو یہ تسلیم کیا جائے۔ کہ اس قسم کے فخریہ کلمات دنیا میں اور کوئی شخص نہیں کہتا بس اسی شخص نے کہے تھے۔ اور یا یہ تسلیم کیا جائے۔ کہ اس زمانہ میں دنیا بھر میں کوئی درخت نہ تھے بس ایک اس شخص کے دو باغ تھے۔ اس لئے اس کے واقعہ کو تاریخ میں محفوظ رکھا گیا۔ حفّتھا

اس مثال کی تفصیل سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس سے ہمیں کچھ سمجھانا مقصود ہے۔ ورنہ اس کے بیان کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ لم تظلم

میرا خیال ہے کہ الٰہی کتابوں میں جب کوئی ایسی مثال ہو جو ادبی نہ ہو بلکہ اس میں کسی باریک مضمون کی طرف اشارہ ہو تو اس کی حقیقت معلوم کرنے کا بہترین ذریعہ یہی ہے۔ کہ اپنی عقل سے کام لینے کی بجائے ہم تعبیر رویا کے علم سے مدد لیں۔ کیونکہ خواب بھی ایک تمثیلی بات ہے اور ضروری ہے کہ دونوں قسم کی تمثیلیں جن کا منبع ایک ہے آپس میں مشابہت رکھتی ہوں۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

باغ کی تشریح ہم دنیاوی لحاظ سے مال و دولت سے کر سکتے ہیں۔ اور درختوں سے یہ مراد لے سکتے ہیں کہ وہ کھیت کی حفاظت کرتے تھے۔ کیونکہ زمینداروں کے کھیت کی حد بندی درختوں سے اچھی طرح ہو سکتی ہے۔ بے شک یہ بھی ایک تعبیر ہے۔ جو ہم اپنے ذہن سے کر سکتے ہیں۔ لیکن ہم کیوں نہ علم تعبیر سے مدد لیں۔ اور پھر قرآن کریم کو دیکھیں۔ کہ کیا وہ ان معنوں کی تصدیق کرتا ہے یا نہیں۔

باغ کی تشریح

علم تعبیر الرویا میں باغ دیکھنے کے متعلق لکھا ہے۔ وَرُبَّمَا دَلَّ الْبُسْتَانُ عَلَى الزَّوْجَةِ وَالْوَلَدِ وَالْمَالِ وَطِيبِ الْعَيْشِ وَزَوَالِ الْهُمُومِ وَرُبَّمَا دَلَّ عَلَى دَارِ السُّلْطَانِ الْجَامِعَةِ لِلْجُيُوشِ وَالْجُنُودِ (تعطیر الانام) یعنے اگر کوئی خواب میں باغ دیکھے تو اس سے مراد بعض دفعہ بیوی۔ اولاد۔ مال۔ زندگی کے اچھے سامان غموں کا دور ہونا ہوتا ہے۔ اور بعض دفعہ شاہی محل مراد ہوتا ہے جس میں فوج اور لشکر جمع ہوتے ہیں یعنی چھاؤنیاں یا ہیڈ کوارٹرز۔ اور انگور خواب میں دیکھنا رزق حسن پر دلالت کرتا ہے۔ اور ایسے دائم و وسیع رزق پر جس کا ذخیرہ رکھا جائے۔ اور اس نفع پر جو تاجروں کے ذریعے پہونچے (تعطیر الانام)

کھجور کی تعبیر

کھجور کے متعلق لکھا ہے کہ مَنْ مَلَكَ نَخْلًا كَثِيرًا فَإِنَّهُ يَتَوَلَّى عَلَى رِجَالٍ بِقَدْرِ وِفَادَتِهِمْ وَإِنْ كَانَ تَاجِرًا فَإِنَّهُ يَتَّجِرُ (تعطیر الانام) یعنی جو خواب میں دیکھے کہ وہ کھجور کا مالک ہوا تو اس تعداد میں آدمیوں پر وہ حکومت کریگا اور اگر وہ تاجر ہو تو اس کی تجارت میں زیادتی ہوگی۔ پھلوں کے متعلق لکھا ہے اَلْاَثْمَارُ كُلُّهَا جَدِيدَةٌ طَيِّبَةٌ یعنی تازہ بتازہ عزت کے سامان مل وَمَنْ رَأَى أَنَّهُ زَرَعَ فِي أَرْضٍ فَهُوَ لِلسُّلْطَانِ سَعَةٌ فِي مَمْلَكَتِهِ وَالزَّرْعُ يَدُلُّ عَلَى الْعَمَلِ یعنی جو دیکھے کہ اس نے کسی زمین میں کھیتی کی ہے۔ تو اگر وہ بادشاہ ہے تو اس کی حکومت وسیع ہوگی۔ اور باقی لوگوں کے لئے کھیتی سے مراد عمل ہوتا ہے۔

نہر کے متعلق لکھا ہے کہ اس سے مراد ایشان انسان ہوتا ہے۔ (تعطیر الانام) اسی طرح لکھا ہے۔ کہ جو خواب میں دیکھے کہ اس کے گھر سے نہر نکلی ہے۔ اس کی تعبیر یہ ہوگی۔ کہ وہ نیک تعلیم دے گا جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں گے۔

تو اب معنی یہ ہوں گے کہ جَعَلْنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ ہم نے ان میں سے ایک کے لئے دو باغ بنائے تھے یعنی مال اور اولاد عطا کی تھی۔ اور من اعناب کے معنی دائم رہنے والے کے بھی ہیں پس مراد یہ ہے۔ کہ ان کے مال اور اولاد کی ترقی لمبی ہوگی۔ چنانچہ قرآن کریم اس کی تصدیق کرتا ہے۔ جیسا کہ آگے فرمایا اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا۔ کہ میں مال اور تعداد میں تجھ سے زیادہ ہوں۔ حالانکہ پہلی آیات میں تعداد کا کوئی ذکر ہی نہ تھا وَحَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ پہلے بتایا جا چکا ہے۔ کہ نخل سے مراد آقا کے غلام ہوتے ہیں۔ پس انگور کے باغ کا احاطہ نخل سے کرنے کے یہ معنی ہوں گے۔ کہ فوجی طاقت سے وہ اپنے مال اور اولاد اور ملک کی حفاظت کریگا۔

وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا۔ زرع کے معنی عمل کے ہوتے ہیں۔ پس دونوں باغوں کے درمیان عمل ہوگا کے یہ معنی ہونگے کہ ادھر بھی بادشاہت ہوگی۔ جس کی حفاظت فوجیں کریں گی اور ادھر بھی بادشاہت ہوگی جس کی حفاظت فوجیں کریں گی۔ اور ان دونوں کے درمیان زرع ہوگی یعنی درمیان میں عمل حیثیت کی جائداد ہوگی جو بے حفاظت ہوگی۔

كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا یعنی یہ دونوں باغ اپنے اپنے وقت پر پھل دیتے رہے۔

وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْـًٔا۔ اور کبھی انہوں نے اپنے پھل دینے میں کمی نہیں کی۔

یہ عبارت بھی بتا رہی ہے۔ کہ اس جگہ باغ تمثیلی ہیں معروف باغ مراد نہیں۔ کیونکہ یہ قانون قدرت ہے کہ پھل

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

يُحَاوِرُهٗٓ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا ○ وَدَخَلَ

کرتے ہوئے (فخریہ طور پر) کہا (کہ دیکھ) تیری نسبت میرا مال زیادہ اور (تجھ سے) میرا جتھا معزز ہے۔ اور (ایک دفعہ)

کسی سال زیادہ آتا ہے کسی سال کم آتا ہے۔ نیز اس آیت سے ایک اور بات بھی معلوم ہوتی ہے۔ اور وہ یہ کہ گو دو باغوں کا ذکر کیا ہے۔ لیکن باوجود ان کے ایک جہت سے دو ہونے کے دوسری جہت سے وہ ایک بھی تھے۔ کیونکہ ان باغوں کے لئے ضمیر مفرد کی استعمال کی ہے۔ یعنی اَثْمَرَتَا کی جگہ اَثْمَرَ فرمایا ہے۔ اور لَمْ تَظْلِمَا کی جگہ لَمْ تَظْلِمْ کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اور یہ دونوں واحد مونث کے صیغے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس فرق سے یہی مضمون پیدا کرنا مقصود ہے کہ بظاہر دو باغ ہیں۔ لیکن اصل میں ایک ہی باغ ہے۔ یا یوں کہو کہ ایک باغ کے دو حصے ہیں (اس میں کوئی شک نہیں کہ کلتا کی طرف لفظاً ضمیر واحد مونث بھی پھیرائی جا سکتی ہے۔ لیکن معناً ضمیر تثنیہ کی آنی چاہیئے علامہ بیضاوی نے لکھا ہے۔ وفی الحاشیۃ السعدیۃ فانہ اسم مفرد اللفظ عند البصریین ومثنی المعنی ومثنی لفظاً ومعنی عند البغدادیین (تفسیر بیضاوی زیر آیت کلتا الجنتین) کہ حاشیہ سعدیہ میں ہے کہ بصریوں کے نزدیک کلتا کا لفظ بلحاظ معنی تثنیہ ہے۔ اور بلحاظ لفظ کے مفرد ہے مگر بغدادیوں کے نزدیک کلتا لفظاً اور معناً دونوں طرح تثنیہ ہے۔

۱۰ القنوی علی البیضاوی میں لکھا ہے۔ کہ حریری نے درۃ الغواص میں کہا ہے۔ کہ یقولون کلا الرجلین خرجا وکلتا المرأتین حضرتا۔ یعنی عرب کلا اور کلتا کے بعد فعل تثنیہ لاتے ہیں۔

پس بغدادی ائمہ لغت کے مذہب کی بنا پر تو قرآنی آیت میں اثنتا آنا ضروری تھا۔ اور حریری کے قول کے مطابق بھی اسی کو ترجیح حاصل ہے۔ صیغہ تثنیہ کا لانا بہرحال جائز تو ہے پس میرا استدلال یہ ہے کہ اول تو تثنیہ کا صیغہ استعمال کرنا انسب تھا کم سے کم جائز تھا۔ اور لفظی طور پر انسب کو چھوڑ کر دوسرے طریق کو اختیار کرنا قرآن کریم کے سلم اصول کے مطابق ضرور کوئی معنوی حکمت رکھتا ہے۔ اور اس کی مثالیں کثرت سے قرآن کریم میں پائی جاتی ہیں۔ کہ وہ جائز اور صحیح الفاظ اور ضمائر کے انتخاب میں بھی حکمتوں اور نئے مضمونوں کو مدنظر رکھتا ہے۔

دونوں پہلوؤں کی غیر وضاحت کی وجہ

۱۲ حل لغات۔ نفر کے لئے دیکھو ابراہیم ۱۳ یحاورہ۔ حاورَ سے مضارع واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے اور حاورَ (مجاورۃ) کے معنی ہیں جاوبہ اس سے بات چیت کی۔ ناجعہ فی الکلام اس کی بات کا جواب دیا (اقرب)

اعزّ۔ یہ عزّ سے اسم تفضیل ہے۔ اور عزّ کا (یعزّ۔ عزّ) کے معنی ہیں۔ قوّاہ۔ اس کی طاقت بڑھائی۔ اسے تقویت دی۔ عجبہ اس پر غالب آگیا۔ اور عزّ (یعزّ عزّا) کے معنی ہیں صار عزیزاً وہ معزز ہو گیا زبردست ہو گیا قوی بعد ضعف کمزور ہونے کے بعد طاقتور ہو گیا ضعُف چونکہ یہ لفظ اضداد میں سے ہے۔ اس لئے اس کے معنی کمزور ہو جانے کے بھی ہیں۔ (اقرب)

نفراً۔ الناس کلھم تم لوگ من ثلاثۃ الی عشرۃ قلیل الی سبعۃ من الرجال تین سے دس مردوں تک کا گروہ اور بعض کے نزدیک تین سے سات آدمیوں تک کے گروہ کو نفر کہتے ہیں (اقرب)

تفسیر۔ کان لہ ثمر۔ یعنی اس کی محنت کے بڑے بڑے نتیجے پیدا ہوئے تھے۔ اس حالت کو دیکھ کر اس نے اپنے ساتھی سے کہا کہ میرا مال تجھ سے زیادہ ہے۔ اور قوم کے لحاظ سے بھی تجھ سے زیادہ معزز ہوں۔

اب میں اس تمثیل کی حقیقت بیان کرتا ہوں۔ سورۃ کے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

شروع میں بتایا گیا تھا۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ والوں کو خدا کا پیغام پہونچایا۔ اور یہود کو پہونچانے والے ہیں۔ اسی طرح آپ مسیحیوں کو بھی بیدار کرنے والے ہیں۔ اور پھر مسیحی قوم کی ابتدائی تاریخ بتائی کہ یہ قوم ان حالات میں شروع ہوئی تھی۔ کہ توحید کے لئے انہوں نے سخت سے سخت تکلیفیں اٹھائیں۔ مگر بعد میں مشرک ہوگئی اور دنیا کے پیچھے پڑ گئی۔

اس تمثیل میں باغ والے سے مراد مسیحی قوم ہے

اب اس تمثیل کے ذریعہ سے مسلمانوں اور مسیحیوں کے مقابلہ کا ذکر آتا ہے۔ اس تمثیل میں باغ والے سے مراد مسیحی قوم ہے۔ اور انگوروں کے باغ کی تمثیل اس لئے دی ہے۔ کہ مسیحی قوم کو انگور کا باغ خود حضرت مسیح ناصری نے قرار دیا ہے۔ اور اس باغ کی تمثیل ان آیات کی تمثیل سے ملتی ہے۔ حضرت مسیح کہتے ہیں۔ "ایک شخص نے انگور کا باغ لگایا۔ اور اس کے چاروں طرف گھیرا اور کولہو کی جگہ کھودی۔ اور ایک برج بنایا۔ اور اسے باغبانوں کے سپرد کر کے پردیس گیا۔ پھر موسم میں اس نے ایک نوکر کو باغبانوں کے پاس بھیجا۔ تاکہ وہ باغبانوں سے انگور کے باغ کے پھل میں سے کچھ لے۔ انہوں نے اسے پکڑ کے مارا۔ اور خالی ہاتھ بھیجا۔ اس نے دوبارہ ایک اور نوکر کو ان کے پاس بھیجا۔ انہوں نے اس پر پتھر پھینکے۔ اس کا سر پھوڑا۔ اور بے حرمت کر کے پھیر بھیجا پھر اس نے ایک اور کو بھیجا۔ انہوں نے اسے قتل کیا۔ پھر اور بہتیروں کو ان میں سے بعضوں کو پیٹا اور بعضوں کو مار ڈالا۔ اب اس کا ایک ہی بیٹا تھا جو اس کو پیارا تھا۔ آخر کو اس نے اسے بھی اس کے پاس یہ کہہ کے بھیجا۔ کہ وہ میرے بیٹے سے دبیں گے لیکن ان باغبانوں نے آپس میں کہا یہ وارث ہے۔ آؤ ہم اسے مار ڈالیں۔ تو میراث ہماری ہو جائے گی۔ اور انہوں نے اسے پکڑ کر قتل کیا۔ اور انگور کے باغ کے باہر پھینک دیا۔ پس باغ کا مالک کیا کہیگا۔ وہ آویگا اور ان باغبانوں کو ہلاک کر کے انگوروں کا باغ اوروں کو دیگا۔ کیا تم نے یہ نوشتہ نہیں پڑھا۔ کہ وہ پتھر جسے معماروں نے ناپسند کیا وہی کونے کا سرا ہوا۔ (مرقس باب ۱۲ آیت ۱ تا ۱۰)

اس تمثیل میں حضرت مسیح نے مذاہب کو انگور کے باغ سے تشبیہ دی ہے۔ اور باغ کا مالک خدا تعالیٰ کو بتایا ہے۔ باغ کے متعلق وہی تشریح ہے جو قرآن کریم میں ہے۔ کہ بیچ میں انگور اور چاروں طرف باڑ۔ صرف یہ فرق ہے۔ کہ قرآن کریم نے باڑ کے درختوں کا نام بھی بتایا ہے۔ جس سے زائد معنی پیدا کر دیئے ہیں۔ غرض حضرت مسیح نے نبیوں کی مخالب امتوں کو باغ بتایا ہے۔ اور ان کی نگرانی کرنے والے علماء اور بادشاہوں کو مالی۔ وہی معنی قرآن کریم میں ہیں۔ باغ سے مراد عیسائیت ہے اور انگور سے مراد مال اور دولت اور اولاد کی زیادتی ہے۔ اور کھیتوں سے مراد یہ ہے۔ کہ مسیحیت اپنی ترقی کے زمانہ میں فوجوں پر انحصار رکھے گی۔ اور اپنی حفاظت کے زبردست سامان کرے گی۔ اور باغ کو ایک لحاظ سے دو اور ایک لحاظ سے ایک اس لئے قرار دیا ہے۔ کہ سابق قوموں کے برخلاف مسیحیت کو یہ خصوصیت حاصل ہے۔ کہ اس کی ترقی دو زمانوں میں ہوئی ہے۔ ایک اسلام سے پہلے اس کی ترقی کا زمانہ تھا۔ اور دوسرا زمانہ اسلام کے تین سو سال بعد شروع ہوا اور سات سو سال میں جا کر تکمیل کو پہونچا۔ یعنی سترھویں صدی میں۔ ان ترقی کے دو زمانوں کے درمیان ان کی حالت زرع کی سی رہی۔ کہ وہ جانوروں کے پاؤں تلے روندے جانے اور اکھیڑے جانے کے خطرہ میں ہوتی ہے۔ اور ان دونوں زمانوں کے درمیان جو مسیحیت کے باغ کہلانے کے مستحق تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک نہر چلا دی تھی یعنی اسلام کا زمانہ رکھ دیا تھا۔ جس نے مسیحی قوم کے دونوں باغوں کو ایک دوسرے سے جدا کر دیا تھا۔ ان دونوں زمانوں کے درمیان ایک عظیم الشان انسان پیدا ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ نے امر مردود کا سلسلہ جاری کیا۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ قَالَ مَآ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ

وہ اپنی جان پر ظلم کرتے ہوئے اپنے باغ میں داخل ہوا۔ (اور وہ اس طرح کہ) اس نے (اپنے ساتھی سے) کہا۔

هٰذِهٖٓ اَبَدًا ۙ وَّمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ

(کہ) میں نہیں سمجھتا کہ یہ کبھی تباہ ہو سکے اور میں نہیں سمجھتا کہ وہ (موعود) گھڑی (کبھی) آنے والی ہے۔ اور اگر (بالفرض)

رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّيْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ۝

مجھے میرے رب کی طرف لوٹا (بھی) دیا جائے۔ تو میں (وہاں بھی) یقیناً اس سے بہتر ٹھکانا پاؤں گا۔

پھر بتایا ہے کہ جب اسلام دنیا میں آ گیا۔ تو وہ ان باغوں کے مالک نے یعنی عیسائی قوم کے لیڈروں نے مسلمانوں کو طعنہ دینا شروع کیا۔ کہ تمہاری کیا طاقت ہے۔ ہم کو تو غیر معمولی طور پر دو زمانوں میں حکومت ملی ہے۔ خصوصاً وہ زمانہ ترقی کا جو مسلمانوں کے زمانہ میں آیا۔ وہ تو بہت ہی شاندار ہوگا۔ اس پر انہیں خاص ناز ہوگا۔ کیونکہ اسی سے مسلمانوں کا مقابلہ ہوگا۔

۳۱ حل لغات۔ تَبِيد بَادَ سے مضارع واحد مؤنث غائب کا صیغہ ہے۔ اور بَادَ (یَبِیدُ۔ بُیُودًا) کے معنی ہیں ہلاک کوئی چیز ہلاک ہوگئی (اقرب) پس مَا اَظُنُّ اَنْ تَبِيدَ هٰذِهٖٓ اَبَدًا کے معنی ہوں گے۔ کہ میں خیال نہیں کرتا کہ وہ کبھی تباہ و ہلاک ہو۔

تفسیر۔ اب فرماتا ہے کہ وہ اپنی حکومتوں اور شان و شوکت پر بہت ناز کریں گے اور سخت بے دین ہونگے کیونکہ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ کا یہی مطلب ہوتا ہے۔ اور پھر ان کو یہ خیال ہوگا کہ ہماری حکومت کبھی تباہ نہ ہوگی۔ اس جگہ جنت کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ حالانکہ باغ دو تھے۔ کیونکہ گو مسیحی قوم کو ناز اپنی پہلی تاریخ پر بھی ہے۔ مگر اصل ناز ان کو آخری زمانہ کی ترقی پر ہے۔ اور اسلام کے مقابل پر وہ اسی کو پیش بھی کرتے ہیں۔ اس لئے اب اس جگہ سے دو باغوں کا ذکر ترک کر کے سب مفرد کے صیغے ہی استعمال کئے گئے ہیں۔ جنتین کی جگہ جنت کہنے سے یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ ان دونوں جنتوں کو ایک لحاظ سے ایک ہی سمجھنا چاہیئے کیونکہ درحقیقت یہ ترقی ایک ہی قوم کی ہے گو ایک وقفہ پڑ جانے کی وجہ سے دو حصوں میں تقسیم ہو گئی ہے۔ ان معنوں کے رو سے میرے اس خیال کی تائید ہوتی ہے۔ جو میں اوپر بیان کر آیا ہوں کہ بُلْتَا کے لئے باوجود تثنیہ کی ضمیر کے استعمال کی اجازت ہونے کے جو مفرد کی ضمیر پھیری گئی ہے۔ اس سے اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔ کہ من جہۃ ۱ تبید ۱ وہ دونوں باغ ایک ہی باغ سمجھے جانے چاہئیں۔

۳۲ حل لغات۔ اَظُنُّ۔ ظَنَّ سے مضارع متکلم کا صیغہ ہے۔ اور ظَنَّ الشَّیْءَ کے معنی ہوتے ہیں علمہ کسی چیز کو جانا دا ستیقنہ۔ کسی چیز کے متعلق یقین کر لیا۔ وتارۃ ظَنَّ للدلالۃ علی الرجحان۔ اور بعض اوقات راجح خیال کو ظاہر کرنے کے لئے بھی ظَنَّ کا فعل استعمال کرتے ہیں۔ (اقرب) پس مَا اَظُنُّ کے معنی ہوں گے۔ میں یقین نہیں کرتا۔ میں نہیں سمجھتا۔ ظن ۱ ۲ عیسائی قوم کو اپنی آخری زمانہ کی ترقی پر ناز ہوگا۔

السَّاعَة کے لئے دیکھو سورہ ۲۲ ع ۷

مُنْقَلَبًا یہ انقلب سے مصدر میمی ہے ظرف مکان بھی ہے انقلب کے معنی ہیں انکب الث گیا۔ صحیح لوٹا (اقرب)

تفسیر۔ اس میں یہ اشارہ کیا ہے کہ اس قوم میں دو خیالات کے لوگ ہوں گے ایک تو وہ جو قیامت کے قائل نہ

Presented by: Rana Jabir Abbas

قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ

اس کے ساتھی نے اس سے سوال و جواب کرتے ہوئے کہا (کہ) کیا تو نے اس (ہستی) کا انکار کر دیا ہے۔ جس

خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا ۝

نے تجھے (اوّلاً) مٹی سے (اور) پھر نطفہ سے پیدا کیا۔ (اور) پھر اس نے تجھے پورا آدمی بنایا ۳۳ (لیکن) تمہارا

لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ۝ وَلَوْلَآ

تو یہ حال ہے) لیکن (جہاں تک) میرا (تعلق ہے) میں تو یہ کہتا ہوں کہ (حق تو یہ ہے۔ کہ) اللہ (تعالیٰ) ہی میرا رب ہے (اور) میں کسی کو بھی) اپنے رب کا شریک نہیں بناتا ۳۴ اور

ہوں گے۔ سب کچھ اسی دنیا کو سمجھیں گے۔ اور دوسرا گروہ دہریات کا قائل ہوگا۔ مگر اس کا یہ خیال ہوگا۔ کہ اگلے جہان کے انعامات بھی انہی کے لئے مقرر ہیں۔ چنانچہ یہی حال مسیحیوں کا ہے۔ کچھ ان میں سے اس امر کے قائل ہیں کہ مرنے کے بعد کوئی (زندگی نہیں بلکہ قومی اوتقا کے معنی ہی جنت کے ہیں۔ اور یہ مسیحیوں کو مل گئی ہے۔ اور مل جائے گی۔ اور بعض بعث بعد الموت کے تو قائل ہیں۔ لیکن ان کا یہ خیال ہے کہ چونکہ مسیح نے ہمارے گناہ اٹھا لئے ہیں۔ اور دوسروں کے گناہ اٹھانے والا کوئی نہیں۔ اس لئے ہم تو نجات پا جائیں گے دوسرے سب لوگ دوزخ میں جائیں گے۔

نطفۃ ۱ **۳۳ حل لغات** - نطفہ کے معنی کے لئے دیکھو نحل ۵

سواک ۱ سَوَّاكَ رَجُلًا۔ سَوّٰی الشَّیْءَ کے معنی ہیں جَعَلَهٗ سَوِیًّا کسی چیز کو ٹھیک اور مکمل بنا دیا (اقرب) مزید تشریح کے لئے دیکھو حجر ۳۰ - پس سواک رجلاً کے معنی ہوں گے تجھے پورا مکمل آدمی بنا دیا۔

تفسیر - یہ تمثیلی زبان میں مسلمانوں کی طرف سے جواب دیا ہے۔ یعنی اس مثال میں ایک اور بھی شخص تھا۔ اس نے اس تکبر کرنے والے کو نصیحت کی۔ اور کہا کہ کیا تم خدا تعالیٰ کا انکار کرتے ہو۔ جس نے تم کو پیدا کیا پھر اور نے حالت سے ترقی دیکر کمال تک پہنچایا۔ یعنی تمہاری حالت

عملاً اللہ تعالیٰ کے انکار کے مترادف ہے۔ ورنہ خدا تعالیٰ پر حقیقی ایمان رکھتے ہوئے کوئی ایسے خیالات نہیں رکھ سکتا جیسے کہ تمہارے ہیں۔

قرآن کریم کا یہ عام طریق ہے۔ کہ جب کسی کو یہ کہتا ہے۔ کہ اپنی ترقی پر مغرور نہ کر تو اس کی ابتدائی حالت کی طرف توجہ دلاتا ہے جس طرح مسلمانوں کو کہا ہے۔ کہ تم مایوس نہ ہو۔ یہ جو اس وقت کی ترقی یافتہ قومیں ہیں یہ بھی پہلے کمزور تھیں۔ اب عیسائیوں کو فرمایا۔ کہ تم یہ خیال نہ کرو۔ کہ مسلمان کمزور ہیں۔ تم اپنی پہلی حالت کو دیکھو کہ وہ کس قدر کمزور تھی۔ اور جسمانی پیدائش بھی انسان کی مٹی اور پھر نطفہ سے ہی ہوتی ہے۔

اس تمثیل میں دونوں آدمیوں کی گفتگو کے ساتھ یہ فرمایا ہے کہ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ جس سے اس طرف اشارہ کیا ہے۔ کہ ان دونوں قوموں میں مباحثات ہوں گے۔ اور مباحثات کے دوران میں مسیحی لوگ مسلمانوں کی کمزوری اور اپنی قوت کو اپنے سچا ہونے کی دلیل قرار دیا کریں گے۔

۳۴ تفسیر - یعنی میرا سہارا اور اطمینان اپنی تدبیر پر نہیں مجھے تو جو کچھ دے گا خدا تعالیٰ ہی دیگا۔ ہمارے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے۔ اور ہمیں اسی نہ ہونے پر فخر ہے کہ تازہ بتازہ خدا تعالیٰ کے نشانات دیکھتے رہتے ہیں۔ وَلَآ اُشْرِكُ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا میں کیا لطیف بات بیان فرمائی ہے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

إِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَاءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا

اور جب تو اپنے باغ میں آیا تھا تو کیوں نہ تو نے کہا (کہ وہی ہوگا) جو اللہ (تعالیٰ) چاہے گا (کیونکہ) اللہ (تعالیٰ) ہی (دے

بِاللّٰهِ ۚ إِنْ تَرَنِ أَنَا أَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا ۝

فضل) سے ہر ایک قوت (حاصل ہوتی) ہے۔ اگر تو مجھ (ناچیز) کو اپنی نسبت مال اور اولاد میں کم سمجھتا ہے۔ تو بالکل ممکن ہے ۳۴

فَعَسٰى رَبِّيْٓ أَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَيُرْسِلَ

کہ میرا رب مجھے تیرے باغ سے کوئی بہتر (باغ) دے دے۔ اور اس (تیرے باغ) پر اوپر سے کوئی ایسا

عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا ۝

کا شعلہ گرائے۔ جس کی وجہ سے وہ ایک صاف اور چکنیل میدان ہو جائے۔ ۳۶

کہ خدا تعالیٰ نے تم کو دیا ہے۔ اور پھر تم اس کے ساتھ شریک ٹھیراتے ہو۔ لیکن خدا تعالیٰ نے مجھے دُنیا کا مال نہیں دیا۔ پھر بھی میں اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں ٹھہراتا۔ یعنی شاید تو مجھے ہو سکتا تھا۔ کہ شائد دو خدا ہوں۔ کہ تمہارے خدا نے تم سے حسن سلوک کیا۔ اور میرے خدا نے نہ کیا۔ مگر میں تو غربت میں بھی ایک ہی خدا کا ماننے والا ہوں۔

۳۵ تفسیر مسلمان کے دل میں پھر بھی ہمدردی ہے وہ اسے کہتا ہے۔ کہ کیوں تو نے باغ میں داخل ہوتے ہوئے یہ نہ کہا۔ کہ سب قوت اللہ تعالیٰ کو ہی ہے اور اپنے آپ کو طاقتور نہ سمجھا۔

یہ جو فرمایا ہے مَا شَاءَ اللّٰهُ اس میں ما موصولہ ہے اور اس سے پہلے مبتدا محذوف ہے۔ جو اَلْاَمْرُ کا لفظ ہے۔ اور ترجمہ یہ ہے کہ جب تو باغ میں داخل ہوا تھا تو نے یہ کیوں نہ کہا کہ ہوتا وہی ہے جو اللہ چاہتا ہے

إِنْ تَرَنِ أَنَا أَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا۔ اس جملہ کا مضمون اگلی آیت سے مل کر مکمل ہوتا ہے۔ اور درحقیقت دونوں آیتیں مل کر پورا مطلب دیتی ہیں۔ شرط تو اس آیت میں بیان ہوئی ہے۔ اور جزا اگلی آیت میں۔

۳۶ حل لغات۔ حُسْبَانًا۔ حُسْبَانٌ حَسَبٌ (یَحْسِبُ) کا مصدر ہے حَسَبٌ کے معنی ہیں عَدَّهٗ اسے شمار کیا۔ اور حُسْبَان کے معنی ہیں الحساب حساب کرنا۔ العذاب۔ عذاب۔ البلاء والشر۔ آفت مصیبت۔ الدجاج۔ غبار۔ الجراد۔ ٹڈی دل۔ النار۔ آگ وغیرہ صعیداً کے معنی کے لئے دیکھو سورۃ ہذا ۵

زَلَقًا۔ اَلزَّلَقُ موضع لا یثبت علیہ قدم پھسلنے کی جگہ جہاں پاؤں جم نہ سکے۔ ارض زلق ای ملساء لیس بھا شیٔ چٹیل میدان بے آب و گیاہ زمین (اقرب)

تفسیر۔ اس آیت میں بھی جنت کا لفظ جو ایک باغ پر دلالت کرتا ہے استعمال ہوا ہے۔ اور اس کے بعد یُرْسِلَ علیھا فرمایا ہے علیھما نہیں فرمایا۔ کیونکہ ایک باغ اسلامی زمانہ سے پہلے ہلاک ہو چکا تھا اس پر فخر تو اس رنگ کا تھا۔ جیسے کہ لوگ اپنے آباء کی بڑائی پر فخر کرتے ہیں۔ اصل فخر موجودہ زمانہ کے باغ پر ہے۔ اس لئے فرمایا کہ اگر تو مجھے اونی حالت میں دیکھتا ہے۔ اور اس پر تازاں نہ ہو کیونکہ یہ بات ناممکن نہیں کہ میرا رب تیرے باغ سے بہتر باغ مجھے دے دے۔ اور

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ لَهٗ طَلَبًا ۝ وَ

یا اس کا پانی خشک ہو جائے (اور) پھر تو اس کی تلاش کی (بھی) طاقت نہ پائے (چنانچہ ایسا ہی ہوا) ۴۲ اور

اُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَآ اَنْفَقَ

اس کے (تمام) پھلوں کو تباہ کر دیا گیا۔ اور وہ اس حال میں کہ وہ (یعنی باغ) اپنی ٹٹیوں پر گرا ہوا تھا۔ اس (مال)

فِيْهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ

پر جو اس نے اس (باغ کی ترقی) کے لئے خرچ کیا تھا۔ اپنے دونوں ہاتھ ملنے لگا۔ اور کہنے لگا (کہ) اے

لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ۝ وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ

کاش میں کسی کو اپنے رب کا شریک نہ بناتا ۴۳ اور (اس وقت) کوئی جماعت بھی اس کے ساتھ نہ ہوئی

صرف یہی نہیں بلکہ آسمانی عذاب نازل کر کے۔ تیرے باغ کو جلا دے۔ اور تیرے ہمیشہ حکومت کرنے کے دعاوی دھرے کے دھرے رہ جائیں۔

اس جگہ صعیداً زلقا کے الفاظ آئے ہیں۔ یہ وہی لفظ ہیں جو شروع سورۃ میں خدا تعالیٰ کا بیٹا بنانے والوں کی نسبت آچکے ہیں جس سے ظاہر ہو گیا۔ کہ اس قوم کے متعلق اس جگہ مثال بیان کی گئی ہے۔

مِنَ السَّمَآءِ میں یہ بتایا ہے۔ کہ زمینی تدابیر سے اس قوم کا مقابلہ نہ ہو سکیگا۔ چنانچہ یاجوج ماجوج کے متعلق جو مسیحیت کی دنیاوی ترقی کے دو ظہور ہیں لکھا ہے۔ کہ لَا يَدَانِ لِاَحَدٍ بِقِتَالِهِمْ (مسلم جلد ۲ باب ذکر الدجال) کہ ان سے لڑنے کی کسی کو طاقت نہ ہوگی۔ ان کا مقابلہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوگا۔

۱ یاجوج ماجوج سے لڑنے کی کسی کو طاقت نہ ہوگی

۲ احیط

۴۲ حل لغات غَوْرًا غَارَ الْمَاءُ غَوْرًا کے معنی ہیں ذَهَبَ فِی الْاَرْضِ وَسَفَلَ فِيْهَا پانی زمین میں بہت نیچے چلا گیا۔ اَلْغَوْرُ غَارَ کا مصدر ہے۔ نیز اس کے معنی ہیں اَلْمَاءُ الْغَائِرُ ایسا پانی جو زمین میں جذب ہو کر خشک ہو گیا ہو۔ (اقرب)

غورا

تفسیر۔ اس آیت سے ظاہر ہو گیا کہ نہ صرف اس باغ کا پانی نہ تھا۔ کیونکہ اس آیت کی نسبت فرماتا ہے کہ اس کے باغ کا پانی زمین میں ہی غائب ہو جائے۔ اور نہروں کا پانی زمین میں غائب نہیں ہوتا۔ بلکہ باہر سے آتا ہے۔ پس ان باغوں کا پانی الگ تھا۔ جو ان باغوں میں موجود تھا۔ اور اس کے زمین میں ہی غائب ہونے کی خبر دی گئی ہے۔ یعنی اس قوم کی اندرونی طاقتیں تباہ ہو جائینگی اور وہ ذہنی قوتیں جو پہلے باغوں کو آباد کرنے کا موجب تھیں۔ خشک چشموں کی طرح ہو کر باغ کے اجڑنے کا موجب بن جائینگی۔

۴۳ حل لغات۔ اُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ کے معنی ہیں۔ دَنَا هَلَاكُهٗ اس کی ہلاکت کا وقت آپہونچا۔ (اقرب) نیز جب محاورہ بولیں۔ اَلسَّنَةُ الْمُجْدِبَةُ تُحِيْطُ بِالْاَمْوَالِ تو اس کے یہ معنی ہوتے ہیں تُهْلِكُهَا کہ قحط سالی نے مالوں کو تباہ کر دیا (تاج) پس احیط بثمرہ کے یہ معنی ہوں گے کہ اس کے پھل کو تباہ کر دیا گیا۔

اَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ۔ اَیْ يَتَنَدَّمُ جب اَصْبَحَ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا ۝ هُنَالِكَ

جو اللہ (تعالیٰ) کو چھوڑ کر اس کی مدد کرتی۔ اور نہ وہ (اسکا کوئی) انتقام ہی لے سکا اس موقعہ پر مدد اللہ

ع ۵ ۱۲ ۱۷

الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ ۭ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا ۝

(تعالیٰ) کی ہی (مفید) ہوتی ہے۔ جو معبود حقیقی ہے۔ اور وہ بدلہ دینے میں بھی سب سے اچھا ہے۔ انکو اچھا انجام (دینے کی اور بھی سب سے اچھی)

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَاۗءٍ اَنْزَلْنٰهُ

اور تو ان کے سامنے اس دنیا کی زندگی کی حالت (بھی کھول کر بیان کر (کہ وہ) اس پانی کی طرح (ہے) جسے ہم نے بادل سے

يُقَلِّبُ کا محاورہ بولیں تو یہ مراد ہوتی ہے۔ کہ وہ نادم ہوگیا (اقرب)

خَاوِيَةٌ خَوَى يَخْوِي يا خَوِيَ يَخْوَى يَخْوِي سے اسم فاعل مؤنث کا صیغہ ہے۔ خَوَتِ الدَّارُ کے معنی ہیں اَقْوَتْ وسقطت وتَهَدَّمَتْ مکان اجڑ گیا۔ گر گیا منہدم ہوگیا خَوِيَتِ الدَّارُ کے معنی ہیں خَلَتْ مِنْ اَهْلِهَا گھر رہنے والوں سے خالی ہوگیا۔ (اقرب)

عُرُوْشٌ۔ عَرْشٌ کی جمع ہے اور اَلْعَرْشُ مِنَ الْبَيْتِ کے معنی ہیں سقفه گھر کی چھت (اقرب) پس خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا کے معنی ہوں گے۔ کہ وہ اپنی چھتوں پر گرا ہوا تھا۔

تفسیر۔ احیط بثمرہ یعنی جو نتائج پہلے ان کی محنتوں کے نکلے تھے۔ پھر نہ نکلیں گے۔ اور وہ افسوس کرنے لگ جائینگے کہ اس قدر روپیہ خرچ کر کے جو سامان تیار کئے تھے اب کسی کام کے نہیں رہے۔ جو اقوام دنیوی شان و شوکت پر روپیہ خرچ کرتی ہیں۔ ان کے اندر تباہی کے وقت سخت حسرت پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ وہی عمارتیں جن پر وہ فخر کرتے تھے۔ اب ان کی مرمتیں بھی ان کے لئے مشکل ہو جاتی ہیں۔ لیکن جو قومیں اپنے اموال اپنی قوم کی علمی اور اخلاقی ترقی کے لئے خرچ کرتی ہیں۔ ان کا خرچ ان کے لئے کبھی حسرت کا موجب نہیں ہوتا۔ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا کہہ کر بتایا کہ ان میں بڑی بڑی عمارتیں تیار کرنے کا مرض ہوگا

وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا باغ کے لئے نہیں آسکتا۔ خاویۃ ۱

اس وقت ان میں افسوس پیدا ہوگا کہ کیوں شرک کیا اور توحید کو قبول کر کے اور نامع کی نصیحت کو مان کر ہم اس عذاب سے نہ بچ گئے۔

خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ ان پر ایسے عذاب آئیں گے۔ کہ شہر برباد ہو جائیں گے اور عمارتیں گرا دی جائیں گی۔

۳۵ حل لغات۔ اَلْفِئَةُ۔ الطائفة گروہ الجماعة۔ جماعت (اقرب)

مُنْتَصِرًا۔ اِنْتَصَرَ سے اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ اور اِنْتَصَرَ کے معنی ہیں اِنْتَقَمَ منه اس سے انتقام لیا۔ اِنْتَصَرَ عليه استعلى اس پر غالب آیا (اقرب) پس مُنْتَصِرًا کے معنی ہیں انتقام لینے والا۔

تفسیر یعنی اس قوم کو مسیح کی تائید پر بہت بھروسہ ہوگا۔ لیکن اس دن مسیح بھی ان کی کوئی مدد نہ کر سکیں گے۔

۴۵ تفسیر اس آیت سے صاف ظاہر ہو گیا۔ کہ اس جگہ پیشگوئی کا ذکر ہے۔ کیونکہ فرماتا ہے۔ اس موقعہ پر حکومت اللہ تعالیٰ ہی کی ہو جائے گی۔ اور پھر ان لوگوں پر فضل کرے گا۔ جو اس کے موحد بندے ہوں گے۔ اور

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ

پر سایا پھر اس میں زمین کی روئیدگی مل گئی۔ پھر (آخر) وہ (بھوسے کا) چورا بن گئی۔ جسے

هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ

ہوائیں اڑائی (پھرتی) ہیں۔ اور اللہ (تعالےٰ) ہر بات پر خوب قدرت رکھنے والا

مُّقْتَدِرًا ۝ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ

ہے ۝ مال اور بیٹے اس دنیا کی زندگی کی زینت ہیں۔ اور باقی رہنے والے نیک

الدُّنْيَا ۚ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ

(اور مناسب حال) کام ہی جو ان چیزوں سے لئے جائیں) تیرے رب کے نزدیک بدلے کے لحاظ سے

دنیا کی بجائے آخرت کی طرف توجہ کرنے والے ہوں گے۔

۴۲ حل لغات۔ اِخْتَلَطَ بِہٖ کے معنی ہیں اِمْتَزَجَ بِہٖ مل گیا (اقرب) اختلط

الْهَشِيْمُ ۔ ھشیم کے معنی ہیں اَلْمَكْسُوْرُ ٹوٹا ہوا نَبْتٌ یا یَبِسٌ متکسر خشک شکستہ پودہ یا بس كُلُّ بَلَادٍ شَجَرٍ ہر خشک گھاس و درخت (اقرب)

تَذْرُوْهُ ۔ ذَرَا سے مضارع مؤنث غائب کا صیغہ ہے۔ اور ذرت الریح التراب کے معنی ہیں قَرَّقَتْهُ وَاَطَارَتْهُ وَاَذْهَبَتْهُ ہوا نے مٹی کو اڑا کر بکھیر دیا (اقرب) پس تذروہ کے معنی ہوں گے اسے ہوائیں اڑاتی ہیں تذروہ

مُقْتَدِرًا ۔ اِقْتَدَرَ (جو قدر سے نکلا ہے) سے اسم فاعل ہے اِقْتَدَرَ عَلَيْهِ کے معنی ہیں قَوِيَ عَلَيْهِ وَتَمَكَّنَ مِنْهُ ۔ اس پر پوری قدرت پائی۔ اس پر قابو پایا (اقرب) پس مقتدرا کے معنی ہوں گے خوب قدرت والا مقتدرا

تفسیر۔ اس زندگی کی مثال میں سابق تمثیل کے مضمون کو ایک اور تمثیل سے واضح فرمایا گیا ہے۔ فرماتا ہے کہ دنیوی زندگی پہلے نہایت خوبصورت نظر آتی ہے۔ مگر اس کا انجام بڑا بدنما ہوتا ہے۔ اور اس کے بالمقابل دینی زندگی پہلے بظاہر بدنما ہوتی ہے۔ مگر اس کا انجام نہایت خوش شکل ہوتا ہے۔ سابق تمثیل کے مضمون کی مزید وضاحت

جب بارش کا پانی آسمان سے اترتا ہے۔ تو کسی قدر سبزی اس سے پیدا ہوتی ہے۔ اور ٹہنیاں کثرت کی وجہ سے ایک دوسری میں گھسی جاتی ہیں۔ لیکن پھر سب سبزہ خشک ہو کر ہوا میں اڑتا پھرتا ہے۔ لیکن اس کے مقابل پر رُوحانی پانی سے جو کھیتی تیار ہوتی ہے۔ وہ کبھی بھی خشک نہیں ہوتی بظاہر اس مثال پر یہ اعتراض پڑتا ہے۔ کہ کھیتی تو خشک ہو کر ہی کھانے کے کام آتی ہے۔ مگر اس جگہ کھانے والے کی تمثیل نہیں دی کھیتی کی تمثیل دی ہے بتایا ہے کہ دنیاوی ترقی کے وقت تو بہت لہلاتی نظر آتی ہیں۔ مگر زوال کے وقت ان کو کوئی پوچھتا بھی نہیں۔ اس کے برخلاف جو قومیں دین کی طرف توجہ کرتی ہیں۔ اگلے جہان میں تو ان کو عزت ملے گی سو ملے گی۔ اس دنیا میں بھی ان کی عزت ہمیشہ قائم رہتی ہے۔ نوح کی کوئی قوم باقی نہیں۔ مگر دیکھو نوح کی آج بھی عزت ہے۔ یہی حال ابراہیم کا ہے۔ یہودی ذلیل ہوئے ہیں۔ مگر موسیٰ کی عزت بدستور ہے۔ قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی دنیاوی فتوحات جاتی رہیں۔ لیکن ان کی دینی خدمات کی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا ۝ وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى

(بھی) بہتر ہیں۔ اور (امید کے لحاظ سے (بھی) بہتر ہیں ۴۴ اور (اس دن بھی ان کے بہتر نتائج نمودار ہونگے) جس دن ہم ان پہاڑوں کو

الْاَرْضَ بَارِزَةً ۙ وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ۝

(اپنی اپنی جگہ سے) چلتے ہوئے دیکھیں گے اور تو (اہل) زمین (کو ایک دوسرے کے مقابل میں) نکلا ہوا دیکھے گا۔ اور ہم ان (سب) کو اکٹھا کرینگے۔ (اور ان میں سے کسی کو بھی باقی) نہیں چھوڑینگے

وجہ سے آج بھی ان میں سے ادنیٰ سے ادنیٰ کے نام پر جانیں قربان کرنے والے لوگ موجود ہیں۔

۴۴ حل لغات۔ اَلْاَصْلُ کے لئے دیکھو حجر ۵۳

تفسیر۔ اس جگہ پر بھی تشریح فرمادی کہ نبات الارض سے کیا مراد ہے۔ پہلی تمثیل میں باغ بیان کرکے اس کی تشریح میں اس صاحب الجنۃ کا یہ قول بیان کیا تھا اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا کہ میرے پاس مال زیادہ ہے اور میری قوم بھی زیادہ ہے۔ اس جگہ پر نبات الارض بیان فرماکر اس کی تشریح میں فرمایا۔ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا جس سے ظاہر ہے کہ جنت سے یہی مراد تھی اس آیت میں بتایا ہے کہ مال اور اولاد بے شک دنیا کی زینت ہیں لیکن اگر انہیں صحیح طور پر استعمال کیا جائے یعنی دین میں مال خرچ ہوں۔ اور دین کی خدمت کے لئے اولاد لگادی جائے۔ تو پھر اللہ تعالیٰ ان کو بھی دوام بخش دیتا ہے روپیہ خرچ ہو جاتا ہے لیکن اس کا نیک اثر باقی رہ جاتا ہے۔ اولاد مرجاتی ہے لیکن ان کا ذکر خیر بھی باقی رہ جاتا ہے۔ اور ان کی وجہ سے ان کے ماں باپ کا ذکر خیر بھی زندہ رہتا ہے۔

اَلْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ کُلُّ عَمَلٍ صَالِحٍ نیک اور اچھے کام باقیات صالحات کہلاتے ہیں۔

خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا اس کے دو معنی ہیں (۱) نیک کام کا دنیا میں نیک نتیجہ نکلتا ہے۔ اور اس کے متعلق آئندہ بھی اچھی امیدیں ہوتی ہیں گویا ثواباً دنیا کے نتیجہ کے متعلق ہے۔ اور املاً آخرت کے متعلق ہے (۲) ثواباً سے مراد خود اس عمل کرنے والے کی ذات کے متعلق بہتر نتائج کا پیدا ہونا ہے۔ اور املاً سے مراد آئندہ نسل کے لئے بہترین امیدوں کا ہونا ہے مطلب یہ کہ نیک کاموں کا نتیجہ تم کو بھی نیک ملیگا۔ اور تمہاری اولادوں کو بھی پھر اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ وہ نیک کی اولاد کو بھی فائدہ پہونچاتا ہے۔

۴۵ حل لغات۔ بَارِزَةً۔ بَرَزَ (یبرز برزا) سے اسم فاعل مؤنث کا صیغہ ہے۔ برز کے معنی ہیں خروج نکل آیا (لسان العرب) پس بارزۃ کے معنی ہوں گے نکلنے والی۔ حشرنا ہم حشر سے متکلم کا صیغہ ہے۔ اور حشر کے لئے دیکھو سورۃ حجر ۵۵

لم نغادر۔ نُغَادِرْ۔ غادر سے جمع متکلم کا صیغہ ہے اور غَادَرَ کے معنی ہیں ترکہ وَاَبْقَاهُ اس کو چھوڑ دیا۔ اور باقی رکھا (اقرب) پس لم نغادر کے معنی ہوں گے کہ ہم باقی نہیں رکھیں گے۔ ہم نہیں چھوڑیں گے۔

تفسیر جبل کے معنی بڑے آدمی کے بھی ہوتے ہیں۔ اور سیر کے معنی چلانے کے۔ اس جگہ جہاں سے مراد بڑے لوگ ہی ہیں۔ کیونکہ اس جگہ آدمیوں کا ذکر ہے پہاڑوں دریاؤں کا ذکر نہیں۔ اور بتایا گیا ہے۔ کہ یہ سب پیشگوئیاں اس دن پوری ہوں گی۔ جب بڑے بڑے لوگ جنگوں کے لئے نکل کھڑے ہوں گے۔ اور تو ساری زمین کو یعنی سب اہل زمین کو دیکھیگا کہ جنگ کے لئے ایک دوسرے کے مقابل پر کھڑے ہو جائیں گے۔ اور ایسی جنگ ہوگی کہ گویا ان میں سے ایک بھی نہ بچے گا۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ؕ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا

اور وہ صف باندھے ہوئے تیرے رب کے سامنے پیش کئے جائیں گے (اور ان سے کہا جائیگا) تم (اب) ہمارے پاس (اسی طرح) آگئے ہو جیسا کہ

خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ

(پہلی حالت میں) ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا (اور تم یہ امید نہیں رکھتے تھے) بلکہ تمہیں دعویٰ تھا کہ ہم تمہارے لئے کوئی وعدہ (کے پورا ہونے)

مَّوْعِدًا ۝ وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ

کی ساعت مقرر نہیں کرینگے [۴۴] اور (ان کے اعمال کی) کتاب (ان کے سامنے) رکھ دی جائے گی۔ پس (اے مخاطب) تو ان

مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ

مجرموں کو اس کی وجہ سے جو اس میں (لکھا) ہوگا۔ ڈرتے دیکھیگا۔ اور (اس وقت) وہ کہیں گے کہ اے (افسوس)

هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ

ہماری تباہی (سامنے کھڑی ہے) اس کتاب کو کیا (ہوا) ہے (کہ) نہ کسی چھوٹی بات کو اس کا احاطہ کئے بغیر

اس واقعہ کی طرف انجیل میں بھی اشارہ ہے۔ حضرت مسیح فرماتے ہیں کہ آخری زمانہ میں قوم قوم پر اور بادشاہت بادشاہت پر چڑھائی کرے گی" (متی باب ۲۴ آیت ۷)

الارض سے مراد اہل ارض

اَلْاَرْض سے مراد اہل ارض (اہل زمین) ہیں۔ عربی زبان کا محاورہ ہے کہ بعض دفعہ مضاف کو محذوف کر دیا جاتا ہے جیسا کہ سورۂ یوسف میں آتا ہے وَاسْئَلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ الَّتِيْ اَقْبَلْنَا فِيْهَا یہاں القریۃ اور العیر سے مراد اہل قریہ اور اہل عیر ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ الارض سے ادنیٰ طبقے مراد ہوں۔ اور الجبال سے مراد بڑے لوگ یعنی اس دن ایک طرف سے جبال یعنی بڑے لوگ یا دوسرے لفظوں میں ڈکٹیٹرز نکلیں گے۔ اور دوسری طرف سے ارض یعنی ڈیماکریسز کے حامی اور حکومت عوام کے نمائندے نکلیں گے۔ اور آپس میں خوب جنگ ہوگی

الارض الجبال سے مراد ڈکٹیٹرز اور ڈیماکریسز

حَشَرْنٰهُمْ۔ حَشْر کے معنی کھڑا کر دینے کے ہوتے ہیں۔ اور حشر لشکر کے لئے بھی آتا ہے کیونکہ وہ بھی سامنے کھڑا ہوتا ہے۔ فرمایا ہم ان سب کو ایک دوسرے کے مقابل پر کھڑا کر دیں گے۔ اور سب کو سزا دیں گے۔

تفسیر ۔ وہ اپنے رب کے حضور صفیں باندھ کر کھڑے کئے جائیں گے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ان کے متعلق جاری کیا جائیگا۔ خدا کے حضور پیش ہونے میں بالعین صفیں باندھنا ہی مراد ہے ظاہری صفوں کا ہونا مراد نہیں جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کی تباہی کا فیصلہ کرتا ہے۔ تو وہ اکٹھی قیامت ہی برپا ہے

لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا تم ہمارے پاس ایسے ہو۔ جیسا کہ ہم نے تم کو پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا۔ یعنی پھر تم ماتحت ہو گئے ہو کیا تمہارا خیال تھا کہ ہم نے تمہارے لئے کوئی وعدہ مقرر نہیں کیا تھا۔ یعنی تمہاری تباہی کا وقت مقرر نہ تھا۔

اس آیت سے بھی ظاہر ہے کہ یہ دوسری تمثیل پہلی کی شرح ہے۔ کیونکہ پہلی تمثیل میں بھی یہ کہا گیا تھا ما انظن ان تبید هٰذه ابدًا

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اَحْصٰىهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۗ وَلَا يَظْلِمُ

چھوڑتی ہے۔ اور نہ کسی بڑی بات کو۔ اور جو کچھ انہوں نے کیا (ہوگا) ہوگا۔ اُسے (اپنے سامنے) حاضر پائیں گے۔ اور تیرا رب

رَبُّكَ اَحَدًا ۝ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ع ۶/۱۸

کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ ۵۰ اور (اس وقت کو بھی یاد کرو) جب ہم نے فرشتوں کو کہا تھا (کہ) تم آدم کیلئے (ساتھ) سجدہ کرو

فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ۭ

تو انہوں نے (تو اس حکم کے مطابق) سجدہ کیا مگر ابلیس نے (نہ کیا) وہ جنوں میں سے تھا پھر اس نے اپنے رب کے حکم کی

اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَاۗءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ

نافرمانی کی۔ تو کیا تم مجھے چھوڑ کر اسے اور اس کی نسل کو (اپنے) دوست بناتے ہو۔ حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں ظالموں

لَكُمْ عَدُوٌّ ۭ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ۝ مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ

کے لئے وہ (یعنی شیطان خدا تعالیٰ کا) بدل ہونے کے لحاظ سے بہت ہی برا ہے ۵۱ میں نے انہیں نہ آسمانوں

۴۷ حل لغات۔ مُشْفِقِيْنَ۔ اَشْفَقَ سے اسم فاعل مشفِقٌ آتا ہے۔ اور مشفقُوْن اس کی جمع ہے اشفق علیہ کے معنی ہیں خافَ وحاذَرَ ڈرا اور اس نے بچاؤ کیا (اقرب)

اَحْصٰهَا۔ احصیٰ الشیءَ احصاءً کے معنی ہیں عدَّہٗ اسے شمار کیا۔ (اقرب)

تفسیر وضع الکتاب۔ کتاب کے رکھا جانے کے معنی ہیں۔ کہ وہ ان میں جاری ہو جائیگی۔ یعنی اس کا فیصلہ نافذ ہو جائیگا۔ وَضَعْنَا السیفَ فیھم کے معنی ہوتے ہیں کہ تلوار نے ان میں اپنا کام کرنا شروع کر دیا۔ یعنی خوب قتل کرنے لگ گئی۔

فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ۔ یعنی ان اقوام کے دل سے دجّال مٹ جائے گا کہ ہماری حکومت ہمیشہ رہے گی بلکہ دلوں میں ڈر پیدا ہو جائیگا۔ کہ جس تہذیب پر ہم کو اس قدر ناز تھا وہ تباہ ہونے کو ہے۔ یٰوَيْلَتٰى مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ سے اس طرف

مشفقین ۱ اشارہ ہے۔ کہ تمام گزشتہ غلطیوں کی سزا ایک ایک کر کے ملنی شروع ہو جائیگی۔ اور ان کے دل محسوس کریں گے کہ اس دُنیا کا حاکم خدا ہے۔ جو انسانی اعمال کو بغیر نتیجہ کے نہیں چھوڑتا اور وہ سب اپنے اعمال کا نتیجہ بھگتیں گے۔

آخر میں یہ بتایا کہ گو انجام بُرا نتیج ہوگا۔ مگر یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ظلم نہ ہوگا۔ بلکہ اعمال کے مطابق سزا ہوگی

۴۸ حل لغات۔ لاٰدم۔ ل بمعنی مع ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھو سورۂ بنی اسرائیل ۶۲

وضع کتاب ۱ کے معنی

اسجدوا۔ سَجَد سے جمع کا صیغہ ہے۔ تشریح کے لئے دیکھو حجر ۳۱

ابلیس کے لئے دیکھو رعد ۲۸

الجن کے لئے دیکھو حجر ۲۸

فَسَقَ کے لئے دیکھو یونس ۳۳

بدلًا۔ البدل کے معنی ہیں العوض۔ بدلہ المخالف قائمقام (اقرب)

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ ۪ وَمَا

اور زمین کی پیدائش (کے موقعہ) پر حاضر کیا تھا۔ اور نہ (خود) ان کی (اپنی) جانوں کی پیدائش کے موقعہ پر

كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا ۝ وَيَوْمَ يَقُوْلُ

اور نہ ہی میں گمراہ کرنے والوں کو (اپنا) مددگار بنا سکتا تھا ۝ اور (اس دن کو بھی یاد کرو) جبکہ وہ

نَادُوْا شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ

(یعنی خدائے برتر مشرکوں کو) کہیگا (کہ اب) تم میرے (ان) شریکوں کو بلاؤ جن کے (شریک ہونے کے) متعلق تم (دعوے) کرتے تھے۔ چنانچہ

تفسیر قرآن کریم میں بہت سے مقامات پر جہاں کسی ایسی تباہی کا ذکر ہو۔ جو مامور کی معرفت دنیا پر آئی ہو۔ وہاں آدم کے واقعہ کا ذکر بھی کیا جاتا ہے۔ اس سے لوگوں کو اس طرف توجہ دلانا مقصود ہوتا ہے۔ کہ اے لوگو تم سے پہلے آدم کا واقعہ گذر چکا ہے۔ اس سے فائدہ حاصل کرو۔ اور شیطان کو اپنا دوست نہ بناؤ۔

تباہی کے ذکر کے ساتھ آدم کے واقعہ کا ذکر

اس آیت کے ذریعہ گویا لوگوں کو ہوشیار کیا گیا ہے۔ کہ مسلمانوں کو اور دوسری قوموں کو ہوشیار رہنا چاہیئے کہ پہلے بھی شیطان نے آدم کو گمراہ کرنا چاہا تھا۔ اور وہ شیطان کے پیچھے چل پڑے تھے۔ مگر اے آدم کی ذریت تم ہوشیار رہنا اور شیطانی آواز کی اطاعت نہ کرنا۔

حل لغات۔ عَضُدًا: اَلْعَضُدُ مَا بَيْنَ الْمِرْفَقِ اِلَى الْكَتِفِ کسی سے کندھے تک بازو کے حصہ کو عضد کہتے ہیں۔ يُسْتَعَارُ الْعَضُدُ لِلْمُعِيْنِ۔ استعارۃً مددگار اور معاون کو بھی عضد کہتے ہیں (مفردات)

عضد

تفسیر مَا اَشْهَدْتُّهُمْ میں ھم کی ضمیر شیطان اور اس کی ذریت کی طرف جاتی ہے اور اس میں یہ بتایا گیا ہے۔ کہ اے لوگو تم شیطان کو کیا اس لئے دوست بناتے ہو کہ اس سے ترقی حاصل کرو گے۔ حالانکہ تمہاری پیدائش میں اس کا کوئی دخل نہ تھا۔ اور نہ بھلا کوئی خدا زمین و آسمان کی پیدائش میں ان کا مشیر بنا بلکہ انسان کی تمام قوتیں نیکی کی خاطر پیدا کی گئی تھیں۔ اور اللہ تعالیٰ گمراہ کرنے والوں کو اپنا ساتھی اور خدمت گذار نہیں بنا سکتا۔ پس دنیا میں اگر کوئی قوم جو خدا تعالیٰ سے دُور ہو ترقی بھی کر جائے۔ تو کبھی یہ نہ خیال کرنا چاہیئے۔ کہ اللہ تعالیٰ اب دُنیا کا کام اس کے ہاتھ میں دے دیگا۔ اللہ تعالیٰ تو دنیا کی حکومت اپنے ہی ہاتھ میں رکھتا ہے۔ اور رکھے گا۔ ایسے لوگوں کی کامیابیاں تو محض عارضی ہوتی ہیں۔ اور خدا تعالیٰ پھر انسان کو نیکی کی طرف لے آتا ہے۔

ما اشھدتھم ھم کی ضمیر کا مرجع

اس آیت پر ذرا سا تدبر کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اس میں ایک عظیم الشان مضمون بیان کیا گیا ہے گو مشتہ مضمون بنا رہا ہے۔ کہ شیطان یا اس کی ذریت کو زمین و آسمان کے پیدا کرنے میں کوئی دخل حاصل ہو تو الگ رہا ان کو اس سے کوئی دُور کا تعلق بھی نہیں۔ پس صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس زمانہ کا اس آیت میں ذکر ہے۔ اس میں بعض آدم کے مخالف یا دین سے بے بہرہ لوگ ایک نئی دنیا کے بسانے کے مدعی ہونگے اور کہیں گے کہ وہ اپنے زور سے ایک نئی دنیا بسائیں گے۔ اور ایک نیا نظام قائم کریں گے۔ اللہ تعالیٰ اس کا جواب دیتا ہے اور فرماتا ہے۔ کہ کیا کبھی پہلے ایسا ہوا ہے کہ نئی دنیا اور نیا نظام بنانے میں اللہ تعالیٰ نے شیطان اور اس کی ذریت سے مدد لی ہو۔ اگر پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا تو

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا ۝ وَرَاَ

وہ انہیں بلائینگے۔ مگر وہ انہیں (کوئی) جواب نہیں دینگے۔ اور ان کے (اور ان کے شریکوں کے) درمیان ہم ایک ڈھال کر دینگے ۵۹ اور

الْمُجْرِمُونَ النَّارَ فَظَنُّوا أَنَّهُم مُّوَاقِعُوهَا وَلَمْ

مجرم (اس) آگ کو دیکھیں گے اور سمجھ جائیں گے۔ کہ وہ اس میں پڑنے والے ہیں۔ اور وہ اس سے (بچنے) کی

يَجِدُوا عَنْهَا مَصْرِفًا ۝ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِي هَٰذَا ع ۱۹

کوئی جگہ نہیں پائیں گے ۵۹ اور ہم نے اس قرآن میں یقیناً ہر ایک (ضروری)

آئینہ کس طرح ممکن ہے ہمیشہ نئی دنیا اور نیا نظام اللہ تعالےٰ آدم اور فرشتوں کے ذریعہ سے بنایا کرتا ہے۔ پس اب بھی اسی طرح ہوگا۔ نیا نظام اور نئی دنیا بھی آدم ہی کے ذریعہ سے بنائے جائیں گے۔ اور انسان کی تخلیق یعنی بنی نوع انسان کے اندر جو خرابیاں پیدا ہو جائیں گی۔ ان کی اصلاح کر کے انسان کو از سر نو درست کرنے کا کام بھی دنیاوی تدابیر سے نہ ہوگا۔ بلکہ اللہ تعالےٰ کی قدیم سنت کے ماتحت ہوگا۔

قرآن کریم کا یہ کتنا بڑا معجزہ ہے۔ تیرہ سو سال پہلے اس نے ان اصطلاحات تک کو بیان کر دیا ہے۔ جو آخری زمانہ میں استعمال ہونے والی تھی۔

NEW WORLD اور NEW ORDER

کا ذکر کس خوبصورت الفاظ میں اللہ تعالےٰ نے کر دیا ہے اور کس طرح اس کا بھی جواب دے دیا ہے۔ کہ آجکل نئی دنیا اور نیا نظام آدم کے مخالفوں کے ہاتھ سے اللہ تعالےٰ نے تیار نہیں کروایا۔ بلکہ ہمیشہ آدم اور فرشتوں کے ہاتھ سے کروایا ہے۔ اسی طرح اب ہوگا۔

۵۹ حل لغات مَوْبِقًا۔ وَبَقَ يَوْبِقُ کا مصدر یا اسم ظرف ہے۔ وَبَقَ کے معنی ہلاک ہونے کے ہیں۔ موبق مصدر کے معنی کسی مصیبت میں پھنس کر ہلاک ہونے کے ہیں۔ اور اگر ظرف ہو تو اس کے مندرجہ ذیل معنی ہوں گے اَلْمَهْلَكُ ہلاکت کی جگہ اَلْمَوْعِدُ وعدہ کی جگہ اَلْمَحْبِسُ قید خانہ۔ حل شَيْءٌ حَائِلٌ بَيْنَ شَيْئَيْنِ ہر ایسی چیز جو دو چیزوں کے درمیان آڑ ہو جائے دقیل مسافة تهلك فيها الاسود بعدها۔ بعض نے اس کے معنی دشوار گزار سفر کے کئے ہیں۔ (اقرب)۔

تفسیر۔ یعنی اس وقت اپنے معبودان باطلہ کو بلائینگے کبھی اپنے اولیاء کو پکاریں گے جن کو شفاعت کا ذریعہ خیال کرتے ہیں۔ کبھی حضرت مسیح کو پکاریں گے کبھی ان کی والدہ کو لیکن ان میں سے کوئی ان کی دعا نہ سنیگا۔

وَجَعَلْنَا بَيْنَهُم مَّوْبِقًا۔ مَوْبِق کے معنی علاوہ اور معنوں کے پردہ اور روک کے بھی ہوتے ہیں۔ اور ہلاکت کے بھی ہیں۔ پردہ کے لحاظ سے اس کے یہ معنی ہوں گے کہ ان جنگوں میں وہ لوگ ایک دوسرے کا پورا پورا بائیکاٹ کریں گے۔ اور ہلاکت کے معنوں کے لحاظ سے معنی ہوں گے کہ ایک دوسرے کو ہلاک کریں گے۔ اور اگر بینھم کی ضمیر معبودان باطلہ اور پرستش کرنے والوں کی طرف پھیری جائے۔ تو اس میں پہلے مضمون کی تاکید سمجھی جائیگی یعنی ایسے بڑے درمیان میں آجائیں گے۔ کہ انکی کوئی آواز نہ سنی جائیگی۔ یا یہ کہ ان معبودان کی ارواح ہی ان کے خلاف دعاؤں میں لگ جائیں گی۔

۵۹ حل لغات۔ مُوَاقِعُوهَا۔ وَقَعَ سے مواقعوها

Presented by: Rana Jabir Abbas

الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ

بات کو مختلف پیراؤں میں بیان کیا ہے۔ اور (ایسا کیوں نہ کرتے کہ) انسان سب سے بڑھ کر بحث

اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ۝ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا

کرنے والا ہے ۵۵ اور ان لوگوں کو جب ان کے پاس ہدایت آئی۔

اِذْ جَاۗءَهُمُ الْهُدٰى وَيَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّآ اَنْ

تو اس بات نے ایمان لانے اور اپنے رب سے بخشش چاہنے سے صرف اس بات نے

۵۵ حل لغات الجدل۔ شدۃ، خصومۃ سختی سے جھگڑنا۔ (اقرب)

تفسیر اکثر شیٔ جدلاً کے دو معنی ہیں (۱) اکثر شیٔ یتاتی منہ الجدل یعنی سمجھانے کی جو تدبیر بھی کی جائے اس کے نتیجہ میں اس کی طرف سے جھگڑے کا پہلو ہی پیدا کر لیا جاتا ہے۔ اطمینان حاصل کرنیکی وہ کوشش نہیں کرتا۔ (۲) جَدَلُ الْاِنْسَانِ اَكْثَرُ مِنْ كُلِّ مُجَادِلٍ۔ یعنی انسان سب مخلوق کی نسبت زیادہ جھگڑا کرتا ہے۔ مطلب یہ کہ اسے تو ہم نے عقل اس لئے دی تھی۔ کہ روحانی ترقیات کرے۔ اور خدا تعالیٰ کا عرفان حاصل کرے۔ مگر وہ اس قوت کو جو اسے دوسرے حیوانوں سے ممتاز کرتی ہے۔ ایک بڑے امتیاز کا ذریعہ بنا لیتا ہے۔ اور بجائے اس کے کہ اس کے ذریعہ سے دوسرے حیوانوں سے افضل بنے۔ وہ ان سے بھی ادنیٰ حالت میں چلا جاتا ہے۔

اس آیت میں الناس تمام انسانوں کے متعلق ہے۔ اور الانسان ان انسانوں کے متعلق جن کا اوپر ذکر آ چکا ہے اور مطلب یہ ہے کہ ہم نے قرآن کریم میں تمام مسائل کو خوب اچھی طرح سے اور مختلف پیراؤں میں بیان کیا ہے۔ کہ بنی نوع انسان اس سے فائدہ اٹھائیں۔ مگر وہ قسم انسانوں کی جن کا ذکر اوپر گذرا ہے۔ اسے جھگڑنے کا ذریعہ بنا لیتی ہے اور ان ہی تفصیلات کو جو ان کے فائدہ کے لئے ہیں۔ اعتراض کا نشانہ

الجدل ۲ اسم فاعل مواقع آتا ہے۔ اور مواقعون اس کی جمع ہے وقع (وقوعاً) کے معنی ہیں سقط گر گیا۔ وقع فی الشراک جال میں پھنس گیا (اقرب) پس مواقعھا کے معنی ہوں گے اس میں پڑنے والے ہیں۔

مصروفاً ۱ یہ صرف سے اسم ظرف ہے صرفہ عن وجھہ کے معنی ہیں ردہ عن وجھہ اس کو اس کے قصد سے پھیر دیا (اقرب) پس مصرف کے معنی ہوں گے پھرنے کی جگہ

تفسیر یعنی اس وقت انہیں ہلاکت نظر آئے گی نار کے معنی جنگ کے بھی ہوتے ہیں چنانچہ قرآن کریم میں آتا ہے كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ۔ (مائدہ ع ۹) یعنی جب بھی یہود جنگ کی آگ بھڑکانی چاہی اللہ تعالیٰ نے اسے بجھا دیا۔ ان معنوں کے رو سے یہ مطلب ہوگا کہ جنگ کا خطرہ پیدا ہو جائیگا۔ اور انہیں یقین ہو جائیگا۔ کہ اب اس جنگ سے چھٹکارا نہیں۔ اور بہتیری تدبیریں اس جنگ کو روکنے کی کریں گے۔ لیکن کوئی صورت بھی اس جنگ سے محفوظ رہنے کی نہ پیدا ہو سکے گی۔

نار کے معنی جنگ کے ۱

اس آیت میں جو ظنوا کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اس کے معنی یقین کے بھی خیال یا شک کے نہیں۔ ظن کا لفظ عربی میں اضداد میں سے ہے یعنی اس کے معنی گمان کے بھی ہوتے ہیں۔ اور یقین کے بھی ہیں۔

ظنوا بمعنی یقین ۱

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

تَاْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ۝

رہ گیا کہ پہلے لوگوں کی سی حالت ان پر (بھی) آئے۔ یا پھر عذاب ان کے سامنے آ کھڑا ہو ۵۱

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ

اور ہم رسولوں کو صرف بشارت دینے والا اور (عذاب کی جگہ سے) آگاہ کرنے والا بنا کر بھیجتے ہیں۔ اور

وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا

جن لوگوں نے انکار کیا ہے۔ وہ جھوٹ کے ذریعہ سے اس لئے جھگڑتے ہیں۔ کہ اس کے ذریعہ

بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَمَآ اُنْذِرُوْا هُزُوًا ۝ وَمَنْ

سے حق کو مٹا دیں۔ اور انہوں نے میرے نشانوں کو اور (میرے) انذار کو ہنسی کا نشانہ بنایا ہے ۵۲ اور اس

اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَ

شخص سے زیادہ ظالم کون (ہو سکتا) ہے۔ جسے اس کے رب کے نشانوں کے ذریعہ سے سمجھایا گیا (لیکن) پھر

نَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ ۭ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰي قُلُوْبِهِمْ

(بھی) وہ ان سے روگردان ہو گیا۔ اور جو کچھ اس کے ہاتھوں نے (کما کر) آگے بھیجا تھا۔ اسے اس نے بھلا دیا

اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۭ وَاِنْ

ان (لوگوں) کے دلوں پر ہم نے یقیناً کئی پردے ڈال دیئے ہیں۔ کہ وہ اسے سمجھیں۔ اور ان کے کانوں میں

سمجھ لیتی ہے۔ یہیں اس امر کی نشاندہی ہے۔ کہ کسی بھی لوگ شریعت کی تفصیلات کو لغت قرار دیکر ان سے آزاد ہونا چاہتے ہیں۔ حالانکہ وہ تفصیلات انسان کو ہلاکت سے بچانے کے لئے بیان کی گئی ہیں۔

۵۱ **حل لغات** ۔ المستقر کے لئے دیکھو حجر ۱۱

قُبُلًا۔ اَلْقُبُلُ نقیض الدبر۔ سامنے کا حصہ (اقرب)

تفسیر۔ یعنی قرآن کریم میں ہدایت کا ایسا سامان موجود ہے کہ اب کے بعد ہدایت میں کوئی روک نہیں ہونی چاہیئے تھی۔ اور چاہیئے تھا کہ اسکے مضامین کو سنکر یہ لوگ اپنے غلط عقاید سے تائب ہوتے لیکن یہ اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔ گویا یہ فیصلہ کر چکے ہیں کہ ہم تو ضرور عذاب ہی لینگے سُنَّةَ الْاَوَّلِيْنَ اس سے مراد آخری ہلاکت ہے اور اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا سے مراد درمیانی عذاب ہیں یعنی دونوں قسم کے عذابوں کو یہ بلا رہے ہیں

۵۲ **حل لغات** ۔ الباطل کے لئے دیکھو نمل ۷۶

لِيُدْحِضُوْا بِهِ ۔ دَحَضَ سے مضارع جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے اور اَدْحَضَ القدم کے معنی ہیں ازلقها پاؤں کو پھسلا دیا۔ ادحض الحجة اَبْطَلَهَا دافعها ودفعها دلیل کو پوری طرح رد کیا وہ رد کی گئی یا (اقرب) پس لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ کے معنی ہوں گے۔ کہ وہ حق کو مٹا دیں۔ دور کر دیں۔

تفسیر لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ کے معنی یہ ہوئے کہ کافر لوگ باطل کو لے کر جھگڑا اور بحث کرتے ہیں۔ تا کہ اس کے ساتھ حق کو دنیا سے نکال دیں، باطل کر دیں۔

وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَمَآ اُنْذِرُوْا هُزُوًا یعنی ہم نشانات تو دکھاتے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

تَدْعُهُمْ إِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا إِذًا أَبَدًا ۝ وَ

گمراہی (پیدا کردی ہے)۔ اور اگر تو انہیں ہدایت کی طرف بلائے تو (ایسے سے استعداد رکھتے ہیں کہ) اس صورت میں بھی ہدایت کو (بھی) کبھی قبول نہیں کریں گے ۵۳

رَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ۭ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا

اور تیرا رب (بہت ہی) بخشنے والا (اور بہت ہی) رحمت کرنے والا ہے۔ اگر وہ اس کی وجہ سے جو انہوں نے (اپنی جانوں پر) کمایا ہے۔ انہیں پکڑ

لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ۭ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا

کرنا چاہتا تو وہ ان پر فوراً عذاب نازل کر دیتا۔ (مگر وہ ایسا نہیں کرتا) بلکہ ان کے لئے ایک میعاد (مقرر) ہے۔ جس سے پہلے (یعنی پیشتر اس کے

مِنْ دُوْنِهٖ مَوْئِلًا ۝ وَتِلْكَ الْقُرٰٓى أَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا

کہ عذاب کو بھگتیں) ہرگز کوئی جائے پناہ نہ پائیں گے ۵۴ اور وہ (گذشتہ نبیوں کے مخالفوں کی) بستیاں جو ہیں تو (انکا واقعہ یوں ہے کہ) ہم نے ہلاک کیا

ع ۶ ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ۝ وَإِذْ قَالَ

ہلاک کیا جب انہوں نے ظلم کیا۔ اور ان کی ہلاکت کے لئے ہم نے (ایک میعاد) مقرر کر دی تھی۔ (زیادہ جانیں تو یہ کریں) اور (تم اس وقت کو بھی یاد کرو)

ہیں لیکن یہ نہی کرتے ہیں۔ اس وقت یورپ والوں کی یہی حالت ہے نشانات کی طرف ان کی بالکل توجہ نہیں۔ بلکہ ان امور کو بیوقوفوں کے توہمات سمجھتے ہیں اور عقل و دھکوسلوں کی طرف لجاتے ہیں مگر خدائی نشانوں کو حقیر سمجھتے ہیں۔

۵۳ تفسیر۔ فرماتا ہے اس سے زیادہ ظالم اور کون ہو سکتا ہے جسے اس کے رب کی باتیں سنائی جائیں تو وہ ان کو حقیر سمجھے۔ اور ان سے اعراض کرے اور اس بات کو نہ سوچے کہ میں نے خود اپنی عقل سے جو کام لئے ہیں۔ وہ کس طرح فساد فتنہ اور جنگ کے موجبات بن رہے ہیں۔ پس باوجود اس تجربہ کے کہ وہ اپنی عقل سے امن پیدا نہیں کر سکا پھر بھی خدائی امداد اور ہدایت کی طرف اس کا توجہ نہ کرنا گویا اپنے تجربہ کو ٹھکرا دینے کے مترادف ہے پھر وہ قوم جو تجربوں پر اپنے کامو کی بنیاد رکھنے کی مدعی ہے وہ کس قدر مجرم اور غافل ہوتی ہے کہ جزئی تجربوں کو تو اس قدر قیمت دیتی ہے مگر ساری قوم کے تجربہ اور اس کے نتیجہ سے فائدہ نہیں اٹھاتی۔

فرماتا ہے اس کا نتیجہ اس کے سوا اور کیا نکل سکتا تھا کہ جب انہوں نے سمجھ سے کام لینے سے انکار کر دیا ہے تو ہم بھی ان کو سمجھ سے محروم کر دیں اور انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیں۔ کہ خواہ کوئی کتنی ہی انہیں نصیحت کرے یہ فائدہ نہ اٹھا سکیں۔

۵۴ تفسیر۔ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ۔ اگر ان کو خدا تعالیٰ ان کے اعمال کی وجہ سے سزا دینے لگتا تو کبھی کا ہلاک کر دیتا مگر خدا تعالیٰ ہوشیار کئے بغیر کسی قوم کو ہلاک نہیں کرتا۔ اس لئے وہ پہلے ان کو ہوشیار کرے گا۔ اور زمانہ کے مامور کے ذریعہ سے حجت پوری کر کے پھر پکڑے گا۔ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْئِلًا ان کے لئے وعدہ مقرر ہے۔ وہ ہرگز اس سے ہٹ کر کوئی پناہ کی جگہ نہ پائیں گے یعنی خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر اور کوئی بھی نجات کی جگہ ان کو نہ مل سکے گی۔

۵۵ تفسیر۔ یعنی ہزاروں قومیں گذر چکی ہیں جب انہوں نے ظلم کیا یعنی اللہ تعالیٰ کے انذار کی قدر نہ کی تو ہم نے ان کو ہلاک کر دیا۔ اور ان کی ہلاکت کی پہلے سے خبر دے دی جس کے مطابق وہ ہلاک ہو گئے۔ پس اس قوم کو بھی سوچنا چاہئے کہ ان کو خواہ کس قدر ترقیات ہی کیوں نہ ملی ہوں پھر بھی وہ انسان ہیں۔ پس کوئی وجہ نہیں کہ جب پہلے انسان خدا تعالیٰ سے منہ پھیر کر ہلاک ہوئے تو یہ ہلاک نہ ہوں۔ مجمل قریباً ۹۹ فیصدی لوگوں کا خیال ہے کہ اب یورپ تباہ نہیں ہو سکتا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ بیوقوفی کی بات ہے پہلی بادشاہتوں کے زمانوں میں کون کہتا تھا کہ وہ تباہ ہوں گی مسلمانوں کے متعلق کون کہتا تھا کہ ان کی حکومت تباہ ہو گی۔ اسی طرح رومیوں کی حکومت اور ایرانیوں کی حکومت کے متعلق بھی کوئی اس وقت گمان نہ کرتا تھا۔ لیکن ساری تباہ ہو گئیں۔ اسی طرح ان کی بادشاہت کے تباہ ہونے کے متعلق بھی حیرانی اور تعجب خلاف عقل ہے۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ

جب موسیٰ نے اپنے نوجوان (رفیق) سے کہا تھا کہ، میں (جس راستے پر جارہا ہوں اسپر قائم رہنے سے) نہیں ٹلونگا یہانتک کہ ان دونوں سمندروں کے

اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا ○ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا

اکٹھے ہونے کے مقام پر پہنچ جاؤں یا صدیوں تک (آگے ہی آگے) چلتا چلا جاؤں پس جب وہ (دونوں) ان دونوں سمندروں کے باہر ملنے کی جگہ پر پہنچے تو وہ اپنی مچھلی

۵۶ حل لغات۔ الفتیٰ کے معنے نوجوان کے ہیں۔ اسکی جمع فتیان آتی ہے۔ مزید تشریح کے لئے دیکھو یوسف ۳۱

لَآ اَبْرَحُ کے لئے دیکھو یوسف ۸۱

اَمْضِيَ: مَضٰی سے مضارع متکلم کا صیغہ ہے اور مَضَی الشَّیْءُ (یَمْضِی و یَمْضُو) کے معنے ہیں ذَهَبَ وخَلَا۔ کوئی چیز گزر گئی اور چلی گئی (اقرب) پس اَمْضِیَ کے معنے ہونگے کہ میں چلتا چلا جاؤں۔

حُقُبًا: حُقُبٌ حُقْبٌ کی جمع ہے۔ اور اس کے معنے ہیں ثمانون سَنَة۔ اسی سال کا عرصہ۔ وَيُقَالُ اكثر من ذالك اور بعض کہتے ہیں اس سے بھی زائد عرصہ کو حُقُب کہتے ہیں الظاهر۔ زمانہ۔ السنة وقيل سنين: مطلق ایک سال کے عرصہ کے لئے بھی یہ لفظ استعمال کرتے ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ کئی سال کا عرصہ حقب کہلاتا ہے۔ (اقرب)

تفسیر۔ پہلے دو تمثیلوں سے اس امر کو بتایا کہ عیسائیت اور اسلام کا مقابلہ گو کمزور اور طاقتور کا مقابلہ ہے لیکن غور کیا جائے تو طاقتور وہ ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرتا ہے، وہ نہیں جو دنیا کے کاموں میں مشغول ہے۔ اور اشارۃً یہ بھی بتایا کہ مسیحیت کی ترقی اس رنگ میں مقدر تھی کہ پہلے ایکدفعہ یہ قوم ترقی کرے۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہو۔ اور کچھ عرصہ اسلام ترقی کرے۔ پھر دوبارہ انہیں ترقی ملے۔ اب اس مضمون کو آسمانی کتب کے حوالہ سے ثابت فرماتا ہے۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ جیسا کہ میں پہلے بتا آیا ہوں اسلام کے دشمنوں کا یہ اعتراض ہے کہ اس سورۃ میں بغیر تعلق کے واقعات جمع کر دیئے گئے ہیں اور خود مسلمانوں کیلئے بھی ان واقعات کا اجتماع حیرانی پیدا کرنے کا موجب بنا رہا ہے۔ اور انہوں نے یہ کہکر اپنے آپکو تسلی دی ہے کہ یہود نے کچھ سوالات کئے تھے، ان کا جواب اللہ تعالیٰ نے اکٹھا کر کے دیدیا ہے۔ لیکن جیسا کہ ظاہر ہے یہ بات نہیں۔ کیونکہ اصحاب کہف اور ذوالقرنین کے متعلق اگر کوئی سوال تھا بھی تو ان دونوں واقعات کے درمیان میں اوپر کی تمثیلات اور پھر حضرت موسیٰؑ کے اس واقعہ کو جو اس رکوع میں بیان ہوا ہے کیوں رکھدیا گیا ہے۔ کم سے کم ان دونوں سوالوں کے جواب اکٹھے رکھے جاتے۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ سب مضامین ترتیب سے بیان ہوئے ہیں۔ اور ہر واقعہ اور تمثیل کو خاص ضرورت سے اپنے اپنے مقام پر رکھا گیا ہے۔ چنانچہ اصحاب کہف کے ذکر کے بعد ان تمثیلات کے رکھنے کی حکمت تو میں بتا آیا ہوں۔ اب میں حضرت موسیٰؑ کے اس واقعہ کو اس جگہ رکھنے کی وجہ بتاتا ہوں۔

میں ذکر کر چکا ہوں کہ عیسائیوں کی قومی زندگی میں ایک عجیب بات پائی جاتی ہے جس کی کوئی اور مثال کم سے کم مجھے معلوم نہیں۔ اور وہ یہ کہ انہیں حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد ایک ترقی کا دور ملا۔ درمیان میں ایک اور نبی پیدا ہوا اور اس کی قوم کو ترقی کا ایک دور ملا۔ اس کے بعد پھر مسیحی قوم کی ترقی شروع ہوگئی۔ اس واقعہ کی طرف پہلے تمثیل میں نہر کے لفظ سے اشارہ کیا گیا تھا۔ اب حضرت موسیٰؑ کے واقعہ کو اس جگہ رکھ کر اس مضمون کو واضح کیا گیا ہے۔ اور وہ اس طرح کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مثیل موسیٰؑ تھے۔ جیسا کہ استثناء باب ۱۸ آیت ۱۸ میں پیشگوئی کی گئی تھی۔ کہ میں

الفتیٰ

مضیٰ

حقبا

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ان کے لئے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کرونگا۔ اور اپنا کلام اس کے مُنہ میں ڈالونگا۔ اور جو کچھ میں اُسے حکم دُونگا وہی وہ ان سے کہیگا۔"

آنحضرت کی شان ہیبت مقدر سے ہے

قرآن کریم میں بھی اس پیشگوئی کی طرف ان الفاظ میں اشارہ کیا گیا ہے کہ اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَیْکُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَیْکُمْ کَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا (مزمل ع ۱) سو حضرت موسیٰ کے واقعہ کو مسیحیوں کی ترقی کے دونوں دَوروں کے درمیان میں بیان کرکے اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ مثیل موسیٰ ان دونوں دوروں کے درمیان میں پیدا ہونا ضروری تھا۔ تا اس شبہ کا ازالہ کیا جائے کہ اگر مسیحی ترقی کے پہلے دَور کے بعد ایک سچا نبی آیا تھا تو کیوں مسیحی ترقی کا دور ختم نہیں ہو گیا۔ پس اس دور کا پھر پہلے سے بھی زیادہ زور سے شروع ہو جانا بتاتا ہے کہ درمیانی نبی سچا نہ تھا۔ ورنہ وہ ان کی ترقیات کو روک دیتا۔

ان پیشگوئیوں کی تفصیل جو اس قصہ کے ضمن میں مخفی ہے

یہ بات ذوقی نہیں بلکہ حضرت موسیٰ کا جو واقعہ آگے بیان ہوا ہے۔ اس کا مضمون بھی اسی کی تصدیق کرتا ہے جس کی تشریح اگلی آیات میں کی جائے گی۔ سردست میں نے اس طرف اشارہ کر دیا ہے کہ چونکہ مسیحی ترقی کے پہلے دَور اور دوسرے دَور کے درمیان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور مقدر تھا۔ اس لئے مسیحی ترقی کے دونوں دَوروں میں فاصلہ رکھا گیا ہے۔ اور درمیان میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کر دیا گیا ہے جن کے مثیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ تا جس طرح واقعات نے ظاہر ہونا تھا اسی طرح ان کا ذکر کیا جائے۔

یہ واقعہ جو اس رکوع میں بیان ہوا ہے۔ اس کے بارہ میں مفسرین میں اختلاف ہے مفسرین اکثر اس طرف گئے ہیں اور بعض احادیث میں بھی اس کا ذکر آتا ہے کہ خضر نامی ایک شخص سے ملاقات کے لئے حضرت موسیٰ تشریف لے گئے تھے۔ ان آیات میں اس سفر کے حالات بیان کئے گئے ہیں۔ یہ سفر انہوں نے کیوں کیا تھا۔ اسکے متعلق بھی اختلاف ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ نے خدا تعالیٰ سے پُوچھا کہ کیا مجھ سے زیادہ علم والا بھی کوئی شخص ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہاں ایک شخص ہے۔ اور پھر اس شخص کا پتہ بتایا جسپر حضرت موسیٰ علیہ السلام اس شخص کو ملنے کیلئے گئے۔

ایک روایت میں یہ آتا ہے کہ بعض لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا کہ کیا آپ سے بڑھ کر بھی کوئی اور عالم ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں۔ اسپر اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی اور اس شخص کا پتہ دیا، جو ان سے بڑھ کر عالم تھا۔ اور اس پر وہ اس سے ملنے کے لئے گئے۔

درحقیقت اس واقعہ کے سمجھنے میں لوگوں کو غلطی لگی ہے۔ بات یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کا واقعہ سورۃ بنی اسرائیل میں بیان کیا گیا تھا۔ اور اس اسراء کے نتائج بیان کئے گئے تھے کہ آئندہ کیا کیا واقعات ظاہر ہونگے اور مسلمانوں کو کس طرح ترقیات ملینگی۔ پھر اسراء کی بیان کردہ کامیابیوں میں مسلمانوں کے لئے جو خطرات پیش آنے والے تھے ان کا ذکر کیا تھا یعنی یہود اور نصاریٰ کی مخالفتوں کا ذکر کیا گیا تھا۔ ان عظیم الشان خطرات میں سے ایک بڑا خطرہ یہ تھا کہ حضرت موسیٰ کی اُمت کا ایک گروہ جو عیسائی کہلاتے ہیں (اگرچہ وہ اپنے آپکو حضرت موسیٰ کی اُمت نہ کہیں مگر خدا کے نزدیک وہ حضرت موسیٰ ہی کی امت میں شامل ہیں) مسلمانوں کو آخری زمانہ میں سخت صدمہ پہنچانے والا تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کی تشریح کے طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسراء کے علاوہ خود حضرت موسیٰ کے اسراء کو بھی اس جگہ بیان فرمایا ہے۔ جس سے اس امر کی تصدیق مطلوب ہے کہ آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غالب آئیں گے اور آپ کی اُمت کو غلبہ دیا جائے گا۔ اور موسوی اُمت کا بقیہ حصہ (عیسائی لوگ) غالب نہ ہو سکیگا۔ یہ واقعہ حضرت موسیٰ کا ایک کشف ہے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

میرے نزدیک ظاہر جسم کے ساتھ ایسا کوئی واقعہ انہیں پیش نہیں آیا۔ استاذی المکرم حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کی یہی رائے تھی۔ اور میں اس بارے میں غور کرکے اسی نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ان کی یہ رائے درست تھی۔ اور میرے نزدیک بھی یہ کشف ہی ہے جس کے ثبوت میں ذیل میں بیان کرتا ہوں۔

(۱) پہلا ثبوت اس کا یہ ہے کہ اس قسم کے کسی سفر کے واقعہ کا ذکر بائیبل میں موجود نہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ ظاہری طور پر ظہور میں نہیں آیا یہ تو ہو سکتا ہے کہ اس کے طرز بیان میں کچھ اختلاف ہو جائے مگر اس سے ہی اس واقعہ کا نہ پایا جانا ایک عجیب بات معلوم ہوتی ہے۔

بنی اسرائیل کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ کو بھی معراج ہوا تھا چنانچہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ عزیزم مولوی جلال الدین صاحب شمس نے یہودی روایات لندن میوزیم کی کتب دیکھ کر نکالی ہیں۔ جن میں اس واقعہ کا ذکر ہے۔ اور یہودی کتب میں اس سفر کو جسمانی سفر قرار دیا ہے۔ مگر ان کا یہ لکھنا ہم پر حجت نہیں۔ مسلمانوں سے بعض نے بھی تو اسراء کو بلکہ معراج کو جسمانی قرار دیدیا ہے)

(۲) بنی اسرائیل کیطرف مبعوث ہونے سے پہلے حضرت موسیٰ کا ایک ہی سفر ثابت ہے جو مدین کیطرف ہوا قرآن کریم میں بھی متعدد بار اس کا ذکر آیا ہے۔ اور قرآن اور بائیبل دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ اس سفر میں وہ اکیلے تھے۔ لیکن زیر بحث واقعہ میں ان کے ساتھ ایک ساتھی کا بھی ذکر ہے جو اُن کا ماتحت معلوم ہوتا ہے کیونکہ فتیٰ کے لفظ کو جب مضاف بنا کر استعمال کیا جائے۔ اسکے معنی بیٹے کے یا ماتحت کے ہوتے ہیں۔ پس سفر مدین پر یہ الفاظ چسپاں نہیں ہو سکتے۔ اور اس کے سوا اور کوئی سفر ان کا بائیبل سے ثابت نہیں۔ لہذا اسے کشف ہی ماننا پڑیگا۔

(۳) بعثت کے بعد بھی حضرت موسیٰ کا کوئی ایسا سفر ثابت نہیں جو انہوں نے اپنی قوم سے علیحدہ ہو کر کیا ہو۔ بائیبل میں شروع سے لیکر آخیر تک انکے واقعات ترتیب کے ساتھ موجود ہیں لیکن اس سفر کا کہیں ذکر نہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سفر کوئی مادی واقعہ نہ تھا۔

حضرت موسیٰ کے سفر کے کشف ہونے کے ثبوت

(۴) حضرت موسیٰ بنی اسرائیل سے چالیس دن کیلئے چند میل دُور پہاڑ پر خدا کا کلام سننے کے لئے گئے تو اتنے ہی دنوں میں بنی اسرائیل نے بچھڑے کو معبود بنا لیا۔ جب چالیس دن کی غیر حاضری نے یہ تباہی مچادی تھی تو اتنے لمبے سفر کی صورت میں کیا نتیجہ ہوا ہوگا۔ مگر اس موقعہ پر بنی اسرائیل کے اندر کوئی فساد نہیں ہوا۔ کیونکہ بائیبل میں اس فساد کے علاوہ اور کسی فساد کا ذکر نہیں۔ نیز اس فساد کے بعد یہ دانشمندی کے خلاف ہوتا کہ آپ اتنا لمبا سفر کرتے۔

(۵) چالیس دن کے سفر پر جاتے ہوئے حضرت موسیٰؑ اپنے بعد حضرت ہارون کو خلیفہ مقرر کرکے جاتے ہیں مگر اس ایک واقعہ کے واقعہ کے بعد کہیں بھی ثابت نہیں کہ حضرت موسیٰؑ نے حضرت ہارون یا کسی اور کو اپنا خلیفہ مقرر کیا ہو۔ اگر سفر کا ذکر نہیں تھا تو کم از کم اس نیابت کا ذکر تو ضرور تورات میں ہونا چاہیئے تھا۔ مگر چونکہ ایسا کوئی ذکر بائیبل میں نہیں ہے۔ تو یہی ماننا پڑتا ہے کہ ایسا کوئی جسمانی سفر واقعہ نہیں ہوا۔ کیونکہ یہ تو ہرگز تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ کہ حضرت موسیٰؑ سفر پر گئے ہوں اور اپنا جانشین مقرر نہ کر گئے ہوں۔

(۶) یہ امر انبیاء کی سنت کے خلاف معلوم ہوتا ہے کہ نبوت کے بعد وہ اپنی قوم سے ایک لمبے عرصہ کے لئے الگ ہوئے ہوں۔ جن انبیاء کا تاریخ سے ہمیں پتہ چلتا ہے۔ ان میں سے ایک کی سوانح میں بھی اس امر کا پتہ نہیں چلتا۔ بیشک ہمارے عقیدہ کی رُو سے حضرت مسیح اپنی قوم سے الگ ہوئے۔ مگر وہ درحقیقت ایک حصہ قوم سے جُدا ہو کر دُوسرے حصہ کی طرف گئے تھے۔ اور انکی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مثالیں بکثرت انبیاء میں پائی جاتی ہیں۔ کہ انہوں نے اپنی قوم کے اندر تبلیغی سفر کئے ہیں۔ مگر حضرت موسیٰ کا یہ سفر تبلیغی نہیں۔ نہ اپنی قوم کے علاقہ میں ہے۔ بلکہ وہ صرف یہ معلوم کرنے کے لئے اپنی امت کو چھوڑ کر چلے جاتے ہیں کہ ایک شخص مجھ سے بھی زیادہ عالم ہے۔

(۷) حضرت ابن عباسؓ نے اسی واقعہ کے اندر جو کنز کا ذکر ہے اسکی تعبیر میں فرمایا ہے۔ ما کان الکنز الا علماً (ابن کثیر) یعنی اس واقعہ میں جو کنز کا ذکر ہے۔ اس سے علم کے سوا اور کچھ مراد نہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ تعبیر ہے اور تعبیر کشف ہی کی ہو سکتی ہے۔ اگر وہ کنز علم تھا تو یہ بھی ظاہر ہے کہ وہ دیوار جو حضرت موسیٰؑ اور ان کے ساتھی نے بنائی وہ بھی مادی دیوار نہ تھی۔ اور کھانا طلب کرنے کا واقعہ بھی مادی نہ تھا۔ اور جب یہ حصہ کشف تھا تو ظاہر ہے کہ سارا واقعہ ہی کشف تھا۔

(۸) واقعہ کی اندرونی شہادت بھی یہی ثابت کرتی ہے کہ یہ کوئی جسمانی واقعہ نہیں۔ مثلاً خرق سفینہ کے واقعہ کو لے لو۔ اس میں جو لکھا ہے کہ انہوں نے کشتی میں بڑا سوراخ کر دیا۔ تاکہ بادشاہ اس کو چھین نہ لے۔ اس پر سوال یہ ہے کہ کیا اس شگاف سے وہ کشتی بے کار ہو گئی تھی؟ اگر کہا جائے کہ نہیں۔ تو اس پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر بادشاہ نے اس کو کیوں نہ چھینا جبکہ وہ ابھی کارآمد تھی۔ اور اگر کہو کہ بالکل نکمی ہو گئی تھی۔ تو پھر سوال ہوتا ہے کہ اس سوراخ کی وجہ سے وہ دریا میں غرق کیوں نہ ہو گئی۔

ظاہری طور پر کوئی ایسی کشتی جس کا تختہ نکال کر اس کو بالکل بیکار کر دیا گیا ہو غرق ہونے سے بچ نہیں سکتی تھی۔ ہاں کشف میں یہ نظارہ دیکھنا خلاف عقل نہیں ہوتا کہ کوئی تختہ بھی نکال دیا جائے اور کشتی غرق بھی نہ ہو۔

اندرونی شہادتوں کا کشف ہونے پر بیک وقت

پھر قتلِ نفس کا واقعہ ہے۔ یہ بھی ظاہری واقعہ نہیں مانا جا سکتا۔ کیونکہ حضرت موسیٰؑ کو سبق سکھانے والا یا کوئی نبی ہو گا یا کوئی بڑا بزرگ۔ لیکن قتلِ نفس بغیر نفس تو کوئی ادنیٰ مومن بھی نہیں کر سکتا۔ کجا یہ کہ ایک عظیم الشان نبی ایسے فعل کا ارتکاب کرے۔

اس کے جواب میں بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس نوجوان نے چونکہ آئندہ قتل کرنے تھے۔ اس لئے اس کو قتل کر دیا۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ یہ بھی ظلم ہے اور خلاف شریعت۔ اگر ارتکاب جرم سے پہلے محض علم کی بنا پر سزا دینا جائز ہے تو پھر خدا تعالیٰ کو سب لوگوں کے گناہوں کا قبل از وقت علم ہے وہ کیوں سب کو سزا نہیں دیتا۔

شریعت کا اصولی قانون یہی ہے کہ جب تک کوئی کسی گناہ کا مرتکب نہ ہو جائے، اس کو سزا نہیں دی جا سکتی۔ اس اصل پر شرائع کا اختلاف اثر انداز نہیں ہو سکتا یعنی بعض کہتے ہیں کہ وہ عملاً قتل کیا کرتا تھا مگر اس کا پتہ نہ لگتا تھا۔ یہ جواب بھی نہایت بودا ہے۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو قرآن مجید کو چاہیئے تھا کہ یہ وجہ بتاتا۔ تاکہ لوگوں کی تسلی ہو جاتی۔ اور انہیں معلوم ہو جاتا کہ بدوجہ اس نوجوان کو قتل نہیں کیا گیا۔

آخری واقعہ دیوار کا ہے۔ اس کو بھی ظاہری حالت میں تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ اپنے ساتھی کے دیوار بنا دینے پر حضرت موسیٰؑ جیسا وسیع الحوصلہ اور عظیم الشان نبی اس لئے اعتراض کرے کہ شہر کے لوگوں نے ہمیں کھانا نہیں کھلایا۔ شہر والوں کے کھانا نہ کھلانے کا الزام ان پر تھا نہ کہ ان دو بے کس یتیموں پر جن کی وہ دیوار تھی۔ اور یوں بھی یہ بات حضرت موسیٰؑ کی شرافت نفس سے بہت بعید ہے کہ وہ دو یتیموں کی دیوار پر اجرنہ لینے پر اعتراض کریں۔

غرض واقعہ کی اندرونی شہادت بھی ثابت کرتی ہے کہ یہ ایک کشف ہے نہ کوئی ظاہری واقعہ۔

(۱۰) یہ سارا واقعہ بحیثیت مجموعی بھی ثابت کرتا ہے کہ یہ ایک کشف تھا۔ کیونکہ جو عین باتیں اس سفر میں بتائی گئی

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ہیں۔ اگر وہ ظاہری لی جائیں تو وہ ایسی نہیں ہیں کہ اُن کیلئے کوئی معمولی مومن بھی سفر کرے کجا یہ کہ حضرت موسیٰؑ کو ان باتوں کے سیکھنے کے لئے بھیجا جاتے۔ کیا حضرت موسیٰؑ یہ سیکھنے گئے تھے۔ کہ کشتی کا تختہ کیسے توڑا جاتا ہے یا قتل کیونکر کیا جاتا ہے یا دیوار کے بنانے کی کیا ترکیب ہے۔ یا اسپرا جرلینا چاہیئے یا نہیں۔ ان باتوں کے سیکھنے کے لئے تو ایک جاہل گنوار بھی سفر نہ کریگا۔ غرض ان باتوں میں سے کوئی بھی تو ایسی بات نہیں کہ جس کو ظاہر صورت میں مان کر حضرت موسیٰؑ جیسے اولوالعزم اور ذی شان نبی کا سفر جائز اور معقول قرار دیا جاسکے۔

(۱۱) ماوردی نے روایت کی ہے کہ جس شخص کے پاس حضرت موسیٰؑ گئے تھے، وہ ایک فرشتہ تھا (ابن کثیر)

پس یہ واقعہ کشف ہی ماننا پڑے گا ورنہ ظاہری سفر کرکے فرشتے کے پاس جانے کے کیا معنے ہونگے۔ فرشتہ تو پل مارنے میں خود ان کے پاس آسکتا تھا۔

(۱۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "وَدِدْنَا ان موسیٰ کان صبر حتی یقصّ اللّٰہ علینا من خبرھما" (بخاری کتاب التفسیر) کاش موسیٰؑ صبر کرتے اور خاموش رہتے تاکہ خدا تعالیٰ ہمیں ان کی اور خبریں بھی بتا دیتا۔

اگر اس واقعہ کو ظاہری واقعہ سمجھا جائے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تو بہت ارفع ہے میں بھی اپنے ذہن میں ان امور کے معلوم کرنے کا کوئی شوق نہیں پاتا اور نہ ہی میرے نزدیک کوئی سمجھدار انسان ایسی سطحی باتوں کے متعلق زیادتی علم کی خواہش کرسکتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ یہ آئندہ کی اخبار تھیں جو کشفی رنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے متعلق حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ظاہر ہوئیں اور چونکہ وہ غیب پر مشتمل تھیں اور آئندہ اُمّت محمدیہ کے حالات کو ظاہر کرتی تھیں اس لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خواہش تھی کہ کاش موسیٰؑ خاموش رہتے۔ اور اور بھی باتیں کھل جائیں۔ ان دلائل سے ثابت ہے کہ یہ واقعہ کشف کا واقعہ ہے۔

اگرچہ مصدقہ بائیبل کا کوئی حوالہ ہمیں نہیں ملتا جس میں اس واقعہ کا کسی رنگ میں بھی ذکر ہو۔ مگر یہود کی روایات کی کتب میں ایسی روایات موجود ہیں اور مسلمانوں کی روایات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کے ابتدائی ایام میں بھی یہود میں ضرور اس قسم کی روایات پائی جاتی تھیں ورنہ مسلمان انہیں کہاں سے لے سکتے تھے۔ مگر یہود کی روایات کا ہماری تحقیق پر کوئی اثر نہیں ہوسکتا۔ جب تک قرآن کریم عقل اور مشاہدہ ان کی تصدیق نہ کرے۔ ہم ان کو ماننے پر مجبور نہیں۔ بلکہ بغیر ان قیود کے ان کا ماننا خطرہ سے خالی نہیں۔

خلاصہ یہ کہ عقل و نقل اس واقعہ کو ایک کشف قرار دیتے ہیں۔

۲ حضرت خلیفۃ اول کے نزدیک جو سے مراد آنحضرت تھے

وہ شخص جس سے حضرت موسیٰؑ اسراء میں سبق لینے گئے تھے۔ اس کے متعلق استاذی المکرم حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کی رائے تھی کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود متمثل ہوا تھا۔ میں نے جب اس پر غور کیا۔ تو میں بھی اس یقین پر پہنچا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی حضرت موسیٰؑ کو متمثل ہوکر نظر آئے تھے۔ اور یہی وجہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواہش کی کہ کاش موسیٰ خاموش رہتے تو ہمیں اور حالات بھی معلوم ہو جاتے۔ یعنی ہمیں پتہ لگ جاتا کہ ہمارے ساتھ کیا واقعات پیش آنے ہیں۔

۳ آنحضرت کے زمانہ کے حالات حضرت موسیٰ پر کشفی طور پر ظاہر ہوئے

میرا اپنا یہ خیال ہے۔ گو یہ خیال ایک ذوقی نظریہ ہے کہ جس وقت کوہ سیناء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حضرت موسیٰؑ کو بشارت دی گئی (دیکھو استثناء باب ۱۸ آیت ۱۸) اور نہیں معلوم ہوا کہ ایک عظیم الشان نبی میرے بعد پیدا ہونے والا ہے۔ تو اُن کے دل میں یہ معلوم کرنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ کہ وہ کونسی تجلّی ہوگی جو اُس نبی پر

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ظاہر کی جائے گی۔ جسپر انہوں نے عرض کیا "رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْكَ" ذرا مجھ پر بھی وہ محمدی تجلی ظاہر فرما۔ تاکہ میں بھی تو دیکھوں۔ کہ اسپر تو کس شان سے ظاہر ہوگا۔ اس کا انہیں یہ جواب دیا گیا۔ کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ ہر شخص اپنے مناسب حال ہی تجلی دیکھ سکتا ہے۔ میرے اس بیان کی تائید اس سے بھی ہو جاتی ہے کہ حضرت موسیٰؑ اس سے پیشتر روحانی تجلی دیکھ چکے تھے۔ جیسا کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اِنِّیْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَیْكَ۔ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًی (طٰہٰ ع۱) پھر جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کی تجلی دیکھ چکے تھے تو اُن کے اس قول کے کیا معنے ہوئے کہ اے اللہ مجھے اپنا آپ دکھا۔ اگر اسکے یہ معنے کئے جائیں کہ پہلے روحانی تجلی دیکھی تھی اب وہ اللہ تعالیٰ کو اسکی اصل صورت میں دیکھنا چاہتے تھے۔ تو اس کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے برگزیدہ نبی کو بیوقوف قرار دیا جائے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ کیونکہ کسی کا یہ کہنا کہ اے خدا تو مجھے مجسم ہو کر نظر آ۔ نادانی کی بات ہے۔ اور یہ بات حضرت موسیٰؑ کی طرف ہرگز منسوب نہیں ہو سکتی۔ پس یہ رؤیت کی درخواست روحانی ہی قرار دیجا سکتی ہے۔ اور چونکہ موسوی تجلی پہلے انپر ہو چکی تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب جو خواہش انہوں نے کی تو وہ کسی اور رؤیت کے لئے تھی۔ اور چونکہ اس درخواست سے معاً پہلے انہیں محمد رسول اللہ صلعم کی بشارت دی گئی تھی۔ میں یہی قیاس کرتا ہوں۔ کہ یہ درخواست ان کی محمدی تجلی کے دیکھنے کے بارہ میں تھی۔ جس کا جواب اللہ تعالیٰ نے یہ دیا کہ "لَنْ تَرَانِیْ" کہ تو مجھے اس صورت میں نہیں دیکھ سکتا۔ جس صورت میں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھنا ہے۔ کیونکہ اس کے دیکھنے کے لئے محمدی مرتبہ کی ضرورت ہے، جو تجھے حاصل نہیں۔ یہی وجہ تھی کہ "لَنْ تَرَانِیْ" کہکر پھر اللہ تعالیٰ نے وہ جلوہ دکھایا۔ چنانچہ موسیٰؑ نے دیکھ لیا۔ کہ واقعہ میں وہ اس جلوہ کے مطابق ظرف نہ رکھتے تھے، اس وجہ سے وہ اس جلوہ کو دیکھتے ہی بے ہوش ہو گئے۔

۱ حضرت موسیٰ نے جو اللہ تعالیٰ کی اس تجلی کو دیکھنے کی تاب نہ لا سکے جو آنحضرت پر ہوئی تھی۔

میں سمجھتا ہوں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رسول کریم صلعم کی شان اعلیٰ کے دکھانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ کشف دکھایا اور اس کشف کا خضر میرا محمدؐ ہی ہے جس کے ساتھ چلنے کی موسیٰ علیہ السلام کو طاقت نہ تھی۔ اللّٰھم صل علیٰ محمد وعلیٰ اٰلِ محمد و بارك وسلم انك حمید مجید

واذ قال موسیٰ لفتٰہ۔ فتی کے متعلق روایات میں لکھا ہے کہ وہ یوشع بن نون تھے۔ کوئی تعجب نہیں کہ کشف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو ہی ساتھ دیکھا ہو لیکن میری اپنی رائے یہ ہے کہ یہ دُوسرا شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے۔ جنہوں نے موسوی سلسلہ کے سفر کے آخری دُور میں قوم کی راہنمائی کرنی تھی۔ اور گویا موسوی سفر کا اختتام انکی معیت میں ہونا تھا۔

۲ حضرت موسیٰ کے ساتھ کا جوان حضرت عیسیٰ تھے

اس کا ثبوت میرے نزدیک اس آیت سے بھی ملتا ہے۔ کیونکہ اس آیت میں یہ ذکر نہیں کہ موسیٰ علیہ السلام گھر سے ایک نوجوان کو لے کر چلے۔ بلکہ خود ان کے چلنے کا بھی ذکر نہیں۔ ذکر ہے تو یہ کہ موسیٰ نے اپنے آپکو سفر کی حالت میں دیکھا اور اس وقت ان کے ساتھ ایک نوجوان تھا۔ انہوں نے اس نوجوان سے کہا کہ جب تک میں مجمع البحرین تک نہ پہونچ جاؤں میں اپنا سفر ختم نہ کرونگا خواہ مجھے صدیوں تک ہی کیوں نہ سفر کرنا پڑے۔ زمانہ کے لئے جو لفظ اس آیت میں استعمال ہوا ہے۔ وہ حُقُب کا ہے۔ اور یہ لفظ حُقُبٌ کی جمع ہے۔ حُقُب کے معنے اسّی سال یا اس سے زیادہ سالوں کے ہوتے ہیں۔ درحقیقت یہ لفظ عربی میں صدی کا قائم مقام ہے۔ پس حُقُبٌ جو جمع ہے۔ اس کے معنے ہوئے صدیاں۔ مگر بعض دفعہ اس لفظ کو ایک سال یا کئی سال کیلئے بھی استعمال کر لیتے ہیں۔ اگر یہی معنے لئے جائیں تو بھی آیت کے معنے یہ ہوں گے کہ سالوں چلتا جاؤنگا۔ یا یہ کہ دسیوں سال چلتا چلا جاؤنگا۔ ظاہر ہے کہ ایک نبی کا اُمت سے سالہا سال تک جُدا رہنا عقل کے خلاف ہے۔ بلکہ خود نبوت کی

۳ مجمع البحرین سے مُراد زمانہ اختتام حضرت موسیٰ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ضرورت کو مشتبہ کر دیتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ ہجرت کرنی پڑی۔ تو آپؐ نے مکہ سے صحابہ کو وہاں بھجوا دیا اور پھر خود مدینہ میں بھی آپؐ پر ایمان لانے والے موجود تھے۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اگر سالہا سال کہا ہے۔ تب بھی یہ ثبوت ہے کہ یہ کشف تھا۔ اور اگر صدیوں کہا ہے اور میرے نزدیک یہی کہا ہے۔ تو پھر تو یہ قطعی طور پر ثابت ہے۔ کہ ان الفاظ کو موسیٰؑ کے منہ سے نکلوا کر اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ موسیٰؑ کا رُوحانی سفر یعنی ان کی اُمّت کا زمانہ صدیوں تک ممتد چلا جائیگا۔

میرے نزدیک اس فقرہ کے اس جگہ بیان کرنے کی بھی ایک حکمت ہے اور وہ یہ کہ موسوی سفر کی اس منزل میں جہاں کہ فتیٰ آپ کے ساتھ شامل ہونا مقدر تھا۔ ایک حصہ قوم میں یہ خیال پیدا ہونے والا تھا کہ اب موسیٰؑ کا سفر ختم ہو گیا۔ اب اس نوجوان یعنی حضرت عیسیٰ کا سفر شروع ہوگا۔ یعنی بعض لوگوں میں یہ شبہ پیدا ہونے والا تھا۔ کہ حضرت عیسیٰؑ کے آنے سے موسوی شریعت ختم ہو گئی۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نیا دین جاری کیا ہے۔ ان الفاظ میں اس شبہ کا ازالہ کیا ہے اور موسیٰؑ کے مُنہ سے یہ کہلوایا ہے کہ اس نوجوان کے ملنے سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سفر ختم نہیں ہوتا۔ بلکہ مجمع البحرین پر یعنی ظہور محمد صلعم کے زمانہ پر جا کر ختم ہوگا۔ گویا عیسےٰ علیہ السلام کے ظہور پر کسی نئے دین کا اجراء نہیں ہوگا۔ بلکہ وہ موسوی دین کی تائید کرینگے۔ اور موسیٰ کے سفر کو ختم کرنے والے نہ ہونگے۔ بلکہ موسیٰ کی نیابت میں ان کے سفر کو پورا کریں گے۔ خود حضرت مسیح نے بھی اس امر کی تصدیق کی ہے۔ فرماتے ہیں:-

"یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔ منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔" (متی ۵:۱۷)

اس کشف سے معلوم ہوتا ہے کہ یا تو حضرت موسیٰ نے جب یہ کشف دیکھا تو اس کا شروع ہی یہ تھا کہ گویا وہ ایک راستہ پر ایک نوجوان کے ساتھ چل رہے ہیں۔ اور منزل مقصود نہ ملنے پر حیران ہیں یا یہ کہ اس سے پہلے بھی حصہ کشف کا تھا۔ جس میں لمبے سفر کا ذکر تھا مگر اس کو حضرت بسبب ضرورت سمجھکر قرآن کریم نے چھوڑ دیا ہے۔ کیونکہ وہی آدمی یہ کہہ سکتا ہے کہ جب تک مجمع البحرین تک نہ جا پہنچوں چلتا چلا جاؤنگا خواہ صدیاں چلنا پڑے جو ایک عرصہ تک راستہ تلاش کر کے حیران ہو رہا ہو کہ منزل مقصود کہاں گئی۔ میرے نزدیک یہ اس امر کی دلیل ہے کہ وہ نوجوان حضرت مسیحؑ تھے۔ جو موسوی سفر کے اختتام کے قریب آ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ملے اور پھر اس رُوحانی سفر میں ان کے ہمرکاب ہو گئے۔

مجمع البحرین کے ظہور کی تمام پیشگوئیاں

اس آیت میں جو لفظ مجمع البحرین آیا ہے یہ بھی اس پر روشنی ڈالتا ہے کہ یہ کشفی واقعہ ہے کیونکہ مجمع البحرین کسی معروف جگہ کا نام نہیں۔ اور سوائے اس کے کہ اس کے معنے دو سمندروں کے ملنے کی جگہ کے لئے جائیں اور کوئی معنے ظاہر میں نہیں کئے جا سکتے۔ اور موسیٰ علیہ السلام کی ہجرت کے بعد کی رہائش میں قریب ترین علاقے جہاں دو سمندر ملتے تھے یہ تین تھے۔ باب المندب۔ جہاں بحیرہ احمر اور بحر الہند ملتے ہیں۔ دردانیال۔ جہاں بحیرہ رُوم اور بحیرہ مارمورہ ملتے ہیں یا پھر البحرین جہاں خلیج فارس کا سمندر بحر الہند سے ملتا ہے۔ یہ تینوں علاقے قریباً ہزار ہزار میل دوران کے وطن سے تھے۔ اور اس زمانہ کے حالات کو مدنظر رکھکر کوئی سال بھر کا سفر بنتا تھا۔ لیکن چونکہ کشف سے معلوم ہوتا ہے کہ سمندر کے کنارے کنارے آپ سفر کر رہے تھے۔ اس لئے دردانیال کا درہ ہی ظاہری سمندر بنتا ہے کیونکہ تینوں جگہوں میں سے صرف وہی جگہ ہے۔ جس تک موسیٰؑ کی جائے رہائش ہے۔ سمندر کے کنارے کنارے راستہ جاتا ہے۔ مگر یہی وہ راستہ ہے جس میں کنعان پڑتا ہے۔ اور جس کے متعلق بائبل شاہد ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اپنی زندگی میں وہاں نہیں جا سکے۔ پس یہ واقعہ بھی اس امر کا

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا ۝ فَلَمَّا

(وہاں) بھول گئے۔ جسپر اس نے تیزی سے بھاگتے ہوئے سمندر میں اپنی راہ لی۔ ۶۵ پھر جب وہ (اگلے سے)

ثبوت ہے کہ یہ ایک کشف تھا اور مجمع البحرین کسی جگہ کا نام نہیں۔ بلکہ ایک تعبیر طلب نام ہے۔ چنانچہ تعطیر الانام میں لکھا ہے۔ "اَلْبَحْرُ فِی الْمَنَامِ یَدُلُّ عَلٰی مَلِكٍ قَوِیٍّ مُهَابٍ عَادِلٍ شَفِیْقٍ یَحْتَاجُ اِلَیْهِ الْخَلَائِقُ" اور پھر لکھا ہے۔ "رُبَّمَا دَلَّ الْبَحْرُ عَلَی التَّسْبِیْحِ وَالتَّهْلِیْلِ" (تعطیر الانام) سمندر سے مراد زبردست بادشاہ جو عادل ہو، شفیق ہو، اور دنیا اس کی محتاج ہو۔ ہوتا ہے۔ اور ایسا ہی سمندر کے معنے تسبیح و تہلیل کے بھی ہوتے ہیں۔ اور اس میں گویا "سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ" کیطرف اشارہ ہے۔

پس مجمع البحرین سے مراد درحقیقت وہ زمانہ تھا۔ جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ ختم ہوا۔ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ شروع ہوا۔ یعنی وہ گھڑی جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلا الہام نبوت ہوا۔ مجمع البحرین تھی۔ وہاں موسیٰ جو ایک روحانی عادل، شفیق اور دنیا کے لئے ضروری بادشاہ تھے۔ کا علاقہ ختم ہوتا تھا، اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو اور بھی بڑے روحانی سمندر تھے ان کا زمانہ شروع ہوتا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کشف میں دو بڑے سمندروں کے ملنے کا مقام دکھا کر گویا یہ بتایا گیا کہ اس زمانہ تک آپکی اُمت کا زمانہ ہے۔ آگے ایک اور سمندر شروع ہوتا ہے۔ آپکا زمانہ ختم ہو کر اس نئے نبی کا کام شروع ہوگا۔ اور وہی شخص روحانی زندگی کا سامان حاصل کر سکیگا جو اس سمندر میں غوطہ لگائیگا۔

اس رویا میں اس طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ موسوی سلسلہ محمدی سلسلہ کیلئے بطور ارہاص ہے۔ اور آخر یہ سمندر اس سمندر میں جا کر مل جائے گا۔ اسی وجہ سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کشف دکھایا گیا تھا اس میں تو یہ نظارہ دکھایا گیا تھا کہ جبریل خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ نظارہ دکھایا کہ وہ مجمع البحرین کی طرف اپنے ساتھی کو لیکر گئے اور وہاں جا کر ان کا سفر ختم ہو گیا۔

۶۵ حل لغات۔ الحوت کے معنے ہیں اَلسَّمَكُ وَقَدْ غلب فی الکبیر۔ مچھلی اور زیادہ تر بڑی مچھلی پر بولا جاتا ہے اَلسَّرَبُ: حُجْرُ الوحشی۔ وحشی جانور کے رہنے کی جگہ۔ الحفیر تحت الارض۔ زمین کے اندر گڑھا۔ القناۃ: یدخل منها الماء۔ پانی کی نالی۔ نیز سَرَبٌ مصدر بھی ہے جس کے معنی تیزی سے چلنے کے ہیں۔ (اقرب)

تفسیر۔ نَسِیَا حُوْتَهُمَا:۔ حوت کے معنے علم التعبیر میں یہ لکھتے ہیں۔ "ربما دلت رؤیته علی معبد الصالحین و مسجد المتعبدین" (تعبیر الانام)

حوت یعنی مچھلی کا دیکھنا بہت نیک لوگوں کی عبادت کی جگہ اور عبادت گزاروں کی مسجد پر دلالت کرتا ہے۔

جیسا کہ اس آیت سے اور اگلی آیت کے بعد کی آیت سے معلوم ہوتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مجمع البحرین کے مقام کی شناخت یہ بتائی گئی تھی کہ وہاں مچھلی غائب ہو جائے گی۔ پس نَسِیَا حُوْتَهُمَا کے معنے یہ ہوئے۔ کہ جس مقام پر ان لوگوں کے ہاتھوں سے نیک لوگوں کی عبادت گاہیں اور عبادت گزاروں کی مساجد نکل جائینگی، وہی مقام مجمع البحرین کا ہوگا۔ یعنی جہاں موسوی سلسلہ ختم ہو جائے گا اور محمدی سلسلہ شروع ہوگا۔

یہ مضمون کس قدر واضح ہے۔ ایک نئے نبی کے آنے سے نیکی اور عبادت پہلی قوم سے چھین لی جاتی ہے۔ اور اس نبی کی قوم کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔ اسی کیطرف اس کشف میں اشارہ کیا گیا ہے اور بتایا ہے کہ سلسلہ محمدیہ کے اجراء پر بنی اسرائیل یعنی موسوی سلسلہ کے لوگوں کی عبادات خدا تعالیٰ کے حضور میں مقبول نہ رہینگی۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اور محمد رسول اللہ کی امت کی عبادتیں ہی مقبول ہوئیں اور عبادت اور صلاحیت کے جو آثار ہیں موسوی سلسلہ کے لوگوں سے غائب ہو جائینگے اور نسیا حوتھما کہکر یہ بتایا ہے کہ خالص اسرائیلی قوم تو اسوقت سے پہلے ہی صحیح عبادت اور تقویٰ کو کھو چکی ہوگی۔ صرف وہی قوم عبادت اور صلاحیت اپنے اندر رکھتی ہوگی جو صرف موسیٰ کی قوم نہیں کہلا سکتی، بلکہ موسیٰ اور اس کے فتیٰ کی قوم کہلا سکیگی۔ یعنی حضرت مسیح کے آنے کے بعد مسیحیوں میں عبادت رہ جائیگی یعنی اسرائیل اس سے محروم ہو جائیں گے لیکن چونکہ حضرت مسیح حضرت موسیٰ کے سلسلہ ہی کے نبی ہونگے۔ اس لئے ان کی حوت بھی ایک رنگ میں موسیٰ کی حوت ہوگی۔ اس لئے وہ دونوں کی طرف منسوب ہوگی۔ مگر جب مجمع البحرین کا مقام آئیگا تو اس قوم کے ہاتھ سے بھی جن کے موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام مشترک طور پر معلم ہونگے عبادت اور صلاحیت جاتی رہیگی۔

اس آیت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ کشف تھا۔ کیونکہ ظاہری مجمع البحرین تو ایسی جگہ ہوتی ہے کہ اسے کوئی بھول ہی نہیں سکتا اور اس کے لئے کسی حوت کی علامت کی ضرورت نہیں پس یہ روحانی مجمع البحرین ہے جو علامتوں سے سمجھا جا سکتا ہے۔ کیونکہ ظاہر میں اس کی کوئی علامت نہیں ہوتی۔ بلکہ لوگ دونوں بحر کے زمانے میں اس کی مخالفت کرتے اور اسے جھوٹا کہتے ہیں۔ اور یہ ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتے کہ مجمع البحرین آگیا ہے۔ یعنی پہلے نبی کا زمانہ ختم ہو گیا ہے اور دوسرے نبی کا زمانہ شروع ہو گیا ہے۔ اس کی علامت یہی ہوتی ہے کہ پہلے نبی کی قوم کی عبادات اور صلاحیت جاتی رہتی ہے۔ اور عقلمند لوگ اللہ تعالیٰ کے سلوک میں اس فرق کو دیکھ کر کہ اب وہ پہلی قوم کی عبادات کی کوئی قدر نہیں کرتا اور دوسری قوم کی عبادتوں کو قبول کرتا اور ان کی دعاؤں کو سنتا ہے سمجھ جاتے ہیں کہ مجمع البحرین آگیا ہے۔

اس مضمون کی طرف قرآن کریم نے ایک اور آیت میں بھی لفظوں میں بھی اشارہ کیا گیا ہے فرماتا ہے۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ (فتح ع ۴)۔ یعنی محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اور وہ لوگ جو آپکے ساتھ ہیں کفار کے مقابل پر بہت سخت ہیں۔ اور آپس میں بہت رحم کرنے والے ہیں۔ تو ان کو دیکھیگا کہ رکوع اور سجدوں میں لگے رہتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رضا کے متلاشی ہیں۔ ان کے موضوں سے ان کے سجدوں کی قبولیت کے آثار ظاہر ہیں۔ یہ ان کی مثال تورات میں بیان ہو چکی ہے۔ اس آیت میں صاف بتایا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ سے بتایا گیا تھا کہ محمد رسول اللہ اور ان کی جماعت کی سچائی کا ثبوت یہ ہوگا۔ کہ ان کے چہروں سے یہ معلوم ہوگا کہ خدا تعالیٰ نے ان کے سجدوں کو قبول کر لیا ہے۔ جبکہ ان کے مخالفوں کی عبادتیں رد کر دی جائینگی۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے آثار ان کے چہروں سے ظاہر نہ ہوں گے۔

نسیا حوتھما سے اشارہ ہے کہ موسیٰ اور ان کے فتیٰ کی قوم سے عبادت کی حوت اٹھ جائیگی

میں اس آیت کو دیکھتے ہوئے سمجھتا ہوں کہ تورات میں اس کشف کا ذکر تھا۔ مگر یہود میں سے بعض نے جہاں اور تحریفیں تورات میں کیں وہاں اسے بھی نکال دیا۔ کیونکہ اس سے ان کی قوم پر ایک زد پڑتی تھی لیکن ان کی زبانی روایات میں اس کشف کا ذکر باقی رہ گیا ہے۔ جیسا کہ یہود کے دوسرے لٹریچر میں اس کشف کا بگڑی ہوئی صورت میں وجود پایا جاتا ہے۔

یہ کشف تورات سے تحریف کرکے یہود نے خارج کیا ہے۔

اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ موسوی سلسلہ محمدی سلسلہ کی ایک کڑی تھا۔ کیونکہ مجمع البحرین کا ظاہر میں کوئی نشان نہ ہونا بتاتا ہے کہ یہ دونوں سمندر اس طرح آپس میں ملے تھے۔ کہ دو سمندر نہ معلوم ہوتے تھے بلکہ اگلا سمندر پہلے کا تسلسل ہی معلوم ہوتا تھا۔ گویا پہلے سمندر کا پانی دوسرے میں آملا تھا۔ ایک دوسرے کے مقابل کے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ

آگے نکل گئے تو اسنے اپنے نوجوان (رفیق) سے کہا (کہ) ہمارا صبح کا کھانا ہمیں دے ہمیں یقیناً اپنے اس

سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ۝ قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى

سفر کی وجہ سے تکان ہوگئی ہے۔ ۵۸ اس نے کہا (کہ) بتلایئے (اب کیا ہوگا) جب ہم (آرام کے لئے) اس چٹان پر ٹھیرے

الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ ۚ وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ

تو میں یقیناً (مچھلی کا خیال) بھول گیا۔ اور مجھے یہ (بات) شیطان کے سوا کسی نے نہیں

اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ ۚ وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ ۖ

بھلائی اور اس نے سمندر میں عجیب طرح سے اپنی راہ لے لی

عَجَبًا ۝ قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ۚ فَارْتَدَّا عَلٰٓى

۵۹ اسنے کہا (کہ) یہی وہ (مقام) ہے جس کی ہمیں تلاش تھی۔ پھر وہ اپنے پاؤں کے

سمندر نہ تھے کہ ان کے ملنے کی جگہ کا نگ نشان نظر آتا۔

۵۸ حل لغات ۔ غَدَاءَنَا :۔ اَلْغَدَاءُ کے معنے ہیں طَعَامُ الْغُدْوَةِ ۔ صبح کا کھانا۔ (اقرب) غدآءنا

نَصَبًا۔ نَصَبٌ کے معنے تھکان کے ہیں۔ مزید تشریح کے لئے دیکھو حجر ۲۱ نصبا

تفسیر ۔ یہ ضروری نہیں کہ ان تمام واقعات کی تعبیری کی جائے۔ کیونکہ بعض دفعہ کشف کی صورت میں بعض ایسے واقعات بھی ہوتے ہیں جو صرف رؤیا کو ایک مکمل نظارہ کی صورت دینے کیلئے شامل کئے جاتے ہیں۔ خود وہ تعبیر کے قابل امور کا حصہ نہیں ہوتے۔ مثلاً ایک شخص خواب میں ایک موت کا نظارہ دیکھتا ہے تو اس کے ساتھ کوئی مکان وغیرہ بھی دیکھ لیتا ہے۔ وہ مکان تعبیر طلب نہیں ہوتا۔ بلکہ صرف وہ نظارہ جس سے کسی کی موت پر دلالت کی جاتی ہے تعبیر طلب ہوتا ہے۔ لیکن اگر اس قسم کی بھی تعبیر کی جائے تو مضمون میں وسعت ہی پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے میں اس کی بھی علم تعبیر کے مطابق تشریح کر دیتا ہوں۔

غداء کے معنے علم التعبیر میں یہ لکھے ہیں کہ جو اپنا غداء طلب کرے۔ اسکے یہ معنے ہیں کہ وہ تھک جائیگا۔ (تعطیر الانام)

ان معنوں کے رُو سے یہ مراد ہوگی کہ جب مجمع البحرین یعنی رسول کریم صلعم کا زمانہ آجائیگا تو حضرت موسیٰ اور عیسیٰ کی قوم اس سے فائدہ نہ اٹھائیگی کیونکہ یقیناً اس کشف میں موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام سے مراد انکی قومیں ہیں نہ کہ وہ خود۔ کیونکہ انہوں نے محمد رسول اللہ کا زمانہ نہیں پایا بلکہ انکی قوم نے یہ زمانہ پایا) بلکہ انکا انکار کرکے اپنے سفر کو جاری رکھیگی اور اپنے مذہب کے زمانہ کے ختم ہونے کو تسلیم نہ کریگی۔ تب ایک لمبے سفر کے بعد وہ اپنے اندر تکان محسوس کریگی حیران ہوگی کہ ہمیں جو کہا گیا تھا کہ ایک رسول کامل آنیوالا ہے وہ کیوں نہیں آیا۔ اسوقت تھک کر وہ سوچ میں پڑ جائے گی کہ کہیں ہم سے غلطی تو نہیں ہوئی۔ کہیں وہ آ تو نہیں چکا۔ اور ہم اس کے ماننے سے محروم تو نہیں رہ گئے۔

۵۹ حل لغات ۔ عجبًا۔ العجب کے لئے دیکھو یونس ۵۶

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ۝ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ

نشان دیکھتے ہوئے واپس لوٹے۔ ۶۵ تو انہوں نے ہمارے (برگزیدہ) بندوں میں سے ایک (ایسا بندہ) (جو ان

تفسیر۔ الصخرۃ۔ الحجر العظیم الصعب (اقرب) یعنی عربی زبان میں بڑے اور سخت پتھر کو کہتے ہیں اور علم تعبیر میں صخرہ کے معنے لکھے ہیں۔ وتدل علی قبیح من الفجور (تعطیر الانام) یعنی خواب میں کوئی صخرہ دیکھے تو اس کے معنے یہ ہوتے ہیں کہ وہ نہایت گندے فسق و فجور میں مبتلا ہوگیا ہے۔ اس تعبیر کی رُو سے اِذْ اَوَيْنَا اِلَى الصَّخْرَةِ کے معنے یہ ہونگے کہ جب ہم سخت فسق و فجور میں مبتلا ہوگئے اور میں بتا آیا ہوں کہ اس کشف میں موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰؑ سے مراد ان کی اقوام ہیں۔ کیونکہ محمد رسول اللہ صلعم کا زمانہ انہوں نے پایا تھا نہ کہ خود حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ نے پس یہ تعبیر ہمیں دھوکے میں نہیں ڈال سکتی۔ مراد یہ ہے کہ جب وہ قوم جو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کی مشترکہ تھی۔ فسق و فجور میں مبتلا ہو جائے گی وہی زمانہ مجمع البحرین کا ہوگا یعنی اسوقت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہونگے اور یہ ظاہر ہے کہ نبی تبھی دنیا میں آتے ہیں جبکہ اسوقت کے لوگ فسق و فجور میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

پس اس نظارہ کی تعبیر یہ ہوگی۔ کہ جب مسیحی قوم فسق و فجور میں مبتلا ہوگئی تھی وہی وقت محمد رسول اللہؐ کے ظہور کا تھا اور یہ خیال مسیحیوں کو ایک لمبے عرصہ کے بعد اپنے سفر میں تھک جانے اور اپنی کوششوں میں ناکام رہنے کے بعد پیدا ہوگا اور وہ افسوس کرینگے کہ ہمنے اس زمانہ کو کیوں کھویا۔

وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ نے اس مضمون کو اور بھی واضح کر دیا ہے یعنی محمد رسول اللہ کی پہچان سے ہم شیطانی وساوس کی وجہ سے محروم رہے۔ ورنہ جبکہ ہماری قوم کے ہاتھ سے عبادت کے ثمرات جاتے رہے تھے۔ اور ہم فسق و فجور میں مبتلا ہوگئے تھے۔ تو کیوں ہم نے یہ نہ سمجھ لیا کہ اب مجمع البحرین کا مقام آگیا ہے۔ اور ہماری قوم سے خدا تعالیٰ نے اپنی مدد ہٹالی ہے۔ اور موعود نبی کا زمانہ آچکا ہے۔ اور

الصخرۃ کی تعبیر اور یہودی قوم کا فسق و فجور میں مبتلا ہونا

وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِى الْبَحْرِ عَجَبًا۔ جو فرمایا اس میں وہ اپنی اس غلطی پر تعجب کرتے ہیں کہ حوت ہمارے ہاتھ سے نکل کر کس طرح اس دوسرے سمندر میں چلی گئی۔ یعنی عبادت کے ثمرات مسلمانوں کی طرف منتقل ہوگئے اور ہم خالی ہاتھ رہ گئے۔

یہ نظارہ بھی کشف پر دلالت کرتا ہے۔ ورنہ مجمع البحرین کے سمجھانے کے لئے کسی ظاہری مچھلی کے نشان کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ اور اگر ظاہری طور پر مچھلی کو دیکھ کر وہ دونوں چل رہے تھے۔ تو پھر بھولنے کے معنے ہی کوئی نہیں۔ کیا کبھی اس دنیا میں ایسا ہوا ہے کہ مثلاً کوئی شخص موٹر میں سفر کر رہا ہو۔ پھر ایک لمبا سفر طے کرنے کے بعد وہ بھول جائے کہ میں موٹر میں سفر کر رہا تھا۔ اور پیدل سفر کرنے لگ جائے۔ اور کچھ دُور جاکر اُسے یہ بات یاد آئے۔ غرض جب مچھلی کے نشان پر وہ چل پڑے تھے۔ تو وہ ایک قدم بھی مچھلی کے بغیر چل نہیں سکتے تھے۔ اس میں بھولنے کا کوئی امکان ہی نہ تھا۔

نبغ

۶۵ حل لغات۔ نَبْغ۔ بغاہ کے معنے ہیں طلبہ اسے چاہا۔ (اقرب) نَبْغ جمع متکلم کا صیغہ ہے۔ اس کے معنے ہوں گے۔ کہ ہم چاہتے ہیں۔

تفسیر۔ یعنی اس موقعہ پر وہ سمجھ جائیں گے، کہ انہوں نے غلطی سے اپنا الگ سفر جاری رکھا۔ مجمع البحرین کو تو وہ پیچھے چھوڑ آئے ہیں

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا

پایا جسے ہم نے اپنے حضور سے رحمت (کی سیرت) بخشی تھی۔ اور اسے ہم نے اپنی جناب سے (خاص) علم (بھی) عطا

عِلْمًا ۝ قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ

کیا تھا۔ ۶۶ موسیٰ نے اس سے کہا (کہ) کیا میں اس (مقصد کے لئے) آپکے ساتھ چل سکتا ہوں۔ کہ جو علم آپکو عطا

تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ۝ قَالَ اِنَّكَ لَنْ

ہوا ہے۔ اس میں سے کچھ (رشد کی باتیں) مجھے بھی سکھائیں۔ ۶۷ اسنے کہا (کہ) تو میرے ساتھ رہکر

تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ۝ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ

ہرگز صبر نہیں کرسکے گا ۶۸ اور جس بات کے علم کا تو نے احاطہ نہیں کیا اسپر تو صبر

۶۱ تفسیر - عَبْدَهٗ میں عبادتنا۔ قرآن مجید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عبدٌ کے لفظ سے یاد کیا گیا ہے۔ سورۃ الجن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا۔ (الجن ع۱) کہ آپ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں۔ تو لوگ آپ پر ہجوم کرکے امڈ آتے ہیں۔ صوفیاء نے تو یہاں تک بحث کی ہے کہ عبد کا مقام سب درجات سے بڑا درجہ اور بلند مقام ہے۔ اور سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی کامل عبد نہیں ہے۔ عبدیت آنحضرت میں

اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا میں بھی آپکے وجود کیطرف اشارہ فرمایا ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ (انبیاء ع۷) یعنی ہم نے تجھے سب جہان کے لئے رحمت ہی رحمت بناکر بھیجا ہے۔ رشد

عَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا۔ یعنی اس کو خاص علم دیا گیا ہے جو پہلوں کو نہ ملا۔ سورۃ انعام میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ (انعام ع۱۰) یعنی اس نبی کے ذریعہ سے تم کو وہ علم عطا کیا گیا ہے جو اس سے پہلے کسی کو نہیں دیا گیا۔ اور پہلوں میں موسیٰ وغیرہ بھی شامل ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ (نمل ع۷) یعنی تجھ کو قرآن حکیم اور علیم خدا کی طرف سے سکھایا جاتا ہے۔ اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دعا سکھائی گئی ہے کہ قُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا (طٰہٰ ع۵) یعنی اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہا کر کہ الٰہی میرا علم اور بڑھا میرا علم اور بڑھا۔

۶۲ حل لغات - رُشْدًا:۔ حق کے راستہ پر استقامت اختیار کرنا رشد کہلاتا ہے۔ (اقرب)

تفسیر اس آیت سے موسوی مقام اور محمدی مقام کا مقابلہ کرکے دکھایا گیا ہے اور بتایا ہے کہ موسوی مقام محمدی مقام کے تابع ہے اور جن امور کی تہ تک محمدی علوم پہنچے ہیں۔ ان تک موسوی علوم نہیں پہنچے۔ اور کشف میں اس لطیف مقابلہ کو ایک مکالمہ اور مصاحبت کی صورت میں دکھایا گیا ہے۔

۶۳ تفسیر - اس آیت میں گویا ان توانی والے مضمون کو

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ۝ قَالَ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ

کر (بھی) کیونکر سکتا ہے۔ ۶۷ اس نے کہا (کہ) اگر اللہ (تعالیٰ) نے چاہا تو آپ مجھے صابر پائیں گے۔ اور

بیان کیا گیا ہے کہ محمدی کمالات کی بلندی کو موسوی کمالات نہیں پہنچ سکتے۔ اور بتایا ہے کہ محمدی قوم کا صبر اور مرتبہ رکھتا ہے اور موسوی قوم کا صبر اور مرتبہ رکھتا ہے۔ جن ابتلاؤں اور مشکلات کا مسلمانوں نے مقابلہ کیا، موسوی سلسلہ کے لوگ وہاں آکر رو گئے۔ اس میں اس طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ کہ گو مسیحی سلسلہ کے لوگوں نے ایک لمبے عرصہ تک مشکلات برداشت کیں۔ مگر وہ مشکلات جسمانی تھیں۔ علمی آزمائشیں نہ تھیں۔ علمی مشکلات کا وہ مقابلہ نہیں کر سکے۔ چنانچہ خود حضرت مسیحؑ شاکی رہے کہ میرے مقام کو کوئی نہیں سمجھا۔ حتیٰ کہ انجیل میں تو یہاں تک لکھا ہے۔ کہ مسیحؑ نے اپنی فلسطینی زندگی کے آخری سال میں جبکہ صلیب کا واقعہ قریب تھا۔ اپنے سب سے مقرب شاگرد پطرس سے پوچھا کہ لوگ مجھے کیا سمجھتے ہیں۔ اور جب انہوں نے بتایا کہ میں تو آپکو مسیح سمجھتا ہوں تو وہ بہت خوش ہوئے (متی باب ۱۶ آیت ۱۷) جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اور تو اور حواری بھی انکو مسیح ماننے کے لئے تیار نہ تھے۔ صرف ایک معمولی نبی سمجھتے تھے۔ پس پطرس کے ایمان کو دیکھ کر انکو خوشی ہوئی۔

محمدی کمالات کی بلندی

اس آیت میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسیٰؑ کی طبیعتوں کا بھی مقابلہ ہے۔ حضرت موسیٰؑ جلد سوال کرنے لگ جاتے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہتے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہی آپؐ پر ہر بات ظاہر کرتا۔ اور یہی فرق دونوں کی اُمتوں میں تھا۔

تورات پر نظر ڈالو۔ کہ بنی اسرائیل سوال پر سوال کر رہے ہیں۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوم کا یہ حال ہے کہ صحابہؓ کہتے ہیں کہ ہم انتظار کیا کرتے تھے، کہ کوئی اعرابی آوے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی سوال پوچھے۔ تا ہم بھی سُن لیں۔ گویا اس قدر وقار اور صبر نفس حاصل تھا۔ کہ خود نہ پوچھا کرتے تھے۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَمْ تُرِیْدُوْنَ اَنْ تَسْئَلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ (بقرہ ع ۱۳) کہ کیا تم میں سے بعض موسیٰؑ کی قوم کی طرح سوال کرنا چاہتے ہیں۔ ایسا نہ کرنا۔ وہ لوگ انہیں بار بار خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرنے پر اور ہر بات کے متعلق سوال کرنے کے لئے مجبور کیا کرتے تھے۔ چنانچہ اس حکم پر عمل کرتے ہوئے صحابہؓ نے ادب کے طریق کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ حال تھا کہ جو خدا تعالیٰ بتاتا سُن لیتے ورنہ صبر سے انتظار کرتے۔ اور اس حکم پر عمل فرماتے کہ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ یُّقْضٰٓى اِلَیْكَ وَحْیُهٗ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا (طٰہٰ ع ۴) یعنی قرآن کریم کو اپنے وقت پر نازل ہونے دو۔ اور اس کی وحی کے آنے سے پہلے سوال نہ کیا کرو۔ اور یہ دُعا کیا کرو۔ کہ الٰہی میرے علم کو بڑھاتا رہ۔

آنحضرت کے صبر نفس کا مقابلہ موسوی قوم سے

۶۷ حل لغات لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا:۔ کہتے ہیں۔ اَحَاطَ بِهٖ عِلْمًا ای اَحْدَقَ علمُه بِهٖ من جمیع جھاتِهٖ وعَرَفَهٗ۔ کسی بات کی خوب واقفیت اور آگاہی حاصل کی۔ (اقرب) پس لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا کے معنے ہونگے کہ جس بات کے علم کا تو نے احاطہ نہیں کیا۔

لم تحط بہ خبرا

تفسیر۔ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ موسوی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا ۝ قَالَ فَاِنِ

میں آپ کے کسی حکم کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ ۵۶۵ اسنے کہا (کہ) اچھا

اتَّبَعْتَنِيْ فَلَا تَسْـَٔلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰٓى اُحْدِثَ

اگر تو میرے ساتھ چلے۔ تو تو کسی چیز کے متعلق جب تک کہ میں اسکے متعلق تجھ سے ذکر کرنے

لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ۝ فَانْطَلَقَا ۫ حَتّٰٓى اِذَا رَكِبَا فِي ع ۱۱ ۲۱

میں پہل نہ کروں مجھ سے سوال مت کیجیو ۵۶۶ پھر وہ (دونوں وہاں سے) چل پڑے۔ یہاں تک کہ جب

سلسلہ کے لوگوں کے لئے محمدی علوم کا سمجھنا واقعہ میں مشکل ہوگا۔ کیونکہ اس دین میں بہت سے مسائل نئے بنائے جائیں گے۔ اور اس شخص کے لئے جو اپنے آپ کو عالم سمجھتا ہو۔ نئی بات کو ماننا مشکل ہوتا ہے۔ چنانچہ کفار جن کے دل صاف تختی کی طرح تھے۔ وہ تو بہت جلد آپ پر ایمان لے آئے۔ مگر یہود و نصاریٰ جن کے پاس خدا کا کلام موجود تھا محروم رہے۔ کیونکہ ہر بات جو اسلام میں ان کی کتب کے خلاف ہوتی تھی۔ ان کے صبر کے پیمانہ کو چھلکا دیتی تھی۔ اور وہ ابتلاء میں پڑ جاتے تھے۔ حضرت مسیحؑ کے وقت میں بھی اسی وجہ سے یہود ہدایت سے محروم رہے۔ اور غیر قومیں اصرار کرکے اس دین میں شامل ہونے لگیں۔

یہود کے بارہا محروم رہنے کی کثرت سوال

۵۶۵ تفسیر۔ موسےٰؑ نے کہا۔ کہ تو مجھے صابر پائیگا۔ اور میں تیرے حکم کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ اس آیت سے بھی ظاہر ہے۔ کہ یہ خواب تھی۔ کیونکہ حضرت موسیٰؑ جو مستقل نبی تھے، دوسرے شخص سے خواہ وہ کوئی ہو، یہ نہ کہہ سکتے تھے کہ امور روحانیہ میں میں تیری فرمانبرداری کرونگا۔

اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ موسوی قوم میں سے جو لوگ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت کو پائیں، ان کے لئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت فرض ہے۔ اور اسی کی طرف حدیث میں ان الفاظ میں اشارہ ہے۔ کہ "لو کان موسیٰ وعیسیٰ حیّین لما وسعھما الا اتباعی" (ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۲۴۶) اگر موسیٰؑ اور عیسیٰؑ بھی زندہ ہوتے تو وہ بھی میری پیروی کرتے۔

۵۶۶ حل لغات۔ اُحْدِثُ؛ اَحْدَثَہٗ کے معنے ہیں۔ ابتداءً۔ اس کی ابتدا کی، پہل کی۔ (اقرب) پس حَتّٰٓى اُحْدِثَ کے معنے ہوں گے۔ یہاں تک کہ میں پہل کروں۔

تفسیر۔ یعنی اس عبد نے کہا۔ کہ بہت اچھا، چلو میرے ساتھ مگر جب تک میں خود نہ بولوں تم نہ بولنا۔

یہ عجیب لطیفہ ہے۔ کہ موسیٰ سے پہلے سے اس قدر عہد لئے گئے۔ اور پھر بھی وہ پوچھتے چلے گئے۔ مگر محمد رسول اللہ صلعم کے اسراء میں ان سے جبریل نے کوئی عہد نہ لیا۔ مگر پھر بھی جب دنیا اور شیطان کے تمثیلی وجودوں کے کرنے کے موقعہ پر جبریل نے آپؐ کو سوال کرنے سے روکا، تو آپؐ نے اس کی بات مان لی اور سوال نہ کیا۔ حالانکہ آپؐ نے کوئی عہد نہ کیا تھا۔ اس سے بھی محمدی مقام اور موسوی مقام کا فرق ظاہر ہوتا ہے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

السَّفِيْنَةِ خَرَقَهَا ؕ قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا

وہ کشتی میں سوار ہوئے۔ تو اس (خدا کے برگزیدہ) نے اس میں شگاف کر دیا۔ اس نے کہا (کہ) کیا آپ نے اس لئے شگاف

لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا اِمْرًا ۝ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ

کیا ہے کہ آپ اس کے اندر (بیٹھ کر جانے) والوں کو غرق کر دیں آپ نے یقیناً (یہ) ایک ناپسندیدہ کام کیا ہے ۷۲ (برگزیدہ)

۷۲ حل لغات۔ انطلقا:۔ انطلق سے تثنیہ کا صیغہ ہے اور انطلق کے معنے ہیں۔ ذھب چلا گیا (اقرب) پس انطلقا کے معنے ہونگے وہ دونوں چل پڑے

خَرَقَهَا:۔ خرق الثوب کے معنے ہیں۔ مزقہ کپڑے کو پھاڑ دیا (اقرب) الخرق:۔ قطع الشیٔ علی سبیل الفساد من غیر تدبر ولا تفکر۔ کسی چیز کو خراب کرنے کے لئے بغیر سوچے سمجھے کاٹ دینا (مفردات)

اِمْرًا:۔ الامر کے معنے ہیں العجیب عجیب۔ المنکر اوپرا۔ ناپسندیدہ (اقرب)

تفسیر۔ اس مقام سے حضرت موسیٰ کے اسراء کا اصل واقعہ شروع ہوتا ہے۔ اور امت محمدیہ اور امت موسویہ کے حالات کا مقابلہ کیا گیا ہے۔

استاذی المکرم حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ فرمایا کرتے تھے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسراء اور حضرت موسیٰ کے اسراء میں یہ فرق ہے کہ رسول کریم صلعم نے سوال سے پرہیز کیا۔ اور موسیٰ علیہ السلام نے صبر نہ کیا۔ اس سے بتایا گیا ہے کہ محمد رسول اللہ صلعم کی امت صبر سے دین پر قائم رہے گی۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت بے صبری کر کے دین کو چھوڑ بیٹھے گی۔ یہ ایک لطیف نکتہ ہے اور واقعات اسکی تصدیق کرتے ہیں۔ اسی طرح آپ فرماتے تھے کہ آنحضرت صلعم کے اسراء میں بھی تین واقعات دکھائے گئے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اسراء میں بھی تین ہی واقعات دکھائے گئے ہیں۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے سپر مزید علم یہ بخشا ہے۔ کہ صرف تین واقعات میں ہی مشابہت نہیں بلکہ دونوں کے اسراء میں جو واقعات دکھائے گئے ہیں انکی تعبیر بھی وہی ہے۔ اور صرف تمثیلی زبان میں فرق ہے ورنہ حقیقت ایک ہی ہے۔ اور ہونا بھی یہی چاہیئے تھا کیونکہ موسوی اسراء میں محمدی ظہور کی خبر دی گئی تھی پس ضروری تھا کہ محمدی اسراء کے واقعات کی طرف اشارہ کیا جاتا۔

انطلقا

خرقها

امرا

آنحضرت کے اسراء اور موسیٰ کے اسراء میں فرق

مجھے یاد نہیں کہ حضرت مولوی صاحب سفینہ کے کیا معنے کیا کرتے تھے۔ میں جو اسکے معنے کرتا ہوں وہ مال کے ہیں۔ علم تعبیر الرؤیا میں سفینہ کی بہت سی تعبیریں لکھی ہیں۔ اور ان میں سے ایک تعبیر مال ہے (تعطیر الانام) میرے نزدیک اس کشف میں یہی تعبیر مراد ہے اور قرآن کریم بھی اسی کی تصدیق کرتا ہے کیونکہ قرآن کریم میں آتا ہے رَبُّكُمُ الَّذِيْ يُزْجِيْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا۔ (بنی اسرائیل ع ۸) یعنی تمہارا رب وہ ہے جس نے تمہارے لئے سمندر میں کشتیاں چلائی ہیں تا کہ تم اللہ تعالیٰ کے فضل کو یعنی مال و دولت کو حاصل کرو۔ وہ تم پر بہت مہربان ہے۔ پس میرے نزدیک سفینہ سے مراد دنیاوی مال ہیں۔ اور کشتی میں دونوں کے سوار ہونے سے مراد یہ ہے کہ دونوں کی امتوں پر ایک وقت ایسا آئے گا کہ انہیں دنیوی مال بافراغت ملے گا

آگے لکھا ہے جب وہ دونوں کشتی میں سوار ہوئے تو اس ساتھی نے کشتی کو پھاڑ دیا۔ خرق الثوب کے معنے ہوتے ہیں اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ پس خَرَقَهَا

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کے معنے ہوئے۔ اس کے تختے نکال کر کشتی کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اسپر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یا دوسرے لفظوں میں ان کی قوم نے اعتراض کیا کہ کیا تیرا منشاء یہ ہے کہ اس کشتی کے سوار غرق ہو جائیں۔ تُو نے یہ کام بہت بُرا کیا ہے

خرق سفینہ سے مراد

میرے نزدیک خَرَقَ سَفِیْنَہ سے مراد یہ ہے۔ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کی دُنیا کو بہت سے شرعی احکام سے چیدہ ڈالا ہے۔ مثلاً اوّل زکوٰۃ کا حکم دیا ہے جس سے مال کم ہوتا ہے پھر صدقات کا حکم دیا ہے پھر سود سے منع کر کے دولت کو نقصان پہنچایا ہے۔ پھر ورثہ کا حکم دیکر مال کو تقسیم کر دیا ہے۔ اور دولت کو بڑھنے سے روک دیا ہے۔ گویا دنیا داروں کی نگاہوں میں اپنی قوم کی دنیاوی زندگی تباہ کر دی ہے اور نیکوکاروں کی نگہ میں قوم کو دُنیا کی محبت کے بد اثرات سے اور قوم کو امراء کی غلامی سے بچا لیا ہے۔ یہ تعلیم موسوی سلسلہ کے لوگوں پر سخت گراں گزری ہے یہود پر بھی اور نصاریٰ پر بھی۔ کیونکہ گو نصاریٰ منہ سے تو یہی کہتے ہیں کہ سوئی کے ناکہ میں اونٹ کا گزر جانا آسان ہے لیکن دولت مند کا خدا کی بادشاہت میں داخل ہونا بہت مشکل ہے (مرقس باب ۱۰ آیت ۲۵) لیکن عمل ان کا یہ ہے کہ ان کے ممالک کے سب قوانین دولتمندوں کے اموال کے بڑھانے میں ممد ہیں۔ زکوٰۃ کا کوئی حکم ان میں نہیں۔ سود کی کھلی اجازت ہے تُوتے کی اجازت ہے جائداد کو بہت سے ورثاء میں تقسیم کرنے کا کوئی حکم نہیں بہت سے اُمراء اپنے بڑے بیٹوں کو دولت سپرد کر کے خاندان کی دولت کو بڑھاتے جاتے ہیں۔ اسی طرح انکی شریعت میں مزدوروں کے حقوق کی حفاظت نہیں۔ حالانکہ اسلام نے اس کے لئے بھی قواعد مقرر کئے ہیں تاکہ چند امراء غربا کو غلام بنا کر اپنے اموال نہ بڑھاتے رہیں۔ ان امتیازات کی وجہ سے یہود اور نصاریٰ اسلام میں داخل ہونے سے کتراتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اسلام نے قوم کو غرق کرنے کی راہ کھول دی ہے۔

آنحضرت کی قوم اور موسیٰ کی قوم کے خیالات میں فرق

جس طرح یہ پہلا سبق ہے۔ جو اسراء میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ملا ہے بالکل اسیطرح رسول کریم صلعم کو اسراء کے دن پہلے ایک بڑھیا دکھائی گئی۔ اور اس کے بعد جب پیالے پیش ہوئے تو ان میں سے پہلا پیالہ پانی کا تھا۔ اور حضرت جبریل نے عورت کی بھی یہی تعبیر کی۔ کہ یہ بڑھیا دنیا تھی اور پانی کی بھی یہی تعبیر کی کہ یہ مال تھا کیونکہ انہوں نے کہا کہ اگر تُو پانی پی لیتا تو تُو بھی غرق ہو جاتا اور تیری امت بھی غرق ہو جاتی۔ یعنی دُنیا کے کاموں میں منہمک ہو جاتی اور اللہ تعالےٰ سے تعلق کمزور پڑ جاتا۔

دیکھو حضرت موسیٰ کی قوم اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خیالات میں کتنا فرق ہے۔ رسول کریم صلعم کو تو جبریل یہ کہتا ہے۔ کہ اگر تو پانی پی لیتا تو تیری قوم غرق ہو جاتی۔ گویا وہ بے عیب سفینہ کو یعنی دُنیاوی زندگی کو غرق ہونا قرار دیتے ہیں۔ لیکن حضرت موسیٰ یا دوسرے لفظوں میں انکی قوم ٹوٹی ہوئی سفینہ کا یعنی زکوٰۃ وغیرہ قواعد سے دُنیاوی اموال کے چند ہاتھوں میں جمع ہو جانے کو روکنے کا نام قوم کا غرق ہونا رکھتے ہیں۔ جہاں اس قدر اختلاف آراء ہو وہاں ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کام کس طرح ہو سکتا ہے۔ اور ایک فریق دوسرے کی ہیت پر کب تک صبر کر سکتا ہے۔ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح اس کشف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عبداللہ پر اعتراض کیا ہے کہ کشتی کے پیندے میں سوراخ کیوں کیا۔ اسی طرح حضرت موسیٰ کی قوم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کیا ہے۔ کہ چندے وغیرہ لے کر قوم کو تباہ کیوں کرتے ہو چنانچہ قرآن کریم میں یہود کا یہ اعتراض ان الفاظ میں بیان ہوا ہے وَقَالَتِ الْیَھُوْدُ یَدُ اللّٰہِ مَغْلُوْلَۃٌ (مائدہ ع ۹) یعنی یہود چندوں وغیرہ کے مطالبات کو دیکھ کر کہتے ہیں کہ خواہ مخواہ انہوں نے قوم پر بوجھ ڈال دیا ہے۔ گویا خدا تعالیٰ کے خزانوں میں کمی ہے کہ ہمارے محدود اموال کو وہ خرچ کرائے تا جس کو اس نے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ۝ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِيْ

نے کہا۔ (کہ) کیا میں نے (تجھے) کہا نہیں تھا (کہ) تو میرے ساتھ وہ کہ ہرگز صبر نہیں کر سکے گا۔ اس نے کہا (کہ اس دفعہ) آپ مجھ پر گرفت نکریں

بِمَا نَسِيْتُ وَلَا تُرْهِقْنِيْ مِنْ اَمْرِيْ عُسْرًا ۝

کیونکہ میں (آپ کی ہدایت کو) بھول گیا تھا اور آپ میری (اس) بات کی وجہ سے مجھ پر سختی نہ کریں ۵۶۹

دینا ہوگا تو دے گا۔ دوسرے لوگوں سے غربا کی خدمت کیوں کروائی جاتی ہے۔ گویا دوسرے لفظوں میں یہ کہ کشتی والوں کی کشتی کیوں چھید جاتا ہے۔ اسی طرح عام کفار کے متعلق بھی قرآن میں آتا ہے اور ان میں یہود و نصاریٰ سب ہی شامل ہیں کہ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗٓ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ (یٰس ع۳) یعنی جب لوگوں کو محمد رسول اللہ یہ تعلیم دیتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے جو مال تم کو دیا ہے وہ صرف تمہارے لئے نہیں ہے سب دنیا کے لئے ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ کے غریب بندوں پر خرچ کرو۔ تو وہ آگے سے مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ کیا خدا تعالیٰ خود ان کو نہیں کھلا سکتا۔ پھر جب خدا نے باوجود بڑے خزانوں کے اُن کو نہیں کھلایا۔ تو ہم کس طرح اُن کو اپنے اموال میں سے حصہ دیں۔ اور پھر یہ کہ کفار مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ تم تو بڑے ہی بے راہ ہو کہ اس طرح اپنے اموال کو تباہ کرتے ہو۔ پس یہ اعتراضات اسلام کی تعلیم پر یہود اور دوسرے کفار کی طرف سے بکثرت ہوتے رہے ہیں اور آج تک ہو رہے ہیں لیکن خدا کا عاشق ٹوٹی ہوئی کشتی میں ہی اس دنیا کا سفر کرنا زیادہ پسند کرتا ہے بہ نسبت اس سلامت کشتی کے جو اس کے دل سے خدا تعالیٰ کی یاد کو بھلا دے۔

نصاریٰ کے لئے یہ ابتلاء سب سے زیادہ ہے کیونکہ وہ زیادہ مالدار ہیں۔ اس آیت سے بھی اسکی تصدیق ہوتی ہے کہ یہ کشف ہے ورنہ جب کشتی میں چھید کیا تھا تو کشتی غرق کیوں نہ ہو جاتی۔

۵۶۸ تفسیر۔ یعنی پہلے تو پہلے سے ہی کہہ دیا تھا کہ میری تعلیم اور تمہاری تعلیم میں زمین و آسمان کا فرق ہے تم لوگ میرے ساتھ سفر نہیں کر سکتے جب تک اپنے نفوس کو بالکل مار نہ دو۔

۵۶۹ حل لغات۔ تُرْهِقْنِيْ۔ اَرْهَقَهٗ عُسْرًا کے معنے ہیں کَلَّفَهٗ اِیَّاہ۔ اس پر سختی کی (اقرب) پس لَا تُرْهِقْنِيْ مِنْ اَمْرِيْ عُسْرًا کے معنے ہونگے کہ آپ مجھ پر میری بات کی وجہ سے سختی نہ کریں (اقرب)

ترجمہ

تفسیر۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اچھا اس دفعہ معاف کرو۔ پھر ایسی بات نہ کروں گا۔ اس آیت میں بتایا ہے کہ شروع شروع میں یہود و نصاریٰ محمد رسول اللہ صلعم سے صلح کرینگے مگر بعد میں اعتراضات شروع کر دینگے اور آخر قطع تعلق ہو جائے گا۔ چنانچہ جب آپؐ مدینہ تشریف لائے تو پہلے یہود نے آپؐ سے صلح کی۔ اور آپؐ کی پارٹی میں شامل ہوئے۔ مگر جب ان قربانیوں کو دیکھا جو آپؐ کے ساتھ مل کر کرنی پڑی تھیں تو جھگڑا شروع کر دیا چنانچہ بنو قینقاع نے آپؐ سے اس بات پر اختلاف کیا کہ ایک تاوان جو بعض مسلمانوں پر پڑا تھا اور جس میں حصہ لینا معاہدہ کے رُو سے یہود پر بھی فرض تھا۔ اس میں حصہ لینے کے لئے یہود کو کیوں کہا جاتا ہے۔

نصاریٰ کے لئے مالی قربانی ابتلاء

نصاریٰ کا بھی یہی حال تھا۔ شروع شروع میں وہ مسلمانوں سے اچھے تعلقات رکھتے تھے۔ حتیٰ کہ آپؐ نے جب بادشاہوں کو خطوط لکھے تو قیصر نے شروع میں آپؐ کی تعریف کی لیکن

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

فَانْطَلَقَا ۫ حَتّٰٓى اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ ۙ قَالَ

پھر (دونوں وہاں سے) چل پڑے یہاں تک کہ جب ایک لڑکے کو ملے تو اس (خدا کے بندہ) نے اسے مار ڈالا۔ (اس پر) اس نے (یعنی

اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةًۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ ۭ لَقَدْ جِئْتَ

موسیٰ نے کہا کہ) کیا (یہ سچ نہیں کہ) آپ نے (اس وقت) ایک پاکباز (اور بے گناہ) شخص کو کسی (کے خون) کے عوض کے بدلے

شَيْـــًٔا نُّكْرًا ۝ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ

الجزء (ناحق ہی) مار ڈالا ہے۔ آپ نے یقیناً (یہ) بہت برا کام کیا ہے۔ اس (خدا کے پیارے) نے کہا (کہ) کیا میں نے تجھے کہا نہیں تھا (کہ)

بعد میں جب دیکھا کہ اسلامی سیاست مسیحی سیاست سے ٹکراتی ہے تو اسلام سے جنگ شروع کر دی۔ جس کا خمیازہ اس نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ایسا بھگتا کہ صدیوں تک اس کا اثر نہ مٹا۔

قتل کے مرتکب حضرت خضر کے ہاتھوں

نکر حل لغات۔ نُكْرًا:۔ اَلنُّكْرُ۔ اَلْمُنْكَرُ ناپسندیدہ بات۔ اَلْاَمْرُ الشَّدِيْدُ۔ مشکل کام۔ اَلْقَبِيْحُ برا۔ (اقرب)

نکر

زَكِيَّةً:۔ یہ زکی یزکو) سے فعیل کے وزن پر ہے۔ اور زکی الشیٔ کے معنی ہیں نما۔ اس چیز نے نشوونما پائی۔ زکا الرجل۔ صلح وہ نیک و پاک ہو گیا۔ تنعم و کان فی خصب۔ خوب نازونعمت اور آسودگی میں ہو گیا بیضاوی نے غلاماً زکیاً کے معنے طاھراً من الذنوب نامیاً علی الخیر کے کئے ہیں یعنے گناہوں سے پاک اور نیکی میں نشوونما پانے والا لڑکا۔ (اقرب)

زکیۃ

تفسیر۔ اس موقعہ پر بھی حضرت استاذی المکرم یہ توجہ دلاتے تھے کہ اسراء کی حدیث میں آنحضرت صلعم کو جب جبریل بار بار انطلق انطلق کا لفظ کہتے تھے موسیٰ کے واقعہ میں بھی انطلقا کا لفظ بار بار آیا ہے پس یہ بھی دلیل ہے کہ یہ اسراء روحانی تھا۔

نوجوان کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر

حَتّٰٓى اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ جب ایک نوجوان کو ملے تو اسے اس ساتھی نے قتل کر دیا حضرت استاذی المکرم فرماتے تھے۔ اس جگہ ان اعتراضوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جو موسوی امت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کرنے والی تھی۔ کہ کعب بن اشرف وغیرہ کو انہوں نے کیوں قتل کروایا ہے اور اس کا جواب دیا ہے۔

میرے نزدیک یہ نظارہ بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے نظارہ کے مشابہ ہے اور اسی کے ہم معنی ہے۔ رسول کریم صلعم نے واقعہ اسراء میں ٹیڑھیا کے دیکھنے کے بعد دیکھا تھا کہ کوئی شخص آپؐ کو اپنی طرف بلاتا ہے مگر آپؐ نے اسے جواب نہ دیا۔ نیز اس نظارہ کی تشریح کے لئے آپ کے سامنے شراب کا پیالہ پیش کیا گیا جس کے پینے سے آپؐ نے انکار کر دیا۔ اور جبریل نے اس آدمی کی تعبیر شیطان کی۔ اور اس پیالہ کی تعبیر غوایۃ۔ جو شیطان کا کام ہے۔ اسی طرح دوسرا نظارہ حضرت موسیٰ کو غلام کا دکھایا گیا ہے جس کو محمدی جمال نے قتل کر دیا۔ اب ہم علم تعبیر رؤیا میں نوجوان آدمی کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر دیکھتے ہیں۔ تو علاوہ اور تعبیروں کے ایک تعبیر یہ لکھی ہے "مدل علی الحرکۃ والقوۃ والجہل (تعطیر الانام) یعنی خواب میں نوجوان مرد کو دیکھنے کے معنے قوت نشاط اور جہالت کے ہوتے ہیں اور یہی امور انسان کو شیطان کے پیچھے چلانے والے ہوتے ہیں۔ یعنی ایک طرف طاقت ہو۔ دوسری طرف

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا ۝ قَالَ إِنْ سَأَلْتُكَ عَنْ

تو میرے ساتھ رہ کر ہرگز صبر نہیں کر سکے گا ۷۱ اس نے کہا (کہ) اگر اس کے بعد میں کسی بات کے متعلق آپ سے پوچھا

شَيْءٍ بَعْدَهَا فَلَا تُصَاحِبْنِي ۖ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ

تو (بیشک) آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھئے گا۔ (اس صورت میں) آپ یقیناً میری طرف سے معذور سمجھے جائیں گے

لَدُنِّي عُذْرًا ۝ فَانْطَلَقَا ۖ حَتَّىٰ إِذَا أَتَيَا أَهْلَ

تک پہنچ چکے ہوں گے ۷۲ پھر وہ (وہاں سے بھی) چل پڑے یہاں تک کہ جب وہ ایک بستی کے لوگوں

قَرْيَةٍ اسْتَطْعَمَا أَهْلَهَا فَأَبَوْا أَنْ يُضَيِّفُوهُمَا

کے پاس پہنچے تو اس (بستی) کے باشندوں سے انہوں نے کھانا مانگا مگر انہوں نے انہیں (اپنے) مہمان بنانے سے انکار

فَوَجَدَا فِيهَا جِدَارًا يُرِيدُ أَنْ يَنْقَضَّ فَأَقَامَهُ ۖ

کر دیا۔ پھر انہوں نے اس (بستی) میں ایک ایسی دیوار پائی جو گرنے کو تھی۔ اس (خدا کے بندہ) نے اسے درست کر دیا

سیر تماشے دیکھنے کی خواہش ہو۔ اور تیسری طرف علم روحانی سے ناواقفیت ہو۔ یہ تین چیزیں جب جمع ہو جاتی ہیں تو انسان شیطان کے پیچھے چل پڑتا ہے پس یہ دونوں نظارے بھی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسیٰؑ کے اسراء میں ایک دوسرے کے مشابہ ہیں۔

اور یہ جو دکھایا گیا کہ اس عبد نے اس غلام کو مار دیا اور اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اعتراض کیا اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ اسلام کی دوسری تعلیم جو نصاریٰ کے لئے قابل اعتراض ہوگی وہ اسلام کا لغو اور لہو لعب اور شراب سے روکنا ہوگا۔ اسپر موسوی سلسلہ کے لوگ (یعنی خصوصاً مسیحی۔ کیونکہ میں بتا چکا ہوں کہ دوسرا ساتھی جو حضرت موسیٰ نے دیکھا ہے وہ حضرت مسیح ہیں۔ اور مجمع البحرین کے پاس حضرت موسیٰ کی وہی آمت باقی تھی جو حضرت مسیح ناصری کے ذریعہ سے آپ کو ملی تھی۔ ہاں دوسرے درجہ پر یہود بھی اس میں شامل ہیں)

یہ اعتراض کریں گے کہ اسلام جوانی کو مارتا ہے اور انسان کو زندگی کا لطف لینے نہیں دیتا۔ اور یہ ظلم ہے اللہ تعالیٰ نے یہ طاقتیں زندگی کا مزہ لینے کے لئے دی ہیں نہ اس لئے کہ ان کو تباہ کر دیا جائے۔ چنانچہ غور کر کے دیکھ لو کہ ان شیطانی اعمال کی وجہ سے بالعموم مسیحی لوگ اسلام سے متنفر ہیں کیونکہ اس میں انہیں ان شیطانی اعمال سے روکا گیا ہے اور ان کے نزدیک گویا جوانی کا اسلام نے خون کر دیا ہے۔

میسیوں کے نزدیک اسلام انسانی جذبات کا خون کرتا ہے۔

۷۱ تفسیر یہ آیت بھی ثبوت ہے اس کا کہ یہ کشف ہے کیونکہ جاگتے ہوئے کسی کو بلا وجہ قتل کر دینا قطعاً حرام ہے۔

۷۲ تفسیر یعنی اب کی دفعہ جانے دو اور تعلق نہ توڑو۔ پھر ایسا ہی کیا تو تعلق توڑ دینا۔ اس میں بھی اس طرف اشارہ ہے کہ یہود اور نصاریٰ بار بار مسلمانوں سے معاہدات کریں گے لیکن پھر ان کو توڑ دیں گے اور وہ عداوت جو

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ أَجْرًا ۝ قَالَ هٰذَا

(اسپر) اس نے (یعنی موسیٰ نے) کہا (کہ) اگر آپ چاہتے تو یقیناً اسکی کچھ (نہ کچھ) اُجرت لے سکتے تھے ۷۵ اس (خدا کے برگزیدہ) نے

انہیں اسلام سے ہے ان پر غالب آجائے گی۔

۷۵ تفسیر۔ اَھْلَ قَرْیَۃ سے مُراد قوم ہے کیونکہ قوموں کو جب دکھایا جاتا ہے گاؤں کی شکل میں دکھایا جاتا ہے اور ضیافت کی تعبیر تعاون ہوتی ہے لکھا ہے ضیافۃ خوب میں اجتماع علےٰ خیر کے معنے رکھتی ہے (تعطیر الانام) یعنی کسی نیک بات میں باہم تعاون کرنے کا فیصلہ ضیافت کی شکل میں دکھایا جاتا ہے پس "دونوں نے کھانا مانگا" کی تعبیر یہ ہوگی کہ دونوں نے تعاون کی درخواست کی۔ اور ضیافت کے انکار کے معنے ہوں گے کہ قوم نے دونوں کے سوال کے جواب میں تعاون کرنے سے انکار کر دیا۔

اہل قریہ کے ضیافت سے انکار کی تعبیر

اس کے بعد لکھا ہے کہ انہوں نے ایک دیوار دیکھی جو گرنے کو تھی۔ تعطیر الانام میں لکھا ہے کہ جب کوئی دیوار دیکھے جس میں خرابی ہوگئی ہو تو اس سے مُراد کوئی عالم یا امام ہوتا ہے جس کا مال جاتا رہتا ہے پھر اگر یہ دیکھے کہ اسکی مرمت کر دی گئی ہے تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ اس عالم کے کام کو درست کر دیا جائے گا۔ اور اگر دیکھے کہ مرمت نہیں کی گئی تو اس کا کام تباہ ہو جائے گا اور نیز امام ابن سیرین کے تعبیر نامہ میں لکھا ہے کہ دیوار کے کچھ حصہ میں خرابی دیکھ کر اسے درست کرنے کی تعبیر اس جگہ کے والی کی بجائے دوسرے والی کا مقرر ہونا ہوتا ہے۔

دیوار بنانے کی تعبیر اور اس سے استدلال

ان تعبیروں کو مدِنظر رکھتے ہوئے اس سارے نظارہ کا یہ مطلب ہوگا کہ حضرت موسیٰؑ اور وہ اللہ کا بندہ جس کے ساتھ وہ چلے تھے ایک جماعت سے تعاون چاہیں گے مگر وہ تعاون نہ کرے گی۔ اور وہ کسی بزرگ کے کام کو خراب ہوتا دیکھیں گے۔ اسپر موسیٰؑ علیہ السلام تو خاموش رہیں گے لیکن وہ عبداللہ اس کام کو درست کر دے گا یا یہ کہ اس قوم کے لئے دوسرا حاکم مقرر ہو جائیگا موسیٰ علیہ السلام اس امر کو دیکھ کر کہیں گے کہ اسپر کوئی اجر لیتے تو اچھا ہوتا مگر وہ اس بات کو سُن کر ناراض ہو جائیگا اور کہے گا کہ بس اب ہمارا تمہارا تعلق ختم ہے۔

اجرت نہ لینے پر اعتراض کرنے سے یہود کی تجارتی حرص کی طرف اشارہ ہے۔

اس حصہ کی تعبیر حضرت استاذی المکرم مولوی نورالدین صاحب یہ فرمایا کرتے تھے کہ یا تو اوس اور خزرج مراد ہیں کہ دیر سے یہ قومیں ترقی سے محروم تھیں۔ اللہ تعالیٰ رسول کریم صلعم کو مدینہ لے گیا۔ اور ان کے لئے بھی ترقی کی راہیں کھل گئیں یا فرماتے تھے کہ مُراد حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت اسحاقؑ کی اولاد ہے کہ ان کا کام خراب ہو رہا تھا ایک کے حق کی حفاظت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کر دی۔ اور دوسرے کے حق کی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

میری رائے میں اس نظارے کا پہلا حصہ بتاتا ہے کہ قریہ سے مراد عالمِ یہودیت اور نصرانیت ہے جب اس سے تعاون کی درخواست کی گئی تو اس نے انکار کر دیا۔ اور دیوار سے یہود و نصاریٰ کے بزرگ مراد ہیں۔ اور اس کے گرنے کے قریب پہنچنے سے مُراد ان کے بزرگوں کے اثر کا زائل ہونا ہے اور مرمت کرنے کے یہ معنے ہیں کہ انکی تعلیم کو پھر سے قائم کر دیا اور ان کے اندر ایک نیا والی یا حاکم مقرر کر دیا۔ اور موسیٰ علیہ السلام نے جو کہا کہ اجر کیوں نہ لے لیا۔ اس سے مُراد یہ ہے کہ موسوی قوم میں تجارتی حرص بہت بڑھ جائے گی اور وہ ہر اک کام کو اس کے دنیوی فائدہ کا اندازہ لگا کر کریں گے اور خالصتہً للہ کام کرنا ان کے لئے مشکل ہو گا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ موسوی سلسلہ کی آخری کڑی یعنی مسیحیت کا یہ حال ہے کہ انکی تعلیم بھی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

دنیوی اغراض سے ہوتی ہے۔ انکی ہمدردی بھی دنیوی اغراض سے ہوتی ہے۔ حتّٰی کہ وہ تبلیغ کرتے ہیں تو اس میں بھی سیاسی اور دنیوی فوائد مدِنظر ہوتے ہیں خالصتہً للہ کام جس میں کوئی دنیاوی خیال مدِنظر نہ ہو ان میں قریباً مفقود ہے۔

یہ جو فرمایا کہ اہل کتاب سے اپنے کاموں میں تعاون کی خواہش کی تو انہوں نے انکار کر دیا۔ اس کی مثال حضرت موسٰی کی زندگی میں تو یہ موجود ہے کہ جب وہ اپنی قوم کو کنعان کا ملک دیئے جانے کا وعدہ دے کر مصر سے لائے اور کئی چھوٹی اقوام سے جنگیں ہونے کے بعد انکو اہلِ کنعان پر حملہ کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے حضرت موسٰی کا ساتھ دینے سے صاف انکار کر دیا۔ چنانچہ قرآن کریم میں آتا ہے کہ حضرت موسٰی علیہ السلام کے حکم کے جواب میں انہوں نے کہا۔ قَالُوْا یٰمُوْسٰٓی اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِیْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ (مائدہ ع ۵) یعنی جب موسٰی علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ اب وقت آگیا ہے کہ دشمن پر حملہ کر کے موعود ملک کو لیا جائے تو انہوں نے جواب دیا کہ وعدہ یا خدا کا تھا یا تمہارا تھا ہم اس وعدہ کے پورا کرنے کے لئے کیوں اپنی جانیں گنوائیں اے موسٰی تم اور تمہارا خدا جا کر لڑو۔ اور اپنے وعدہ کو پورا کرو۔ ہم تو اپنی جگہ سے نہ ہلیں گے ہاں جب آپ دونوں اس ملک کو فتح کر لیں گے تو ہم بھی ملک میں داخل ہو جائیں گے اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ حضرت موسٰی علیہ السلام کی قوم نے عین اس وقت جب اللہ تعالےٰ کا وعدہ پورا ہونے کو تھا ایک لغو عذر کی بناء پر حضرت موسٰی سے تعاون کرنے سے انکار کر دیا۔ حالانکہ اللہ تعالےٰ کے بعض وعدے اس کے بندوں کے ذریعہ سے پورے کرائے جاتے ہیں اور بندوں کا فرض ہوتا ہے کہ اس قسم کے وعدوں کے پورا کرانے میں انبیاء سے تعاون کریں۔

رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عدم تعاون کی مثال قرآن کریم نے یہ بیان فرمائی ہے قُلْ یٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَیْـًٔا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ (آل عمران ع ۷) یعنی اے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہود و نصاریٰ کو یہ دعوت دے کہ آؤ اپنی ضدیں چھوڑ کر ایک بات میں تو ہم سے مل کر کام کرو اور وہ یہ کہ ہم سب مل کر توحید کو قائم کریں نہ خدا تعالےٰ کے سوا کسی اور کی عبادت کریں اور نہ عقیدۃً اس کا کسی کو شریک قرار دیں اور نہ ناواجب طور پر جتھا بندی کریں بلکہ اللہ تعالےٰ کی مرضی کے مطابق عدل اور انصاف سے دنیا میں کام کریں (گویا اللہ تعالےٰ اور بندوں سے صلح رکھنے کے بارہ میں اشتراک عمل کرنے کی ان سے درخواست کر) پھر فرماتا ہے کہ اگر یہ لوگ ایسی منصفانہ بات بھی نہ مانیں اور اس مشترک پروگرام پر عمل کرنے اور تعاون کرنے کے لئے تیار نہ ہوں تو اے مسلمانو! تم ہی ہمارے رسول کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے ان یہود و نصاریٰ سے کہہ دینا کہ جاؤ تم تعاون نہیں کرتے تو نہ کرو ہم اپنے خدا کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اس کے رسول سے تعاون کریں گے اور اگر غور سے دیکھا جائے تو مسیح کی قوم نے بھی ان سے تعاون نہیں کیا کیونکہ صلیب کے موقعہ پر سب لوگ حضرت مسیحؑ کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔

دعوت سے انکار میں پیروی حضرت موسٰی سے عدم تعاون کی عرفانشاہ ہے۔

مسلمانوں نے حضرت مسیح سے تعاون نہ کیا۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ ۚ سَأُنَبِّئُكَ بِتَأْوِيْلِ مَا لَمْ

کہا کہ یہ میرے درمیان اور تمہارے درمیان جُدائی (کا وقت) ہے۔ جس بات پر تو صبر نہیں کر سکا میں ابھی

تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ۝ أَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ

تجھے اس کی حقیقت سے آگاہ کرتا ہوں ۷۴ کشتی تو چند مساکین کی تھی

لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ فَأَرَدْتُّ أَنْ

جو دریا میں کام کرتے ہیں اور ان کے سامنے (دریا پار) ایک (ظالم)

أَعِيْبَهَا وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّأْخُذُ كُلَّ

بادشاہ تھا جو ہر ایک کشتی کو زبردستی چھین لیتا تھا۔ اس لئے میں نے چاہا

سَفِيْنَةٍ غَصْبًا ۝ وَأَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ أَبَوٰهُ

کہ اسے عیبدار کر دوں ۷۵ اور اس لڑکے (کے واقعہ) کی حقیقت یہ ہے کہ اس کے ماں باپ

۷۴ تفسیر۔ یعنی عبداللہ نے جب یہ معاملہ دیکھا کہ برابر اعتراض ہوتے ہی چلے جاتے ہیں تو اس نے کہہ دیا کہ ہم آپس میں جُدا ہوتے ہیں اس میں اس طرف اشارہ کیا گیا کہ باوجود دعوتِ اشتراک اور توحید کے نقطہ پر جمع ہو جانے کی درخواست کے جب اہلِ کتاب باز نہ آئیں گے اور اپنے شرک کو نہ چھوڑیں گے تو محمد رسول اللہؐ یہود اور نصاریٰ سے قطع تعلق کریں گے اور آپس میں مقابلہ شروع ہو جائے گا۔

۷۵ تفسیر۔ اس آیت میں وہ تشریح بیان کی گئی ہے جو گزشتہ واقعات کی اس عبداللہ نے بیان کی ہے۔

بعض رؤیا خواب میں بتائی ہوئی تعبیر ہی تعبیر طلب ہوتی ہے۔

اس کے متعلق یاد رکھنا چاہئے کہ بعض دفعہ انسان خواب میں ہی تعبیر کرتا ہے کبھی وہ تعبیر واضح ہوتی ہے اور کبھی وہ جزئی انکشاف کرتی ہے اور بقظہ کی حالت میں پھر ایک دوسری تعبیر کی محتاج ہوتی ہے وہی معاملہ یہاں ہے جو تشریح عبداللہ نے کی ہے وہ کسی قدر اغلاق کو ضرور دُور کرتی ہے مگر واضح تعبیر نہیں بلکہ اس امر کی محتاج ہے کہ مادی دُنیا کے اصول کے مطابق اس کی دوبارہ تشریح کی جائے۔

سب سے پہلے عبداللہ نے سفینہ والا معاملہ لیا ہے اور اس کی تشریح یہ کرتے ہیں کہ یہ کشتی مسکینوں کی تھی جو اس سمندر میں کام کرتے تھے پس میں نے چاہا کہ میں اس کو عیب دار کر دوں اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے پرے ایک اور بادشاہ ہے جو ہر درست کشتی کو جبراً چھین لیتا ہے پس اس بادشاہ کے ضرر سے بچانے کے لئے میں نے کشتی کو توڑ دیا۔

باقی سب امور کی تعبیر تو میں پہلے بتا آیا ہوں

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّ

(دونوں) مومن تھے اور وہ (ان کا دشمن تھا) ہم نے ناپسند کیا کہ وہ (اپنی) سرکشی اور کفر سے انہیں ایذا

كُفْرًا ۝ فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ

پہنچائے ۷۶ اس لئے ہم نے چاہا کہ ان کا رب انہیں پاکیزگی میں ان سے اچھا اور رحم (وشفقت)

صرف مسکینوں اور بادشاہ کی تعبیر باقی ہے۔ سو مسکینوں کی تعبیر تو مسکین دل لوگ مراد ہیں جن کو دنیا کے اموال اور ترقیات غریبوں کی خبر گیری اور انکی ہمدردی اور ان کے ساتھ مل کر رہنے سے نہیں روکتے۔ اور بادشاہ سے مراد اس نظارہ میں دنیا پرستی کی روح ہے کیونکہ دنیوی بادشاہ دنیا کا ایک ظہور ہوتے ہیں اور چونکہ جبراً کشتیاں چھین لینے کا ذکر ہے اس لئے اس سے مراد دنیا کی محبت کی روح ہے اور مراد یہ ہے کہ جنکی دنیا میں دینی روح نہیں ہوتی اور جن کے مالوں کا کافی حصہ غرباء اور روزہ عام کے کاموں کے لئے نہیں نکلتا۔ انکو دنیا کی محبت اپنی طرف کھینچ لیتی ہے اور انکے مال شیطان کے قبضہ میں چلے جاتے ہیں۔ اس لئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنی امت کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنی سفینہ میں سوراخ کر دیں یعنی انکے مال دین کی خدمت اور بنی نوع انسان کی خدمت میں خرچ ہوتے رہیں تاکہ دنیا کی محبت انکے دلوں پر قابو نہ پالے اور ان کے اموال خدا کے لئے ہونے کی بجائے ظالم دنیا کے لئے نہ ہو جائیں

اس جگہ یہ لطیفہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسراء میں دنیا ایک عورت کی شکل میں دکھائی گئی ہے لیکن موسیٰ علیہ السلام کو وہی دنیا انکے اسراء میں ایک ظالم بادشاہ کی شکل میں دکھائی گئی ہے۔ اس میں اس طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کا حملہ امت محمدیہ پر بہت کمزور ہوگا۔ اور وہ ایک بڑھیا کی طاقت کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ کریگی لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت پر اس کا حملہ شدید ہوگا اس لئے انکی امت کو مدنظر رکھتے ہوئے دنیا انہیں ایک ظالم بادشاہ کی شکل میں دکھائی گئی۔

مسکین کی تعبیر

۷۶ تفسیر میں اوپر بتا آیا ہوں کہ غلام کی تعبیر الحرکۃ والقوۃ والجہل ہوتی ہے چنانچہ عبداللہ (یعنی اللہ کے بندے) نے جو تشریح فرمائی ہے وہ بھی اس کے مطابق ہے وہ کہتے ہیں کہ غلام دو نیک ماں باپ کا بچہ تھا پس ہم ڈرے کہ اگر اسے زندہ رہنے دیا گیا تو وہ اپنے ماں باپ کے لئے سرکشی اور کفر کا موجب ہوگا۔

بادشاہ کی تعبیر

میں یہ تو بتا چکا ہوں کہ سرکش اولاد کو قتل کرنا بغیر کسی جرم کے ناجائز ہے پس یہ نظارہ بھی تعبیر طلب ہے اور جبکہ غلام کی تعبیر حرکت قوۃ اور جہالت کی ہے تو لازماً اسکے ماں باپ بھی اسی قسم کے ہونے چاہئیں کیونکہ حرکت قوت اور جہالت معنوی اشیاء میں مادی نہیں ہیں جب ہم دیکھتے ہیں کہ حرکت قوت اور جہالت کہاں سے پیدا ہوتی ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ اشیاء انسانی روح اور جسم سے پیدا ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ نے روح اور جسم میں جو زوجین یعنی میاں اور بیوی کی حیثیت رکھتے ہیں یہ خاصیت رکھی ہے کہ وہ جب انسان میں ترکت قوت اور جہالت یعنی عواقب سے بے پروا ہو کر کام کرنے کی طاقت پیدا کر دیتے ہیں لیکن یہ تینوں چیزیں جہاں انسان کی کامیابی کے لئے ضروری ہیں وہاں ان کا حدود کے اندر رکھنا بھی ضروری ہے۔ اگر ان کو آزاد چھوڑ دیا جائے تو انسانی روح اور جسم طغیان اور کفر میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

حضرت موسیٰ کو دنیا اسلامی حالت کی شکل میں دکھائی جانے میں حکمت

کسی چیز کے جوش کو کم کر دینا عربی زبان میں قتل کہلاتا ہے چنانچہ عربی کا محاورہ ہے قَتَلَ الشَّرَابَ مَزَجَهٗ بِالْمَاءِ یعنی شراب میں پانی ملا کر اسکے جوش کو کم کر دیا (اقرب)

قتل الجوع والبرد ونحوذالك كسر شدته یعنی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا ۝ وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ

میں (اپنے ماں باپ سے) زیادہ قریب (لڑکا) بدلے دے ۷۷ اور وہ دیوار اس

لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ

شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس کے نیچے ان کا کچھ

جب قتل الجوع والبرد وغیرہ الفاظ بولیں تو مراد یہ ہوتی ہے کہ بھوک سردی وغیرہ کی تیزی کو کم کر دیا۔ (اقرب) قتل غلیلہ سقاہ فزال غلیلہ یعنے قتل غلیلہ کے معنے ہیں اسے پانی پلا کر پیاس کو بجھا دیا (اقرب) غرض قتل کا لفظ صرف جاندار کے لئے ہی نہیں بولا جاتا۔ بلکہ جذبات اور احساسات کیلئے بھی بولا جاتا ہے اور اس سے مراد ان جذبات اور احساسات کی تیزی کو دُور کرنا ہوتا ہے پس عبداللہ کی تاویل کا یہ مطلب ہُوا کہ حرکت قوت اور جہالت کے ماں باپ تو مومن ہیں یعنی ان میں احکام الٰہی کے ماننے کا مادہ ہے انکو اعلیٰ سے اعلیٰ اعمال کی قوت بخشی گئی ہے اور ان قوتوں کو عمل میں لانے کے لئے حرکت قوت اور جہالت کی طاقتیں ان میں سے پیدا کی گئی ہیں یعنی ایک تو روح اور دماغ انسانی میں آگے بڑھنے کا شدید مادہ ہے دوسرے بڑے بڑے کام کرنے کی طاقت ہے تیسرے بڑے بڑے خطرات برداشت کرنے کی ہمت ہے ان تینوں قوتوں سے جو روح اور جسم کے امتزاج سے انسان میں پیدا ہوتی ہیں وہ اپنی زندگی کے مقصد کو پورا کر سکتا ہے لیکن اگر ان قوتوں کو بے لگام چھوڑ دیا جائے تو یہی قوتیں انسانی روح اور انسانی جسم کو نافرمانی اور کفر کی طرف لے جاتی ہیں اور وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے پسند نہ فرمایا کہ انسانی روح اور انسانی جسم جیسے اعلیٰ اور کارآمد وجودوں کو طغیانی اور کفر میں مبتلا ہونے دے۔ پس اس نے جلوۂ محمدی کے ذریعہ سے ان تین طاقتوں کو قتل کروا دیا۔ یعنی شریعت کے احکام کے ذریعہ سے انکو سمو دیا اور انکی شدت کو کم کر دیا تاکہ اس کے بعد جو جذبات انسان میں کام کریں وہ نیکی کی قیود کے ماتحت اور اس کے حلقہ میں کام کریں۔

عبداللہ کی تاویل کا مطلب

۲ زکوٰۃ کے معنی

۷۷ تفسیر یعنی یہ قیود اور پابندیاں اس لئے لگائی گئیں تاکہ انسان کے اندر آزاد جذبات کی بجائے پابند اخلاق جذبات پیدا ہوں گویا پہلے جذبات قتل ہو کر ایک نیا صالح بیٹا ان کو ملے جو انسان کا مطیع ہو اور بجائے اسکو کفر و طغیان کے گڑھے میں گرانے کے اس کو رحمتِ الٰہی کا مستحق بنائے۔

زکوٰۃ کے معنے پاکیزگی اور ترقی کے ہوتے ہیں اور رحم کے معنے رقت اور تلطف کے ہوتے ہیں پس معنے یہ ہوئے کہ جو نیا بیٹا ہوگا وہ ان کی ترقی اور پاکیزگی کا موجب اور ان کی باتیں ماننے والا اور ان کی اطاعت کرنے والا ہوگا یعنے جب آزاد قوائے انسانی کو شریعت کی تلوار سے قتل کر دیا جائے گا۔ اور ان کی وحشیانہ آزادی کی شدت کو توڑ دیا جائے گا تو وہ ایسی شکل اختیار کر لیں گے کہ روح و جسم کی بات مانیں گے اور ان کی ترقی اور پاکیزگی کا موجب ہوں گے۔

مگر جیسا کہ بتایا جا چکا ہے موسوی قوم نے اس نکتہ کو نہ سمجھا اور عیش پرستی اور بے پروگی اور لہو و لعب میں مشغول ہو گئے جس کی وجہ سے ان کی حرکات میں تیزی ان کی قوتوں میں حدت اور ان کی بے باکانہ جرأت میں ایک شان تو ضرور نظر آتی ہے لیکن یہ طاقتیں انہیں طغیان و کفر میں بڑھا رہی ہیں اور نیکی اور تقویٰ سے دُور کر رہی ہیں اور مذہب و عقل جو روح اور جسم کے نمائندے ہیں ان کی بات ماننے کے لئے جذبات تیار نہیں ہوتے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ

خزانہ (گڑا ہوا) تھا۔ اور ان کا باپ نیک (اور مناسب حال کام کرنے والا) تھا۔ اس لئے تیرے رب نے چاہا کہ

يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا ۖ رَحْمَةً

وہ اپنی مضبوطی کی عمر کو پہنچ جائیں اور (بڑے ہو کر) اپنا خزانہ (خود) نکالیں۔ تیرے رب کی طرف سے (انپر خاص)

مِّنْ رَّبِّكَ ۚ وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ ۭ ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ

رحم (ہوا) ہے اور یہ (کام) میں نے اپنے نفس کے حکم سے نہیں کیا۔ یہ اس

مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ۝ ع ۱۰ ۱۲ ۱ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِي

بات کی حقیقت ہے جس پر تو صبر نہیں کر سکا ۷۸ اور وہ تجھ سے ذوالقرنین کے متعلق

۷۷ حل لغات ۔الکنز: کے معنے ہیں المال المدفون فی الارض۔ دفینہ۔ وقیل اسم للمال اذا احرز فی وعاء اور بعض اس مال کو کہتے ہیں جو تھیلے وغیرہ میں محفوظ رکھا جائے۔ الذھب سونا۔ الفضۃ۔ چاندی (اقرب)

تاویل ۔ کے معنوں کے لئے دیکھو یونس ۴۰

تفسیر یعنی اب ایک سوال حل طلب رہ گیا ہے جس میں ہمارا تمہارا اختلاف ہے اور وہ یہ کہ تم یہ نہیں سمجھ سکتے کہ بغیر کسی ذاتی غرض کے ہم نے ایک گرتی ہوئی دیوار کس طرح بنا دی سو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ دیوار ایک خزانہ کی محافظ تھی اور یہ خزانہ دو یتیموں کا تھا جن کا باپ صالح تھا۔

جیسا کہ میں بتا چکا ہوں دیوار سے مراد یہود و نصاریٰ کے بزرگ ہیں یعنے خود موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام اور ان کے باپ حضرت ابراہیم ہیں جنکی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ (نحل ع ۱۶) اور کنوز سے مراد وہ علمی خزانہ ہے جسے موسیٰ اور عیسےٰ علیہما السلام کی تعلیم نے محفوظ کیا ہوا تھا۔ مگر یہود و نصاریٰ کی بے توجہی اور دین سے دُوری کی وجہ سے موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کا تصرف جو ان خزانوں کی حفاظت کے لئے کام کر رہا تھا کمزور پڑ گیا تھا۔ محمد رسول اللہ صلعم نے پھر اس

۱ الکنز

دیوار کو بنا دیا یعنے ایک نئے قانون کے ذریعہ سے ان صداقتوں کو جو موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کی تعلیم میں پائی جاتی تھیں محفوظ کر دیا یعنی جو سچائیاں ان میں تھیں خصوصاً وہ پیشگوئیاں جو اسلام اور محمد رسول اللہ صلعم کے ظہور کے متعلق تھیں انکو قرآن کریم میں محفوظ کر دیا گیا تا کہ جب کبھی یہود و نصاریٰ کو عقل آئے وہ اپنے بزرگوں کی پیشگوئیوں سے ہدایت پا کر محمد رسول اللہ صلعم پر ایمان لا کر اپنی حالت درست کر سکیں۔

رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ یعنی یہ سب کام اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہوا ہے باوجود یہود و نصاریٰ کی سرکشیوں کے اللہ تعالیٰ نے انکو جھوٹا پسند نہیں کیا۔ چنانچہ قرآن کریم کے اندر ان خزانوں کو جو محفوظ رکھنے کے قابل ہیں جمع کر دیا گیا ہے تا کہ جب کبھی یہود و نصاریٰ کو توبہ ہو اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔

۲ پرانی دیوار سے مراد یہود و نصاریٰ کے بزرگ۔

وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ میں اس طرف اشارہ کیا ہے کہ یہ دیوار جو نئی بنائی گئی تھی قرآنی دیوار ہے اور قرآن کریم میں (جو خالصۃً اللہ تعالیٰ کے امر سے ہے میرا اس میں کوئی دخل نہیں جیسا کہ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى (نجم ع ۱) میں فرمایا گیا ہے) وہ خزانہ جمع کر دیا گیا ہے۔

۳ نئی دیوار سے مراد قرآنی تعلیم ہے۔

پھر اس عبد اللہ کی زبانی یہ کہلوایا گیا ہے کہ اے موسیٰ یہ وہ حقیقت ہے جس کے متعلق تم صبر نہیں کر سکے۔ یہ آخری حصہ موسیٰ علیہ السلام کے کشف کا بھی رسول کریم صلعم کے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اسراء کے مشابہ ہے کیونکہ آپؐ کے کشف کا آخری حصہ یہ تھا کہ آپؐ کو حضرت ابراہیم نو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام نے سلام کیا جس کے یہ معنے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کے کشف کے سب سے آخری نظارہ میں جو خدمت اولاد ابراہیمؑ اور امتِ موسیٰؑ اور اتباع عیسیٰ کی آپؐ نے سرانجام دی تھی اس کا انکشاف چونکہ ان پر ہو گیا وہ آپ کے بیت المقدس تشریف لے جانے کے موقعہ پر اس کا شکریہ ادا کرنے کے لئے آگے آئے جبتک موسیٰؑ نے اپنے کشف میں اسکی حقیقت کو پوری طرح نہ سمجھا اور اس پر اعتراض کر دیا۔ مگر جب اللہ تعالیٰ نے ان پر حقیقت کھول دی تو نہ صرف وہ بلکہ ابراہیم اور عیسیٰ علیہما السلام بھی اظہارِ امتنان کے لئے رسول کریم صلعم کو ملے۔ ابراہیم اس لئے کہ انکی دونوں اولادوں اسمٰعیل اور اسحاق کی نجات کے لئے آپؐ نے کوشش کی ایک نسل کی نجات کے لئے آپؐ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور دوسری نسل کی نجات کے لئے آپؐ کی قوم اصلی بیت المقدس کی طرف بڑھی۔ اور موسیٰ علیہ السلام جنہوں نے بغیر مزدوروں کے دیوار بنانے پر اعتراض کیا تھا یہ معلوم کر کے کہ یہ دیوار تو وہ خود تھے اور اس کے نیچے کا خزانہ انہی کی تعلیم تھی جسے آنحضرت صلعم نے محفوظ کیا اپنے اعتراض کا کفارہ ادا کرنے کے لئے حضرت مسیح کو ساتھ لے کر جو آنحضرت صلعم کے آپؐ کے کم محنون نہ تھے استقبال کے لئے آئے جسکے یہ معنی تھے کہ ہم نے پہلے آپ کی اس خدمت کو بُرا سمجھا تھا مگر اب اللہ تعالیٰ نے ہم پر حقیقت کھول دی ہے اس لئے اے محمدؐ آپ پر سلام ہو آیئے ہمارے گھروں کو برکت دیجئے۔ اور ہماری اُمتوں کو نجات دلائیے۔ اب دیکھو کہ یہ مضمون جو علم تعبیر الرؤیا سے نکلتا ہے یہ تو ایسا ضروری ہے کہ اسکے لئے رسول کریم صلعم فرماتے کہ کاش موسیٰ علیہ السلام خاموش رہتے تو امت محمدیہ اور میرے کا موسیٰ کچھ اور تفصیل ہمیں انکے اسرار سے معلوم ہو جاتی۔ مگر کون عقلمند کہہ سکتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلعم نے یہ فرمایا کہ یہ سینما کچھ دیر اور بتاتا تو ہم بھی کشتیوں کے ٹوٹنے نوجوانوں کے قتل ہونے اور دیواروں کے تیمر کا نظارہ دیکھتے۔ نعوذ باللہ من ذٰلک۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ مِنْ لَّدُنْهُ عِلْمًا رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا وَّاِسْلَامًا۔ آمین

اسراءِ موسیٰ ۱۔ ان واقعات اور ان تشریحات

اسراءِ موسیٰ پر بیان کردہ امور کی حکمت

اسراءِ موسیٰ کے متعلق حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ کے آنے کی وجہ

کو پڑھ لینے کے بعد جو میں نے اوپر بیان کی ہیں یہ آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے کہ موسیٰ کے اسراء کو اس جگہ پر اس لئے بیان کیا گیا ہے تا یہ بتایا جائے کہ (۱) حضرت مسیح ناصری کی قوم جو امت موسویہ کا آخری حصہ ہے اس کے بگڑ جانے کے بعد بعثت محمدیہ مقدر تھی۔ (۲) پس جب دورِ توحید کے بعد مسیحی بگڑ گئے تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ضروری تھا۔ (۳) اسلام کی تعلیم ایسے قوانین اور ایسے اصول پر مبنی ہے کہ موسوی تعلیم اس سے بعض جگہ شدید اختلاف رکھتی ہے۔ اس وجہ سے موسوی اور عیسوی امتوں کے لئے اس کے ساتھ تعاون کرنا مشکل ہے مگر اس تعلیم کے بغیر نجات بھی نہیں (۴) پھر یہودی اور مسیحی لوگ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے دعویٰ کے وقت نہیں مانیں گے۔ بلکہ بحیثیت قوم ایک لمبے عرصہ کے بعد مانیں گے۔ اس عرصہ میں وہ اپنا روحانی سفر الگ الگ طور پر جاری رکھیں گے (۵) آخر ایک لمبے عرصہ کے بعد وہ تھک جائیں گے اور ان کے دل اپنی کوششوں کے ذریعہ امن حاصل کرنے سے مایوس ہو جائیں گے تب وہ اپنی حالت کا جائزہ لیں گے اور سمجھ لیں گے کہ یہ سفر ہم نے بغیر کسی مقصد کے جاری رکھا۔ درحقیقت ہمارا اکیلا سفر بہت پیچھے ختم ہو چکا ہے (۶) اس وقت وہ پیشگوئیاں جو قرآن کریم نے انکی کتب سے محفوظ کر لی ہیں ان کی ہدایت کا موجب ہونگی اور (۷) وہ ان قیود کو تسلیم کرنے کے لئے تیار ہو جائیں گے جن کو ماننے کے لئے تیار نہ تھے۔ اور اپنے وحشی جذبات کو قتل کر کے اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار جذبات پیدا کرنے پر آمادہ ہو جائیں گے تب اللہ تعالیٰ کا رحم ان پر نازل ہوگا اور وہ اس کی رحمت کے سمندر میں داخل ہو جائیں گے جس کا کوئی کنارہ نہیں جس کے بعد کوئی اور سمندر نہیں۔ سوائے اس کے جو اس کا حصہ ہو اور اسی میں سے ہو۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

الْقَرْنَيْنِ ۚ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ۝ اِنَّا

بھی سوال کرتے ہیں تو (انہیں) کہہ (کہ) میں ضرور اس کے متعلق کچھ ذکر تمہارے سامنے کروں گا ۸۳ ہم نے یقیناً

۸۳ حل لغات - القرنین : القرنٌ کا تثنیہ ہے اور القرن کے معنے ہیں - الروق من الحیوان جانور کا سینگ - القرن - مائۃ سنۃ - سو سال - القرنان کنایۃ عن مشارق الارض ومغاربہا یعنی قرنان کا لفظ بول کر کنایۃً مشرق اور مغرب کے ممالک مُراد لیتے ہیں - (اقرب)

تفسیر :- یہ ذوالقرنین کا واقعہ بھی ایسا ہے کہ خدا تعالےٰ نے استاذی المکرم حضرت مولوی نورالدین صاحب کو اس کی طرف رہنمائی کرنے کا فخر بخشا ہے - اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کے مضمون پر زمانہ حال کے بعض دوسرے مصنفوں نے بھی روشنی ڈالی ہے اور اس غلط خیال کی تردید کی ہے کہ اس سے مراد سکندر رومی ہے - اور بعض نے ذوالقرنین کے معنے یہ کئے ہیں کہ ایک بادشاہ جس کی حکومت مشرقی اور مغربی ممالک میں پھیل گئی تھی - بلکہ ایک جرمن ڈاکٹر ہرسیلاٹ مصنف بیلیا اور رینٹل نے تو یہ کہہ کر کہ اس سے مراد ایران کے ابتدائی بادشاہوں میں سے کوئی ہو قریباً صداقت پر ہاتھ جا مارا ہے - (دویریز کمنٹری آن قرآن) حضرت مولوی صاحب نے ذوالقرنین کے بارہ میں اپنی تحقیق کی بنیاد بائبل پر رکھی ہے - آپ فرماتے ہیں دانیال نبی کی ایک خواب بائبل میں لکھی ہے اس میں وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رؤیا میں ایک مینڈھا دیکھا جس کے دو سینگ تھے اور وہ مجیم اتردکن کی طرف سینگ مارتا تھا اور کوئی جانور اس کے سامنے نہ ٹھہر سکتا تھا، اور وہ جو چاہتا تھا کرتا تھا۔ (دانیال باب ۸ و ۴) پھر لکھا ہے کہ خدا تعالےٰ نے مجھے اس کی تعبیر یہ بتائی کہ "وہ مینڈھا جسے تو نے دیکھا کہ اس کے دو سینگ ہیں سو وہ مادہ اور فارس کے بادشاہ ہیں" (دانیال باب ۸ آیت ۲۰)

القرن

اس خواب کی بناء پر جس میں مادہ اور فارس کے بادشاہوں کو دو سینگ والے مینڈھے کی شکل میں دکھایا گیا ہے آپ فرماتے تھے کہ ذوالقرنین سے مراد مادہ اور فارس کا کوئی بادشاہ ہے - نیز آپ کا یہ بھی خیال تھا کہ یہ بادشاہ کیقباد تھا -

ذوالقرنین کے واقعہ کی طرف راہنمائی کا فخر حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضؓ کو

ذوالقرنین کا واقعہ بیان کرنے کی حکمت

حضرت استاذی المکرم کا خیال بیان کرنے کے بعد اب میں اپنی تحقیق بیان کرتا ہوں - مگر پیشتر اس کے کہ میں ذوالقرنین کے متعلق اپنی تحقیق بیان کروں میں یہ امر بیان کرنا چاہتا ہوں کہ ذوالقرنین کا واقعہ قرآن کریم میں کیوں بیان کیا گیا ہے اور اسے سورۃ کہف کے اس حصہ میں واقعہ اسراء کے بعد کیوں رکھا گیا ہے -

میں اوپر بیان کر آیا ہوں کہ سورۃ کہف میں اسلام اور مسیحیت کے مقابلہ کا ذکر ہے خصوصاً اس حصہ کا مقابلہ جو نیم سیاسی کہلا سکتا ہے یعنی ہے تو مذہبی مگر دونوں مذہبوں کی سیاسیات سے وابستہ ہے

سورۃ کہف کے واقعات کی ترتیب حکمت کے ماتحت ہے

سب سے پہلے اصحاب کہف کا واقعہ بیان کرکے بتایا کہ مسیحیت کی ابتداء کس طرح ہوئی اور وہ کس طرح بگڑے پھر موسیٰ علیہ السلام کے اسراء کے واقعہ کو بیان کرکے بتایا کہ اصحاب کہف کی نسلوں کی ترقی ایک حد تک جاکر رک گئی - کیونکہ موسیٰ کے اسراء میں یہ بات بتائی گئی تھی کہ موسیٰ کی قوم ایک حد تک جاکر روحانی ترقی سے محروم ہو جائیگی - اور اس وقت ایک اور نبی خدا تعالےٰ کی طرف سے ظاہر ہوگا اور یہ بھی بتایا گیا تھا - کہ موسیٰ کی قوم سے مراد اس جگہ موسوی سلسلہ کا آخری حصہ ہے یعنی مسیحی - ورنہ خالص موسوی حصہ تو پہلے ہی گزر چکا ہے - غرض اصحاب کہف کے واقعہ کے بعد

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اسراء موسیٰ کا واقعہ بیان کرکے بتایا کہ مسیحی قوم کی پہلی ترقی کا دور محمد رسول اللہ صلعم کی بعثت کیساتھ ختم ہو جائیگا چنانچہ بعد کے واقعات سے یہ پیشگوئی زبردست طور پر پوری ہوئی اور مومنوں کے ایمان کو اس سے بے انتہا تقویت ملی۔ کیونکہ مکی زندگی میں یہ خبر دینا کہ مسلمان عیسائیوں کو زک دیں گے ایک ایسی زبردست پیشگوئی ہے جس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ اس کے بعد ذوالقرنین کا واقعہ مسیحی قوم کی ترقی کے دوسرے دور کی خبر دینے کے لئے بیان کیا گیا ہے۔

اگر کہا جائے کہ اس طریق کو اختیار کرنے کی کیا ضرورت تھی معمولی طور پر مسیحیت کی ساری ترقی کو اکٹھا بیان کر دیا جاتا تو اس کا یہ جواب ہے کہ دنیا داروں کی نگاہ میں بے شک یہ معمولی بات ہے لیکن جو شخص دین کی اہمیت کو سمجھتا ہو وہ اسے کسی صورت میں جائز نہیں کہے گا۔ بلکہ قرآن کریم کے اختیار کئے ہوئے طریق کو ہی درست اور ضروری قرار دیگا۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ الٰہی قانون کے مطابق جو شروع زمانہ سے چلا آیا ہے اقوام کی مذہبی حالت چار قسم کی ہوتی ہے۔ (۱) وہ قومیں جو نبی وقت پر ایمان لاتی ہیں۔ اور اس ایمان پر ثابت قدم رہتے ہوئے دینی، دنیوی ترقیات حاصل کرتی ہیں۔ (۲) وہ قومیں جو نبی وقت پر ایمان لاتی ہیں لیکن بدکاریوں اور شرارتوں میں مبتلا ہو جاتی ہیں۔ یہ قومیں گو اللہ تعالیٰ کے غضب کے نیچے ہوتی ہیں لیکن اپنی قومی ہیئت تبدیل کئے بغیر اسی مذہب میں رہتے ہوئے اپنی اصلاح کرکے خدا تعالیٰ کے فضل کو دوبارہ جذب کر سکتی ہیں۔ کیونکہ نبی وقت پر انہیں ایمان ہوتا ہے۔ صرف عمل خراب ہو جاتے ہیں (۳) وہ قومیں جو نہ صرف بدعمل ہو جاتی ہیں بلکہ ان کی خرابی کے زمانہ میں دوسرا نبی آجاتا ہے اور وہ اس کے ماننے سے محروم رہ جاتی ہیں۔ اس وقت ان کی طرف سے کسی قسم کی اصلاح کی کوشش بھی خدا تعالیٰ کو راضی نہیں کر سکتی جب تک کہ وہ اپنی قومی ہیئت کو نہ بدلیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے آخری نبی کو قبول نہ کریں۔ (۴) وہ قومیں جو کسی نبی پر ایمان ہی نہیں رکھتیں اور ان کی سب ترقیات خالص دنیوی ہوتی ہیں۔ اور خدا تعالیٰ سے روحانی تعلق پیدا کرنے کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ وقت کے نبی پر ایمان لاکر اس کے احکام کے مطابق عمل کریں۔

اقوام کی مذہبی اقسام

ان چاروں حالتوں کے سمجھ لینے کے بعد یہ امر آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے کہ مسیحی ترقی کے دور اول کا آخری حصہ اس قوم کو دوسری قسم کی اقوام میں شامل کرتا ہے یعنی اس وقت وہ دین سے دور تو جا چکے تھے۔ مگر اپنی ہیئت بدلے بغیر اللہ تعالیٰ سے صلح کر سکتے تھے کیونکہ وہ حضرت مسیح کو جو وقت کے نبی تھے مانتے تھے۔ مگر اس کے بعد اسراء موسیٰ کی پیشگوئی کے مطابق محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ظاہر ہو گئے اور اب مسیحی قسم دوم سے نکل کر قسم سوم میں شامل ہو گئے۔ کیونکہ وہ مجمع البحرین کو بھول کر آگے نکل گئے یعنی ان کی عملی اور اعتقادی حالت ہی خراب نہ رہی بلکہ خدا تعالیٰ سے صلح کرنے کے لئے اب ضروری ہو گیا کہ وہ اپنی سیاست اور اپنے نظام کو بھی ترک کریں اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاکر اسلامی نظام اور اسلامی سیاست میں شریک ہو جائیں۔

ظاہر ہے کہ جب یہ دونوں قسمیں اس قدر مختلف ہوں اور خصوصاً جبکہ گفتگو نیم سیاسی اثرات کے متعلق ہو تو اس عظیم الشان فرق کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اور جبکہ اس طریق کلام سے مزید فائدہ یہ پہنچتا تھا کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود مسیحی دنیا کے سامنے پیش کیا جاتے تو یہ ترتیب نہ صرف ضروری معلوم ہوتی ہے بلکہ یک معجزانہ ترتیب معلوم ہوتی ہے

خلاصہ یہ کہ پہلے اصحاب کہف کا ذکر کیا گیا ہے جبکہ مسیحی یا تو نیک تھے یا بگڑ تو چکے تھے مگر نبی وقت کے ماننے والے تھے اور خدا تعالیٰ سے صلح کرنے کے لئے انہیں اپنی قوم اور اپنی سیاست کو چھوڑنے کی ضرورت نہ تھی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

س کے بعد مسیح کی زبانی محمد رسول اللہ کے ظہور کی خبر دی اور بتایا کہ اس نبی کے پیدا ہونے کے بعد مسیحی قوم کی حالت بدل جائے گی۔ انہیں پھر بھی ترقی تو ملے گی لیکن اس ترقی کے ساتھ ساتھ اللہ تعالےٰ سے صلح کرنی ناممکن ہوگی کیونکہ وقت کے نبی کو پیچھے چھوڑ کر وہ آگے نکل چکے ہونگے جب تک وہ واپس آکر اس نبی کے ہمرکاب نہ ہوں گے ان کی ترقیات خالص دنیوی ہوں گی اور آخرت کا اس میں کوئی بھی حصہ نہ ہوگا۔ اس طرح اس زمانہ کا حال الگ بیان کیا کیونکہ اس زمانہ کی مسیحی قوم نہ صرف سیاسی بلکہ مذہبی بھی پہلے مسیحیوں سے جداگانہ حیثیت رکھتی ہے۔

یہاں ایک اور بات قابل تشریح رہ جاتی ہے اور وہ یہ کہ ذوالقرنین کا ذکر بیچ میں کیوں کیا جبکہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے کا تھا۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ مسیحی ترقی کے دو دوروں کا نام آسمانی کتب میں الگ الگ رکھا گیا ہے۔ ایک دور اصحاب کہف کا دور ہے یعنی جبکہ اصحاب کہف والی کیفیت ان میں پیدا تھی۔ یا وہ اصحاب کہف کی طرح نیک بننے کی قابلیت رکھتے تھے گو عملاً نیک نہ ہوں۔ دوسرا دور آسمانی کتابوں میں دور یاجوج و ماجوج کہلاتا ہے۔ یعنی وہ دور جس میں نیک بننے کی قابلیت ہی ان سے جاتی رہے گی اور ایک نئے نبی کے ظہور کی وجہ سے وہ اپنی ہیئت قومی چھوڑ کر ہی خدا تعالیٰ کو پا سکیں گے اس نئے دور کے ساتھ ذوالقرنین کا تعلق ہے اور ذوالقرنین کے بعض اعمال اس دور کے پیدا ہونے کا موجب ہوئے ہیں۔ اور وہ اس طرح کہ یاجوج و ماجوج ان قوموں کا نام ہے جو شمالی ایشیا اور مشرقی یورپ کے علاقوں میں رہتی تھیں۔ ایشیا کی زرخیزی کی وجہ سے وہ اس پر حملے کرتی تھیں۔ اگر ان حملوں میں وہ کامیاب ہو جاتیں تو جس طرح آریہ قوم ہندوستان میں بس کر دوسری پرانی قوموں میں مل جل گئی ہے یہ قومیں بھی ایشیا کے مختلف ممالک میں پھیل کر دوسری اقوام کے ساتھ مل جاتیں اور ہر ملک کے مطابق مذاہب اختیار کر لیتیں اور کسی ایک مذہب پر جمع نہ ہوتیں لیکن خدا تعالےٰ کی قدرت سے ہوا یہ کہ ذوالقرنین (جس کے متعلق تفصیل آگے آئے گی) نے ان اقوام کے حملوں کو بڑی سختی سے روک دیا۔ اور یہ اقوام ایشیا کے انتہائی شمال مغرب اور یورپ کے مشرق میں گھر گئیں اور ذوالقرنین نے اس امر کا انتظام کیا کہ ان اقوام کے ایشیا میں آنے کی صورت ہی نہ رہے اور گویا ایک قسم کا بائیکاٹ کر دیا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہ اقوام یورپ میں پھیلنی شروع ہوئیں۔ اور چونکہ یورپ میں مذاہب میں سے صرف مسیحی مذہب تھا باقی بت پرستی ہی بت پرستی تھی۔ اس لئے دنیا کے پرانے مذاہب میں سے ان اقوام کو صرف مسیحیت سے واسطہ پڑا اور یہ اقوام آہستہ آہستہ سب کی سب مسیحی ہوگئیں اور ساری قومیں ایک ہی مذہب میں شامل ہو کر دوسری دنیا کے مقابلہ میں ایک زبردست جتھہ بن گئیں۔ اس طرح مذہبی عداوت کا بیج بویا گیا۔ اس کے علاوہ چونکہ ذوالقرنین کے ماتحت اور اس کی پالیسی پر عمل کر کے سب ایشیائی خان کو شمال کی طرف دھکیل دیا جو اس زمانہ کے لحاظ سے سب سے ردی اور سب سے حقیر علاقہ تھا۔ ان قوموں کے اندر ایشیا اور مشرق کی طرف آنے کی ایک زبردست خواہش پیدا ہوگئی جو اپنی شدت کی وجہ سے ہر نسل سے دوسری نسل کی طرف وراثتہً منتقل ہوتی چلی گئی اور اس طرح سیاسی عداوت کا بیج بویا گیا۔

مسیحی ترقی کے دو دوروں کا ذکر آسمانی کتابوں میں

غرض ذوالقرنین ایک لحاظ سے یاجوج ماجوج یا دجالی فتنہ کے پیدا کرنے کا موجب ہوا۔ پس اللہ تعالیٰ نے مسیحی ترقی کے اس دور کا ذکر کرنے سے پہلے ذوالقرنین کا ذکر کیا اور خصوصاً اس کے اس فعل کا جس کی وجہ سے یاجوج ماجوج اقوام کی تشریح یاجوج ماجوج کی ایک علیحدہ قومی اور سیاسی بنیاد پڑی۔

ذوالقرنین کے ذکر میں ایک اور حکمت بھی ہے اور وہ یہ کہ ذوالقرنین مادہ اور فارس کا بادشاہ تھا۔ پس اس لحاظ سے کہہ سکتے ہیں کہ یاجوج ماجوج کی پیدائش ایک فارسی نسل کے انسان کے ذریعہ سے ہوئی۔ اور اللہ تعلم

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کی سنّت ہے کہ جو اس کے نیک بندے ہوں جب ان کے کسی نیک فعل کے ثانوی ردّ عمل کے طور پر کوئی بدی پیدا ہو تو وہ نبی کی اولاد یا ہمو وطن یا مثل کے ذریعہ سے اس بدی کو دُور کر دیتا ہے کہ اس کے نیک بندے کے نام سے ایک دور کا عیب بھی منسوب نہ ہو۔ پس ذوالقرنین کا ذکر اس جگہ اس لئے کیا گیا۔ تا اس خبر کو بطور پیشگوئی بیان کر کے ایک دوسرے ذوالقرنین کی خبر دی جا سکے جو فارسی الاصل ہوگا اور یاجوج ماجوج کا مقابلہ کر کے اس کے زور کو توڑے گا اور اس طرح پہلے ذوالقرنین پر سے الزام کو دور کرے گا اور ذوالقرنین کا نام اس وجہ سے پائے گا۔ کہ اللہ تعالےٰ اُسے دونوں توموں کا وارث بنائے گا۔ ایک محمدویت کی قوت اور ایک مسیحیت کی قوت۔ وہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے علوم کا وارث ہونے کی وجہ سے مہدی کہلائے گا اور حضرت مسیحؑ کی صفات کو اخذ کرنے کی وجہ مسیح کہلائے گا۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ لَا مَهْدِیَ اِلَّا عِیْسٰی۔ پس ان دونوں توموں کے حاصل ہونے کے سبب سے اس کا نام ذوالقرنین ہوگا۔ نیز اس وجہ سے بھی کہ وہ بعض پیشگوئیوں کے مطابق دو صدیوں کو پائے گا۔ یعنی ایک صدی کے خاتمہ پر وہ خدا تعالےٰ سے الہام پائے گا اور دوسری صدی کے شروع ہونے پر اپنا کام ختم کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف اٹھایا جائیگا۔ اسی کی طرف حدیث ابن ماجہ میں اشارہ ہے کہ لَا مَهْدِیَ اِلَّا عِیْسٰی یعنی آنے والا موعود ذوالقرنین ہوگا من جہت مہدی اور من جہت عیسیٰ ہوگا۔

احادیث میں آتا ہے کہ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض صحابہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ یہ جو قرآن کریم میں آتا ہے کہ ایک اور جماعت بھی ہوگی جن کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پھر قرآن پڑھائیں گے اس سے کیا مراد ہے۔ یعنی اگر آپ فوت ہو چکے ہوں گے تو یہ کام کس طرح کریں گے اس کے جواب میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے سلمان فارسیؓ کی پیٹھ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَوْ کَانَ الْاِیْمَانُ بِالثُّرَیَّا لَنَالَهٗ رِجَالٌ مِّنْ هٰؤُلَاءِ (بخاری جلد ۱ کتاب التفسیر)

اور ابن مردویہ نے سعد ابن عبادہ سے جو روایت کی ہے اس میں لکھا ہے (رجال من فارس کہ فارسی لوگ ایمان کو پھر واپس لے آئیں گے۔ اور بعض روایات میں رَجُلٌ کا لفظ بھی آتا ہے (بخاری) یعنی ایک خاص موعود کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ان سب روایات کو ملا کر معلوم ہوتا ہے کہ ایک خاص موعود شخص جو فارسی الاصل ہوگا آخری زمانہ میں ایمان کے اُٹھ جانے کے بعد پھر ایمان کو واپس لائے گا۔ اور اس کے اس کام میں بعض اور فارسی الاصل لوگ بھی اس کے مؤید ہوں گے۔ اب رہا یہ سوال کہ اس کا یاجوج ماجوج کے زمانہ سے کیا تعلق ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم اور احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی یہ حالت آخری زمانہ میں ہوگی جبکہ یاجوج ماجوج اور دجّال کا ظہور ہوگا اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دونوں نام ایک ہی مذہب والوں کے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ یاجوج ماجوج کا لفظ سیاسی فتنہ پر دلالت کرتا ہے اور دجّال کا مذہبی فتنہ پر۔ پس دونوں قسم کی روایات کو ملا کر یہ حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے کہ یاجوج ماجوج کے زمانہ میں جو اشاعتِ کفر ہوگی اس کا مقابلہ ایک فارسی مرد کرے گا اور اس کے اس کام میں معاون بعض اور فارسی مرد بھی ہوں گے۔ پس فارسی الاصل ذوالقرنین کے فعل پر جو اعتراض پڑتا تھا۔ اس کا بھی اس کے تفصیلی حالات بیان کر کے ازالہ کر دیا اور اس واقعہ کو قرآن کریم میں بطور پیشگوئی کے۔ بیان کر کے یہ بھی بتا دیا کہ اگر ایک ذوالقرنین نے دنیوی طور پر یاجوج ماجوج کے حملوں کی روک تھام کی تھی تو ایک اور ذوالقرنین ان کے مذہبی حملوں کی جو آئندہ زمانہ میں ہونے والے ہیں روک تھام کرے گا۔

(صاحبان ذوق کے لئے یہ نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جس طرح دوسرے ذوالقرنین پر اعتراض کیا گیا ہے کہ یہ اصل میں فارسی الاصل نہیں کیونکہ اس کے آباء فارسی ہونے سے پہلے چینی علاقہ کے رہنے والے تھے۔ اسی طرح ذوالقرنین اول کی نسبت تاریخ میں آتا ہے کہ وہ

ذوالقرنین اوّل فارسی الاصل تھا

حضرت مسیح موعودؑ اور ذوالقرنین کے فارسی الاصل ہونے میں مناسبت

یاجوج ماجوج دجّال تینوں ہی مذہب والوں کے نام ہیں

ذوالقرنین پر پیش کردہ اعتراض کہ فارسی الاصل نہیں

Presented by: Rana Jabir Abbas

اصل میں مادہ کا تھا فارسی صرف عارضی تعلقات کی وجہ سے کہلاتا ہے)

میں اس جگہ ایک اور شبہ کا ازالہ بھی کر دینا چاہتا ہوں کہ بعض بھائی لوگ ان پیشگوئیوں کو بہاء اللہ پر چسپاں کرتے ہیں کہ وہ فارسی الاصل تھے۔ مگر یہ درست نہیں۔ کیونکہ احادیث سے صاف ظاہر ہے کہ جس موعود کا ذکر ہے وہ قرآن کریم کی تعلیم دے گا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب ہوگا۔ کیونکہ سورۂ جمعہ کی جس آیت کے متعلق آپؐ نے جو کچھ فرمایا۔ اس کا تو مضمون ہی یہ ہے کہ ایک دفعہ تو اب قرآن کی تعلیم محمد رسول اللہ صلعم نے عربوں کو دی ہے اور ایک دفعہ پھر وہ ایک اور قوم کو جو ابھی تک پیدا نہیں ہوئی یہی تعلیم دیں گے۔ پس وہی شخص اس پیشگوئی کو پورا کرنے والا ہو سکتا ہے جو (۱) فارسی الاصل ہو (۲) دوسرے محمد رسول اللہ کے شاگرد ہونے کا مدعی اور قرآن کریم کی تعلیم دینے والا ہو (۳) آیات قرآنیہ کو ساتھ ملا لیا جائے تو یہ شرطیں بھی شامل کرنی پڑیں گی کہ وہ ذوالقرنین ہو یعنی دو صدیوں کو پانے والا ہو (۴) وہ یاجوج ماجوج کے فتنہ کو جس کا جزو اعظم بندوں کو خدائی صفات دینا ہے تباہ کرے۔

ان میں سے فارسی الاصل ہونے کے سوا کوئی بات بہاء اللہ میں نہیں پائی جاتی۔ نہ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگرد ہیں نہ قرآن کی طرف لوگوں کو بلاتے ہیں نہ انہوں نے دو صدیاں پائیں اور نہ انہوں نے یاجوج ماجوج کے فتنہ کو توڑا بلکہ انہوں نے تو اپنے آپ کو خدا کہہ کے اس فتنہ کی آگ میں تیل چھڑکا ہے اور اسے اور بھی بھڑکا دیا ہے۔

ان تمہیدوں اور ترتیب مضمون کو بیان کرنے کے بعد اب میں ذوالقرنین کے متعلق اپنی تحقیق بیان کرتا ہوں میں اوپر بتا چکا ہوں کہ جیسا کہ سابق مفسروں اور یورپین محققین کا خیال ہے اور جیسا کہ حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ خلیفہ اول جماعت احمدیہ نے بیان کیا ہے۔ میرے نزدیک بھی ذوالقرنین ایرانی بادشاہوں میں سے کسی ایک بادشاہ کا نام ہے۔ حضرت مولوی صاحب رضی اللہ عنہ اس کا نام کیقباد بتاتے تھے۔

ذوالقرنین کی صفات بہاءاللہ میں نہیں پائی جاتیں

بعض نے آپ کی تحقیق میں یہ فرق کر دیا ہے کہ اس بادشاہ کو دارا اول قرار دیا ہے۔ مگر میرے نزدیک ہمیں سب سے اول ان شرائط کو دیکھنا چاہیئے کہ جو قرآن کریم میں بیان ہوئی ہیں اور پھر اس بادشاہ کی تعیین کرنی چاہیئے۔ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ (۱) ذوالقرنین کو الہام یا خواب میں آئی تھیں (۲) وہ اپنے علاقہ سے تو ملک فتح کرتے ہوئے مغرب کی طرف چلا گیا جہاں ایک سیاہ چشمہ میں سورج ڈوب رہا تھا (۳) اس کے بعد وہ مشرق کی طرف متوجہ ہوا اور مشرقی ممالک کو فتح کیا (۴) پھر وہ ایک درمیانی علاقہ کی طرف گیا جہاں سے یاجوج و ماجوج حملہ کر رہے تھے اور اس نے وہاں دیوار بنائی۔

ذوالقرنین کی علامات قرآن کریم سے

ہمیں ذوالقرنین کی تعیین کرنے سے پہلے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ جو شخص ہمارے ذہن میں مشار الیہ ذوالقرنین کہلانے کا مستحق ہے اس میں یہ باتیں پائی جاتی ہیں یا نہیں۔ خصوصاً اس امر کو کہ وہ صاحب الہام اور خدا تعالےٰ کا مقبول بھی ہے یا نہیں۔

یہ امر تو پہلے طے ہو چکا ہے کہ مید اور فارس کے بادشاہوں میں سے ہی کوئی بادشاہ یہاں مراد ہے کیونکہ دانیال کی رؤیا نے ان ہی کو ذوالقرنین کا نام دیا ہے ہم نے دیکھنا یہ ہے کہ ان میں سے کونسا بادشاہ یہ صفات اپنے اندر رکھتا ہے۔ سب سے اول اور اہم صفت الہام کی صفت ہے۔ اس بارہ میں ہم تاریخ کو دیکھتے ہیں تو فارس کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ ہم کو ایسا ملتا ہے کہ جسے الہام ہوتا تھا اور جس کی نیکی اور تقویٰ کی تعریف ہم کو دوسرے انبیاء کے کلام سے بھی ملتی ہے اور یہ بادشاہ خورس ہے جسے انگریزی میں CYRUS لکھتے ہیں یسعیاہ نبی

ذوالقرنین کے متعلق اپنی تحقیق

ذوالقرنین سے مراد خورس شاہ ایران ہے

Presented by: Rana Jabir Abbas

اس بارہ میں لکھتے ہیں :-

خورس مسیح تھا

" خداوند اپنے مسیح خورس کے حق میں یوں فرماتا ہے کہ میں نے اس کا داہنا ہاتھ پکڑا کہ امتوں کو اس کے قابو کروں اور بادشاہوں کی کمریں کھلوا ڈالوں اور دہرائے ہوئے دروازے اس کے لئے کھول دوں اور وہ دروازے بند نہ کئے جائیں گے میں تیرے آگے چلونگا اور ٹیڑھی جگہوں کو سیدھا کروں گا میں پیتل کے دروازوں کے جڑاجڑیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کرونگا اور لوہے کے بینڈوں کو کاٹ ڈالوں گا اور میں گڑے ہوئے خزانے اور پوشیدہ مکانوں کے گنج تجھے دونگا تاکہ تو جانے کہ میں خداوند اسرائیل کا خدا ہوں جس نے تیرا نام لے کے بلایا ہے میں نے اپنے بندے یعقوب اور اپنے برگزیدے اسرائیل کے لئے تجھے تیرا نام صاف صاف لے کے بلایا میں نے تجھے مہربانی سے پکارا گو کہ تو مجھ کو نہیں جانتا۔" (یسعیاہ باب ۴۵ آیات ۱ تا ۴)

یسعیاہ نبی کے اس کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ خورس نامی مید اور فارس کا بادشاہ خدا تعالےٰ کی طرف سے برکت دیا گیا کیونکہ اُسے مسیح کہا گیا ہے (یہ حقیقت یاد رکھنے کے قابل ہے کہ خورس کو جو ذوالقرنین تھا مسیح کہا گیا ہے اور مسیح موعود کو ذوالقرنین) پھر لکھا ہے کہ اُسے حکومت اللہ تعالےٰ نے اپنے خاص فضل سے دی تھی۔ یہی قرآن کریم ذوالقرنین کی نسبت فرماتا ہے اِنَّا مَكَّنَّا لَهُ فِي الْأَرْضِ وَ اٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا۔ ہم نے اُسے بادشاہت دی تھی اور ہر ضروری امر کو حاصل کرنے کے ذرائع بخشے تھے اسی طرح لکھا ہے کہ میں تیرے آگے چلوں گا اور تیری ٹیڑھی جگہوں کو سیدھا کروں گا جس سے اشارہ ہے کہ وہ بہت سفر کرے گا یہی قرآن کریم سے ظاہر ہوتا ہے۔ پھر یسعیاہ کے الہام میں ہے کہ میں خداوند اسرائیل کا خدا

خورس کی بزرگی کا ثبوت تاریخوں سے

ہوں جس نے تجھے نام لے کے بلایا ہے۔ قرآن کریم میں بھی آتا ہے کہ قُلْنَا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ ہم نے ذوالقرنین کو نام لے کر پکارا۔ پھر لکھا ہے میں نے تجھے مہربانی سے پکارا ہے۔ پھر لکھا ہے کہ گو تو مجھے نہیں جانتا۔ اور یہ اس طرف اشارہ ہے کہ وہ خدا تعالےٰ کی پرستش تورات کے ناموں سے نہیں کرتا تھا بلکہ دوسرے ناموں سے۔ چنانچہ تاریخ سے ثابت ہے کہ وہ زردشت نبی کا پیرو تھا۔

خورس کی بزرگی کا ثبوت تمام تاریخوں سے ملتا ہے۔ اس کے بارہ میں لکھا ہے کہ اس کے دشمن بھی اس سے محبت کرتے تھے۔ بلکہ جب وہ کسی حکومت پر حملہ کرتا تو اس کی نیکی اور اس کے انصاف کی وجہ سے شہر والے دروازے کھول کر اس سے جا کر مل جاتے اور اپنے بادشاہ کو چھوڑ دیتے۔ یسعیاہ نبی نے بھی اپنا الہام اس بارہ میں لکھا ہے جس کے یہ الفاظ ہیں " خورس کے حق میں کہتا ہوں کہ یہ میرا چرواہا ہے وہ میری ساری مرضی پوری کرے گا۔" (باب ۴۴ آیت ۲۸) اس کی نیکی اور اس کے اخلاق کے متعلق مورخین نے جو آراء ظاہر کی ہیں وہ یہ ہیں :-

ہسٹوریز ہسٹری آف دی ورلڈ جلد ۲ صفحہ ۵۹۶
(HISTORIANS HISTORY OF THE WORLD)

میں مشہور مورخ ڈیوفین کی رائے لکھی ہے کہ :-

" میں نے ایک دفعہ انسانی فطرت پر غور کیا اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ انسان کے لئے اپنی فطرت کے مطابق دوسرے انسانوں پر حکومت کرنا آسان ہے مگر فرشتوں پر حکومت کرنا مشکل ہے کیونکہ میں نے غور کیا کہ کتنے ہی آقا ہیں جن کے گھر میں تھوڑے یا زیادہ نوکر ہیں مگر وہ اپنے نوکروں سے بھی اطاعت نہیں کروا سکتے پس اس سے میرا یہی خیال ہوا کہ ایسا ایک بھی آدمی نہیں جو انسان پر حکومت کر سکتا ہو۔ دوسرے جانداروں پر حکومت کرنے والے کئی ہیں مگر یہ سوچتے سوچتے مجھے خورس بادشاہ کا خیال آیا جس نے میری رائے بدل دی اور میں نے کہا کہ انسانوں پر حکومت کرنی مشکل نہیں۔ میں نے دیکھا کہ بعض

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ایسے لوگ تھے جنہوں نے خوشی سے سائرس کی ماتحتی اختیار کی۔ حالانکہ بعض ان میں سے ایسے تھے جو اس سے دو مہینے کی راہ پر بعض چار مہینے کی راہ پر تھے۔ بعض ایسے بھی تھے جنہوں نے کبھی اُسے دیکھا ہی نہ تھا اور ایسے بھی تھے جنہیں اُسے دیکھنے کی توقع بھی نہ ہو سکتی تھی۔"

پھر لکھا ہے۔ "اس نے لوگوں کے دل میں ایک پُرزور خواہش پیدا کر دی تھی کہ وہ اُسے خوش رکھیں اور کہ وہ ہمیشہ ان پر حکومت کرتا رہے اس نے اتنی قوموں پر حکومت کی کہ ان کی تعداد کا شمار مشکل ہے مشرق سے مغرب تک اس کی حکومت پھیلی ہوئی تھی۔"

پھر اسی کتاب میں موجودہ زمانہ کے مؤرخین کی رائے کا یہ خلاصہ لکھا ہے

"اگر بڑائی انصاف کے لئے لڑنے بلکہ اس کے لئے جان دینے کے لئے تیار رہنے کا نام ہے تو وہ (یعنی خورس) بڑا بادشاہ تھا۔" پھر لکھا ہے :-

"وہ محض اپنی ذات کے لئے کچھ نہ کرتا تھا۔ وہ ایسا تھا کہ جب میڈیا کی حکومت، بابل کی حکومت اور مصر والوں نے اتفاق کر کے اس پر حملہ کیا تو اس نے محض دفاع کی خاطر تلوار اٹھائی۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ رحم مجسم تھا۔ اس کی ڈھال پر ناجائز خون کا قطرہ نہ گرا تھا۔ نہ بھیانک انتقام یا ظلم سے اُس نے ہاتھ رنگے۔ اس نے مقدونیہ والے بادشاہ کی طرح کبھی شہر نہیں جلائے۔ اس نے دیگر بادشاہوں کی طرح مغلوب بادشاہوں کے ہاتھ پاؤں نہیں توڑے اس نے یہودی بادشاہوں کی طرح کبھی دیواروں پر ان کو نہیں گھسیٹا نہ اُس نے رومیوں کی طرح مغلوب بادشاہوں کو پھانسی دی۔ نہ اُس نے یونانیوں کے پامل خدا اسکندر کی طرح خونریزی کی۔ وہ بے شک ایشیائی تھا مگر وہ ایسے لوگوں میں سے تھا جو اپنے زمانہ سے بہت پہلے پیدا ہو جاتے ہیں۔

وہ دوسرے انسانوں سے بہت نرم دل تھا۔ وہ اپنی قوم کے رواج اور دستور سے بہت آگے نکلا ہوا تھا انسانی نسل کی انتہائی ترقی جو آئندہ ہونے والی تھی اس پر وہ قائم تھا۔ اس نے اپنی زبردست حکومت کی بنیاد اس پر رکھی تھی کہ ملکوں کو فتح کر کے ان کے درجہ کو بڑھایا جائے اور مفتوحوں کو مساوی حقوق دئے جائیں۔ ٹائر کا وہ شہر جس نے نبوکد نضر اور سکندر کے آگے بڑے بڑے محاصروں کے بعد اپنے آپ کو سپرد کیا اس شہر نے اس کے جاتے ہی اپنی مرضی سے اپنے دروازے کھول دئے۔" پھر لکھا ہے کہ:-

"سب سے بڑھ کر وہ چھوٹی قوم جو یہودی کہلاتی ہے اس نے بابل کے دریا پر اس کا اس طرح استقبال کیا کہ کسی فانی انسان کا استقبال اس نے اس جوش سے کبھی نہیں کیا۔" پھر لکھا ہے :-

"وہ اپنے زمانہ کی پیداوار نہ تھا۔ بلکہ اس نے زمانہ کو پیدا کیا اور وہ اس کا باپ تھا۔ وہ تاریخ انسانی میں ایک منفرد اور بے مثل بادشاہ تھا۔"

(ہسٹوریئنز ہسٹری آف دی ورلڈ جلد ۲ صفحہ ۵۹۶-۶۰۰)

اب میں اس مضمون کو لیتا ہوں کہ وہ خدا تعالیٰ سے سچی خوابیں پانے کا مدعی تھا۔

اسی کتاب میں لکھا ہے کہ وہ ایک دفعہ ایک مہم پر جا رہا تھا کہ اس نے خواب دیکھا۔ کہ دارا جو اس کا رشتہ میں بھتیجا تھا۔ اس کے دو پر نکلے ہیں ایک یورپ پر پھیلا ہوا ہے اور دوسرا ایشیا پر۔ اس نے صبح اس کے باپ کو بلایا جو اس کے ساتھ تھا اور اُسے کہا تمہارا لڑکا معلوم ہوتا ہے میرے خلاف سازش کر رہا ہے۔ پھر اس نے کہا کہ میں اس یقین کی وجہ بھی بتا دیتا ہوں اور وہ یہ کہ آج میں نے ایسا ایسا خواب دیکھا ہے اور خدا تعالیٰ کا میرے ساتھ اس محبت کی وجہ سے جو وہ مجھ سے رکھتا ہے یہ سلوک ہے کہ ایسے تمام اہم امور جو میری ذات پر گہرا اثر ڈالنے والے ہوں وہ مجھے بتا دیا کرتا ہے۔ (جلد ۲ صفحہ ۵۹۵)

اس خواب کی تعبیر میں گو اس نے غلطی کھائی اور سمجھا

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ہے کہ شاید دارا اس کے خلاف کوئی سازش کر رہا ہے۔ لیکن جو اس کی تعبیر تھی وہ اپنے وقت پر شاندار طور پر پوری ہوئی۔ اور وہ اس طرح کہ خورس کے بعد اس کا بیٹا بادشاہ ہوا اور اسے لوگوں نے قتل کر دیا۔ اس پر دارا نے چند شہزادوں کے ساتھ مل کر اس غاصب کو قتل کر دیا اور آخر متفقہ فیصلہ سے دارا کو بادشاہ بنایا گیا جس نے یورپ اور ایشیاء کے بڑے حصہ کو فتح کر کے ایرانی حکومت کو بہت بڑھا دیا۔

خورس کی بادشاہت اور دیگر فتوحات سے متعلق پیشگوئیاں

بائبل سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اُسے الہام ہوتا تھا۔ کیونکہ بائبل میں لکھا ہے:-

خورس کا الہام ہونے کا ثبوت بائبل سے

"اور شاہ فارس خورس کی سلطنت کے پہلے برس میں اس خاطر کہ خداوند کا کلام جو یرمیاہ کے منہ سے نکلا تھا پورا ہو۔ خداوند نے شاہ فارس خورس کا دل اُبھارا کہ اس نے اپنی تمام مملکت میں منادی کرائی اور اسے قلمبند بھی کر کے یوں فرمایا۔ شاہ فارس خورس یوں فرماتا ہے کہ خداوند آسمان کے خدا نے زمین کی ساری مملکتیں مجھے بخشیں اور مجھے حکم کیا ہے کہ یروشلم کے بیچ جو یہوداہ میں ہے۔ اس کے لئے ایک مسکن بناؤں۔ پس اس کی ساری قوم میں سے تمہارے درمیان کون کون ہو اس کا خدا اس کے ساتھ ہو اور وہ یروشلم کو جو شہر یہوداہ ہے جائے اور خداوند اسرائیل کے خدا کا گھر بنائے جو یروشلم میں ہے۔" (عزرا ۱/۱ تا ۳)

خورس کی جنگ یاجوج ماجوج سے ہوئی۔

گویا خدا تعالےٰ نے اُسے برگزیدہ کر کے اُسے مملکتیں اور حکومتیں بخشیں پھر اُسے الہام کر کے یروشلم کا مقدس گھر بنانے اور یہودیوں کے قید سے رہا کرنے کا حکم دیا۔

دوسری علامت قرآن کریم سے ذوالقرنین کی یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس کی فتوحات پہلے مغرب کی طرف شروع ہوئیں اور وہ ملک پر ملک فتح کرتے کرتے ایسے مقام پر پہنچ گیا۔ جہاں اس نے سورج کو ایک ایسے چشمہ میں ڈوبتے ہوئے دیکھا جس میں سیاہ مٹی ملی ہوئی تھی (یعنی اس کے پانی کا رنگ سیاہ تھا اس سے مراد بحیرہ اسود ہے جسے انگریزی میں BLACK SEA کہتے ہیں) چنانچہ خورس کے ساتھ ایسا ہی معاملہ گذرا ہے۔ جب اُسے اللہ تعالےٰ نے طاقت بخشی تو مغربی ممالک کے بادشاہوں نے ایکا کر کے اس پر حملہ کر دیا اور اس طرح اس کی فتوحات اپنے ملک سے باہر مغربی طرف شروع ہوئیں اور بابل۔ نینوا اور یونانی نوآبادیات جو ایشیائے کوچک کے شمال میں بحیرہ مارمورا تک پھیلی ہوئی تھیں، خورس نے فتح کر لیں اور اس طرح اس چشمہ تک پہنچا۔ جو اس کے ملک کی مغرب کی طرف تھا اور جس کا پانی سیاہ تھا (یہ تمام علاقے تاریخ سے ثابت ہے کہ اس نے فتح کئے تھے)۔ (دیکھو ہسٹورینز ہسٹری آف دی ورلڈ نیز جیوش انسائیکلو پیڈیا جلد ۲ صفحہ ۳۰۵)

تیسری علامت قرآن کریم نے یہ بیان فرمائی ہے کہ مغربی علاقوں کو فتح کرنے کے بعد ذوالقرنین نے مشرق کی طرف توجہ کی اور تاریخ سے اس امر کا بھی پتہ ملتا ہے کہ مغربی علاقوں کی فتح کے بعد خورس نے مشرقی ممالک کو فتح کیا اور افغانستان تک اور بخارا اور سمرقند تک اس کی حکومت پھیل گئی (ہسٹورینز ہسٹری آف دی ورلڈ ج ۲ صفحہ ۵۹۳)

چوتھی علامت قرآن کریم بتاتا ہے کہ سفر کے درمیان بعض علاقوں کی طرف توجہ کی۔ اور وہاں ایک دیوار بنائی کیونکہ یاجوج ماجوج وہاں سے حملے کرتے تھے۔ تاریخ سے مندرجہ ذیل امور کا ثبوت ملتا ہے۔

اوّل۔ خورس کی جنگ یاجوج ماجوج سے ہوئی ہے۔ اور اس نے ان کے حملوں سے اپنی مملکت کے بعض علاقوں کو بچایا ہے۔

اس مسئلہ کو سمجھنے کے لئے پہلے یہ سمجھنا چاہیئے کہ یاجوج ماجوج کن قبائل کو کہتے ہیں۔ اس کے لئے بھی ہم کو

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بائبل سے مدد ملتی ہے بائبل میں یاجوج ماجوج کی نسبت لکھا ہے

" اے آدم زاد تو جوج کے مقابل جو ماجوج کی سرزمین کا ہے اور روس اور مسک اور ٹوبال کا سردار ہے اپنا منہ کر اور اس کے برخلاف نبوت کر" (حزقیل باب ۳۸ ۲)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بائبل جس نے سب سے پہلے ہمیں یاجوج و ماجوج سے روشناس کرایا ہے شمالی علاقہ کے رہنے والے لوگوں کو یاجوج و ماجوج کہتی ہے اور ان کا مقام روس۔ ماسکو اور ٹوبالسک بتاتی ہے جو سارا علاقہ شمالی ہے۔ اس کے بعد بائبل سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کا مقابلہ فارس کا کوئی بادشاہ کرے گا کیونکہ لکھا ہے کہ وہ فارس پر قابض ہو گئے ہوئے ہیں چنانچہ لکھا ہے۔

" اور ان کے ساتھ فارس اور کوش اور فوط (ہیں)"

(حزقیل باب ۳۸۔ ۵)

یعنی جب یہ پیشگوئی کی گئی ہے۔ یاجوج کے ماتحت فارس کا علاقہ تھا۔

اب ہم تاریخوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ یاجوج و ماجوج کی نسبت کیا رائے ظاہر کرتی ہیں۔ پرانے مورخوں میں سے جوزیفس کا بیان ہے کہ یہ سیدین SEYTHIENS قبائل کا نام ہے۔ تورات سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ کیونکہ پیدائش باب ۱۰ ۲ میں لکھا ہے کہ " یافث کے بیٹے یہ ہیں۔ جمر اور ماجوج اور مادی" جمر سمیریئنز (CIMMERIANS) کا نام ہے جو ایشیائے کوچک کے مشرقی طرف رہتے تھے۔ اور مادی میدیا والوں کا نام ہے ان دونوں کے درمیان کا علاقہ میدینز ہی کا علاقہ ہے۔ جیروم لکھتا ہے کہ ماجوج کوہ قاف کے اوپر بحیرہ اخضر کے اوپر رہتے ہیں یہ بھی وہی شمالی علاقہ ہے جس میں سیدین رہتے تھے (جیوش انسائیکلو پیڈیا جلد ۶ صفحہ ۱۹)

اس تحقیق کے بعد اب ہم دیکھتے ہیں کہ جیسا کہ بائبل نے لکھا ہے کہ یاجوج ماجوج اس زمانہ میں فارس پر حاکم ہو گئے تھے۔ کیا سیدینز کے بارہ میں یہ امر ثابت ہے سو اس کے متعلق ہم تاریخ میں یہ لکھا پاتے ہیں۔ "تب جیسا کہ ہم لکھ آئے ہیں فارس سیدینز کے ہاتھوں میں آگیا یا دوسرے لفظوں میں مادیوں کے بادشاہ کے ہاتھوں میں آگیا (مادیا رہنے بائبل پر اس وقت سیدینز حکومت کر رہے تھے) جس بادشاہ کا پایہ تخت اس وقت اکباتانا ECBATANA) میں تھا جس کے ہاتھ سے فارس کو خورس اعظم نے چھڑوایا" (ہسٹوریئنز ہسٹری آف دی ورلڈ جلد ۲ صفحہ ۵۸۵) اس واقعہ سے نہ صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ یاجوج ماجوج کا قبضہ فارس پر رہ چکا تھا بلکہ یہ بھی کہ خورس نے یاجوج ماجوج کو شکست دے کر فارس کو ان کے قبضہ سے آزاد کرایا تھا۔ ان کا بار بار حملہ کر کے جنوبی اقوام کو تکلیف دینا بھی تاریخ سے ثابت ہے چنانچہ ہیروڈوٹس لکھتا ہے کہ سیدینز کوہ قاف اور بحیرہ اخضر کے درمیان سے درّہ دربند کے راستے شمالی ممالک کی طرف سے جنوبی ممالک پر حملے کیا کرتے تھے۔

دوسری شق آخری علامت کی قرآن کریم سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ ذوالقرنین نے یاجوج ماجوج کے حملوں سے بچانے کے لئے ایک دیوار بنائی تھی۔

پہلے تو ہم دیکھتے ہیں کہ کیا اس علاقہ میں کسی دیوار کا پتہ ملتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں عین اسی مقام پر جسے ہیروڈوٹس نے سیدینز کے حملہ کا راستہ بتایا ہے دیوار بنی ہوئی تھی۔ وہ دربند کی دیوار کے نام سے مشہور ہے۔ دربند کی دیوار اور غالباً دربند اسی وجہ سے اس جگہ کا نام پڑا ہے کہ اس یاجوج ماجوج کی دیوار ہے جگہ دیوار کھینچ کر سیدینز کو روکا گیا تھا۔ چنانچہ دربند کے متعلق انسائیکلو پیڈیا برٹینکا میں لکھا ہے کہ اس جگہ ایک دیوار تھی جو اپنی تعمیر کے وقت ۲۹ فٹ اونچی تھی اور دس فٹ چوڑی تھی اس میں لوہے کے دروازے تھے اور تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر نگرانوں کے لئے منار بنے ہوئے تھے تاکہ وہاں سے نگرانی کر سکیں یہ بیچاس میل لمبی ہے اور بحیرہ اخضر

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سے کوہ قاف تک چلی گئی ہے پھر انسائیکلوپیڈیا برٹینکا میں لکھا ہے کہ یہ دیوار سکندر کی دیوار ہے۔ مگر اُسے قبادنے جو ساسانی بادشاہ تھا دوبارہ مرمت کروایا تھا۔

ان بیانات سے یہ تو معلوم ہو گیا کہ یہاں کوئی دیوار موجود تھی۔ مگر یہ کہ اس دیوار کو خورس نے بنایا تھا۔ اس کا ثبوت تاریخ سے اس وقت تک مجھے نہیں مل سکا۔ ہاں میں سمجھتا ہوں کہ سکندر کا اس دیوار کو بنانا بالکل خلاف عقل ہے۔ سکندر کے متعلق تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ ۳۳۳ء قبل مسیح کی گرمی کے موسم میں اس نے دارا کو آخری شکست دی ہے اور دارا مارا گیا ہے (انسائیکلوپیڈیا برٹینکا جلد اول صفحہ ۵۶۹) لیکن اس فتح سے اُسے ایران پر قبضہ حاصل نہیں ہوا۔ بلکہ اس کے مقابل پر کئی صوبوں کے لشکر ابھی موجود تھے اس لئے وہ بغیر دم لئے آگے بڑھتا گیا لیکن جونہی وہ آگے بڑھا پچھلے علاقہ میں بغاوت ہو گئی اور اُسے واپس آنا پڑا۔ بنابریں وہ فرو کر کے سکندر کابل کی طرف بڑھا جہاں اس کی فوج میں بغاوت شروع ہو گئی۔ اور مورخین کے نزدیک ۳۲۹ء قبل مسیح کی سردی کے موسم میں وہ ہندوستان کی طرف بڑھا۔ یہ سفر اس قدر سرعت سے طے ہوا ہے کہ بعض مؤرخ اس کے متعلق شک ظاہر کرتے ہیں۔ بہرحال یہ امر ثابت ہے کہ سکندر راستہ میں کہیں ٹھہرا نہیں۔ بلکہ لڑتا بھڑتا ہندوستان کی طرف چلا گیا ہے۔ جہاں سے وہ جہازوں کے راستہ واپس لوٹا۔ اور ۳۲۴ء قبل مسیح میں ایران پہنچا۔ وہاں تھوڑا سا عرصہ رہنے کے بعد جس میں اُسے اپنی فوجوں کی بغاوت فرو کرنے کی پھر ضرورت پیش آئی وہ گھر کو روانہ ہوا۔ اور ۱۳ جون ۳۲۳ء قبل مسیح راستہ ہی میں مر گیا۔ ان حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسے اتنی بڑی دیوار بنانے کا ہرگز موقع نہ مل سکتا تھا۔ پس معلوم ہوتا ہے کہ یہ دھوکا اس امر سے لگا ہے کہ بعض مسلمان مفسرین کا خیال تھا کہ سکندر ذوالقرنین تھا پس اس سے بعض مصنفوں نے دھوکا کھا کر اس دیوار کو سکندر کی دیوار سمجھ لیا۔

سکندر کا اس دیوار کو بنانا خلاف عقل ہے

دلائل کہ یہ دیوار خورس نے بنائی۔

مگر صرف اتنا ثابت کرنا کافی نہیں کہ سکندر نے یہ دیوار نہیں بنائی بلکہ اس سے زیادہ ایسے ثبوت کی ضرورت ہے جس سے معلوم ہو کہ یہ دیوار اگر یقیناً نہیں تو غالباً خورس نے بنائی تھی چونکہ تاریخ سے اس وقت تک کوئی ایسا ثبوت نہیں ملا جس سے قطعی طور پر ثابت ہو کہ یہ دیوار خورس نے بنائی ہے ہم قیاس سے ہی کام لے سکتے ہیں۔ چنانچہ میں نے تاریخی واقعات کی بنا پر یہ نتیجہ نکالا ہے کہ یہ دیوار خورس ہی نے بنائی ہے اور میرے دلائل یہ ہیں

(۱) تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ دارا نے جو خورس کے بیٹے کے بعد بادشاہ ہوا اور جس کے متعلق خورس نے خواب دیکھی تھی کہ مشرق و مغرب میں اس کی حکومت ہو گی۔ سیدینز کا زور توڑنے کے لئے یونان میں سے گزر کر یورپ کی طرف جا کر سیدینز پر حملہ کیا تھا۔ اب یہ بات خلاف عقل معلوم ہوتی ہے کہ جبکہ سیدینز اس کے شمالی جانب اس کے ملک کے پاس ہی بستے تھے وہ ان پر حملہ کرنے کے لئے یورپ سے گیا ہو۔ پس اس واقعہ سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ چونکہ خورس نے دربند کے پاس دیوار بنا دی تھی اور ایک بڑی فوج کو لے کر ان کے ملک پر صرف چند چھوٹے چھوٹے دروازوں سے حملہ کرنا خالی از خطرہ نہ تھا۔ اور دیوار کو توڑنا اور بھی پُرخطر تھا۔ پس دارا نے سیدینز کا زور توڑنے کے لئے یورپ کی طرف سے جا کر حملہ کیا۔ تاکہ ایک طرف سے دیوار ان کو روک رہی ہو اور دوسری طرف سے اس کی فوجیں ان پر حملہ آور ہو جائیں۔

(۲) دوسرا امر جس سے اس بارہ میں قیاس کیا جا سکتا ہے یہ ہے کہ اگر درّہ دربند میں دارا سے پہلے دیوار موجود نہ تھی تو دارائے اول جیسے عقلمند بادشاہ کی نسبت یہ خیال نہیں کیا جا سکتا کہ وہ اپنے ملک کو ننگا چھوڑ کر ہزار میل کا چکر کاٹ کر سیدینز پر حملہ کرنے کے لئے گیا تھا۔ کیونکہ اس صورت میں یہ صریح خطرہ موجود تھا کہ اس کے جانے کے بعد سیدینز بغل میں سے نکل کر اس کے ملک پر حملہ کر دیتے اور نہ دد

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مَكَّنَّا لَهٗ فِي الْاَرْضِ وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا ۝

اسے زمین میں حکومت بخشی تھی اور ہم نے اُسے ہر ایک چیز (کے حصول) کا ذریعہ عطا کیا تھا ۸۵

فَاَتْبَعَ سَبَبًا ۝ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ

تب وہ ایک راستہ پر چل پڑا یہاں تک کہ وہ سورج ڈوبنے کے مقام پر پہنچا

وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِيْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ عِنْدَهَا

تو اس نے ایسا پایا کہ (گویا) وہ ایک گدلے چشمے میں ڈوب رہا ہے اور اس نے اس کے پاس کچھ لوگ (آباد)

قَوْمًا ؕ قُلْنَا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِمَّاۤ اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّاۤ

پائے (اس پر) ہم نے (اسے) کہا (کہ) اے ذوالقرنین تجھے اجازت ہے کہ ان کو عذاب دے یا ان کے

اپنے ملک کو ہی بچا سکتا۔ نہ اُس کا ملک اس کو ضرورت پر مزید کمک بھجوا سکتا۔ پس اس کا اطمینان سے یورپ کی طرف سے جا کر حملہ کرنا بتاتا ہے کہ دربند کی طرف اس سے پہلے دیوار موجود تھی اور وہ اس امر سے مطمئن تھا کہ سیدینز اس کے ملک پر دیوار کی وجہ سے اس طرف سے حملہ نہیں کر سکتے۔

میں سمجھتا ہوں کہ اب میں چاروں علامتوں کو سوائے دیوار والے حصہ کے یقینی طور پر خورس کے حق میں ثابت کر چکا ہوں۔ اور دیوار والے حصہ کے متعلق بھی اس قدر ثابت کرنے میں کامیاب ہو گیا ہوں کہ جہاں تک اس زمانہ کے واقعات سے (جو درحقیقت بہت کم ہم تک پہنچے ہیں) قیاس کیا جا سکتا ہے خورس ہی دربند کے پاس دیوار بنانے والا تھا خصوصاً جبکہ تاریخ سے ثابت ہے کہ یاجوج ماجوج خورس کے برسر اقتدار آنے سے پہلے اس کے اپنے ملک پر قابض تھے اور ان کے حملے فارس پر اور اس کی وسیع سلطنت پر برابر جاری تھے۔ اور جبکہ ہم کو تاریخ سے یہ مزید ثبوت ملتا ہے کہ دربند کی طرف سے سیدینز کے حملے خورس کے زمانہ کے بعد رک گئے تھے۔

خلاصہ یہ کہ یہ امر ایک ثابت شدہ حقیقت معلوم ہوتا ہے کہ **ذوالقرنین** بادشاہ سے مراد قرآن کریم میں **خورس** بادشاہ ہی ہے اور اس امر کے ثابت کر چکنے کے بعد میں قرآن کریم کی آیات کی تفسیر الگ الگ بیان کرتا ہوں۔

۸۵ حل لغات۔ مَكَّنَّا: مکّنَ سے جمع متکلم کا صیغہ ہے اور مَكَّنَهٗ مِنَ الشَّيْءِ کے معنے ہیں جَعَلَ لَهٗ عَلَيْهِ سُلْطَانًا وَّقُدْرَةً۔ اس کو کسی بات پر طاقت قدرت اور غلبہ بخشا (اقرب) پس مکّنَّا کے معنے ہوں گے۔ ہم نے اُسے حکومت و غلبہ دیا تھا۔

دربند کے پاس دیوار بنانے والا خورس ہی تھا

سَبَبًا: مَا يُتَوَصَّلُ بِهٖ اِلٰى غَيْرِهٖ۔ کسی چیز کے حصول کے ذریعہ کو سبب کہتے ہیں۔ (اقرب)

تفسیر:۔ یعنی ہم نے ذوالقرنین کو دنیا میں بڑی طاقت بخشی تھی۔ اور ہر قسم کے سامان اُسے بخشے تھے یہ اوپر ثابت کیا جا چکا ہے کہ خورس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے خاص طاقت دی تھی۔ جیسا کہ بائبل اور اس کے اپنے بیانات سے ثابت کیا جا چکا ہے۔ دیکھو نوٹ ۸۴

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

أَنْ تَتَّخِذَ فِيهِمْ حُسْنًا ۝ قَالَ أَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ

بارہ میں حسن سلوک سے ۔کام لے ۸۷ اس نے کہا (ہاں میں ایسا ہی کروں گا اور) جو ظلم کرے گا اسے تو ہم

نُعَذِّبُهُ ثُمَّ يُرَدُّ إِلَىٰ رَبِّهِ فَيُعَذِّبُهُ عَذَابًا نُّكْرًا ۝ وَ

ضرور سزا دیں گے پھر وہ اپنے رب کی طرف لوٹایا جائیگا اور وہ اسے سخت عذاب دے گا ۸۸ اور

أَمَّا مَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُ جَزَاءً الْحُسْنَىٰ ۚ

جو ایمان لائے گا اور نیک (اور مناسب حال) عمل کرے گا تو اس کیلئے (خدا تعالیٰ کے ہاں اس کے اعمال کے) بدلہ میں اچھا انجام (مقدر) ہے

۸۱ حل لغات۔ حَمِئَةٍ: اَلْحَمِئَةُ کے معنے ہیں ذَاتُ الْحَمْئَةِ۔ کیچڑ والا (اقرب) پس عَيْنٌ حَمِئَةٌ کے معنے گدلا۔ کیچڑ والا چشمہ۔ حمئۃ

تفسیر:۔ مَغْرِبَ الشَّمْسِ سے یہ مراد نہیں کہ دنیا کے آخری سرے پر پہنچا۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ اپنی فتوحات کی مغربی حد تک جا پہنچا اور مراد ایشیائے کوچک کی شمالی اور مغربی حد ہے۔

عَيْنٍ حَمِئَةٍ کے معنے مٹی ملے ہوئے پانی کے ہیں۔ اور مراد بحیرہ اسود سے ہے۔ کیونکہ مٹی سے پانی کا رنگ گدلا اور سیاہی مائل ہو جاتا ہے اور اس سمندر کا پانی بوجہ عمیق گہرائی کے سیاہی مائل ہے۔ مٹی ملے ہوئے کے الفاظ لفظاً بھی اس سمندر پر صادق آتے ہیں۔ کیونکہ یہ سمندر سارے سمندروں سے اس امر میں نرالا ہے کہ اس میں باقی سمندروں کی نسبت نمکین پانی کم شامل ہوتا ہے اور اس کے پانیوں کا بڑا حصہ زمینی دریاؤں کے پانی سے بنتا ہے۔ جو روس آرمینیا اور بلغاریہ کے ملکوں سے آکر اس میں گرتے ہیں (انسائیکلو پیڈیا برٹینکا زیر لفظ بلیک سی) پس چونکہ اکثر پانی اس کا دریاؤں سے آتا ہے اس میں دوسرے سمندروں کی نسبت مٹی کی آمیزش زیادہ ہے۔ (ڈکشنری سمندروں کے نام) عین حمئۃ سے مراد بحیرہ کیسپین

یہ جو فرمایا کہ اس میں سورج ڈوبتا ہوا پایا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ چشمہ کے لفظ سے دھوکا نہ کھاؤ چشمہ سے صرف یہ مراد ہے کہ اس کا پانی گہرا ہے اور سطح زمین کے اندر سے نکل کر بھی اس میں پانی ملتا رہتا ہے ورنہ چھوٹا چشمہ مراد نہیں۔ بلکہ وہ اس قدر وسیع ہے کہ اُس کے کنارہ پر کھڑے ہو تو یوں معلوم ہوگا کہ گویا سورج اسی میں ڈوب رہا ہے۔

وجد عندھا قوماً سے مراد وہ حکومت ہے جو ایشیائے کوچک کے مشرقی ساحل پر حکومت کر رہی تھی اور جس نے بابل کی فتح کے بعد دوسری حکومتوں سے مل کر بلا وجہ خورس پر حملہ کر دیا تھا۔

اس قوم کے متعلق فرماتا ہے کہ ہم نے اُسے کہا کہ خواہ اس کی شرارت کی اُسے سزا دو خواہ ان پر احسان کر کے اپنا گرویدہ بنا لو

۸۲ تفسیر:۔ یعنی خورس نے اس الہام کے جواب میں یہ عرض کی کہ میرا یہ منشاء ہے کہ اگر یہ دوبارہ شرارت کریں تو ان کو سزا دوں ورنہ نہیں۔

یہ جو فرمایا ہے ثُمَّ يُرَدُّ إِلَىٰ رَبِّهِ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خورس کا ایک مذہب سے تعلق تھا جو قیامت پر خاص طور پر ایمان رکھتا تھا چنانچہ تاریخ سے ثابت ہے کہ خورس زردشتی مذہب کا مخلص پیرو تھا جو مذہب کہ اسلام کے بعد سب مذاہب سے زیادہ بعث بعد الموت پر زور دیتا ہے (جیوش انسائیکلو پیڈیا جلد ۴ صفحہ ۱۴۴) اس میں لکھا ہے کہ یہ امر یقینی طور پر ثابت ہے کہ خورس خالص زردشتی مذہب کا پیرو تھا۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

وَسَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا ۝ ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ۝

اور ہم (بھی) ضرور اس کے لئے اپنے معاملہ میں آسانی والی بات کہیں گے ۸۳ پھر وہ ایک اور راستہ پر چل پڑا۔

حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰى

یہاں تک کہ جب وہ سورج کے نکلنے کے مقام پر پہنچا تو اس نے اُسے ایسے لوگوں پر چڑھتا

قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا ۝ كَذٰلِكَ ؕ

پایا۔ جن کے لئے ہم نے (ان کے اور) اس کے درمیان کوئی پردہ نہیں بنایا تھا ۸۴ یہ (تھا) ٹھیک (اسی طرح کا)

۸۳ تفسیر:- اس آیت سے ذوالقرنین کے اخلاق کا پتہ چلتا ہے (درجہ کی نوٹ نمبر ۱) میں بتایا جا چکا ہے خورس بہت رحم دل تھا اور مفتوح اقوام سے نہایت محبت اور رحم کا سلوک کرتا تھا

اس جگہ اگر کوئی اعتراض کرے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کیوں کہا کہ چاہو تو سزا دو چاہو تو رحم کرو۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ایک لطیف طریق رحم کی تعلیم دینے کا ہے پہلے عذاب کا ذکر کیا کہ اس قوم نے شرارت تو کی ہے اور تمہارا حق ہے کہ ان کو سزا دو۔ پھر یہ فرما دیا کہ اگر چاہو تو ان پر رحم بھی کر سکتے ہو۔ یعنی ایک راستہ رحم کا بھی کھلا ہے۔ اس طرح رحم کی طرف ایک لطیف اشارہ کر کے ذوالقرنین کو خالص نیکی کا موقعہ عطا کیا۔ اگر حکماً رحم کرنے کو کہا جاتا تو ذوالقرنین کے طبعی نیکی کے اظہار کا موقعہ نہ ملتا۔ لیکن اس حکم کے بعد جو اس نے نیکی کی یہ اس کا ذاتی فعل تھا اور اُسے زیادہ ثواب کا مستحق بناتا تھا

۸۴ تفسیر:- اس میں ذوالقرنین کے مشرقی سفر کا ذکر فرمایا ہے جو افغانستان تک ہو سکتا ہے۔ لَمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا سے یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ وہ قوم ایسی مہذب نہ تھی اور مکان وغیرہ ان میں کم تھے۔ بلکہ جھونپڑوں یا خیموں میں رہتے تھے۔ افغانی قبائل کی اس وقت یہی حالت تھی۔ وہ تہذیب کے اعلیٰ مقام پر نہ تھے۔ مگر میرے نزدیک الفاظ قرآن پر غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ بلوچستان کا علاقہ تھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا کہ اُس نے سورج کو دیکھا کہ وہ ایسی قوم پر چڑھتا ہے جس کے اور سورج کے درمیان ہم نے کوئی پردہ نہیں بنایا یعنی اوٹ کوئی نہیں۔ سیدھی شعاعیں اس پر پڑتی ہیں۔ مطلب یہ کہ وہ علاقہ چٹیل میدان ہے۔ درخت وغیرہ یا اونچے پہاڑ اس علاقہ میں نہیں۔ عام طور پر مورخین یونانی ہی ہیں اس لئے انہوں نے اپنی طرف کے علاقوں کی فتوحات کا ہی ذکر کیا ہے۔ مشرقی طرف کی فتوحات کا ذکر بالتفصیل نہیں کیا۔ ہاں اختصاراً وہ یہ لکھتے ہیں کہ خورس نے مشرق کی طرف افغانستان کے نواح میں حملہ کیا تھا اور اُس علاقہ کو فتح کر لیا تھا۔ مگر چونکہ سیستان بھی فارسی حکومت میں شامل تھا۔ میرے نزدیک یہ بلوچستان کے علاقہ کا ذکر معلوم ہوتا ہے جہاں ریت کا صحرا اور ٹیلے وغیرہ ہیں۔ لیکن اگر تاریخ کے بیان کو کافی سمجھا جائے تو پھر لَمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا سے اس صحرا اور میدان میں بسنے والی قوم مراد لی جائے گی جو سیستان اور ہرات کے مغربی جانب اور دُرّہ آب سے شمالی جانب کو مشہد تک کئی سو میل تک لمبا چلا گیا ہے۔

ذوالقرنین کے مغربی سفر کے حالات

ذوالقرنین کے اخلاق

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

وَقَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ۝ ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ۝

اور جو سب کچھ اس کے پاس تھا اس کا ہم نے (اپنے) علم سے احاطہ کیا ہوا تھا ۵۸۵ پھر وہ ایک راستہ پر چل پڑا ۵۸۶

حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا

یہاں تک کہ جب وہ دو پہاڑوں کے درمیان پہنچا تو اس نے ان کے ورے کچھ ایسے لوگ

قَوْمًا ۙ لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ۝ قَالُوْا يٰذَا

پائے جو بمشکل اس کی بات سمجھتے تھے ۵۸۷ انہوں نے کہا (کہ) اے

الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِى

ذوالقرنین یاجوج ماجوج یقیناً اس ملک میں فساد پھیلا رہے

الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰٓى اَنْ تَجْعَلَ

ہیں پس کیا ہم (لوگ) آپ کے لئے کچھ خراج اس شرط پر مقرر کر دیں کہ آپ ہمارے

۵۸۵ تفسیر:- یعنی جس طرح ہم نے بتایا ہے ایسا ہی ہوا تھا یعنی اس کا ان علاقوں کو فتح کرنا یقینی بات تھی۔

قَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا سے مراد یہ ہے کہ ہم اس کی ہر سفر میں حفاظت کرتے تھے کیونکہ اس کی ہر بات کی خبر رکھنے کے یہی معنے ہیں کہ اس کے حالات کی نگرانی کرتے تھے۔

۵۸۶ تفسیر:- اس تیسرے اَتْبَعَ سَبَبًا میں خورس بادشاہ کے اس سفر کا ذکر ہے جو اس نے ایران سے شمالی جانب بحیرہ کیسپین اور کوہ قاف کے درمیانی علاقہ کی جانب کیا۔

۵۸۷ حل لغات:- اَلسَّدَّيْنِ:- السَّدّ سے تثنیہ ہے اور السدّ کے معنے ہیں الجبل۔ پہاڑ۔ الحاجز بَيْنَ الشَّيْئَيْنِ۔ دو چیزوں کے درمیان روک (اقرب)

تفسیر:- اس جگہ کے بسنے والوں کی نسبت فرماتا ہے کہ وہ بمشکل ذوالقرنین کے لوگوں کی باتیں سمجھتے تھے یہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ کاد سے پہلے نفی آئے تو اس کے معنے مثبت کے ہوتے ہیں اور مثبت کا لفظ آئے تو اس کے معنے نفی کے ہوتے ہیں۔ پس اسکے یہ معنے ہیں کہ وہ بمشکل ذوالقرنین اور اسکی قوم کی بات سمجھتے تھے۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی نکلتا ہے کہ وہ بات کسی حد تک سمجھ جاتے تھے۔ اس سے ظاہر ہے کہ وہ فارس کے لوگوں کے ہمسائے اور ان کے ساتھ میل ملاپ رکھنے والے تھے۔ پس گو ان کی زبان اور تھی مگر ہمسائگت اور کثرت سے میل جول رکھنے کی وجہ سے فارس اور میدیا والوں کی کچھ کچھ بات وہ سمجھ لیتے تھے۔

جغرافیہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دربند کا علاقہ جس کی نسبت بتایا جا چکا ہے کہ وہاں دیوار بنائی گئی تھی ایسا ہی علاقہ ہے یہ علاقہ مادہ اور فارس کے ساتھ لگتا ہے بلکہ بعد کے زمانہ میں تو فارس کا حصہ ہی بن گیا تھا۔ گو اب روس والوں نے اس علاقہ کو لے کر اپنی حکومت میں شامل کر لیا ہے۔

یہ جو فرمایا ہے کہ بین السدین پہنچا اس سے مراد یہ ہے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ۝ قَالَ مَا مَكَّنِّيْ فِيْهِ رَبِّيْ

درمیان اور ان کے درمیان ایک روک بنادیں ۵۸۸ اس نے کہا کہ اس (قسم کے کاموں) کے متعلق میرے رب نے

خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِيْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ

جو طاقت مجھے بخشی ہے وہ (دشمنوں کے سامانوں سے) بہت بہتر ہے۔ اس لئے تم مجھے (اپنے) مقدور بھر مدد دو تاکہ میں تمہارے درمیان اور ان کے درمیان

رَدْمًا ۝ اٰتُوْنِيْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ ۭ حَتّٰٓى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ

ایک روک بنادوں ۵۸۹ تم مجھے لوہے کے ٹکڑے دو (چنانچہ وہ روک تیار ہونے لگی) یہاں تک کہ جب اس نے (پہاڑی کی) ان

الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوْا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا ۙ

(دونوں) چوٹیوں کے درمیان برابری پیدا کر دی تو اس نے ان کو کہا کہ اب اس پر آگ (دھونکو حتیٰ کہ جب اس نے اسے (بالکل) آگ کی طرح کر دیا

قَالَ اٰتُوْنِيْٓ اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ۝ فَمَا اسْطَاعُوْٓا اَنْ

تو (ان سے) کہا کہ (اب) مجھے (گلا ہوا) تانبا (لا) دو تاکہ میں (اسے) اس (دیوار) پر ڈال دوں ۵۹۰ پس (جب وہ دیوار تیار ہو گئی تو) وہ (یعنی

کہ اس راستہ کے ایک طرف بحیرہ خضر ہے اور دوسری طرف کوہ قاف۔ اور یہ دونوں چیزیں دونوں طرف سے سدّ یعنی روک کا کام دے رہی تھیں۔ صرف درمیانی درّہ غیر محفوظ تھا۔

۵۸۸ حل لغات۔ خَرْجًا: الخرج: الخراج خرج کے معنے خراج یعنی لگان کے ہیں (اقرب)

تفسیر:۔ یعنی چونکہ یہ لوگ یاجوج و ماجوج کے دروازہ پر تھے وہ کثرت سے ان کے حملوں کا شکار ہوتے رہتے تھے۔ اس لئے اس علاقہ کے لوگوں نے خورس سے خواہش کی کہ ان کے حملوں سے بچنے کے لئے ایک دیوار بنادی جائے اور اس کا خرچ ہم دیں گے۔

۵۸۹ حل لغات۔ رَدْمًا: اَلرَّدْمُ مَا يُسْقَطُ مِنَ الْجِدَارِ اِذَا تَهَدَّمَ۔ گری ہوئی دیوار کا ڈھیر (اقرب)

تفسیر:۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کاموں کا خوب علم دیا ہے اور میں اس کام کو خوب اچھی طرح کر سکتا ہوں اس لئے تم مزدوری کے ذریعہ سے میری مدد کرو تاکہ میں دیوار بناؤں۔

قُوَّةٍ سے مراد مزدوری ہے یعنی تم لوگ اس جگہ بستے ہو۔ مزدوری کا کام تم ہی کر سکتے ہو۔ پس میں سکیم تجویز کرتا ہوں تم اس کے پورا کرنے میں میرا ہاتھ بٹاؤ۔

خرجا ۱

۵۹۰ حل لغات۔ زُبَرَ الْحَدِيْدِ: زبر۔ زبرۃ کی جمع ہے اور الزبرۃ کے معنے ہیں اَلْقِطْعَةُ الضَّخْمَةُ بڑا ٹکڑا (اقرب) پس زبر الحدید کے معنے ہوئے لوہے کے ٹکڑے۔ سَاوٰى بَيْنَ شَيْئَيْنِ وَسَاوٰى بَيْنَهُمَا کے معنے ہیں سَوّٰی دونوں کے درمیان برابری کر دی (اقرب)

زبر الحدید ۲

اَلصَّدَفَيْنِ: اَلصَّدَفُ سے تثنیہ ہے اور الصدف کے معنے ہیں کُلُّ شَیْءٍ مُرْتَفِعٍ عَظِيْمٍ۔ ہر اونچی بلند چیز الجبل۔ پہاڑ سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ اَیْ بَيْنَ رَأْسَيِ الْجَبَلِ الْمُتَقَابِلَيْنِ۔ آمنے سامنے کے دونوں پہاڑوں کی چوٹیوں کے درمیان برابری پیدا کر دی (اقرب)

الصدفین ۲

اُفْرِغْ: اَفْرَغَ الْمَاءَ کے معنے ہیں۔ صَبَّهٗ۔ اس نے

افرغ ۲

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

يَظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ۝ قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ

یاجوج ماجوج) اس پر چڑھ نہ سکے اور نہ اس میں کوئی سوراخ کر سکے ۹۱ (اس پر) اس نے کہا (کہ) یہ (کام محض) میرے

مِّنْ رَّبِّيْ ۚ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ ۚ وَكَانَ

رب کے خاص احسان سے ہوا) ہے۔ پھر جب (عالمگیر عذاب کے متعلق) میرے رب کا وعدہ (پورا ہونے پر) آئیگا تو وہ اسے (توڑ کر) ایک نہیں کے برابر شدہ ٹیلا

وَعْدُ رَبِّيْ حَقًّا ۝ وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ

بنا دیگا اور میرے رب کا وعدہ (ضرور) پورا ہو کر رہنے والا ہے ۹۲ اور (جب اس کے پورا ہونے کا وقت آئیگا تو) اس وقت ہم انہیں ایک دوسرے کے مخالف جوش مارتے اور

پانی کو ڈالا۔ اَفْرَغَ السَّمَّاءُ اَرَاقَهَا۔ خون بہایا۔ اَفْرَغَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ: صَبَّهَا فِي قَالَبٍ۔ سونے اور چاندی کو کسی سانچے میں ڈال کر ڈھالا (اقرب)

القطر

القطر: اَلنُّحَاسُ الذَّائِبُ۔ پگھلا ہوا تانبا (اقرب) اٰتُوْنِيْ اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا کے معنے ہوں گے۔ تم مجھے تانبا لا دو کہ میں اس پر ڈال دوں۔

تفسیر:۔ یعنی علاوہ مزدوری کے تم یہ مدد بھی دو کہ لوہا اور تانبا مہیا کرو۔ کیونکہ گو دیوار بنانا حفاظت کے لئے ضروری تھا مگر اس کے ساتھ دیوار میں دروازے بنانے بھی ضروری تھے۔ تاکہ تجارت کو نقصان نہ پہنچے اور تجارتی قافلوں کے آنے جانے کا راستہ کھلا رہے۔ پس مضبوط دروازے بنانے کے لئے لوہے کی اور ان کو زنگ سے بچانے کے لئے تانبے کی ضرورت تھی جو ان سے طلب کیا گیا۔

مومن کو تکبر سے بچنے کی نصیحت

۹۱ تفسیر:۔ یعنی جب دیوار بن گئی۔ تو یاجوج و ماجوج کے حملے رک گئے۔ وہ دیوار اس قدر اونچی تھی کہ وہ اس پر چڑھ بھی نہیں سکتے تھے اور اتنی موٹی تھی کہ اس میں نقب بھی نہیں لگا سکتے تھے۔

یہ مراد نہیں کہ دیوار اس قسم کی تھی کہ اس پر چڑھنا یا اس میں نقب لگانا ناممکن تھا۔ بلکہ چونکہ اس میں بُرج اور قلعے تعمیر کئے گئے تھے جہاں سپاہی پہرہ کے لئے مقرر رہتے تھے اس لئے دیوار پر چڑھنا یا نقب لگانا ناممکن تھا کیونکہ پہرہ دار ہر اس شخص کو جو چڑھنے کی کوشش کرے یا نقب لگائے مار سکتے تھے۔

ظاہر ہے کہ جو دیوار پر چڑھنے میں یا نقب لگانے میں مشغول ہو وہ لڑ نہیں سکتا۔ اور دیوار کے اوپر بیٹھے ہوئے سپاہی اس کا آسانی سے مقابلہ کر سکتے ہیں اور اُسے روک سکتے ہیں۔

۹۲ تفسیر:۔ یہ فقرہ اس کے ایمان کے اظہار کے لئے بیان کیا گیا ہے اور بتایا ہے کہ مومن بڑے سے بڑا کام کر کے بھی متکبر نہیں ہوتا۔ بلکہ اپنے کاموں کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتا ہے۔

فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّيْ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ الہام ذوالقرنین کو بتا دیا تھا کہ ایک دن یہ قومیں پھر جنوب مشرق کی طرف بڑھیں گی اور یہ دیوار بیکار ہو جائے گی۔ کیونکہ دیوار ٹوٹنے سے یہی مراد ہے جس کا ثبوت انبیاء ع کی آیات سے ملتا ہے۔ کیونکہ وہاں صاف لکھا ہے کہ یہ قومیں سمندر کے ذریعہ سے دنیا میں پھیلیں گی۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دیوار ٹوٹنے سے مراد مسلمانوں کی حکومت کا زوال ہو۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

فِيْ بَعْضٍ وَّنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا ۝ وَّ

ہوتے ہوئے چھوڑ دینگے اور بگل بجایا جائے گا تب ہم ان (سب) کو بالکل اکٹھا کر دیں گے ۹۳ اور

عَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضَا ۝

ہم اس دن جہنم کو کافروں کے بالکل سامنے لے آئیں گے ۹۴

نِ الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِيْ وَ

جن کی آنکھیں میرے ذکر (یعنی قرآن کریم) کی طرف (غفلت کے) پردہ میں تھیں اور

۹۲ تفسیر:- یہاں سے اللہ تعالیٰ کا کلام شروع ہوتا ہے۔ اور بتایا ہے کہ جب اس وعدہ کا وقت آئے گا جس کا ذکر ذوالقرنین نے کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان اقوام کو پھر ترقی دے گا اور مختلف اقوام عالم آپس میں لڑیں گی اور شمالی اور مغربی اقوام، جنوبی اور مشرقی اقوام سے مل جائیں گی اور اللہ تعالیٰ سب دنیا کو جمع کر دے گا۔ یعنی وہ ایسا زمانہ ہوگا کہ سفر آسان ہوں گے اور ساری دنیا ایک ملک کی طرح ہو جائیگی چنانچہ موجودہ زمانہ ایسا ہی ہے۔

قرآن کریم میں دوسری جگہ یاجوج و ماجوج کے پھیلنے کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔ حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ۔ وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ۔ (الانبیاء ۹۷) یعنی جب یاجوج ماجوج کی روک کو ہم دُور کر دیں گے اور وہ سمندر کی لہروں پر سے تیزی سے سفر کرتے ہوئے سب دنیا میں پھیل جائیں گے اس کے بعد ہمارا وعدہ ان کی تباہی کے متعلق پورا ہوگا اور عذاب آئے گا تب وہ حیران ہو کر کہیں گے کہ ہمیں تو اس عذاب کا خیال تک نہ تھا اور ہم تو دنیا پر ظلم کرتے رہے۔ اب ہماری تباہی میں کیا شک ہے۔ اس آیت میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ یاجوج ماجوج مشرق کی طرف کسی دیوار کے ذخیرہ سے نہیں بلکہ سمندر کے راستہ سے آئینگے اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ان کا سمندروں پر قبضہ ہوگا۔ اور سب دنیا کے سمندروں پر ان کے جہاز چلیں گے۔ کیونکہ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ کے الفاظ آیت میں استعمال ہوئے ہیں جن کے معنے ہیں کہ سمندر کی سب لہروں پر سے وہ آئیں گے۔ نیز اس آیت میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ان کے یہ سفر بڑی جلدی سے طے ہوں گے۔ اس سے دخانی جہازوں کی ایجاد کی طرف اشارہ ہے چنانچہ دیکھ لو یہ پیشگوئی کس طرح حرف بہ حرف پوری ہوئی۔ سمندر ہی کے ذریعہ سے یہ اقوام مشرق میں پھیلیں۔ اور سمندری سفر جس طرح ان کے زمانہ میں جلدی طے ہونے لگا ہے اس کی نظیر پہلے نہیں ملتی۔

۹۳ تفسیر:- وہ دن جہنم کے سے ہوں گے ایک دوسرے سے دشمنی بڑھ جائے گی اور ملک ملک پر غلبہ پانے کی کوشش کرے گا اور یہ بھی مراد ہے کہ یہ اقوام سخت بے دین ہوں گی اور اللہ تعالیٰ سے غافل اور ایسے کام کریں گی جو انسان کو جہنم کا مستحق بنا دیتے ہیں۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

۱۱ ع ۱۹ ۳

كَانُوْا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا ۝ اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ

وہ سننے کی طاقت (بھی) نہیں رکھتے تھے۔ ۹۵ (تو) کیا (یہ سب کچھ دیکھکر) پھر (بھی) وہ لوگ

كَفَرُوْٓا اَنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْٓ اَوْلِيَآءَ ۭ اِنَّآ

جنہوں نے کفر (کا طریق) اختیار کیا ہے (یہ) سمجھتے ہیں کہ وہ مجھے چھوڑ کر میرے بندوں کو مددگار بنا سکیں گے ہم نے

۹۵ **تفسیر**:- اس میں بتایا ہے۔ کہ عبادت اس قوم سے بالکل اٹھ جائے گی اور یا تو شروع زمانہ ترقی میں خدا تعالےٰ کے لئے انہوں نے بڑی بڑی تکالیف اٹھائی تھیں اور یا اس زمانہ میں یہ حال ہوگا کہ اللہ تعالےٰ کا نام مٹ جائے گا اور یہ لوگ ہر کام کو اپنے کمال کی طرف منسوب کریں گے۔

وَكَانُوْا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا میں بتایا ہے کہ اس قدر زنگ دل پر لگ جائے گا کہ خدا کا کلام سننے کی طاقت اور رغبت بالکل دلوں سے جاتی رہے گی۔ چنانچہ اس وقت مغربی اقوام کا یہی حال ہے خدا کے نئے کلام کا سننا تو الگ بات ہے۔ وہ اس کلام کی بھی دھجیاں اڑا رہے ہیں جس کو ظاہر میں تسلیم کرتے ہیں اور آئے دن ان میں کتب لکھی جاتی ہیں۔ جن میں کبھی تو حضرت مسیح ؑ کو ایک خیالی وجود ثابت کیا جاتا ہے۔ کبھی بائیبل پر جرح کرکے اسے انسانی کلام ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

رکوع پر اجمالی نظر

اوپر کی آیات میں مسیحی اقوام کی آخری زمانہ کی ترقی اور دنیا میں پھیل جانے اور دین سے بے پرواہ ہو جانے اور خدا تعالےٰ کو بھول جانے کا ذکر کیا گیا ہے اور بتایا ہے کہ اس ترقی کے بعد اللہ تعالےٰ غیب سے سامان پیدا کرے گا اور ان کی ترقی تنزل سے بدل جائے گی۔ تب مایوس ہوکر موسیٰ ؑ کے کشف کے مطابق ان کو دین کی طرف توجہ ہوگی اور وہ اپنی غلطی کو محسوس کرکے پھر مجمع البحرین کی طرف لوٹیں گے اور اسلام کی طرف رجوع کرینگے۔

میں اس جگہ یاجوج و ماجوج کے انجام کے متعلق جو پیشگوئیاں بائبل میں ہیں انکو بھی لکھدینا مناسب سمجھتا ہوں۔

مکاشفات ۲۰/۷ میں لکھا ہے کہ "جب ہزار برس پورے ہو لیں گے تو شیطان قید سے چھوڑ دیا جائیگا۔ اور ان قوموں کو جو زمین کے چاروں طرف ہونگی یعنی یاجوج ماجوج کو گمراہ کرکے لڑائی کیلئے جمع کرنے کو نکلیگا" یہاں پر ہزار برس سے مراد سنہ ہجری کے ہزار برس ہیں یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہزار سال بعد شیطان اپنی قید سے چھوٹے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ۱۶۱۱ء میں ہندوستان میں مغربی اقوام کے قدم جم گئے اور یاجوج کی ترقی کا زمانہ شروع ہوا۔

حزقیل باب ۳۸ و ۳۹ اور مکاشفات کو ملا کر پڑھا جائے تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ان کی ترقی تو سولھویں صدی میں شروع ہوگی (مکاشفات) اور تمام دنیا پر غالب ہو جانا اور تمام ملکوں پر چھا جانا آخری دنوں میں ہوگا (حزقیل ۳۸/۸-۱۶)

میں اوپر اشارہ کر آیا ہوں کہ ذوالقرنین کے حالات کے مشابہ حالات آخری زمانہ میں بھی ایک مثیل ذوالقرنین کے لئے مقدر ہیں اور اس واقعہ کو قرآن کریم میں بطور پیشگوئی بھی بیان کیا گیا ہے۔ اس تفصیلات کے لئے دیکھو بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی کتاب (براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۹۰ تا ۹۷ طبع اول)

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

أَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلًا ۝ قُلْ هَلْ

(تو) کافروں کی ضیافت کے لئے جہنم کو تیار کر رکھا ہے ۹۹۶ تو (انہیں) کہہ (کہ) کیا

نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ۝ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ

ہم تمہیں ان لوگوں سے آگاہ کریں جو اعمال کے لحاظ سے سب سے زیادہ گھاٹا پانے والے ہیں (یہ وہ لوگ ہیں) جن کی (تمام تر) کوشش

سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ

اس دنیا کی زندگی میں ہی غائب ہو گئی ہے۔ اور (اس کے ساتھ ہی وہ یہ بھی) سمجھتے ہیں کہ وہ

يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ

اچھا کام کر رہے ہیں ۹۹۷ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کے نشانوں کا

رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ

اور اس سے ملنے کا انکار کر دیا ہے اس لئے ان کے (تمام) اعمال غرق ہو کر (اسی دنیا میں) رہ گئے ہیں۔ چنانچہ

لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ۝ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ

قیامت کے دن ہم انہیں کچھ بھی وقعت نہیں دینگے ۹۹۸ یہ ان کا بدلہ یعنی جہنم اس وجہ سے ہوگا

بِمَا كَفَرُوْا وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَرُسُلِيْ هُزُوًا ۝ اِنَّ

کہ انہوں نے کفر (کا طریق) اختیار کیا اور میرے نشانوں اور میرے رسولوں کو (اپنی ہنسی کا نشانہ بنا لیا ۹۹۹ جو

۹۹۶ حل لغات۔ نُزُلًا: النزل: مَا هُيِّئَ لِلضَّيْفِ (مہمانی) (اقرب)

تفسیر:۔ یہ اُن ہی لوگوں کا ذکر ہے جو حضرت مسیح ؑ کو نجات دہندہ اور خدا کا بیٹا مانتے ہیں۔ جن کا ابتدائے سورۃ میں ذکر آیا تھا۔ اور اس آیت سے ظاہر ہو گیا کہ اوپر کی آیات میں مسیحیوں کا ہی ذکر تھا نہ کہ کسی اور قوم کا۔

۹۹۷ حل لغات۔ صُنْعًا: الصنع کے معنے ہیں۔ العملُ۔ کام مالا حسان۔ احسان۔ اِيْجَادُ شَيْءٍ مَسْبُوْقٍ بِالْعَدَمِ۔ غیر موجود چیز کی ایجاد کی (اقرب)

تفسیر:۔ یعنی دنیا کو نفع پہنچانے کے لئے ایجادات کرنا ہی اپنی زندگی کا مقصد سمجھتے ہیں دین کی طرف توجہ نہیں۔ بلکہ اُسے فضول سمجھتے ہیں۔

۹۹۸ تفسیر:۔ یعنی ان کی بنائی ہوئی چیزوں کا نام و نشان باقی نہ رہے گا اور ہم قیامت کے دن ان کے لئے کوئی وزن قائم نہ کریں گے۔ کیونکہ ان کے تمام اعمال دنیا کے لئے تھے نہ کہ آخرت کے لئے۔

۹۹۹ تفسیر:۔ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ۔ یعنی ان کے کاموں کا آخر وہی بدلہ نہ ملنا کوئی سزا نہیں بلکہ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ

لوگ ایمان لاتے ہیں اور انہوں نے نیک (اور مناسب حال) عمل کئے ہیں ان کا ٹھکانا یقیناً

جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ

فردوس کے بہشت ہوں گے (وہ) ان (ہی) میں رہا کریں گے (اور) ان سے

عَنْهَا حِوَلًا ۝ قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ

الگ ہونا نہیں چاہیں گے ۱۰۸ تو (انہیں) کہہ (کہ) اگر (ہر ایک) سمندر میرے رب کی باتوں (کے لکھنے) کیلئے روشنائی

رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَ

بن جاتا تو میرے رب کی باتوں کے ختم ہونے سے پہلے (ہر ایک) سمندر (کا پانی) ختم ہو جاتا۔ گو (اسے) زیادہ کرنے

لَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ۝ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

کے لئے ہم اتنا (ہی) اور (پانی سمندر میں) لا ڈالتے ۱۰۹ تو (انہیں) کہہ (کہ) میں صرف تمہاری طرح کا ایک بشر ہوں

ان کی مناسب جزاء ہے۔ جب وہ خدا تعالیٰ کی خاطر کوئی کام نہ کرتے تھے تو اخروی جزاء یا دینی بدلہ کی امید انہیں کس طرح ہو سکتی ہے۔

جہنم، جزاؤھم کا عطف بیان ہے اور مراد یہ ہے کہ جزاء سے ہماری مراد جہنم ہے اور یہ جزاء ان کے کفر اور اللہ تعالیٰ کے نشانات اور اس کے رسولوں سے ہنسی ٹھٹھے کی وجہ سے ہوگی یعنی ان قوموں کی نگاہ میں الٰہی کلام اور اس کے رسولوں کی کوئی عزت نہ ہوگی ایک انسان کو خدا بنا کر سب نبیوں پر ہنسی اور تمسخر کریں گے چنانچہ دیکھو کہ مسیحی لوگ مسیح کو خدا کا بیٹا قرار دینے کی وجہ سے سب انبیاء کی سخت ہتک کرتے ہیں اور ان کے وجود کو لغو اور فضول قرار دیتے ہیں اور شریعت کو لعنت بتاتے ہیں۔

۱۰۷ حل لغات۔ فِرْدَوْس: کے معنے ہیں الجنۃ التی تنبت صروبا من النبت۔ وہ باغ جو کئی قسم کی نباتات اُگاتا ہے۔ البستان یجمع کل ما یجمع فی البساتین۔ وہ باغ جس میں تمام وہ اشیاء ہوں جو باغوں میں ہو سکتی ہیں۔ (اقرب)

حِوَلًا: الحول: الزوال والانتقال۔ علیحدہ ہونا۔ الگ ہونا (اقرب) پس لا یبغون عنہا حِوَلًا کے معنے ہوں گے۔ کہ وہ اس سے علیحدہ ہونا نہیں چاہیں گے۔

تفسیر:۔ جب ان پر عذاب آئے گا تو مومنوں کی ترقی کا وقت شروع ہوگا اور ان کے صبر کا بدلہ ان کو مل جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کے لئے اور اس کے دین کے لئے قربانیوں میں ان کو ایسی لذت محسوس ہوگی کہ باوجود مال اور جان کی قربانیوں کے وہ اپنی حالت کو بدلنا پسند نہ کریں گے بلکہ اس "ٹوٹی ہوئی سفینہ" میں ہی سفر کرنے میں ساری لذت محسوس کریں گے اور اسے چھوڑنے کے لئے تیار نہ ہوں گے۔

۱۰۸ حل لغات۔ مِدَادًا: کے معنے ہیں الدنس۔ سیاہی۔ روشنائی (اقرب)

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

يُوحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ

(فرق صرف یہ ہے کہ) میرے پاس یہ وحی (نازل) کیجاتی ہے۔ کہ تمہارا معبود ایک ہی (حقیقی) معبود ہے۔ پس جو شخص

يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا

اپنے رب سے ملنے کی امید رکھتا ہو اُسے چاہیئے کہ نیک (اور مناسب حال) کام کرے اور اپنے

يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ۝ ع ۱۲ ۹ ۳

رب کی عبادت میں کسی کو (بھی) شریک نہ کرے ۱۱۰

تفسیر:- یعنی وہ لوگ دعوے کرتے ہیں کہ ہم نے یہ یہ ایجادات کی ہیں اور اتنے علوم دریافت کئے ہیں اور کائنات کا راز دریافت کرنے کے قریب ہیں فرماتا ہے۔ اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم تو ان سے کہہ دے (یعنی اس زمانہ کے محمد رسول اللہ صلعم کے اتباع ان سے یوں کہدیں) کہ تمہارا راز کائنات کو دریافت کرنے کی کوشش کرنا ہمیشہ روز اول ہی رہیگا اور باوجود اس قدر کوششوں کے تم کولھو کے بیل کی طرح وہیں کے وہیں کھڑے رہو گے اور وہ قوتیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات میں پیدا کی ہیں۔ ان میں سے اس قدر بھی دریافت نہ کرسکو گے کہ جس قدر سمندر کے مقابل پر ایک قطرہ کی حیثیت ہوتی ہے۔

اس آیت میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ وہ تصانیف کا زمانہ ہوگا اور یہ قومیں سائنس پر کثرت سے کتابیں لکھیں گی۔

۱۱۰ تفسیر:- ان سب پیشگوئیوں اور علوم غیبیہ کے بیان کرنے کے بعد فرماتا ہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو ان سے کہہ دے کہ میں تو اس قدر علوم سماویہ کے بتانے کے بعد بھی نہیں کہتا کہ میں خدا کا بیٹا ہوں یا خدائی صفات میرے اندر ہیں۔ میں تو صرف ایک بشر ہوں جس کی ساری خوبی یہ ہے کہ اس پر اس کے رب نے اپنا کلام نازل فرمایا ہے پس اگر تم بھی ان انعامات کو حاصل کرنا چاہتے ہو تو آؤ میری طرح موحد ہو جاؤ۔ اور اللہ تعالےٰ کے احکام کے مطابق عمل کرو۔ اور شرک چھوڑ دو۔ پھر دیکھو کہ اللہ تعالےٰ کس طرح تم پر فضل کرتا ہے اور غیب کے خزانے تمہارے لئے کھولتا ہے۔

رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کہف کی آخری دس آیات پڑھتا ہے دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا۔ یہ بھی اس امر کا ثبوت ہے کہ دجال اور یاجوج ماجوج سے مراد مسیحی فتنہ ہے۔ کیونکہ ان آیات میں اسی قوم کا ذکر ہے۔ جیسا کہ ہر انسان جو ان آیتوں کو سمجھ کر پڑھے معلوم کرسکتا ہے ۞

تمت بالخیر

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کلیدِ مضامین

اشاریہ	۳
کلیدِ مضامین	۹
اسماء	۱۰۷
مقامات	۱۳۳
لغت	۱۴۲
کتابیات	۱۵۰

مرتبہ
سید عبدالحی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com

http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اشاریہ

آ

آخرت ۹
آدمی
آریہ
آریہ سماج
آزادی ۱۰
آسمان
آسیب
آگ
آیت / آیات

ا

ابلیس ۱۱
اجر
اجرامِ فلکی
احسان
اخبارِ غیبیہ ۱۲
اخلاق / خلق
ادب / آداب
ادب / ادبیات
ارتداد
ارتقاء
ارباص
استغفار
استہزاء
اسراء ۱۳
استقاطِ حمل
اسلام
اسمِ اعظم ۱۶
اشوری
اصحاب الایکہ
اصحاب الحجر
اصحاب الرقیم
اصحاب کہف
اصحاب مدین ۱۷
اصلاح
اطاعت
اعتراض
افتراء ۱۸
افقِ اعلیٰ
اقتصادیات
اقلیت
اللہ جل جلالہٗ
الہام ۲۰
اُم القریٰ ۲۱
امامت
اُمت
امر
امن
اِنجیل ۲۲
اِنذار
انس
انسان
انگریز ۲۵
اولاد
اہل الذکر
اہلِ قرآن
ائمہ الکفر
ایتاء ذی القربیٰ
ایسینی
ایمان

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ب

بادشاہت ۲۶
باغ
بائیبل
بحث ومباحثہ ۲۷
بحری جہاز
بخل
بدظنی
بدی
برتھ کنٹرول
بشر
بعث بعد الموت
بغض ۲۸
بہائیت
بیعت
بیوی

پ

پانی
پرتگیز
پردہ
پہاڑ
پیدائش
پیشگوئی ۲۹

ت

تبلیغ ۳۰
تبیین ۳۱
تدبیر
تربیت
ترتیل
ترقی
ترک
تسبیح
تسخیر
تعبیر
تعلیم ۳۲
تقویٰ ۳۳
تفاخر
تفسیر
تقدیر
تکبر
تکفیر
تمباکو ۳۴
تمثیل
تمدن
تمسخر
توبہ
توحید
تورات ۳۵
تہجد
تھیاسوفی
تھیاسوفیکل سوسائٹی
تصوف

ث

ثعلبان ۳۶
ثمود

ج

جادو
جارحیت
جبر
جبلت
جذبات
جرم
جزاء ۳۷
جلدبازی
جماعتِ احمدیہ
جمر
جمعۃ المبارک
جن
جنت ۳۸
جنگ ۳۹
جنگِ عظیم
جنگِ عظیم دوم
جہاد ۴۰
جہاز رانی
جہنم
جیالوجی

چ

چاند
چوپایہ
چیونٹی

ح

حجت
حدیث
حرمت ۴۲
حروفِ مقطعات
حس / حواس
حساب

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

حسد ۴۳
حُسنِ سلوک
حشر
حفظ
حق / حقوق
حکمت ۴۴
حکومت
حلّت
حواری
حیاتِ آخرت

خ

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم
خدمتِ خلق
خشوع و خضوع
خشیت
خطا ۴۵
خلافت
خلافتِ عباسیہ
خُلق / اخلاق
خَلق
خنزیر
خواب
خود بینی
خود غرضی

د

دابۃ الارض
دارالجزاء
دایاں ہاتھ
دجّال ۴۶
دریا
دُعا
دعوۃ الی الحق ۴۷
دفاع
دل
دماغ
دنیا
دُودھ ۴۸
دوزخ
دین

ڈ

ڈکٹیٹر شپ
ڈھیل
ڈیماکریسی

ذ

ذکر
ذہن ۴۹

ر

رأفت
رزق
رسول
رُشد
رشوت
رُعب
رل
رنگ
روح
رومی ۵۰
روزِ جزاء
رؤیا ۵۱
رہبانیت

ز

زردشتی مذہب
زکوٰۃ
نماز
زمین
زنا

ژ

ژنداوستا

س

سات
سادگی
ساعت
سائل ۵۲
سائنس
سائیکالوجی
سبت
سبع مثانی
سپرچولسٹس
ستارہ
ستر ۵۳
سجدہ
سبع
سدرۃ المنتہیٰ
سزا

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سعی
سفر
سماء
سمیریئنز
سمندر
سور ۵۴
سوسائٹی
سورج
سورۃ
سورۃ فاتحہ
سورۃ بقرہ
سورۃ توبہ
سورۃ حجر
سورۃ نحل
سورۃ بنی اسرائیل ۵۵
سورۃ کہف
سورۃ نجم ۵۶
سورۃ رحمٰن
سورۃ جمعہ
سیاست
سیدین (قوم)

ش

شادی
شجر ملعونہ
شراب
شرک
شریعت ۵۷
شفاعت ۵۸
شکر
شہاب ثاقب
شہادت
شہد
شہد کی مکھی
شیطان

ص

صالح ۶۰
صبر
صحابی ۶۱
صحبت
صحت
صداقت
صدق
صراط مستقیم
صلح حدیبیہ
صلصال ۶۲
صلیب

ض

ضبط تولید
ضیافت

ط

طالوت
طب
طبیعت
طلاق
طول امل
طہارت
طیب

ظ

ظلم

ع

عبادت
عبد ۶۳
عبرانی
عبرت
عدد
عدل
عذاب
عرب ۶۵
عربی
عرفہ ۶۶
عقل
علامات المقربین
علم
عمل ۶۷
عورت
عہد
عید ۶۸
عیسائیت

غ

غداری ۷۰
غذا
غرور ۷۱
غریب
غزوہ
غزوۂ اُحد
غزوۂ بدر
غزوۂ تبوک

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

غزوۂ خندق
غصہ
غلامی
غیرت

ف

فاشزم ۷۲
فترۃ
فتنہ
فرشتہ
فضل
فضول خرچی
فطرت ۷۳
فکر
فلسفہ

ق

قانون
قبر ۷۴
قتل
قرآنِ کریم
قُربِ الٰہی ۸۰
قسم
قصاص
قلب
قوم/اقوام ۸۱
قیامت ۸۲

ک

کافر/کفار ۸۳
کامیابی
کائنات
کتاب
کشف ۸۴
کفارہ
کلامِ الٰہی
کُن فیکون ۸۶
کورٹ آف وارڈز
کوشش
کیٹاکومبز
کیلنڈر
کینہ

گ

گائے
گفتگو
گمراہ
گناہ

ل

لعنت ۸۷

م

مال
مامور
ماں ۸۸
متقی
مٹی
مُثلہ
مجدّد
مجمع البحرین
مجنون
مجوس
محبتِ الٰہی
محسن
مدیانی ۸۹
مذہب
مسِ شیطان
مسافر
مساوات
مستشرق
مسجد
مسلم
مسیح موعود
معاہدات
معاہدہ وارسائی
معراج
مقامِ محمود
ملکِ یمین
ملکیت
منہاجِ نبوت ۹۳
موعظہ حسنہ
مومن
مہدی
مہمان نوازی

ن

نامۂ اعمال
نباتات
نبوت ۹۳
نسخ ۹۸
نسلی امتیاز
نشان

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

نصرتِ الٰہی
نصیحت
نظام ۹۹
نظامِ کائنات
نفع
نماز
نہر
نیت
نیکی ۱۰۰
نیوگ

و

والدین
وحدت
وحی
وعدہ ۱۰۱
وعید

ولی
وید

ہ

ہجرت
ہدایت ۱۰۲
ہندو مذہب ۱۰۳

ی

یاجوج وماجوج
یتیم ۱۰۴
یوگا
یوم البعث
یوم جزاء
یونانی
یہودیت

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کلیدِ مضامین

جلد چہارم

آ

آخرت - نیز دیکھئے بعث بعد الموت۔ حشر

یہ لفظ صرف یوم آخرت کیلئے محدود نہیں ۳۰۷

بغیر یوم آخرت کے انسانی پیدائش ایک
بے حکمت فعل رہ جاتی ہے۔ ۱۸۶

یوم آخرت کا ایک ثبوت ۱۹۶

آخرت کے انکار کے نتائج ۱۵۳

آخرت کیلئے وہی کوشش کافی ہے جس کے
ساتھ ایمان بھی ہو۔ ۳۱۸

جو شخص یوم آخرت پر ایمان لاتا ہے وہ
کلام الٰہی کی ضرورت کا انکار نہیں کر سکتا۔ ۱۹۶

آخرت پر ایمان نہ لانے سے اعمال میں
نقص آجاتا ہے۔ ۱۲۱

○

"جو اس جگہ اندھا ہے وہ آخرت میں بھی
اندھا ہوگا" کا مطلب ۳۶۸

آدمی (نیز دیکھئے انسان۔ بشر)

آدمی بشری ترقی کے اس حصہ کا نام ہے
جس میں ایک جماعت نے ملکر رہنے اور
ایک دوسرے سے تعاون کرنے اور ایک
نظام کی پابندی کا اقرار کیا۔ ۶۶

آریہ (قوم)

آریوں کا ہندوستان میں بس جانا ۴۹۳

آریہ سماج

آریہ لیڈر لالہ رام بھجدت ۲۴۸

آریوں کے اس عقیدہ کا رد کہ اللہ مادہ کا
خالق نہیں بلکہ روح اور مادہ ازلی ہیں ۱۲۸

آریوں کی نیوگ کی تعلیم قابل شرم ہے ۱۷۳

آریہ مصنفین کے اعتراضات کا ذکر ۳۸۱

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اسلام کے خلاف بے انصافی سے اعتراضات کرتے ہیں۔ ۲۷۲

آریہ مصنفین کے اعتراض کا جواب کہ قرآن کریم کی تعلیمات دوسری الہامی کتب سے چرائی گئی ہیں۔ ۳۳

آیت کُنْ فَیَکُوْنُ سے آریوں کے غلط استدلال کا جواب ۱۶۸

آریوں کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقابل پر نہ آنا۔ ۳۸۲

آزادی

کوئی شخص علی الاطلاق آزاد نہیں ہوتا خدا تعالیٰ کی اطاعت میں حقیقی آزادی رہنے والی ہوتی ہے۔ ۸۳

آسمان

قرآن کریم میں مختلف مواقع پر آسمانوں کی حفاظت اور شہب گرنے کا ذکر ۳۷

سماءِ دنیا سے مراد نبی کی مجلس ہے ۴۰

مادی اور روحانی آسمان دونوں مضبوط اور ناقابل تبدیل بنیادوں پر قائم ہیں۔ ۲۳۰

روحانی ستاروں کے قیام سے روحانی آسمان کا قیام ہے۔ ۳۰

روحانی آسمان کی حفاظت کا مفہوم ۳۴

روحانی آسمان سے قطع تعلق کے نتائج ۱۰۸

آسمان کے دروازے کھلنے کا مطلب ۲۶

آسمانی نعمتیں ۳۱

آسمان پر جانا بشریت کے خلاف ہے ۳۸۹

آسیب۔ نیز دیکھئے جادو۔ سحر

یہود حضرت مسیح کو آسیب زدہ کہتے تھے ۱۲

آگ

موسیٰؑ کو دکھائی جانے والی آگ محبتِ الٰہی کی آگ تھی۔ ۲۹۷

آیت / آیات

قرآن کریم کے جملوں کو آیت کہنے کی وجہ ۲۳۷

آنحضرتؐ فتح مکہ کے موقعہ پر بتوں کو توڑتے ہوئے آیت قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ پڑھتے جاتے تھے۔ ۳۷۸

آنحضرتؐ نے آیت فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ذہن میں رکھ کر ابنِ صیاد کا امتحان لیا تھا۔ ۳۸۴

آیت اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ کے متعلق ایک یہودی کا کہنا کہ اگر یہ ہماری کتاب میں اترتی تو ہم عید مناتے۔ ۶

حضرت عمرؓ کا فرمانا کہ مجھے آیت سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ کی سمجھ فتح مکہ کے بعد آئی۔ ۲۳۳

آیت اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانہ سے خطبہ جمعہ میں پڑھی جاتی ہے۔ ۲۲۴

آیت بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کے متعلق اس اعتراض کا جواب کہ یہ آیت زردشتی کتب سے سرقہ ہے ۲۳

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

حضرت مصلح موعودؓ کے دل میں ڈالا جانا کہ
بِسْمِ اللہ ہر ایک سورۃ کی کنجی ہے۔ ۵۴
آیت یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ
کے متعلق حضرت مصلح موعودؓ کو القاء ۵۴
آیت اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ
لَحٰفِظُوْنَ اکیلی ہی قرآن مجید کی صداقت
کا بیّن ثبوت ہے۔ ۱۴
اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ میں
پانچ نمازوں کے اوقات کا بیان ۳۷۳
اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِہٖ
سے مراد مسلمان ہیں۔ ۳۹۹
آیت اُدْخُلُوْھَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِیْنَ ملائکہ
کا قول معلوم ہوتا ہے۔ ۸۲
آیت اَلْقَی الشَّیْطٰنُ فِیْ اُمْنِیَّتِہٖ کے معنی ۳۴
آیت اَمَرْنَا مُتْرَفِیْھَا پر ایک اعتراض کا رد ۳۱۰
حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ کے غلط معنوں کا رد ۱۱۸
آیت لَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی سے
عیسائیوں کے غلط استدلال کا رد ۳۱۴
آیت اِرتداد سے بزدلی کی تعلیم کا استنباط
کرنے والوں کا رد ۲۵۷
آیت اِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ
مَا عُوْقِبْتُمْ بِہٖ کے منسوخ ہونے کی
کوئی وجہ نہیں۔ ۲۷۴
آیت فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَۃِ سے مراد
مسیح موعود کی بعثت ہے (فتح البیان) ۳۹۸
آیت یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ میں روح
کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت
خلیفۃ المسیح الاوّل کی تفاسیر ۳۸۰

ا

ابلیس ۲۵۹، ۴۳۵
آدم کے نظام کے تابع نہ ہونے والے انسانوں
کے سردار کو ابلیس اور شیطان کے ناموں
سے پکارا گیا ہے۔ ۷۵
ابلیس سے سجدہ نہ کرنے کی باز پرس کیوں کی
گئی جبکہ وہ فرشتہ نہ تھا۔ ۷۳
ابلیس کی ناری طینت اس کے جنوں میں سے
ہونے کے سبب سے تھی۔ ۶۰
مفسرین کی طرف سے ابلیس کی طرف منسوب
بعض غیر معقول باتیں۔ ۳۸
قربِ قیامت یعنی مسیح موعود کے زمانہ میں
ابلیس اور فرشتوں کی روحانی جنگ ۲۷۹

اجر
اجرِ حَسَن سے مراد ۴۱۲

اجرامِ فلکی (نیز دیکھئے ستارہ۔ چاند اور سورج)
دماغ پر اجرامِ فلکی کے غیر مرئی برقی اور
مقناطیسی اثرات ۱۳۸
نباتات پر اجرامِ فلکی کے اثرات ۱۳۱

اِحسان
اِحسان کی حقیقت ۲۲۱

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اخبارِ غیبیہ (نیز دیکھئے پیشگوئی۔ غیب اور الہام)

اس بات کی تردید کہ شیاطین اور جن اخبارِ غیبیہ کو اچک لیتے ہیں۔ ۳۹

اخلاق / خُلق

ابراہیم علیہ السلام میں سب قسم کے اخلاقِ فاضلہ پائے جاتے تھے۔ ۲۶۸

الہام کا تعلق تمدن اور اخلاق سے ہے۔ ۶۹

اخلاقِ عالیہ کا آخری درجہ ایتاءِ ذی القربیٰ کا مقام ہے۔ ۲۲۱

کفار کی اخلاقی حالت ۳۷۰

ادب / آداب

گفتگو کے آداب ۲۵۰

ادب / ادبیات

قرآنِ مجید کو ادب میں بہترین مجموعہ قرار دیا گیا ہے۔ ۱۹

اِرتداد

اِرتداد مُرتد کا گند ثابت کرتا ہے نہ کہ تعلیم کی کمزوری ۱۰۳

اسلام سے کوئی شخص بیزار ہو کر مرتد نہیں ہوگا جو ہوگا دُنیوی اغراض کے تحت ہوگا۔ ۲۵۵

اسلام سے بعض لوگوں کا ارتداد یہ ثابت نہیں کرتا کہ قرآن نے یقینِ کامل پیدا نہیں کیا۔ ۱۲۳

عبداللہ بن اَبی سرح کاتبِ وحی کا ارتداد ۲۵۱

حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ایک مُرتد مدعی نبوت کا دوبارہ مسلمان ہونا ۲۵۷

مجبوراً مرتد ہونے والے شخص کیلئے احکام ۲۵۶

جو مجبوراً ارتداد کرے اس پر اتنا عذاب نہیں ۲۵۴

اس اعتراض کا جواب کہ اسلام ظلم کے وقت ارتداد کی اجازت دیتا ہے۔ ۲۵۴

آیتِ اِرتداد سے بزدلی کی تعلیم کا استنباط کرنے والوں کا رد ۲۵۷

اِرتقاء

قرآنِ کریم خلقِ عالم کی تدریجی پیدائش پر بار بار زور دیتا ہے۔ ۵۶

قرآنِ کریم انسانی پیدائش میں ارتقاء کا تو قائل ہے مگر ایسے ارتقاء کا نہیں جو اتفاقاً ہو گیا ہو۔ ۵۳

ایسا ممکن ہے کہ انسان پہلے ناری وجود ہو اور زمانہ کے تغیرات سے بدلتے بدلتے ارتقاء کے ماتحت طینی وجود ہو گیا ہو۔ ۷۱

انسانی ارتقاء کسی دارالجزاء کا تقاضہ کرتا ہے ۵۵

اِرہاص

دوسرے انبیاء کی نبوتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بطور ارہاص تھیں ۳۰

موسوی سلسلہ محمدی سلسلہ کے لیے بطور ارہاص تھا۔ ۴۷۲

اِستغفار

مومنوں کے استغفار سے گناہ کم ہوتے رہتے ہیں ۱۵۵

اِستہزاء

سب نبیوں کے دشمنوں نے ان سے اِستہزا کیا ۲۵

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کفار کے استہزاء کے نتیجہ میں گناہ انکی غذا بن گیا اور انہیں اسمیں لذت آنے لگی۔ ۲۵

آنحضرتؐ پر استہزاء کرنیوالے پانچ رؤساءِ مکہ اور ان کا انجام۔ ۱۱۶

اِسراء (نیز دیکھئے معراج)

عربی زبان میں رات کے سفر کو اسراء کہا جاتا ہے ۲۸۷

سورۃ بنی اسرائیل میں مذکور اسراء کا واقعہ سنہ ۱۱ نبوی کا ہے۔ ۲۸۳، ۲۸۴

اسراء ہجرت سے صرف چھ ماہ یا ایک سال پہلے ہوا تھا۔ ۲۶۶

اسراء کی رات آنحضرتؐ اُمِّ ہانی کے گھر پر تھے ۲۸۳

ابو نصر قشیری اور ابن عربی کے نزدیک اسراء دو دفعہ ہوا ہے۔ ۲۸۹

معراج اور اسراء دو الگ الگ واقعات ہیں ۲۸۴

معراج اور اسراء کے واقعات خلط ملط ہو گئے ہیں۔ ۲۸۷

اسراء ایک رؤیا تھی۔ ۲۹۳

واقعۂ اسرا ایک لطیف کشف تھا جس کے واقعات کی تعبیر کی گئی۔ ۲۹۲

اگر اسرا کشف نہ ہوتا تو مشاہدات کی تعبیر نہ کی جاتی۔ ۲۹۲

اِسراء کے واقعہ کی تفصیل ۲۸۹

شبِ اسراء میں آنحضرتؐ صرف بیت المقدس تک گئے تھے۔ ۲۸۶

اِسراء کے کشف کا مقصد ۲۹۴

اِسراء کے کشف میں سب نبیوں کی امامت کرنے کی تعبیر ۳۵۶

اِسراء کے کشف کی ایک تعبیر مدینہ کی طرف ہجرت کرنا تھی۔ ۳۷۷

اِسراء کے کشف میں خبر دی گئی تھی کہ رسول اللہ اور آپ کے متبعین یہود کی ارضِ مقدس پر قابض ہو جائیں گے۔ ۴۰۷

اسراء کے انجام کی خبر ۴۰۲

اِسراء میں آنحضرتؐ کا شکریہ ادا کرنے کیلئے حضرت ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کے آنے کی وجہ ۴۹۰

آنحضرتؐ کے اِسراء کے بعد حضرت موسیٰؑ کے اِسراء کا ذکر ۴۶۶

سورۃ کہف میں موسیٰؑ کے اسراء کو بیان کرنے کی حکمت۔ ۴۹۰

آنحضرتؐ اور حضرت موسیٰؑ کے اسراء میں مشابہت ۴۷۹

موسیٰؑ کے واقعۂ اسراء کے رُوحانی ہونے کا ثبوت ۴۸۲

موسوی اسراء میں محمدی ظہور کی خبر دی گئی تھی ۴۷۹

موسیٰ علیہ السلام کا اسراء جس میں انہیں موسوی سلسلہ کی ترقیات دکھائی گئی تھیں۔ ۴۰۸

استقاطِ حمل

اسلام میں بعض حالات میں اسقاط کرانا جائز ہے۔ ۳۲۷

اسلام

عہد اللہ سے مراد اسلام ۲۲۶

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اسلام کے ذریعہ نیا عہد قائم کیا گیا ہے۔ ۲۷۱

اسلام اور عہدِ الٰہی اللہ تعالیٰ اور بندوں کے صحیح تعلق پیدا کرنے کے دو نام ہیں ۲۲۸

اسلام کے ظہور کے وقت مسیحی قوم فسق و فجور میں مبتلا ہو گئی تھی۔ ۴۷۵

یہود کو تلقین کہ اب عزت صرف اسلام میں داخل ہونے سے ملیگی۔ ۲۷۱، ۳۰۶

یہود کو سب سے زیادہ امن اسلامی ممالک میں ملتا ہے اس کے باوجود یہ ہمیشہ اسلام سے دشمنی کرتے چلے آئے ہیں۔ ۵۸۰

اسلام کے حقیقی دشمن ۴۴۰

صداقت

اسلام کی سچائی کے زبردست ثبوت ۱۵، ۲۴۴

اسلام کی برتری کی عظیم الشان دلیل ۲۳۰

ایک یہودی کا اسلامی شریعت کے اعلیٰ ہونے کا اعتراف کرنا۔ ۶

اسلامی تعلیمات کی خوبیوں کو دیکھکر بارہا کافر کہہ اُٹھتے ہیں کہ کاش وہ بھی مسلمان ہوتے ۶

یورپ کے لوگ اسلامی مسائل کی برتری کو مانتے ہیں۔ ۷

اہلِ یورپ کے اسلام قبول کرنے میں روک ان کی سوسائٹی ہے۔ ۷

موسوی اور عیسوی اُمتوں کے لیے اسلام کی تعلیمات سے تعاون کرنا بڑا مشکل امر ہے۔ ۴۹۰

آج دُنیوی حرص و آز اسلام کے قبول کرنے میں روک ہے۔ ۱۷۳

تعلیم

اسلامی تعلیمات کی حفاظت ۴

اسلامی علوم کی بنیاد قرآن مجید پر قائم ہوئی ۱۹

آج اسلام کے سوا کوئی مذہب یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس کے پیروؤں میں سے کوئی خدا تعالیٰ سے زندہ تعلق قائم کر سکتا ہے ۲۲

شریعتِ اسلامیہ کے ذریعہ انسانی قویٰ اور جذبات پر کنٹرول ۴۸۸

خشوع و خضوع کے اظہار کا اسلامی طریق ۴۰۰

اسلامی حکومت کی صفات ۲۱

بین الاقوامی معاہدات کے متعلق اسلام کے احکام ۲۳۰

اسلام میں والدین کی خدمت کیلئے ہدایات ۳۲۱

اسلامی نظام میں یتامیٰ کے حقوق ۳۳۲

یتامیٰ کے لیے کورٹ آف وارڈز قائم کرنے کا خیال سب سے پہلے اسلام نے پیش کیا ہے ۳۳۲

یتامیٰ کے اموال کی حفاظت کوئی احسان نہیں بلکہ اسلامی نظام کا حصہ ہے۔ ۳۳۳

اسلام کا قانونِ ملکیت ۱۹۹

اسلام نہ تو بے قید شخصی ملکیت کا قائل ہے نہ غیر محدود جماعتی تصرف کا۔ ۲۰۰

شریعتِ اسلامی میں مال کو بڑھنے سے روکنے کے اقدامات ۴۸۰

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اسلام میں مرد اور عورت کے حقوق میں مساوات ۲۳۴

اسلامی شریعت میں غذا کے اصول ۲۶۳

حلال و حرام ۲۶۰، ۲۶۲

قاتل کو معاف کرنے کی تعلیم سے اسلام نے ملک میں امن کی بنیاد قائم کردی ہے۔ ۳۳۱

اسلام کا لغو امور، لَہو و لَعِب اور شراب سے روکنا۔ ۴۸۳

اسلام نے دُنیا چھوڑنے کی تعلیم نہیں دی۔ ۲۳۶

اسلام کے نزدیک دنیا کی ہر شے میں فوائد ہیں ۴۱۵

اسلام نے دائیں ہاتھ کو برکت کا نشان قرار دیا ہے۔ ۳۶۶

انسانی فطرت کی اصل کے بارہ میں اسلام اور عیسائیت کی تعلیمات کا فرق ۳۶۱

اشاعت

ہجرتِ مدینہ نے ہی اسلام کا مستقبل شاندار طور پر ظاہر کردیا۔ ۲۹۵

جب مدینہ سے اسلامی دارالخلافہ دوسری جگہ منتقل ہوا اسی وقت سے اسلام کی ترقی رُک گئی۔ ۲۹۶

اگر مسلمان تبلیغِ اسلام کے فریضہ کے ادا کرنے میں سُستی نہ کرتے تو آج دنیا میں اسلام کے سوا کوئی اور مذہب نظر نہ آتا۔ ۱۷۳

اسلام کی عالمگیر اشاعت سے سمندری جہازوں کا تعلق۔ ۳۶۳

اسلام کبھی اسقدر کمزور نہ ہوتا اگر مسلمان سمندری بیڑوں کا خیال رکھتے۔ ۳۶۵

اسلام کی خاطر مکّہ کے غلاموں کی قربانیاں ۲۴۹

غلبہ کی پیشگوئیاں

اسلام کے غلبہ کی پیشگوئیاں ۴۰۲

اسلامی حکومت کا قیام محض اتفاق نہیں تھا ۲۰

قرآن کریم میں جہاں کہیں اسلام کی آئندہ ترقی اور عالمگیر تبلیغ کا ذکر ہے وہاں حضرت مسیح علیہ السلام کا ذکر ضرور آتا ہے۔ ۵۴

مسیحی اقوام کی ترقی کے زمانہ میں ایک ایسی جماعت کی خبر جو اسلام پر قائم ہوگی۔ ۴۴۴

قرآن کریم میں پیشگوئیاں ہیں کہ مسلمان جب بھی اسلام سے غافل ہونگے اللہ تعالیٰ امور بھیجتا رہے گا۔ ۲۲

آخری زمانہ میں اسلام کو بچانے کی خبر ۴۱۰

مسیحی قوم کے زوال کے وقت اسلام کو فتح ہوگی۔ ۴۱۰

آخری زمانہ میں عالمگیر عذاب کے بعد اسلام کی وسیع اشاعت مقدر ہے۔ ۲۵۸

عالمگیر عذاب کے بعد تبلیغِ اسلام کا راستہ کھل جائیگا۔ ۳۵۰

موعود عذاب کے آثار اس وقت (۱۹۴۰ء) ظاہر ہو رہے ہیں اس کے بعد انشاء اللہ اسلام کے پھیلنے کے سامان کثرت سے پیدا ہو جائینگے۔ ۳۵۶

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اعتراضات کے جواب

اسلام کی تعلیم پر یہود اور عیسائیوں کے اعتراضات ۴۸۱

اس اعتراض کا جواب کہ اسلام کی تعلیمات پہلی شریعتوں کی نقل ہے۔ ۱۶۳

اس اعتراض کا جواب کہ اسلام بزدلی کی تعلیم دیتا ہے اور ظلم کے وقت ارتداد کی اجازت دیتا ہے۔ ۲۵۴

اسلام سے کوئی شخص بیزار ہو کر مرتد نہیں ہوگا جو ہوگا دنیوی اغراض سے ہوگا۔ ۲۵۵

عیسائیوں کے نزدیک اسلام انسانی جذبات کا خون کرتا ہے۔ ۴۸۳

اسمِ اعظم ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۸، ۴۰۱

اَشوری

بابل کے شمالی علاقوں کی بسنے والی قوم جس نے بنی اسرائیل کو شکست دے کر غلام بنایا تھا۔ ۳۰۲

اَصحاب الاَیکہ

وجہ تسمیہ ۱۰۱

خالص عرب تھے ۳

حضرت شعیب کی قوم تھی ۱۰۰، ۱۰۱

اصحابِ مدین اور اَصحابُ الاَیکہ ایک ہی قوم تھے۔ ۱۰۲

عرب سے شام اور مصر کو جانے والا راستہ اصحابُ الاَیکہ کے مقام سے گذرتا تھا۔ ۱۰۳

اَصحابَ الحِجر

ثمود اور صالح کی قوم ۱۰۳

بہت طاقتور اور متمدن قوم تھی ۱۰۶

اصحاب الرّقیم

اصحاب الرقیم کے متعلق مفسرین کی بیان کردہ روایات ۴۲۰

اَصحابِ کہف ۳۸۱

مفسرین کی بیان کردہ روایات ۴۱۸

اصحابِ کہف کے متعلق ایک اور روایت ۴۱۹

صاحب فتح البیان نے لکھا ہے کہ اصحابِ کہف کے متعلق روایات کا عقلی ثبوت ہے نہ نقلی ۴۲۰

اصحابِ کہف سے متعلق ابنِ اسحاق کی روایات میں صداقت کا بیج موجود ہے۔ ۴۲۳

اصحابِ کہف کے متعلق ابنِ اسحاق کی روایات سے ملتی جلتی روایت گبن نے بھی شامی مسیحیوں سے نقل کی ہے۔ ۴۲۰

خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ وہ کوئی عجوبہ چیز نہ تھے لیکن ہمارے مسلمان انکو عجوبہ بنانے پر مُصر ہیں ۴۱۷

اصحابِ کہف کی تفاصیل میں نہیں جانا چاہیئے ۴۳۹

ابنِ عباس کہتے ہیں کہ مَیں نے اصحاب کہف کی ہڈیاں تک دیکھی ہیں۔ ۴۴۲

لوشا (سپین) میں اصحابِ کہف کی لاشوں کا موجود ہونا بتایا جاتا ہے۔ ۴۲۰

اصحابِ کہف کے اسماء جو تفاسیر میں مذکور ہیں ۴۲۰

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اصحابِ کہف کا کُتا ۴۲۰

اصحابِ کہف کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی تحقیق۔ ۴۲۱

اصحابِ کہف کے متعلق حضرت مصلح موعودؓ کی تحقیق۔ ۴۲۲

اصحابِ کہف سے مراد وہ ابتدائی مسیحی جنہوں نے دین کی خاطر بڑی بڑی تکالیف اُٹھائیں ۴۰۷، ۴۲۴

یہ لوگ جس قوم میں سے آئے تھے وہ بُت پرست تھی۔ ۴۲۸

ان لوگوں کا طریق تھا کہ جب ظلم حد سے بڑھ جائے تو غاروں میں چلے جائیں۔ ۴۲۹

اصحابِ کہف کہاں مقیم تھے۔ ۴۳۰

اصحابِ کہف کے مصائب کا زمانہ پورے تین سو نو سال ہے۔ ۴۲۷، ۴۴۰

اپنی حفاظت کے لیے کتے رکھتے تھے۔ ۴۲۵

اپنے وفات یافتہ بزرگوں کے نام پر معابد (گرجے) بناتے تھے یہ علامت واضح طور پر عیسائیوں میں پائی جاتی ہے۔ ۴۲۷

ان لوگوں نے قربانی کی شاندار مثال پیش کی تھی ۴۲۶

اصحابِ کہف کی بیدلی سے مراد ۴۳۴

نزول قرآن کے وقت شمالی اقوام سو رہی تھیں۔ ۴۳۱

ان کے کُتے سے مراد رومی بازنطینی حکومت ہے جو بحیرہ مارمورہ کے دونوں جانب یورپ کی حفاظت کر رہی تھی۔ ۴۳۲

اصحابِ کہف یعنی مغربی مسیحی اقوام کا مقابلہ صرف وہ شخص ہی کر سکیگا جسے اللہ تعالےٰ اپنی مشیت سے انکے مقابلہ پر کھڑا کریگا۔ ۴۳۹

اصحابِ کہف مہدی کے مرید ہیں (حدیث) ۴۴۲

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ سورۂ کہف کے واقعہ میں مسیح موعود کے دوبارہ نزول کی خبر ہے نیز یہ کہ ایسے ہی حالات مسلمانوں کی ایک جماعت سے بھی پیش آنے والے ہیں۔ ۴۲۲

اس امر کا استدلال کہ اس واقعہ میں اُمتِ محمدیہ کے لیے پیشگوئیاں ہیں۔ ۴۴۲

اَصحابِ مدین

عرب سے شام اور مصر کو جانے والا راستہ اصحابِ مدین کے مقام سے گذرتا تھا ۱۰۳

اِصلاح

باپ کی مثال دیکر غیرت دلانا اصلاح کا بہترین طریق ہے۔ ۲۷۰

اطاعت

خدا تعالیٰ کی اطاعت ہی قوت و شان کو بڑھانے والی اور حقیقی آزادی دینے والی ہوتی ہے۔ ۸۳

اِعتراض

کسی پر ایسا اعتراض نہ کرو جو تم پر بھی پڑتا ہو۔ ۲۷۲

آریہ اور عیسائی اسلام کے خلاف بے انصافی سے اعتراضات کرتے ہیں۔ ۲۷۲

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف ایسے امور کو بطور اعتراض پیش کیا جاتا ہے جو سب انبیاء میں پائے جاتے ہیں۔ ۲۷۲

افتراء

مفتری کامیاب نہیں ہوا کرتا۔ مامورین کی یہ سب سے بڑی نشانی ہے۔ ۲۶۴

خدا تعالیٰ پر افتراء کرنے والا بچ نہیں سکتا۔ ۱

مفتری الہام کو شائع کرنے کے بعد اتنا عرصہ عمر نہیں پاتے جتنا کہ رسولِ کریمؐ کو ملا۔ ۲۶۵

خدائی کلام اور بندے کے افتراء میں فرق ۱۲۵

اُفقِ اعلیٰ

سب سے اعلیٰ مقام ۲۸۰

اقتصادیات

اسلام کا اقتصادی نظام (قانون ملکیت) ۱۹۹

اسلام نہ تو بے قید شخصی ملکیت کا قائل ہے نہ غیر محدود جماعتی تصرف کا۔ ۲۰۰

اقلیت

کسی اکثریت کو یہ نہیں چاہیئے کہ اقلیت کو ملک سے نکال دے۔ ۲۱۳

اللہ جلّ جلالہٗ

ہستی باری تعالیٰ

خدا تعالیٰ کی ہستی کا ایک ثبوت کروڑوں جانداروں کیلئے رزق کا انتظام ۴۷

اللہ تعالیٰ کی ہستی کا ایک ثبوت (شہد کی مکھی کا نظام) ۱۹۴

والدین کے وجود سے اللہ کے وجود پر شہادت ۳۲۱

توحید

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے دلائل ۱۲۶، ۱۵۲

کائنات کے باہمی ربط سے توحید کا اثبات ۱۵۳

سچا خدا اپنے اکیلے ہونے کو اپنی بڑائی کے ثبوت میں پیش کرتا ہے۔ ۱۲۵

جب قومیں اللہ تعالیٰ سے دور ہو جاتی ہیں تو شرک کرنے لگتی ہیں۔ ۱۲۲

شدید مصیبت کے وقت مشرک معبودانِ باطل کو بھول کر اللہ کو پکارتے ہیں۔ ۱۸۱

جنگِ بدر کے موقعہ پر ابوجہل کا دیوتاؤں کو بھول کر اللہ سے دعا کرنا۔ ۱۸۱

صفات

صفاتِ عزیز و حکیم ۱۰۶

صفاتِ علیم و قدیر ۱۹۷

غفور اور رحیم کی صفات ۸۴، ۱۴۹۰

حلیم و غفور ۳۴۳

صفاتِ خلّاق اور علیم ۱۰۹

اللہ تعالیٰ کو خالق ماننے والے کا حق نہیں کہ وہ نبیوں کی ضرورت کا انکار کرے ۱۳۵

ان لوگوں کا رد جو خدا کو مادہ کا خالق نہیں مانتے ۱۲۸

عزیز خدا کا غلبۂ کامل اس دنیا میں نہیں ہو سکتا ۱۸۶

اللہ تعالیٰ کے قادر ہونے کا ثبوت ۱۶۸

اللہ تعالیٰ کی صفات رأفت و رحم ۱۷۵

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اللہ تعالیٰ کے رؤوف ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ دکھوں کو نہیں دیکھ سکتا۔ ۱۳۱

دنیا کی ہر چیز میں خدا کی صفات کی جھلک ہے جس جگہ اللہ اپنا جلال دکھاتا ہے اس کو برکت دیتا ہے اور وہاں سے اسکی سبوحیت کا ظہور ہوتا ہے۔ ۲۴۳ ۲۹۷

متفرق

نصرتِ الٰہی کی دو اقسام ۳۱۸

اَمْرُ اللہ کے دو معنی ۱۲۴

عہد اللہ سے مراد اسلام ۲۲۶

اللہ تعالیٰ سے محبت کا معیار ۲۲۴

ہر کام کے مناسب حال اللہ تعالیٰ کا نام لیکر دُعا کرنی چاہیئے۔ ۴۰۱

معراج میں آنحضرتؐ کی رویتِ باری تعالیٰ ۲۸۱

موسیٰ علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ کی تجلی دیکھنا ۴۷۰

قرآنِ کریم کی حفاظت اللہ تعالیٰ بذاتِ خود کرتا ہے۔ ۱۵

قرآنِ مجید کی معنوی حفاظت کے لیے اللہ تعالیٰ نے خود اپنے کلام سے اس کو ظاہر فرمانے کا ذمہ لیا ہے۔ ۲۰

اللہ تعالیٰ جب کسی چیز کی قسم کھاتا ہے تو اس کا مقصد اس چیز کو بطور شہادت پیش کرنا ہوتا ہے۔ ۹۷

قَدَرَ کا لفظ جب اللہ تعالیٰ کیلئے استعمال ہو تو اسکے معنی فیصلہ کرنے کے ہوتے ہیں۔ ۸۹

ہر چیز کے خزانے اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس رکھے ہیں اور ضرورت کے مطابق وہ انسانی ذہن کو ادھر منتقل کر دیتا ہے۔ ۴۸

خدا تعالیٰ پر سیدھے راستہ کا بتانا واجب ہے ۱۳۲

اس بات کا جواب کہ انسان کمزور اور حقیر ہے خدا تعالیٰ کو اس کی طرف توجہ کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ ۱۲۹

اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کیلئے الہامِ الٰہی کی ضرورت ۱۳۴

اللہ تعالیٰ کو پانے کا صحیح اور قریب ترین راستہ خود اللہ تعالیٰ ہی بتا سکتا ہے۔ ۱۲۰

خدا تعالیٰ تک پہنچنے اور اس کی مرضی کو پانے کے لیے بندوں سے سوک ضروری ہے۔ ۲۲۲

اللہ تعالیٰ دنیوی نعمتوں کی طرح روحانی نعمتیں بھی نازل کرتا ہے۔ ۱۴۹

خدا تعالیٰ پر افتراء کرنیوالا بچ نہیں سکتا۔ ۱

اللہ تعالیٰ کی مشیت نے جائز رکھا ہے کہ انبیاء کے دشمن اپنے مشغلوں کو جاری رکھیں ۴۴

اللہ تعالیٰ نے جزاء و سزا کا معاملہ اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔ ۳۵۰

اللہ تعالیٰ سزا کے معاملہ میں ہمیشہ عفو اور رحمت کو مدنظر رکھتا ہے۔ ۳۶۱

اللہ تعالیٰ ظالمانہ عذاب نہیں دیتا۔ ۱۶۲

اللہ تعالیٰ کسی کو گنہگار نہیں بناتا بلکہ گناہ کے طبعی نتائج نکالتا ہے۔ ۲۴

خدا تعالیٰ کا دلوں پر پردہ ڈالنے سے مراد ۳۱۵

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اللہ تعالیٰ کے کاموں کی کوئی حد بندی نہیں کر سکتا۔ ۴۰۹

اللہ تعالیٰ کو شکر کی کیا احتیاج ہے؟ ۲۵۹

نبیوں کو الہامات میں اللہ تعالیٰ کے بیٹے کہنے کا مطلب ۲۰۲

اللہ تعالیٰ کی طرف بیٹیاں منسوب کرنا کیوں کم عقلی کی دلیل ہے۔ ۱۸۴

الہام

اس زمانہ میں تعلیم یافتہ لوگ الہام کے وجود سے منکر ہیں۔ ۱۴۹

الہامِ الٰہی کو عجیب سمجھنے والوں کا جواب ۵۳

معبود کے لیے الہام نازل کرنا اس کی شان کے خلاف نہیں۔ ۱۴۹

الہام نازل کرنا اسی کا کام ہے جو علیم اور قدیر ہو۔ ۱۹۷

انسان کی پیدائش کی غرض ہی یہ تھی کہ وہ کامل ہو کر الہامِ الٰہی کو حاصل کر سکے۔ ۵۲

انسان میں جبلی طور پر الہام قبول کرنے کی قابلیت ۵۳

فِطْرَتُ اللّٰہ سے مراد انسان میں قبولیتِ الہام کی قابلیت کا پیدا ہونا۔ ۵۶

الہام انسان کی اپنی فطرت کے مطابق ہوتا ہے ۱۴

آدم پہلے بشر تھے جن پر الہام نازل ہوا۔ ۶۹

آدم اور انبیاء کے نفخِ روح سے مراد نزولِ الہام ہے۔ ۷۷

صرف قرآن کریم کے ماننے والے ہر زمانہ میں خدا تعالیٰ سے براہ راست الہام پانے کے مدعی ہوتے چلے آئے ہیں۔ ۲۰

ضرورت

کیا انسان کو الہام کی ضرورت نہیں؟ ۳۹۰

الہامِ الٰہی کی ضرورت کی ایک دلیل ۲۰۸

خدا تعالیٰ تک پہنچنے کیلئے الہامِ الٰہی کی ضرورت ۱۳۴

الہام کا آنا انسان کی رُوحانی ترقی کے لیے ضروری ہے۔ ۱۴۲

الہام کے بغیر فطرت نشوونما نہیں پاتی ۱۳۶

الہام کے بغیر انسان شرک میں مبتلا ہو جاتا ہے ۲۰۱

ایک الہام کے بعد دوسرے الہام کی ضرورت ۱۳۴

قرآنِ کریم کی موجودگی میں الہام کی ضرورت ۴۹

علم کا ذریعہ

اصل حقیقت معلوم کرنے کا ذریعہ الہام ہے ۳۵

الہام ہی سچی توحید کی طرف رہنمائی کرتا ہے ۱۷۹

قرآن کریم کے علوم کے متعلق الہام کے ذریعہ رہنمائی۔ ۵۴

خدا تعالیٰ کے الہام کے نتیجہ میں انسان اللہ تعالیٰ کا مخلص بندہ بنتا ہے۔ ۸۰

الہام کے بغیر انسان ہدایت کا راستہ تلاش کرنے میں بڑی بڑی غلطیاں کرتا ہے۔ ۱۸۴

الہام فطرت کی خوابیدہ طاقتوں کو اُبھارتا ہے ۱۳۷

الہام فکرِ انسانی کو تیز کرتا ہے۔ ۱۷۳

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

الہام کے ذریعہ دنیوی حکومتوں کے توازن کی بھی اصلاح کی جاتی ہے۔ ۱۹۸

الہام کا تعلق تمدن اور اخلاق سے ہے ۶۹

الہام کی حفاظت

الہام اور اس کی حفاظت کا سلسلہ ابتدائے عالم سے چلا رہا ہے۔ ۷۲

کسی الہام کی حفاظت کب تک کی جاتی ہے ۲۲

تازہ بتازہ الہامات کے ذریعہ سے قرآن مجید کی حفاظت ۱۹

الہامی کتابوں میں صرف قرآن کریم ہی محفوظ کیا جاتا ہے۔ ۴۷۲

تفرق

متفرق الہام شائع کرنے کے بعد اتنی لمبی عمر نہیں پاتے جتنی رسول کریمؐ کی تھی۔ ۲۶۵

آنحضرتؐ سے پہلے کے انبیاء اور انکے تابع الہامات کو اپنے الفاظ میں بیان کیا کرتے تھے ۳۶

خدائی الہام پانے والوں اور علم الارواح کے ماہرین کے علوم میں فرق ۳۹۴

ایک ان پڑھ مزدور کے مناسب حال الہام ۱۴

الہامات میں نبیوں کو خدا کے بیٹے کہنے کی حقیقت ۲۰۲

الہام کی پانی سے مشابہت ۲۹

الہامی زبان میں خاندانی یا مذہبی نظام کو نظام شمسی سے مشابہت دی جاتی ہے۔ ۳۱

ذوالقرنین صاحب الہام تھا۔ ۴۹۵

اُمّ القریٰ

نبی کی بستی کو اُمّ القریٰ قرار دیا جاتا ہے۔ ۸

وہ بستی جسے کسی زمانہ کیلئے خدا تعالیٰ نے مرکز تجویز کیا ہو۔ ۳۱۵، ۳۱۷

اللہ عذاب بھیجنے سے پہلے اُمّ القریٰ میں رسول مبعوث فرماتا ہے۔ ۳۱۷

اِمامت

اسراء میں آنحضرتؐ کا سب نبیوں کی امامت کرنے کی تعبیر ۲۹۴

اُمّت

اُمّتِ محمدیہ اور اُمّتِ موسویہ کے مقام میں فرق۔ ۲۹۹، ۴۷۷

آنحضرتؐ اور موسیٰؑ کی اُمتوں کے صبر میں فرق ۴۷۹

اُمّتِ محمدیہ کے مثیلِ بنی اسرائیل ہونے کا ذکر سورۃ فاتحہ میں ہے۔ ۳۵۰

آنحضرتؐ نے اپنی اُمّت کو فرمایا ہے کہ تم یہود اور نصاریٰ کے نقش قدم پر چلو گے۔ ۳۰۱

موسیٰ کے کشف میں امتِ محمدیہ کے حالات کا ذکر۔ ۴۶۹

ایک نبی کی اُمت میں تابع نبی کی بعثت ۳۲

اُمّتِ محمدیہ میں تابع نبی کی ضرورت ۳۵

اَمر

اَمرُ اللہ کے دو معنی ۱۲۴

امن

توحید ہی دنیا میں امن قائم کر سکتی ہے۔ ۳۴۱

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مسلم کے معنی امن دینے والا ۶

اسلامی تعلیم میں امن کی بنیاد (قاتل کو معاف کرنا) ۳۳۱

انسان اپنی عقل سے امن قائم نہیں کرسکا ۴۶۴

اِنجیل (نیز دیکھئے عیسائیت۔ بائیبل) ۲۴۵

سب کی سب کلامِ الٰہی پر مشتمل نہیں ۳۶

علمی قوم میں آنے کے باوجود محفوظ نہیں رہی ۱۷

انجیل کو زبانی یاد کرنیوالا کوئی نہیں۔ ۲

آنحضرتؐ کے زمانے میں عبرانی انجیل مفقود ہوگئی تھی صرف یونانی اناجیل ہی مروج تھیں ۲۵۰

انجیل کا پرانے سے پرانا عربی ترجمہ آٹھویں صدی سے اوپر نہیں جاتا۔ ۲۵۱

مکہ میں بعض غلاموں کا انجیل پڑھنا ۲۴۲

قرآن کریم اور انجیل کی تعلیم کا موازنہ ۲۲۴، ۳۲۸

دنیا کے کاموں میں حصہ لینے کے متعلق انجیل اور قرآن کی تعلیمات کا موازنہ ۲۳۶

موجودہ اناجیل سے مسیح کے خدا کا بیٹا ہونے کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ ۴۱۴

مسیح کو خدا کا بیٹا کہنے کا مفہوم ۲۰۲

انجیل میں لکھا ہے کہ یہودی حضرت مسیحؑ کو کہتے تھے کہ اس پر جن سوار ہے۔ ۱۲

اناجیل میں بدارواح کا ذکر ۵۹

مسیح کی آمدِ ثانی کی علامات ۴۷

انجیل میں ایک عالمگیر جنگ کی پیشگوئی ۴۵۸

○

اِنذار

انذار کے دو مقاصد ۳۰۱

خدا تعالیٰ اپنے مامور کے ذریعہ حجت قائم کرکے اور انذار کئے بغیر کسی قوم کو ہلاک نہیں کرتا۔ ۴۶۴

انذار مشروط ہوتا ہے۔ ۲۳۸

انذاری پیشگوئیاں ٹل سکتی ہیں۔ ۴۳۲

آنحضرتؐ کا امت کو انذار کہ تم یہود اور نصاریٰ کے نقش قدم پر چلو گے۔ ۳۰۱

حضرت موسیٰ کے ذریعہ بنی اسرائیل کو انذار ۳۰۰

حزقیل نبی کا یہود کو انذار ۳۰۲

حضرت یرمیاہ کے ذریعہ بنی اسرائیل کو انذار ۳۰۲

اِنس

اِنس سے مراد جنوبی اور مشرقی دنیا کے لوگ ۶۹

اِنسان (نیز دیکھئے آدمی۔ بشر)

وجہ تسمیہ

آدم کو انسان کا خطاب دینے کی وجہ ۶۷

جو لوگ اطاعت کا مادہ رکھتے ہیں ان کا نام انسان رکھا گیا۔ ۶۹

مقصودِ کائنات

انسان بلحاظ کامل فرد کے سب مخلوق سے افضل ہے۔ ۳۶۶

آخری نقطہ کائنات کا انسان ہے۔ ۱۲۶

یہ سب کائنات مل کر انسان کی خدمت کر رہی ہے۔ ۱۵۳

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بامقصد پیدائش

انسانی پیدائش کے ایک ارادہ کے تحت ہونے کا ثبوت ۵۵

انسان کی بامقصد پیدائش کی ایک دلیل ۱۳۶

اگر انسان بغیر مقصد پیدا نہیں ہوا تو بعد الموت زندگی ضروری ہے۔ ۲۰۱

بغیر یوم آخرت کے انسانی پیدائش ایک بے حکمت فعل رہ جاتی ہے۔ ۱۸۶

قرآن کریم میں انسان کی پیدائش کے ذکر کے ساتھ بعث بعد الموت کا ذکر کیوں ہے؟ ۵۴

پیدائشِ انسانی ہی حشر کا موجب ہے۔ ۵۵

انسان کی پیدائش کی غرض ہی یہ تھی کہ وہ کامل ہو کر الہام الٰہی کو حاصل کر سکے۔ ۵۳

اللہ تعالیٰ نے سب انسانوں کو عبد بننے کیلئے پیدا کیا ہے۔ ۱۶۷

آنحضرت کی بعثت کا مقصد تمام انسانوں کو جمع کرنا ہے۔ ۶۹

کیوں تمام مخلوق میں صرف انسان ہی حشر کا محتاج ہے؟ ۵۵

پیدائش

انسانی پیدائش کے مختلف مدارج ۵۷

انسان کے مٹی سے پیدا ہونے کی حقیقت ۵۶، ۵۷

انسان کو حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ سے پیدا کرنے کی حقیقت ۵۳

انسان میں صفتِ صَلْصَالِیَّت ۵۶

انسان کی پیدائش اسی قسم کے اجزاء سے ہے جو مٹی کے تیار کرنے میں خرچ ہوئے۔ ۵۷

ارتقاء کے لحاظ سے اگر طینی ابتداء سے پہلے انسان کی ابتداء ناری وجود سے تسلیم کی جائے تو مستبعد نہیں۔ ۷۱

فطرتِ انسانی

انسان کی فطرت اصل میں نیک ہے۔ ۳۶۰، ۳۶۱

انسانی فطرت کو ایسا بنا دیا جانا کہ وہ غلطی کی طرف جا ہی نہ سکے حکمت کے خلاف تھا۔ ۱۳۴

انسانی فطرت پاک ہے وہی گمراہ ہوتا ہے جو خود اس فطرت کو خراب کر کے شیطان کے پیچھے چل پڑتا ہے۔ ۸۱

دنیا میں اکثر انسان نیک نیت ہیں۔ ۳۶۰

انسان کی تمام قوتیں نیکی کیلئے پیدا کی گئی ہیں ۴۶۰

انسان میں خیر و شر کی طاقتیں موجود ہونے کی حکمت ۵۵

سوائے اس کے جو خدا تعالیٰ کی نگرانی میں ہو ہر انسان افراط و تفریط کا شکار ہوتا ہے۔ ۱۳۲

انسان کی کمزوریاں

انسان کی طبیعت میں عجلت اور جلد بازی ہے ۳۰۹، ۷۰

انسان میں جھگڑا کرنے کی طبیعت ۴۶۲

انسان کے خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ ہونے کی حقیقت ۱۲۸

انسان کی خصومت کا جواب ۱۲۹

انسان جذبات کا غلام ہوتا ہے ۱۳۳

شیطان کے پیچھے چلنے کے موجبات ۴۸۳

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کوئی انسان علی الاطلاق آزاد نہیں ہوتا۔ ۲۲

انسان اپنی عقل سے امن قائم نہیں کرسکا ۴۶۴

انسان کے بنائے ہوئے قانون کی خامیاں ۱۳۳

انسان کامل کلام نہیں بنا سکتا۔ ۱۹۷

انسان کے لیے الہام کی ضرورت

کیا انسان کو الہام کی ضرورت نہیں؟ ۲۹۰

انسانی ذہن اور عقل خواہ کسقدر اعلیٰ ہو وہ آسمانی بانی کی محتاج ہے۔ ۱۳۰

انسان اپنی کوشش سے خدا تک نہیں پہنچ سکتا۔ ۱۳۴

اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کی روحانی ضرورتوں کی فراہمی ۱۴۷

انسانی ہدایت کیلئے ضروری امور ۱۴۹

انسان میں جبلی طور پر الہام قبول کرنے کی قابلیت ۵۳

ہر انسان صاحب وحی ہوسکتا ہے۔ ۱۹۶

انسان میں فطری طور پر خدا تعالیٰ کی آواز پر لبیک کہنے کی طاقت ہے۔ ۵۳

انسان میں اخلاق اور روحانی امور کی موجودگی ۵۵

الہام انسان کی فطرت اور قلب کی حالت کے مطابق ہوتا ہے۔ ۱۴

انسانوں میں سے مورد وحی ایک جیسے نہیں ہوتے ۱۷۵

انسان اور شریعت

شریعت کی تفصیلات انسان کو ہلاکت سے بچانے کیلئے بیان کی گئی ہیں۔ ۴۶۳

شریعتِ اسلامیہ کے ذریعہ انسانی قویٰ اور جذبات پر کنٹرول ۴۸۸

نبی وقت کے ذریعہ انسانی حقوق کی پھر سے حفاظت کی جاتی ہے۔ ۱۲۲

انسانی عزت پر حملہ کی پرسش کی جائیگی ۳۳۴

جسم انسانی کے اسرار

جسم انسانی کے لامتناہی اسرار ۱۰۸

انسانی روح اور دماغ کی قوتیں ۴۸۸

انسان کی خدمت کے لیے نباتات ۱۳۶

انسانی نشو ونما پر جمادات کے اثرات ۱۳۹

انسان کی قوتِ فکریہ پر چاند کے اثرات ۱۳۹

انسان کی خصوصیت جو اسے دوسری مخلوق سے ممتاز کرتی ہے۔ ۵۳

علم النفس کے ماہرین کہتے ہیں کہ انسان میں نقل کرنے کا مادہ سب سے بڑا خاصہ ہے ۲۳

انسان کے انیس[19] حواس ۸۱

یہ ممکن ہے کہ انسانی جسم ارضی تغیرات کے نتیجہ میں پتھر کا بن جائے۔ ۳۴۸

متفرق

ہر چیز کے خزانے اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس رکھے ہیں اور ضرورت کے مطابق وہ انسانی ذہن کو اُدھر منتقل کر دیتا ہے۔ ۴۸

فانی انسان کلام الٰہی کی حفاظت نہیں کرسکتا اس لیے یہ ذمہ داری خود خدا نے لی ہے۔ ۵۰

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

انسان کا عمل اس کی گردن سے چسپاں کرنے کا مطلب ۳۱۱

موجودہ اور آئندہ انسان کے لیے رُوحانی غذا کی ضرورت اور اس کا انتظام ۴۷

انگریز

۱۶۱۱ء میں انگریزوں کے قدم ہندوستان میں جمے۔ ۴۳۴

یورپ نے انگریزوں کے نقشِ قدم پر اور ان کے سہارے پر ترقی کی ہے۔ ۴۳۵

اولاد

اولاد ثمرۂ قلب ہے۔ ۳۹۵

خشیۃ املاق سے اولاد کو قتل کرنے کی حقیقت ۳۲۶

اولاد کی خوراک۔ لباس اور تعلیم کا خیال رکھنے کی تلقین ۳۲۷

انسان کے رزق میں اس کی اولاد کا رزق شامل ہے پس اس سے محروم نہیں کرنا چاہیئے ۳۲۸

بیوی کی خوراک اور مناسب لباس کا خیال نہ رکھنا یا حمل کے ایام میں اس پر کام کا بوجھ ڈالنا ایسے امور ہیں جن سے اولاد پر بُرا اثر پڑتا ہے۔ ۳۲۷

زنا سے بھی اولاد کا قتل ہوتا ہے ۳۲۸

اہل الذکر

اہل الذکر سے مراد مسلمان ہیں نہ کہ اہلِ کتاب ۱۷۱

اہل قرآن

اہل قرآن کی غلطی ۲۱۸

ائمۃ الکفر

سچائی کو سن کر ائمۃ الکفر کا رویہ ۱۵۵

انبیاء کے خلاف ائمۃ الکفر کی چالیں۔ ۳۶۲

ائمۃ الکفر خود انبیاء کی مجالس میں نہیں آتے بلکہ دوسرے کے ذریعہ نبی کی تعلیم معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ۴۱

ائمۃ الکفر کا قسمیں کھا کر عوام کو ان کے سابقہ عقیدوں پر قائم رکھنا۔ ۱۶۶

اِیتاءِ ذی القربیٰ

اخلاق فاضلہ کا آخری درجہ ۲۲۱

ایسینی (نیز دیکھئے یہود)

یہود کے ایسینی فرقہ کے عقاید ۳۸۴

ایمان

اگر دائمی فضل چاہتے ہو تو ایمان کو کبھی ہاتھ سے نہ دینا ۴۱۲

ایمان کی غرض قلبی صفائی ۱۶۵

ایمان وہی نفع دیتا ہے جو سمجھ کر لایا گیا ہو ۱۰۴

جبر سے ایمان کی غرض باطل ہو جاتی ہے ۱۶۵

خشیت اللہ ہو تو پھر ایمان نصیب ہوتا ہے ۲۶

گناہ کے وقت ایمان دل سے نکل جاتا ہے ۲۶۷

آخرت کے لیے وہی کوشش کام دیتی ہے جس کے ساتھ ایمان ہو۔ ۳۱۸

اُخروی نعماء بغیر ایمان کے نہیں ملتیں۔ ۱۰۹

آخرت پر ایمان نہ لانے سے اعمال میں نقص آجاتا ہے۔ ۱۲۱

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

نئے نبی کے انکار سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ پہلے نبی پر ایمان محض رسمی اور ورثہ کا ایمان تھا ۳۹۰
کفار کے ایمان سے محروم رہ جانے کی وجہ ۲۶
ایک فارسیؑ الاصل موعود کے ذریعہ ایمان کو واپس لانے کی خبر ۴۹۴

ب

بادشاہت
بادشاہت اور دنیوی ترقیات کو امانت سمجھنا چاہیئے۔ ۲۶۹
باغ
سورۃ کہف میں دو باغوں کی تمثیل کی حقیقت ۴۴۸
حضرت مسیح نے اپنی قوم کو انگوروں کا باغ قرار دیا ہے۔ ۴۵۰
بائیبل ۱۰۲
عہد قدیم کی کتب سب کی سب کلام الٰہی پر مشتمل نہیں۔ ۳۶
مغربی مسیحی اقوام اب بائیبل پر جرح کر کے اسے انسانی کلام ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ۵۰۸
بائیبل کے بعض ٹکڑے ایسے ہیں جنکو انسان شرم کی وجہ سے سُنا نہیں سکتا۔ ۱۷۳
اگر بائیبل کے سارے نسخے جلا دیئے جائیں تو اس کے پیرو اس کا بیسواں حصہ بھی دوبارہ جمع نہیں کر سکتے۔ ۱۸
تحریف و تبدیل کا ثبوت ۹۰
بائیبل میں رطب و یابس ۹۵
آدم کے واقعہ کے بیان میں قرآن کریم اور بائیبل کا موازنہ ۷۴
حضرت لوط کے واقعہ میں بائیبل کی غلط بیانی ۸۹، ۹۰، ۹۲
بائیبل حضرت ہارون کی طرف شرک منسوب کرتی ہے۔ ۲۴۱
مفسرین پر افسوس کہ انہوں نے لوگوں سے سن سنا کر بائیبل کے حوالے اپنی کتب میں لکھ دیئے ہیں۔ ۲۷۲
مسلمان مفسرین کو بائیبل کا عربی ترجمہ میسّر نہیں ہوا تھا۔ ۲۵۰
بائیبل کے تراجم کا رواج تیرھویں چودھویں صدی سے شروع ہوا ہے۔ ۲۵۰
سورۃ کہف میں مذکور موسیٰ کے واقعہ کا بائیبل میں کوئی ذکر نہیں۔ ۴۶۷
بائیبل میں فرشتوں اور بدارواح کا ذکر ۵۹
آنحضرتؐ کی بعثت کی پیشگوئی ۳۰۶
بائیبل میں خورس CYRUS کے صاحبِ الہام ہونے کا ذکر ۴۹۶، ۴۹۸
بائیبل شمالی علاقہ کے باشندوں کو یاجوج و ماجوج بتاتی ہے۔ ۴۹۹
بائیبل میں یاجوج ماجوج کے انجام کی پیشگوئی ۵۰۸
یہود کی پہلی تباہی کے بعد نجات کی خبر ۳۰۴

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

یہود کی دوسری تباہی کے متعلق بائبل میں
حضرت موسیٰ کی پیشگوئی ۳۰۵

بحث ومباحثہ
بحث مباحثہ چھوڑ کر خدا تعالیٰ کی تسبیح کی تلقین ۱۲۴
نبی کو ایک وقت تک بحث ومباحثہ کی اجازت ہوتی ہے مگر حجت تمام ہو چکنے کے بعد اسے بحث ومباحثہ سے روک دیا جاتا ہے۔ ۱۰۹

بحری جہاز (نیز دیکھئے سمندر)
اسلام کی عالمگیر اشاعت سے بحری جہازوں کا تعلق۔ ۲۶۳

بخل
بخل کی وجہ سے بچوں کو اچھی غذا نہ دینا ان کے قتل کے مترادف ہے۔ ۳۲۶

بدظنی
بدظنی سے بچنے کی تلقین ۳۳۴

بدی
بدی کے تین مدارج۔ فحشاء، منکر اور بغی ۲۲۲
بدی سے بچنے کا آسان طریق ۲۲۳

برتھ کنٹرول
بعض صورتوں میں جائز ہے ۳۲۷

بشر (نیز دیکھئے انسان)
انسان کا آسمان پر جانا بشریت کے خلاف ہے ۳۸۹

بعث بعد الموت (نیز دیکھئے قیامت)
حیات بعد الموت کی ضرورت ۱۶۷
قرآن کریم میں عموماً خلق آدم کے ذکر کیساتھ بعث بعد الموت کا ذکر کیوں ہے۔ ۵۴
اگر انسان بغیر مقصد پیدا نہیں ہوا تو بعد الموت زندگی ضروری ہے۔ ۲۰۱
بعث بعد الموت مذہبی امور میں یقین پیدا کرنے کے لیے ضروری ہے۔ ۱۶۷
بچوں اور نوجوانوں کی تربیت کے لیے ضروری ہے کہ انہیں بعث بعد الموت کے دلائل ذہن نشین کروائے جائیں۔ ۲۹۳
بعث بعد الموت کیلئے حشر کا لفظ کیوں استعمال ہوتا ہے۔ ۵۰
پیدائش انسانی ہی حشر کا موجب ہے۔ ۵۵
بعث بعد الموت خدا تعالیٰ کیلئے ناممکن نہیں۔ ۱۷۰
مسلمانوں کی ترقی بعث بعد الموت کا ثبوت ہے۔ ۲۹۴
بعث بعد الموت کے انکار کے نتائج ۱۵۳
مذہب کے انکار یا استخفاف کی اصل وجہ
بعث بعد الموت پر ایمان کا نہ ہونا ہے۔ ۲۹۳
جبر سے ہدایت دینا بعث بعد الموت کی حکمت کو زائل کرتا ہے۔ ۱۲۱
جسمانی نقص بعث بعد الموت میں دور کر دیئے جائیں گے۔ ۳۶۸
اسلام کے بعد زردشتی مذہب سب مذاہب سے زیادہ بعث بعد الموت پر زور دیتا ہے ۵۰۲

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بغض

اس دنیا میں جو مومن بھائی کا بغض دل سے نکال دے وہی جنتی بن سکتا ہے۔ ۸۱۳

بہائیت (نیز دیکھئے بہاء اللہ)

بہائی کہتے ہیں کہ قرآن کریم میں لکھا ہے کہ خدا خود آئے گا اور اس سے مراد بہاء اللہ کا ظہور ہے۔ ۱۵۷

بیعت

فتح مکہ کے موقعہ پر عورتوں کی بیعت ۳۴۲

بیوی

بیوی کے انتخاب کیلئے ضروری امور ۳۲۹

بیوی کی خوراک اور لباس کا خیال رکھنے اور دودھ پلانے اور حمل کے زمانے میں اس پر کام کا بوجھ نہ ڈالنے کی طرف اشارہ ۳۲۷

پ

پانی

کلام الٰہی کی پانی سے مشابہت ۲۹، ۱۸۹

پرتگیز۔ قوم

ایک عرب مسلمان کا بھٹکے ہوئے پرتگیزی جہازوں کو افریقہ کے اوپر سے لاکر ہندوستان پہنچانا ۳۶۳

پردہ (نیز دیکھئے حجاب)

خدا تعالیٰ کا دلوں پر پردے ڈالنے سے مراد ۳۴۵

آنحضرت اور آپ کے مخالفین کے درمیان پردہ کی حقیقت ۳۴۴

چند پردے جو مخالفین کے ایمان لانے میں روک ہیں۔ ۳۴۶

پہاڑ

پہاڑوں کے فوائد ۱۴۶، ۱۴۷

پہاڑوں کو چلانے سے مراد ۴۵۷

پیدائش

پیدائش کی دو قسمیں امر اور خلق ۳۸۱

سائنس کا یہ دعویٰ کہ صرف حیات سے ہی حیات پیدا ہو سکتی ہے خود قابلِ تحقیق ہے ۵۶

زمین و آسمان کی پیدائش انبیاء کی کامیابی اور انکے دشمنوں کی ناکامی کی دلیل ہے ۱۰۷، ۱۰۸

زمین و آسمان کی پیدائش قیامت کی بھی دلیل ہے۔ ۱۰۷

قرآن کریم میں عموماً خلقِ آدم کے ذکر کے ساتھ بعث بعد الموت کا ذکر کیوں ہے؟ ۵۴

پیدائش انسانی ہی حشر کا موجب ہے۔ ۵۵

بغیر یوم آخرت کے انسانی پیدائش ایک بے حکمت فعل رہ جاتی ہے۔ ۱۸۶

انسان کی بامقصد پیدائش کی ایک دلیل ۱۳۶

انسانی پیدائش کے مختلف مدارج ۵۷

انسانی پیدائش میں ارتقاء ۵۳

قرآن کریم خلقِ عالم کی تدریجی پیدائش پر بار بار زور دیتا ہے۔ ۵۶

انسان کے مٹی سے پیدا ہونے کی حقیقت ۵۷

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

دنیا کی اشیاء اس لیے پیدا کی گئی ہیں کہ انسان تحقیق کر کے دنیا کی حالت سدھارنے کی کوشش کرے۔ ۴۱۵

جو شخص زمین و آسمان کی پیدائش کو بالحق نہیں مانتا وہ مشرک ہے۔ ۱۲۸

پیشگوئی

بنیادی اُصول

پیشگوئیوں کی مختلف اقسام ۴۰۳

انذاری پیشگوئیاں ٹل سکتی ہیں۔ ۲۲۸، ۴۲۲

پیشگوئی بالعموم غیر معمولی طور پر مخالف حالات میں کی جاتی ہے۔ ۴۰۳

عذاب ہمیشہ کبھی پیشگوئیوں کے بعد آتا ہے ۸

انبیاء کی پیشگوئیاں قیامت کی دلیل کے طور پر ۱۶۸

نبی کے اتباع پیشگوئیوں میں اسی کے وجود میں شامل سمجھے جاتے ہیں۔ ۲۹۷

اسلام کی فتح اور کفر کی شکست کی پیشگوئیاں

مکی دور میں مسلمانوں کی فتح کی پیشگوئی ۱۷۰

آنحضرتؐ کا سایۂ فتوحات بڑھنے کی پیشگوئی ۱۷۷

اسلامی حکومت کے قیام کی پیشگوئی ۲۱

معاہدات کی پابندی کے ذکر میں مسلمانوں کی حکومت کی پیشگوئی ۲۳۲

آنحضرتؐ کے ہاتھ پر آپؐ کی قوم کے جمع ہونے کی پیشگوئی۔ ۵۰

سورہ بنی اسرائیل میں مسلمانوں کو یہود کی ارضِ مقدس کا بادشاہ بنایا جانے کی خبر ۲۷۷

فلسطین دوبارہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کے قبضہ میں آجائیگا۔ ۲۹۷

اہلِ مکہ پر خوف اور بھوک کے عذاب کی پیشگوئی۔ ۲۵۸

کفار کے انجام کے متعلق پیشگوئی ۱۷۴

جنگِ بدر کی پیشگوئی ۳۶۴

آخری زمانہ کے متعلق قرآن کریم کی پیشگوئیاں

قرآن کے دنیا سے اُٹھ جانے کی پیشگوئی اور اس کا مطلب ۳۸۷

قرآن کریم میں پیشگوئیاں ہیں کہ مسلمان جب بھی اسلام سے غافل ہونگے اللہ تعالیٰ مامور بھیجتا رہے گا۔ ۲۲

جب بھی مسلمان قرآنی مطالب کے سمجھنے سے قاصر ہو جائینگے اور اس کے مطالب کو بگاڑ دینگے اللہ تعالیٰ مامور مبعوث کر کے ان کے شر اور فتنہ سے قرآن کریم کو محفوظ کریگا۔ ۴۵

سورۃ جمعہ میں آنحضرتؐ کی بعثتِ ثانیہ کی پیشگوئی ۲۹۸

ایک فارسی الاصل موعود کے ذریعہ ایمان کو واپس لانے کی پیشگوئی۔ ۴۹۴

آنحضرتؐ کی فارسی الاصل موعود کے متعلق پیشگوئی کے اطلاق کی شرائط ۴۹۵

آخری زمانہ میں مثیلِ ذوالقرنین کی پیشگوئی ۵۰۸

اس امر کا استدلال کہ اصحابِ کہف کے واقعات میں اُمتِ محمدیہ کے لیے پیشگوئیاں ہیں۔ ۴۴۲

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

یورپ کی نیلی آنکھوں والی اقوام کے ایک
ہزار سال بعد بیدار ہونے کی خبر ۴۲۴
یورپین اقوام کی تباہی اور مسلمانوں کی ترقی
کی پیشگوئی۔ ۴۲۵
دنیا پر مشرک قوموں کے غلبہ کی پیشگوئی ۴۵۳
مسلمانوں پر دو دفعہ تباہی آنے کی پیشگوئی ۴۰۶
ایک عالمگیر عذاب کی خبر ۴۵۴
قرآن کریم میں ایک عالمگیر جنگ کی پیشگوئی
جس میں بڑی بڑی جمہوریتیں اور ڈکٹیٹرشپس
مقابلے میں ہونگی۔ ۴۵۷، ۴۵۸
قربِ قیامت یعنی زمانہ مسیح موعود میں مذہب
قرآن کی وجہ سے دنیا پر سخت عذاب نازل ہوگا ۲۷۹
یہود کو ارضِ مقدس میں جمع کرنے کی پیشگوئی ۳۹۷
یہود ہمیشہ اسلام کی مخالفت کرینگے۔ ۳۵۸
آخری زمانہ میں سائنسی ترقیات کی پیشگوئی ۶۴
آخری زمانہ میں سائنس پر کثرت سے کتابیں
لکھے جانے کی خبر۔ ۵۱۱
دخانی جہازوں کی ایجاد اور یاجوج وماجوج
کے سمندری راستوں پر قابض ہونے کی پیشگوئی ۵۰۷
نہر سویز کے ذریعہ دو سمندروں کے ملنے اور
بڑے بڑے جہازوں کے چلنے کی پیشگوئی ۶۴
قومِ لوط کی بستیوں کے پاس سے گذرنیوالا
راستہ ہمیشہ قائم رہے گا۔ ۱۰۳

بائیبل کی پیشگوئیاں

آنحضرتؐ کی بعثت کے متعلق حضرت موسیٰ کی پیشگوئی ۳۰۶
یہود کی دوسری تباہی کے متعلق حضرت موسیٰ
کی پیشگوئی ۳۰۵
یاجوج وماجوج کے انجام کے متعلق بائیبل
کی پیشگوئیاں ۵۰۸
انجیل میں ایک عالمگیر جنگ کی پیشگوئی ۴۵۸

ت

تبلیغ

تبلیغ سنتِ انبیاء ہے

انبیاء ہمیشہ محض تبلیغ سے کام لیتے رہے ہیں ۱۶۳
آنحضرتؐ کا تبلیغِ حق بنی نوعِ انسان کی اعلیٰ
درجہ کی خدمت تھی۔ ۲۰۴
انبیاء نے بکثرت تبلیغی سفر کئے ہیں۔ ۴۶۸
قومِ صالح کا اونٹنی کو مار کر حضرت صالحؑ کے
تبلیغی سفروں کو بند کر دینا۔ ۳۷۲

تبلیغ کی تلقین

مومن کو جلدی ہی اپنی جگہ چھوڑنا نہیں چاہیئے
بلکہ تبلیغ کرتے رہنا چاہیئے جب تک کہ لوگ
اس حد تک مجبور نہ کریں کہ دین پر عمل ناممکن ہو جائے ۱۷۰
تبلیغ میں منہمک رہنا چاہیئے نتیجہ نکالنا اور
اثر پیدا کرنا خدا تعالیٰ کا کام ہے۔ ۲۷۴
اگر مسلمان تبلیغِ اسلام کے فریضہ کے ادا
کرنے میں سستی نہ کرتے تو آج دنیا میں
اسلام کے سوا کوئی مذہب نظر نہ آتا۔ ۱۷۲

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مسیحی اقوام کی ترقی کا دور جہاد کا زمانہ نہ ہوگا
بلکہ تبلیغ کا زمانہ ہوگا۔ ۴۴۵
عالمگیر عذاب کے بعد تبلیغِ اسلام کا راستہ
کھل جائیگا۔ ۳۵۶

طریقِ تبلیغ

وہی دلائل دو جو دلائل قرآنِ کریم نے
پیش کئے ہیں۔ ۲۷۳
دعوۃ الی الحق حکمت کے ساتھ ہونی چاہیئے ۲۷۲
تبلیغ میں برمحل بات کرنی چاہیئے۔ ۲۷۳
مخاطب کے فہم و ادراک کے مطابق بات
کرنی چاہیئے۔ ۲۷۳
خشک دلیلوں سے ہی کام نہیں لینا چاہیئے
بلکہ جذبات کو اُبھارنیوالی بات بھی کرنی چاہیئے ۲۷۳
سب سے اعلیٰ اور مضبوط دلیل کو بطور بنیاد
اور مرکز کے قائم کیا کرو۔ ۲۷۴

متفرق

عیسائیوں کی تبلیغ میں بھی سیاسی اور دنیوی
فوائد مدِنظر ہوتے ہیں۔ ۴۸۵

تبیین

وہ تبیین جو سب انسانوں کو ایمان دیدے
اس دُنیا میں نہیں ہوسکتی۔ ۱۶۷

تدبیر

انسانی کوشش دنیوی امور میں بمنزلہ دُعا کے
ہے اور اسکے نتیجہ میں انسان کے ذہن میں جو
تدبیر آتی ہے وہ بھی وحی ہے (مسیح موعودؑ) ۱۹۶

تربیت

کامل تربیت ایک نظام کو چاہتی ہے۔ ۱۱۳
بچوں اور نوجوانوں کو بعث بعد الموت کے
دلائل ذہن نشین کرانے چاہئیں اس کے بغیر
صحیح تربیت نہیں ہوسکتی۔ ۳۹۳

ترتیل

قرآنِ مجید کی عبارت ایسی ہے کہ اسکو
بغیر ترتیل کے پڑھنے کے چارہ نہیں۔ ۱۸

ترقی

قوموں کو ترقی دینے سے اللہ تعالیٰ کی غرض ۳۰۸
دنیا کی ترقیات طبعی قوانین سے وابستہ ہیں
نہ کہ اخلاقی اور روحانی اُمور سے ۵۵
شرک کی وجہ سے انسانی ترقی رُک جاتی ہے ۲۰۲
مشرک قوم جب بھی ترقی کریگی اپنے مذہب
سے بیگانہ ہوکر کریگی۔ ۳۲۰

تُرک (قوم) ۴۳۲

تسبیح

خدا تعالیٰ کی تسبیح میں لگ جانے کا حکم ۱۲۴
اشیاء کی تسبیح سے مراد خدا کی توحید کا اقرار ہے ۳۴۴

تسخیر

اجرامِ فلکی کے مسخر ہونے کی حقیقت ۱۴۰
سمندر کے مسخر ہونے کا مفہوم ۱۴۲

تعبیر

کشف پورے کا پورا یا اس کا کچھ حصہ
تعبیر طلب ہوتا ہے۔ ۲۹۴

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کشف یا رویاء کی ہر جز تعبیر طلب نہیں ہوتی ۴۷۴
قرآنِ کریم کی تمثیلیں سمجھنے کیلئے علم تعبیر الرویاء سے مدد لینی چاہیئے۔ ۴۴۷
بعض دفعہ خواب میں بتائی ہوئی تعبیر بھی تعبیر طلب ہوتی ہے۔ ۴۸۶
معراج کے بعض واقعات کی تعبیر ۲۹۰، ۲۹۲
حضرت ابن عباسؓ نے حضرت موسیٰؑ کے واقعہ میں بعض امور کی تعبیر کی ہے۔ ۴۶۸
موسیٰؑ کے اسراء میں غلام کا قتل بھی تعبیر طلب ہے۔ ۴۸۷
اسراء کے کشف کی ایک تعبیر مدینہ کی طرف ہجرت کرنا تھی۔ ۲۷۷
رویاء میں مسجد دیکھنے کی تعبیر ۲۹۴
شراب کے پیالہ کی تعبیر ۴۸۲
بڑھیا کی تعبیر دنیا ہے۔ ۴۸۰
مجمع البحرین کی تعبیر ۴۷۲
نوجوان آدمی کی تعبیر ۴۸۲
صخرہ یا چٹان کی تعبیر ۴۷۵
مچھلی کی تعبیر ۴۷۲
غَدَاء (ناشتہ) کی تعبیر ۴۷۴
سفینہ (کشتی) کی تعبیر ۴۷۹
بادشاہ اور غریب کی تعبیر ۴۸۷
ضیافت (مہمان نوازی) کی تعبیر ۴۸۴
دیوار بنانے کی تعبیر ۴۸۴
باغ کی تعبیر ۴۴۸
نہر کی تعبیر ۴۴۸
کھجور کی تعبیر ۴۴۸
دانیال نبی کے خواب کی تعبیر ۴۹۱
خورس کے خواب کی صحیح تعبیر ۴۹۸

تعلیم

تمام انبیاء کی تعلیمات کا خلاصہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ ہے۔ ۱۲۷
ہر نبی کی تعلیم میں بدصحبت سے بچنے کا حکم ہے۔ ۱۶۴
انبیاء کی تعلیم اور انسانی فلسفہ میں فرق ۱۴۸
ہر زمانہ کی ضرورت کے مطابق الٰہی تعلیم نازل ہوتی ہے۔ ۱۲۷
الٰہی تعلیم کی چھ خصوصیات ۱۳۳
مذہبی نقطۂ نگاہ سے مکمل تعلیم کی صفات ۲۲۰
مثالی تعلیم کیلئے قابل عمل ہونا ضروری ہے ۲۲۰، ۲۲۳
کامل تعلیم کیلئے ضروری ہے کہ اس میں تمام فطرتوں کا لحاظ رکھا گیا ہو۔ ۲۲۲
جو تعلیم دنیا کے رائج الوقت خیال کے خلاف ہو اسکا آہستہ آہستہ اترنا ضروری ہے۔ ۱۲۹
انسان نہ تو خود روحانی تعلیم بنا سکتا ہے نہ اسے یہ اختیار ہے کہ خدا کی بھیجی ہوئی تعلیم میں کسی قسم کا دخل دے۔ ۱۹۳
اِفراط و تفریط سے وہی تعلیم پاک ہو سکتی ہے جو انسان کے پیدا کرنے والے کی طرف سے ہو۔ ۱۳۳

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کوئی انسانی تعلیم سب انسانوں کیلئے یکساں مفید نہیں ہو سکتی۔ ۱۴۲

انبیاء کی اعلیٰ تعلیمات کو لوگ اپنی تعلیمات ظاہر کرنے کی ہمیشہ کوشش کرتے ہیں۔ ۳۲

قرآنِ کریم کی تعلیمات (نیز دیکھئے اسلام اور قرآن کریم)

قرآن کریم محکم تعلیمات پر مشتمل ہے۔ ۱۶۲

اسلام کی اعلیٰ اخلاقی تعلیم ۳۳۴

بنی نوع انسان کی حفاظت کرنیوالی تعلیم ۳۲۸

بین الاقوامی معاہدات کے متعلق اسلامی تعلیمات کی برتری۔

قرآن کریم اور انجیل کی تعلیم کا موازنہ ۳۲۸

اس اعتراض کا جواب کہ اسلام کی تعلیم پہلی شریعتوں کی نقل ہے۔ ۱۶۳

تقویٰ

علم کے بعد تقویٰ کے حصول کی کوشش نہ کرنا ایک دانستہ گناہ ہے۔ ۲۶۷

تفاخر

قوموں کو ایک دوسرے پر تفاخر نہیں کرنا چاہئے۔ ۳۶۵

تفسیر

اس زمانہ کے مامور نے قرآن کریم کی تفسیروں کو حشو و زوائد سے پاک کرکے قرآن کو اس کی اصلی صورت میں پیش کیا ہے۔ ۲۰

مفسرین عام طور پر ظاہری لطافت فصاحت و بلاغت اور معجزات پر بحث کرتے ہیں اور قرآن کریم کی تعلیمی خوبیوں پر بہت کم بحث کرتے ہیں۔ ۶

شیاطین اور جنوں کے وحی چرانے اور ان پر شہاب ثاقب گرنے کے متعلق مفسرین کی آراء ۳۸

مفسرین پر افسوس کہ انہوں نے اپنی تفسیروں میں بلا تحقیق بائیبل کے حوالے دیئے ہیں۔ ۲۷۲

مفسرین کو عربی زبان میں تورات و اناجیل میسر نہیں تھیں۔ ۲۵۰

تقدیر

انبیاء کے زمانہ میں تقدیر خاص جاری ہوتی ہے۔ ۷۲

تقدیر اللہ کے ہاتھ میں ہے نہ کہ فرشتوں کے ۸۹

کیا الٰہی تقدیر کو روکا جا سکتا ہے؟ ۴۳۲

تکبر

تکبر کی ممانعت ۳۳۵

تکبر بعث بعد الموت کے انکار کے نتیجہ میں پیدا ہوتا ہے۔ ۱۵۳

مومن بڑے سے بڑا کام کرکے متکبر نہیں ہوتا ۵۰۶

تکبر سے حق کا انکار ۱۵۹

یہود کا تکبر ان کے راستہ میں روک بنے گا ۳۵۹

ہندوستان کے انگریزی خواں طبقہ کے تکبر کی وجہ سے انکے تلخ حالات ۳۳۶

تکفیر

اگر کسی میں ننانوے وجوہِ کفر ہوں اور ایک وجہِ ایمان ہو تو اس کو کافر مت کہو۔

(امام ابوحنیفہ) ۳۳۵

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

تمباکو

"یہ چیز بعد میں نکلی ہے مگر اس کے حالات کو دیکھتے ہوئے ہم سمجھتے ہیں کہ اگر رسول کریمؐ کے زمانہ میں اس کا رواج ہوتا تو حضور اس سے ضرور منع فرماتے۔" (مسیح موعودؑ) ۲۶۲

تمثیل

تمثیل میں بات کرنا سمجھانے کے لیے زیادہ مؤثر ہوتا ہے۔ ۷۴

سابقہ کتب میں صفاتِ الٰہیہ کو بھی تمثیلی رنگ میں بیان کیا گیا ہے۔ ۷۴

تورات اور ہندو لٹریچر میں خیر و شر کی قوتوں کا ذکر مکالمہ کی صورت میں بیان ہوا ہے۔ ۷۴

آدم کا واقعہ تمثیلی رنگ میں بیان ہوا ہے۔ ۷۴

دنیوی زندگی کی بے ثباتی کے متعلق ایک تمثیل ۴۵۶

سورۃ کہف میں دو باغوں کی تمثیل کی حقیقت ۴۲۷

دو باغوں کی تمثیل (سورہ کہف) میں مسیحی اقوام شامل ہیں۔ ۴۱۶

انجیل میں انگوروں کے باغ کی تمثیل ۴۵۰

تمدن

حضرت آدم کے ذریعہ تمدن کی بنیاد ۶۹

الہام کا تعلق تمدن اور اخلاق سے ہے۔ ۶۹

اسلامی تمدن میں ضیافت کا حق ۳۲۳

یورپ کا موجودہ تمدن رومی اثر کا نتیجہ ہے۔ ۴۲۵

تمسخر

ہر نبی سے تمسخر ہوتا چلا آیا ہے۔ ۲۳

استہزاء کے نتیجہ میں دل سخت ہو جاتے ہیں ۲۵

توبہ

گناہ کے بعد صرف قلبی توبہ ہی کافی نہیں بلکہ گناہ کی وجوہ کو بھی دور کرنا چاہیئے۔ ۲۶۷

جب کوئی قوم اپنے نبی کو ہتک آمیز سلوک کر کے نکال دیتی ہے تو ان پر توبہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ ۳۷۲

توحید

مذہب کا خلاصہ توحید ہے۔

تمام انبیاء کی تعلیمات کا خلاصہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ ہے۔ ۱۲۷

حضرت ابراہیمؑ کامل توحید پر قائم تھے۔ ۲۶۸

آنحضرتؐ کی آمد کا مقصد توحید ہے۔ ۱۱۷

قرآن مجید نے سب سے مقدم حکم توحید کے قیام اور شرک کے ردّ کا دیا ہے۔ ۳۲۰

توحید کا مسئلہ نیکیوں کے لیے بطور ایک بیج کے ہے۔ ۳۲۰

عیسائیوں نے اپنے ابتدائی دور میں توحید کے لیے بڑی تکلیفیں اُٹھائیں مگر بعد میں خود مشرک ہو گئے۔ ۴۵۰

دلائل توحید

توحید کے دلائل ۱۲۶، ۱۵۲

سائنس کی تمام تر بنیاد توحید پر ہے۔ ۳۲۰

کائنات کے باہمی ربط سے خدا تعالیٰ کی توحید کی دلیل ۱۵۳

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

دنیا ہر رنگ میں خدا کے واحد ہونے پر
دلالت کرتی ہے۔ ۳۴۳
توحید کے بغیر قانونِ قدرت اور قانونِ شریعت
دونوں کی بنیادیں ہل جاتی ہیں۔ ۳۲۰
توحید کی تائید میں ایک دلیل۔ انسان بڑی
آفت کے وقت دیوتاؤں کو بھول کر خدا کو
یاد کرتا ہے۔ ۱۸۱
توحید عین فطرت ہے۔ ۲۰۱

متفرق

توحید اور آسمانی ہدایت کی ضرورت ۲۰۱
توحید کمال کو چاہتی ہے۔ ۲۰۱
توحید کامل تقاضا کرتی ہے کہ اللہ تعالےٰ
بندوں کی رہنمائی کرے۔ ۲۰۱
توحید ہی دنیا میں امن قائم کر سکتی ہے ۳۴۱
شکر سے توحید کا عقیدہ مضبوط ہوتا ہے۔ ۲۵۹
لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہنے والوں کو قبر اور حشر
میں آرام رہیگا۔ ۳۴۹
وحیٔ نبوت صرف موحد بندوں پر نازل
ہوتی ہے۔ ۱۲۶
مغربی مسیحی اقوام کو توحید کی دعوت ۵۱۱
اگر خدا تعالیٰ کا ایک ہونا بدیہی امر ہے تو
لوگ اس کا انکار کیوں کرتے ہیں؟ ۱۵۳
شرک کی اصل وجہ بعث بعد الموت کا انکار ہے ۱۵۳

تورات۔ نیز دیکھئے بائیبل

تورات میں مثیلِ موسیٰ کی خبر ۳۵۰
تورات میں آنحضرتؐ اور آپ کے صحابہؓ کے
متعلق ذکر میں تحریف ۴۷۳
تورات میں یہود کی تباہی کا ذکر ۳۰۰
نبیوں کے سپرد تورات کی حفاظت کی گئی تھی ۳۵
علمی قوم میں آنے کے باوجود تورات محفوظ
نہیں رہی۔ ۱۷
تورات کو زبانی یاد کرنیوالا کوئی نہیں۔ ۲
آنحضرتؐ کے وقت تک تورات اور انجیل کے
تراجم عربی زبان میں نہیں ہوئے تھے۔ ۲۵۰
عیسیٰ علیہ السلام کا اقرار کہ وہ تورات کو منسوخ
کرنے نہیں آئے۔ ۴۷۱
تورات میں خیر و شر کی قوتوں کا ذکر مکالمہ کی
شکل میں بیان ہوا ہے۔ ۷۴

تہجد

نمازِ تہجد سے پہلے سونا ضروری ہے۔ ۳۷۴
آنحضرتؐ ہمیشہ پہلی رات سوتے تھے اور
آخری رات اُٹھ کر تہجد پڑھتے تھے۔ ۳۷۴

تھیاسوفی THEOSOPHY

عقائد ۳۸۵
تھیاسوفیکل سوسائٹی ۳۸۳

تصوف

مسلمان صوفیاء اور علم الارواح ۳۸۴
آجکل کے صوفیاء کا مرض ۳۹۴
جھوٹے صوفیوں کو آزمانے کا طریق ۳۸۷

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

یہود میں جب نبوت کا سلسلہ بند ہوگیا تو وہ جھوٹے تصوف کی طرف راغب ہو گئے۔ ۲۸۲

ث

ثقلان

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم اور اپنی اولاد کو ثقلان قرار دیا ہے۔ ۶۴

ثقلان سے مراد وہ دو گروہ ہیں جو آخری زمانہ میں دنیا پر غالب ہونگے۔ ۶۴

ثمود

ثمود عرب قوم میں سے تھے۔ ۱۰۵، ۳۵۵

باوجود تکذیب کے ثمود کی قوم کو نشان دکھائے گئے۔ ۳۵۵

دیارِ ثمود کا دوسرا نام حجر ہے۔ ۱۰۳

ج

جادو

یہود میں جادو کا رواج ۳۸۳

جارحیت

جارحانہ حملہ جہاد نہیں کہلا سکتا۔ ۲۷۴

جبر

دین میں جبر کو جائز سمجھنے والوں پر تعجب ۱۶۴

اللہ تعالیٰ جبر سے ہدایت نہیں دیتا ۱۲۱

اللہ تعالیٰ نے اسلام کی تعلیم جبراً کیوں جاری نہ کی ۲۳۱

جبر اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف ہے۔ ۵۰

جبر سے ایمان کی غرض باطل ہو جاتی ہے ۱۶۵

ہدایت میں جبر سے بعثت بعد الموت کی حکمت زائل ہوتی ہے۔ ۱۲۱

اگر جبر ہوتا تو ایک ہی رسول کافی تھا۔ ۱۶۴

اللہ تعالیٰ جبر سے کام نہیں لیتا اگر لیتا تو ہدایت دیتا۔ ۱۶۳

کوئی نبی ایسا پیش نہیں کیا جا سکتا جس نے جبر سے کام لیا ہو۔ ۱۶۳

دین میں جبر کی تردید میں دلائل ۱۶۴

جبر کے نتیجہ میں اشاعتِ دین کے نقصانات ۵۰

مجبوری کے حالات کے تحت اسلام سے مرتد ہونے والے کیلئے احکامات ۲۵۶

فلسطین میں یہود کی طرف سے جبراً سبت کی حرمت قائم کرنے کی مہم ۲۷۱

جبلت

INSTINCT

طبعی میلانات بھی ایک قسم کی وحی ہیں۔ ۱۹۴

جذبات

عارضی جذبات کی بجائے مستقل جذبات انسان کو فائدہ پہنچاتے ہیں۔ ۷

انسان جذبات کا غلام ہوتا ہے۔ ۱۳۲

انسانی قویٰ اور جذبات پر شریعتِ اسلامیہ کے ذریعہ کنٹرول ۴۸۸

جُرم

جرم کے معنی اور گناہ کو جرم قرار دینے کی حقیقت ۲۴

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جزاء۔ نیز دیکھئے سزا
ایک دن سب اگلے پچھلے لوگ اللہ تعالیٰ
کے حضور جمع کئے جائینگے اور اپنے اپنے
اعمال کی جزاء پائیں گے۔ ۵۱
بغیر محبت کے جزاء و سزا بے معنی ہوتی ہے ۵۵
مخلوقات میں صرف انسان ہی کیوں جزاء
سزا کا مستحق ہے۔ ۵۵
جلد بازی
تمام بدیوں کی وجہ جلد بازی ہوتی ہے ۳۰۹
جماعتِ احمدیہ
مسیحی اقوام کی ترقی کے زمانہ میں ایک ایسی
جماعت کی خبر جو اسلام پر قائم ہوگی۔ ۴۴۴
آج کل احمدیوں کو یہی نظارہ دیکھنا پڑتا ہے
کہ (دوسرے انبیاء کی جماعتوں کی طرح)
سب دُنیا انہیں مرتد کرنا چاہتی ہے۔ ۸۰
دین کی اشاعت کیلئے مال خرچ کرنے کا حکم ۴۴۴
جماعت کو دوسروں سے بغض نہ کرنے کی نصیحت ۸۲
جماعت کا قیام ایک دوسرے سے حُسنِ سلوک
پر مبنی ہوتا ہے۔ ۲۲۹
جمر
سمیریئنز CIMMERIANS کا نام ہے ۴۹۹
جمعۃ المبارک
جمعہ عید کا دن ہے ۶
آیت اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ
حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانہ سے خطبہ جمعہ میں پڑھی
جاتی ہے۔ ۲۲۴
بیسویں صدی میں مسلمان جمعہ کی حرمت توڑ
رہے ہیں۔ ۲۷۱
جن
جن سے مراد
قرآنِ کریم میں جنات کا ذکر ۵۹، ۶۰
احادیث میں جنوں کا ذکر ۶۰
وضعِ لغت کے لحاظ سے ہر وہ شے جن ہے
جو دوسری شے کو پوشیدہ کردے۔ اس پر
پردہ ڈال دے یا اسکو تاریک کردے ۵۸
قرآنِ کریم میں جن کئی چیزوں کا نام آیا ہے ۶۲، ۶۹
جن سے مراد ارواح ۳۸۸
شَیَاطِیْنُ الْجِنِّ ۶۱
جن ارواحِ خبیثہ کا نام بھی ہے جو شیطانی
خیالات کے لیے محرک ہوتی ہیں۔ ۶۲
جن سے مراد خیالی اور ذہنی وجود ۶۳
بشری ترقی کے دَور کے اس حصہ کا نام
جن ہے جو تمدن سے عاری تھے اور
نظام کو قبول کرنے کے ناقابل تھے۔ ۶۶
جن سے مراد CAVE MAN یعنی انسان
کے قابلِ الہام ہونے سے پہلے جو بشر زیرِ
زمین رہتا تھا۔ ۶۵، ۶۹
قرآن کریم نے غیر قوموں اور غیر مذاہب کیلئے
بھی جن کا لفظ استعمال کیا ہے۔ ۶۴
جو لوگ ناری طبیعت کے ہیں اور اطاعت سے
گریز کرتے ہیں انکا نام جن رکھا گیا۔ ۶۹

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جن سے مراد غیر ملکی ۶۵

جن سے مراد ڈیماکریسی اور ڈکٹیٹر شپ ۶۴

آنحضرتؐ پر ایمان لانیوالے جنوں سے مراد نصیبین کے یہودی ۶۶

سورۃ رحمٰن میں یورپ کے باشندوں کو جن کہا گیا ہے۔ ۶۴

شمال و مغربی علاقوں کے ایسے لوگ جو ایشیا کے لوگوں سے میل ملاپ نہ رکھتے تھے۔ ۶۳، ۶۹

یہود کا عقیدہ تھا کہ جن شمالی علاقوں میں رہتے ہیں۔ ۶۴

شرکی ربی الیعذار (یہودی) نے لکھا ہے کہ جن شمالی علاقوں میں رہتے ہیں۔ ۵۹

ہندو قوم بھی جنوں کا مقام شمال میں بتاتی ہے ۶۴

جنوں کے متعلق عقائد

جنوں کے متعلق امام بخاریؒ۔ امام ابوحنیفہؒ امام مالکؒ اور حضرت ابن عربیؒ کا مذہب ۶۰

جنات کے بارہ میں حضرت مصلح موعودؓ کا ذاتی تجربہ ۷۰

جن بزرگوں نے جنات کا ذکر کیا ہے وہ ان کے کشوف ہیں اور عالم مثال میں انکو یہ باتیں نظر آئی ہیں۔ ۷۰

جنوں کے متعلق مختلف عقائد ۵۸

جنوں کے متعلق عوام مسلمانوں کا نظریہ ۵۹

لوگ جس قسم کے جن مانتے ہیں ان کا وجود خیالی ہے۔ ۶۲، ۶۷

جو لوگ جن دیکھتے ہیں وہ ان کا اعصابی کرشمہ ہوتا ہے۔ ۷۰

مشرکین کے ہاں جنوں کی پوجا کی جاتی تھی ۱۲

یہودی کہتے تھے کہ حضرت عیسیٰؑ پر جن سوار ہیں ۱۲

جنوں کا انبیاء پر ایمان لانا

قرآن کریم کی رُو سے جنوں میں بھی انبیاء مبعوث ہوئے۔ ۶۷

موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والی جنوں کی جماعت انسان ہی تھی۔ ۵۹، ۵۸

حضرت سلیمانؑ کے ماتحت جن۔ ۶۱، ۶۵

آنحضرتؐ کی مجلس میں جنوں کا آکر قرآن سننا ۵۹، ۶۱

جنوں کی صفات

جنات کو آگ سے پیدا کرنے کا مفہوم ۶۹

جنوں کے ایک دوسرے پر چڑھ کر آسمان کی خبریں معلوم کرنے کا مطلب ۴۱

اس بات کی تردید کہ جن اخبار غیبیہ کو زبردستی اُچک لیتے ہیں۔ ۳۸، ۳۹

جنوں کو غیب کا علم حاصل نہیں ۴۰

ہڈی گوبر وغیرہ جنوں کی غذا ہے (حدیث) ۶۰

ابلیس کی ناری طینت اس کے جنوں میں سے ہونے کے سبب سے تھی۔ ۶۰

جنت

جنت کی حقیقت

جنت ایک رُوحانی مقام ہے جسکی نعمتوں کی حقیقت انسانی دماغ نہیں سمجھ سکتا۔ ۸۴

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جنت عبودیت کا مقام ہے جہاں انسان کامل عبد بن جائیگا۔ ۸۴

جنت سے مراد رضاءِ الٰہی کا وہ مقام جو نبی کی بعثت سے پہلے لوگوں کو حاصل ہوتا ہے ۷۶

اصل جنت کی علامت یہ ہے کہ اس میں گناہ کا صدور نہیں ہو سکتا۔ ۷۴

جنت کی شرط یہ ہے کہ وہاں دلوں میں غِل (بغض) نہیں ہوگا۔ ۸۳

صفات

جنت کی صفات ۸۳

جنت میں بھی انسان کام کرینگے۔ ۸۳

جنت سُست الوجودوں کی سرائے نہیں بلکہ اس میں رہنے والے بھی کام کرینگے۔ ۸۴

جنت میں تھکاوٹ اور فساد نہ ہوگی۔ ۸۴

جنت میں دوسروں کی محکومی سے نجات ملے گی۔ ۸۳

جنت میں درجات کا فرق ۳۱۹

جنت میں داخل ہونے کیلئے مختلف نیکیوں کے لحاظ سے الگ الگ دروازے ہونگے۔ ۸۱

جنتیوں کی ہر خواہش پوری کی جائیگی کیونکہ انکی مشیت مشیتِ ایزدی ہوگی۔ ۱۶۱

جنت کی چیزیں نیکیوں سے متمثل ہونگی ۳۱۳

تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰر کی حقیقت ۱۶۱

جنت میں داخلہ

"جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا وہ داخلِ جنت ہوگیا" کا مفہوم ۱۲۷

وہی جنتی بن سکتا ہے جو اس دنیا میں اپنے مومن بھائی کا بغض دل سے نکال دے۔ ۸۳

مومنوں کی اولاد کو جنت میں ان کے ساتھ رکھا جائے گا۔ ۲۶۷

معراج میں آنحضرتؐ کو جنت میں لے جایا جانا ۲۸۱

آدم کی جنت

آدم کو جس جنت میں رکھا گیا تھا وہ اُخروی جنت نہ تھی۔ ۷۴

جنگ

بین الاقوامی جنگوں کی وجہ ۴۴۱

صلیبی جنگوں کے وقت سے یورپ کی مسیحی اقوام میں بیداری پیدا ہوئی اور انہوں نے اسلام کے خلاف حملے شروع کر دیئے۔ ۴۴۴

قرآنِ کریم میں ایک عالمگیر جنگ کی پیشگوئی جسمیں بڑی بڑی جمہوریتیں اور ڈکٹیٹرشپس مقابلے میں ہونگی۔ ۴۵۷، ۴۵۸

یورپین اقوام کی تباہی جنگ کے عذاب سے ہوگی۔ ۴۴۵

جنگِ عظیم

پہلی اور دوسری جنگِ عظیم کا باعث یہود ہیں ۴۵۸

جنگِ عظیم دوم ۱۸۱

آخری زمانہ کی عالمگیر جنگ کے حالات ۴۶۱

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جہاد

ناجائز حملہ کا جواب ہی جہاد کہلاتا ہے جارحانہ حملہ جہاد نہیں کہلا سکتا۔ ۲۷۴

قرآن کریم میں جہاد کا پہلی دفعہ ذکر ۱۱۹

قرآن کریم نے جہاد کا حکم دینے سے پہلے اسکی حدود و قیود بیان کی ہیں۔ ۲۷۴

آنحضرتؐ کے صحابہ کا شوقِ جہاد ۱۶۸

مسیحی اقوام کی ترقی کا دور جہاد کا زمانہ نہ ہوگا بلکہ تبلیغ کا زمانہ ہوگا۔ ۴۴۵

قرآن کی تلوار لیکر دنیا سے جہاد کرو۔ ۲۷۳

جہاز رانی

مسلمانوں کو جہاز رانی کی طرف توجہ دلانا ۳۶۳

جہالت

جہالت کی اقسام ۲۶۷

جہنم۔ نیز دیکھئے دوزخ

جہنم کے سات دروازوں سے مراد ۸۱

جہنم کے انیس ۱۹ داروغوں کی تعداد کی حکمت ۸۱

اس دنیا کی جہنم ۸۲

شرک کرنا خود ایک جہنم ہے ۳۲۷

جیالوجی GEOLOGY

علم جیالوجی سے یہ امر ثابت ہے کہ دنیا میں مٹی کا چھلکا بعد میں بنا پہلے دنیا ایک گرم آگ کا کرّہ تھی۔ ۷۱

پہاڑوں کی پیدائش ۱۴۵

○

چ

چاند

نباتات پر چاند کے اثرات ۱۲۹

انسان پر چاند کی تاثیرات ۱۲۹

چوپایہ

چوپایوں کے فوائد ۱۳۰

چیونٹی

چیونٹیوں میں ایک وسیع نظام ۱۹۴

ح

حجت

بغیر حجت کے جزا و سزا بے معنی ہوتی ہے ۵۵

اللہ تعالیٰ زمانہ کے مامور کے ذریعہ حجت پوری کئے بغیر کسی قوم کو ہلاک نہیں کرتا۔ ۴۶۴

نبی کو قوم پر حجت تمام ہونے کے بعد ان سے بحث و مباحثہ سے روک دیا جاتا ہے ۱۰۹

اہلِ مکہ پر حجت قائم ہو جانے کی وجہ سے عذاب ۲۵۸

جن لوگوں پر حجت تمام نہ ہو ان کے لیے قیامت کے دن رسول مبعوث ہوگا۔ ۳۱۵

مقتول کے ولی کو حجت (سلطان) دینے کا مطلب ۳۳۰

حدیث

علم حدیث

علم حدیث قرآن مجید کی خدمت کیلئے شروع ہوا ۱۹

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جو تفاصیل احادیث میں ہیں وہ قرآن کریم کی تفسیر ہیں۔ ۲۱۸

حدیث کے متعلق صحیح عقیدہ ۲۱۹

چھ جامعین حدیث ۲۸۱

جلد ہذا میں مذکور احادیث

ا۔ اَتُحِبُّوْنَ اَنْ تَكُوْنُوْا مِثْلَ حِمَارِ الضَّالَّةِ ۵۲

اَرْبَعَةٌ يَحْتَجُّوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۳۱۵

اَصْحَابُ الْكَهْفِ اَعْوَانُ الْمَهْدِيِّ ۴۴۲

اَصْحَابِيْ كَالنُّجُوْمِ بِاَيِّهِمْ اقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ ۳۰

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ بِالْمَدِيْنَةِ ضِعْفَيْ مَا جَعَلْتَ بِمَكَّةَ مِنَ الْبَرَكَةِ ۲۹۵

اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ اِلَيْنَا الْمَدِيْنَةَ ..... اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ صَاعِنَا وَمُدِّنَا ۲۹۶

اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نُكَلِّمَ النَّاسَ عَلٰى قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ ۲۷۳

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ ۲۱۲

اِنَّ الَّذِيْ اَمْشٰهُمْ عَلٰى اَرْجُلِهِمْ قَادِرٌ عَلٰى اَنْ يُّمْشِيَهُمْ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ۳۹۲

اِنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ لَيَتَرَاؤُنَ اَهْلَ الْغُرَفِ مِنْ فَوْقِهِمْ كَمَا يَتَرَاؤُنَ الْكَوْكَبَ ۳۱۹

○

اِنَّمَا اَلْفَاتِحَةُ اَلسَّبْعُ الْمَثَانِيْ وَاُمُّ الْقُرْاٰنِ وَفَاتِحَةُ الْكِتَابِ وَسُمِّيَتْ بِذٰلِكَ لِاَنَّهَا تُثَنّٰى فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ ۱۱۰

ت۔ تُجَرُّوْنَ عَلٰى وُجُوْهِكُمْ ۳۹۲

تَشْهَدُهٗ مَلَائِكَةُ اللَّيْلِ وَمَلَائِكَةُ النَّهَارِ ۳۷۴

ث۔ ثُمَّ يُؤْذَنُ لِلْمَلَائِكَةِ وَالنَّبِيِّيْنَ وَالشُّهَدَاءِ اَنْ يَّشْفَعُوْا ۲۱۵

ف۔ فَجَلَّى اللّٰهُ لِيْ بَيْتَ الْمَقْدِسِ فَطَفِقْتُ اُخْبِرُهُمْ وَاَنَا اَنْظُرُ اِلَيْهِ۔ ۲۹۳

ك۔ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ ۳۷۴

ل لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ ۲۹۵

لَا مَهْدِيَّ اِلَّا عِيْسٰى ۴۹۴

لَا يَدَانِ لِاَحَدٍ بِقِتَالِهِمْ ۴۵۴

لَا يَزْنِي الزَّانِيْ حِيْنَ يَزْنِيْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ ۲۶۷

لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ ۳۰۱

لَقَدْ اُوْتِيْتُ اللَّيْلَةَ خَمْسًا ۶۸

لَوْ كَانَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى حَيَّيْنِ لَمَا وَسِعَهُمَا اِلَّا اتِّبَاعِيْ ۴۷۸

لَيْسَ عَلٰى اَهْلِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْشَةٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ ۳۴۹

م۔ مَا اسْتَحْسَنَتْهُ الْعَرَبُ فَهُوَ حَرَامٌ ۲۶۳

مَنْ اَدْرَكَ اَحَدَ وَالِدَيْهِ ثُمَّ لَمْ يُغْفَرْ لَهٗ فَاَبْعَدَهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ ۳۲۱

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مَنْ حَفِظَ عَشْرَ اٰیَاتٍ مِنْ اَوَّلِ سُوْرَةِ الْکَهْفِ عُصِمَ مِنَ الدَّجَّالِ ۴۰۹

مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ ۱۲۷

مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِنَوْءِ کَذَا وَکَذَا فَهُوَ کَافِرٌ بِیْ وَمُؤْمِنٌ بِالْکَوَاکِبِ ۴۵

مَنْ قَرَاَ عَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ سُوْرَةِ الْکَهْفِ عُصِمَ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ ۴۰۹

ن۔ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ ۱۷۵

و۔ وَاَحْیَانًا یَاْتِیْنِیْ مِثْلَ صَلْصَلَةِ الْجَرَسِ ۵۱

وَدِدْنَا اَنَّ مُوْسٰی کَانَ صَبَرَ حَتّٰی یَقُصَّ اللّٰهُ عَلَیْنَا مِنْ خَبَرِهِمَا ۴۶۹

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَوْ کَانَ الْاِیْمَانُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَیَّا لَنَالَهٗ رِجَالٌ مِنْ هٰؤُلَاءِ ۴۹۴

ھ۔ هِیَ اُمُّ الْقُرْاٰنِ وَهِیَ السَّبْعُ الْمَثَانِیْ وَهِیَ الْقُرْاٰنُ الْعَظِیْمُ۔ ۱۱۱

ی۔ یَرَاهَا الْمُؤْمِنُ اَوْ تُرٰی لَهٗ ۸۶

واقعہ معراج سے متعلق حدیث ۲۸۸

حدیثِ اسراء ۲۸۹

نوح اوّل الرُّسُل تھے ۱۰۴

"حضرت عیسیٰ کی عمر ایک سو بیس سال تھی" (حدیث) ۳۰۵

"ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے"۔ اصل مفہوم ۲۲۴

"تو اگر اپنے وارثوں کیلئے مال چھوڑ جائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تو انہیں اس حالت میں چھوڑ جائے کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں"۔ ۲۷۶

آنحضرتؐ کا فرمان کہ فرد خود قصاص نہیں لے سکتا ۳۲۱

"جب تم کسی بستی میں جاؤ تو تین دن تک کی ضیافت کا تم کو حق ہے"۔ ۳۲۳

آنحضرتؐ کا فرمانا کہ صبح و شام فرشتوں کی ڈیوٹیاں تبدیل ہوتی ہیں۔ ۳۷۳

ہجرتیں کئی قسم کی ہوتی ہیں مال کی خاطر، بیوی کی خاطر اور خدا کی خاطر ۱۶۹

احادیث میں جنت کے متعلق آتا ہے کہ مختلف نیکیوں کے الگ الگ دروازے ہونگے ۸۱

احادیث میں جنوں کا ذکر ۶۰

حرمت

حرمتِ حقیقی اور غیر حقیقی ۲۶۶

چار حرام چیزوں کا قرآنِ کریم میں ذکر ۲۶۵

سؤر کے گوشت کی حرمت ۲۶۰

یہود کو سبت کی حرمت توڑنے کی وجہ سے سزا ملی۔ ۲۷۰

آجکل مسلمان جمعہ کی حرمت توڑ رہے ہیں ۲۷۱

حروفِ مقطعات

سورتوں کے مضامین حروفِ مقطعات کے تابع ہوتے ہیں۔ ۱۱۹

حس / حواس

انسان کے انیس حواس ۸۱

حساب

علمِ حساب کا سورج و چاند کی گردش سے تعلق۔ ۳۱۰

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

حَسَد

کفار کی آنحضرتؐ سے دشمنی محض حسد کی وجہ سے تھی ۵

جنتی حسد کی آگ سے محفوظ ہونگے۔ ۱۶۱

حُسنِ سلوک

والدین سے حُسنِ سلوک کا حکم اور اسکی فلاسفی ۳۰۱

جماعت کا قیام ایک دوسرے سے حُسنِ سلوک پر مبنی ہوتا ہے۔ ۲۲۹

حُسنِ سلوک اس وقت تک رہتا ہے جب تک لوگ معاہدات کی پابندی کریں ۲۲۹

حشر

حشر بعث بعد الموت کے معنوں میں کیوں استعمال ہوتا ہے۔ ۵۰

حشرِ اجساد اور حشرِ ارواح ۳۵۲

ایک دن سب اگلے پچھلے لوگ اللہ تعالیٰ کے حضور جمع کئے جائینگے اور اپنے اپنے اعمال کی جزا پائیں گے۔ ۵۱

قرآن کریم میں خلق آدم کے ذکر کے ساتھ حشر اور بعث بعد الموت کا ذکر کیوں ہے؟ ۵۴

حشرِ اجساد کا مسئلہ کلی طور پر آدم کی پیدائش کیساتھ وابستہ ہے۔ ۵۵

حشر کا تقاضا ہے کہ کوئی شریعت ہو۔ ۵۵

فرشتے اور حیوانات حشر کے محتاج کیوں نہیں؟ ۵۵

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہنے والوں کو قبر اور حشر میں آرام ہی ملے گا۔ ۳۴۹

○

حشر کا لفظ اس اجتماع کیلئے بھی بولا جاتا ہے جو نبیوں کے ذریعہ اس دنیا میں ہوتا ہے ۵۰

آنحضرتؐ کے زمانہ میں حشر ۵۰

حشر سے مراد اسلام کے نتیجہ میں پیدا ہونے والا انقلاب ۳۴۸، ۳۹۴

حِفظ

الہامی کتابوں میں سے صرف قرآنِ کریم حفظ کیا جاتا ہے۔ ۲

حفظ قرآنِ کریم کی حفاظت کا ایک ذریعہ ہے ۱۷

قرآنِ کریم سہولت سے حفظ ہوتا ہے۔ ۱۸

حق / حقوق

انبیاء کی بعثت کے ذریعہ فرد اور قوم کے حقوق کا قیام ۱۹۸

نبی کی آمد سے انسانی حقوق کی پھر سے حفاظت کی جاتی ہے۔ ۱۲۲

نبوت کے بغیر دنیا کبھی اپنے حقوق کو برقرار نہیں رکھ سکتی۔ ۱۹۹

انسان کا بنایا ہوا قانون بعض طبقوں کو حقوق سے محروم کرتا ہے۔ ۱۳۳

انسانی عزت پر حملہ کی پُرسش کی جائیگی ۳۳۴

اسلام میں مرد و عورت کے حقوق میں مساوات ۲۲۴

یتامیٰ کے حقوق کی حفاظت ۳۳۰، ۳۳۳

مسافر کو تین دن کی ضیافت کا حق ہے۔ ۳۲۳

ہر شخص کے مال میں رشتہ داروں، مساکین اور مسافروں کا حق ہوتا ہے۔ ۳۲۳

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

زمین و آسمان کو حق کے ساتھ پیدا کرنے کا مطلب ۱۷۸

حکمت

حکمت کے مختلف معانی ۲۷۲، ۲۷۳

دعوۃ الی الحق حکمت کیساتھ ہونی چاہیئے ۲۷۲

جبر حکمت کے خلاف ہے۔ ۵۰

اسلام سے پہلی اُمتوں کو صرف احکام دیئے گئے احکام کی حکمت نہیں سکھائی گئی۔

حکومت

شرعی انبیاء کو ان کے زمانہ میں ہی حکومت ملتی ہے۔ ۲۳

شرعی کلام جب تک اپنے ابتدائی ایام میں کسی حکومت سے متعلق نہ ہو اس کی تعلیم کے عملی حصہ کی خوبیاں پورے طور پر ظاہر نہیں ہو سکتیں۔ ۲۰

مسلمان حکمران کے خواص ۲۱

جان لینے کیلئے حکومت کے اختیارات کی تحدید ۳۳۰

مظلوم کی ولایت کا حق حکومت کی طرف منتقل ہو سکتا ہے۔ ۳۳۱

مقتول کا ولی اگر شرارت سے قاتل کو معاف بھی کر دے تو حکومت سزا جاری کر سکتی ہے ۳۳۰

حلت ۲۶۳

اشیاء کی حلت و حرمت میں اصل حلت ہے ۲۶۰

حلال کیلئے طیب کی شرط ۲۶۲

حواری۔ نیز دیکھئے عیسیٰ اور عیسائیت ۴۱۹

مسیح کے حواری اور شاگرد موحد تھے شرک بعد میں پیدا ہوا ہے۔ ۴۱۴

ایک روایت کے مطابق مسیح کے حواری فلپ نے ایک اور حواری یوسف آرمیتیاہ کو انگلستان تبلیغ کیلئے بھجوایا تھا۔ ۴۲۱

حواری بھی پوری طرح مسیح کے مقام کو نہیں سمجھتے تھے۔ ۴۷۷

حیاتِ آخرت۔ دیکھئے عنوانات بعث بعد الموت اور قیامت ۱۶۷

حیاتِ آخرت کا مدار قلب کی صفائی پر ہے ۳۱۸

خ

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نیز دیکھئے عنوان محمدؐ اور نبوت ۱۴، ۲۷۸

خدمتِ خلق

بنی نوعِ انسان کے لیے آنحضرتؐ کی خدمات ۲۰۴

سزا و جزا

خشوع و خضوع

مومن کا سجدہ اسے خشوع و خضوع میں بڑھاتا ہے۔ ۴۰۰

خشوع کے اظہار کا اسلامی طریق ۴۰۰

خشیت

جس قدر انسان کا علم بڑھتا ہے اس کی خشیت بھی بڑھتی جاتی ہے۔ ۳۳۶

متقی وہ ہے جس کے ہر کام میں خدا کی خشیت نظر آتی ہو۔ ۲۷۶

دل میں خشیت اللہ نہ ہو تو انسان نشانات

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

دیکھ کر بھی فائدہ نہیں اُٹھا سکتا۔ ۲۶
ایک تباہ شدہ بستی سے عبرت حاصل کرنا
کوئی باریک مضمون نہیں بلکہ صرف دل کی
خشیت سے تعلق رکھتا ہے۔ ۱۰۰
خشیت اللہ پیدا کرنے کے نتیجہ میں عذاب
کا ٹلنا۔ ۲۳۸

خطا

خَطَا اور خطا میں فرق ۳۲۸

خلافت

جب افراد ایک شخص کے ہاتھ پر قومی ترقی
کے لیے عہد کرتے ہیں تو وہ خلافت ہوتی ہے ۲۲۹
حضرت موسیٰ کا حضرت ہارون کو خلیفہ مقرر کرنا ۲۶۷

خلافتِ عباسیہ ۳۰۶
مغلوں کے حملہ پر عباسی خاندانوں کا صرف
ایک شخص بھاگ سکا جس کی نسل سے بہاولپور
کے والیانِ ریاست ہیں۔ ۳۰۷
یو پی میں عباسی خاندان کی بعض شاخیں
موجود ہیں۔ ۳۰۷

خُلق / اخلاق۔ نیز دیکھئے عنوان اخلاق
انسان کے بہیمی اخلاق قانونِ الٰہی کے
ماتحت آکر اعلیٰ اخلاق بنتے ہیں۔ ۱۲۱
اخلاق کے تین مدارج ۲۲۰، ۲۲۱
اسلام کی اعلیٰ اخلاقی تعلیم ۳۳۴
بین الاقوامی معاہدات میں اخلاق کی پابندی ۲۳۰

○

خَلق

تخلیق کی دو صورتیں امر اور خلق ۳۸۱
خلقِ انسانی کے حشر کی دلیل ہونے کے متعلق
بعض دلائل۔ ۵۵

خنزیر

خنزیر کی حرمت کی تفاصیل ۲۶۰

خواب۔ نیز دیکھئے رویاء، کشف اور تعبیر
بعض دفعہ خواب میں بتائی ہوئی تعبیر بھی
تعبیر طلب ہوتی ہے۔ ۴۸۶
حضرت یعقوبؑ کا ایک خواب ۵۹
دانیال نبی کی ایک خواب ۴۹۱

خود بینی

خود بینی و خود ستائی بھی شرک ہے۔ ۲۶۸

خود غرضی

خود غرضی کے نتیجہ میں کلام الٰہی کو قبول
کرنے سے محرومیت ۱

د

دابۃ الارض ۴۱

دار الجزاء
انسانی تخلیق میں ارتقاء ایک دار الجزاء
کا تقاضا کرتا ہے۔ ۵۵

دایاں ہاتھ
دائیں ہاتھ کو اسلام نے برکت کا نشان
قرار دیا ہے۔ ۳۶۶

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

قانونِ قدرت نے دائیں کو بائیں پر فضیلت دی ہے۔ ۳۶۷

نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دینے کا مطلب ۳۶۷

دجّال۔ نیز دیکھئے یاجوج وماجوج

دجال اور یاجوج وماجوج سے مراد مسیحی فتنہ ہے۔ ۵۱۱

یاجوج وماجوج اور دجّال ایک ہی مذہب کے ماننے والوں کے نام ہیں۔ ۴۹۴

آنحضرتؐ نے بگڑی ہوئی مسیحیت کا نام ہی دجّال رکھا ہے۔ ۴۰۹

صحابہؓ کا خیال تھا کہ ابنِ صیاد دجّال ہے ۳۸۴

دجّال سے محفوظ رہنے کا طریق ۵۱۱

جو شخص سورۃ کہف کی ابتدائی دس آیات یاد کریگا وہ دجّال سے بچایا جائیگا (حدیث) ۴۰۹

جو شخص سورۃ کہف کی آخری دس آیات پڑھیگا وہ دجال کے فتنہ سے بچایا جائیگا (حدیث) ۴۰۹

دجال یا مغربی مسیحی اقوام کا مقابلہ صرف وہ شخص کر سکیگا جسے اللہ تعالیٰ اپنی مشیت سے کھڑا کرے گا۔ ۴۳۹

دریا

دریاؤں کے فوائد ۱۴۷

دُعا

قبولیتِ دُعا قربِ الٰہی کے آثار میں سے ہے ۳۴۰

قرآن کریم کامل دُعاؤں پر مشتمل ہے ۱۶۲

دعا کے آداب ۴۰۱

انبیاء خدا کے حضور عجز وانکسار سے دُعا کرتے تھے۔ ۳۵۲

سجدہ میں دُعا کا طریق ۴۰۱

ہر کام کے مناسب حال صفتِ الٰہی کو سامنے رکھکر دُعا کرنی چاہیئے۔ ۴۰۱

آنحضرتؐ نے صحابہ کو اونچی آواز سے دُعا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ۴۰۱

والدین کیلئے دُعا کرتے رہنے کی تلقین ۳۲۲

فتنوں کو دور کرنے کا علاج اِنَابَتْ اِلَی اللہ اور دُعا ہے۔ ۳۷۵

انسانی کوشش دنیوی امور میں بمنزلہ دعا کے ہے اور اس کے نتیجہ میں انسان کے ذہن میں جو تدبیر آتی ہے وہ بھی وحی ہے۔ (مسیح موعودؑ) ۱۹۶

حضرت ابراہیمؑ بہت دعا کرنیوالے تھے۔ ۲۶۹

قوم لوطؑ کے عذاب سے بچنے کے لیے حضرت ابراہیمؑ کی دُعا ۹۲

آنحضرتؐ کی دُعاؤں کے نتیجہ میں عمرو بن العاص خالد۔ عکرمہ اور ہبیرہ کا قبولِ اسلام ۳۷۵

آنحضرتؐ کی مدینہ کیلئے برکت کی دُعا ۲۵۵

آنحضرتؐ کی دُعا کے طفیل مدینہ سے وباؤں کا دور ہو جانا۔ ۲۵۶

آنحضرتؐ کو رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا کی دُعا سکھائی گئی ہے۔ ۴۷۶

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

حضرت مصلح موعودؓ کی حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی بلندیٔ درجات کیلئے دُعا ۳۸۸

حضرت مصلح موعود کی ازدیادِ علم کے لیے دُعا اور حمد ۴۸۰

جنگِ بدر کے موقعہ پر ابوجہل کی خدا سے دُعا ۱۸۱

دعوۃ الی الحق

دعوۃ الی الحق حکمت کیساتھ ہونی ضروری ہے ۲۷۲

مخاطب کے فہم و ادراک کے مطابق دعوۃ الی الحق کرنی چاہیئے۔ ۲۷۳

اپنے دین کی طرف بلانے میں وہی دلائل پیش کرو جو قرآن کریم نے پیش کئے ہیں۔ ۲۷۲

دفاع

دفاع کیلئے تلوار اُٹھانے کی اجازت ۲۷۴

دل۔ نیز دیکھئے قلب

جب تک دل میں مناسبت نہ پیدا ہو جائے انسان محض نمونہ کو دیکھکر فائدہ نہیں اُٹھا سکتا ۲۶

استہزاء کے نتیجہ میں دل سخت ہو جاتے ہیں۔ ۲۵

دماغ

انسانی دماغ کی قوتیں ۴۸۸

انسانی دماغ غذا سے نشوونما پاتا ہے ۱۳۷

انسانی دماغ پر اجرامِ فلکی کے برقی اور مقناطیسی اثرات ۱۳۸

انسانی دماغ کی نشوونما میں ستارے خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ ۱۳۹

آج تک کوئی ایک نبی بھی ایسا نہیں گذرا جو ارذل العمر تک پہنچا ہو (جبکہ دماغ کمزور ہو جاتا ہے) ۱۹۷

دنیا

سماءِ دنیا سے مراد نبی کی مجلس ہے۔ ۴۰

نئی دنیا اور نیا نظام اللہ تعالیٰ آدم اور فرشتوں کے ذریعہ بنایا کرتا ہے۔ ۴۶۱

دنیا بحیثیتِ مجموعی خدا کے واحد ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ ۴۳۲

زمین و آسمان کی پیدائش انبیاء کی کامیابی اور انکے دشمنوں کی ناکامی کی دلیل ہے۔ ۱۰۸

دنیا کی ہر چیز کوئی نہ کوئی فائدہ رکھتی ہے۔ ۴۱۵

اللہ تعالیٰ کی حکمت اور علم نے اس دنیا کو اصل روزِ جزاء نہیں بنایا۔ ۵۱

دنیا کی پیدائش قیامت کی دلیل ہے۔ ۱۰۸

دنیا کا سامان عارضی ہے صرف قومی مقابلہ کا ایک ذریعہ خدا نے بنایا ہے۔ ۴۱۶

اسلام نے دنیا کو چھوڑنے کی تعلیم نہیں دی ۲۳۶

مومن کے لیے دنیاوی فتوحات کی غرض ۳۰۹

صرف دنیوی ترقیات کو ہی خدا کا فضل قرار نہیں دینا چاہیئے۔ ۳۱۷

دنیا کی ترقیات طبعی قوانین سے وابستہ ہیں نہ کہ اخلاقی اور رُوحانی اُمور سے ۵۵

دنیا کی اشیاء اس لیے پیدا کی گئی ہیں کہ انسان تحقیق کر کے دنیا کی حالت سدھارے۔ ۴۱۵

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

دنیا کمانا بُرا نہیں مگر اس کے ساتھ خدا کا بھی خیال رکھنا چاہیئے۔ ۲۷۸

آنحضرتؐ اور آپ کے صحابہؓ نے دنیا میں پڑ کر دنیا سے علیحدہ رہنے کا نمونہ دکھایا۔ ۲۲۶

معراج میں بڑھیا سے مُراد دنیا ۲۹۰

آنحضرتؐ کو دنیا ایک بڑھیا کی شکل میں دکھائے جانے کی حکمت ۴۸۷

آنحضرتؐ کو دنیا ایک بڑھیا کی شکل میں اور حضرت موسیٰؑ کو ایک ظالم بادشاہ کی شکل میں دکھائے جانے کی حکمت ۴۸۷

جب دنیا میں حکومتیں ملتی ہیں تو ساتھ ہی توہم پرستی اور شرک بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ ۳۲۰

دُودھ

کلام الٰہی سے دودھ کی مشابہت ۱۹۲

دودھ کی تعبیر فطرتِ صحیحہ ۲۹۰، ۲۹۱

چارے سے دودھ بننے کا طریق ۱۹۲

دوزخ۔ نیز دیکھئے جہنم

دوزخ میں جتنی چیزیں ہونگی وہ انسان کے اعمال سے متمثل ہونگی۔ ۳۱۳

عیسائیوں کے دوزخ کو مادی قرار دینے کا رد ۳۱۴

دین

دین کیلئے سارا مال خرچ کر دینا بھی فضول خرچی نہیں ہے۔ ۳۲۴

اس زمانہ میں دین سے غفلت انتہا کو پہنچ چکی ہے۔ ۲۰

اللہ تعالیٰ دین کے غافلوں کو اور زیادہ غفلت کے سامان پیدا کر کے عذاب دیا کرتا ہے۔ ۱۵۷

بعض مسلمانوں کے دین میں جبر کو جائز سمجھنے پر تعجب۔ ۱۶۴

سچے دین آخر بگڑ کر گمراہی کا موجب ہوتے ہیں ۱۲۴

ڈ

ڈکٹیٹر شپ ۶۴

ڈھیل

نبی کے مخالفوں کو عذاب میں ڈھیل ضرور ملتی ہے لیکن ہمیشہ کے لیے نہیں۔ ۹

ڈیماکریسی ۶۴

ذ

ذکر

ذکر کے مختلف معانی ۱۷۲

الذکر سے مراد اعلیٰ شرف والی کتاب ۱۷۲

قرآن کریم قیامت تک الذکر رہیگا۔ ۳۵

قرآن کریم کے اَلذِکر ہونے کا مفہوم ۲۲

ذکرِ محفوظ کی یہ علامت ہے کہ جب کوئی اس میں دخل دینا چاہتا ہے تو اس کی حفاظت کیلئے شہاب اترتے ہیں۔ ۳۴

ذکر سے مراد ایسی کتاب جو اللہ اور بندوں میں تعلق پیدا کرنے کا ذریعہ ہو۔ ۳۵

قرآن مجید کا نام اَلذِکر کفار میں بھی معروف تھا ۱۱

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

پہلے مذاہب میں انبیاء کی بعثت بند ہونے کی وجہ یہ ہے کہ انکی کتب اَلذِّکر نہیں رہیں ۳۵

اَہْلُ الذِّکر سے مراد مسلمان ہیں۔ ۱۷۱

ذہن

ہر چیز کے خزانے اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس رکھے ہیں اور ضرورت کے مطابق وہ انسانی ذہن کو ادھر منتقل کر دیتا ہے۔ ۴۸

رأفت

رأفت اور رحم میں فرق ۱۳۱

رزق

کروڑوں جانداروں کیلئے رزق کا نظام ۴۷

انسان کے رزق میں اس کی اولاد کا رزق شامل ہے پس اس سے محروم نہیں کرنا چاہیئے ۳۲۸

رسول۔ نیز دیکھئے مامور اور نبی کے عنوان

نوح اوّل الرُّسل تھے (حدیث) ۱۰۴

قیامت کے دن ایک رسول کی بعثت ۳۱۵

غیب کا پہلا اظہار اللہ کے منتخب رسولوں پر ہوتا ہے۔ ۴۰

رسولوں کا پہلا کام وہ اخبارِ غیبیہ بتانا ہے جو بشارتوں پر مشتمل ہوتی ہیں اور دوسرا کام انذاری خبروں کا بتانا ہے ۳۸۶

رسول کا انکار خدا تعالیٰ کا انکار ہوتا ہے۔ ۱۲۶

ایک رسول کے انکار کو قرآنِ کریم نے تمام رسولوں کا انکار قرار دیا ہے۔ ۱۰۴

جو شخص ایک رسول پہچان کر اور سمجھ کر مانیگا وہ سب رسولوں کو مان لے گا۔ ۱۰۴

سنت اللہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ بغیر رسول بھیجنے کے کسی قوم پر عذاب نازل نہیں کرتا ۳۱۵

رُشد

رُشد اور رَشَد میں فرق ۴۱۷

رشوت

رشوت لیکر قومی غداری کرنے کی ممانعت ۲۳۳

رُعب

آنحضرتؐ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے رعب دیا جانا۔ ۱۷۵

ابوجہل کا آنحضرتؐ سے مرعوب ہونا ۲۰۴

رمل

علمِ نجوم و رمل گو لغو اور فضول ہیں مگر حسابی اصول پر قائم ہیں۔ ۴۴

رنگ

رنگوں کی تاثیرات ۱۴۰

روح

آیت یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ میں روح سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی مراد ۳۸۰، ۳۸۱

روح کے مختلف معانی ۷۱

جبریل کو روح کہا گیا ہے۔ ۷۱

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

امرِ نبوت کو بھی روح کہتے ہیں۔ ۱۲۵

کلامِ الٰہی بھی روح ہے جو انسان کو نئی زندگی بخشتا ہے۔ ۷۲

روح سے مراد دنیا کو زندہ کرنیوالا کلام ۱۲۵

روح وہ چیز ہے جس کے ذریعہ کسی کو حیاتِ ممتاز ملے۔ ۷۲

حرکت۔ قوت اور جہالت انسانی رُوح اور جسم کے امتزاج سے پیدا ہوتی ہیں۔ ۲۸۷

روح کے مِنْ اَمْرِ اللہ ہونے سے مراد ۱۲۶

نفخِ رُوح

آدم اور انبیاء کے نفخِ روح سے مراد نزولِ الہام ہے۔ ۷۷

بنو آدم کے نفخِ رُوح سے مراد نفسِ ناطقہ کی تکمیل ہے۔ ۷۷

نفخِ روح ہر انسان میں ہوتی ہے۔ ۷۵

بغیر امرِ رب کے کوئی روح کامل نہیں ہو سکتی ۳۸۵

متفرق

روحانی امور میں اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود پر کھڑا رہنا چاہیئے۔ ۲۰۳

قرآنِ کریم کو روح القدس نے اتارا ہے۔ ۲۴۰

انسان کی مادی ضرورتوں کی فراہمی سے استدلال کہ اللہ تعالیٰ انسان کی رُوحانی ضرورتوں کو نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ ۱۴۷

علم الارواح

بعض لوگ انسانی دماغ کی باریکیوں کو نہ سمجھتے ہوئے بعض باریک رُوحانی قوتوں کو عالمِ اُخروی کی اَرْواح کا عمل اور تاثیر قرار دے لیتے ہیں ۴۴

انسانی روح کی قوتیں ۴۸۸

یونانیوں میں نیک اور بد اَرواح کا تصوّر ۵۸

زردشتیوں میں نیک اور بد اَرواح کا تصوّر ۵۸

یہود میں بد اَرواح کا عقیدہ ۵۹

یہود کا اَرواح سے تعلق پیدا کرنے کا عقیدہ ۳۸۵

ہندو مذہب میں علم الارواح اور یوگا۔ ۳۸۴

تھیاسوفیکل سوسائیٹیوں کا ارواح سے رابطہ کرنے کا عقیدہ ۳۸۳

مسلمان صوفیاء اور علم الارواح ۳۸۴

علم الاَرواح کے ناقص ہونے کا ثبوت ۳۸۶

روحانی مشقوں سے انسان روحانی تعلیمات حاصل نہیں کر سکتا۔ ۳۸۷

رومی (قوم) ۴۹۷

رومیوں کے ہاتھوں یہود کی تباہی ۳۰۵

روزِ جزاء

ایک دن سب اگلے پچھلے لوگ اللہ تعالیٰ کے حضور جمع کئے جائینگے اور اپنے اپنے اعمال کی جزاء پائیں گے۔ ۵۱

اللہ تعالیٰ کی حکمت اور علم نے اس دنیا کو اصل روزِ جزا نہیں بنایا۔ ۵۱

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

رؤیا - نیز دیکھئے خواب
عربی میں کشف اور عام خواب دونوں کیلئے
رؤیا کا لفظ بولا جاتا ہے۔ ۲۹۳
اسراء ایک رؤیا تھی۔ ۲۹۳
یوسف علیہ السلام کی رؤیا اور اس کی تعبیر ۳۱
مومن کو اپنے متعلق کبھی خود رؤیا آتی ہے
کبھی دوسرے کو اس کے متعلق دکھائی جاتی ہے ۸۶
رہبانیت ۳۳۷
رہبانیت کا رد ۳۲۴

ز

زردشتی مذہب
یہ مذہب اسلام کے بعد سب مذاہب سے
زیادہ بعث بعد الموت پر زور دیتا ہے۔ ۵۰۲
زردشتیوں کے نزدیک دو خداؤں کا تصور ۵۸
زکوٰۃ
زکوٰۃ کا مقصد دولت کو چند ہاتھوں میں جمع
ہونے سے روکنا ۴۸۰
زکوٰۃ کے معنی ۴۸۸
زمانہ
موجودہ زمانہ کی دو روحانی بیماریاں اللہ تعالیٰ
کے وجود کا انکار اور الہام کا انکار ۱۵۰
آخری زمانہ میں سفر کے ذرائع کا آسان ہو کر
اقوام کا ایک دوسرے میں مل جانا ۵۰۷

○

زمین
زمین پہلے گرم آگ کا کرہ تھی مٹی کا چھلکا بعد
میں بنا ہے۔ ۷۱
زمین نئی نئی طاقتیں دوسرے ستاروں سے
حاصل کرتی رہتی ہے۔ ۴۶
زمین کا حجم بڑھ رہا ہے۔ ۴۶
بیرونی کھاد زمین کی طاقت کو بڑھاتی رہتی ہے ۴۶
زنا
مواقع زنا پیدا ہی نہ ہونے دو۔ ۳۲۸
زنا کے نقصانات ۳۲۹
زنا سے بھی اولاد کا قتل ہوتا ہے۔ ۳۲۸

ژ

ژند اوستا ۲

س

سات
سات اور ستر کا ہندسہ عربوں میں تکمیل یا
کثرت کے اظہار کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ ۸۱
سادگی
صداقت کو قبول کرنے کیلئے سادگی کو اپنانا ضروری ہے ۷
ساعت
ساعت کا لفظ قیامت کیلئے بھی استعمال ہوتا
ہے اور اس موعود گھڑی کیلئے بھی جو انبیاء کے
دشمنوں کی تباہی کیلئے مقرر ہوتی ہے۔ ۱۰۷

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سائل

سائل اگر مستحق نہ ہو تو اسے نہ دینا گناہ گار نہیں بناتا۔ ۳۲۵

سائنس

متفرق حالات کا ایکدوسرے پر قیاس کرنا سائنس نہیں کہلا سکتا۔ ۵۶

سائنس کی تمام تر بنیاد توحید پر ہے۔ ۳۲۰

دنیا کے تمام موجد کہتے ہیں کہ اکثر ایجادوں کا خیال انکے دل میں یکدم پیدا ہوا۔ ۱۹۴

جدید تحقیقات سے قرآن کریم کے بیان کی تصدیق ۱۹۲

قرآن کریم کے بیان کی سائنس سے تصدیق ۲۰۹

سورۃ رحمٰن میں سائنسی ترقیات کی پیشگوئی ۶۴

مغربی مسیحی اقوام کی ایجادات کی تباہی ۵۰۹

سائنس کا یہ دعویٰ کہ حیوانی مادہ حیوان سے ہی پیدا ہوتا ہے خود قابلِ تحقیق ہے۔ ۵۶

دائرلیس۔ ٹیلی گرافی اور ٹیلیفون سے سبق ۳۱۲

ہر ستارے کی روشنی کیساتھ اس میں موجود دھاتوں کی تاثیرات بھی زمین پر آتی ہیں۔ ۱۳۸

رنگوں کی تاثیرات اور رنگوں سے بیماریوں کا علاج ۱۴۱

سائنسی ترقی کی وجہ سے جو شبہات آج کل دلوں میں پڑ گئے ہیں قرآن کریم نے انکا بھی جواب دیا ہے۔ ۱۵۰

سائیکالوجی

ماہرین علم النفس کہتے ہیں کہ انسان میں نقل کرنے کا مادہ سب سے بڑا خاصہ ہے۔ ۲۳

سبت

یہود کو سبت کی حرمت توڑنے کی وجہ سے سزا ملی تھی۔ ۲۷۱، ۳۰۲

سبع مثانی

سبع مثانی سے مراد سورۃ فاتحہ ہے۔ ۱۱۰

سپرچوئلسٹس SPIRITUALISTS

ماہرین علم الارواح ۴۴

ستارہ۔ نیز دیکھئے اجرام فلکی

حضرت عیسیٰ اور آنحضرتؐ کی بعثت کے زمانہ میں کثرت سے ستارے ٹوٹنے کا نشان ظاہر ہوا تھا۔ ۳۶

ستاروں کی تاثیرات ۳۱

ستاروں کی تاثیرات کے متعلق ایک حدیث کا صحیح مفہوم ۴۵

ستاروں کی حرکات میں تاثیرات یقیناً ہیں ۴۵

ہر ستارے کی روشنی کیساتھ اس میں موجود دھاتوں کی تاثیرات بھی زمین پر اترتی ہیں۔ ۱۳۸

ستارے انسانی دماغ کی نشوونما میں خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ ۱۳۹

ہر ستارہ کششِ ثقل کے اصول سے اور دیگر ایسے ذرائع سے جن [illegible] ربندوں کو ابھی تک حاصل نہیں ہوا آسمان کی حفاظت کر رہا ہے۔ ۳۱

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

علم نجوم ورمل گو لغو اور فضول ہیں مگر حسابی اُصول پر قائم ہیں۔ ۴۴

انبیاء کا وجود ستاروں کی طرح ہے کہ ان کے مقام سے انسان رُوحانی سیر میں راستہ پاتا ہے۔ ۱۴۸

سب نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد ستاروں کی طرح چکر کھاتے ہیں۔ ۳۰

صحابہ کرام آنحضرتؐ کیلئے بمنزلہ ستاروں کے تھے ۳۰

ستر

سات اور ستر کا ہندسہ عربوں میں تکمیل یا کثرت کے اظہار کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ ۸۱

سجدہ

سجدہ میں مومن کی قلبی کیفیت ۴۰۰

سجدہ میں دعا کا طریق ۴۰۱

سجع

قرآن میں سجع اصل مقصود نہیں۔ ۳

سدرۃ المنتہیٰ ۲۸۰، ۲۸۱

سزا۔ نیز دیکھئے جزاء

اللہ تعالیٰ نے جزاء و سزا کا معاملہ اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔ ۲۵۰

اللہ سزا کے معاملہ میں ہمیشہ عفو اور رحمت کو مدنظر رکھتا ہے۔ ۳۶۱

سزا باہر سے نہیں آئیگی بلکہ انسان کے اندر سے پیدا ہوگی۔ ۳۱۲

سزا قلبی ہوگی۔ ۳۶۱

سزا و جزا کوئی بیرونی شے نہیں ثمرۂ عمل کا نام ہے۔ ۳۱۴

ارتکابِ جُرم سے پہلے سزا نہیں دی جاسکتی ۴۶۸

جب سزا و جرم کے بعد دو! ۲۷۵

مجبور محض کو سزا دینا جائز نہیں۔ ۱۶۵

گمراہ کرنیوالوں کو دوسروں سے زیادہ سزا ملیگی ۲۱۸

ہر گناہ کی سزا فوراً نہیں ملتی۔ ۱۸۷

ہر جھوٹی قسم کی سزا اس دنیا میں نہیں ملتی۔ ۱۶۶

مقتول کا ولی اگر شرارت سے قاتل کو معاف کردے تو حکومت سزا جاری کرسکتی ہے۔ ۳۳۰

سعی

سعی شکور ہی کارگر ہوتی ہے۔ ۳۱۸

سفر

سفر تربیت کا اعلیٰ ذریعہ ہے۔ ۳۲۳

انبیاء نے بکثرت تبلیغی سفر کئے ہیں۔ ۴۶۸

سفر کو آسان کرنے کا طریق اسلامی تمدن کے مطابق ابنِ سبیل سے حسنِ سلوک اور مہمان نوازی کو رائج کرنا ہے۔ ۳۲۳

سماء نیز دیکھئے آسمان

سماءِ دنیا سے مراد نبی کی مجلس ہے ۴۰

سمیریئن CIMMERIANS

ایشیائے کوچک کے مشرقی علاقہ کی قوم ۴۹۹

سمندر

سمندر کے فوائد ۱۴۳

سمندر حریت کو محفوظ رکھنے کا ایک ذریعہ ہے ۱۴۴

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سمندر کے مسخر ہونے کا مطلب ۱۴۲

ایک زمانہ میں مسلمانوں کی بحری قوت ۳۶۳
بحری نقشے اور راستے سب مسلمانوں کے
تیار کئے ہوئے ہیں۔ ۳۶۳

یورپ سے ہندوستان کا بحری راستہ مسلمانوں
کی دریافت ہے۔ ۳۶۳

یاجوج وماجوج کا سمندر کے ذریعہ دنیا میں
پھیلنا مقدر تھا۔ ۵۰۶

یاجوج وماجوج کا سمندری راستوں پر قبضہ ۵۰۷

سُور۔ دیکھئے حرمت اور خنزیر

حرمت کی تفاصیل ۲۶۰

سوسائٹی

اہلِ یورپ کے اسلام قبول کرنے میں روک
ان کی سوسائٹی ہے۔ ۷

سورج

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بطور سراجِ منیر ۳۰

سورج سے علمِ حساب کا تعلق ۳۱۰

سورۃ: نیز دیکھئے قرآنِ مجید

بسم اللہ ہر ایک سورت کی کنجی ہے۔ ۵۴

سورتوں کے مضامین حروفِ مقطعات کے
تابع ہوتے ہیں۔ ۱۱۹

۱۔ سورۃ فاتحہ

سبعِ مثانی سے مراد سورہ فاتحہ ہے ۱۱۰

سورۃ فاتحہ کا نام قرآنِ عظیم بھی ہے ۱۱۱

اس سورت میں قرآن کی قوتوں اور طاقتوں
کا نچوڑ ہے اور سارے قرآنِ کریم کے مطالب
اِجمالاً اس میں آگئے ہیں۔ ۱۱۱

اُمتِ محمدیہ کے مثیلِ بنی اسرائیل ہونے کا ذکر
سورۃ فاتحہ میں ہے۔ ۳۵۰

ان لوگوں کی تردید جو سورۃ فاتحہ کو قرآن کریم
کا حصہ نہیں سمجھتے۔ ۱۱۱

۲۔ سورۃ بقرہ

حضرت مصلح موعودؓ کو سورۃ بقرہ کے مضامین
کے متعلق القاء ۵۴

۳۔ سورۃ توبہ

سورتِ توبہ علیحدہ نہیں بلکہ سورۃ انفال کا
حصہ ہے۔ ۵۵

۴۔ سورۃ حجر

سورۃ حجر مکی ہے اور مستشرقین بھی یہی رائے
رکھتے ہیں۔ ۱۰۱، ۱۱۱

پہلی سورت سے تعلق ۱

مضامین کا خلاصہ ۱

سورۃ حجر میں ان قوموں کا ذکر کیا گیا ہے جن
میں تحریر کا رواج کم تھا اور جنہوں نے
حفظ کے ذریعہ سے قرآنی علوم سے فائدہ
اُٹھانا تھا۔ ۳، ۱۰۵۰

۵۔ سورۃ نحل

یہ سورۃ مکی ہے اور بالکل ہجرت کے قریب
نازل ہوئی ہے۔ ۱۱۹، ۱۲۰

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

وجہ تسمیہ ۱۱۹
مضامین کا خلاصہ ۱۲۰
سورۃ نحل کا مرکزی مضمون ۱۸۵
اس سورت میں ان قوموں سے خطاب ہے
جن میں لکھنے کا رواج زیادہ تھا۔ ۳
اس سورۃ میں ہجرت کا ذکر صاف لفظوں
میں آتا ہے۔ ۱۲۴
یہ سورۃ سورۃ حجر کی پیشگوئی کی وضاحت
کرتی ہے۔ ۱۲۴
اس سورت کے آخر میں یہود سے تعلق پیدا
ہونے کی پیشگوئی ہے۔ ۲۹۸
۶۔ سورۃ بنی اسرائیل
وجہ تسمیہ ۲۷۷
پہلی سورۃ سے تعلق ۲۷۷
مضامین کا خلاصہ ۴۶۶
اس سورۃ میں یہود کی دو تباہیوں کا ذکر ہے ۲۷۸
۷۔ سورۃ کہف
ابن عباسؓ اور ابن زبیرؓ کے نزدیک یہ سورۃ
مکی ہے۔ ۴۰۳
زمانۂ نزول ۴۰۴
اس کے نزول کے ساتھ ستر ہزار فرشتوں
کے نزول کا مطلب ۴۰۳
سورۃ کہف کا سورۃ اسراء سے تعلق ۴۰۴، ۴۰۷
یہ سورۃ سورۃ اسراء کا تتمہ ہے ۴۱۰
سورۃ کی ابتدا کا تعلق سورۃ بنی اسرائیل کے آخر سے ۴۰۸
حضرت مصلح موعودؓ کو سورۃ کے مضامین کے
متعلق اللہ تعالیٰ کی طرف سے علم کا دیا جانا ۴۰۷
مضامین کا خلاصہ ۴۱۰
اس امر کا استدلال کہ اسمیں بیان شدہ واقعات
میں امتِ محمدیہ کیلئے پیشگوئیاں ہیں۔ ۴۴۲
آنحضرتؐ نے بھی اس سورۃ کا تعلق نصاریٰ
سے قرار دیا ہے۔ ۴۰۹
اس سورۃ میں اسلام اور مسیحیت کے مقابلہ
کا ذکر ہے۔ ۴۰۹، ۴۹۱
جو شخص سورۃ کہف کی پہلی دس اور آخری دس
آیات پڑھے گا وہ دجال کے فتنہ سے بچایا
جائے گا۔ (حدیث) ۴۰۹، ۵۱۱
اس سورۃ میں مسیحی قوم کی ابتداء و انتہا اور ان
مشکلات کا ذکر ہے جو مسلمانوں کی بے دینی
کی وجہ سے مسیحی اقوام کی طرف سے پیش آنے
والی تھیں۔ ۴۰۷
اس سورۃ میں یاجوج و ماجوج اور آخری
مسیحی فتنہ کے استیصال کی خبر دی گئی ہے ۴۰۴
آخری رکوع میں مسیحی اقوام کی تباہی کا ذکر ۵۰۹
اصحاب کہف۔ دو باغوں کی تمثیل۔ موسیٰ کے
اسراء۔ ذوالقرنین اور یاجوج و ماجوج کا
باہمی تعلق ۴۰۷، ۴۶۵
دو باغوں کی تمثیل کی حقیقت ۴۴۷
اسراءِ موسیٰ کو اس سورت میں بیان کرنے
کی حکمت ۴۹۰

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

۸۔ سورۃ نجم

معراج کا واقعہ سورۃ نجم میں ۲۸۰

حدیثِ معراج میں وہی حالات بیان ہوئے
ہیں جو سورۃ نجم میں آئے ہیں۔ ۲۸۱

شہ بعد نبوت یا اس سے پہلے نازل
ہوئی ہے۔ ۲۸۱

آنحضرتؐ کے متعلق ان غلط روایات کی تردید
جن میں بتایا گیا ہے کہ سورۃ النجم کی تلاوت
کرتے ہوئے شیطان نے حضور کی زبان پر شرکیہ
کلمات جاری کر دیئے تھے۔ ۲۸۵

۹۔ سورۃ رحمٰن

اس سورۃ میں آخری زمانہ کے تغیرات کا ذکر ہے ۶۴

سورۃ رحمٰن میں دو مشرق اور دو مغرب سے مراد ۶۴

۱۰۔ سورۃ جمعہ

سورۃ جمعہ میں آنحضرتؐ کی بعثتِ ثانیہ کی پیشگوئی ۲۹۹

سیاست

ایک بڑا سیاسی نکتہ ۲۲۹

کسی اکثریت کو یہ نہیں چاہیئے کہ اقلیت کو
ملک سے نکال دے۔ ۲۱۳

مسلمانوں کی طرف سے معاہدات کی خلاف ورزی
سیاسی معاملات میں ہی کیوں نہ ہو اس سے
لوگ دینِ اسلام سے متنفر ہو جائیں گے۔ ۲۳۲

سیدین (قبائل) SUTHIANS

مشہور مورخ جوزیفس کے نزدیک یہی
یاجوج و ماجوج ہیں۔ ۴۹۹

ش

شادی

صغر سنی کی شادی کے متعلق مسودہ قانون ۶

شجرِ ملعونہ ۳۵۶

شجرِ ملعونہ سے مراد یہود ہیں۔ ۳۵۷، ۳۵۸

شراب

بندشِ شراب کی خواہش ۶

شرک

شرک کیا ہے؟ ۱۲۸

جو انسان آسمان اور زمین کی پیدائش کو
بالحق نہیں مانتا وہ مشرک ہے۔ ۱۲۸

وہ بھی مشرک ہے جو کسی کو خدا کا شریک ٹھہراتا
ہو خواہ اس کی عبادت نہ بھی کرے۔ ۳۳۷

خود بینی و خود ستائی بھی ایک شرک ہے۔ ۲۶۸

شرک ترک کرنے کی تلقین

قرآن مجید نے سب سے مقدم حکم توحید کے
قیام اور شرک کے رد کا دیا ہے۔ ۳۲۰

فتح مکہ کے موقعہ پر عورتوں سے بیعت لیتے
ہوئے شرک نہ کرنے کا اقرار ۳۴۲

شرک کے رد میں دلائل

شرک کے رد میں دلائل ۱۵۱، ۱۸۰، ۱۸۲، ۳۴۰

مسلمانوں کی ترقی شرک کی عملی تردید ہے۔ ۴۰۲

آج تک ایک بھی نبی ایسا نہیں ہوا جو مشرک ہو ۱۲۷

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مشرکین کے دل شرک پر مطمئن نہیں کیونکہ کسی بڑی آفت کے وقت انسان تمام دیوتاؤں کو بھول کر صرف خدا کو یاد کرتا ہے۔ ۱۸۱

موجباتِ شرک

الہام کے بغیر انسان شرک میں مبتلا ہو جاتا ہے ۲۰۱

شرک کی اصل وجہ بعث بعد الموت کا انکار ہے ۱۵۳

جب قومیں اللہ تعالیٰ سے دور ہو جاتی ہیں تو شرک کرنے لگتی ہیں۔ ۱۲۲

جب دنیا میں حکومتیں ملتی ہیں تو ساتھ ہی توہم پرستی اور شرک بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ ۳۲۰

مشرکین کے اس اعتراض کا جواب کہ اگر خدا کی مرضی نہ ہوتی تو ہم شرک نہ کر سکتے۔ ۱۶۴

شرک کے نتائج

کوئی گناہ بغیر شرک کے پیدا نہیں ہوتا۔ ۳۲۰

شرک کو ظلم بھی قرار دیا گیا ہے۔ ۲۲۱

شرک کرنا خود ایک جہنم ہے۔ ۳۲۷

شرک کی وجہ سے انسانی ترقی رک جاتی ہے ۲۰۲

شرک کے تضادات

مشرکین کے ذہنی تضادات ۳۲۸

مشرک بھی اللہ اور دوسرے معبودوں میں فرق کرتے تھے۔ ۱۷۹

توحید کے دلائل سے عاجز آنے کے بعد مشرکین کا رویہ ۱۵۹

مشرک اقوام کا دینی امور میں فکر بہت کند ہوتا ہے۔ ۲۰۲

مشرک قوم جب بھی ترقی کریگی اپنے مذہب سے بیگانہ ہو کر کریگی۔ ۳۲۰

مشرکین میں سے بعض لوگوں کے نیک ہونے کی وجہ ان کی نیک فطرت ہے نہ کہ شرک ۳۴۱

شریعت

شریعت کے نزول کی ضرورت ۲۰۰

حشر کا تقاضا ہے کہ کوئی شریعت ہو ۵۵

شریعت بنانا خدا کا ہی حق ہونا چاہیئے۔ ۲۰۰

مسیحی لوگ شریعت کی تفصیلات کو لعنت قرار دیکر ان سے آزاد ہونا چاہتے ہیں۔ حالانکہ یہ تفصیلات انسان کو ہلاکت سے بچانے کے لیے بیان کی گئی ہیں۔ ۴۶۳

شرعی کلام جب تک اپنے ابتدائی ایام میں کسی حکومت کیساتھ متعلق نہ ہو اسکی تعلیم کے عملی حصہ کی خوبیاں پورے طور پر ظاہر نہیں ہو سکتیں ۲۰

شرعی انبیاء کو ان کے زمانہ میں ہی حکومت مل جاتی ہے۔ ۲۳

مامورین نہ صرف نشانات سے شیطان کے حملوں سے شریعت کو بچاتے ہیں بلکہ بوجہ الہام سے موید ہونے کے انکی تشریحات سے مومنوں کو کلام الٰہی کے صحیح معنی بھی معلوم ہوتے ہیں۔ ۳۴

انسانی زندگی کا کوئی حصہ نہیں جس پر اسلامی شریعت نے روشنی نہ ڈالی ہو۔ ۶

شریعتِ اسلامیہ کے ذریعہ انسانی قویٰ اور جذبات پر کنٹرول ۴۸۸

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

شفاعت

شفاعت اذن سے ہوتی ہے۔ ۲۱۵

ثُمَّ يُؤْذَنُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ اَنْ يَّشْفَعُوْا (حدیث) ۲۱۵

انبیاء کو شفاعت کا اذن ۲۱۴، ۲۱۵

آنحضرتؐ کا مقام شفاعت بھی مقامِ محمود ہے ۳۷۵

شکر

کیا اللہ تعالیٰ کو شکر کی احتیاج ہے۔ ۲۵۹

شکر سے توحید کا عقیدہ مضبوط ہوتا ہے۔ ۲۵۹

شہابِ ثاقب

شہاب کے تین معنی ۳۴

قرآنِ کریم میں مختلف مواقع پر آسمانوں کی حفاظت اور شہب گرنے کا ذکر ۲۷

شیاطین پر شہاب گرنے سے مراد ۴۲

شیاطین اور جنّوں پر شہب گرائے جانے کے متعلق مفسرین کی آراء ۳۸

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شہب کا گرنا نبی کی علاماتِ ظہور کے لیے بطور سنّت مقرر کر رکھا ہے۔ ۷۰

حضرت عیسیٰؑ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے زمانہ میں کثرت سے شہابِ ثاقب گرنے کا نشان ظاہر ہوا تھا ۳۶

آنحضرتؐ کی بعثت کے وقت اہلِ طائف کا شہابِ ثاقب گرنے پر گھبرا جانا ۳۷

تعجب نہیں کہ نبی کے زمانہ میں کثرت سے شہب گرنے کی روحانی تاثیرات بھی ہوں۔ ۳۷

ظاہری شہبِ ثاقبہ کو انبیاء سے تشبیہ دینے کا مطلب ۳۶

شہاب سے مراد انبیاء جو آسمانی تائیدات اور نشانات لیکر آتے ہیں۔ ۳۲، ۳۳

کلامِ الٰہی کی حفاظت کیلئے شہاب بھیجنے سے مراد مامورین کی بعثت ۳۴

اس زمانہ میں شہابِ ثاقب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کیونکہ آپ کے اظلال قیامت تک یہ کام کرینگے۔ ۳۳

انبیاء کے متبعین میں سے بعض کو شہابِ ثاقب کے طور پر مامور کیا جانا۔ ۳۳

شہادت

انبیاء کی شہادت سے مراد ان کا نمونہ ہے۔ ۲۱۵

قسم شہادت کا فائدہ دیتی ہے۔ ۱۶۶

شہد

شہد شفاء کا موجب ہوتا ہے۔ ۱۹۵

شہد کی مکھی

شہد کی مکھی کی طرف وحی ۱۹۳

شہد کی مکھی ایک وحی کے ماتحت عمل کرتی ہے ۱۲۲

اس میں عقل ثابت ہے لیکن اسمیں ارتقاء نہیں ۱۹۴

چھتے کا وسیع نظام ۱۹۴

شیطان

شیطان کی حقیقت

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

وہ شیطان جو بطور محرکِ بدی پیدا کیا گیا ہے اور ایک غیر مرئی وجود ہے وہ خود آکر لوگوں سے باتیں نہیں کیا کرتا۔ ۶۲، ۷۵

بدی کے دوسرے محرکات بھی شیطان کہلاتے ہیں ۷۵

شیاطین الانس اور شیاطین الجن ۴۱، ۶۱

شیطان سے مراد بدکردار انسان ۲۵۰

آدم کے نظام کے تابع نہ ہونیوالے انسانوں کے سردار کو شیطان اور ابلیس کے ناموں سے پکارا گیا ہے۔ ۷۵

انسان کے سوا جو بھی شیطان ہے وہ کسی سزا کا مستحق نہیں کیونکہ وہ اپنا فرض پورا کر رہا ہے ۵۵

شیطان کا کام

شیطانی لوگ انبیاء کے خلاف جتھے بناتے ہیں ۲۶۲

لَاغْوِيَنَّهُمْ سے مراد انبیاء کے دشمنوں کی کوششیں ۷۹

شیطان اور اس کے اتباع کو انبیاء کے کاموں پر اس وقت تک نکتہ چینی کا موقعہ ملتا ہے جب تک انکی کامیابی کا مقدر زمانہ آنہیں جاتا ۷۸

قرآن کریم ایک ایسا روحانی خزانہ ہے جس کے ٹھکانے کیلئے شیطان تڑپتا ہے۔ ۲۳۵

شیطان کا حملہ

شیطانی حملوں کی اقسام ۲۶۱

انسان کے شیطان کے پیچھے چلنے کے موجبات ۴۸۳

شیطانی حملوں سے بچنے کا گُر ۲۶۲

مسِ شیطان

یہ عقیدہ درست نہیں کہ مسِ شیطان سے صرف حضرت عیسیٰؑ اور انکی والدہ محفوظ ہیں۔ ۳۲

آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ میرا شیطان مسلمان ہو چکا ہے۔ ۷۵، ۲۳۵

آنحضرتؐ کی وحی میں شیطان دخل نہیں دے سکتا تھا۔ ۲۹۸

اس گروہ کا ذکر جو نبوت کے مقام پر تو نہیں ہوتا مگر شیطان سے محفوظ رہتا ہے۔ ۸۱

جب انسان کو نفسِ مطمئنہ مل جائے تو شیطان بندے سے مایوس ہو جاتا ہے۔ ۷۸

شیطان کا تصرف

شیطانوں کا کوئی تصرف انبیاء اور ان کے کامل متبعین پر نہیں ہو سکتا۔ ۳۱

شیطان کے پیچھے وہی چلتا ہے جو اپنی فطرت کو خراب کرتا ہے۔ ۸۱

شیطان سے وہی متاثر ہوتے ہیں جن کے دل میں مرض ہوتی ہے۔ ۲۶۲

شیطان کا قبضہ اور تصرف اپنے دوستوں پر ہی ہوتا ہے۔ ۲۳۷

القائے شیطانی

اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْ اُمْنِيَّتِهٖ کی حقیقت ۳۴

مسلمانوں کا کہنا کہ سورۃ نجم کی تلاوت کے وقت شیطان نے بعض شرکیہ کلمات ساتھ ملا دیئے تھے۔ ۲۸۳

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کلام الٰہی کو چُرانا

اس بات کی تردید کہ شیاطین زبردستی اخبارِ غیبیہ کو اُچک لیتے ہیں۔ ۳۹

شیاطین کے کلام الٰہی کو اُچک لینے کی غیر معقولیت ۴۲

کلام الٰہی اور معجزات ونشانات پر شیطان کو تصرف حاصل نہیں ہوتا۔ ۳۲

شیطان آسمانی علوم کے سننے کی بھی طاقت نہیں رکھتے۔ ۳۹

شیطان کا کلام الٰہی کو اچکنے کا کام کلام الٰہی کے اعلان کے بعد ہوتا ہے۔ ۴۰

شیاطین پر شہب کا گرنا

شیاطین پر شہاب گرنے سے مراد ۴۱

شیاطین پر شہب گرائے جانے کے متعلق مفسرین کی آراء ۴۸

مہلت کی حقیقت

شیطان کی مہلت کی حقیقت ۷۸

شیطان کو یوم قیامت تک مہلت کا مفہوم

شیطان کا خدا سے مہلت مانگنا بھی زبانِ حال سے ہے ۷۷

شیطان کی ہلاکت

شیطان کی ہلاکت کا موجب وقت کا نبی ہوتا ہے یا وہ نبی جس کی نبوت زندہ ہو۔ ۲۲

شیطانی وساوس سے پاک کرنے کے لیے رسولوں کا آنا ضروری ہے۔ ۲۵

متفرق

شیطان کی تحریک ملائکہ کی نسبت محدود ہوتی ہے ۶۹

شیطان کے متعلق یہ دعویٰ کہ اس نے جو کہا تھا وہ پورا کر کے دکھایا۔ ۳۶۰

بائیبل میں شیطان کا ذکر ۵۹

ص

صالح

جس کی طاقتیں مرنے کے بعد اگلے جہان کی اعلیٰ ترقیات سے کامل مناسبت رکھنے والی ہوں۔ ۲۶۹

صبر

صبر دکھانے اور جلد بازی سے بچنے کی نصیحت ۲۷۴

بے مصائب سے گھبرانا نہیں چاہیئے (ابتدائی مسیحیوں کی مثال ۴۴۱

انعام صرف انہی کو ملے گا جو صبر کرینگے ۲۲۳

صبر کرنے کی صورت میں انسان کی روحانیت ترقی کرتی ہے۔ ۲۷۵

جو صبر کمزوری اور ضعف کی وجہ سے ہوتا ہے وہ بے چارگی ہے۔ ۲۷۵

آنحضرتؐ کے صحابہؓ کا ادب اور ضبر نفس ۴۷۷

آنحضرتؐ اور موسیٰؑ کی اُمتوں کے صبر میں فرق ۴۷۹

محمدیؐ قوم کا صبر اور مرتبہ رکھتا ہے اور موسوی قوم کا صبر اور مرتبہ رکھتا ہے۔ ۴۷۷

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

صحابی

آنحضرتؐ اور آپؐ کے صحابہؓ کی صفات کا قرآن کریم میں بیان ۴۷۳

اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّھِمْ اقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ۔ ۳۰

جزوی اختلافات کے باوجود ان میں سے جس کی بھی اتباع کروگے ہدایت پا جاؤ گے ۳۱

سابق بالایمان صحابہ ۵۱

آنحضرتؐ اور آپؐ کے صحابہ دنیا میں پڑ کر دنیا سے علیحدہ رہے۔ ۲۳۶

آنحضرتؐ اور صحابہؓ کی ہجرت کلی طور پر اللہ تعالیٰ کے لیے تھی۔ ۱۶۹

آنحضرتؐ کے صحابہؓ کا وقار اور صبرِ نفس ۴۷۷

صحابہؓ کا شوقِ جہاد ۱۶۸

آنحضرتؐ کے صحابہؓ صبح و شام نماز کیلئے اور قرآن سیکھنے کیلئے دارِ ارقم میں جمع ہوتے تھے۔ ۲۲۸، ۲۲۹

غزوۂ خندق کے وقعہ پر صحابہؓ میں غذا کی کمی ۶۷

آنحضرتؐ کے صحابہؓ کا قرآنِ کریم کی برکت سے دُنیا کے استاد بننا ۱۷۳

قیامت کے دن آنحضرتؐ بعض ظاہر میں صحابی نظر آنے والے لوگوں کو دوزخ کی طرف جاتے دیکھیں گے اور فرمائیں گے اَصَیْحَابِیْ ۲۶۷

صُحبت

ہر نبی کی تعلیم میں بدصحبت سے بچنے کا حکم موجود ہے۔ ۱۶۴

صحت

انسانی صحت پر چاند اور سُورج کے اثرات ۱۳۹

مُضرِ صحت غذا طبیب نہیں رہتی۔ ۲۶۳

اولاد اور بیوی کی صحت کا خیال رکھنے کی تلقین ۳۲۶، ۳۲۷

صداقت

صداقت کو قبول کرنے کے لیے کن چیزوں سے بچنا ضروری ہے۔ ۷

صداقت سے محرومی کا ایک سبب ۱

لاکھوں آدمی اپنی تحقیق کا مدار اپنے لیڈروں کے بیانات پر رکھتے ہیں اور ذاتی تحقیق گوارا نہیں کرتے اور اس طرح صداقت سے محروم رہ جاتے ہیں۔ ۴۳

اٰیت اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ اکیلی ہی قرآن مجید کی صداقت کا بیّن ثبوت ہے۔ ۱۴

صدق

صدق کے معنی اندرونی اور بیرونی حالتوں کا یکساں ہونا۔ ۳۷۶

صراطِ مستقیم

جو راستہ خدا تعالیٰ تک پہنچائے وہ صراطِ مستقیم ہے۔ ۲۶۹

صلح حدیبیہ

ایک زبردست نشان ۱۷۴، ۱۷۵

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

صلصال

صفتِ صلصالیت سے مراد قوتِ ناطقہ ۵۶

انسان میں قبولیتِ الہام کی صفت ۵۶

صلیب

حضرت عیسیٰ تنتیس سال کی عمر میں صلیب پر لٹکائے گئے۔ ۳۰۵

ض

ضبطِ تولید

بعض صورتوں میں جائز ہے۔ ۳۲۷

ضیافت

آنحضرتؐ کے فرمان کے مطابق مسافر کو تین دن کی ضیافت کا حق حاصل ہے۔ ۳۲۳

خواب میں ضیافت کی ۴۸۴

ط

طالمود ۲۵۰

طب

طب کی بنیاد بھی قرآنِ مجید کے توجہ دلانے پر ہوئی ۱۹

رنگوں سے علاج ۱۴۱

طبیعت

طینی اور ناری طبیعت کی حقیقت ۷۶

طلاق

ایک یورپین کے دل میں خیال آتا ہے کہ ہمارے ہاں بھی طلاق کا قانون بننا چاہیئے۔ ۶

طولِ امل

صداقت کو قبول کرنے کیلئے طولِ امل سے بچنا ضروری ہے۔ ۷

طہارت

قرآن کریم کی حفاظت محض ظاہری علوم پر مبنی نہیں بلکہ قلبی طہارت سے تعلق رکھتی ہے۔ ۵۰

طیب

طیب سے مراد صحت کو اچھا کرنیوالا رزق ۲۵۹

بہترین غذا طیب سے اتر کر حلال ہے۔ ۲۶۳

ظ

ظلم

مظلوم ہونا خدا تعالیٰ کی مدد کو کھینچنا ہے ۱۷۱

اس سے زیادہ ظالم اور کون ہو سکتا ہے جو اپنے رب کی باتوں کو حقیر سمجھے۔ ۴۶۴

ع

عبادت

مسلمانوں کو عبادات کی تلقین ۳۷۳

عبادت کی شان ۳۷۴

ساری رات عبادت کرنا شریعت کے منشاء کے خلاف ہے۔ ۳۷۴

مومن کی عبادت اسے متکبر نہیں بناتی ۴۰۰

عبادت کی دو اقسام۔ اختیاری اور اضطراری ۲۷۹

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سلسلۂ محمدیہ کے اجرا پر بنی اسرائیل کی عبادت خدا تعالیٰ کے حضور مقبول نہیں رہیگی۔ ۲۷۲

عبد

قرآن مجید نے آنحضرتؐ کو عَبْد کے لفظ سے یاد کیا ہے۔ ۲۷۶

نبوت موہبت ہے مگر مشروط ہے عبد ہونے کے ساتھ۔ ۱۲۶

کامل عبودیت کا مقام جنت ہے جہاں انسان کامل عبد بن جائیگا۔ ۸۴

صوفیاء کے نزدیک عَبْد کا مقام سب درجات سے بڑا درجہ ہے۔ ۲۷۶

اللہ تعالیٰ نے سب انسانوں کو عبد بننے کے لیے پیدا کیا ہے۔ ۱۶۷

عبد بن کر انسان شیطان کے حملوں سے بچ سکتا ہے۔ ۲۶۲

عبرانی

مسلمانوں میں سوائے حضرت عبداللہ بن سلامؓ کے کوئی عبرانی نہیں جانتا تھا۔ ۲۵۰

حضرت عمرؓ نے عبرانی پڑھنی شروع کی تھی۔ ۲۵۱

آنحضرتؐ کے زمانے میں عبرانی انجیل مفقود ہو چکی تھی۔ ۲۵۰

عبرت

ایک چیز کو دیکھ کر اسی کے مشابہ دوسری چیز کی طرف ذہن کو منتقل کرنا۔ ۱۹۱

ایک تباہ شدہ بستی سے عبرت حاصل کرنا کوئی باریک مضمون نہیں بلکہ صرف دل کی خشیت سے تعلق رکھتا ہے۔ ۱۰۰

عدد

دوزخ کے انیس داروغوں کی تعداد کی حکمت ۸۱

سات اور ستر کا ہندسہ عربوں میں تکمیل یا کثرت کے اظہار کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ ۸۱

دوزخ کے سات دروازوں سے مراد ۸۱

عدل

عدل کی حقیقت ۲۲۰، ۲۲۱

کسی پر ایسا اعتراض نہ کرو جو تم پر بھی پڑتا ہو ۲۷۲

عذاب

عذاب کی فلاسفی ۱۶۲

عذاب کی حس کمزور پڑ جانے پر حسِ کو تیز کر دیا جائیگا۔ ۳۹۳

ملائکہ کا آنا فردی عذاب پر دلالت کرتا ہے۔ ۱۶۲

آگ اور پتھر کے محاورہ سے مراد آسمانی عذاب ہے۔ ۳۰

اللہ تعالیٰ ظالمانہ عذاب نہیں دیتا۔ ۱۶۲

سارے عذاب تدریجی آتے ہیں۔ ۱۶۵

انبیاء کے دشمنوں پر عذاب ہمیشہ غیر معمولی طریق سے آتے ہیں۔ ۱۵۷

موجباتِ عذاب

اللہ تعالیٰ دین سے غافلوں کو اور زیادہ غفلت کے سامان پیدا کر کے عذاب دیتا ہے۔ ۱۵۷

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

خدا کا عذاب قوموں کے خراب ہونے پر آتا ہے ۳۱۶

کونسا عذاب نبی کی بعثت کی علامت ہوتا ہے ۸

سنتِ الٰہی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ بغیر رسول بھیجنے کے عذاب نازل نہیں کرتا ۳۱۵

اللہ عذاب نازل کرنے سے پہلے اُم القریٰ میں رسول مبعوث فرماتا ہے۔ ۳۱۷

عذاب ہمیشہ کھلی پیشگوئیوں کے بعد آتا ہے ۸

عذاب سے پہلے نشانات کا بھیجنا ضروری ہے ۳۵۵

وسیع علاقے پر اس وقت تک عذاب نہیں آتا جب تک نبی یا تابع نبی ظاہر ہو کر لوگوں کو ہوشیار نہ کرے۔ ۳۱۵

نبی کے منکرین پر قومی عذاب ۳۷۲

عالمگیر عذاب ایسے نبی کی علامت ہوتا ہے جو ساری دنیا کی طرف مبعوث ہو۔ ۸

نبی کی بعثت کے بعد اس کے مخاطبین کی سب بستیاں عذاب کی مستحق ہو جاتی ہیں ۸

بنی اسرائیل پر عذاب

بنی اسرائیل پر دو عذابوں کا ذکر ۳۰۲

بنی اسرائیل کا دو دفعہ باغی ہو کر الٰہی عذاب میں مبتلا ہونے کی خبر ۲۹۹

یہود پر رومیوں کے ہاتھوں عذاب کا نزول ۳۰۵

اہلِ مکہ پر عذاب

اہلِ مکہ پر خوف اور بھوک کے عذاب کی پیشگوئی ۲۵۸

اہلِ مکہ پر خوف کا عذاب ۱۷۵

کفارِ عرب پر گمنامی کا عذاب ۱۷۴

مسلمانوں پر عذاب کی خبر

مسلمانوں پر دو عذابوں کی خبر ۳۰۶، ۳۴۷

مسلمانوں پر پہلا عذاب خلافتِ عباسیہ کے خاتمہ پر آیا۔ ۳۰۶

آخری زمانہ کا عالمگیر عذاب

ایک عالمگیر عذاب کی خبر ۲۵۴

آخری زمانہ میں بے دینی کی وجہ سے عذاب نازل ہوگا۔ ۶۴

یورپین اقوام کی تباہی جنگ کے عذاب سے ہوگی۔ ۴۴۵

مسیحی اقوام پر ایسے عذاب آئینگے جن سے ان کے شہر برباد اور عمارتیں گرا دی جائینگی ۴۵۵

اللہ تعالیٰ عذاب بھیج کر یاجوج و ماجوج فتنہ کو کچل دیگا۔ ۴۰۸

موعود عالمگیر عذاب کے آثار اس وقت دنیا میں ظاہر ہو رہے ہیں (۱۹۴۰ء)

آخری زمانہ کے عالمگیر عذاب کے بعد تبلیغ اسلام کا راستہ کھل جائیگا۔ ۳۵۶، ۳۵۸

عذاب ٹل سکتا ہے

اللہ اپنے مقرر کردہ عذابوں کو بدل بھی دیتا ہے ۸۹

خشیت اللہ پیدا کرنے کے نتیجہ میں عذاب ٹلتا ۲۳۸

اللہ تعالیٰ کا حضرت ابراہیم کو فرمانا کہ اگر لوط کے شہر میں دس صادق بھی ہوں تو میں شہر کو عذاب سے بچا لونگا۔ ۹۲

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

عرب (قوم) ۲۶۳
لوط۔ ابراہیم شعیب علیہم السلام عربوں کے اجداد میں سے تھے۔ ۱۰۵
یورپ کے لوگوں کو ہندوستان کا بحری راستہ ایک عرب مسلمان نے بتایا تھا۔ ۳۶۳

عربی (زبان)
قرآنِ مجید کے نزول کے بعد علمی عربی زبان کی تبدیلی بند ہوگئی۔ ۱۹
عربی زبان کی گرمیر کی ابتداء حضرت علیؓ سے ہوئی ۱۹
جن الفاظ کا مادہ عربی میں استعمال ہوتا ہے انکو معرب کہنا درست نہیں۔ ۹۹
آنحضرتؐ کے زمانے تک عربی زبان میں بائبل کا ترجمہ موجود نہیں تھا۔ ۲۵۰
انجیل کا پرانے سے پرانا عربی ترجمہ آٹھویں صدی سے اوپر نہیں جاتا۔ ۲۵۱

بعض ضروری قواعد
عربی میں ہر فعلِ لازم ثلاثی پر ہمزہ زائد کرکے اسے متعدی بنایا جاتا ہے۔ ۲۱۲
تشدید کے ساتھ معنوں میں زور پیدا ہوتا ہے ۳۸۸
ماضی کے صیغہ سے آئندہ کی خبر دینا اس کے یقیناً واقع ہونے کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ ۵، ۴۲۲
ال کا مفہوم بھی دیتا ہے۔ ۲۱۳
رُبَّ کا لفظ مستقبل کے معنی میں بھی آتا ہے ۵
عطف بالعموم مغائر اشیاء میں ہوتا ہے ۲
عربی میں فاء واؤ کے معنوں میں استعمال ہوتی ہے ۱۵۳

جب کَادَ کا لفظ مثبت استعمال ہو تو اس کے بعد مذکور فعل وقوع میں نہیں آتا۔ ۳۶۹
کَادَ سے پہلے نفی آئے تو اس کے معنی مثبت کے ہوتے ہیں اور مثبت آئے تو معنی منفی ہوتے ہیں۔ ۵۰۴
حصر کبھی تخصیص کیلئے آتی ہے اور کبھی اہمیت بتلانے کے لیے۔ ۱۳۰
بدل میں مقصود دوسرا اسم ہوتا ہے اور پہلا اسم مفہوم کو قریب لانے کیلئے ہوتا ہے اور عطفِ بیان میں مقصود اسم اوّل ہوتا ہے۔ ۵۲
بعض دفعہ مسبب کا نام سبب کو دیا جاتا ہے ۷۰
فعل کی تاکید اسی کے مصدر سے ۳۴۲
جب دو اشیاء ایک ساتھ بیان ہوتی ہیں تو مشارکت کی وجہ سے دونوں کا عامل ایک ہی فعل کو بنا دیا جاتا ہے۔ ۱۴۵
بعض واقع پر ایک یا دونوں مفعولوں کو محذوف کرنا جائز ہے۔ ۳۱۶
مضاف حذف کرکے مضاف الیہ کو اس کا قائمقام بنا دیا جاتا ہے۔ ۲۷۱، ۴۵۸
کبھی درمیانی مضاف الیہ کو حذف کرکے دوسرے مضاف الیہ کی طرف مضاف کی اضافت پھیر دی جاتی ہے۔ ۳۷۱
کسی واقعہ کی حقیقت کو ظاہر کرنے کے لیے مکالمہ کا رنگ دیدیا جانا۔ ۷۳
عربی میں حرص کے معنی صرف شدید خواہش کے ہوتے ہیں ۱۶۵

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

عربی میں کشف اور عام خواب دونوں کیلئے رؤیا کا لفظ بولا جاتا ہے۔ ۲۹۳

عربی میں کسی چیز کے جوش کو کم کر دینا قتل کہوتا ہے۔ ۴۸۷

قَدَّرَ کا لفظ اللہ کے لیے استعمال ہو تو اس کے معنی فیصلہ کرنے کے ہوتے ہیں اور انسان کے لیے استعمال ہو تو اس کے معنی اندازہ اور قیاس ہوتے ہیں۔ ۸۹

عربی کا عام محاورہ ہے کہ جو شے کسی کی طبیعت میں داخل ہو اس کے بارہ میں کہتے ہیں کہ وہ اس سے پیدا کیا گیا ہے۔ ۷۰

عرفہ

عرفہ کا دن عید کا دن ہے۔ ۶

عقل

فکر کامل ہو جائے تو عقل پیدا ہوتی ہے۔ ۱۴۲

عقل سے اگلا مقام تذکر ہے۔ ۱۴۳

قوتِ فکریہ اور قوتِ عقلیہ کا فرق ۱۴۰

جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ وحی کے کام پر مقرر کرتا ہے انکی عقلوں کی صحت کا بھی ضامن ہوتا ہے ۱۹۷

انسان اپنی عقل سے رُوحانی ضرورتوں کو پورا نہیں کر سکتا۔ ۱۴۲

انسان اپنی عقل سے امن قائم نہیں کر سکا۔ ۴۰۴

مخاطب کی عقل اور فہم کے مطابق بات کرنی چاہئے ۲۷۳

شہد کی مکھی میں عقل ہے مگر اس میں ارتقاء نہیں ۱۹۴

علامات المقربین ۳۴۰

علم

سچا علم نبوت سے حاصل ہوتا ہے۔ ۸۶

اسلامی علوم کی بنیاد قرآنِ مجید پر قائم ہوئی ۱۹

ہر زمانہ کی ضروریات کے مطابق قرآنِ کریم میں علوم موجود ہیں۔ ۴۷

جن امور کی تہ تک محمدی علوم پہنچے ہیں ان تک موسوی علوم نہیں پہنچے۔ ۴۷۶

علم والے لوگ وہ نہیں کہلا سکتے جو خدا کا بیٹا تجویز کرتے ہیں۔ ۴۰۹

مسلمانوں میں دنیوی علوم کے ماہر ہمیشہ قرآنِ مجید کے خادم رہے ہیں۔ ۱۹

مسلمانوں میں تعلیم کے رواج کو زیادہ کرنے کی تلقین۔ ۴

علم کے بعد تقویٰ کے حصول کی کوشش نہ کرنا ایک دانستہ گناہ ہے۔ ۲۶۷

آنحضرتؐ کو رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا کی دُعا سکھائی گئی ہے۔ ۴۷۶

ازیادِ علم کیلئے حضرت مصلح موعودؓ کی دُعا ۴۹۰

علم الارواح

علم الارواح کے ناقص ہونے کا ثبوت ۳۸۶

علم الارواح کے ماہرین کے دماغ محدود ہیں۔ ۳۸۸، ۳۹۵

خدا تعالیٰ سے الہام پانے والوں اور علم الارواح کے ماہرین کے علوم میں فرق ۳۹۴

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

علم الالوان

علم الالوان ۱۴۱

علم تاریخ

مسلمانوں نے علم تاریخ قرآن مجید کی خدمت کے لیے ایجاد کیا۔ ۱۹

علم تاریخ CHRONOLOGY کی رُو سے مروجہ مسیحی کیلنڈر میں ۲۰۰ سال کی غلطی ہے۔ ۲۴۱

علم جیالوجی ۱۴۵،۷۱

علم منطق

علم منطق قرآن مجید کی خدمت کیلئے ایجاد ہوا ۱۹

علم النحو

علم نحو کی ابتداء ۱۹

علم نحو قرآن مجید کی خدمت کیلئے پیدا ہوا ۱۹

علم النفس ۲۳

علم ہیئت

علم ہیئت میں حکمتیں ۴۵

علم ہیئت سے ثابت ہے کہ دوسرے سیاروں کے ذرات زمین پر گرتے رہتے ہیں۔ وراس کا حجم بڑھ رہا ہے۔ ۴۶

علم نجوم

علم نجوم یا تاثیرات نجوم کا جہاں تک تعلق حقائق سے ہے یہ ہرگز اسلام کے خلاف نہیں۔ ۴۵

علم نجوم و رمل وغیرہ گو لغو اور فضول ہیں مگر حسابی اُصول پر قائم ہیں۔ ۴۴

عمل

ایک دن سب اگلے پچھلے لوگ اللہ تعالیٰ کے حضور جمع کئے جائیں گے اور اپنے اپنے اعمال کی جزا پائیں گے۔ ۵۱

آخرت پر ایمان نہ لانے سے اعمال میں نقص آجاتا ہے۔ ۱۲۱

نقطہ نگاہ کے بدلنے سے عمل میں فرق پڑتا ہے ۱۶۰

اچھے عمل کا بے محل استعمال ۳۳۶، ۳۳۷

اعمال کا اثر دائمی ہے۔ ۳۱۱

ہر عمل کا اثر انسان کے قلب پر پڑتا ہے۔ ۳۱۲

دوزخ میں جتنی چیزیں ہونگی وہ انسان کے اعمال سے ہی متمثل ہونگی۔ ۳۱۳

سزا و جزا دیرونی شے نہیں ثمرۂ عمل کا نام ہے ۳۱۴

انسان کا عمل اس کی گردن سے چسپاں کرنے کا مطلب۔ ۳۱۱

عورت

قرآن کریم نے شروع سے ہی عورتوں کی عزت کو قائم کیا ہے۔ ۱۸۵

اسلام میں مرد و عورت کے حقوق میں مساوات ۲۳۴

نامحرم عورتوں سے الگ رہنے کی تلقین ۲۲۸

مشرک عورتوں سے شادی کرنے کے بد نتائج ۲۰۷، ۲۵۲

فتح مکہ کے بعد عورتوں کی بیعت ۳۴۲

عہد

عہد اللہ سے مراد اسلام ۲۲۶

اسلام کے ذریعہ نیا عہد قائم کیا گیا ہے۔ ۲۷۱

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اسلام اور عہد اللہ تعالیٰ اور بندوں سے صحیح تعلق پیدا کرنے کے دو نام ہیں ۲۲۸

قومی عہد یعنی ایک شخص کے ہاتھ پر قومی ترقی کے لیے عہد کا نام خلافت ہے۔ ۲۲۹

بین الاقوامی معاہدات کی پابندی لازمی ہے ۲۲۹

عید

حجۃ الوداع کے موقعہ پر دو عیدیں ۶

حضرت عمرؓ سے ایک یہودی کا کہنا کہ قرآن مجید میں ایک آیت ہے اگر وہ ہماری کتاب میں اترتی تو ہم عید مناتے۔ ۶

عیسائیت

تاریخ

عیسائیت نیا دین نہیں بلکہ دینِ موسوی کا نیا دَور ہے۔ ۴۶۶، ۴۷۱

ابتداء اور انتہاء ۴۱۰

عیسائیت کی ترقی کے دو دَور ایک اسلام سے پہلے اور دوسرا اسلام سے تین سو سال بعد ۴۵۰

ابتدائی مسیحیوں کا مشکلات پر صبر ۴۴۱

مروجہ مسیحی کیلنڈر میں ۲۸ سال کی غلطی ہے ۴۴۱

مسیحیوں پر مظالم کا زمانہ ۳۰۹ء تک ہے

جب رومی بادشاہ کانسٹنٹائن نے عیسائیت قبول کی۔ ۴۲۲، ۴۲۴، ۴۶۰

یورپ میں عیسائیت روم کے ذریعہ ہی قائم ہوئی ۴۳۵

ایک روایت کے مطابق مسیح کے حواری یوسف آرمتیا انگلستان تبلیغ کیلئے آئے اور یہاں کلیسا بنائی۔ ۴۲۱

یاجوج و ماجوج مذہباً نصرانی ہونگے۔ ۴۰۸

عقائد

ابتدائی مسیحیوں کے عقائد ۴۲۲، ۴۲۶

مسیح کے حواری اور ان کے شاگرد موحد تھے

شرک بعد میں پیدا ہوا ہے۔ ۴۱۴

عیسائیوں نے ابتدائی دَور میں توحید کے لیے بہت تکلیفیں اُٹھائیں مگر بعد میں خود مشرک ہو گئے ۴۵۰

عقائد میں تضاد ۴۴۱

الٰہیتِ مسیح کا عقیدہ نہ صرف گستاخی ہے بلکہ عقل بھی اس کو رد کرتی ہے۔ ۴۱۴

کوئی بڑا پادری بھی تثلیث کے حق میں دلیل نہیں دے پاتا۔ ۴۳۷

عیسائیوں کے عقیدہ کفارہ کا رد ۴۰۴

عیسائیوں کا ایک طبقہ قیامت کا منکر ہے ۴۵۲

عیسائیوں کے دوزخ کو مادی قرار دینے کا رد ۴۱۴

عیسائی آفت کے وقت مسیح کو بھول کر خدا کو پکارتے ہیں۔ ۱۸۱

مسیحی لوگ شریعت کی تفصیلات کو لعنت قرار دیکر ان سے آزاد ہونا چاہتے ہیں۔ ۴۶۳

انبیاء کی ہتک اور شریعت کو لعنت قرار دینے کے عقائد ۵۱۰

عیسائیت اور اسلام کی تعلیم کا موازنہ ۲۲۴

انسانی فطرت کی اصل کے بارہ میں عیسائیت اور اسلام کی تعلیمات کا فرق ۳۶۱

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

عمل

عیسائیوں کا حضرت مسیح سے عدم تعاون ۴۸۵

آنحضرتؐ کی بعثت کے وقت مسیحی قوم فسق و فجور میں مبتلا ہوگئی تھی۔ ۴۰۷، ۴۷۵

عیسائیت میں مُردوں کے نام پر گرجے بنانے کا رواج ہے۔ ۴۳۷

آخری زمانہ میں مغربی مسیحی اقوام کی بے دینی ۵۰۸

مسیحیوں کی کوتاہی کہ سائنس میں ترقی کے نتیجہ میں انہوں نے دنیا میں ظلم و فساد کی بنیاد رکھ دی ہے۔ ۴۱۵

مسیحی ممالک کے سب قوانین دولت مندوں کے اموال بڑھانے میں ممد ہیں۔ ۴۸۰

ان کے دینی کاموں میں بھی دنیوی فوائد مدنظر ہوتے ہیں۔ ۴۸۵

یورپین قومیں سیاسی اغراض کے لیے بھیشہ عیسائی مذہب کی مدد کرتی ہیں ۴۳۶

عیسائیت کے متعلق پیشگوئیاں

مسیحی اقوام کی دنیوی ترقی، بے دینی اور تنزل کی خبر ۵۰۸

مسیحیت کے بگڑنے پر بعثتِ محمدیہ مقدر تھی۔ ۴۰۰

عیسائیت کی دنیاوی ترقی کے دو ظہور ہیں۔ ۴۵۴

اسلامی ترقی کے بعد پھر مسیحیت زور پکڑے گی۔ ۴۱۳

مسیحیت کی ترقی کے دو دوروں کا نام آسمانی کتب میں الگ الگ ہے۔ اصحابِ کہف کا دور ۴۹۳

اور یاجوج و ماجوج کا دور دجّال اور یاجوج و ماجوج سے مراد مسیحی فتنہ ہے ۴۰۹، ۵۱۱

حدیث میں ہے کہ ان سے لڑنے کی کسی کو طاقت نہ ہوگی انکا مقابلہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی ہوگا۔ ۴۵۴

عیسائیت اپنی ترقی کے زمانہ میں فوجوں پر انحصار کرے گی۔ ۴۵۰

مسیحی اقوام کی ایجادات اور تحقیقات سے اصل مقصود پورا نہیں ہوگا۔ ۴۱۶

حضرت موسیٰؑ کی اُمت کے ایک حصہ یعنی عیسائیوں کی طرف سے آخری زمانہ میں مسلمانوں کو ایک سخت صدمہ پہنچنے والا تھا۔ ۴۶۰

یہود و نصاریٰ مسلمانوں سے بار بار معاہدات کرینگے اور بار بار توڑ دینگے۔ ۴۸۳

عیسائیت کا انجام ۴۹۰

مسیحی اقوام کی تباہی ۵۰۷

مسیحیت کی تباہی کی خبر پر آنحضرتؐ کے دل کو صدمہ ۴۱۵

ایک عالمگیر جنگ میں مسیحی اقوام کی ہلاکت اور بے بسی ۴۶۱

مسیحی اقوام پر ایسے عذاب آئیں گے کہ ان کے شہر برباد اور عمارتیں گرادی جائینگی۔ ۴۵۵

اسلام پر اعتراضات

مسیحی مصنفین پر افسوس جو اپنے محسن صلی اللہ علیہ وسلم کو دن رات گالیاں دیتے ہیں۔ ۴۱۵

اسلام کے خلاف بے انصافی سے اعتراضات کرتے ہیں ۲۰۲

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اِنَّكَ مَجْنُوْنٌ کے متعلق عیسائیوں کا اعتراض ۱۱

آنحضرتؐ پر عیسائیوں کا اعتراض اپنا عیب چھپانے کیلئے ہے۔ ۱۲

مسیحی مصنفین کے اعتراض کا جواب کہ قرآنی تعلیمات دوسری الہامی کتب کا سرقہ ہیں۔ ۴۴

مسیحیوں کے اس اعتراض کا جواب کہ قرآن ضرورت کے مطابق تصنیف ہوتا رہا ہے۔ ۱۲۶

مسیحی مصنفین کے اس اعتراض کا جواب کہ آنحضرتؐ کے مخالفین کی تباہی طبعی امور کا نتیجہ تھی۔ ۲۰۷

اسلام کی لہو ولعب سے رکنے کی تعلیمات پر اعتراض ۴۸۴

متفرق

آنحضرتؐ نے سورۃ کہف کا تعلق عیسائیت سے ہی قرار دیا ہے۔ ۴۰۹

دو باغوں کی تمثیل (سورۃ کہف) میں مسیحیت شامل ہے۔ ۴۱۶

عیسائیت اور یہودیت کو شکست دینے کا گر ۲۷۳

عیسائیوں کے خدا تعالیٰ سے صلح کرنے کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی سیاست اور اپنا نظام بھی ترک کر دیں اور رسول کریمؐ پر ایمان لا کر اسلامی نظام اور اسلامی سیاست میں شریک ہو جائیں۔ ۴۹۲

مسیحی اقوام کو جو مشکلات درپیش ہیں قرآن مجید میں ان کا حل موجود ہے۔ ۴۱۵

غ

غداری

مسلمانوں کو قومی غداری سے بچنے کی نصیحت ۲۳۳

غذا

کروڑوں جانداروں کیلئے غذا کا نظام

خدا تعالیٰ کی ہستی کا ثبوت ہے۔ ۴۷

غذاؤں میں فکر کرنے والوں اور سوچنے والوں کے لیے نشان ہے۔ ۱۲۷

کھانا جسم کو تبھی فائدہ پہنچاتا ہے جب غم اور خوف نہ ہو۔ ۲۵۶

دانہ اور بیوی کو مناسب غذا نہ دینے کے نتائج ۲۲۷

مویشیوں میں گھاس اور چارے سے دودھ کا بننا۔ ۱۵۲، ۱۹۲

انسان کے لیے حیوانی غذا نباتی غذا سے زیادہ ضروری ہے۔ ۱۲۷

انسانی دماغ غذا سے نشوونما پاتا ہے ۱۲۷

مسلمانوں کو نصیحت کہ ہندوؤں کے سامنے گائے کا گوشت نہ کھایا کریں۔ ۲۶۴

غذا کے متعلق اسلامی شریعت کی تعلیم ۲۶۳

کھانے پینے میں سادگی صداقت کو قبول کرنے کے لیے ضروری ہے۔ ۷

حلت وحرمت میں اصل حلت ہے۔ ۲۶۰

طیب سے مراد صحت کو اچھا کرنے والا رزق ۲۵۹

انسانی فطرت کی نشوونما کیلئے روحانی غذا کی ضرورت ۱۳۷

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

انسان کے لیے رُوحانی غذا کی ضرورت ۴۷
آئندہ آنے والوں کے لیے رُوحانی غذا کا انتظام ۴۷

غرُور

قرآن کریم غرور سے روکنے کیلئے انسان کی ابتدائی حالت کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ ۴۵۲
مسلمانوں کو بادشاہت ملنے پر مغرور نہ ہونے کی نصیحت ۲۰۹

غریب

ہر شخص کے مال میں غریب کے حق کی وجہ ۳۲۳
غریب کی مدد نہ کر سکنے کی صورت میں کیا کرنا چاہیئے ۳۲۴

غزوہ

۱۔ غزوۂ اُحد
شہداء کے ساتھ کفار کی زیادتیاں ۲۷۵

۲۔ غزوۂ بدر ۱۷۵، ۱۸۱، ۲۳۳، ۲۳۵
غزوۂ بدر کی پیشگوئی ۳۶۴
آنحضرتؐ کا غزوۂ بدر میں کفار کی طرف کنکریوں کی مٹھی پھینکنے کا معجزہ ۱۰۰، ۳۶۴

۳۔ غزوۂ تبوک ۱۰۸
غزوۂ تبوک پر جاتے ہوئے آنحضرتؐ حجر مقام سے گذرے تھے۔ ۱۰۳

۴۔ غزوۂ خندق ۶۶

غصہ

آنحضرتؐ نے فرمایا کہ غصے والا انسان اگر ذرا ٹھہر جائے تو اسکا غصہ ضرور کم ہو جائیگا۔ ۳۰۹

غلامی

اسلام کی خاطر ابتدائی دَور کے بعض غلاموں کی قربانیاں ۲۱۹
جو قومیں دوسری قوموں کو غلام بنا کر رکھنا چاہتی ہیں آخر میں اس غلامی کا نتیجہ ان اقوام کے خلاف ہی نکلتا ہے۔ ۲۳۱
مسلمانوں کی تباہی کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ انہوں نے اپنے غلاموں کے اخلاق سیکھے۔ ۲۳۱
کفار رسوم و توہمات کے غلام ہیں۔ ۲۰۳، ۲۰۶

غیب (نیز دیکھئے پیشگوئیاں)

علمِ غیب خالق ہونے کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا ۱۵۰
غیب کا پہلا اظہار اللہ کے منتخب رسولوں پر ہوتا ہے۔ ۴۰
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو علمِ غیب حاصل نہیں تھا ۱۵۱
جنوں کو غیب کا علم حاصل نہیں ۴۰
کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علمِ غیب حاصل تھا؟ ۱۵۰

غیرت

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی غیرتِ ایمانی ۸۷
ہر مومن کو دین کے معاملہ میں غیرت پیدا کرنی چاہیئے۔ ۸۷
باپ کی مثال دیکر غیرت دلانا اصلاح کا بہترین طریق ہے۔ ۲۷۰
فرغانہ کی فتح کے بعد مسلمانوں نے کثرت سے وہاں کی مشرک عورتوں سے شادیاں کیں جسکے نتیجہ میں اسلامی غیرت کمزور ہونے لگی۔ ۳۰۷

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ف

فاشزم ۶۴

فترۃ

آنحضرتؐ کی بعثت سے پہلے کا زمانہ ۳۸

فتنہ

فتنوں کو دور کرنے کا علاج اِنابت الی اللہ اور دُعا ہے۔ ۲۷۵

فرشتہ

تمام اسباب کی علتِ اُولیٰ ملائکہ ہیں۔ ۷۲، ۷۵

فرشتوں کو آدم کا سجدہ کرنے سے مراد اس کی اطاعت اور تعاون ۷۲

فرشتوں کا فرض ہوتا ہے کہ وہ زمانہ کے آدم یعنی نبی وقت کی تائید کریں۔ ۷۲

ملائکہ نیک تحریکوں کے محرک ہوتے ہیں۔ ۷۲

ملائکہ کی تحریک وسیع ہوتی ہے اور شیاطین کی محدود ۷۹

فرشتے تمام بنی نوع انسان کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔ ۷۵

فرشتے اللہ تعالیٰ سے خوف کرتے اور اس کے حکموں پر عمل کرتے ہیں۔ ۱۷۸

ملائکہ کو مومنوں سے محبت اور اُنس ہو جاتا ہے۔ ۸۲

فرشتوں کی صفت يَفْعَلُوْنَ مَا تُؤْمَرُوْنَ ہے ہاروت وماروت کا قصہ باطل ہو جاتا ہے۔ ۱۷۸

آنحضرت کا فرمان کہ صبح اور شام کے وقت فرشتوں کی ڈیوٹیاں تبدیل ہوتی ہیں۔ ۳۷۳

سورۃ کہف کیساتھ ستر ہزار فرشتے اُترنے کی وجہ ۴۰۳

قربِ قیامت یعنی مسیح موعود کے زمانہ میں ابلیس اور فرشتوں کی رُوحانی جنگ ۲۷۹

فرشتے ہر ایک کے مناسبِ حال نازل ہوتے ہیں ۲۵

ملائکہ کا کلام انسان کے قلب کے مطابق ہوتا ہے ۱۴

تقدیر اللہ کے ہاتھ میں ہے نہ کہ فرشتوں کے ۸۹

ملائکہ خود کلام نازل نہیں کر سکتے۔ ۱۲۶

بدر کے موقعہ پر عذاب کے فرشتے کفار کو کشفاً نظر آئے تھے۔ ۱۳، ۱۴

کفار کو فرشتے نظر نہ آنے کی وجہ ۱۳

کیوں فرشتے جزاء وسزا کے مستحق نہیں اور بخشش کے محتاج ہیں۔ ۵۵

یہود میں فرشتوں کے متعلق عقیدہ ۵۹

کیا مشرکین فرشتوں کو معبود سمجھتے تھے؟ ۶۲

فضل

اگر دائمی فضل چاہتے ہو تو ایمان کو کبھی ہاتھ سے نہ دینا۔ ۴۰۰

فضول خرچی ۳۲۴

اگر کوئی دین کی ضرورت کیلئے سارا مال بھی خرچ کر دے تو وہ فضول خرچ نہیں ہوگا۔ ۳۲۴

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

فطرت

انسان کی صحیح رہنمائی کے لیے اس کی فطرت کی گہرائیوں کا علم ضروری ہے۔ ۱۴۹

انسانی فطرت نیک ہے۔ ۳۷۰

انسانی فطرت پاک ہے اور وہی گمراہ ہوتا ہے جو اس فطرت کو خود خراب کر کے شیطان کے پیچھے چل پڑتا ہے۔ ۸۱

انسانی فطرت کی اصل کے بارہ میں عیسائیت اور اسلام کی تعلیمات کا فرق ۳۶۱

انسانی فطرت کو ایسا بنا دیا جانا کہ وہ غلطی کی طرف جا ہی نہ سکے حکمت کے خلاف تھا۔ ۱۳۴

توحید عین فطرت ہے۔ ۲۰۱

حضرت ابراہیم نہایت اعلیٰ فطرت رکھتے تھے جو زبردست نمو کی قوتیں پوشیدہ رکھتی تھیں۔ ۲۶۸

جبریل کا معراج میں آنحضرتؐ کو بتانا کہ آپ نے فطرتِ صحیحہ کو پالیا۔ ۲۹۰

مشرکین میں سے بعض لوگوں کے نیک ہونے کی وجہ شرک نہیں بلکہ انکی نیک فطرت ہے۔ ۳۴۱

الہام کے بغیر انسانی فطرت نشوونما نہیں پاتی ۱۳۰

الہام فطرت کی خوابیدہ طاقتوں کو ابھارتا ہے ۱۳۷

الہام انسان کی فطرت کے مطابق ہوتا ہے۔ ۱۴

فکر

الہام فکرِ انسانی کو تیز کرتا ہے۔ ۱۷۳

قوتِ فکریہ اور قوتِ عقلیہ کا فرق ۱۴۰

فکر کامل ہو جائے تو عقل پیدا ہوتی ہے۔ ۱۴۲

فلسفہ

انبیاء کی تعلیم اور انسانی فلسفہ میں فرق ۱۴۸

علمِ فلسفہ کی تجدید قرآنِ مجید پر اعتراضات کے دفعیہ کیلئے ہوئی۔ ۱۹

ق

قانون

مکمل قانون کی صفات ۲۲۰

صحیح قانون صرف اللہ تعالیٰ بنا سکتا ہے۔ ۲۰۱

انسان کا بنایا ہوا قانون سب کے حقوق کا خیال نہیں رکھ سکتا۔ ۱۳۳

انسان کا بنایا ہوا قانون انسانی ضروریات کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ ۱۴۲

اسلام کا قانونِ ملکیت ۱۹۹

شریعت کا اصولی قانون یہی ہے کہ جب تک کوئی گناہ کا مرتکب نہ ہو جائے اس کو سزا نہیں دی جا سکتی۔ ۳۶۸

یتامیٰ کے لیے کورٹ آف وارڈز کا خیال سب سے پہلے اسلام نے پیش کیا ہے۔ ۳۲۲

موجودہ قانون وارثانِ مقتول کو معاف کرنے کا حق نہیں دیتا۔ ۳۳۱

نظامِ کائنات میں ایک ہی قانون جاری و ساری ہے۔ ۱۸۰

ساری کائنات کے نظام میں ایک قانون خدا کی وحدانیت کی دلیل ہے۔ ۳۴۳

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

توحید کے بغیر قانونِ قدرت اور قانونِ شریعت دونوں کی بنیادیں ہل جاتی ہیں۔ ۳۲۰

انذاری پیشگوئیوں کے متعلق عام قانون ۳۳۸

قبر

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہنے والوں کو قبر میں آرام ہوگا ۳۴۹

قتل

عربی زبان میں قتل کے مختلف معنی ۳۸۷

خشیۃ املاق سے اولاد کو قتل کرنے کا مفہوم ۳۲۶

بخل کی وجہ سے بچوں کو اچھی غذا۔ اچھی تعلیم نہ دینا قتل کے مترادف ہے ۳۲۶

زنا سے بھی اولاد کا قتل ہوتا ہے۔ ۳۲۸

قتل کی حرمت ۳۳۰

قاتل کے حقوق کی حفاظت ۳۳۱

مقتول کا ولی قاتل کو معاف کر سکتا ہے۔ ۳۳۰

مقتول کے ورثا خود قصاص نہیں لے سکتے۔ ۳۳۱

مقتول کا ولی اگر شرارت سے قاتل کو معاف کر دے تو حکومت سزا برقرار رکھ سکتی ہے ۳۳۰

قرآنِ کریم

نزول

قرآن کریم کو روح القدس نے اُتارا ہے۔ ۲۴۰

رسول کریم قرآن مجید کے متعلق جو کچھ فرماتے تھے وحی الٰہی کے مطابق فرماتے تھے۔ ۲۰۹

قرآن کریم کے یکدم نازل نہ ہونے کی وجہ ۲۷۱

قرآن کریم کے نزول کے موجبات کسی شخص کے سوالات نہیں ہو سکتے۔ ۲۰۴

سورۃ بنی اسرائیل۔ کہف۔ طٰہٰ۔ مریم اور سورۃ انبیاء ابتدائی سورتوں میں سے ہیں۔ ۲۵۲

پہلی الہامی کتب کی موجودگی میں قرآن کریم کے نزول کی ضرورت ۴۹

قرآن مجید کا پہلا کام پچھلی کتب کی غلطیوں کی اصلاح اور دوسرا کام مسیحی قوم کو انذار ہے ۴۱۰، ۴۱۲، ۴۱۳۰

قرآن کریم آج بھی اس ضرورت کو پورا کر رہا ہے جس کے لیے وہ نازل کیا گیا تھا۔ ۲۲

ترتیب

قرآن کریم کی موجودہ ترتیب خدا تعالیٰ کے حکم سے ہے۔ ۲۷۸

قرآن کریم کی ترتیب الہامی ہے۔ ۲۶۶

قرآن کریم میں ترتیب مضامین ۵۴

ترتیب مضامین کی زبردست شہادت ۳۰۳

قرآن کریم کی سورتیں الگ الگ مضامین پر مشتمل ہونے کے باوجود اپس میں زبردست اتصال رکھتی ہیں۔ ۲۷۸

باوجود سورتوں کے آگے پیچھے نازل ہونے کے ان میں ایک ترتیب ہے۔ ۳۴۹

ترتیب نزول اور ترتیب جمع قرآن ۲۷۸

ترتیب نزول اور ترتیب مستقل میں فرق کی وجہ ۲۹۰

قرآن کے بعض حصے شعر کی طرح موزونیت رکھتے ہیں۔ ۲۷۸

قرآن میں سجع اصل مقصود نہیں ۳

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

قرآن کریم میں واقعات کے تکرار سے آنے کی وجہ ۲۳۹

قرآن مجید کے اسماء وصفات

قرآن کریم کا نام ذکر کیوں رکھا گیا ہے۔ ۲۰/۲۱

قرآن مجید کا نام الذکر کفار میں بھی معروف تھا ۱۱

دیگر الہامی کتب کا مصدق ہونے سے مراد ۲۳۹

قرآن مبین اور الکتاب میں فرق ۲

قرآن کے مبین ہونے کا مفہوم ۳

قرآن کریم کے جملوں کو آیت کہنے کی وجہ ۲۲۷

آداب تلاوت

قرآن کریم پڑھنے سے پہلے اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم پڑھنے کا حکم ۲۳۶

قرآن مجید کی عبارت ایسی ہے کہ اسکو بغیر ترتیل کے پڑھنے کے چارہ نہیں۔ ۱۹

بغیر معنی سمجھے کے قرآن کریم پڑھنا ۱۸

نماز میں تلاوت قرآن پر خاص زور ہونا چاہیئے ۲۷۴

فہم قرآن

قرآن کا سب سے زیادہ فہم اللہ تعالےٰ نے آنحضرتؐ کو دیا تھا۔ ۲۰

اس زمانہ کے مامور نے کلی طور پر قرآن کی تفسیروں کو حشو وزوائد سے پاک کرکے اسے اصلی صورت میں دنیا کے سامنے پیش کیا ہے ۲

میرے نزدیک قرآن کریم کے مضامین کی ایک نہ ایک کنجی ضرور ہوتی ہے۔ ۵۰

اصول سب قرآن میں بیان ہوئے ہیں جو تفاصیل احادیث میں ہیں وہ قرآن کریم کی تفسیر ہیں۔ ۲۱۸

قرآن مجید کو سمجھنے کیلئے پرانی لغتوں کی ضرورت نہیں ہے۔ ۱۹

الہامی کتابوں کی تمثیل سمجھنے کیلئے علم تعبیر الرؤیا سے مدد لینی چاہیئے۔ ۴۴۷

مفسرین عام طور پر ظاہری لطافت، فصاحت و بلاغت اور معجزات پر بحث کرتے ہیں اور قرآن مجید کی تعلیمی خوبیوں پر بہت کم بحث کرتے ہیں۔ ۶

قرآن کریم کا یہ طریق ہے کہ جب کسی کو غرور کرنے سے روکتا ہے تو اسے اس کی ابتدائی حالت کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ ۴۵۲

قرآن کریم میں جہاں کسی امور کی معرفت آنیوالی تباہی کا ذکر ہوتا ہے وہاں آدم کا ذکر کرتا ہے ۲۰۰

قرآن کریم کی موجودگی میں الہام کی ضرورت ۴۹

اسلامی علوم کی بنیاد قرآن مجید پر قائم ہوئی۔ ۱۹

قرآن کریم کی موجودگی سے مسلمانوں کو مغرور نہ ہونے کی نصیحت ۴۹

قرآنی محاورات

قرآن کریم بعض دفعہ دو یقینی وسائط کا ذکر چھوڑ دیتا ہے۔ ۵۷

قرآنی محاورہ کے مطابق ماضی یقین اور قرب وقوع کے لیے آتی ہے۔ ۱۲۰/۱۲۴

قرآن مجید میں قصہ بول کر نبی کے تمام مخاطب مراد ہوتے ہیں۔ ۸

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

قرآن کریم نے غیر قوموں اور غیر مذاہب کے لوگوں کیلئے بھی جن کا لفظ استعمال کیا ہے۔ ۶۴

صداقت

قرآن کریم اپنی صداقت کی آپ دلیل ہے۔ ۴۱۵

آیت إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ

اکیلی ہی قرآن مجید کی صداقت کا بین ثبوت ہے ۱۴

لغویت سے پاک ہونا قرآن کریم کے خدائی کلام ہونے کا ثبوت ہے۔ ۹۳

پہلی الہامی کتب سے اختلاف اس کے جھوٹا ہونے کی دلیل نہیں۔ ۲۴۰

قرآن کریم کے کلام الٰہی ہونے کا ثبوت ۲۰۹

قرآن مجید کے من جانب اللہ ہونے کی شہادت ۱۷، ۲۱، ۳۶۵

قرآن کریم کی صداقت کی زبردست شہادات ۱۶۰، ۲۱۴، ۲۳۰، ۲۴۰

قرآن کریم کے بیانات کی سائنس سے تصدیق ۲۰۹

قرآن کریم میں دودھ کے پیدا ہونے کا طریق جدید تحقیق سے صحیح ثابت ہوا ہے۔ ۱۹۲

قرآن کریم میں رنگوں کی تاثیرات کی طرف اشارہ ۱۴۱

فضائل

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم اور اپنی اولاد کو ثقلان قرار دیا ہے۔ ۶۴

فضائل القرآن ۳۶، ۱۷۲

قرآن کریم کی معجزانہ شان ۳۲۵

قرآن کریم کا ایک معجزہ ۳۶۰

قرآن کریم کی اخلاقی خوبی ۲۷۴

اعلیٰ مقاصد کی ہدایت کرتا ہے۔ ۳۰۷

قرآن کریم کا ایجاز ۲۲۰

قرآن کریم کی عظمت ۱۵

قرآنی علم کی وسعت ۱۴۶

قرآن سب دنیا کی طرف ہے۔ ۴

قرآنی علوم ہر زمانہ کی ضرورت کے مطابق ہیں ۴۷

مختصر الفاظ میں وسیع مطالب ۱۰۹، ۲۲۰

قرآن کریم غیر محرف و غیر مبدل ہے (نولڈک) ۱۷

قرآن کی مثل لانا ناممکن ہے۔ ۳۸۷

قرآن کریم سب کا سب کلام اللہ ہے۔ ۳۶

قرآن کریم ہی وہ کتاب ہے جس میں اہم امور کو صاف اور واضح زبان میں بیان کیا جاتا ہے ۷۴

قرآن کریم ایسی شریفانہ باتوں پر مشتمل ہے کہ اسے ہر جگہ اور ہر مجلس میں سنایا جا سکتا ہے ۱۷۳

قرآن کریم کی یہ بہت بڑی فضیلت ہے کہ وہ نہ صرف گناہ سے روکتا ہے بلکہ گناہ کے لئے کے ذرائع بھی بتاتا ہے۔ ۳۲۸

قرآن کریم میں تمام ضروری علوم پر سیر کن بحثیں ۳۸۸

قرآن کریم سچے علوم کا دشمن نہیں موید ہے ۱۹

قرآن کریم کا دوسری الہامی کتب سے امتیاز ۲

قرآن کریم نزول کے معاً بعد دنیا میں پھیل گیا تھا ۱۸

ایک یہودی کا حضرت عمرؓ سے کہنا کہ قرآن مجید میں ایک آیت ہے اگر وہ ہماری کتاب میں اترتی تو ہم عید مناتے۔ ۶

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

قرآن مجید کے بیان کا ایک خاص انداز ۱۸۶

خصوصیات

قرآن کریم نے دعویٰ نہیں کرتا بلکہ ساتھ دلائل دیتا ہے۔ ۱۵۲

اس میں تمام انسانی قوتوں کی رہنمائی کے سامان موجود ہیں۔ ۱۵۰

قرآن کریم کیسا عظیم الشان کلام ہے جو ان حکیمانہ امور کو اس زمانہ میں بیان کرتا ہے جبکہ دنیا ان سے کلی طور پر واقف تھی۔ ۴۰

ہر زمانہ کے لوگوں کیلئے اترا ہے۔

جامعیت و برکات

قرآن اپنے اندر جملہ الہامی کتب کی صداقتیں رکھنے کا دعویٰ کرتا ہے۔ ۲۴۶

قرآن ہدایت مجسم ہے یعنی اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان صحیح تعلق قائم کرتا ہے۔ ۲۴۱

قرآن کریم ایک مکمل تعلیم پر مشتمل ہے اور اس پر چلنے والے برکتیں پاتے ہیں۔ ۱۲۲

صرف قرآن کریم کے ماننے والے ہر زمانہ میں اللہ تعالیٰ سے براہ راست الہام پانے کے مدعی ہوتے چلے آئے ہیں۔ ۲۰

قرآن کریم پر سچا ایمان لانے والوں کو جو انعامات ملینگے وہ تباہی کی طرف لے جانیوالے نہیں ہونگے ۳۴۶

قرآن شریف سے قرب الٰہی کے آثار ۲۴۰

صحابہؓ کا قرآن کریم کی برکت سے دنیا کا استاد بننا۔ ۱۷۳

مسیحی اقوام کو جو مشکلات درپیش ہیں قرآن میں ان کا حل موجود ہے۔ ۴۰۵

حفاظت

آنحضرتؐ کے شعب ابی طالب میں محصور ہونے کے زمانہ میں آپ کو قرآن کریم کی حفاظت کا وعدہ دیا گیا۔ ۴ ۱۵۰

قرآن کریم کی حفاظت اللہ تعالیٰ بذات خود کرتا ہے۔ ۱۵ ۲۵۰

کیونکر تسلیم کیا جائے کہ قرآن کریم ہمیشہ محفوظ رہیگا ۲۱

کیا یہ بے نظیر حفاظت دنیا کی اور کسی مذہبی کتاب کو حاصل ہوئی ہے؟ ۱۶

قرآن واحد کتاب ہے جو کتاب کی صورت میں بھی پڑھا جاتا ہے اور حفظ بھی کیا جاتا ہے ۴۰۲

قرآن مجید سہولت سے حفظ ہو جاتا ہے۔ ۱۸

اگر قرآن مجید کے سارے نسخے بھی تلف کر دیئے جائیں تو بھی حفاظ کے ذریعہ اسے دوبارہ لکھوایا جا سکتا ہے۔ ۱۸

قرآن کریم کی حفاظت محض ظاہری علوم پر مبنی نہیں بلکہ قلبی طہارت سے تعلق رکھتی ہے ۵۰

حفاظت کے ذرائع ۱۷ ۱۸۰ ۱۹

قرآن کریم کی دائمی حفاظت کا انتظام ۲۰

قرآن ابد الآباد تک کام آئے گا۔ ۲۷۹

قرآن کریم قیامت تک الذکر رہیگا۔ ۳۵ ۳۰۰

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

الذکر کی حفاظت کیلئے ایک حاکم قوم کی
ضرورت تھی۔ ۲۰

قرآن کریم کی معنوی حفاظت ۳۵

قرآن مجید کی معنوی حفاظت کیلئے اللہ تعالیٰ
نے خود اپنے کلام سے اس کو ظاہر فرمانے کا
ذمہ لیا ہے۔ ۲۰

اللہ تعالیٰ قرآن کریم کی حفاظت کیسے لوگوں
کے سپرد کرتا ہے۔ ۵۰

قرآن کریم کی تعلیمات کے لیے ہمیشہ ماموریں
آتے رہیں گے۔ ۳۶

تازہ بتازہ الہامات کے ذریعہ سے قرآن کریم
کی حفاظت ۱۹

محفوظ کلام ہونے کا ثبوت ۲۰۔۲۴۰

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کے کلام کے الفاظ
اور اس کی حرکات تک محفوظ ہیں۔ ۳۶

قرآن کریم کے محفوظ ہونے کے متعلق سر ولیم میور
کا اعتراف ۱۰

قرآن چونکہ حق کیساتھ اترا ہے اس لیے اس
میں شیطان دخل نہیں دے سکتا تھا۔ ۳۴۹

شیطانی دخل اندازی کے لحاظ سے قرآن کریم
کا ہر حصہ یکساں محفوظ ہے۔ ۴۰۴

نسخ

قرآن کریم ہمیشہ نسخ سے محفوظ رہیگا۔ ۲۲

قرآن کریم کی کوئی آیت کبھی منسوخ نہیں ہوئی ۲۲۷

قرآنی تعلیمات

قرآن کریم کے چار کام "تبیان، ہدایت، رحمت
اور بشارت ۲۱۹

پاکیزہ اور بے غرضانہ تعلیم ۲۴۰

سب سے بڑی چیز جس کے لیے قرآن کریم آیا
ہے وہ اس کی کامل اور دلکش تعلیم ہے۔ ۹

انسان قرآن کریم کی تعلیم سے مستغنی نہیں ہو سکتا ۱۷۹

قرآن کریم اخلاق، عبادت، روحانیت، تقویٰ
تمدن، اقتصاد اور سیاست کے مضامین
پر حاوی ہے۔ ۲۰۔۴۰۴

قرآن کریم کی تعلیمات کی نظیر پیش نہیں کی جا سکتی ۳۸۰

قرآن کریم میں دوسری الہامی کتب سے اختلاف
کی وجہ ۲۳۹

قرآن مجید نے سب سے مقدم حکم توحید کے
قیام اور شرک کے رد کا دیا ہے۔ ۳۰۰

قرآن کریم ظاہری نظام اور روحانی نظام میں
شدید مشابہت و مشابہت کا دعویٰ کرتا ہے ۲۹

قرآن کریم حق عالم کی قدر بھی پیدائش پر بار بار
زور دیتا ہے۔ ۵۰

قرآن کریم انسانی پیدائش میں ارتقاء کا قائل
ہے مگر ایسے ارتقاء کا نہیں جو اتفاقاً ہو گیا ہو ۵۳

قرآن کریم ہی وہ کتاب ہے جس نے عورتوں
کے حقوق کی حفاظت اور نگہداشت کی ہے ۱۸۵

قرآن کریم میں والدین کی خدمت کا حکم ۳۲۱

جہاد کا پہلا دفعہ ذکر ۱۰۵

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

قرآن کریم میں جنات کا ذکر ۵۹، ۶۰، ۶۲، ۶۹

پیشگوئیاں

قرآن کریم میں قصے نہیں پیشگوئیاں ہیں۔ ۲۴۹

قرآن کے لفظ میں اسکے بکثرت پڑھے جانے اور تحریراً محفوظ ہونے کی خبر ۷

قرآن کریم کے ذریعہ سے اس کے ماننے والوں کو شرف عزت اور تقویٰ ملنے کی بشارت ۲۰

قرآن کریم میں جہاں کہیں اسلام کی آئندہ ترقی اور عالمگیر تبلیغ کا ذکر ہے وہاں مسیح علیہ السلام کا ذکر ضرور ہوتا ہے۔ ۵۴

قرآن کریم میں ذوالقرنین کا واقعہ مسیحی قوم کی ترقی کے دوسرے دور کی خبر دینے کیلئے بیان کیا گیا ہے۔ ۴۹۲

قرب قیامت یعنی مسیح موعود کے زمانہ میں تکذیب قرآن کی وجہ سے دنیا پر شدید عذاب نازل ہونے کی خبر ۲۷۹

قرآن کریم نے بتایا ہے کہ نصیبین پر سود کا قبضہ عارضی ہوگا۔ دائمی طور پر یہ ملک مسلمانوں کے لیے مقدر ہے۔ ۲۵۸

قرآن کے دنیا سے اُٹھ جانے کی پیشگوئی اور اس کا مطلب۔ ۳۸۷

قرآن مجید کی حفاظت کیلئے اُمت محمدیہ میں مجددین اور مامورین کی بعثت ۱۹

جب بھی مسلمان قرآنی مطالب کے سمجھنے سے قاصر ہو جائینگے اللہ تعالیٰ مامور مبعوث فرما کر قرآن کریم کو محفوظ فرمائیگا۔ ۴۵

آنحضرتؐ کا صحابہؓ کے علاوہ ایک اور جماعت کو قرآن پڑھانے کی حقیقت ۴۹۴

بائبل سے موازنہ

قرآن کریم میں وہ صداقتیں موجود ہیں جو اہل کتاب کی کتب میں نہیں ہیں۔ ۲۴۶

قرآن تورات سے زیادہ مؤثر ہے۔ ۲۷۸

تورات، انجیل، زبور وغیرہ قرآن کریم کی طرح بے نظیر کیوں نہیں۔ ۱۴

قرآن کریم نے بائبل کے غلط واقعات کی اصلاح کی ہے۔ ۲۵۲

آدمؑ کے واقعہ کے بیان کرنے میں قرآن کریم اور بائبل کا موازنہ ۷۴

قرآن کریم نے بائبل کے مقابل پر حضرت ہارونؑ داؤدؑ، سلیمانؑ اور حضرت نوحؑ کی پاکیزگی ثابت کی ہے۔ ۲۵۰

قرآن کریم کی رو سے حضرت ہارونؑ نے شرک نہیں کیا۔ ۲۴۰

حضرت لوطؑ کے واقعہ کے بیان میں قرآن کریم کا بائبل سے اختلاف ۹۰: ۹۲

قرآن کریم کی رو سے آنحضرتؐ اور آپؐ کے ساتھیوں کے مقبول الٰہی ہونے کی تفصیل تورات میں نازل ہوئی تھی۔ ۴۷۳

قرآن مجید اور انجیل کی تعلیم کا موازنہ ۲۲۴، ۳۲۸

قرآن کریم پر اعتراضات

قرآن کریم ایسا روحانی خزانہ ہے جسکے مٹانے کیلئے شیطان تڑپتا ہے۔ ۲۳۵

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

روسی حکومت کا قرآن کریم کو جہاد کی آیات نکال کر چھپوانے کا ارادہ ۱۸

کاتب قرآن عبداللہ بن ابی سرح کا ارتداد ۲۵۱

اس اعتراض کا جواب کہ قرآن کریم نے دوسری الہامی کتب کی تعلیمات چُرائی ہیں۔ ۳۳

یہ اعتراض کہ قرآن پہلی کتابوں کی نقل ہے خلافِ عقل ہے۔ ۱۲۳

مسیحیوں کے اس اعتراض کا جواب کہ قرآن کریم ضرورت کے مطابق تصنیف کیا جاتا رہا ہے۔ ۱۲۰

آج کل کی سائنسی ترقی نے جو شبہات دلوں میں ڈالے ہیں قرآن کریم انکا بھی جواب دیتا ہے ۱۵۰

ان لوگوں کا رد جو قرآن کریم میں ترتیب نہیں سمجھتے ۸۵

ان لوگوں کی تردید جو سورۃ فاتحہ کو قرآن کریم کا حصہ نہیں سمجھتے۔ ۱۱۱

جہاد بالقرآن

اس کتاب کا ساری دنیا تک پہنچانا اہم فرض ہے۔ کاش! مسلمان اس اہم نکتہ کو سمجھتے۔ ۱۰۳

قرآن کی تلوار لیکر دنیا سے جہاد کیلئے نکل کھڑے ہو ۲۷۳

قربِ الٰہی

بڑے سے بڑا نبی بھی خدا کے قرب کی تلاش میں رہا ہے۔ ۲۵۳

قربِ الٰہی کے ثمرات ۳۴۰

احسان اور ایتاءذی القربیٰ قربِ الٰہی کی دو سیڑھیاں ہیں۔ ۲۲۲

○

قسم

قسم شہادت کا فائدہ دیتی ہے۔ ۱۶۶

اللہ تعالیٰ جب کسی چیز کی قسم کھاتا ہے تو اس کا مقصد اس چیز کو بطور شہادت پیش کرنا ہوتا ہے۔ ۹۷، ۱۸۳

انسانوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی بھی قسم کھانا درست نہیں۔ ۹۶

عدالتِ دینی میں جھوٹی قسم کھانیوالے سزا پاتے ہیں (حدیث) ۱۶۶

جن امور میں اللہ تعالیٰ نے جھوٹی قسم پر اس دنیا میں گرفت کرنے کا فیصلہ کیا ہوا انکے متعلق قسم کھانے والا اگر عذاب سے بچ جائے تو۔ اسکے سچا ہونے کا ثبوت ہے۔ ۱۶۶

کفار قسمیں کیوں کھاتے ہیں۔ ۱۶۶

قصاص

مقتول کے ورثا خود قصاص نہیں لے سکتے ۳۳۱

قصاص میں ولایت کا حق حکومت کو منتقل ہو سکتا ہے حضرت علیؓ کا ایک فیصلہ ۳۳۱

قاتل کے حقوق کا تحفظ ۳۳۱

قلب

بد عمل کا اثر انسان کے قلب پر پڑتا ہے۔ ۳۱۲

اولاد ثمرۂ قلب ہوتی ہے ۳۹۵

غیب اس قلب پر نازل ہوتا ہے جو ہر قسم کے شک و شبہ سے بالا ہو۔ ۴۰

ملائکہ کا کلام انسان کے قلب کے مطابق ہوتا ہے ۱۴

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

طہارتِ قلب قرآنی علوم تک رسائی کیلئے ضروری ہے ۵۰
قرآن کریم کی حفاظت ظاہری علوم پر مبنی نہیں
بلکہ قلبی طہارت سے تعلق رکھتی ہے۔ ۵۰
حیاتِ آخرت کا مدار قلب کی صفائی پر ہے۔ ۳۱۸
آخرت کی سزا قلبی ہوگی۔ ۳۶۱

قوم / اقوام

قوم سے مراد ۶۸
الٰہی قانون کے مطابق اقوام کی مذہبی حالت کی
چار اقسام ۲۹۲
دنیا کا سامان عارضی ہے صرف قومی مقابلہ کا
ایک ذریعہ خدا نے بنایا ہے۔ ۴۱۶
قوموں کا بعث ۱۲۱
اللہ تعالیٰ نے ہر قوم میں نبی مبعوث فرمائے ہیں
۲۱۴، ۲۳۹، ۲۶۷، ۲۷۰، ۳۱۴
ایک نئے نبی کے آنے پر پہلی قوم سے نیکی
در عبادت چھین لی جاتی ہے۔ ۴۷۲
خدا تعالیٰ کسی قوم کو ہوشیار کئے بغیر ہلاک نہیں کرتا ۴۶۴
قومی ترقی کیلئے نبی آنے کی ضرورت ۱۲۲
قوموں کو ترقی اس لیے ملتی ہے کہ وہ دین و دیانت
کو قائم کریں اور نوعِ انسان کے لیے امن اور
ترقی کے سامان کریں۔ ۴۰۸
مشرک قوم جب بھی ترقی کرے گی اپنے مذہب
سے بیگانہ ہو کر کرے گی۔ ۴۲۰
بسا اوقات اللہ تعالیٰ بعض اقوام کو دنیوی ترقیات
دیتا ہے لیکن وہ ان پر خوش نہیں ہوتا۔ ۴۱۸
قوم کی ترقی کا وقت اس کیلئے بہت نازک ہوتا ہے ۳۰۹
بین الاقوامی معاہدات کی پابندی لازمی ہے ۲۲۹
قومی اتحاد کیلئے معاہدات کی پابندی اشد ضروری ہے ۲۲۹
کمزور اقوام بھی بمنزلہ یتامیٰ کے ہیں انکے حقوق
کی حفاظت۔ ۳۳۳
سَیِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُهُمْ ۳۳۶
قوموں پر بھی بڑھاپا آتا ہے اور وہ علم کو بھلا
بیٹھتی ہیں۔ ۱۹۷
دوسری قوموں کو غلام رکھنے والی اقوام کے
خلاف ردِ عمل ۲۳۱
قومیں اپنے غلاموں کے اخلاق میں رنگین ہو کر
تباہ ہو جاتی ہیں۔ ۲۳۱
جو قوم تجربوں پر اپنے کاموں کی بنیاد رکھنے
کی عادی ہے وہ اجتماعی تجربہ سے فائدہ نہیں
اٹھاتی۔ ۴۶۴
قوموں کو ایکدوسرے پر تفاخر نہیں کرنا چاہیئے ۲۶۵
زمانۂ نبوت سے دور ہو جانے والی قوم کے حالات ۱۹۸
خدا کا عذاب قوموں کے خراب ہونے پر آتا ہے ۳۱۶
جو قومیں اپنے انجام کی اصلاح سے غافل ہو
جاتی ہیں وہ عذاب کی مستحق ہو جاتی ہیں۔ ۳۰۷
جب قومیں اللہ تعالیٰ سے دور ہو جاتی ہیں
تو شرک کرنے لگتی ہیں۔ ۱۲۲
سنت اللہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ بغیر رسول
بھیجنے کے کسی قوم پر عذاب نازل نہیں کرتا ۳۱۵
آخرت کے ایک معنی قوموں کا انجام ۳۰۷

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کی تباہی کا فیصلہ کرتا ہے تو وہ اس کی قیامت ہوتی ہے۔ ۴۵۸

آخری زمانہ میں تمام اقوام کے ایک دوسرے سے مل جانے کی خبر ۵۰۷

آخری زمانہ میں اقوام کی بے دینی ۵۰۷

عالمگیر عذاب کے بعد سب اقوام کو مذہب کی طرف توجہ ہو جائیگی۔ ۳۵۶

جو اقوام دنیوی شان و شوکت پر روپیہ خرچ کرتی ہیں ان میں تباہی کے وقت سخت حسرت پیدا ہوتی ہے۔ ۴۵۵

قوم شعیب ۱۰۴ ۱۰۵ ۱۰

قوم صالح ۱۰۴ ۱۰۵ ۴۷۰

قوم لوط ۱۰۴ ۱۰۵ ۱۰

قوم موسیٰ

موسیٰ کی قوم کا آپ کا ساتھ دینے سے انکار ۴۸۵

موسوی قوم میں تجارتی حرص ۴۸۴

موسیٰ کی قوم اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم کے خیالات میں فرق ۴۸۰

قوم عیسیٰ

تباہی کے اسباب ۴۷۲

شمالی اور مغربی اقوام

شمالی اقوام مسلمانوں کی دشمن ہیں۔ ۴۳۰

شمالی اقوام نزول قرآن کے وقت پیدا نہیں تھیں اور ان کا آئندہ زمانہ میں پیدا ہونا مقدر تھا۔ ۴۳۱

شمالی اقوام کا رعب ۴۳۲

مغربی اقوام کی ترقی کا دور سن ہجری سے ایک ہزار سال بعد ۱۹۱۱ء سے شروع ہوا۔ ۵۰۸

قیامت (نیز دیکھئے بعث بعد الموت اور حشر)

قیامت کے دن تمام ارواح انسانی جمع کی جائینگی اور ہر قوم کا نبی سامنے لایا جائیگا۔ ۲۱۴

قیامت کے دن ہر قوم کو اس کے نبی کے نام کے ساتھ بلایا جائیگا۔ ۳۶۰

قیامت کے دن ایک رسول کی بعثت ۳۱۵

قیامت کے دن انبیاء کو شفاعت کا اذن ۴ ۱۰۵۰۰

قیامت کے دن نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دینے کا مطلب ۱۰۰

شیطان کو یوم قیامت تک مہلت کا مفہوم ۳۰۰

قیامت کی دیر کے طور پر انبیاء کی پیشگوئیاں ۶۰

قرب قیامت سے مراد مسیح موعودؑ کا زمانہ ۵۷۵

قیامت سے مراد مومنوں کی ترقی کا زمانہ ۳۰۰

جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کی تباہی کا فیصلہ کرتا ہے تو وہی اس کی قیامت ہوتی ہے۔ ۴۵۸

عیسائیوں کا ایک طبقہ قیامت کا منکر ہے ۴۵۲

قیامت کے انکار کی وجہ ۱۶۸

حشر بعد الموت مذہبی امور میں یقین پیدا کرنے کیلئے ضروری ہے۔ ۱۰۷

قیامت کیلئے ساعۃ کا لفظ بھی استعمال ہوتا ہے ۱۰۷

زمین و آسمان کی پیدائش قیامت کی بھی دلیل ہے۔ ۱۰۷

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ک

کافر/کفار

کفارِ مکہ ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کی اولاد ہونے کے دعویدار تھے ۱۷۱

کفارِ مکہ اپنے سب ارادوں میں ناکام رہے ۳۷۰

کفار کی حالت ۲۰۶

اسلامی تعلیمات کی خوبیوں کو دیکھ کر کافر بار ہا کہہ اٹھتے ہیں کہ کاش وہ بھی مسلمان ہوتے ۶۰۵

آنحضرتؐ کے توکل کو دیکھ کر کفار کا تأثر ۶

کفار کا مسلمان ہونے کا جذبہ عارضی نوعیت کا ہوتا ہے ۶

ایمان سے محروم ہونے کی وجہ ۲۶

کفار کی آنحضرتؐ سے دشمنی محض حسد کی وجہ سے تھی ۵

کفار کو فرشتے نظر آنے کی وجہ ۲۵۰،۳

بدر کے موقعہ پر کفار کو عذاب کے فرشتے کشفاً نظر آئے تھے ۱۴

کفار کا دلائل سے عاجز آکر قسمیں کھانا ۱۶۶

کفار کا اپنے اعتراضوں کو غیر مؤثر پاکر پہلو بدلنا ۱۶۳

کفار کی طرف سے آنحضرتؐ پر مجنون کا الزام لگانے کی وجہ ۱۳

کفر و گناہ کی دوستی کبھی سچی نہیں ہوتی ۲۱۶

کفار کی تباہی کی خبر ۱۰۹

کفار کے انجام کے متعلق پیشگوئی ۱۷۴

کفار کے لیے موعود عذاب سے محفوظ رہنے کا طریق ۹

کامیابی

اصل کامیابی تب ہے جب انسان کا دل اور اس کا عمل متفق ہوں ۳۰۹

کائنات

تمام کارخانۂ کائنات وحیٔ الٰہی پر چل رہا ہے ۱۹۴

اسرارِ کائنات کی وسعت ۵۱۱

کائنات کا ہر راز معلوم ہونے کے بعد یہی بات کھلتی ہے کہ اس کے بعد ایک اور راز ہے ۳۰۹

کائنات میں تسلسل اور ربط ۱۵۲

کائنات کا باہمی ربط خدا تعالیٰ کی وحدانیت پر دلیل ہے ۱۵۳

کائنات کی پیدائش کے بے مقصد ماننے کے نتائج ۱۲۹

انسان کائنات کا آخری نقطہ ہے ۱۳۶

یہ سب کائنات مل کر انسان کی خدمت کر رہی ہے ۱۵۳

کتاب

نیز دیکھئے قرآنِ کریم اور کلامِ الٰہی

الٰہی کتاب کے خصائص ۴۷

اطمینان دہی کتاب پیدا کر سکتی ہے جو کسی بات کے منع کرنے کے ساتھ اس سے بچنے کے ذرائع بھی بتائے ۳۲۸

ایک کتاب کے بعد دوسری کتاب نازل کرنے کی ضرورت ۱۳۴

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

الہامی کتابوں میں صرف قرآن کریم ہی حفظ کیا جاتا ہے ۲

کتاب سے فائدہ اٹھانے والے زیادہ ہوتے ہیں بہ نسبت حفظ سے فائدہ اٹھانے والوں کے ۴

الکتب کے ساتھ مُبِیْن کی صفت لانے کی حکمت ۲

کِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ سے مُراد وہ مدت ہوتی ہے جو انبیاء کے ذریعہ سے بتادی جاتی ہے ۸

کشف

موسیٰؑ کے کشف میں کشتی توڑنے کی حقیقت ۴۸۰

کشف عام رویاء سے مختلف ہوتا ہے جو بَیْنَ الْیَقْظَۃِ وَالنَّوْمِ دیکھا جاتا ہے ۲۹۳

انبیاء کا کشف دوسرے لوگوں کے کشف سے زیادہ لطیف ہوتا ہے ۲۹۳

کشف کی تین قسمیں ۲۹۴

کشف سارے کا سارا یا اس کا کچھ حصہ تعبیر طلب ہوتا ہے ۲۹۴

آنحضرتؐ کا ایک کشف ۲۹۴

آنحضرتؐ کا ایک کشف جس میں آپؐ کو بعض رؤساءِ مکہ کا انجام دکھایا گیا ۱۱۶

واقعۂ اسراء ایک لطیف کشف تھا ۲۹۲

آنحضرتؐ کو کشف میں بیت المقدس دکھایا جانا ۲۹۳

سورۂ کہف میں مذکور حضرت موسیٰؑ کے واقعہ کے کشفی ہونے کے دلائل ۴۶۷، ۴۶۸

بدر کے موقعہ پر کفار کو عذاب کے فرشتے کشفاً نظر آئے تھے ۱۴

"اللہ تعالیٰ کے فضل سے میں کشوف کے متعلق خود صاحبِ تجربہ ہوں" (مصلح موعودؓ) ۲۹۴

کفارہ (نیز دیکھئے عیسائیت)

عیسائیوں کے کفارہ کی بنیاد اس خیال پر ہے کہ سزا ایک بیرونی بوجھ کی طرح ہے جسے دوسرا شخص بھی اٹھا سکتا ہے ۳۱۴

عیسائیوں کے عقیدہ کفارہ کا ردّ ۳۱۴

کلامِ الٰہی نیز دیکھئے الہام۔ قرآنِ مجید اور وحی

ضرورت

نزول کی ضرورت ۱۸۹

کلامِ الٰہی کی ضرورت کے ثبوت میں انبیاء کا وجود ۱۳۹

جو شخص یومِ آخرت پر ایمان لاتا ہو وہ کلامِ الٰہی کی ضرورت کا انکار نہیں کرسکتا ۱۸۶

کلامِ الٰہی کا انکار درحقیقت بعد الموت زندگی پر ایمان نہ ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے ۳۹۳

خصائص

ہر زمانہ کے مطابق اترتا ہے ۱۲۳

کلامِ الٰہی ہمیشہ آہستہ آہستہ اترتا ہے ۱۲۶

سب عیبوں سے پاک ہوتا ہے ۱۸۵

روحانی کلام کی چھ خصوصیات ۱۳۳

سچے کلام کا امتیاز ۱

کلامِ الٰہی کی طاقت ۱

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کلامِ الٰہی میں ایسے ارتقاء کی ضرورت جو فطرتِ انسانی کو آنے والے نبی کی تعلیم تک پہنچانے کی قابلیت رکھے ۱۴۷

خدائی کلام اور بندے کے افتراء میں فرق ۱۲۵

افادیت

کلامِ الٰہی کے بغیر کامیاب زندگی ناممکن ہے ۱۹۶

دنیا کے اختلافات یقینی کلامِ الٰہی سے ہی مٹ سکتے ہیں ۱۸۹

خدائی کلام کی غرض گُم شدہ صفتوں کو قائم کرنا ہوتا ہے ۱۵۵

کلامِ الٰہی ایک دنیا ہے جو ہزاروں خزانوں پر مشتمل ہے جو مختلف زمانوں کے لوگوں کے لیے ہیں ۴۸

کلامِ الٰہی بھی رُوح ہے جو انسان کو نئی زندگی بخشتا ہے ۴۲

رُوح سے مُراد دنیا کو زندہ کرنے والا کلام ۱۲۵

کلامِ الٰہی کی پانی سے مشابہت ۱۹۹

یہود جب تک کلامِ الٰہی سے وابستہ رہے ترقی کرتے رہے ۳۸۲

کلامِ الٰہی اور نبوت

نبی کی سب عظمت کلامِ الٰہی کی وجہ سے ہوتی ہے ۲۷۲

ہر نبی کلامِ الٰہی کے نتیجے کا عملی نمونہ ہوتا ہے ۲۱۵

ہر نبی نے اپنے وجود اور اپنے تابعین کے وجود سے کلامِ الٰہی کی برتری اور تاثیر کو ثابت کیا ہے ۳۱

ہر ایک نبی کا کلام اس کی شان کے مطابق ہوگا ۱۴

معراج میں آنحضرتؐ سے اللہ تعالیٰ کا کلام ۲۸۲

قرآن کریم کا کلامِ الٰہی ہونا

قرآنِ کریم کے کلامِ الٰہی ہونے کا ثبوت ۲۰۹

قرآنِ کریم سب کا سب کلام اللہ ہے ۳۶

قرآنِ کریم کے مطالب سمجھانے کے لیے الہام کی ضرورت ۴۹

حفاظت

اللہ تعالیٰ کلامِ الٰہی کو نازل کرکے اس سے بے تعلق نہیں ہو جاتا ۴۸

ہر نبی کے کلام کی حفاظت کی جاتی ہے ۲۱

فانی انسان کلامِ الٰہی کی حفاظت نہیں کر سکتا اس لیے یہ ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود لی ہے ۵۰

کلامِ الٰہی کی حفاظت کے لیے مامورین کا آنا ضروری ہے ۳۵

قدیمی نشانوں کے ذریعہ کلام اللہ کی حفاظت ۳۳

کلامِ الٰہی کی حفاظت کا ایک ذریعہ حکومت بھی ہے ۲۳

انبیاء کے متبعین میں سے بعض افراد کے ذریعہ کلام اللہ کی حفاظت ۳۳

شیطان کا تصرف

کلامِ الٰہی اور معجزات پر شیطان کو تصرف حاصل نہیں ہوتا ۳۲

شیطان کے کلامِ الٰہی چُرا لینے سے مُراد ۳۲

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

شیاطین کے کلام الٰہی کو اچک لینے کی غیر معقولیت ۴۳

شیطان کا کلام الٰہی کو اچکنے کا کام کلام الٰہی کے اعلان کے بعد شروع ہوتا ہے ۴۰

کلام الٰہی کے خلاف شرارتیں کرنے والے دشمنوں کی دو قسمیں ۴۵

تباہی خدا کے کلام کی نافرمانی سے آتی ہے ۲۶۱

کُن فَیَکُون

کُن فَیَکُون کی حقیقت ۱۶۹

کورٹ آف وارڈز COURT OF WARDS

یتامیٰ کے لیے کورٹ آف وارڈز قائم کرنے کا نظریہ اسلام نے پیش کیا ہے ۳۳۲

کوشش

آخرت کے لیے وہی کوشش کام دیتی ہے جس کے ساتھ ایمان ہو ۲۱۸

دنیوی امور میں کوشش کا نتیجہ مذہب کی بنیاد پر نہیں نکلا کرتا ۲۱۹

کیٹاکومبز CATACOMBS

روم کے باہر ان غاروں کی تفصیل جن میں ابتدائی مسیحی اصحاب کہف مخالفین کے مظالم سے بچنے کے لیے پناہ لیتے تھے ۴۲۵

کیٹاکومبز کی لمبائی پندرہ میل تک چلی گئی ہے ۴۲۵

روم، سکندریہ، سسلی اور مالٹا میں کیٹاکومبز ۴۲۵

چشم دید حالات ۴۲۵

کیلنڈر

مسیحی کیلنڈر میں ۲۹ سال کی غلطی ہے ۴۴۱

کینہ

جماعت احمدیہ اور مسلمانوں کو دوسروں سے کینہ نہ کرنے کی نصیحت ۸۳

گ

گائے

گائے کو دیوتا قرار دینے والوں کی غیر معقول منطق ۳۴

مسلمانوں کو احتیاط چاہیئے کہ گائے کا گوشت ہندوؤں کے سامنے نہ کھایا کریں کیونکہ اس سے انہیں تکلیف ہوتی ہے ۲۰۰

گفتگو

گفتگو کے آداب ۳۵۰

گمراہ

گمراہ وہی ہوتا ہے جو اپنی فطرت کو خراب کرتے شیطان کے پیچھے چل پڑتا ہے ۹۱

جو دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا ۱۰۵

گمراہ کرنے والوں کو دوسروں سے زیادہ سزا ملے گی ۲۱۸

گناہ

معرفت ہی ہے جو انسان کو گناہ سے بچاتی ہے ۲۶۰

مومنوں کے استغفار سے گناہ کم ہوتے رہتے ہیں ۱۵۵

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اصل جنت میں گناہ کا صدور نہیں ہو سکتا ۷۴

قرآن کریم نہ صرف گناہ سے روکتا ہے بلکہ گناہ سے رکنے کے ذرائع بھی بتاتا ہے ۳۲۸

کوئی گناہ بغیر شرک کے پیدا نہیں ہوتا ۳۲۰

گناہ کے قریب نہ جانے کی تعلیم ۳۲۹

جب انسان گناہ کا مرتکب ہوتا ہے تو گناہ کی نفرت اس کے دل سے کم ہو جاتی ہے ۲۴

گناہ کے بعد قلبی توبہ ہی کافی نہیں بلکہ گناہ کی وجوہ کو بھی دور کرنا چاہیئے ۲۶۰

اللہ تعالیٰ کسی کو گنہگار نہیں بناتا بلکہ گناہ کے بھی نتائج نکالتا ہے ۲۴

کفار کے استہزاء کے نتیجہ میں گناہ ان کی غذا بن گیا اور ان کو اس میں لذت آنے لگی ۲۵

گناہ کو جرم کہنے کی حقیقت ۲۴

علم کے بعد تقویٰ کے حصول کی کوشش نہ کرنا ایک دانستہ گناہ ہے ۲۶۷

کفر و گناہ کی دوستی کبھی سچی نہیں ہوتی ۲۱۶

ہر گناہ کی سزا فوراً نہیں ملتی ۱۰۷

ل

لعنت

لعنت کے معنی دوری کے ہوتے ہیں ۷۷

شجرِ ملعونہ سے مُراد بنی اسرائیل ہیں ۳۵۸

م

مال

اسلامی شریعت میں مال کو بڑھنے سے روکنے کے اقدامات ۴۸۰

ہر شخص کے مال میں رشتہ داروں مساکین اور مسافروں کا حق ہوتا ہے ۳۲۳

جن کے مالوں کا کافی حصہ غرباء اور رفاہ عامہ کے کاموں کے لیے نہیں نکلتا ان کو دنیا کی محبت اپنی طرف کھینچ لیتی ہے ۴۸۷

زکوٰۃ اور صدقات کا مقصد دولت کو چند ہاتھوں میں جمع ہونے سے روکنا ہے ۴۸۰

مال خرچ کرنے میں میانہ روی کی تعلیم ۳۲۵

ناجائز طور پر خرچ کرنا منع ہے ۳۲۳

مسیحی اقوام کی ترقی کے زمانہ میں مومنوں کو دین کی اشاعت کے لیے مال خرچ کرنے کا حکم ۴۴۴

دین کی ضرورت کے لیے اگر کوئی اپنا سارا مال بھی خرچ کر دے تو وہ فضول خرچ نہیں ہوگا ۳۲۴

مال اگر دین کے لیے خرچ کیا جائے تو اللہ اس کو دوام بخشتا ہے ۴۵۷

مامور

مامورین کی ضرورت ۲۵

مامورین نہ صرف آسمانی نشانات کے ذریعہ شیطان کے حملوں سے شریعت حقہ کو بچاتے ہیں بلکہ بوجہ الہام سے مؤید ہونے کے ان کی تشریحات سے مومنوں کو کلام الٰہی کے صحیح معنی بھی معلوم ہوتے ہیں ۳۴

قرآن کریم کی پیشگوئیوں کے مطابق مسلمان جب بھی اسلام سے غافل ہوں گے اللہ تعالیٰ مامور بھیجتا رہے گا ۲۲

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جب بھی مسلمان قرآنی مطالب کے سمجھنے سے
قاصر ہو جائیں گے اللہ تعالیٰ مامور مبعوث فرما کر
قرآنِ کریم کو ان کے شر سے محفوظ فرمائے گا ۴۵
قرآنِ مجید کی حفاظت اور تائید کے لیے امتِ محمدیہ
میں مامورین کی بعثت ۱۹، ۲۶
اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے ایسا مامور مبعوث
کیا ہے جس نے کلی طور پر قرآنِ کریم کی تفسیروں
کو حشو و زوائد سے پاک کیا ہے ۲۰
اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والے ماموروں
کی سب سے بڑی نشانی ۲۶۴

ماں

حدیث "ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے"
کا حقیقی مفہوم ۲۲۴

مُتّقی نیز دیکھئے تقویٰ۔ ایمان اور مؤمن
متقی انسان وہ ہوتا ہے جو خدا تعالیٰ سے اپنا
تعلق اتنا مضبوط کرے کہ خدا اس کی سپر ہو جائے ۲۷۶
متقی وہ ہوتا ہے جس کے ہر کام میں خدا کی خشیت
نظر آ رہی ہو ۲۷۶
متقی وہ ہوتے ہیں جن کو طیب النفس ہونے کی
حالت میں موت آتی ہے ۱۶۱

مٹی

مٹی سے انسان کے پیدا ہونے کی حقیقت ۵۷

مُثلہ

ایک قبیح اور ننگِ انسانیت رسم ۲۷۵

مجدد

قرآنِ مجید کی حفاظت کے لیے اُمتِ محمدیہ میں
مجددین کی بعثت ۱۹

مجمع البحرین

جب یہ مقام آئے گا تو موسیٰؑ اور عیسیٰ علیہما السلام
کی قوم سے عبادت اور صلاحیت جا چکی ہو گی ۴۷۳
اس سے مراد وہ زمانہ جہاں حضرت موسیٰؑ کا زمانہ
ختم ہوا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ
شروع ہوا۔ ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۴
حضرت موسیٰؑ کی رہائش کے قریب ترین تین مقامات
جہاں دو سمندر آپس میں ملتے ہیں ۴۷۱

مجنون

مجنون کے معنی ۱۰
اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ کے بارہ میں عیسائیوں کے غلط
استدلال کا رد ۱۱

مجوس

مجوس کے دو خداؤں کے عقیدہ کا بطلان ۱۷۹

محبتِ الٰہی

اللہ تعالیٰ سے محبت کا معیار ۲۲۴
موسیٰؑ کو دکھائی جانے والی آگ محبتِ الٰہی کی
آگ تھی ۲۹۰

محسن

محسن وہ ہے جو خود حفاظت میں آ جانے کے بعد
دنیا کو بھی خدا کی حفاظت میں لانے کی کوشش
کرے ۲۷۶

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

محسن کا درجہ منتقی سے اعلیٰ ہوتا ہے ۲۷۶

مدیانی (قوم)

مدین بنو اسمٰعیل کے بنو العم تھے اور بنو اسمٰعیل سے گہرا تعلق رکھتے تھے ۱۰۵

یہ قوم حضرت ابراہیمؑ کی بیوی قنطورہ کے بطن سے تھی ۱۰۱

بائبل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قوم بنو اسماعیل میں جذب ہو گئی تھی ۱۰۲

اصحابِ مدین اور اصحاب الایکہ ایک ہی قوم تھے ۱۰۲

مذہب

مذہب کا بتدائے نزول میں سچا ہونا اسے ہر وقت کے لیے قابلِ عمل ثابت نہیں کرتا ۱۳۴

مذہبی نقطۂ نگاہ سے مکمل تعلیم کی صفات ۲۰۰

اسلام کے بعد زرتشتی مذہب سب مذاہب سے زیادہ بعث بعد الموت پر زور دیتا ہے ۵۰۲

مذہب کے انکار یا استخفاف کی اصل وجہ بعث بعد الموت کا انکار ہوتا ہے ۳۹۳

مذہبی امور میں یقین پیدا کرنے کے لیے حشر بعد الموت ضروری ہے ۱۶۷

عالمگیر عذاب کے بعد سب اقوام کو مذہب کی طرف توجہ ہو جائے گی ۳۵۶

مسِ شیطان

یہ عقیدہ درست نہیں کہ مس شیطان سے صرف حضرت عیسیٰؑ و ان کی والدہ محفوظ ہیں ۳۲

مسافر

ہر شخص کے مال میں مسافر کا حق ہوتا ہے ۳۲۳

مساوات

انبیاء کی بعثت کے ذریعہ بنی نوع انسان میں پھر سے مساوات قائم کی جاتی ہے ۱۹۶

اسلام میں مرد و عورت کے حقوق میں مساوات ۲۳۴

مستشرق

قرآن کریم کے محفوظ ہونے کے متعلق سر ولیم میور کا اعتراف ۱۶

نولڈکے کا اعتراف کہ قرآن کریم غیر مبدل ہے ۱۷

مستشرقین کا قرآن کریم کے بارہ میں اندرونی شہادت INTERNAL EVIDENCE کا اصول بے بنیاد ہے ۱۵

کتاب ینابیع الاسلام کے مصنف کا رد ۲۲

مسجد

سوائے مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کے کسی مسجد کی طرف رختِ سفر نہیں باندھنا چاہیئے ۲۹۵

مُسلم، مسلمان

مسلم کے معنی

مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے امن پسند لوگ محفوظ رہتے ہیں (حدیث) ۲۱۲

مُسلم کے معنی امن دینے والا ۶

مُسلم کے معنی سپرد کر دینے والا ۶

ماضی

اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِہٖ سے مُراد مسلمان ہیں ۳۹۹

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ایک زمانہ میں مسلمانوں کی بحری طاقت ۲۶۲
یورپ کے لوگوں کو ہندوستان کا بحری راستہ ایک عرب مسلمان نے بتایا ہے ۲۶۲

ادبار کی وجوہات

مسلمانوں پر دو دفعہ تباہی آنے کی پیشگوئی ۳۰۰۔۳۰۶
مسلمانوں کی تباہی کی وجہ ۲۳۱
مسلمانوں پر پہلی تباہی خلافتِ عباسیہ کے خاتمہ پر آئی ۳۰۶
مغلوں کے حملہ سے بغداد کے نواح میں اٹھارہ لاکھ مسلمانوں کا قتل ۳۰۰
بغداد کی تباہی کا موجب مسلمانوں کا شرک تھا ۳۵۲
مسلمانوں کے مشرک عورتوں سے شادی کرنے کے بد نتائج ۳۵۲
پس کی نااتفاقی اور مسیحی حکومتوں سے دوستی ۳۳۰
بغداد و سپین کے مسلمان بادشاہوں کا ایک دوسرے کے خلاف روم سے مدد کا طالب ہونا ۳۳۰
اگر مسلمان تبلیغ اسلام کے فریضہ کی ادائیگی میں سستی نہ کرتے تو آج دنیا میں اسلام کے سوا کوئی اور مذہب نظر نہ آتا ۱۶۳
اگر مسلمان ابتدائی زمانہ میں بائبل کی علوم کو تباہ کر دیتے تو آج دنیا کا نقشہ مختلف ہوتا ۳۳۲
اگر بغداد و سپین کی حکومتیں مل کر شمالی علاقوں میں پھیل جاتیں تو یہ ایک زبردست فتح تھا ۳۳۲
تحقیق و ایجاد کے کام کو نظر انداز کرنے پر افسوس ۳۱۵
کمزوری کا سبب بحری قوت کی طرف توجہ نہ کی ۳۶۵
قوتِ عملیہ کا فقدان ۳۴۰
خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ اصحابِ کہف عجوبہ نہ تھے مگر ہمارے مسلمان ان کو عجوبہ بنانے پر مُصر ہیں ۳۱۷
بیسویں صدی میں مسلمان جمعہ کی حرمت توڑ رہے ہیں ۲۰۱
مسلمانوں کے موجودہ حالات پر افسوس اور مغربی اقوام کا مقابلہ نہ کرنے کی سکت ۳۴۰
دوسری تباہی کے آثار ۳۰۰
مسلمانوں کو آخری زمانہ میں عیسائیوں سے ایک سخت صدمہ پہنچنے والا تھا ۳۶۶

بنی اسرائیل سے مشابہت

آنحضرت کو مثیلِ موسیٰ قرار دیئے جانے سے مسلمانوں کو بنی اسرائیل قرار دیا گیا ہے ۲۰۰
بعض احادیث میں ہے کہ تم یہود و نصاریٰ کے نقشِ قدم پر چلو گے مگر افسوس کہ باوجود ہوشیار کرنے کے مسلمان اس آفت سے نہ بچے ۲۰۱۔۲۹۰

حقیقی دشمن

اصحابِ کہف کا جاگنے وقوع پانے سے یہ مقصد تھا کہ مسلمانوں کو بتایا جائے کہ شمال میں ان کا دشمن ہے اس سے ہوشیار رہیں ۳۳۰
اسلام کا حقیقی دشمن ۳۴۰
محمدی سلسلہ کے نافرمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے عیسوی سلسلہ کے بے دین لوگوں کو چھپا رکھا تھا ۳۰۸

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مسیحی اقوام کی ترقی کے زمانہ میں مسلمانوں کے مصائب کے موجبات ۴۴۴

مستقبل

مسلمانوں کی دو تباہیوں اور ان کے بعد روشن مستقبل کی خبر ۲۷۸

مغربی مسیحی اقوام کی تباہی کے بعد اسلام کی ترقی ۵۱۰

سورۃ بنی اسرائیل میں بتایا گیا کہ مسلمانوں کو ان ممالک کا بادشاہ بنا دیا جائے گا جن پر یہود قابض تھے ۲۰۰

فلسطین پر دوبارہ مسلمان قابض ہوں گے ۲۹۰

ذوالقرنین ثانی کے ذریعہ مسلمانوں کی نجات ۴۰۸

مسلمان مغربی مسیحی اقوام کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے ان کا مقابلہ وہ شخص کرے گا جسے اللہ تعالیٰ اپنی مشیت سے کھڑا کرے گا ۴۲۹

نصیحت و تلقین

عبادات کی تلقین ۳۱۳

مسلمانوں کو ابراہیم علیہ السلام کے طریق پر چلنے کی نصیحت ۲۰۰

مسلمانوں کو نصیحت کہ جب تمہیں دنیوی بادشاہت ملے تو ابراہیمؑ کی طرح تمام تر قربانیاں کو خدا کی دی ہوئی نعمتیں اور امانتیں سمجھنا اور مغرور نہ ہونا ۲۶۹

مسلمانوں میں تعلیم کو رواج دینے کی تلقین ۴

مسلمانوں کو حضرت داؤد کا واقعہ یاد رکھنے کی نصیحت ۳۵۱

مسلمانوں کو بنی اسرائیل کے حالات سے سبق لینے کی نصیحت ۲۹۹

مسلمانوں کو توجہ دلائی گئی ہے کہ تم کو موسوی قوم کی اچھی میراث دی جا رہی ہے ایسا نہ ہو کہ تم بری میراث بھی لے لو اور تباہ ہو جاؤ ۲۹۸

مسلمانوں کو عیسائیت سے عبرت حاصل کر کے تین قسم کے مفاسد سے بچنے کی تلقین ۴۱۰

مسلمانوں کے لیے عیسائیت اور یہودیت کو شکست دینے کا گُر ۲۷۳

مسلمانوں کو نصیحت کہ اصحاب کہف کی تفاصیل میں جانے کی ضرورت نہیں ۴۳۹

قرآن کریم کی موجودگی سے مغرور نہ ہونے کی نصیحت ۴۹

مسلمانوں کو سمندری سفروں کے لیے توجہ دلانا ۲۶۴

مفتریوں کا کامیاب نہ ہونا ایک ثابت شدہ حقیقت ۲۶۴

مسلمانوں کو اس طرف توجہ نہیں ۲۵۵

مسلمانوں کو سمجھ لینا چاہیئے کہ عالمگیر عذاب سے پہلے انتباہات بھی ضرور دکھائے جائیں گے ۲۵۴

مسلمانوں کو نصیحت کہ وہ یہ کبھی خیال نہ کریں کہ آسمانی معجزات کبھی بند ہو سکتے ہیں ۳۵۴

مسیح موعودؑ نیز دیکھئے احمدی اور مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام

وَاٰخَرِیْنَ سے مراد مسیح موعودؑ کی بعثت ہے ۲۹۸

قربِ قیامت سے مراد مسیح موعودؑ کا زمانہ ۲۷۹

مثیلِ ذوالقرنین ۵۰۸

ذوالقرنین کہلانے کی وجہ ۴۹۴

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مسیح موعودؑ اور ذوالقرنین کے فارسی الاصل ہونے میں مشابہت ۴۹۴

اس زمانہ کے مامور (مسیح موعودؑ) نے قرآن کریم کی تفسیروں کو حشو و زوائد سے پاک کرکے قرآن کو اصل صورت میں پیش کیا ہے ۲۰

آپ کے نزدیک یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ میں روح سے مُراد انسانی روح ہے ۴۸۱

مسیح موعود علیہ السّلام کی اتباع کی برکت ۲۰

آپ کے خلاف ایسے امور کو بطور اعتراض پیش کیا جاتا ہے جو سب انبیاء میں پائے جاتے ہیں ۲۰۲

قربِ قیامت یعنی مسیح موعودؑ کے زمانہ میں تکذیبِ قرآن کی وجہ سے ایک سخت عذاب کی پیشگوئی ۲۷۹

معاہدہ / معاہدات

مسلمانوں کو معاہدات کی پابندی کی نصیحت ۲۳۱

معاہدات کی پابندی قومی اتحاد کے قیام کیلئے اشد ضروری ہے ۲۲۹

بین الاقوامی معاہدات کے متعلق اسلام کی تعلیم ۲۳۰

معاہدات توڑنے کے نقصانات ۲۳۲

یہود و نصاریٰ مسلمانوں سے بار بار معاہدات کریں گے اور بار بار توڑیں گے ۴۸۳

معاہدہ وارسائی ۲۳۰

معراج نیز دیکھئے اِسراء

معراج دو ہوئے ہیں ایک معراج نبوت کے ملنے کے ساتھ ہی ہوا ہے ۲۸۴

معراج کا واقعہ شمولِ شہ نبوی سے پہلے ہو چکا تھا ۲۸۳

معراج کا واقعہ اور ہے اور بیت المقدس کی طرف جانے کا واقعہ (اسراء) بالکل اور ہے ۲۸۴

معراج اور اسراء کے واقعات خلط ملط ہو گئے ہیں ۲۸۷

معراج اور اسراء کے الگ الگ ہونے کی واقعاتی شہادتیں ۲۸۵

حدیثِ معراج میں وہی حالات بیان ہوئے ہیں جو سورۃ نجم میں آئے ہیں ۲۸۰، ۲۸۱

بیت المقدس میں انبیاء کی امامت ۲۸۷

معراج میں سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچنا ۲۸۱

معراج میں رُؤیتِ باری تعالیٰ ۲۸۱

پانچ نمازوں کی فرضیت معراج میں ہوئی ۲۸۴

معراج کے بعض مشاہدات کی تعبیر ۲۹۰

معراج میں شرعی نبوت کی بنیاد پڑی ہے ۲۸۴

بنی اسرائیل کی روایات کے مطابق موسیٰ علیہ السّلام کو بھی معراج ہوا تھا ۴۶۷

کفار اور یہود کا معراج پر اعتراض ۳۸۹

مقامِ محمود

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقامِ محمود ۴۷۵

ملکِ یمین

ملکِ یمین میں نوکر مزارع اور مزدور شامل ہیں ۲۰۰

ملکیت

اسلام کا قانونِ ملکیت ۱۹۹

اسلام نہ تو بے قید شخصی ملکیت کا قائل ہے نہ غیر محدود جماعتی تصرف کا ۲۰۰

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

منہاجِ نبوت

کسی مدعی نبوت کے دعویٰ کو پرکھنے کا آسان طریق یہ ہے کہ اس کے دعویٰ کو منہاجِ نبوت کے طریق پر پرکھا جائے ۲۲

موعظۂ حسنہ

موعظۂ حسنہ کی حقیقت ۲۷۳

مومن

مومنوں کی ثابت قدمی ۳۷۱

مومن کبھی خود بشارت پاتا ہے کبھی اس کے متعلق دوسروں کو الہاماً خبر دی جاتی ہے ۸۶

ملائکہ کو مومنوں سے محبت اور اُنس ہو جاتا ہے ۸۲

مومن کی نیت خدا تعالیٰ کا حصول ہوتی ہے ۳۷۹

مومن کے لیے دنیاوی فتوحات کی غرض ۳۰۹

مومن دنیا میں پڑ کر بھی دین کی طرف سے غافل نہیں ہوتا ۲۳۶

مومن کبھی خدا کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتا ۸۷

مومن بڑے سے بڑا کام کر کے متکبر نہیں ہوتا بلکہ اپنے کاموں کو اللہ کی طرف منسوب کرتا ہے ۵۰۶

مومن کی عبادت اسے متکبر نہیں بناتی ۴۰۰

ہر مومن کو دین کے معاملہ میں غیرت پیدا کرنی چاہیئے ۸۷

مومنوں کی اولاد کو جنت میں ان کے ساتھ رکھا جائے گا ۲۶۷

مومنوں کو سونے کے کنگنے اور ریشم پہنانے سے مُراد ۴۴۶

مہدی

آنحضرتؐ کے مقامِ محمود سے ظہورِ مہدی بھی مُراد ہے ۳۷۵

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کا وارث ہونے کی وجہ سے مہدی کہلائے گا ۴۹۴

اصحاب کہف مہدی کے مرید ہیں (حدیث) کی تشریح ۴۴۲

مہدی کے ذوالقرنین کہلائے جانے کی وجہ ۴۹۴

مہمان نوازی

مسافر کو تین دن کی ضیافت کا حق ۴۲۳

مہمان نوازی ایک نیک فعل ہے ۹۴

مہمانوں کی تذلیل گناہ ہے ۹۶

اگر مہمان نوازی کا رواج ہو تو مسافرت دور ہو جائے ۴۲۳

حضرت ابراہیم کی مہمان نوازی ۸۶

ن

نامۂ اعمال

نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دینے کا مطلب ۳۶۷

نباتات

انسان کی خدمت کے لیے نباتات ۱۲۶

نباتات پر اجرامِ فلکی کے اثرات ۱۲۹

نبوت

نبوت کا مقصد

انبیاء کی بعثت کا مقصد ۱۲۶، ۱۸۹، ۳۴۲

سچا علم نبوت سے حاصل ہوتا ہے ۸۶

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

نبوت کی نعمت جب تک دنیا کو بار بار نہ ملے
انسان کا قدم ترقی کی طرف نہیں بڑھ سکتا ۱۹۹
نبیوں کی وحی بنی نوع انسان کے فائدہ کیلئے
ہوتی ہے اور اس کے پھیلانے کا حکم دیا جاتا
ہے ۱۲۵
نبوت کے بغیر دنیا کبھی اپنے حقوق کو برقرار
نہیں رکھ سکتی ۱۹۹
نبی کی آمد سے انسانی حقوق کی حفاظت ۱۲۲
نبی کے ذریعہ قوم کو وحدت کی رسی میں پرو دیا
جاتا ہے ۵۰
انبیاء کی بعثت کے ذریعہ بنی نوع انسان میں
پھر سے مساوات قائم کی جاتی ہے ۱۹۸
نبی کے ذریعہ نسلی امتیاز کے نظام کو توڑ دیا جاتا
ہے ۱۲۲

ضرورت

نبوت کی عملی ضرورت ۱۹۹
اللہ تعالیٰ کو خالق ماننے والے کا حق نہیں کہ
وہ نبیوں کی ضرورت کا انکار کرے ۱۳۵
قومی ترقی کے لیے نبی آنے کی ضرورت ۱۲۲
ایک نبی بھی نہیں جو بے وقعیا بلا ضرورت
آیا ہو ۳۱

نبی کب آتا ہے

نبی تب آتا ہے جب لوگ پہلی تعلیموں کو جو سچی
تھیں مسخ کر دیتے ہیں ۱۲۱
نبی تبھی اس دنیا میں آتے ہیں جبکہ اس وقت
کے لوگ فسق و فجور میں مبتلا ہوتے ہیں ۴۵

خصائص

گو نبوت وہبی ہے مگر یہ وہب ایک کسب
کے ساتھ وابستہ ہے ۱۲۶
امرِ نبوت کو بھی رد کر سکتے ہیں ۱۲۵
نبیوں میں مرتبہ کا تفاوت پایا جاتا ہے ۱۴
انبیاء کے زمانہ میں تقدیرِ خاص جاری ہوتی
ہے ۷۲
نبی کی بعثت اور موت دونوں اہم امور
ہوتے ہیں ۴۱
سچے نبی کی شناخت کا سہل ترین طریقہ منہاج
نبوت کے مطابق مدعی کے دعوی کو پرکھنا ہے ۲۳
انبیاء کے غلبہ کی علامات میں شہب کا گرنا ۳۰
انبیاء کا کشف دوسرے لوگوں کے کشف سے
زیادہ لطیف ہوتا ہے ۲۹۳
ہر ایک نبی کا کلام اس کی شان کے مطابق ہوگا ۱۰۷
ہر نبی کا ایک معین کام تھا جو اس کے بغیر کوئی
نہیں کر سکتا تھا ۳۱
ہر نبی کے کلام کی حفاظت کی جاتی ہے ۲۱
نبی کی بستی کو ام القریٰ قرار دیا جاتا ہے ۹
آج تک ایک بھی نبی نہیں جو ذو مشرک ہو ۱۲۶
آج تک کوئی نبی دنیا میں ایسا نہیں گزرا جو
اوّل العمر تک پہنچا ہو ۱۹۰

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

قیامت کے دن انبیاء کو شفاعت کا اذن ۲۱۴، ۲۱۵

انبیاء کی شہادت سے مُراد اُن کا نمونہ ہے ۲۰۵

نبی کو ایک وقت بحث و مباحثہ کی اجازت ہوتی ہے لیکن حجت تمام ہو چکنے کے بعد اسے بحث و مباحثہ سے روک دیا جاتا ہے ۱۰۹

نبی اپنی طاقت سے نہیں بلکہ اللہ تعالےٰ کی طاقت سے کام کرتا ہے ۲۵

نبی کی سب عظمت کلامِ الٰہی کی وجہ سے ہوتی ہے ۲۰۲

نبی کا شرف فوجوں اور سامانوں سے نہیں ہوتا بلکہ اس کی دولت یہی وحی ہوتی ہے اور اس کے ذریعہ سے وہ فتح پاتا ہے ۱۰۰

آدم اور انبیاء سے فتح مراد نہیں ہے ۷۰

ہر نبی کلامِ الٰہی کے پہنچنے کا عملی نمونہ ہوتا ہے ۲۱۵

کلامِ الٰہی کی ضرورت کے ثبوت میں انبیاء کا وجود ۲۲۹

انبیاء کی پیشگوئیاں قیامت کی دلیل کے طور پر پیش کی گئی ہیں ۱۶۹

ہر نبی کو بعض خدائی باتیں بتائی جاتی ہیں جو درحقیقت مشروط ہوتی ہیں ۲۳۸

ہر نبی اپنی تعلیم سے دوسرے نبی کی خبر دیتا ہے ۱۴۸

نبی کے خیالات اس کی قوم کے خیالات سے مختلف کیوں ہوتے ہیں؟ ۱۲۶

ہر نبی نظامِ روحانی کے لیے زینت کا موجب ہے ۳۱

انبیاء کا وجود ستاروں کی طرح ہے کہ ان کے مقام سے انسان روحانی سیر میں راستہ پاتا ہے ۱۴۸

انبیاء کو ظاہری شہابِ ثاقب سے تشبیہ دینے کا مطلب ۳۲، ۳۶

سماءِ دنیا سے مُراد نبی کی مجلس ہے ۴۰

نبیوں کو الہامات میں خدا تعالیٰ کے بیٹے کہنے کا مطلب ۲۰۲

نبیوں کے ذریعہ ہونے والے اجتماع کو بھی حشر کہا جاتا ہے ۵۰

کوئی نبی بعثت کے بعد اپنی قوم سے لمبے عرصہ کے لیے الگ نہیں ہوا ۴۶۰، ۴۶۰

یہ خیال کہ شیطان نبی کی زبان پر بھی بعض الفاظ جاری کر دیتا ہے درست نہیں ۴۳

صفات

انبیاء باوجود نیک اور عاشقِ الٰہی ہونے کے خدا کا قرب تلاش کرتے ہیں ۲۵۳

انبیاء خدا کے حضور عجز و انکسار سے دعا کرتے ہیں ۲۵۲

انبیاء کی خلوتِ رحمانی کا مقام ۹۰

خدا کے نبی بدی کے قریب بھی نہیں جاتے ۳۶۹

نبی کبھی کسی کی تباہی پر خوش نہیں ہوتا ۱۱۲

کوئی نبی ایسا پیش نہیں کیا جا سکتا جس نے جبر سے کام لیا ہو ۱۶۳

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

انبیاء نے بکثرت تبلیغی سفر کیے ہیں ۴۶۸

تعلیم

نبیوں کی تعلیم جزئیات میں مختلف رہی ہے مگر ایک ہی اصل سب کی تعلیم میں کارفرما تھا کہ اللہ لیک ہے ۱۲۷

انبیاء کی تعلیم اور انسانی فلسفہ میں فرق ۱۴۸

ہر نبی کی تعلیم میں بدصحبت سے بچنے کا حکم ہے ۱۶۴

انبیاء کی اعلیٰ تعلیمات کو لوگ اپنی تعلیمات ظاہر کرنے کی ہمیشہ کوشش کرتے ہیں ۳۲

نبوت کی اقسام

مستقل نبی امورِ روحانیہ میں دوسرے شخص کی پیروی نہیں کرتا ۴۷۹

شرعی انبیاء کو لازماً حکومت عطا کی جاتی ہے ۲۳

معراج میں آنحضرتؐ کی شرعی نبوت کی بنیاد پڑی ہے ۲۹۴

غیر تشریعی انبیاء کو فوری حکومت کا ملنا ضروری نہیں ۲۲

اُمتِ محمدیہ میں تابع کی ضرورت اور بعثت ۳۵،۳۳

جھوٹے مدعیانِ نبوت کا سدِ باب ۱۷۱

ہر قوم میں نبی ہوئے ہیں

ابوالبشر آدم سب سے پہلا نبی تھا ۲۵۹

اللہ تعالیٰ نے ہر قوم میں نبی مبعوث فرمائے ہیں ۲۳۹، ۲۶۰، ۲۱۴

نبی کی قوم سے مُراد کسی خاص نسل کے لوگ یا کسی خاص ملک کے باشندے ۶۸

آنحضرتؐ سے پہلے جو نبی گزرے ہیں وہ صرف اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتے تھے۔ آنحضرتؐ بلا استثناء تمام اقوام کی طرف مبعوث ہوئے ۶۹

خدا تعالیٰ کی نبوت و رسالت تمام قوموں میں جاری ہے ۲۷۰

قیامت کے دن ہر قوم کا نبی سامنے لایا جائیگا ۲۱۴

نبوت جاری ہے

نبوت کا سلسلہ قیامت تک چلے گا ۷۷

پہلے مذاہب میں انبیاء کی بعثت بند ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان کی کتب الٰہیہ نہیں ہیں ۳۵

نبوتِ محمدیہ

پہلے انبیاء کے بعد آنحضرتؐ کی کیا ضرورت تھی ۱۲۰

تمام انبیاء نے آنحضرتؐ کی طرف اپنی قوموں کی رہنمائی کی ہے ۱۴۸

دوسرے انبیاء کی نبوتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بطور ارہاص کے تھیں ۳۰

آنحضرتؐ واحد نبی ہیں جن کو اُسوۂ حسنہ قرار دیا گیا ہے ۳۰۶

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نظامِ نبوت کیلئے بطور مرکز کے ہیں ۳۰

نبوت پر ایمان

ہر نبی کا ماننا ضروری ہے ۱۲۶

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ایک نبی کا انکار تمام نبیوں کا انکار قرار دیا گیا ہے ۱۰۴

نئے نبی کے انکار سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ پہلے نبی پر ایمان محض رسمی اور ورثہ کا ایمان تھا ۳۹۰

بصیرت اور پاکیزہ فطرت کی مدد سے نبی پر ایمان لایا جاتا ہے ۱۹۹

انبیاء کے متبعین

ہر نبی نے اپنے وجود اور اپنے تابعین کے وجود سے کلامِ الٰہی کی برتری اور تاثیر کو ثابت کیا ہے ۳۱

نبی کے اتباع پیشگوئیوں میں اسی کے وجود میں شامل سمجھے جاتے ہیں ۲۹۷

تمام انبیاء اور انکے اتباع مسِ شیطان اور اس کے تصرف سے محفوظ ہیں ۳۱، ۳۲۰

اس گروہ کا ذکر جو نبیوں کے طفیل صداقت پا کر شیطان سے محفوظ ہو جاتا ہے ۸۱

انبیاء کے دشمن

ہر نبی کے زمانہ میں انسانوں، شیطانوں اور جنوں کو چھوڑ رکھنا الٰہی مشیت ہے ۴۰

نبی کے دشمنوں کا شغل ۴۴

سب نبیوں کے دشمنوں نے ان سے استہزاء کیا ۲۳، ۲۵

شیطانی لوگ انبیاء کے خلاف جتھے بھی بناتے ہیں ۳۶۲

ہر نبی کے الہام کو اس کے مخالف بگاڑ کر پیش کرتے ہیں ۳۳

زمانۂ نبوت سے دور ہو جانے والی قوم کے حالات ۱۹۸

دشمنوں پر عذاب

ہر نبی کے دشمن ہلاک ہوتے چلے آئے ہیں ۱۶۵

نبی کے مخالفین کے سرداروں کے نام کو مٹا دیا جاتا ہے اور انبیاء کے ذکر کو اجمالاً یا تفصیلاً قائم رکھا جاتا ہے ۷۷

نبی کے مخالفوں کو ڈھیل ضرور ملتی ہے لیکن ہمیشہ کے لیے نہیں ۹

نبی وقت کو ماننے والی بگڑی ہوئی قوم اپنی ہیئتِ سیاسی و قومی تبدیل کیے بغیر خدا سے صلح کر سکتی ہے ۴۹۲

شیطان کی ہلاکت کا موجب وقت کا نبی ہوتا ہے یا وہ نبی جس کی نبوت زندہ ہو ۳۳

کوئی نبی نہیں آتا کہ اس کے ذریعہ سے ایک قوم کی ہلاکت اور دوسری قوم کی ترقی کی خبر نہ دی گئی ہو ۱۲۶

ایک نئے نبی کے آنے سے پہلے قوم سے نیکی اور عبادت چھین لی جاتی ہے ۴۷۲

نبی یا تابع جب تک ظاہر ہو کر لوگوں کو ہوشیار نہ کرے وسیع علاقے پر عذاب نازل نہیں ہوتا ۳۱۵

نبی کی بعثت کے بعد اس کے مخاطبین کی سب بستیاں عذاب کی مستحق ہو جاتی ہیں ۸

انبیاء پر اعتراضات

نبیوں پر ہمیشہ متضاد اعتراضات ہوتے چلے آئے ہیں ۱۲۹

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

انبیاء کے بشر رسول ہونے کے اعتراض کا
جواب ۳۹۰
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف ایسے امور
کو بطور اعتراض پیش کیا جاتا ہے جو سب انبیاء میں
پائے جاتے ہیں ۲۷۲
نسخ (نیز دیکھئے قرآن مجید)
قرآن کریم ہمیشہ نسخ سے محفوظ رہے گا ۲۲
تاریخ سے ایک آیت بھی ایسی ثابت نہیں جسے
بدل کر اس کی دوسری آیت رکھی گئی ہو ۲۳۷
آیت اِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا
عُوْقِبْتُمْ بِهٖ کے منسوخ ہونے کی کوئی
وجہ نہیں ۲۶۴
نسخ آیات کے ایک لطیف معنی ۲۲۹
نسلی امتیاز
نبی کی آمد سے نسلی امتیاز کے نظام کو توڑ
دیا جاتا ہے ۱۲۲
نشان
آسمانی معجزات اور نشانات کبھی بند نہیں ہوں گے ۳۵۴
عذاب سے پہلے نشانات کا بھیجنا ضروری ہے ۳۵۵
اللہ تعالیٰ کے نشان ایک پہلو امتحان کا بھی رکھتے
ہیں ۳۵۶
نشانات کو دیکھنے کے باوجود ان سے فائدہ نہ
اٹھانے کی وجہ خشیت اللہ کی کمی ہے ۲۶
حضرت موسیٰ کے نو نشانات کی تفصیل ۲۹۵
یورپ والوں کو نشانات کی طرف بالکل توجہ
نہیں وہ انہیں بیوقوفوں کے توہمات سمجھتے ہیں ۴۶۴
نُصرتِ الٰہی
نُصرتِ الٰہی کی دو اقسام ۳۱۹
نصیحت
موعظہ حسنہ سے مُراد ۲۰۳
واعظوں، استادوں اور مربیوں کے لیے
خصوصی نصیحت ۳۹۳
مسلمانوں کو نصیحت کہ آسمانی معجزات کے
متعلق یہ خیال نہ کریں کہ وہ کبھی بند ہو سکتے ہیں ۳۵۴
مسلمانوں کو حضرت داؤدؑ کا واقعہ یاد رکھنے
کی نصیحت ۳۵۱
مسلمانوں کو بنی اسرائیل کے حالات سے سبق
لینے کی نصیحت ۲۹۹
مسلمانوں کو نصیحت کہ جب تم کو بادشاہت ملے
تو ابراہیمؑ کی طرح تمام ترقیات کو خدائی دین ہوئی
نعمتیں اور امانتیں سمجھنا اور غرور نہ کرنا ۲۶۹
مسلمانوں کو معاہدات کی پابندی کی نصیحت ۲۳۱
مسلمانوں کو قومی غداری سے بچنے کی نصیحت ۲۳۳
صبر دکھانے اور جلد بازی سے بچنے کی نصیحت ۲۰۴
مسلمانوں کو نصیحت کہ گائے کا گوشت ہندوؤں
کے سامنے نہ کھایا کریں ۲۶۴
جماعت احمدیہ اور مسلمانوں کو بغض و کینہ سے
بچنے کی نصیحت ۱۳

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

نظام

کامل تربیت ایک نظام کو چاہتی ہے ۱۱۳

دیہات اور قصبوں کے نظام کی بنیاد ۳۲۲

نیا نظام اور نئی دنیا آدم اور فرشتوں کے ذریعہ بنائے جاتے ہیں ۴۶۱

روحانی نظام کا جزو بننے سے ہی انسان ہلاکت سے بچ سکتا ہے ۱۰۸

ظاہری اور روحانی نظام میں مماثلت و مشابہت ۲۹، ۳۰

نظامِ کائنات

ساری کائنات پر ایک ہی قانون جاری ہے ۱۸۰، ۳۴۳

نظامِ کائنات خدا تعالیٰ کی وحدانیت کی دلیل ہے ۱۵۳

نظامِ کائنات قیامت کی بھی دلیل ہے اور نبیوں کی کامیابی اور ان کے دشمنوں کی ناکامی کی بھی ۱۰۰، ۱۰۸

روحانی نظام کی نظامِ شمسی سے مشابہت ۳۰

الہامی زبان میں خاندانی یا مذہبی نظام کو نظامِ شمسی سے مشابہت دی جاتی ہے ۳۱

نفخ

انبیاء کے نفخِ روح سے مُراد نزولِ الہام ہے ۷۷

بنو آدم کے نفخِ روح سے مُراد نفسِ ناطقہ کی تکمیل ہے ۷۷

نماز (نیز دیکھئے عبادت)

پانچ نمازوں کی فرضیت معراج میں ہوئی ۲۸۴

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز باجماعت پبلک میں کئی سال بعد شروع کی ہے ۴۱

صحیح نماز یہ ہے کہ تو گویا خدا تعالیٰ کو دیکھ رہا ہو یا کم از کم یہ یقین ہو کہ خدا تعالیٰ مجھے دیکھ رہا ہے ۲۷۴

نماز میں تلاوتِ قرآن پر خاص زور ہونا چاہیئے ۲۷۴

سجدہ میں مومن کی قلبی کیفیت ۴۰۰

نماز پڑھنے کے متعلق ایک ان پڑھ مزدور کو الہام ۱۴

آیت اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ میں پانچ نمازوں کے اوقات کا بیان ۲۷۳

نمازِ فجر میں دن اور رات کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں ۲۷۴

تہجد کی نماز سے پہلے سونا ضروری ہے ۲۷۴

"میرا تو یہ عقیدہ ہے کہ انسان ایک نماز بھی چھوڑ دے تو وہ نمازی نہیں کہلا سکتا"
(مصلح موعود) ۲۷۵

نہر

تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ کی حقیقت ۱۶۱

نیّت

ہر انسان اپنی اپنی نیّت کے مطابق جزاء پائیگا ۳۹۲

مومن کی نیّت خدا تعالیٰ کا حصول ہوتی ہے ۳۷۹

ہدایت پانے کے لیے نیک نیّتی ضروری ہے ۱۵۹

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بین الاقوامی معاہدات نیک نیتی پر مبنی ہونے چاہئیں ۲۳۰

نیکی

انسان کی تمام قوتیں نیکی کے لیے پیدا کی گئی ہیں ۴۶۰
توحید کا مسئلہ نیکیوں کیلئے بطور ایک بیج کے ہے ۳۲۰
نیکی کے حصول کا طبعی طریق ۲۲۳
دنیا میں بدی نیکی کے مقابلہ میں بہت کم ہے ۳۶۰
نیکی کے کسی مقام پر کھڑا نہیں ہونا چاہیئے ۲۱۹

نیوگ

آریوں میں نیوگ کی تعلیم ۱۷۳

و

والدین

والدین سے حسن سلوک کا حکم اور اس کا فلسفہ ۳۲۱
والدین کی خدمت کا موقع پاکر بھی جس کے گناہ نہ بخشے جائیں اس پر لعنت ہو (حدیث) ۳۲۱، ۳۲۲
ان کے لیے دعا کرتے رہنے کی تلقین ۳۲۳
والدین کے وجود سے اللہ کے وجود پر شہادت ۳۲۱

وحدت

نبی کے ذریعہ قوم میں وحدت پیدا ہوتی ہے ۵۰
آنحضرتؐ کے ذریعہ وحدت کا قیام ۵۰

وحی نیز دیکھئے الہام

وحی کی ضرورت

وحی الٰہی کی ضرورت ۱۲۲
وحی الٰہی کی ضرورت کے متعلق ایک مثال ۱۹۳
وحی الٰہی کا انکار انسان کو سزا کا مستحق بنا دیتا ہے ۸۵
ہر انسان صاحبِ وحی ہو سکتا ہے ۱۹۶
انسانوں میں سے مَورِدِ وحی ایک سے نہیں ہوتے ۱۹۵

وحی کی برکات

وحی کی برکات ۲۱۸
نبی کا شرف فوجوں اور سامانوں سے نہیں ہوتا بلکہ اسکی دولت اس کی وحی ہوتی ہے اور اس کے ذریعہ سے وہ فتح پاتا ہے ۱۰۱
وحی سے بُعد کے نتائج ۱۲۲

وحیٔ نبوت

وحیٔ نبوت کے خواص ۱۲۶
وحیٔ نبوت صرف موحد بندوں پر نازل ہوتی ہے ۱۲۶
قرآن کریم جس وحی پر مشتمل ہے اس کی دوسری الہامی کتب سے خصوصیت ۳۶
تمام وحی رسول) تک وحیٔ الٰہی محفوظ پہنچتی ہے ۴۲
اللہ تعالیٰ جن لوگوں کو وحی کے کام پر مقرر کرتا ہے ان کی عقلوں کی صحت کا بھی ضامن ہوتا ہے ۱۹۰
ہر نبی کی وحی اسکی قوم کیلئے شقاء کا موجب ہوتی ہے ۱۹۶
آنحضرتؐ پر صلصلۃ الجرس کی طرح وحی کا نزول ۵۱
رسول کریمؐ قرآن مجید کے متعلق جو کچھ فرماتے تھے وحی الٰہی کے مطابق فرماتے تھے ۲۱۹

وحی کی اقسام

وحی کی دو اقسام ۱۲۵

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جو وحی انسان کے اپنے نفس کے لیے ہوتی ہے اس کو ظاہر کرنے کا حکم نہیں دیا جاتا ۱۲۵

وحیٔ خفی

وحیٔ خفی ۱۹۶

تمام کارخانۂ کائنات وحیٔ الٰہی پر چل رہا ہے ۱۱۹، ۱۲۲، ۱۹۴

سائنس دانوں اور موجدوں کو وحی ۱۹۴

وحی سے مُراد استعدادِ باطنی اور جبلّت INSTINCT ۱۹۴

انسانی کوشش دنیوی امور میں بمنزلۂ دُعا کے ہے اور اس کے نتیجہ میں انسان کے ذہن میں جو تدبیر آتی ہے وہ بھی وحی ہے ۱۹۶

جانور بھی وحی کے محتاج ہیں ۱۹۶

شہد کی مکھی کی طرف وحی ۱۲۲، ۱۹۳

وحی جاری ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی ۱۹۴

وعدہ

وعدہ کی خبر ضرور پوری ہوتی ہے مگر قوم کے پوری فرمانبرداری نہ دکھانے سے تاخیر میں پڑ سکتی ہے ۲۳۸

وعدا لأخِرَۃِ سے مُراد مسیح موعودؑ کی بعثت ۳۹۸

وعد الأخِرَۃِ سے مُراد مسلمانوں پر آنیوالا دوسرا عذاب ۳۹۷

وعید

وعید ٹل سکتی ہے اور اس کا ٹلنا جھوٹ نہیں بلکہ کرم اور احسان کہلاتا ہے ۲۲۸

ولی (تکوینی)

ہر وہ شخص ولی ہے جو کسی کی وراثت کا حقدار ہو اور ایسے شخص کو بھی ولی کہتے ہیں جس کو خود کوئی شخص اپنا ولی مقرر کرے ۳۳۰

مقتول کا ولی قاتل کو معاف کر سکتا ہے ۳۳۰

مقتول کا ولی حکومت کے پاس شکایت کر کے انصاف حاصل کر سکتا ہے ۳۳۰

ولایت کا حق حکومت کی طرف منتقل ہو سکتا ہے ۳۳۱

مقتول کا ولی اگر شرارت سے قاتل کو معاف بھی کر دے تو حکومت سزا جاری کر سکتی ہے ۳۳۰

وید ۱۷

ویدوں کو یاد کرنیوالے چھوڑ ان کے معنی جاننے والے بھی شاذ ہیں ۲

وید جس زبان میں نازل ہوئے ہیں وہ زبان محفوظ نہیں رہی ۱۹

وید کتاب کامل ہونے کے لحاظ سے محفوظ نہیں ۱۹

ہ

ہجرت

ہجرت کے معنی

ترکِ وطن کر کے ایسی جگہ جانا جہاں دین کی خدمت کرنے میں آزادی ہو ۱۶۹

ہجرت کی فرضیت

مومن کو اس وقت تک ہجرت نہیں کرنی چاہیئے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جب تک لوگ اس حد تک مجبور نہ کریں کہ دین پر عمل وہاں ناممکن ہو جائے ۱۷۰

خدا کیلئے ہجرت

حدیث میں آیا ہے کہ ہجرتیں کئی قسم کی ہیں مال کی خاطر بیوی کی خاطر اور خدا کی خاطر ۱۶۹

اللہ تعالیٰ کی خاطر ہجرت کرنا ایک بڑی نیکی ہے ۱۷۱

آنحضرتؐ اور صحابہؓ کی مکہ سے ہجرت کلی طور پر اللہ تعالیٰ کے لیے تھی ۱۶۹

آنحضرتؐ اور آپ کے صحابہؓ کی مکہ سے ہجرت کفار کی سازش کا مقصود نہیں تھا ۳۷۰

ہجرت کے فوائد

ہجرت سے تو مولسلک کے بعث کا آغاز ہوتا ہے ۱۲۱

کامل ترقی کیلئے مومنوں اور کافروں کو جدا کرنا ضروری ہے ۱۲۱

ہجرت مدینہ اللہ تعالیٰ کی سبوحیت کا اظہار کرنے والی تھی ۲۹۴

ہجرت کے نتیجہ میں معمولی تاجر اور اونٹ پالنے والے دُنیا کے بادشاہ بن گئے ۱۷۰

ہجرت کے سفر نے اسلام کا مستقبل جو دنیا کی نگاہ سے پوشیدہ تھا شاندار طور پر ظاہر کر دیا ۲۹۵

ہجرت کی پیشگوئی

اسراء کے کشف کی ایک تعبیر مدینہ کی طرف ہجرت کرنا تھی ۲۹۴، ۳۷۷

سورۃ نحل (مکی) میں ہجرت کا ذکر صاف لفظوں میں آتا ہے ۱۲۴

آنحضرتؐ کی ہجرت کی طرف ایک باریک اشارہ ۱۱۳

رجب ۷ نبوی میں حبشہ کی طرف صحابہؓ کی ہجرت ۲۸۲

حضرت عمرؓ اور بعض صحابہؓ کی مدینہ کی طرف ہجرت ۱۷۰

حضرت لوطؑ اور حضرت ابراہیمؑ عراق سے ہجرت کرکے کنعان آئے تھے ۸۶

تحریکِ ہجرت

ہندوستان کی تحریکِ ہجرت ۲۲۵

ہدایت

ہدایت کا کام اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے ۱۳۴

ہدایت کے معاملہ میں سوائے اللہ کے کوئی نصرت نہیں دیتا ۱۶۵

اگر اللہ تعالیٰ ہدایت نہ بھیجے تو وہ غفور و رحیم نہیں رہتا ۱۴۹

ہدایت مجسم قرآن ہے جو اللہ اور بندے کے درمیان صحیح تعلق کو قائم کرتا ہے ۲۴۱

توحید اور آسمانی ہدایت کی ضرورت ۲۰۱

انسانی ہدایت کیلئے ضروری امور ۱۴۹

الہام کے بغیر انسان ہدایت کے تلاش کرنے میں بڑی بڑی غلطیاں کرتا ہے ۱۸۴

ہدایت پانے کیلئے نیک نیتی ضروری ہے ۱۵۹

ہدایت توجہ سے ملتی ہے ۱۶۵

جو دوسروں کو گمراہ کرتا ہے اسے اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا ۱۶۵

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

علم الارواح کے ماہرین دنیا کو ہدایت نہیں دے سکتے ۳۹۴
یہود کے ہدایت سے محروم رہنے کی وجہ ۴۷۸

ہندو مذہب

عقاید کا تضاد ۳۴۱
یوگا اور علم الارواح ۳۸۴
غیر مرئی مخلوق کے متعلق ہندوؤں کے عقاید ۵۸
ہندو قوم جنات کا مقام شمال میں بتاتی ہے ۶۴
ہندو لٹریچر میں خیر و شر کی قوتوں کا ذکر مکالمہ کی صورت میں کیا گیا ہے ۷۴
ایک ہندو ممبر اسمبلی کا اعتراف کہ ہندو مذہب میں شادی کا مفصل قانون موجود نہیں ۶

ی

یاجوج و ماجوج ۴۰۴

قومیت

بائیبل میں شمالی علاقہ کے لوگوں کو یاجوج و ماجوج کہا گیا ہے ۴۹۹
یاجوج و ماجوج شمالی ایشیا اور مشرقی یورپ کی اقوام جو ایشیا پر حملہ آور رہتی تھیں ۴۹۳
یاجوج و ماجوج خورس کے برسر اقتدار آنے سے پہلے فارس کے ایک علاقے پر قابض تھے ۵۰۱

مذہب

یاجوج و ماجوج مسیحیت کے اس دور کا نام ہے جب وہ اپنی قومی ہیئت تبدیل کیے بغیر نیک بننے کی قابلیت سے محروم ہو چکے ہوں گے ۴۹۳
یاجوج و ماجوج اور دجال ایک ہی مذہب ماننے والوں کے نام ہیں ۴۹۴
دجال اور یاجوج و ماجوج سے مُراد مسیحی فتنہ ہے ۴۰۸، ۵۱۱
ان کے فتنہ کا جزو اعظم بندوں کو خدائی صفات دینا ہے ۴۹۵

ذوالقرنین سے تعلق

یاجوج و ماجوج سے ذوالقرنین کا تعلق ۴۹۲
درّہ دربند میں واقع دیوار ہی یاجوج و ماجوج کی دیوار ہے ۴۹۹
ایشیا اور شرق میں آنے کی شدید خواہش کے موجبات ۴۹۲
ان کی پیدائش کا باعث ایک فارسی النسل انسان بنا ۴۹۲
ان کی علیحدہ قومی اور سیاسی بنیاد کا باعث ذوالقرنین کے اقدامات ہوئے ۴۹۲
ان کی ترقی کا دور سن ہجری سے ایک ہزار سال بعد قریباً ۱۹۱۱ء سے شروع ہوا ۵۰۸

انجام

ان کے متعلق حدیث میں لَا یَدَانِ لِاَحَدٍ بِقِتَالِھِمْ کہ ان سے لڑنے کی کسی کو طاقت نہ ہوگی ان کا مقابلہ اللہ ہی کی طرف سے ہوگا ۴۵۴
مغربی مسیحی اقوام کا مقابلہ صرف وہ شخص کر سکے گا جسے اللہ تعالےٰ اپنی مشیت سے کھڑا کریگا ۴۳۹

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ان کے زمانہ میں جو اشاعتِ کفر ہوگی اس کا
مقابلہ ایک فارسی مرد کرے گا ۴۹۳، ۴۹۴
غیر معمولی ترقی اور پھر تباہی کا ذکر ۵۰۷
الہامی کُتب کی رو سے یاجوج و ماجوج کا انجام ۵۰۸
خدائی عذاب کے نتیجہ میں انکا قتہ کیا جائیگا ۴۰۸
ان کے متعلق مقدر تھا کہ یہ سمندر کے ذریعہ سے
دنیا میں پھیلیں گی ۵۰۶، ۵۰۷

یتیم

یتامیٰ کے حقوق ۳۳۲
یتامیٰ کے اموال کی حفاظت احسان نہیں بلکہ
اسلامی نظام کا ایک حصہ ہے ۳۳۲
اسلام میں یتامیٰ کیلئے کورٹ آف وارڈز
مقرر کرنے کا حکم ۳۳۱

یوگا ۳۸۴

یوگا کا ردّ ۳۸۵

یوم البعث

یوم بعث سے مُراد حشرِ اجساد نہیں بلکہ بعثتِ
روحانی ہے ۱۷۷
یوم بعث سے مُراد انبیاء کی کامیابی کا دَور ۷۸
حضرت عیسیٰؑ کا اقرار کہ وہ یوم البعث کے متعلق
علم نہیں رکھتے ۱۵۱

یوم جزاء

یوم جزاء کی ضرورت ۲۰۵

یونانی (قوم) ۴۹۷

یہودیت

تاریخ

حضرت داؤدؑ کے بعد اشوری قوم سے شکست
کھائی ۳۰۲
یہود پر بابلیوں کی چڑھائی کی وجہ ۳۰۳
خورس (سائرس) شاہِ فارس کے ذریعہ بنی اسرائیل
کی بابلیوں سے آزادی ۳۰۴
خورس کا استقبال ۴۹۷
۵۳۸ء میں ٹائٹس رومی کے ہاتھوں یہود کی
حکومت کا خاتمہ ۳۰۵
۱۳۵ء میں یہود کی ناکام بغاوت ۳۰۵

عقاید

یہودِ مدینہ کے عقاید ۳۸۴، ۳۸۵
یہود کا ایسینی فرقہ اور اس کے عقاید ۳۸۴
جب یہود میں نبوت بند ہوگئی تو وہ جھوٹے
تصوّف کی طرف راغب ہوگئے ۳۸۲
یہود میں فرشتوں اور شیاطین کا عقیدہ ۵۹
یہود کا عقیدہ تھا کہ جن شمالی علاقوں میں بستے ہیں ۶۴
یہود کے نزدیک روحانی علوم کی دو قسمیں ۳۸۲
یہود کا عقیدہ تھا کہ ارواح سے تعلق پیدا کر کے
غیب کے علوم حاصل کیے جا سکتے ہیں ۳۸۲
یہود میں جادو کا رواج ۳۸۲
یہود کی اکثریت بعث بعد الموت کی منکر تھی ۳۹۳
یہود کے بچے گائے بکری کی چربی ممنوع قرار
دی گئی تھی ۲۶۶

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

یہود کی دو تباہیاں

یہود کے لیے دو بغاوتیں مقدر تھیں ایک حضرت داؤدؑ کے زمانہ میں دوسری بغاوت مسیحؑ کے زمانہ میں ۴۰۷

یہود پر دو عذاب ایک حضرت داؤدؑ کے بعد اور ایک حضرت عیسیٰؑ کے بعد ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۵۰

بنی اسرائیل کی دو تباہیاں بخت نصر شاہ بابل اور ٹائٹس رومی کے ہاتھوں ۳۰۵، ۲۹۷

یہود کے ملعون ہونیکی وجوہات

یہود کو قرآن کریم میں شجرۂ ملعونہ قرار دیا گیا ہے ۳۵۸

یہود جب تک کلام الٰہی سے وابستہ رہے ترقی کرتے رہے ۳۹۲

حضرت موسیٰؑ کی چالیس روزہ غیر حاضری میں بچھڑے کو معبود بنا لینا ۴۶۷

یہود کی نافرمانی کے نتیجہ میں خدائی وعدہ میں تاخیر ۲۳۸

یہود کی تباہی کا سبب سبت کی بے حرمتی تھا ۲۷۱، ۳۰۲

یہود کے ہدایت سے محروم رہنے کی ایک وجہ انکی کثرت سے سوال کی عادت تھی ۴۷۸

یہود میں ابلیسی تکبر ۳۵۹

یہودی کہتے تھے کہ حضرت عیسیٰؑ پر جن سوار ہے ۱۲

یہود حضرت مسیحؑ کے معجزات کو بعل کی طرف منسوب کرتے تھے ۳۸۲

یہود اور اسلام

یہود مدینہ کی سازش ۳۹۶

یہود کا آنحضرتؐ سے عدم تعاون ۴۸۵

آنحضرتؐ پر ایمان نہ لانے کی ایک وجہ ۷۴

اسلام کی یہود لعب سے رکنے کی تعلیمات پر اعتراضات ۴۸۳

قومی اور دینی مقاصد کیلئے چندوں پر یہود کا اعتراض ۴۸۰

سلسلہ محمدیہ کے اجراء پر بنی اسرائیل کی عبادت خدا تعالیٰ کے حضور مقبول نہ رہے گی ۴۷۲

حضرت عمرؓ سے ایک یہودی کا کہنا کہ قرآن مجید کی ایک آیت اگر ہماری کتاب میں اترتی تو ہم عید مناتے ۶

یہود کو سب سے زیادہ امن اسلامی ممالک میں ملتا ہے ۳۵۸

یہود کو تفقین کہ اب عزت صرف اسلام میں داخل ہونے سے مل سکے گی ۲۷۱

اللہ تعالیٰ نے یہود کو اسلام کے ذریعہ سے دوبارہ ترقی کا موقعہ دیا ہے ۳۰۶

یہودیت اور عیسائیت کو شکست دینے کا گر ۲۷۳

یہود کے ایماء پر اہل مکہ کے تین سوالات کرنیکی روایات عقلاً و نقلاً مجروح ہیں ۴۰۴، ۴۰۵

یہود مسلمانوں کو مرتد کرنا چاہتے تھے ۷۹

نصیبین کے رہنے والے یہود آنحضرتؐ پر ایمان لائے تھے ۶۶

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ابتداء میں مدینہ کے یہود کی مسلمانوں سے صلح ۴۸۱
خیبر کی جنگ کے بعد یہود کا عرب سے صفایا
ہوگیا ۴۸۰

یہود کے متعلق پیشگوئیاں

سورۃ بنی اسرائیل میں یہود کی دو تباہیوں کا ذکر ۴۷۸
یہود کی تباہی کا ذکر تورات میں ۴۹۹
یہود کی دوسری تباہی کے متعلق حضرت موسیٰ
کی پیشگوئی ۵۰۵
حزقیل نبی کا یہود کو انذار ۵۰۲
یہود کی پہلی تباہی کے بعد نجات کی خبر بائیبل میں ۵۰۴
یہود کے دنیا میں دو دفعہ عظیم فساد برپا کرنے
کی خبر ۴۹۹
یہود کو آخری زمانہ میں ارضِ مقدس میں
دوبارہ جمع کرنے کی پیشگوئی ۴۹۷
یہود کو نشانات دکھانے کا وعدہ ۴۹۶
یہود کے ہمیشہ اسلام کی مخالفت کرنے کی
پیشگوئی ۴۵۸
یہود و نصاریٰ مسلمانوں سے بار بار معاہدات
کریں گے اور بار بار توڑ دیں گے ۴۸۳
یہود میں مال کی محبت بڑھنے اور بخل پیدا ہونیکی
پیشگوئی ۴۵۶

یہود کی سازشیں

فلسطین حاصل کرنے کے لیے یہود کی سازش ۴۵۸
روس کے انقلاب میں یہود کا سب سے بڑا
دخل ہے اور روس کے کئی لیڈر یہودی النسل
ہیں ۴۵۹
پہلی اور دوسری جنگِ عظیم یہود کی وجہ سے
ہوئی ۴۵۸

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اسماء

جلد چہارم

آ

آدم علیہ السّلام

۳، ۳۲، ۵۹، ۷۸، ۸۵، ۱۰۵، ۲۵۴، ۲۵۵، ۴۲۵، ۴۶۰

آدم کے انسان کہلانے کی وجہ ۶۶

آدم سے پہلے انسان سطح زمین کی بجائے غاروں میں رہتے تھے ۶۵

آدم اور ان کے ساتھیوں کے علاوہ بھی دنیا میں مخلوق تھی جو آدم کے نظام کے تابع نہ ہونی تھی ۷۵

آدم کی ذرّیت سے مُراد وہ بشر جنہوں نے آدم کے پیش کردہ نظام کو قبول کیا ۶۶

آدم کو جس جنّت میں رکھا گیا تھا وہ حقیقی جنّت نہ تھی ۷۴

آدم اور ابلیس کے واقعہ کی حقیقت کو ظاہر کرنے کے لیے مکالمہ کا رنگ دیا گیا ہے ۷۴

فرشتوں کے لیے آدم کا سجدہ کرنے سے مُراد اس کی اطاعت اور اس سے تعاون ۷۲

آپ پہلے انسان تھے جنہوں نے اخلاقی اور تمدنی کمال حاصل کیا اور آپ پر الہام نازل ہوا ۶۹

آپ سب سے پہلے نبی تھے ۳۵۹

آدمؑ اور دوسرے انبیاء کے نفخِ روح سے مُراد نزولِ الہام ہے ۷۷

معراج میں آنحضرتؐ کو آدمؑ سے ملایا گیا ۲۸۹، ۲۹۰

قربِ قیامت یعنی مسیح موعودؑ کے زمانہ میں ابلیس اور فرشتوں کی روحانی جنگ میں آدمؑ کے متبعین کو غلبہ دیا جائے گا ۲۷۹

آدمؑ سے مُراد نبیٔ وقت ۷۲

حشرِ اجساد کا مسئلہ کلّی طور پر آدم کی پیدائش کے ساتھ وابستہ ہے ۵۵

قرآن کریم خلقِ آدم کے ذکر کے ساتھ بعث بعد الموت کا عموماً ذکر کرتا ہے ۵۴

آدم بن ابی ایاس ۲۴۲

آرنلڈ ARNOLD ۲۴۳

آلیور لاج۔ سر SIR OLIVER LODGE ۳۸۴

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ا

ابراہیم علیہ السّلام ۳، ۸۹، ۱۷۱، ۲۱۰، ۴۵۶
آپؑ عربی قبائل میں سے تھے اور عراق ان کا مولد تھا ۳
اہلِ مکّہ کے جدِ امجد تھے ۱۲۳
اہلِ مکّہ اپنے آپ کو حضرت ابراہیمؑ کی ذرّیت سمجھتے تھے ۸۵
حضرت لوطؑ حضرت ابراہیمؑ کے رشتہ دار تھے ۱۰۵
قرآن کریم میں ہمیشہ حضرت ابراہیمؑ کے ذکر سے حضرت لوطؑ کا ذکر شروع کیا جاتا ہے ۸۵
مدین قوم آپ کی نسل سے تھی ۱۰۱
آپ کی تیسری بیوی کی اولاد ۱۰۲
آپ کے ہاں ایک صاحبِ علم بیٹے کی بشارت ۸۶
آپ کی نیک صفات کا قرآن کریم میں ذکر ۲۶۸
آپ کی غیرتِ ایمانی ۸۷
آپ بہت نرم دل تھے ۸۶
آپ کی مہمان نوازی ۸۷
آپ زبردست قوتِ مقاومت رکھتے تھے ۲۶۹
آپ نے جبر سے کام نہیں لیا ۱۶۳
قرآن کریم میں آپ کو اُمّۃً کہنے کا مطلب ۲۶۸
آپ کو دنیوی ترقیات بھی ملیں اور دینی بھی ۲۶۹
مسلمانوں کو ابراہیمؑ کے طریق پر چلنے کی نصیحت ۲۷۰
آپ کے پاس آنے والے مہمان انسان تھے نہ کہ فرشتے ۸۷، ۸۸
یہ امر قابلِ تعجب نہیں کہ حضرت لوطؑ اور حضرت ابراہیمؑ کی نسبت ان لوگوں میں سے کسی کو الہام ہوا ہو جو آپ کے پاس آئے تھے ۸۶
قومِ لوط کے عذاب سے بچنے کیلئے آپ کی دُعا ۹۲
ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا کی تفسیر ۸۲
معراج میں آنحضرتؐ کی آپ سے ملاقات ۲۸۹
اسراء میں آنحضرتؐ کو سلام کرنے کی وجہ ۴۹۰

اَبرَہَہ

ابرہہ کی شکست ۲۱۰، ۲۵۰
ابنِ ابی حاتم ۴۲، ۲۶۱، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۷، ۴۱۹
ابنِ ابی شیبہ ۴۱۹
ابنِ ابی عطیہ ۴۲۰
ابنِ ابی کبشہ ۳۷
ابنِ اسحاق ۱۱۶، ۲۹۳، ۴۲۴
ابنِ جبیر ۲۴۲
ابنِ جریر ۹۷، ۲۸۱، ۲۹۳
ابنِ حیّان
آپ کے نزدیک جنّات سے مُراد انسان ہیں ۷۰
ابنِ زبیر رضی اللہ عنہ ۴۰۳
ابنِ سعد رضی اللہ عنہ ۲۸۳
ابنِ شہاب (زُہری) ۱۱۷، ۲۸۳
ابنِ صیّاد ۳۸۴
ابنِ عباس رضی اللہ عنہ ۳۸، ۵۲، ۵۸، ۷۵، ۹۷، ۱۱۹، ۲۴۲، ۲۶۱، ۲۷۷، ۲۸۶، ۴۰۳، ۴۰۵، ۴۱۹، ۴۲۰

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

آپ کے نزدیک سبع مثانی سے مُراد سورۃ فاتحہ ہے ۱۱۰
آپ فرماتے ہیں کہ میں نے اصحاب کہف کی ہڈیاں
ملک دیکھی ہیں ۴۴۲
آپ نے موسیٰؑ کے واقعہ میں کنز کی تعبیر علم کی ہے ۴۶۸
ابنِ العربی محی الدین علیہ الرحمۃ
آپ کے نزدیک اسراء دو دفعہ ہُوا ہے ۲۸۹
جنوں کے متعلق آپ کا قول ۶۰
ابنِ عرفہ ۱۱۴
ابنِ عساکر ۲۸۱
ابنِ عطیہ ۱۱۰
ابنِ عمر رضی اللہ عنہ ۲۶۱، ۳۸۷
ابنِ کثیر ۲۹۰
ابنِ ماجہ ۳۸۷
ابنِ مردویہ ۲۷۷، ۲۸۱، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۹۱، ۳۸۷
ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ ۲۵۲، ۳۸۷
آپ کے نزدیک سبع مثانی سے مُراد سورۂ فاتحہ
ہے ۱۱۰
ابنِ مقفع ۳۵۲
ابنُ المنذر ۲۸۱، ۴۱۹، ۴۲۴
ابن ناطور ۳۷
ابنِ ہشام ۱۵
ابو احمد العسکری ۵۱
ابو الاَسْوَد الدُّؤلی
علم نحو کے ابتدائی عالم ۱۹
ابو البقاء ۵۲
ابُوبکر رضی اللہ عنہ ۵۰، ۵۱، ۴۶۰، ۴۸۲
آپ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے اور دین کے
بے ایک مُدبر پہلوان تھے ۲۹۶
آپ کے تقویٰ، عقل، فہم، حسنِ انتظام، ایثار اور
قربانی کا ذکر ۲۱
آپ کی تصدیق کہ آنحضرتؐ پر صبح شام آسمان
سے کلام اُترتا ہے ۲۸۶
ہجرت میں آنحضرتؐ کے ساتھ ۲۹۶
آپ کا دنیوی اجر ۱۷۰
ابوبکری صفات کے لوگ ۳۵۶
ابو بکرۃ ۲۱۵
ابوجہل ۵۰، ۵۱، ۶۶، ۷۵، ۱۰۰۰، ۲۰۵
آنحضرتؐ سے مرعوب ہونا ۲۰۴
جنگِ بدر کے موقعہ پر ابوجہل کی خُدا سے دُعا ۱۸۱
ابو حنیفہ (امام رحمۃ اللہ علیہ)
آپ نے فرمایا ہے اگر کسی میں ننانوے وجوہِ کفر ہوں
اور ایک وجہ ایمانی ہو تو اس کو کافر مت کہو ۳۳۵
جنوں کے متعلق آپ کا عقیدہ ۶۰
ابو حیان مصنف بحرِ محیط ۵۳، ۱۰۴، ۱۱۰، ۴۲۰
ابو خیثمہ رضی اللہ عنہ
آپ کا شوقِ جہاد ۱۶۸، ۱۶۹
ابو الدرداء رضی اللہ عنہ ۴۰۹
ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ ۲۸۵
ابو سعید خُدری رضی اللہ عنہ ۲۸۱

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ابوسفیان رضی اللہ عنہ
آپ کی زوجہ ہندہ کی فتح مکہ کے موقع پر بیعت ۳۴۲
ابوطالب ۲۸۳، ۲۸۴
کفار کے وفد کا ابوطالب کے پاس آنا ۳۷۰
ابوالعاص
آنحضرتؐ کے داماد تھے ۹۸
ابوالعباس احمد بن حسین (وزیر دولتِ عباسیہ) ۷۳
ابوعبداللہ رازی ۴
ابوعبید ۱۹۰
ابوعبیدہ ۵۸
ابوفراس (ادیب) ۷۳
ابوفکیہ ۲۴۲
ابولہب
ابولہب کے دو بیٹے عتبہ اور عتیبہ دونوں
آنحضرتؐ کی بیٹیوں سے منسوب تھے ۹۸
ابولہب کی بیوی کا بے بنیاد قصہ ۳۴۴
ابومحمد یزیدی ۷۳
ابومنصور ثعالبی (امام لغت) ۷۳
ابونصر قشیری
آپ کے نزدیک اسراء دو دفعہ ہوا ۲۸۹
ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ۱۱۰، ۱۱۱، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۹۵، ۳۱۵
ابویعلیٰ ۸۱
ابیداع
مدیان بن ابراہیم کا بیٹا ۱۰۲
اپسرا
سمندری ارواح (ہندومت) ۵۸
احمد بن حسین - (ابوالعباس (وزیر دولتِ عباسیہ) ۷۳
احمد بن حنبل (امام علیہ الرحمۃ) ۴۰۹
اسباق
قنورہ کے بطن سے حضرت ابراہیمؑ کا بیٹا ۱۰۲
اسحاق علیہ السلام ۴۸۴، ۴۹۰
غلامٌ علیمٌ کے الفاظ میں آپ کی نبوت
کی بشارت ۸۶
اسمٰعیل علیہ السلام ۱۷۱، ۴۸۴، ۴۹۰
اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا ۲۸۲
اسود بن عبد یغوث (رئیس مکہ) ۱۱۶
اسود بن المطلب (رئیس مکہ) ۱۱۶
اسوری
دوان بن یقسان بن ابراہیم کا بیٹا ۱۰۲
اشرز - آرچ بشپ ARCHBISHOP USHERS ۴۴۰
افلاطون ۵۸
الگزینڈر سوٹر (ایم اے بی ایل ڈی)
ALEXENDER SOOTER M.A.L.L.D.
مصنف
THE TEXT & CANNON
OI THE NEW TESTAMENT ۲۵۱
الیاس علیہ السلام ۱۴
الیاقیم ELIAKIM ۳۰۳
ام سلمہ رضی اللہ عنہا ۲۸۳، ۲۸۶
ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا ۲۶۰

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اُمِّ کلثوم
آنحضرتؐ کی صاحبزادی جو عتیبہ بن ابی لہب سے
بیاہی ہوئی تھیں ۹۸

اُمِّ ھانی بنت ابی طالب۔ رضی اللہ عنہا ۲۸۶
اسراء کی رات آنحضرتؐ اُمِّ ہانی کے گھر تھے
۲۸۳، ۲۸۴
آپ واقعۂ اسراء کی واحد گواہ ہیں ۲۸۵

امر سنگھ راجہ (جموں) ۳۳۸

امیر تیمور ۲۱۰

انس بن مالک رضی اللہ عنہ
۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷،
۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۵، ۳۰۳، ۴۰۳

انکسن (ماہر علم الارواح) ۳۸۶

اَوس (مدینہ کا انصاری قبیلہ) ۴۸۴

اوسہ بن ربیع ۲۴۲

اہرمزد
زردشتیوں کے نزدیک نیکی کا خدا ۵۸

اہرمن
زردشتیوں کے نزدیک بدی کا خدا ۵۸

ایڈوِلیس ۴۲۰

ایڈیسن EDISON
ایڈیسن کا اعتراف کہ اس کی ساری ایجادات
ایک فوری خیال کے نتیجہ میں ہوئی ہیں ۱۹۴

اینی بیسنٹ مسز
تھیوسافیکل سوسائٹیوں کی بانی ۳۸۳، ۳۸۵، ۳۸۴

اَیوب علیہ السّلام ۷۴

ب

بُحیرہ راہب ۲۴۳

بخت نصر شاہ بابل (نیز دیکھئے نبوکد نضر) ۳۹۷

برٹن
مصنف گولڈ ماسنز آف مدین
GOLD MINES OF MADIAN ۱۰۱

البزّار ۲۸۱

بشیر الدین محمود احمد المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانیؓ
"اللہ تعالیٰ کے فضل سے میں کشوف کے متعلق
خود صاحبِ تجربہ ہوں" ۲۹۴
حضرت مصلح موعودؓ کا آسمانی علوم حاصل ہونے پر
خدا تعالیٰ کا شکریہ اور ازدیادِ علم کے لیے دعا ۴۹۰
اللہ تعالیٰ کے فضل سے میرا دعویٰ ہے کہ اس
مامور کی اتباع کی برکت سے کسی علم کا متبع
خواہ قرآن کریم کے کسی مسئلہ پر حملہ کرے میں
اس کا معقول اور مدلّل جواب دے سکتا ہوں ۲۰
آپ کے دل میں ڈالا جانا کہ بسم اللہ ہر ایک
سورۃ کی کنجی ہے ۵۴
مجھے ایک روز بطور القاء بتایا گیا تھا کہ سورۂ بقرہ
کی کنجی یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ
وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ ہے ۵۴
سورۃ کہف کے بارہ میں خدا تعالیٰ کی طرف
سے علم کا دیا جانا ۴۰۷
اصحابِ کہف کے متعلق آپ کی تحقیق ۴۲۲

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ذوالقرنین کے متعلق آپ کی تحقیق ۴۹۵
جنات کے بارہ میں ذاتی تجربہ ۷۰
رنگوں کی تاثیرات کے متعلق حضور کا ایک تجربہ ۱۴۱
ذکرِ الٰہی کے موضوع پر تقریر ۳۹۴
۱۹۲۴ء میں انگلستان جاتے ہوئے روم میں
کیتھا کومبز کو خود دیکھنا ۴۲۵
طوطے کے شکار کے متعلق آپ کو حضرت مسیح موعودؑ کی نصیحت ۲۶۲
آپ کا ایک دلچسپ واقعہ ۲۴۸
"اس (موسیٰؑ) کے کشف کا خضر میرا محمدؐ ہی ہے جس
کے ساتھ چلنے کی موسیٰ علیہ السلام کو طاقت نہ تھی" ۴۰۰
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شدید محبت کا اظہار
درود اور دعا کی شکل میں ۹۸
حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی بلندیٔ درجات
کے لیے دعا اور ان سے قرآن کریم پڑھنے کا ذکر ۳۲۸
"میرا تو یہ عقیدہ ہے کہ جو شخص ایک نماز بھی چھوڑ
دے وہ نمازی نہیں کہلا سکتا" ۳۷۵

بَعل

یہود حضرت مسیحؑ کے معجزات کو بَعل کی طرف
منسوب کرتے تھے ۳۸۲

بَعل زبو ۳۸۲

بعل زبوب ۳۸۲

بعلزبول ۳۸۲

بلعام ۲۴۲

بلعم (باعور) ۴۲

بنجمن سکاٹ BENJIMAN SCOTT

مصنف THE CATACOMBS AT ROME

۴۲۵، ۴۲۶

بنی اسرائیل نیز دیکھئے یہود

بنی اسرائیل میں حفظ کا رواج کم تھا اور تحریر کا رواج
زیادہ تھا ۲
بنی اسرائیل کی تاریخ کا ایک دور حضرت موسیٰؑ سے
حضرت عیسیٰؑ تک ہے ۲۷۷
بنی اسرائیل کی نافرمانی کی وجہ سے خدائی وعدہ
میں تاخیر ۲۳۸
حضرت موسیٰؑ سے عدم تعاون ۴۸۵
بنی اسرائیل اور آنحضرتؐ کے صحابہؓ کا موازنہ ۴۷۷
قرآن کریم میں بنی اسرائیل پر حضرت داؤدؑ اور حضرت
عیسیٰؑ کی زبان سے لعنت ۳۵۸
حضرت یرمیاہ (۶۰۰ ق م) کے ذریعہ انتباہ ۳۰۲
بنی اسرائیل پر دو عذابوں کا ذکر ۳۰۲
بنی اسرائیل کے دنیا میں دو دفعہ عظیم فساد کا
مرتکب ہونے کی خبر ۲۹۹
بنی اسرائیل کی کامل تباہی کے بعد ترقی کی اُمید
قرآن کریم کے ذریعہ سے ہی ممکن ہے ۳۰۶

بنو اسحاق (نیز دیکھئے بنی اسرائیل)

یہود کے نزدیک صرف بنو اسحاق ہی ابراہیمی
برکات کے وارث ہیں ۳۵۹

بنو اسمٰعیل ۱۰۵

بائبل سے معلوم ہوتا ہے کہ مدیان قوم بنو اسمٰعیل میں جذب
ہو گئی تھی ۱۰۲

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

یہود کے نزدیک بنو اسماعیل گویا محروم الارث ہیں ۳۵۹
بنی اسرائیل نے بنو اسماعیل کو حقیر سمجھنے کی وجہ
سے انہیں اپنے فضلوں سے محروم کر دیا ۴۰۸
بنو اسماعیل کی طرف الٰہی برکات کی منتقلی ۴۰۹
بنو تمیم ۱۰۱
بنو حنیفہ
یہ لوگ عیسائی تھے اور صلح حدیبیہ کے بعد مسلمان
ہوئے بمسیلمہ کذاب انہی میں سے تھا ۴۰۶
بنو قتورہ
حضرت ابراہیمؑ کی تیسری بیوی کی اولاد ۱۰۲
بنو قریظہ (مدینہ کا یہودی قبیلہ) ۱۱۱، ۱۱۲
بنو قینقاع (مدینہ کا یہودی قبیلہ)
مسلمانوں سے اختلاف کرنے کی وجہ ۴۸۱
بنو نضیر (مدینہ کا یہودی قبیلہ) ۱۱۱، ۱۱۲
بہاء اللہ (بانی بہائیت) ۲۲۱
بہاء اللہ نے خدائی کا دعویٰ کب سے ۴۹۵
بہائیوں کے نزدیک بہاء اللہ خدا کا محبوب ہے ۱۵۷
الوہیت کا مدعی تھا لیکن اپنے فریب ہونے کا دعویٰ
رو کر اپنی کمزوری کا اقرار کیا ہے ۱۲۵
بہاء اللہ پر فارسی الاصل ہونے کی پیشگوئی
چسپاں نہ ہونے کی وجوہات ۴۹۵
بیضاوی (علامہ مصنف تفسیر بیضاوی) ۴۴۹
بیہقی ۲۴۲، ۲۸۱، ۲۹۳، ۲۹۷، ۲۱۹

پ

پرتاپ سنگھ (مہاراجہ جموں) ۳۳۰
پریڈیا ڈاکٹر
مصنف سواخ محمدؐ ۲۴۳
پطرس ST. PETER حواری مسیح علیہ السلام ۴۲۶
آپ کے جواب سے مسیح کا خوش ہونا ۴۷۷
پطرس کا روم جانا ثابت ہے ۴۲۴
روم میں پھانسی دیا جانا ۴۲۳
آپ کی ہڈیاں ۲۵۸ء میں کیتھا کومبز میں منتقل
کی گئیں ۴۲۳
پولوس ST. PAUL ۱۲، ۴۲۵

ت

تندوسیس THEODOSIUS
رومی بادشاہ ۴۲۳
تیمور ۲۱۰
تھیوڈوسیس THEODOSIUS ۴۲۳
تھیوڈیسیس شاہ روم
اس کے وقت میں عیسائیوں کو امن حاصل ہو گیا ۴۲۴

ٹ

ٹائٹس TITUS
رومی جرنیل وسپیسین کا بیٹا جس نے یروشلم کو
۷۰ء میں تباہ کیا ۳۰۵، ۳۹۷
ٹیسیٹس TACITUS
رومی مؤرخ ۴۲۵

ث

ثعالبی (ابو منصور مصنف فقہ اللغۃ) ۷۳

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ج

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ
۱۱۹، ۲۶۱، ۲۸۹، ۲۹۳

جاراللہ (زمخشری)
مصنف تفسیر کشاف ۴۰۴، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۵۳

جبائی ۷۰

جبر
ایک غلام جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس نے
آنحضرتؐ کو انجیل پڑھائی اور وہی آپ کو قرآن
کے مضامین بتاتا تھا ۲۴۲، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۵۱، ۲۵۳

جبریل علیہ السلام
۱۱۶، ۲۹۰، ۲۹۶، ۳۰۵، ۳۴۰، ۳۴۳
معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
جبریل کا جانا ۲۸۹

جلال الدین السیوطی ۲۴۲

جلال الدین شمس (جماعت احمدیہ کے جید عالم)
آپ کا لندن یونیورسٹی میں موجود یہودی کتب سے
موسیٰ کے معراج کا واقعہ کا نکالنا ۳۰۵

جمبلیکس ۴۲۰

جنید بغدادی علیہ الرحمۃ
آپ کی وفات پر ایک مجذوب کے آپکی مدح
میں اشعار ۱۰۵

جوزیفس یہودی مؤرخ JOSIPUS ۲۹۴
ان کے نزدیک SETHIANS قبائل یاجوج
ماجوج ہیں ۴۹۹

جیروم JEROME ۴۹۹

جیرون (سینٹ) ST JERONE ۴۲۰

چ

چاسر (انگریز ادیب) CHAUCER ۱۹

ح

حافظ روشن علی رضی اللہ عنہ ۲۴۸

حذیفہ ۲۹۶

حرث بن طلاطلہ (رئیس مکہ) ۱۱۶

حرث بن غیطلہ ۱۱۶

حرث بن قیس ۱۱۶

حریری ۴۴۹

حزقیل (نبی)
[illegible] ۳۰۲

حسن ۱۱۹

حسن بصری علیہ الرحمۃ ۳۹

حسین رضی اللہ عنہ
آپ نے اپنی زندگی میں کوئی دعویٰ خدائی کا نہیں
کیا ۱۹۳

حلیمہ (سعدیہ)
حضرت حلیمہ کے ہاں قیام کے دوران آنحضرتؐ
سے ایک واقعہ کا پیش آنا ۱۲

حمزہ رضی اللہ عنہ ۱۱۹
کفار نے غزوہ احد میں آپ کا مثلہ کیا ۲۷۵

حوا علیہا السلام ۵۹

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

حنوک

میان بن ابراہیم کا بیٹا ۱۰۲

حورام ابی

صور کا ایک نجیبہ جس نے حضرت سلیمانؑ کے پاس

تعمیرات کے کام کی نگرانی کی ۶۵

حوفرا HOPHRA

فرعونِ مصر ۳۰۲

خ

خالد بن الولید رضی اللہ عنہ

آنحضرتؐ کی دعاؤں سے مسلمان ہوئے ۲۰۵

خدیجہ رضی اللہ عنہا ۲۴۳، ۲۴۰، ۲۱۴

پہلی وحی کے وقت آپ کا آنحضرتؐ کو تسلی دینا ۲۰۴

خزرج (انصاری قبیلہ) ۴۹۲

خضر علیہ السلام

موسیٰ علیہ السلام کی خضر علیہ السلام سے ملاقات

کی روایات ۴۶۶

اس کشف کا خضر میرا محمد ہی ہے جس کے ساتھ چلنے

کی موسیٰ علیہ السلام کو طاقت نہ تھی (مصلح موعودؓ) ۴۰۰

خلیفہ رشید الدین ۴۲۲

خورس۔ شاہ فارس و میدیا

(نیز دیکھئے سائرس اور ذوالقرنین) ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۵

زرتشتی مذہب کا پیرو تھا ۵۰۲

فارس کا واحد بادشاہ جس کی نیکی اور تقویٰ کا ذکر انبیاء

کے کلام میں ملتا ہے اور جو صاحبِ الہام تھا

۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۰، ۴۹۱

خورس کی نیکی اور انصاف ۴۹۶، ۴۹۷

خورس بہت نرم دل اور مفتوح قوم سے محبت

کا سلوک کرنے والا تھا ۵۰۲

بائیبل میں خورس کے صاحبِ الہام ہونے کا ذکر ۴۹۶

پہلی خوابیں دیکھا تھا ۴۹۰

بابلیوں کو شکست دے کر بنی اسرائیل کو آزاد کرانا ۳۰۴

خورس کی فتوحات ۴۹۸

خورس کا مشرقی سفر افغانستان تک ہوا ۵۰۳

ایران سے شمال جانب بحیرہ کیسپین تک کا سفر ۵۰۴

خورس نے یاجوج و ماجوج کو شکست دی تھی ۴۹۹

د

دارائے اوّل (شاہ فارس)

بعض لوگوں نے ان کو ذوالقرنین قرار دیا ہے

۴۹۵، ۵۰۰

خورس کی دارا کے متعلق ایک خواب ۴۹۰، ۴۹۱

داؤد علیہ السلام ۲۱۳، ۲۱۴، ۴۰۰

قرآن کریم نے آپ کی پاکیزگی ثابت کی ہے ۲۵۲

آپ کے زمانہ میں بنی اسرائیل کی زبردست

حکومت کی بنیاد پڑی ۳۰۲

آپ کی زبان سے بنی اسرائیل پر لعنت ۳۵۱

آپ کے بعد یہود پر عذاب کا آنا ۳۵۰

آپ کے عہد میں اسرائیل میں غیر ملکیوں کی مردم

شماری ۶۵

مسلمانوں کو حضرت داؤدؑ کا واقعہ یاد رکھنے کی نصیحت ۳۵۱

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

دانیال علیہ السّلام ۴۰۵
آپ کی ایک خواب میں ذوالقرنین کا ذکر ۴۹۱
دقیانوس (ایک ظالم بادشاہ)
اسے ہی دقیس اور دسیس DECIUS
کہا جاتا ہے اس نے مسیحیوں کے خلاف سخت
قوانین بنائے تھے ۴۱۸
دقیس ۴۱۹ ۴۲۰
دقیوس DECIUS
جو عربوں میں دقیانوس کے نام سے مشہور ہے ۴۱۸، ۴۲۳
دَوَان
یقسان بن ابراہیم کا بیٹا ۱۰۲
اَلدَّوعا
مدیان بن ابراہیم کا بیٹا ۱۰۲
دیانند پنڈت بانی آریہ سماج ۳۷۰
دیلمی ۴۰۲

ڈ

ڈارون DARWIN
ڈارون کا نظریۂ ارتقاء اور قرآن کریم ۵۲
ڈایومیسیئس بشپ
جس نے ۲۵۰ء میں پطرس کے روم میں صلیب
دیئے جانے کا واقعہ لکھا ہے ۴۲۳
ڈیسیئس DECIUS
(زمانہ حکومت ۲۴۹ – ۲۵۱)
اس نے مسیحیوں کے خلاف سخت قانون پاس
کیے تھے ۴۲۴، ۴۲۶

ڈینوفین مؤرخ
مصنف HISTORIANS HISTORY OF THE WORLD ۴۹۶

ذ

ذوالقرنین ۳۸۱، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۵
حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے نزدیک ذوالقرنین
سے مُراد فارس اور میڈیا کا کوئی بادشاہ تھا جو آپ
کے خیال کے مطابق کیقباد تھا ۴۹۱
ذوالقرنین کے متعلق حضرت مصلح موعودؓ کی تحقیق ۴۹۵
ذوالقرنین سے مُراد خورس CYRUS
شاہ فارس ہے ۴۹۵
قرآن کریم میں مذکور علامات ۴۹۵
ذوالقرنین کا واقعہ مسیحی قوم کی ترقی کے دوسرے
دور کی خبر دینے کے لیے بیان کیا گیا ہے ۴۹۲
ذوالقرنین کا مشرقی سفر ۵۰۳
ذوالقرنین کا مغربی سفر ۵۰۲
فارس سے شمال کی طرف سفر ۵۰۴
یاجوج و ماجوج سے ذوالقرنین کا تعلق ۴۹۳
آپ نے اس جگہ دیوار بنائی جہاں یاجوج و ماجوج
حملہ کیا کرتے تھے ۴۹۵، ۵۰۵، ۵۰۶
آپ نے شمالی ایشیا اور مشرقی یورپ کی اقوام
کو ایشیا پر حملہ آور ہونے سے روک دیا جس کے
نتیجہ میں وہ یورپ میں پھیلنی شروع ہوئیں ۴۹۳
یاجوج و ماجوج کی علیحدہ قومی اور سیاسی بنیاد کا
باعث ذوالقرنین ہوا ۴۹۳

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

یاجوج وماجوج کی پیدائش کا باعث ایک فارسی
نسل انسان ذوالقرنین بنا ان کے زور کو توڑنے
والا ذوالقرنین بھی فارسی الاصل ہوگا ۴۹۳، ۴۹۴
آخر زمانہ میں ذوالقرنین کے مشابہ ایک مثیل
ذوالقرنین ۵۰۸
مسیح موعودؑ کے ذوالقرنین کہلائے جانے کی وجہ ۴۹۴
ذوالقرنینِ ثانی کے ذریعہ مسلمانوں کی نجات ۴۰۸

ر

رازی امام فخرالدین
مصنف تفسیر کبیر ۲۶۵
الرّاعی (عرب شاعر) ۷۲
رام بھجدت ۔ لالہ آریہ لیڈر ۲۴۸
رام چندر
آپ ذات کے کھتری تھے ۱۸۲، ۳۴۱
رام سنگھ راجہ (جموں) ۳۳۸
راون
راون برہمن تھا ۳۴۱
رشید الدین ڈاکٹر خلیفہ ۴۲۲
رقیہ رضی اللہ عنہا
آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی ۹۸
آپ کی ہجرتِ حبشہ ۲۸۲
روڈ ویل مترجم قرآن ۱۱، ۱۵۰
روشن علی (حافظ) رضی اللہ عنہ ۲۴۸

ز

زبیر رضی اللہ عنہ ۲۷۷
زجاج نحوی ۹۵، ۳۸، ۱۱۰، ۲۴۲
زرتشت علیہ السّلام ۱۷
زہری ابنِ شہاب ۱۱۷، ۲۸۳
زید بن عاصم رضی اللہ عنہ ۲۹۶
زکریا علیہ السّلام ۱۴
زمخشری جاراللہ
مصنف تفسیر کشاف ۴، ۱۴، ۱۸، ۱۹۲، ۲۵۳
زمران
قنورہ کے بطن سے حضرت ابراہیم کا بیٹا ۱۰۲
زینب رضی اللہ عنہا
آنحضرتؐ کی صاحبزادی جو ابوالعاص کی بیوی تھیں ۹۸

س

سائرس CYRUS نیز دیکھئے خورس اور ذوالقرنین
شاہ فارس ۴۹۵، ۴۹۶
سائرس (خورس) شاہ فارس و میڈیا
بابل فتح کرکے بنی اسرائیل کو آزاد کرانا ۳۰۴
سبا
ملکہ سبا ۶۱
سپرینجر مستشرق SPRINGER ۱۵
سٹڈ ۔ ڈبلیو۔ ٹی۔ W.T. STUDD ۳۸۴
سجاح ۱۷۱
سدی ۲۸۳
سرگیس نسطوری پادری ۲۴۳، ۲۴۶

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سعید بن جبیر ۱۱۶

سکندر اعظم

بعض لوگوں کے نزدیک ذوالقرنین سے مراد

سکندر رومی ہے ۴۹۰

سکندر اعظم کی مہمات ۴۹۷، ۵۰۰

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ۲۴۲، ۲۶۰

آپ سے آنحضرتؐ کا فرمانا لو کان الایمان

مُعَلَّقًا بِالثُّرَیَّا لَنَالَہٗ رِجَالٌ مِنْ ھٰؤُلَاءِ ۴۹۴

سلیم القشیری (عرب شاعر) ۵

سلیمان علیہ السلام ۴۱، ۶۹، ۳۰۰، ۳۰۴، ۳۵۱

۳۱۳

قرآن کریم نے آپ کی پاکیزگی ثابت کی ہے ۲۵۲

آپ کے ماتحت کس قسم کے جن تھے

۵۹، ۶۴، ۶۱، ۶۵

آپ کے عہد میں غیر ملکیوں کی مردم شماری ۶۵

سلیمان ندوی سید

اصحاب الایکہ اور اہل مدین کے متعلق آپ کی تحقیق

۱۰۱، ۱۰۲

سندھی۔ علامہ محمد

مصنف مجمع البحار ۶۰

سوٹر ALEXENDER SOOTER M.A.LL.D

ڈاکٹر الگزینڈر سوٹر ۲۵۰

سوخ

قنورہ کے بطن سے حضرت ابراہیم کا بیٹا ۱۰۲

سیبویہ (نحوی) ۵

سیتھینز (قوم) SETHIANS

سیتھینز پر دارا کا حملہ ۵۰۰، ۵۰۱

سیل۔ جارج مترجم قرآن ۱۹۰، ۲۴۳

سیوطی جلال الدین ۲۴۲

ش

شداد بن اوس رضی اللہ عنہ ۲۹۶، ۲۹۹

شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ ۲۵۰

شرکی ربی الیعذر (یہودی)

جنوں کے متعلق عقیدہ ۵۹، ۶۴

شعیب علیہ السلام ۷۹، ۱۰۲

حضرت شعیبؑ کی قوم کا دوسرا نام اصحاب الایکہ

بھی ہے ۱۰۰، ۱۰۱

آپ کی قوم شہری اور بحرانی دو حصوں میں

منقسم تھی ۱۰۱

شیبہ کفار مکہ کا ایک لیڈر ۱۰۰

شیکسپیر انگریز ڈرامہ نویس ۱۹

ص

صالح علیہ السلام

آپ کی قوم کی تباہی کی وجہ ۳۰۲

قوم صالح عرب تھی ۳

صبا

یقسان بن ابراہیم کا بیٹا ۱۰۲

صدقیاہ (شاہ یہودیہ) ZEDEKIAH

جسے بوکہ نضر نے شکست دی ۳۰۲

صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ ۲۹۱

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ط

طبرانی ۲۹۱

طلیحہ بن خویلد اسدی
مدعی نبوت جو حضرت عمرؓ کے زمانہ میں دوبارہ
مسلمان ہوا ۲۵۰

ع

عاص بن وائل سہمی مکہ ۱۱۶

عائش
یعقوب بن عبدالعزیز کا غلام ۲۴۲

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ۲۶۰، ۲۹۶، ۳۵۰
آپ ہوا کو ایک رویا سمجھتی تھیں ۲۹۲

عباس رضی اللہ عنہ ۲۸۶

عباس
خاندان عباسیہ کا جد ۳۰۰

عباس بن حسن ۷۲

عبدالرزاق ۴۱۹

عبداللہ بن ابی سرح کاتب وحی ۲۵۱
عبداللہ کے ارتداد کی پیشگوئی ۲۵۴
اس کا ارتداد دنیوی اغراض کے تحت تھا ۲۵۵

عبداللہ بن ربیعہ ۲۹۲

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ ۲۴۳، ۲۵۰
آپ کے سوا کوئی صحابی عبرانی نہیں جانتا تھا ۲۵۰

عبداللہ بن صباح ۳۵۲

عبداللہ بن صیاد ۳۹۴

عبداللہ بن عباسؓ (نیز دیکھئے ابن عباس) ۳۹، ۲۹۲، ۲۹۶

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ (نیز دیکھئے ابن عمر) ۲۸۳

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نیز دیکھئے ابن مسعود
۲۷۷، ۲۸۶، ۲۸۷، ۴۰۳، ۴۰۴

عبداللہ بن مسلم الحضرمی ۲۴۲

عبد یابن سلوم
حضرت عبداللہ بن سلام کا یہودی نام ۲۴۳

عبد یالیل ۳۷

عتبہ ۱۰۰

عتبہ بن ابی لہب
ابولہب کا بیٹا۔ اس کی نسبت آنحضرتؐ کی ایک بیٹی
سے ہوئی تھی ۵۹

عتیبہ بن ابی لہب
یہ بھی ابولہب کا بیٹا تھا اس کی نسبت بھی آنحضرتؐ
کی ایک بیٹی سے ہوئی تھی ۹۸

عثمان بن عفان خلیفہ ثالث رضی اللہ عنہ ۵۰، ۱۰۴
ہجرت حبشہ ۲۸۲
مصحف عثمانی غیر محرف و غیر مبدل ہے نولدکے ۱۰
آپ کے قتل کے منصوبے ۲۳۰
آپ کے بعد مسلمان اپنے اندرونی دشمن یعنی شمال کی
مسیحی قوام سے غافل ہو گئیں ۴۲۲

عدس ۲۴۲

عمر بن الخطاب خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ
۵۱، ۱۲۰، ۱۷۴، ۲۲۳، ۴۸۲
آپ کا ذہنی اجر ۱۶۰
آنحضرتؐ کا آپ کو مکہ سے مدینہ بھجوانا ۱۲۴

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

آپ کی مدینہ کی طرف ہجرت ۱۷۰
آپ کے تقویٰ۔ عقل و فہم حسنِ انتظام بیشمار
وقربانی کا ذکر ۲۱
آپ کے زمانہ میں فلسطین کا فتح ہونا ۲۹۷
آپ کی خلافت کا ایک واقعہ ۱۰۰
آپ کے نزدیک سبع مثانی سے مُراد سورۃ فاتحہ ہے ۱۱۰
ایک یہودی کا آپ سے کہنا کہ قرآن مجید میں ایک
آیت ہے اگر وہ ہماری کتاب میں اترتی تو ہم
عید مناتے ۶
آنحضرتؐ کا آپ کو ریشمی کپڑا تحفے میں دینا ۴۴۶
حضرت عمرؓ نے عبرانی پڑھنی شروع کی تھی ۲۵۱
آپ نے ابنِ صیاد کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا ۳۰۴
آپ کے زمانہ میں ایک مرتد کا مسلمان ہونا ۱۵۷
عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ
آپ کے وقت سے خطبہ جمعہ میں آیت
اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ بِالْعَدْلِ ....
پڑھی جاتی ہے ۲۲۴
عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ۲۸۲
آپ آنحضرتؐ کی دعاؤں سے مسلمان ہوئے ۳۰۵
عزرا علیہ السّلام
انہیں قرآن کریم میں عُزیر کے نام سے پکارا گیا ہے ۳۰۴
عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ۱۱۶
عُزَیر علیہ السّلام
ان کو یہودی ابن اللہ سمجھتے ہیں ۳۰۴، ۴۰۲
عُزّیٰ کفارِ عرب کی ایک دیوی ۱۸۱
عطاء ۱۱۹
عکرمہ ۱۱۶، ۱۱۹
عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ
آپ آنحضرتؐ کی دعاؤں سے مسلمان ہونے ۳۰۵
فتح مکّہ کے بعد عکرمہ کی حبشہ کی طرف بھاگنے کی
کوشش ۳۶۴
علی بن ابی طالب خلیفہ رابع رضی اللہ عنہ ۱۰۵، ۱۰۴
علم نحو کی ابتداء آپ سے ہوئی ۱۹
آپ کے نزدیک سبع مثانی سے مُراد سورۃ فاتحہ ہے ۱۱۰
قصاص میں آپ کا ایک فیصلہ ۳۳۱
عمّار بن یاسر رضی اللہ عنہ ۲۵۴
حضرت معاویہ سے جنگ ۴۳۰
عیسیٰ بن مریم علیہ السّلام
۳۲، ۶۹، ۱۲۶، ۱۹۱، ۱۹۲، ۲۲۴، ۲۳۶، ۲۹۰
۳۱۴، ۳۹۶، ۴۰۰، ۴۰۷، ۴۱۹، ۴۵۲
آپ موسیٰ سے تیرہ سو سال بعد ہوئے ہیں ۳۹۸
آپ کے زمانہ میں زشت سے شہب کا گرنا ۳۷۰، ۳۷۶
آپ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ آپ یہود کے ایسینی
فرقہ سے تعلق رکھتے تھے ۳۸۴
آپ کے آنے سے موسوی شریعت ختم ہوئی اور
نہ نیا دین جاری ہوا ۴۰۱
آپکو تینتیس سال کی عمر میں صلیب پر لٹکایا گیا ۴۰۵
آپ کا قوم کے ایک حصّہ سے الگ ہو کر دوسرے
حصّہ کی طرف جانا ۴۶۰

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

آپ کے زمانہ تک یہود کی روحانی امراض بہت ترقی کر گئیں تھیں ۳۸۲

یہود حضرت مسیح کے معجزات کو بعل کی طرف منسوب کرتے تھے ۳۸۲

آپ کی قوم کا آپ سے عدم تعاون ۳۸۵

یہودی کہتے تھے کہ حضرت عیسیٰؑ پر جن سوار ہے ۱۲

یہود کے ہاتھوں حضرت عیسیٰؑ کو دکھ دینے کا ذکر ۳۰۵

آپ کی زبان سے بنی اسرائیل پر لعنت ۳۰۲، ۳۵۸

آپ کی قوم کا آپ کو صلیب پر لٹکانا اور پھر قوم کی تباہی ۳۶۲

آپ کے بعد یہود پر عذاب کا آنا ۳۵۰

موجودہ عیسائی آپ کو خدا کا بیٹا سمجھ کر قابلِ پرستش قرار دیتے ہیں ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۶

عیسائی مسیحؑ کو کلمۃ اللہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں ۳۱۲

ابتدائی مسیحی آپ کو صرف نجات دہندہ نبی سمجھتے تھے ۴۲۲، ۴۲۶

مسیح کے حواری اور ان کے شاگرد موحد تھے ۴۱۳

تثلیث بعد میں پیدا ہوا ہے ۴۱۴

خود مسیحؑ عیسائیوں کی مزعومہ الوہیت کے منکر ہیں ۴۱۴

آپ نے اپنی زندگی میں کوئی دعوی خدائی کا نہیں کیا ۱۰۳

خدا کا بیٹا ہونے سے مراد ۲۰۲

مغربی اقوام اب مسیح کو خیالی وجود ثابت کر رہی ہیں ۵۰۸

یہ عقیدہ قابلِ افسوس ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مریمؑ کے سوا کوئی بھی مسِ شیطان سے پاک نہیں ۳۲

آپ کا شکوہ کہ میرے مقام کو کوئی نہیں سمجھا ۴۷۷

آپ کا اقرار کہ میں تورات کو منسوخ کرنے نہیں آیا ۴۷۱

آپ نے دوسری اقوام کو اپنی جماعت میں شامل ہونے کی اجازت نہ دی ۶۸

آپ نے مسیحی قوم کو انگور کا باغ قرار دیا ہے ۴۵۰

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی عمر ایک سو بیس سال تھی ۳۰۵

"اگر موسیٰؑ اور عیسیٰؑ زندہ ہوتے تو وہ بھی میری پیروی کرتے" (حدیث) ۴۷۹

آپ کے آسمان پر جانے کا رد ۳۸۹

آپ کے زندہ ہونے کا رد ۱۵۱

آپ کے عالم الغیب اور خالق ہونے کی تردید ۱۵۱

آپ کا اقرار کہ مجھے یوم البعث کا علم نہیں ۱۵۱

اسراء میں آنحضرتؐ کو آپ کے سلام کرنے کی وجہ ۴۹۰

معراج میں آنحضرتؐ کی آپ سے ملاقات ۳۸۹

موسیٰؑ کے کشف میں نوجوان سے مراد مسیحؑ ہیں ۴۷۱

قرآن کریم میں جہاں کہیں اسلام کی آئندہ ترقی اور عالمگیر تبلیغ کا ذکر ہے وہاں حضرت مسیح علیہ السلام کا ذکر ضرور ہے ۵۴

عیصفہ

عیصان بن ابراہیم کا بیٹا ۱۰۲

غ

غفر

عیصان بن ابراہیم کا بیٹا ۱۰۲

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام ۵۰۸
ذوالقرنین کہلانے جانے کی وجہ ۴۴۴
آپ نے فرمایا ہے کہ اصحاب کہف کے واقعہ میں
مسیح موعود کے دوبارہ نزول کے متعلق خبریں ہیں
اور مسلمانوں کو بتایا گیا ہے کہ ویسے ہی حالات
آئندہ زمانہ میں مسلمانوں کی ایک جماعت کو بھی
پیش آنے والے ہیں ۴۲۲
آپ یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ میں روح سے
انسانی روح مراد لیتے تھے ۳۸۰
روح کے متعلق آپ کی تشریحات ۳۸۲
آپ نے فرمایا ہے کہ انسانی کوشش دعوی
امور میں بمنزلہ دعا کے ہے اور اس کے نتیجہ
میں انسان کے ذہن میں جو تدبیر آتی ہے وہ
بھی وحی ہے ۱۹۶
توبہ کے متعلق آپ کا فرمان ۲۶۲
حضرت مصلح موعود کو نصیحت کہ ہر حال پرندہ
کا شکار کرنا مناسب نہیں ۲۶۳
آپ کے مخالفین کا غلط طریق کار ۲۹۱
غیطلہ ۱۱۰

ف

فائلو PHILO ۳۱۰
فخر الدین رازی
مصنف تفسیر کبیر ۲۶۵
فراء نحوی ۲۲، ۱۰۳، ۲۴۲
فرعون ۲۶، ۳۸۹، ۳۰۳، ۳۴
کیا موسیٰ علیہ السلام فرعون کی طرف مبعوث ہوئے
تھے جبکہ وہ بنی اسرائیل میں سے نہ تھا ۶۸
قوم فرعون کی تباہی ۱۰۹
نیکو نام کا فرعون NECHO ۳۰۳
فلپ حواری ۔
یک روایت کے مطابق فلپ حواری نے یوسف
آرمیتھیا کو انگلستان تبلیغ کے لیے بھیجا تھا ۴۲۱
فوطیفار
حضرت یوسف کو خریدنے والے شخص کا نام ۱۰۲
فیثس ۲۰
فیثا غورس ریاضی دان ۵۰

ق

قاضی منذر ۹
قباد (ساسانی)
جس نے دیوبند کی دیوار کی مرمت کرائی تھی ۵۰۰
قتادہ ۱۰۹، ۲۹
قتورہ
حضرت ابراہیمؑ کی تیسری بیوی کا نام ۱۰۲
قسطنطین شاہ روم
۳۲۰ یعنی ۳۰۹ میں عیسائی ہوا ۴۲۳
قیس
ابن سلام ۱۰۸، ۲۴۲

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

قیصر روم ۲۰۹، ۲۹۰، ۳۹۶

قیصر نے شروع میں تو آنحضرتؐ کی تعریف کی تھی

بعد میں مسلمانوں سے جنگ شروع کر دی ۴۸۱

ک

کالی دیوی ۱۸۲، ۳۳۹

کانسٹنٹائن ۔ شاہ روم (قسطنطین) CONSTANTINE

پہلا رومی بادشاہ جس نے ۳۰۹ء میں عیسائیت

قبول کی ۴۴۰

کٹو۔ ڈاکٹر DR. KITTO ۴۴۰

کسائی ۔ نحوی ۴۰۳

کسریٰ ایران ۲۰۹

کرشن علیہ السلام ۱۸۲

کرشنا مورتی ۳۱۳، ۳۱۵

کعب بن اشرف ۴۸۲

کوہیس

وہیس کی ذہانت کا ایک واقعہ ۱۰۱، ۱۰۲

کیقباد ۔ شاہ فارس

حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کے نزدیک کیقباد

ذوالقرنین تھا ۴۰۵، ۴۹۵

کیمبرج یونیورسٹی ۳۱۴

گ

گاتھ ۔ قوم

گاتھ کا روم پر حملہ ۴۲۲

گالیس ۔ شاہ روم (۲۰۳ء)

اس نے مرتے وقت مسیحیوں کے خلاف قوانین

کو منسوخ کیا تھا ۴۲۴

گبن ۔ انگریز مؤرخ GIBBON ۴۱۹، ۴۲۰

گریگوری ۔ پادری GREGORY

مسیحی کیلنڈر کا موجد ۴۱۹، ۴۲۰

گندھروا

خشکی کی ارواح (ہندو مذہب) ۵۹

ل

لات (اکثار عرب کی ایک دیوی) ۱۹۱

لطوسی

دوان بن یقسان بن ابراہیم کا بیٹا ۱۰۲

لوسیس LUCIUS

شاہ انگلستان ۴۲۰

لوط علیہ السلام ۸۹۰، ۹۰

لوط قریہ سے جرت کر کے آئے تھے ۱۰

لوط کے بیٹے کے نسل اور ہوں سے

لوط ان میں سے تھے ۱۰۵۰۳

قرآن کریم میں حضرت لوط کے ذکر سے قبل

لوط کا ذکر نہ کیا جانا ۸۵

حضرت لوط حضرت ابراہیم کے بھتیجے تھے ۱۰۵

حضرت لوط کی بستیاں جس راستہ پر واقع

ہیں جو عرب سے شام کو جاتا ہے ۱۰۰

قوم لوط کی بستیوں کے پاس سے گزرنے والے

راستہ کے ہمیشہ قائم رہنے کی طرف اشارہ ۱۰۲

آپ نے کبھی جبر سے کام نہیں لیا ۱۶۳

لوط کی قوم کو عذاب کی خبر پہلے دی جا چکی تھی ۹۱

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

قوم کے عذاب سے بچنے کے لیے حضرت ابراہیمؑ کی دعا ۹۲

لوطؑ پر ایمان لانے والے دس سے کم آزاد تھے ۹۲

عذاب سے لوطؑ کے خاندان کا استثناء ۸۸

اس بات کا استدلال کہ حضرت لوطؑ کے ساتھ ایک جماعت عذاب سے نجات پا گئی تھی ۸۹، ۹۲

قوم لوط حضرت لوطؑ کے مہمانوں سے بدکاری کی نیت سے نہیں آئی تھی ۹۵

آپ کے ھٰؤُلَآءِ بَنَاتِیْ کہنے کا مطلب ۹۵

بائیبل میں لوطؑ اور انکی بیٹیوں کا واقعہ ۱۰۳

لوطؑ کے واقعہ کو آنحضرتؐ کے واقعات سے مشابہت ہے ۹۷، ۱۰۰

آپ کے دشمن آنحضرتؐ کے دشمنوں سے شریف تھے ۹۸

لومی

دوان بن یقسان بن ابراہیم کا بیٹا ۱۰۲

لیث ۲۲۶

م

ماجوج بن یافث ۴۹۹

مادی بن یافث ۴۹۹

مالک بن انس امام علیہ الرحمۃ

جنوں کے متعلق آپ کا عقیدہ ۶۰

مالک ابن صعصعہ ۲۸۱، ۲۸۵، ۲۸۸

ماوردی ۳۸

آپکے نزدیک موسیٰؑ جس شخص کے پاس گئے تھے وہ فرشتہ تھا ۴۶۹

متنیاہ MATTANIAH ۳۰۳

مجاہد ۵۱

محمدؐ مصطفےٰ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲، ۲۱، ۳۲، ۵۲، ۶۷، ۶۹، ۹۰، ۱۵۷، ۱۶۶، ۲۰۳، ۳۵۸، ۳۵۹

ظہور کی بشارات

آپ کی طرف سب انبیاء نے رہنمائی کی ۱۴۸

دوسرے انبیاء کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بطور اعلیٰ کے تھیں ۳۰

موسیٰؑ کو کوہ سینا پر آپ کی بشارت دی گئی ۴۶۹

آپ کی بعثت کے متعلق حضرت موسیٰؑ کی پیشگوئی ۳۰۶

موسوی اسراء میں محمدی ظہور کی خبر دی گئی تھی ۴۷۹

محمدی سلسلہ کا قیام مسیحی سلسلہ کے دو دوروں کے درمیان ہونا مقدر تھا ۴۰۸

اس اعتراض کا جواب کہ پہلے نبیوں کی موجودگی میں آپ کی کیا ضرورت تھی ۱۲۰

حالات

آنحضرتؐ کی پیدائش ۵۷۰ء میں ہوئی ۴۳۴

حضرت حلیمہ کے ہاں قیام کے دوران آپ سے ایک واقعہ کا پیش آنا ۱۲

آنحضرتؐ کی بعثت کے وقت کثرت سے ستارے ٹوٹنے کا نشان ظاہر ہوا تھا جس پر اہل طائف گھبرا گئے تھے ۲۶، ۳۷

عبد یالیل کا آنحضرتؐ کو ابن ابی کبشہ کا نام دینا ۳۷

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

آنحضرتؐ کی بعثت بلا استثناء سب اقوام کی طرف ہوئی ۶۸

آنحضرتؐ کی بعثت کے وقت عالمگیر عذاب ۸

صَلْصَلَۃُ الْجَرَس کی طرح آنحضرتؐ پر وحی کا نزول ۵۱

رسول کریمؐ نے نماز باجماعت پبلک میں کئی سال بعد شروع کی ہے ۴۱

شعب ابی طالب میں محصور ہونے کے زمانہ میں قرآن کریم کی حفاظت کا الٰہی وعدہ ۱۵

حضورؐ کی دو صاحبزادیوں کو ابولہب نے طلاق دلوائی اور تیسری صاحبزادی کو مکہ سے ہجرت کے وقت سخت تکالیف پہنچائیں ۹۹

آنحضرتؐ کا ایک کشف جسمیں آپ کو بعض رؤساء مکہ کے انجام کی خبر دی گئی ۱۱۶

مدینہ کی طرف ہجرت ۴۰۱

آپ کو پکڑ کر لانے والے کیلئے سو اونٹ کے انعام کا اعلان ۳۷۰

غزوۂ بدر میں کفار کی طرف کنکریوں کی مٹھی پھینکنا ۳۶۴

غزوہ تبوک کے سفر کا ایک واقعہ ۱۶۹

غزوہ تبوک پر جاتے ہوئے حضورؐ حجر مقام سے گزرے تھے ۱۰۳

ایک واقعہ کے متعلق آنحضرتؐ کا ایک کشف ۲۹۴

ابن صیاد کا امتحان لینا ۳۸۴

آپؐ واحد نبی ہیں جنکے تفصیلی حالاتِ زندگی محفوظ ہیں ۳۷۶

آنحضرتؐ پر ایمان لانے والے جنوں سے مراد نصیبین کے یہودی ۵۹، ۶۶

مقام

آنحضرتؐ خاتم النبیین ہیں ۲۷۹

آپؐ نظام نبوت کے لیے بطور مرکز کے ہیں ۳۰

آنحضرتؐ کا اعلیٰ مقام ۳۸۰

آپؐ ہر لحاظ سے کامل ہیں ۳۰۶

معراج میں رویت باری تعالیٰ ۲۸۱

آنحضرتؐ کا مقام محمود ۳۷۵

اسراء میں سب نبیوں کی امامت کی تعبیر ۳۵۶

معراج کے دوران بیت المقدس میں انبیاء کی امامت ۲۸۰

کیا آپؐ ابراہیمی دین کے تابع تھے ۲۷۰

نزول ملائکہ

حضرت ابوبکرؓ کی تصدیق کہ آپ پر صبح شام آسمان سے کلام نازل ہوتا ہے ۲۸۶

آنحضرتؐ پر رحمت کے فرشتے نازل ہوتے تھے ۱۳

رسول کریمؐ قرآن مجید کے متعلق جو کچھ فرماتے تھے وحی الٰہی کے مطابق فرماتے تھے ۲۱۹

آنحضرتؐ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کا فہم سب سے زیادہ دیا تھا ۲۱۸

آنحضرتؐ کا فرمانا کہ میرا شیطان مسلمان ہو گیا ہے ۷۵، ۲۲۵

آنحضرتؐ کی دل میں شیطان دخل نہیں دے سکتا تھا ۳۹۸

آپؐ کا چال چلن ایسا اعلیٰ اور پاکیزہ ہے کہ آپ سے شیطان کو کوئی تعلق ہی نہیں ہو سکتا ۳۹

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

حضورؐ کے متعلق غلط روایات کہ سورۂ نجم کی تلاوت کرتے ہوئے شیطان نے حضورؐ کی زبان پر یہ کلمات جاری کر دیئے تھے۔ اس کا رد ۲۲۵

مثیلِ موسیٰ موسیٰ سے بڑھ کر

آپؐ کو مثیلِ موسیٰ قرار دیا گیا ہے

۲۰۰، ۲۹۹، ۳۵۰۰، ۴۶۵۰، ۴۶۶۱

آپؐ کو موسیٰ کا جانشین مقرر کیا گیا ہے، اس لیے

آپؐ کو موسیٰ کی طرح ہجرت بھی کرنا پڑے گی ۲۶۹

حضرت موسیٰؑ کا محمدی تجلی دیکھنے کی خواہش ۴۰۰

آنحضرتؐ اور موسیٰؑ کے مقام کا فرق ۴۰۰

آنحضرتؐ اور حضرت موسیٰؑ کی طبائع کا مقابلہ ۴۰۰

محمدی کمالات کی بلندی کو موسوی کمالات نہیں پہنچ سکتے ۴۰۰

موسوی مقام محمدی مقام کے تابع ہے ۴۰۶

حضرت موسیٰؑ پر ایک فضیلت ۳۹۰

"اگر موسیٰؑ اور عیسیٰؑ زندہ ہوتے تو وہ بھی میری پیروی کرتے" (حدیث) ۴۶۹

وہ شخص جس سے حضرت موسیٰؑ اسراء میں سبق لینے گئے تھے حضرت خلیفہ اولؓ کے نزدیک وہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود متمثل ہوا تھا ۴۶۹

"موسیٰؑ کے کشف کا خضر میرا محمد ہی ہے جس کے ساتھ چلنے کی موسیٰ علیہ السلام کو طاقت نہ تھی" (مصلح موعودؓ) ۴۷۰

آنحضرتؐ کا فرمانا کہ کاش موسیٰؑ صبر کر کے خاموش رہتے تاکہ خدا تعالیٰ ہمیں انکی اور خبریں بھی بتاتا ۲۶۹

وطےٰ کے واقعہ کو آنحضرتؐ کے واقعات سے مشابہت ہے ۹۰، ۱۰۰

اسوۂ حسنہ

تمام نبیوں میں سے صرف آنحضرتؐ کو اسوہ حسنہ قرار دیا گیا ہے ۲۷۶

آنحضرتؐ کے اخلاقِ عالیہ دشمن کی تباہی پر منتج ۲۷۵

آنحضرتؐ کا صبر ۲۷۵

آنحضرتؐ کا ثبات ۲۷۱

آپؐ کے توکل کو دیکھ کر کفار کا ناشتہ ۶

آنحضرتؐ کی خدمتِ خلق سراً و جہراً ۲۰۴

آنحضرتؐ کے حساس دل میں اپنی قوم کی خیر خواہی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی ۱۱۲

یہود اور عیسائیوں کی تباہی کی خبر پر آنحضرتؐ کے دل کو صدمہ ۴۱۵

کفارِ مکہ کی تباہی پر حضورؐ کا افسوس ۱۱۲

ایک مظلوم کی داد رسی کے لیے آنحضرتؐ کا بوجہل کے پاس جانا ۲۰۴

حضورؐ غیر مستحق سائل کے کہنے پر بھی خاموش رہتے یا اسے سمجھا دیتے ۲۲۵

حضورؐ پہلی رات ہمیشہ سوتے تھے اور آخری رات اٹھ کر تہجد پڑھتے تھے ۲۶۴

قرآن کریم میں آپؐ اور آپؐ کے صحابہؓ کی صفات کا بیان ۴۰۲

آنحضرتؐ اور آپؐ کے صحابہؓ دنیا میں پڑ کر دنیا سے الگ رہے ۲۳۶

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

آنحضرتؐ اور آپ کے مخالفین کا موازنہ ۲۰۶

مقصد بعثت

آنحضرتؐ کی آمد کا مقصد توحید ہے ۱۷

آنحضرتؐ کی بعثت کا مقصد تمام انسانوں کو جمع کرنا ۶۹

بطور نذیر عریان ۱۱۳

آنحضرتؐ کا اپنی اُمت کو ہوشیار کرنا ۲۰۱

آپ کے ذریعہ تمام گزشتہ صداقتوں کو محفوظ کر دیا گیا ہے ۴۱۹

سابقہ اُمتوں کی نجات کے لیے حضورؐ کی خدمت ۴۹۰

حضورؐ نے بنی اسماعیلؑ کے حقوق کی حفاظت فرمائی ۴۸۴

آنحضرتؐ اور قرآن مجید

آنحضرتؐ کا لایا ہوا قرآن مجید غیر محرف، غیر مبدل ہے۔ (فولڈک) ۱۷

قرآن کریم آنحضرتؐ کی زندگی سے ہی تحریراً محفوظ ہے ۴

آنحضرتؐ نے قرآن کریم اور اپنی اولاد کو ثقلان قرار دیا ہے ۶۴

اس نبی کے ذریعہ تم کو وہ علم عطا کیا گیا ہے جو اس سے پہلے کسی کو نہیں دیا گیا ۴۷۶

آپ کو ربِّ زدنی علماً کی دعا سکھائی گئی ۴۰۰

اعتراضات

کفار کے اس اعتراض کا ردّ کہ حضورؐ کو کوئی شخص قرآن سکھاتا تھا ۲۴۲

اس اعتراض کا جواب کہ آنحضرتؐ کو بعض لوگ قرآن سکھاتے تھے ۲۴۹

پادری ویری کا الزام کہ حضورؐ نے قرآن کریم کی تصنیف میں یہودیوں اور عیسائیوں سے مدد لی ہے ۲۴۳

آنحضرتؐ پر ایک عیسائی غلام سے انجیل سیکھنے کا اعتراض اور اس کا جواب ۲۴۵

اس اعتراض کا جواب کہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری الہامی کتب سے تعلیمات اخذ کی ہیں ۲۴

آنحضرتؐ پر کسی انسان سے علم حاصل کرنے کے اعتراض کے جواب میں چار امور ۲۵۲

آنحضرتؐ پر قرآن حسبِ ضرورت تصنیف کرنے کا الزام اور اس کا جواب ۱۲۶، ۱۲۷

فتوحات

اللہ تعالیٰ نے آپ کی نصرت آپ کا رُعب قائم کرنے کی ۱۰۵

آنحضرتؐ کا سایہ فتوحات بڑھنے کی پیشگوئی ۱۰۰

آپ کی غیر معمولی فتوحات کا معجزہ ۲۰۸

آپ کی ترقی کے لیے خدائی سامان ۱۱۰

مخالفین کی تباہی

یہود کا آنحضرتؐ پر ایمان نہ لانے کی ایک وجہ ۴۷

کفار کی آپ کے مقابل پر تدابیر ۷

آنحضرتؐ سے کفار کی دشمنی محض حسد کی وجہ سے تھی ۵

آنحضرتؐ کے دشمنوں نے بوجہ دشمنی بھی شرافت نہیں دکھائی ۹۸

آنحضرتؐ اور آپ کے مخالفین کے درمیان حجاب کی تشریح ۲۴۴

آنحضرتؐ کے زمانہ میں حشر ۵۰

آپ کے دشمنوں کی تباہی اتفاقی نہیں ۲۰۷

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

حضورؐ کی دعاؤں کے نتیجہ میں عمرو بن عاص ۔ خالد
مکہ اور بہنہ کا قبول اسلام ۲۷۵

بعثت ثانیہ

سورۃ جمعہ میں آپ کی بعثتِ ثانیہ کی پیشگوئی ۲۹۸
آنحضرتؐ کے بعد وحی الٰہی ۱۹۴
آنحضرتؐ کے مقام محمود سے بعدی کا ظہور بھی مراد ہے ۲۰۵
آپ کے ایک تابع وجود کے ذریعہ مسلمانوں کو پھر
وہی برکات ملیں گی جو نبیائے بنی اسرائیل اور ان
کے اتباع کو ملی تھیں ۲۹۰
اس وقت آپ شہاب ثاقب ہیں کیونکہ آپ کے
اقوال قیامت تک یکساں مؤثر رہیں گے ۳۳

مصلح موعودؓ کا آنحضرتؐ سے عشق

حضورؐ کے لیے حضرت مصلح موعودؓ کی محبت و فدائیت
کا اظہار درود اور دعائیں ۹۰
رسول کریمؐ کے حالات بیان کرنے کیلئے سال میں
ایک دن کا مقرر فرمانا جسمیں ہر مذہب و ملت
کے لوگ آنحضرتؐ کے بارے میں اپنے تأثرات
بیان کرتے ہیں ۲۰۵

متفرق

کیا آنحضرتؐ کو علم غیب حاصل تھا؟ ۱۵۰
بشریت کا اقرار ۵۱۱
عیسائیوں کا اِنَّکَ مَجْنُوْنٌ سے استدلال کہ
آنحضرتؐ میں ضرور کوئی جنون تھا۔ اس کا رد ۱۱، ۱۳
آنحضرتؐ کی ذات میں مرگی کے مرض کی نفی ۱۲

محمد (سندھی)
مصنف مجمع البحار ۶۰

محمد بن اسماعیل (امام بخاری)
جنوں کے متعلق آپ کا مذہب ۶۰

محمد سلیمان ندوی ۱۰۱، ۱۰۲

محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ
آپ کے نزدیک اسراء دو دفعہ ہوا ہے ۲۸۹
جنوں کے متعلق آپ کا قول ۶۰

عدنان
قتورہ کے بطن سے حضرت ابراہیمؑ کا بیٹا ۱۰۲

مدیان
قتورہ کے بطن سے حضرت ابراہیمؑ کا بیٹا ۱۰۲

مروان بن الحکم ۳۵۰

مریم علیہا السلام ۴۰۰
یہ عقیدہ قابل افسوس ہے کہ عیسیٰ اور مریم کے سوا
کوئی بھی مسِ شیطان سے پاک نہیں ۳۲

مسیح
خورس شاہ میدو فارس کو خدا تعالیٰ کی طرف سے
مسیح کہا گیا ہے ۴۹۶

مُسیلمہ کذاب ۱۰۱، ۴۰۵، ۴۰۶

معاویہ رضی اللہ عنہ
آپ کی حضرت عثمانؓ سے درخواست کہ مجھے اپنا
ولی مقرر کردیں ۳۳۰
آپکا رومی بادشاہ کو جواب دینا کہ اگر تم نے حملہ کیا تو حضرت علیؓ
کیطرف سے تمہارے مقابلہ کیلئے سب سے پہلے میں نکلوں گا ۴۳۰

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اصحاب کہف کا غار دیکھنا ۴۱۹

آپ اسرا کو رویا قرار دیتے تھے ۲۹۳

مقاتل ۲۴۲

منذر قاضی ۸

موسیٰ علیہ السّلام

۱۷، ۳۳، ۶۶، ۷۶، ۷۹، ۱۰۲، ۱۰۹، ۱۸۹

۲۹۰، ۲۹۸، ۳۵۰، ۳۸۹، ۴۵۶، ۴۶۵

وسیع الحوصلہ اور عظیم الشان نبی ۴۶۸

اولوالعزم اور ذیشان نبی ۴۶۹

آپ کی روحانی تجلیات ۴۷۰

موسیٰؑ کو دکھائی جانے والی آگ محبت نبی کی آگ تھی ۲۹۷

خضر علیہ السّلام سے ملاقات ۴۶۶

سورۂ کہف میں مذکور آپ کا واقعہ ظاہر میں پیش نہیں آیا تھا بلکہ کشف تھا ۴۶۷

موسیٰ علیہ السّلام کا اسراء جس میں انہیں موسوی سلسلہ کی ترقیات دکھائی گئیں تھیں ۴۰۸

آپکو کوہ سینا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت دی گئی ۴۶۹

آپ نے اپنے بعد آنے والے نبی کی خبر دی ۱۴۸

جس شخص سے موسیٰؑ کشف میں سبق لینے گئے تھے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود متمثل ہوا تھا ۴۶۹

"موسیٰؑ کے کشف کا خضر میرا محمد ہی ہے جس کے ساتھ چلنے کی موسیٰؑ کو طاقت نہ تھی" (مصلح موعودؓ) ۴۷۰

آنحضرتؐ کا فرمانا کاش موسیٰؑ صبر کرتے اور خاموش رہتے ۴۶۹

تا اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی اور خبریں بھی بتاتا

آپکو اسراء میں ایک کامل نبی کی آمد کی اطلاع دی گئی تھی ۴۱۰

محمدی تجلی دیکھنے کی خواہش ۴۷۰

آپ کے کشف میں فتیٰ (نوجوان) سے مراد مسیح ہیں ۴۷۱

اسراء میں آنحضرتؐ کو سلام کرنے کی وجہ ۴۹۰

معراج میں آنحضرتؐ کو آپ سے ملایا گیا ۲۸۹

موسوی سلسلہ محمدی سلسلہ کے لیے بطور اساس ہے ۴۷۲

آنحضرتؐ مثیل موسیٰؑ ہیں ۳۵۰

موسیٰؑ اور آنحضرتؐ کے مقام کا فرق ۴۷۸

محمدی کمالات کی بلندی کو موسوی کمالات نہیں پہنچ سکتے ۴۷۷

"اگر موسیٰؑ و عیسیٰؑ زندہ ہوتے تو وہ بھی میری پیروی کرتے" (حدیث) ۴۷۸

حضرت موسیٰؑ کے نوشتہ جات کی تفصیل ۲۹۵، ۲۹۶، ۳۰۰

آپ کے ذریعہ بنی اسرائیل کو انذار

آپ کی قوم کا آپ سے عدم تعاون ۴۸۵

کیا موسیٰ علیہ السّلام فرعون کی طرف مبعوث ہوئے تھے جبکہ وہ بنی اسرائیل میں سے نہ تھا؟ ۶۸

جن موسیٰؑ پر ایمان لائے تھے ۵۹

یہود کی دوسری تباہی کے متعلق حضرت موسیٰؑ کی پیشگوئی ۲۰۵

یہود کی تباہی کے بعد نجات کی پیشگوئی ۳۰۴

آپ پر صحف ایک دم نازل نہیں ہوئے تھے ۱۲۶

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

آپ نے بنی اسحاق کے حقوق کی حفاظت فرمائی ۴۸۴
بعثت سے پہلے آپ کا ایک ہی سفر ثابت ہے
(مدین کی طرف) ۴۶۷
بنی اسرائیل سے چالیس دن کی غیر حاضری ۴۶۷
آپ سے تیرہ سو سال بعد مسیح آئے ۳۹۸
موسوی قوم میں تجارت کی حرص ۴۸۴
میٹ لینڈ۔ ڈاکٹر ۴۲۶
میور سر ولیم SIR W. MUIR ۴۰۶، ۴۳۴
قرآن کریم کے محفوظ ہونے کا اعتراف ۱۶
ایک حقیقت کا اعتراف ۲۷۰

ن

نابغہ ذبیانی جاہلی شاعر ۳۱۰
ناصر احمد مرزا خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ
گیارہ سال کی عمر میں قرآن حفظ کر لیا تھا ۱۸
نبوز رآدم ۳۰۲
نبوزردان
نبوکد نضر شاہ بابل کا ایک کارندہ جس نے ہیکل
سلیمان کو جلا دیا ۳۰۲
نبوکد نضر NEBUCHADNEZZAR
نیز دیکھئے بخت نصر ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۹۷
نجاشی رضی اللہ عنہ
پہلی ہجرت حبشہ کے موقعہ پر اہل مکہ کے وفد کی
درخواست کو رد کرنا ۲۸۲
نحاس (لغوی) ۱۳

نحمیاہ
یروشلم کو دوبارہ آباد کرنے کے لیے آپ کو مبعوث
کیا گیا ۳۰۲، ۳۰۴، ۳۰۵
نندوسیس ۴۱۹
نوح علیہ السلام ۳۱۰، ۳۵۴، ۳۵۵، ۴۲۶، ۴۵۶
آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ نوح اوّل الرسل تھے ۱۰۴
اللہ کے شکر گزار بندے تھے ۲۹۹
قرآن کریم نے آپکی پاکیزگی ثابت کی ہے ۲۵۲
نور الدین خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ ۳۸۹، ۴۸۲
انہوں نے ہی مجھے قرآن پڑھایا اور اس کی چاٹ
لگائی تھی اور اس کی تفسیر کے متعلق صحیح راستہ
پر ڈالا۔ (مصلح موعودؓ) ۳۳۸
"اصحاب کہف کے متعلق آپ کی تحقیق ایک ایسی
شمع ہدایت ہے جس کی قیمت کا اندازہ نہیں ہو
سکتا" (مصلح موعود) ۴۲۱، ۴۲۲
آپ کے نزدیک آنحضرتؐ اور موسیٰؑ کے اسرا۔
میں فرق ۴۰۹
آپ نے نزدیک حضرت موسیٰؑ کا واقعہ ظاہری
جسم کے ساتھ پیش نہیں آیا بلکہ ایک کشف تھا ۴۶۷
آپ کے نزدیک موسیٰؑ نے جس شخص سے سبق لیا
تھا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ممثل وجود تھا ۴۶۹
ذوالقرنین کا واقعہ بھی ایسا ہے جس کی طرف
رہنمائی کرنے کا فخر اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیا ہے ۴۹۱
آپ یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ میں روح سے
مُراد کلام الٰہی لیتے تھے ۳۸۰

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

آپ کے نزدیک روح سے مُراد کلام الٰہی تھا ۳۸۱

آپ کا ایک مزدور کو نماز پڑھنے کی تلقین فرمانا ۱۴

نولڈک مستشرق ۱۵، ۱۱۹

قرآن کریم کے غیر مبدّل ہونے کا اعتراف ۱۱۷

نیرو شاہ روم (۵۴ تا ۶۸ عیسوی)

جس کے زمانہ میں مسیحیوں پر ظلم شروع ہوئے

۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵

نیکو NECHO

فرعونِ مصر ۳۰۲، ۳۰۳

و

وان ہیمر VAN HAMMER

مستشرق ۱۶

وائل WEIL مستشرق ۱۱۹

ورقہ بن نوفل

آپ عبرانی زبان میں انجیل لکھا کرتے تھے ۵۰

وسپیسین رومی جرنیل

جسے روم کے بادشاہ نے یہود کی سرکوبی کا حکم

دیا تھا ۳۰۵

ولید بن مغیرہ رئیس مکّہ ۱۱۶

ولیم آف مالمس بری ۴۳۱

ولیم میور۔ سر مترجم قرآن SIR W MUIR ۴۳۴

قرآن کریم کے محفوظ ہونے کا اعتراف ۱۶

ایک حقیقت کا اعتراف ۲۷۰

وہیری۔ ریورنڈ مستشرق RVD WHERRY

۱۱۹، ۲۲۴، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۷۷

سورۃ کہف کو سورۃ العجائب قرار دیتا ہے ۴۰۴

وہیری کا الزام کہ آنحضرتؐ یہودی اور مسیحی لوگوں

سے قرآن بنانے میں مدد لیتے تھے ۲۴۲

ہ

ہاروت و ماروت

مشہور قصّے کا بطلان ۵۹، ۱۰۸

ہارون علیہ السّلام

قرآن کریم نے آپ کو شرک سے پاک قرار دیا ہے

۲۴، ۲۵۲

حضرت موسیٰؑ کا آپ کو اپنا خلیفہ مقرر کرنا ۴۶۷

ہربیلاٹ۔ ڈاکٹر مصنف بیلیا اورینٹل BI BELIA ORIENTAL

ان کے نزدیک ذوالقرنین سے ایران کے ابتدائی

بادشاہ مُراد ہیں ۴۹۱

ہرقل HERCULES

ہرقل کا بتانا کہ اس نے وہ علامات دیکھی ہیں جن

سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی آخرالزمان ظاہر ہو گیا ہے ۳۰

ہریشچندر

ہریشچندر کا واقعہ تمثیلی ہے ۷۴

ہلاکو خان

ہلاکو کے ہاتھوں بغداد کی تباہی ۳۵۱

ہندہ۔ زوجہ ابوسفیان ۵

فتح مکّہ کے موقع پر عورتوں کی بیعت کے وقت

ہندہ کا بیان ۳۴۲

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

آنحضرتؐ کی دُعا کے نتیجہ میں مسلمان ہوئی ۳۷۵

ہیرو ڈیٹس مؤرخ ۴۲۲، ۴۹۹

ی

یاسر رضی اللہ عنہ

آزادوں کا سردار نام نہاد غلام ۲۴۹

یافث بن نوحؑ ۴۹۹

یاما

ہندو عقیدہ کے مطابق پہلا انسان ۵۸

یامی

ہندو عقیدہ کے مطابق پہلی عورت ۵۸

یرمیاہ نبی (۶۰۰ ق م)

آپ کے ذریعہ بنی اسرائیل کو انتباہ ۳۰۲، ۴۹۸

یسار

ابوفکیہہ کا نام ۲۴۲

یسعیاہ نبی ۳۸۳، ۴۹۵

یطب بن عبدالعزیٰ ۲۴۲

یعقوب علیہ السّلام ۵۹، ۴۹۶

یعیش

یطب بن عبدالعزیٰ کا غلام ۲۴۲

یقسان

قتورہ کے بطن سے حضرت ابراہیمؑ کا بیٹا ۱۰۲

یملیخا

اصحاب کہف میں سے ایک فرد کا نام ۴۱۸

یہوقیم JEHOIACHIM ۳۰۳

یہویکن JEHOICHIN ۳۰۳

یوتیمانوس (بنو تیمن) ۱۰۱

یوسف علیہ السّلام ۱۴

آپ کا فروخت کیا جانا ۱۰۲

آپ کا رویاء اور اس کی تعبیر ۳۱

یوسف آرمتیا

(مسیح کے ایک حواری) ایک روایت کے مطابق آپ تبلیغ کے لیے انگلستان آئے تھے ۴۲۱

یوسیاہ ۳۰۳

یوشع بن نون ۴۷۰

یونس علیہ السّلام ۴۲۶

آپ کی معرفت دیا گیا انذار مل گیا تھا ۲۳۹

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مقامات

جلد چہارم

ا

آرمینیا ۵۰۲

آسٹریلیا ۱۴۶

احمر (بحیرہ) ۴۷۱

اخضر (بحیرہ) ۵۰۵

اذرعات ۱۱۱

ارضِ مقدس (نیز دیکھئے کنعان ۔ فلسطین)

مسلمانوں کی بے دخلی اور یہود کی آبادی

یہود کا دو دفعہ وہاں سے اخراج اور پھر آخری زمانہ

میں وہاں جمع کیے جانے کی خبر ۳۹۷

اسرائیل (نیز دیکھئے فلسطین) ۶۵

اسرائیل کا قیام عارضی ہے ۳۵۸

اسکندریہ (مصر) ۲۵۱، ۴۲۵

افریقہ (براعظم) ۱۴۶، ۴۳۵

افسیس ۴۲۰

افغانستان ۶۴، ۱۴۶، ۴۹۸

خورس کا افغانستان آنا ۵۰۳

افیوس ۴۱۸

اکباتانا ECBATANA ۴۹۹

امرتسر (بھارت) ۳۱۴

امریکہ ۱۴۶، ۴۳۵

کولمبس کے ذریعہ امریکہ کی دریافت ۱۷، ۱۸، ۶۴

انگلستان ۱۸۱

ایک روایت کے مطابق مسیحؑ کے حواری یوسف

آریمتیا نے انگلستان آکر پہلے مسیحی گرجے کی بنیاد

رکھی تھی ۴۲۱

۱۹۲۴ء میں حضرت مصلح موعودؓ کا انگلستان جانا ۴۲۵

اُور (عراق)

حضرت ابراہیمؑ کی جائے پیدائش ۸۶

ایران ۲۰۸، ۳۹۴، ۵۰۰

ایشیا (براعظم) ۶۴، ۶۹۰، ۴۳۵، ۴۹۷

ایشیا کے لوگ شمالی علاقوں کے باشندوں کو

الگ مخلوق سمجھتے تھے ۶۴

☆

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

یاجوج وماجوج سے مُراد شمالی ایشیا اور مشرقی یورپ
کی اقوام ۴۹۳
ایشیائے کوچک ۴۹۸، ۵۰۲
سورۂ کہف میں مذکور مغرب الشمس سے مُراد
ایشیائے کوچک ہے ۵۰۲

ایلیا
ہرقل کا ایلیا مقام پر آکر نبی آخرالزمان کے
ظہور کی خبر دینا ۳۷

ب

باب المندب
جہاں بحرِ احمر اور بحرِ ہند ملتے ہیں ۴۷
بابل ۳۰۲، ۳۰۴، ۳۰۷، ۴۹۷، ۴۹۹، ۵۰۲
بازنطین
رومی بازنطینی حکومت اصحاب کہف کا کتا ہے
جو بحیرہ مارمورہ کے دونوں جانب یورپ کی
حفاظت کر رہی تھی ۴۳۲
اگر مسلمان ابتدائی دور میں بازنطینی حکومت کو
تباہ کر دیتے تو آج دنیا کا نقشہ مختلف ہوتا ۴۳۲
بحرِ ہند ۴۷۱
بحرین
جہاں خلیج فارس اور بحرِ ہند ملتے ہیں ۴۷۱
بحیرہ احمر ۴۷۱
بحیرہ اخضر ۴۹۹، ۵۰۵
بحیرہ اسود ۴۹۸
عینٌ حمئۃٌ سے مُراد بحیرہ اسود ہے ۵۰۲

بحیرہ روم ۴۷
بحیرہ کیسپین (بحیرہ خزر)
عینٌ حمئۃٌ سے یہی سمندر مُراد ہے ۵۰۲، ۵۰۴، ۵۰۵
بحیرہ مارمورہ ۴۳۲، ۴۷۰، ۴۹۸
بخارا ۴۹۱
بدر ۱۰۶، ۱۳۰، ۱۶۵، ۱۹۱، ۲۰۹، ۲۲۳
بصریٰ ۱۱۱
بغداد ۱۰۵، ۴۳۲
بغداد کے بادشاہوں کا خلافت پہین کو نقصان
پہنچانے کیلئے بازنطینی بادشاہوں سے صلح کرنا ۴۳۰
منگول کا بغداد پر حملہ ۳۰۷
ہلاکو خان کے ہاتھوں تباہی ۳۵
بغداد کی تباہی کا موجب مسلمانوں کا شرک ۳۵۲
بلغاریہ ۵۰۲
بلوچستان ۵۰۲
بمبئی ۱۰۶
بہاولپور
یہاں کے والیانِ ریاست بغداد کے عباسی خلفاء
کی اولاد ہیں ۳۰۷
بیت المقدس ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۹۰، ۲۹۳، ۴۹۰
شبِ اسراء میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
صرف بیت المقدس تک گئے تھے ۲۸۵
معراج میں آنحضرتؐ کا بیت المقدس میں انبیاء
کو نماز پڑھانا ۲۸۷
اسراء میں آنحضرتؐ کو بیت المقدس دکھایا جانے کی تعبیر ۲۹۴

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

پ

پنجاب ۱۴۷، ۳۵۷

ت

تبوک ۱۰۳، ۱۶۸، ۳۹۷

تہامہ ۳۹

ٹ

ٹائر ۴۹۷

ٹوبالسک (روس) ۴۹۹

ٹیکسلا (پاکستان) ۵۸، ۶۴۰

ج

جرمنی ۱۴۱، ۱۸۱

جرمنوں کے خلاف یہودی سازشیں ۳۵۹

جمنا (دریا) ۱۴۷

جموں (کشمیر) ۳۳۹

ح

حبشہ ۲۴، ۲۱۳

صحابہؓ کی حبشہ کی طرف ہجرت ۵ نبوی میں ۲۱۲

کفارِ مکہ کا حبشہ کی طرف بھاگ جانا ۳۶۴

حجر

دیارِ ثمود کا دوسرا نام حجر ہے۔ آنحضرتؐ نے غزوۂ تبوک پر جاتے ہوئے صحابہؓ کو یہاں کے پانی کے استعمال سے منع فرمایا تھا ۱۰۳

حدیبیہ ۱۷۴

حطیم

خانۂ کعبہ کا وہ حصہ جو عمارت سے باہر چھوڑا گیا ہے ۲۸۸

خ

خلیجِ بنگال ۴۲۴

خلیجِ عقبہ ۱۰۱

خلیجِ عیلانہ ۱۰۱

خلیجِ فارس ۴۷۱

خیبر ۳۸۰

د

دارِ ارقمؓ

آنحضرتؐ کے صحابہؓ صبح و شام نماز کیلئے اور قرآن سیکھنے کیلئے دارِ ارقمؓ مکہ میں جمع ہوتے تھے ۲۴۸، ۲۴۹

دربند (درہ)

دربند میں واقع دیوار ہی یاجوج و ماجوج کی دیوار ہے ۴۹۹، ۵۰۴

درہ دانیال

یہاں بحیرہ روم اور بحیرہ مارمورہ ملتے ہیں ۴۷۱

دُزداب (ایران) ۵۰۳

دیارِ ثمود

اس کو حجر بھی کہا جاتا ہے ۱۰۳

دیلم ۴۲۴

ر

راس کماری (بھارت) ۴۲۱

روس ۴۹۹، ۵۰۲، ۵۰۴

☆

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

انقلاب روس میں یہود کا سب سے زیادہ دخل ہے
اور روس کے کئی بڑے بڑے لیڈر یہودی النسل ہیں ۳۵۸
روسی حکومت کا قرآن مجید کو جہاد کی آیات کو نکال کر
چھپوانے کا ارادہ ۱۸
روم ۲۰۸، ۲۸۳، ۳۹۴، ۴۲۵، ۴۳۴، ۴۴۳
یورپ تمدن اور مذہب میں روم کا شاگرد ہے ۴۳۵
روم میں پطرس حواری کا صلیب دیا جانا ۴۲۳
مسیح سے تین سو سال بعد روم کے بادشاہ کا عیسائی
ہو جانا ۴۲۲
رومیوں نے مسلمانوں پر حملہ کرنے میں پہل کی
رخی ۳۲۲
بغداد اور سپین کے مسلمان بادشاہوں کا ایک
دوسرے کے خلاف روم سے مدد کا طالب ہونا ۴۳۰

ز

زبیدہ (بنت) ۳۵
زمزم (چشمہ) ۳۵

س

سپین ۴۲۰، ۴۳۲
سپین کے مسلمان بادشاہوں کا خلافت بغداد کو
نقصان پہنچانے کیلئے پاپائے روم کو تحفے بھیجنا ۴۳۰
سسلی ۴۲۵
سمرقند ۴۹۱
سندھ (دریا) ۴۰۵۸
سورت (بھارت) ۴۳۴
سویز (نہر) ۶۴
سیالکوٹ ۳۳۸
سیستان ۵۰۳
سینا (کوہ)
جہاں حضرت موسیٰؑ کو آنحضرتؐ کی بشارت دی
گئی ۳۰۶، ۴۶۹

ش

شام ۱۰۰، ۲۴۳
مکہ سے شام جانے والے راستہ پر اہل لوط کی
بستیوں کے آثار ۱۰۰
عرب سے شام کو جانے والا راستہ اصحاب الایکہ
کے مقام سے گزرتا تھا ۱۰۳
شعب ابی طالب
آنحضرتؐ اور آپؐ کے ساتھی جس گھاٹی میں نے دل
میں داخل ہوئے تھے ۲۸۳، ۱۵
شعیر (کوہ) ۳۰۶

ط

طائف ۴۳
آنحضرتؐ کی بعثت پر لات سے شہاب ثاقب گرنے
پر اہل طائف کا تحیر جانا ۳۰
طرسوس ۴۱۸، ۴۹۰

ع

عراق
عراق حضرت ابراہیمؑ و حضرت لوطؑ کا مولد تھا ۳
حضرت ابراہیمؑ اور حضرت لوطؑ عراق سے ہجرت کر کے
کنعان آئے تھے ۹۶

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

عرب ۵۰، ۳۹۴۰

آنحضرتؐ کی بعثت کے وقت عرب پر خصوصاً
عذاب آیا تھا ۹

قرآن کریم کی حفاظت کیلئے عرب کی سابقہ
حکومتوں کی تباہی لازمی تھی ۲۰

دوکیوں کو زندہ درگور کرنے کی رسم صرف چند
متکبر خاندانوں میں تھی ۱۹۵

عقبہ (خلیج) ۱۰۱

عیلات (خلیج)
خلیج عقبہ کا دوسرا نام ۱۰۱

عین القمر ۲۰۲

غ

غرناطہ (سپین) ۴۲۰

ف

فاران
نبی موعود صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوہ گری ۳۰۶

فارس ۵۰۴، ۴۹۵، ۴۹۲، ۴۹۰، ۳۰۴
ایک فارسی الاصل موعود کی پیشگوئی جو یاجوج
اور ماجوج نیز دجال کے فتنوں کا مقابلہ کریگا ۴۹۴

فرغانہ
فرغانہ کی فتح کے بعد مسلمانوں کا وہاں کی مشرک
عورتوں سے کثرت کے ساتھ شادیاں کرنا ۳۰۷

فلسطین ۹۶، ۳۰۷
نبوکد نضر کا حملہ ۳۰۳
اسوریوں کا قبضہ ۳۰۳
حضرت عمرؓ کے زمانہ میں فلسطین کی فتح ظاہری
سامانوں سے نہیں ہوئی تھی ۲۹۷
فلسطین پر یہود کا قبضہ عارضی ہے دائمی طور پر یہ
ملک مسلمانوں کے لیے مقدر ہے ۲۹۰، ۳۵۰
فلسطین میں سبت کو جبراً جاری کرنے کی رسم ۲۰۱

ق

قادیان ۱۴
حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی نسبت سے قادیان
ہجرت ۳۳۰
قادیان میں حفاظت قرآن کریم ۱۱

قاف (کوہ) ۵۰۴، ۵۰۴، ۴۹۹، ۰۰۴ ۵۰۵

قسطنطنیہ
جس کا بانی کانسٹنٹائن شاہ روم ہے ۴۴۰

ک

کابل ۵۰۰

کانگڑہ ۱۹۱

کنعان ۴۱۵، ۳۹۰
حضرت ابراہیمؑ عراق سے ہجرت کرکے کنعان
آئے تھے ۸۶
حضرت موسیٰؑ اپنی زندگی میں کنعان نہیں جا سکے ۴۰۱

کوہ سینا
جہاں حضرت موسیٰؑ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی بشارت دی گئی ۴۰۶

کوہ قاف ۵۰۵، ۵۰۴، ۴۹۹، ۶۴

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کیسپین (بحیرہ) ۵۰۴

گ

گلاسٹنبری (انگلستان) GLOSTONBURY ۴۲۱

گندھرا

دریائے سندھ کے پار کا علاقہ ۵۸، ۶۴

گنگا ۱۴۷

ل

لاہور ۳۱۴

لاہول (بھارت) ۱۹۱

لندن

لندن میوزیم ۴۶۷

لوشا (سپین)

یہاں ایک غار میں اصحاب کہف کی باشیں بتائی جاتی ہیں ۴۲۰

م

مادہ (میڈیا) ۴۹۰، ۴۹۳

مارمورہ (بحیرہ) ۴۳۲، ۴۷۱

ماسکو (روس) ۴۹۹

مالٹا ۴۲۵

مالمس بری MALMES BURY ۴۲۱

مَدیَن

خلیج عقبہ کے سر پر واقع ایک قدیم شہر ۱۰۱، ۱۰۲

حضرت شعیب کا شہر ۱۰۰

موسیٰ علیہ السّلام کا مدین کی طرف سفر ۴۶۷

عربوں کے قافلے غزہ اور شام جاتے ہوئے مدین کے پاس سے گزرتے تھے ۱۰۱

مدینہ منورہ

۴۹۸، ۴۷۱۷، ۱۷۷۱، ۲۰۷۱، ۲۵۱، ۴۰۵، ۴۷۱۰، ۵۰۱۵

مدینہ کے پہلے نام یثرب کی وجہ تسمیہ ۲۹۶

آنحضرتؐ کی طرف سے مدینہ کی برکت کیلئے دُعا ۲۹۵، ۲۹۶

اسراء کے کشف میں یروشلم سے مُراد مدینہ ہے ۲۹۴

اسراء کے کشف کی ایک تعبیر مدینہ کی طرف ہجرت کرنا تھی ۳۷۷

مدینہ کی طرف ہجرت نے اسلام کے مستقبل کو شاندار طور پر ظاہر کر دیا ۲۹۵

حضرت عمرؓ کو مکّہ سے مدینہ بھجوایا جاتا ۱۲۴

حضرت عمرؓ اور بعض صحابہؓ کی مدینہ کی طرف ہجرت ۱۷۰

یہودِ مدینہ کی مسلمانوں سے ابتداء میں صلح ۴۸۱

یہودِ مدینہ کے عقائد ۳۸۴، ۳۸۵

یہودِ مدینہ کے پاس بائبل کا عربی ترجمہ موجود نہیں تھا ۲۵۱

جب مدینہ سے اسلامی دارالخلافہ منتقل ہوا اسی وقت سے اسلام کی ترقی رُک گئی ۲۹۶

مسجدِ اقصیٰ

اسراء کے کشف میں مسجد اقصیٰ سے مُراد مسجد نبوی ہے ۲۹۴

مَشہد (ایران) ۵۰۳

☆

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مصر

۱۰۱، ۲۳۸، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۴۰، ۳۹۰، ۴۲۵

۴۸۵

عرب سے مصر کو جانے والا راستہ اصحاب ایکہ کے مقام سے گزرتا تھا ۱۰۳

خورس کی سلطنت پر مصر کا حملہ ۴۹۰

مقدونیہ ۴۹۷

مکّہ مکرّمہ

۹۸، ۱۶۰، ۱۷۰، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۲۰۷

۲۰۸، ۲۳۳، ۲۴۲، ۲۵۱، ۴۰۵، ۴۷۱

حضرت ابراہیمؑ مکّہ والوں کے جدِ امجد تھے ۱۲۳

اہلِ مکّہ اپنے آپ کو حضرت ابراہیمؑ کی ذریت میں سے سمجھتے تھے ۱۵

مکّہ میں پانی کی کمی ۱۳۵

مکّہ میں لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کی رسم بہت کم تھی ۱۹۵

مکّہ میں مخالفت کا طوفان ۴۱

حبشہ کے مہاجرین کو دھوکہ سے واپس بلانے کے لیے مشرکینِ مکّہ کی سازش ۲۱۳

مکّہ کے لوگوں کا سورہ نجم کی تلاوت کے وقت بے اختیار سجدہ کرنا ۲۸۲

کفارِ مکّہ کی تباہی کی خبر ۱۰۸

اہلِ مکّہ کی ناکامی کی خبر ۱۵۷

اہلِ مکّہ پر خوف اور بھوک کے عذاب کی پیشگوئی ۲۵۹

اہلِ مکّہ پر حجت قائم ہو جانے کی وجہ سے عذاب آئے گا ۲۵۸

کفارِ مکّہ کی تباہی کی خبروں پر آنحضرتؐ کا افسوس فرمانا ۱۱۲

آنحضرتؐ پر استہزاء کرنے والے پانچ رؤساءِ مکّہ اور اُن کا انجام ۱۱۶

مکّہ کے غلاموں کا اسلام کی خاطر جانیں قربان کرنا ۲۴۹

مکّہ سے ہجرت کا سبب ۱۶۹

آنحضرتؐ کی مکّہ سے ہجرت کے خدائی سامان ۱۱۰

فتح مکّہ سے پہلے آخری دن تک کافر غالب معلوم ہوتے تھے ۱۵۷

آنحضرتؐ فتح مکّہ کے وقت خانہ کعبہ میں رکھے ہوئے بتوں کو توڑتے ہوئے آیت قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ پڑھتے جاتے تھے ۳۷۸

فتح مکّہ کے موقعہ پر عورتوں کی بیعت ۳۴۲

مکّہ کے معاشرتی طبقات میں انقلاب ۱۰۰

کفارِ مکّہ کا یمن اور حبشہ کی طرف بھاگنا ۳۶۴

میڈ (مادہ۔ میدیا۔ میڈیا) ۳۰۴، ۴۹۵

میدیا (مادہ۔ میڈیا) ۵۰۴

میڈیا ۴۹۹

خورس شاہِ فارس پر میڈیا والوں کا حملہ ۴۹۷

ن

نصیبین ۶۶

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

نہر زبیدہ ۱۲۵
نیپلز (مالٹا) ۴۲۵
نینوا (عراق)
اشوری قوم کا مرکز ۳۰۲، ۴۹۸

و

وارسائی
معاہدہ وارسائی ۲۳۰

ھ

ہرات (افغانستان) ۵۰۳
ہزارہ (پاکستان) ۶۴
ہمالیہ (کوہ) ۱۴۷
ہندوستان
۶۴، ۱۴۶، ۱۴۷، ۳۵۷، ۴۲۱، ۴۳۵
سکندر کا حملہ اور واپسی ۵۰۰
آریوں کا ہندوستان میں پہلی جانا ۴۹۳
مغربی اقوام کا ہندوستان میں ورود ۵۰۸
ہندوستان کے بحری راستے کی دریافت ایک
عرب مسلمان کی مرہون منت ہے ۳۶۳
خلیج بنگال میں تجارت کی اجازت دی ۴۴۴
ہندوستان میں انگریزوں کے قدم ۱۶۱۱ء
میں تھے جب مغلیہ حکومت نے انہیں
ہندوستان ۲۰ سال تک یورپ کو گندم مہیا
کرتا رہا ہے ۴۳۵

☆

سارے ہندوستان میں صرف چار آدمی ویدوں
کا ترجمہ سمجھ سکتے ہیں ۲
گائے کی پوجا ۳۴۱
مسلمانوں کو گائے کا گوشت ہندوؤں کے
سامنے نہ کھانے کی نصیحت ۲۶۴
ہندوستان کی لیجسلیٹو اسمبلی میں ایک ہندو
ممبر کی طرف سے اسلام کی برتری کا اعتراف ۶
ہندوستانیوں کے انگریزی خواں طبقہ کے
تلخ حالات ۳۳۶

ی

یثرب (مدینہ منورہ)
وجہ تسمیہ ۲۹۶
یروشلم
۷۴، ۸۶، ۳۰۴، ۳۵۱، ۳۸۲، ۴۹۸
نبوکد نضر شاہ بابل کا حملہ ۳۰۲
ٹائٹس رومی کے ہاتھوں تباہی ۳۰۵
اسراء کے کشف میں یروشلم سے مراد مدینہ ہے ۲۹۴
یروشلم کی برکات مدینہ کو منتقل ہو گئیں ۲۹۵
یہ شہر تیرہ سو سال تک اسلامی علماء کا مرکز رہا ۲۹۷
یمن
کفار مکہ کا فتح مکہ کے بعد یمن بھاگ جانا ۲۶۴
یوپی (بھارت)
یوپی میں عباسی خاندان کی بعض شاخیں
موجود ہیں ۳۰۷
یورپ ۶، ۴۹۷، ۵۰۰، ۵۰۱

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سورۃ رحمٰن میں یورپ اور شمالی علاقوں کے باشندوں کو جن کہا گیا ہے ۶۴، ۶۹

یاجوج وماجوج سے مُراد شمالی ایشیا اور مشرقی یورپ کی اقوام ۴۹

یورپ کا موجودہ تمدن رومی اثر کا ہی نتیجہ ہے ۴۳۵

بازنطینی حکومت یورپ کی حفاظت کا باعث بنی رہی ۴۳۲

قرآن کریم میں یورپ کی مسیحی اقوام کے ایک ہزار سال بعد بیدار ہونے کی خبر ۴۳۴

یورپ کی ترقی اور دنیا میں پھیلنے کی پہلی بنیاد ۴۳۵

صلیبی جنگوں کے وقت سے ان اقوام میں بیداری پیدا ہوئی اور انہوں نے اسلام کے خلاف جتھہ بازی کی ۴۳۴

یورپ والوں کا علوم میں ترقی کر کے دُنیا پر غالب آنا ۴۱۵

ہندوستان کی طرف یورپ کے لوگوں کا بحری سفر ایک عرب مسلمان کا مرہونِ منت ہے ۳۶۳

اسلام قبول کرنے میں روک نیکی سوسائٹی ہے ۷

یورپین علماء کو یقین نہیں آتا کہ قرآن حفظ ہو سکتا ہے ۱۸

یورپ کے لوگ اسلامی مسائل کی برتری کو مانتے ہیں ۷

یورپین علماء قرآن کریم کو محرّف و مبدّل ثابت کرنے میں ناکام ہوئے ہیں (نولڈک) ۱۷

یورپ والوں کو نشانات کی طرف بالکل توجہ نہیں ۵

ان امور کو بے وقوفوں کے توہمات سمجھتے ہیں ۴۶۴

یورپین قومیں سیاسی اغراض کی وجہ سے ہمیشہ عیسائی مذہب کی مدد کرتی ہیں ۴۳۶

یورپ کی تباہی کے متعلق یقین ۴۶۴

یورپین اقوام کی تباہی جنگ کے عذاب سے ہوگی ۴۴۵

اب اللہ تعالیٰ نے اس قوم کی تباہی کے سامان پیدا کر کے دنیا سے اس کے رعب کو کم کر دیا ہے ۴۳۲

مغربی مسیحی اقوام کا مقابلہ صرف وہ شخص کر سکے گا جسے اللہ تعالےٰ اپنی مشیت سے ان کے مقابلہ کے لیے کھڑا کریگا ۴۳۹

یورپین قوموں میں کُتے رکھنے کا رواج ۴۳۲

یونان ۲۵۰، ۳۸۳، ۵۰۰

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

حَل اللّغات

ا	اَلْاِحْسَانُ ۲۰۹	اَسَامَ يُسِيْمُ ۱۳۵	اُسْلُكِي ۱۹۵
اَبَانَ يُبِيْنُ ۲	اَحْصٰى ۴۵۹	اِسْتَبْرَقَ ۴۴۶	اَسْلَمَ يُسْلِمُ ۲۱۲/۵
اَبَدًا ۴۱۳	اُحِيْطَ ۴۵۴	اِسْتَحَبُّوا ۲۵۴	اِشْتَهٰى يَشْتَهِي ۱۸۳
اَبْصَارُ/بَصَر ۲۵	اِخْتَلَطَ يَخْتَلِطُ ۴۵۶	اِسْتَخَفَّ يَسْتَخِفُّ ۲۱۱	اَشْعَار ۲۱۱
اَبْصَرَ يُبْصِرُ ۳۱۰	اَخْزٰى يُخْزِي ۱۵۹/۹۴	اِسْتَرَقَ يَسْتَرِقُ ۳۸	اَصْبَحَ يُصْبِحُ ۱۰۶
اَبْصِرْبِهٖ وَاَسْمِعْ ۴۴۱	اِخْفِضْ ۳۲۱	اِسْتَعْتَبَ يَسْتَعْتِبُ ۳۱۴	اَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ ۴۵۴
اَبْكَمُ ۲۰۵	اَذَاقَ يُذِيْقُ ۲۵۹	اِسْتَعْجَلَ يَسْتَعْجِلُ ۱۳۳	اِصْبِرْ ۴۴۳
اِبْلِيْس ۷۲	اَلَاذُقْتَانُ/ذُقْنَ ۳۹۹	اِسْتَعِذْ ۲۳۴	اِصْدَعْ ۱۰۴
اَتْبَعَ يُتْبِعُ ۲۸	اَرَاهُ يُرِيْهُ ۱۳۰	اِسْتَفْتِ يَسْتَفْتِي ۴۳۹	اَصْفَا ۳۳۸
اِتَّقُوْنِ ۱۲۷	اَرَائِكَ/اَرِيْكَةٌ ۴۴۶	اِسْتَفْزِزْ ۳۶۱	اِصْفَحْ ۱۰۷
اُتْلُ ۴۴۲	اَرْبٰى ۲۲۹	اِسْتَمِعْ يَسْتَمِعُ ۳۴۵	اَصْوَافٌ/صُوْف ۲۱۱
اَلْاَثَاثُ ۲۱۱	اِرْتَفَقَ يَرْتَفِقُ ۴۴۴	اِسْتِهْزَاءَ ۲۳	اِضْطَرَّ ۲۵۹
اٰثَار ۴۱۴	اَرْذَلُ الْعُمُرِ ۱۹۶	اِسْتِيْعَاب ۹۸	اِطْمَئَنَّ يَطْمَئِنُّ ۳۵۳
اِجْتَبَاهُ ۲۶۸	اَرْشَدَ يُرْشِدُ ۴۳۰	اِسْرَائِيل ۳۹۸	اَظُنُّ ظَنَّ ۴۵۱
اِجْتَنِبُوْا ۱۶۴	اِرْهَبُوْنِ ۱۶۸	اَسَرَّ يُسِرُّ ۳۳۰	اَعْثَرَ يَعْثُرُ ۴۳۷
اِجْلِبْ ۳۶۱	اَزْهَقَ يُزْهِقُ ۴۸۱	اَسْرٰى يُسْرِي ۲۷۹	اَعْجَزَ يُعْجِزُ ۱۷۴
اَحَاطَ يُحِيْطُ ۳۵۵	اَزْجٰى يُزْجِي ۳۶۲	اَسَفًا ۴۱۴	اَعْجَمِيٌّ ۲۴۲
اَحْتَنِكَنَّ ۳۵۹	اَزْكٰى ۴۳۳	اَسَاطِيْر ۱۵۴	اَعْرَضَ يُعْرِضُ ۱۰۴
اَحْدَثَ يُحْدِثُ ۴۷۸			

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اَعَزُّ	۴۴۹	اَمَدٌ یُمِدُّ	۳۱۸	اِهْتَدٰی یَهْتَدِیْ	۳۱۳	بَوَّاَ یُبَوِّاُ	۱۶۹
اَلْاَعْنَابُ	۱۹۳	اِمْرٌ	۴۷۹	اُهِلَّ	۲۵۹	بَیِّنٌ	۴۲۸
اَغْفَلْنَا	۴۴۳	اَمْسَکَ یُمْسِکُ	۳۹۴/۲۰۹	اَیْقَاظًا	۴۳۱	اَلْبَیِّنٰت	۱۷۲
اَغْوَیْتَنِیْ	۷۹	اَمْضٰی	۴۶۵	اَلْاَیْکَةُ	۱۰۰	اَلْبُیُوْت	۱۰۵
اَغْوٰی یُغْوِی	۷۹	اَمْطَرَ یُمْطِرُ	۹۹	**ب**		**ت**	
اُفٍّ	۳۲۰	اَلْاَمَلُ	۷	بَاْسٌ	۳۰۳/۳۰۱/۲۰۳	تَبْذِیْر	۳۲۲
اِفْتَرٰی یَفْتَرِیْ	۲۱۷	اِمْلَاقٌ	۳۲۶	بُئْسَ	۱۵۴	تَبَرَّ یُتَبِّرُ	۳۰۵
اَفْرَطَ یُفْرِطُ	۱۸۸	اَلْاُمَّةُ	۲۶۸/۹	بَاخِعٌ	۴۱۴	تِبْیَانًا	۲۱۸
اَفْرَغَ یُفْرِغُ	۵۰۵	اَنْبَتَ یُنْبِتُ	۴۶	بَادِیَ بَدِیْءُ	۴۵۱	تَبِیْدُ	۴۵۱
اُفْرِغْ	۵۰۵	اِنْتَصَرَ یَنْتَصِرُ	۴۵۵	بَارِزَةٌ	۴۵۷	تَبِیْعًا	۳۶۴
اَفْلَحَ یُفْلِحُ	۲۶۴	اَنْذَرَ یُنْذِرُ	۴۱۱	اَلْبَاطِلُ	۲۰۰	تُجَادِلُ جَدَلَ	۲۵۶
اِقْتَسَمَ یَقْتَسِمُ	۱۱۳	اَنْفُسٌ/نفس	۲۰۰	بَدَاَ	۴۵۹	تَجْتَرُوْن	۸۱
اَلْاَقْصٰی	۲۸۰	اِنْطَلَقَ یَنْطَلِقُ	۴۷۹	بَذَّرَ یُبَذِّرُ	۳۲۲	تَجْهَرْ	۴۰۰
اُکْرِهَ	۳۵۳	اَنْظَرَ یُنْظِرُ	۲۱۵/۷۷/۱۳	بَرَزَ یَبْرُزُ	۴۵۷	تَحْسِبُ حَسِبَ	۴۳۱
اَکْنَان	۲۱۳	اَلْاَنْعَامُ	۱۹۰	بُرُوْجٌ/بُرْجٌ	۳۷	تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا	۴۷۷
اَکِنَّةٌ	۳۴۵	اَنْغَضَ یُنْغِضُ	۳۴۷	بُشِّرَ	۱۸۴	تَحْوِیْلًا	۳۵۱
اِلٰهٌ	۱۷۸	اَلْاِنْفَاق	۳۹۴	اَلْبَشَرُ	۲۴۱	تُحَافِتُ	۴۰۱
اَلْحَدَ یُلْحِدُ	۲۴۲	اِنْقَلَبَ یَنْقَلِبُ	۴۵۱	بَصَائِر	۳۹۶	تَخْرِقَ	۳۳۵
اَلْزَمْنَاهُ	۳۱۱	اَنْکَرَ یُنْکِرُ	۱۵۲	بَعَثَ یَبْعَثُ	۱۶۶/۷۷	تُخْزُوْنِ	۹۴
اَلْقَی یُلْقِی	۱۴۴	اَوَّابِیْن	۳۳۲	بَغَا یَبْغِی	۴۷۵	تَخُوَّف	۱۷۵
اَلْقَوَا	۲۱۶	اَوْبَار	۲۱۱	اَلْبِغَال	۱۳۲	تَذَرُوْهُ	۴۵۶
اَلْوَان/لون	۱۴۰	اَوْزَار	۱۵۵	بَکَمَ یَبْکَمُ	۲۰۵	تَذَکَّرُوْنَ	۲۱۹
اَلْاَلِیْمُ	۲۵۲	اُولِیْ بَاْسٍ	۳۰۱	بَلٰی یَبْلُوْ	۲۲۹	تَرْقٰی رَقِیَ	۳۸۹
اَلْاِمَامُ الْمُبِیْنُ	۱۰۳	اَوْلِیَاء/ولی	۳۹۲	بُنْیَانًا	۴۳۷	تَرْکَنُ	۳۷۱
اَمَدًا	۴۱۸	اَوْحٰی یَاْوِیْ	۴۱۷	بَنِیْ اِسْرَائِیْل	۲۹۸	تُرْهِقَنِیْ	۴۸۱

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

تُرِيْحُوْنَ ۱۳۰
تَزَاوَرُ يَتَزَاوَرُ ۴۳۰
تَزِرُ ۳۱۳
تَسْتَخِفُّوْنَ ۲۱۱
تَسْتَعْجِلُوْهُ ۲۳:
تَسْتَفِتِ ۴۳۸
تَسْرَحُوْنَ ۳۰:
تُسْلِمُوْنَ ۲۲
تُسِيْمُوْنَ ۳۵
تُشَاقُّوْنَ ۱۵۸
تَصِفُ وَصَفَ ۸۰/۳۰۴
تَظْلِمُ ۴۴۰
تَعَالٰى يَتَعَالٰى ۳۴۲
تَعُدُّ ۴۴۳
تَعْلَنُ ۲۹۹
تُفَجِّرُ ۳۸۸
تَفْضَحُوْنَ ۹۴
تَفْقَهُوْنَ ۳۴۲
تَفَيَّأُ يَتَفَيَّأُ ۱۰۷
تَقْرِضُ قَرَضَ ۴۳۰
تَقِفُ ۳۳۴
تَقَلُّبُهُمْ ۱۷۴
تَلَا يَتْلُوْ ۴۴۲
تَلَطَّفَ يَتَلَطَّفُ ۴۳۳
تُمَارِ ۴۳۸
تَمُدَّنَّ ۱۱۱
تَمِيْدَ ۱۴۴
تَنَازَعَ يَتَنَازَعُ ۴۳۷
تَنْهَرْهُمَا ۳۲۰
تَهَجَّدْ ۳۷۴
تَوَارٰى يَتَوَارٰى ۸۴۰
تَوَسَّمَ يَتَوَسَّمُ ۹۹
تُوَفّٰى وَفّٰى ۳۵۶

ث

ثَبَرَ يَثْبُرُ ۳۵۶
ثُمَّ ۱۵۷
ثِيَابًا ۴۰۰

ج

جَائِرٌ ۱۳۳
جَادَلَ يُجَادِلُ ۲۵۶
جَارَ يَجُوْرُ ۱۸۱
جَاسَ يَجُوْسُ ۳۰۱
اَلْجَانُّ ۵۷
جَاهَدَ يُجَاهِدُ ۲۵۶
جَبَلٌ/جِبَالٌ ۳۳۶
جَحَدَ يَجْحَدُ ۱۹۸
جَدَلًا ۴۶۲
جُرُزًا ۴۱۶
جَرَمَ يَجْرِمُ ۲۴
اَلْجَمَالُ ۱۳۰
اَلْجَمِيْلُ ۱۰۷
جِنَاحٌ ۳۲۲
جَهَالَةٌ ۲۶۷
جَهَدَ يَجْهَدُ ۱۶۶
جَهَرَ يَجْهَرُ ۴۰۰
جَوٌّ ۲۰۹

ح

حَاصِبًا ۳۶۳
حَافَّ بِهِمْ ۱۶۳
حَاوَرَ يُحَاوِرُ ۴۴۹
حِجَابًا ۳۴۳
اَلْحِجْرُ ۰۳
اَلْحَدِيْثُ ۴۰
حَذِرَ يَحْذَرُ ۳۵۲
اَلْحَرْثُ ۴۱۸
حَسِبَ يَحْسِبُ ۴۳۱
حُسْبَانًا ۴۵۳
اَلْحَسِيْبُ ۳۱۳
حَشَرَ يَحْشُرُ ۵۰
اَلْحَصِيْرُ ۳۰۶
حَظَرَ يَحْظُرُ ۳۰۸
حَفَّ يَحُفُّ ۴۴۷
حَفَدَةٌ ۲۰۰
حَفَفْنٰهُمَا ۴۴۷
حُقُبًا ۴۶۵/۴۷۰
اَلْحِكْمَةُ ۲۷۲
حَمَاٌ ۵۲
حَمِيَّةٌ ۵۰۲
اَلْحَمِيْرُ ۱۳۲
حَلُمَ يَحْلُمُ ۳۴۳
حَلِيْمٌ ۳۴۳
اَلْحِلْيَةُ ۱۴۳
اَلْحَنِيْفُ ۲۶۸
اَلْحُوْتُ ۴۷۲
حِوَلًا ۵۱۰
حَوَّلَ يُحَوِّلُ ۳۵

خ

خَافَتَ يُخَافِتُ ۴۰
خَاوِيَةٌ ۴۵۵
خَبَتَ ۳۹۲
خَرْجٌ ۵۰۵
خَرَقَ يَخْرِقُ ۳۳۵/۴۶۹
اَلْخِزْيُ ۱۵۸
خَسَارًا ۳۷۸
خَسَفَ يَخْسِفُ ۱۷۳
خَصِيْمٌ ۱۲۸
خِطْاً ۳۲۶/۳۲۶
اَلْخَطَبُ ۸۸
خَفَضَ يَخْفِضُ ۳۲۱
اَلْخَلَّاقُ ۱۰۹

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

خِلٰلَ الدِّيَار ۳۰۱
خَلِيلٌ ۳۶۸
اَلْخَيْلُ ۱۳۲/۳۶۱
خَيْر ۱۶۰

د

اَلدَّابِرُ ۹۳
دَآبَّةٌ ۱۷۷
دَاخِرُوْن ۱۷۶
دَحْرَيَدْحَرُ ۳۱۷
دَحَضَ يَدْحَضُ ۴۶۳
دَخَلاً ۲۲۹
دَسَّ يَدُسُّ ۱۸۴
دَعَايَدْعُوْ ۳۰۸
دِفْءٌ ۱۲۹
دُلُوْكٌ ۳۷۳
دَمَّرَيُدَمِّرُ ۳۱۵
دُوْن ۲۱۶
دیار/دار ۳۰۱

ذ

ذَرَأَ يَذْرَؤُ ۱۴۰/۴۵۶
اَلذِّكْرُ ۹/۱۷۲
اَلذُّلُّ ۳۲۲
ذُلُلاً ۱۹۵

ر

رَءُوْفٌ ۱۳۱
رَبَطَ يَرْبِطُ ۴۲۸
رُبَمَا ۴
رَجُلٌ ۳۶۱
رَجْمًا بِالْغَيْبِ ۴۳۸
رَجِيْمٌ ۲۷/۴۵
رَحْمَةٌ ۴۱۷
رَدْمٌ ۵۰۵
رُشْدٌ ۴۷۶
رَغَدًا ۲۵۸
رُفَاتًا ۳۴۷
رَفَقَ يَرْفُقُ ۴۲۹
رُقُوْدٌ ۴۳۱
رَقٰى يَرْقٰى ۳۸۹
اَلرَّقِيْم ۴۱۷
رَكَنَ يَرْكُنُ ۳۷۱
رَهِبَ يَرْهَبُ ۱۷۸
اَلرُّوْح ۷۱
رَيْبٌ ۴۳۷

ز

اَلزُّبُر ۱۷۲
زُبُرَ الْحَدِيْد ۵۰۵
اَلزُّخْرُف ۳۸۹
زَعَمْتُمْ ۳۵۱
زَكّٰى يَزْكُوْ ۴۸۲
زَكِيَّةٌ ۴۸۲
زَلَقًا ۴۵۳
زَهَقَ يَزْهَقُ ۳۷۷

س

سَاءَ يَسُوْءُ ۳۰۴
سَائِغٌ ۱۹۰
سٰجِدِيْنَ ۷۲
اَلسَّاعَةُ ۱۸۶
سَاوٰى ۵۰۵
سَبَبٌ ۵۰۱
اَلسَّبْتُ ۲۷۰
سُبْحٰنَ ۲۷۹
سَبِيْلٌ مُقِيْمٌ ۱۰۰
سَجِيْلٌ ۹۹
سَحَرَيَسْحَرُ ۲۵/۳۹۵
اَلسَّدَّيْنِ ۵۰۲
سُرَادِقُ ۴۴۴
سَرَبًا ۴۰۲
سَرَحَ يَسْرَحُ ۱۳۰
سُرُوْرٌ ۸۳
سَطَرَيَسْطُرُ ۱۵۴/۳۵۳
سَعِيْرٌ ۳۹۲
سَكَرَيَسْكَرُ ۲۵/۱۹۳
سُكِّرَتْ ۲۵
سَكَنَا ۲۱۱
سُلْطٰنٌ ۸۰
سَلَكَ يَسْلُكُ ۲۴/۱۹۵
اَلسَّلَمُ ۱۵۸
اَلسَّمَآءُ ۲۶/۱۳۵
سَمِعَ يَسْمَعُ ۲۸
اَلسَّمْعُ ۲۸
اَلسَّمُوْمُ ۵۸
سُنْدُس ۴۴۶
اَلسُّنَّةُ ۲۴
سَوّٰى يُسَوِّى ۷۱/۴۵۲
سَوَّيْتُ ۷۱
اَلسَّيِّءَ ۳۳۶

ش

شَاقَّ يَشَاقُّ ۱۵
شَاكِلَةٌ ۳۷۹
شَجَرَةٌ ۳۵۷
شَطَطًا ۴۲۸
شَعْر ۲۱۱
شَعَرَيَشْعُرُ ۱۵۱
شِقٌّ ۱۳۱
شكور ۲۹۸
شِهَابٌ ۲۸
شَهِدَيَشْهَدُ ۳۷۳
شَهِيْد ۲۱۴
شَوٰى يَشْوِى ۴۴۴
شِيَعٌ/شِيْعَة ۲۲

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ص

صَبَرَ يَصْبِرُ ۴۴۳
اَلصَّخْرَةُ ۴۷۵
صَدَعَ يَصْدَعُ ۱۱۴
اَلصَّدَفَيْنِ ۵۰۵
صَرَّفَ يُصَرِّفُ ۳۳۹
صَعِيْدٌ ۴۱۶
صَفَحَ يَصْفَحُ (عنه) ۱۰۷
صَلْصَالٍ ۵۱
صُنْعًا ۵۰۹
صُوْف ۲۱۱

ض

ضَاقَ يَضِيْقُ ۲۷۵
ضَرَبْنَا عَلٰى اٰذَانِهِمْ ۴۱۷
ضِعْفَ الْحَيَاةِ ۳۴۱
ضَيْقٌ ۲۷۵

ط

طَائِرٌ ۳۱۱
اَلطَّاغُوْتُ ۱۶۴
اَلطَّرِيُّ ۱۴۳
اَلطَّعَامُ ۴۳۳
طُغْيَانٌ ۳۵۵
اَلطِّيْنُ ۳۵۹

ظ

ظَعْنٌ ۲۱۳
ظَلَمَ يَظْلِمُ ۳۵۴/۴۴۷
ظَنَّ يَظُنُّ ۴۵۱
ظَهَرَ يَظْهَرُ عَلٰى ۴۳۶
ظَهِيْرٌ ۳۸۷

ع

اَلْعَاجِلَةُ ۳۱۷
عَاذَ يَعُوْذُ ۲۳۴
عَاقَبْتُمْ ۲۷۴
اَلْعَاقِبَةُ ۱۶۴
اَلْعَبْدُ ۲۷۹
اَلْعَجَبُ ۴۱۷
اَلْعَجُوْلُ ۳۰۸
عَدَا يَعْدُوْ ۴۴۳
اَلْعَدَدُ ۳۱۰
اَلْعَدْلُ ۲۱۹
اَلْعَذَابُ ۸۴
عَرَجَ يَعْرُجُ ۲۵
عُرُوْشٌ / عَرْشٌ ۴۵۵
اَلْعَشِيُّ ۴۲۳
عَضُدًا ۴۶۰
عِضِيْن ۱۱۵
عِظَامٌ ۳۴۷
عَقَلَ يَعْقِلُ ۱۳۸
عَلَا يَعْلُوْ ۲۹۹
عُلُوًّا ۳۴۲
اَلْعَلِيْمُ ۱۰۹
اَلْعَمْرُ ۹۶
عِوَجًا ۴۱۱

غ

اَلْغَابِرُ ۸۹
غِلٌّ ۸۳
غَادَرَ يُغَادِرُ ۴۵۷
غَارَ يَغُوْرُ ۴۵۴
اَلْغَدُّ ۴۳۹
اَلْغَدَاءُ ۴۷۴
اَلْغَدَوَةُ ۴۴۳
غَسَقٌ ۳۷۳
اَلْغَضَبُ ۲۵۳
غَوْرًا ۴۵۴
اَلْغَيْبُ ۴۴۱

ف

فَاحِشَةٌ ۳۲۸
فَارْهَبُوْنِ ۱۴۸
اَلْفِئَةُ ۴۵۵
فِتْنَةٌ ۳۵۵
فُتِنُوْا ۲۵۵
فَتًى / فِتْيَان ۴۶۵
فَتِيْلًا ۳۶۶
فِتْيَةٌ / فَتًى ۴۱۷/۴۲۷
اَلْفَحْشَاءُ ۲۱۹
فَجَّرَ يُفَجِّرُ ۳۸۸
فَجْوَةٌ ۴۳۰
فَرَثٌ ۱۹۰
فِرْدَوْس ۵۱۰
فُرُطًا ۴۴۳
فَرَقْنَا ۳۹۸
فَضَحَ يَفْضَحُ ۹۴
اَلْفَضْلُ ۳۱۰
اَلْفَضِيْحَةُ ۳۵۵
فَقِهَ يَفْقَهُ ۳۴۲
اَلْفُلْكُ ۱۴۳
فَوْق ۲۱۷

ق

قَاصِفًا ۳۶۴
قَانِتًا ۲۶۸
قُبُلًا ۴۶۳
قَبِيْلًا ۳۸۹
قَتَلَ يَقْتُلُ ۴۸۷
قَتُوْرًا ۳۹۴
قَدَرٌ ۴۸
قَدَّرَ يُقَدِّرُ ۸۹
اَلْقُرْبٰى ۲۱۹
قَرَضَ يَقْرِضُ ۴۳۰

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اَلْقَرْنَيْن ۴۹۱
اَلْقَرْيَةُ ۸
قِسطَاسٌ ۳۳۳
قَصَّ يَقُصُّ ۴۲۷
اَلْقَصْدُ ۱۳۲
قَصَصْنَا ۲۶۵
قَضٰى يَقْضِي ۹۳
۳۲۰/۲۹۹
اَلْقَطْر ۵۰۶
قَفَا يَقْفُوْ ۳۳۴
قَلْبٌ ۲۵۳
قَلَّبَ يُقَلِّبُ ۴۳۱
قُلُوْبُهُمْ مُنْكِرَةٌ ۱۵۲
قَنَطَ يَقْنَطُ ۸۷
قَوَاعِدُ ۱۵۶
قَوْلًا كَرِيْمًا ۳۲۰
اَلْقَوْمُ ۲۰۹
قَيِّمًا ۴۱۱

ك

اَلْكَذِبُ ۴۱۳
كَرَّمَ يُكَرِّمُ ۳۵۹
اَلْكَرَّةُ ۳۰۳
كَسَبَ يَكْسِبُ ۱۰۶
كِسَفًا ۳۸۹
كَشْفٌ ۳۵۱
كَظِيْمٌ ۱۸۴
كَفِيْلٌ ۲۲۶
اَلْكَلُّ ۲۰۵
اَلْكَلِمَةُ ۴۱۳
كِنٌّ ۲۱۲
كَنْزٌ ۴۸۹
اَلْكَهْفُ ۴۱۷

ل

لِ (لام جاره) ۳۵۹
لِسَانٌ ۲۴۱
لَعَمْرُكَ ۹۶
لَفِيفًا ۳۹۷
لَمْحُ الْبَصَرِ ۲۰۶
لَوَاقِحُ ۴۹
لَوْمًا ۱۳
لَوْنٌ/اَلْوَانٌ ۱۴۰

م

مَادَ يَمِيْدُ ۱۴۴
مَارِدٌ ۴۵
مَاكِثِيْنَ ۴۱۲
مَامَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۱۹۸
مُبْصِرَةٌ ۳۱۰
مُبِيْنٌ ۲۹/۲
مُتْرَفِيْهَا ۳۱۵
مُتَوَسِّمِيْن ۹۹
اَلْمَثَانِي ۱۱۰
مَثْبُوْرًا ۳۹۶
مَثَلٌ ۱۸۵
مُجْرِمِيْنَ ۲۴
اَلْمَجْنُوْنُ ۹
اَلْمَحَاسِبُ ۳۱۳
مَحْذُوْرًا ۳۵۲
مَحْسُوْرًا ۳۲۵
اَلْمَحْلُوْرُ ۳۱۸
مَحَى يَمْحُو ۳۱۰
مَخَرَ يَمْخُرُ ۱۴۳
مَدِيْنَةٌ ۱۱۱
مِدَادٌ ۵۱۰
مَدْحُوْرًا ۳۱۷
مُدْخَلَ صِدْقٍ ۳۷۶
مَدَدْنَاهَا ۴۷
اَلْمَدِيْنَةُ ۹۴
مُرْتَفَقًا ۴۴۴
مَرَحًا ۳۳۵
مُرْشِدًا ۴۳۰
مِرْفَقًا ۴۲۹
مَسْجِدٌ ۴۳۷
اَلْمَسْجِدُ الْحَرَامُ ۲۸۰
مَسْحُوْرًا ۳۹۵/۳۴۶
مَسْحُوْرُوْن ۲۵
مَسْطُوْرًا ۳۵۳
مُسْلِمٌ ۵
مَسْنُوْنٌ ۵۲
مُشْفِقِيْنَ ۴۵۹
مَشْهُوْدًا ۳۷۳
مُصْبِحِيْنَ ۱۰۶
مَصْرَفًا ۴۶۲
مَضٰى يَمْضِي ۴۶۵
مُطْمَئِنٌّ ۲۵۳
مَعَايِشَ/مَعِيْشَةٌ ۴۷
مُعْجِزِيْنَ ۱۷۴
مُعْرِضِيْنَ ۱۰۴
مَغْلُوْلَةٌ ۳۲۵
مُفْرَطُوْن ۱۸۸
مُقْتَدِرًا ۴۵۶
اَلْمُقْتَسِمِيْنَ ۱۱۳
مُكْثٌ ۳۹۸
مَلَكَ يَمْلِكُ ۴۱۲
مَكَرٌ ۱۵۶
مَلَّنَ يُمَلِّنُ ۵۰۱
مُلْتَحَدًا ۴۴۲
مَنَافِعُ ۱۲۹
مُنْتَصِرًا ۴۵۵

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مَنْشُوْرًا ۳۱۱
مُنْظَرِيْن ۱۳
مُنْقَلِبًا ۴۵۱
اَلْمُنْكَرُ ۲۱۹
مُنْكِرَةٌ ۱۵۲
اَلْمُهْلُ ۴۴۴
مَوَاخِرَ ۱۴۳
مُوَاقِعُوْهَا ۴۶۱
مَوْبِقًا ۴۶۱
مَوْزُوْنٌ ۴۶
مَوْعِدٌ ۸۱
مَوْفُوْرًا ۳۶۰
مَيْسُوْرًا ۳۲۴

ن

نَا ۳۷۹
نَاظِرِيْنَ ۲۷
نَافِلَةٌ ۳۷۴
نَبْغِ ۴۷۵
نُبَوِّئَنَّهُمْ ۱۰۹
نَجْوٰى ۳۴۶
نَحْتَ يَنْحِتُ ۱۰۵
اَلنَّخِيْلُ ۱۹۳
نُزُلًا ۵۰۹
نَزَّلَ يُنَزِّلُ ۲۳۷/۴۸
نَسْلُكَ ۲۴
نَشَرَ يَنْشُرُ ۴۲۹/۳۱۱
نَصَبٌ ۴۷۴/۸۳
اَلنَّصِيْبُ ۱۸۲
نُطْفَةٌ ۱۲۸
نَظَرَ يَنْظُرُ ۲۷
نِعْمَ ۱۶۰
نِعْمَةٌ ۱۸۰
نُغَادِرُ ۴۵۷
نَفَخَ يَنْفُخُ ۷۱
نَفَدَ يَنْفَدُ ۲۳۳
نَفَرٌ ۴۴۹
نَفْس/اَنْفُس ۲۰۰
نُفُوْرًا ۳۳۹
نَقِيْرٌ ۳۰۳
نَقُصَّ ۴۲۷
نَقَضَ يَنْقُضُ ۲۲۸
نُقَلِّبُ ۴۳۱
نُكْرًا ۴۸۲
نُمِدُّ ۳۰۸
نُنَزِّلُ ۴۸
نَهَرَ يَنْهَرُ ۳۲۰

و

اَلْوَارِثُ ۴۹
وَاصِبًا ۱۸۰
وَبَرٌ ۲۱۱
وَبِقَ يُوْبَقُ ۴۶۱
اَلْوَجْهُ ۴۴۳
وَجَّهَ يُوَجِّهُ ۲۰۵
وَجِلُوْنَ ۸۵
وَجْهٌ ۳۹۱/۳۰۵
وَرَقٌ ۴۳۳
وِزْرٌ ۱۵۵
وَزَرَ يَزِرُ ۳۱۳
اَلْوَسِيْلَةُ ۳۵۲
وَصَبَ يَصِبُ ۱۸۰
وَصَفَ يَصِفُ ۱۸۷
۲۶۴
وَصِيْدٌ ۴۳۱
وَفَرَ يَفِيْرُ ۳۶۰
وَفَى يُوْفِي ۲۵۶
وَقْرًا ۳۴۵
وَقٰى يَقِي ۱۲۷
اَلْوَلَدُ ۴۱۳
وَلَّوْا ۳۴۵
اَلْوَلِيُّ/اَوْلِيَاء ۳۹۲/۱۸۸

ه

هَجَدَ يَهْجُدُ ۳۷۴
هَشِيْمًا ۴۵۶
اَلْهَوٰى ۴۴۳
هُوْنٌ ۱۸۴

ى

يَبْعَثُ بَعَثَ ۱۶۶
يُبْعَثُوْنَ ۷۷
يَبْلُوَكُمْ ۲۲۹
يُتَبِّرُوْا تَبَّرَ ۳۰۵
يَتَفَيَّؤُ تَفَيَّأَ ۱۷۶
يَتَلَطَّفْ ۴۳۳
يَتَنَازَعُوْنَ ۴۳۷
يَتَوَارٰى تَوَارٰى ۱۸۴
يَجْحَدُوْنَ ۱۹۸
يُجَاوِرُ جَاوَرَ ۴۴۹
يَحْشُرُ حَشَرَ ۵۰
يُحَلَّوْنَ ۴۴۶
يُخْزِيَ اَخْزٰى ۵۸:
يَخْسِفُ خَسَفَ ۱۷۳
۳۶۳
يُدْحِضُوا ۴۶۳
يَدُسُّ دَسَّ ۱۸۴
يَدْعُ الْاِنْسَانُ ۳۰۸
يَرْجُمُوْكُمْ ۴۳۶
يُزْجِيْ اَزْجٰى ۳۶۲
يُسْتَعْتَبُوْنَ ۲۱۴
يَسْتَمِعُوْنَ ۳۴۵
يَسْتَهْزِءُوْن ۲۳

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

يُسْرِفُ أَسْرَفَ ۳۳۰	يَعْرُجُوْنَ ۲۵	يُلْحِدُوْنَ ۲۴۲	يُنَزِّلُ نَزَّلَ ۲۳۷
يَسُوْءُ سَاءَ ۳۰۴	يَعْقِلُوْنَ ۱۳۸	يُمْسِكُ اَمْسَكَ ۲۰۹	يَنْشُرُ ۴۲۹
يَشْتَهُوْنَ اِشْتَهٰى ۱۸۳	يَفْتَرُوْنَ ۲۱۷	يَنْبُوْعٌ ۳۸۸	يُنْظَرُوْنَ ۲۱۵
يَشْعُرُوْنَ ۱۵۱	يُفْلِحُوْنَ ۲۶۴	يَنْحِتُوْنَ ۱۰۵	يُنْغِضُوْنَ اَنْغَضَ ۳۴۷
يَشْوِىْ شَوٰى ۴۴۴	اَلْيَقِيْنُ ۱۱۷	يَنْفَدُ نَفِدَ ۲۳۳	يُوَجِّهُ وَجَّهَ ۲۰۵
يَظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ ۴۳۶	يَكْسِبُوْنَ ۱۰۶	يُنْذِرَ ۴۱۱	يَئُوْسًا ۳۷۹

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com

http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کتابیات

BIBLIOGRAPHY

تفاسیر

تفسیر ابن جریر ۲۸۱، ۲۸۴، ۲۸۹

تفسیر ابن کثیر ۲۹، ۳۶، ۴۲، ۹۷، ۱۱۶، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۳، ۲۹۴

تفسیر بحر محیط ۱، ۵، ۸، ۲۹، ۷۰، ۴۰۴، ۴۲۰

تفسیر بیضاوی ۴۴۹

تفسیر درمنثور ۲۹، ۳۸، ۲۴۲، ۲۹۱، ۲۹۳، ۴۰۳، ۴۰۵، ۴۱۹، ۴۴۲

تفسیر روح المعانی ۲۴۲، ۳۴۹، ۳۹۲، ۴۱۹

تفسیر فتح البیان ۳۸، ۲۴۲، ۳۶۸، ۳۹۸، ۴۲۰

تفسیر قرطبی ۳۸

تفسیر کشاف ۹۷، ۲۴۲

القنوی علی البیضاوی ۴۴۹

COMMENTARY ON THE HOLY QURAN
۱۱۹ RVD WHERRY ۴۹۱

حدیث

جامع صحیح بخاری ۶، ۳۷، ۴۲، ۶۶، ۱۰۴، ۱۱۴، ۲۸۱، ۲۸۴، ۲۸۸، ۴۰۳

فتح الباری شرح بخاری ۲۶۵

صحیح مسلم ۱۲۷، ۲۸۱، ۲۸۸، ۴۷۴

صحیح ترمذی ۲۶۷

سنن ابی داؤد ۲۶۱، ۳۲۳

ابن ماجہ ۲۶۱

مشکوۃ المصابیح ۳۱، ۲۵۱

مسند احمد بن حنبل ۶۸، ۷۵، ۱۶۱، ۲۱۵، ۲۳۵، ۲۸۸، ۳۱۵، ۴۰۹

دیلمی ۲۷۳

مجمع البحار ۳۷، ۵۲

طبرانی ۲۸۸

کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام و خلفاء سلسلہ

براہین احمدیہ ۵۰۸

سیر روحانی از حضرت مصلح موعودؓ ۶۶

تاریخ و سیرت

تاریخ طبری ۱۶۹

سیرت ابن ہشام ۲۰۴، ۲۹۳

الخصائص الکبریٰ ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۴، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۱، ۲۹۴

زاد المعاد ۲۹۳

زرقانی شرح مواہب اللدنیہ ۲۸۲، ۲۸۳، ۴۰۶

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سیرت نگر مصنفہ عبدالرحمن

۱۰۰

LIFE OF MUHAMMAD

BY SIR W. MUIR

۱۹، ۴۰۶، ۴۳۴

HISTORIANS HISTORY OF THE WORLD

۳۰۵، ۴۹۶، ۴۹۹، ۴۹۹

THE DECLINE & FALL OF ROMAN EMPIRE

"رومی حکومت کا انحطاط و زوال" گبن ۴۱۹

سٹوری آف روم مصنفہ ناروڈ نیگ

STORY OF ROME ۴۲۴

THE CATACOMBS AT ROME

BY BUJIMAN SCOTT ۴۲۲، ۴۲۵

THE CRUCIFIXION BY AN EYE WITNESS

۳۹۴

اسلامیات

ارض القرآن سید سلیمان ندوی ۱۰۱

تعطیر الانام ۲۹۴، ۴۴۸، ۴۷۲، ۴۰۵، ۴۶۹، ۴۸۲

۴۹۴

کتب اہل کتاب

بائبل (عہد نامہ قدیم و جدید)

شبات طالمود ۵۹

THE DAILY BIBLE ILLUSTRATIONS

BY DR. KITTO ۴۴۱

THE TEXT & CANNON OF THE NEW TESTAMENT

BY DR. ALEXENDER SOOTER ۲۵۱

ادب و نحو

مغنی اللبیب ۳۵۹

درۃ الغواص ۴۴۹

اساس

متفرق

پتنجلی کا یوگ شاستر ۲۸۴

ینابیع الاسلام ۳۳

MARCH OF MAN

PUBLISHED BY ENCYCLOPAEDIA

BRITANICA SOCIETY LONDON ۴۲۵

GOLD MINES OF MADIAN

BY BRITON ۱۰۱

لغات و انسائیکلوپیڈیا

اقرب الموارد ۶، ۱۰۰، ۷۱

تاج العروس ۲۹، ۵۰۵، ۱۱۴، ۲۴۴

المفردات فی غریب القرآن لامام راغب

الاصفہانی ۱۰، ۹۰، ۸۹

فقہ اللغۃ ابو منصور ثعالبی ۷۳

القاموس العصری ۱۰

ENCYCLOPAEDIA BRITANICA

انسائیکلوپیڈیا برٹینکا

۱۷، ۵۹۰، ۳۶۰، ۳۸۴، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۶

۴۴۰، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۲

ENCYCLOPAEDIA BIBLICA

انسائیکلوپیڈیا بیبلکا ۵۹، ۲۸۳، ۴۲۳

جیوش انسائیکلوپیڈیا JEWISH ENCYCLOPAEDIA

۵۹، ۲۸۳، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۲

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas